یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

یا عباسؑ

۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماںؑ ادرکنی

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

شرائع الاسلام

(کا اردو ترجمہ)

المعروف جامع الجعفری

حصہ اول دوم

علاّمہ حلّی رحمتہ اللہ علیہ

ناشر

المؤسّسة الاسلامیہ لاہور پاکستان

شرائع الاسلام

(کا اردو ترجمہ)

المعروف جامع الجعفری

حصہ اول دوم

علامہ حلّی رحمتہ اللہ علیہ

پیشکش

الحاج مولانا محمد ایوب بشوی ایم اے

ناشر

المؤسسۃ الاسلامیہ لاہور پاکستان

فہرست مضامین جامع الجعفری ترجمہ جامع الرضوی جلد ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساری تعریفیں ایسے اللہ کے لیئے ہیں جس نے اپنے بندوں کے واسطے اپنی رضا تک پہونچنے کی راہ کو واضح کر دیا ہے اور اپنی عبادت تک اور تقوے تک پہونچنے کے راستے کو کشادہ کیا ہے۔ پھر رسولوں کے بھیجنے سے اور کتابوں کے اُتارنے سے اُن کے دین کو پورا فرمایا ہے۔ اور حجت کے قائم کرنے سے اور پردوں کے اُٹھا دینے سے بندوں پر اپنی نعمتوں کو تمام کیا اور درود و نامیہ پاکیزہ واضع قوانین شریعت تابان محمدیہ پر اور ان کی عترت پاک و طاہر و اطیاب پر نازل ہو کہ وہ کہ صاحب عز و فخر و علا ہیں جبتک کہ زمین کو سکون ہے۔ اور گردش میں سماء ہے لیکن بعد حمد و نعت و منقبت کے ان ورقوں کا لکھنے والا اور ان رقموں کا سیاہ کرنے والا گناہوں کے اور عیبوں کے دریاؤں میں ڈوبا **عبدالغنی ابن ابیطالب** اہل معرفت کے ذہنوں کے صفحوں پر اور صاحبان دین و ایمان کے روحوں کی تختیوں پر نقش کرتا ہے۔ کہ ان مبارک آغاز اور ہمایوں انجام دنوں میں نظم و نسق خطۂ دلپذیر کشمیر کی مہموں کا رائے جہان آرائے ذات معلائے جناب گردوں قباب پر کہ وہ ممہد قوانین شان و شوکت کے ہیں بنا کرنیوالے مبانی دین و دولت کے ہیں رصد بند افلاک بلند اقبال ہیں رستم معرکۂ دشمن افگنی و عدو مالی ہیں حاتم

مہمانسرائے وجود ہیں واقف اسرار معرفت و شہود ہیں گرامی گوہر معدن امارت و ایالت ہیں بلند اختر آسمان عظمت و جلالت ہیں مہر سپہر کام بخشی و کارسازی ہیں سپہر مہر دلدہی و دلنوازی ہیں آفتاب عالمتاب جہان عدل و احسان ہیں ماہ گیتی فروز آسمان امتنان ہیں رکن رکین دولت قاہرہ ہیں حصن حصین سلطنت باہرہ ہیں وزیر صاحب تدبیر عدیم النظیر ہیں دانائے اسرار ضمیر ہر صغیر وکبیر ہیں تیغ برّان مفارق اعدا ہیں برق خرمن آرزوئے و امید دشمنان آل عبا ہیں نظم قبلۂ اہل شکوہ و شان ابوالمنصور خان ؛ جنکو اک نسبت شرافت سے ہے سوئے بوتراب ؛ ہر سحر لاتا ہے۔ جن کی رائے روشن کے حضور ؛ کاسۂ دریوزہ چرخ چارمیں سے آفتاب ؛ تفویض پائے ہوئے تھے اور ان جناب مکرمت مآب و معدلت نصاب کی طرف سے اصلاح مفاسد کے لئے اور اطفائے نائرۂ مکائد کیلئے کہ اہل بغی و عناد کے گروہ شقاوت پژوہ کے تسلط سے طرح طرح کا ظلم اور ہر قسم کی تعدی اس شہر میں اشتہار اور قرار پائے ہوئے ہے خان بلند مکان والا شان شمشیر برہنۂ بازوئے دلیری و دلاوری شہسوار میدان دادگستری و داوری آفتاب عالم افروز جہاں نصفت و جاہ ماہ نوربخش مواطن رعیت و سپاہ رافع نشان عدل و داد قامع بنیاد اہل بغی و عناد ممہد قوانین رعیت پروری و سپہ آرائی مشید مبانی کام بخشی و کامروائی خیر خواہ بندگان اللہ درویش دل عالیجاہ ابر بہار فیض و احسان آتش مزارع جور و عدوان مربع نشین مسند حکومت و سروری سزاوار مرتبہ بلند ایالت و برتری خان بلند قدر عظیم الشان افراسیاب بیگخان بلند کرے اللہ اُس کی شوکت کو اور باقی رکھے اُس کی دولت کو اس ملک برہم خوردہ میں ویرانی بردہ میں آیہ کریمہ ضرب اللہ مثلا الایہ کے مفاد سے مصدر ناشکری و کفران نعمت الٰہی کا ہو کر طغیان کی سزا میں طرح طرح کے رنجوں میں اور اذیتوں میں آبادی اہل شقاوت و قساوت سے گرفتار و پریشان ہوا ہے اور وادی مظلومی میں حیران ہوا ہے قاہرہ فوجوں کے ساتھ نیابت کے طریق پر نزول مکرمت اور شمول معدلت حصول کرکے دلدار ہوئے وہ معدن فتوت و مظہر مروت اعنی میرزائے سعادتمند ستودہ شیم حاوی محاسن صفات و مناقب کرم چراغ دودمان فضل و کمال شمع شبستان جاہ و جلال خورشید تابان آسمان علم و یقین بدر فلک ترویج دین مبین صدرنشین محفل قدردانی مخزن جواہر کمال انسانی

شیرازہ بند اوراق علم و عمل مرسلہ پیوند درہائے دین و دول قوت بازوئے حکومت و سروری
واسطہ آبروئے بزرگی و برتری سایہ پرور سحاب مکرمت ازلی مقتبس انوار حکمت لم یزلی
عقدہ کشائے مشکلات علوم مروج ارباب عقول و فہوم محرم خلوتسرائے معرفت و ایقان
گرامی مددگار اہل صلاح و ایمان روشنی بخش دیدۂ دانش و بینش سرو سردار عالم آفرینش
زلال انہار نرم دلی و نیکخوئی نسیم بہار خوش خلقی و دلجوئی سے مرزا ہے زمان علی رضا ؛
جس کے انعام سے غنی ہے جہاں ؛ بس فلاطون کی طرح سے ہے بلند ؛ غلغل کوس فضل
نام سے بان ؛ کثرت عیش و فرط عشرت سے ؛ عید سے بڑھ کے ہے یہ عہد و زماں ؛ اس
سعادت کو دیکھتا تا حشر ؛ چاہیں رحمت کو اُسپر اہل جہان ؛ ہمّا دکلام معجز نظام ضالۃ المومن
سے ہمیشہ تحقیق و تفتیش معارف دینی و مسائل یقینی میں سرگرم رہا کرتا ہے. اور اس کثرت اشغال
دینی و دنیوی پر بھی کوئی دم بغیر استکشاف غوامض اسرار علوم آرام نہیں لیتا ہے اور اس
گوشہ نشین گنج گمنامی کو قدرشناسی اور علما نوازی کے مقتضا سے جلیس اور انیس اُس محفل
بلند کا کیا ہے کہ جو مقام تذکرہ و تکرار علوم ہے اور قرارگاہ اہل دانش و فہوم ہے جب کوئی
مذکور مسائل دینی سے و نکات یقینی سے اور تفسیر کلام ربانی سے اور براہین کلامی سے ہوتا تھا
اور حل کسی مشکل کا اور بیان کسی مفصل کا و تفصیل کسی مجمل کی اور شرح کسی حدیث کی اور حل
کسی شبہہ کا اور تقریر کسی نکتہ کی کرتے تھے تو زبان فارسی میں اُس کے لکھنے کی تکلیف فرماتے
تھے اور جامع فوائد یقینی میں اُسے ثبت کر لیتے تھے اور اکثر اوقات ایسی کتاب کے لکھنے
کی ترغیب اور تحریص کرتے تھے کہ وہ بسیط مسائل دینی پر فرقہ ناجیۂ امامیہ رضوان اللہ علیہم
کی فقہ میں سے مشتمل ہو فارسی زبان میں خالی اغلاق سے کہ خواص و عوام کو اس سے استفادہ
اور استفاضہ حاصل ہو اور اکثر اوقات اس ڈوبے ہوئے بحار ہموم و غموم کو اپنے حسن ظن
سے سزاوار اس امر بزرگ کا سمجھ کر اس باب میں مبالغہ فرماتے تھے اور میں ہر چند اپنی عدم
لیاقتی اور ذہن کی تشویش اور حواس کی پراگندگی اور حال کے اختلال اور دل
کے انتشار کی معذرتیں پیش کرتا تھا اس کا تدافع کرتے تھے اور قبول نفرماتے تھے طولانی
عذر واری کے بعد اطاعت اور فرمان پذیری کیلئے کتاب مستطاب مالغ نصاب

شرائع الاسلام کو کہ مسائل حلال و حرام میں تصنیف محقق تحریر مدقق افضل متقدمین و متاخرین نجم ملت و دین شیخ **ابوالقاسم حلی** ہے کہ سیراب کرے اللہ انھیں آب رضوان سے اور ساکن کرے اللہ انھیں فردوس جناں میں کہ سارے ابواب فقہ کی جامع کتاب ہے حاوی مسائل فروع و اصول احکام فرعیہ عملیہ ہے چیدہ طالباں معرفت و ایقان کے فائدہ پانے کے لئے عربی زبان سے فارسی زبان میں لاکر اکثر مقاموں میں مجملات کی تفصیل میں اور مفصلات کی تشریح میں بھی مشغول ہوا ہے اور بہت سے مسئلوں کو مصنف علیہ الرحمہ نے بیان نہیں فرمایا ہے اور اور معتبر کتابوں سے متن میں اور حاشیہ میں ملحق کیا ہے۔ تاکہ مسائل دینی کی تحقیق میں اور کتاب مذکور کی عبارت کی شرح میں ایسے معلم کے منزلے میں ہو جائے کہ طالبوں کو علما کے دروازے پر آمد و رفت کرنے سے مفت بے نیاز کر دے اور فارسی دانوں کے گروہ کو عظیم فائدوں سے بہرہ مند کرے اور جو کہ خواص میں سے اور عوام میں سے اس تالیف میں غوض کرے حامل علم دین و واقف احکام ائمۂ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین اور دانائے فقہائے علمائے مجتہدین ہو جائے امید ہے کہ ثواب اس حسنۂ مستحسنہ کا روزگار فرخندہ آثار اُمر صاحب مفاخر و قائم مقام پر عائد اور راجع ہو اور اس بیچارے مامور کے بھی بدیوں کے اُتر جانے کی موجب ہو۔ شکر حق اس مروّج دین سے ہوئی تالیف یہ خجستہ کتاب ؛؛ کیا ہی ہے حاوی مسائل شرع ؛؛ کرتی ہے رہبری راہ صواب ؛؛ ایجدا یہ درخت باغ کمال ؛؛ تا ابد لائے میوہ ہائے ثواب ؛؛ یاالٰہی یہ کان جو ہر علم ؛؛ طالبوں کا رہے ہمیشہ مآب ؛؛ رہے یہ شمع محفل فتوی ؛؛ روشنی بخش تا قیام حساب ؛؛ ہے جو موسوم جامع الرضوی ؛؛ سال آغاز کا ہے اس میں حساب ؛؛ بارخدایا ملا ہمیں منہایت آرزو سے واال سے اور بچا ہمیں قول و عمل میں خطا سے اور زلل سے۔

دین کے اُن علماء اور فضلاء کے ناموں کے ذکر سے برکت حاصل کی جاتی ہے جن کے واسطے سے کتاب شرائع الاسلام کی روایت اس جامع الرضوی کے مترجم تک پہونچی ہے مخفی نہ رہے کہ یہ کتاب شیعوں کے جتنے فرقے ہیں فقہ کی ساری مستعمل کتابوں سے زیادہ معتبر ہے اور اُسی پہ سارے عالموں اور فاضلوں کے پڑھنے پڑھانے کا مدار ہے اور اسی کی تعلیم پر بڑے بڑے مجتہدوں کا

اور منبحرون کا شعار ہے اور مترجم مزبور نے اسے اصلح العلماء مولانا محمد صالح اصفہانی سے اور انہوں نے اپنے چچا آقا ہادی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار افضل الفضلاء مولانا محمد صالح مازندرانی کتاب کلینی کے شارح سے اور انہوں نے وحید عصر جناب ملا محمد تقی مجلسی لوامع شرح من لایحضر الفقیہ کے مصنف سے اور انہوں نے خاتم مجتہدین شیخ بہاؤالدین عاملی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار شیخ عبدالصمد حارثی ہمدانی سے اور انہوں نے دو بزرگوار ایک سید حسن ابن جعفر کرکی سے اور دوسرے شیخ زین الدین شہید ثانی علیہ الرحمۃ سے اور انہوں نے شیخ علی ابن عبدالعالی سے اور انہوں نے شیخ سعید محمد ابن داؤد مؤذنی سے اور انہوں نے شیخ کامل ضیاءالدین علی سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد اکمل محققین شیخ شمس الدین محمد مکی شہید اول سے اور انہوں نے سید محقق عمیدالدین عبدالمطلب حسینی سے اور انہوں نے شیخ افضل محققین ابو طالب محمد حلّی اور سید کبیر نجم الدین مہنا ابن سنان سے اور انہوں نے مولانا فاضل ملک العلماء مولانا قطب الدین رازی سے اور انہوں نے شیخ اکمل آیۃ اللہ جمال الدین ابی منصور ابن مطہر حلّی سے اور انہوں نے رئیس محققین نجم الدین ابوالقاسم جعفر ابن حسن بن سعید حلی مصنف کتاب علیہم الرحمۃ سے روایت کی ہے اور دوسرے طریق سے بھی اس کتاب کی روایت اس مترجم تک پہونچی ہے اختصار کے لئے اسی قدر پر کفایت کی ہے اور اس اردو مترجم بدترین کونین سید عابد حسین نسب میں جعفری مولد میں لکھنوی موطن میں شاہجہاں آبادی عالم فاضل سے مخاطب تک بھی تین طریقوں سے اس کتاب کی روایت پہونچی ہے کہ انمیں ایک طریق میں مولانا ملک العلماء سید بندہ حسین اعلی اللہ مقامہ اور دوسری میں تاج العلماء سید علی محمد طاب ثراہ اور تیسری میں شمس العلماء مفتی سید محمد عباس اعلی اللہ درجاتہ ہیں اور تفصیل کو طوالت کے ڈر سے چھوڑ کر اسی اجمال پر اکتفا کی ہے فوائد کہ شروع سے پہلے جن کے بیان سے زیادہ بصیرت حاصل ہوتی ہے

پہلا فائدہ لغت میں فقہ کے معنی فہم یعنی سمجھ کے ہیں اور علماء کی اصطلاحوں میں فرعی شرعی حکموں کے اس علم سے عبارت ہے۔ جو تفصیلی دلیلوں سے حاصل ہوتا ہے۔ پس مسائل کی دلیلوں سے ناواقف مقلد اصطلاح میں فقیہ نہ کہلائیگا اور اس فقہ کے علم کا موضوع یعنی جس کے عوارض سے

اس علم میں بحث کیجاتی ہے وہ مکلفوں کے افعال حرمت علت صحت فساد کی جہت سے ہیں یعنی کون کام مکلف پر حرام اور کون حلال اور کون صحیح اور کون فاسد ہے اور فقہ کے مسائل وہ مطالب ہیں کہ جن کا اثبات اس علم میں ہوتا ہے اور اس علم کا فائدہ مقتضائے احکام پر عمل کرنے سے آخرت کی نجات اور ابدی سعادتوں کی تحصیل ہے دوسرا فائدہ فقہ کی تحصیل استدلال کی نہج سے واجب کفائی ہے۔ یعنی واجب تو سب پر ہے مگر بعضوں کے بجا لانے سے اوروں سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور اس وجوب پر آیت اور حدیث دونوں کو دلالت ہے آیہ کریمہ تو فلولا نفر الایہ۔ پھر کیوں نہیں جاتے ایک گروہ ہر فرقہ میں سے جہاد کو تاکہ باقی سیکھیں علم دین کو اور ڈرائیں اپنی قوم کو جب کہ وہ پھر کر آئیں ان کے پاس شاید کہ وہ ڈریں۔ اور حدیث یہ قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے طلب العلم فریضہ الحدیث یعنی ہر دیندار مرد اور عورت پر علم کی طلب واجب ہے پس ہر مکلف پر اُن ضروری حکموں کا علم کہ جن کی اُسے تکلیف دی گئی ہے۔ اگر مجتہد ہے۔ تو استدلال کے طریق سے اور اگر اجتہاد پر قادر نہیں تو تقلید کی نہج سے عینی واجب ہے۔ تیسرا فائدہ اصولیہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک فقہ کے اثبات کی چار دلیلیں ہیں ایک کتاب خدا اور شرعی حکموں کے نکالنے میں آیتوں کی دو قسمیں ہیں ایک نص جس میں احتمال دوسرے معنوں کا نہیں ہوتا دوسرے ظاہر کہ جس کی تحقیق علم اصول فقہ میں تفصیل سے واقع ہے دوسری دلیل سنت ہے اور وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں ہیں اور آئمہ علیہم السلام کی حدیثیں بھی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کی حدیثیں ہیں کہ وہ آنحضرتؐ کے اوصیاء کے وسائط سے ہم تک پہونچی ہیں اور یہ حضرات بھی احکام تبلیغیہ سے کمال آگاہ ہیں اور جناب رسولخدا صلعم نے اُن حضرات کو کلام اللہ کا نظیر و عدیل اور قرین فرمایا ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔ انی تارک فیکم ما ان تمسکتم الحدیث یعنی جناب رسالتمآبؐ فرماتے ہیں کہ میں تم میں ایسی چیز کو چھوڑ جانے والا ہوں کہ اگر تم اُس سے تمسک کیئے رہو گے تو میرے بعد کبھی تم گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب خدا ہوا وہ میری اولاد اہل بیت کہ بیشک ان دونوں میں کبھی جدائی نہو گی یہاں تک کہ یہ دونوں ساتھ میرے پاس حوض کوثر پہونچیں گے

واضح ہو کہ معصومؑ کے قول فعل تقریر کو سنت کہتے ہیں اور تقریر کے معنی یہ ہیں کہ معصومؑ کسی کو کوئی کام کرتے ملاحظہ فرمائیں اور اُسے اس سے منع نہ فرمائیں اور چپ ہو رہیں اور حضرت پیغمبرؐ کے فعل سے بھی شرعی احکام مکلفین کے لئے مستنبط ہوتے ہیں مگر اتنی شرط ملحوظ رہتی ہے کہ وہ اُن حضرتؐ کے خصائص میں سے نہوں جیسے چار تک نکاحی عورتوں سے زیادہ ہونا یا نماز تہجد کا واجب ہونا کہ یہ انہیں کے مختصات میں سے ہیں اور ائمہؑ کی احادیث میں شرط استنباط یہ ہے کہ وہ حدیث تقیہ کے طریق میں وارد نہوئی ہو اسلیے کہ بہت سی حدیثیں مخالفوں کے اقوال کے موافق مصلحت وقت سے شیعوں کے حق میں وارد ہوئی ہیں الضرورات تبیح المحذورات یعنی ضرورتوں سے ناجائز چیزیں جائز ہو جاتی ہیں اور ان حدیثوں میں فرق کرنا مجتہدوں کا کام ہے اور سب احادیث کی قسمیں سات ہیں۔ پہلی قسم متواتر اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جس کے راویوں کی تعداد اس درجے پر ہو کہ اُن کے توافق کو جھوٹ اور افترے پر عقل تجویز نہ کر سکے اور باقی احادیث کو اخبار آحاد کہتے ہیں اور اخبار احاد کی چھ قسمیں ہیں پہلی قسم صحیح ہے اور وہ امامیہ کے نزدیک ایسی حدیث ہے کہ جس کے راوی معصوم تک سب کے سب مومن یعنی شیعہ اثنا عشریہ اور عادل ہوں دوسری قسم حسن ہے اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جس کے راوی ممدوح مومن تو ہوں مگر وہ مدح اُن کی ان کے عادل ہو جانے کی حد کو نہ پہنچی ہو اور کسی نے اُنکی مذمت بھی نہ کی ہو تیسری قسم موثق ہے اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جس کے راوی مخالف مذہب تو ہوں مگر ایسے عادل ہوں کہ اہل مذہب بھی اُسے عادل جانتے ہوں اور جھوٹ کی تحریم کے بھی معتقد ہوں چوتھی قسم ضعیف ہے اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جسکے راوی مخالف مذہب اور غیر عادل اور مذموم ہوں پانچویں قسم حدیث مسند اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جس کے راوی معصومؑ تک مذکور ہوں چھٹی قسم مرسل اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جس کے سبکے سب راوی مذکور نہ ہوں خواہ کوئی مذکور نہ ہو یا تنہا تک خواہ بعضے مذکور ہوں اور بعضے غیر مذکور ہوں اور جب روایت میں قال صلی اللہ و آلہ ہو تو اس سے جناب رسالت مآب صلی اللہ و آلہ مراد ہوتے ہیں اور جس وقت یہ کہیں کہ قال احدھما یعنی دونوں میں سے ایک نے فرمایا تو یا امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام ہوتے ہیں اس لیے کہ بعضے

راویوں نے ان دونوں اماموں سے روایت کی ہے اور جب قال ابو جعفر کہیں تو امام محمد باقر علیہ السلام مراد ہوتے ہیں اور جب ابو جعفر الثانی کہیں تو مراد حضرت امام علی نقی ہیں کہ جن کا لقب ہادی ہے اور جب ابو عبداللہ کہیں تو امام جعفر صادق علیہ السلام مقصود ہیں اور جب ابوالحسن کہیں تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ ہوگا اور اگر ابوالحسن الثانی کہیں تو حضرت امام رضا علیہ السلام مقصود ہوں گے اور اگر ابوالحسن الثالث کہیں تو امام علی نقی علیہ السلام مراد ہونگے کہ ہادی سے بھی ملقب ہیں اور جب عالم یا فقیہ یا عبد صالح کہیں تو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مراد ہوں گے اور کبھی کتابوں میں ان حضرات کے ناموں میں سے ایک حرف لے لیا کرتے ہیں جیسے ص سے صادق اور ق سے باقر اور ظ سے کاظم اور ض سے رضا علیہم السلام مراد لیتے ہیں مخفی نہ رہے کہ آئمہ علیہم السلام کے حالات میں اُس وقت کے بادشاہوں کے حالات کے اختلاف کے موافق اختلاف ہے اسی سبب سے بعضے ائمہ سے بہت سی حدیثیں اور بعضوں سے تھوڑی سی منقول ہوئی ہیں اور اکثر احکام اور فتوے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام سے منقول ہوئے ہیں اور سب ائمہ سے بڑھ کر انہیں تین جنابوں سے منقول ہیں تیسری دلیل فقہ کے حکموں کے اثبات کی اجماع ہے اور اجماع اُمت محمد صلعم کے عالموں کا کسی دینی امر پر کسی وقت میں متفق ہو جانا ہے اور اجماع کی دو قسمیں ہیں ایک تو اسلام کے سارے فرقوں کا اتفاق ہے اور وہ حجت ہے اور جو اس کے مخالف کرے گا وہ اسلام کے فرقے سے خارج ہو جائے گا۔ دوسری سارے امامیہ مذہب کے علما کا اتفاق ہے اور وہ بھی حجت ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ امامیہ اصولیہ سے نکل جائے گا اور اجماع کا حجت ہونا معصوم کے دخول کے اعتبار سے ہے اور علم اصول فقہ میں تصریح سے مذکور ہے چوتھی دلیل عقل ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے کہ جس میں بداہت سے عقل ثبوت کا حکم کرتی ہو جیسے مفید سچ کے واجب ہونے کا اور مضر جھوٹ کے حرام ہونے کا حکم ہے۔ اور انصاف کے واجب ہونے کا اور ظلم کے حرام ہونے کا حکم ہے۔ دوسری قسم دلیل عقل کی وہ ہے کہ جس میں استدلال کی ضرورت پڑے اور اس کے دو قسمیں ہیں جن میں سے ایک استصحاب ہے اور وہ عبارت ہوا کرتا ہے کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کا حکم گذرے زمانے میں ہونے نہ ہونے کے سبب سے ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ چیز کا اپنے پہلے حال پر باقی رہنا

اصل ہے جبتک کہ اس کے خلاف کا علم نہ ہووے دوسری اصالۃ برارت ذمہ جبتک اثبات ذمہ کی دلیل قائم نہو تیسری مفہوم موافقت اور وہ یہ ہے کہ جس میں کوئی حکم نہ ہو اس میں منصوص حکم سے حکم کا اثبات اولویت کے طریق سے ہے جیسے ماں باپ کے مارنے کی حرمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کے قول فلا تقل لہما اُفٍّ یعنی ماں باپ کے لیے اُف نکہو تو باری تعالیٰ کے قول سے اسے اولیٰ ہونے کے طریق پر نکالا ہے۔ کیونکہ جب کہ اف کہنا اُن سے جائز نہیں تو ان کا مارنا تو اولیٰ درجے پر جائز نہ ٹھہریگا چوتھی تفریع اور یہ منصوص العلۃ ہے یعنی جسمیں حکم کی علۃ شرع میں صریح مذکور ہوچکی ہے غیر منصوص کا حکم نکالنا ہے اور اس غیر منصوص میں علت حکم کی تحقیق کے سبب سے جاری کرنا ہے جیسے منقّو انگور بیچنے کی حرمت کو سوکھے چھواروں کی بیع کھجور پر حرام ہونے سے نکالی ہے کیونکہ جناب رسالتمآبؐ فرماتے ہیں لایجوز بیع الرطب بالتمر من اجل انہ اذا جفّ نقص یعنی تازے چھواروں کو سوکھے چھواروں سے بیچنا جائز نہیں اس سبب سے کہ جب تازے سوکھیں گے تو گھٹ جائیں گے اور یہی علت منقّے یعنی سوکھے انگوروں میں اور تر انگوروں میں بھی موجود ہے پس اس بیع کی حرمت ثابت ہوگی پانچویں دو مسئلوں میں ایک طریق ہونا اور وہ یہ ہے کہ ایک منصوص مسئلہ میں حکم ایک کسی ایسے وصف پر معلق ہو کہ جس سے یہ نکلتا ہو کہ اس حکم کی علت بھی وصف ہے۔ تو جہاں یہ وصف متحقق ہوگا وہاں یہ حکم بھی ثابت ہوگا جیسے شوہردار عورت کے ہمیشہ کو حرام ہوجاتا ہے اس سے زنا کرنے والے پر شوہر کی مفارقت کے بعد بھی اور نکاح سے حلال نہ ہونے کا حکم ہے کہ جیسے عدۂ طلاق رجعی میں زنا سے اُس کے زانی پر ہمیشہ کو حرام ہوجانے سے نکالا ہے کیونکہ رجعی طلاق والی عورت شوہردار کے حکم میں ہے اور اس کے زانی پر ہمیشہ کو حرام ہونے میں حکم وارد ہوا ہے تو شوہردار کا بھی یہ حکم ہونا اولیٰ ہے اور یہ قیاس نہیں کہ امامیہ میں باطل ہے بلکہ قیاس منصوص العلۃ ہے یعنی جس کی علۃ شارعؑ بیان فرماچکے ہیں اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں علینا ان نلقی الیکم الحدیث یعنی ہم پر ضرور ہے کہ ہم تمہیں اصول سکھائیں اور تم پر تفریع کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح کی حدیث جناب امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہوئی ہے۔ اور استصحاب وغیرہ کی حقیقت پر جو دلیلیں مذکور ہوئی ہیں وہ اپنے

مقام پر اصول فقہ میں تمام وکمال مرقوم ہیں اس مقام میں اتنی اجمالی اطلاع کفایت کرتی ہے
اور قیاس کہ مخالفوں کے نزدیک عمدہ دلیل ہے و اکثر ان کا مستند وہی ہے اس کے
بطلان کی بھی دلیلیں علم مذکور میں موجود ہیں یہاں بہ کتاب سبیل اختصار بہ تحریر ہوتی ہے
جس کا جی چاہے ان سب کی تفصیل علم موصوف سے حاصل کرلے ابطال قیاس جان لو کہ
قیاس کی دو تعریفیں کی ہیں ایک جاری کرنا حکم منصوص کا غیر منصوص میں ہے عقل سے منصوص
حکم کی علت نکالنا ہے اور منصوص کا غیر منصوص سے برابر کرنا ہے دوسری تعریف قیاس کی
یہ ہے کہ اصل کا حکم فرع میں کسی جامع امر کے دونوں میں ہونے سے جاری کرنا ہے ۔ اور قیاس کے
چار ارکان ہیں ایک رکن اصل یعنی منصوص دوسرا رکن فرع یعنی غیر منصوص تیسرا رکن حکم اصل چوتھا
رکن علت جامعہ جو اصل و فرع میں ہوتی ہے ۔ اور اس کی قسمیں ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں اور
کوئی انھیں سے کسی شرعی حکم کے اثبات کی دلیل فرقہ امامیہ کے نزدیک نہیں مگر اولویت والا قیاس
اور منصوص علت والا قیاس اگرچہ یہ دونوں قیاس کے اقسام سے ہی ہیں اور ان کے سوا سب قسمیں قیاس کی متعدد دلیلوں
سے باطل ہیں اول پیغمبر صلعم فرماتے ہیں تعمل ہذہ الامۃ الحدیث یعنی یہ امت کسی زمانہ
میں قرآن پر عمل کریگی اور کسی زمانہ میں احادیث پر عمل کریگی اور کسی زمانہ میں قیاس پر
عمل کریگی اور جب ایسے کریگی یعنی جب قیاس پر عمل کریگی تو بیشک گمراہ ہو جائے گی
اور اس حدیث کو بیضاوی نے منہاج میں اور اکثر مخالفین نے بھی نقل کیا ہے ۔ اور حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ فرمایا ستفترق امتی الحدیث اور اس حدیث کو
فخر رازی نے بھی کتاب محصول میں اور اور لوگوں نے بھی عامہ میں سے نقل کیا ہے ۔
یعنی مختلف فرقے میری امت میں عنقریب ستر سے بڑھکر پیدا ہوں گے اور ان فرقوں
میں سب سے بڑھ کر فتنے میں عظیم وہ لوگ ہیں جو خدا کے حکموں میں اپنی عقل سے قیاس
کریں گے ۔ بس حلال خدا کو حرام کرلیں گے اور حرام کو حلال کرلیں گے دوسرے قول
خدا ولا تقف مالیس لک بہ علم یعنی اور پیچھے نہ پڑ اس بات کے جس کی خبر نہیں تجھکو وان تقولوا
علی اللہ مالا تعلمون اور یہ کہ جھوٹھ بولو خدا پر جو تم جانتے نہیں وان الظن لا یغنی من الحق شیئا یعنی گمان حق میں کچھ فائدہ نہیں دیتا ہے مبتاہر کہ
قرآن شریف میں ظن اور قیاس کے پیروی سے ممانعت وارد ہوئی ہے ۔ اور فقیہوں کا قیاس بھی ظنی ہی کا افادہ کرتا ہے اور ظن کا اتباع ممنوع ہے

پھر جائز نہیں مگر جہاں جہاں نص سے استثناء ہو چکا ہے اور قیاس انہیں سے نص سے نہیں ہے پھر باطل ٹھہرا اور اہلبیت علیہم السلام اتفاق سے قیاس پر قدح اور طعن اور اُس سے منع اپنے شیعوں کو فرماتے آئے ہیں تیسری دلیل ابطال قیاس کی یہ ہے۔ کہ شرعی حکم تماثل ہونے پر بھی مختلف ہوا کرتے ہیں جیسے عدۂ طلاق تین طہر ہیں اور وفات کا عدہ چار مہینے دس دن ہیں۔ ہر چند دونوں عدے متماثل ہیں اور عید کا روزہ حرام اور عید سے پہلے دن کا روزہ واجب اور عید کے پچھلے دن کا مستحب ہے۔ اور کسی غاصب کے ہاتھ نہ کاٹیں گے گو وہ بہت سا مال بڑے ظلم سے چھین لیتا ہے۔ اور چوروں کے ہاتھ کاٹ ڈالیں گے ہر چند تھوڑا سا مال چرائیں اور اسی طرح سے تماثل شرعی حکموں کا موارد کے اختلاف پر ہے۔ جیسے دانستہ نادانستہ شکار مارنا احرام میں ایک کفارہ رکھتا ہے۔ ہر چند کہ عمد یعنی جان بوجھ کر اور خطا میں بڑا تفاوت ہے اسی طرح رمضان کے روزہ کھانے میں اور ظہار میں ایک کفارہ ہے۔ اور ارتداد اور زنا کی ایک حد یعنی قتل ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ محض مشابہت محل پر ایک حکم ہونے کا حکم کر سکیں اور جو دلیلیں کہ قیاس کے اثبات میں اُن لوگوں نے بیان کی ہیں وہ مکڑی کے جالے سے بڑھ کر بے اصل ہیں جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں مشرح ہیں۔ چوتھا فائدہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سے امت میں بڑا اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہر ایک نے اپنا ایک پیشوا کر لیا ہے اور اس کی اطاعت کی رسی اپنی گردنوں میں ڈال کر مختلف مذہب اور احکام نکالے ہیں اور فرقہ امامیہ عروہ وثقیٰ سے متمسک اور وصی برحق اور ان کی اولاد امجاد کے پیرو ہیں اور امت کے اتفاق سے اُن حضرات کی صفت پیغمبر خدا نے فرمائی ہے۔ اور وہ حضرات ان حضرت کے علم کے وارث ہیں اور وہ حضرات اس نص سے ہیں مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح الحدیث یعنی میرے اہلبیت کی مثل نوح کی کشتی کی مثل ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے چھوٹ گیا وہ ڈوب گیا دینی اور دنیوی سعادت کے اور نجات آخرت کے رہنما ہیں بیشک اس فرقہ کی فلاح اور نجات یقینی ہے۔ اس لئے کہ ان کے پیشوا بالیقین سے ناجی اور قیامت کے شفیع یعنی بخشوانے والے اور جنت اور دوزخ کے بانٹنے والے ہیں اور مخالفوں کا یہ شبہہ کرنا

کہ امامیہ لوگوں نے ائمہ اہلبیت علیہم السلام پر اس مذہب کی تہمت لگائی ہے اور افترا کیا ہے اور ان کی روایتیں جھوٹ اور غیر ثابت ہیں محض بیہودہ اور نامعقول امر ہے۔ کیونکہ یہ مذہب امامیہ ائمہ علیہم السلام کے شیعوں پر تواتر سے ثابت ہو چکا ہے اور خبر متواتر یقین کی مفید ہوا کرتی ہے۔ جس طرح سے کافروں کا انکار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزوں میں مکابرہ ہے اور لغو ہے اور اس تواتر میں یہ انکار کچھ قدح نہیں کرتا ہے اسی طرح سے مخالفوں کا انکار ائمہ علیہم السلام کی طرف اس مذہب کی اسناد میں بے تفاوت مکابرہ اور لغو ہے اور اس مذہب کے متواتر ہونے میں کچھ قادح نہیں اور یہ لازم نہیں کہ جو امر ایک مذہب میں متواتر ہو وہی اس مذہب کے مخالفوں کے نزدیک متواتر ہو ہاں اگر صحیح نظر سے دیکھیں اور مخالفت کی جڑ دل عناد منزل کے کھیتوں سے کھود کر پھینکیں تو یقین ہے کہ تحقیق کے پھول اپنی عقیدت کے باغوں میں پھولے پائیں اور ایمان کے باغوں کو سبز اور تر و تازہ فضل خدا سے مشاہدہ کریں اور ہمارے لئے خدا کی مدد سے اس شبہ کے دفع کرنے کیلئے تحقیقی اور الزامی جواب بہت سے ہیں کہ ان میں تھوڑے سے تامل ہی اس شبہ کا مادہ بالکل قطع ہو جاتا ہے کیونکہ بدیہی ہے کہ اگر ایسی بات کو وہ حجت ٹھہرائیں تو ہم بھی ان سے کہیں گے کہ تمہارا مذہب بھی کہ چار اماموں کی طرف منسوب ہے۔ اس کی روایت صحیح نہیں بلکہ حنفیہ نے ابو حنیفہ کوفی پر اور شافعیہ نے شافعی پر اور مالکیہ نے مالک پر اور حنابلہ نے احمد حنبل پر افترا باندھا ہے۔ جو تم ہمیں جواب دو گے وہی ہمارا جواب بھی سمجھ لو پانچواں فائدہ مصنف علیہ الرحمۃ نے اس کتاب اور کتاب مختصر نافع میں کچھ عبادتوں کو جن کی تفسیر بیان ہوتی ہے اصطلاح کے طور پر قرار دے لیا ہے انہیں ایک اشہر روایت میں ہے۔ یعنی دوسری روایت بھی اس مسئلہ میں وارد ہوئی مگر علماء میں زیادہ مشہور یہی روایت ہے اور اظہر فتوے میں یعنی اور اور فتوے بھی اس مسئلہ میں علما نے دیے ہیں مگر انہیں سے یہی فتویٰ اظہر ہے اور اشبہ سے یہ مراد ہے کہ اصول فقہ کے قواعد کے موافق یہی قول ہے اور واضح کے یہ معنی ہیں کہ مصنف کے نزدیک اس قول کے سوا کا احتمال نہیں ہے اور احوط اس معنوں سے ہے کہ اس پر عمل کر لینے میں برات ذمہ یقینی ہے اور اکثر یعنی اس قول کے قائل بہت سے ہیں اور انسب اشبہ کے معنوں میں ہے۔ اور اولیٰ اس جگہ بولتے ہیں کہ جہاں ترجیح پائے جانے سے یہ قول دوسرے قول سے راجح ہوتا ہے

اور تردد وہاں بولتے ہیں جہاں دو دلیلیں متعارض ہوں اور کسی کو دوسرے پر مصنف کے نزدیک ترجیح نہو اور علیٰ ہذا سے دلیل بنائی جانا مقصود ہے اور مشہور ان معنوں میں ہے کہ اس قول پر دلیل تو نہیں پائی جاتی ہے مگر فقہا میں شہرت رکھتا ہے اور شیخ سے شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر طوسی اور شیخین سے شیخ مذکور اور شیخ مفید اور ثلاثہ سے یہ دونوں شیخ اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اعجاز سے ان کے وجود کی پیشگوئی فرمائی ہے اور علم الہدیٰ سے ملقب فرمایا ہے اور خمسہ سے یہ تین بزرگوار اور علی بن بابویہ اور محمد بن بابویہ اور متاخرین سے ابن ادریس مراد ہیں بس اب ہم شروع مقصود کرتے ہیں اس حال سے کہ ہمیں بھروسا ہے۔

بخشش کرنیوالے معبود پر کہ جس کی عزیز شان اور عظیم برہان ہے توکل ہے

کتاب طہارت

یہ کتاب طہارت کے بیان میں ہے اور طہارت اس طرح کے وضو اور غسل اور تیمم کا نام ہے کہ جس سے نماز پڑھنا درست ہو اور ان تینوں طہارتوں میں سے ہر ایک دو دو قسموں پر منقسم ہوتی ہے ایک واجب دوسری سنت واجب وضو وہ ہے جو واجب نماز یا واجب طواف یا قرآن کے حرفوں کے چھونے کیلئے ہے جب نذر وغیرہ سے واجب ہو لیا ہو اور اس کے سوا جو وضو ہے وہ سنت ہے۔ اور واجب غسل وہ ہے کہ جو انھیں تین امروں میں سے کسی کے لئے یا مسجدوں میں جانے کے واسطے ہے جبکہ ان میں جانا واجب ہو یا چار عزیمہ سورتوں میں سے کسی کے پڑھنے کیلئے ہے جبکہ پڑھنا واجب ہو لیا ہو اور وہ چاروں سورے الم سجدہ اور حم سجدہ اور والنجم اور اقرا ہیں اور ان میں سے کسی کو تھوڑا سا یا پورا بورا پڑھنا غسل کی نجاست کے حال میں حرام ہے۔ یا غسل واجبی ہے۔ واجبی روزہ کے لئے جب رات غسل کے موافق رہ گئی ہو۔ اور جنابت ہو یا مستحاضہ عورت کا خون لتہ توڑ کر یا پھوٹ نکلا ہو اور ارادہ روزہ رکھنے کا رکھتی ہو اور ان غسلوں کے سوا جو ہیں وہ سنت ہیں اور واجب تیمم واجب کیلئے ہے کہ جس کا وقت تنگ رہ گیا ہو اور شیخ علی شرائع کے حواشی میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جس کے زوال کی امید نہ ہو اسلیے کہ اگر عذر کے دور ہونے کی امید نہ ہو تو وسعت وقت میں بھی تیمم کرسکتا ہے اور تیمم واجب ہو لیا ہے جب آدمی مکے یا مدینے کی مسجد میں ہو اور جنابت واقع ہو اور وہاں سے نکلنے کا قصد کرے تو واجب ہے کہ تیمم کرکے نکلے اور یہ کتاب طہارت

چار رکنوں پر مشتمل ہے۔ پہلا رکن پانیوں کے حکموں میں اور اس رکن میں کئی طرفیں ہیں پہلی طرف مطلق پانی میں مطلق وہ ہے کہ جس پہ پانی کا نام خالی بے کسی قید کے بولا جائے بلے اس کے کہ اس میں کوئی قید لگائی جائے اور مطلق بالکل پاک ہے اور حدث اور خبث یعنی حکمی اور عینی نجاست کو دور کرتا ہے۔ اور اس میں کسی نجاست کے پڑنے کے اعتبار سے تین قسموں پر منقسم ہوتا ہے پہلی قسم جاری کی ہے۔ اور جاری پانی وہ ہے جو زمین سے جوش مارتا ہوا اور اسے عرف میں کنواں نہ کہتے ہوں دوسری ایستادہ پانی کہ زمین سے جوش نہ مارتا ہو تیسری قسم کنویں کا پانی ہے مگر جاری یعنی بہتا پانی نجاست کی ملاقات سے نجس نہیں ہوتا تا جب اس پہ نجاست غالب آجائے یعنی رنگ یا بو یا مزے کو بدل دے اور بہتا نجس پانی اس پر بہت سے پانی کے کئی بار وارد ہونے سے تغیر دور ہو جانے پر پاک ہو جاتا ہے۔ اور بہتے پانی کے حکم میں حمام کا پانی بھی اس وقت میں ہے کہ جب اس کے لئے کوئی مادہ کر کی مقدار میں ہو تو وہ مادے سے ملنے کے وقت نجاست کے واقع ہونے بے تغیر کے نجس نہیں ہوتا اور اگر مطلق پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے کہ اسے متغیر کر دے یا آپ سے آپ متغیر ہو جائے تو اس صورت میں اگر اس پر مطلق پانی کا اطلاق بے کسی قید کے ہوتا ہو تو وہ مطلق پانی کا حکم رکھتا ہے اور مطہر ہونے سے نکل نہیں جاتا ہے جبتک کہ اس کا نام یعنی مطلق پانی کہنا اس پہ صادق آئے جاتا ہے اور ٹھہرا پانی اگر کر سے کم ہے تو نجاست کی ملاقات سے نجس ہو جاتا ہے اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر ایک ہی مرتبہ بے سلسلہ ٹوٹنے کے کر بھر یا کر سے زائد پانی کو ڈالیں گے اور کر سے کم نجس پانی جب کر کی حد پہ پہونچتا ہے تو فتوے کے موافق پاک ہو جاتا ہے اور جو پانی کر یا کر سے زائد ہوتا ہے تو نجاست کی محض ملاقات سے نجس نہیں ہوتا مگر جب کوئی نجاست اس کے رنگ یا بو یا مزے کو بدل دے اور تغیر کے بعد کر بھر پانی اس پر ڈالینگے اور اس طرح کیے جائیں گے یہاں تک کہ تغیر دور ہو جائے اور پانی پاک ہو جائے اور کر یا کر سے زیادہ نجس پانی آپ سے آپ تغیر کے جاتے رہنے سے پاک نہیں ہوتا اور نہ ہوا کے چلنے سے تغیر جاتے رہنے پہ پاک ہوتا ہے اور نہ تغیر دور کرنیوالی دوائیں وغیرہ پاک چیزوں کے ڈالنے سے جو اپنے اثر سے تغیر دور کرتی ہیں پاک ہوتا ہے اور کر کی مقدار ایکہزار دو سو عراقی رطل فتوے پر ہے

اور ناپ کے رو سے اتنا پانی ہے کہ جس کے تینوں بعد یعنی گہرائی لمبائی چوڑائی ساڑھے تین تین بالشت ہوں اور اس حکم میں تالاب اور حوض اور برتن کا پانی برابر ہے اور کنوئیں کا پانی بھی علماء کے اجماع سے نجاست کے متغیر کر دینے کے ساتھ ہی نجس ہو جاتا ہے۔ اور آیا فقط نجاست کی ملاقات سے بے تغیر کے نجس ہوتا ہے یا نہیں اس میں صاحب شرائع کو تردد ہے اور فتویٰ اس پر دیا ہے کہ نجس ہو جاتا ہے اور کنوئیں کے پانی کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُسکے سارے پانی کو نکال ڈالیں گے جب اُس میں کوئی منشی چیز نشہ کی جیسے شراب اور درمیڑا یا منی یا حیض نفاس استحاضہ کے تینوں خونوں میں سے مشہور قول پر کوئی خون گر پڑے یا اونٹ اُس میں مر جائے اور اگر سارے پانی کا نکالنا دشوار ہو تو چار آدمی تراوح کریں اور تراوح کا طریق یہ ہے کہ اول صبح سے شام تک دو دو آدمی پانی نکالا کریں اور مترجم جامع الرضوی کہتے ہیں کہ دو آدمیوں کے نکالنے کو صاحب مسالک نے یوں لکھا ہے کہ ایک باہر کنوئیں پر پانی کھینچتا ہو اور دوسرا کنوئیں کے اندر ڈھول بھر دیتا ہو اور اس طرح کے پانی کھینچنے کا نام تراوح رکھنے میں سبب یہ ہے کہ ایسے کھینچنے میں دو پانی کھینچنے والے آدمی دو بیٹھے آدمیوں کو راحت دیتے ہیں اور گھوڑا یا گدھا یا بیل گائے کے کنوئیں میں گر کر مر جانے کے واسطے ایک کر پانی نکالنا چاہیئے اور آدمی کے کنوئیں میں مر جانے کیلئے ستر ڈول نکالنے چاہیئے مترجم جامع الرضوی کہتے ہیں کہ مشہور قول پر جیسا کہ مدارک شرائع الاسلام کی شرح میں وارد ہوا ہے کہ آدمی میں مرد عورت چھوٹا بڑا مسلمان کافر برابر ہیں اور صاحب مسالک یعنی دوسرے شارح فرماتے ہیں کہ کافر مالانص یعنی جس میں کوئی صریح حکم نہیں وارد ہوا ہے اس میں داخل ہے۔ اور اگر آدمی کا فضلہ کنوئیں میں گر کر گھلے تو اس کے لئے روایت میں چالیس ڈول اور پچاس ڈول دونوں آئے ہیں یا بہت سے خون کے لئے جیسے بکرے وغیرہ کے ذبح میں ہوا کرتا ہے تو اس میں بھی پچاس ڈول نکالیں گے اور تیس سے چالیس ڈول تک کھینچنے کو روایت میں آیا ہے اور اگر کنوئیں میں لومڑی یا خرگوش یا سؤر یا بلی یا کتا یا اس کے ڈیل کا کوئی جانور گر کر مر جائے تو اس کے لئے چالیس ڈول کھینچنے چاہیئے اور مرد کے پیشاب کرنے کیلئے بھی چالیس ڈول کھینچیں گے اور سوکھے فضلہ اور کم خون جانور کے ذبح کا یا کم نکسیر کا اگر گرے تو دس ڈول نکالیں اور تھوڑے سے ڈول نکالنا مروی

سلہ متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ کثیر ہونے پر بے تغیر کے فقط ملاقات نجاست سے نجس نہیں ہوتا اور ترجیح معتدر کثر علی صحیح ہے تردد کی بیت ۱۲ سید عابد حسین اردو مترجم

ہوا ہے جس کی تفسیر دس ڈولوں سے کی گئی ہے۔ اور سات ڈول کسی پرندے اور چوہے کے مرنے کے واسطے جب کہ پھولا یا پاش پاش ہو گیا ہو کھینچنا چاہیے اور جنب کے نہانے اور کتے کے زندہ نکل آنے کیلئے اور نابالغ لڑکے کے پیشاب کرنے کیلئے بھی سات ڈول کھینچنا چاہیے اور نجاست خوار مرغ کی بیٹ کرنے کیلئے پانچ ڈول نکالنے کا حکم ہے اور رئیس محدثین محمد ابن بابویہ من لا یحضرہ الفقیہ میں فرماتے ہیں کہ مرغ کے کنوئیں میں گر کر مر جانے کے واسطے سات ڈول کھینچنا چاہیے اور تین ڈول سانپ اور چوہے کے گر کر مرنے کیلئے کھینچنا چاہیے اور ایک ڈول چڑیا اور اس کے جثہ کے پرندے کے مرنے کے واسطے اور اناج کھاتے لڑکے کے پیشاب کے گرنے کے لئے نکالیں گے اور ہیجکا ایسا پانی جس میں آدمی کا گوہ موت اور کتے کا فضلہ ملا ہوا اس کے کنوئیں میں جانے کیلئے تیس ڈول نکالنے چاہیے ڈول سے مراد یہاں وہ ڈول ہے کہ جس کے برتنے کی اس کنوئیں پر عادت ہوا اور یہاں تین فرعیں نکلتی ہیں پہلی فرع پانی کے نکالنے کے حکم میں کسی چھوٹے حیوان کا حکم اسی کے بڑے حیوان کا حکم ہے دوسری فرع دو یا زیادہ جنسوں کی نجاستیں کنوئیں میں گریں اور ان میں سے ہر ایک کے لئے حکم جدا جدا ہو تو ان نجاستوں کی گنتی کے موافق ان کے مقررہ حکموں پر نکالنا چاہیے اور اگر وہ دونوں نجاستیں ایک ہی جنس کی ہوں تو ایسی صورت میں نزح کے تعدد میں اختلاف ہے اور احوط تعدد ہے اور ان میں سے ہر ایک کی مقرر نزح کے موافق پانی نکالنا چاہیے مگر ایسی صورت میں کہ جہاں دو ٹکڑے اس نجاست کے ہوں کہ جس پر شرعی حکم مقرر ہے تو وہاں نزح کا تعدد واجب نہیں اور جو کہ کل کا حکم ہے وہی اس کے بعض کا حکم ہے تو جزوں کے گرنے سے نزح زیادہ واجب نہیں تیسری فرع جب کہ کنوئیں میں ایسی نجاست گرے کہ جس کے لئے پانی نکالنے کی مقدار شرع میں مقرر نہیں تو اس کے لئے سارا پانی نکالنا ضرور ہے اور اگر سارا پانی نکالنا دشوار ہو تو اسی مذکور دستور سے تراوح کرنا چاہیے اور جب پانی کا رنگ یا بو یا مزہ یا دو یا تینوں کسی نجاست کے پڑنے سے بدل جائیں تو بعضے فقیہ کہتے ہیں کہ تغیر دور ہونے کے وقت تک پانی نکالے جائیں گے اور بعضے کہتے ہیں کہ سارے پانی کو نکالڈالینگے اور اگر سب پانی کا نکالنا دشوار پڑیگا تو تراوح کرنا چاہیے اور یہی بہتر ہے اور شہید ثانی علیہ الرحمۃ شرح لمعہ میں فرماتے ہیں کہ منبع بھی کنوئیں کا ظاہرا جماع سے کر دینے والا ہے اور کنوئیں میں اور جو بچے ہیں

شرعی پانچ گز کا فاصلہ ہو جب زمین سخت اور سنگلاخ ہو اور کنواں اُس سے یعنی چہ بچے سے کم گہرا ہو اور اگر کنواں اُس سے گہرا ہو گا۔ تو اُس صورت میں سات گز کا فاصلہ کرنا پڑیگا اور چہ بچہ وہ گڑھا ہے جسے نجاست اور نجس پانی کے ڈالنے کو کھود دیتے ہیں اور چہ بچے اور کنوئیں کے محض اتصال پر کنوئیں کی نجاست کا حکم نکیا جائیگا مگر جب کہ معلوم ہو جائے کہ اس کا پانی کنوئیں میں سرایت کرتا ہے اور جب پانی کے نجس ہونے کا حکم کر دیا جائیگا تو اس کا استعمال مطلق طہارت میں اور کھانے پینے میں جائز نہیں مگر اضطرار کی حالت میں اگر پاک پانی کا برتن نجس پانی کے برتن سے ملکر مشتبہ ہو جائے تو دونوں سے پرہیز کرنا واجب ہے اور اگر انہیں دو برتنوں کے سوا پانی نہو تو تیمم کرنا چاہیے

طرف دوسری مضاف پانی کے حکموں میں اور وہ ایسا ہے کہ جیسے انگور وغیرہ سے نچوڑا ہو یا وہ پانی ہے کہ جس میں نچوڑے پانی سے اتنا ملگیا ہو کہ اُسے مطلق یعنی نرا پانی نہ کر سکیں جیسے گلاب عرق بید مشک وغیرہ ہے اور مضاف پانی پاک تو ہے مگر اُس سے ازالۂ حدث نہیں ہوتا یعنی اُس سے وضو اور غسل جنابت وغیرہ نہ کر سکیں گے اور یہ اجماع سے ثابت ہے اور فتوے پر اُس سے نجاست ظاہری کا ازالہ بھی نہیں ہوتا اور ازالۂ حدث وخبث کے سوا میں مضاف پانی کا استعمال کھانے پینے میں جائز ہے اور جب آب مضاف سے کوئی نجاست متصل ہو جائے گی تو نجس ہو جائیگا گو کہ کر بھر ہو اور آب مضاف نجس کا استعمال کھانے پینے میں جائز نہیں اور اگر مطلق پانی مضاف پانی سے ملجائے تو اس صورت میں اگر مطلق کا اسم اُس پر اطلاق پایا ہو تو مطلق کا حکم رکھتا ہے اور نہیں تو آب مضاف ہے اور برتن میں کے دھوپ سے گرم پانی کا استعمال طہارت میں مکروہ ہے اور آگ کے گرم پانی سے مُردونکا نہلانا دھلانا بھی مکروہ ہے اور وہ آب قلیل کہ جس سے نجاست دھوتے ہیں نجس ہے خواہ نجاست سے متغیر ہوا ہو خواہ نہوا ہو آب استنجا کے سوا کہ وہ تو پاک ہے جبتک کہ نجاست سے متغیر نہوا ہو یا کوئی خارجی نجاست اُس تک نہ پہونچی ہو اور وضو کا مستعمل پانی جو وضو کے اعضا سے جدا ہوتا ہے طاہر اور مطہر ہے جبتک نجاست سے متغیر نہوا ہو یا خارجی نجاست اُس تک نہ پہونچی ہو اور واجب غسلوں کا پانی جو اعضا سے جدا ہوتا ہے وہ بھی پاک ہے۔ آیا دوسری بار اُس سے رفع حدث کر سکتے ہیں یا نہیں اس میں تردد ہے اور احتیاط نکرنا ہے

تیسری طرف سؤر یعنی جھوٹے

پانیوں کے حکم مین۔ سور کے معنی لغت مین پسخوردہ کے ہین اور یہان مراد وہ پانی کہ جس سے کسی حیوان کا کوئی عضو لگ گیا ہو اور وہ پانی کتے اور سوٗر اور کافر کے سور کے سوا پاک ہے اور جو حیوان کہ مسخ عذاب سے ہو گئے ہین یعنی اُنکی صورت نوعیہ بدل گئی ہے جیسے ہاتھی وغیرہ ہے تو ایسے حیوانون کے سورون مین تردد ہے اور فتوی یہی ہے کہ وہ پانی بھی پاک ہے اور غالیون اور خارجیون کے سوا سب مسلمان کی قسمین پاک ہین اور اُنکا سور بھی پاک ہے اور نجاست خوار اور مردار خوار جانورون کا سور جبکہ پانی سے ملاقات کا موضع نجاست سے خالی ہو تو مکروہ ہے اور جبکہ موضع ملاقات مین نجاست بھری ہو گی تو پانی بھی نجس ہو جائے گا اور اسیطرح حیض والی عورت کا سور جبکہ احتیاط نہ کرتی ہو مکروہ ہے اور اونٹ گدھے چیونٹی سانپ کے سور کا استعمال بھی مکروہ ہے اور اسیطرح وہ پانی بھی مکروہ ہے کہ جسین چھپکلی بچھو مر گیا ہو اور وہ قلیل پانی نجس ہو جاتا ہے کہ جسین کوئی حیوان اُچھلتے خون کا رکھنے والا مر گیا ہو نہ وہ حیوان جو کہ سانپ چیونٹی کی طرح جہندہ خون نہ رکھتا ہو اور اگر خون کی کوئی ایسی بوند جو آنکھ سے نظر نہ آتی ہو کسی قلیل پانی کے برتن مین گر پڑے تو وہ پانی نجس نہین ہوتا ہے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ وہ بھی نجس ہو جاتا ہے اور یہی احوط ہے

دوسرا رکن پانی سے طہارت مین اور طہارت غسل اور وضو ہے اور اس رکن مین کئی فصلین ہین

پہلی فصل وضو توڑنے والون کے بیان مین۔ اور وہ چھ ہین ایک پیشاب دوسرے گوہ تیسرے ریح کہ معتاد مقام سے نکلے اور اگر پاخانہ اپنے غیر مخرج سے کہ جو معدے سے نیچے وار ہو نکلے تو مجرد نکلنے پر بعضون کے نزدیک وضو توڑ ڈالتا ہے اور اشبہ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ مین اُس سے وضو نہین باطل ہوتا ہے اور اگر کسی کا مخرج غیر معتاد جگہ پر اتفاق سے ہو جائے کہ اُس سے پیشاب یا خانہ ریح نکلتی ہو تو وضو ٹوٹ جایا کریگا اور اسی طرح یہ ہے کہ کسی زخم سے حدث خارج ہو اور وہ معتاد بھی ہو گیا ہو اور وضو توڑنیوالی چیزون مین چوتھا خواب ہے کہ جو آنکھ کان پر غالب ہو پانچوین عقل زائل کرنیوالی چیز ہے جیسے بیہوشی دیوانگی مستی ہے چھٹی استحاضہ قلیلہ ہے اور مذی و دی وضو نہین توڑتی ہے اور مذی وہ چکنا پانی ہے جو عورت کے ساتھ ملاعبہ مین مرد کی شرمگاہ سے نکلتا ہے اور ودی وہ چکنا پانی ہے کہ پیشاب کے بعد نکل آتا ہے اور خون کا

نکلنا طہارت نہین توڑتا ہرچند دونون مخرجون سے نکلے مگر حیض استحاضہ نفاس کے تینون خون کہ انہین سے ہر ایک طہارت کو توڑ ڈالتا ہے اور قے اور بلغم کہ سینہ اور دماغ سے نکلتا ہے وضو نہین توڑتا ہے اور ناخن کٹوانا و سر منڈوانا اور مرد کے اپنے آگے کے مقام شرم کو چھونا اور عورت کے آگے پیچھے کے مقام کو چھونا وضو نہین توڑتا اور نہ عورتون سے ملامسہ کرنا اور نہ جلی چیز کا کھانا اور نہ جو آگے پیچھے سے مثل کیڑے اور کیچوے اور چرک اور پیٹ کے نکلے مگر یہ کہ کسی ناقض وضو سے مخلوط ہو

مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ امامیہ مذہب مین پیشاب پاخانہ کا دو معتاد مقامون سے نکلنا وضو توڑتا ہے اور معتاد مقامون سے پیشاب پاخانہ کے سوا جیسے پیپ کیچوا وغیرہ یا خون نکلے تو ناقض وضو نہین اور پیشاب کے مخرج سے منی نکلے تو غسل بھی ٹوٹتا ہے اور موجب وضو نہین بلکہ غسل جنابت کفایت کرتا ہے اور اسیطرح پیشاب پاخانہ کا پیپ کیچوے وغیرہ سے ملکر نکلنا وضو توڑ دیتا ہے اور علماء کہتے ہین اگر یہ غیر معتاد مقامون سے نکلین جیسے بدن مین کہین سوراخ پیدا ہو جائے اور اُس سے پیشاب پاخانہ نکلے اور مقام معتاد بند ہوگیا ہو تو اِس صورت مین مجرد نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر معتاد راہ بند نہوئی ہو اور دونون رستون سے آتا ہو تو پہلی دفعہ مین وضو نہین توڑتا ہے اور دوسری دفعہ مین بھی ناقض نہین مگر اسکے بعد موضع معتاد ہو جاتا ہے پھر تیسرے مرتبہ کا نکلنا ناقض ہو جائیگا اور پیشاب کے مخرج سے مذی و ودی کا نکلنا استبری کے بعد ناقض وضو نہین اور یہ رطوبت نجاست مین داخل نہین اور سوزاک کے مرض مین زخم کے سبب سے جو پیپ خون وغیرہ مخرج سے نکلتا ہے اُس سے غسل وضو نہین ٹوٹتا ہے مگر جب کہ اُسمین پیشاب ملا ہو یا سیلان منی ہو اور سیلان منی کی علامتین علم طب مین مفصل مذکور ہین اور جب ممتد ہو اور قوی ضعف عارض نہ ہو تو وہ سیلان منی نہین

دوسری فصل پائخانے کے حکمون مین اور جانے ضرورمین بیٹھنے کی کیفیت مین۔ نامحرم دیکھنے والے سے پائخانہ مین اپنی شرمگاہون کا چھپانا واجب ہے اور سارے بدن کا چھپانا مستحب ہے اور قبلہ رخ منہ یا پیٹھ کرکے پائخانہ پھرنا خواہ جنگل ہو خواہ اور مقام ہون حرام ہے اور اگر پائخانہ مین قبلہ کے رخ منہ یا پیٹھ پڑتی ہو تو ٹیڑھا ہو کر بیٹھنا واجب ہے

تیسرا حکم استنجے یعنی مخرج کے پاک کرنے مین ہے اور پیشاب کے مخرج کا پانی سے دھونا واجب ہے

اور پانی مقدور دھونے پر پانی کے سوا پیشاب کی نجاست کے ازالہ مین کافی نہین یعنی پانی پر قدرت نہونے کے وقت مین پیشاب کے مخرج کو بے دھوئے بھی مخرج کو خشک کرنے کے بعد نماز جائز ہے اور کم سے کم پانی کی مقدار جس سے پیشاب کا مخرج پاک ہوسکتا ہے وہ پیشاب کے بعد کے مخرج پر کی تری کا دونا پانی مقدار مین ہو مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اس سے دو مرتبہ پانی ڈالنے کا کنایہ ہے اور تین مرتبہ پانی ڈالنا اکمل ہے جیسا کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے اور اسی طرح پائخانے کے مقام کا پانی سے دھونا جبتک عین نجاست واثر زائل نہو واجب ہے اور نجاست کی بو کا شرع مین اعتبار نہین اور اثر سے مراد نجاست کے وہ لطیف اجزا ہین کہ جو محل نجاست مین رہجاتے ہین بے دھوئے نہین جاتے ہین اور نجاست کے رنگ کا بھی اعتبار نہین ہے اور جسوقت مخرج کی نجاست مخرج سے تجاوز کرکے اطراف تک پہونچے تو بے پانی کے پاک نہین ہوتا ہے اور اگر مخرج سے تجاوز نکرے تو پانی سے دھونے مین اور ڈھیلے لینے مین مختار ہے اور پانی بہتر ہے اور دونون کا جمع کرنا اکمل ہے اور تین ڈھیلون سے کم کافی نہین اور ڈھیلے کا مخرج بھر پر مرور کردینا واجب ہے اور اسصورت مین عین نجاست کا ازالہ کافی ہے ہرچند اثر رہجائے اور جبکہ ان تین ڈھیلون سے پاک نہو تو تین سے زیادہ کی ضرورت پڑیگی یہانتک کہ پاک ہوجائے اور اگر ایک یا دو ڈھیلون سے نجاست کا ازالہ ہوجائے تو بھی تین ڈھیلون کی تعداد پوری کرلینی چاہیے اور ایک سہ پہلو ڈھیلا کافی نہین اور خرچ کیا ہوا ڈھیلا برتنا نچاہیے اور اسیطرح نجس چیزون سے مخرج کا پاک کرنا جائز نہین اور ہڈی اور لیدہ اور کھانے سے استنجا یعنی پاک کرنا جائز نہین اور نہ براق پھسلتی چیز سے یعنی جو نجاست کو نچھڑاتی ہو اسکا برتنا جائز نہین اور اگر ایسی چیزون کا استعمال کیا جائیگا تو طہارت حاصل نہوگی

چوتھا حکم پائخانے کے آداب مین بعضے آداب سنت ہین اور بعضے مکروہ ہین اور سنتی امور مین سے سر کا ڈھانکنا اور بسم اللہ کہنا اور پائخانے جاتے وقت دہنے پاؤن سے پہلے بائین پاؤن کا بڑھانا اور اس طریق سے استبرا کرنا کہ تین مرتبہ پیچھے کے مقام کے نیچے سے آگے کی شرمگاہ کی جڑ تک زور سے ہاتھ کا کھینچنا پھر جڑ سے سرتک تین دفعہ کھینچنا اور تین مرتبہ تکان دینا یعنی جھٹکنا اور دعائے مشہور استنجے کے وقت اور استنجے سے فراغت پانے کے وقت مین اور نکلتے وقت اپنا پاؤن بائین سے پہلے بڑھانا اور دعا پڑھنا اور مکروہات مین سے سر کا

اور گھاٹون پر اور پھل والے درختون کے نیچے پیشاب پائخانہ پھرنا اور پھل والے درختون سے
وہ درخت مراد ہین کہ جنکی شان سے پھل لانا ہو خواہ اُسوقت پھل لگے ہون خواہ نہ لگے ہون اور
مسافرون کے اُترنے کے مقامون پر اور ایسے مقامون ہین کہ جہان لوگ بیٹھنے کو بُرا کہین جیسے
گھرون کے دروازون پر اور سورج چاند کی طرف مُنہ کرکے پیشاب پائخانہ کو اسطرح بیٹھنا کہ دھوپ
یا چاندنی شرمگاہ پر پڑتی ہو اور ہوا کے رُخ اور سخت زمین پر اور جانورون کے سوراخون مین اور بہنے
ٹھہرے پانی مین پیشاب کرنا اور جائے ضرور مین کچھ کھانا اور پینا اور مسواک کرنا اور دہنے ہاتھ
سے دھونا اور بائین ہاتھ مین انگوٹھی پہن کر کہ جسپر خدا اور ائمہؑ اور انبیاؑ کے نام کندہ ہون دھونا
اور ذکر خدا اور آیۃ کرسی کے سوا بات کرنا مگر ایسی حاجت مین کہ جسکا فوت مضر ہو

تیسری فصل وضو کی کیفیت اور اُسکے واجبات مین وضو کے واجب پانچ ہین پہلے نیت اور وہ
دلی ارادہ ہے کہ اُسکی صورت یون ہے کہ وجوب یا استحباب کا قصد اور درگاہ خدا مین قصد تقرب
کرے اور وضو مین رفع حدث کی نیت طہارت سے مشروط یا فعل کے استباحت کی نیت واجب
ہے یا نہین اظہر یہ ہے کہ واجب نہین اور کپڑے وغیرہ کے پاک کرنے مین شرط ہے کہ مقصود
نجاست کا رفع ہو اور اگر تقرب کی نیت کے ساتھ اعضا کی ٹھنڈک وغیرہ مقصود ہو تو بھی وہ اُسکی
طہارت صحیح رہیگی اور نیت کیوقت کی شروع ہاتھون کے دھونے کے وقت سے ہوتی ہے اور
مُنہ دھونے کے وقت پر نیت کا وقت تنگ ہو جاتا ہے اس معنی سے کہ اسوقت سے تاخیر نیت
کی جائز نہین اور ہمیشہ نیت کے حکم پر فراغ تک رہنا واجب ہے اس معنی سے کہ نیت کے منافی
کوئی قصد نہ کرے تفریع جب کہ مختلف وضو کے اسباب موجب جمع ہون تو ایک وضو نیت کی
قربت سے کفایت کرتا ہے اور یہ احتیاج نہین کہ اُس حدث کو معین کرے کہ جس سے وضو
ٹوٹتا ہے اسیطرح اگر ایک شخص پر کئی غسل واجب ہوئے ہون تو ایک غسل قربت اور وجوب کی
نیت سے کافی ہے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ اگر غسل جنابت اور غسلون کے ساتھ مجتمع ہو تو جنابت
کی نیت سے غسل کرے اور غسل ساقط ہو جائینگے اور اگر غیر جنابت کی نیت سے غسل کریگا
تو جنابت برطرف نہوگی اور یہ کچھ نہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمۃ
فرماتے ہین کہ اس حکم مین جنابت اور غیر جنابت مین فرق نکرنا نہایت صحیح ہے اگر غسل جنابت

بھی ہو اور دوسرے غسل کی نیت کر لیگا تو بھی جنابت برطرف ہو جائے گی اور وضو کی احتیاج نہ پڑیگی
لیکن احوط یہ ہے کہ اس صورت میں جنابت کی نیت کرے تاکہ خلاف کے ذمے سے بری ہو جائے
دوسرا واجب منھ کا دھونا اور منھ کی حد طول میں پیشانی کے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے ٹھڈی
تک ہے اور چوڑائی میں ہاتھ کے بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے پھیلاؤ میں جتنا آوے اور جو اِن
دونوں حدوں کے باہر رہجاتا ہے وہ منھ نہیں ہے اور اگر کسی کے ماتھے پر اوپر دار بال نہوں
یا پیشانی پر بال اُگے ہوں یا اُنگلیاں ایسی لمبی ہوں کہ رخساروں سے گزر جاتی ہوں تو اُسے خلقت کے
معتدل کیطرف رجوع چاہیے اور اُسکے منھ دھونے کے دستور پر منھ دھونا چاہیے اور واجب ہے کہ منھ
دھونے کی ابتدا اوپر کی طرف سے ہو اور وہاں سے دھوتا ہوا ٹھڈی تک ہاتھ کھینچ لائے اور اگر
اس سے اُلٹا کریگا تو ظاہر صحیح نہ ہوگا اور ٹھڈی کے نیچے وارد داڑھی کے بالوں کا دھونا واجب
نہیں اور اسیطرح پر ڈاڑھی کے بالوں کی تخلیل بھی واجب نہیں بلکہ ڈاڑھی کے ظاہر دار کا
دھو لینا کفایت کرتا ہے اور اگر کسی عورت کے داڑھی نکلی ہو تو داڑھی کے ظاہر پر پانی ڈالنا
کافی ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہیں کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جس جگہ سے ناصیہ کے
بال اُگتے ہیں اور جو کہ ناصیہ کے برابر نزعتین ہیں وہاں سے دونوں کنپٹیوں کے بالوں کے اُگنے
کی جگہ تک منھ کی حد کی ابتدا ہے انکا دھونا واجب ہے اور تحذیف کے موضع منھ کی حد میں داخل
ہیں انکا دھونا بھی واجب ہے اور ناصیہ سر کے آگے وار کے بالوں کو کہتے ہیں اور اُس کے
پہلوؤں میں دو طرف دو سفیدیاں بالوں سے خالی ہوتی ہیں اُنہیں نزعتین کہتے ہیں اور تحذیف
کے موضع وہ بال ہیں جو نزعہ اور کنپٹی کے بیچ میں اُگتے ہیں جنہیں عورتیں حذف یعنی اُکھیڑ ڈالتی
ہیں انکا دھونا واجب ہے اور جو سفیدی کان اور رخسارے کے درمیان ہے اُسکا دھونا واجب
نہیں اور کنپٹی رخسارے کے اوپر کان کے مقابل ہوتی ہے جسے صدغ کہتے ہیں اُسکا دھونا بھی
واجب نہیں اور عارض یعنی رخسار درمیان کے دانتوں کی ہڈی پر ہے اُسکا دھونا واجب ہے
تیسرا واجب دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے اور واجب ہے دھونا دونوں ہاتھوں کا کہنیوں کے
جوڑوں تک اور کہنیوں کے جوڑوں سے شروع اور اُنگلیوں کے سروں پر انتہا کرنا چاہیے اور اگر
اسکے عکس کریگا تو صحیح نہیں اور داہنے ہاتھ سے ابتدا دھونے کی ہوگی اور جسکے ہاتھ کا کوئی ٹکڑا

کٹ گیا ہو اُسے باقی کا کُہنیون سے دھو لینا چاہیے اور اگر کسی کا ہاتھ کُہنی سے کٹ گیا ہوگا تو اُس پر سے اُس ہاتھ کے دھونے کا وجوب جاتا رہیگا اور اگر کسی کے دو ہاتھ یا زیادہ کُہنی کے نیچے سے ہون یا اُنگلیان زیادہ ہون یا کُہنی کے نیچے زائد گوشت کوئی ہو تو اُسے اُسکا دھونا واجب ہے اور اگر کُہنی سے اوپر چڑھکر ہوگا تو دھونا واجب نہوگا اور اگر کسی کے تین ہاتھ یا زیادہ ہونگے تو اُن سب کا دھونا واجب ہوگا چوتھا واجب سر کا مسح ہے اور واجب ہے کہ مسح ایسی چیز سے ہو کہ جس سے مسح کرنیوالا اُسے کہہ سکیں اور سنت ہے کہ تین اُنگل چوڑا سر کا مسح ہو اور سر کا مسح آگے کی طرف سے سر کے مختص ہے اور واجب ہے کہ وضو کی بقیہ تری سے ہو اور مسح کے لیے نیا پانی لینا جائز نہین اور یا اگر وضو کے اعضا کی تری سوکھ گئی ہو تو داڑھی سے اور پلکون سے پانی لینا چاہیے اور اگر سب سوکھ گئے ہون تو نئے سر سے وضو کرے اور بہتر یہ ہے کہ سر کا مسح مقبلاً ہو یعنی ہاتھ اوپر کی طرف سے مُنھ کی طرف کھینچے اور سر کے آگے سے اوپر کو ہاتھ کھینچنے مین کراہت اشبہ ہے اور اگر مسح کی جگہ دھوئے تو جائز نہین اور اگلے سر کے مخصوص بالون اور اُسکی کھال پر مسح کرنا جائز ہے اور اگر اگلے سر پا اور طرف کے بال جمع ہون تو اُن بالون پر مسح کرنا جائز نہین اور اسیطرح عمامہ پر یا غیر عمامہ پر کہ جس سے اگلی طرف سر کی پوشیدہ ہو مسح کرے تو جائز نہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مسح کی جگہ دھونا نہ جائز ہونا اُس صورت مین ہے جہان نئے پانی سے دھوئین اور یا پانی عضو ممسوح پر ٹپکائین پھر اگر وضو کے بقیہ پانی سے مسح کرین گو وہ پانی مسح کی جگہ پر بہہ بھی نکلے تو بھی جائز ہے پانچوان دونون پاؤن کا مسح ہے واجب ہے کہ دونون قدمون کو اُنگلیون کے سرون سے دونون کعبون تک مسح کرے اور کعب قبہ قدم ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ قبۂ قدم بلندی پشت پا ہے اور اکثر فقیہ کہتے ہین کہ اُسی بلندی تک مسح واجب ہے اور اسکی مؤید وہ روایت ہے کہ جس مین وارد ہوا ہے کہ ائمہ علیہم السلام نعل عربی پہنکر مسح کرتے تھے اور اُسکے بند کے نیچے ہاتھ نہ لیجاتے تھے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ کعب پنڈلی کے نیچے کا جوڑ ہے اور یہ اچھا ہے اور دونون کعبون سے اُنگلیون کے سرون تک بھی ہاتھ کھینچکر لیجانا جائز ہے اور دونون پیرون کے مسحون مین ترتیب نہین بلکہ اگر دونون پیرون کا ساتھ بھی مسح کریگا تو بھی جائز ہوگا

اور اگر بعضے مقام مسح کے مقطوع ہون تو باقی پر مسح کریگا اور اگر کعب سے کٹا ہوگا تو اُسکا مسح ساقط ہوجائیگا اور دونون قدمون کی کمال پر مسح کرنا واجب ہے اور مثل موزہ وغیرہ حائل پر مسح جائز نہین مگر مخالفون سے تقیہ کے حال مین یا اضطرار مین کہ اس حائل کا دور کرنا دشوار ہو اور جب مانع جاتا رہیگا تو نئے سر سے وضو کریگا اور بعضے کہتے ہین کہ ہرچند مانع جاتا رہے مگر وضو بے حدث کے نہ جائیگا لیکن وضو کے اعادہ کرنے مین احتیاط ہے اور اس جگہ پر آٹھ مسئلہ ہین پہلا مسئلہ وضو مین ترتیب اس طرح سے واجب ہے کہ پہلے منھ دھوئے پھر داہنے ہاتھ کو دھوئے پھر بائین ہاتھ کو دھوئے پھر سر کا مسح کرے پھر پیرون کا مسح کرے پھر اگر ترتیب کے خلاف کرے اور وضو کے اعضا سوکھ جائین تو نئے سر سے وضو کرے اور اگر ابھی وضو کے اعضا پر تری باقی ہو تو اعادہ اس طرح سے کرے کہ جس سے ترتیب حاصل ہو جائے جیسے منھ دھونے کے بعد بائین ہاتھ کو دھوئے تو اس صورت مین چاہیے کہ داہنے ہاتھ کو دھوئے اور پھر بائین ہاتھ کو دھوئے تاکہ ترتیب حاصل ہو جائے دوسرا مسئلہ موالات واجب ہے اور موالات یہ ہے کہ ہر عضو کو اُسکے اگلے عضو کے سوکھنے کے پہلے دھوئے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ موالات وضو کے اعضا کے پے در پے کے دھونے کو صورت اختیار مین کہتے ہین اور اگر کوئی تراخی کا سبب ہو تو اگلے عضو کے سوکھنے نہ پانے کی مراعات ضرور ہے تیسرا مسئلہ واجب یہی ہے کہ ایک مرتبہ کا دھونا واجب ہے اور دوسری دفعہ دھونا سنت ہے اور تیسری دفعہ کا دھونا بدعت ہے اور مسح مین تکرار نہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ متقدمین اور متاخرین علماء مین ایک جماعت غسلونکی تکرار یعنی دو دو بار دھونے کو سنت نہین جانتی ہے پھر احوط یہی ہے کہ دو چلو پانی لیکر ڈالے اور ایک مرتبہ دھوئے چوتھا مسئلہ وضو کے اعضا کے دھونے مین اتنا کافی ہوتا ہے کہ عرف مین کہین کہ دھو لیے گئے ہرچند مثل تیل ملنے کے اس طرح ہو کہ پانی جاری کر دینے کا مسمّا ہاتھ کی مدد سے عمل مین آیا ہو جسکے ہاتھ مین انگوٹھی یا بازوگیر ہو تو اسپر واجب ہے کہ اُسکے نیچے پانی پہونچا دے اور اگر انگوٹھی کشادہ یعنی ڈھیلی ہو کہ بے ہلائے اُسکے نیچے پانی پہونچ جاتا ہو تو اُسے بھی حرکت دینا سنت ہے پانچوان مسئلہ جسکے کسی عضو پر جبیرہ ہو پس اُسکا دور کرنا اگر ممکن ہو یا مکرر پانی پہونچانا اُسپر کہ ظاہر جلد تک پہونچ جائے تو واجب ہے کہ ویسا ہی کرے اور نہین تو مسح

تر ہاتھ کھینچے خواہ اُسکے نیچے پاک ہو خواہ نجس ہو اور جب عذر دور ہو جائے تو نئے سرے طہارت کرے
اور اسمین تردد ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اگر جبیرے کے اوپر پاک ہو اور اُسکے نیچے پانی پہونچانا
متعذر ہو یا اُسکے نیچے نجس ہو کہ اُسکے نیچے پانی پہونچانا نجاست پھیلانے کا سبب ہو تو جبیرے کے
اوپر کا مسح کافی ہے اور اگر وہ بھی نجس ہو تو دوسرا کپڑا اُسپر رکھکر کہ وہ کپڑا طاہر ہو تو اُسپر تر ہاتھ پھیر لینا
کافی ہے چھٹا مسئلہ اختیار کے حال مین دوسرے شخص کا وضو کروانا جائز نہین اور اگر مضطر ہو کہ خود
وضو نہ کر سکتا ہو تو جائز ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی ہ کہتے ہین کہ تعذر کی صورت مین
جب اُسے دوسرا شخص وضو کروائے تو اُسے چاہیے کہ نیت کرے کہ وضو کرواتا ہون مین اپنے کو
اس شخص کے ہاتھ سے اس سبب سے کہ وضو کے فعلون کا بجا لانا مجھپر متعذر ہے نماز کی استباحت
واجب قربۃً الی اللہ اور اگر دونون شخص وضو کے وقت نیت کرین تو بہتر ہو ساتوان مسئلہ بے وضو کو
قرآن کے حرفون کا چھونا جائز نہین اور قرآن کی کتابت کے سوا کا چھونا جیسے حاشیے اور جلد
جائز ہے آٹھوان مسئلہ اگر کسیکو سلسل بول یعنی پیشاب جاری ہو تو بعضے فقیہ کہتے ہین کہ ہر نماز
کے لیے وضو کرے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ جسے دست جاری رہتے ہون جب اُسے نماز مین
حدث صادر ہو تو طہارت کرے اور نماز کو وہین سے جہان سے چھوڑی ہے پڑھکر تمام کرے مترجم
جامع الرضوی کہتے ہین کہ صاحب سلس البول پیشاب روکنے پر قادر نہین ہوتا اور بوند بوند پیشاب
نکلا رہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ ہر نماز کے لیے وضو کرے اور بعضے کہتے ہین کہ ظہر اور عصر کی نماز ین
ایک ساتھ ایک وضو سے پڑھ سکتا ہے اور اسیطرح مغربین کو اور احوط اور صحیح پہلا مذہب ہے اور
کہا گیا ہے کہ ایک کیسہ پیشاب کے مخرج کے لیے بنائے اور اسمین روئی بھرے اور اسمین اُسے
رکھے تا کہ رطوبت پھیلنے نہ پائے مسنونات وضو۔ وضو کے پانی کے برتن کا داہنے ہاتھ کیطرف
رکھنا اس حال سے کہ وہ پھیلے منہ کا برتن ہو اور اُسپر چنگل ڈالنا اور بسم اللہ کہنا اور اُس برتن
مین ہاتھ ڈالنے سے پہلے دھونا اور اگر حدث پیشاب کا یا خواب کا ہو تو ایک مرتبہ اور اگر پاخانے
کا ہو تو دو مرتبہ دھونا ہاتھون کا اور کلیان اور ناک مین پانی دینا اور دعا پڑھنا اور منہ اور ہاتھ
دھوتے وقت اور سر کے مسح اور پیرون کے مسحون کے وقت انکی ماثورہ دعاؤن کا پڑھنا اور
مرد کا کہنیون کے باہر کی طرف سے دھونے مین ابتدا کرنا اور عورت کا اندر کی طرف سے پہلے

دھونے ہیں اور دوسرے دھوتے ہیں اسکے برعکس دھونا اور وضو میں ایک مد پانی یعنی پکے چھٹانک کم میں یا زیادہ پانی کا خرچ کرنا ہیں اور مکروہ ہے وضو میں مدد مانگنا اور وضو کی تری اعضا سے پوچھنا

چوتھی فصل وضو کے حکموں میں ہے جسے حدث کا یقین ہوا ور طہارت میں شک ہو یا دونوں کا یقین ہو اور اسمیں شک ہو کہ انمیں سے کون پہلے ہے اور کون بعد ہے تو ان صورتوں میں چاہیے کہ پھر وضو کرے اور اسیطرح اگر یقین بہم پہونچے کہ کوئی عضو وضو کے اعضا میں سے نہیں دھویا ہے اور ابھی تری وضو کی باقی ہے تو چاہیے کہ جس عضو کے نہ دھونے کا یقین بہم پہونچا ہے اُسے دھوئے اور اُسکے پچھلے دھوئے عضوونکو بھی دھوئے کہ ترتیب حاصل ہو جائے اور گر مسح کیا ہو تو بھی مسح کرے اور اگر تری نہ باقی ہو تو نئے سرے وضو کرے اور اگر طہارت کے فعلوں میں سے کسی فعل میں شک کرے اور ابھی فارغ نہ ہوا ہو تو چاہیے کہ جسمیں شک ہوا ہے اُسے بجا لائے پھر اُسکے پچھلے کو اور اگر طہارت میں یقین اور حدث میں شک ہو یا فراغ کے بعد وضو کے فعلوں میں سے کسی میں شک ہو تو وضو کا اعادہ نہ کرے جو پیشاب یا پاخانہ کے مخرج کو نہ دھوئے اور نماز پڑھ لے تو نماز کا اعادہ کرے خواہ یہ دھونا جان بوجھکر ہو خواہ سہو سے ہو خواہ نسیان سے خواہ مسئلہ کی جہالت سے ہوا اور جو تجدید وضو سنت کی نیت سے کرے اور پھر نماز پڑھے اور اُسے یقین بہم ہو کہ دونوں وضوؤں میں سے کسی ایک میں خلل کسی عضو میں واقع ہوا اور یہ نجانے کہ یہ خلل پہلے وضو میں واقع ہوا ہے یا دوسرے میں پس اگر نیت طہارت میں قصد قربت کو کافی جانیں اور استباحت کے انضمام کو ضرور نجانیں تو یہ نماز اور طہارت دونوں صحیح ہیں اور اگر نیت میں نماز کے قصد استباحت کو واجب جانیں جیسے کہ بعضے علما کا مذہب ہے تو اس صورت میں طہارت اور نماز دونوں کا اعادہ کرنا چاہیے اور اگر ہر ایک پہلے وضو اور دوسرے وضو سے نماز پڑھی ہے تو پہلے مذہب پر کہ جسمیں قربت کی نیت وضو میں کافی ہے پہلی نماز کا اعادہ کر چکا کیونکہ خلل کے وقوع کا احتمال پہلی طہارت میں ہے اور دوسری نماز کا اعادہ نکر چکا اسلیے کہ ایک ان دونوں طہارتوں میں سے یقیناً سالم ہے اور دوسرے مذہب پر کہ جسمیں نیت کیلیے قصد استباحت صلوۃ شرط ہے دونوں نمازوں کا اعادہ کرے گا اگر ان دونوں طہارتوں میں سے ایک کے بعد حدث صادر ہوا اور یہ نجانے کہ پہلی طہارت کے بعد یا دوسری کے بعد حدث

صادر ہوا ہے تو اس صورت میں دونوں نمازوں کا اعادہ کریگا اگر وہ دونوں نمازیں رکعتوں کی تعداد
میں مختلف ہیں اور اگر رکعتوں کی گنتی میں برابر ہیں تو اس صورت میں ایک نماز کا اعادہ
کریگا اسلیے کہ اُن دونوں نمازوں میں سے ایک نماز تو یقین سے صحیح ہے اور ایک باطل ہے
اور نیت یوں کریگا کہ میں اُس نماز کو پڑھتا ہوں کہ جو میرے ذمے میں ہے واجب قربۃً الی اللہ
اور یہی حکم ہے اُس صورت میں کہ طہارت کرکے نماز پڑھے اور پھر حدث صادر ہو اور دوسری
طہارت کی تجدید کرکے دوسری نماز پڑھے پھر یقین ہو کہ انمیں سے کسی طہارت کے کسی واجب
میں خلل واقع ہوا ہے اور اگر پانچوں نمازیں پڑھ لے اور پھر یقین بہم پہنچے کہ ان پانچوں
طہارتوں میں سے کسی ایک طہارت کے بعد حدث صادر ہوا ہے تو اس صورت میں تین
نمازوں کا اعادہ کرنا چاہیے کہ ایک دو رکعتی دوسری تین رکعتی تیسری چار رکعتی ہے اور ذمے والی
نماز کی نیت کرنی چاہیے اور بعضے فقیہ کہتے ہیں کہ پانچوں فریضوں کا اعادہ کرنا چاہیے اور راجح
پہلا قول ہے لیکن غسل تو بس بعضے غسل واجب ہیں اور بعضے سنت ہیں اور واجب چھہ
غسل ہیں غسل جنابت اور غسل حیض اور غسل خون استحاضہ کہ لتہ کو توڑ کر پھوٹ نکلے اور غسل
نفاس اور غسل مس میت آدمی نہلانے سے پہلے اور غسل میت اور انکا بیان پانچ فصلوں میں ہے
پہلی فصل غسل جنابت کے بیان میں اور اسکے سبب اور اسکے حکم اور اسکی کیفیت میں سبب
غسل جنابت کی دو چیزیں ہیں ایک منی کا نکلنا جبکہ معلوم ہو جائے کہ منی ہی ہے اور اگر
اشتباہ واقع ہو اور جہندگی اور شہوت کے ساتھ نکلی ہو اور اسکے بعد سستی بدن کی محسوس
ہوئی ہو تو وہ منی ہے اور اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور اگر بیمار ہو تو شہوت اور
سستی بدن کی کفایت کرتی ہے اور غسل واجب ہوتا ہے گو جہندہ یعنی اچھلنا پائی نہ ہو
اور اگر جہندگی اور شہوت سے خالی ہو اور مشتبہ ہو کہ منی ہے یا نہیں تو غسل واجب نہیں اور
اگر کوئی شخص اپنے کپڑے پر یا بدن پر منی پائے تو اسپر غسل کرنا واجب ہے اگر اس کپڑے میں اسکا
کوئی شریک نہو اور اگر شریک رکھتا ہو تو دونوں پر سے غسل ساقط ہے دوسرا سبب جماع ہے
اگر کوئی عورت سے آگے کی طرف سے جماع کرے اور دونوں ختنوں میں التقا ہو گیا ہو تو غسل
اسپر واجب ہے گو وہ عورت مری ہوئی ہو اور اگر عورت کے پیچھے کے مقام سے مجامعت کرے

اور انزال منی نہو تو علما مین غسل کے وجوب مین اختلاف ہے اصح یہی ہے کہ غسل واجب ہو جائیگا مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی نے کہا ہے کہ آگے اور پیچھے کے دخول کا حکم ایک ہے مگر کئی چیزون مین ایک پیچھے کا دخول زنا ے محصنہ کا حکم نہین رکھتا ہے کہ قتل واجب ہو دوسرے پیچھے کے دخول سے عورت کی بکارت باقی رہتی ہے پس لازم نہین کہ نکاح مین گویا ہو بلکہ اُسکا سکوت اقرار ہے اور اس سے ثیبہ کا حکم نہین بہم پہونچاتی ہے تیسرے پیچھے کے دخول سے تیسری طلاق کے بعد تحلیل ثابت نہین ہوتی ہے بلکہ محلل چاہیے کہ وہ آگے دخول کرے کہ وہ طلاق دینے والے پر حلال ہو جاے چوتھے ایلا یعنی قسم کھا لینے مین پیچھے کا دخول رجوع دخول کو متحقق نہین کرتا ہے بلکہ عورت چار مہینے کے بعد شوہر پر جبر کریگی کہ آگے کے دخول پر رجوع کرے یا اُسے طلاق دیدے پانچوین اگر کوئی قسم کہاے کہ پیچھے دخول نکرونگا تو زوجہ کے لیے وہ ایلا نہین کہ کفارہ کی حاجت پڑے اور اگر کوئی مرد سے اغلام کرے اور حشفہ داخل ہو جائے اور انزال نہو تو سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ دونون پر غسل واجب ہو جاتا ہے نہین تو اجماع مرکب کا خرق لازم آتا ہے اور اجماع مرکب ثابت نہین ہوا مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ علمانے اجماع کیا ہے کہ اجماع مرکب کا خرق جائز نہین یعنی جس مسئلہ مین تمام علمانے ایک قول پر اجماع کیا ہو تو اُنکے قول کی مخالفت کرکے اور قول نکالنا باطل ہے اور اجماع کی دو قسمین ہین ایک بسیط دوسرا مرکب بسیط وہ اجماع ہے کہ جسمین علماء کا کسی مسئلہ مین ایک قول پر اتفاق ہوا ور مرکب اجماع وہ ہے کہ کسی مسئلہ مین علمانے دو قولون پر اتفاق کیا ہو اور جسطرح بسیط اجماع کا خرق یعنی مخالفت جائز نہین اسیطرح مرکب اجماع کا بھی خرق یعنی مخالفت جائز نہین ہے کہ تیسرا قول پیدا کرین اور سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ پیچھے کے دخول مین دو قول ایک غسل کے وجوب کا دوسرے عدم وجوب کا ہوا اور جبکہ عورت کے پیچھے کے دخول مین وجوب غسل کا اثبات کیا ہمنے تو مرد کے پیچھے کے دخول مین وجوب غسل کیلیے قائل ہونا چاہیے اور نہین تو تیسرے قول کا احداث اور اجماع مرکب کا خرق لازم آئیگا اور یہ باطل ہے اور صاحب شرائع نے کہا ہے کہ یہ اجماع میرے نزدیک ثبوت کو نہین پہونچا ہے خ. اجاڑنے اور چوپاؤن سے جماع کرنے مین غسل واجب نہین ہوتا جبتک انزال نہو تفریع جب موجب غسل کا عمل مین آئیگا تو کافر پر بھی غسل واجب ہو جائیگا مگر کفر کے حال مین غسل کریگا تو صحیح نہوگا پھر جب مسلمان ہو جائے تو اُسپر غسل واجب ہے اور صحیح ہے پھر

اُسکے بعد مرتد ہو جائے اور پھر توبہ کرے تو اُسکا غسل ارتداد سے باطل نہ ہوگا احکام جنابت عزیمہ سوروں کی قرأت جنب پر حرام ہے اور بعضی آیتوں کا بھی اُنہیں سے پڑھنا حرام ہے یہانتک کہ اُنکی بسم اللہ کا اس نیت سے پڑھنا کہ یہ بسم اللہ اُن سوروں میں سے کسی ایک سورہ کی بسم اللہ ہے اور قرآن کے حرفوں کا چھونا اور خدا کے ناموں کا چھونا اور مسجدوں میں بیٹھنا اور کسی چیز کا اُنمیں چھوڑنا اور مسجد مکہ و مدینہ میں راستہ چلنا حرام ہے اور یہ حکم انھیں دو مسجدوں سے مختص ہے اگر کوئی ان دو مسجدوں میں جنب ہو تو باہر نکلے تو تیمم کرکے اور جنب کو کھانا پینا مکروہ ہے اور کلیوں سے اور ناک میں پانی ڈالنے سے یہ کراہت تخفیف پا جاتی ہے عزیمہ سوروں کے سوا سات آیتوں سے زیادہ پڑھنا جنب کو مکروہ ہے اور ستر آیتیں پڑھنے میں کراہت شدید ہے اور جتنا زیادہ پڑھتا جائیگا اتنی کراہت کی شدت بڑھتی جائے گی اور قرآن مجید کا چھونا اور سونا بغیر غسل یا بے وضو یا بے تیمم کے اور خضاب کرنا کیفیت غسل واجبات غسل کے پانچ ہیں پہلے نیت کرنا اور غسل سے فارغ ہونے تک ہمیشہ حکم نیت میں رہنا اور بدن کا اسطرح دھونا کہ جسے دھونا کہیں اور بدن پر کے پانی پہونچنے کی روکنے والی چیز کو حرکت دینا کہ پانی پہنچ جائے جب ہلانے سے پانی پہنچ جاتا ہو اور ترتیب اسطرح سے کہ پہلی نیت کے مقارن سر و گردن دھوئے پھر داہنی طرف پھر بائیں طرف اور اگر ایک مرتبہ نیت کے مقارن پانی میں غوطہ کھائے اور پانی کے اندر چلا جائے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی مترجم جامع الرضوی کہتے ہیں کہ سارے ظاہر بدن کا دھونا واجب غسل میں واجب ہے اور اسپر اجماع ہے اور باطن کا دھونا واجب نہیں اور علامہ علیہ الرحمۃ نے کتاب منتہی المطلب میں فرمایا ہے کہ سب بواطن میں سے منھ اور کان کے اندر کی طرفیں ہیں اور وہ سوراخ جو کان میں حلقہ کے لیے کرتے ہیں تو جو اُسمیں اندر کی طرف سے دکھائی نہ دے اُسکا دھونا واجب نہیں اور صاحب مدارک نے شیخ علیؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ اسکے بھی دھونے کے وجوب کے قائل ہوگئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قول مستبعد ہے لیکن احوط کان کے سوراخ کے باطن کا بھی دھونا ہے جیسا کہ متاخرین نے کہا ہے غسل کے مسنونات پہلا ایک یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کے دھوتے وقت نیت کرے اور تنگ ہو جاتا ہے وقت نیت کا سر کے دھوتے وقت دوسرے ہاتھ پھیرنا بدن پر اور حرکت دینا بدن پر کی اُس چیز کا جسکے نیچے

بے حرکت کے بھی پانی پہونچ جاتا ہو اور یہ احتیاط ہے تیسری پیشاب کرنا غسل سے پہلے یا استبرا کرنا اسطرحپر کہ پہلے پیشاب کرنے مین مذکور ہوچکا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہاتھ پاخانے کے مقام سے آگے بدن کی جڑ تک تین بار کھینچے پھر تین مرتبہ بدن کی جڑ سے سر حشفہ تک ہاتھ کھینچے پھر تین مرتبہ سر کو اسکے جھٹکے اور تین مرتبہ ہاتھون کا دھونا پانی کے برتن مین ہاتھ ڈالنے سے پہلے اور تین کلیان اور تین بار ناک مین پانی دینا اور ایک صاع یعنی کچھے پونے تین سیر پانی کا غسل مین خرچ کرنا تین مسئلے پہلا مسئلہ جب دیکھے کہ غسل کے بعد تری منی کے مشابہ ہے اگر پیشاب کریا ہے یا استبرا کیا ہے تو غسل کا اعادہ نہ کریگا اور نہین تو غسل کا اعادہ واجب ہوگا دوسرا مسئلہ جبکہ کچھ اعضا دھوچکے اور غسل سے فارغ ہونیکے پہلے حدث حادث ہو تو بعضے فقیہ کہتے ہین کہ نئے سر سے غسل کرے اور بعضے کہتے ہین کہ غسل کے پورے کرنے پر اقتصار کرے اور بعضے کہتے ہین کہ غسل کو پورا کرے اور نماز کے لیے وضو کرے اور یہی اشبہ ہے تیسرا مسئلہ قدرت رکھنے پر غسل مین مدد لینا مکروہ ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین جیساکہ وضو مین اختیار رکھنے پر واجب ہے کہ خود وضو کے افعال بجالائے اسی طرحسے غسل مین بھی واجب ہے پھر اگر قدرت رکھنے پر دوسرا جنب کو غسل دیگا تو وہ غسل باطل ہوگا اور استعانت مکروہ ہے خواہ وضو مین ہو خواہ غسل مین ہو اور استعانت یہ ہے کہ دوسرا اسکے ہاتھ مین پانی ڈالے اور وہ وضو یا غسل کرے لیکن اگر خدمتگار پانی لائے اور وہ خود وضو یا غسل کرے تو یہ استعانت مکروہ نہین اور اسیطرح اگر پانی کا برتن اٹھاکر غسل کرنیوالے کے ہاتھ مین دے اور وہ اپنے ہاتھ سے اپنے بدن پر ڈالے تو یہ بھی مکروہ نہین

دوسری فصل حیض کے بیان مین اس فصل مین بیان ہوتا ہے کہ حیض کیا چیز ہے اور اسکے کیا حکم ہین پہلے ہم کہتے ہین کہ حیض ایک خون ہے کہ جسے عورتون کی عدت کے گزرنے سے تعلق ہے اور اسکے قلیل یعنی کم کیلیے کی ایک حد شرع مین مقرر ہے اور اکثر اوقات مین سیاہ رنگ گاڑھا اور گرم ہوتا ہے اور سوزش سے نکلتا ہے اور کبھی یہ خون خون بکارت سے مشتبہ ہو جاتا ہے تو روئی رکھوا کر امتحان کرنا چاہیے اگر روئی پر طوق دار دھبا پڑے تو خون بکارت ہے اور جو خون کہ لڑکیون کو دس برس سے پہلے دکھائی دیتا ہے وہ حیض کا خون نہین ہوتا اور اسیطرح

اُس خون مین کہ جو داہنی طرف سے نکلتا ہے اور کم سے کم حیض کے دن تین ہین اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہین اور یہی کم سے کم طہر یعنی پاکی کے دن ہین علماء نے اسمین اختلاف کیا ہی کہ اقل حیض تین دن پیاپے رہتا ہے توالی شرط ہے یا یہ کہ تین دن دس دن مین حیض ہے اور اظہر یہ ہے کہ توالی شرط ہے اور جو خون کہ عورت نا امیدی کے بعد دیکھتی ہے وہ حیض مین سے نہین اور ساٹھ برس کے سن پر پہونچنے سے عورت لڑکا ہونے سے نا امید ہو جاتی ہے اور بعضے علما کہتے ہین کہ قریش اور نبط کے قبیلون کے سوا کی عورت پچاس برس کے سن مین نا امید ہو جاتی ہے ان دو قبیلون کی عورت مین ساٹھ برس تک ولادت کا امکان ہے اور جو خون عورت کو تین دن سے کم آتا ہے وہ حیض نہین ہوتا خواہ وہ عورت مبتدیہ ہو خواہ صاحب عادت ہو اور جو خون عورت کو تین دن سے دس دن تک آئے اور حیض کا امکان رکھتی ہو تو وہ خون حیض ہے خواہ ایک جنس کا ہو خواہ مختلف جنسو کا ہو اور عورت صاحب عادت اس طریق سے ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ تین دن یا زیادہ اُسے خون آئے اور اقل درجہ دس دن یا زیادہ دن پاک رہکر دوسری مرتبہ اُتنے ہی دن پہلی دفعہ کی طرح خون آئے اس صورت مین اگر رنگ کے اختلاف سے استحاضہ کی صورت آئے تو اعتبار نہین بلکہ جو خون اس عادت کے زمانے مین آئیگا وہ حیض ہی ہے پانچ مسئلے پہلا مسئلہ صاحب عادت عورت خون دیکھتے ہی روزہ نماز چھوڑ دیگی عادت کے زمانے مین اور اسپر علماء کا اجماع ہے اور مبتدیہ اور مضطربہ عورت آیا خون دیکھتے ہی روزہ نماز چھوڑ سکتی ہے یا نہین اسمین تردد ہے فتوی یہ ہی کہ احتیاط سے روزہ نماز بجا لائیگی کہ تین دن گذر لین پھر ترک کر دیگی دوسرا مسئلہ اگر کسی عورت کو تین دن تک خون آکر رک جائے پھر دسوین دن کے پہلے آئے تو وہ سب حیض کے دن ٹھہرینگے اور اگر دس دن سے بڑھکر آئے تو اسمین تفصیل ہے کہ آگے بیان ہوگی اور اگر خون دوسرا دس دن کا فاصلہ دیکر آئے اور دس دن ہر وہ چلے کہ خون کو وہ عورت دیکھے تو پہلا خون حیض ہے اور دوسرا بھی ممکن ہے کہ دوسرا حیض ہو تیسرا مسئلہ جب خون اگر دس دن سے پہلے بند ہو جائے تو عورت پر واجب ہے کہ احتیاطاً استبرا کرے کہ روئی کو لے اگر پاک نکلے تو واجب ہے کہ غسل حیض کرے اور اگر خون مین بوری نکلے اور عورت

مبتدیہ ہو یعنی پہلے پہل اُسے خون آیا ہو تو اتنا صبر کرے کہ یا پاک ہو جائے یا دس دن گزر لین
کہ یہی زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت ہے اور جو عورت کہ صاحب عادت ہے وہ عادت پر
ایک دو دن کے بعد غسل کریگی اور اعمال استحاضہ کریگی پھر اگر دس دن تک برابر خون
آئے جائے اور اُسکے بعد بند ہو جائے تو اُتنے روزے کی قضا کریگی اور نماز کی قضا نہین اور
اگر دس دن سے بڑھجائے تو جو اعمال کہ بجا لائی ہے کافی ہین چوتھا مسئلہ جب عورت حیض
سے پاک ہو جائے تو اُسکے شوہر کو جائز ہے کہ پہلے غسل سے اُس سے مجامعت کرے مگر مکروہ
ہے پانچوان مسئلہ جب وقت نماز کا داخل ہو اور وقت اتنا گزر جائے کہ جسمین طہارت اور
نماز ہو جائی اور اُسکے بعد حیض کا خون آجائے تو وہ نماز اُسکے ذمے واجب رہیگی پاک ہونے پر
اُسکی قضا بجا لائیگی اور اگر اسقدر زمانہ گزرنے سے پہلے خون آجائیگا تو اُس نماز کی قضا اُسپر
نہین ہے اور اگر آخر وقت مین اتنا پہلے پاک ہو کہ طہارت اور ایک رکعت نماز بجا لاسکے تو
واجب ہے کہ غسل کرے اور اُس نماز کو ادا کی نیت سے پڑھے اور اگر فوت ہو جائے تو قضا کرے
متعلقات خون حیض کئی مسئلے ہین۔ پہلا مسئلہ جس عمل مین طہارت شرط ہے وہ حائض پر
حرام ہے جیسے نماز اور طواف کعبہ اور مس کتابت قرآن ہے اور مکروہ ہے اُٹھانا قرآن کا اور چھونا
اُسکے بے لکھے حاشیے کا اور اگر طہارت کریگی تو حدث اُسکا دور نہوگا۔ دوسرا مسئلہ حائض کا روزہ رکھنا
صحیح نہین تیسرا مسئلہ حائض کو مسجد مین بیٹھنا جائز نہین اور مکروہ ہے اُسے راہ چلنا مسجد و نمین
جو مسجدین مکہ معظمہ و مدینۂ منورہ کے سوا ہین اور ان دونون مین تو راہ چلنا بھی حرام ہے۔
چوتھا مسئلہ حائض کو عزیمہ سورون مین سے کچھ کا یا پورے کا پڑھنا جائز نہین اور عزیمہ کے
سوا سات آیتون کا پڑھنا مکروہ ہے اگر سجدہ کی آیت پڑھے تو واجب ہے کہ سجدہ کرے
اور اسی طرح اگر سجدہ کی آیت سُنے تو فتوی یہ ہے کہ سجدہ کرے۔ پانچوان مسئلہ شوہر پر حرام ہے
کہ حائض سے جماع کرے جبتک پاک نہولے اور شوہر کو اسکی شرمگاہ کے سوا کی سب جائز
ہے پھر اگر عمداً حرمت جان کر مجامعت کرے تو اُسپر واجب ہے کہ کفارہ دے اور بعضے علما کہتے
ہین کہ کفارہ دینا واجب نہین اور پہلا قول احوط ہے اور حیض کے ابتدائی زمانے کی مجامعت کا
کفارہ ایک اشرفی شرعی ہے اور وسط حیض کا آدھی اشرفی ہے اور اخیر کا کفارہ اشرفی کی چوتھائی ہے

اور مکرر جماع ایسے وقت مین کرے کہ جسمین کفارہ مختلف نہین ہوتا تو ایک ہی کفارہ کافی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ کفارہ بھی مکرر ہوگا لیکن پہلا مذہب اقوی ہے اور اگر مجامعت مکرر ایسے وقتونمین واقع ہوئی ہے کہ جنمین کفارہ بدلتا ہے تو اس صورت مین کفارے کی تکرار واجب ہے۔ چھٹا مسئلہ جب عورت سے دخول ہوچکا ہو تو اس عورت کا حیض کے وقت مین طلاق دینا جائزنہین اس حالت مین کہ اسکا شوہر وہان موجود ہو غائب نہو۔ ساتوان مسئلہ جب عورت حیض سے پاک ہوجائے تو اُسپر واجب ہے کہ غسل حیض کرے اور اس غسل کی کیفیت غسل جنابت کی طرح ہے لیکن غسل حیض مین واجب ہے کہ وضو بھی کرے خواہ غسل کے پہلے کرے خواہ بعد کہ بے وضو کے اسکی نماز صحیح نہوگی اور اُسپر روزے کی قضا واجب ہے اور نماز معاف ہے۔ آٹھوان مسئلہ حائض کو مستحب ہے کہ ہر نماز کیوقت وضو کرے اور مصلے پر بیٹھکر جتنی دیر مین نماز پڑھی جائے اتنی دیر ذکر خدا کرے اور حائض کو خضاب کرنا مکروہ ہے

تیسری فصل استحاضہ مین ہے اور یہ فصل استحاضہ کے اقسام اور احکام پر مشتمل ہے۔ اقسام استحاضہ پس استحاضہ کا خون اکثر ٹھنڈا پتلا ہوتا ہے کمزوری سے نکلتا ہے اور کبھی اسی طرح خون حیض بھی آتا ہے اسلیے کہ زردی اور تیرگی حیض کی عادت کے دنون مین حیض کا حکم رکھتی ہے اور استحاضہ کے زمانے مین استحاضہ کا حکم رکھتی ہے اور جو خون عورت کو تین دن سے کم آئے اور وہ جرح یا قروح کا خون نہو تو وہ خون استحاضہ ہے اور جو خون کہ عورت کو حیض کی عادت کے دنون سے زیادہ آئے اور دس دن سے بڑھجائے یا نفاس کے دنون سے زیادہ آئے یا وہ خون جو حاملہ عورت کو دکھائی دے تو یہ سب فتوے پر استحاضہ ہین یا عورت کے یاس کے سن مین خون آئے کہ جسکا پہلے بیان ہوچکا ہے یا نو برس کے سن سے پہلے آئے تو یہ حیض کے خون نہین ہین اور جو خون عورت کو دس دن سے زیادہ آجائے اور وہ عورت حیض نہ آنے کے سن مین یعنی صغر سن اور یائسہ نہو تو بیشک اسکا خون حیض استحاضہ سے ملگیا ہے کیونکہ حیض دس سے زیادہ اور تین دن سے کم نہین ہوتا ہے بس اس صورتمین وہ عورت یا تو مبتدیہ ہے یا صاحب عادت مقررہ ہے یا مضطربہ ہے اور مبتدیہ سے مراد بیان وہ ہے کہ جسکے لیے دائمی عادت حیض کی نہو اور صاحب عادت سے مراد وہ ہے کہ جسکے حیض کی

عادت کے لیے وقت مین اور گنتی مین استمرار ہوا اور مضطربہ سے وہ مراد ہے کہ جسکی عادت وقت مین اور گنتی مین مقرر ہے لیکن اُسے یاد نہین پس مبتدیہ خون کی صفتون مین نظر کریگی جس خون کو حیض کی صفت پر پائے گی اُسمین حیض کے عمل کو بجا لائیگی اور جس خون کو استحاضہ کی صفت پر دیکھے گی اُسمین استحاضہ کے اعمال کریگی اس شرط سے کہ جو خون حیض سے مشابہ ہوگا دو دن سے کم اور دس دن سے زیادہ نہوگا اور اگر سارے دنون مین خون ایک ہی رنگ پر آئے اور تمیز کرنے کی شرطین نپائی جائین تو اسوقت مین یہ مبتدیہ عورت اپنی قوم اور قبیلہ کی عورتونکی عادت پر رجوع کریگی اگر اُن سب کی ایک عادت ہو گی اور بعضے فقہا کہتے ہین یا اُس شہر مین کی اپنی ہمسن عورتون کی عادت کی طرف رجوع کریگی اور اگر اُنمین اختلاف ہوگا تو محسوب کریگی اپنے حیض کے لیے ہر مہینے مین سات روز یا ایک مہینے مین دس دن اور دوسرے مہینے مین تین دن حیض قرار دیگی اور مختار ہے اُسمین کہ خواہ پہلے مہینے مین دس دن اور دوسرے مین تین دن مے خواہ برعکس لے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ ہر مہینے مین دس دن حیض کے لیے لیا کریگی اور بعضون نے تین دن ہر مہینے مین لینے کو کہا ہے اور پہلا قول اظہر ہے اور جو عورت کہ صاحب عادت مستقرہ ہے وہ عادت بھر کے دنون کو حیض اور باقی کو استحاضہ قرار دیگی اور عادت ہونے پر خون مین تمیز پایا جاتا ہو تو بعضے کہتے ہین کہ عادت پر عمل کریگی اور بعضے کہتے ہین تمیز پر عمل کریگی اور بعضے کہتے ہین کہ مختار ہے خواہ عادت پر عمل کرے خواہ تمیز پر اور عادت پر عمل کرنا اظہر ہے اس مقام پر کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو عورت کہ حیض کی عادت کے وقت مین اور دنون کی گنتی مین ایک قرار پکڑے ہوے ہو پھر اُسے حیض اُنھین دنون کی گنتی سے وقت کے پہلے آ جائے اس صورت مین اُسی گنتی کو حیض مین حساب کریگی اور وقت کو شمار سے گرا دیگی اور اُسکا اعتبار نہ کریگی اسلیے کہ کبھی کبھی پس و پیش عادت مین ہو جایا کرتا ہے خواہ اُس گنتی مین حیض کی صفت ہو خواہ استحاضہ کی صفت ہو۔ دوسرا مسئلہ اگر خون عادت سے پہلے اور عادت کے دنون مین آئے پھر اگر دس دن سے نہ بڑھے تو وہ پورے دس دن حیض ہین اور اگر دس دن سے بڑھ جائے تو عادت کے دنون کو حیض قرار دیگی اور عادت سے پہلے زمانے کو استحاضہ ٹھہرائیگی اور اسیطرح ہے جب عادت کے دنون مین خون آئے

اور بعد عادت کے خون آئے اور اگر عادت سے پہلے آئے اور عادت کے وقت مین آئے اور
عادت کے بعد آئے پھر اگر دس دن سے تجاوز نکرے تو سب حیض ہے اور اگر خون دس دن
سے زیادہ آئے تو وہی عادت بھر تو حیض کے دن ہین اور آگے پیچھے والا حصہ استحاضہ ہے تیسرا مسئلہ
اگر عورت کی عادت ہر ایک مہینے مین ایکمرتبہ ایک مقرر گنتی کے دنون تک خون آتا ہو پھر اسیکو اسی
گنتی سے ایک مہینے مین دو مرتبہ خون آئے تو وہ دونون حیض ہین اگر وہی ہر مرتبہ مین عادت سے
زیادہ دنون تک خون دیکھے تو اگر دس دن سے زیادہ نہو تو سب حیض ہے اور اگر دس دن
سے تجاوز کر جائے تو عادت بھر حیض اور باقی استحاضہ ہے اور جو عورت کہ اپنی عادت بھول گئی
ہے وہ تمیز کی طرف رجوع کریگی جس خون کو حیض کی صفت پر پائیگی اسے حیض قرار دے گی
اور جسے استحاضہ کی صفت پر پائے گی اسمین استحاضہ کے اعمال بجالائے گی اور یہ مضطربہ اخلو
روزہ نماز نہ چھوڑے گی مگر تین دن کے گزر جانے کے بعد اور اگر تمیز نہ پایا جائے اور سب کے
سب دس سے زیادہ دنون مین ایک ہی رنگ کا خون آئے جائے تو اس صورت مین کئی
مسئلے ہین پہلا مسئلہ دنون کی گنتی تو یاد ہو اور وقت بھولی ہو کہ شروع مہینے مین یا درمیان مین
یا آخر مین آتا تھا تو فقہا کہتے ہین کہ اسصورت مین سارے دنون مین استحاضہ کے اعمال بجالائیگی
اور جب خون کے انقطاع کا احتمال ہوگا تو غسل حیض بھی کریگی اور عادت کے دنونکے روزونکی
قضا کریگی۔ دوسرا مسئلہ اگر مضطربہ کو حیض کا وقت تو یاد ہو مگر عادت کے دنون کی گنتی نہ یاد ہو
پھر اگر شروع وقت حیض کا اسے یاد ہے تو اس دن کو اور اسکے بعد کے دنونکو ملا کر پورے
تین دنون کو حیض قرار دیگی اور اگر حیض کا آخر وقت یاد ہو تو اس دن کو اور اسکے پہلے کے
دو دنون کو حیض مین اعتبار کریگی کیونکہ حیض تین دن سے کم نہین ہوتا ہے اور باقی خون کے
آنے کے دنونمین استحاضہ کے اعمال بجالائیگی اور جس زمانے مین حیض کا پورے ہونے کا فرض
لازم آئے گا اسمین غسل حیض بھی کریگی پھر دس دن کے دس روزون کی قضا کریگی جبکہ
اسکا معلوم وقت دس دن سے کم نہو گا۔ تیسرا مسئلہ اگر مضطربہ دنونکو اور حیض کے وقت دونونکو
بھولی ہو پھر یہ عورت ہر مہینے مین سات دن یا چھ دن یا ایک مہینے مین دس دن اور دوسرے
مین تین حیض کے لیے شمار کریگی جبتک کہ یہ اشتباہ واقع رہیگا احکام استحاضہ بس استحاضہ کا

خون یا روئی کو نہ توڑیگا یا توڑیگا اور ساری روئی بھر دیگا اور نہ بہیگا یا توڑ کر بہ نکلیگا پہلا استحاضہ قلیلہ کے نام ذہی کہتے ہین کہ اسمین غسل واجب نہین بلکہ ہر نماز کے لیے لتہ بدلیگی اور تجدید وضو کریگی اور ایک وضو سے دو نمازین نہ پڑھیگی اور دوسرا استحاضہ متوسطہ کہلاتا ہے کہ اسمین چار نماز دن کے لیے لتہ بدلنا اور تجدید وضو کرنا اور ایک صبح کی نماز کے لیے لتہ بدلنا اور غسل چاہیے اور تیسرا استحاضہ کثیرہ کہلاتا ہے اسمین لتہ اور روئی کی تبدیل لازم ہے اور تین غسل بھی کرے ایک صبح کے لیے دوسرا غسل ظہرین کے لیے کہ ان دونون مین جمع یعنی ساتھ اسی غسل اور وضو سے پڑھیگی اور تیسرا غسل مغربین کے لیے اور انمین بھی جمع کریگی یعنی اسی ایک ایک طہارت سے دو دو نمازین ایک دوسرے کے بعد ہی بجا لائیگی اور جب مستحاضہ اسطرح اعمال بجا لائیگی تو پاک کے حکم مین ہو جائیگی اور اگر مذکور کے موافق نکریگی تو نماز اسکی صحیح نہوگی اور اگر غسل کو نکریگی تو روزہ بھی صحیح نہ ہوگا

چوتھی فصل نفاس مین - نفاس وہ خون ہے جو لڑکا پیدا ہونے مین عورت کو آتا ہے اور نفاس کی کم مدت کے لیے کوئی حد نہین ہے بس ممکن ہے کہ لحظہ بھر آئے اور ممکن ہے کہ ولادت بے خون کے ہو بس اس صورت مین نفاس نہوگا اور جو خون کہ ولادت سے پہلے آتا ہے وہ استحاضہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دن نفاس کے دس دن اظہر ہین اور اگر کوئی عورت دو بچون کی حاملہ ہو اور دوسرا بچہ پہلے بچے کے بعد کسی مدت مین جنے تو نفاس کا اعتبار پہلی ولادت سے اور دس دن کا اتمام دوسری ولادت مین ہوگا اور اگر ولادت کے وقت خون نہ آئے اور دسوین دن خون آئے تو دسوان دن نفاس کا قرار پائیگا اور اگر خون ولادت کے بعد نظر آئے اور پھر پاک ہو جائے پھر دسوین دن یا دسوین دن سے پہلے نظر آئے تو یہ دونون اور ان دونون کے درمیان کے دن نفاس کے دن ہین اور نفساء یعنی نفاس والی پر حرام ہین وہ امر جو حائض پر حرام ہین اور مکروہ ہین وہ امر جو اسپر مکروہ ہین اور نفساء کی طلاق صحیح نہین اور نفساء کا غسل حائض ہی کے غسل کی طرح ہوی

پانچوین فصل مُردون کے حکمون مین اور یہ پانچ حکم ہین پہلا حکم احتضار یعنی جان کندنی ہے جان کندنی کے وقت مین قبلہ رو کرنا واجب ہے اسطرح کر اُسے قبلہ رُخ چت لٹائین کہ اُسکا

مُنھ اور پانوؤن کے تلوے قبلہ کے محاذی ہون اور یہ عمل سب پر واجب کفائی اس معنوں سے ہے کہ بعضون کے بجالانے سے اورون کے ذمے سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ عمل مستحب ہے اور سنت ہے کہ اُسے شہادتین یعنی کلمہ کی تلقین کرین اور پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کے اقرار کی تلقین کرین اور خوشی کے کلمات سنائین اور اُسے اُسکے نماز پڑھنے کی جگہ پر نقل کر کے لیجائین کہ جہان وہ اکثر نماز پڑھا کرتا تھا اور چراغ اُسکے پاس روشن رکھین اگر رات کو مرے اور اُسکے سامنے کسیکو بٹھالین کہ وہ قرآن کی تلاوت کیا کرے اور جب دم نکلجائے تو اُسکی دونون آنکھین بند کردین اور اُسکے مُنھ کو باندھ دین اور اُسکے دونون پہلوؤن مین اُسکے دونون ہاتھ لمبے پھیلادین اور اُسے کپڑا یا چادر اڑھادین اور اُسکے اُٹھانے مین جلدی کرین مگر جسوقت اُسکا حال موت مین مشتبہ ہو تو موت کی علامتون کا امتحان کرین یا تین دن صبر کرین اور مُردے کے پیٹ پر لوہے کا رکھنا اور اُسکے پاس جُنب اور حائض کا جانا مکروہ ہے دوسرا حکم مُردے کا نہلانا واجب کفائی ہے کہ بعض کے کرنے سے اورون سے اُسکا حکم ساقط ہو جاتا ہے اور اسیطرح اُسکا کفنانا اور دفنانا اور اُسپر نماز پڑھنا ہے اور غسل دینے کے لیے سب لوگون سے بہتر وہ شخص ہے جو اُسکا ترکہ لینے مین اولیٰ ہو یعنی میراث مین کوئی اور اُسکے برابر نہو اور جب مُردے کے ولی مرد اور عورت دونون ہون اور مُردہ مرد ہو تو مرد غسل دینے مین عورتون سے اولیٰ ہین اور اگر عورت ہو تو عورتین اولیٰ ہین اور شوہر اپنی زوجہ کے لیے ہر ایک سے سب حکمون مین بہتر ہے اور جائز ہے کہ کافر مسلمان کو غسل دے جبکہ کوئی مسلمان مرد مُردے کے پاس موجود نہو یا کوئی مسلمان عورت اُسکی رشتہ دار محرم موجود نہو اسیطرح کافرہ عورت مسلمان عورت کو غسل دیگی جسوقت کہ کوئی مسلمان عورت موجود نہوگی یا اُسکا رشتہ دار محرم مرد موجود نہوگا مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اس مسئلہ کو شیخ ابو جعفر طوسی اور شیخ مفید علیہما الرحمۃ نے بیان کیا ہے اور انکا مستند دو حدیثین ہین کہ جنمین مسلمان مرد اور عورت کے مُردے کو کتابی کافر اور کافرہ کے غسل دینے کا جواز وارد ہوا ہے بعضے فقہا نے اس مسئلہ مین شیخین کی پیروی کی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ان دونون حدیثون کی سندین ضعیف ہین اور کافر نجس ہے وہ مسلمان کے غسل دینے کی صلاحیت

نہین

نہین رکھتا ہے اور اسی لیے مصنف علیہ الرحمۃ نے کتاب معتبر مین اس مسئلہ مین توقف کیا ہے اور
بے غسل دفن ہو جانا اقرب جانا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر اہل کتاب کی طہارت کے ہم قائل ہون
جیسا کہ بعضے فقیہون کا مذہب ہے تو کافر کے نہلانے کی شاید کوئی وجہ نکل آئیگی اور خدا بہتر جاننے والا ہے اور جب کوئی مسلمان عورت نہ ملے تو اسوقت مین عورت کو وہ مسلمان مرد ننگا
جسپر اس عورت سے نکاح کرنا حرام ہے اسی طرح پردے کی اوٹ سے عورت اس مرد کو غسل
دیگی کہ جس سے نکاح جائز نہین اور مرد اس عورت کو غسل نہین دے سکتا ہے کہ جسکا وہ محرم
نہین ہے مگر یہ کہ وہ عورت لڑکی تین برس سے کم سن کی ہو اور اسی طرح عورت کو اس مرد کا غسل دینا
جائز نہین کہ جسکی وہ محرم نہین مگر یہ کہ وہ مرد لڑکا تین برس سے کم سن کا ہو اور تین برس سے کم لڑکے
لڑکی کو مرد عورت نامحرم ننگا نہلا سکتے ہین اور جو کہ شہادتین کا مظہر ہو گو حق کا معتقد نہو اسکا نہلانا
جائز ہے سوا خارجی اور غالی کے کہ یہ کافر کا حکم رکھتے ہین اور وہ شہید کہ امام علیہ السلام کے سامنے
مارا جائے اور معرکۂ قتال مین مر جائے تو اسے نہ تو غسل دینگے اور نہ کفن دینگے بلکہ انھین کپڑون سے
بعد نماز کے دفن کر دینا چاہیے اور اسیطرح وہ شخص ہے کہ شرع مین جسکا قتل کرنا واجب ہوا ہے
اور اسے قتل سے پہلے حکم دیتے ہین کہ غسل میت کر لے یعنی تینون غسل اور حنوط کر لے پھر قتل کے بعد
اسے غسل نہین دیتے ہین جب اعضاء مردے کے بدن کے پائے جائین اگر انمین سینہ ہو یا خالی
سینہ پایا جائے تو اسے غسل میت کیطرح غسل دینگے اور کفنائین گے اور نماز پڑھین گے اور
دفن کر دینگے اور اگر انمین سینہ نہو اور ہڈی ہو تو اسے تینون غسل دیکر کپڑے مین لپیٹ کر دفن
کر دینگے اور اسی طرح وہ بچہ ہے جو ماں کے پیٹ سے گر پڑتا ہے اگر چار مہینے یا زیادہ کا وہ ہوگا
تو اسے تینون غسل دیکر کپڑے مین لپیٹ کر دفن کر دینگے اور اگر مردے کے اس پائے ہوئے
عضو مین ہڈی نہو تو اسے کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور دفن کر دینا چاہیے اور غسل دینے کی حاجت
نہین اور اسی طرح پیٹ کا گرا وہ بچہ ہے کہ جسمین جان نہ پڑی ہو اور جسوقت مردے کے
پاس نہ کوئی مسلمان اور نہ کوئی کافر موجود ہو اور نہ کوئی محرم عورت ہو تو بغیر غسل اسے دفن کر دین گے
اور اسکے نزدیک کافر عورت بجا لائیگی اور یہی حکم مسلمان عورت رکھتی ہے جب اسکے قریب
نہ کوئی مسلمان عورت ہو اور نہ کافر عورت اور نہ کوئی مسلمان محرم مرد موجود ہو تو اسے بھی بغیر غسل

دفن کردینگے اور اُسکے پاس کا فرمرد نہانیگا گو اُسکا محرم بھی ہو اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے
کہ کافر مسلمان عورت کا منھ ہاتھ دُھلا دینگے اور دفن کردینگے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اس
روایت پر صحیح مذہب مین عمل نہین کیا گیا ہے پہلے مردے کے بدن سے نجاست دور کرنا واجب ہے پھر آب
سدر یعنی بیری کی پتی کے پانی سے غسل دینگے اور غسل کی شروع نیت کے مقارن سر اور
گردن دھونے سے کرینگے پھر داہنی طرف پھر بائین طرف دھوئین گے اور کم سے کم اتنی بیری
کی پتی پانی مین ڈالین گے کہ اُسپر آب سدر کا اطلاق کرسکین اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ اقل
مقدار سات پتیان ہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین شیخ زین الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ اسقدر سدر و کافور نہ ڈالنا چاہیے کہ پانی اپنے اطلاق سے نکل جائے پھر آب سدر کے
بعد آب کافور سے اُسی طریق سے غسل دینگے پھر خالص پانی سے غسل جنابت کی طرح
غسل دینگے اور مردے کے وضو کرانے مین خلاف ہے اشبہ یہ ہے کہ واجب نہین ہے
اور ضرورت کے وقت مین تین غسلون سے کم پر بھی اقتصار جائز ہے اور اگر سدر و کافور
میسر نہو سکے تو آب خالص سے ایک ہی مرتبہ غسل دینگے اور بعضے فقیہون نے کہا ہے
کہ سدر اور کافور کے نہ ملنے سے غسل ساقط نہین ہوتے ہین بلکہ ہر ایک کے بدلے آب خالص
سے غسل دینا چاہیے اور اسمین تردد ہے اور اگر نہلانے مین کھال اتر جانے کا ڈر ہو
جیسے وہ آبلہ زدہ یا جلا ہوا ہو تو اُسے مٹی سے پانی کے استعمال سے عاجز زندون کی طرح
تیمم دینگے مسنونہ افعال غسل میت مردے کو قبلہ رخ تختے پر لٹائین گے اور سایہ مین اُسے
نہلائین گے اور اُسکے پانی کے لیے لحد یعنی ایک گڑھا کھود دینگے اور مردے کے غسل کے
پانی کا پیشاب پاخانہ کے گڑھے مین بہانا مکروہ ہے اور پانی پھینکنے والے گڑھے مین بہانا
جائز ہے اور سنت ہے کہ اُسکے گلے کے کپڑون کو پھاڑ دین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین
یعنی وارث کے اذن سے اور اگر وارث کم سن ہو یا موجود نہو تو نہ پھاڑنا چاہیے اور مردے
کے نیچے سے کپڑے اتارنا چاہیے اور اُسکی شرمگاہ کو چھپائین اور اُسکی انگلیان آہستگی سے
ملائم کردین اور اُسکے سر کو سدر کے کف سے دھوئین آب سدر سے غسل دینے کے پہلے اور
اُسکی شرمگاہ سدر اور اشنان سے دھوئین اور مردے کے ہاتھون کو غسل کے پہلے نصف

ذراع تک دھوئیں اور غسل کو سر کے داہنی طرف سے شروع کرین اور ہر عضو کو تین تین مرتبہ ہر ایک غسل مین دھوئیں اور مُردے کے پیٹ پر ہاتھ کھینچین پہلے دو غُسلون مین مگر مُردہ حاملہ عورت ہو تو ہاتھ نہ کھینچین گے اور غسل دینے والا مُردے کی داہنی طرف ہو اور غسل دینے والا اپنے ہاتھونکو ہر غسل کے ساتھ دھوئے اور تینون غُسلون سے فراغ کے بعد اُسکے بدن کی تری کپڑے سے پوچھکر خشک کرین اور اپنی دونون ٹانگون کے بیچ مین لیکر مردے کو غسل دینا مکروہ ہے اور مُردے کا بٹھالنا مکروہ ہے اور مُردے کے ناخن کترنا اور اُسکے بالون مین کنگھی کرنا اور مُومن کا مخالف کو نہلانا مکروہ ہے بس اگر بے غسل دیے چارہ نہو تو اُسے مخالفون کی طرح پر نہلائے تیسرا حکم تکفین میت مین واجب ہے کفن کرنا مُردے کا تین پارچون سے ایک لنگ دوسرا کُرتہ تیسرا پارچہ ازار یعنے لفافہ کہ سر تا سر اُسے ڈھانپ لے اور ضرورت کے وقت میسر نہونے پر ایک پارچہ بھی کافی ہے اور کفن کرنا محض ریشم کے کپڑے مین جائز نہین اور حنوط کرنا مُردے کا واجب ہے یعنی سجدے کے ساتون عضو ونکا مسح جسقدر کافور سے ممکن ہو مگر جہان کہ مُردہ احرام باندھے ہوگا وہان نہ چاہیے کہ اور کافور غسل وحنوط مین اُس تک پہنچانا جائز نہین اور کم سے کم فضیلت مین کافور ایک درم ہے اور اُس سے بہتر چار درم ہے اور اکمل تیرہ درم اور ایک درم کی تہائی ہے اور اگر کافور اور زریرہ بہم نہو تو سب کافور اور زریرہ کے اُسے دفن کردین اور کافور و زریرہ کے سوا کسی اور چیز سے خوشبو کرنا مردے کا جائز نہین زریرہ ایک گھانس خشبودار مشہور ہے مسنونات افعال تکفین کے ایک یہ کہ غسل دینے والا مُردے کو کفن پہنانے سے پہلے غسل کرے یا نماز کے وضو کی طرح وضو کرے دوسرے یہ کہ مرد کے مُردے کیلیے حبرہ عبری زیادہ کرین کہ اُسمین سُنہری نقش نہون اور اُس سے دوسرا لفافہ بنائین اور ایک اور پارچہ مُردے کی رانین باندھنے کو بڑھائین کہ لنبائی اُسکی ساڑھے تین گز کی ہو اور چوڑان ایک بالشت کی ہو اور ایکطرف بیچ سے پھاڑ کر ازار بند کے مقام پر مُردے کے باندھین اور باقی کو مُردے کی رانون پر مضبوط لپیٹ کے لپیٹین بعد اسکے اُسکی مقعد کی دونون طرفونمین کچھ روئی رکھدین اور اگر یہ ڈر ہو کہ اسکے پیٹ سے مبادا کچھ نکل آئیگا تو کچھ مضائقہ نہین اسمین کہ اُسکے پائخانہ کے مقام کو روئی سے بھردین اور سنت ہے کہ مرد کیم

عامہ بھی تحت الحنک کے ساتھ باندھیں اسطرح پر کہ مُردے کا سر اُس عمامے سے مضبوط بندھے اور دونون سرے عمامہ کے مُردے کے سینہ پر لٹکا دین اور عورت کے کفن مین چاہیے کہ ایک پارچہ سینہ بند عورت کی چھاتیان باندھنے کو بڑھائیں اور ایک دوسری سرتاسری اور عمامہ کے بدلے مقنعہ زیادہ کرین اور سنت ہے کہ مُردے کا کفن روئی کے کپڑے کا ہو اور جبّے اور کُرتے اور لفافے پر ذریرہ چھڑکیں اور حبرۂ عبری لفافے کے اوپر لپیٹیں اور کُرتہ لفافہ کے نیچے کرین اور تینون پارچے یعنی کُرتہ اور دونون لفافون اور جریدتین پر مُردے کا نام لکھیں اور یہ لکھیں کہ یہ وحدانیت خدا کی شہادت دیتا ہے اور پیمبرؐ کی حقیت کی اور ائمہ علیہم السلام کے اسماء بھی لکھیں اور بہتر ہے کہ خاک پاک سے لکھا جائے اور اگر ممکن نہ ہو تو انگلی سے لکھیں اور اگر حبرہ عبری بہم نہو تو اُسکے بدلے سفید کپڑا لیں کہ دوسرا لفافہ ہو اور مُردے کے کفن کو اُسیکے کفن کے تاگون سے سییں اور آب دہن سے اُن تاگون کو تر نہ کرین اور رکھیں اُس مین دو جریدے شاخ خرما کے اور اگر وہ نملے تو بیری کی لکڑی کے اور جو وہ بھی نہ ملے تو بید کی اور نہین تو ہر درخت کی لکڑی کے اور ایک جریدے کو داہنی طرف سے چنبر گردن تک کہ وہ چنبر گردن کے پوست سے ملاصق ہو اور دوسرا جریدہ بائیں طرف سے کُرتے اور سرتاسری کے بیچ مین ہو اور کافور کو ہاتھ پر گھسیں اور جتنا کافور سجدے کے ساتون اعضا سے بڑھے اُسے سینہ پر رکھدین اور لفافہ کی داہنی طرف کو مُردے کی بائیں طرف اور بائیں کو داہنی طرف کرین اور مُردے کو کتان کے کپڑے کا کفن دینا مکروہ ہے اور مکروہ ہے نئے کفن مین آستینیں لگانا اور اگر کفن پرانے کپڑے کا بنائیں کہ وہ آستین دار تھا تو مضائقہ نہیں اور مکروہ ہے کفن پر روشنائی سے لکھنا اور مُردے کی آنکھون مین اور کانون مین کچھ کافور ڈالدین تین مسئلے پہلا مسئلہ جب کفنانیکے بعد مُردے کی کوئی نجاست نکل پڑے پس اگر اُسکے بدن سے ملاقی ہو تو اُسے پانی سے دھوئیں اور اگر کفن سے ملاقی ہو تو اُسے دھوئین مگر جب قبر مین رکھ چکیں تو اس صورت مین قینچی سے موضع نجاست کو کفن مین سے کاٹ لینگے یہ اُردو مترجم کہتا ہے کہ صحیح مذہب پر یہان دھونا بھی واجب ہے گو قبر مین بھی رکھ چکے ہون مگر جب غسالہ سے بچاؤ انہایت شاق ہو تو اُس صورت مین سے نجاست کی مقدار بھر کتر لین گے اگر ہتک مُردے کی اور کھلا نا نہ لازم آئے نہیں تو اُسی حال پر چھوڑ دینگے۔ اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ قبر مین رکھنے سے پہلے بھی کتر لینا کفن کا واجب ہے اور پہلا قول صاحب شرائع کے نزدیک

بہتر ہے دوسرا مسئلہ زوجہ کا کفن اُسکے شوہر پر واجب ہے گو عورت مالدار بھی ہو لیکن واجبی کفن پر زیادتی لازم نہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ جن جن کا نفقہ حالت حیات مین جیسے لونڈی غلام جورو وہین واجب ہے اُنکو کفن دینا بھی واجب ہے اور ہر مُردے کا کفن اُسکے اصل متروکے سے نکالینگے اور دین اور وصیتون پر مقدم کرینگے اور اگر اُسکے لیے کفن نہوگا تو ننگا دفن کر دیا جائیگا اور مسلمانون پر کفن دینا واجب نہین بلکہ سنت ہے اور اسیطرح وہ ہے جو غسل میت کے لیے مثل کافور و سدر وغیرہ کے درکار ہے تیسرا مسئلہ جب مُردے کی کوئی چیز اُسکے بال اور جسم سے گر پڑے تو واجب ہے کہ اُسی کے ساتھ اُسکے کفن مین رکھدین چوتھا حکم مُردے کے دفن کرنے مین اور اُسکے کئی مقدمے ہین کہ وہ سب کے سب سنت ہین پہلا مقدمہ جنازے کے ساتھ چلنے والون کو جنازے کے پیچھے چلنا یا دو طرفون مین سے ایک طرف چلنا مستحب ہے دوسرا مقدمہ جنازے کی تربیع کرین اور شروع جنازے کے آگے سے کرین اور تربیع کی ابتدا جنازے کے آگے کی داہنی طرف سے ہوتی ہے پھر بائین طرف تک دورہ کرکے جاتے ہین اور تربیع سنت ہے اور سنت ہے کہ مؤمنون کو مؤمن کے مرنے کی اطلاع کرین اور جو شخص جنازہ دیکھے اُسے یہ کہنا سنت ہے الحمد للہ الذی لم یجعلنی من السواد المخترم یعنی ساری تعریفین ایسے خدا کے لیے ہین کہ جسنے مجھے مُردہ شخص سے نہین قرار دیا ہے اور جب قبر کے پاس تک جنازہ پہونچے تو سنت ہے کہ اُسے زمین پر رکھدین اور اگر مُردہ عورت ہو تو قبلہ رُخ اور اُٹھائین مُردے کو اور تین مرتبے مین قبر تک پہونچائین اور اُتارین اُسے قبر مین اگر مرد ہو تو پہلے سر کی طرف سے اور اگر عورت ہو تو چوڑان سے اور اُترے قبر مین وہ شخص کہ شانہ ہلائیگا ننگے پاؤن اور اپنے بند کھولے اور مکروہ ہے اقربا کو مُردے کا قبر مین اُتارنا مگر یہ کہ مُردہ عورت ہو اور سنت ہے کہ مُردے کے قبر مین اُتارنے کیوقت دعائے ماثورہ پڑھے دفن میت کئی واجب امر اور کئی امر سنت ہین واجب ہے کہ مُردے کو قدرت ہونے پر زمین مین گاڑین اور جو کہ کشتی پر سفر دریا مین مر جائے تو اُسے سنگین کرنا چاہیے یا کسی برتن مین مثل شورہ وغیرہ کے چھپانا چاہیے قدرت ہونے پر اور خشکی پر پہونچنا ممکن نہونے پر داہنی کروٹ لٹاکر چاہیے اور قبلہ رُخ دریا مین ڈالدینا چاہیے مگر یہ کہ عورت غیرمسلمہ کا مُردہ ہو اور اُسکے پیٹ مین مسلمان کا

بچہ ہو تو اس صورت مین اسکی قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے دریا مین ڈالدینگے تا کہ بچے کا منھ قبلہ کیطرف
رہے کیونکہ بچے کا منھ مان کے پیٹ مین اُسکی پُشت کی طرف ہوتا ہے دفن کے مسنونات
مرد کے لیے قبر قد آدم یا آدمی کے چنبر گردن تک یعنی ہنسلی تک کھودنا چاہیے مترجم جامع الرضوی
کہتے ہین کہ فقہانے کہا ہے کہ قبر کو ایک گز سے زیادہ گہرا کرنا مکروہ ہے اور چاہیے کہ قبر کے لیے ایک
لحد قبلہ رُخ بنائین اور اُسکے بعد کفن کو سر اور پیرون کی طرف سے کھولدین اور کچھ خاک پاک
اُسمین رکھدین اور تلقین کرین اور مغفرت کی دعا کرین پھر قبر مین کچی اینٹین چُن دین اور پائین
قبر سے اُترا ہوا شخص نکل آئے اور موجود لوگ مٹی پشت دست سے ڈالین اس حال سے کہ
انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون کہتے جائین یعنی ہم بیشک خدا کی طرف سے ہین اور بیشک ہم
اُسی کی طرف پھر جانے والے ہین اور چار اُنگل قبر کو اونچا کرین خواہ وہ چارون ملی ہوئی
ہون خواہ کشادہ ہون اور بعضے فقہانے بالشت بھر تک بلند کرنے کو کہا ہے اور قبر کو چوکھونٹا
بنائین اور قبر پہ پانی سر کیطرف سے چھڑکین اور تمام قبر کے گرد پھرائین پھر اگر پانی رہے تو
اُسے بیچون بیچ قبر پر ڈالدین اور قبر پر ہاتھ رکھین اور اُسکے لیے رحمت طلب کرین
اور ولی میت تلقین کرے آواز بلند سے لوگون کے پھر جانے کے بعد اور اولیاے میت کی
تعزیت سنت ہے خواہ دفن کے پہلے ہو خواہ بعد ہو اور یہی کافی ہے کہ صاحب تعزیت اُسے دیکھلے
اور قبر کا فرش لگا دینا مکروہ ہے مگر ضرورت کے وقت اور مکروہ ہے کہ قرابتی مٹی دین اور
گچکاری قبر کی مکروہ ہے اور تازہ کرنا پُرانی قبرون کا مکروہ ہے اور دو مُردون کا ایک قبر
مین رکھنا اور ایک شہر سے دوسرے شہر مین مُردے کا لیجانا مگر مشاہد مشرفہ کی طرف اور تکیہ
کرنا قبر پہ اور رستہ چلنا قبر پر مکروہ ہے پانچوان حکم لواحق مین ہے اور اسمین چار مسئلے ہین۔
پہلا مسئلہ حرام ہے قبر کا نبش یعنی کھولنا اور جائز نہین مُردے کا نکالنا دفن کے بعد مترجم
جامع الرضوی کہتے ہین کہ کھولنا قبر کا حرام ہے مگر کئی جگہ پہلی جسوقت کہ مُردہ خاک ہو جائے
تو جائز ہے کہ دوسرے مُردے کے دفن کے لیے قبر کو کھود دین اور اس امر کو قرینون سے
دریافت کر سکتے ہین اور حصول ظن کافی ہے دوسرے جسوقت غصبی زمین یا مشترک مین دفن
ہوا ور شریک راضی نہون تو باعث ہتک حرمت مُردہ ہو قبر کو کھولین گے تیسری جب تکفین

مُردے کی غصبی کفن مین ہوئی ہو اور مالک راضی نہو چوتھی جبکہ قبر مین کوئی چیز قیمتی عادت کے موافق گر پڑی ہو تو جائز ہے کہ قبر کو کھود کر اُسے نکال لین پانچوین کھودنا قبر کا اُسکے دیکھنے کے لیے جبوقت کہ ضروری ہو اُن امور کے واسطے سے کہ جو اُسکی موت پر مرتب ہون مثل زوجہ کے عدہ رکھنے کیلیے اور اُس مُردے کے ترکے کی تقسیم کے لیے اور اُسکے کفیل کی خلاصی کے لیے اور مثل اسکے جو ہون اور یہ اُس صورت مین ہے جبکہ یہ معلوم نہو کہ ایسا تغیر ہو گیا ہے کہ پہچانا نجائیگا چھٹی بعضے فقہا نے کہا ہے کہ بے غسل یا بے قبلہ رخ دفن ہو گیا تو اُسمین کھودنا جائز نہونا زیادہ صحیح ہے ساتوین جب چاہین کہ کسی مشہد متبرک کی طرف نقل کرین تو اسمین فقہا کے دو قول ہین اور جواز کے قول کو زیادہ قوت ہے مگر اس شرط سے کہ مُردے کا ایسا حال نہو کہ قبر کے کھودنے سے اُسکی ہتک ہو اور مثل اُسکے لازم آئے جیسا کہ محقق محشی نے خرابی ہوا وغیرہ کو کہا ہے اور کپڑے پھاڑنا کسی کے غم مین جائز نہین سوا باپ بھائی کے غم مین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ حکم مردون کے حق مین ہے اور عورتون کو جائز ہے کہ عزیزون کی مصیبت مین کپڑے پھاڑین اور لوامع مین جناب امام حسین علیہ السلام کی تعزیت مین کپڑے پھاڑنا اور مُنھ پر طمانچے مارنا جائز ہے جیسا کہ حدیثون مین وارد ہوا ہے دوسرے شہید کو اُسکے کپڑون مین دفن کرین اور پوستین اور دونون موزے نکال لینا چاہیے خواہ اُن تک خون پہونچا ہو خواہ نہ پہونچا ہو اور یہی اظہر ہے اور فرق اسمین نہین خواہ لوہے کے زخم سے مرا ہو خواہ بے لوہے کی ضرب سے تیسرے بچے اور بڈھے کا حکم شہید ہونے پر بالغ اور عاقل کا ہے چوتھے جب بچہ مان کے پیٹ مین مر جائے اور درست نہ نکلے تو اُسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نکال لین اور اگر مان مر گئی ہو اور بچہ پیٹ مین جیتا ہو تو پیٹ چیر کر بچے کو نکال لین اور موضع شگاف مین ٹانکے لگا دین سنتی غسل مشہور اٹھائیس غسل سنتی ہین سولہ غسل وقتون کے لیے ہین ایک اُنمین سے جمعہ کے دن کا غسل ہے اور اُسکا وقت طلوع صبح سے زوال آفتاب تک ہے اور جتنا زوال سے قریب واقع ہو اُتنا بہتر ہے اور جمعہ کے غسل مین تعجیل بھی جائز ہے یہانتک کہ جمعرات کو تقدیم کی نیت سے کر لے اور یہ تقدیم اُس شخص کے لیے ہے کہ جو جمعہ کو پانی نہ پانے کا ڈر رکھتا ہو اور ہفتہ کے دن جمعہ کے غسل کی قضا جائز ہے اور چھ غسل رمضان مبارک مین ہین ایک رمضان کی پہلی شب مین دوسرا پندرھوین

شب مین تیسرا سترھوین شب مین چوتھا اُنیسوین شب مین پانچوان اکیسوین شب مین چھٹا تیئیسوین شب مین اور ایک غسل شب عید کا اور دو غسل دونون عید دن کے اور غسل عرفے کے دن کا اور رجب کی پندرھوین کا غسل اور ستائیسوین کا غسل اور شعبان کی پندرھوین کا غسل اور عید غدیر کے دن کا غسل اور مباہلے کے دن کا غسل ہے اور سات غسل کامون کے لیے ہین ایک احرام باندھنے کا غسل ہے اور دوسرا زیارت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کا تیسرا ائمہ علیہم السلام کی زیارت کا چوتھا پورے گہن کے نماز کی بے پروائی کرنے کا غسل نماز کی قضا بجا لانیکے وقتین ہرا کا یہی اظہر ہے پانچوان توبہ کے لیے خواہ بدکاری سے توبہ ہو خواہ کفر سے چھٹا نماز حاجت کے لیے ساتوان استخارے کے لیے اور پانچ مکان کے لیے ہین ایک حرم کعبہ مین داخل ہونے کے لیے دوسرا کعبہ کی مسجد مین جانیکے لیے تیسرا کعبہ معظمہ مین جانے کے لیے چوتھا مدینۂ منورہ مین جانیکو پانچوان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی مسجد مین داخل ہونے کے لیے ہے چار مسئلے پہلا مسئلہ جو غسل کہ مکان کے لیے مستحب ہے تو اُسے اُسمین جانے سے پہلے بجا لانا چاہیے اور اسیطرح سے جو غسل جس کام کے لیے ہے اُسے اُس سے پہلے اور جو جو وقت کے لیے ہے اُسے اُس وقت کے آنے سے پہلے کرنا چاہیے دوسرا مسئلہ جب کئی سُنتی غسل جمع ہون تو ہر ایک کو الگ الگ بجا لانا چاہیے اور ایک غسل قربت کی نیت سے کافی نہین جبتک کہ اُس غسل کے سبب کا قصد نکریگا اور بعضے فقیہ کہتے ہین جب سُنتی غسلون کے ساتھ واجبی غسل جمع ہو جائے تو واجبی غسل کا بجا لانا سنتی غسلون سے کفایت کر دیتا ہے اور کافی نہونا اولی ہے تیسرا اور چوتھا مسئلہ بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ جو شخص مصلوب کے دیکھنے کا قصد کرے اور عمداً اُسپر تین دن گذرنے کے بعد جاے تو اُس جانے والے پر واجب ہے کہ غسل کرے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین خواہ وہ مصلوب شرعی ہو خواہ غیر شرعی ہو یہ غسل اُسکے احترام کے لیے نہین بلکہ عقوبت کے لیے ہے جیسا کہ من لا یحضرہ الفقیہ مین رئیس محدثین نے فرمایا ہے اور اردو مترجم کہتا ہے کہ مصلوب وہ ہے جو دار پر چڑھایا جاتا ہے اور اسیطرح مولود کے اولیاء کو مولود کا غسل دینا واجب ہے اور اظہر ان دونون غسلونمین استحباب ہے۔

رکن تیسرا خاکی طہارت مین اور اسمین کلام چار طرفون پر موقوف ہے پہلی طرف اُن چیزونین

کہ جنکے ہونے سے تیمم درست ہوتا ہے اور اُنکی کئی قسمین ہین پہلی قسم پانی کا نہونا ہے اور اس صورت مین پانی کی تلاش واجب ہے پس اگر زمین صاف اور برابر ہے تو چارون طرفون مین ہر ایک طرف دو تیر کے پرتاب بھر پانی کی تلاش مین جانا چاہیے اور اگر زمین ناہموار اور سنگلاخ ہے یا درختون سے بھری تو ہر ایک طرف ایک تیر کے پرتاب بھر جانا چاہیے اور اگر یہ نکرے اور نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو خاطی ٹھہریگا اور اُسکا تیمم اور نماز دونون اظہر پر صحیح ہین اور فرق نہین ہے اس امر مین کہ پانی ملتا ہی نہ ہو یا ملتا تو ہو مگر طہارت کی مقدار بھر نہو دوسری قسم کسی مانع کے سبب سے پانی تک نہ پہونچنا ہے بس جسکے پاس پانی کی قیمت نہو اُسکا حکم پانی نہ پانے والے کا حکم ہے اور یہی حکم اُس شخص کا ہے کہ جسے پانی قیمت سے مل سکتا ہے اور اُسکے پاس قیمت بھی ہو مگر اُسوقت مول لینا اُسے مضر ہے اور اگر مول لینا اُسوقت مضر نہو تو مول لے لینا اُسے لازم ہے گو وہ قیمت معمولی قیمت سے کئی گنی ہو اور اسی طرح پر کلام پانی نکالنے کے آلات ڈول رسی وغیرہ مین ہے تیسری قسم خوف ہے تیمم کے جائز ہونے مین کوئی فرق نہین ہے اسمین کہ چور کا ڈر ہو یا درندون کا خوف ہو یا مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہو اور اگر پانی کے استعمال مین سخت مرض کا یا جلد کے پھٹنے کا ڈر ہو تو اس صورت مین اُسے تیمم کرنا جائز ہے اور یہی حکم اُس شخص کا ہے کہ جسکے ساتھ پانی تو ہو مگر یہ ڈر ہو کہ اگر اُسے وضو مین خرچ کر ڈالیگا تو پیاسا رہیگا مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شرح قواعد مین تیمم کے جواز کے سببون کی تفصیل کی ہے اور اُن مین سے ظالم کے قید کر لینے کا حقدار کے حق مانگنے کا ڈر کہ جس کی ادا سے عاجز ہوا ہے یا اپنے ساتھی کی پیاس کا خوف اپنی یا اور کی ناموس کا خوف تھوڑے یا بہت مال کے تلف ہونے کا ڈر محترم جانور مثل گھوڑے وغیرہ کے پیاسے رہنے اور تلف ہونے کا ڈر ہے نہ ایسے جانور کہ مثل کتے اور سؤر کے ہون اور پیاس کا ڈر اس سے عام ہے کہ ضعف اور ناتوانی کا مستلزم ہو یا کسی مرض کا موجب یا زیادتی کا سبب ہو یا سفر مین چلنے سے باز رکھے اور جان کا ڈر یا کسی عضو کا خوف ہے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ پانی کے استعمال سے نماز کے وقت مین تنگی ہونے پر پانی موجود ہونے مین تیمم جائز ہے مگر یہ قول ضعیف کیا گیا ہے اور شیخ علی رح نے کہا ہے کہ اگر جلد پھٹنے کا ڈر فاحش نہو تو تیمم جائز نہین دوسری طرف

اُس چیز مین کہ جس سے تیمم کرسکین اور وہ ایسی چیز ہے کہ جسپر مٹی کا نام صادق آتا ہے اور تیمم کرنا
چونے کی مٹی سے جلانے سے پہلے اور گچ کی زمین سے اور قبر کی خاک اور تیمم کی ہوئی مٹی سے
جائز ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ خاک قبر سے مراد یہان وہ خاک ہے جو مُردے کے
بدن سے ملاصق ہے اور اُسپر نجاست کا حکم نہین ہوسکتا ہے کیونکہ تیمم کا جائز ہونا اور کسی مٹی سے
بیان کا محتاج نہین مقصود مصنف کا یہی ہے کہ مُردے کے بدن سے ملی ہوئی خاک پر احتمال
نجاست سے نجاست کا حکم نہین کرسکتے ہین مگر یہ کہ مردے کو غسل نہ دیا ہوا اور نجس ہو اور اگر مُردے
کا بدن مستحیل ہوکر خاک ہوجائے تو خاک کا حکم رکھتا ہے اور غصبی خاک سے تیمم صحیح نہین
اور نہ نجس خاک سے اور نہ کیچڑ سے مٹی موجود ہونے پر اور جب کسی معدنی چیز سے مٹی ملجائے
اگر خاک اُسے مستہلک کرکے اُسپر غالب آجائے تو اُس سے تیمم کرنا جائز ہے اور نہین تو نہین
اور شورہ زار زمین پر اور ریت پر تیمم جائز نہین اور اونچی زمین پر تیمم کرنا مستحب ہے اور اگر
خاک نہ مل سکے تو کپڑون کی اور زین کے نمدے کی اور گھوڑے کی یال کی گرد سے تیمم کرے
اور اگر یہ بھی نہو تو کیچڑ سے تیمم کرے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ کیچڑ سے تیمم کرنے کے طریق
مین علما نے اختلاف کیا ہے شیخین فرماتے ہین کہ دو ہاتھ اپنے کیچڑ مین چھوڑے پھر اپنے
دونون ہاتھون کو آپس مین ملے اور تیمم کرے اور بعضے کہتے ہین کہ دونون ہاتھ اپنے کیچڑ
مین چھوڑے اور صبر کرے کہ وہ کیچڑ ہاتھون پر سوکھ جائے اور اُس سے تیمم کرے اور کہا گیا
ہے کہ اگر کیچڑ نہو گی تو نماز ساقط ہوجائیگی اسلیے کہ نماز کی شرط طہارت ہے واذا فقد الشرط
فقد المشروط کذا فی المدارک یعنی اور جسوقت کہ نہین پائی جاتی ہے شرط تو نہین پایا جاتا ہے
مشروط ایسا ہی مدارک مین ہے ۔ تیسری طرف تیمم کی کیفیت کے بیان مین ۔ نماز کا وقت
داخل ہونے کے پہلے تیمم کرنا صحیح نہین اور اُسوقت مین صحیح ہے کہ جسوقت نماز کا وقت
تنگ ہو اور وقت کی گنجایش مین تیمم جائز ہے یا نہین اسمین تردد ہے اور احوط یہ ہے
کہ وسعت وقت کی صورت مین تیمم نہ کرے اور تیمم مین نیت اور فارغ ہونے تک ہمیشہ حکم
نیت مین رہنا واجب ہے اور ترتیب واجب ہے اسطرح پر کہ پہلے اپنے دونون ہاتھ زمین
پر مقارن نیت کے مارے پھر اُن دونون ہاتھون سے اپنی پیشانی کا مسح سر کے بال

اُگنے کی جگہ سے ناک کے کنارے تک کرے پھر داہنے ہاتھ کے ظاہر کا مسح بائین ہاتھ کے باطن سے پھر بائین ہاتھ کے ظاہر کا مسح داہنے ہاتھ کے باطن سے کرے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ سارے مُنھ کا اور دونون ہاتھون کا کُہنیون تک مسح کرے اور پہلا قول اظہر اور کافی ہے اور وضو کی بدل کے تیمم مین ایک ضربت مُنھ اور ہاتھون کے لیے ہے اور غسل کے بدل مین دو ضربتین ہین اور بعضے کہتے ہین کہ دونون تیممون مین دو دو ضربتین چاہیے اور بعضے کہتے ہین کہ دونون تیممو مین ایک ہی ضربت ہے اور اظہر پہلی تفصیل ہے اور اگر دونون ہتھیلیان کسی کی کٹی ہونگی تو اُن دونون کا مسح ساقط ہو جائیگا فقط پیشانی کے مسح پر اقتصار کریگا اور اگر تھوڑی کٹی ہونگی تو باقیون پر مسح کریگا مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ ہتھیلیان کٹے ہوے کو پیشانی کے مسح پر اکتفا کرنے کو شیخ علی رح نے کہا ہے اور یہ دو طریقون سے ہوسکتا ہے ایک تو یہ ہے کہ پیشانی خاک پر ملے دوسرا یہ کہ بند دست کو خاک مین بھر کر اُس سے پیشانی کا مسح کرے اور واجب ہے کہ مذکور مواضع کا پورا پورا مسح کرے پھر اگر کسی موضع مین سے کچھ کا مسح کرے اور کچھ کا نکرے تو تیمم باطل ہے اور مستحب ہے زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد دونون ہاتھون کو جھاڑے اور اگر تیمم کرے اور اُسکے بدن پر اعضاے تیمم کو چھوڑ کر کوئی نجاست ہو تو بھی اُسکا تیمم صحیح ہے جیسا کہ اگر پانی سے طہارت کرے اور اعضاے وضو چھوڑ کر کہین اُسکے بدن پر نجاست ہو لیکن تیمم مین وقت نماز کی تنگی معتبر ہے کہ اُس صورت مین بدن کے اجزا کی نجاست کے ساتھ تیمم جائز ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ بدن سے نجاست کا چھڑانا بھی اُسوقت معفو ہے اسلیے کہ تنگی وقت اس سے عبارت ہے کہ تیمم اور نماز بجا لانے بھر کے وقت سے بڑھکر نہو اور وسعت وقت کی صورت مین پہلے ازالۂ نجاست کا کریگا پھر تیمم کریگا اور اگر پہلے تیمم کریگا تو تنگ وقت مین نہ واقع ہوگا اور یہ مسئلہ وسعت وقت مین تیمم نہ جائز ہونے پر متفرع ہے جیسا کہ بعض فقیہون نے کہا ہے چوتھی طرف تیمم کے حکمون مین اور وہ دس حکم ہین پہلا حکم جو تیمم سے نماز پڑھیگا وہ اعادہ نہ کریگا خواہ حضر مین ہو خواہ سفر مین اور بعضے کہتے ہین کہ جو شخص اپنے کو عمداً جنب کرے پھر پانی کے استعمال مین جان سے ڈرے تو تیمم کریگا اور نماز پڑھیگا اور ازالۂ عذر پر اعادہ کریگا اور جسکا وضو مسجد جامع مین ٹوٹ جاے اور لوگون کے اژدحام کے مارے وہان سے باہر نہ آسکے نماز تیمم سے بجا لائیگا پھر باہر نکلنے پر اعادہ کریگا اور اسیطرح

وہ شخص ہے کہ جسکے بدن پر کوئی نجاست ہو اور پانی تھوڑا ہو کہ ازالۂ نجاست کرے تو اسی حالت مین نماز پڑھیگا اور اسکے بعد اعادہ کریگا اور اظہر انہین اعادہ نہ کرنا ہے دوسرا حکم مصلی پر واجب ہے کہ پانی کی جستجو کرے پھر اگر جستجو نکرے اور نماز تیمم سے پڑھلے پھر پانی اپنے ساز و سامان مین یا اپنے ساتھی کے سامان مین پانی پائیگا تو اعادہ نماز کا کریگا تیسرا حکم جو کہ پانی نپائے اور نہ وہ چیز کہ جس سے تیمم کر سکے قید اور نجس جگہ مین ہونے سے تو بعضے فقیہ کہتے ہین کہ بے وضو اور بے تیمم نماز پڑھ لیگا اور پھر اعادہ کریگا اور بعضے کہتے ہین کہ نماز مین تاخیر کریگا یہانتک کہ عذر برطرف ہو جائے پھر اگر نماز کا وقت جاتا رہیگا تو قضا کریگا اور یہان ایک اور مذہب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس صورت مین نماز اداءً اور قضاءً معاف ہے اور یہی اشبہ ہے چوتھا حکم نماز مین داخل ہونے سے پہلے پانی پا جائیگا تو تیمم جاتا رہیگا وضو کریگا اور نماز پڑھیگا اور اگر نماز پڑھ لینے کے بعد پانی پائیگا تو اعادہ واجب نہوگا اور اگر نماز کے درمیان مین پانی پائیگا بعضون نے کہا ہے کہ نماز سے پھر پڑیگا اور وضو کریگا اگر رکوع سے پہلے پائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ نماز کو پورا کریگا گو فقط تکبیر احرام کہہ چکا ہو گا اور نماز کو نہ توڑیگا اور یہی اظہر ہے پانچوان حکم جو پانی سے طہارت کرنیوالیکو مباح ہوتا ہے وہی تیمم کرنیوالیکو مباح ہوتا ہے چھٹا حکم جہان کہ مُردہ اور صاحب حدث اصغر اور جنب جمع ہون اور وہان پانی اتنا ہی ہو کہ انہین سے ایک کی طہارت کو کفایت کرتا ہو اس صورت مین اگر وہ پانی ان تینون مین سے ایک کی ملک ہو گا تو اُسی سے مخصوص رہیگا اور اگر تینون کی ملک ہو یا اسکا کوئی مالک ہی نہو یا مالک ہو کہ وہ تینون کو بخشتا ہو تو اِس صورت مین بہتر یہ ہے کہ وہ پانی جنب کو دین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مُردے کو دین اور انہین تردد ہے ساتوان حکم جب جنب تیمم غسل کے بدلے کرے اور حدث صادر ہو تو اعادہ تیمم کا کریگا خواہ وہ حدث اصغر ہو خواہ اکبر ہو آٹھوان حکم جب پانی کے استعمال کی قدرت بہم ہوتی ہے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور نماز کے وقت کے گذر جانے سے نہین ٹوٹتا ہے جبتک حدث صادر نہ ہو یا پانی بہم پہونچے نوان حکم جسکے بعضے عضوون مین مرض ہو کہ اس سے اُنکے دھونے پر قادر نہ ہو اور اُنکے مسح پر بھی قدرت نرکھتا ہو تو اُسے جائز ہے کہ تیمم کرے اور جائز نہین کہ بعضونکو دھوئے اور بعضون کو نہ دھوئے اور بے دھوئے عضو کے بدلے تیمم کرے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین یہ شافعی پر رد ہے کہ وہ یہ کہتے ہین کہ جسکے بعضے عضو صحیح اور بعضے بیمار ہون تو اُسے چاہیے کہ اچھون کو دھوئے اور

بیمارون کے بدلے مین تیمم کرے اور شیخ علی علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ اگر پورا پورا مغسول یا ممسوح بیمار ہو تو وضو اور غسل کے بدلے تیمم کرے اور اگر کچھ عضو مین سے مریض ہو تو واجب ہے کہ اُسکے اطراف کو دھووے کہ وہ بیمار نہون اور مرض کے مقام پر اگر جبیرہ ہو تو اُسپر مسح کرے اور پانی موجود ہونے پر نماز جنازہ کیلیے بقصد سُنّت نیت سے تیمم کرنا جائز ہے اور نماز جنازہ کے سوا کوئی اور نماز اس تیمم سے پڑھنا جائز نہین۔

چوتھا رکن نجاستون اور اُنکے حکمون کے بیان مین۔ قول نجاستون مین نجاستین دس ہین۔ **پہلی دوسری** پیشاب پاخانہ اُس جانور کا کہ جسکا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اس شرط سے کہ نفس سائلہ یعنی جہندہ خون رکھتا ہو خواہ اُس جانور کی جنس حرام ہو جیسے شیر بلی ہے خواہ اُسے حرمت عارض ہوئی ہو جیسے نجاست خوار مرغ گائے ہے اور خون جہندہ نہ رکھنے والے حرام گوشت جانور کے پیشاب اور فضلے مین تردد ہے اور بیٹ چرخانگی مرغ جو نجاست خوار نہو اسکی بیٹ مین تردد ہے اظہر طہارت ہے **تیسری** منی ہے اور وہ نجس ہے جس حیوان کی کہ ہو خواہ اُسکا گوشت کھایا جاتا ہو خواہ نکھایا جاتا ہو اور جہندہ خون نہ رکھنے والے جانور کی منی مین تردد ہے اور طہارت اشبہ ہے **چوتھی** مرا جانور اور مُردہ جانورون مین سے نجس نہین مگر جو خون جہندہ رکھتے ہین اور جو جانور مرنے سے نجس ہوجاتا ہے تو جو ٹکڑا اُس حیوان کے جسم سے کاٹ لین گے گو وہ جانور زندہ بھی ہو تو بھی یہ ٹکڑا نجس ہیگا اور ایسے مُرے ہین سے وہ چیزین پاک ہین کہ جنمین حیات کی سرایت نہین ہوتی جیسے بال اور ہڈیان ہین مگر یہ کہ وہ جانور نجس العین گتے سُوَر کا فر کی طرح ہو تو اُسکے بال اور ہڈیان بھی اظہر پر نجس ہین اور غسل واجب ہے اُس شخص پر جو آدمی کے مُردے کے کسی عضو سے تینون غسلون کے پہلے اور موت سے سرد ہونے کے بعد اپنے کسی عضو کو چھوائے اور یہی حکم ہے اُس عضو کے ٹکڑے کا جو آدمی کے بدن سے کاٹ لیا جائے گو حالت حیات مین کاٹا ہو اس شرط سے کہ اُس ٹکڑے مین ہڈی ہو اور واجب ہے ہاتھ دھونا اُس شخص پر جو آدمی کے کسی کٹے ٹکڑے کو مس کرے کہ جسمین ہڈی نہو یا مس کرے غیر آدمی کے سوا اس مُردہ جانور کو کہ جہندہ خون رکھتا ہو اور **پانچوین** نجاست خون اُس ذی روح کا ہے کہ جسکے لیے جہندہ خون ہے اور جس جانور کا خون بوند بوند نکلے جیسے مچھلی چھپکلی وغیرہ ہے تو اُسکا خون نجس نہین **چھٹی ساتوین** کتا اور سُوَر ہے اور یہ دونون نجس العین ہین اور انکا لعاب دہن بھی نجس ہے اگر کتا کسی مادہ جانور سے جفتی کھائے اور اُس سے بچہ پیدا ہو

تو اُس بچے کو دیکھنا چاہیے کہ کونسا نام اُسپر صادق آتا ہے پھر جس کا نام اُسپر صادق ہوگا اُسیکا حکم رکھیگا اور کتے اور سور کے سوا جانورون مین سے کوئی نجس عین نہین اور لومڑی اور خرگوش اور چھپکلی مین تردد ہے اور اظہر طہارت ہے آٹھوین نجاست نشہ والی چیز اصل مین بہتی ہوئی چیز جیسے انگور اور خرمے وغیرہ کی شراب ہے اسکی تنجیس مین بعضے علما نے خلاف کیا ہے اظہر نجاست ہے اور مسکر یعنی نشہ والی چیز کے حکم مین انگور کا شیرہ ہے جسوقت کہ جوش کھائے یعنی اُس کے اجزا نیچے کے اوپر آجائین اور گاڑھا پڑجائے غلیان کے سبب سے گو نشہ نہ کرے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شہید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بمجرد غلیان غلظت اُسمین آجاتی ہے گو محسوس نہو اور صاحب شرائع نے اپنی بعضی کتابون مین کہا ہے کہ شیرۂ انگور فقط غلیان سے حرام ہوجاتا ہے اور نجس نہین ہوتا ہے جبتک غلظت نہین پیدا کرتا ہے اور فقط غلیان پر بھی احوط اجتناب ہے اور غلیان عام ہے کہ دھوپ سے ہو یا آگ سے ہو یا آپ سے آپ جوش آجائے نوین نجاست فقاع ہے اور اسکی علما نے تفسیر جو کی شراب سے کی ہے کہ اُسے جو کے پانی سے بناتے ہین دسوین نجاست کافر ہے اور کافر وہ شخص ہے جو مسلمانی سے خارج ہے یا وہ ہے کہ ملت اسلام مین ہو اور کسی کا ضروریات اسلام مین سے منکر ہو جائے مثل خارجیون کے اور غالیون کے اور پسینے مین اُس شخص کے جو حرام سے جنب ہوا ہے اور نجاست خوار اونٹ کے پسینے اور مسخ جانورون کے پسینون مین خلاف ہے اور اظہر طہارت ہے اور ان دس چیزون کے سوا کوئی اور چیز ذات سے نجس نہین لیکن نجاست عارض ہو اور نجاست کی ملاقات سے نجس ہوجائے اور خچرون اور گدھون اور چوپایون کے پیشابون کا استعمال مکروہ ہے قول نجاستون کے حکمون مین نجاستون کا ازالہ کپڑون سے اور بدن سے نماز اور طواف اور مسجد مین جانے کیلیے اور ازالہ برتنون سے استعمال کے لیے واجب ہے اور کپڑون سے اور بدن سے زخمون اور پھوڑون کے خونون کا ازالہ معاف ہے جبتک نہ رکین گو بہت ہون اور درہم بغلی کے برابر وسعت مین خون نجس کا بھی ازالہ معاف ہے سوا حیض اور استحاضہ اور نفاس کے کہ اُنکا ازالہ معاف نہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ نجس العین کا خون اور میتہ کا خون بھی معاف نہین گو درہم بغلی سے کم ہو شیخ علی علیہ الرحمہ کے قول پر اور جو نجس خون درہم بغلی سے زیادہ ہو گا اُسے دور کرینگے

اگر مجتمع ہوگا اور اگر متفرق ہوگا تو اُسمین تین مذہب ہین بعضے کہتے ہین کہ معاف ہے او بعضے کہتے ہین کہ ازالہ واجب ہے اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ اگر بقدر غایت ہو تو ازالہ واجب ہے اور اگر کم ہو تو معاف ہے اور پہلا قول اظہر ہے اور جائز ہے نماز پڑھنا اُن چیزون مین کہ جو دونون شرمگاہون کے ساتھ نہ ہو ہر چند وہ نجس بھی ہون جیسے ازاربند اور جرّاب اور موزہ اور ٹوپی ہے کہ اُنکی نجاست معفو ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ غیر ساتر چیزون کے نجاست کہ جیسے ازاربند وغیرہ اُس صورت مین معاف ہے کہ یہ چیزین اپنے مقام پر ہون جیسے ازاربند ازار مین ٹوپی سر پر موزہ پاؤن مین ہو اور اگر یون نہون تو معاف نہین اور بعضے مطلق معاف جانتے ہین اور اب قلیل سے نجاستون کے کپڑون سے دھونے مین نچوڑنا واجب ہے مگر یہ کہ نجاست دودھ پیتے بچے کے پیشاب کی ہو کہ ابھی اناج نہ کھاتا ہو اور دون رضاعت کے پورے نہوئے ہون کہ وہ دو برس ہین کہ اس نجاست مین نچوڑنا واجب نہین پانی ڈالنے سے طہارت ہو جائیگی اور جب نجاست کی جگہ معلوم ہو تو اُسے دھونا واجب ہے اور اگر جگہ نامعلوم ہو تو سارے مشتبہ مقامون کا دھونا واجب ہے اور کپڑے اور بدن کو پیشاب کی نجاست کے لیے دو بار دھونا چاہیے اور اگر کتا اور سُوَر اور کافر تر کپڑے سے چھو جائے تو ملاقات کے مقام کو دھونا واجب ہے اور اگر خشک ہو تو سنت ہے کہ اُسپر پانی چھڑک دے اور اگر آدمی کے تر بدن سے لگجائے تو دھو ڈالے اور اگر بدن خشک سے ملے تو بعضے کہتے ہین کہ موضع ملاقات کو مٹی سے مسح یعنی رگڑے اور یہ ثابت نہین اور جب نماز پڑھنے والا نجاست کا ازالہ کپڑون سے یا بدن سے ترک کریگا نماز کا اعادہ وقت رہنے پر ادا سے اور وقت گزرنے پر قضا کریگا اور اگر نجس نجانتا تھا اور نماز کے بعد نجاست معلوم ہوئی تو اُسپر اعادہ یعنی پھر سے نماز پڑھنا واجب نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر وقت باقی ہے تو اعادہ کریگا اور گذر گیا ہے تو قضا نکریگا اور اول اظہر ہے اور اگر نجاست کو کپڑون مین یا بدن مین اثنائے نماز مین دیکھے پس اگر اُسکا اُتار ڈالنا اور ستر ہو، تو نکالے اُسکے ممکن ہو تو یہی واجب ہے اور نماز پوری کرے اور اگر یہ ممکن نہو بے ایسے فعل کے کہ نماز کے منافی ہے یعنی فعل کثیر ہے تو نماز نئے سر سے پڑھیگا اور جو عورت کہ بچے کی پالنے والی ہو اور ایک کپڑے کے سوا نہین رکھتی ہے تو آٹھ پہر مین اُس کپڑے کو ایک مرتبہ دھو کر پاک کریگی اور اگر اخیر دن دھوئے اور ظہر مین اور مغرب مین سو لباس پاک سے پڑھے تو بہتر ہے اور اگر دو کپڑے رکھتی ہے کہ ایک پاک اور دوسرا نجس ہے اور

معلوم نہ رہے پاک اور ناپاک تو انمین بھی یہی حکم ہے اگر یہ کہ وقت تنگ ہو کہ اتنی نمازین اسوقت
مین عمل مین نہ آئین تو اس صورت مین اگر اکیلی ہو ننگی نماز پڑھے اور نہین تو ایک کپڑے مین ان
دو مین سے نماز بجا لائے پھر جب کپڑا یقینی طہارت کا پائے تو اُس نماز کا اعادہ کرے اور بعضون نے
کہا ہے کہ اعادہ درکار نہین اور یہی اشبہ ہے اور جب آفتاب سوکھا دیگا پیشاب کو اور اُسکی مثال کو
کہ جرم دار نہو نجاست مین سے قسم زمین سے اور بوریے سے اور چھپر سے تو موضع نجاست پاک ہوجائیگا
اور اسی حکم مین ہے جو کہ غیر منقول ہے مثل گھانس کے کہ زمین سے اُگی ہو جبتک کہ اُسے نہ کاٹین
اور بنائین یعنی مکان کی دیوارین ہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے شرح قواعد
مین فرمایا ہے کہ بعضے فقہا قائل ہوئے ہین کہ آفتاب کا پاک کرنا بوریے اور حصیر اور زمین پر منحصر
ہے نہ اُور پر اور انہین پر نماز مین سجود کا جواز افادہ کرتا ہے نہ نجاست سے طہارت کہ اگر رطوبت
کے ساتھ اُنسے ملاقات کریگا تو نجس ہو جائیگا لیکن نص کا عموم طہارت ہونے کا اور انحصار نہونے کا
ان تینون مین تصریح کرتا ہے اور کوئی شک نہین اسمین کہ اگر مین نجاست مثل پیشاب کی تری
سے کچھ باقی رہ تو وہ تابش آفتاب سے پاک نہین ہوتا ہے اور جب آفتاب سکھا دیتا ہے تر مقام کے
ظاہر و باطن کو مذکورہ چیزون مین سے تو وہ تمام مقام پاک ہو جاتا ہے اور آگ بھی جبکا استحالہ کرتی
ہے یعنی اُسکے نام کو بدل دیتی ہے اور راکھ اور دھوان کر دیتی ہے تو اُسے پاک کر دیتی ہے
اور خاک بھی موزے کے باطن اور تلوے اور جوتے کے تلے کو نجاست سے پاک کرتی ہے مترجم
جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ پتھر اور ریت اور زمین شورہ زار اور جو
کچھ کہ جسپر زمین کے نام کا اطلاق کر سکین وہ ان مذکورہ اشیا کے مطہر ہین اور سوکھنا انکا اور زوال
عین نجاست بھی تطہیر کی شرط ہے اور زمین پر چلنا وغیرہ اظہر یہ شرط نہین اور مینھ کا پانی برسنے
کے حال مین اور پرنالہ وغیرہ کے بہنے کے حال مین نجس نہین ہوتا اگرچہ نجاست وغیرہ اُسے
متغیر کر دے یعنی رنگ بو مزے مین سے کوئی نجاست سے بدل جائے اور غسالہ نجاست یعنی
نجاست کا دھوون نجس ہے خواہ پہلا دھوون ہو خواہ دوسرا خواہ نجاست کا رنگ لیے ہو
خواہ مغسول پر عین نجاست باقی ہو خواہ پاک ہو گیا ہو اور اظہر یہی حکم نجس پر تینون مین ہے
اور غسالہ وہ پانی ہے جو دھونے مین نجاست سے جدا ہوتا ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر ایکدل

پانی نجاست زمین پر ڈالین تو زمین کو پاک کر دیتا ہے اور پانی خود اپنی طہارت پر باقی رہتا ہے
او صحیح یہ ہو کہ اگر ڈول ایک گز بھر کا ہوگا تو پاک کر دیگا اور نہین تو نہین **قول** برتنون مین۔ سونے
چاندی کے برتنون مین کھانا پینا جائز نہین اور کھانے پینے کے سوا مین بھی چاندی سونے کے
برتنون کا استعمال حرام ہے اور نقرہ کوب اور طلا کوب یعنی بدری روپہلی اور سنہری برتنون کا
استعمال مکروہ ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر نقرہ کوب کا استعمال کرین تو واجب ہے کہ
چاندی کے مقام سے پرہیز کرین اور انسے غیر استعمال کے لیے برتن بنانے مین تردد ہے اور ظاہر
منع ہے اور چاندی سونے کے برتنون کے سوا کانی چیزون کے برتنون کا استعمال حرام نہین
گو اُن کانی چیزون کی قیمت چاندی سونے کی قیمت سے کئی گنی ہو مثل جواہرات کے اور مشرکون
کے برتن پاک ہین یہانتک کہ خواہ احساس سے خواہ قرائن کی مقرون یقین کی فائدہ دینے والی
تجربے نجاست معلوم ہو جائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے کہا ہے
کہ مشرکون کے برتن خواہ مستعمل ہون خواہ غیر مستعمل ہون پاک ہین جبتک اُنکی نجاست کا
یقینی علم نہو جائے اور برتنون کے حکم مین وہ چیز ہے جو اُنکے ہاتھ مین پوست اور گوشت کے سوا ہو
یہانتک کہ جتنی چیزین جبتک کہ یہ معلوم نہو کہ اُنھون نے اِن چیزون سے تری کے ساتھ مباشرت
یعنی ملاقات کی ہے اور علامہ نے تذکرۃ الفقہاء مین جتنی چیزون مین توقف کیا ہے اور انکی
طہارت کا سبب یہ ہے کہ جو کچھ نجس العین کے سوا ہے واجب ہے کہ اُسکی طہارت کا حکم کرین
اسلیے کہ اشیا مین اصل طہارت ہے اور نصوص کی عموم بھی اسی پر دلالت کرتے ہین جبتک کہ کسی
عینی نجاست کی ملاقات کا یقین کسی یقین کے مفید طریق سے حاصل نہو اور ظن اس بات مین
مفید نہین اسلیے کہ ظن شرع مین معتبر نہین جبتک کہ کسی شرعی حجت سے مستند نہو اور ظن کی پیروی
کی مناہی قرآن مجید مین عام ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہین ما ابالی ابول
اصابنی ام ماء یعنی مین پروا نہین کرتا ہون آیا پیشاب مجھپر پڑا ہے یا پانی جسوقت کہ مین علم
نہ رکھتا ہون اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ کل شئی طاہر حتی تعلم انہ قذر
یعنی ہر چیز پاک ہے یہانتک کہ معلوم ہو جائے کہ وہ نجس ہے اور وہی حضرت فرماتے ہین کہ
جب کوئی محتلم ہو یعنی اُسے نہانے کی حاجت ہو اور منی اُسکے کپڑے پر پہونچے پس وضو ڈالے

اُس چیز کو کہ جسپر وہ منی پہونچی ہے اور اگر گمان کرے کہ اُسپر پہونچی ہے اور یقین نہ رکھتا ہو تو اُسپر
پانی چھڑک دے اور عبد اللہ بن سنان نے بھی انھیں حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ مین نے
حضرت سے پوچھا کہ مین کپڑے مانگے دیتا ہون ذمی کو اور مین جانتا ہون کہ وہ شراب پیتا ہے
اور سور کا گوشت کھاتا ہے اور وہ کپڑے میرے مجھے پھیر دیتا ہے اُسے مین دھولون پھر نماز
بجا لاؤن مین حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا اُسمین تو نماز پڑھ اور نہ دھو اُسے اِس سبب
سے کہ تو نے اُسے مانگے دیئے تھے جب وہ پاک تھے اور نجاست کا یقین تو نہ رکھتا تھا بس کوئی
باک نہین ہے اگر اُسمین تو نماز پڑھے جبتک کہ یقین نجاست کا تجھے نہو جائے اور حدیث مین
معویہ ابن عمار رضؒ سے وارد ہوا ہے کہ کہا اُسنے کہ سوال کیا مین نے حضرت صادق علیہ السلام
سے ساتر کپڑون کا کہ مجوس بناتے ہین اور وہ نجس ہین اور شراب پیتے ہین اور اُنکی عورتین
بھی اسی حال مین رہتی ہین مین اُنھین نہ دھوؤن اور نماز پڑھون آن حضرت نے فرمایا
کہ ہان راوی کہتا ہے کہ مین نے ایک کپڑا اُسمین سے قطع کیا اور ایک پیراہن بنایا مین نے
اور ایک چادر مین نے بنائی اور اُسے جمعہ کے دن چاشت کے وقت حضرت کی خدمت
مین مین نے بھیجا بس گویا حضرت میرا مطلب جانتے تھے بس برآمد ہوئے اور اُس لباس کو
نماز جمعہ مین پہنا اور حدیث صحیح مین مروی ہے کہ مجوسی کے کپڑون مین نماز پڑھنے کو لوگون
نے پوچھا حضرت نے فرمایا پانی اُسپر چھڑک لین اور امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ
اُن حضرت سے دارزی اور دھوبی کے امر مین پوچھا کہ یہودی یا نصرانی ہو اور آپ جانتے ہین کہ یہ قوم
موتی ہے اور اپنے کو پاک نہین کرتی ہے تو آپ اِنکے کام مین کیا فرماتے ہین بس حضرت نے فرمایا کہ
کوئی باک نہیں ہے اور کسی پوست کا استعمال جائز نہین مگر اُس جانور کا پوست کہ زندگی کے وقت مین
پاک اور مذبوح ہو اور غیر ماکول طاہر جانور کے پوست کا سے پرہیز کرنا سنت ہے یہانتک کہ ذبح کے
بعد دباغت کرلین اور شراب کے برتنون مین سے دھونے کے بعد اُس برتن کا استعمال کر سکتے
ہین کہ جسپر قیر ملا ہو یا روغن پھرا ہو اور مکروہ ہے شراب کے چوبی برتن اور اُسکی تونبی اور اُسکے سفال
کا استعمال کہ جسپر روغن نہ پھرا ہو اور کتے کے چاٹنے سے تین مرتبہ برتن کو دھونا چاہیے صحیح قول پر پہلی مرتبہ
خاک سے اور سور اور جنگلی چوہے کے چاٹنے سے پانی سے تین بار دھونا چاہیے اور سات مرتبہ بہتر ہے

اوران نجاستون کے سوا مین ایکمرتبہ دھونا چاہیے اور تین مرتبہ احوط ہے

کتاب الصّلواۃ

یہ کتاب نماز کے بیان مین ہے اور نماز کا جاننا چار رکنون کے بیان کو مقتضی ہے۔

پہلا رکن نماز کے مقدمون مین اور وہ سات ہین پہلا مقدمہ نمازون کی گنتی مین ہے اور وہ واجبی نمازین نو ہین رات دن کے پانچ وقتون کی نماز۔ نماز جمعہ۔ نماز عیدین۔ نماز کسوف۔ نماز زلزلہ۔ نماز آیات۔ نماز طواف کعبہ۔ نماز میت۔ عہد و نذر و قسم سے واجب نماز۔ اور ساری نمازین نمازونکی قسمون مین سے ان نو نمازونکے سوا سنت ہین اور راتدن کی نمازین پانچ ہین اور وہ حضر مین سترہ رکعتین ہین نماز صبح کی دو رکعتین اور شام کی تین رکعتین اور باقی ہر ایک کی چار چار رکعتین ہین اور ہر ایک چو رکعتی نماز مین سے سفر مین دو دو رکعتین ساقط ہو جاتی ہین اور یومیہ نوافل کی حضر مین اظہر یہ چونتیس رکعتین ہین آٹھ ظہر سے پہلے اور آٹھ عصر سے پہلے اور شام یعنی مغرب کے بعد چار رکعتین اور عشا کے بعد دو رکعتین بیٹھکر کہ ایک رکعت گنی جاتی ہین اور گیارہ رکعتین نماز شب کی شفع کی دو رکعتون کے اور وتر کی ایک رکعت کے ساتھ اور نماز صبح کے لیے دو رکعتین ہین اور سفر مین ظہر اور عصر کا نافلہ اور دیرکہ وہ دو رکعتین بعد عشا کے بیٹھکر ہین اظہر پر ساقط ہو جاتی ہین اور نوافل سارے دو رکعتی ایک تشہد اور سلام سے ہین مگر نماز وتر کہ ایک رکعت کی ہے اور نماز اعرابی کی دس رکعتین صبح اور ظہرین کی نمازون کی طرح پر رکعتون کی گنتی مین اور ترتیب مین ہین اور باقی نمازین تفصیل سے انکے مقامون مین انشاء اللہ تعالیٰ بیان کیجاینگی دوسرا مقدمہ نماز کے وقتون مین اور انکی مقدارون مین اور حکمون مین پہلے درمیان زوال آفتاب کے غروب تک ظہر اور عصر کی نمازون کے وقت ہین اور اول وقت زوال سے طہارت اور ظہر کی چار رکعتین بجا لانے بھر کا ظہر کی نماز کا مخصوص وقت ہے اور آخر وقت عصر کی چار رکعتین پڑھنے بھر کا عصر کا مختص وقت ہے اور درمیان اول وقت ظہر سے آخر وقت عصر دونون نمازون کا مشترک وقت ہے اور اسیطرح پر جسوقت آفتاب غروب کرتا ہے مغرب کی نماز کا وقت داخل ہوتا ہے اور اول وقت مذکور سے طہارت اور تین رکعتین مغرب کی بجا لانے بھر کا وقت مغرب سے مخصوص ہے پھر اُسوقت سے آدھی رات تک مغرب اور عشا کی نمازون مین وقت مشترک رہتا ہے اور آخر وقت مین سے عشا کا فریضہ بجا لانے بھر کا وقت عشا سے مختص ہے۔

مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ دو نماز مین وقت اشتراک کا فائدہ یہ ہے کہ مثلاً اگر عصر کی نماز کو ظہر سے پہلے کوئی بھولکر پڑھلے تو اسصورتین اگر مشترک وقت مین پڑھی ہو گی تو نماز صحیح ہو جائیگی اور اعادہ نکرنا پڑیگا اور اگر ظہر کے مخصوص وقت مین عصر کو پڑھ لیا ہو تو اعادہ کرنا ضرور پڑیگا - اور دوسرا صبح کے طلوع سے کہ وہ وقت آسمان کے کنارون مین سپیدہ کے پھیلنے کا ہے آفتاب کے نکلنے تک صبح کی نماز کا وقت ہے اور زوال آفتاب کا اسطرح معلوم ہوتا ہے کہ انتہا سے گھٹ جانے کے بعد سایہ زیادہ ہوتا ہے یا قبلہ رخ کھڑے ہونے پر آفتاب کے داہنی ابرو کی طرف میل کرنے سے دریافت ہوتا ہے اور یہ امر صاحب شرائع کے ملکون مین ہے کہ انکا قبلہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے اور آفتاب کا غروب قرص کے چھپ جانے سے معلوم ہوتا ہے اور بعضون نے کہا ہے شرقیہ سرخی کے دور ہو جانے سے دریافت ہو جاتا ہے اور یہی اظہر ہے اور بعضے علما کہتے ہین کہ آفتاب کے زوال کے درمیان سے چیز سے اسکے سایہ کے برابر ہونے تک ظہر کا وقت ہے اور ظہر کے امکان فراغ سے سایہ کے دو برابر ہونے تک عصر کا وقت ہے اور برابری پہلے سایہ کے ساتھ ہے کہ نہایت انتقاص کے وقت مین باقی رہا تھا اور بعضے کہتے ہین کہ شخص کے قامت کے ساتھ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ سایہ کے چار قدم بڑھنے کے وقت تک ظہر کا وقت ہے اور آٹھ قدم تک عصر کا وقت ہے اور ایک قدم کی مقدار شخص کے قامت کا ساتوان حصہ ہے یہ وقت مختار کے لیے ہے اور باقی جو کچھ کہ زیادہ اس سے بیان ہوا ہے کہ وہ آفتاب کے غروب تک ہوتا ہے مضطر کا وقت ہے کہ کوئی عذر رکھتا ہو مثل مرض وغیرہ کے اور اسیطرح غروب آفتاب سے مغرب کی سرخی برطرف ہونے تک مغرب کی نماز کا وقت ہے اور غربیہ سرخی برطرف ہونے سے ثلث شب تک عشا کا وقت ہے اور یہ وقت مختار کے لیے ہے اور اس سے زیادہ آدھی رات تک مضطر کا وقت ہے اور بعضون نے صبح کے طلوع تک بھی کہا ہے اور دوسری صبح کے طلوع سے شرقی سرخی کے نکلنے تک صبح کی نماز کا وقت ہے اور یہ وقت مختار کے لیے ہے اور اس سے زیادہ آفتاب کے نکلنے تک مضطر کے لیے ہے اور مصنف شرائع فرماتے ہین کہ میرے نزدیک یہ وقت فضیلت کے ہین نوافل نماز یومیہ کے اوقات - ظہر کی نوافل کا وقت زوال سے سایہ کے گھٹ کر دو قدم بڑھنے تک ہے اور عصر کے لیے چار قدم ہین اور بعضون نے

کہا ہے کہ وہاں تک ہے کہ جہاں تک وقت اختیار مذکور باقی رہے اور بعضے کہتے ہیں کہ نافلہ کا وقت فریضہ کے وقت کے ساتھ ہی ممتد ہوتا ہے اور اول قول زیادہ مشہور ہے اور اگر نافلے کا وقت نکلجائے اور حال یہ ہو کہ نافلہ شروع کرچکا ہو گو ایک ہی رکعت پڑھے تو نافلہ سے فریضہ مزاحم ہوگا یعنی نافلہ تخفیف سے حمد کے ساتھ بے سورے کے تمام کرے پھر فریضہ شروع کرے اور اگر نافلے کا وقت گزر جائے اور ہنوز نافلہ میں کچھ ادا نہ کیا ہو اس صورت میں فریضہ میں شروع کریگا اور جمعہ کے دن کے سوا ظہر کے نافلے کی تقدیم زوال آفتاب پر جائز نہیں اور جمعہ کے دن کے نافلہ میں چار رکعتیں زیادہ کرے دو رکعتیں زوال کے لیے کہ زوال کے بعد بجالائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن کے نوافل میں دو رکعتیں زوال کے وقت میں ہیں اور چھہ رکعتیں آفتاب کے نور پھیلنے کے وقت اور چھ رکعتیں نصف النہار کے وقت اور انہیں جمعہ کے دن کے نوافل کی نیت چاہیے اور ظاہر یہ ہے کہ زیادتیاں جمعہ کی ادا سے مخصوص نہیں بلکہ اگر جمعہ کے دن ظہر بھی پڑھیں تو بھی ان نوافل کو بجالائیں شیخ علی علیہ الرحمہ کے قول پر۔ بس جمعہ کے دن نوافل کی رکعتیں بیس ہوئیں اور غیر جمعہ میں سولہ رکعتیں ہیں کہ جسمیں چار جمعہ کو بڑھائی جاتی ہیں اور مغرب کے نافلہ کا وقت نماز مغرب کے بعد سے غربی سرخی کے زوال تک ہے پھر اگر غربی سرخی کے زوال کا وقت پہونچ جائے اور نافلے کو تمام نہ کیا ہو عشا کے فریضہ کو شروع کریگا اور دو رکعتیں بیٹھکر عشا کے بعد ہیں اور انکا وقت عشا کے فریضہ کے وقت تک ممتد ہوتا ہے اور سزاوار ہے کہ عشا کی نافلے کو اپنے نوافل کا خاتمہ قرار دے اور نماز شب کا وقت آدھی رات کے بعد سے ہے اور جسقدر صبح سے زیادہ نزدیک ہو اسیقدر بہتر ہے اور آدھی رات پر نماز شب کی تقدیم جائز نہیں مگر اُس مسافر کے لیے کہ جسے اُسکے بجالانے کو اُسکا اہتمام حال مانع ہو یا وہ جوان کہ جسے اُسکے دماغ کی رطوبت اور نیند کی شدت مانع ہو اور نماز شب کی قضا دوسرے دن اُسکے وقت سے پہلے ادا کرنے سے بہتر ہے اور نماز شب کا اخیر وقت دوسری صبح کا طلوع ہے پھر اگر فجر طلوع کرے اور ہنوز چار رکعتیں نافلۂ شب کی نہیں پڑھی ہیں تو فریضہ سے پہلے دو رکعتیں نافلۂ شب کی شروع کردے یہانتک کہ شرقی سرخی نکل آئے کہ وہ وقت صبح کی نافلہ کا اخیر وقت ہے پھر نماز صبح میں مشغول ہو اور اگر فجر کے طلوع سے پہلے چار رکعتیں نافلۂ شب کی

پڑھ چکا ہے تو نافلہ شب کو تنہا حمد سے تمام کریگا گو صبح طالع ہوگئی ہو اور نافلہ صبح کی دو رکعتون کا وقت صبح کاذب کے طلوع کے بعد ہے اور جائز ہے کہ صبح کاذب کے پیشتر پڑھ لے اور اس صورت مین اگر صبح کاذب کے طلوع کے بعد اعادہ کرے تو بہتر ہے اور ممتد رہتا ہے وقت صبح کے نافلہ اور فریضے کا حمرۂ شرقیہ کے طلوع تک اور حمرۂ شرقیہ کے طلوع کے بعد اداے فریضہ صبح مین اشتغال نافلہ صبح کے اشتغال سے بہتر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صبح کاذب مستطیل یعنی لنبی سفیدی ہے کہ اخیر شب مین مشرق کی طرف سے طلوع کرتی ہے اور اُسے ذنب السرحان یعنی بھیڑیے کی دُم سے تشبیہ دیتے ہین اور وہ جاتی رہتی ہے اور اُسکے بعد رات کی تاریکی عود کر آتی ہے اور صبح صادق عریض یعنی چوڑی سفیدی ہے کہ رات کے تمام ہونے کے بعد طلوع کرتی ہے اور فریضۂ صبح کا وقت صبح صادق کے ظہور کا وقت ہے نہ صبح کاذب کہ جو رات مین داخل ہے اور بعضی حدیثون مین وارد ہوا ہے کہ جب مرغ بولے اور ہر طرف سے آوازین کان مین پہونچین تو صبح کی نماز کا وقت ہوتا ہے اور فقیہون نے اسپر عمل نہین کیا ہے اور نہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے اس احتمال سے کہ یہ حدیث بعض شہرون کے مرغون سے مخصوص ہے اور عام نہین ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے شرح قواعد مین فرمایا ہے کہ وقت کے علم اور تحصیل ممکن نہونے کے وقت مین بھی اور وقت داخل ہونے کے ظن پیدا اعتماد جائز ہونے کے وقت مین مرغون کی آواز اور اُسکے مثل قرآن پڑھنے کی اور علم و فن کے سکھانے کی آوازون پر عمل کرسکتے ہین کہ صبح کے تارے کا نکلنا شرع مین مناط اعتبار نہین ہے اسلیے کہ ستارے گو ثوابت بھی ہون اُنکے مطلعے مختلف ہوا کرتے ہین اور یومیہ قضا نمازونکا بجالانا ہر وقت جائز ہے جبتک کہ موجود نماز کا وقت تنگ نہوجاے اور اسیطرح پہ باقی مفروض نمازون کو جسوقت چاہے پڑھ سکتا ہے اور نوافل کو بھی ہر وقت پڑھ سکتا ہے جبتک فریضے کا وقت نہوجائے اور فریضے کے وقت کے داخل ہونے پر نافلہ مین مشغول ہونا مکروہ ہے اور یہی حکم نوافل کی قضا کا بھی ہے۔ احکام نماز اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جسوقت کسی کو کوئی عذر نماز کے مانع عذرون مین سے عارض ہو جیسے دیوانگی اور خون حیض ہے پھر اگر طہارت اور نماز بجالانے بھر کا وقت گزر چکا ہو اور اُسکے بعد وہ عذر پیدا ہوا ہو تو یہ نماز اُسکے ذمے ہے اور زوال عذر کے بعد اس نماز کا بجالانا اُسپر واجب ہے اور اُس سے کچھ کم گزرا ہو تو اُسکے ذمے سے قضا بجالانا

ساقط ہو جائیگا اور یہ قول اظہر ہے اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب عذر برطرف ہو اور کسی فریضہ کا اتنا وقت
باقی ہو کہ طہارت کر کے کہ ایک رکعت اُس فریضہ کی پڑھ سکے تو لازم ہے کہ اُس نماز کو ادا کی نیت
سے قول اظہر پر پڑھے اور اگر اہمال کرے تو قضا بجا لائے اور اگر پا جائے اتنا وقت آفتاب کے
غروب سے پہلے یا آدھی رات کے پہلے کہ جسمین ایک نماز ادا کر سکے تو لازم ہے کہ اُسی نماز کو اُسوقت
مین ادا کی نیت سے پڑھ لے نہ اُس نماز کو کہ جسکا وقت جاتا رہا ہے اور اگر اتنا وقت غروب سے
پہلے پا جائے کہ جسمین طہارت کر کے پانچ رکعتین پڑھ سکے تو اُسپر دونون فریضون کی ادا لازم ہے
دوسرا حکم نابالغ لڑکا کہ نماز وقتیہ کو سنّت کے طریق سے بجا لاتا ہے اگر نماز کے اثنا مین بالغ ہو جائیگا
ایسی علامتون سے کہ طہارت کی مبطل نہون اور نماز کا وقت ایک رکعت بھر کا بھی باقی ہو تو
اُس نماز کو توڑ کر نئے سرے سے وجوب کی نیت کر کے نماز بجا لائیگا اور اگر وقت ایک رکعت بھر کا بھی
نہو تو نماز نفلی کو پورا کریگا اور اس فریضہ کی تجدید نکریگا تیسرا حکم اور جب مصلّی کو نماز کے وقت
کے علم کی تحصیل کے لیے کوئی راہ ہو تو اُسے ظن پر اعتماد کرنا جائز نہین اور اگر وقت کا علم حاصل
ہونا مفقود ہو تو اجتہاد کرے پھر اگر اُسے وقت کے داخل ہونے کا گمان غالب بہم پہونچیگا تو نماز
بجا لائیگا اور اگر بعد مین ظاہر ہو کہ وہ گمان فاسد تھا اور نماز وقت سے پہلے واقع ہوئی ہے
تو اعادہ کریگا اور اگر اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ وقت کے داخل ہونے پر نماز سے تلبس ہوا ہے گو
سلام ہی سے پہلے ہو تو اُس نماز کا اعادہ بنابر اظہر کے نکریگا اور اگر نماز کو وقت کے قبل عمداً یا جہلاً
یا بھولکر پڑھیگا تو وہ نماز باطل ہو گی چوتھا حکم یومیہ نمازین جس ترتیب سے کہ قضا ہوئی ہین اُسی
ترتیب سے اُنھین بجا لانا چاہیے اگر کوئی نماز فریضہ مین مشغول ہوا اور اُسے یاد آئے کہ اگلی نماز
اُسے نہ پڑھی ہے تو پھر پڑھیگا اور اُسی اگلی نماز کی نیت کریگا اگر اُس سے عدول ممکن ہوگا اور
اگر ممکن نہوگا تو نماز کو توڑ کر پہلے اُسی نماز کو بجا لائیگا پھر لاحقہ کو پڑھیگا تاکہ ترتیب عمل مین آ جائے
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مثلاً کسی کی صبح کی نماز قضا ہو گئی ہو اُسنے ظہر کے وقت ظہر
کی نماز شروع کر لی اور ابھی پہلی یا دوسری رکعت مین تھا کہ اُسے یاد آیا کہ مجھ سے نماز صبح کی قضا
ہو گئی ہے تو پھر پڑھیگا اور قصد کریگا کہ یہ نماز صبح ہی کی ہے کہ مین پڑھ رہا ہون اور اگر اس نماز کا
قضا ہونا چوتھی رکعت مین اُسے یاد آیا تو اِس صورت مین نماز صبح کی طرف عدول ممکن نہین بس

اس نماز کو توڑ کر صبح کی پہلے پڑھیگا پھر اسے بجالائیگا پانچواں حکم مکروہ یعنی کم ثواب ہین وہ نوافل کہ جنھین بے سبب آفتاب کے طلوع کے وقت اور غروب کے وقت اور ٹھیک نصف النہار کے وقت اور نماز صبح کے بعد اور عصر کے بعد پڑھین اور کوئی عذر نہین ان وقتون مین اُن نوافل کے پڑھنے مین کہ جنکے لیے سبب بھی ہین جیسے زیارتون کے نوافل ہین اور قضائے حاجت کے اور نماز یومیہ کے نوافل ہین چھٹا حکم جو نوافل کہ رات کو قضا ہوئے ہون مستحب ہے کہ بہت جلد اُنکی قضا بجالائے گو دن کو واقع ہو اور جو نوافل کہ دن کو قضا ہوئے ہون اُنھین بھی سنت ہے کہ بہت جلد بجالائے گو اُنکی قضا کا بجالانا رات کو واقع ہو اور انتظار دن کا نکرے ساتوان حکم ہر نماز مین بہتر یہی ہے کہ اول وقت مین بجالائی جائے مگر نماز مغرب و عشا مین تاخیر اُس شخص کے لیے جو حج مین عرفات چھوڑ کر مزدلفہ کو آتا ہے تو اُسے مزدلفہ پہونچنے تک اُنمین تاخیر سنت ہے اور اُسے بہتر ہے کہ دونون نمازون کو ساتھ پڑھے گو چوتھائی رات تک تاخیر کرنی پڑے اور عشا کی نماز کی بھی تاخیر غروبی شفق کے برطرف ہونے تک بہتر ہے اور جو کہ نوافل پڑھتا رہتا ہو اُسے بھی ظہر اور عصر کی تاخیر نوافل کے اتمام تک بہتر ہے اور اسی طرح مستحاضہ عورت کو بھی بہتر ہے کہ ظہر اور مغرب مین تاخیر اُنکی فضیلت کے آخر وقت تک کرے تا ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ بجالائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اکثر علمانے فرمایا ہے کہ نماز کی تاخیر انکے سوا اور مقامون مین بھی مستحب ہے کہ اُنمین سے یہ ہین کہ جو شخص قضا نمازین پڑھتا ہو اُسے حاضرہ نماز کی تاخیر اُسکے آخر وقت تک سنت ہے اور بعضے اس تاخیر کے وجوب کے بھی قائل ہوئے ہین اور یہ مین تاخیر سنت ہے اُس صورت مین کہ نماز کے لیے کسی صفت کمال کے حصول کا انتظار ہو جیسے جماعت کے حصول کا انتظار ہو یا نماز کے افعال کو اکمل طور پر بجالانے کی قدرت کے حاصل ہونے کا انتظار ہو یہانتک کہ فضیلت کا وقت جانے نپائے اور یہ مین وہ شخص ہے کہ جو نماز کے وقت کے داخل ہونے کا گمان کرتا ہو اور وقت کے علم کی تحصیل کی رادہ رکھتا ہو تو اُسے بھی مستحب ہے کہ نماز فریضہ مین اتنی تاخیر کرے کہ وقت کے ہونے کا یقین حاصل ہو جائے اور یہ مین وہ شخص ہے کہ پیشاب یا پائخانہ کی مدافعت کرتا ہو تو اُسے بھی دفع کے وقت تک نماز فریضہ مین تاخیر مستحب اور روزہ دار کو دو مشہور صورتون مین مغرب مین تاخیر مستحب ہے یعنی ایک اُس صورت مین

کہ جب نماز کا پہلے پڑھنا اور افطار بعد مغرب کے کرنا ضعف کا سبب ہو دوسرے اُس صورت مین کہ جب کچھ لوگونکو اُسکا انتظار ہو اور اسیطرح پر سخت گرمیون کے دنون مین ظہر مین اتنی تاخیر کرے کہ ہوا کی گرمی فرد ہو جائے آٹھوان حکم اگر کوئی گمان کرے کہ ظہر کی نماز پڑھ چکا ہون اور عصر کی نماز پڑھنے لگے اگر اُسی نماز پڑھنے کی حالت مین یاد آجائے تو عصر کی نیت کو ظہر کی نیت سے بدل ڈالے اور اگر یاد نہ آئے یہانتک کہ وہ نماز پڑھ چکے بس اگر اُسنے اول وقت ظہر مین عصر کو پڑھا ہے تو اعادہ کرنا اشبہ ہے اور اگر عصر کو مشترک وقت مین پڑھا ہے یا پڑھنے مین مشترک وقت داخل ہو گیا ہے تو وہ نماز عصر کے لیے کافی ہے اور اُسکے بعد ظہر کی نماز بجا لائے۔

تیسرا مقدمہ قبلہ کے بیان مین اور کلام قبلہ مین اور مستقبل مین اور اُسکے واجبات مین اور خلل کے حکمون مین ہے پہلے قبلہ اور وہ کعبہ ہے اُس شخص کے لیے کہ مسجد الحرام مین نماز پڑھے اور مسجد الحرام قبلہ ہے اُس شخص کے لیے کہ جو حرم مین نماز پڑھے اور حرم کعبہ قبلہ ہے تا بہ اظہر باہر کے لوگون کے لیے اور کعبہ کی جہت وہی کعبہ کی بنا کا مقام ہے اور اُسکی محاذی جہت زمین سے ساتوین آسمان کے اعلا تک ہے اگر خدانخواستہ کعبہ کی بنا زائل ہو جائے تو بھی جہت کی طرف نماز پڑھی جائے جسطرح کہ نماز پڑھتے ہین کعبہ سے اونچے اور نیچے مکانون سے جو خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھے وہ جس دیوار کیطرف چاہے مُنہ کرے اور یہ نماز اگر فریضہ ہوگی تو مکروہ ہے جو کعبہ معظمہ کے کوٹھے پر نماز پڑھے وہ اپنے مُنہ کی طرف کچھ کعبہ سے چھوڑ لے کہ نماز اس مقدار کی طرف پڑھی جائے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ چت لیٹے اور نماز بیت المعمور کی طرف پڑھے کہ وہ خانۂ کعبہ کی محاذی آسمان پر ہے اور رکوع و سجود کے لیے ایما اور اشارہ عمل مین لائے اور پہلا قول صحیح ہے اور احتیاج نہین کہ مصلی اپنے مُنہ کے آگے کعبہ کے کوٹھے پر کسی چیز کو نصب کرے اور اسیطرح ہے جو نماز پڑھے خانۂ کعبہ کے اندر دروازے کی طرف اور وہ کھلا ہو مگر پیچھے نماز پڑھنے والون کی صف اتنی لمبی ہو جائے کہ بعضے اُس صف مین کے کعبہ کے استقبال سے نکل جائین تو اُن بعضون کی نماز باطل ہو جائیگی اور ہر اقلیم والے اپنے ملک کے محاذی کعبہ کی دیوار کی طرف اپنا مُنہ کرکے نماز پڑھین گے بس اہل عراق اپنا مُنہ رُکن عراق کی طرف کرینگے کہ اُسمین حجر اسود ہے اور اہل شام شامی رکن کی طرف اور اہل مغرب

مغربی رکن کی طرف اور اہل یمن رکن یمانی کی طرف منھ کرینگے اور عراق والے اور وہ لوگ کہ انکی سیدھ مین واقع ہین مثل اہل خراسان کے اور جو انکی پیٹھ کے پیچھے ہین مقام طلوع فجر کو اپنے بائین کندھے کی محاذی رکھین گے اور مغرب آفتاب کو داہنے کندھے پر اور جدی تارہ کو داہنے شانے کی محاذی اور آفتاب کو زوال کے وقت داہنی بھون پر رکھین گے اور انھین مصلے کے کچھ بائین منھ کرنا مستحب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا مین یہ مشہور ہے کہ اہل عراق کو اس جہت سے کہ جو علامتون سے مقرر ہوئی ہین تھوڑا تیاسر یعنی بائین طرف میل کرنا مستحب ہے اور اسکی سند دو حدیثین ہین کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہین اور بعضے علماء نے ان حدیثون کی سندون کی تضعیف کی ہے اور نقل کی ہے کہ افضل المحققین نصیر الملۃ والدین محمد طوسی علیہ الرحمہ ایک دن مجلس درس مصنف مین موجود تھے اور اتفاق سے یہی بحث تیاسر کی اہل عراق کے لیے پیش تھی محقق طوسی نے فرمایا کہ تیاسر قبلہ سے ہے یا قبلہ کی طرف سے پہلا تیاسر حرام ہے اور دوسرا واجب ہے پھر وہ کونسا تیاسر ہے جو مستحب ہے مصنف علیہ الرحمہ نے ایک جواب اس اشکال کا حسب تقاضائے وقت دیا اسکے بعد ایک رسالہ اس مسئلہ کی تحقیق مین لکھکر بھیجدیا کہ محقق علیہ الرحمہ نے بھی اسے پسند کیا اور خلاصہ اس رسالہ کے بیان کا یہ ہے کہ تیاسر سے مراد قبلہ سے قبلہ کی طرف ہے دوسرا مستقبل قبلہ مین ہے قبلہ کی جہت کا علم حاصل ہونے پر ہر مصلی یعنی نماز پڑھنے والے کو قبلہ کا استقبال واجب ہے اور اگر قبلہ کی سمت کو نہ جانتا ہو تو قبلہ کی جہت کی جو علامتین کہ ظن کے مفید ہین انپر اعتماد کرے اور جسوقت اپنی اجتہاد سے کوئی کسی جہت مین قبلہ کا گمان کرے اور دوسرا شخص اسے دوسری جہت مین بتائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے نہ دوسرے کہنے والے کے کہنے پر اور مصنف کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ خبر اسکے نزدیک زیادہ معتمد ہو تو اسی پر عمل کرے اور اگر اپنے اجتہاد کا کوئی طریق نہ پائے اور ما سے کافر قبلہ کی جہت بتلائے تو کافر کی خبر پر عمل نہ کرے اور مصنف کے نزدیک یہ ہے کہ اگر کافر کی خبر بھی مفید ظن کی ہو تو اسپر بھی عمل کرنا چاہیے اور شہر کے لوگون کے قبلہ پر عمل کرے اگرچہ معلوم نہو کہ اسکی بنا مین غلطی واقع ہوئی ہے اور جو کہ آپ اجتہاد پر قادر نہو وہ اندھے کی طرح دوسرے پر اعتماد کرے اور جسے اصلا علم اور ظن قبلہ کی جہت کا بہم نہو پس اگر نماز کا وقت وسیع ہو تو ایک نماز کو ہر چار طرف پڑھے اور اگر وقت ایک نماز سے

زیادہ کی گنجایش نہ رکھتا ہو تو جدھر چاہے اُدھر مُنھ کرکے پڑھے اور وہ مسافر کہ جسے سواری سے اُترنا اور قبلہ کی طرف مُنھ کرنا ممکن نہو تو جہانتک ہوسکے قبلہ کی طرف مُنھ کرکے پڑھے اور بے ضرورت سواری پر نماز پڑھنا جائز نہین اور جب بے سواری پر نماز پڑھے چارہ نہو تو سواری ہی پر مُنھ قبلہ کی طرف کرلے اور اگر ممکن نہو کہ ساری نماز قبلہ رُخ پڑھ سکے تو جتنا ممکن ہو اُتنا استقبال کرے اور جب مرکوب قبلہ سے منحرف ہو تو مصلی قبلہ کی جہت مین منحرب ہولے اور اگر اتنا بھی نہو سکے تو تکبیر احرام قبلہ رُخ کہے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اُسکی نماز صحیح ہو جائیگی گو قبلہ رُخ نہوئی ہو اور یہی حکم وہ شخص رکھتا ہے کہ پیدل راہ طے کرنے مین نماز کے عین تنگ وقت مین چارہ نہ رکھتا ہو اور اگر سوار شخص سواری پر رکوع اور سجود اور نماز کے فرائض بجالانے پر قادر ہو تو آیا اُسے سواری پر نماز پڑھنا اختیار کیحالت مین جائز ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین جائز ہے اور بعض کہتے ہین نہین جائز ہے اور یہی اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی شرح قواعد مین مصنف کے قول کی شرح مین وتجوز فی السفینۃ السائرۃ والواقفۃ یعنی نماز جائز ہے چلتی کشتی مین اور ٹھہری کشتی مین۔ فرمایا ہے کہ مراد اس سے یہ ہی کہ نماز اختیار کے حال مین جائز ہے اس شرط سے کہ قبلہ سے انحراف نہ ہوتا ہو اور طمانینت کی خلل ڈالنے والی کوئی حرکت عمل مین نہ آتی ہو اور ٹھیری کشتی مین تو ظاہر جنبش نہ کرنے پر اتفاق سے نماز جائز ہے مگر ظاہر جنبش مین مطلق جائز نہین مگر ضرورت کے وقت مین تیسرے وہ امر کہ جنکے لیے قبلہ کا استقبال چاہیے واجب نمازون مین ممکن ہونے پر قبلہ کا استقبال واجب ہے اور جانورون کے ذبح کے وقت مین اور مُردے کا قبلہ رُخ کرنا جان کندنی کے وقت مین اور دفن مین اور اسپر نماز مین واجب ہے اور نوافل مین بہتر یہی ہے کہ قبلہ رُخ پڑھی جائین اور جائز ہے کہ نوافل سواری پر بے قبلہ کے استقبال کے سفر اور حضر مین پڑھی جائین لیکن حضر مین کراہت شدیدہ ہے اور قبلہ کے استقبال کا فرض جہان ممکن نہو وہان ساقط ہو جاتا ہے جیسے لڑائی کے وقت کی نماز مین اور چوٹ کرنیوالے جانورون کے ذبح مین اور گڈھون مین گرے جانورون کے ذبح مین کہ جنھین قبلہ کی طرف پھیرنا ممکن نہین ہے توضیح مین اُردو مترجم کہتا ہے کہ قبلہ کا استقبال واجب سنت حرام مکروہ چار حکمون سے متصف ہے بس اوپر کی مواضع مین واجب ہوا اور بنابر اکثر کے پاخانے مین حرام ہے اور جماع کے

حال مین مکروہ ہے اور انکے سوا اور سب مقامون مین مستحب ہے اور اباحۃ کا خاص معنون سے استقبال مین متحقق ہونا بعید ہے چوتھے احکام غلطون کے اور وہ کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اندھا آنکھون والون کی طرف رجوع کریگا اور اَوْرون سے قبلہ کی جہت دریافت کریگا کیونکہ اجتہاد پر قدرت نہین رکھتا ہے پھر اگر کسی علامت کے پائے جانے سے اپنی رائے پر آنکھون والے کے ہوتے ہوئے عمل کریگا تو نماز صحیح ہے اور اگر بے علامت کے اپنی رائے پر عمل کریگا تو اُسپر اعادہ واجب ہے دوسرا مسئلہ جب مصلی کسیطرف گمان کے غلبہ سے یا وقت کی تنگی سے نماز پڑھے پھر خطا ظاہر ہو پس اگر یونہین سا انحراف ہوگیا ہو تو نماز صحیح ہے اور اگر بہت انحراف ہوگیا ہے اور وقت بھی باقی ہے تو اعادہ کریگا اور بعضے کہتے ہین کہ اگر قبلہ کی طرف پیٹ کرکے نماز پڑھنا ظاہر ہو تو اعادہ کریگا گو وقت بھی نکل گیا ہو اور پہلا مذہب اظہر ہے مگر جب نماز پڑھنے مین ظاہر ہوجائے کہ قبلہ کے استقبال مین خلل پڑگیا ہے تو اس صورت مین نئے سرے سے نماز پڑھیگا ہر حال مین یعنی خواہ انحراف داہنی طرف ہوا ہو خواہ بائین طرف مگر انحراف یونہین سا ہو تو سیدھا ہولیگا اور نماز صحیح رہیگی اور اعادہ نہ کریگا تیسرا مسئلہ جب کوئی شخص ایک نماز کے لیے قبلہ مین اجتہاد کرچکے پھر دوسری نماز کا وقت پھر آئے اس صورت مین اگر پہلے اجتہاد مین کوئی شک پیدا ہوا ہو تو نئے سرے سے اجتہاد کریگا اور نہین تو پہلے اجتہاد پر بنا کریگا چوتھا مقدمہ نمازی کے لباس اور اُسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ مرے جانور کے چمڑے مین نماز پڑھنا جائز نہین گو اُس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو خواہ اُس چمڑے کو پکایا ہو خواہ نہ پکایا ہو اور جس جانور کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اور وہ حالت حیات مین پاک ہو اور اُن جانورون مین سے ہو کہ ذبح کرنے سے پاک ہوجاتا ہو تو جب اُسے ذبح کرینگے تو اُسکا چمڑہ پاک تو ہوجائیگا مگر نماز مین نہ پہن سکین گے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے پوست کا استعمال نماز کے سوا مین بھی بے دباغت یعنی بے پکائے کے نہ کرسکین گے اور بعضون نے کہا ہے کہ کرسکین گے اور بے دباغت کے استعمال مین کراہت اظہر ہے دوسرا مسئلہ صوف شعر و بر ریش حلال گوشت جانورون کے خواہ جیتے مین کترا ہو خواہ ذبح کیے ہوئے سے خواہ مردے سے پاک ہین اور اُنمین نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور اگر انھین مردے کی کھال سے اُکھاڑا ہو تو جلد سے اُنکا جتنا موضع متصل تھا اُتنا

موضع دھو لینا چاہیے اور یہی حکم مُردہ جانوروں کی اُن چیزوں کا ہے کہ جنمین حیات کا حلول نہین ہوتا جبکہ وہ جانور اپنی زندگی مین پاک ہون اور جو جانور کہ اپنی زندگی مین کُتے اور سُوَر کی طرح کے نجس ہین بنا بر اظہر اُنکی ساری چیزین نجس ہین اور اُنکی کسی چیز مین نماز پڑھنا درست نہین اور کسی غیر ماکول جانور کی کسی چیز مین نماز درست نہین گو بعد تذکیہ یعنی ذبح کے بعد لیا ہو مگر خز خالص مین درست ہے اور لومڑی اور خرگوش کے روؤن سے ملے ہوئے مین دو روایتین جواز اور عدم جواز کی ہین اور اُنمین سے اصح عدم جواز کی روایت ہے اور خز ایک دریائی چوپایہ ہے جب پانیسے جدا ہو جاتا ہے تو مر جاتا ہے اُسکے روؤن کے کپڑے سے نماز پڑھنے مین کسی نے خلاف نہین کیا اور اسکے جواز پر حدیثین بھی دلالت کرتی ہین ہرچند غیر ماکول جانورون مین سے ہے۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا مین مشہور ہے کہ خز اور سنجاب دو جانور غیر ماکول ہین کہ جنکے پشم اور پوست مین نماز درست ہے فقط یہی دو جانور سارے غیر ماکول یعنی حرام گوشت جانورونمین سے پوست اور پشم سے نماز درست ہونے مین مستثنی ہین اور سنجاب تو مشہور ہے مگر خز اس زمانے مین معلوم نہین ہوتا ہے تیسرا مسئلہ سنجاب کی پوستین مین نماز پڑھنا جائز ہے گو غیر ماکول جانورون مین سے ہے کیونکہ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ وہ گوشت نہین کھاتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اور جواز اظہر ہے اور لومڑی اور خرگوش کی پوستینون مین نماز پڑھنے کے جواز اور عدم جواز کی دو روایتین ہین اور اصح عدم جواز ہے چوتھا مسئلہ جس کپڑے کا تانا بانا ریشم کا ہو مردون کو اُسکا پہننا اور اُسمین نماز پڑھنا جائز نہین مگر لڑائی کے وقت اور ضرورت کے وقت مثل ایسی سردی کے جو کہ اُسکے اُتارنے کی مانع ہو اور حریر محض کا پہننا عورتونکو خواہ مختار ہون خواہ مضطر ہون درست ہے اور اگر ریشمی کپڑے کی ایسی چیز بنائین کہ جسمین نماز پوری نہو اس معنی سے کہ وہ عورتین یعنی شرمگاہون کی ساتر یعنی چھپانیوالی نہو مثل ازار بند اور جراب اور ٹوپی کے اُسکے پہننے مین تردد ہے اور اظہر کراہت ہے اور حریر محض پر سوار ہونا اور بچھانا قول اصح پر درست ہے اور وہ کپڑا جسمین محض ریشم کی سنجاف ہو اُسے پہنکر نماز پڑھنا درست ہے اور فقہانے کہا ہے کہ خلقت سے مستوی شخص کی چار اُنگل تک سنجاف حریر محض کی جائز ہے اور بعضے اصلا جائز نہین جانتے ہین اور جب ریشم کو کسی دوسری چیز سے جسمین نماز درست ہے ملا کر کپڑا بُنین کہ جو محض ریشمی نہین اُسے پہننا اور اُسمین نماز پڑھنا درست ہے خواہ اُسمین ریشم کم ہو خواہ زیادہ ہو جامع الرضوی کے

مترجم کہتے ہین کہ جب نماز مین احتیاط ضروری ہے تو بہتر یہی ہے کہ سنجاف محض ریشمی نہو اور سنجاف
کے سوا اگر کوئی ٹکڑا محض ریشمی کپڑون مین ٹانکین تو جائز نہین مگر مغزی کہ سنجاف کی جنس سے ہے
اظہر کے بنا بر جائز ہے پانچوان مسئلہ غصبی کپڑون مین نماز درست نہین اور اگر مالک
غاصب کو یا غیر غاصب کو اجازت دے تو غصبیت پائے جانے کے ساتھ نماز درست ہے اور اگر
مالک مطلق اجازت دے یعنے معین نکرے کہ کسے اجازت دی ہے تو غاصب کے سوا ہر ایک کو درست
ہے اور غاصب کو بنا بر اظہر درست نہین چھٹا مسئلہ جو چیز کہ پانون کے اوپر والی سطح کو چھپالے مثل شلک
یعنی سندھی جوتی کے ایسین نماز پڑھنا درست نہین اور موزے مین اور جراب مین درست ہے اور
نعل عربی مین سنت ہے ساتوان مسئلہ جو ان ممنوع مذکور چیزون کے سوا ہین انمین نماز پڑھنا
ان شرطون سے درست ہے کہ یا وہ خود اُنکا مالک ہو یا مالک سے اذن لے لیا ہو اور پاک ہون
اور نجس لباس کا حکم بیان ہو چکا ہے اور مرد کو فقط ایک کپڑے مین بھی نماز پڑھنا درست ہے اور
عورت کو دو کپڑون سے کم مین جائز نہین کہ انمین سے ایک کرتہ اور دوسری چادر ہے کہ سارے
بدنکو سوا منھ اور دونون ہتیلیون او پشت پا کے چھپالے اور ظاہر قدمین مین تردد ہے اور مرد کو صرف دونون
شرمگاہون کے چھپانے والے کپڑے مین بھی نماز پڑھنا درست ہے مگر مکروہ ہے اور اگر کپڑا نملے
تو شرمگاہ کو پتے وغیرہ سے چھپا کر نماز پڑھ لے اور اگر یہ بھی نملین تو ننگا ہی پڑھے اگر نامحرم کے دیکھنے
سے بخوف ہو نہین تو بیٹھکر پڑھے اور کھڑے بیٹھے دونون حالون مین رکوع اور سجود کے لیے ایما کریگا
تاکہ شرمگاہین زیادہ نہ کھلجائین اور لونڈی اور نابالغہ لڑکی بے چادر کے بھی نماز پڑھ سکتی ہے
جب کنیز اثنائے نماز مین آزاد ہو جائے تو اُسے واجب ہے کہ اپنا سر ڈھانک لے اور اگر فعل کثیر کی
کے چھپانے مین احتیاج پڑے تو سر کو ڈھانک کر یعنی چادر اوڑھ کر نئے سر سے نماز کو بجا لائے اور یہی
حکم نابالغہ لڑکی کا ہے جب لڑکی اثنائے نماز مین غیر مبطل طریق سے بالغہ ہو جائے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ جس طرح محض ریشم مین نماز جائز نہین اسی طرح سونے کے اور سنہری لباس مین
نماز پڑھنا درست نہین اور شیخ محمد ابن خاتون علیہ الرحمہ نے حاشیۂ جامع عباسی مین کہا ہے کہ اگر
ممزوج ہو جیسے ایک تار سونے کا اُسکے کپڑون مین ہو اور وہ نماز پڑھے تو وہ نماز اُس حدیث سے
جو اس باب مین وارد ہے باطل ہے اور یہی حکم اُس کپڑے مین نماز کا ہے جسکی بناوٹ مین

سنہری تار ہو اور یہی حکم سونے کی انگوٹھی اور اس سنہری انگوٹھی کا ہے جو اصل میں چاندی یا تانبا ہو اور
پانی سونے کا اسپر پھرا ہو اور ظاہر یہ ہے کہ جس تلوار اور خنجر کے قبضے سونے کے یا سنہری ہوں
وہ بھی اسی حکم میں ہیں اور اُنکے ساتھ نماز صحیح نہوگی اور انتہا اس سونیکی کہ جسے پہنے ہوں اور نماز جائز ہوگی
اُس سونے کے ہے جو پاس ہوتا ہے یا پوٹلی سونے کی جیب اور بغل میں ہوا کرتی ہے کیونکہ
لباس کا اطلاق اسپر نہیں کرتے ہیں اور اس حکم میں مشکل خنثی بھی کہ جسمیں مرد یا عورت ہونیکا
تمیز نہو کے شریک ہے اُسے بھی سونا پہننا احتیاطاً جائز نہیں اور سونے کی تختی تاگے میں گوندھکر
گلے میں ڈالنا یا بازو پہ باندھنا ظاہرا اسیطرح ہے جیسے انگوٹھی اور خنجر کا اور تلوار کا قبضہ ہے اور
کپڑے میں باندھکر بازو پر باندھیں تو سونے کی پوٹلی کی حامل کا حکم رکھیگا۔ اور اللہ زیادہ واقف
ہے آٹھواں مسئلہ سیاہ کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے موزے اور عمامے کے سوا کہ وہ سیاہ
ہوں تو جائز ہے اور اسیطرح پر مرد کو کھرے باریک کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر اتنا
باریک ہو کہ بدن نظر آتا ہو تو جائز نہیں اور مصلی کو کُرتے پر لنگی باندھنا اور چادر کے دونوں سرے
دونوں بغلوں کے نیچے سے نکالکر ایک کندھے پر ڈالنا مکروہ ہے اور عمامہ بے تحت الحنک کے
پہنکر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ڈھاٹا مُنھ پر باندھنا مکروہ ہے اور عورت کو نقاب ڈالنا مکروہ ہے
اور یہ اگر قراءت کے مانع ہوں تو حرام ہیں اور لباس مشدود یعنی جسکے اپنے بند سخت ہوں کہ اترنہ سکے
اُسمیں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر لڑائی میں مکروہ نہیں اور پیش نماز کو بے چادر اوڑھے نماز پڑھنا
مکروہ ہے اور مصلی کو لوہا دکھائی دیتا ہوا پاس رکھنا مکروہ ہے اور جو طہارت میں احتیاط نکرنے
سے متہم ہو اُسکے کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بجتی ہوئی خلخال پہنکر عورت کو نماز پڑھنا مکروہ
ہے اور مصور کپڑے میں اور مصور انگوٹھی میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ چُست
کپڑے میں یعنی جسکے بند بندھے ہوں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اسیطرح کمر باندھکر بھی نماز پڑھنے کو مکروہ جانتا ہے
اور صاحب مدارک کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں ہمنے کوئی دلیل نہیں دیکھی ہے سوا اسکے کہ علما لکھتے آئے ہیں اور
اُنمیں متداول ہے اور ہم اسکے منکر نہیں بلکہ ہمیشہ مذاکرے اور مباحثے میں قائل رہے ہیں
پانچواں مقدمہ مکان مصلی میں سب مکانوں میں نماز پڑھنا اس شرط سے جائز ہے کہ مباح ہو و مالک
ہو یا مالک سے اجازت لے لی ہو اور اجازت کبھی کسی چیز کے بدلے میں ہو لی ہے جیسے

کرایہ اور جو اسکی مثل ہو یا مباح کر دینے سے ہوتی ہے اور یہ اجازت کبھی صریح ہوتی ہے جیسے
مالک کہدے کہ تو یہان نماز پڑھ یا فحوائی ہوتی ہے جیسے وہان رہنے کی اجازت دے یا شاہد حال
سے ہوتی ہے جیسے ایسی کوئی علامت ہو کہ وہ دلالت اس پر کرتی ہو کہ اس مکان مین نماز پڑھنے
سے مالک ناخوش نہین اور غصبی مکان مین کسیکو نماز پڑھنا خواہ غاصب ہو خواہ غیر غاصب ہو
غصب سے واقف لوگون سے جائز نہین جو غصبی مکان مین عمداً غصب سے واقف ہو کر
نماز پڑھیگا تو نماز باطل ہو جائیگی اور اگر بھولکر یا غصب کی جہالت سے نماز پڑھیگا تو صحیح ہو گی
اور اگر غصبی مکان مین نماز پڑھنے کی حرمت کے جاہل ہونے سے وہان نماز پڑھیگا تو معذور
نہین ہے اور نماز کا اعادہ کریگا اور جب نماز کا وقت تنگ ہو جائے اور غصبی مکان مین ہو تو
وہان سے نکلے اور راہ چلنے کے حال مین نماز پڑھے اور رکوع اور سجود کے لیے اشارہ کرے
تو نماز صحیح ہے اور اگر وہین نماز پڑھے اور وہان سے نکلنے مین مشغول ہو تو نماز باطل ہے اور
اگر کوئی کسی دوسرے کی ملک مین اسکی اجازت سے رہتا ہو اور وہ شخص پھر وہان سے حکم
نکلجانے کا کرے تو واجب ہے اس شخص پر کہ وہان سے نکل آوے پس اگر نہ نکلے اور اسی
حالت مین نماز پڑھے تو باطل ہے اور اگر نماز کا وقت تنگ ہو اور وہان سے نکلنے مین ایسا
اشارے سے نماز پڑھے تو صحیح ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے
فرمایا ہے کہ جس طرح غصبی مکان مین نماز جائز نہین اسی طرح پر باقی عبادتین بھی وہان جائز نہین سوا
روزے کے اس شرط سے کہ مباح مکان مین نیت کی ہو اور جائز نہین کہ کوئی شخص نماز پڑھے اس حال سے
کہ اسکے پہلو مین یا اسکے منہ کے آگے کوئی عورت نماز پڑھتی ہو خواہ وہ عورت وہی نماز پڑھتی ہو خواہ
منفرد و یعنی جداگانہ پڑھتی ہو خواہ محرمہ ہو خواہ بیگانہ ہو اور بعضے مکروہ کہتے ہین اور یہی اشبہ ہے اور اگر
مرد و عورت کے بیچ مین پردہ یا شرعی دس گز کا فاصلہ ہو پھر حرام یا مکروہ نہین اور اگر عورت مرد کے
پیچھے اتنی دور کھڑی ہو کہ اسکے سجدے کی جگہ مرد کے قدم کے محاذی ہو تو پھر ممنوع نہین اور اگر مرد اور
عورت ایک ایسی جگہ واقع ہون کہ الگ دور کھڑے نہ ہوسکتے ہون تو پہلے مرد نماز پڑھے پھر عورت
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم وسعت وقت کی صورت
مین ہے مگر جب وقت تنگ ہو تو دونون ایک ہی جگہ پڑھ سکتے ہین اور منع کے عام ہونیکا احتمال ہے

باقی ہو اور اگر کوئی کسی نجس جگہ پر نماز پڑھے کہ وہ نجاست لباس اور بدن مصلی تک تعدی نہ کرتی ہو اور سجدے کی جگہ پاک ہو تو نماز صحیح ہے اور حمام مین نماز پڑھنا مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حمام مین نماز کی کراہت مشروط ہے کہ وہ نماز کی جگہ حمام مین سے پاک ہو نہین تو نجس جگہ پر نماز درست نہین اور حمام کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ نہین جیسا کہ شیخ علی نے تصریح اسکی کی ہے اور نماز پاخانو نمین اور اونٹ بندھنے کے مقام مین اور چیونٹیون کے سوراخ والے مقامون مین اور پانی بہنے والے مقامون مین اور شورہ زار مین اور برف پر اور قبرستان مین پڑھنا مکروہ ہے اور جب مصلی مین اور قبر مین کوئی حائل ہو گو وہ نیزہ اور لاٹھی ہو یا مصلی اور قبور مین شرعی دس گز کا فاصلہ ہو تو یہ کراہت نہ رہیگی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ علمانے کہا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کی قبرین اس سے مستثنی ہین اسلیے کہ آنکے مقابر مین نماز مکروہ نہین مگر سجدہ قبر پر نکرنا چاہیے اور قبر امام علیہ السلام کے آگے بھی نماز نہ پڑھنا چاہیے بلکہ قبر شریف کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے کہ امام علیہ السلام منہ کے سامنے رہین نہ سب کے پیچھے روایت مین یوہین واقع ہوا ہے اور نماز پڑھنا آتش خانون مین اور شرابخانون مین جبکہ نجاست مصلی تک نہ پہونچتی ہو اور شاہراہون مین اور مجوسیونکے گھر مین مکروہ ہے اور یہودی اور نصرانی کے مکان مین نماز پڑھنے مین کوئی مضائقہ نہین اور مکروہ ہے بنا بر اظہر کہ مصلی کے سامنے آگ جلتی ہو یا تصویر ہو اور جسطرح خانہ کعبہ کے اندر نماز فریضہ پڑھنا مکروہ ہے اسیطرح کعبہ کے کوٹھے پر بھی مکروہ ہے اور طویلون مین گھوڑون کے اور خچرون کے اور گدھون کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بکریون کے بیٹھنے کے مقامون مین کوئی مضائقہ نہین اور نماز پڑھنا ایسی جگہ جہان سامنے قرآن کھلا یا ایسی دیوار ہو کہ جسپر پیشاب کے گڑھے کے پانی کی ترشح ہو مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے کہا ہے کہ کھلے ہوئے قرآن کے حکم مین ہر لکھا ہوا کاغذ اور نقشدار ہے اسلیے کہ وہ بھی مصلی کے شغل کا سبب ہے خواہ مصلی پڑھا ہو خواہ بے پڑھا ہو مگر یہ کہ اندھا ہو اور بعضون نے کہا ہے کہ آدمی کے منہ کے سامنے ہو یا دروازہ کھلا ہو تو یون بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اوٹ مصلی کے منہ کے سامنے ہونا سنت ہے خصوصا اُن مقامون مین کہ جہان لوگون کی آمد و رفت ہو اور لکڑی وغیرہ گو گزہی بھر کی ہو اور ایک روایت مین واقع ہوا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نماز پڑھتے تھے اور ایک ٹوپی

اپنے منھ کے سامنے رکھ لیتے تھے اور نماز اُسی کی طرف پڑھتے تھے اور اگر خط بھی اپنے منھ کے سامنے کھینچ لے تو سترہ یعنی اوٹ کے قائم مقام ہے چھٹا مقدمہ موضع سجود مین یعنی سجدہ کرنے کی جگہ کے بیان مین سجدہ جائز نہین اُس چیز پر کہ جسپر زمین کا اسم صادق نہین آتا ہے جیسے جانورون کے چمڑے اور بال اور ریشم وغیرہ مین اور نہ اُس چیز پر کہ زمین مین کی معدنی ہو جیسے نمک عقیق سونا چاندی ہے مگر ضرورت کے وقت مین اور جو چیز کہ زمین سے اُگتی ہے اور اُسے عادت سے کھاتے ہین مثل روٹی کے اور میوون کے اُسپر بھی سجدہ جائز نہین اور کتان مین اور روئی مین دو حدیثین ہین منع اشہر ہے اور کیچڑ پر سجدہ کرنا جائز نہین اور اگر کیچڑ کی جگہ پر نماز پڑھنے مین مضطر ہو تو رکوع اور سجود کے لیے ایما کرے اور کاغذ پر سجدہ کرنا جائز ہے اور لکھے ہوئے پر مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ کاغذ پر سجدے کا جواز مشروط ہے کہ اُس کاغذ کو روئی اور ریشم وغیرہ ملبوس جنسون سے نہ بنایا ہو اور اکثر علما نے کہا ہے کہ کاغذ پر سجدہ جائز ہونے مین حدیثین بے قید کے وارد ہوئی ہین پھر قید لگانا بیوجہ ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اولیٰ ہے کہ سجدہ اُس کاغذ پر نہ کرین کہ جسے ملبوس کی جنس سے بنایا ہو اور صاحب مدارک نے کہا ہے کہ کھائے جانے سے مراد یہ ہے کہ عادت سے کھاتے ہون پس اگر کسی چیز کو ندرت سے کھائین یا اضطرار کی جہت سے کھائین مثل بعضی دواؤن کے کہ ضرورت کے وقت معجونون مین پڑتی ہین یا وہ بوٹیان کہ اکثر انھین کھاتے رہتے ہین وہ ماکول نہین اور اگر ایک شہر مین ایک چیز کا کھانا شائع ہو اور دوسرے شہر مین شائع نہو تو اُسپر مطلق سجدہ کرنا وہان جائز نہین اور محتمل ہے کہ ہر شہر اُسی شہر کا حکم رکھتا ہو اور اگر کسی چیز کی دو حالتیں ہوں کہ ایک حالت مین کھائین اور دوسری حالت مین نہ کھائین تو کھانے والی حالت مین تو اُسپر سجدہ کرنا جائز ہے اور دوسری مین سجدہ کرنا جائز نہین۔ اور اپنے بدن مین سے کسی چیز پر سجدہ نہ کرے لیکن اگر گرمی جلتی زمین پر سجدہ کرنے سے مانع ہو تو اپنے کپڑے پر سجدہ کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہو تو اپنی پشت دست پر سجدہ کریگا اور جو کچھ کہ بیان ہوا کہ ماکول اور ملبوس نہو یہ ماتھے سے مختص ہے نہ سجدہ لے کے باقی اعضا سے اور موضع سجود مین شرط ہے کہ مصلی اُسکا مالک ہو یا مالک نے اُسے اجازت دی ہو اور نجاست سے خالی ہو خواہ خشک ہو خواہ تر ہو اور جب نجاست موضع محصور مین مثل گھر وغیرہ کے ہو اور موضع نجاست معلوم نہو تو وہان کسی جا پر سجدہ نہین کرسکتا ہے اور اگر مکان وسیع ہو گو اُسمین کوئی جگہ نجس ہو گئی ہو اور

موضع نجاست سے نہ معلوم ہو پھر بھی اُس مکان مین سجدہ کرینگے اسلیے کہ اُسکے طاہر کرنے مین مشقت ہے
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مکان محصور سے یہ مراد ہے کہ
جسے عرف مین محصور کہین ان معنون سے کہ اُسکی مقدار کے حصر مین زیادہ مشقت نہو مثل حجرے کے اور صفہ
کے نہ مثل صحرا کے اور وسیع انگنائیون کے کہ یہ غیر محصور مین داخل ہین اگر محصور مکان مین کوئی نجاست
واقع ہوا اور موضع نجاست معین نہو تو کسی جزء پر اُس مکان کے اجزا مین سے سجدہ کرنا جائز نہین اسلیے
کہ سجدہ کے موضع کی طہارت یقینی چاہیے اور نجاست مین مشتبہ جگہ پر سجدہ صحیح نہین اور اگر کوئی تری کے
ساتھ نجس مکان مین نجاست مین مشتبہ جگہ سے ملاقات کرے تو موضع ملاقات نجس نہین ہوتا ہے
جبتک تیقن نہو کہ خاص یہی جگہ نجس ہے کیونکہ اصل اشیا مین طہارت ہے اور بے تیقن نجاست کے
نجاست کا حکم نہین کرسکتے ہین اور اگر مکان غیر محصور ہو اور کوئی جزء اُسمین سے نجس ہو جائے اور
تعیین سے وہ جزء معلوم نہو تو اُس مکان کے ہر جزء مین سجدہ کرسکتا ہے اور صاحب مدارک نے کہا
ہے کہ مکان محصور مین بھی نجس مشتبہ موضع پہ سجدہ کرنا جائز ہے اور یہ جو کہا ہے کہ نجس سے مشتبہ
مثل نجس کے ہے تو سارے حکمون مین نہین ہے اور تشبیہ مین شرط نہین کہ مشبہ مشبہ بہ کی سب چیزون
مین برابر ہو سا تو ان مقدمہ اذان و اقامت مین اور نظر چار چیزون مین ہے پہلے اُس چیز مین جسکے
لیے اذان اور اقامت کہتے ہین اور یہ دونون مفروضہ پنجگانہ نماز مین سنت ہین خواہ وہ نماز ادا ہو
خواہ قضا ہو خواہ انفراد سے ہو خواہ جماعت سے ہو مصلی مرد ہو یا عورت ہو اس شرط سے کہ عورت
آہستہ آہستہ کہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے اذان و اقامت جماعت مین شرط ہے اور پہلا مذہب
اظہر ہے اور یہ دونون جہریہ مین سنت موکدہ ہین اور اشد موکد ہین صبح مین اور مغرب مین و اذان
پنجگانہ فرائض کے سوا کسی اور فریضہ کے لیے کہی نہین جاتی ہے اور نہ نوافل مین سے کسی کے لیے بلکہ
اور نمازون مین موذن الصلوٰۃ تین بار کہیگا اور جو پنجگانہ کی قضا پڑھتا ہو اُسے ہر نماز کیلیے اذان و اقامت
کہنا چاہیے اور اگر پہلی نماز کے لیے اپنی قضا بجا لانے کے ورد مقرر مین سے اذان کہے اور باقی نمازونکو
تنہا اقامت سے پڑھے تو اُنکی فضیلت پہلی سے کم ہو گی اور اگر جمعہ کے دن اکٹھا پڑھین تو ظہر کے لیے اذان و
اقامت اور عصر کے لیے تنہا اقامت کہے اور یہی حکم عرفات کی ظہر و عصر کا ہے کہ ایک جا ایک اذان
اور دو اقامتون سے پڑھے اور اگر پیش نماز ایک جماعت کو نماز پڑھا چکے پھر دوسری جماعت آئے اور

ابھی پہلون کی صف متفرق نہوئی ہو تو دوسری جماعت اذان و اقامت نہ کہیگی اور پہلون کی اذان پر اکتفا کریگی بلکہ تنہا اقامت کہیگی اور اگر پہلون کی صف متفرق ہو چکی ہے تو اس صورت مین دوسری جماعت اذان اور اقامت کہیگی اور اگر کوئی منفرد ارادہ نماز پڑھنے کا کرے اور اذان کہے پھر جماعت کا قصد کرے تو اذان اور اقامت کا اعادہ کرے دوسری نظر موذن مین اور اسمین عقل اور اسلام اور مرد ہونا معتبر ہے اور بالغ ہونا شرط نہین بلکہ موذن مین ممیز ہونا کافی ہے اور سنت ہے کہ موذن عادل ہو بلند آواز ہو آنکھون والا وقتون کا اور طہارت کا واقف بلند مکان پر کھڑا ہو اور اگر عورت عورتون کے لیے اذان کہے تو جائز ہے اور اگر منفرد نماز پڑھے اور اذان کو بھولجائے اور نماز شروع کردے تو اذان کی طرف پھر پڑے اور نماز نئے سر سے پڑھے جبتک رکوع نہ کیا ہو اور اس مسئلہ مین اور روایت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر نماز پوری پڑھ چکا ہو اور اذان یاد آئے تو نماز اسکی پوری ہو چکی اور اگر اثنائے نماز مین یاد آئے تو عود کرے اور موذن کو بیت المال سے اجرت دین اگر کوئی تبرعا نہ کہے تیسری نظر اذان کی کیفیت مین ہے اذان بے نماز کے وقت آئے نہ کہے نماز صبح کے وقت سے پہلے اذان کی اجازت دیجائے مگر سنت ہے طلوع صبح کے بعد اذان کا اعادہ کرے اور مشہور کے موافق اذان کی اٹھارہ فصلین ہین اللہ اکبر چار مرتبہ توحید اور رسالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی دونون شہادتین دو دو[1] مرتبہ پھر حیّ علی الصلوٰۃ دو مرتبہ پھر حیّ علی الفلاح دو مرتبہ پھر حیّ علی خیر العمل دو مرتبہ پھر تکبیر دو مرتبہ پھر لا الہ الا اللہ دو مرتبہ اور اقامت کی فصلون مین ہر ایک دو دو مرتبہ اور قد قامت الصلوٰۃ اسمین دو مرتبہ زیادہ ہے اور آخیر اقامت مین سے ایکمرتبہ تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہنا ساقط ہے اور اذان اور اقامت مین ترتیب شرط ہے اور مستحب ہین اذان اور اقامت مین سات چیزین قبلہ رخ ہو فصول کے آخیر مین وقف کرے اور اذان ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت مین تیزروی کرے اور اذان اور اقامت کے بیچ مین کلام نہ کرے اور اذان اور اقامت مین فاصلہ کرے دو رکعت نماز پڑھکر یا سجدہ بجا لا کر مگر نماز مغرب مین بہتر یہ ہے کہ فاصلہ قدم رکھنے بھر کا یا سانس لینے بھر کا کرے اور اذان مین آواز بلند کرے اگر موذن مرد ہو اور آواز بلند کرنے کے سوا یہی سب امور اقامت مین موکدہ سنت ہین اور مکروہ ہے اذان مین ترجیع اور اذان کی فصلونکا مقرر سے زیادہ مکرر کہنا ہے مگر یہ کہ بخبر نمازیون کا خبردار کرنا مقصود ہو اور اسیطرح الصلوٰۃ خیر من النوم کا

[1] اور دو دو مرتبہ اشہد ان علیا ولی اللہ خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل [illegible] کا کہنا بہتر ہے مولا سید عابد حسین اردو مترجم

کہنا مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہائے امامیہ مین الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی نماز سونے سے بہتر ہے کہنے کی حرمت مشہور ہے اسلیے کہ اذان ایک عبادت ہے کہ شارع علیہ السلام سے ملتقی ہوئی ہے اُسمین کچھ بڑھانا گھٹانا بدعت ہے اور ہر بدعت گراہی ہے چوتھی نظر اذان کے حکمون مین اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو اذان یا اقامت کے اثنا مین سو جائے اور پھر جاگے سنت ہی کہ نئے سرے سے کہے اور جائز ہے کہ اُسی پر بنا کرے اور یہی حکم ہے اگر بیہوش ہو جائے دوسرا مسئلہ جب کوئی اذان کہے پھر مرتد ہو جائے تو جائز ہے کہ اُسی اذان پر اعتماد کرین اور کوئی اور اقامت کہہ لے اور اگر موذن اذان کہنے کے اثنا مین مرتد ہو جائے پھر توبہ کرے بعضون کے قول پر نئے سرے سے اذان کہے تیسرا مسئلہ جو شخص اذان سُنے اُسے اپنے دل مین اُسکی حکایت یعنی نقل کرنا مستحب ہے چوتھا مسئلہ جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو بات کرنا مغلظہ کراہت ہے مگر وہ کلام جو نمازیون کے تدبیر مین ہو جیسے صفون کا سیدھا کرنا اور پیشنماز کا تعین کرنا پانچوان مسئلہ مکروہ ہے موذن کا داہنے بائین منھ کرنا لیکن اپنی اذان بھر مین قبلہ کی جہت کا التزام رکھنا چاہیے چھٹا مسئلہ جب لوگ اذان کہنے مین تنازع کرین تو جو اذان کے حکمون سے زیادہ خبردار ہو اُسکو مقدم کرین اور اُسی کے سپرد اذان کہنا کرین اور اگر متنازع لوگ علم مین برابر ہون تو قرعہ ڈالین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اذان مین تنازع اور قرعہ کا حکم اُسوقت مین ہے کہ موذن کیلیے وظیفہ بیت المال سے مقرر ہو اور اگر وظیفہ مقرر نہو پھر اُسپر نزاع کرین تو جائز ہے کہ کئی موذن ایک نماز مین یکجا یا آگے پیچھے اذان کہین ساتوان مسئلہ جب موذن بہت سے ہون تو جائز ہے کہ سب ملکر ایک مرتبہ اذان کہین اور اگر وقت وسیع ہو تو بہتر یہی ہے کہ ایک دوسرے کے بعد کہے یہ اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ یہان وقت کی وسعت سے مراد جماعت مین کے امر مطلوب کا مجتمع ہونا ہے مثل نہ آنے امام اور نہ آنے اُس شخص کے کہ جسکے آنے کی عادت ہے نہ یہ کہ اجزا اور کفایت بھر کے وقت سے زیادتی مقصود ہے کیونکہ نماز مین دیر کرنا اُسکے وقت سے کسی غیر موظف شرعی امر کے لیے نہایت بعید ہے اور شیخ خلاف مین فرما چکے ہین کہ دو موذنون سے زیادہ نچاہیے اور موذنون کی زیادتی مین ترتیب پر تاخیر نماز کی فضیلت سے بلکہ خلو حرج اہل جماعت مجتمع ہونے پر سامعین کی اذیت آوازون کے اجتماع سے اور وقت مضیقا

مخالفین کے احتمال ہیں۔ آٹھوان مسئلہ جب امام کسی اذان کہنے والے کی اذان سن لے تو اُسے جائز ہے کہ نماز پڑھنے مین اکتفا اُسی اذان پر کرے گو وہ موذن منفرد یعنی تنہا نماز پڑھے۔ نوان مسئلہ جسے اذان اور اقامت کے اثنا مین حدث واقع ہو وہ طہارت کرے اور بنا اُسی پر کرکے پورا کرے اور اقامت مین اعادہ کرنا بہتر ہے دسوان مسئلہ جسے نماز پڑھنے مین حدث واقع ہو وہ طہارت کرے اور نماز کا اعادہ کرے اور اقامت کا اعادہ نکرے مگر بول اٹھا ہو۔ گیارھوان مسئلہ جو کسی ایسے پیش نماز کی اقتدا کرے کہ جسکی اقتدا جائز نہین تو اذان اور اقامت اپنے لیے کہے اور اگر نماز قضا ہو جانے سے ڈرے تو دو تکبیر دن اور قد قامت الصلوٰۃ پر اکتفا کرے اور فصول مین سے جو پیشنماز چھوڑدے مستحب ہے کہ اُسے ماموم کہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ جب مخالف مذہب پیشنماز کے پیچھے نماز پڑھے تو چاہیے کہ تقیہ سے اپنے لیے اذان و اقامت کہے اور مخالف کی اذان و اقامت پر اکتفا نکرے اور اگر وقت تنگ ہو کہ اگر اذان اور اقامت کہے تو

پیشنماز کو رکوع مین نپائے تو اس صورت مین قد قامت الصلوٰۃ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پر اکتفا کرے۔ یہ اُردو مترجم کہتا ہے کہ ایسے امام کی متروک فصل کا ماموم کو کہنا مستحب ہونا یہان مشکل نظر آتا ہے ایک تو اسلیے کہ یہ خلاف نص کے ہے اور وہی نص صحیحہ ابن سنان ہے کہ اُسمین وارد ہوا ہے کہ جب موذن اپنی اذان مین کچھ گھٹا دے اور تیرا قصد اُسکی اذان سے نماز پڑھنے کا ہو تو اُسے تو پورا کرے جو اُس اذان مین سے رہگیا ہے اور یہان ماموم اپنے لیے الگ اذان اور اقامت کہنے پر مامور ہے یہانتک وقت پر اختصار سے کیگا دوسرے اس سبب سے ہے کہ علما نے تصریح کردی ہے اور اخبار کو بھی دلالت اسی پر ہے کہ مخالفین کی اذان کا اعتداد اور شمار نہین پھر امام کی چھوٹی فصل کو ماموم کے بجالانے سے کیا فائدہ ہے مگر بار خدایا یہ کہا جائے کہ خود یہ فعل اپنے نفس مین مستحب ہے گو یہ اذان شمار اور اعتنا کے قابل نہین تو خوب ہے اگر اسکی دلیل بھی ثابت ہو جائے۔

دوسرا رکن نماز کے افعال ہین۔ بعضے افعال واجب ہین اور بعضے سنت ہین واجب فعل آٹھ ہین پہلا واجب فعل نیت ہے اور یہ رکن ہے جو اِسے جان بوجھکر قصد سے یا بھولے سے چھوڑ دیگا تو نماز منعقد نہوگی اور حقیقت نیت کی یہ ہے کہ نماز کی صفت کو دل مین لائے اور قصد کرے اُس نیت مین ہے،

چار امرون کا واجب کا یا سنت کا اور قربت کے قصد سے بجالانا اور معین کرنا نماز کا یعنی کونسی نماز ہے اور ادا ہونے کا یا قضا ہونے کا اور زبان سے کہنا معتبر نہین بلکہ قصد کافی ہے اور نیت کا وقت تکبیر احرام کے پہلے جزو کا وقت ہے اور واجب ہے ہمیشہ آخر نماز تک نیت کے حکم پر مستمر رہنا اسطرح کہ نیت کے خلاف دل مین نہ لائے اگر نماز کے اثنا مین نماز سے نکلنے کا قصد کرے تو نماز ظاہر کی بنا پر باطل نہوگی اور یونہین باطل نہین ہوتی ہے نماز اگر نماز کے منافی فعل کرنے کا قصد کرے اور اُسے نکرے اور اگر کریگا تو نماز باطل ہو جائیگی اور یونہین باطل ہو جائیگی نماز اگر کسی فعل سے ریا یا سمعہ کا یعنی دکھانے سنانے کا قصد کریگا یا نماز کے سوا کسی اور چیز کا قصد کریگا اور نیت کا بدل ڈالنا کئی جگہ پر جائز ہے جیسے یہ کہ جمعہ کے دن نماز ظہر مین سورۂ جمعہ پڑھنا بھول جائے اور دوسرا سورہ شروع کر دے تو اگر نیت بدلے اور قصد کرے کہ یہ نماز سنت پڑھتا ہون مین پھر اسکے بعد فریضۂ ظہر سورۂ جمعہ سے ادا کرونگا تو جائز ہے اور جیسے یومیہ فرائض مین سے کسی فریضے کی ادا شروع کرے اور اس اثنا مین اُسے یاد آئے کہ اس فریضے کی نماز مجھسے قضا ہو گئی ہے اور نیت کو پہلے کی قضا فریضے کے بجالانے کی طرف بدلے تو جائز ہے دوسرا تکبیرۃ الاحرام اور یہ رکن ہے اور بے اسکے نماز صحیح نہین ہے گو بھولے سے بھی چھوٹ جائے اور اسکی صورت یون ہے کہ کہے اللہ اکبر اور اسکے معنون کے کہنے سے نماز منعقد نہین ہوتی ہے اور اگر اسمین سے کوئی حرف چھوڑ دیگا تو بھی نماز منعقد نہوگی اور جو اسکے کہنے پر مثل عجمی کے قادر نہو اُسے اسکا یاد کر لینا واجب ہے بجائے اسکے وسعت وقت مین مشغول نماز مین نہو اور اگر وقت تنگ ہو تو ترجمہ بھی جائز ہے اور جو گونگا ہو اس سے جہانتک ہو سکے تکبیرۃ الاحرام کو کہے پھر اگر اصلا بولنے پر قادر نہو تو اسکے معنون کو دل مین لائے اور اشارہ کرے اور اسمین ترتیب واجب ہے پھر اگر اکبر اللہ اُلٹ کر کہیگا تو نماز منعقد نہوگی اور نمازی کو اختیار ہے کہ شروع کی ساتون تکبیرون مین سے جسے چاہے تکبیر الاحرام قرار دے لے پھر اگر ایک تکبیر تکبیرۃ الاحرام کے قصد سے کہے پھر دوسری تکبیر اسی قصد سے کہے تو نماز باطل ہے کیونکہ رکن کی تکرار کی ہے پھر اگر تیسری تکبیر اسی قصد سے کہے تو نماز اس اخیر تکبیر سے منعقد ہو جائیگی اور واجب ہے کہ تکبیر کھڑے ہو کر کہے پھر اگر کھڑے ہونے پر قادر ہو کر بیٹھکر کہیگا یا اُٹھنے کے شروع مین کہیگا تو نماز منعقد نہوگی اور سُنتی امر اسمین چار ہین پہلا یہ کہ اللہ کے لفظ کو بے مد کہے یعنی اسکے حرفون مین مد نہ دے دوسرا یہ کہ اکبر کا لفظ

افعل کے وزن پر کہے تیسرا یہ کہ امام ماموین کو تلفظ تکبیرۃ الاحرام کا سنوائے چوتھا یہ کہ تکبیر کہتے وقت مصلی یعنی نمازی ہاتھوں کو اپنے کانوں تک اونچا اُٹھائے۔ تیسرا قیام اور یہ بھی رکن ہے اور قدرت رکھنے پر واجب ہے پھر جو کہ اسے عمداً یا سہواً ترک کرے گا اُسکی نماز باطل ہو جائیگی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مطلق قیام رکن نہین اسلیے کہ قیام نماز کی نیت کے لیے شرط ہے اور شرط مشروط مین داخل نہین ہوتی ہے بلکہ مشروط سے خارج ہوا کرتی ہے جسطرح سے کہ طہارت نماز کی شرط ہے اور نماز کا جز نہین ہے اور قیام قراءت مین واجب ہے اور اسی طرح قیام رکوع مین ہے بس جو قیام کہ رکن مین سے ہو کہ جسکی کمی زیادتی سے نماز باطل ہو جاتی ہے وہ قیام تکبیرۃ الاحرام کے وقت کا ہے اور رکوع کے متصل کا قیام یعنی رکوع سے پہلے کا قیام ہے اور اسیطرح نیت کے وقت کا بھی ہے اگر اسکے قائل ہون کہ نیت بھی نماز مین داخل ہے اور نماز کا رکن ہو اور اگر کہین کہ رکوع کے متصل والا ایسا قیام ہے کہ جسمین قراءت ہوتی ہو اور اس قیام کو واجب بھی کہا ہے بس ایک ہی چیز رکن بھی ہوگی اور غیر رکن بھی ہوگی اور اسکا جواب یہ ہے کہ واجب مجموع قیام ہے اور رکن وہی اخیر والا جز جو رکوع کے متصل ہے بس کہہ سکتے ہین کہ مجموع رکن نہین بلکہ واجب ہے — اردو مترجم کہتا ہے کہ شہید علیہ الرحمہ نے اپنے بعض فوائد مین ارشاد فرمایا ہے کہ قیام نماز کی نسبت سے کئی طرح پر ہے بس قیام نیت کی طرح پر نیت کی شرط ہے اور قیام تکبیرۃ الاحرام مین رکن ہونے مین تکبیر کا تابع ہے اور قیام قراءت مین واجب ہے رکن نہین ہے اور رکوع کے متصل والا قیام رکن ہے۔ جب بے تکیہ کے قیام کی قدرت ہو تو قیام بے تکیہ کے واجب ہے اور نہین تو تکیہ کسی چیز پر کرلے کہ جس سے قیام پر قادر ہو جائے اور ایک روایت مین وارد ہے کہ دیوار پر تکیہ کرنا قیام کی قدرت رکھنے پر بھی جائز ہے اور اگر کسی ٹکڑے مین نماز کے قیام پر قادر ہو تو جہانتک قدرت ہو کھڑا ہو اور باقی کو بیٹھکر بجالائے اور اگر قدرت نہو تو بیٹھکر سب پڑھے اور بعضون نے کہا ہے کہ قیام سے عجز کی حد یہ ہے کہ جتنی دیر مین نماز ہوتی ہے اُتنی دیر رستہ نہ چل سکے تو اس صورت مین ساری نماز بیٹھکر پڑھے اور پہلا قول اظہر ہے اور جو کہ بیٹھکر نماز پڑھتا ہو جب رکوع کے لیے قادر ہو جائے تو واجب ہے کہ رکوع کے لیے اُٹھکر کھڑا ہو اور اگر قدرت نہو تو بیٹھے بیٹھے

رکوع بھی کرے اور جبکہ بیٹھے بیٹھے بھی پڑھنے سے مجبور ہو تو داہنے پہلو کے بھل قبلہ رخ لحد کیطرح لیٹ جائے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو بائیں پہلو کے بھل لیٹے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو چت محتضر یعنی جان کندنی والے کی طرحپر لیٹے اور یہ لوگ رکوع اور سجود کے لیے ایما کرینگے اور جو ایک حال پر اثنائے نماز مین عاجز ہو تو وہ ایک حالت سے دوسری ادنیٰ حالت کی طرف اُسی حال سے منتقل ہو یعنی قراءت ترک کرے جیسے کہ شخص عاجز ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا عاجز ہو تو پہلو کے بھل لیٹے اور اگر وہ پہلو کے بھل لیٹا ہوا عاجز ہو تو چت لیٹ جائے اور اسیطرح پر اسکے عکس مین ہے لیکن اُس صورت مین کہ ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف منتقل ہوتا ہے تو منتقل ہونے کے وقت مین قراءت سے سکوت کرے تاکہ جہانتک ممکن ہو قراءت اعلیٰ حالت مین واقع ہو اور جو کہ سجدے پر قادر نہو وہ سجدے کے مکان کو بلند کرلے اور اگر یون بھی سجدہ کرنے پر قادر نہو تو ایما کرے مسنونہ افعال اس فصل مین دو چیزین ہین ایک یہ کہ جب مصلی بیٹھکر نماز کو بجالائے تو اُسے قراءت کے وقت تربیع سنت ہے یعنی اپنی پنڈلیان اور رانین زمین سے اونچی کرے اور دونون قدمون اور چوتڑون پر بیٹھے اور دوسرے تثنیہ دونون پائون کا یعنی دونون پائون کو بچھائے اور بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ تشہد کے حال مین تورک کرے اور بائین ران پر بیٹھے کہ زمین سے ملائے اور دونون قدمون کو نیچے سے رانون کے نکالے اور داہنے پائون کی پیٹھ کو بائین کی پیٹ مین رکھے جیسے کہ تشہد مین بیٹھتے ہین چوتھا واجب قرأت ہے اور وہ واجب ہے اور وہ سورۂ حمد کی قراءت ہر دو رکعتی نماز مین اور چو رکعتیون مین اور تین رکعتی مین اول کی دو دو رکعتون مین متعین ہے اور سارے سورۂ حمد کا پڑھنا واجب ہے جو سورۂ فاتحہ کو عمداً ترک کریگا تو نماز اُسکی صحیح نہ ہوگی گو ایک حرف ہی ترک کرے اور تشدید کا شمار حرف مین ہے اسی طرحپر نماز صحیح نہین اگر اعراب مین خلل کریگا اور سورۂ فاتحہ مین سے بسم اللہ بھی ایک آیت ہے کہ اُسکی قراءت سورۂ فاتحہ کے ساتھ واجب ہے اور کافی نہین مصلی کو کہ سورۂ فاتحہ کا ترجمہ پڑھے اور اُسکے کلمون کی اور آیتون کی ترتیب واجب ہے جس طرحپر کہ شارع علیہ السلام سے منقول ہوئی ہے پھر اگر عمداً مخالفت کریگا تو نماز کا اعادہ کریگا اور اگر بھول کر مخالفت کریگا تو نئے سر سے قراءت کریگا اگر رکوع سے پہلے یاد آئیگا

اور اگر یاد نہ آئے اور رکوع کرے تو نماز کو پورا کریگا گو بعد اسکے یاد بھی آئے اور جو کہ خوب قرأت نکر سکے تو اسے
سیکھنا واجب ہی پھر اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو سورۂ فاتحہ میں سے پڑھے جتنا ممکن ہو اور اگر متعذر ہو
تو غیر سورۂ فاتحہ میں سے پڑھے یا تسبیح و تہلیل خدا اور تکبیر میں قرأت کے زمانے بھر مصروف رہے اور
اسکے بعد واجب ہے کہ سورۂ فاتحہ سیکھ لے اور جو گونگا ہو وہ نماز میں اپنی زبان کو ہلائے قرأت کے قصد
سے اور دل میں بھی لائے کہ میں قرأت کرتا ہوں اور مصلی یعنی نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ چار رکعتوں کی تیسری
اور چوتھی رکعتوں میں خواہ سورۂ فاتحہ پڑھے خواہ تسبیحات اربع کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ
اللہ اکبر ہیں پڑھے اور پیشنماز کے لیے قرأت حمد تسبیحات سے بہتر ہے اور واجب ہے کہ ایک سورہ
پورا سورۂ حمد کے بعد فریضے کی پہلی دو رکعتوں میں پڑھے باوجود اسکے کہ وقت میں گنجایش ہو اور سیکھنا ممکن
ہو اور مضطر نہو بلکہ مختار ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ دوسرے کا انضمام یعنی سورۂ فاتحہ کے بعد
پڑھنا واجب نہیں اور اول احوط ہے اگر کوئی پہلے سورہ پڑھے اور پھر حمد پڑھے تو اُسے چاہیے کہ پھر
اُسی سورہ کو یا کسی اَور سورہ کو حمد کے بعد پڑھ لے اور کسی فریضے میں عزائم سوروں میں سے پڑھنا جائز
نہیں اور یونہیں طویل سوروں کا پڑھنا کہ جنکی قرأت میں نماز کا وقت فوت ہو جائے جائز نہیں ہے
اور سورۂ فاتحہ کے بعد دو سوروں کا پڑھنا بھی جائز نہیں اور بعضے فقہا نے مکروہ کہا ہے اور یہی اشبہ
ہے اور صبح کی نماز میں اور مغرب و عشا کی پہلی دو دو رکعتوں میں قرأت جہر سے یعنی بلند آواز سے سوروں کا
پڑھنا واجب ہے اور ظہرین میں اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشاء کی تیسری چوتھی رکعتوں میں
اخفات یعنی آہستہ سے پڑھنا چاہیے اور اقل جہر یہ ہے کہ قاری یعنی پڑھنے والا اپنی قرأت یعنے
پڑھنا اپنے پاس کے تندرست شخص کو جبکہ کان دھرے سنوا دے اور اخفات یہ ہے کہ قاری خود سُنے
اگر اُسکے کان صحیح ہوں یعنی کانوں میں مرض نہو اور عورتوں پر جہر یعنی بلند آواز سے قرأت واجب
نہیں اور اگر اُنکی جہر نماز میں نامحرموں کے سُننے پر مشتمل ہو تو حرام ہے سُنّتی افعال اس قسم میں بسم اللہ
کا جہر سے سورۂ فاتحہ کے اور دوسرے سورہ کے پہلے کہنا گو صلوٰۃ جہریہ نہو اور ترتیل قرأت یعنی
حرفوں کا ظاہر کرنا اور اُنکی صفتوں کی مراعات کرنا ہے اور مد دینا ہے اتنا کہ غنا سے یعنی گانے
کے مشابہ ہو جائے اور جہاں پر وقف چاہیے وہاں وقف کرنا اور سنتی نمازوں میں فاتحہ کے بعد
سورہ کا پڑھنا اور ظہرین میں چھوٹے سورے مثل انا انزلناہ اور سورۂ جحد یعنی قل یا ایہا الکافرون کے

پڑھنا اور سورۂ اعلیٰ و الطارق اور جو اسیقدر ہون عشا میں اور صبحکو جمعرات اور جمعہ کو ہل اتی اور جمعہ کے دن مغرب و عشا میں سورۂ جمعہ اور سورۂ اعلیٰ اور صبح جمعہ میں سورۂ جمعہ اور قل ہو اللہ احد کا سورہ اور جمعہ کے ظہرین میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین پڑھنا ہے اور فقہا میں سے کسی ایک نے ان دونون سورون کو جمعہ کی ظہرین مین پڑھنا واجب جانا ہے اور یہ قول معتمد نہین اور دن کے نوافل مین چھوٹے سورے اور آہستہ اور رات کے نوافل مین بڑے بڑے سورے اور بلند آواز سے پڑھنا ہے اور جب وقت تنگ ہو تو قراءت مین تخفیف کریگا اور فقط فاتحہ پر اکتفا کریگا اور قل یا ایہا الکافرون سات جگہ پڑھنا چاہیے ظہر کی نوافل کی پہلی رکعت مین اور مغرب کے نوافل کی پہلی رکعت مین اور صبح کے نافلہ کی پہلی رکعت مین جبکہ اُسے صبح کی روشنی پھیلنے اور سرخی طلوع کے بعد پڑھین اور طواف کی دو رکعتون مین سے پہلی رکعت مین اور نماز احرام کی پہلی رکعت مین اور اگر ان ساتون مقامون مین پہلی رکعت مین سورۂ توحید اور دوسری رکعت مین سورۂ جحد پڑھے تو بھی جائز ہے اور نماز شب کی پہلی دو رکعتون مین قل ہو اللہ تیس مرتبہ اور باقی رکعتون مین لمبے سورے اور سنت ہے کہ پیشنماز ماموین یعنی پیچھے نماز پڑھنے والون کو قراءت اپنی سنوائے اگر محتاج بہت آواز بلند کرنے کا نہو اور اسیطرح شہادتین کو شنوائے اور سنت ہے کہ جب مصلی آیۂ رحمت پر پہونچے تو سوال رحمت کرے اور جب آیۂ عذاب پر پہونچے تو حقتعالیٰ سے پناہ مانگے سات مسئلے پہلا مسئلہ حمد کے آخر مین آمین کہنا جائز نہین اور بعضون نے مکروہ کہا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سورۂ حمد کے آخر مین اور حمد کے سوا اور سورون کے آخرون مین کہنا جائز نہین اگر عمداً کوئی نماز مین کہیگا تو نماز باطل ہو جائیگی جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے دوسرا مسئلہ موالات قراءت مین صحت کی شرط ہے یعنی قرائت کے اثنا مین کچھ غیر قرائت کے پڑھے تو سرنو سے قرارت کرے اور اسیطرح جو اگر قرائت کی نیت کرکے چپ ہو رہیگا تو پھر نئے سرے سے قراءت کریگا بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت مین نماز کا اعادہ کریگا لیکن اگر قراءت کے اثنا مین کچھ سکوت کرے نہ قراءت کی قطع کے قصد سے یا قراءت کی قطع کا قصد کرے تو نماز کو قطع نہ کریگا اور پورا نماز کو کرے گا اردو مترجم کہتا ہے کہ قراءت کے اثنا مین جن چیزون کا پڑھنا مستثنیٰ ہے اُنکے سوا کسی آیہ کا پڑھنا ہے اور اُن مستثنیٰ چیزون سے مباح کی دعا اور سوال رحمت آیۂ رحمت پر پہنچکر اور عذاب سے حقتعالیٰ سے

پناہ مانگنا آیۂ عذاب پر پہونچکر اور سلام کا جواب دینا اور چھینکنے والے پر یرحمک اللہ کہنا اور خود چھینکنے پر الحمد للہ رب العالمین کہنا اور مثل اسکے جو کہ مستثنیٰ ہین وہ قراءت مین مخل نہین — تیسرا مسئلہ علمائے امامیہ نے روایت کی ہے کہ سورۂ والضحیٰ اور الم نشرح دونون ملکر ایک سورہ ہے اور اسیطرح سورۂ فیل اور لایلاف ایک سورہ ہے تو جائز نہین ہے کہ ان دو دو سے ایک ایک کوئی کسی نماز مین پڑھے جو ان دونونکو ایک رکعت مین پڑھے تو اُسے بیچ مین بسم اللہ کہنے کی بنا بر اظہر کے حاجت نہین چوتھا مسئلہ جب کوئی جہر کے مقام پر اخفات کرے اور اخفات کے مقام پر جہر کرے یا عکس اسکا کرے اور یہ امر خواہ مسئلے کے نجاننے سے خواہ بھولے سے واقع ہوا ہے تو اُسپر اعادہ نماز کا واجب نہین پانچوان مسئلہ کافی ہے مصلی کو کہ تیسری چوتھی رکعت مین حمد کی بدل بارہ تسبیحین پڑھے کہ صورت اُسکی یہ ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تین مرتبہ اور بعضون نے کہا ہے کہ دس تسبیحین پہلی دو تسبیحون مین سے تکبیر کم کرکے کافی ہین اور تیسری تسبیح مین تکبیر ثابت رکھے اور ایک روایت مین ہے کہ تیسری مین سے بھی تکبیر کم کرکے نو تسبیحین پڑھنا وارد ہوا ہے اور ایک روایت مین چار تسبیحین ہین اسطرح سے کہ تسبیح مذکور ایک ہی مرتبہ پڑھے اور پہلے قول پر عمل احوط ہے چھٹا مسئلہ اگر کوئی عزائم سورے مین سے نوافل مین پڑھے تو چاہیے کہ موضع سجود پر سجدہ کرے اور اسیطرح اگر کوئی اور پڑھے اور آیۂ سجدہ کو سنے تو سجدہ کرے اور اسکے بعد اُٹھے اور تتمۂ سورۂ عزیمہ کی تلاوت کرے اور رکوع کرے اگر واجب سجدہ آخر سورۂ عزیمہ مین ہو تو سنت ہے سجدۂ تلاوت کے بعد اُٹھے اور سورۂ فاتحہ پڑھے اور رکوع مین جائے تاکہ رکوع قراءت کے بعد پڑے ساتوان مسئلہ سورۂ قل اعوذ برب الناس اور سورۂ قل اعوذ برب الفلق بھی قرآن مین سے ہین ان دونون سورون کی بھی قراءت نماز مین جائز ہے خواہ واجب نماز ہو خواہ سنت ہو پانچوان واجب رکوع ہے اور وہ ہر رکعت مین ایک مرتبہ واجب ہے مگر نماز کسوف مین اور نماز آیات مین اور رکوع نماز مین رکن ہے اور اُسکی کمی یا زیادتی سے عمداً یا سہواً نماز باطل ہو جاتی ہے اور اسکی تفصیل عنقریب آتی ہے اور رکوع کے واجبات پانچ ہین پہلا واجب جھکنا اسقدر کہ دونون ہاتھ دونون زانوؤن پر پہونچ سکین اور اگر ہاتھ اتنے لمبے رکھتا ہو کہ بے جھکے دونون

زانوؤن پر پہونچ جاتے ہون پھر بھی جھکے اتنا کہ خلقت مین کا مستوی شخص جھکتا ہے اور جو جھکنے پر کسی مرض سے قادر نہو تو اپنے امکان بھر جھکے اور اگر بالکل عاجز ہو تو رکوع کے لیے ایما اشارہ کرے اگر کوئی اصل پیدایش مین یا عارضہ سے منحنی یعنی جھکا رکوع کرنے والے کی طرح ہو تو اسے واجب ہے کہ رکوع مین اور ذکر رکوع کے وقت کچھ اپنے انحنا کو بڑھادے کہ اُس زیادتی سے اصلی حالت مین اور رکوع کی حالت مین فرق ہو جائے دوسرا واجب طمانینت یعنی اتنی دیر کرنا کہ جسمین رکوع کا واجب ذکر کر لے اور یہ دیر کرنا رکوع مین قدرت رکھنے کی صورتمین ہے اور اگر دیر کرنے پر قادر نہو تو اسصورت مین واجب نہین جیسا کہ اصل رکوعمین گذرا تیسرا واجب رکوع سے سر اُٹھانا اور سیدھا کھڑے ہونا پس جائز نہین کہ رکوع سے بے سر اُٹھائے اور بے سیدھا کھڑے ہوے سجدے مین چلا جائے مگر جبکہ عذر رکھتا ہو اور اگر سیدھے کھڑے ہونیمین تکیہ کا محتاج ہو تو واجب ہے کہ تکیہ لگا کر سیدھا کھڑا ہو گو تکیہ کرایہ سے لینا پڑے تو بھی لیکر لگائے چوتھا واجب طمانینت سیدھا کھڑے ہونے مین اور وہ اس سے عبارت ہے کہ برابر کرے اپنی پیٹھ کی ہڈیون کو کھڑے ہونے کے وقت مین اور سکون کرے یعنی ٹھہرے گو وقت کم ہو پانچوان واجب تسبیح پڑھنا رکوعمین ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مطلق ذکر کافی ہے گو ایکبار اللہ اکبر یعنی اللہ سب سے بڑا ہے یا ایکمرتبہ تہلیل ہو یعنی لا الٰہ الا اللہ ایکبار کہے اور معنی اسکے یہ ہین کہ نہین ہے کوئی معبود برحق اللہ کے سوا یعنی فقط اللہ ہی معبود برحق ہے اور کوئی نہین اور اِسی کو کلمۂ توحید بھی کہتے ہین اور ایکبار تکبیر یا ایکمرتبہ تہلیل کے رکوعمین کافی ہونے مین تردد ہے اور اقل اُس چیز کا جو مختار کے لیے ہی ایکمرتبہ پوری تسبیح ہے اور وہ سبحان ربی العظیم وبحمدہ ہے یعنی پاک و پاکیزہ جانتا ہون اپنے پروردگار بزرگ کو اس حال سے کہ مین اُسکی حمد و ثنا مین مشغول ہون یا سبحان اللہ یعنی پاک ہے اللہ تین بار کہے اور ضرورت کے وقت مین سبحان اللہ ایکبار بھی کہنا کافی ہے اور آیا ہر رکوع کے لیے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا واجب ہے یا نہین اسمین تردد ہے اظہر یہ ہے کہ مستحب ہے رکوع کے سنتی افعال رکوع کرنے کے لیے کھڑے کھڑے تکبیر کہے اس حال سے کہ دونون ہاتھون کو اُٹھا کر کانون تک لیجائے اور پھر لٹکائے اسکے بعد رکوع کرے اور دونو ہاتھون کو

دونون ہتیلیون کو دونون زانوؤن پر انگلیان پھیلی ہوئی رکھے اور زانوؤن کو پیچھے کی طرف کھینچے اور اگر دونون ہاتھون مین سے ایک مین کوئی عذر ہو تو ایک ہی سے زانو کو پیچھے کیطرف کھینچے اور اپنی پیٹھ کو ہموار کرے اور گردن کو پیٹھ کے محاذی دراز کرے اور رکوع کی تسبیح سے پہلے دعا پڑھے اور تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ یا اُس سے زیادہ کہے اور امام اپنی آواز کو ذکر مین بلند کرے اور سیدھے کھڑے ہوکے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہ کہے اور دعا پڑھے اور مکروہ ہے رکوع کرنا کہ ہاتھ کپڑے کے نیچے ہون چھٹا واجب سجدہ کرنا ہے اور ہر رکعت مین دو سجدے واجب ہین کہ نماز مین رکن ہین اور ان دونون سجدون مین کہ جس رکعت کے ہون خلل واقع ہونے سے خواہ عمداً ہو خواہ سہواً ہو نماز باطل ہوتی ہے اور نماز ایک سجدہ مین خلل واقع ہونے سے باطل نہین ہوتی ہے واجبات سجدہ چھ ہین پہلا واجب سات عضو پر سجدہ کرنا اور وہ ساتون عضو پیشانی دو ہتیلیان دونون زانو دو انگوٹھے دونون پانوؤن کے ہین دوسرا واجب ماتھے کا رکھنا ایسی چیز پر کہ جس پر رکھنا صحیح ہو بس اگر عمامہ کے گھیرے پر سجدہ کریگا تو صحیح نہوگا تیسرا واجب سجدے کے لیے اتنا جھکنا کہ کھڑے ہونے کی جگہ اور سجدے کی جگہ برابر ہو جائے مگر یہ کہ تھوڑا سا تفاوت ایک اینٹ کی مقدار یا کچھ ہو نہ زیادہ اور وہ مقدار چار انگل کی ہے کہ چارون انگلیان ملی ہوئی ہون پھر اگر مصلی کو کوئی مانع ہو کہ جس سے اتنا جھک نہ سکتا ہو تو امکان بھر جھکے اور اگر موضع سجود کے اونچا کرنے کی ضرورت پڑے تو واجب ہے کہ اُسے بلند کرلے اور اگر جھکنے سے بالکل عاجز ہو تو سجدے کے لیے ایما کرے چوتھا واجب ذکر سجود ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ تسبیح مختص ہے جیسا کہ رکوع مین مذکور ہوا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ بہتر سجدے مین ذکر سبحان ربّی الاعلی وبحمدہ ہے یعنی پاک جانتا ہون اپنے پروردگار کو کہ سب چیزون سے جسکا رتبہ بلند ہے اس حال مین کہ مین اُسکی حمد وثنا مین مشغول ہون پانچوان واجب طمانینت سجود مین ذکر کرنے بھر کے زمانے کی ہو مگر کہ کوئی ضرورت طمانینت کی مانع ہو چھٹا واجب سر اُٹھانا پہلے سجدے سے تاکہ درست اطمینان سے بیٹھے اور سجدے مین شروع کرنے کے لیے اور سر اُٹھانے کے لیے تکبیر کے واجب ہونے مین تردد ہے اظہر استحباب ہے اور سنت ہے کہ تکبیر کہے سجدے کے لیے اس حال مین کہ کھڑا ہو اُسکے بعد

لہ یعنی عمداً گانے سننا اور باجے وغیرہ کی آواز جو اُس شخص کو جو عبادت مین مشغول ہو ۱۲

مین سجدے کی طرف کرے پہلے اپنے دونون ہاتھون کو زمین پر پہونچائے اور سجدے کی جگہ کھڑے ہونے کی جگہ سے برابر ہو یا کچھ پست اور زیادہ معقول مقدار سے نہو اور خاک پر اپنی ناک کو رکھے اور دعا پڑھے اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ سجدے مین ارغام سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ سجود ناک سے کرے گو خاک پر نہو اور خاک بہتر ہے اور ایک تسبیح پر زیادہ کرے جسقدر کہ ممکن ہو اور دونون سجدون کے درمیان مین دعا کرے اور بائین سرین پر بیٹھے اطمینان سے دوسرے سجدے کے بعد اور دعا پڑھے کھڑے ہوتے وقت اور تکیہ کرے اپنے زانوؤن کے اٹھانے سے پہلے اور اقعاء دو سجدون کے درمیان مین مکروہ ہے اور وہ عبارت اس سے ہے کہ دونون تلوے زمین پر رکھے اور پاؤن کی دونون پاشنون پر بیٹھے تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ جس کسی کو پیشانی زمین پہ رکھنے سے کوئی مانع ہو مثل دنبل کے جبکہ ساری پیشانی نہ گھیری ہو تو موضع سجود مین سوراخ کرے تاکہ دنبل اس سوراخ مین اور موضع سالم پیشانی مین سے زمین پر پڑے اور اگر یہ متعذر ہو تو پیشانی کی دونون طرف سے ایک جانب پر سجدہ کرے اور اگر اسکا بھی مانع ہو تو سجدہ ٹھوڑی سے کرے دوسرا مسئلہ قرآن کے سجدے پندرہ ہین انمین سے چار واجب ہین اور وہ سورہ لقمان الم و حم سجدے کے سجدے ہین اور گیارہ سجدے سنت ہین اور وہ سورۂ رعد اور سورۂ نحل و بنی اسرائیل اور مریم اور حج مین دو جگہ اور فرقان اور نمل اور ص اور اذا السماء انشقت مین کے سجدے ہین اور عزائم سورون کے سجدے واجب ہین جو سجدے کی آیت پڑھے یا سنے اسپر سجدہ واجب ہے اور جو کہ اتفاقی سن لے اسپر سجدہ بنا بر اظہر سنت ہے اور اکثر اسپر بھی وجوب کے قائل ہین اور اصح وجوب ہے جسطرح سے کان دیکر سننے والے پر واجب ہے اسیطرح اتفاقی سن لینے والے پر واجب ہے اور باقی سورون مین سجدے سنت ہین اور ان سجدون مین قرأت تکبیر کی اور تشہد کی اور سلام کی نہین ہے اور قبلہ کا استقبال بھی اظہر کی بنا پر نہین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اصح یہ ہے کہ ان سجدون مین طہارت بھی شرط نہین ہے اور اسیطرح بدن اور کپڑون کا نجاست سے خالی ہونا اور قبلہ کا استقبال بھی شرط نہین ہے اور آیا سجدے کے ساتون اعضا پر سجدہ کرنا شرط ہے یا پیشانی کا زمین پر رکھنا کافی ہے اور اسیطرح موضع کا مساوی ہونا موقوف ہے اور رکھنا پیشانی کا ایسی چیز پر کہ جسپر سجدہ صحیح ہو شرط ہے

یا نہیں آمین دو وجہیں ہیں احتیاط اشتراط ہے اور اگر بھول جائے سجدۂ تلاوت کو تو جب یاد آئے بجالائے
تیسرا مسئلہ شکر کے دو سجدے مستحب ہیں جب کوئی نعمت تازہ ہو یا محنت دور ہو اور نمازوں کے بعد
اور دو سجدۂ شکر میں منھ خاک پر ملنا سنت ہے ساتواں واجب تشہد ہے اور وہ ہر دو رکعتی نماز
میں ایک مرتبہ اور تین رکعتی اور چار رکعتی میں دو مرتبہ واجب ہے اگر کوئی دونوں میں یا ایک میں
انہیں سے خلل عمداً کرے تو نماز باطل ہو جائیگی اور ہر تشہد میں پانچ واجب ہیں پہلا شہادتین پڑھنے
کے وقت بمقدار بیٹھنا دو شہادتین پڑھنا اور درود بھیجنا نبیؐ اور آل نبی پر اور صورت اسکی یہ ہے ـ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

یعنی گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی برحق معبود اللہ کے سوا اس حال سے
کہ وہ تنہا ہے نہیں ہے کوئی شریک اسکا اور گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ بیشک محمد صلعم
اسکے بندے ہیں اور اسکے رسول ہیں بار خدایا اپنی رحمت کاملہ نازل کر محمدؐ پر اور انکی اولاد پر
اور جو تشہد کو اچھی طرح نہ جانتا ہو تو واجب ہے اسپر بجالانا اس امر کا جس سے خوب جانے تشہد کو
ضیق وقت میں یعنی ترجمہ اپنی زبان میں پڑھ لے اور اسکے بعد واجب ہے کہ سیکھ لے اس چیز کو
جسے اچھی طرح پڑھ نہیں سکتا ہے سنتی افعال تشہد کے متورک بیٹھے یعنی دونوں پاؤں کو مقعد
کی بائیں طرف نکالے اور دونوں پاؤں کو اور بائیں پشت قدم کو زمین پر رکھے اور داہنی
پشت قدم کو بائیں پیر کے پیٹ پر رکھے اور واجب مقدار سے زیادہ جو چاہے حمد و ثنا و دعا سے
بجالائے اور آٹھواں واجب سلام کہنا اور وہ بھی بنا بر مذہب اصح واجب ہے اور نماز سے اس کے
خارج ہوجاتا ہے اور اسکی دو عبارتیں ہیں ایک یہ ہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی
سلام ہو ہمپر اور خدا کے نیک بندوں پر اور دوسری عبارت یہ ہے السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
یعنی سلام ہو تمپر اور خدا کی رحمت اور اسکی برکتیں ـ اور ہر ایک سے ان دو عبارتوں میں سے
نماز سے خارج ہوتا ہے اور جس سے ابتدا کریگا دوسرا مستحب ہو جائیگا مسنون سلام یہ ہیں کہ
مصلی اگر منفرد یعنی تنہا ہو تو سلام کہے قبلہ رخ اور آنکھ کے اخیر کے گوشے سے جو کنپٹی کے قریب
ہے اور اسکے اگلے گوشے سے جو ناک کے قریب ہے مقابل ہو اس انگلی طرف کے جو ناک کے پاس ہے اشارہ کرے اور پیشنماز
منھ کے صفحے سے داہنی طرف اشارہ کرے اور اسیطرح ماموم بھی منھ کے صفحے سے داہنی طرف

امام

اشارہ کرے اور بائین طرف بھی کوئی ہو تو دوسرے سلام مین بھی اپنے مُنھ کے صفحے سے اشارہ کرے
نماز کے سُنّتی فعل پانچ ہین پہلا چھ تکبیرون سے تکبیر احرام کے سوا نماز کی طرف متوجہ ہونا
اس طریق سے کہ تین مرتبہ اللہ اکبر کہے پھر او ر دعائے ماثورہ یعنی یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ عَمِلْتُ سُوْءً وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
اِلَّا اَنْتَ یعنی الٰہی تو ہی سچ مچ کا کھلا کھلا بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود پرستش کے قابل
نہین ہے تیری ہی تعریف کی مجھے رٹ لگی ہے الٰہی مین نے بہت بُرا کیا ہے اور گناہ کرکے
مین نے بڑا ستم اپنی جان مین توڑ لیا ہے بس میرے گناہ بخشدے کہ بیشک تیرے سوا کون
گناہون کا بخشنے والا ہے پھر اللہ اکبر دو مرتبہ کہے اور یہ دعا پڑھے لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِیْ
یَدَیْکَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ وَالْمَھْدِیُّ مَنْ ھَدَیْتَ اَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدَیْکَ ذَلِیْلٌ بَیْنَ یَدَیْکَ
مِنْکَ وَبِکَ وَلَکَ وَاِلَیْکَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجٰی وَلَا مَفَرَّ وَلَا مَھْرَبَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ سُبْحَانَکَ وَ
حَنَانَیْکَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَرَبَّ الْبَیْتِ۔ یعنی حاضر حاضر نگاہ روبرو تیرے
سامنے کھڑا ٹھیرا رہا ہون اور تیرا ادنیٰ سا چاکر باز فرمان بردار ہون بھلائی
تیرے ہی ہاتھ ہے اور بُرائی کو تیری طرف راہ نہین سیدھے ڈھرّے پر وہی ہے جسے تو نے
راہ پر لگا دیا ہے مین خود تیرا بندہ ہون اور میرے ماں باپ تیرے بندے ہین اور ذلیل و
خوار تیرے سامنے کھڑا ہون تجھی سے میری پناہ ہے اور تیرے ہی ساتھ مجھے رہنا ہے
اور تیری ہی طرف مجھے پھر کر جانا ہے نہ مجھے کوئی آڑ پکڑنے کی جگہ ہے اور نہ چھٹکارے کا
ٹھکانا ہے اور نہ بھاگنے کی جگہ ہے اور نہ بھاگنے کا رستہ ہے مگر تیری ہی طرف پناہ لینی
ہے واہ واہ کیا صاف ستھرا تو ہے اور کیا نہال ہے اور کیا ہی مبارک ہے تو اور تو کیسی
بلند ہستی پر پہونچا پاک ہے میرے پالنے پوسنے والے اور آبرو دار گھر یعنی کعبہ کے بسانیوالے
پھر ایک تکبیر کہے اور نیت کرے جیسے نماز صبح بجا لاتا ہون اس سبب سے کہ وہ واجب ہے
قُرْبَۃً اِلَی اللہِ یعنے خدا کی خوشی اور قربت حاصل ہونے کے لیے اور فقط اس مضمون
کا خیال مین گزرنا اور ارادہ نماز کا کرنا نیت ہے تلفّظ ضرور نہین پھر نیت کے بعد ایک تکبیر
احرام یعنی اللہ اکبر کہے اور یہ دعا پڑھے وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ

دِینِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَمِنْهَاجِ عَلِیٍّ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ حَنِیْفًا مُسْلِمًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی سبکی طرفسے مُنھ موڑکے اور دنیا بھر سے آس توڑکے اُسکیطرف رُخ کرتا ہون جسنے بے مادّے اور مدّت کے محض اپنی قدرت کاملہ سے تمام آسمان اور زمین کو پیدا کیا ایسے حال مین کہ مین ملت یگانہ پرستی پر خلیل جلیل حضرت ابراہیم کی ہون اور برحق دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اور منہاج علی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہون اور دین کے سب اصول فروع پر مضبوط اعتقاد اور ثابت قدم ہون اور جان و دل سے تیری توحید اور دین اسلام پر مائل ہون اور مین اُنمین سے نہین ہون جو شرک اور کفر کرتے ہین بیشک میری نماز اور قربانی اور حج اور سب عبادتین اور میرا جینا اور میرا مرنا خاص اُس خدا کے لیے ہے کہ پالنے والا سارے عالمون کا ہے اور کوئی اُسکا شریک اور ہمسر پیدا کرنے مین اور عبادت کے استحقاق مین نہین اور اسی سے مین مامور ہوا ہون اپنے پروردگار کیطرف سے اور مین اُسی کے مطیعون مین سے اور فرمانبردارون مین سے ہون اور مصلی مختار ہے کہ اِن ساتون تکبیرون مین سے جسے چاہے نیت کے مقارن کرے بس وہین سے نماز شروع بھی ہو جائیگی دوسرا قنوت ہے اور وہ دو رکعتی نماز مین دوسرے رکوع سے پہلے اور قرات کے بعد ہے اور سنت ہے کہ ماثور دعا پڑھے اُردو مترجم کہتا ہے کہ بہتر ہے یہ قنوت پڑھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ یعنی کوئی معبود اُس یکتا خدا کے سوا نہین کہ وہ بردبار بخشش کرنیوالا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ یعنی کوئی معبود برحق اور یکتا خدا کے سوا نہین کہ وہ بلند رتبہ عظیم الشان ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا فِیْهِنَّ وَمَا بَیْنَهُنَّ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ یعنی پاک ہے وہ خدا کہ پروردگار ساتون آسمانون کا ہے اور ساتون زمینون کا ہے اور پروردگار ہے اُن سب چیزون کا جو آسمانون مین ہین اور زمینون مین ہین اور اُن چیزون کا جو آسمانون کے اور زمینون کے درمیان مین ہین اور پروردگار عرش عظیم کا ہے اور ساری تعریفین اُس خدا کے لیے ہین کہ وہ پروردگار تمام عالمون کا ہے اور اس دعا کو کلمات فرج یعنے خوشی اور فرحت کی باتین کہتے ہین اور یہ سب دعاؤن سے بہتر ہین اور سب نمازون کے

قنوت مین مستحب ہین خصوصاً نماز جمعہ و نماز وتر مین اور مردے کی تلقین مین اور اُسکی ایسر تہر کے وقت سنت ہین تاکہ اِنکی برکت سے اُسکی روح آسانی سے قبض ہو اور بہتر ہے کہ ان کلمات کے بعد یہ کہے اللھم صل علی محمد و آل محمد یعنی خداوندا درود و رحمت و ثنا بھیج محمد اور آل محمد پر اور درود سب دعاؤن سے بہتر ہے اِس لیے کہ کوئی دعا بے صلوات حضرت پر بھیجے قبول نہین ہوتی پھر کہے اللھم اغفر لنا وارحمنا وعافنا واعف عنا فی الدنیا والآخرۃ انک علی کل شیء قدیر یعنی خداوندا معاف کر گناہ ہمارے اور رحم کر ہم پر اور عافیت عطا کر ہمین اور معاف کر خطائین ہماری دنیا مین اور آخرت مین بے شبہہ تو سب چیزون پر قادر ہے اور ایک حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جسکا قنوت دنیا مین طولانی ہوگا اُسیقدر اُسے آخرت مین زیادہ راحت ملیگی اور پہلی دعا یعنی کلمات فرج پہلا اور دوسری دعا اللھم الخ پرا ور فقط درود پر اور چھوٹی سی چھوٹی دعا پر بھی اور طولانی پر بھی اکتفا کر سکتا ہے اور تین تسبیحون کو بھی پڑھ سکتا ہے اور بعضون نے فقط ایکبار تسبیح پڑھنی یعنی سبحان اللہ کہنے پر بھی اکتفا جائز کیا ہے۔ اور جمعہ کی نماز مین دو قنوت ہین ایک رکوع سے پہلے اور ایک رکوع کے بعد دوسری رکعت مین پڑھے اگر کوئی بھول جائے تو رکوع کے بعد قضا بجا لائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ نماز وتر مین بھی دو قنوت ہین ایک رکوع سے پہلے اور دوسرا رکوع کے بعد۔ تیسرا مشغل نظر ہے قیام کے وقت سجدے کی جگہ پر نظر مشغول رکھے یعنی اُسیکو دیکھے اور قنوت مین ہتھیلیونکو اور رکوع مین دونون قدمون کے بیچ کے مقام کو اور سجود مین ناک کے کنارے کی طرف اور تشہد مین گود کی طرف دیکھے چوتھا ہاتھون کو اسطرح پر مشغول رکھنا کہ قیام یعنی کھڑے ہونے مین دونون ہاتھ دونون زانوؤن پر رکھے اور قنوت مین منھ کے سامنے اور رکوع مین زانون پر اور سجود مین کانون کے محاذی اور تشہد مین دونون زانوؤن پر رکھنا پانچوان سنتی فعل تعقیب ہے اور ساری تعقیبون سے بہتر تسبیح جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا ہے اُسے پڑھے اور ماثورہ دعائین وغیرہ پڑھے اُردو مترجم کہتا ہے کہ بہتر ہے کہ نماز کے اخیر مین تین سلام کہے اور پہلے سلام کی عبارت یہ ہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی سلام ہو آپ پر اے رسول خدا اور رحمتین اور برکتین خدا کی اور سنت ہے کہ سلام کے پھیرنے کے بعد تین تکبیرین کہے اور ہر مرتبہ ہاتھونکو محاذی کانون کے بلند کرے اور ان تکبیرون کو وظیفہ کی ابتدا سمجھے نہ نماز کی انتہا اور انھین جزو نماز

نہ سمجھے کہ اسمین نماز کے باطل ہونے کا دغدغہ ہے اور ان تکبیرون کے بعد یہ کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَحْدَہٗ وَاَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ وَہَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ فَلَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی عبادت کے قابل نہین مگر وہ معبود برحق کہ جسکی ذات جامع الکمالات کا نام اللہ ہے ایسا ہے کہ وہ یکتا ہی کوئی اسکا شریک نہین وحدت اُسی کے لیے زیبا ہے اور بہت جلد اُسنے اپنے وعدے پر وفا کی اور اپنے بندے یعنی جناب رسالتمآبؐ کی مدد کی اور غالب کیا اُنکے لشکر کو کہ اصل مین وہ خدا کا لشکر تھا اور شکست دی دشمنون کی فوجون کو اپنے یکہ و تنہا ہونے کی حالت مین بس اُسی کے لیے خاص بادشاہت ہے اور اُسی کے لیے حمد و ثنا ہے وہ ہی زندگی عطا فرماتا ہے اور وہ ہی موت کا ذائقہ چکھاتا ہے اور وہ ہی ہر چیز کا قوتار رکھتا ہے پھر یہ کہے اَللّٰہُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَلَکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَعُوْدُ السَّلَامُ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَئِمَّۃِ الْہَادِیْنَ الْمَہْدِیِّیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی جَمِیْعِ اَنْبِیَاءِ اللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَی الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ اَجْمَعِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِنِ الصَّادِقِ اَلسَّلَامُ عَلٰی مُوْسَی بْنِ جَعْفَرِنِ الْکَاظِمِ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَا اَلسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّنِ الْجَوَادِ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدِنِ الْہَادِیْ اَلسَّلَامُ عَلَی الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّنِ الزَّکِیِّ الْعَسْکَرِیِّ اَلسَّلَامُ عَلٰی حُجَّۃِ الْقَائِمِ الْمَہْدِیِّ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ یعنی الٰہی تو ہے صحیح سالم عیبونسے اور ہر نقص و فنا سے بری ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے اور تیرے لیے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہے سلام صاف ستھرا ہے تو اے پروردگار اور آبرو دار پروردگار ہے تو اور بری ہے تو اُن سب چیزون سے جنھین کافر اور مشرک بیان کرتے ہین اور سلام ہے رسولون پر اور ہر طرح کی مدح و ثنا ثابت ہے اُس پروردگار کے لیے جو سارے کمال والی صفتون کا رکھنے والا ہے اور پروردگار ہے تمام عالمون کا سلام خدا ہو آپ پر اے نبی اور رحمت خدا اور برکتین اُسکی نازل ہون آپ پر اور سلام ہو پروردگار کا امامون پر کہ خلق خدا کی ہدایت کرنے والے ہین اور خود بھی اُنھون نے خدا کی طرف سے ہدایت پائی ہے سلام ہو پروردگار کا تمام پیغمبرون پر اُس کے اور اُسکے

فرشتون پر سلام ہو ہمپر اور اُن بندون پر خدا کے جو نیک چلن ہین سلام ہو علی بن ابیطالب
علیہ السلام پر کہ جو امیر المومنین یعنی ایماندارون کے سردار ہین سلام ہو حضرت امام حسنؑ پر
سلام ہو حضرت امام حسینؑ پر کہ وہ دونون سردار ہین سب بہشت کے نوجوانون کے سلام ہو
حضرت علیؑ ابن حسینؑ پر کہ وہ سارے عابدون کے زیب و زینت ہین سلام ہو اُن محمدؑ ابن علیؑ
پر کہ وہ باز شگافندہ ہین پیغمبرون کے علم کے سلام ہو اُن جعفر ابن محمدؑ پر کہ جنکا لقب شریف
صادقؑ ہے سلام ہو حضرت موسیٰؑ ابن جعفرؑ پر کہ جنکا لقب شریف کاظمؑ ہے سلام ہو حضرت
علیؑ ابن موسیٰؑ پر کہ لقب شریف اُنکا رضاؑ ہے سلام ہو حضرت محمدؑ ابن علیؑ پر کہ لقب شریف
اُنکا جوادؑ ہے یعنی حضرت امام محمد تقیؑ پر سلام ہو حضرت علیؑ ابن محمدؑ پر کہ لقب شریف اُنکا
ہادیؑ ہے یعنی حضرت امام علی نقیؑ پر سلام ہو حضرت علیؑ ابن حسنؑ پر کہ اُنکے القاب ذکیؑ
اور عسکریؑ ہین سلام ہو حجت خدا پر کہ وہ فرزند امام حسنؑ عسکریؑ ہین اور قائم آل نبیؐ
اور لقب شریف اُنکا مہدیؑ ہے یعنی حضرت صاحب العصرؑ پر درود خدا کا اور رحمتین
اُسکی اِن سب بزرگوارون پر ہون پھر تسبیح جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی پڑھے
کہ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ ہر نماز کے بعد اُس معصومہ کی تسبیح پڑھنا بہتر ہے اس سے
کہ ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھے اور جناب سیدہ کی تسبیح کی کیفیت یہ ہے کہ پہلے چونتیس ۳۴ مرتبہ
اللہ اکبر کہے پھر تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہے پھر تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہے اور مستحب ہے کہ اسکے بعد
ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے اور سوتے وقت بھی اس تسبیح کا پڑھنا بہت ثواب رکھتا ہے
اور بہتر یہ ہے کہ تربت امام حسین علیہ السلام سے یعنی خاک شفا کی تسبیح بنائے پھر تین بار
کہے اَستَغفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الحَیُّ القَیُّومُ ذُوالجَلَالِ وَالاِکرَامِ وَاَتُوبُ اِلَیہِ یعنی گناہ
بخشواتا ہون مین اُس پروردگار سے کہ کوئی معبود برحق نہین مگر وہی خدا کہ جو زندہ ہے اور تدبیر کرنیوالا
ہے اور صاحب بزرگی و بخشش ہے اور بازآتا ہون مین گناہ سے اور رجوع کرتا ہوا اُسکی طرف پھر کہے
اَعُوذُ بِوَجہِکَ الکَرِیمِ وَعِزَّتِکَ الَّتِی لَا تُرَامُ وَقُدرَتِکَ الَّتِی لَا یَمتَنِعُ مِنہَا شَیءٌ مِن شَرِّ الدُّنیَا وَعَذَابِ
الاٰخِرَۃِ وَمِن شَرِّ الاَوجَاعِ کُلِّہَا یعنی خداوندا پناہ مانگتا ہون مین تیری اُس ذات کی جو بخشنے والی ہے
اور اُس عزت کی کہ جسے کوئی پا نہین سکتا اور اُس قدرت کی کہ جس سے کوئی چیز باہر نہین نکل سکتی ہے دنیا کی

برائی سے اور آخرت کے عذاب سے اور سب دکھ دردوں کی برائیوں سے اور یہ بھی کہے اَللّٰھُمَّ
اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ کُلِّ خَیْرٍ اَحَاطَ بِہٖ عِلْمُکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اَحَاطَ بِہٖ عِلْمُکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ
عَافِیَتَکَ فِیْ اُمُوْرِیْ کُلِّھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ الٰہی ضرور مانگتا ہوں میں تجھسے
اُن نیکیوں اور بھلائیوں کو جنپر تیرا سب انتہا علم چھا گیا ہے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اُن برائیوں
سے جنھیں تیرا علم عظیم گھیرے ہوئے ہے الٰہی میں تجھسے مانگتا ہوں خیر و عافیت دنیا اور عاقبت
کی سب اپنے کاموں میں اور تیری پناہ دنیا کی رسوائی سے اور آخرت کے عذاب سے اسکے بعد
یہ کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ وَارْزُقْنِی الْجَنَّۃَ وَزَوِّجْنِیْ الْحُوْرَ الْعِیْنَ یعنی الٰہی
درود بھیج جناب رسالت مآب اور اُنکے پاک پاکیزہ اہلبیت پر اور چھٹکارا دے مجھے آگ
سے اور عنایت فرما مجھے ہری بھری جنت اور بیاہ دے مجھے اُن حوروں سے جنکی بڑی بڑی
آنکھیں ہیں اور یہ بھی سنت ہے کہ وظیفہ میں سورۂ حمد پڑھے اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس
اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق اور اور آیتوں کی تلاوت کرے خصوصاً آیۃ الکرسی ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْن
تک اسطور سے کہ پہلے آیۃ الکرسی سے ابتدا کرے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ
وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗۤ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ
وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ
الْعَظِیْمُ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ
اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ
اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ یعنی خدا وہ خدا ہے کہ نہیں کوئی خدا مگر وہی جو زندہ
اور برقرار ہے اور نیند اور پینک اور اونگھ کا جس تک گذر نہیں اور اُسی کیلیے اور اُسی کے بس میں
ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے بھلا ایسا کون ہے کہ جو اُسکی بارگاہ عالیجناب میں
کسی کی سعی اور سفارش کرے کیا تاب و طاقت اور کیا مجال مگر وہی جسے وہ اجازت دے
جانتا ہے وہ اُسے بھی جو اُنکے سامنے وار ہے اور اُسے بھی جو اُنکے پیٹھ پیچھے اُنکی نظروں سے
وجھل ہے اور وہ نہیں احاطہ کر سکتے کسیطرح بھی اُسکے علم کا مگر وہی کہ جتنا وہ خود چاہے

گھیر لیا ہے اُسکی کُرسی نے آسمانون کو بھی اور زمین کو بھی اور اُسکی کُرسی اِتنی بڑی ہے کہ اُسمین
یہ سب سما جائین اور کچھ نہین گھاتا اُسپر رکھ رکھاؤ اور بند وبست انھین دونون آسمان و زمین کا
اور وہی بڑا عالیشان اور عالی رتبہ ہے کسیطرح کی دھین دھونگڑی نہین عقیدے مین بالکل
کھل گئے اور الگ ہوگئے راستے گمراہی سے بس جسنے انکار کیا سرکش کا یعنی بُت اور شیطان
کا اور دل سے مانا خدا کو تو اُسنے زور سے ایسی مضبوط ٹہنی ہوئی رسّی تھام لی کہ جو ٹوٹ ہی نہین سکتی
نہ آج توڑے ٹوٹے نہ کل کہ حقیقت حال یہ ہے کہ خدا سُننے والا ہے اور جاننے والا ہر چیز کا
خدا سرپرست ہے ایمانداروں کا کہ اُنھین گمراہی کے گھٹا ٹوپون سے نکال کر راہ راست
کی روشنی کی طرف لیجاتا ہے اور جو بے ایمان نافرمان ہوگئے اُنکے سرپرست سرکش ہین
کہ اُنھین نور ہدایت اور راہ صاف سے نکال کے اندھیرا اور گمراہی کے گھٹا ٹوپون مین جھونکتے
ہین تو یہی اہل جہنم ہین اور یہی اُسمین سدا رہین گے پھر پڑھے شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ
وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وَ
مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ
فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ پابندی انصاف کی راہ سے خود خدا نے اور اُسکے فرشتون نے
اور روا فقکارون نے گواہی دی اسکی کہ کوئی بھی خدا نہین سوا اُسکے نہین کوئی خدا مگر وہی
خدا جو بڑا آبرودار صاحب وقار اور نہایت دانست کا ہے اور اسمین کوئی کلام نہین کہ ٹھیک
دین خدا کے نزدیک دین اسلام ہے اور آپس مین پھوٹ نہین ڈالی اُنھون نے جنھین
دی گئی تھی کتاب یعنی اگلے زمانے مین جنھین توریت و زبور و انجیل ملی تھی مگر بعد حاصل
ہوجانے یقین واثق کے حقیقت اسلام کے ساتھ محض اُس رشک و حسد کی وجہ سے کہ
جسکا بہت کچھ اُنھین چرچا اور چلن تھا اور جو کوئی منکر ہو بیٹھے گا خدا کی آیتون کا تو ضرور
خدا بھی بہت پھرتی سے محاسبہ لینے والا ہے پھر کہے قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ
مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ
مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ یعنی کہو اسے نبی کہ الٰہی مُلک کے مالک دیتا ہی تو راج

جسے چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے تو راج جس سے چاہتا ہے اور نوازتا ہے تو جسے چاہتا ہے اور خوار
کرتا ہے تو جسے چاہتا ہے اور تیرے ہی ہاتھ بھلائی ہے اور تو ہی ہر چیز کا بوتا رکھتا ہے اور ہر چیز
ہر سے ہی بس میں ہے او پیرا دیتا ہے تو ہی رات دن میں اور پیرا دیتا ہے دن رات میں اسطرح کہ
جتنا انمیں سے ایک کم ہوتا ہے اتنا ہی دوسرا بڑھتا ہے جب دن گھٹا اور رات بڑھی تو رات میں دن
داخل ہو گیا اور تو مردے سے زندہ اور زندے سے مردہ نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بحساب روزی
دیتا ہے پھر کہے اِهْدِنِي مِنْ عِنْدِكَ وَأَفِضْ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ وَانْشُرْ عَلَيَّ مِنْ رَحْمَتِكَ وَأَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ
بَرَكَاتِكَ یعنی الٰہی مجھے راہ راست بتلا اور مجھپر اپنا فضل و کرم لنڈھا اور اپنی رحمت بچھا اور بنا اور اپنی
برکتیں مجھپر نازل فرما پھر کہے اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ یعنی الٰہی اپنے
رزق حلال سے مجھے سیر کیکے حرام روزی سے بچا دے اور اپنا فضل و کرم میرے شامل حال کر کے اپنے
غیر کا خیال میرے دل سے اٹھا دے پھر کہے رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نَبِيًّا وَبِالْإِسْلَامِ
دِينًا وَبِالْقُرْآنِ كِتَابًا وَبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَبِعَلِيٍّ وَلِيًّا وَإِمَامًا وَبِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ
عَلِيٍّ وَجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَمُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ وَعَلِيِّ بْنِ مُوسَى وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَعَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ وَالْحَسَنِ
بْنِ عَلِيٍّ وَالْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَئِمَّةً اَللّٰهُمَّ إِنِّي رَضِيتُ بِهِمْ أَئِمَّةً فَارْضَنِي لَهُمْ إِنَّكَ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی میں تو نہال نہال ہو گیا خدا کی خدائی سے اور جناب رسالتمآب محمد مصطفیٰؐ
کی نبوت اور بادشاہی سے اور اسلام کے دین ہونے سے اور قرآن کی کتاب ہونے سے اور
کعبہ کے قبلہ ہونے سے اور حضرت امیرؑ کی سرپرستی اور رہنمائی اور پیشوائی سے اور حضرت
امام حسن اور حضرت امام حسین اور حضرت امام زین العابدین علی ابن حسین اور حضرت امام محمد باقر
اور حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام رضا اور حضرت امام محمد تقی
اور حضرت امام علی نقی اور حضرت امام حسن عسکری اور حضرت صاحب العصر علیہم السلام کے امام
ہونے سے الٰہی میں راضی اور نہال ہوا انکی امامت سے بس انکی پیروی سے نہال نہال بنا
سد نصیب مجھے تیرے فضل و کرم و قدرت سے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے پھر دوبارہ یہ دعا پڑھے خصوصاً
صبح اور ہر شام کو اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اِلٰهًا وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ
صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا یعنی گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی قابل عبادت مگر معبود برحق

اس حال سے وہ تنہا ہے اور نہین کوئی شریک اسکا اسکی ذات وصفات مین اور وہ سب کمالے
صفتون سے موصوف ہے اور یگانہ ہے اپنی ذات وصفات مین اور سب برائیون سے پاک
وپاکیزہ ہے اور وہ نہ تو جورو رکھتا ہے اور نہ بچہ رکھتا ہے پھر کہے اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الْجَلِيْلَ
نَفْسِيْ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ وَوَلَدِيْ وَمَنْ يَعْنِيْنِيْ اَمْرُهٗ وَاَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ الْاَمْرَ الْمَرْهُوْبَ الْمَخُوْفَ الْمُتَضَعْضِعَ
لِعَظَمَتِهٖ كُلُّ شَيْءٍ نَفْسِيْ وَاَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَمَنْ يَعْنِيْنِيْ اَمْرُهٗ یعنی خدا کو سونپے دیتا ہون اپنی جان اور
اپنے اہل وعیال اور بال بچے اور اپنا مال تال اور اپنے لڑکے بالے اور جس جس کی فکر کے
صدمے جھیلتا ہون مین اور جس خدا کی بزرگی ودہشت سے لرزرہی اور تھرا رہی ہے
ہر ایک چیز اسی کو سونپے دیتا ہون مین اپنی جان اور گھربار اور لڑکے بالے اور جس جس کی
فکرین مجھے رنج سہنے پڑتے ہین پھر کہے تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ
يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا
بھروسا کر بیٹھا ہین اُس زندہ خدا پر کہ جسکے لیے موت نہین اور سب تعریفین خاص اُس خدا
کے لیے ہین کہ جو جورو اور بیٹا نہین رکھتا ہے اور ملک وسلطنت مین کوئی اسکا نہ شریک ہے
نہ ہمسر ہے نہ ساجھی ہے اور کوئی اُسکا سرپرست نہین خواری اور دستگیر ہونے کی وجہ
سے یعنی جس طرح کہ خدا سب کا دستگیر ہوتا ہے اور وہ سب فرمانبرداری سے ذلیل اور خوار
ہوتے ہین اس طرح سے خدا کا کوئی سرپرست نہین اور وہ دستگیر کسی کا نہین اور اسی خدا
کی اچھی طرح تعظیم وتکریم کر پھر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اس طرح سے پڑھے
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
اَمِيْنَ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ نَصَحْتَ
لِاُمَّتِكَ وَجَاهَدْتَ فِيْ سَبِيْلِ رَبِّكَ وَعَبَدْتَهٗ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ فَجَزَاكَ اللّٰهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ
اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ یعنی آداب وکورنش وتسلیم بجا لاتا ہون حضور کی خدمت مین
اے رسول خدا اور رحمتین اور برکتین خدا کی نازل ہون آپ پر تسلیم ہے اے محمد مصطفےٰ

صلّی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم فرزند ارجمند حضرت عبد اللّٰہ علیہ السلام کے تسلیم بجالاتا ہون آپ پر اے برگزیدہ بندے کورنش ہے ایسے پچنے ہوئے خدا کے دوست پر سلام ہو آپ پر اے برگزیدۂ خدا سلام ہو آپ پر اے امین راز خدا گواہی دیتا ہون اس امر کی کہ بیشک آپ خدا کے رسول ہین اور گواہی دیتا ہون اسکی کہ آپ محمد فرزند ارجمند حضرت عبد اللّٰہ ہین اور گواہی دیتا ہون مین اسکی کہ بیشک آپ نے نصیحت کی اپنی امت گمراہ کی اور خدا کی راہ مین کافرون سے جہاد فرمائی اور تادم وفات مشغول عبادت الٰہی رہے بس خدا جزا دے آپ کو اے رسول خدا ہماری طرف سے بہتر اُس جزا سے کہ کسی نبی کو اُسکی اُمت کی جانب سے دی ہو خداوندا رحمت بھیج نبی پر اور آل نبی پر بہتر اُس رحمت سے کہ جو تو نے بھیجی ہے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر تو ہی حمد و ثنا کے قابل اور بزرگی مین یکتا ہے اور جب وظیفہ سے فراغت پائے تو چاہیے کہ سجدے مین جائے تو کہے سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی صاف ستھرا ہے تو اے آبرو دار پروردگار اُن سب چیزون سے کہ جنھین لوگ تیرا وصف ٹھہراتے ہین اور سلام ہو خدا کی جانب سے تمام پیغمبرون پر اور جمیع حمد و ثنا اُس خدا کے لیے لائق ہے کہ جو سارے عالمون کا پالنے والا ہے اور ہر نماز کی مخصوص تعقیب مجملاً اسیطرح پر ہے کہ ظہر کے بعد مستحب ہے کہ داہنے ہاتھ سے اپنی ڈاڑھی تھامے اور بائین ہاتھ کو آسمان کی طرف بلند کرے اور کہے یَا رَبَّ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ یعنی اے پروردگار محمد وآل محمد رحمت بھیج محمدؐ پر اور آل محمد پر اور آزاد کر مجھے آتش جہنم سے پھر کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَجِّلْ فَرَجَھُمْ اور معنی درود کے تو بیان ہو چکے اور عجل فرجہم کے یہ معنی ہین کہ جلد انھین خوش باش اور نہال کر دے اور سنت ہے کہ نماز عصر کے بعد ستر بار یہ کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ یعنی طلب مغفرت کرتا ہون مین اپنے پالنے والے خدا سے اور اُسی کی طرف توبہ کرتا ہون اور پھرتا ہون مین اور بعد نماز عصر اور نماز مغرب اور صبح کے بعد ستر مرتبہ کہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یعنی شروع کرتا ہون مین نام سے اُس خدا کے جو روزی دینے والا اور ترس کھانیوالا ہے نہین ہے تاب و طاقت مگر اُسی خدا کی کہ جو بزرگ اور برتر ہے اور اگر

سو مرتبہ پڑھے تو بہتر ہے اور سات بار پر بھی اکتفا کر سکتا ہے خلاصہ یہ کہ ان تین مقداروں مین سے
کسی مقدار کے موافق پڑھے تاکہ شر آفتین اُس سے دور کیجائین اور یہ بھی سنت ہے کہ اِن دونون
نمازون کے بعد دس بار کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَ
یُمِیْتُ وَیُحْیِیْ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی نہین ہے کوئی معبود اُس
معبود برحق کے سوا جو یکتا ہے اور نہین ہے اُسکے واسطے کوئی شریک ذات وصفات مین اور
اُسی کے لیے حمد وثنا ہے اور وہی مُردے کو جِلاتا ہے اور وہی زندے کو موت کی چاشنی چکھاتا ہے
اور وہی زندے کو مُردہ بناتا ہے اور وہی مُردے کو زندہ کرتا ہے اور وہ زندہ ہے کہ کسی موت سے
اُسے سروکار نہین اور اُسی کے قبضۂ قدرت مین نیکی ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اور اگر آفتاب کے
طلوع اور غروب سے پہلے اِسے پڑھے تو بہتر ہے اور مستحب ہے کہ نماز مغرب کے بعد تین بار کہے
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَلَا یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ غَیْرُہٗ یعنی سب تعریفین اُس خدا کے لیے ہین جو
کرتا ہے جو چاہتا ہے اور نہین کر سکتا ہے جو چاہے اُسکے سوا کوئی اور مستحب ہے کہ نماز عشا
کے بعد سات بار سورۂ انا انزلنا پڑھے اور سنت ہے کہ صبح کو اور شام کو تین تین سے ساٹھ بار کہے
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا کَثِیْرًا عَلٰی کُلِّ حَالٍ یعنی جمیع حمد اُس خدا کے لیے ہین کہ جو تمام عالمونکا
مربی ہے اُسکی حمد نہایت کثرت سے کرتا ہون مین ہر حال مین اور سنت موکدہ ہے کہ آفتاب کے
طلوع اور غروب کے قریب کئی بار کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ الرَّجِیْمِ وَ
اَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ پناہ مانگتا ہون اُس خدا کی کہ سُننے والا
اور جاننے والا ہے ضغطون سے اور طعنون سے شیطانون کی اور پناہ مانگتا ہون تیری اسے
پروردگار میرے اس امر سے کہ وہی شیطان میرے پاس آکھڑے ہون بے شبہ خدا سُنتا ہے
اور جانتا ہے اور مخفی نرہے کہ ہر نماز کے بعد اور تعقیب سے فارغ ہونے کے بعد سجدۂ شکر سنت
موکدہ ہے اور سجدۂ شکر مین مستحب ہے کہ ہاتھون کو زمین پر لٹا دے اور اپنے شکم اور سینہ کو زمین
سے ملادے اور جسقدر اس سجدے مین طول دے اُسی قدر بہتر ہے اور اقل مرتبہ یہ ہے کہ پیشانی
زمین پر رکھے اور کچھ دعا پڑھے پھر داہنے رخسارے کو زمین پر رکھے اور کچھ دعا پڑھے پھر بائین رخسار
کو زمین پر رکھے اور کچھ دعا پڑھے پھر پیشانی زمین پر رکھے اور ذکر خدا کرے گو سبحان اللہ یا الحمد للہ

یا لفظ اللہ پر کفایت کرے اگر زبان فارسی مین یا ہندی وغیرہ مین دعا کرے اور حاجتین اپنی درگاہ خدا سے طلب کرے تو بھی کچھ مضائقہ نہین اور بہتر ہے کہ پہلے پیشانی زمین پر رکھے اور سو مرتبہ اَلْعَفْوُ اَلْعَفْوُ کہے یعنی خداوندا معاف کر گناہ میرے خداوندا معاف کر گناہ میرے پھر داہنے گال کو زمین پر رکھے اور تین مرتبہ کہے یَا اَللّٰهُ یَا رَبَّاهُ یَا سَیِّدَاهُ یعنی ایخدا اے پروردگار اے سردار میرے پھر بائین گال کو زمین پر رکھے اور تین مرتبہ یہی کہے پھر پیشانی زمین پر رکھے اور سو بار کہے شُکْرًا شُكْرًا یعنی شکر ہے خدا کا اُسکی نعمتون کے عوض مین اور بہتر ہے کہ پھر کہے اَسْئَلُکَ الرَّاحَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ یعنی موت کے وقت مین تجھسے رحمت مانگتا ہون اور حساب کے وقت عفو چاہتا ہون پھر کہے سَجَدَ وَجْهِیَ اللَّئِیْمُ لِوَجْهِ رَبِّیَ الْکَرِیْمِ یعنی گنہگار بدکردار پیشانی نے سجدہ کیا اُس خدا کے لیے کہ جو پروردگار کریم و رحیم ہے پھر سب حاجتین دین و دنیا کی جس زبان مین چاہے درگاہ جناب باری سے طلب کرے اور اگر ایک گال زمین پر رکھنے کے وقت دس بار یا اللہ کہے اور دوسرا گال رکھنے کے وقت یا ربّ کہے تو بہتر ہے اور یا اللہ و یا ربّاہ اِن سجدون مین زیادہ کہے یعنی ایخدا میرے اور اے پروردگار میرے تو اُسکی حاجتین برآتی ہین پھر جب سجدے سے سر اُٹھائے تو تین بار داہنے ہاتھ کو سجدہ گاہ پر مل کے بائین جانب مُنھ کی پیشانی تک مس کرے اور پیشانی سے داہنی جانب مُنھ کے نیچا کے مس کرے اور وہان سے تمام بدن مس کرے اور اگر ہر بار یہ دعا پڑھے تو بہتر ہے بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالسُّقْمِ وَالْعُدْمِ وَالصَّغَارِ وَالذُّلِّ وَالْفَوَاحِشِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ یعنی شروع کرتا ہون مین نام سے اُس خدا کے کہ نہین ہے کوئی سچا معبود مگر وہی کہ جو واقف و دانا ہے ظاہر و باطن سے ہر روزی دینے والا اور رحمت کرنیوالا ہے الٰہی تیری پناہ مانگتا ہون ہر رنج و غم و بیماری و فقر و ذلّت و خواری سے اور سب ظاہری اور باطنی برائیون سے اور جب نماز سے فارغ ہو تو داہنی جانب حرکت کرے اور وظیفہ سے فارغ ہو کر کوٹھے پر یا میدان مین جہان سے آسمان کے کنارے دکھائی دیتے ہون وہان جائے پھر داہنے اور بائین اور اوپر و ار دیکھے اور کلمہ کی اُنگلی سے قبر مطہر جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرے اور یہ

کہے

مختصر زیارت پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ یعنی کورنش بجا لاتا ہون آپ کو اے حضرت ابو عبد اللہ اور تسلیم ہے آپکو اے فرزند رسول خدا اور تسلیم ہے آپ پر اور رحمت خدا اور اُسکی برکتین نازل ہون آپ پر تو وہ شخص حضرت کی زیارت کا ثواب پائیگا اور داہنی طرف قبلہ سے جب تھوڑا سا پھریگا تو وہی قبر مطہر جناب امام حسین علیہ السلام کی جہت ہے اور جب اپنے مکان سے باہر نکلے تو یہ کہے بِسْمِ اللّٰہِ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ یعنی خدا کے نام سے شروع کرتا ہون مین اور ایمان لایا ہون مین سچے خدا پر اور توکل کیا مین نے جناب باری پر جو کچھ کہ چاہا خدا نے اور نہین طاقت و قوت مگر اُسی خدا کی مدد سے کہ جو جمیع صفات کمالیہ کا جامع ہے خاتمہ اُن چیزون مین ہے کہ جنسے نماز قطع ہو جاتی ہے اور وہ دو طرح ہین جو کہ عمداً ہون خواہ سہواً نماز کو باطل کر دیتی ہین اور وہی طہارت کی مبطل چیزین ہین خواہ اختیار سے ہون خواہ بے اختیار ہون جیسے پیشاب پاخانہ اور جو کہ وضو کے مبطل ہون اور جنابت حیض اور اُنکے مثل جو چیزین غسل کی موجب ہین بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر حدث موجب وضو سہواً سرزد ہو تو طہارت کرلے اور نماز کو جہان سے چھوڑا ہے پورا کرلے اور یہ قول معتمد نہین دوسری وہ چیزین جو نماز کی مبطل نہین مگر جب عمداً اُنمین سے کسی کو کرے تو نماز کو باطل کر دینگی اور وہ داہنے ہاتھ کا بائین پر رکھنا ہے اور اسمین تردد ہے شیخ علی نے کہا ہے کہ داہنے ہاتھ کو بائین پر خواہ گھٹنے کے اوپر یا اُس سے نیچے یا ناف پر یا اُس سے اوپر یا نیچے اور اسیطرح بائین ہاتھ کا داہنے پر عمداً رکھنا نماز کا مبطل ہے اور بعضون نے حرام اور بعضون نے مکروہ جانا ہے مگر تقیہ مین جائز ہے یعنی مخالفین سے جان یا مال یا آبرو وغیرہ کے ڈر مین اپنے مذہب کا چھپانا اور اُنھین کا مذہب بتانا جائز ہے اور تقیہ مین ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا بھی درست ہے اور سر کیطرف پھرنا اور دو حرف یا زیادہ سے بات کرنا اور ہنسنا اسطرح کا کہ آواز نکلے اور فعل کثیر یا ایسا کام کرنا کہ کہین عادت سے کہ یہ شخص نماز کے سوا اور کام مین مشغول ہے جو فعل یعنی کام کہ جسکے کرنیوالے کو عادت مین کہین کہ نماز سے نکلکر دوسرے کام مین مشغول ہے اُسے فعل کثیر کہتے ہین اور فعل کثیر نماز کا مبطل ہے اور

اِسکے ثبوت کیلیے عرف اور عادت ہی یعنی جسے عادت سے اور عرف مین یہ کہین کہ یہ شخص نماز سے خارج ہو گیا ہے
اور دوسرے کام مین مشغول ہے جیسے لمبے علامے کا باندھنا ہے اور ایسے فعل کے سوا کو فعل قلیل یعنی
یعنی تھوڑا یا چھوٹا سا کام کہتے ہین جیسے پگڑی سر پر رکھ لینا یا سانپ بچھو کا مارنا اور صحیح یہ ہے کہ فعل
کثیر خواہ سہواً ہو خواہ عمداً ہو نماز کو باطل کر دیتا ہے مگر جبکہ پیلے پے عمل مین آئے اور کچھ کچھ یعنی متفرق
تھوڑا تھوڑا واقع ہو تو ظاہراً مبطل نہین گو ایکجا واقع ہوتا تو فعل کثیر ہو جاتا اور کوئی فرق نہین کہ خواہ
داہنے کو ہاتھ بائین پر یا بائین کو داہنے پر ناف کے نیچے خواہ اوپر ہو خواہ ہاتھ پر ہاتھ ہو خواہ ہاتھ
کے گٹے پر ہو مبطل نماز ہے مگر تقیہ مین جائز ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ غیبت امام علیہ السلام مین ہر جگہ
خوفین تقیہ واجب ہے اور امور دنیا مین سے کسی امر پر رونا اور کھانا پینا ایک قول پر نماز کے مبطل ہین
مگر نماز وتر مین کہ اگر نماز پڑھنے والا پیاسا ہو اور اُس صبح کو روزے کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے جائز ہے کہ
اثنائے نماز مین پانی پی لے مگر قبلہ کی طرف پیٹھ نہ کرے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ نماز مین بالون کا
گچھا بنا کر سر پر ڈالنا نماز کا مبطل ہے اور اسمین تردد ہے اور شبہ کراہت ہے اور داہنے بائین مصلّی کو منہ پھیرنا مکروہ ہے
اور انگڑائی لینا اور جماہی لینا اور ڈاڑھی کے بالون سے شغل کرنا اور سجدے کی جگہ پر پھونکنا اور
تھوکنا نماز مین اور ناک چھنکنا مکروہ ہے مگر اِس شرط سے کہ اِن فعلون سے دو حرف پیدا ہوتے ہون اور
نہین تو نماز کو باطل کر دینگے اور منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناک کے
پانی کو کپڑے پر لے لیا کرتے تھے اور اُنگلیان چٹخانا اور آہ بھرنا اور نالہ کھینچنا بھی مکروہ ہے مگر جبتک
ایکحرف رہے اور دو تک پہونچین نہین تو مبطل ہین اور مستحب ہے روکے رہنا پیشاب کا یا پاخانہ کا
یا ریح کا نماز کیلیے اور اگر موزہ تنگ ہو تو نماز کیلیے اُتار ڈالے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ روکنا پیشاب اور پاخانہ
اور ریح کا نماز شروع کرنے سے پہلے مکروہ ہے بلکہ چاہیے کہ وہ اپنی اِن چیزون سے فارغ ہو لے
جبکہ وقتمین وسعت ہو اور نماز کے اثنا مین ان چیزون کا روکے رہنا واجب ہے اسلیے کہ ابطال
نہ کرنا پڑے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ مدافعت سے عاجز نہو اور کوئی ضرر بھی اسمین نہ ہو
اسلیے کہ ضرر پر مشتمل ہو تو نماز کا قطع کرنا جائز ہے اور نیند کے روکنے کا بھی یہی حکم ہے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے کہا ہے کہ کلام ایک حرف کا بھی اگر کسی معنی کا مفید
ہو تو وہ بھی بنا برا ظہر مبطل نماز ہے اگر عمداً ہوا اور گونگے کا اشارہ کلام کا حکم نہین رکھتا ہے

مگر ضعیف قول پر حکم کلام میں ہے اور لائق یہی ہے کہ تنحنح یعنی کھنکھارنے کے مبطل نہونے کے قائل ہوں اسلیے کہ اُسے عرف اور لغت میں کلام نہیں کہتے ہیں اور عمار ساباطی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اُس شخص کے باب میں کہ جو نماز کی حالت میں کسی کی آواز اپنے دروازے پر سُنے تو وہ کھنکھار کر لونڈی اور اپنے گھر والوں کو سُنائے کہ اُسکے پاس آئیں یا ہاتھ کے اشارے سے سمجھائے کہ دروازے پر کون ہے حضرتؑ نے فرمایا کوئی ڈر نہیں چار مسئلے پہلا مسئلہ جسے نماز میں چھینک آئے تو وہ خدا کی تعریف کرے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہے اور اگر کسی اَور کو چھینک آئے تو اُسکے لیے تسمیہ کہے یعنی یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے اور معنی اسکے یہ ہیں کہ خدا تجھپر رحم کرے دوسرا مسئلہ جب کوئی مصلی یعنی نماز پڑھنے والے کو سلام کرے تو جائز ہے کہ اُسی عبارت سے کہ جس سے اُسنے اُسے سلام کیا ہے یہ بھی سلام کا جواب دے جیسے جسنے سلام علیکم کہا ہے اُسی طرح نمازی بھی سلام علیکم کہے اور بنابر ایک روایت وعلیکم السلام نہ کہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ جواب سلام دینا نماز میں بھی واجب ہے پھر جائز کیوں کیا اِسکی توجیہ میں صاحب مدارک نے بیان فرمایا ہے کہ یہاں جواز کے عام معنی مقصود ہیں اور اُنمیں اور وجوب کے معنوں میں منافات نہیں اسلیے کہ یہاں جواب سلام کے مشروع ہونے کا بیان مقصود ہے اور وجوب اور دلیل سے معلوم ہو جاتا ہے تیسرا مسئلہ جائز ہے کہ دعا کرے جو دعا ہو خواہ تسبیح ہو یا تحمید ہو یا دنیا اور آخرت کے امروں میں سے مباح چیز کی طلب ہو خواہ بیٹھے خواہ کھڑے خواہ رکوع میں خواہ سجود میں ہو اور کسی حرام چیز کی طلب جائز نہیں اگر کوئی ایسی چیز کی طلب کریگا تو اُسکی نماز باطل ہو جائیگی چوتھا مسئلہ نمازی کو قطع کرنا نماز کا جائز ہے جبکہ مال کے تلف ہونے کا یا قرضدار کے بھاگ جانے کا یا بچے کے کنوئیں میں گر پڑنے کا خطرہ ہو۔

دوسرا رکن باقی نمازوں میں اور اسمیں کئی فصلیں ہیں

پہلی فصل جمعہ کی نماز میں ہے اور نماز جمعہ میں اور جسپر واجب ہے اُسمیں اور جمعہ کے آداب میں نظر ہے پہلی نظر جمعہ کی نماز کا طریق صبح کی نماز کی طرح پر دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اور نماز جمعہ پڑھنے سے ظہر ساقط ہو جاتی ہے اور سنت ہے کہ اسمیں قرأت بلند آواز سے کرے اور آفتاب کے زوال کے ساتھ واجب ہوتی ہے اور اُسکا وقت جاتا ہے جبکہ چیز کا سایہ چیز کے برابر ہو جاتا ہے یعنی بعد زوال کے سایہ زیادہ ہوتا ہے

اور شاخص کی مقدار کے برابر ہو جاتا ہے اور شاخص وہ لکڑی وغیرہ ہے کہ جسے وقت کے دریافت کرنے کے لیے نصب کرتے ہیں جیسا کہ ظہر کی فضیلت میں بیان ہو چکا ہے اور اگر نماز جمعہ پڑھنے میں یہ وقت نکلجائے تو نماز جمعہ کو بدستور تمام کرلے خواہ امام ہو خواہ ماموم ہو اور وقت گزرنے سے جمعہ کی نماز فوت ہو جاتی ہے اور اسکے بعد ظہر ہی پڑھنا چاہیے اور جمعہ کی نماز کی قضا نہ پڑھنا چاہیے اور پورا پور شرطوں کے پائے جانے سے نماز جمعہ واجب ہو اور ظہر کی نماز پڑھ لے تو واجب ہے کہ جامع مسجد میں جائے پھر اگر نماز ملجائے تو بہتر ہے نہیں تو ظہر کا اعادہ کرے اور پہلی ظہر کی نماز پر اکتفا نکرے اور اگر یقین سے جان لے کہ وقت صرف خطبہ کا اور تخفیف سے دو رکعت نماز کا باقی ہے یعنی تنہا حمد سے پڑھنے کا وقت رہگیا ہے تو جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب ہے اور اگر اس امر کا یقین یا گمان غالب ہو کہ وقت جمعہ پڑھنے کے موافق باقی نہیں تو جمعہ جاتا رہا اور نماز ظہر بجا لائیگا اور اگر خطبہ کے وقت اور اول نماز میں نہ پہونچے اور امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پا جائے تو اس صورت میں امام کے سلام کے بعد دوسری رکعت بجا لائیگا اور سلام کہیگا تو نماز جمعہ کا ادراک کر لیگا اور یہی حکم ہے جبکہ امام کو اسطرح پائے کہ وہ دوسری رکعت کے رکوع میں ہے تو ایک قول اصح نماز جمعہ کا ادراک ہو جائیگا اور اگر تکبیر کہے اور رکوع میں جائے پھر شک ہو کہ امام رکوع میں رہا یا نرہا تو اُسے جمعہ پڑھنا چاہیے اور ظہر کی نماز اُسکے بعد بجا لانا چاہیے واضح ہو کہ جمعہ کی نماز کئی شرطوں سے واجب ہوتی ہے اور بے اِن شرطوں کے واجب نہیں ہوتی ہے پہلی شرط بادشاہ عادل یعنی امام اصلی ہے یا جسے امام علیہ السلام نماز جمعہ کے لیے منصوب فرمائیں اور اگر پیشنماز نماز کے اثنا میں مرجائے تو جمعہ باطل نہوگا اور مومن دوسرے کو اشارہ کرینگے کہ وہ پیشنماز بنجائیگا اور نماز تمام کرلیں گے اور یہی حکم ہے جبکہ پیشنماز منصوب کو کوئی امر ایسا کہ جو مبطل نماز ہے طاری ہو جیسے بیہوشی اور حدث وغیرہ ہے تو ایسی صورت میں ماموم میں سے اشارے سے کوئی شخص جماعت میں سے پیشنماز بنجائیگا اور جمعہ سب پڑھ لیں گے۔

دوسری شرط نمازیوں کی تعداد ہے اور وہ پانچ ہیں کہ جنمیں امام بھی داخل ہیں اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ سات شخص چاہیے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر عین خطبہ میں یا خطبہ کے بعد نماز کی شروع میں پہلے ہی یہ تعداد یعنی لوگ متفرق ہو جائیں تو جمعہ کا وجوب ساقط ہو جائیگا اور اگر نماز میں

یہ

داخل ہو چکے ہین گو تکبیرِ احرام ہی کہی ہے تو واجب ہے کہ جمعہ کو پورا کر لین گو ایک ہی شخص رہگیا ہو تیسری شرط دو خطبے ہین اور واجب ہے کہ خدا کی حمد و ثنا اور درود محمدؐ اور آل محمدؐ پر ہو اور وعظ و نصیحت اور قراءت چھوٹے سے سورے کی ہو اور بعضے فقہا ایک آیت کو بھی کہ جسمین فائدہ تامہ ہو کافی جانتے ہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فائدہ تامہ سے مراد یہ ہے کہ ایسے افادے پر مشتمل ہو کہ خطبے کے مضمون کے مناسب ہو کہ وہ موعظہ ترغیب ثواب تخویف عذاب ہے نہ مُدّہامّتان اور والفی الشجرۃ ساجدین کیطرح کے اور یہ شیخ علی علیہ الرحمہ کی تصریح کے موافق ہے۔ اور سماعہ والی روایت مین وارد ہوا ہے کہ خدا کی حمد و ثنا اور پرہیزگاری کی اور خدا سے ڈرنے کی وصیت کرے اور قرآن کا ایک چھوٹا سا سورہ پڑھے اور اسکے بعد بیٹھ جائے اور پھر اُٹھے اور حقتعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لاے اور صلوات جناب رسالتمآبؐ اور آنکی آل پر اور ائمہ مسلمین پر بھیجے اور ایماندار مردون اور عورتون کے لیے طلب مغفرت کرے اور ان دونون خطبونکا زوال سے پہلے پڑھ لینا جائز ہے یہانتک کہ جیسے وہ دونخطبے تمام ہون ویسے ہی آفتاب کو زوال ہو جائے اور بعضون نے کہا ہے کہ زوال کے پہلے دونون خطبون کا واقع کرنا جائز نہین اور پہلا قول اظہر ہے اور نماز کے پہلے دونون خطبونکا پڑھنا واجب ہے پھر اگر خطبون کے پہلے نماز جمعہ کی شروع کر دینگے تو وہ نماز جمعہ کی درست نہوگی اور خطیب یعنی خطبہ پڑھنے والے کو واجب ہے کہ خطبہ کھڑے ہو کر اگر قدرت رکھتا ہو پڑھے اور دونون خطبون مین بات کی بات کے بیٹھنے سے فصل یعنی علٰحدگی اور فرق واجب ہے اور ان خطبون کے بجا لانے مین آیا طہارت شرط ہے یا نہین اسمین تردد ہے اور اشبہ یہ ہے کہ طہارت شرط نہین اور واجب ہے کہ آواز اتنی بلند کرکے پڑھے کہ جتنی تعداد نمازیون کی جمعہ مین شرط ہے اُتنی یا زیادہ سُن لین اور اسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہین کہ تردد کا منشا یہ ہے کہ اصل تو واجب نہونا ہے اور خطبہ پڑھنے کی غرض بے سُنے حاصل نہین ہوتی ہے پھر اظہر آواز بلند کرکے پڑھنا واجب ہے۔ **چوتھی شرط** جماعت ہے بس اکیلے نماز جمعہ پڑھنا صحیح نہین اور جب اصلی امام یعنی حضرت صاحب العصر علیہ الصلوٰۃ والسّلام تشریف فرما ہون تو واجب ہے کہ تشریف لا کر نماز پڑھائین اور اگر تشریف لانے سے کوئی امر مانع ہو تو جائز ہے کہ کوئی نائب مقرر فرمائین **پانچوین شرط** تین میلون سے کم مقدار کے فاصلے د

دو مقامون مین دو جمعو نکا نہونا ہے پھر اگر اِس فاصلہ سے کم کے دو مقامون مین ایک وقت مین جمعہ کی نمازین پڑھی جائین گی تو صحیح نہونگی اور اگر ایک نماز دوسری نماز سے پہلے واقع ہوگی گو تکبیر احرام بھر پہلے واقع ہوئی ہے تو مقدم نماز صحیح ہو جائیگی اور پچھلی باطل ہوگی اور اگر یہ متحقق نہو کہ کونسی پہلے ہے اور کون سی پیچھے ہے تو سب کے سب ظہر کا اعادہ کرینگے دوسری نظر اسمین کہ جسپر نماز جمعہ واجب ہے جمعہ کی نماز جسمین یہ سات شرطین پائی جائین اُسپر واجب ہوتی ہے اور وہ شرطین یہ ہین پہلے مکلف ہو دوسرے مرد ہو تیسرے آزاد ہو یعنی کسی کا غلام نہو اور چوتھے مسافر نہو اور پانچوین صحیح ہو یعنی بیمار لولا لنگڑا اندھا نہو اور چھٹے بہت بڈھا نہو ساتوین اُسکے اور جمعہ کے مقام مین دو فرسخون سے زیادہ کا فاصلہ نہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ انہین عذرون کے حکم مین برف اور مینھ اور کیچڑ اور گرمی اور سردی شدت کی ہے جبکہ نماز کیلیے نکلنے سے مانع ہو یا ضرر پہونچنے کا ڈر ہو اور یہی حال اُس ہر ایک شخص کا ہے کہ جسے روٹی کے جلجانیکا اور کہانے کے خراب ہو جانے کا ڈر ہو اگر اِس امر کا گمان ہو کہ نماز جمعہ کا وقت اِتنا تنگ ہے کہ اگر یہ کام کرونگا تو نماز جاتی رہیگی تو اُسے اِن دونون کامون مین مصروف ہونا حرام ہے اور یہی حکم اُس شخص کا ہے کہ جسے اِس امر کا ڈر ہو کہ اگر مین نماز جمعہ مین مصروف ہونگا تو میرا ضروری کام فوت ہو جائیگا یا مریض کی بیمارداری رہجائیگی یا اِس امر کا ڈر ہو کہ اگر گھر سے نکلیگا تو کوئی ظالم اُسے پکڑ لیگا یا ایسا قرضخواہ پکڑ لیگا کہ جسکے قرضے کی ادا سے عاجز ہے اور یہی فقہا کی تصریح کے موافق ہے اور یہی سب لوگ غیر مکلف اور عورت کے سوا کہ جنسے جمعہ ساقط ہے جسوقت مقام جمعہ مین آجائینگے تو انپر جمعہ واجب ہو جائیگا اور اُنسے جمعہ کا انعقاد ہو جائیگا اور غلام مین تردد ہے کہ اُسکے وجود سے جمعہ منعقد ہوتا ہے یا نہین اور اگر کافر آجائے تو اُس سے جمعہ منعقد نہوگا گو اُسپر بھی واجب ہے مگر کفر کے حال مین وہ اگر نماز پڑھیگا تو صحیح نہوگی اور جمعہ کی نماز شہر والون کی طرح سے قریون کے رہنے والون پر بھی شرطین پائی جانے پر واجب ہوتی ہے اسیطرح پر خیمون کے رہنے والون اور جنگلون کے رہنے والون پر بھی قیام کی حالت مین اور مقیم کے حکم کے ہونے کے حال مین کہ قصر نماز نہو واجب جمعہ کی نماز واجب ہے اِس جگہ پر کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جس غلام کا کوئی حصہ آزاد ہو گیا ہو اُسپر نماز جمعہ کی بنا بر اظہر واجب نہین گو مہایات اُسکے آقا نے کی ہو اور جمعہ کا دن بھی اُسی کے حصے مین پڑ جائے

اونہا بات یہ ہے کہ مالک اُس غلام سے کہ جسکا کوئی حصہ آزاد ہو گیا ہو اوقات کی تقسیم کرے یعنی کچھ زمانہ یا دن اُسکی آزادی کے حصّہ مین اُسے دے اور کچھ آپ لے اور اِس پر وہ دونون رضامند ہون اور یہی حکم مکاتب اور مدبر کا ہے اور اسکی تحقیق مقام پر بیان ہوگی اُردو مترجم کہتا ہے کہ نماز کے واجب ہونے مین شیخ نے مبسوط مین خلاف کیا ہے اور اُسپر اُسکے حصّہ والے جمعہ کے دن مین نماز جمعہ کے وجوب کا حکم کردیا ہے اور دلیل اِسپر یہ لائے ہین کہ وہ اُس دن کا اختیار رکھتا ہے اور صاحب مدارک اس توجیہ کو ضعیف کہتے ہین اور فرماتے ہین کہ اگر آزادی کی شرط ثابت ہوگی تو بعض سے یعنی اُس غلام سے کہ جسکا کوئی حصہ آزاد ہو مطلق وجوب منتفی ہو جائیگا اور اگر خاص غلام جمعہ کے استثنا کے قائل ہون جیسا کہ احادیث کا مقتضا ہے تو بعض پر مطلق وجوب جمعہ ثابت ہوگا۔ دوسرا مسئلہ جس شخص سے کہ جمعہ کی نماز ساقط ہے اُسے جائز ہے کہ ظہر کو اول وقت مین بجالائے اور اُسے جمعہ کی نماز کے وقت کے گزرجانیکا انتظار کھینچنا واجب نہین بلکہ سنت بھی نہین ہوا اور اگر ظہر پڑھنے کے بعد جمعہ کے مقام پر آجائے تو بھی اُسپر جمعہ کی نماز کا بجالانا واجب نہین تیسرا مسئلہ جب جمعہ کے دن آفتاب کا زوال ہو جائے تو بے نماز پڑھے سفر کرنا جائز نہین اسلیے کہ جمعہ کی نماز اداکرنا لازم ہو گیا ہے اور طلوع صبح کے بعد جمعہ کے دن سفر کرنا مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن زوال کے بعد کے سفر کی حرمت مشروط ہے کہ وہ سفر واجب نہو مثل حج و جہاد کے کہ انہین دیر کرنے سے غرض فوت ہو جائے یا ساتھی اُسکا انتظار نہ کرتے ہون اور اسے احتیاج ساتھیون کی ہو چوتھا مسئلہ کان دیکر خطبہ کا سُننا آیا واجب ہے یا نہین اسمین تردد ہے اور اسیطرح خطبہ ہونے کے اثنا مین بات کرنے کے حرام ہونے مین ہے لیکن اُسسے جمعہ کی نماز باطل نہین ہوتی ہے پانچوان مسئلہ جمعہ کے پیشنماز مین۔ کمال عقل و ایمان و طہارت سے پیدا ہونا یعنی حرامزادہ نہونا اور مرد ہونا معتبر ہے اور غلام ہونا جائز ہے اور آیا جائز ہے کہ کوڑھی یا جذامی ہو اِسمین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے کہ جائز ہے اور یہی حکم اندھے کا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ کوڑھی اور جذامی کے پیشنماز ہونے مین علماء نے اختلاف کیا ہے بس شیخ نہایہ مین اور خلاف مین نہ جائز ہونے کے قائل ہوئے ہین اور سید مرتضیٰ انتصار مین اور ابن براج کراہت کے قائل ہوئے ہین اور شیخ نے مبسوط مین فرمایا ہے کہ نہین جائز ہے مگر کوڑھی کو ایسونکی

ور جذامی جذامیون کی پیشنمازی کر سکتا ہے اور ابن ادریس کہتے ہین کہ جمعہ اور عیدین کے سوا
مین انکا پیشنماز ہونا مکروہ ہے اور جمعہ اور عیدین مین تو جائز ہی نہین اور معتمد پہلا ہی قول ہے
چھٹا مسئلہ جب مسافر کسی شہر مین دس دن یا زیادہ رہنے کی نیت کرے تو اُسپر جمعہ کی نماز واجب
ہو جائیگی اور یہی جمعہ کے واجب ہونے کا حکم اُس شخص کے لیے ہے کہ جسنے کسی شہر مین دس
دن رہنے کی نیت تو نہین کی لیکن تیس دن ایک شہر مین ٹھہرے گزر گئے ہون ساتوان
مسئلہ جمعہ کے دن دوسری اذان دینا بدعت ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور
پہلا قول اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سرور کائنات اشرف موجودات یعنی
جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کہ منبر پر تشریف لیجاتے تھے اُسوقت مؤذن اذان
دیتا تھا اور جو اذان کہ اذان سابق کے نام سے اِس زمانے مین مشہور ہے وہ دوسری اذان
ہے کہ جسے بعضے کہتے ہین کہ عثمان کے زمانے مین اور بعضے کہتے ہین معویہ کے زمانے مین واقع
ہوئی ہے یہ اذان بدعت ہے اور جو بدعت ہے اُسکا کرنا حرام ہے آٹھوان مسئلہ مول لینا
اور بیچنا کسی چیز کا جمعہ کے دن اذان کے بعد حرام ہے بس اگر کوئی بیچے تو گنہگار ہوگا اور
بیع صحیح ہو جائیگی اگر ایک بیچنے والے یا لینے والے مین کا غیر مکلف نماز جمعہ کا ہو تو اُسکی طرف
بیع جائز ہے اور دوسرا کہ جسے نماز مین جانا واجب ہے اُسپر حرام ہے فقہا نے کہا ہے کہ بیع کے
حکم مین وہ بھی چیزین ہین جو بیع سے مشابہت رکھتی ہین جیسے صلح ہے نکاح ہے خلع ہے طلاق
کہ جمعہ کی اذان کے بعد یہ سب کے سب حرام ہین نوان مسئلہ جبکہ اصلی امام ظاہر مین تشریف
نہ رکھتے ہون اور نائب بھی نماز جمعہ بجا لانے کے لیے نہو یعنی کوئی اثنا عشری فقیہ کہ فتوی کی
شرطون کا جامع ہو کہ وہی زمان غیبت مین امام علیہ السلام کا نائب سب امرون مین ہے
کہ اُنمین سے ایک جمعہ کی نماز بھی ہے موجود نہو اور مسلمانون کا اجتماع اور دونون خطبون کا
پڑھنا ممکن ہو تو بعضے علما نے کہا ہے کہ سنت ہے کہ ظہر کے بدلے نماز جمعہ واجب کی نیت سے
پڑھ لین بس وجوب تخییری ہے یعنی اگر چاہین تو ظہر کو پڑھین یا جمعہ کو پڑھین اور اِس مقام
مین سنت سے مراد فضیلت ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ایسی صورت مین جمعہ کی نماز جائز
نہین اور پہلا قول اظہر ہے دسوان مسئلہ جب ماموم یعنی پیچھے کسی کے نماز پڑھنے والا

ازدحام سے قادر نہ رہے کہ پہلی رکعت میں امام کے ساتھ سجدہ کرے پس اگر ہو سکے تو رکوع کے بعد دو سجدے کر کے امام سے اسکی دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے ملجائے تو اسے پہلی رکعت کی جگہ پر رکوع اور دو سجدے کافی ہیں اور اگر امام کی متابعت آخر کے دو سجدون میں ممکن نہو تو دو سجدون کی متابعت پر اقتصار کریگا اور ان دونون سے پہلی رکعت کے سجدون کی نیت کریگا اور اگر دوسری رکعت کے سجدون کی نیت کریگا تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ نماز باطل ہو جائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ ان سجدون کو ساقط کریگا اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے پہلی رکعت کی نیت سے کریگا اور اٹھ کھڑا ہوگا اور دوسری رکعت کو بجا لائیگا اور نماز کو تمام کریگا اور پہلا قول یعنی نماز کا باطل ہو جانا اظہر ہے تیسری نظر جمعہ کے آداب میں پس جمعہ کے آداب میں سے غسل جمعہ ہے اور نافلے کی بیس رکعتین بجا لانا ہے چھ رکعتین آفتاب کی روشنی پھیلنے کے وقت اور چھ آفتاب بلند ہونے کے وقت اور چھ رکعتین زوال کے پہلے اور دو زوال کے وقت اور اگر نافلے کے بجا لانے میں تاخیر کرے اور زوال کے بعد پر رکھے تو بھی جائز ہے اور بہتر اس سے یہی ہے کہ زوال سے پہلے پڑھ لے اور اگر چھ رکعتین نافلے کی ظہرین کے بیچ میں پڑھے تو جائز ہے اور سویرے سے ناخن کٹوا کر حجامت بنوا کر لبین کھلوا کر بڑی مسجد میں جائے اور چاہیے کہ سکینہ اور وقار پر ہو یعنی آرام دل اور آرام بدن سے خوشبو ملے ہو اور اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہو اور اپنی توجہ سے پہلے دعا پڑھے اور خطیب بلیغ ہو اور نماز کو اول وقت میں بجا لانے پر مداومت رکھتا ہو اور خطبہ کے سوا خطبون کے اثنا میں بات کرنا مکروہ ہے اور خطبہ پڑھنے والے کو مستحب ہے کہ عامہ پہنے ہو خواہ جاڑا ہو خواہ گرمی ہو اور برد یمنی کے کپڑے کی چادر اوڑھے ہو اور عصا اور تلوار کی طرح کی چیز پر تکیہ کیے ہو اور پیچھے نماز پڑھنے والونکو خطبہ کے اول وقت میں سلام کرے اور فقہا نے کہا ہے کہ اس سلام کا جواب بھی ماموین پر واجب کفائی ہے یعنی بعض کے بجا لانے سے اوروں سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور خطبہ پڑھنے سے پہلے بیٹھے اور اگر سبقت کر جائے امام سورۂ جمعہ کے سوا اور سورہ کے پڑھنے پر تو چاہیے کہ اُس سے سورۂ جمعہ کی طرف عدول کرے اسی طرح پر اگر دوسری رکعت میں منافقین کے سوا اور کوئی سورہ شروع کر دے تو بھی سورۂ منافقین کی طرف عدول کرے

یعنی پھرے اور جو سورہ پڑھتا تھا اُسے چھوڑ دے جبتک آدھے سورے سے بڑھا نہو مگر سورۂ جحد
و توحید کہ اُنسے اور سورے کی طرف عدول نہین کرسکتا ہے اور سنت ہے کہ جمعہ کے دن نماز ظہر
جہر سے یعنی بلند آواز سے پڑھے اور جو کہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھتا ہے اُسے بھی بہتر ہے کہ بڑی
مسجد مین جاکر پڑھے اور جبکہ نماز جمعہ کا امام ایسا ہو کہ جسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہو تو ماموم کو جائز ہے
کہ اپنے ظہر کی نماز امام سے پہلے پڑھ لے اور اگر اُسی امام کے ساتھ بھی دو رکعتین پڑھ لے اور اُسکی
سلام کے بعد دو رکعتین اور پڑھ لے کہ چارون رکعتین ظہر کی پوری ہو جائین تو بہتر ہو گا۔

دوسری فصل عیدین یعنی دونون عید دن کی نمازمین ہے اور نظر ان نمازون مین اور انکی
سُنّتی چیزون مین ہے پہلی نظر نمازون مین ہے دونون عیدون کی نمازین بھی جمعہ کے شرائط
سے واجب ہین اور بجالانا جماعت سے انکا واجب ہے اور تخلف عیدین کی نماز سے جائز نہین
مگر کسی عذر کے سبب سے تو جائز ہے کہ عذر کی صورت مین اکیلا مستحب کی نیت سے پڑھ لے
اور اگر شرطین نپائی جائینگی تو عیدین کی نماز ساقط ہو جائیگی پھر مستحب ہے خواہ جماعت سے
پڑھین خواہ منفرد پڑھین اور عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے طلوع سے زوال تک ہے یعنی طلوع
اور زوال کے درمیان کا وقت ہے اور اگر فوت ہو جائین تو قضا نہین ہے اور کیفیت اس نماز کی یہ ہے کہ پہلے
تکبیر احرام کہے پھر سورۂ فاتحہ پڑھے پھر ایک سورہ اور پڑھے اور بہتر ہے کہ دوسرے سورے کی
جگہ پر سورۂ اعلیٰ کو پڑھے اور اُسکے بعد اُٹھر پر تکبیر کہے اور جو قنوت کہ مروی ہے اُسے پڑھے
یہانتک کہ پانچ قنوت اور پانچ تکبیرین پوری کرے پھر تکبیر کہکے رکوع مین جائے اور سجدون
سے فارغ ہو کر کھڑا ہوئے تکبیر کے بس سورۂ فاتحہ پڑھے اور دوسرا سورہ پڑھے اور بہتر ہے
کہ سورۂ غاشیہ ہو اور اُسکی چار تکبیرین کہے اور چار قنوت ہر تکبیر کے بعد پڑھے یعنی تین قنوت
تکبیرون کے بیچ مین اور چوتھا قنوت چوتھی تکبیر کے بعد پڑھے اور اِسکے بعد پانچوین تکبیر رکوع
کیلیے کہے اور رکوع مین جائے اور سجدے وغیرہ کرکے نماز ختم کرے بس معتاد سے زیادہ تو تکبیرینا
ہین پانچ پہلی رکعت مین تکبیر احرام کے سوا اور دوسری رکعت مین چار تکبیرین ہین اور دو دو
رکوعون کے لیے دوسری نظر نماز عیدین کے سُنّتی امرون مین۔ میدان مین نماز کے لیے جانا مگر
مکۂ معظمہ مین اور زمین پر سجدہ کرنا اور موذن کا اذان کے بدلے تین مرتبہ الصلوٰۃ کہنا سنت ہے

کیونکہ اذان پنجگانہ نمازون کے سوا اور کسی نماز کے لیے نہین ہے اور امام ننگے پانون آرام دل اور آرام بدن سے ذکر خدا کا کرتا ہوا نکلے اور عید فطر مین نماز کو جانے سے پہلے کسی چیز سے افطار کرلے اور عید اضحیٰ یعنی عید قربان مین نماز پڑھکر پھرنے کے بعد اپنی قربانی کے گوشت مین سے کھائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اکثر فقہا نے کہا ہے کہ عید فطر مین نماز کے پہلے کسی میٹھی چیز سے افطار مستحب ہے اور عید اضحیٰ یعنی عید قربان مین گوشت قربانی سے مستحب ہے اور خاک شفا سے جو افطار کرنے کو منقول ہوا ہے یہ روایت شاذہ ہے مگر جبکہ علیل ہو اور اُس مرض سے صحت کے لیے کھائے اور بے مرض کے مٹی کا کھانا جائز نہین اور مرض سے شفا پانے کے لیے ایک چنے کے برابر کھانا مستثنیٰ ہوا ہے اور عید فطر مین چار نمازون کے بعد چار تکبیرین کہنا مستحب ہے کہ اِن چارون مین کی پہلی تکبیر چاند رات کے مغرب کے بعد کی ہے اور چوتھی تکبیر نماز عید کے بعد کی ہے اور عید قربان مین پندرہ نمازون کے بعد کہ پہلی اُنمین کی دسوین ذیحجہ کی ظہر ہے اگر منیٰ مین ہو اور اَور شہرون مین بھی پہلی عید ضحیٰ کی ظہر ہو اور آخیر ایام تشریق کے دوسرے دن کی صبح ہو اِن دس نمازون کے بعد کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور تیسری تکبیر مین ترود ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا ہَدَانَا وَلَہُ الشُّکْرُ عَلٰی مَا اَوْلَانَا یعنی خدا بزرگ اور بزرگ ہر چیز سے ہی نہین ہے کوئی سچا معبود مگر وہی اللہ اور اللہ بزرگ ہے اور برتر ہے ہر چیز سے اور سب تعریفین خدا ہی کے لیے ہین اس امر پر کہ سیدھے رستے پر ہمین اُسنے لگایا ہے اور اُسی سچے معبود کے لیے شکر ہے اِس بات پر کہ اُسنے نعمت دی ہمین اور اگر عید ضحیٰ ہو تو یہ پڑھنا چاہیے وَرَزَقَنَا مِنْ بَہِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ یعنی اور روزی دے ہمین چوپائے جانورون سے اور ہتھیار لیکر نماز کو نکلنا مکروہ ہے اور نماز عید کے پہلے یا پیچھے نافلہ پڑھنا مکروہ ہے مگر مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ مین کہ وہان سے نکلنے کی دو رکعتین پڑھنا چاہیے پانچ مسئلے پہلا مسئلہ زائد تکبیرین واجب ہین یا سنت اسمین تردد ہے اور اشبہ استحباب ہے اور تکبیرون کے واجب ہونے کی تقدیر پر آیا قنوت بھی واجب ہے یا نہین اظہر یہی ہے کہ واجب نہین اور واجب ہونے کی تقدیر پر آیا معین الفاظ قنوت مین واجب ہین یا نہین اظہر یہی ہے کہ کوئی لفظ قنوت مین واجب نہین دوسرا مسئلہ جبکہ عید اور جمعہ ایک ساتھ پڑے بس جو کہ عید

کیلیے آئے اُسے اختیار ہے کہ چاہے جمعہ کے لیے حاضر ہو کہ امام پر لازم ہے کہ حاضرین کو اِس مسئلے سے خطبہ مین اطلاع دیدے بعضے فقہا نے کہا ہے کہ رخصت موقوف دُور کے رہنے والونپر ہے کہ اُنسے پھر آنے کی مشقت جاتی رہے اور یہی اشبہ ہے تیسرا مسئلہ دونوں عیدین کی نمازون کے بعد دو خطبے پڑھنا سنّت ہین اور پہلے نماز کے پڑھنا بدعت ہے اور سُننا دونون خطبون کا واجب نہین بلکہ سنّت ہے چوتھا مسئلہ خطیب کیلیے مسجد جامع سے ممبر کا نقل کرنا نچاہیے بلکہ منبر کی طرح پر مٹی سے وہین صحرا مین بنا دینا مستحب ہے پانچوان مسئلہ سورج نکلنے کے بعد بے نماز عید پڑھے اگر اُسپر واجب ہے توسفر کرنا حرام ہے اور صبح کے بعد آفتاب نکلنے کے پہلے سفر کرنیمین تردد ہے اشبہ جواز ہے

تیسری فصل نماز کسوف یعنی سورج گہن پڑنے کے وقت کی نماز مین اور نظر اسکے سبب اور کیفیت اور حکم مین ہے پہلی نظر سبب مین یہ نماز سورج گہن کے وقت واجب ہے اور چاند گہن کے وقت واجب ہے اور زلزلے کے وقت واجب ہوا اور آیا اِنکے سوا نماز کالی آندھی وغیرہ اور آسمانی ڈرونی چیزون کے لیے واجب ہے یا نہین بعضون نے کہا ہے کہ واجب ہے اور یہی منقول ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور بعضون نے کہا ہو کہ ڈرونی کالی آندھی کے لیے واجب ہے اور اِس نماز کا وقت کسوف مین گہن پڑنے کے وقت سے چھوٹنے تک ہے بس اگر سورج گہن یا چاند گہن کا زمانہ نماز پڑھنے بھر کا نہو تو واجب نہین ہے اور یہی حکم آندھیون کا ہے اگر اُنمین بھی وجوب کے قائل ہو جائیں اور زلزلے مین نماز واجب ہے گو مدت زلزلے کی زیادہ نہو اور زلزلے کی نماز ہمیشہ ادا کی نیت سے پڑھی جاتی ہے گو زمین کے ٹھہر جانے کے بعد ہو اور جسے معلوم نہو کہ گہن پڑا ہے یہانتک کہ نماز کا وقت نکل جائے تو اُسپر قضا واجب نہین مگر یہ کہ سرپ گہن پڑا ہو اور کسوف یعنی گہن کے سوا مین قضا واجب نہین اور کسوف یعنی گہن پڑنے سے واقف ہونے پر اور نماز بجا لانے مین کوتاہی اور بھول کو دخل دینے پر قضا واجب ہے خواہ پورا گہن پڑا ہو خواہ پورا نہ پڑا ہو دوسری نظر اِس نماز کی کیفیت مین اسکا طریق یہ ہو کہ نیت کے بعد تکبیر احرام کہے اور سورۂ حمد پڑھے اور حمد کے بعد کوئی پورا سورہ پڑھے یا تھوڑا سا پڑھے پھر رکوع کرے

اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اگر رکوع سے پہلے پورا نہین پڑھا تو پھر اُس سورے مین سے وہین سے کہ جہان سے چھوڑا تھا کچھ پڑھے اسیطرح سے پانچ رکوع تک اُس سورے کو تمام کرے اور جب رکوع کے پہلے اُس دوسرے کو تمام کرے گا تو اُس رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد حمد اور ایک سورہ اور یا کچھ پڑھیگا اسی طرح پانچ رکوع پورے کرے اور سجدون سے فارغ ہو کر دوسری رکعت مین بھی مثل پہلی کے کرنا چاہیے اور پانچوین رکوع کے بعد دونون سجدون سے فارغ ہونے کے بعد تشہد اور سلام پھیرے اور اِس نماز مین بھی جماعت سنّت ہے اور طول اتنا نماز مین دینا کہ گہن چھٹ جائے سنّت ہے اور اگر گہن چھٹا ہو اور نماز سے فراغت ہو گئی ہو تو پھر اعادہ کرے اور سنّت ہے کہ اُسکے رکوع کا زمانہ اسکی قراءت کے زمانے کے برابر ہو اور لمبے سورے پڑھنا گنجایش وقت مین سنّت ہے اور ہر رکوع سے سر اُٹھانے کے وقت تکبیر کہیگا مگر پانچوین اور دسوین رکوع مین سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور پانچ قنوت پڑھیگا دو پہلی رکعت مین اور تین قنوت دوسری رکعت مین یعنی ہر رکعت مین ہر ایک دوسرے رکوع سے پہلے قنوت پڑھے اور دوسری رکعت مین قراءت کے بعد رکوع کرنے سے پہلے ایک قنوت اور دو قنوت ہر دوسرے رکوع سے پہلے یعنی تیسرے اور پانچوین رکوع سے پہلے پڑھیگا تیسری نظر گہن وغیرہ کی نماز کے حکمون مین اور اِسمین چند مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ گہن فریضے کے وقت پر پڑے تو مصلی یعنی نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے گہن کی نماز پہلے پڑھے اور چاہے فریضے کو پہلے بجا لائے جبتک کہ وقت فریضے کا تنگ نہ ہو اور جب وقت فریضے کا تنگ ہو جائیگا تو بجالائے مین کے فریضہ موجودہ کو مقدم کرے گا اور بعضے علما نے کہا ہے کہ ہر صورت مین فریضہ حاضرہ اولی ہے اور پہلا قول اشبہ ہے دوسرا مسئلہ اگر نافلے کے وقت پر گہن پڑے بس گہن کی نماز اولی ہے گو نافلے کا وقت جاتا رہے اور اُسکے بعد نافلے کی قضا پڑھ لیگا تیسرا مسئلہ جائز ہے کہ گہن کی نماز کو گھوڑے پر سوار پڑھنا اور پیدل چلتے چلتے پڑھنا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ یہ حکم عذر کی صورت مین ہے اور مختار کے لیے جائز نہین اور یہی قول اشبہ ہے

چوتھی فصل نماز میت یعنی مُردے کی نماز مین اور اِسمین کئی قسمین ہین پہلی قسم اُس شخص مین کہ جسپر یہ نماز پڑھنا چاہیے اور وہ ایسا شخص ہے کہ جسنے اظہار شہادتین کیا ہو یعنی خدا کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کی نبوت کا قائل ہو یا چھ برس کا لڑکا جو اسلام کے حکم مین ہو یعنی جسکے

ماں باپ دونوں یا ایک دونوں میں سے مسلمان ہو یا اسلام کے ملک میں پڑا ہوا ملا ہو اور اِس حکم میں لڑکا لڑکی غلام آزاد سب برابر ہیں اور سنّت ہے کہ اِس سے کم سن والے مُردے پر بھی نماز پڑھیں جبکہ زندہ پیدا ہوا ہو اور اگر زندہ نہ پیدا ہوا ہو تو اُسپر نماز نہ پڑھیں گے گو اُسمین جان پڑ چکی ہو۔ **دوسری قسم** نماز پڑھنے والے میں سب سے زیادہ لائق شخص مُردے پر نماز بجا لانے میں وہی جو اُسکی میراث میں اولیٰ ہے اور اولیٰ وہ شخص ہے کہ درجے میں کوئی اُسکے برابر نہو پس باپ اولیٰ ہے میّت پر نماز پڑھنے میں میّت کے بیٹے سے اور بیٹا اولیٰ ہے باپ کے مُردے پر نماز پڑھنے میں دادے سے اور بھائی سے اور چچا سے اور حقیقی بھائی بھی اولیٰ ہے علاتی یا اخیافی بھائی سے اور شوہر اپنی زوجہ کے مُردے پر نماز پڑھنے میں اولیٰ ہے اُسکے اقربا سے گو کیسے ہی قریب ہوں جبکہ میّت کے ولی بہت سے ہوں پس مرد اولیٰ ہیں عورتوں سے اور آزاد اولیٰ ہے غلام سے اور پیشنمازی نہیں کرتا ہے ولی میّت مگر جبکہ اُسمیں پیشنمازی کی شرطیں پائی جاتی ہوں نہیں تو دوسرے کو پیشنماز کریگا اور جبکہ اولیا میّت کے برابر ہوں تو مقدم ہوگا نماز پڑھانے میں وہ شخص کہ جو سب سے بڑھکر فقہ کا جاننے والا ہوگا اور اگر فقہ کے جاننے میں بھی سب برابر ہوں پس جو کہ قراءت میں زیادہ وقوف رکھتا ہوگا وہ مقدم ہوگا اور جب اُسمیں بھی سب برابر ہوں تو جو سن میں بڑا ہوگا وہ مقدم ہوگا اِس معنی سے کہ زیادہ اُسکا سن اسلام میں صرف ہوا ہو اگر اُسمیں بھی برابر ہوں تو مقدم ہوگا وہ جو زیادہ صاحب وجہ یعنی خوبصورت ہوگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ صاحب وجہ کی بعضوں نے تفسیر خوشروئی یعنی خوبصورتی سے کی ہے اور بعضوں نے نیکنامی سے کی ہے اور دونوں خوب ہیں کہ خوبصورتی اُسکی نسبت عنایت الٰہی پر دلالت کرتی ہے تو بدشکل سے بہتر ہے اور جائز نہیں ہے کہ نماز میّت میں پیشنمازی کرے کوئی شخص بے ولی کی اجازت کے خواہ امامت کے شرائط رکھتا ہو خواہ نہ رکھتا ہو مگر مکلف ہو چکا ہو اور ہر شخص سے میّت کی نماز کے لیے امام عصر علیہ السلام بہتر ہیں اور ہاشمی غیر ہاشمی سے جبکہ ولی اُسے شرائط کے ساتھ مقدم کرے اور جائز ہے کہ عورت عورتوں کی پیشنمازی کرے اور مکروہ ہے کہ پیشنماز عورت صف سے آگے بڑھکر کھڑی ہو بلکہ عورتوں ہی کی صف میں رہے اور یہی حکم ہے برہنہ مرد کا اور سوا برہنہ مرد کے اور عورت کے جو

امامت کریگا آگے بڑھکر کھڑا ہوگا گویا ایک ہی مقتدی یعنی پیچھے نماز پڑھنے والا ہوا اور جب عورتین مرد کے پیچھے نماز پڑھینگی تو پیچھے مرد کے کھڑی ہونگی اور اگر پیچھے بھی مردون کی صف ہوگی تو اُنکے پیچھے کھڑی ہونگی اور عورتون مین کوئی عورت حائض ہوگی تو عورتون کی صف سے علیحدہ اُسے کھڑے ہونا مستحب ہوگا۔ تیسری قسم نماز میت کی کیفیت مین اور کیفیت ترکیب اُسکی پانچ تکبیرین ہین اور دعائین لازم نہین اور اگرچہ ہم کہین کہ واجب ہے تو تعین لفظ واجب نہین اور سب دعاؤن سے بہتر وہ دعا ہے کہ جسے محمد ابن مہاجر نے اپنی مان اُم سلمہ سے روایت کی ہے اور اُم سلمہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ اُن حضرت نے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مُردے پر نماز پڑھتے تھے ایک تکبیر کہتے تھے اور ایکبار تشہد پڑھتے تھے پھر تکبیر کہتے تھے صلوات پیغمبرون پر بھیجتے تھے اور دعا کرتے تھے پھر تکبیر کہتے تھے اور مومنین کے لیے دعا کرتے تھے پھر چوتھی تکبیر کہتے تھے اور مردے کے لیے دعا کرتے تھے اور پانچوین تکبیر کہتے تھے اور پھر جاتے تھے اور اگر مُردہ منافق ہوگا تو نماز پڑھنے والا چار ہی تکبیرون پر اقتصار کریگا اور چوتھی تکبیر پر پھر جائیگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ فرماتے ہین کہ منافق سے یہان مراد ناصب ہے کہ اسی پر بعضی روایتین اور عبارتین دلالت کرتی ہین اور ممکن ہے کہ منافق سے مطلق مخالف مراد لیا جائے کہ مومن کے مقابل مین کہا گیا ہے اور بعضی روایتون مین وارد ہوا ہے کہ منافق حقیقی وہ ہے کہ کفر کو چھپائے اور اسلام کو ظاہر کرے اسلیے کہ حضرت نے عبد اللہ ابن اُبی کے جنازے پر یون ہی نماز پڑھی تھی اور سزاوار ہے یہ کہ جان لین کہ حصر چار تکبیرون پر منافق مین واجب نہین بلکہ پانچ تکبیرین کہنی اور بددعا لعنت سے کرنے مین اور چار پر اقتصار کرنے مین اور بے دعا کے پھر جانے مین مختار ہے۔ اور نماز میت مین نیت اور قبلہ رُخ ہونا اور جنازے کا سر مصلی کے داہنی طرف کرنا واجب ہے اور اس نماز مین طہارت شرط نہین اور جنازے سے بہت ہٹکر کھڑے ہونا جائز نہین اور بے غسل وکفن دیے مُردے پر نماز نہ پڑھینگے اگر اُس مُردے کے لیے کفن بھی نہو تو اُسے قبر مین رکھدین گے اور اسکی عورتین یعنی دونون شرمگاہون کو چھپا کر نماز پڑھین گے اس نماز کے سنتی امر یہ ہین کہ پیشنماز مرد کی کمر کے پاس اور عورت کے سینے کے پاس کھڑا ہو اگر دو مُردے

نماز کے لیے جمع ہوں کہ ایک مُردہ مرد کا اور ایک عورت کا ہو تو مرد کو پیشنماز کے پاس رکھیں اور عورت
کے مُردے کو مرد کے مُردے کے پیچھے رکھیں اور مرد کے مُردے کی کمر کے برابر عورت کے مُردے
کے سینے کو رکھیں کہ امام دونوں مُردوں کی فضیلت کی جگہ پر کھڑا ہو اور اگر کوئی بچے کا مُردہ
بھی آ لے تو اُسے عورت کے مُردے کے پیچھے رکھیں اور تینوں پر ایکساتھ نماز پڑھیں اور ظاہر
ہونا پیشنماز کے لیے اور جوتے سے پاؤں نکالنا اور پہلی تکبیر میں اجماع سے دونوں ہاتھوں کا
اونچا کرنا اور اظہر یہ باقی تکبیروں میں سنّت ہے اور یہ بھی سُنّت ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد مُردے
کے لیے اگر مؤمن ہے تو مغفرت کی دعا کرے اور اگر منافق ہے تو بد دعا کرے اور اگر مستضعف
یعنی سُست اعتقاد ہے تو مستضعفوں کی دعا پڑھے اور اگر اُسکا مذہب نہ معلوم ہو تو حقتعالے
سے اس بات کی دعا کرے کہ محشور کرے خدا اُسکو اُسکے ساتھ کہ جس سے یہ محبت رکھتا ہے اور
اگر مُردہ بچے کا ہو تو یہ دعا کرے کہ اسے اپنے ماں باپ کے حال کا مصلح اور اُنکا شفیع بنائے اور جب
نماز سے فارغ ہو تو وہیں کھڑا رہے جبتک کہ جنازے کو اُٹھائیں اور یہ بھی سنّت ہے کہ نماز میت
کی اُسی مقام پر پڑھیں کہ جس جگہ پر عادت سے پڑھتے ہوں اور اگر مسجدوں میں پڑھیں تو بھی
جائز ہے اور مکروہ ہے کہ ایک جنازے پر دو بار نماز پڑھیں جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ
یوہیں ہے جیساکہ مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ شہادتین اور مؤمنین کی دعا کی عبارت اور
مُردے کی دعا کی عبارت مخصوص واجب نہیں ہے مگر مشہور یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد کہے
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ
اللہ کے سوا کوئی سچا معبود پرستش کے قابل نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ
بیشک محمد خدا کے رسول ہیں اور دوسری تکبیر کے بعد کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ یعنی خدایا
رحمت نازل کر محمد اور آل محمد پر اور تیسری تکبیر کے بعد کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
یعنی خداوند کریم ایماندار مردوں کو اور عورتوں کو بخشدے اور اُنکے گناہوں سے درگذر فرما اور چوتھی تکبیر کے
بعد کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذَا الْمَيِّتِ یعنی بار خدایا اس مُردے کو بخشدے اور اسکے گناہوں سے
درگذر فرما پھر پانچویں تکبیر کہے اور فارغ ہو اور یہ کافی ہے اور بہتر یہ ہے کہ نیت کے بعد کہے اللہ اکبر
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ یعنی خدا ہر چیز سے بزرگ اور برتر ہے گواہی دیتا ہون مین اِس بات کی کہ خدا
کے سوا کوئی برحق معبود نہین ہے اور حال یہ ہے کہ وہ خدا ایکہ وتنہا ہے کوئی اُسکا شریک نہین ہے
اور گواہی دیتا ہون مین اسبات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ اُسکے بندے اور اُسکے رسول برحق ہین
مومنون کو بشارت دینے والے اور کافرون کو ڈرانے والے قیامت مین پھر کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّآلَ مُحَمَّدٍ کَاَفْضَلِ مَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ
وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَآلِ اِبْرَاہِیْمَ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ یعنی
خدا ہر چیز سے بزرگ اور برتر ہے بار خدایا رحمت کاملہ نازل کر محمدؐ اور آلِ محمد پر بڑھکر اُس رحمت
سے کہ جیسے تونے نازل کیا ہے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر اور اُس برکت سے کہ جیسے تونے بھیجا ہے
ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر اور اُس ترحم سے کہ تونے کیا ہے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر بیشک
تو سراپا بزرگ ہے اور رحمت کاملہ نازل کر سارے نبیون پر اور رسولون پر پھر کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ تَابِعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ
بِالْخَیْرَاتِ اِنَّکَ مُجِیْبُ الدَّعَوَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی خدا ہر چیز سے بزرگ اور برتر ہے
بار خدایا بخش ایماندار مردون کو اور ایماندار عورتون کو اور مسلمان مردون کو اور مسلمان
عورتون کو اور زندون کو اور مردون کو اور ملا دے ہم مین اور اُنمین نیکی رکھ بے شک توہی
دعاؤن کا قبول کرنے والا اور توہی ہر چیز پر قادر ہے پھر کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اِنَّ ھٰذَا عَبْدُکَ وَ
ابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَزَلَ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْہُ اِلَّا خَیْرًا
وَّاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنَّا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْہُ وَاغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ
اجْعَلْہُ عِنْدَکَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی اَھْلِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَارْحَمْہُ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
یعنی خدا ہر چیز سے بزرگ اور برتر ہے بار خدایا بیشک یہ تیرا بندہ ہے اور اسکے ماں باپ تیرے
بندے ہین تیرے پاس وارد ہوا ہے اور تو بہت اچھا اُتارنے والا ہے بار خدایا ہم نیکی کے
سوا اس سے کچھ اور واقف نہین اور تو ہم سے بڑھکر اِس سے خبردار ہے بار خدایا اگر یہ نیک کار
ہے تو اسکی نیکی مین بڑھا دے اور اگر گنہگار ہے تو اُس سے درگزر کر اور اسے بخشدے بار خدایا
اسے تو اپنے پاس علیین مقام کے سب سے اوپر کے درجے مین جگہ دے اور اسکے عزیزو نپر

گزرے لوگون مین پہلا ٹھہرادے اور رحم کر اسپر اپنی رحمت سے اے سب رحم کرنیوالون سے بڑھکر رحم کرنیوالے پھر کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ یعنی خدا ہر چیز سے بزرگ اور برتر ہے اور نماز سے فارغ ہوجائیگا اور اگر مردہ عورت کا ہو تو کہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہٖ اَمَتُکَ وَابْنَۃُ عَبْدِکَ وَبِنْتُ اَمَتِکَ نَزَلَتْ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہَا اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْہَا اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہَا مِنَّا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَتْ مُحْسِنَۃً فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہَا وَاِنْ کَانَتْ مُسِیْئَۃً فَتَجَاوَزْ عَنْہَا وَاغْفِرْ لَہَا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہَا عِنْدَکَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی اَہْلِہَا فِی الْغَابِرِیْنَ وَارْحَمْہَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اسکے معنون مین اور مرد والی دعا کے معنون مین فقط مرد ہونے کا اور عورت ہونے کا تذکیر تانیث کی ضمیرون سے فرق ہے اور اگر نابالغ لڑکا ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِاَبَوَیْہِ وَلَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّاَجْرًا یعنی بارخدایا اسے اس کے ماں باپ کے لیے اور ہمارے لیے پہلے بھیجا ہوا کار نیک اور عمل خیر اور ثواب بنادے اور اگر مخالف پر ضرورت سے نماز پڑھے تو چوتھی تکبیر کے بعد کہے اَللّٰھُمَّ اَخْزِ عَبْدَکَ فِیْ عِبَادِکَ وَبِلَادِکَ اَللّٰھُمَّ اَصْلِہٖ حَرَّ نَارِکَ اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ اَشَدَّ عَذَابِکَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَتَوَلّٰی اَعْدَاءَکَ وَیُعَادِیْ اَوْلِیَاءَکَ وَیُبْغِضُ اَہْلَبَیْتَ نَبِیِّکَ یعنی بارخدایا خوار کر اپنے اس بندے کو اپنے بندون مین اور اپنے شہرون مین بارخدایا جلا اسے اپنی جلتی آگ سے اور چکھا اسے اپنے عذاب مین سے زیادہ سخت عذاب کو اسلیے کہ یہ دوست رکھتا تھا تیرے دشمنون کو اور دشمن رکھتا تھا تیرے دوستون کو اور تیرے نبی کے اہلبیت علیہم السلام سے بغض رکھتا تھا اور پانچوین تکبیر مخالف کے جنازے پر نہ کہے اور اگر میّت مستضعف ہو یعنی کم عقل ہو اور تمیز مذہبون مین نہ کرتا ہو اور اسی طرح سے سنّی ہو یا مخالف حق ہو اور شیعون سے بغض نہ رکھتا ہو یا اہل بیت کا اعتقاد رکھتا ہو مگر اُنکے دشمنون سے بیزار نہو اُردو مترجم کہتا ہے کہ مدارک مین مستضعف کے معنون مین یہ کہا ہے کہ مراد مستضعف سے وہ ہے کہ جو حق کا معتقد نہو اور اہل حق کا دشمن نہو اور ائمہ علیہم السّلام سے کسی کو دوست نہ رکھتا ہو اور نہ اُنکے غیرون مین کسی کو دوست رکھتا ہو جو اس طرح کا شخص مرے تو اُسکی نماز جنازے مین یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِہِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ یعنی بارخدایا اُن لوگون کو کہ جنھون نے توبہ کی ہے اور تیرے راہبر کی پیروی کی ہے تو بخشدے اور بچا انھین جہنم کے

عذاب ہے اور اگر میّت کا مذہب نہ معلوم ہو تو کہے اَللّٰہُمَّ اِنَّ ہٰذِہِ النَّفْسَ اَنْتَ اَحْیَیْتَہَا وَاَمَتَّہَا اَللّٰہُمَّ وَلِّہَا مَا تَوَلَّتْ وَاحْشُرْہَا مَعَ مَنْ اَحَبَّتْ یعنی بارخدایا ضرور یہ ایک نفس ہے جسے تو ہی نے جلایا اور تو ہی نے مارا ہے بارخدایا اسکا سرپرست اُسے کر کہ جسے یہ دوست رکھتا تھا اور اُٹھا قیامت کے دن اِسے اُس شخص کیساتھ کہ یہ جسے دوست رکھتا تھا اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ایک جنازے پر دو بار نماز پڑھنا جب مکروہ ہے کہ نماز پڑھنے والا وہی ایک ہی شخص ہو اور تکرار نماز جلدی کی منافی ہو یعنی مُردے کی تجہیز و تکفین وغیرہ مین تعجیل مستحب ہے اور یہ تکرار اُس تعجیل کی منافی ہو تو مکروہ ہے یعنی ثواب کم ہے اور کوئی نماز جنازے کا دوسری مرتبہ اعادہ کرے تو مختار ہے چاہے وجوب کی نیّت کرے اِسلیے کہ اصل تو واجب ہے چاہے سنّت کی نیّت کرے کہ وجوب پہلی نماز سے ساقط ہو چکا ہے۔ پانچ مسئلے پہلا مسئلہ جو کہ امام کو نماز جنازہ پڑھتے ہوئے پائے اُسکی پیروی کرے اور جب امام پڑھ چکے تو یہ باقی تکبیرین بپایپے بجا لائے اور اگر جنازے کو اُٹھائین یا مُردے کو دفن کر دین تو بھی یہ تکبیرین پوری کرے گو قبر ہی پر واقع ہون دوسرا مسئلہ جب ماموم نے امام سے پہلے ایک تکبیر یا زیادہ کہی ہو تو سنّت ہے کہ پھر امام کے ساتھ اعادہ کرے تیسرا مسئلہ اگر کسی مُردے کو بے نماز پڑھے دفن کر دین تو جائز ہے کہ اُسکی قبر پر ایک رات دن مین نماز پڑھ لین اور اگر آٹھ پہر سے زیادہ دفن ہوئے کو گزر جائین تو پھر جائز نہین ہے چوتھا مسئلہ سارے وقت نماز جنازہ پڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہین مگر جب حاضرہ نماز کا وقت تنگ ہو تو اُسوقت نماز جنازہ پڑھنا جائز نہین ہے اور اگر مُردے پر کسیطرح کا خطرہ ہو اور حاضرہ فریضہ کا وقت وسیع ہو تو ایسی حالت مین نماز جنازہ مقدم ہے پانچوان مسئلہ جب امام ایک جنازے پر نماز پڑھنے مین مشغول ہو اور اِس اثنا مین دوسرا جنازہ آجائے تو امام کو اختیار ہے چاہے نماز کو نئے سرے سے دونون پر ایک ہی ساتھ پڑھے اور چاہے اُسے پوری پڑھکر دوسری بار دوسرے جنازے پر پڑھے

پانچوین فصل سنّتی نمازون مین اور اُنکی دو قسمین ہین ایک یومیہ پنجگانہ کے نوافل کہ جنھین پہلے ہم بیان کر چکے ہین اور دوسری وہ نمازین جو کسی وقت سے مخصوص نہین اور یہ بہت ہین اور ہم سُنّتی ضروری نمازین بیان کرتے ہین اور وہ چند نمازین ہین پہلی اُنہین سے نماز استسقا ہے

اور وہ مستحب ہے اور وہ نہرون کے سوکھنے کے وقت اور مینھ کے کم یا نہ برسنے کے وقت پڑھتے ہین اور اُسکی کیفیت عید کی نماز کی طرح پر ہے مگر یہ کہ عید کی قنوت کے عوض مین ایسی دعائین کہ جنمین حقتعالیٰ کی مہربانی کی طلب اور خدا کی رحمت کا اور پانی برسنے کا سوال ہو پڑھین گے جسقدر کہ ممکن اور مقدور ہو کافی ہے اور نہین تو جو دعائین اہلبیت علیہم السلام سے مروی ہین پڑھے کہ بہتر ہے نماز استقسا کے سنتی امور یہ ہین کہ استقسا یعنی مینھ کی طلب کی نماز کو جانے سے پہلے تین دن روزہ رکھے اور تیسرے روزے مین نکلے اور سنت یہ ہے کہ سہ دن پر کا دن پڑے اور اگر یہ نہ ممکن ہو تو جمعہ کا دن ہو اور یہ کہ نکلین میدان کی طرف ننگے پانون آرام دل اور آرام بدن سے اور اس نماز کو مسجدون مین نہ پڑھین اور لیجائین اپنے ساتھ بڈھون بڈھیون کو اور بچون کو اور کافرون کو اور اہل ذمہ کو ساتھ نہ لین اور چھوڑالین بچون کو اُنکی ماؤن سے پس جبکہ امام نماز سے فارغ ہو تو پھیرے اپنی چادر کو پھر قبلہ رُخ ہو اور پکار کر تکبیر کہے سو مرتبہ اور سو مرتبہ تسبیح داہنی طرف پڑھے اور سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بائین طرف پڑھے اور لوگون کی طرف مُنھ کرے اور سو مرتبہ حمد خدا کرے اور لوگ بھی ان سب نکوہ امور مین اُسکی متابعت کرین یعنی ہر طرف مُنھ کرنے کے سوا اور سب امور مین متابعت کرین پھر خطبہ پڑھے اور تضرع اور زاری حد سے زیادہ کرے اور اگر قبول مین دیر ہو تو پھر دوسری بار نماز استقسا کو نکلین یہانتک کہ رحمت شامل حال ہو جائے جسطرح پر کہ یہ نماز مینھ برسنے کی کمی کے وقت مین جائز ہے اسی طرح چشمے اور کنوئین سوکھ جانے کے وقت جائز ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ چادر کے پھیرنے سے مراد ہے کہ جو داہنے کندھے پر ہے اُسے بائین پر اور جو بائین پر ہے اُسے داہنے پر کرے اور یہ شرط نہین ہے کہ اوپر وار کو نیچے اور نیچے وار کو اوپر کرے اور اندر وار کو باہر وار اور باہر وار کو اندر وار کرے گو جائز ہے اور یہ کام کچھ امام سے مخصوص نہین ہے بلکہ اور لوگ بھی کرین تو جائز ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی پیروی کے لیے اور اُس فال نیک کے لینے کیواسطے کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندون کا حال قحط سے یعنی کال سے ارزانی یعنی سستی کی طرف اور تنگی سے کشایش کی طرف بدلا ہے۔

دوسری سنتی نماز استخارہ اور نماز حاجت اور نماز شکر اور نماز زیارت ہے اور اُنکے آداب

دعاؤن کی کتابون مین مذکور ہین اور سنتی نمازون مین سے بعض نمازین معین وقتون سے
تعلق رکھتی ہین اور وہ چند نمازین ہین پہلی نماز نافلہ رمضان ہے اور روایتون مین زیادہ
مشہور ہزار رکعتون کا استحباب ماہ رمضان مین نوافل یومیہ پر زیادہ ہے ہر شب کو ۲۰ رکعتین
آٹھ مغرب کے اور بارہ عشا کے بعد بنابر اظہر کے پڑھے اور اخیر دس دن کے بعد ہر رات مین
تیس اسی ترتیب سے پڑھے اور تین طاق شبون کے ہر رات کو سو رکعتین پڑھے اور ایک
روایت مین وارد ہوا ہے کہ طاق کی مذکور راتون مین سو رکعت پر اقتصار کرے پھر اسیر اسی
رکعتین باقی رہجاینگی ہر جمعہ مین دس رکعتین نماز امیر المومنین ع و نماز جناب فاطمہ زہرا و نماز جعفر
کی پڑھیگا اور اخیر جمعہ مین بیس رکعتین نماز علی کی اور عشا مین اسی جمعہ کی بیس رکعتین نماز فاطمہ
کی اور نماز امیر المومنین ع کی چار رکعتین دو تشہد سے اور دو سلام سے پڑھے اور ہر رکعت
مین الحمد ایک مرتبہ اور قل ہو اللہ پچاس مرتبہ پڑھے اور نماز فاطمہ علیہا السلام مین دو رکعتین پڑھے
پہلی رکعتین سورۂ الحمد ایکمرتبہ اور سورۂ انا انزلنا سو مرتبہ اور دوسری رکعت مین الحمد ایکمرتبہ
اور سورۂ توحید سو مرتبہ پڑھے اور نماز جعفر مین چار رکعتین دو سلام سے پہلی رکعت مین
الحمد ایک مرتبہ اور اذا زلزلت ایک مرتبہ اور پھر پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ
واللہ اکبر کہے اور پھر رکوع کرے اور دس مرتبہ یہی ذکر کرے اور اسیطرح پہ رکوع سے سر
اٹھانے پر دس مرتبہ اور اسی طرح سجدہ مین اور سجدے سے سر اٹھانے پر پھر دوسرے سجدہ مین
اور سر اٹھانے کے بعد ذکر مذکور دس دس مرتبہ کرے بس یہ ہر رکعت مین ۷۵ مرتبہ ہوا پھر
اور دوسری رکعت مین حمد کے بعد والعادیات اور تیسری مین اذا جاء نصر اللہ اور چوتھی قل ہو اللہ
احد پڑھے اور سنت ہے کہ اخیر سجدے مین مخصوص دعا جو دعاؤن کی کتابون مین ہے
پڑھے دوسری نماز شب عید رمضان ہے اور اس نماز کی دو رکعتین ہین پہلی رکعت مین
الحمد ایکمرتبہ سورۂ قل ہو اللہ ہزار مرتبہ دوسری رکعت مین سورۂ فاتحہ ایکمرتبہ اور سورۂ قل ہو اللہ
ایکمرتبہ پڑھے اور نماز عید غدیر کہ وہ ذیحجہ کی اٹھارھوین کو ایکساعت زوال آفتاب سے
پہلے پڑھی جاتی ہے اور اسکی دو رکعتین ہین اور شعبان کی پندرھوین رات کی نماز اور
مبعث یعنی رجب کی ستائیسوین رات کو اور ستائیسوین کی نمازین ہین اور ان نماز دنکی

تفصیل اور جو انمین پڑھا جاتا ہے اور جو انکے بعد پڑھا جاتا ہے عبادت کی کتابون مین مذکور ہے
تیسری سارے نوافل کو جائز ہے کہ آدمی بیٹھکر پڑھے اور کھڑے ہوکر پڑھنا جائز ہے اور دو رکعتین
بیٹھکر پڑھی ہوئی کو کھڑے پڑھی ہوئی ایکرکعت کے برابر حساب کرین تو بہتر ہے یعنی کھڑے ہوکر دو
رکعتون کے بدل چار رکعتین بیٹھکر بہتر ہین اس سے کہ کھڑے ہوکر دو رکعتون کی بدل دو رکعتین
بیٹھکر پڑھے ہرچند کہ یہ بھی جائز ہے۔

چوتھا رکن نماز کے توابع مین اور اُس مین کئی فصلین ہین۔

پہلی فصل اُن خللون کے بیان مین ہے کہ نماز مین واقع ہوتے ہین خواہ عمداً ہون خواہ سہواً
ہون یا شک ہون تعدی خلل جو کہ نماز کے واجبات مین سے کسی چیز مین عمداً خلل کرے تو نماز
باطل ہوگی خواہ وہ چیز شرط نماز ہو جیسے طہارت ہے یا شرمگاہون کا چھپانا ہے یا جزو نماز ہو چنانچہ
کہ نماز کا رکن ہو مثل قراءت کے یا کیفیت نماز ہو مثل طمانینت کے یا ترک ہو مثل ترک کلام کے
اور اسیطرح چیز مبطل ہے اگر کوئی بجا لائے اُس چیز کو کہ جسکا ترک واجب ہو یا ترک کرے اُس چیز کو
کہ جسکا بجالانا واجب ہو مسئلے کی نادانی سے مگر جہر و خفات یعنی پکار کر اور چپکے سے پڑھنا کہ اگر
اسمین خلل پڑجائیگا تو معاف ہے اور اگر کوئی نجانتا ہو کہ یہ کپڑا یا مکان کہ جسمین نماز پڑھی ہے
غصبی ہے یا نجاست کپڑے کی یا بدن کی یا سجدیکی جگہ کی نہ معلوم ہو اور نماز کے بعد معلوم ہو تو اعادہ
نہ کریگا اور شہید ثانی نے فرمایا ہے اگر نماز کا وقت باقی ہے تو اعادہ کریگا اور اگر گزر گیا ہے تو اعادہ
نہین تفریع مذکور مسئلہ کی پہلے جو وضو کرے غصبی پانی سے غصبیت کے جاننے پر اور نماز پڑھے
تو طہارت اور نماز دونون کا اعادہ کرے گا اور اگر غصبی ہونا نجانتا ہوگا تو کسیکا بھی اعادہ نکرے گا
دوسرے جبکہ نجانتا ہو کہ یہ کھال مردہ جانور کی ہے اور اسمین نماز پڑھے پھر معلوم ہو کہ مردہ کی
کھال ہے اگر مسلمان کے ہاتھ یا مسلمانون کے بازار سے کہ جسمین زیادہ مسلمان ہون لیا ہے
گو کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے لیا ہو کہ جسکا حال معلوم نہین تو اعادہ نکریگا اور اگر غیر مسلمان سے
لیا ہے یا راستے سے اُٹھا لیا ہے تو اعادہ کریگا تیسرے اگر نجانتا ہو کہ اس ملبوس مین نماز صحیح ہے
اور اُسمین نماز پڑھے تو اعادہ کرے گو پیچھے ظاہر ہو جائے کہ یہ ایسا لباس ہے کہ جسمین نماز پڑھنا
درست ہے جامع الرضوی سے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہدیا ہے کہ نماز مین شرط ہے کہ نماز

نماز

پڑھنے والا جان لے کہ یہ ملبوس اِس قسم کا ہے کہ جسمین نماز پڑھنا درست ہے کیونکہ اگر بیجانے اِس امر کے اگر اُسمین نماز پڑھ لیگا تو باطل ہوگی گو بعد نماز کے معلوم ہو کہ یہ ملبوس اُسی قسم مین سے ہے جسمین نماز درست ہے خواہ وہ ملبوس اُسمین سے ہو کہ جس اکیلے مین نماز تمام ہوتی ہے خواہ نہو بس اگر ازار بند یا ٹوپی بھی اِس قسم سے ہوگی تو اُسمین بھی نماز جائز نہوگی اور نشست یا انگوٹھی ایسی ہڈی سے ہو کہ معلوم نہو کہ حلال گوشت جانور کی ہے یا حرام گوشت کی ہے تو اُسمین بھی نماز جائز نہین ہے سہو واسطے خلل اگر کوئی سہو سے کسی رکن نماز مین خلل ڈالدے تو نماز کا اعادہ کریگا جیسے قیام کو بجا نہ لائے اور نیت کرے یا نیت نہ کرے اور تکبیر احرام کو کہے یا تکبیر نہ کہے اور قراءت کرنے لگے یا بے رکوع کیے سجدے مین چلا جائے یا بے دونون سجدے کیے اُٹھ کھڑا ہو اور اُسکے بعد رکوع مین جھکے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ زیادتی کو گرادے اور جو فوت ہوگیا ہے اُسے بجا لائے اور نماز کی بنا اُسی پر رکھ کے نماز کو پورا کرے اور بعضون نے کہا ہے کہ یہ حکم اخیر کی دو رکعتون سے مختص ہے اور اگر پہلی دو رکعتون مین ہوگا تو نماز نئے سرے سے بجا لائیگا اور پہلا قول اظہر ہے اور یونہین مبطل نماز ہے اگر کوئی نماز مین ایک رکعت یا ایک رکوع یا دو سجدے بڑھا کر پڑھے تو وہ نماز کا اعادہ کریگا خواہ یہ زیادتی عمداً خواہ سہواً کی ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر شک ہو رکوع مین اور رکوع کرے پھر معلوم کرے کہ رکوع کر چکا تھا تو اِس صورت مین سر اپنا رکوع سے نہ اُٹھائے اور سجدے مین چلا جائے اور شیخ علیہ الرحمہ اور علم الہدیٰ سید مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ اشبہ یہ ہے کہ نماز باطل ہو جائیگی اگر کوئی رکعت کم کرے اور کسی مبطل کے عمل مین لانے سے پہلے معلوم ہو جائے تو نماز کو پورا کرلے گو دو رکعتی نماز بھی ہو اور اگر کسی ایسے کام کے کرنے کے بعد یاد آئے کہ جسکا عمداً مبطل ہے اور سہو سے کرنا مبطل نہین جیسے بات کرنا ہے تو اسمین تردد ہے اور اشبہ یہ ہے کہ نماز صحیح ہے اور نماز کو پورا کرلے گا اور اِسی طرح مبطل نماز ہے اگر سلام کشا ترک کردے پھر معلوم ہو تو اسمین بھی وہی مذکور تفصیل ہے اگر کوئی دو سجدے ترک کرے اور نجانے کہ دو رکعت سے رہ گئے ہین یا ایک رکعت سے اس صورت مین احتیاط کی جانب کو ترجیح ہے کہ نئے سرے سے نماز کو پڑھے اور اگر دو سجدے دو رکعتون مین سے بھول گیا ہو اور یہ نجانے کہ یہ کونسی

دو رکعتین ہین پہلی دو رکعتین ہین یا اخیر کی دو رکعتین ہین تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ نماز کا اعادہ کریگا اسلیے کہ پہلی دو رکعتین یقین سے سالم نہین رہی ہین اور اظہر یہ ہے کہ اعادہ نہین ہے بلکہ دو سجدے سہو واجب ہین اور اگر کسی ایسے واجب مین خلل کرے کہ رکن ہو بس نہین بعضے ایسے ہین کہ نماز کو بھی باطل نہین کرتے ہین اور تدارک بھی نہین رکھتے ہین اور بعضے تدارک رکھتے ہین سبب سجدۂ سہو کے اور بعضے سجدۂ سہو سے تدارک رکھتے ہین پہلی قسم یہ ہے کہ قراوت بھولجائے یا جہر و اخفات کو اُسکے مقام مین بھولجائے یا تنہا قراوت حمد کو یا قراوت سورہ کو بھول جائے اور یہانتک یاد نہ آئے کہ رکوع مین چلا جائے یا رکوع کے واجب ذکر کو بھول جائے یا رکوع مین کی طمانینت کو بھولجائے اور سر اُٹھانے تک یاد نہ آئے یا سر اُٹھانے کو رکوع سے یا طمانینت کو رکوع سے سر اُٹھانے کی بھولجائے اور سجدہ کرنے کے بعد یاد آئے یا سجدے مین کا ذکر یا ساتون اعضا سے سجدہ کرنا یا سجدے مین کی طمانینت بھولجائے اور سجدے سے سر اُٹھانے تک یاد نہ آئے یا ساتون اعضا سے سجدہ کرنا یا طمانینت اور سر اُٹھانے تک دوسرے سجدے سے یاد نہ آئے ان سب صورتوں مین نماز کو تمام کریگا اور کوئی تدارک بھی نہین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ سجدے مین اگر پیشانی ایسے مقام پر نہ رکھے کہ جسپر سجدہ درست ہے گو سہو سے رکھی ہو سجدہ متحقق نہ ہوگا نماز باطل ہو جائیگی دوسری قسم جو کہ سورۂ حمد پڑھنا بھولجائے یہانتک کہ سورہ پڑھے اور ابھی رکوع مین نہین گیا ہے تو پھر نئے سر سے پہلے حمد پڑھے اور اُسکے بعد سورہ پڑھے تاکہ ترتیب عمل مین آجائے اور اسیطرح اگر رکوع کو بھولجائے اور سجدے سے پہلے یاد آئے اُٹھکر کھڑا ہو پہلے رکوع کرے پھر رکوع کے بعد سجدہ کرے اور اسیطرح جو دونون سجدے ترک کرے یا ایک سجدہ یا تشہد ترک کرے اور دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے یاد آئے پھر پڑے اور تلافی اُس فعل کی کرے پھر اُٹھے اور اُس چیز کو بجالائے جو اُسکے بعد اُسے بجالانا چاہیے ہے خواہ قراوت ہو خواہ تسبیح پھر اُسکے بعد رکوع کرے اور ان دونون مقامون مین دو سجدۂ سہو واجب نہین اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ واجب ہین اور پہلا قول اظہر ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ صحیح دونون سجدون کا وجوب ہے اور اگر صلوات حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ پر اور آل رسول علیہم السلام پر چھوڑ جائے یہانتک کہ سلام کہے تو دونو کی قضا سلام کے بعد بجالائے تیسرے

جو کہ ترک کرے سجدہ یا تشہد کو اور یاد نہ آئے یہانتک کہ رکوع کرے تو قضا بجا لائے اور سجدہ سہو کرے اور شک مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو واجب دو رکعتی نماز کی رکعتون کی گنتی مین شک کرے مثل نماز صبح کے اور نماز سفر کے اور عیدین کے جبکہ واجب ہون اور کسوف کے تو اعادہ کرے اور اسیطرح پر اعادہ کا حکم نماز مغرب کی رکعتون کی گنتی کے شک مین بھی ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر نماز آیات کی رکعتون کی گنتی مین شک واقع ہو گا تو نماز باطل ہو جائیگی اور اگر رکوعکی گنتی مین شک پڑے تو اقل یعنی سب سے کم پر بنا کرے دوسرا مسئلہ جب کسی فعل مین نماز کے شک پڑے اگر اُسکا محل باقی ہو تو بجا لائے اور نماز کو پورا کرے اور اگر محل جاتا رہا ہو تو نماز کو پورا کرے خواہ وہ فعل رکن ہو خواہ غیر رکن ہو خواہ پہلی دو رکعتون مین ہو خواہ اخیر کی دو رکعتون مین ہو اور یہی حکم اظہر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ قراوت کا محل رکوعمین جانے کے وقت تک ہے اور رکوع کا محل زمین پر سجدے کے لیے سر جھکانے کے وقت تک ہے اور سجدے کا محل دوسری رکعت کے رکوع تک ہے تفریع جبکہ متحقق ہو کہ نماز کی نیت کی ہے اور شک کرے کہ ظہر کی نیت کی ہے یا عصر کی کی ہے یا فرض کی نیت کی ہے یا نفل کی نیت کی ہے تو نئے سر سے نماز پڑھے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ فلان نماز کے لیے اُٹھا تھا تو اُسی نماز پر بنا کریگا اسلیئے کہ ظاہری امر ہے کہ اُسی نماز کی نیت کہ جسکے لیے اُٹھا تھا کی ہے اور یہ بھی یاد نہ ہو تو نئے سر سے نماز پڑھیگا۔ تیسرا مسئلہ جو کہ شک کرے چو رکعتی نماز کی رکعتون کی گنتی مین پس اگر پہلی دو رکعتون مین یہ شک ہے تو نماز کا اعادہ کریگا اور اگر پہلی دو رکعتون کے بجا لانے کا یقین رکھتا ہو اور شک تیسری چوتھی رکعت مین ہے تو واجب ہے کہ نماز احتیاط بجا لائے۔ چار مسئلے پہلا مسئلہ جو شک کرے کہ دو رکعتین یا تین پڑھی ہین تو تین رکعتون پر بنا کر کے نماز کو پورا کرے اور بعد سلام کے خواہ ایک رکعت کھڑے ہو کر خواہ دو رکعتین بیٹھکر واجب کی نیت سے بجا لائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اخیر زمانے کے فقہانے کہا ہے کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب شک مذکور دونون سجدون کے اتمام کے بعد ہوا اور اگر دونون سجدون کے اکمال کے پہلے واقع ہو گا تو یہ شک پہلی دو رکعتون مین پڑ جائیگا پھر اِس سے نماز باطل ہو جائیگی اور دونون سجدونکا اکمال

دوسرے سجدے کے ذکر سے فراغت کرنے پر حاصل ہوتا ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ دوسرے سجدے سے سر اٹھانے سے حاصل ہوتا ہے بس شک کی صورت مین تامل کرے اگر یاد آجائے اور شک جاتا رہے تو اسی پر بنا کرے اور اگر دو طرفون مین سے کسی طرف کو رجحان ہو تو پھر بھی اسی رجحان والی طرف پر بنا کرے اور اگر دونون طرفین برابر ہون اور دو طرفون مین سے ایکطرف کے یقین یا ظن سے مایوسی حاصل ہو جائے تو احتیاط بجالائے دوسرا مسئلہ جسے شک ہو تین اور چار مین تو بنا چار پر کرکے نماز کو پورا کرے اور تشہد و تسلیم کے بعد پہلی طرح سے نماز احتیاط وجوب کی نیت سے بجالائے تیسرا مسئلہ جو کہ دو اور چار مین شک کرے اس صورت مین بھی متاخرین فقہا نے دونون سجدون کے اکمال کی شرط کی ہے بس چار پر بنا کرکے نماز کو پورا کریگا اور تشہد اور تسلیم کے بعد احتیاط کی دو رکعتین کھڑے ہوکر وجوب کی نیت سے پڑھیگا چوتھا مسئلہ جو شک کرے دو مین اور تین اور چار مین تو بنا چار پر کریگا اور تشہد اور سلام کے بعد نماز احتیاط کی دو رکعتین کھڑے ہوکر اور دو رکعتین جھکر وجوب کی نیت سے بجالائے اور اس صورت مین بھی متاخرین فقہا نے دونون سجدون کے پورا کرنے کے بعد کی شرط کی ہے جیسا کہ پہلے مسئلے مین بیان ہو چکا ہے اور اس مقام مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جسے دو طرفون مین سے ایک طرف کا گمان غالب بہم پہونچے اسوقت شک کو دور کرکے گمان غالب پر بنا کرے اور اسکا حکم علم کا حکم ہے دوسرا مسئلہ یا نماز احتیاط مین سورۂ فاتحہ متعین ہے یا مختار ہے اس امر مین کہ چاہے فاتحہ پڑھے اور چاہے چارون تسبیحین پڑھے بعضے فقہا فاتحہ پڑھنے کے قائل ہوئے ہین اسلیے کہ نماز احتیاط بھی ایک علیحدہ نماز ہے اور حدیث مین وارد ہوا ہے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ یعنی کوئی نماز درست نہین ہوتی ہے مگر سورۂ فاتحہ سے اور بعضے چارون تسبیحون کے قائل ہوئے ہین اور کہا ہے کہ نماز احتیاط تیسری اور چوتھی رکعت کے بدل پڑھی جاتی ہے تو حکم اسی کا رکھتی ہے کہ جسکی بدل ہے اور پہلا قول اظہر ہے تیسرا مسئلہ اگر کوئی مبطل فعل نماز احتیاط کے پہلے کرے تو بعضے کہتے ہین کہ نماز باطل ہوگی اور احتیاط ساقط ہو جائیگی پھر نئے سر سے نماز کو بجالائے اسلیے کہ نماز احتیاط اصل نماز کا تتمہ ہے بس گویا نماز کے اثنا مین کوئی مبطل فعل بجالایا ہے اور بعضے علمانے کہا ہے کہ نماز باطل نہین ہوتی ہے کیونکہ احتیاط علیحدہ نماز ہے اور پہلی

نماز کا جزو نہین ہے اور اس سے کہ پہلی نماز کی رکعتون کے بدل مین ہے یہ لازم نہین آتا ہے کہ مبدل منہ یعنی جسکی بدل ہے اُسکا حکم بھی رکھے **چوتھا مسئلہ** جو شک کرے نماز احتیاط مین یا اور واجبون مین جو شک کے سبب سے واجب ہوئے ہین تو اس شک پر التفات نہ کرے گا جیسے دو رکعتی نماز احتیاط مین شک کرے کہ ایک رکعت پڑھی ہے یا دو رکعتین پڑھی ہین تو دو رکعتون پر بنا کرے اور نماز کو تمام کرے اور تدارک نہین ہے اور یہی حکم دو سجدۂ سہو وغیرہ کا ہے اور اگر دو رکعتی نماز احتیاط مین شک کرے کہ دو پڑھی یا تین پڑھی ہین تو بنا دو پر رکھیگا اور تدارک کی طرف التفات نکریگا اور یہی حکم ہے کہ جب ماموم کو شک ہو تو امام کی نماز پر اعتماد کرے اور امام کو شک ہو تو ماموم سے پوچھے کسی ذکر سے یا تسبیح سے اور ماموم کی حفظ پر اعتماد کرے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ استفسار یعنی پوچھنے کا طریق یہ ہے کہ اگر امام کو نماز جماعت مین شک ہو رکعتون کی گنتی مین تو ماموم سے استفسار کرے تسبیح سے اور تین مرتبہ جیسے سبحان اللہ کہے تاکہ تین رکعتون کے پوچھنے کا اشارہ ہو جائے اور اگر وہی تین رکعتین بجا لائی گئی ہون تو ماموم بھی تین مرتبہ سبحان اللہ کہے اور اگر کم پڑھی ہون یا زیادہ تو ماموم اُس گنتی کی تسبیح پڑھے تاکہ تفہیم عمل مین آجائے اور جسے کہ بہت شک ہوا کرین تو اُسکے شک کے لیے بھی اعتبار نہین اس معنی سے کہ اگر شک کرے کسی فعل کا تو بنا اُسکے واقع ہونے پر کرے اور اگر شک رکعتون کی گنتی مین ہو تو بنا بہت پر کرے اس شرط سے کہ وہ اکثر یعنی بہت جو ہے نماز کی رکعتون کی گنتی سے زیادہ نہون اور اگر رکعتون کی تعداد سے زیادہ ہون تو نماز کی صحت پر بنا کرے اور زائد عدد پر التفات نکرے اور کثیر الشک یعنی زیادہ شک کرنیوالا وہ ہے کہ جسے عادۃً سے کہین کہ اسے بہت شک ہوتا ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ جو تین شک کرے ایک فریضے مین اور بعضون نے کہا ہے کہ بس ہے تین فریضون مین پایا جائے اگرچہ ایک عمل مین آیا ہو اور پہلی تفسیر اظہر ہے **پانچوان مسئلہ** جو کہ شک کرے نافلے کی رکعتون کی گنتی مین تو بنا اکثر پر کریگا اور اگر اقل پر کرے تو بہتر ہے **خاتمہ** سہو کے دو سجدون کے بیان مین ہے کہ وہ واجب ہین اُن مقامون مین کہ ہمنے ذکر کیا ہے اور اُس شخص پر جو سہو سے نماز کے اثنا مین کلام کرے یا سلام کا مقام نہو اور سلام پھیرے یا شک کرے اسمین کہ چار رکعتین پڑھی ہین یا پانچ پڑھی ہین اور بعضے فقہا نے

کہا ہے کہ ہر کمی اور زیادتی کے لیے جبکہ مبطل نماز نہو اور امام کے ساتھ ماموم بھی وجوب کی نیت سے سجدۂ سہو کریگا اگر دونون کو شک ہوا ہے اور اگر ایک کو سہو ہوا ہے اور دوسرے کو نہین ہوا ہے تو ہر ایک اپنے نفس کا حکم رکھتا ہے سجدۂ سہو کے ادا کا وقت سلام کے بعد ہے خواہ کسی زیادتی کے لیے یا کمی کے لیے ہو اور بعضے کہتے ہین کہ سلام کے پہلے ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر کسی فعل کی زیادتی لیے ہو تو سلام کے بعد وہ سجدۂ سہو بجا لائے اور اگر کسی کمی کے لیے ہو تو سلام کے پہلے کرے اور پہلا قول اظہر ہے اور دونون سجدون کی صورت یون ہے کہ استحباب کی نیت سے تکبیر کہے پھر سجدہ کرے پھر سر اپنا اُٹھائے پھر دوسرا سجدہ کرے اور تشہد خفیف پڑھے پھر سلام پھیرے اور آیا ان دو سجدون مین ذکر واجب ہے یا نہین اسمین تردد ہے اور اگر ذکر واجب ہو تو معین لفظ ہین کہ انھین لفظون کو کہے اشبہ یہ ہے کہ کوئی لفظ معین نہین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ کے قول پر صحیح یہ ہے کہ سہو کے دونون سجدون کا ذکر معین ہے اور وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ یعنی شروع کرتا ہون مین خدا کے نام سے اور خدا کی مدد سے اور رحمت خدا نازل ہو محمد پر اور آل محمد پر یا یہ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی شروع کرتا ہون خدا کے نام سے اور خدا کی مدد سے سلام ہو آپ پر اے نبی اور خدا کی رحمت اور اُسکی برکتین اور اگر کوئی سہو کے دونون سجدون کے بجا لانے کے اہمال مین قصد کرے تو اُسکی نماز باطل نہو گی مگر اُسپر ان سجدون کا بجا لانا واجب ہے گو اہمال کے سبب سے کتنی ہی مدت گزر جائے

دوسری فصل قضا نمازون مین اور نظر نماز کی قضا کے سبب مین اور قضا مین اور قضا کے لوازم مین ہے سبب قضا بعضے ایسے سبب ہین کہ اگر اُنکے ہونے سے نماز فوت ہو جائے تو قضا نہین اور وہ سات سبب ہین پہلا سبب صغرسنی یعنی بالغ نہونا دوسرا سبب دیوانگی تیسرا سبب بنا بر اظہر کے بیہوشی چوتھا سبب حیض پانچوان سبب نفاس چھٹا سبب اصلی کفر جب کافر مسلمان ہو جائیگا تو کفر کے زمانے کی نماز کی قضا اُسپر واجب نہین اور اگر مسلمان مرتد ہو جائیگا اور پھر توبہ کریگا تو ارتداد کے دنون کی نمازون کی قضا بجا لانا اُسپر واجب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ علما نے فرمایا ہے کہ اصلی کافر جب مسلمان ہو تو اُسے کفر کی مدت کی نمازین معاف ہین

اور جو لوگ ایسے ہین کہ شہادتین کا اقرار کرتے ہین اور بعض دین اسلام کی ضرورتونکے منکر ہین جیسے ناصبی ہین انکا حکم یہ ہے کہ نصب کے دنون کی نمازین جو بجالائے ہین انکی قضا استبصار کے وقت ساقط ہے اور جو نماز کہ نصب کی حالت مین فوت ہوگئی ہو اُسکی قضا بجالانا چاہیے اور روزے کا اور حج کا بھی یہی حکم ہے خلاف زکوٰۃ کے کہ اگر اپنے مذہب کے موافق لوگون کو دی ہے تو استبصار یعنی دین حق پر پہونچنے کے وقت واجب ہے کہ مستحقون کو پہونچا دے اور جو کہ بیان ہوا ہے یہ صحیح روایتون سے استنباط کیا گیا ہے اور اسیطرح پر فقہانے بھی کہا ہے کہ مخالف اگر مستبصر یعنی دین حق پر آجائیگا تو اگلی نمازین جو اُسنے پڑھی ہین اُنکی قضا نہ بجالائیگا اور اگر کچھ مخالفت کے زمانے مین کچھ فوت ہوگئی ہین تو اُنکی قضا دین حق پر آنے کے وقت بجالائیگا ساتوان سبب قضا کا مفقود ہونا اُن چیزون پر کہ جنسے نماز مباح ہوتی ہے کہ وضو اور غسل اور تیمم ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ تمکن یعنی قدرت حاصل ہونے کے وقت قضا بجالائیگا اور پہلا قول اشبہ ہے اور اِن مذکور امرون کے سوا اگر نماز فوت ہوگی تو قضا واجب ہوگی مثل اسکے کہ کوئی عمداً یا سہواً نماز جمعہ و عید کے سوا کہ انکی قضا نہین ہے کوئی فریضہ نماز کو ترک کریگا تو اُسکی قضا واجب ہوگی اور یہی حکم سونے کا ہے کہ اگر کوئی نماز کے سارے وقت بھر سوتا رہے تو اِس صورت مین جاگنے کے بعد قضا نماز بجالانا واجب ہے اور اگر کسی مکلف کی عقل اُسی کی طرف سے کسی چیز کے استعمال سے جاتی رہے جیسے نشے کی کوئی چیز کھا پی لے یا نیند لانے والی کوئی دوا کھالے اور اُس سے اگر زوال عقل یا غلبہ نیند کا ہوتا ہو تو اُسپر قضا واجب ہے کیونکہ خود اس ترک کا باعث ہوا ہے کہ ایسی چیز کھا پی لی ہے کہ جس سے عقل اکثر زائل ہو جایا کرتی ہے اور اگر کوئی موذی غذا کھالے اور اُس سے بیہوشی طاری ہو تو قضا نہین ہے یعنی جس صورت مین نجانتا ہو کہ یہ غذا بیہوشی لاتی ہے اور جب کوئی مسلمان مرتد ہو جائے یا کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور پھر کافر ہو جائے تو اُسپر ارتداد کے دنون کی قضا واجب ہے لیکن قضا جو واجب نمازین مذکور سببون کے سوا سے فوت ہونگی تو اُنکی قضا عمل مین لانا واجب ہے اور یومیہ نافلون کی قضا بجالانا موکدہ سنت ہے اور اگر کسی عقل کے زائل کرنیوالے مرض کے سبب سے یومیہ نوافل قضا ہو جائین تو اُنکی قضا بجالانا موکدہ سنت نہین ہے اور مستحب ہے کہ نوافل مین کی ہر دو رکعتونکے لیے ایک مد اناج یعنے

چھٹانک کم ہیگے تین پاؤ تصدق کرے اور اگر قدرت نہو تو ایکدن کے نوافل کے فوت ہونیکے عوض مین ایک مد دے اور فوت ہوئی نمازون کی قضا واجب ہے جسوقت کہ دل مین آئے جبتک کہ حاضرہ فریضے کا وقت تنگ نہو اور قضا ہوئی نمازونکو ترتیب سے بجالانا چاہیئے یعنی ظہر کو عصر پر مقدم کرے اور عصر کو مغرب پر اور مغرب کو عشا پر مقدم کرے خواہ وہ اُسی دنکی قضا ہون خواہ گذشتہ دنون کی قضا ہون پھر اگر بہت سی نمازین فوت ہو جائین تو وہ حاضر نماز پر مرتب اس معنی سے نہون گی کہ پہلے اُنھین بجالائے پھر حاضرہ کو پڑھے اور بعضے فضلانے کہا ہے کہ مرتب کیجائینگی اور جبتک حاضرہ کا وقت تنگ نہو گا حاضرہ کو نہ پڑھین گے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر کسی کے ذمے کوئی نماز ہو اور بھولجائے اور حاضرہ کو پڑھ لے تو حاضرہ کا اعادہ نہ کریگا اور اگر اثناے نماز مین قضا نماز یاد آجائے تو اُسکے ذمے واجب ہے کہ حاضرہ سے فائتہ کی طرف بہ دل نیت کرلے اور اگر قضا یاد ہونے پر حاضرہ یعنی موجود وقت کے فریضے کو بجالائیگا تو اعادہ کریگا اور اگر نافلہ نماز پڑھتا ہو اور یاد آئے کہ اُسکے ذمے ایک فریضہ ہے نئے سر سے اُس فریضے کی قضا بجالائیگا اور سفر کی نماز کی قضا قصر سے پڑھیگا گو حضر مین یعنی اپنے ملک مین ہو اور حضر کی فوت نمازین پوری پڑھیگا گو پڑھتے وقت سفر مین ہو ا لحق قضا مین چند مسئلے مین پہلا مسئلہ جس سے کوئی نماز پنجگانہ نمازون مین سے فوت ہو جائے اور معین نہو کہ کونسی فوت ہوئی ہے تو قضا کے لیے ایک صبح کی نماز اور ایک مغرب کی اور چار رکعتین اپنے ذمے والی کی نیت سے بجالائیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ پانچون وقت کی نمازین اُسکی قضا بجالانیکو پڑھیگا اور پہلا قول مروی اور اشبہ ہے اور اگر بہت سے فریضے بے تعین فوت ہو جائین تو قضا مین ترتیب سے اتنی بجالائیگا کہ گمان غالب ہوگا کہ پوری نمازین پڑھ لی گئین دوسرا مسئلہ اگر کسی سے ایک معین نماز فوت ہوئی ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ کتنی مرتبہ فوت ہوئی ہے تو اُسکی قضا مین اتنی بار اُس نماز کو پڑھے کہ گمان غالب حاصل ہو جائے کہ سب پڑھ لی گئین اور اگر کسی سے بہت سی پنجگانہ نمازین فوت ہو گئی ہون اور یہ نجانتا ہو کہ کتنے دنون کی فوت ہوئی ہین تو چاہیئے اتنے دنون کی نمازین پڑھنا چاہیے کہ اس بات کا علم ہو جائے کہ سارے دن نمازون کی فوت کے انھین قضا بجالائے ہوئے دنون مین داخل ہین اور علم یہان گمان غالب کے معنون مین ہے

جیسا کہ اگلے مسئلے مین بیان ہوا ہے تیسرا مسئلہ جو ایک مرتبہ نماز کو ترک کرے اور اُس ترک کو حلال جانے وہ مرتد ہو جائیگا اُسے مار ڈالنا چاہیے اگر اسلام کی فطرت یعنی خلقت پہ پیدا ہوا ہو یعنی مان باپ مین سے کوئی مسلمان ہو اور اگر اُسکے مان باپ کافر ہون تو اُسے توبہ کی تکلیف دینگے اگر توبہ نکریگا تو مار ڈالینگے اور اگر کسی شبہہ کے پڑنے سے توبہ سے باز رہے اور اُس شبہے کے واقع ہونیکا احتمال بھی ہو تو قتل اُسپر سے ساقط ہو جائیگا اور اگر تارک نماز ترک کو حلال نجانتا ہو تو اُسے تعزیر دینگے پھر دوسری بار بھی ترک نماز کرے تو بھی تعزیر دینگے اگر تیسری دفعہ بھی ترک نماز کرے تو قتل کرینگے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ چوتھی مرتبے مین قتل کرینگے اور یہی احوط ہے۔

تیسری فصل جماعت مین اور تفرادین کئی طرفون مین ہے پہلی طرف جماعت فریضہ نماز وں مین سنت ہے اور یومیہ فریضون مین سنت موکدہ ہے اور جماعت واجب نہین ہے مگر جمعہ او عیدین مین جس وقت کہ شرائط بھی پائے جاتے ہون اور نماز استسقا اور عیدین اور جمعہ کے سوا مین جبکہ عیدین اور جمعہ کے وجوب کے شرائط نہون کسی نوافل مین جماعت جائز نہین اور جماعت کی نماز کا ادراک رکوع مین امام کے ادراک سے اور امام کے ساتھ رکوع کے ادراک سے اشبہ پر ہو جاتا ہے اور کم سے کم وہ عدد کہ جس سے جماعت پائی جاتی ہے دو شخص ہین ایک امام اور دوسرا ماموم ہو اور جماعت ایسی صورت مین صحیح نہین ہے جبکہ امام اور ماموم کے بیچ مین کوئی ایسا حائل ہو کہ جو امام کے دیکھنے سے مانع ہو مگر ایسی صورت مین کہ ماموم عورت ہو کہ اُس صورت مین حائل جائز ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ یہ اُس صورت مین ہے کہ ماموم عورت اور امام مرد ہو اور اگر پیشنماز بھی عورت ہو تو جائز نہین کہ بیچ مین کوئی حائل ہو اور مراد حائل سے امام کے دیکھنے کا مانع ہے کہ وہ ماموون کے حائل ہونے کے سوا ہے اسلیے کہ اگر ماموم حائل مانع ہو جائین تو کوئی قصور نہین بلکہ ماموم کا امام کو دیکھ لینا کافی ہے اور اگر ماموم بھی امام کو مشاہدہ نکر سکے تو دوسرے ماموم کا کہ جو امام کو دیکھتا ہے گو کئی واسطون سے ہو دیکھ لینا کافی ہے اور امامت صحیح ہے اور ایسی صورت مین کہ ماموم کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اتنے زیادہ بلند مکان پر کہ جو بلندی شمار کیجاتی ہو امام کھڑا ہو مثل گھر وں آنگن کے تو جماعت منعقد نہین ہوتی ہے اور اِس قول مین تردد ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شمار کے قابل والی بلندی پر امام کو کھڑے ہونا جائز نہین ہے اور وہ ایسی بلندی ہے کہ جس پر عادت

کو د جانا ممکن نہو جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور اگر بلندی اور پستی یوہین سی ہو تو جائز کی گئی ہے اور جائز ہے کہ امام نیچی زمین کی نسبت سے بلند زمین پر کھڑا ہوا اور ماموم کو جائز ہے کہ بلند مکان پر ہو اور امام اور ماموم کے بیچ مین زیادہ فاصلہ عادت کی رو کا جائز نہین یعنی ایسا فاصلہ جسے عادت سے عرف مین بہت کہتے ہین اور یہ اُسوقت مین ہے کہ جب امام اور ماموم کے بیچ مین ملی ہوئی صفین نہون اور جبکہ ملی ہوئی صفین ہون تو امام اور ماموم کے بیچ مین زیادہ فاصلہ ہونے مین کوئی ڈر نہین اور مکروہ ہے ماموم کو امام کے پیچھے قراءت کرنا مگر جبکہ نماز جہریہ ہو اور ماموم کو امام کی قراءت سُنائی نہ دیتی ہو اور ہمہمہ بھی نہ سُن پڑتا ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ماموم کو قرأت حرام ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اخفاتی نماز مین مستحب ہے کہ حمد کی قراءت کرے اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ اِس مسئلے مین علما نے بہت اختلاف کیا ہے اور منتشر اقوال بیان کیے ہین یہانتک کہ اُنکے جد بزرگوار نے فرمایا کہ مین نے فقہ مین کوئی ایسا مسئلہ نہین دیکھا کہ جسمین اِس مسئلے کی طرح چار اقوال ہون اور اُن قولون کے تعرض مین کوئی بڑا فائدہ نہین اسلیے کہ دلیلین ضعیف ہین اور صحیح یہی ہے کہ ماموم پر مطلق قراءت حرام ہے مگر جب نماز جہریہ ہو اور امام کی آواز گو ہمہمہ ہو سنائی نہ دیتی ہو تو قراءت مستحب ہے - اور اگر امام امامت کی شرطون سے متصف نہو تو ماموم کو نماز مین قراءت کرنا واجب ہے اور سارے فعلون مین امام کی متابعت ماموم کو واجب ہے یعنی امام کے بعد بجا لائے پس اگر ماموم اپنا سر امام کے پہلے اُٹھالے تو عمداً امام کے انتظار کے لیے کھینچ لیگا تاکہ وہ بھی ملجائے اور اور فعلون مین بھی امام کی تبعیت بجا لائے اور اگر سہو سے ماموم سر اُٹھالے تو پھر پھیر لیجائے اور امام کے ساتھ اُٹھائے اور اِس صورت مین فعل کی تکرار معاف ہے گو رکن بھی ہو اور یہی حکم ہے کہ امام سے پہلے رکوع مین جُھکے یا سجود مین جُھکے یعنی سر اُٹھالیگا اور انتظار کریگا اور ماموم کو امام کے آگے کھڑے ہونا جائز نہین اور ضروری ہے کہ ماموم اقتدا کی نیت کرے اور امام معین کا قصد کرے پس اگر سامنے دو امام ہون اور نیت کرے کہ مین اِن دو مین ایک سے اقتدا کرتا ہون بے تعین کے تو جماعت منعقد نہو گی اور اگر دو ایک جگہ نماز پڑھین اور ہر ایک کہے کہ مین امام تھا تو دونون کی نماز صحیح ہے اور اگر دونون کہین کہ مین

ماموم تھا تو نماز دونون کی صحیح نہین ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ دونون کے ماموم کہنے پر نمازون
کے صحیح نہونے کا سبب یہ ہے کہ ماموم پر قرأت نہین ہے جب دونون ماموم کہتے ہین تو دونون
نے قراءت مین عمداً اخلال کیا اِس سبب سے دونون کی نمازین صحیح نہ رہین۔ اور اسیطرح اگر
شک کرین اپنے قصد مین کہ امامت کا قصد کیا ہے یا مامومیت کا یعنی اسیطرح پر ان دونون
شاکون کی نماز بھی صحیح نہین اور جائز ہے کہ ایک فریضہ گزار دوسرے فریضہ گزار کے پیچھے نماز پڑھے
گو امام اور ماموم کی نمازون مین اختلاف ہو جیسے ایک مسافر اور دوسرا حاضر یعنی مسافر نہو اور
اپنے شہر مین ہو اور جائز ہے کہ نفل گزار فریضہ گزار کے پیچھے نماز پڑھے جیسے کوئی شخص فریضے کو
تنہا پڑھ لے پھر جماعت منعقد ہو اور سنّت کی نیت سے اُس نماز کا اعادہ جماعت کے ساتھ کرے
اور نفل گزار نفل گزار سے اقتدا کرے جسطرح سے کہ نماز استسقا مین ہے اور فرض گزار نفل گزار
سے اقتدا کرے جسطرح کہ معاذ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھتے تھے اور گھر
آکر اور لوگونکے پیشنماز بنکر نماز پڑھاتے تھے اور اُسی نماز کا اعادہ کرتے تھے اور یہ امر کئی مقامون مین
ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مطلق جائز ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ یہ کئی مقام
چار صورتون سے متعلق ہین کہ پہلی مثالون سے معلوم ہو چکی ہین اور ہر سنّتی نماز مین اقتدا
کا قائل معلوم نہین۔ اور مستحب ہے کہ امام کے داہنی طرف ماموم کھڑا ہو اگر مرد ہو اور امام کے
سر کے پیچھے کھڑا ہو اگر جماعت ہو یا عورت ہو اور اگر عورت پیشنماز ہو تو مقتدی عورتین یعنی پیچھے
نماز پڑھنے والی اُس پیشنماز عورت کے داہنے بائین کھڑی ہون اور اسیطرح ہے اگر ننگا ننگون
کی امامت کرے تو وہ بھی بیٹھے گا اور ماموم ننگے بھی اُسکے داہنے بائین دو طرف بیٹھین گے اور
اور آگے امام نہ کھڑا ہو گا مگر اپنے دونا نوؤن کی مقدار بھر اور سنّت ہے کہ منفرد مصلی اپنی نماز کا
اعادہ کرے جبکہ پائے ایسے شخص کو جو جماعت سے نماز ادا کرے خواہ امام ہو خواہ ماموم ہو اور جب
ماموم قراءت سے فارغ ہو جائے تو سنّت ہے کہ امام کے رکوع مین جانے کے وقت تک ماموم
تسبیح کرے اور یہ بھی سنّت ہے کہ پہلی صف مین اہل فضل ہون اور مکروہ ہے کہ پہلی صف مین
لڑکون کو کھڑا کرین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اِس مقام مین اہل فضل سے مراد وہ لوگ
ہین کہ جنھین پوری زیادتی اَورون پر علم یا عمل یا عقل مین ہو اِسلئے کہ پہلی صف افضل ہے

اور افضل کے مناسب افضل ہے جیسا کہ بچون کو پہلی صف مین رکھنا مکروہ ہے اخیر صف مین بھی بلوغ
کا الگ کھڑے ہونا مکروہ ہے مگر جبکہ صفین بھر گئی ہون اور جگہ نہ ملے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ جسوقت اقامت
کہین اور ماموم نافلہ پڑھے اور نماز کے اُٹھنے کا وہی وقت ہے کہ جسوقت موذن قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰۃ
یعنی بے شک نماز برپا ہوئی کہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ نماز کے اُٹھنے کا وہ وقت ہے کہ جسوقت
اقامت کہنے والا حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ یعنی جھٹ پٹ نماز پر آمادہ ہو کہتا ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب
مدارک نے فرمایا ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ پر اُٹھنے کے وقت کا قول بھی علماء مین مشہور ہے اور
شیخ نے نماز کو اُٹھنے کا وقت موذن کی پوری اذان کہنے کے بعد کہا ہے اور علامہ نے بعض علماء
سے نماز کو اُٹھنے کا وقت حی علی الصلوٰۃ کہنے کے وقت پر نقل کیا ہے اسلیے کہ یہ نماز کے لیے بلانا ہے
بس اسوقت مین کھڑے ہونا نماز کے لیے مستحب ہے اور اذان مین کے حی علی الصلوٰۃ کے معارضہ
سے جواب دیا گیا پھر قد قامت الصلوٰۃ ہی کہنے کے وقت نماز کو اُٹھنے کا قول مشہور باقی رہا —
دوسری طرف امام مین ایمان اور عدالت اور عقل اور طہارت مولد یعنی حلال زادہ ہونا حرامزادہ نہ ہونا
اور بلوغ اظہر پر معتبر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ عدالت ایک ایسی جمی ہوئی نفسانی ہیئت
ہے کہ جو پرہیزگاری اور مروت کے التزام پر باعث رہتی ہے اور اسکے جاننے کا طریق باطنی معاشرت
یا اسکی عدالت پر دو عادل گواہون کی گواہی یا مشہور ہو جاتا ہے اور امامیہ علما مین سے ابن جنید
اِس امر کے قائل ہوئے ہین کہ ہر ایک مسلمان عادل ہے جبتک اُس سے کوئی بات عدالت کے
منافی ظاہر ہو بس اِن مذاہب کے موافق جسکا حال نامعلوم ہو اُسکے پیچھے بھی نماز پڑھنا جائز ہے —
اور شرط ہے کہ بیٹھکر نماز پڑھنے والا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی امامت نہ کرے اور نہ بے پڑھا پڑھے کی
اور امام کا آزاد ہونا اظہر پر شرط نہین ہے بلکہ غلام کا بھی پیشنماز ہونا جائز ہے اور جب ماموم مرد ہون یا
کچھ عورتین اور کچھ مرد ہون تو امام کا بھی مرد ہونا شرط ہے اور عورت کو عورتون کی امامت کرنا جائز ہے
اور اسیطرح پر خنثی کو بھی عورتون کی امامت جائز ہے اور عورتون کو مرد اور خنثی کی امامت جائز نہین ہے
اور اگر امام قراءت اچھی طرح نہ کر سکتا ہو اور اُسمین غلطی کرتا ہو تو اُسے اچھی قراءت کرنیوالے کی امامت
اظہر پر جائز نہین اور اسیطرح پر اُسکی امامت جائز نہین جو حروف کو بدلتا ہو جیسے تمام اور وہ کہ تے
کو تکرار سے کلام مین بولنے والا ہے اور جیسے فافا ہے اور وہ فے کو کلام مین تکرار سے بولنے والا ہے

اور جو انکی مثل ہون اور امام کو امامت کی نیت کرنا شرط نہین اور صاحب مسجد کہ جس سے اُس مسجد کی امامت متعلق ہو اور صاحب حکومت شرعی اور صاحب خانہ کہ اُس گھر مین رہتا ہو خواہ مالک ہو خواہ نہو امامت مین اور دن سے اولی ہین اور ہاشمی امامت کی شرطون سے متصف غیر ہاشمی سے اولی ہے اور اگر تنازع کرین امامت مین اور یہ جب ہے کہ روزینہ بیت المال یعنی خزانۂ حاکم شرع سے ملتا ہو تو جو قراءت کو زیادہ جانتا ہو اُسے مقدم کرین اور اگر اسمین سب برابر ہین تو فقہ کے زیادہ جاننے والے کو تقدیم ہے اور اگر اسمین بھی مساوی ہین تو جو پہلے دار الحرب سے آکر مسلمان ہوا ہو وہ مقدم ہوگا اور اگر اسمین بھی مساوات ہے تو جسکا سِن زیادہ ہوگا اُسکو تقدیم ہوگی اور اگر اسمین بھی برابر ہین تو جو صورت مین یا ذکر مین اچھا ہوگا وہ مقدم ہوگا اور امام کو مستحب ہے کہ ماموین کو شہادتین سنوائے یعنی بلند آواز سے پڑھے جب امام اثنائے نماز مین مر جائے یا بیہوش ہو جائے تو ماموین دوسرے کو نائب کر لین کہ نماز پوری کر دے اِسیطرح پر اگر امام کو کوئی ضرورت عارض ہو تو نائب کرنا اُسے جائز ہے اور اختیار کی صورت مین بھی اُسے نائب کرنا جائز ہے اور غیر مسافر کو مسافر کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور مکروہ ہے یہ کہ نائب کرے ایسے شخص کو جو نماز شروع ہونیکے بعد آملا ہو اور پہلی رکعت مین نہو اور مکروہ ہے کہ کوڑھی اور جذامی پیشنازی کرین اور مکروہ ہے کہ جسے حد لگائی گئی ہو توبہ کے بعد وہ پیشنازی کرے اور مکروہ ہے کہ بے ختنہ والا شخص پیشنازی کرے اور وہ شخص کہ جس سے ماموم راضی نہون اور شہری کی جنگلی امامت کرے اور صاحب تیمم پانی سے طہارت کرنے والون کی پیشنازی کرے اِن سب صورتون مین کراہت ہے تیسری طرف جماعت کے احکام مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب بعد نماز کے ثبوت کو پہونچے کہ امام جماعت کا بدکار تھا یا کافر تھا یا بے طہارت تھا اِس صورت مین پیچھے پڑھنے والے کی نماز باطل نہین اور اگر پہلے جانکر اقتدا کیا تھا تو نماز کا اعادہ کریگا اور اگر نماز کے اثنا مین علم ہو جائے تو بعضے فقہانے کہا ہے نئے سرے سے نماز شروع کرکے پڑھیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ اکیلے نماز کی نیت کریگا اور یہی اشبہ ہے دوسرا مسئلہ جو کہ مسجد مین آئے اِس حال مین کہ امام رکوع مین ہو اور رکوع کے فوت ہونے یعنی نپانے سے ڈرے تو اِس صورت مین جائز ہے کہ صف مین شامل ہونے سے پہلے رکوع کرے اور چلے یہان تک کہ صف مین ملجائے اُردو مترجم کہتا ہے کہ

صاحب مدارک نے اِس جواز کی کئی شرطین بیان کی ہین ایک تو یہ ہے کہ نماز مین داخل ہونے کی جگہ ماموم ہونے کی صالح ہو یعنی شمار کے قابل دُوری اور پستی نہو اور امام کے دیکھنے سے مانع نہو دوسری یہ کہ چلنا فعل کثیر نہو تیسری یہ کہ رکوع کا ذکر طمانینت یعنی ٹھہراو کے ساتھ کرسکے تیسرا مسئلہ جہان خنثی اور عورتین پیچھے نماز کے لیے جمع ہون تو خنثی امام کے پیچھے اور عورتین خنثی کے پیچھے کھڑی ہونگی اور یہ واجب ہی اور یہ مذہب اُن لوگون کا ہے کہ جو قائل ہوئے ہین کہ محاذات عورت کی مرد سے حرام ہے اور نہین تو سنت ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ جب اظہر یہ محاذات عورت کی مکروہ ہے پھر پیچھے کھڑے ہونا مستحب ٹھہرا اور ابن حمزہ سے منقول ہوا ہے کہ اُنھون نے مرد کے سامنے عورت کے کھڑے ہونے کو منع کیا ہے اور خنثی اور عورت مین ہر ایک کی محاذات کو دوسرے سے جائز جانا ہے چوتھا مسئلہ جبکہ امام محراب مسجد مین کہ جو دیوار کے اندر بنی ہو جاکر کھڑا ہو بس امام کے مقابل مین جائز ہے اور جنکی نماز کہ داہنی بائین دو طرفون مین ہوگی اور مشاہدہ امام کا نہوتا ہوگا صحیح نہین اور درست ہے اُن صفون کی نماز کہ پہلی صف کے پیچھے ہین اسلیے کہ وہ لوگ اُنکو دیکھتے ہین کہ جو امام کا مشاہدہ کررہے ہین پانچوان مسئلہ ماموم کو مفارقت امام کی بے کسی عذر کے درست نہین پھر اگر تنہا پڑھنے کا قصد کرے اور امام سے جدا ہو جائے اور نماز کو پورا کر ڈالے تو نماز صحیح ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین یعنی ماموم کو چاہیے کہ سب نماز کے فعلون مین امام کا تابع رہے اور بہ نیت انفراد کے اُس سے جدا نہو مگر کسی عذر سے مثل اسکے کہ ماموم امام کے تشہد کے بعد ملحق ہوا ہو اس صورت مین اُسے جائز ہے کہ بے امام کے تشہد پڑھے پھر امام سے ملحق ہو جائے چھٹا مسئلہ جماعت کی نماز ایک کشتی یا کئی کشتیون پر درست ہے خواہ پاس پاس ہون خواہ دور ہون مگر اتنی دور نہون کہ دوری قابل شمار ہو ساتوان مسئلہ جبکہ ماموم نماز نافلہ شروع کرچکے اور امام تکبیر احرام کہے تو ماموم نافلے کو قطع کرے اور اُسمین تاخیر کرے اگر نماز جماعت کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو نہین تو دو رکعتین نافلے کی پڑھ کر امام سے ملجائے اور اگر فریضے مین مشغول ہو چکا ہو تو افضل ہے کہ اُسکی نیت نافلے کی طرف پھیر دے اور دو رکعت نماز کو تمام کرلے اور اگر اصل امام علیہ السلام ہون تو ہر صورت مین نماز کو قطع کرے اور حضرت کے پیچھے نماز کو بجا لائے جامع الرضوی

کے مترجم کہتے کہ نماز جماعت کے فوت ہونے سے مراد امام کے ساتھ کی ایک رکعت کا فوت ہونا ہے اسلیے کہ اتنی ہی مقدار نماز کی قطع کے لیے کافی ہے۔ اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ پورا کرنا دو رکعتوں کا بے فوت جماعت کے تو ظاہر ہے اسلیے کہ اس صورت میں دونوں امروں میں جمع ہوئی جاتی ہے لیکن نماز کے قطع کا استحباب اور فریضے کی نیت سنّت کیطرف موڑ کر پھیر لینا اور ساری نماز کے فوت کے خوف پر قطع کرنا اسلیے ہے کہ جماعت کی نماز نظر شرع میں نافلے سے اہم ہے۔ اور صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ اصل امام علیہ السلام کے نماز پڑھانے پر بے کسی شرط کے یعنی بے اس ڈر کے کہ ساری نماز جماعت فوت ہو جائیگی وہاں پر نماز کا قطع کرنا جائز ہے بلکہ پوری جماعت نہ ملنے کا خوف کافی ہے اور اگر فریضے کو نافلے کیطرف نقل کر کے قطع کرے تو اولیٰ ہے۔ آٹھواں مسئلہ جبکہ فوت ہو جائے ماموم کو امام کے ساتھ کی رکعتوں میں سے کچھ تو جو امام کے ساتھ میں ملجائے اُسے بجا لائے اور اپنی اول نماز اُس شمار سے پوری کرے اور امام کے سلام کے بعد پورا کرے جو رہجائے اور اگر امام کو چوتھی رکعت میں رکوع سے پہلے پائے اُسکے ساتھ نماز میں داخل ہو اور جب امام سلام پھیر چکے تو اُٹھ کھڑا ہو اور باقی کو بجا لائے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ دوسرے اور سورے کے ساتھ پڑھے اور اخیر دو رکعتوں میں سورۂ حمد خواہ چاروں تسبیحیں پڑھے نواں مسئلہ جبکہ امام کو اخیر رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد پائے تو تکبیر کہکر امام کے ساتھ سجدے میں چلا جائے جب امام سلام پھیر چکے تو اُٹھ کھڑا ہوتے سر لیے تازی تکبیر احرام کہکے نماز کو پورا کرے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ پہلی تکبیر پر بنا کریگا اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر اخیر سجدے سے سر اُٹھانے کے بعد امام کو پائے تو تکبیر کہے اور امام کے ساتھ قعود کرے یعنی بیٹھے اور جب امام سلام پھیر چکے تو اُٹھ کھڑا ہو اور نماز پڑھے اور نئی تکبیر کے کہنے کی احتیاج نہیں۔ دسواں مسئلہ ماموم کو جائز ہے کہ امام سے پہلے سلام کہے اور کسی ضرورت سے یا بے ضرورت نماز سے فارغ ہو جائے یعنی جب کہ امام تشہد میں طول دے اور ماموم کو کوئی ضرورت ہو تو انفراد یعنی تنہا نماز کی نیت کرے اور تشہد کے بعد سلام پھیرے اور اگر بے انفراد کی نیت کے سلام پھیریگا بس گنہگار تو ہوگا مگر نماز پوری ہو جائیگی اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ امام سے پہلے تسلیم کا جواز ماموم کے لیے انفراد کی نیت کے ساتھ اور بے

انفراد کی نیت سے عمداً سلام قبل امام کے پھیرنے مین گنہگار ہوگا اور نماز سے خارج ہوجائیگا۔ اور پوشیدہ نرہے کہ یہ جواز غیر واجبہ مین جماعت مین سے ہے اور نہین تو مطلق جائز نہ ہوگا اور امام سے پہلے سلام کہنے کے جواز کا احتمال امام کی متابعت اقوالین واجب نہونے پربن آئیگا گو انفراد کی نیت نکی ہو یا جماعت واجبہ ہو مگر اسکا کوئی صریح قائل معلوم نہین اور صاحب شرائع الاسلام کی عبارتکو اسپر دلالت ہے۔ **گیارھوان مسئلہ** جب عورتین اخیر صف مین کھڑی ہون اور اُسکے بعد مرد آئین تو عورتون پر واجب ہے کہ پیچھے ہٹ جائین اگر اُنکے سامنے اتنی جگہ نہ ہو کہ وہان اُن مردون کی صف بندھ جائے۔ **بارھوان مسئلہ** جب پیشنماز کا نائب وہ شخص قرار پائے جو اثنائے نماز مین امام سے آملا تھا بس جسوقت کہ ماموین کی نماز تمام ہوگی تو وہ اشارہ کریگا کہ اپنی نماز تمام کرو اور سلام کہلو پھر آپ اُٹھ کھڑا ہوگا اور اپنی باقی نماز کو بجالائے گا۔ **خاتمہ** مسجدون کے متعلق امور مین۔ سنت ہے کہ مسجدون کو اوپر سے کُھلا بے چھت کے بنائین اور وضو کا مقام مسجدون کے دروازون پر بنائین اور منارہ مسجد کا مسجد کی دیوار سے ملا ہو ورنہ بیچون بیچ مسجد کے ہو اور مسجد مین جاتے وقت داہنے قدم کو بڑھائے اور نکلتے وقت بائین قدم کو نکالے اور دیکھ لے کہ جوتے مین نجاست تو نہین ہے اور مسجد مین جاتے وقت اور نکلتے وقت دعا پڑھے اور جائز ہے مسجد مین سے توڑ ڈالنا اُس چیز کا کہ جسمین کسی کے گرپڑنیکا ڈر ہو نہ اُس چیز کا جو اپنے حال پر باقی رہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ جائز ہے کھود ڈالنا مسجد کا توسعہ کے لیے گر انہدام مین تاخیر عمارت کے پورے ہوجانے کیوقت تک واجب ہے مگر جبکہ اُسکی اینٹ لکڑی کی ضرورت توسعہ مین پڑتی ہو اور روشندان اور حجرہ کا مسجد کی عمارت مین بنانے کا جواز بعید نہین ہے اور نئے سرے سے گری مسجد کا بنانا سنت ہے اور مسجد کی لکڑی اور اینٹ کا استعمال مسجد مین جائز ہے اور مسجد مین جھاڑو دینا اور چراغ جلانا مستحب ہے اور حرام ہے مسجد مین طلاکاری اور صورتون کی نقاشی اور آلات مسجد کا بیچنا اور مسجد کی زمین کا راہ و زمین اور مکانون مین داخل کرنا حرام ہے جو مسجد سے کوئی چیز لے آئے واجب ہے کہ اُسی مسجد مین یا اور مسجد مین پھیر جائے اور جبکہ مسجد کی علامتین جاتی رہین تو اُسکی زمین کا مالک بننا حلال نہین اور مسجد مین نجاست لانا جائز نہین اور نہ بدن سے

یا کپڑون سے یا اور چیز سے مسجدون مین نجاست چھڑانا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ نجاست
کپڑے سے اور بدن سے مسجد مین دُور کرنیمین سرایت کرنیکے احتمال کی صورت مین تو حرمت ظاہر
ہے اور اگر سرایت سے بچتی ہو تو بھی فقہا کہتے ہین کہ حرام ہے اسلیے کہ سُبکی اور اہانت مسجد کی ہوتی
ہے اور حرام ہے نکالڈالنا مسجد کی ٹھیکریون کا اگر نکالے تو پھر لاکر رکھدے اور مکروہ ہے بلند کرنا
مسجدون کا اور کنگرے اور محرابین دیوار مین بنانا اور مسجدون کو گُزرگاہ بنانا اور سنت ہے کہ
بیچنے اور مول لینے سے اور دیوانون کو وہان رکھنے سے اور قضا کے احکام اور حدین جاری کرنیسے
یعنی شرعی سزا دینے سے اور کھوئی گئی چیزون کے پہچنوانے سے اور اشعار پڑھنے سے پرہیز کرین
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اشعار سے اُس مقام پر وہ شعار مراد ہین کہ جو جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ اور اہلبیت علیہم السلام کی تعریف مین نہون اور مرثیہ جناب سید الشہداء علیہ السلام
نہون اور وعظ و نصیحت کے اشعار نہون اور وہ شعر نہون کہ لغت کے معنون کے بیان پر مشتمل ہین
اور اُنسے اُن معنون کا اثبات کہ جو قرآن و حدیث مین وارد ہین مقصود ہے اسلیے کہ یہ سب عبادتین
ہین اسیطرح سے مدارک مین ہے اور مسجد مین چینخنا اور کاریگریان کرنا اور سونا مکروہ ہے اور جسکے
مُنھ سے پیاز اور لہسن کی بو آتی ہو اُسے مسجدون مین جانا مکروہ ہے اور مسجدون مین ناک چھنکنا اور
تھوکنا اور جون مارنا مکروہ ہے اور جو ان تین باتونسے کرے وہ اُسے خاک سے چھپا دے اور شرمگاہ
کا کھولنا اور مسجد کی ٹھیکریون سے ڈھیلے بازی کرنا مکروہ ہے یہان تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب
عبادتخانے یہود و نصاریٰ کے ویران ہوجائین پھر اگر اُنکے اہل ذمی ہون اور ذمی کی شرطین
بھی بجالاتے ہون تو اُن عبادتخانون سے تعرض کرنا جائز نہین اور اگر وہ عبادتخانے دار الحرب
مین ہون یا اُنکے اہل باقی نرہے ہون تو جائز ہے کہ اُنھین مسجدین بنائین اور اُنکی چیزون کو
مسلمانون کی مسجدون مین صرف کرین دوسرا مسئلہ واجب نماز کو گھر مین پڑھنے سے مسجد مین پڑھنا
اور سنت نماز کو مسجد مین پڑھنے سے گھر مین پڑھنا بہتر ہے تیسرا مسئلہ جامع مسجد مین ایک نماز کے
پڑھنے کا ثواب سو نمازون کی برابر ہے اور قبیلہ کی مسجد مین پچیس ۲۵ کے برابر ہے اور بازار کی مسجد
مین بارہ کے برابر ہے

چوتھی فصل خوف اور مطاردہ کے بیان مین ہے۔ نماز خوف وہ نماز ہے جو دشمن سے ڈر کے

حال مین پڑھی جاتی ہے اس نماز مین قصر واجب ہے خواہ سفر مین ہو خواہ نہو اگر جماعت سے بھی پڑھین
تو قصر پر علما کا اتفاق ہے اور اگر منفرد پڑھے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ قصر کرنا چاہیے اور بعضون
نے کہا ہے کہ پوری پڑھنا چاہیے اور پہلا قول اشبہ ہے اگر جماعت مین پڑھے تو پیشنماز چاہے
ایک گروہ کو پڑھاوے اور دوسرے کو سُنّت کی نیت سے پڑھائے اور وہ پڑھنے والے واجب
کی نیت سے پڑھین اور یہ اقتدا فرض گزار کا سُنّت گزار سے جواز والے قول پر ہے اور چاہے پیشنماز
اسطرح پڑھے کہ جسطرح جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ذات الرقاع نامے لڑائی مین پڑھی تھی
اور کیفیت اسکے آگے بیان ہوگی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ ذات الرقاع سے اس لڑائی
کو نامزد کرنے کی وجہ مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ اس میدان جنگ مین ایک پہاڑ تھا کہ
اسکی سطح مین طرح طرح کے رنگ تھے جیسے گدڑی مین مختلف رنگ کے پیوند لگے ہوتے ہین اور بعضے کہتے ہین
اصحابہ اس لڑائی مین ننگے پانون تھے اور دھوپ سے پانون جلنے کے بچاوے کو کپڑون کے
چیتھڑے پیرون پر باندھے تھے اور بعضون نے کہا ہے کہ رقاع ایک درخت کا نام ہے جو اس
لڑائی کے میدان مین تھا یہ نماز شرطون مین اور کیفیت مین اور حکمون مین کلام کرنے کی محتاج ہے
شروط نماز خوف ایک شرط یہ ہے کہ دشمن قبلہ کی جہت مین نہون اور انہین ایسی قوت ہو کہ
جس سے مسلمانون پر دھاوے کا ڈر ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمانون مین اتنی کثرت
ہو کہ جسے دو گروہ کر سکین اور ہر ایک گروہ دشمن کا مقابلہ کر سکے اور امام کو دو گروہ سے زیادہ
کرنے کی احتیاج نہ پڑے کیفیت نماز خوف اگر نماز خوف دو رکعتی ہو تو پیشنماز پہلی گروہ کے
ساتھ ایک رکعت پڑھے اور اٹھ کھڑا ہو دوسری رکعت کے لیے اور اُسے طول دے اور ماموم
انفراد کی نیت اور وجوب کے قصد سے اپنی نماز پوری کرکے دشمنون کے مقابلے کو جائین اور
دوسری گروہ آئے اور تکبیر احرام کہہ کے امام کے ساتھ دوسری رکعت مین داخل ہو اور یہ امام کی دوسری
رکعت اور اس گروہ کی پہلی رکعت ہوگی پھر جب امام تشہد کے لیے بیٹھے تو تشہد کو طول دے اور
ماموم اُٹھ کھڑے ہون اور دوسری رکعت بجا لائین اور بیٹھین پھر امام اُنکے ساتھ تشہد پڑھے اور
سلام پھیرے اس صورت مین امام اور ماموم مین تین چیزون مین مخالفت حاصل ہوتی ہے ایک
ماموم کا منفرد ہو جانا دوسرے امام کو ماموم کا انتظار نماز تمام کرنے مین کرنا تیسرے بیٹھے کو کھڑے

کے لیے امام ہونا ہے اور اگر نماز تین رکعتی ہو تو امام مختار ہے چاہے ایک رکعت پہلے گروہ کے ساتھ اور دو دوسرے گروہ کے ساتھ اور چاہے دو پہلے کے ساتھ اور ایک دوسرے کے ساتھ پڑھے اور جائز ہے کہ ہر گروہ مین ایک ہی شخص ہو اس صورت سے کہ دشمن کے مقابلے کی اور روکنے کی تاب رکھتا ہو اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے کہا ہے کہ اِن دو صورتون مین امام کے اختیار ہونے مین کوئی اشکال نہین اسلیے کہ اِن دونون صورتون مین نص وارد ہے مگر اِس امر مین اختلاف واقع ہوا ہے کہ اِن صورتون مین کونسی صورت افضل ہے بس پہلی صورت افضل ہے اور اِسی صورت مین جناب امیر علیہ السلام کا فعل بھی مروی ہوا ہے اور اِسی کے فوائد سے یہ بھی ہے کہ دوسرے گروہ کو بھی امام کی قراءت کا ادراک ہو جائیگا اور باقی ارکان وغیرہ امام کے ساتھ بجا لانے مین دونون گروہ متقارب رہین گے اور صاحب قواعد نے دوسری صورت کو اختیار کیا ہے احکام نماز خوف اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شک کہ نماز خوف کے پڑھنے والون کو واقع ہو اگر امام کی متابعت کیحالت مین ہے تو بے اعتبار ہے اِس سبب سے کہ ماموم کے سہو کے لیے امام کی حفظ او تبعیت کے ساتھ کوئی اعتبار نہین اور اگر انفراد کی حالت مین ہے تو اُسکا حکم نماز کے سہو کے باب مین مذکور ہو چکا دوسرا مسئلہ اِس نماز مین ہتھیار لگائے رہنا واجب ہے اور اگر ہتھیارون مین کوئی نجاست ہو تو بعضے کہتے ہین کہ نماز مین ساتھ رکھنا جائز نہین اور اشبہ جواز ہے اور اگر ہتیار ایسے بھاری ہون کہ نماز کے کسی فعل کے مانع ہوتے ہون تو لگائے رہنا جائز نہین یعنی بضرورت کے جائز نہین شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر ہتیارون مین شرمگاہون کے چھپانے کی صلاحیت نہو یا وہ نجاست معاف ہو اور تجاوز نہ کرتی ہو تو واجب ہے کہ اِس نماز مین اپنے ساتھ رکھے اور نہین تو بے ضرورت ساتھ رکھنا حرام ہے اور ہتیارون سے مراد کاٹنے اور بدن کی چھپانیوالی چیزین ہین جیسے تلوار چھری خنجر زرہ جوشن وغیرہ ہین تیسرا مسئلہ جبکہ امام کو کوئی ایسا شک ہو کہ جس سے دو سجدے سہو کے واجب ہوتے ہون پھر دوسرا فرقہ ملے اور نماز پڑھے بس امام سلام کے بعد دونون سجدے سہو کے بجا لائے تو واجب نہین کہ یہ دوسرا فرقہ بھی اُسکی متابعت مین سہو کے سجدے کرے اور نماز مطاردہ وہ نماز شدت خوف ہے مثل اسکے کہ نوبت معانقہ کی یعنی مُنھ مُٹھے کی لڑائی کی نوبت پہونچ جائے اور دونون دست و گریبان ہو جائین

اورعام تلوار کے چلنے کی نوبت آئے اِس صورت مین نماز جسطرح کہ ممکن ہوگی پڑھیگا خواہ کھڑے
کھڑے خواہ چلتے چلتے پیدل یاسواری پر ہو اور تکبیر احرام قبلہ رخ کہے پھر اگر ممکن ہو تو قبلہ رخ رہے
نہین تو جتنا قبلہ رُخ رہ سکے اتنا رہے اور قبلہ رُخ ہونے کے تعذر مین جس طرف ہوسکے پڑھے
اور جبکہ سواری سے اُترنسکے تو اُسکے زین کے ہرنے پر سجدہ کرلے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو سجدے کا
اشارہ کرے اور اگر اسمین بھی دشمن کا ڈر ہو تو نماز کو تسبیح سے بجالائے اور رکوع وسجود ساقط ہو جائینگے
اور ہر رکعت کے بدلے کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ- فروع - پہلی فرع
جو کہ اشارے سے شدت خوف کی نماز شروع کرچکا ہو پھر بےخوفی ہو جائے تو باقی نماز کو رکوع اور سجود
سے پڑھے اور نئے سرے سے نماز نہ پڑھیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ باقی کا پورا کرنا اُس صورت مین
ہے کہ جب قبلہ کی طرف پیٹھ نہوئی ہو اور اگر قبلہ کی طرف خوف کی ضرورت سے پیٹھ ہو گئی ہے
تو نئے سرے سے نماز بجالائیگا اور یہی حکم ہے کہ جب کچھ نماز امن مین پڑھ چکا ہو بعد اسکے خوف
عارض ہو تو باقی نماز کو خائف کی صورت سے پڑھیگا اور نئے سرے سے نہ پڑھیگا دوسری فرع
جو شخص کسی جماعت کو دیکھکر دشمنون کا گمان کرے اور نماز مین قصر کرے اور اشارے سے
پڑھے پھر ظاہر ہو جائے کہ دشمن نتھے تو وہی نماز صحیح ہے اعادہ نہ کریگا اور یہی نماز کے صحیح ہونے کا
اور اعادہ نہ کرنے کا حکم ہے کہ دشمن کا سامنا پڑ جائے اور نمازی نماز کو شدت خوف مین لیے
اور اشارے سے بجالائے اور اسکے بعد ظاہر ہو جائے کہ درمیان مین کوئی چیز حائل تھی کہ وہ
دشمن کو روکے تھی تیسری فرع جو کسی سیلاب یا درندے یا چور سے ڈرے تو جائز ہے کہ نماز
کو شدت خوف کی نماز کے طریقے پر بجالائے تتمہ جو کہ کیچڑ مین پھنس گیا ہو یا ڈوب گیا ہو تو
مقدور بھر نماز پڑھیگا اور ایما اور اشارہ رکوع اور سجود کے لیے کریگا اور یہ دونون نمازین رکعتونکی
گنتی مین قصر نہ کرینگے یعنی نہ گھٹائینگے مگر سفر مین ہون یا اسحالت مین بھی خوف رکھتے ہون
تو قصر کرینگے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سجدے کا سقوط اُسوقت مین ہے کہ جب سجدہ
کرنا ممکن نہو اور اگر ممکن ہو اسطرحپر کہ وہان کوئی لکڑی ہو تو واجب ہے کہ اُسپر سجدہ کرین اور علامہ
علیہ الرحمہ نے کتاب ذکری مین فرمایا ہے کہ اگر نماز کے پورے پڑھنے مین غرق کے غلبہ کا ڈر
ہو اور پوری نہ پڑھنے مین نکل آنے کا امکان ہو تو اِس صورت مین نماز مین قصر کریگا

فصل پانچوین نماز مسافر مین اور یہ نماز مقصور ہے یعنی ہر چورکعتی نماز مین دو رکعتین پڑھنا چاہیے اور اخیر کی دو رکعتین معاف ہین اور کلام قصر کی شرطون مین اور لواحق مین ہے قصر کی شرطین چھ ہین پہلی شرط اعتبار مسافت ہے اور وہ میانہ چلنے والے سانڈنی سوار کی ایک روز کی راہ ہے کہ موافق دو برید کے ہے اور ہر برید چار فرسخ کا ہے تو دو برید آٹھ فرسخ کے ٹھہرے کہ جسکے چوبیس میل ہوتے ہین اور ہر میل لوگون کے مشہور پر چار ہزار ہاتھ کا ہے اور ہر ہاتھ چوبیس انگل کا ہوتا ہے اور شراح نے کہا ہے ایک انگل کی مقدار درمیانی سات جو کی ہے اور بعضون نے چھ جو کہے ہین اور ہر جو مقدار مین غیر عربی گھوڑے کے ایال کے سات بالون کے برابر ہے یا میل کی مقدار متوسط دیکھنے والے کی نور بصر کا امتداد ہے کہ وہان تک وہ برابر زمین مین ہر سوار اور پیدل کا امتیاز نظر سے کرلیتا ہے اور اگر مسافت چار فرسخ ہو اور ارادہ اُسی دن پھر آنے کا ہو تو اس صورت مین بھی مسافت پوری ہو جائیگی اور قصر واجب ہوگا اور اگر ایک تین فرسخ مین آمد و رفت اس طریق سے کرے کہ جائے اور آئے اور پھر جائے کہ تینون حرکتون کا مجموعہ نو فرسخ ہوتے ہین تو جائز نہین کہ قصر کرے گو یہ حرکتین پہلے سے نیت مین ہون اور جب ایک شہر کے دو راستے ہون ایک نزدیک ہو اور دوسرا دور ہو کہ جسمین مسافت حد قصر پر پہونچی ہو اور مسافر دور کے رستے جائے تو قصر کریگا گو اُس راہ جانے سے خواہش قصر کی اجازت ہی کی ہو دوسری شرط معینہ مسافت کا قصد ہے بس اگر مسافت سے کم کا قصد کرے اور گھر سے باہر نکلے اور وہان سے قصد زیادہ کا کرے کہ وہ بھی مسافت معینہ سے کم ہو پھر اسی طرح وہان سے زیادہ کا قصد کرے کہ وہ بھی اُس مقام تک مسافت شرعیہ سے کم ہو تو اس صورت مین قصر نہ کریگا گو سارے چلنے کی مسافت قصر کی مسافت سے زیادہ ہو پھر اگر پھرتے وقت اصلی مکان اور اُس جگہ مین مسافت قصر کرنے کی ہوگی تو روزہ اور نماز مین قصر کریگا اور یہی حکم اُس شخص کا ہے جو بھاگے جانور یا قرضدار یا غلام کو ڈھونڈھنے نکلے اور یہ نہ معلوم ہو کہ کہان سے ملیگا اس صورت مین بھی قصر نہ کریگا مگر پھرتے وقت اگر وہان سے اصلی مکان تک مسافت قصر پائی گئی تو قصر کریگا اور اگر کوئی شخص گھر سے نکلے اور راستے مین ساتھیون کے انتظار کو ٹھہر جائے کہ آلین تو چلین بس اگر قصر کی حد پر پہنچ چکا ہے تو قصر کریگا نہین تو اتمام یعنی نماز کو پورا پڑھے گا جبتک کہ ساتھی ملین اور مسافر ہو جامع الرضوی کے مترجم

کہتے ہین کہ صاحب مدارک علیہ الرحمہ نے اِس طرح پر فرمایا ہے کہ اگر ساتھیون کا منتظر مسافت سے حد ترخص پر پہنچ جائے اور اعتبار رکھتا ہو کہ ساتھی بھی مسافر ہونگے یا اپنے سفر کا یقین رکھتا ہو خواہ ساتھی نکلے ہون خواہ نہ نکلے ہون تو وہ مسافر قرار پائیگا اور قصر کریگا پھر صاحب شرائع کا یہ کہنا کہ اگر کم مسافت سے ہو تو پوری نماز پڑھیگا مطلق نہ رہیگا **تیسری شرط** جو کہ اثنائے سفر مین دس دن قیام کرنے کے قصد سے سفر نکرے پھر اگر مسافت قصر کا عزم سفر ہوا اور اثنائے راہ مین ایسی جگہ پہونچے جہان اُسکی کوئی مِلک ہے یا چھ مہینے اُس مِلک مین رہ چکا ہے تو پوری نماز اُس راہ مین اور اُس مِلک مین پڑھیگا اور اسیطرح پر ہے اگر اُس روز قیام کرنے کی نیت راہ مین کرے اور اگر اُسکے اور اُسکی مِلک کے درمیان مین یا اُس مقام کے درمیان مین مسافت قصر کرنے بھر کی ہو تو راہ مین قصر کریگا اور منزل مذکور پر پہونچکر قصر نہ کریگا اور اگر راہ مین کئی جگہ پر ایسی مِلکین ہون بس اگر شہر سے پہلے مِلک تک مسافت قصر کرنے بھر کی ہوگی تو راہ مین قصر کریگا اور اُس مِلک پر پہونچنے کے بعد پوری پڑھیگا اور اگر مسافت قصر نہوگی تو راہ مین بھی اور پہونچکر بھی پوری پڑھیگا پھر اگر اُس مِلک مین اور دوسری مِلکین مسافت قصر نہوگی تو راہ مین بھی اور پہونچنے کے بعد بھی پوری نماز پڑھیگا اور اِسی قیاس پر وہان سے اور تیسری مِلک تک ہے اور وطن جہان کہ نماز کو تمام کرنا چاہیے یعنی پوری پڑھنا چاہیے وہ ایسی جگہ ہے کہ جہان آدمی کوئی مِلک رکھتا ہو کہ اُسمین چھ مہینے برابر یا تفرقے سے رہچکا ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ وہ وطن کہ جہان مسافر کو پہونچکر حاضر کا حکم بہم پہونچتا ہے وہ ایسا مقام ہے کہ جسمین آدمی کوئی مِلک رکھتا ہے اور اُسمین چھ مہینے سکونت کرچکا ہے خواہ برابر خواہ تفرقے سے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ وہ مِلک گھر ہو اور بعضے کہتے ہین کہ اگر ایک درخت بھی ہو تو بھی یہی حکم ہے گو اُس درخت کے اُگنے کی جگہ اُس مسافر کی مِلک مین نہو۔ **چوتھی شرط** یہ ہے کہ سفر مباح ہو یا واجب ہو جیسے سفر حج واجب یا سفر سنت جیسے سفر زیارت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ ہے یا سفر جائز ہو جیسے سفر تجارت ہے اور اگر سفر معصیت ہوگا تو اُسمین قصر نہوگا جیسے حکام جور کے ساتھ کا سفر اور شکار کا سفر اور اگر سفر شکار اپنے اور اپنے عیال کے قوت کے لیے ہے تو قصر کریگا اور اگر تجارت کے لیے شکار کرنے کو سفر کریگا تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ روزے مین قصر

کریگا اور نماز مین نہ کریگا اور اِسمین تردد ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حکام جور سے
مراد ظلم مین اُنکے پیروی ہے نہ اُنکے ساتھ ہو لینا کسی ضرورت سے جیسے راہ کے ڈر سے یا اُنکی
بدی کے ڈر سے یا کسی اَور ظالم کی بدی کے ڈر سے ہے اور یہی حکم ہے اگر اُسپر ساتھ چلنے پر جبر
کرے یا ڈرے کہ اگر ہمراہی اُسکی نکرونگا تو ضرر پہونچا ئیگا۔ پانچوین شرط یہ ہے کہ کثیر السفر یعنی
بہت سفر کرنے والا نہو جیسے خانہ بدوش صحرائی لوگ کہ جہان ہرا بھرا دیکھتے ہین چلے جاتے
ہین ایک جگہ مقیم نہین ہوتے ہین یا کرایہ کرنیوالے ملّاح سوداگر کہ تجارت کے بارون کی
طلب مین پھرا کرتے ہین یا جیسے قاصد ہین اور کثیر السفر کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک شہر مین دس
دن قصد سے قیام نکرے جس اثنا مین سے اگر کوئی کسی شہر مین قصدًا دس روز رہجائے اور پھر
وہان سے سفر کرے تو قصر کریگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ یہ حکم مختص کرایہ کرنیوالون سے ہے
اور اُنمین ملّاح اور قاصد داخل ہین نہ صحرائی لوگ اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر راہ مین پانچ
روز کے قیام کی نیت کرے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ قصر کریگا اور بعضون نے کہا ہے کہ
فقط دن کی نماز مین قصر کریگا اور روزہ مین اور رات کی نماز مین اتمام کریگا اور پہلا قول
اشبہ ہے چھٹی شرط یہ ہے کہ جائز نہین مسافر کو روزے نماز مین قصر کرنا جب تک کہ اُسکی نظر
سے نکلنے والے شہر کی دیواریں چھپ نجائین یا اُس شہر کی اذان کی آواز کان مین نہ آئے
اور اِس سے پہلے قصر اور افطار جائز نہین گو سفر کی نیت رات سے کی ہو اور یہی حکم گھر پھر آنیکے
وقت کا ہے کہ روزے نماز مین قصر کیے جائیگا جبتک کہ ایسی جگہ پہونچے گا کہ وہانسے اُسکے شہر
کی اذان کان مین آتی ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ قصر کریگا جبتک گھر سے نکلیگا اور اتمام
کریگا جب گھر مین داخل ہوگا اور پہلا قول اظہر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی
علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مخفی ہونا موذنون کی اذانون اور دیوارون کی صورتون کا کہ قصر
مین معتبر ہے مراد اُس سے دونون امر و نکا ساتھ ہی پائے جانا ہے اِسلیے کہ اگر اذان کا اخفا
ہو جائے اور دیوارین مخفی نہون تو قصر جائز نہین اور چھوٹے شہر مین اخیر کی دیوارین اور بڑے
شہر مین محلے کی دیوارین معتبر ہین اور دیوارون سے میانہ دیوارین مقصود ہین نہ وہ کہ بہت
بلند ہون مثل قلعہ کے اور منارے کے اور اسیطرح موذن کی میانہ آواز ہو کہ بہت پست اور بہت بلند

معتبر نہیں اور دیواروں کے مخفی ہونے سے مباد اُنکی صورتوں کا نہ دکھائی دینا ہے نہ اُنکے عکسوں کا دکھائی دینا معتبر ہے اور جبکہ دس دن قیام کی نیت غیر شہر میں کریگا تو قصر نہ کریگا اور اگر دس روز سے کم کی نیت کریگا تو قصر کریگا اور اگر قیام کے قصد میں متردد ہوگا تو ایک مہینے تک قصر کریگا اور اُسکے بعد اتمام کریگا گو ایک ہی نماز رہی ہو اور اگر بعد میں قیام کی نیت پھر جائے تو قصر کی طرف بھی پھر پڑے مگر جبکہ ایک نماز بھی اقامت کی نیت کے بعد بجالا چکا ہو پھر جب تک اُس مقام میں رہیگا قصر کی طرف رجوع نہ کرسکے گا قصر نماز سفر میں واجب ہے مگر یہ کہ مسافت چار فرسخ کی ہو اور اُسیدن پھر آنے کا بھی قصد نہ رکھتا ہو تو بعضوں کے قول پر اس صورت میں قصر جائز نہیں یا اِن چار مقاموں میں سے کسی مقام میں ہو اور وہ چاروں مقام مکہ معظمہ مدینہ مشرفہ جامع مسجد کوفہ حائر کربلا ہیں کہ اِن چار مقاموں میں مسافر مختار ہے چاہے قصر کرے چاہے اتمام اور اتمام بہتر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ حائر کربلا اُس مقام کو کہتے ہیں کہ جسے قبہ روضۂ مقدسہ حضرت سید الشہدا علیہ السلام اور قبہ مسجد گھیرے ہوئے ہے اور وہ جگہ ہے کہ جسکے گرد پانی کھڑا ہو رہا اور اندر نہ گیا اور آگے نہ بڑھا جس زمانے میں کہ متوکل عباسی روضۂ متبرکہ کے آثار مٹانے کے لیے اُس مکان مقدس میں پانی لایا تھا اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور علما کا مذہب یہ ہے کہ اِن چار مقاموں میں مسافر کو اختیار ہے چاہے قصر کرے چاہے اتمام اور افضل اتمام ہے اور ابن بابویہ نے کہا ہے کہ قصر کریگا جب تک دس دن کے قیام کی نیت نہ کریگا اور افضل یہی ہے کہ دس دن قیام کی نیت کرلے تاکہ نماز پوری بجالائے اور سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ قصر نہ مکہ معظمہ میں ہے نہ مسجد نبی میں اور نہ مشاہد ائمہ علیہم السلام میں ہے کہ وہ قائم مقام اُنھیں حضرت کے ہیں اور اِس عبارت کا ظاہر قصر کو منع عام کرتا ہے اور معتمد پہلا ہی قول ہے۔ اور جب قصر کی شرطیں پائی جائیں اور مصلی پوری نماز پڑھے تو اعادہ کریگا خواہ وقت باقی ہو خواہ جاچکا ہو اور اگر قصر کے وجوب سے جاہل یعنی انجان ہوگا تو اعادہ نکریگا اور اگر بھولے سے پوری پڑھ گیا ہے پس اگر وقت باقی ہے تو اعادہ کریگا اور اگر وقت جاچکا ہے تو قضا نہیں ہے اور اگر کوئی مسافر اتفاق سے قصر کرے یعنی وجوب قصر کو بے جانے کرے تو اُسکی نماز صحیح نہیں اور اعادہ اُسکا قصر سے کریگا اور جب وقت نماز آجائے اِس حال میں کہ ابھی شخص مسافر

معتبر نہین اور دیوارون کے مخفی ہونے سے مراد اُنکی صورتون کا نہ دکھائی دینا ہے نہ اُنکے عکسونکا دکھائی دینا معتبر ہے اور جبکہ دسدن قیام کی نیت غیر شہر مین کریگا تو قصر نہ کریگا اور اگر دس روز سے کم کی نیت کریگا تو قصر کریگا اور اگر قیام کے قصد مین متردد ہو گا تو ایک مہینے تک قصر کریگا اور اُسکے بعد اتمام کریگا گو ایک ہی نماز رہی ہو اور اگر بعد مین قیام کی نیت پھر جائے تو قصر کی طرف بھی پھر پڑے مگر جبکہ ایک نماز بھی اقامت کی نیت کے بعد بجا لاچکا ہو پھر جب تک اُس مقام مین رہیگا قصر کی طرف رجوع نہ کرسکے گا قصر نماز سفر مین واجب ہے مگر یہ کہ مسافت چار فرسخ کی ہو اور اُسیدن پھر آنے کا بھی قصد نہ رکھتا ہو تو بعضون کے قول پر اس صورت مین قصر جائز نہین یا اِن چار مقامون مین سے کسی مقام مین ہو اور وہ چارون مقام مکہ معظمہ مدینہ مشرفہ جامع مسجد کوفہ حائر کربلا ہین کہ اِن چار مقامون مین مسافر مختار ہے چاہے قصر کرے چاہے اتمام اور اتمام بہتر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حائر کربلا اُس مقام کو کہتے ہین کہ جسے قبہ روضۂ مقدسہ حضرت سید الشہدا علیہ السلام اور قبہ مسجد گھیرے ہوئے ہے اور وہ جگہ ہے کہ جسکے گرد پانی کھڑا ہو رہا اور اندر نہ گیا اور آگے نہ بڑھا جس زمانے مین کہ متوکل عباسی روضۂ متبرکہ کے آثار مٹانے کے لیے اُس مکان مقدس مین پانی لایا تھا اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہے اور علما کا مذہب یہ ہے کہ اِن چار مقامون مین مسافر کو اختیار ہے چاہے قصر کرے چاہے اتمام اور افضل اتمام ہے اور ابن بابویہ نے کہا ہے کہ قصر کریگا جب تک دس۱ دن کے قیام کی نیت نہ کریگا اور افضل یہی ہے کہ دس۱ دن قیام کی نیت کرلے تاکہ نماز پوری بجا لائے اور سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ قصر نہ مکہ معظمہ مین ہے نہ مسجد نبیؐ مین اور نہ مشاہد ائمہ علیہم السلام مین ہے کہ وہ قائم مقام انھین حضرت کے ہین اور اِس عبارت کا ظاہر قصر کو منع عام کرتا ہے اور معتمد پہلا ہی قول ہے۔ اور جب قصر کی شرطین پائی جائین اور مصلی پوری نماز پڑھے تو اعادہ کریگا خواہ وقت باقی ہو خواہ جاچکا ہو اور اگر قصر کے وجوب سے جاہل یعنی انجان ہو گا تو اعادہ نکریگا اور اگر بھولے سے پوری پڑھ گیا ہے پھر اگر وقت باقی ہے تو اعادہ کریگا اور اگر وقت جاچکا ہے تو قضا نہین ہے اور اگر کوئی مسافر اتفاق سے قصر کرے یعنی وجوب قصر کو بے جانے کرے تو اُسکی نماز صحیح نہین اور اعادہ اُسکا قصر سے کریگا اور جب وقت نماز آجائے اِس حال مین کہ ابھی شخص مسافر

نہین ہوا ہے اور بے نماز پڑھے سفر کرے اور نماز کا وقت باقی رہے اِسمین کئی قول ہین ایک یہ ہے کہ پوری نماز پڑھیگا اسلیے کہ نماز کے وجوب کیوقت مسافر نہوا تھا اور بعضون نے کہا ہے کہ قصر کریگا اِس نظر سے کہ نماز کے ادا کرنے کے وقت مین مسافر تھا اور بعضون نے کہا ہے کہ قصر و اتمام مین اختیار رکھتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وقت وسیع ہے تو اتمام کریگا ورنہین تو قصر کریگا اور قصر کرنا اشبہ ہے اور اسیطرح اُسمین اختلاف کیا ہے کہ جبے سفر مین نماز کا وقت داخل ہوا اور نماز نہ پڑھے اور بے پڑھے شہر مین داخل ہوا اور ابھی وقت نماز کا نہ گیا ہو تو یہان اتمام اشبہ ہے اور مستحب ہے کہ قصر کرنے والا مسافر ہر فریضے کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر۔ فریضے کی تقصیر کے تدارک کے لیے تیس ۳۰ مرتبہ کہے اور اگر کوئی مسافر حاضر کے پیچھے نماز پڑھے تو اُسے لازم نہین کہ امام کی تبعیت مین نماز تمام پڑھے بلکہ اقتصار اپنی دو رکعتون پر کرکے انفراد کی نیت سے سلام پھیرے اور لواحق اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب قصر کی مسافت کے ارادے سے سفر کرے بعد اسکے کوئی امر سفر کا مانع ہو پس اگر سفر کی نیت نہ بدلی ہو اور ایسی جگہ پر پہونچا ہو کہ جہان سے شہر کی دیوارین نہ دکھائی دیتی ہون اور اذانین نہ سُنائی دیتی ہون تو قصر کریگا اور اگر سفر کا قصد بدل گیا ہو تو اتمام کریگا خواہ خشکی کا سفر ہو خواہ تری کا دوسرا مسئلہ اگر مسافت کے قصد سے گھر سے نکلے پھر اُسے آندھی پھیر لائے اور ایسے مقام پر پہونچے کہجہان اذان سُنائی دیتی ہو تو نماز کو تمام کریگا اور اگر نہ سُنائی دیتی ہو تو قصر کریگا تیسرا مسئلہ جب غیر شہر مین دس دن قیام کا عزم کرے پھر نکلے اور ایسے مقام مین پہونچے کہ اُسکی مسافت قصر کی مسافت سے کم ہو پس اگر اُس شہر مین قصد پھر جانیکا اور اقامت کا رکھتا ہو تو اُس شہر سے آنے مین اور پھر جانے مین نماز کا اتمام کریگا چوتھا مسئلہ جو شخص نماز مین نیت قصر سے داخل ہوا اور اثنائے نماز مین دس دن کی اقامت کا ارادہ کرے تو نماز کو تمام پڑھیگا اور اگر اتمام کی نیت کرے اور اتمام کے قصد سے نماز مین داخل ہوا اور اثنائے نماز مین قصد سفر کا کرے تو نماز کے قصر کرنے کی طرف نہ پھریگا اور اِس مسئلہ مین تردد ہے لیکن اگر نئے سر سے نماز کے پورے پڑھنے کے بعد سفر کا عزم کرے اُسے جائز نہین کہ قصر کرے جبتک کہ اُس مقام مین مقیم رہے پانچوان مسئلہ قضا مین نماز کے فوت کیوقت کا

حال معتبر ہے نہ وجوب کے وقت کا بس جبکہ نماز کے فوت کے وقت مین مسافر ہوگا تو اُسکی قضا قصر سے بجا لائیگا گو اُس نماز کے وجوب کے اول وقت مین مقیم ہو اِسی طرح اگر نماز کے وجوب کے وقت مین مسافر ہو اور پھر شہر مین داخل ہو اور نماز کا وقت باقی ہو پھر وہ نماز فوت ہو جائے تو اِس صورت مین قضا مین پوری نماز پڑھیگا اِسلیے کہ نماز کے فوت کیوقت مسافر تھا اور بعضون نے کہا ہے کہ قضا مین وجوب کا وقت معتبر ہے اور پہلا قول اشبہ ہے چھٹا مسئلہ جو کہ مسافت قصر کا قصد کر کے نکلے اور اذان نہ سُنائی دے اور نماز مین قصر کرے پھر اُسکی رائے سفر سے پھر جائے تو اُس نماز کا اُسپر اعادہ واجب نہین ہے تو ان مسئلہ جبکہ زوال کے نافلے کا وقت داخل ہو جائے اور نہ پڑھے اور سفر کرے سنت ہے کہ اُس نافلے کی قضا بجا لائے گو سفر مین ہو

کتاب الزکوٰۃ

یہ کتاب زکوٰۃ کے بیان مین ہے اور زکوٰۃ کے معنی اصل لغت مین پاکی اور زیادتی اور بڑھنے کے ہین اور عرف شرع مین ایک ایسے حق کا نام ہے جو مال مین نصاب کی حد تک پہونچنے کی شرط سے واجب ہوتا ہے اور لغوی اور شرعی معنون مین مناسبت ظاہر ہے کیونکہ مستحق کے حق کا مال سے دینا اُس مال کے پاک ہونے اور بڑھنے کا باعث ہوتا ہے اور اُسکا وجوب کتاب خدا اور سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی نص سے اور علماء کے اجماع سے ثابت ہے اور اِسکے وجوب کا منکر کافر ہے اور اُسکی دو قسمین ہین ایک زکوٰۃ مال اور نظر اُسمین ہے کہ جسپر واجب ہوتی ہے اور اُسمین کہ جس سے تعلق رکھتی ہے اور اُسکے مستحق مین ہے پہلی نظر اُسمین جسپر واجب ہوتی ہے بس زکوٰۃ ایسے بالغ عاقل مالک نصاب پر جو اپنے مال مین تصرف کی قدرت رکھتا ہے واجب ہوتی ہے بس مالک مین بلوغ معتبر ہے اور سونے چاندی کی زکوٰۃ مسلمانون کے اجماع سے نابالغ پر واجب نہین ہان اُس ولی یا وصی پر جو کہ یتیم کے مال کا شرعی ناظر ہو اور اُسکے لیے تجارت کرے تو اُسے مستحب ہے کہ لڑکے کے مال مین سے زکوٰۃ نکالے اور اگر اُس مال کا ضامن ہو کر اپنی ذات کے لیے تجارت کرے اور مالدار ہو تو جو نفع حاصل ہوگا وہ اُس نابالغ کا مال ہو جائیگا

جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ لڑکے کا ولی اُسکا باپ اور دادا ہوتا ہے اور اِن دونون شخصون کے سوا کوئی کمسن کا ولی امامیہ کے نزدیک نہین ہے نابالغ کے مال مین سے قرض لینے کے لیے اُسکے مال کے ناظر کی مالداری باپ کے سوا مین شرط ہے اور اگر باپ تنگ حال ہو تو اُسے جائز ہے کہ اپنے نابالغ بیٹے کے مال مین سے قرض لیلے جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے تصریح کی ہے اور مستحب ہے کہ اُس مال کی زکوۃ دے اور اگر تلف ہوجائے تو تاوان اُسکے ذمہ ہے لیکن اگر لڑکے کا ولی نہو اور اُسکے مال سے تجارت کرے تو جو منفعت کہ حاصل ہوگی وہ اُس لڑکے کی ہوجائیگی اور اگر کوئی طرح کا نقصان پہونچیگا تو اُسکا ضامن ہے چاہیے کہ اُس لڑکے کو اُسکا تاوان دے اور اِس صورت مین کسی پر زکوۃ نہین ہے اور سنت ہے زکوۃ دینا لڑکے کے غلّون مین سے اور چارپایون مین سے اور بعضے فقہا نے واجب کہا ہے پھر جو کچھ کہ ہو نکالنے کی تکلیف ولی پر ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ دیوانے کا حکم بھی اِسمین نابالغ کا حکم ہے اور صحیح یہ ہے کہ دیوانے کے مال مین زکوۃ نہین مگر صامت مال یعنی سونے چاندی مین جبکہ اُسکا ولی اُسکے لیے تجارت کرے اور یہ زکوۃ مستحب ہے اور غلام پر زکوۃ واجب نہین خواہ ہم اِس امر کے قائل ہوجائین کہ غلام مال کا مالک ہوسکتا ہے اور اُسکا تصرف مالک کی اجازت پر موقوف ہے جیسا کہ بعضے علما کا مذہب ہے یا یہ کہین ہم کہ غلام کا مالک ہونا محال ہے اور جو اُسکی مِلک ہے وہ اُسکے آقا کی مِلک ہے جیسا کہ بعضے اور علما قائل ہوئے ہین اور اگر آقا اپنے غلام کو کچھ مال کا مالک کردے اور اُسے اختیار تصرف کا دے تو بھی زکوۃ اُس غلام پر واجب نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ مالک ہوجائیگا اور اُس مال کی زکوۃ اُسپر واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ وہ غلام اُس مال کا مالک نہوگا اور زکوۃ اُسکی آقا کے ذمے ہے اور اسیطرح پر مشروط مکاتب غلام کا حکم ہے اور یہ ایسا غلام ہے کہ اُسکے آقا نے اُسپر ایک معین مال مقرر کردیا ہے کہ وہ اپنی کمائی سے بہم پہونچا کر آقا کو دے اور آزاد ہوجائے اور یہ بھی اُسپر شرط کردی ہے کہ جسوقت تک مال مرقوم نہ پہونچائیگا کوئی طرح کی آزادی نرکھیگا بس اِس صورت مین وہ مشروط مکاتب غلام محض غلام ہے اور کوئی حصہ پہونچانے سے اُسکا کوئی حصہ آزاد نہین ہوتا ہے بلکہ جسوقت پورا مال پہونچا دیگا تو پورا پورا آزاد ہوجائیگا اور اگر مطلق مکاتب ہو یعنی کوئی شرط اُسکی تحریر مین نہو تو جسقدر مال مکاتبہ مین سے پہونچائیگا تو تنا جزو

اُس مال کی مقدار بھر کا آزاد ہو جائیگا اور واجب ہو جائیگی اُسپر زکوٰۃ جبکہ اُسکے مال مین سے آزادگی
کے حصے کے مقابل نصاب کو پہونچ جائیگا اور زکوٰۃ والی کُل جنسون مین مالک ہونا شرط ہے اور
ضرور ہے کہ پورا پورا اُسکی ملک ہو بس اگر بخشدین کسی کو کچھ مال کہ نصاب کی حد کو پہونچا ہے تو
اُسپر سال گزرنے کا حساب قبضہ ہی کے دن سے ہوگا اِسلیے ہبہ قبضے پر موقوف ہوتی ہے
اِسیطرح ہے اگر کسی ایسے مال کی کسی کے لیے وصیت کرین کہ وہ نصاب کی حد کو پہونچا ہے تو
اُسپر سال گزرنے کا حساب وصیت کرنے والے کی وفات کے دن سے اُسکے قبول کرنے کے
بعد جسکے حق مین وصیت کی ہے ہوگا اور اگر کوئی مال حد نصاب والا مول لے تو اُسکی ملک عقد
بیع کی ابتدا سے ہوگی نہ جانوردن کے مول لینے کے خیار والے تین دنکے بعد سے اور اگر مال
بیچنے والا یا مول لینے والا دونون تین دن سے زیادہ فسخ کا خیار شرط کرلین تو اِس صورت مین
اگر اِس امر کے قائل ہون کہ مبیع کی مالک بیع کے وقت سے بائع سے مشتری کی طرف منتقل ہوجاتی
ہے تو سال کا حساب اُسی وقت بیع سے ہوگا اور اگر یہ کہین کہ خیار فسخ کے گزر جانے کے بعد سے
ملکیت منتقل ہوتی ہے تو اِس صورت مین سال کا حساب خیار کا زمانہ گزر جانے کے وقت
سے ہوگا اور وجیہ یہی قول ہے کہ ملک کا انتقال بیع کے وقت کے سے ہو جاتا ہے نہ شرطی خیار
کے گزر جانے کے زمانے سے ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر کوئی ایسا مال قرض لے کہ جسمین زکوٰۃ
ہے اور عین مال باقی رہے تو اُسکا حساب بھی قرض دینے والے کے قبضہ پانے کے دن سے
ہوگا اور غنیمت کا مال سال کے حساب مین تقسیم کے پہلے نہ چلیگا مگر بٹنے کے بعد سے حساب مین
لیا جائیگا اور اگر امام علیہ السلام غنیمت کے مال مین سے کوئی حصہ کسی غازی یا غیر غازی کیلیے
کسی مصلحت سے نکالین اگر وہ صاحب حصہ موجود ہوگا تو سال کا حساب نکالنے کے وقت سے چلیگا
اور اگر غائب ہوگا تو اُس تک پہونچنے کے وقت سے چلیگا اور اگر اثنا سال کے نذر کرے کہ نصاب کو
صدقے کے طور سے دیدیگا تو اُسوقت سے سال کا حساب اُس مال مین سے منقطع ہو جائیگا
اِسلیے کہ وہ مال صدقے کے لیے متعین ہو چکا ہے اور مالک کی ملک سے باہر ہو گیا ہے اور سب
جنسون کی زکوٰۃ کے واجب ہونےمین نصاب پر تصرف کی قدرت بھی شرط ہے اِسلیے کہ اگر کوئی نصاب کا
مالک ہے اور وہ مال اُسکے تصرف مین نہین ہے تو اُسپر زکوٰۃ نہین ہے اور واجب کی ادا کا

امکان ضمان یعنی ذمہ داری بھی معتبر ہے زکوٰۃ کے واجب ہونے مین یہ امکان معتبر نہین یعنی
اگر نصاب کا کوئی شخص مالک ہو اور زکوٰۃ کے وجوب کی شرطین بھی پائی جاتی ہون تو زکوٰۃ اسپر
واجب ہے اُس صورت مین کہ اگر ادا کا امکان بھی یعنی مستحق پایا جاتا ہے اور کوئی مانع بھی نہین ہے
پھر اگر مالک ادا مین کوتاہی کرے اور کسی حادثے سے تلف ہو جائے تو اُس زکوٰۃ کا تاوان
مالک کے ذمے ہے اسلیے کہ اُسنے ادا کے ممکن ہونے پر کوتاہی کی ہے اور اگر زکوٰۃ کی ادا
ممکن نہین پھر اگر وہ مال تلف ہو جائیگا تو مالک کو اُسکا تاوان دینا نہ پڑیگا اور غصبی مال مین
اور غائب کے مال مین کہ اُسکے وکیل یا ولی کے قبضے مین ہے زکوٰۃ واجب نہین ہے اور
گرو کے مال مین بھی زکوٰۃ واجب نہین اسلیے کہ وہ مرتہن یعنی گرو لینے والے کے قبضے مین ہے
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ گرو مال مین زکوٰۃ کا سقوط مشروط ہے اِس سے کہ راہن یعنی
گرو رکھنے والے کو اُسکے چھڑانے کی قدرت نہو لیکن رواہ ہے کہ قرض کی ایک میعاد مقرر ہو یا
محتاج ہو۔ اور وقفی مال مین اور گم ہوئے جانورون مین اور کھوئی گئی چیزون مین بھی زکوٰۃ
واجب نہین بس اگر گم ہوئے مال پر برسون گزر جائین پھر ہاتھ آئے اور نصاب رکھتا ہو تو
سنت ہے کہ ایکسال کی زکوٰۃ اُسکی دیدین اسی طرح اُس مال مین کہ جسے قرض دیا ہے مالک
کے پاس پھر آنے تک زکوٰۃ واجب نہین ہے اور نہ قرض مین کہ جو کسی کے ذمے ہے زکوٰۃ
ہے جب تک مالک کے قبضے مین نہ آئے ہان اگر وصول اور حصول مین دیر مالک کی طرف سے
ہے تو بعضون نے کہا ہے کہ زکوٰۃ مالک پر واجب ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اُسپر واجب
نہین اور پہلا قول اوطہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ کسی کے
ذمے کے قرض مال مین زکوٰۃ واجب نہین مگر جبکہ دینے والا اُس دین کو اُسکے لیے معین کر دے
اور نہین قرضخواہ کے تصرف کی روک ٹوک نہ ہے اِس صورت مین خواہ وہ قرضخواہ تصرف
کرے خواہ نکرے زکوٰۃ اُسکے ذمے قرار پا جائے گی اور کافر پر بھی زکوٰۃ واجب ہے مگر پہلے
ایمان لائے وے تو صحیح نہین اور اگر زکوٰۃ کے واجب ہونے کے بعد کافر کا مال تلف ہو جائے
تو زکوٰۃ کے تاوان دینے کا ذمہ دار نہین ہے گو مال کی نگہبانی مین بھی اہمال کیا ہو اور مسلمان
جبکہ زکوٰۃ نکالنے پہ قدرت نہو اور وہ مال تلف ہو جائے تو ضامن اور ذمہ دار نہین اور اگر

زکوٰۃ نکالنے پر قدرت ہو یا مال کی نگہبانی مین بے پروائی کی ہو اور اُسکے رکھنے کے مناسب
مقام مین نرکھا ہو اور اِس سبب سے وہ مال تلف اور ضایع ہوگیا ہو تو خواہ زکوٰۃ نکالنے پر
قدرت رکھتا تھا خواہ نرکھتا تھا مستحق کو زکوٰۃ کے تاوان دینے کا ذمہ دار ہے اور دیوانہ اور
نابالغ لڑکا غلّون مین اور مویشی مین بعض فقہا کے مذہب پر زکوٰۃ واجب ہونے پر بھی ولی کی
تفریط سے مال کے ضایع جانے سے زکوٰۃ کے تاوان دینے کا ضامن نہین فائدہ غصبی مال
مین زکوٰۃ نہ تو غاصب پر ہے اِسلیے کہ وہ اُسکی مِلک مین نہین اور نہ مالک پر ہے اِسلیے کہ اُسے
تصرف کی قدرت نہین اور یہی زکوٰۃ کے وجوب کی شرط ہے اور اگر ظالم بادشاہ تبرع کی طرح سے
کسیکو کچھ دین اور معلوم نہو کہ یہ غصب سے لیا ہے تو اُسے قبول کر لینا جائز ہے اور اگر نصاب
کی حد پر وہ عطیہ پہونچے اور زکوٰۃ کے وجوب کی شرطین بھی پائی جائین تو اُسکی زکوٰۃ واجب
ہے اور جو کہ ظالم حاکم بادشاہی اور خراج کے طور سے ملکون سے اور لوگون سے لیتا ہے اور
اُسے بھی وہ دے تو قبول کر لینا جائز ہے اور اگر جابر حاکم خراج کی تحصیل کسی کے سپرد کرے تو
اُسے تحصیل کرنا جائز نہین اِسلیے کہ اُسکا لینا امام کا کام ہے حق امام کا غاصب ہو جائیگا لیکن جو لے لیا
وہ اُسکا مال ہوگیا کہ جابر نے اُسے عطا کیا ہے اِس شرط سے کہ وہ مقررہ خراج سے زیادہ نہ لیوے اور جو کچھ
کہ جابر ظلم مین مشارکت کے عنوان سے دے جیسے ظالم بادشاہ اپنے نوکرون کو خواہ خزانوں سے خواہ
محالون سے دیتے ہین وہ لینا اُن نوکرون پر حرام ہے اور اُسمین زکوٰۃ بھی نہین اور حرام مال کو واجب ہے کہ مالک کو
پھیر دیوے اور اگر اُسمین سے کسیکو تبرع کیطور سے کچھ دین یا کسی مشروع جائز کے معاوضے مین تو وہ اُس شخص کو مباح ہے
اور بعضی صورتون مین حکومت اور ولایت جابر حاکم اور ظالم بادشاہونکی طرف سے لینا مباح ہے اُسکی تفصیل کتاب
کی فصل مکاسب مین مذکور ہوگی اور اُس صورت مین جو کچھ مال خراج سے اُس ولایت اور حکومت کی
وجہ مصارف مین سے اُسکا لینا بھی امام علیہ السلام کی غیبت مین جائز ہے اور جو کچھ کہ حربی کافرون
سے اور خاندان نبوت کے دشمنون سے لیا جائے اُسمین خمس یعنی پانچوان حصہ بنی ہاشم کے محتاجون کو
دینے کے بعد وہ لینے والے کا مال ہے اور نصاب کے پہونچنے پر زکوٰۃ بھی اُسمین واجب نہ ہوگی
بنا بر اُس قول کے کہ فقہا نے کہا ہے اور اُسی پر روایتین بھی دلالت کرتی ہین اور کفار ہند کہ
سب کے سب بتون کے پوجنے والے ہین حربی ہین شرع مین اُنپر جزیہ مقرر نہین بلکہ امام علیہ السلام

انسے لڑینگے یا یہ مسلمان ہوگئے یا بھاگ جائینگے مگر جنھین انہین سے امان دین تو وہ معاہد ٹھہرینگے اور اہل ذمہ یعنی یہود اور نصاری اور مجوس ہین جیسا کہ کتاب الجہاد مین تفصیل سے مذکور ہے اور جو کچھ غیبت امام علیہ السلام مین کفار حربی مین سے لونڈی اور غلام غلبہ سے یا سرقے سے یا رضامندی سے ہاتھ آئین وہ معمول لین تو شیعون کے لیے مباح ہین اور شرعی مملوک ہو جائینگے اور اُنکے مال کا لینا اس شرط سے کہ متضمن کسی مفسدے پر نہو اور معاہد نہون تو جائز ہے اور معاہد یعنی عہد والے لوگون کے جان و مال سے تعرض کرنا جائز نہین دوسری نظر اُن چیزون کے بیان مین کہ جن مین زکوۃ واجب ہوتی ہے اور مستحب ہوتی ہے تین قسم کے چوپاؤن مین زکوۃ واجب ہوتی ہے ایک اونٹ دوسری گائے تیسری بھیڑ اور بھینس گائے مین اور بھیڑین بکری داخل ہے اور سونے چاندی مین زکوۃ واجب ہوتی ہے اور چار قسم کے غلہ مین زکوۃ واجب ہوتی ہے کہ وہ گیہون اور جو اور چھوارے اور انگور ہین اور انکے سوا اور چیزون مین زکوۃ واجب نہین ہوتی اور مستحب ہے زکوۃ زمین کی کل پیدا اوریون مین سوا ترکاریون کے کہ جیسے کھیرہ خربزہ تربزہ بیگن ساگ پات قتہ وغیرہ ہے اور مال تجارت مین دو قول ہین بعضے فقہانے کہا ہے کہ مال تجارت مین بھی زکوۃ واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مستحب ہے اور دوسرا قول صحیح ہے اور گھوڑیون مین زکوۃ مستحب ہے اور ان چیزونکے سوا مین زکوۃ ساقط ہے مگر اُنمین کہ جنھین عنقریب ہم بیان کرینگے اور خچرون مین اور گدھون اور لونڈی غلامون مین زکوۃ نہین ہے اگر جانور مختلف جنسون کے دو بچے دین کہ ایک مین زکوۃ ہو اور دوسرے مین زکوۃ نہو تو اس صورت مین دیکھنا چاہیے کہ اُس جانور کا عرف مین کون سے نام سے اطلاق ہوتا ہے بس جس نام سے کہ تعبیر ہو اُسی کے حکم مین ہوگا قول چوپایون کی زکوۃ مین ہے اور اُنکی زکوۃ کی شرطون کے بیان مین اور فرض زکوۃ کی مقدار مین اور لواحق مین ہے اور شرطین چار ہین پہلی شرط اعتبار حد نصاب اگر نصاب سے کم ہونگے تو زکوۃ نہو گی اور اونٹ مین بارہ نصاب ہین پانچ نصاب ہین پانچ سے ہین کہ ہر ایک پانچ پانچ ہے یہانتک کہ پچیس ۲۵ کے عدد تک پہونچین چھٹی نصاب چھبیس ۲۶ کہ وہ سب ملکر ایک نصاب ہے ساتوین نصاب چھتیس ۳۶ آٹھوین نصاب چھیالیس ۴۶ اور نوین نصاب اکسٹھ ۶۱ اور دسوین نصاب چھہتر ۷۶ اور گیارھوین نصاب اکانوے اور بارھوین نصاب ایکسو ایکیس اور جب اس گنتی پر اونٹ پہونچین تو یا چالیس چالیس

حساب کرے اور تین چالیسون کی زکوٰۃ دے یا پچاس پچاس حساب کرے اور دو پچاسونکی زکوٰۃ دے اور گاے مین دو نصاب ہین ایک تیس کی اور دوسری چالیس کی اور ہمیشہ یہی دو حساب گاے مین ہین اور بھیڑون مین پانچ نصاب ہین ایک چالیس کی کہ جسمین زکوٰۃ ایک بھیڑ ہے دوسری ایکسو اکیس کی جسمین دو بھیڑین ہین اور تیسری دوسے ایک کی کہ جسمین تین بھیڑین ہین چوتھی تین سے ایک کی ہے اور اسمین بعضے فقہا نے کہا ہے کہ فیصدی ایک ہے اور بعضون نے کہا کہ اسمین چار ہین یہانتک کہ چار سے تک پہونچین بس ہر صدی پیچھے ایک لیجائیگی بعد اسکے یہی حکم ہے جس عدد تک کہ پہونچین اور یہی قول بہت مشہور ہے اور اس اختلاف کا فائدہ وجوب مین اور ضمان مین ظاہر ہوتا ہے یعنی اگر کہین کہ دوسے ایک مین تین بھیڑین ہین اور تین سو ایک مین بھی وہی قول بعض پر تین بھیڑین ہین اور اسی طرح جبکہ تین سے ایک مین بعض کے قول پر چار بھیڑین ہین اور چار سے مین بھی وہی چار ہین بس یہ اختلاف کس لیے ہے یا یون کہین کہ جب دوسے ایک مین اور تین سے ایک مین دو قولون مین کے ایک پر برابر زکوٰۃ ہے بس زائد مین کیا فائدہ ہے جواب مین ہم کہین گے کہ اسکا فائدہ وجوب مین اور ضمان مین اسطور سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجوب کا محل ہر قول مین جدا ہے اور یہ ظاہر ہے اسلیے کہ مشہور قول پر جسوقت چار سے پر پہونچین تو چار کے وجوب کا محل مجموع چار سو کا عدد ہے اور اگر ایک اُنہین سے کم ہوجائے تو چار کے وجوب کا موضع تین سے ایک ہے اور اُس سے زیادہ چار سے تک عفو ہے اور ضمان بھی اسی پر متفرع ہے بس جبکہ سال کے بعد اور زکوٰۃ کے وجوب کے تعلق کے بعد ایک عدد بھیڑ چار سے میں سے مالک کی تفریط کے تلف ہوجائے تو فریضہ سے بھی ساقط ہوجائیگی اُسی حساب سے ایک حصہ بھیڑ کے سو حصون سے اور جبکہ اُسپر سال گزرے کہ چار سے سے ایک کم ہو تو اس صورت مین چار عدد کے وجوب کا محل تین سے ایک ہے اور ایک کے کم ہونے سے چار سے سے کچھ کم نہین ہوتا ہے اسلیے کہ محل وجوب سے زکوٰۃ مین کمی نہ پڑی اور اسی قیاس پر بھیڑون کے فریضے مین بھی ہے اور مذکورہ جنسون کی نصابون مین کی ہر نصاب مین مفروضہ زکوٰۃ واجب ہے اور جو کچھ کہ دو نصابون کے بیچ مین ہوتا ہے اُسمین کچھ واجب نہین اور فقیہون کی عادت یون جاری ہوئی ہے کہ جو دونون مین سے

زکوۃ مین عفو ہوتا ہے اُسے شنق کہتے ہین اور گائے مین وقص اور بھیڑون مین عفو ہوتے ہین
اور ان تینون کے معنی ایک ہی طرح کے ہین بس نوّ اونٹون مین نصاب اور شنق دونون ہین
پانچ نصاب ہین اور چار شنق ہین اس معنون سے کہ اگر چار تلف ہو جائین تو فریضے سے کچھ بھی
کم نہ ہوگا اسیطرح انتالیس ۳۹ گائین نصاب اور وقص ہین تیس مین فریضہ ہے اور زیادہ وقص ہین
یہانتک کہ چالیس ۴۰ پر پہونچین اور اسیطرح ایک سئے بیس بھیڑون مین چالیس نصاب ہین
اور فریضہ اُسی مین ہے اور زیادہ عفو ہین یہانتک کہ ایک سے اکیس ۱۲۱ پر پہونچین اور اسیطرح
اور جو کچھ دو نصابونکے درمیان ہے اور ایک کا مال دوسرے کے مال مین ملا کر جوڑا جائے گا
کو خلطہ یعنے مل جانے کی شرطین پائی جاتی ہون اور ایک مکان مین بھی ہون بلکہ
مذہب یہی ہے کہ ہر ایک اُن دونون مالون مین سے علیحدہ علیحدہ نصاب کی حد کو
پہونچے اور اگر ایک مالک کی مقدار نصاب کی متفرق ہو تو بھی زکوۃ واجب ہے گو دو مکانون مین ہی ہو
دوسری شرط سوم ہے یعنی وہ چوپائے جنگل مین چرا کرتے ہون اور معلوفہ مین یعنی جنھین گھاس وغیرہ
دیتے ہون زکوۃ واجب نہین اور نہ بچون مین مگر اُسوقت مین کہ ماؤن سے غنی ہو جائین اور
چرنے لگین اور چاہیے کہ پورا سال چرتے رہین اگر سال مین بعضے دنون مین گھاس دیوین گو
ایک ہی دن دی ہو تو سال نئے سرے سے چرائی کی ابتدا سے شروع ہوگا اور اگر کوئی لحظہ گھاس دین
تو یہ دینا عادت سے معتبر نہین اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ سوم اور علف مین یعنی جنگل کے چرانے مین
اور خود گھاس وغیرہ دینے مین امر اغلب یعنی اکثر سے معتبر ہے اور پہلا مذہب اشبہ ہے اور اگر چوپائے مالک
کے مال سے گھاس شمار کے قابل زمانے تک کھائین تو سال کا حساب باطل ہو جائیگا اسلیے کہ
اسی سے سائمہ یعنی جنگل مین چرنے والون کے نام سے نکل جائین گے اور یہی حکم ہے کہ جب کوئی
مانع چرنے سے پیش آئے جیسے برف ہے اور مالک انھین گھر مین گھاس دے یا غیر مالک دے
خواہ مالک کے اذن سے خواہ بے اذن جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سوم چوپایونکو جنگل مین
چھوڑ دینے سے عبارت ہے کہ خود جنگل مین چرتے پھرین اور علف یہ ہے کہ انھین مالک اپنی ملک
سے کھلائے اور اگر رمنہ مول لیکر اُسمین چوپایون کو چھوڑ دے اور وہ اُسمین چرتے پھرین تب بھی معلوفہ
رہین گے اور اگر مزروعہ زمین اُنکے چرنے کے لیے اجارہ کے یا ظالم حاکم کو مباح غیر مملوک مین

چرانے کے لیے کچھ دے تو بھی سائمہ رہین گے اور اصح یہی ہے کہ سوم اور علف مین عرف اور عادت معتبر ہے اور ایکدن کے کھلانے سے سال بھر مین بلکہ ایک مہینے کھلانے سے بھی سائمہ سے نہین نکلتے ہین ایسا ہی محشی علیہ الرحمہ نے کہا ہے تیسری شرط حول یعنی سال کا گزرنا ہے اور یہی چوپایون اور چاندی اور سونے مین اور اُن چیزون مین کہ جنہین زکوٰۃ واجب ہی جو نصاب کی حد کو پہونچی ہون معتبر ہے اور مال تجارت اور گھوڑیون وغیرہ مین کہ جنہین زکوۃ مستحب ہے اُسکی حد یہ ہے کہ گیارہ مہینے گزر کر بارھوین مہینے کا چاند دیکھا جائے بس بارھوان ہلال دیکھتے ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے گو سال کے دن پورے نہوئے ہون تنبیہ اُردو مترجم کہتا ہے کہ بارھوان ہلال دیکھتے ہی زکوۃ واجب ہوتی ہے یہان واجب کا لفظ کہنا ناقص ہے اِسلیے کہ پہلے مترجم جامع الرضوی اور صاحب شرائع دونون دوسری نظر مین کہہ آئے ہین کہ مال تجارت مین دو قول ہین ایک وجوب کا ہے اور دوسرا استحباب کا اصح ہے اور گھوڑیون مین مستحب ہے اور یہان بھی حول کے بیان مین جنہین واجب ہے اُنہین پہلے بیان کیا ہے اور جنہین مستحب ہی اُنہین بعد بیان کیا ہے اور واجب مین پورے سال کا گزرنا معتبر جانا ہے اور جنہین مستحب ہے اُنہین بارھوین چاند کے دکھائی دینے کا اعتبار کیا ہے پھر واجب کہنا صاف دونون صاحبون سے نہایت بعید ہے اور اگر یون تاویل کرین کہ یہ واجب کا اطلاق اُسی واجب کے قول پر ہے تو اسمین بھی تین قباحتین ہین ایک یہ کہ وہان اصح استحباب کہہ آئے پھر اصح کے خلاف واجب کہنا صحیح نہین اور دوسری یہ ہے کہ یہان مال تجارت اور گھوڑیون کا ساتھ بیان ہے اور گھوڑیون مین استحباب کے قول کے سوا دوسرا قول وجوب وغیرہ کا ذکر نہین کیا ہے پھر یہ تاویل ٹھیک نہ رہیگی کیونکہ دونون کے حکم کو شامل نہ رہیگی اور نقض غرض مقصود لازم آئے گی اور تَاوِیْلُ الْقَوْلِ بِمَا لَا یَرْضٰی قَائِلُہٗ یعنی کسی قول کی تاویل اُس چیز سے کرنا ہو کہ جس سے اُسکا قائل راضی نہو صادق آئیگا اور اگر یہ کہا جائے کہ وجوب کا لفظ فقط مال تجارت سے متعلق ہے تو اسپر ایک یہ لازم آتا ہے کہ غیر اصح کو اصح چھوڑ کر اختیار کرنا ترجیح بلا مرجح ہے اور ترجیح بلا مرجح باطل اور محال ہے دوسرے یہ گھوڑیون کا حکم پھر علیحدہ بیان کرنا تھا پھر چھوڑ دینا تاخیر بیان سے حاجت کے وقت لازم آتی ہے اور کتاب ناتمام رہی جاتی ہے تیسرے اِسپر کوئی قرینہ بھی نہین ہے تیسری قباحت قسم ششم قسم ششم اور قسم ششم

قسم شے ہوا جاتا ہے بیان یہ ہے کہ یہان مصنف نے جن چیزون مین واجب ہے انھین اُن چیزون کا کہ جن مین زکوٰۃ مستحب ہے قسیم یعنی مقابل ٹھہرایا ہے جب اِن مستحب والی چیزون مین بھی زکوٰۃ واجب ہوئی تو یہ بھی پہلی قسم مین داخل ہوگئین تو قسیم شے یعنی مقابل شے قسم شے ہوگیا اور جب اِن مین زکوٰۃ واجب ہے تو یہ حقیقت مین اُسی کی قسم سے ہین پھر مقابلے مین لانا تو قسم شے کو قسیم شے بنانا ہے اور یہ دونون محال ہین خلاصہ یہ ہے کہ شرائع مین تجب کی جگہ پر مستحب ہونا ظاہرا فہم کے قریب ہے اور عجب نہین کہ اُسے کاتبون نے غلطی بشریت سے تجب لکھ دیا ہو اور جامع الرضوی کے مترجم نے تجب پڑھکر واجب ہشود یعنی واجب ہوتی ہے ترجمہ کر دیا ہو اور آگے پیچھے کا خیال اور معنون کا لانا فسانیت کے سبب سے رہگیا ہو اور اِس اُردو ترجمہ مین بارھوان ہلال دیکھتے ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اِس عبارت کی جگہ پر یہ عبارت ہونا صحیح ہے بارھوان ہلال دیکھتے ہی زکوٰۃ دینا مستحب ہوتا ہے اور مترجم صاحب جامع الرضوی نے طرفہ یہ امر کیا ہے کہ پہلی قسم مین جہان جو کی مقدار مین بارہ مہینے کا گزرنا اُن چیزون مین سے کہ جنمین زکوٰۃ واجب ہے صاحب شرائع نے بیان کیا ہے اور آپ نے وجوب کو چھوڑ کر گول گول کر دیا ہے گر تعجب ہے جیسا یہان گول کیا تھا جہان اعتراض اور استحباب کی جگہ وجوب تھا وہان کیون نہ گول گول کیا اگر وہان گول کرتے تو کچھ عیب چھپ جاتا اور آپ کی مطالب فہمی اور عیب پوشی ظاہر ہوتی اور اِس عاصی نے یہ اظہار محض تحقیق حق کے لیے کیا ہے اور اِس غلطی سے بچنے مین اور بچانے مین حصول ثواب کی امید قوی ہے واللہ اعلم۔ اگر کوئی شرط زکوٰۃ کی شرطون مین سے سال کے اندر مختل ہو جائیگی تو حول یعنی سال بھی باطل ہو جائیگا جیسے سال کے اندر کسی چیز مین نصاب سے کم ہو جائے اور پھر پورا کرے یا سال کے اندر ایک جنس کو دوسری جنس سے بدلے جیسے گائے کو گاے سے اور بھیڑ کو بھیڑ سے یا گائے کو بھیڑ سے یا بھیڑ کو بکری سے تو صحیح قول پر حول یعنی سال باطل ہو جائیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر یہ کام زکوٰۃ کے ساقط کرنے کے لیے کریگا تو زکوٰۃ ساقط نہو گی اور اگر اور کسی غرض کے لیے کیا ہے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی اور بعضے کہتے ہین کہ مطلق ساقط ہو جائے گی اور یہی اظہر ہے اور بچے ماؤن کے ساتھ نہ گنے جائیں گے بلکہ ہر ایک کا حساب سال الگ ہوگا اور اگر سال گزر جائے

اور نصاب سے کچھ تلف اور ضایع ہو جائے بس اگر مالک نے تفریط کی ہوگی تو پوری زکوٰۃ دیگا
اور اگر تفریط نہ کی ہوئی تو فریضے سے رسدی حصہ اُسکا کم ہو جائیگا اور اگر سال گزرنے سے پہلے
کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اُسکے مال پر زکوٰۃ واجب نہین بلکہ اُس مال کا تعلق وارثون سے
ہو جائیگا اور وقت تعلق سے سال کا حساب کرین گے اور اگر سال کے گزرنے کے بعد مرتد
ہو جائے تو اُس مال پر زکوٰۃ واجب ہے اور وارثون کو چاہیے ہے کہ زکوٰۃ ادا کرین اور اگر
فطری نہو بلکہ اُسکے مان باپ دونون کافر ہون اور وہ اسلام مین آگیا ہو اور مرتد ہو جائے
کہ اُسے مرتد ملّی کہتے ہین تو اُسکے ارتداد سے نصاب منقطع نہو گی اور اُسکے مال پر زکوٰۃ سال
کے تمام ہونے کے وقت جب تک کہ مرتد اور اُسکا مال باقی رہیگا واجب رہیگی چوتھی شرط
یہ ہے کہ چوپائے بار برداری کے نہون اسلیے کہ بارکش مین زکوٰۃ نہین ہے کہ جنگل مین چرتے
رہین اور فریضے کا بیان کئی مقصد پر موقوف ہے پہلا مقصد مفروضہ زکوٰۃ اونٹ مین
ایک بھیڑ ہے ہر پانچ پیچھے پچیس ۲۵ اونٹون تک اور جب ایک اونٹ بڑھ جائے اور چھبیس ۲۶ اونٹ
ہو جائین تو اُنمین ایک بنت مخاض واجب ہے پھر اگر دس ۱۰ بڑھین اور چھتیس ۳۶ ہو جائین
تو اُنمین بنت لبون واجب ہے پھر اگر دس زیادہ ہون یعنی چھیالیس ۴۶ ہو جائین تو اُنمین
زکوٰۃ ایک حقہ واجب ہے پھر جب اُسپر پندرہ ۱۵ سوا ہون اور مجموع اکسٹھ ۶۱ ہو جائین تو زکوٰۃ مین ایک جذعہ دینا
واجب ہے اور جب اُسپر پندرہ اور بڑھین تو دو حصے زکوٰۃ مین واجب ہین اور جس وقت ایکسو اکیس ۱۲۱ پر
پہونچین تو اگلی ایک نصاب ساقط ہو جائیگی اور ہر پچاس ۵۰ مین ایک حقہ اور ہر چالیس ۴۰ مین ایک بنت
لبون زکوٰۃ مین دینا واجب ہے یعنی چاہے پچاس پچاس حساب کرے اور ہر پچاس پر جو زکوٰۃ مقرر
ہے وہ دے اور چاہے چالیس چالیس ۴۰ حساب کرے اور ہر چالیس پر جو زکوٰۃ مقرر ہے وہ دے
اور اگر کسی عدد مین ان دو نصابون مین سے ہر ایک کا فرض ممکن ہو تو مالک مختار ہے کہ جسے چاہے
نکالے اور تیس ۳۰ گائے مین ایک تبیع یا تبیعہ ہے اور چالیس مین مسنہ ہے دوسرا مقصد بدلون مین جسپر
بنت مخاض واجب ہو اور وہ اُسکے پاس نہو کر دے تو کافی ہے اُسے ابن لبون نذکر دے اگر وہ بھی
اُسکے پاس نہو تو مختار ہے کہ اِن دونون مین سے جسے چاہے اُسے واجب ادا کرنے کے لیے مول لیلے
اور جسپر کہ سن دار اونٹ واجب ہو اور اُسکے پاس اُس سن کا نہو اور اُس سے ایک درجہ سن مین

اعلیٰ اُسکے پاس ہو تو وہی مستحق کو دیدے اور اُس سے دو بھیڑین یا بیس درہم لے لے اور اگر اسکے
پاس ایک درجہ سن مین پست ہو تو وہی اُسے دیدے اور دو بھیڑین یا بیس درہم اور اُسے دے
اور بھیڑین دینے مین یا درم دینے مین مالک کو اختیار ہے نہ عامل زکوٰۃ کو کہ وہ امام علیہ السلام کی
طرف سے زکوٰۃ جمع کرتا ہے خواہ قیمت بھیڑون کی بازار مین درہمون کے برابر ہو خواہ زیادہ خواہ کم ہو
اور اگر سن کا تفاوت ایک درجہ سے زیادہ ہو تو تقدیر شرعی دونی نہوگی اور بنابر اظہر کے بازار کی
قیمت کی طرف رجوع کیجائیگی اور یہی حکم ہے جذع سے زیادہ سنون کے اونٹون مین جیسے ثنی او
بازل ہین کہ تفاوت بازار کی قیمت کے موافق محسوب ہوگا اور اونٹون کے سوا گائے کے سن
مین تفاوت بازار کی قیمت کے موافق معتبر ہے تیسرا مقصد مذکورہ جانورون کے سنون مین
بنت مخاض وہ اونٹنی ہے کہ ایکسال پورا کرکے دوسرے سال مین داخل ہوئی ہو یعنی پیٹ
والی کی بچی اس لیے کہ جب بچہ ایک برس کا ہو کر دوسرے برس مین پانون مین رکھتا ہے تب
مان گابھن ہوتی ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے کہ دو برس بھر کر تیسرے برس مین پانون
رکھے یعنی اُسکی مان جن کر دودھ دیتی ہوگی اور حقہ بچے کے زیرسے وہ اونٹنی ہے کہ تین برس بھر کر
چوتھی مین داخل ہوئی ہو یعنی گابھن ہونے کے قابل ہے اور جذعہ وہ اونٹنی ہے کہ چار برس
بھر کر پانچوین مین پانون ڈالا ہو اور یہ زکوٰۃ مین دیے جانے والے اونٹون مین اعلیٰ سن کی ہے
اور تبیع وہ گائے ہے جو پوری ایکسال کی ہو اور تبیع سے نامزد ہونے کی یا وجہ ہے کہ اُسکے سینگ
کانون کے تابع ہوتے ہین اور یا یہ وجہ ہے کہ اپنی مان کے پیچھے چرنے مین رہتی ہے اور مسنہ وہ
گائے ہے کہ دو سال بھر کر تیسرے مین داخل ہوئی ہو اور جائز ہے کہ غیر جنس مفروض سے زکوٰۃ
بازار کی قیمت کے موافق نکالین اور اگر عین مال سے نکالین تو بہتر ہے اور یہی حکم اور باقی بھیڑون
کی جنس مین ہے کہ جو بھیڑ کہ وجہ زکوٰۃ مین لیجائی ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ کم سے کم جذع بچے کی قسم سے ہوگی اور
جذع وہ بھیڑ ہے کہ سات مہینے پورے کرکے آٹھوین مین داخل ہوئی ہو اور ثنی وہ بکری ہے جو دوسرے
سال مین داخل ہوئی ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ جسے بھیڑ بکری کہتے ہون اور مذہب اول اظہر ہے
اور زکوٰۃ مین نہ تو بیمار لین گے نہ بڈھی اور عیب دار اور بے عیب بکریون کے بدلے مین عامل
یعنی زکوٰۃ جمع کرنے والے کو اختیار نہین کہ جسے چاہے لیلے بلکہ مالک مختار ہے کہ جسے چاہے نکالے

اس شرط سے کہ واجب کو ادا کرے پس اگر عامل مین اور مالک مین تنازع پیش آئے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ قرعہ سے انفصال کرین جیسے بکریون مین تنازع پڑے تو انھین دو حصے کرکے قرعہ ڈالین کہ اس حصے سے لین یا اُس حصے سے بس جس سے لینے کو قرعہ نکلے اگر فریضے کے موافق ہے تو وہی دیدے اور اگر زیادہ ہو تو پھر دو حصے کرکے قرعہ ڈالین یہانتک کہ واجب بھر کی مقدار رہجائے اور اُسے دیدے لیکن صحیح یہی ہے کہ مالک مختار ہے لیکن لواحق وہ تعیہ ہین کہ زکوٰۃ عین مال مین واجب ہے کہ اُسی مال سے نکالی جائے نہ یہ کہ مالک کے ذمے پر ہے بس اگر مالک مستحق تک پہونچانے پر قادر ہو اور نہ نکالے تو اُسنے تفریط کی اور اگر مال تلف ہو جائیگا تو اُسکا تاوان اُسکے ذمے ہے اور یہی حکم تاوان دینے کا ہے اگر قادر ہو وجہ زکوٰۃ کو عامل زکوٰۃ تک یا امامؑ کے پاس پہونچانے پر اور نہ پہونچائے تو تاوان کا ذمہ دار ہے اور اگر جورو کے مہر مین قدر نصاب رکھنے والی چیز دیدے اور اُس مال کو اُس عورت کے قبضے مین ایکسال گزر جائے اور اس عورت کو ہم بستر ہونے کے پہلے اور سال گزرنے کے بعد طلاق دیدے اس صورت مین آدھا مہر شوہر کا مال ہے کہ وہ پورا اُسے دینا چاہیے اور عورت پر فقیرون کا حق ہے اسلیے کہ پورے سال مین مالک عورت رہی ار. اگر اُس عورت کی تفریط سے نصف مال مہر کا تلف ہوجائے سال گزرنے کے بعد تو عامل زکوٰۃ کو پہونچتا ہے کہ حق زکوٰۃ موجود آدھے سے لیلے اور شوہر اُس عورت سے جتنا آدھے سے کم ہو بھر لے اسلیے کہ وہ عورت شوہر کے حصے کی ضامن ہے اور اگر کسیکے پاس نصاب بھر کا کوئی مال ہو اور اُسپر کئی سال گزر جائین اور زکوٰۃ ہر سال دوسرے مال کی دیا کیا ہے تو اُسپر زکوٰۃ مکرر ہو جائیگی اور اگر دوسرے مال سے زکوٰۃ نہین نکالی ہے تو اُسپر ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ پہلے سال مین قدر فریضہ عین مال سے نکالنا چاہیے اور وہ مستحق کا حق ہے تو باقی سالون مین مالک بے نصاب کا مالک رہا ہے اور انمین زکوٰۃ نہین کیونکہ جب نصاب والے مال سے حق مستحق کا نکل گیا تو مال بے نصاب رہ گیا اور انمین زکوٰۃ نہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ زکوٰۃ کے مکرر ہونیکا سبب یہ ہے کہ جس وقت مین مالک نے دوسرے مال سے زکوٰۃ نکالی تو ہر سال مین وہ نصاب کا مالک رہا کیا اس سبب سے اُسپر زکوٰۃ مکرر ہوگی کیونکہ نصاب بھر کے مال کا مالک رہا اور مال سے زکوٰۃ کے ہر سال نہ نکالنے مین زکوٰۃ

ایک ہی سال کی رہی مگر مستحق کا حق بوجہ روکے رہنے کا گناہ عائد ہوا اور اگر اُسکے پاس مال نصاب سے زیادہ ہو تو فریضہ نصاب مین ہے اور مال زائد سے زکوٰۃ محسوب ہوگی اور اسیطرح دوسرے سال اور تیسرے سال مین یہانتک کہ مال نصاب سے کم رہجائیگا اور زکوٰۃ ساقط ہوجائیگی بس کسی کے پاس چھبیس ۲۶ اونٹ ہون کہ اُسپر دو برس گزرین تو اُسپر پہلے سال کی بابت ایک بنت مخاض واجب ہوگی اور دوسرے سال کی بابت پانچ مینڈھے اسلیے کہ دوسرے سال مین پچیس ۲۵ اونٹون کا مالک ہے اور پانچ مینڈھے اُسکا فریضہ ہے تیسرے سال مین پانچ مینڈھونکے کم ہونے سے نصاب بیس ۲۰ اونٹ کی رہ گئی کہ چار مینڈھے اُسکا فریضہ ہین اور بھیڑ بکری شرع مین ایک جنس ہے اگر آدھی نصاب بھیڑین اور آدھی نصاب بکریان ہون تو سب نصاب بکریون کی ہے اسی طرح پر گائے بھینس عربی اونٹ خراسانی اونٹ ایک جنس سے ہین اور سب پر زکوٰۃ واجب ہے اور مالک مختار ہے چاہے جس جنس سے زکوٰۃ نکالے اور اگر مالک کہے کہ ابھی سال پورا نہین ہوا یا مین نے زکوٰۃ دیدی تو اُسکا قول مقبول ہوگا گواہ نہ مانگین گے اور قسم بھی نہ دینگے اور اگر دو گواہ گواہی دین کہ یہ جھوٹ کہتا ہے تو اُنکی گواہی قبول کرینگے یعنی اِس بات مین گواہون کی گواہی قبول کرین گے کہ جیسے مالک کہے کہ ابھی سال پورا نہین ہوا اور گواہ گواہی دین کہ سال پورا ہوچکا ہے یا مالک کہے کہ مین زکوٰۃ دیچکا اور گواہ گواہی دین کہ جھوٹ ہے ابھی زکوٰۃ نہین دی وہ اُسکے پاس موجود ہے اِس صورتمین گواہون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ گواہی اثبات مین ہے متعلق نفی مین نہین اِسلیے کہ صرف نفی مین گواہی قبول نہیںؔ اگر مالک کا مال متفرق ہو تو اُسے پہونچتا ہے کہ جس مال سے چاہے زکوٰۃ نکالے اور جو چیز کہ زکوٰۃ مین واجب ہے اگر وہ بیمار ہو تو اُسکا قبول کرنا عامل پر واجب نہین فریضہ کی قیمت کے موافق اور مین سے لے اور اگر سب جانور بیمار ہون تو مالک کو اِس بات کی تکلیف نہ دینگے کہ تندرست مول لیکر دے اور فریضۂ زکوٰۃ مین پندرہ ۱۵ دن سے کم کی جنی بکری نہ لیجائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ پچاس ۵۰ دن تک کی جنی بکری نہ لیجائیگی اور اسی طرح سے اُس بکری بھیڑ کو زکوٰۃ مین نہ مانگین گے کہ جسے مالک نے کھانے کے لیے موٹا کیا ہے اور نہ وہ بکرا لین گے کہ جو بکریون کے گابھن کرنے کیلیے رہتا ہے

اور مالک کو جائز ہے کہ اُس شہر کے سوا اور مقاموں کی بکریوں سے دے گو قیمت مین بھی کم ہون خواہ بھیڑ بکرا دے خواہ بھیڑ بکری اسلیے کہ نر مادہ دونون کو گوسفند کہتے ہین **قول** چاندی سونے کی زکوٰۃ مین سونے مین زکوٰۃ نہین یہانتک کہ مقدار بیس دینار سکہ کی تول مین کہ ہر ایک مثقال بھر کی ہوتی ہے پہونچے تو دس قیراط زکوٰۃ واجب ہے پھر زائد مین کچھ نہین یہانتک کہ زیادتی چار دینار پر پہونچے کہ جسکے چار مثقال ہوئے تو اُسمین دو قیراط سونا اور دینا واجب ہوگا اور اگر بیس مثقال سونے سے کم ہوگا تو زکوٰۃ اُسمین کچھ نہین اور اسیطرح پر کچھ زکوٰۃ نہین اُس زیادتی پر جو بیس سے بڑھے اور چوبیس تک نہ پہونچے اور یہ عفو یعنی معاف ہے اور جو بیس تک پہونچنے مین پہلے دس قیراط پر دو قیراط اور بڑھین گے پھر جو زیادتی چار دینار کی ہوگی اُسمین دو قیراط ہونگے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ سونے مین زکوٰۃ نہین جبتک کہ مقدار چالیس دینار پر نہ پہونچے اور جب مقدار چالیس دینار پر پہونچے تو اُسمین ایک دینا ہے اور پہلا قول اشہر ہے اور چاندی مین زکوٰۃ نہین ہے جب تک کہ مقدار دوسّے درہم تک نہ پہونچے اور جب دوسّے پر پہونچے تو اُسمین پانچ درہم ہے بعد اسکے جب زیادتی چالیس درہم پر پہونچے تو اُسمین ایک درہم اور بڑھیگا اور پہلی نصاب کے بعد چالیس سے کم کی زیادتی مین کچھ زکوٰۃ نہین جسطرح پر کہ دوسے سے کم مین کچھ زکوٰۃ نہین اور ہر درہم چھ دانق کا ہوتا ہے اور ہر دانق درمیانی جو کے آٹھ دانے بھر ہے اور دس درہم کی مقدار سات مثقال کی ہوتی ہے بس مثقال کا وزن ایک درہم اور درہم کے تین سبع یعنی تین ساتوین حصے ہین اور سونے چاندی مین زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطون مین سے یہ ہے کہ معاملے کے سکّے سے مضروب مسکوک ہون دینار درہم اشرفی روپیہ کہتے ہون خواہ وہ سکّہ رائج یعنی چلتا ہو یا نہو اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر معاملے مین سونے چاندی کے ٹکڑے چلتے ہون تو اُنمین زکوٰۃ نہین جبتک کہ مسکوک نہون اور شرط حولان حول یعنی نصاب موجود رہنے پر سال کا گزرنا ہے بس اگر سال کے اثنا مین نصاب کم ہوجائے یا ایک جنس اپنی جنس یا غیر جنس سے بدلے تو زکوٰۃ کچھ نہین اسی طرح پر ہے اگر سال کے اندر اُس مال مین تصرف سے منع کردیا جائے خواہ وہ منع رہن اور وقف کی طرح کی شرعی ہو خواہ غصب کی طرح کی قہری ہو تو اِس صورت مین بھی زکوٰۃ نہین ہے اور زیور اور آلات مین زکوٰۃ نہین خواہ اُنکا استعمال حلال ہو جیسے عورتون کے لیے کنگن اور مردون کے لیے تلوار کا ساز ہی

خواہ حرام ہو جیسے مردون کی پازیب اور عورتون کے لیے پٹکا اور چاندی سونے کے برتن کھانے پینے
کے اور کھلونے ہین اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ ان چیزون مین زکوۃ سنت ہے اور اسی طرح
تھکیون مین اور نکڑون مین چاندی سونے کے زکوۃ نہین اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر یہ کام
زکوۃ سے بچادے کے لیے کیا ہو تو انہین بھی زکوۃ واجب ہے گو سال کے گزرنے سے پہلے یہ امر
واقع ہوا ہو اور اس صورت مین زکوۃ کا استحباب اشبہ ہے اور اگر درہمون کو اور دینارون کو سال
گزرنے سے پہلے زیور یا تھکیہ بنالین تو زکوۃ اجماع سے ساقط ہو جائیگی ورا حکام زکوۃ کے کئی مسئلے
ہین پہلا مسئلہ اگر کچھ سونا چاندی جید اور نرم ہو تو زکوۃ کے وجوب مین تفاوت نکرین گے
بلکہ دونون جید اور نرم ایک ہی جنس ہین زکوۃ کا حساب دونون کو ملا کر ہو گا اگر مستحق کا حق
جانکر کھرین سے دے تو بہتر ہے اور نہین تو مالک کو پہونچتا ہے کہ ہر جنس مین سے برسدی حصہ
دے تو بہتر ہے دوسرا مسئلہ کھوٹے درہم اور روپیہ مین زکوۃ نہین یہانتک کہ میل کی مقدار
نکلکر نصاب کی حد کو نہ پہونچین اور جب خالص نصاب کی حد کو پہونچین تو کھرے کے بدلے زکوۃ
مین کھوٹے دینا جائز نہین تیسرا مسئلہ جسکے کھوٹے درہم روپیہ ہون بس اگر انہین کی چاندی کی
مقدار کھلجائے اور وہ حد نصاب کو پہونچے تو انکی زکوۃ مین کھری چاندی دینا ضرور ہے
اور اُس مجموع مین سے بھی دیسکتا ہے اور اگر مقدار معلوم نہو اور احتیاطاً سب کی زکوۃ مین کھری
دے تو جائز ہے اور اگر مالک زکوۃ ادا کرنے کو میل نہ معلوم ہونے کے حیلہ سے روکے
تو اُسے اُن درہمون اور دینارونکے صاف کرنیکی تکلیف دیجائیگی تاکہ زکوۃ واجب کی مقدار معلوم
ہو جائے چوتھا مسئلہ اگر قرضہ ار قرضے کے مال کو سال بھر بجنسہ رکھ چھوڑے تو اُسپر اُسکی
زکوۃ واجب ہوگی نہ قرض دینے والے پر اسلیے کہ اُسکی ملک سے نکل چکا ہے اور اگر قرض
لینے والا یہ شرط کرلے کہ زکوۃ اس مال کی قرض دینے والا دے تو بعضے فقہا نے کہا ہے
کہ یہ شرط لازم ہو جائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ لازم نہوگی اور یہی اشبہ ہے پانچوان مسئلہ
جو زمین مین کچھ مال دفن کرے اور گاڑنے کی جگہ بھول جائے یا کچھ مال کا وارث ہوا ہو کہ وہ
اُسکے قبض و تصرف مین نہ پہونچا ہو اور اُسپر کئی سال گزر جائین اور بعد اسکے ہاتھ آجائے تو اُسے
ایک سال کی زکوۃ دینا چاہیے چھٹا مسئلہ جب کوئی کچھ مال اپنے عیال کے خرچ کے لیے رکھے

کہ وہ خرچ مین آتا ہے تو اُسکی زکوٰۃ مالک کے غائب ہونےکی صورت مین ساقط ہوگی اور موجودگی
مین واجب ہوگی اور بعضے فقہانے کہاہے کہ دونون صورتون مین واجب ہے اور پہلا قول
مروی ہے ساتوان مسئلہ زکوٰۃ کی جنس مین کہ وہ واجب نہین ہوتی جب تک وہ جنس اپنی
قدر نصاب کو نہین پہونچ لیتی بس اگر ہر ایک جنس نصاب سے کم ہو یا بعضی جنس کم ہو تو دوسری
جنس کو ملاکر زکوٰۃ کا حساب نہ کیا جائیگا **قول** غلّون کی زکوٰۃ کے بیان مین اور غلّے کی جنس
مین اور شرط زکوٰۃ مین اور لواحق زکوٰۃ مین پہلی **نظر** غلّے کی جنس مین زمین کی ہر پیداوار
مین زکوٰۃ واجب نہین مگر چار جنسون مین کہ گیہون جو چھوارے منقّے ہین لیکن انکے سوا مین جو
اُگتی ہین سنت ہے جیسے چینہ چانول مونگ سلت علس ہے اور سلت بعضے فقہا کے
قول پر جو کی قسم سے اور علس گیہون کی قسم سے ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ زکوٰۃ کے
وجوب مین سلت جو کی طرح اور علس گیہون کی طرح ہے اور اشبہ پہلا قول ہے اس لیے کہ
عرف مین انھین جو اور گیہون نہین کہتے ہین اور شہید ثانی شیخ زین الدین علیہ الرحمۃ نے
فرمایا ہے کہ ان دونون مین بھی زکوٰۃ کا واجب ہونا صحیح ہے اسلیے کہ اہل لغت نے تصریح
کردی ہے کہ دونون بھی جو اور گیہون کی جنس سے ہین غلّے کی زکوٰۃ کی شرطین پہلی شرط
نصاب ہے اور نصاب غلّے مین پانچ وسق ہین اور ہر وسق ساٹھ صاع کا
ہے اور ہر صاع عراقی نو رطل اور مدنی چھ رطل کا اور مد ون سے چار مد کا ہے اور ہر پیمانے
نور بی بٹّون سے چھٹانک کم تین پاؤ کا ہوتا ہے اور رطل سے سوا د رطل کا ہے بس نصاب
دو ہزار سات سو رطل عراقی ہے اور انگریزی سیر جو لکھنؤ مین جاری ہے اُس سے نصاب کی
مقدار تین من تین پاؤ ہے اور جو اس سے کم ہے اُسمین زکوٰۃ نہین اور جو اس سے زیادہ ہے
اُسمین زکوٰۃ ہے گو کم ہو اور جس وجہ سے کہ زکوٰۃ تعلق رکھتی ہے وہ جنسون مین یہ ہے کہ
گیہون جو چھوارے منقّے کہ سکمن اور بعضون نے کہا ہے کہ جب چھوارے سرخ یا زرد ہون
یا کوئی انگور کی گٹھی پر بندھے اور پہلا قول اشبہ ہے اور زکوٰۃ نکالنے کا وقت غلّے مین اُسکے
صاف کرنے کے بعد ہے اور چھوارے منقّے مین توڑنے کے بعد ہے اور ان چارون غلّون
مین زکوٰۃ واجب نہین مگر جبکہ کھیتی کرنے سے ملک مین آئین اور واجب نہین ہوتی ہے

مول لینے سے اور کسی کے دے ڈالنے سے اور اس حاصل زراعت مین زکوٰۃ ایک ہی مرتبہ ہے
گو اسکے بعد برسون رہے اور بادشاہی خراج اور سارے مصارف زراعت کے وضع کرنیکے
بعد باقی مین بنا بر اظہر کے نصاب کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لواحق زکوٰۃ اور اسمین
کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جس کھیت کی آبپاشی بہتے پانی سے یا گڈھون سے یا مینہ سے ہو اسمین
زکوٰۃ عشر یعنی دسوان حصہ ہے اور جس زراعت مین رہٹ سے آدمی اور اونٹ وغیرہ پنچائی
کرین اسمین نصف عشر یعنی بیسوان حصہ زکوٰۃ ہے اور جسمین دونون امرون سے سینچائی ہوا اُسمین
دیکھین گے کہ ان دونون مین سے کونسا طریق اغلب اکثری ہے تو اُسی کے حکم کے موافق زکوٰۃ
ہوگی اور اگر برابر ہونگے تو حاصل کو نصف کرینگے ایک مین سے دسوان حصہ اور دوسرے سے بیسوان
حصہ لینگے دوسرا مسئلہ جس کسی پاس چھوارے کے درخت اور کھیت کئی شہرون مین ہون کہ ایک
دوسرے سے دور ہو اور بعضے پہلے پھلتے ہون اور بعضے اُسکے بعد تو سارے حاصل کو حساب مین
جوڑینگے اور اُنکا حکم ایک مکان کے میوے کا ہے بس جو کہ پہلے تیار ہو اور نصاب کی حد پر پہونچے
اُسمین سے زکوٰۃ لین گے اور اُسکے بعد باقی کے حاصل سے لین گے خواہ کم ہو خواہ بہت اور جو پہلے پہلے
وہ حد نصاب کو نہ پہونچے تو انتظار کرینگے نصاب کے پورے کرنیوالے کے پھلنے کا خواہ سب ایک ہی دفعہ
شگوفہ لائین یا ایک ہی دفعہ پکین خواہ دونون امر مختلف ہون تیسرا مسئلہ جس شخص کے پاس خرمے
کے دو درخت ہون کہ ایک سال مین ایک دفعہ اور دوسرا سال مین دو مرتبے پھلتا ہو تو بعضے
فقہانے کہا ہے کہ اس دوسرے درخت کے میوے کو پہلے سے نہ ملائین گے اسلیے کہ یہ دو سال
کے میوے کے حکم مین ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ حساب مین ملا لیے جائینگے اور یہی قول اصح ہے
چوتھا مسئلہ تر چھوارے سوکھون کے بدل اور تر انگور منقون کے عوض زکوٰۃ مین دینا کافی نہین
اگر انہین عامل لیگا اور سکھائیگا تو جو کم ہوگا وہ مالک سے بھر لیگا پانچوان مسئلہ جبکہ مالک مر جائے
اور اُسکے ذمے قرضہ ہو اور اُسکے مرنے کے بعد میوے پکے اور نصاب کی حد کو پہونچے تو اس صورت مین
اگر میت کا قرضہ سارے ترکے بھر کا ہو تو وارث پر زکوٰۃ واجب نہین اسلیے کہ مال قرضخواہون کا
ہے اور اگر قرضے کی ادا کے بعد نصاب بھر باقی رہے تو اُسمین بھی زکوٰۃ نہین اسلیے کہ مُردے کے
مال کے حکم مین ہے کہ ادائے دین کے بعد وارثون سے تعلق رکھتا ہے جامع الرضوی کے مترجم

کہتے ہین کہ مرنے کے ساتھ ہی وارثون کے حق نے ترکے سے تعلق نہین کیا بلکہ ادائے دین پر موقوف ہے نہین تو زکوٰۃ وارثون پر ہوتی اسلیے کہ اُنکی مِلک مین زکوٰۃ کی حد پر پہونچا ہے۔ اور اگر مالک کی زندگی مین خرمے ہو جائین اور پھر مرجائے تو زکوٰۃ واجب ہے گو اُسکا قرض ترکے بھر کو گھیرے ہو اور اگر ترکہ قرض سے اور زکوٰۃ سے کم ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ مستحقون مین اور قرضخواہون مین رسدی تقسیم ہوگی اور بعضون نے کہا ہے کہ زکوٰۃ مقدم ہے پورا حق مستحقون کا دیدینا چاہیے اور نقصان قرضخواہون پر ڈالنا چاہیے اسلیے کہ مالک کی زندگی مین زکوٰۃ نے عین مال سے تعلق کیا ہے اور دین نے تعلق اُسکے مال سے اُسکے مرنے کے بعد کیا ہے اور یہ قول اقوی ہے۔ چھٹا مسئلہ جو کہ خرمے کے درخت کا مالک اِس سے پہلے ہو جائے کہ اُسکا میوہ ایسی حد پر پہونچے کہ جہین آفت کا ڈر ہے تو زکوٰۃ اُسی پر ہے اسلیے کہ اُسی کی مِلک مین پھلا ہے اور پکا ہے اور جو مول لے میوہ آفت کے ڈر کے بچانے سے پہلے اس طرح سے کہ وہ صحیح ہو جیسا کہ کتاب البیع مین آئیگا کہ جتنے مقامون مین ایسی بیع صحیح ہے اور اُسکے بعد زکوٰۃ کی حد پر پہونچے تو خریدار پر زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اور اگر پکنے کے بعد مول لے تو زکوٰۃ بیچنے والے پر ہے اور بہتر یہی ہے کہ خرمے مین زکوٰۃ کا مدار تر کھنے پر ہے نہ بسر یعنی کچے چھوارون پر ہے بس اگر بیچنے والے کی مِلک مین تر ہو جائے تو زکوٰۃ اُسپر ہے اور اگر خریدار کی مِلک مین ہو تو زکوٰۃ اُسپر ہے پھر اس صورت مین زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے آفت کا ڈر ہونا کافی نہین ساتوان مسئلہ جو پیداوار زمین کی ایسی ہے کہ جسمین زکوٰۃ مستحب ہے وہ چارون جنسون کے حکم مین نصاب کی مقدار مین اور کیفیت و قدر حق مستحق مین اور آبپاشی کے اعتبار مین اور شرائط مین ہے قول مال تجارت مین اور نظر مال اور شروط مین ہے پہلی نظر مال تجارت وہ ہے جو معاوضے کے عقد سے مملوک ہوتا ہے یعنی کسی چیز کے عوض مین لیتے ہین اور اُس معاوضے سے نفع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے لیکن اگر مال میراث سے یا ہبہ سے کسی کیطرف منتقل ہو تو زکوٰۃ اُسپر نہین ہے اِسی طرح پر اگر مالک اُس مال کو حفظ کے اور جمع رکھنے کے قصد سے لے تو بھی زکوٰۃ نہین ہے اور اِسی طرح پر زکوٰۃ نہین ہے کہ تجارت کے لیے خریدے پھر جمع کرنے کا اور رکھ چھوڑنے کا قصد کرے دوسرے شروط بس وہ تین شرطین ہین پہلی شرط مال تجارت کی قیمت نصاب کی حد پر ہو اور وہ مقدار سال بھر موجود بھی رہے بس سال کے اندر نصاب سے قیمت اگر کم ہو جائے گو

ایک ہی دن کو ہو تو زکوٰۃ کا استحباب جاتا رہتا ہے بس اگر اُس مال پر ایک مدت گزر جائے کہ وہ مال
اُسکی لاگت سے رہے اور دوسری مدت مین اُسکی قیمت بڑھے تو اِس صورت مین اصل مال کے سال کا حساب
مول لینے کے وقت سے اور زیادتی کے سال کی ابتدا زیادتی کے ظہور کے وقت سے ہے۔
دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مال لاگت پر یا زیادہ پر مانگا جائے اگر سال بھر مین لاگت سے کم اُسکی
خریداری ہو گو ایک ہی حبہ کا نقصان ہو تو زکوٰۃ اُسپر مستحب نہین اور ایک روایت مین وارد
ہوا ہے کہ جب مال تجارت پر کئی سال گزر جائین کہ خریدار اُسے نقصان سے مانگتے ہون تو
ایکسال کی استحباب ہے وہ ہے تیسری شرط سال کا گزرنا ضرور ہے اور نصاب بھر اول سال
سے آخر تک رہنا بس اگر کم ہو لاگت نصاب سے یا اُس مال کے رکھ چھوڑنے کا اور نہ بیچنے کا
قصد ہو تو سال کا حساب منقطع ہو جائیگا اِس معنی سے کہ اگر بعد اِسکے پونجی حد نصاب پر پہونچ جائیگی
یا رکھ چھوڑنے کا قصد بیچنے سے مبدل ہو جائیگا تو اُسوقت سے نیا حساب سال کا شروع ہوگا
اور اگر کسی کے پاس کوئی نصاب بھر کا مال ہو اور سال کے اندر اُسے وہ دوسرے مال سے
تجارت کے لیے بدل لے تو بعضون نے کہا ہے کہ اِسکے سال کا حساب اصل مال کی ابتدا سے
ہے اور اشبہ یہ ہے کہ معاوضے کے وقت سے سال کا حساب نئے سر سے کرنا چاہیے اور اصل
کے حساب کو چھوڑ دینا چاہیے اور اگر پونجی نصاب سے کم ہو اور اُسکے بعد نصاب کی حد کو پہونچے
یا اُسپر بڑھے تو اُسیوقت سے سال کا حساب ہوگا لیکن احکام مین تو کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ زکوٰۃ
مال تجارت مال کی قیمت سے تعلق رکھتی ہے عین مال سے تعلق نہین رکھتی ہے اِس معنی سے
کہ سال کے بعد اُسکا بیچنا بے مستحقے حق کے دیے اچھا ہو اور نہین تو فقیر کے مال کی بیع لازم آئیگی اور تخمین
اُسکی درہم اور دینار اور روپیہ اشرفی سے کرلین گے تا معلوم ہو جائے کہ حد نصاب کو پہونچا
ہے یا نہین تفریع جبکہ مال چاندی سونے مین ایک لقد سے نصاب کی حد کو پہونچے نہ دوسرے سے
بلکہ تو زکوٰۃ مستحب اُس سے تعلق کریگی اِسلیے کہ نصاب کا نام اُسپر اطلاق پاتا ہے دوسرا مسئلہ
جو کسی نصاب کا تجارت کیلیے اُس مال مین سے کہ جسمین زکوٰۃ واجب ہے مالک ہو جیسے چالیس
بکریان اور تیس گائین ہین اور سال بھر اُسکے پاس رہین تو اِس صورت مین مال کی واجب
زکوٰۃ دے اور سنتی زکوٰۃ مال تجارت والی ساقط ہے اور دونون زکاتین نہین ہین اور

بعضے فقہا نے کہا ہے کہ دونون زکاتین ہین ایک واجبی دوسری سُنتی اور یہ قول مال تجارت کی زکوٰۃ کے واجب جاننے پر مشکل پڑتا ہے جیسا کہ بعض فقہا نے کہا ہے اسلیئے کہ ایک مال مین دو زکاتین واجب نہین ہوتین تیسرا مسئلہ اگر چالیس چوپائے چرائی کے تجارت کو اور چالیس چرائی کے چوپایون سے سال کے اندر بدلے تو اس صورت مین مال کی واجبی زکوٰۃ اور سنتی زکوٰۃ دونون ساقط ہین اور معاوضہ کے وقت سے نئے سرے سے سال کا حساب ہوگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر سال گزریگا تو مال کی واجب زکوٰۃ ثابت ہوگی نہ تجارت کی سنتی گو سال کے اندر مبادلہ ہوا ہو اسلیئے کہ عین مال کا اختلاف زکوٰۃ کے وجوب کا مانع نہین جس صورت مین کہ پورے سال بھر مالک وہی نصاب رکھے اور پہلا قول اشبہ ہے چوتھا مسئلہ جبکہ مال مضاربت مین نفع ظاہر ہو تو پونجی کی زکوٰۃ صاحب مال پر ہے اور نفع کی زکوٰۃ مالک مین اور مضارب مین ہے اور حصہ مالک کو پونجی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ نکالین گے خواہ کم ہو خواہ زیادہ ہو اسلیئے کہ اُسی کی پونجی نصاب ہے اور مستحب نہین ہے زکوٰۃ مضارب کے حصے مین مگر جبکہ نصاب بھی ہو اس صورت مین زکوٰۃ کا نکالنا آیا سارے مال کے نقد ہونیسے پہلے ہے یا نہین بعضون نے کہا ہے نہین اسلیئے کہ یہ نفع پونجی کا نگہبان ہے شاید نقد ہونے کے وقت تک کمی پڑے اور مالک کا نقصان ہو اور بعضون نے کہا ہے کہ ہان نقد ہونے سے پہلے نکالنا چاہیے اسلیئے کہ فقرا کے استحقاق نے اِس سے تعلق کیا ہے اور اِسے پونجی کی نگہبانی سے خارج کردیا ہے اور مستحق کا حق ہوگیا ہے اور یہی اشبہ ہے پانچوان مسئلہ مالک کا مقروض ہونا مانع نہیں زکوٰۃ تجارت اور زکوٰۃ مال کا مانع نہین گو مالک کے پاس قرضہ ادا کرنے کو اُس مال کے سوا نہو اسلیئے کہ تعلق زکوٰۃ کا عین مال سے ہوتا ہے اور اُسی مال مین مستحق کا حق ثابت ہوتا ہے پھر اس فصل مین دو مسئلے ملحق ہوتے ہین پہلا مسئلہ عقار یعنی ملک جو دکانین اور حمام اور کاروانسرا وغیرہ کی طرح کی جو منفعت کیلیے مول لیتے ہین اُسکے حاصل مین سے زکوٰۃ نکالنا مستحب ہے گو نصاب سے بھی کم ہو بلکہ چالیسوان حصہ دینگے گو ایک درہم بھی ہو اور اگر نصاب کی حد پر پہونچے اور سال گزرے تو زکوٰۃ دینا واجب ہے اور کپڑے اور گھر اور سامان خانہ داری اور رہنے کے استعمال جو جمع کرنے کے لیے رکھتے اُنمین زکوٰۃ سنت نہین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین

کہ صاحب مدارک نے عقار کی تفسیر میں دکانین اور حمام اور کاروانسرا اور مثل انکے بیان کیے ہین اور لغت مین پانی اور زمین کے معنون مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ لغوی معنی مراد نہین اسلیے کہ زمین اور پانی کا حاصل غلہ ہے یا ترکاریان وغیرہ ہین اور انمین مطلق زکوٰۃ کے استحباب کا حکم نہین بلکہ بعض واجب اور بعضون مین مستحب ہے اور انمین نصاب کی شرط معتبر ہے اور دوکانون وغیرہ کے حاصل مین معتبر نہین اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ صاحب تذکرہ کہتے ہین کہ انمین عموم سے نہ نصاب کا اعتبار ہے نہ سال گزرنا معتبر ہے اور شہید علیہ الرحمۃ نے ان دونون کے اعتبار کو قریب جانا ہے بس اگر حاصل وہ مال ہو گا کہ جسمین زکوٰۃ واجب ہے اور نصاب کو پہونچیگا اور سال گزریگا تو شرائط کے تحقق پر زکوٰۃ واجب ہو گی اور استحباب ساقط ہو جائیگا دوسرا مسئلہ جو گھوڑیان جنگل مین چرا کرتی ہون اور ان پر سال گزرے تو ہر عربی گھوڑی پر فی راس دو دینار اور ہر غیر عربی پر فی راس ایک دینار زکوٰۃ مستحب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ گھوڑیون مین شرط مثل اونٹون کے باربرداری اور سواری وغیرہ کے کامون کی اور مشترک نہونی اسلیے کہ اگر ایک دو شخصون کی ملک مین ہو گی تو زکوٰۃ نہین ہے اور اگر دو شخصون مین جسکا حصہ پورا ایک گھوڑی کا ہو گا تو اسپر زکوٰۃ مستحب ہے تیسری نظر زکوٰۃ کے مستحق ہین اور ادا کرنے کے وقت مین اور زکوٰۃ کی نیت مین ہے قول مستحق مین ہے اور یہ قول کئی قسمون مین منحصر ہے پہلی قسم مستحقون کی قسمون مین اور مستحق سات صنف کے ہین پہلی صنف فقیرون اور مسکینون کی ہے اور یہ وہ لوگ ہین کہ جنکا مال انکے سال بھر کے خرچ سے کم ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ جنکا مال زکوٰۃ والی جنسون کی ہر نصاب سے کم ہو پھر بعضے لوگ فقیر اور مسکین کو ایک معنی مین لیتے ہین اور بعضے باریتعالیٰ کے اس قول مین اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ یعنے صدقے فقط فقیرون اور مسکینون کے لیے ہین۔ فقیر اور مسکین مین فرق نکالتے ہین اور کہتے ہین کہ فقرا اور مساکین مین واو عطف ہے یعنی اور کے معنون مین ہے اور عطف معطوف مین اور معطوف علیہ مین تغایر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور پہلا قول یعنی دونون کو ایک ہی معنون مین لینا اشبہ ہے اور عطف تفسیری ہے اور جو اور اپنے جورو بچون بھر کا کما سکتا ہے اسے زکوٰۃ لینا حلال نہین اسلیے کہ وہ بھی مالدار کی طرح ہے اور یہی حکم یعنی زکوٰۃ کا حلال نہونا پیشے اور حرفے والے

لوگون کے لیے ہے اور اگر اُس صنعت او پیشہ سے اُنکی ضرورتون مین پوری نہ پڑتی ہو تو زکوٰۃ لینا درست ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اُنھین اُنکی باقی ضرورت بھر کا عطا کیا جائیگا اور صاحب شرایع فرماتے ہین کہ یہ شرط نہین ہے بلکہ جب وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے تو اُسے جسقدر دینگے جائز ہے اسلیے کہتے ہین کہ کبھی زکوٰۃ تین ۳ سے دینار والے پر حلال ہوتی ہے اور پچاس ۵۰ دینار والے حرام ہوتی ہے اور یہ بات اِس اعتبار سے ہے کہ پہلا اپنی قدر کفایت کے حاصل کرنے مین عاجز ہے اور دوسرا اپنی قدر کفایت کے حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور فقیر کو زکوٰۃ دینگے گو اُسکا ذاتی گھر ہو اور اُسکے پاس خدمتگار ہو اُسکی خدمت کو جبکہ اُسے خدمتگار اور گھر کی احتیاج ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ علامہ علیہ الرحمۃ نے کتاب تذکرۃ الفقہا مین لکھا ہے کہ اگر فقیر کے رہنے کا گھر اُسکی حاجت سے بڑھکر ہو اور وہ اس زیادتی کو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت اُسکے سال بھر کے خرچ کو کافی پڑتی ہو تو ایسے فقیر کو زکوٰۃ سے محروم رکھنے مین مشکل ہے اور اگر اُسکا گھر بھاری قیمت کا ہو تو اُسے یہ تکلیف نہ دینگے کہ اسے بیچکر کوئی ہلکا سا رہنے کو مول لیلے بلکہ اُسے زکوٰۃ کے مال مین سے دیسکتے ہین اور اسیطرح پر غلام اور گھوڑے کا ہونا اور تکلف لباس کا ہونا اُس شخص کے لیے کہ جو غلام کا اور گھوڑے کا اور ایسے کپڑون کے رکھنے کا خوگر ہے کچھ زکوٰۃ دینے کا مانع نہین ہے ہان اگر ان چیزون کا خوگر نہوتا اور پھر انھین رکھتا تو فقر سے خارج ہو جاتا اور ایک گھوڑے اور ایک خدمتگار سے زیادہ کی اُسے احتیاج ہو تو اُسکا حکم ایک خدمتگار رکھنے والے کا حکم ہے اور جو شخص فقیر ہونے کا دعویٰ کرے پھر اگر اُس شخص کا سچ یا جھوٹ معلوم ہو تو اپنے علم کے موافق عمل کرنا چاہیے اور اگر جھوٹ سچ کچھ نہ معلوم ہو تو اُسے زکوٰۃ مین سے دے اور اُس سے فقیر ہونے پر قسم نہ لے خواہ وہ کمزور ہو خواہ طاقت دار ہو اور یونہین اُس سے قسم نہ لے اگر اُسکے پاس مال تھا اور اب وہ کہے کہ ضایع ہو گیا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ضایع ہو جانے کے دعوے پر اُس سے قسم لین گے اور فقیر پر کچھ جتا دینا واجب نہین کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے بس اگر فقیر اُن لوگون مین سے ہو جو اپنا مرتبہ زکوٰۃ لینے سے بلند جانتے ہون اور استحقاق رکھتا ہو تو اُسے زکوٰۃ کا مال ہدیہ اور صلے کے طور سے دینا جائز ہے اور اگر کسی کو زکوٰۃ کا مال مستحق اور فقیر کے اعتبار سے دین پھر مالدار ہونا ظاہر ہو تو مقدور ہو اُس سے پھیر و امنگا ئین اور اگر یہ پھیرنا دشوار ہو گا تو اُسکے ذمے مستحق کا دین رہیگا اور عطا کرنیوالا

ضامن اور تاوان دینے کا ذمہ دار ہین خواہ مالک ہو خواہ عامل امام علیہ السلام ہو خواہ خود امام علیہ السلام ہون اور یہی حکم ہے جبکہ ظاہر ہو جائے کہ استحقاق زکوٰۃ کا مدعی کافر ہے یا فاسق ہے یا مالک زکوٰۃ پر اُسکا نفقہ واجب ہے یا ہاشمی یعنی سید ہے اور زکوٰۃ دینے والا غیر سید ہے یعنی مقدور بھر پھیر لین گے اور مجبوری پر مستحق کا دین اُسکے ذمے رہیگا اور عطا کرنیوالا ذمہ دار نہ ہوگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ دینے والے پر ضمان یعنی ذمہ داری تاوان کی نہونا اُس صورت مین ہے کہ زکوٰۃ کے لینے والے کے حال سے پوچھنے مین اجتہاد کر لیا ہو گو اُسنے لینے والے سے پوچھ لیا ہو اسلیے کہ محض اُسکی خبر پر اکتفا نہین کر سکتا ہے اور بے اجتہاد یعنی بے دریافت مین کوشش کے اگر دیدیگا اور ظاہر ہوگا کہ مستحق نتھا تو دینے والا ضامن اور ذمہ دار ہوگا دوسری قسم کے مستحق زکوٰۃ عامل ہین جو زکوٰۃ کو نیابت امام علیہ السلام سے جمع کرتے ہین انمین چار صفتون کا ہونا واجب ہے ایک مکلف ہونا یعنی بالغ اور عاقل ہونا دوسرے ایمان دار ہونا تیسرے عادل ہونا چوتھے فقیہ یعنی دینی مسائل کو جاننے والے ہونا ہے اور اگر دینی مسائل مین فقط زکوٰۃ کے مسائل کے جاننے والے پر کہ جنکی احتیاج پڑتی ہے اکتفا کرین تو یہ بھی جائز ہے اور ہاشمی یعنی سید نہونا اسلیے کہ غیر ہاشمی کی زکوٰۃ ہاشمی پر حرام ہے اور آزاد ہونے کے اعتبار مین تردد ہے اور امام علیہ السّلام کو اختیار ہے کہ اُسکی محنت کا حق خواہ کام پر قرار دین خواہ مدت پر معین فرمائین اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ علمانے آزادی کی شرط عامل مین اعتبار کرنے کے باب مین اختلاف کیا ہے شیخ نے اِس شرط کے اعتبار کرنے کو اختیار کیا ہے اور کتاب معتبر مین اِسپر دلیل یہ بیان کی ہے کہ عامل زکوٰۃ مین سے کسی حصہ کا مستحق ہوتا ہے اور غلام کسی چیز کا شرع کی رو سے مالک نہین ہو سکتا ہے رہا اُسکا آقا تو اُسنے عامل کا کچھ کام نہین کیا ہے پھر اِسکا جواب آپ ہی دیا ہے کہ غلام کا کام کرنا مثل اُسکے آقا کے کام کرنے کے ہے اور علامہ علیہ الرحمہ نے مختلف مین اِس شرط کے نہ اعتبار کرنے کو قوت دی ہے اِس سبب سے کہ غرض شرعی نکلتی ہے اور اِس سبب سے کہ عامل بننا بھی ایک طرح کا اجارہ ہے اور غلام اپنے آقا کی اجازت سے اِسکی صلاحیت رکھتا ہے اور معتبر مین مصنف کا بھی میلان اِسی طرف ظاہر ہوتا ہے اور اِسمین کوئی مضائقہ نہین لیکن مکاتب غلام کے عامل ہونیکے جائز ہونے مین

توکوئی شک ہی نہین اسلیے کہ اُسے مالک ہونے کی اور کمانے کی مال کے شرع کی روسے
صلاحیت ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ زکوۃ کے مسائل کی معرفت عامل زکوۃ مین اُسوقت
مین معتبر ہے کہ جسوقت اُسکے ساتھ کوئی عالم نہوا ورجبکہ اُسکے ساتھ کوئی عالم ہو تو اُسکا جاننا کفایت
کرتا ہے تیسری صنف کے مستحق زکوۃ مؤلفۃ القلوب ہین اور یہ وہ کافر ہین کہ جنکی استمالت
اور تالیف اِس غرض سے کرتے ہین کہ وہ جہاد مین آوین اور مؤلفۃ القلوب مسلمانون مین معلوم نہین
یعنی بعضے فقہانے مؤلفۃ القلوب کی دو قسمین کی ہین اور کہتے ہین کہ ایک قسم بعضے کافرون کی
ہے اور ایک قسم بعضے مسلمانون کی ہے اور محقق صاحب شرائع علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ
مؤلفۃ القلوب وہی بعضے کفار ہین اور ہمپر ثابت نہین ہوا کہ مسلمان بھی مؤلفۃ القلوب
ہوتے ہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ مسلمانون مین مؤلفۃ القلوب کے ثابت نہونے کا محقق پر نہایت
تعجب ہے کیونکہ اِسلام سے قلبی اسلام مراد لیتے ہین تو اُسکا عالم خدا ہے یا رسول ہین اور وہ
تھوڑے ہی ہونگے اور اگر اقرار زبانی اور تصدیق خیالی مقصود ہے تو اُسے خدا ہی اور اُسکے انبیاء اور
اولیاء واقف ہین ورب خلائق کے سامنے اسکا مدار بھی فقط اظہار زبانی پر ہے اور قطع نظر اِسکے عہد
رسالت عہد مین کیا ایسے مسلمان نہ تھے کہ جو طمع سے اِسلام لائے تھے اور جہاد مین شریک ہوتے تھے
اور حضرت غنیمت دیا کیے اور وہ حصے لیا کیے اور شدت پر ساتھ چھوڑ دیا کیے کہ آج تک انھین کچھ
لوگ بُرا کہتے ہین اِسی سے یقین ہی کہ محقق علیہ الرحمہ بھی انھین بُرے کہنے والون مین ہیں پھر ممکن ہے
کہ زکوۃ لینے والے مؤلفہ وہی لوگ یا اُنکے پیرو ہون اور ہوسکتا ہی کہ نفاق دلی سے منافق اور
طمع سے اور کافرونکی طرحکی ترغیب کے اعتبار سے مولفہ سے نامزد ہون پھر انکار ثبوت کا بغیر کی نظر کے معلوم ہوتا ہی
چوتھی صنف کے مستحق فی الرقاب یعنی تین طرح کے غلام ہین ایک مکاتب کہ جنکے آقانے اُنپر
شرط کرکے لکھدیا ہی کہ اتنا مال اپنی کمائی سے حاصل کرکے دین تو آزاد ہو جائین دوسرے وہ غلام ہین
کہ نہایت شدت مین اور سختی مین ہین کہ اُنکے آقا سخت محنت مشقت مین اُنھین رکھتے ہین تیسرے صرف
غلام کہ سختی مین نہون اُنکو بھی زکوۃ سے مول لیکر آزاد کرنا جائز ہے لیکن اِس شرط سے جب کوئی اور
مستحق نہو اور روایت مین وارد ہوا ہی کہ چوتھی قسم اور بھی ہے اور یہ وہ ہے کہ جسپر کفارہ واجب ہوا ہے
اور اُسے غلام میسر نہو کہ وہ کفارے مین آزاد کرے اُسکی طرف سے زکوۃ کے مال سے غلام مول لینگے

اور آزاد کرینگے اور اِسمین مصنف علیہ الرحمہ کو تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے
تردد کی وجہ مین فرمایا ہے کہ وہ کفارہ اگر مخیرہ ہے یعنی اختیار ہے کہ چاہے غلام کو آزاد کرے یا تخییر
کی دوسری تیسری جو فرد ہین جسے چاہے اُنمین سے بجا لائے تو اِس صورت مین عجز باقی
نہین رہنے کا اور اگر مرتبہ ہے تو بھی مجبوری اُسکو بھی اور بدلوادیگی تو اِس صورت مین بھی احتیاج
نہی اور نص اس صورت مین غلام اُسکی طرف سے مال زکوٰۃ سے خرید کرکے آزاد کرنے کے
جائز ہونے مین وارد ہے اور بہت جید یہی ہے کہ کفارہ دینے والا خود مول لیکر آزاد کریگا اور
مکاتب کو فی الرقاب کے حصے سے یعنی غلامون کے حصّے مین سے اُسوقت دینا چاہیے کہ جب
اُسکے پاس وجہ کتابت مین دینے کو نہو اور اگر مکاتب غلام زکوٰۃ کو مکاتب غلامون کے حصّے مین
سے لیکر کتابت کیوجہ مین دینے کے سوا کسی اور کام مین صرف کرے تو اُس سے پھیر لینا جائز ہی
اُردو مترجم کہتا ہے کہ یہان جواز کے عام معنی مراد ہین بس اِس صورت مین اُسکا دینا کافی نہوگا
تو اُس سے پھیر کر یا دوسرے کو دینا واجب ہوگا یا وجہ کتابت مین خرچ کرنا واجب ہوگا اور اگر یہ کہا جائے
کہ دینے والے کو اختیار ہے کہ خواہ اُسی سے پھیر لے خواہ دوسری مرتبہ مکاتب کے مال مین سے
واجب نکال لے تو اِس صورت مین جواز کو اُسکے خاص معنون مین لینا جائز ہے اور بعضے فقہا
نے کہا ہی کہ اُس سے پھیر لینا جائز نہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ وغیرہ کو پھیر لینا نہ جائز ہونے کا
یقین اِس سبب سے ہی کہ دینے والا اس حکم کا مامور تھا کہ مکاتب کو ہو واسطے کے وجہ کتابت مین
اپنے آقا کو پہونچا دے سو اُسنے حکم کے موافق اُسے دے دیا اور امتثال حکم کا ہوگیا اور یہ اجزاء
کو کافی ہے اور مصنف معتبر مین یون اشکال لائے ہین کہ اُسے دینے کی یہ وجہ ہے کہ اپنے
آقا کو وجہ کتابت مین پہونچا دے اب اُس سے اِس مخالفت کی وجہ سے پھیر لیا جائیگا
اور صاحب مدارک کہتے ہین کہ یہی بات جید ہے مگر یہ ہیچکارہ کہتا ہے کہ دو مکلف یعنی مالک
اور مکاتب دو حکمون کے مامور ہین مالک تو اِس امر پر مامور ہے کہ مکاتب کو اسلیے دے کہ وہ
اپنے آقا کو پہونچا دے اور مکاتب اِس امر کا کہ لیکر اپنے آقا کو دیدے اور مالک نے اسلیے مکاتب
کو دیا کہ اپنے آقا کو پہونچا دے اور مکاتب نے لیا اور اُسے وجہ کتابت مین اپنے آقا کو نہ دیا تو اِس صورت مین
مالک کیطرف سے تو امتثال ہوگیا البتہ مکاتب کیطرف سے امتثال نہین ہوا اُسپر واجب ہے

کر پہونچا دے اور غیر مصرف مین صرف کرنے کا گنہگار ہوا مالک کو اُسکا دینا کافی نہونا انصاف کے خلاف ہے ہان اگر یہ حکم ہوتا کہ مالک مکاتب کا حصّہ خود اُسکے آقا کو وجہ کتابت مین پہونچا دے تو اُسکی طرف سے امتثال نہوتا اور جب یہ حکم ہے کہ مکاتب کو اسلیے دے سو اُسنے اِسلیے دیا اور اُسنے حکم کے موافق کیا تو وہ گنہگار ہوا نہ مالک اور اگر یہی امر ہے تو مکاتب پر کیا حصر ہے جو مستحق زکوٰۃ کسی غیر مشروع امر مین صرف کرے تو اُسے روکے یا پھیر لے کہ مخالفت امر شارع نہو بلکہ تو مکاتب اور کسی قسم کے مستحق پر اور مالک پر منحصر نہین بلکہ ہر شخص کو ہر شخص پر بُری بات سے روکنا جائز بلکہ مقدور بھر واجب ہے کیونکہ امر بالمعروف یعنی اچھے کام کے کرنے کو مقدور بھر کوشش سے کہنا اور النہی عن المنکر یعنی بُرے کامون سے اِمکان بھر روکنا واجب ہے پھر تخصیص نہ اندہ ہے ہان مالک کی سعی ہے جیسے انفاذ مین زیادہ دخل سے زیادہ قبول اثر کا محتمل ہو تو ہوا اور اگر کوئی غلام مکاتب ہونے کا دعوی کرے تو قبول کر لیا جائیگا اور مکاتبون کے حصّے مین سے اُسے بھی دیا جائیگا اور بعضے فقہائے کہا ہے کہ بے ثبوت یا قسم کے قبول نہین کر سکتے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر غلام مکاتب ہونیکا دعوی کرے اور اُسکا آقا اُسکی تصدیق کرے یا اُسے نہ جھٹلائے تو اُسکی تصدیق اور دعوی قبول کر لین گے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ جبتک مکاتب کو اُسکا آقا نہ جھٹلائے اُسوقتتک صحیح جائز اُسکا سچا جاننا ہے اور اگر مالک اُسکی تصدیق کرے تو اُسکے سچے جاننے کا جواز اولی ہے اور اکثر کہا جاتا ہے کہ نہ مانین گے جبتک ثبوت نہ دیگا یا پیشہ کرتے نہ سُن لین گے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپسمین اتفاق کیا ہو پانچوین قسم کے مستحق قرضدار ہین کہ جنھون نے قرض لیکر بُرے گناہ کے کامون مین خرچ نہین کیا ہے اور جنھون نے بدکاری مین خرچ کیا ہے اُنکا قرضہ مال زکوٰۃ سے ادا نہین کر سکتے ہان اگر قرضدار توبہ کرے تو اُسے مال زکوٰۃ کے فقیرون کے حصّے مین سے دے سکتے ہین اور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ قرض لیکر کس امر مین صرف کیا ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسے نہین دے سکتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ دیسکتے ہین اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ نہین دے سکتے ہین اور اصح یہ ہے کہ دے سکتے ہین اور یہی ابن ادریس و مصنف اور ایک جماعت کا مذہب مختار ہے اور اگر کسی فقیر کے ذمّے مالک کا قرض ہو تو اُسے اُتنا زکوٰۃ مین سے

کاٹ لینا جائز ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ مراد کاٹ لینے سے یہان یہ ہے کہ مالک یعنی زکوٰۃ دینے والا مال زکوٰۃ مین سے اپنے قرضے بھر کے گرا دینے کا قصد کرے اور فقیر سے مراد وہ ہے کہ سال بھر کے قوت پر تو قدرت رکھتا ہو مگر اپنا قرضہ ادا نہ کرسکتا ہو۔ اور اسیطرح پر اگر فقیر قرضدار مرجائے تو اُسکا قرضہ مال زکوٰۃ سے ادا کردینا اور کاٹ لینا جائز ہے اور اسیطرح پر حکم اُن لوگون کا ہے جنکا نفقہ یعنی روٹی کپڑا مالک پر واجب ہے جب اُنمین سے کوئی قرضدار ہو تو مالک اُسے مال زکوٰۃ مین سے ادا کرسکتا ہے خواہ وہ قرضدار جیتا ہو یا مرگیا ہو اور اسیطرح اپنا قرضہ اُسکے ذمے کا مال زکوٰۃ مین سے مجرا لے سکتا ہے اور اگر قرضدار اپنے قرضخواہون کے حصون کو جو اُسے پہونچا دینے کو ملتے ہین اُنھین نہ دے اور کہین خرچ کر ڈالے تو اُس سے پھیر لینگے اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہین کہ اِسکی تعلیل مصنف نے کتاب معتبر مین یون کی ہے کہ ایسا مالک کے قصد کی مخالفت ہے اِس سے پھیر لیگا اور شیخ علیہ الرحمہ نے کتاب مبسوط مین کہا ہے یہ اور اوپر کی صورتون مین کہین نہ پھیر یگا اسلیے کہ قبضہ دیکر مالک نے اُس مال کا مالک کردیا ہے پھر اُسپر اُسے کچھ اختیار نہین رہا اور مصنف کہتے ہین کہ اُسے مالک نے قرضخواہون کے دینے کے لیے مالک کیا ہے اُسے اُسکے سوا میں صرف کرنا جائز نہین اور یہی قول اچھا ہے۔ اور جو قرضداری کا دعویٰ کرے اور قرضخواہ اُسکی تصدیق کرے تو قبول کرلینگے اور اِسی طرح قبول ہوگا کہ جب قرضخواہ جھوٹا سچا نہ کہتا ہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ جب دعویٰ قرضداری کا قرضخواہ کی تصدیق و تکذیب سے عاری ہوگا تو قبول نہوگا اور قبول کرنے کا قول اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ علامہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی قرضدار اپنے ذمے کے اپنے قرضے کے ادا کرنے بھر کی استطاعت تو رکھتا ہے لیکن اپنے مال سے ادا کرنے پر فقیر ہوا جاتا ہے تو اقرب یہ ہے کہ اُسے بھی مال زکوٰۃ مین سے قرضہ ادا کرنے کو دے سکتے ہین اِسلیے کہ وہ بھی مستحق کا حکم رکھتا ہے اور کچھ یہ شرط نہین کہ اپنا مال دیکر فقیر ہو کر زکوٰۃ کا مال لے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ قرضداری کے دعوے مین قرضخواہ کی تصدیق تکذیب سے عاری ہونے پر اکثر نہ قبول کرنا اولیٰ ہے اِسلیے کہ قرضخواہ تو اپنے قرضے پر دلیل قائم کرنیوالون مین سے ہے اور احتمال ہے کہ مصنف

کسی بھی مراد عدم قبول ہو۔ اور مین نے اس قبول کی تصریح کہین نہین دیکھی اور کہا گیا ہے اگر کوئی
شخص جسکا روئی کپڑا زکوٰۃ نکالنے والے پر واجب ہو اور وہ شخص قرضدار ہو تو وہ اُسے زکوٰۃ کے
مال مین سے قرضخواہون کے دینے کو حصہ دیسکتا ہے اور کتاب تذکرہ اور منتہی المطلب مین
مذکور ہے کہ جو کوئی آپس کی اصلاح کی وجہ مین قرضدار ہو جائے اُسکا قرضہ بھی زکوٰۃ سے ادا
کرسکتے ہین گو خود بھی مالدار ہو شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جائز ہے کہ قرضدار کے ذمے جو کا
زکوٰۃ کے مال سے مجرا کرلین اور جائز ہے کہ اُسکے ذمے کا قرضہ زکوٰۃ سے ادا کردین خواہ قرضدار
جیتا ہو خواہ مرگیا ہو یا مالک پر اُسکا روٹی کپڑا واجب ہو اور قرضہ ادا کرنے مین قرضدار کی اجازت
لینا شرط نہین اور بعضون نے کہا شرط یہ ہے کہ اُسکا ترکہ اُسکے قرضے کو وفا کرتا ہو اور یہ شرط
نہونا اقرب ہے چھٹی قسم فی سبیل اللہ یعنی راہ خدا مین اور وہ خاص جہاد ہے اور بعضے کہتے ہین
کہ اسمین خلق خدا کی مصلحتین کُلِ مثل مسجد بنانے کے اور حج کرنیوالے کی اور عتبات عالیات کے
زائرون کی مساعدت کے داخل ہین اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک
فرماتے ہین کہ شیخ علیہ الرحمہ نے نہایہ مین فرمایا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہی ہے کہ سبیل کا
اطلاق اسی طرف پھرتا ہے اور کتاب مبسوط مین فرمایا ہے کہ اسمین غازیون کی حاجتون کی
معونت اور قرضدار زندے مُردون کے قرضے کی ادا اور پلون کا اور مسجدونکا بنانا اور سب امور
خیر اور مصالح اسمین داخل ہین اور یہی ابن ادریس اور سارے پچھلے فقہا کا مذہب ہے اور یہی
معتمد ہے۔ اور شیخ علیہ الرحمہ نے بھی یہی کہا ہے مگر یہ شرط لگائی ہے کہ سب امور خیر کہ جو قربت خدا کے
موجب ہین اور اُنھین مالدارون کی مؤنت نہین اسمین داخل ہین اور انھین امور خیر مین سے
محتاج مُردونکو کفن دینا ہے اور غازیون کو زکوٰۃ کے مال مین سے حصے اُنکے حال کے موافق
اور اُنکے حاجتون کے کافی دینگے گو وہ خود بھی مالدار ہون اگر وہ خدا کی راہ مین لڑین اور اگر راہ
خدا مین نہ لڑینگے تو پھیر لین گے اور جب امام علیہ السلام ظاہر مین تشریف نہ رکھتے ہون تو
مجاہدون کا حصہ ساقط کردینگے اور اُسے بھی امور خیر و مصالح مین صرف کرینگے اُردو مترجم کہتا ہے
کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے امور خیر کے فی سبیل اللہ مین ہمارے مذہب سے داخل ہونے پر
تو صرف کرنا ظاہر ہے اور فقط جہاد ہی سے مختص ہونے پر یہ حصہ یا تو ساقط ہو جائیگا یا پورا پورا صرف

کے وقت آنے تک جمع رکھا جائیگا اور کسی اور کام مین صرف نہ کیا جائیگا اور کبھی غیبت امام
مین بھی جہاد کا وجوب ممکن ہو جاتا ہے جیسا کہ کتاب الجہاد مین بیان ہو گا بس اس تقدیر پر
غازیون کا حصہ بھی باقی رہیگا اور یونہین غیبت کے زمانے مین عاملون کے اور مؤلفۃ القلوب کے
حصے ساقط ہو جائین گے اور زکوۃ منحصر انھین باقی قسمون مین رہیگی اُردو مترجم کہتا ہے کہ
صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ مولفۃ القلوب کا حصہ باقی رکھنا اور ساقط نہ کرنا اصح ہے اسلیے کہ
غیبت مین جہاد کے وجوب کے امکان سے تالیف کی احتیاج بھی ممکن ہے اور غازیون کے حصون کے سقوط پر جس امر
کو دلالت ہے اس سے ہم واقف نہین ہین اسیواسطے شہید علیہ الرحمہ نے کتاب غنیہ مین باقی رکھنے کا
یقین کیا ہے ساتوین صنف ابن سبیل وہ راہ مین کا وا ماندہ مسافر ہو گو اپنے شہر مین مالدار ہو اور اسیطرح
مہمان مسافر اس شرط سے ہو کہ ضیافت کی احتیاج رکھتا ہو تو جائز ہے کہ مال زکوۃ سے اسکی ضیافت کرین گو
وہ مسافر مہمان اپنے شہر مین مالدار بھی ہو اور فقہا نے کہا ہے کہ زکوۃ کی ادا کی نیت اسکے کھانا شروع کرنیکے وقت ہی اور جسقدر
کہ وہ کھائیگا اسیقدر محسوب ہو گا اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک و فاضلین کا کہنا ہے کہ اپنے شہر مین مالدار ہونا شرط نہین
اسلیے کہ سبیل کے معنی قطع راہ کے ہین نہین تو قسم ششم قسم ہو جائین گے اور آیا یہ بھی شرط ہے
کہ قرض لیکر اپنے شہر کی جائداد وغیرہ بیچکر دینے سے عاجز ہون یا نہین ظاہر یہی ہے کہ ہے تا کہ عجز بھی
پایا جائے اور مصنف علیہ الرحمہ نے معتبر مین اس شرط کا اعتبار نہین کیا ہے اور اعتبار نہ کرنا
نص کے اطلاق پر عمل کرنے سے کچھ بعید نہین اور انکی کفایت بھر کھانا کپڑا سواری انکے حال
کے موافق معتبر ہے اور انھین انکے شہر کیطرف روانہ کرنے مین انکی مطلوب ضرورت کیوقت
سے پیشقدمی واجب نہین ہے۔ اور ضرور ہے کہ ان دونون کا سفر مباح ہو اور اگر معصیت الٰہی کا
سفر ہو گا تو انھین کچھ نہ دے سکین گے اور مسافر کو اسکے شہر تک پہونچنے ہی کے موافق دینگے
اور جو کچھ خرچ سے بچ رہیگا وہ پھیر دیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ پھیر دینا واجب نہین اُردو مترجم
کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہین کہ یہ مسئلہ فی الرقاب والے مسئلے کی طرح ہے اور مصنف نے
معتبر مین کہا ہے کہ دینے والے کو حصر کرنے سے پھیر لینا ہی وجیہ ہے اور یہی بہتر ہے۔ دوسری
قسم مستحقون کی صفتون مین پہلی صفت ایمان ہے بس کافر کو اور ناحق پر اعتقاد رکھنے والے کو
کچھ نہین دیسکتے ہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ ایمان سے یہان پر اسکے خاص معنی مراد ہین اور

وہی اہل بیت علیہم السلام کی محبت کے ساتھ کا اسلام ہے اور اس وصف کا اعتبار امامیہ مذہب مین اجماعی ہے۔ اور فطرے کی زکوۃ مستضعف لوگون کو دیسکتے ہین اور مال کی زکوۃ نہین دے سکتے ہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ فطرے کی زکوۃ مین علماء کے کلام مین اختلاف واقع ہے بس اکثر علما کہ جنمین سے شیخ مفید اور سید مرتضی اور ابن جنید اور ابن ادریس علیہم الرحمہ ہین کہتے ہین کہ مال کی زکوۃ کی طرح فطرے کی زکوۃ بھی غیر مومن کو دینا مطلق جائز نہین اور شیخ رح اور انکے پیرو کہتے ہین کہ مومن کے نہونے پر ایسے مستضعف کو جو اہل حق سے دشمنی نرکھتا ہو دینا جائز ہے۔ اور مال کی زکوۃ مومنون کے بچون کو دیجائیگی اور غیر مومن کے بچون نہ دیجائیگی اور کوئی مخالف اپنی زکوۃ اپنے مذہب والے کو دے اور پھر شیعہ ہو جائے تو اس زکوۃ کا اعادہ کریگا یعنی دوبارہ مستحق مومن کو دیگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ ساری عبادتون مین فقط اسکے اعادہ کی تخصیص کا سبب یہ ہے کہ ایک تو نص اسمین وارد ہے اور دوسرا سبب ہے کہ زکوۃ مثل قرض کے ہے اور اُسے اُسکے حقدار کو نہین دیا اور غیر حقدار کو دیا ہے تو اگر اُسکے پاس وہ زکوۃ کا دیا ہوا عین مال باقی ہو تو اس تازہ مومن کو اُس غیر مستحق سے پھیر لینا جائز ہے دوسری صفت عدالت ہے اور اس صفت کو بہت سے عالمون نے اعتبار نہین کیا ہے اور بعضون نے اعتبار بھی کیا ہے کہ کبیرہ گناہون سے مثل شرابخواری اور زنا مجتنب ہو نہ صغیرہ گناہون سے گو صغائر کے ارتکاب سے اور انپر اصرار سے فاسقون میں داخل ہو جائے اور پہلا قول احوط ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے شیخ شہید کے کلام سے نقل کیا ہے کہ عدالت وہ ایک ایسی مضبوط جی ہمت ہے کہ جسکے سبب سے ایسی نوع کی پرہیزگاری لازم ہوتی ہے کہ جس سے کوئی کبیرہ گناہ صادر نہین ہوتا اور صغیرہ گناہ پر اصرار نہین ہوتا اگر کبھی کبیرہ گناہ ہوجائے یا صغیرہ پر اصرار ہو جائے تو توبہ سے اُسکا تدارک کرے اور یہ قید اسلیے ہے کہ عدالت مین مروت بھی اور اور مقامون مین شرط ہے اور دونون ابن بابویہ اور سلار اور ابن جنید علیہم الرحمہ نے زکوۃ کے استحقاق مین اکیلے ایمان کو شرط کیا ہے اور عدالت کو کسی معنی سے شرط نہین کیا ہے اور وصف کا اور عموماً سارے متاخرین کا یہی مذہب ہے تیسری صفت یہ ہے کہ مستحق کا روٹی کپڑا مالک یعنی زکوۃ نکالنے والے پر واجب نہو جیسے ماں باپ کہ کتنے ہی بلند ہون یعنی باپ کا

باپ وغیرہ اور جیسے اولاد کتنی ہی پست ہو یعنی اولاد کی اولاد وغیرہ اور جیسے جورو لونڈی غلام ہین کہ انھین زکوۃ نہین دیسکتے ہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ واجب النفقہ کو اصل نفقے کے لیے مال زکوۃ کا دینا واجب نہین ہان اگر وہی نفقے کے سوا توسع کے لیے دین تو اقوی قول پر جائز ہے۔ اور انکے سوا نسب مین کے قریب عزیزون کو گو کیسے ہی نزدیک ہون زکوۃ دینا جائز ہے جیسے بھائی چچا اور اگر واجب النفقہ امام علیہ السلام کی طرف سے عامل زکوۃ ہو تو اسے زکوۃ کا لینا جائز ہے اور اسی طرح غازی اور قرضدار اور مسافر اور مکاتب کہ مالک کے واجب النفقہ ہون زکوۃ مین سے اپنے نفقے سے زائد ضرورتون کے لیے مثل باربرداری وغیرہ کے لے سکتے ہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے کہا ہے کہ مالک کے واجب النفقہ کے واجب النفقہ لوگونکو زکوۃ دینا جائز ہے جبکہ وہ واجب النفقہ لوگ انھین نفقہ نہ دیسکتے ہون جیسے بہو اور بیٹے کے لونڈی غلام اور سوتیلی مان اور باپ کے لونڈی غلام اسلیے کہ ان کا نفقہ یعنی خرچ ضروری مالک پر واجب نہین چوتھی صفت یہ کہ ہاشمی یعنی سید نہو اسلیے کہ سید پر غیر سید کی زکوۃ حلال نہین اور اسپر اسکے ہم نسب یعنی سید کی زکوۃ حلال ہے اور اگر ہاشمی اسپر قدرت نرکھتا ہو کہ اپنے رفع حوائج خمس سے کرسکے تو زکوۃ لینا جائز ہے گو غیر ہاشمی کی بھی زکوۃ ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت مین ضرورت بھر سے زیادہ نہین لیسکتا اور ہاشمی کو ہاشمی اور غیر ہاشمی کی سنت زکوۃ لینا جائز ہے اور غیر واجب زکوۃ لینا حرام ہے وہ لوگ بنابر اظہر کے ہاشم کی اولاد ہین اور اسوقت مین ابوطالب اور عباس اور حارث اور ابولہب کی اولاد ہین اردو مترجم کہتا ہے کہ اس سنتی زکوۃ لینے سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ اور ائمہ علیہم السلام مستثنیٰ ہین اسلیے کہ ان حضرات پر مطلق صدقہ حرام ہے اور سنتی زکوۃ کے حکم مین ان حضرات کے سوا اورون کے لیے منذور یعنی مانے ہوئے اور وصیت کیے ہوئے صدقے ہین اور کفارے مین دو وجہین ہین اصح جواز والی وجہ ہے فقط دو زکاتون سے تحریم مختص رہی اور ضرورت سے مراد آٹھ پہر کا قوت ہے نہ سال بھر کا اور یہ جو کہا ہے کہ اسوقت مین اس سے حضرت کے زمانے سے احتراز منظور ہے کیونکہ حضرت کے زمانے مین سید مثل حضرت حمزہ وغیرہ کے بہت تھے کہ وہ باقی نہ رہے

تیسری قسم متولی زکوٰۃ میں متولی زکوٰۃ کے تین شخص ہین مالک اور امام علیہ السلام اور عامل مالک کو پہونچتا ہے کہ اپنے ذمے کی واجب زکوٰۃ کو خود تقسیم کرے یا اپنے وکیل سے تقسیم کروا دے اور بہتر یہی ہے کہ امام علیہ السلام کے تشریف رکھنے پر انھین کی خدمت مین بھیجدے اُردو مترجم کہتا ہے اسلیے بھیجدینا بہتر ہے کہ حضرت علیہ السلام مواقع اور مواضع سے خوب واقف ہین اور اسلیے کہ مالک مستحق کے محروم کرنے کی تہمت سے محفوظ رہیگا اور اپنی بشریہ طبیعت کے میلان سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے سے بچا رہیگا اور ابو صلاح ابن براج نے کہا ہے کہ حضرت کی خدمت مین ظہور کے وقت اور غیبت کے زمانے مین اپنی ولایت کے امون فقیہ کے پاس زکوٰۃ کا بھیجدینا واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ مستحب ہے اور ظاہر مالون کی زکوٰۃ مثل مویشی وغیرہ کے حضرت علیہ السلام کیخدمت مین بھیجنا سنت موکدہ ہے اور اگر امام علیہ السلام مال زکوٰۃ طلب فرمائین تو بھیجدینا واجب ہے اور اگر مالک حضرت کے طلب فرمانے پر بھی تقسیم کر ڈالیگا تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ کافی نہین ہے تاوان دیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ کافی تو ہے مگر بانٹنے والا گنہگار ہوگا اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ پہلے قول کو جو مصنف علیہ الرحمہ نے اختیار کیا ہے یہ اجود ہے اسلیے کہ زکوٰۃ عبادت ہے اور اسکے امتثال مین حکم کے مقتضے کے خلاف عمل مین آیا ہے اور کسی شے کا حکم خلاف کی نہی کا مقتضی ہوتا ہے اور یہ خلاف عبادت کے فساد کو مستلزم ہے اور نابالغ کا ولی مثل مالک کے اُسکی زکوٰۃ نکالنے کا متولی ہے اور امام علیہ السلام پر زکوٰۃ لینے کے لیے عامل مقرر کرنا واجب ہے اور عامل کے مطالبے کے وقت مال زکوٰۃ کا اُسکے پاس بھیجدینا واجب ہے اور اگر مالک کہے کہ مین نے مال زکوٰۃ بانٹ دیا ہے تو اُسکے قول کو قبول کیجیے اور گواہ شاہدون کی اور قسم کھانے کی اُسے تکلیف نہ دینگے اور عامل یعنے مال زکوٰۃ کے جمع کرنیوالے کو جائز نہین کہ مستحقون کو مال زکوٰۃ بانٹ دے مگر جب کہ امام علیہ السلام اُسکو حکم دیدین تو اُسے تقسیم کرنا اور اپنا حصہ لے لینا جائز ہے اور جب امام علیہ السلام غائب ہون تو زکوٰۃ کا مال امامیہ مذہب کے امین فقیہ کے پاس بھیجدین اسلیے کہ وہ مستحقون سے خوب واقف ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقیہ سے مراد وہ شخص ہے کہ جسمین فتوے کے شرائط پائے جاتے ہون اور امامون سے وہ شخص مقصود ہے جو کسی کے حقوق شرعی حیلون سے اپنے اوپر حلال نکر لیتا ہو ہر چند کہ حیلون پر عمل کرنا جائز ہے لیکن اس باب خاص مین کمی ہمت ہے اور

مستحقون کو ضرر پہونچانا ہے بس ایسا شخص زکوٰۃ کے مال کو بہت سے مستحقون پر بانٹنے کا سزاوار نہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ مترجم صاحب مدارک اس قول مین کی دو وجہین چھوڑ گئے ایک تو یہ ہے کہ حیلہ باز فقیہ کے پاس بھیجنے مین شارع علیہ السلام کی غرض کے خلاف لازم آتا ہے کہ جس امر کے لیے اُسے اہل کیا ہے اُسمین وہ کمی کرے اور دوسری یہ بات ہے کہ اُسکی اس حیلہ بازی سے خلاف غرض زکوٰۃ لازم آتی ہے کیونکہ جن حکمتون کے لیے زکوٰۃ شرعین واجب ہوئی ہے وہ اُسکے ہاتھون چلنے نہ پائین گی۔ اور بہتر یہ ہے کہ سب صنفون پر تقسیم کرین اور ہر صنف مین سے ایک جماعت کو خاص کرین اسلیے کہ سب فرقون کے سب شخصون پر تقسیم محال ہے اور اگر ایک فرقے مین بھی سب مال زکوٰۃ صرف کرین تو بھی جائز ہے اور اگر کسی صنف مین سے ایک شخص کو بھی خاص کرلین تو بھی جائز ہے اور غیر موجود شخص کے لیے زکوٰۃ کا حصہ رکھ چھوڑنا جائز نہین اور اس شہر کے مستحق رہتے ہوئے دوسرے شہر مین کسی مستحق کے لیے بھیجنا بھی جائز نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ایک شہر مین مستحق نہونے پر دوسرے شہر مین روانہ کرنا جائز ہے اور واجب ہے کہ جو زیادہ نزدیک ہو وہان بھیجے جب وہان بھی نہو تو میانہ مسافت والے شہر مین بھیجے اور قدرت رکھنے پر مال زکوٰۃ کے ادا کرنے مین دیر کرنا جائز نہین اور اگر ان باتون مین سے کوئی بات کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر مال زکوٰۃ تلف ہو جائیگا تو تاوان دینا پڑیگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ ضامن ہونا اور تاوان دینا اس وجہ سے ہے کہ مستحق موجود ہونے پر اور شہر مین بھیجا کہ تلف ہوا یا دینے مین اتنی دیر کی کہ جاتا رہا اور اس مسئلے مین خلاف نہین اور قدرت پر دیر کا جائز ہونا یہ کئی قولون مین کا ایک قول ہے اور راجح یہی ہے کہ مہینے دو مہینے کشایش کے اور افضل مستحق کے انتظار مین دیر کرسکتا ہے ۔ اور یہی حکم اُس شخص کا کہ جسکے پاس کسی کا کچھ مال ہو اور وہ طلب کرے اور وہ نہ دے اور تلف ہو جائے تو وہ تاوان کا ضامن یعنی ذمہ دار ہے یا اُس سے کسی نے وصیت کی ہو کہ یہ چیز فلان امر مین صرف کرنا اور اُسمین نہ صرف کرے یا اُسے مال دے کہ اِسے فلان تک پہونچا دے اور نہ پہونچائے تو ان صورتون مین بھی ذمہ دار رہے گا اور اگر مستحق نکلے تو دوسرے شہر مین بھیجنا جائز ہے اور تلف ہونے پر ضامن نہین مگر جبکہ حفظ مین بے پروائی کی ہو اور اگر کسی کا مال کسی اور شہر مین

ہو تو اُس مال کی زکوۃ کو اُسی شہر مین صرف کرنا بہتر ہے اور اگر اُسکے بدلے اپنے شہر مین دیوے
تو بھی جائز ہے اور اگر مال والے شہر سے اپنے شہر مین منگائے اور راہ مین تلف ہو جائے
تو تاوان دینے کا ضامن یعنی ذمہ وار ہے اور زکوۃ فطر مین بہتر یہی ہے کہ اپنے شہر مین ادا
کرے ہر چند اُسکا مال کسی اور شہر مین ہو اسلیے کہ فطرے کی زکوۃ ذمے سے متعلق ہوتی ہے
عین مال سے متعلق نہین ہوتی ہے اور اگر فطرے کی زکوۃ اُس مال مین سے جو اَور کسی شہر مین
ہے قرار دی ہو اور اُس شہر مین مستحق ہونے پر کہین اور نقل کرے اور تلف ہو جائے تو ضامن
یعنی تاوان کا ذمہ دار ہے چوتھی قسم لواحق مین - زکوۃ کے لواحق مین کئی مسئلے ہین پہلا
مسئلہ جبکہ امام علیہ السلام کا یا عامل کا مال زکوۃ پر قبضہ ہو جائیگا تو مالک بری الذمہ ہو جائیگا
ہر چند پھر تلف بھی ہو جائے تو ذمہ دار نہین دوسرا مسئلہ اگر مالک زکوۃ دینے کے لیے کوئی مستحق
نہ پائے تو بہتر یہی ہے کہ علیحدہ کرکے رکھ چھوڑے اور اگر وقت وفات آ جائے تو وصیت
کر دینا واجب ہے تیسرا مسئلہ وہ غلام کہ جسے مال زکوۃ سے خرید کرین اور وہ لاوارث مر جائے
تو اُسکے وارث زکوۃ کے مستحق لوگ ہونگے اسلیے کہ اُسکے مولائے عتق وہی مستحق لوگ ہین اور
بعضے کہتے ہین کہ اُسکے وارث امام علیہ السلام ہین اور پہلا قول اظہر ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ
صاحب مدارک فرماتے ہین کہ وارث کی نفی سے امام علیہ السلام کے سوا خاص وارث
کی نفی مراد ہے اور اِس بات پر اجماع ہے کہ اُسکے وارث یا مستحق زکوۃ یا امام علیہ السلام ہین اور
ارباب زکوۃ کے وارث ہونے کے اکثر علما قائل ہین اور امام علیہ السلام کے وارث ہونے کا قائل
قدما مین سے کوئی معلوم نہین ہوتا ہے اور متاخرین مین سے کتاب قواعد مین علامہ علیہ الرحمہ اور
اُنکے صاحبزادے شرح مین اور مصنف کتاب معتبر مین اِسی قول کی طرف مائل ہوئے ہین - چوتھا
مسئلہ جب مال زکوۃ مین تولنے یا ناپنے کی احتیاج پڑے تو مزدوری اُسکی مالک کے ذمے ہے اور
بعضون نے کہا ہے کہ اجرت مال زکوۃ مین محسوب ہوگی اور پہلا قول اشبہ ہے پانچوان مسئلہ
جب فقیر مین کئی سبب استحقاق کے جمع ہون مثل فقر کے اور کتابت کے اور جہاد مین لڑنے کے
تو ہر سبب سے اُسے حصہ دینا جائز ہے چھٹا مسئلہ کم سے کم جو فقیر کو دیا جاتا ہے وہ مال زکوۃ مین
سے وہ قدر ہے جو پہلی نصاب مین واجب ہوتی ہے جیسے سونے مین دس قیراط اور چاندی مین

پانچ درہم ہین اور بعضے فقہاء نے کہا ہے وہ مقدار ہے جو دوسری نصاب مین واجب ہوتی ہے اور وہ دو قیراط سونے مین یا ایک درہم چاندی مین ہے اور پہلا قول اکثر ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ اس مسئلے مین علماء نے اختلاف کیا ہے بس شیخ مفید کتاب مقنعہ مین اور شیخ اپنی ساری کتابون مین اور سید مرتضی انتصار مین فرماتے ہین کہ فقراء کو کم اُس مقدار سے کہ جو پہلی نصاب مین واجب ہوتی ہے نہ دیجائیگی کہ وہ پانچ درہم یا دس قیراط ہین اور سلار اور ابن جنید کہتے ہین کہ دوسری نصاب مین کے واجب مقدار پر اقتصار کرینگے کہ وہ ایک درہم اور دو قیراط ہین اور سید مرتضی جمل مین اور ابن ادریس اور علماء مین سے ایک جماعت اسکے قائل ہین کہ فقیر کو تھوڑا بہت زکوۃ سے دیا جائیگا اور کم کی کوئی حد نہین ہے کہ کافی ہو اور یہی قول معتمد ہے۔ ساتوان مسئلہ جب مالک مال زکوۃ پر امام علیہ السلام کو قابض کر دیگا تو واجب ہے کہ حضرت اُسکے لیے دعائے خیر فرمائین اور بعضے فقہاء نے کہا ہے کہ مستحب ہے اور یہی اشہر ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ اس مسئلے مین اصل باریتعالیٰ کا قول ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ یعنی اُنکے مالون مین سے ایسا صدقہ لے کہ وہ طاہر اور پاک اُنھین کر دیتا ہے اور دعا دے اُنھین کہ تیری دعا انکے اور اُنکے نفسون کے لیے اطمینان ہے اور سبب یہ ہے کہ نبیؐ کی دعا کے قبول ہونیکا یقین ہے اور یہ بحث کرنا کہ یہ نبی یا ائمہ علیہ السلام پر واجب ہے یا مستحب ہے فائدے سے خالی ہے اور اصح واجب ہونا ہے۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین اسیطرح فقیہ بھی دعائے خیر کرے اور کہے أَجَرَكَ اللّٰهُ فِيمَا أَعْطَيْتَ وَبَارَكَ فِيمَا أَبْقَيْتَ یعنی خدا تجھے اجر دے اس تیرے دینے کے بدلے مین اور برکت دے خدا تیرے لیے اُس چیز مین کہ جو تو نے بچا لی ہے اور مالک اپنے لیے دعا مین یہ کہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا مَغْنَمًا وَلَا تَجْعَلْهَا مَغْرَمًا بار خدایا اِسے میرے لیے منفعت بنا دے اور اسے میرے لیے تاوان نہ بنا آٹھوان مسئلہ واجبی خواہ سنتی زکوۃ مین دی چیز کا اختیار سے پھر مالک بننا مکروہ ہے اور اگر میراث اور شبہ میراث کی راہ سے ملک مین آجائے تو کچھ ڈر نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شبہ میراث سے مراد یہ ہے کہ جیسے مالک زکوۃ کا وکیل اُسکے لیے مول لیلے یا مستحق اپنے ذمے کے قرض مین مالک کو دیدے یا اسیطرح جو اور طریق ہین نوان مسئلہ یہ کہ داغ دین زکوۃ کے چوپایون کو ایسی جگہ پر جو زیادہ ظاہر اور قوی ہو جیسے بکریون مین کان کی جڑ اور اونٹ گائے مین ران کا مقام ہے اور

دعوٰی پر جس وجہ مین لیا دیا ہو اُسکا نام جیسے زکوٰۃ یا تصدق یا جزیہ ہے لکھا ہو قول دینے کے
وقت مین جسوقت بارھوان چاند دکھائی دے تو زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اسمین دیر کرجائز نہین
مگر یہ کہ کوئی مانع ہو یا کسی ایسے شخص کا انتظار ہو کہ جسکے قبضے مین دینا چاہیے جیسے عامل و مستحق ہین اور اگر علیحدہ کرکے
رکھ چھوڑے تو ایکدو مہینے کی دیر کرنا جائز ہے اور اشبہ یہی ہے کہ اگر تاخیر کسی مجوز مانع یا سبب سے ہو توجبتک وہ
مانع یا سبب ہے گا تاخیر جائز رہیگی اور اسکی کوئی حد معین نہین اور اگر تاخیر کا کوئی مجوز مانع یا سبب نہو تو
دیر کرنا جائز نہین اور اگر بے شرعی سبب کے دیر کریگا اور زکوٰۃ کا مال تلف ہو جائیگا تو مالک تاوان
دینے کا ضامن اور ذمہ دار ہوگا اور وجوب کے وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادا جائز نہین اور اگر یہی
دل چاہتا ہو تو زکوٰۃ بھر کا مال مستحق کو قرض کے طریق سے دیدے اور اسکا نام تعجیل زکوٰۃ نہو گا پھر
جب زکوٰۃ کا وقت آئے تو اُس قرض کو اور فقیرون پر کے قرضے کی طرح سے زکوٰۃ مین جوڑ دے مگر
اِس شرط سے کہ وہ فقیر اُسوقت تک استحقاق پر باقی رہے اور مال مین بھی زکوٰۃ واجب ہے اور اگر
لوگون کے ذمے کے قرض حد نصاب کو پہونچین تو اشبہ یہ ہے اُسکی زکوٰۃ واجب نہین اسلیے کہ قرض مالک
کے قبضے مین نہین خواہ عین مال قرض قرضدار کے پاس موجود ہو خواہ تلف ہو گیا ہو اور اگر مستحق
قرض لینے کے بعد زکوٰۃ کے استحقاق سے نکلجائے تو اُس سے وہ قرضہ پھیر لینا چاہیے اور اور مستحق کو
پہونچا دینا ضرور ہے اور اُس قرضدار کو پہونچتا ہے کہ عین مال کے پھیر دینے سے روکے گو وہ عین
بھی موجود ہو اور اُسکے قرض لینے کے وقت کی قیمت قرضخواہ کو دیدے اور اگر اُس نے پھیر تا مشکل ہو اور
قرضدار استحقاق کی صفت پر رہا ہو تو مالک پر واجب ہے کہ نئے سرے سے زکوٰۃ دے اور اگر قرضدار
مستحق استحقاق کی صفت پر ہو اور مالک مین زکوٰۃ کی وجوب کی شرطین حاصل ہون تو مالک کو
جائز ہے کہ اُس قرض کے مال کو پھیر لے اور اُسکے عوض مین اور زکوٰۃ مین دے اسلیے کہ وہ مال
قرض کچھ زکوٰۃ کے لیے متعین نہین ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ اُس قرضدار مستحق سے عدول کرکے اور
مستحق کو دیدے متفرع مسئلے پہلا مسئلہ اگر مستحق کو زکوٰۃ کے وقت سے پہلے قرض کے طریق سے
کوئی بکری دے اور زکوٰۃ کے مفروض وقت تک کوئی متصل زیادتی جیسے موٹی ہو جائے تو قرضخواہ کو
یہ نہین پہونچتا ہے کہ وہی بکری پھیرے اسلیے کہ وہ زیادتی قرضدار کی ملک مین حاصل ہوئی ہے اور
اُسی فقیر کا مال ہے فقط اُسکے ذمے فقر جاتے رہنے پر یہی ہے کہ قرض لینے کے وقت کی قیمت مالک کو دیدے

یا متصل زیادتی جیسے بچہ ہو تو وہ بھی اُسی فقیر کا مال ہے اور اگر وہی بکری وہ مالک کو پھیر دے تو اُسپر یہ واجب نہین کہ اُسکا بچہ بھی دیدے دوسرا مسئلہ اور اگر قیمت اُسکی کم ہو جائے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ عین وہی پھیر دے اور کچھ اُس فقیر پر نہین اور خوب یہی ہے کہ قرض لیتے وقت کی قیمت اُسکے ذمے لازم ہے تیسرا مسئلہ اگر مستحق اُسی قرضے کے عین مال سے مالدار ہو جائے اور مالک کے مال پر سال گزر جائے تو اُس قرض کو زکوٰۃ مین جوڑ دینا جائز ہے اور اگر اُس عین مال کے سوا سے مالدار ہو جائے تو اُس سے وہ قرض پھیر لینا اور دوسرے مستحق کو دیدینا چاہیے خواہ عین وہی مال دے یا اُسکے عوض مین اور روے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ قرضہ کا زکوٰۃ مین جوڑ دینا جائز ہونا عین قرض سے فقیر کے مالدار ہو جانے پر اسلیے ہے کہ اگر وہ قرض اُس سے پھیر لیا جائیگا تو وہ فقیر ہو جائیگا اور اُسکا مثل یا اُسکی قیمت اُسکے ذمے ثابت ہے تو وہ مالدار فقیر کی قوت مین ہے خلاف اسکے کہ جب اِس قرض کے سوا اور چیز سے مالدار ہوا ہو تو اُسکے پھیر لینے سے وہ فقیر نہ ہو جائیگا - قول نیت مین ہے نیت کرنا اُس شخص کا معتبر ہے جو مستحق کے دینے کو نکالتا ہو اگر مالک نکالے تو وہ مستحق کو دیتے وقت نیت کرے اور اگر امام کی طرف سے عامل زکوٰۃ ہو یا امام علیہ السلام یا اُنکا وکیل یا مالک کا وکیل ہو تو جائز ہے ہر ایک کو دینے والے اور مالک کیطرف سے مستحق کو دینے کے وقت نیت کا متولی ہو جائے اور اگر نابالغ اور دیوانے کی طرف سے زکوٰۃ نکالین تو ولی کو نیت کا متولی ہونا پہنچتا ہے یا نیت وہ کرے کہ جسے قبضہ کرنا زکوٰۃ کا پہنچتا ہے جیسے امام علیہ السلام اور اُنکے عامل ہین اور مال زکوٰۃ دیتے وقت نیت متعین ہے اور اگر دینے کے بعد نیت کرے تو مصنف اُسکے جواز کو بھی کچھ دور نہین جانتے ہین اور نیت کی حقیقت یہ ہے کہ حقتعالی کے تقرب کا قصد کرے اور اِسبات کا کہ واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور مال کی زکوٰۃ ہے یا فطرے کی زکوٰۃ ہے اور یہ احتیاج نہین کہ جس جنس سے زکوٰۃ نکالی ہے اُسکا بھی قصد کرے یعنی یہ قصد کرے کہ یہ واجب یا سنت زکوٰۃ مال کی یا فطرے کی اللہ کی قربت کیلیے نکالتا ہون اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ دینے والے سے مستحق کو دینے والا مراد ہے اور اسمین کوئی شک نہین کہ جب مستحق کو دینے والا خود مالک ہوگا تو اُسکی نیت معتبر ہوگی اور بے نیت کے دینا کافی نہوگا اور اگر مستحق کو دینے والا عامل یا امام علیہ السلام یا وکیل مالک ہو

تو مالک کی طرف سے یا انمین سے ایک کی طرف سے نیت کافی ہو جائیگی اور یہ اطلاق درست نہین
بلکہ جب دینے والا امام علیہ السلام یا عامل ہوگا تو دونون مین سے ایک کی نیت کافی ہے یا
مالک کی نیت کافی ہی لیکن مالک کی نیت تو اسلیے کافی ہے کہ وہی تو زکوۃ کا مامور ہے اور انہین
زکوۃ دینا فقیرون کو زکوۃ دینے کی منزلے مین ہے اسلیے کہ وہ مستحقون کے قائم مقام ہین اور لیکن عامل
اور امام علیہ السلام تو دونون مالک کے وکیل ہین کہ مالک اُنکے پاس زکوۃ بھیجدیتا ہے تو اُنکی
نیت فقیرون کے دیتے وقت مالک کی طرف سے معتبر ہے اور اگر مستحق کو دینے والا مالک کا
وکیل ہوگا تو اُسکی نیت فقیرون کے دیتے وقت معتبر ہوگی اسلیے کہ وہی تو زکوۃ کے خرچ کا وقت
ہے اور اگر وہ نیت نکرے اور مالک کی اُسی وقت کی نیت پر اکتفا کرے تو کافی نہین اسلیے
کہ وکیل کا قبضہ عین مالک کا قبضہ ہے تو اُسکی نیت وکیل کو دیتے وقت اُس نیت کی طرح
کی ہے کہ جو مال کے قبضے مین ہونے کے وقت خیال مین ہوتی ہے قسم عین اگر مالک
کہے کہ جو میرا مال کہ غائب ہی اگر وہ باقی ہو تو اُسکی یہ واجب زکوۃ ہے اور اگر تلف ہوگیا ہو تو
سنت زکوۃ ہے تو یہ نیت صحیح ہے اور اسطرح نہین ہے اگر کہے کہ یہ زکوۃ غائب مال کی واجب
یا سنت ہے کہ اسطرح کی نیت صحیح نہین اسلیے کہ پہلی صورت مین مال کی بقا کی تقدیر پر وجوب
کا یقین اور تلف ہوجانے کی تقدیر پر استحباب کا جزم ہے اور اس قسم کی تردید جائز ہے جیسا کہ
نماز کی نیت مین جائز رکھا ہے کہ جب کوئی نماز قضا ہو جائے اور بعینہ معلوم نہو تو اپنے ذمے والی
نماز کی نیت سے بجا لائیگا کہ اگر میرے ذمے ظہر ہے تو وہی اور اگر عصر ہے تو وہی بجا لاتا ہون مین
قضا واجب قربۃً الی اللہ بر خلاف دوسری صورت کے کہ اُسمین وجوب اور استحباب اُس مال کی
سلامتی کی ایک ہی تقدیر پر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ پہلی صورت مین جزم یعنی یقین نیت مین اور تردید یعنی شک منوی مین ہے اور یہ جائز ہے اور
دوسری صورت مین نفس نیت مین تردید ہے اور یہ جائز نہین - اگر مالک کے دو برابر مال ہون
ایک غائب اور ایک حاضر ہو اور یون نیت کرے کہ اُن دو مالون مین سے یہ ایک مال کی زکوۃ
ہے تو کافی ہے اور اسیطرح کافی ہے اگر یون کہے کہ غائب مال کی زکوۃ ہے اگر سالم ہو اور نہین تو
حاضر یعنی موجود مال کی زکوۃ ہے اور اگر غائب مال کی زکوۃ نکالے اس شرط سے کہ سالم ہو پھر

ظاہر ہو جائے کہ تلف ہو گیا تو اشبہ پر اُس نیت کی نقل اور مال کی طرف کرنا جائز ہے اُردو مترجم
کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ یہ مسئلہ اگلے مسئلہ کا تتمہ ہے اور مراد اِس سے یہ ہے کہ
اگر زکوٰۃ دینے والے کے دو مال ہون کہ ایک موجود اور دوسرا غائب ہو اور اُن دو مین سے ایک کی
زکوٰۃ نکالے تو درست ہے گو غائب کی سلامتی کی قید نہین لگا دی ہے اِسلئے کہ اُس مال کی سلامتی
واقع مین اُسکی زکوٰۃ ہونے کے لیے شرط ہے بس یہ ذکر مین مراد ہے گو بیان نہین کیا ہے اور محتمل
ہے کہ یہ خود علیحدہ ایک مسئلہ ہو اور مراد اپنے غائب مال کی زکوٰۃ کا نکالنا اس مال کی سلامتی کی
شرط سے ہو تو اِس معنی سے جائز ہے کہ اگر سلامت ظاہر ہو گا تو یہ اُسکی زکوٰۃ پڑ جائیگی اور واقع
کی شرط لگانا کچھ مضرت کی بات نہین۔ اور اگر یون نیت کرے کہ یہ اُس مال کی زکوٰۃ ہے جس کے
حاصل ہونے کی مجھے امید ہے تو یہ جائز نہین گو وہ مال اُسے مل بھی جائے اور اگر صاحب مال نیت
نہ کرے اور عامل یا امام علیہ السلام مستحق کو دیتے وقت نیت کرین بس اگر وہ زکوٰۃ مالک پر جبر سے
یا ناخوشی سے ہے تو جائز ہے اور اگر مالک کی خواہش سے ہے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ کافی نہین
اور اشبہ یہی ہے کافی ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے کہا ہے عدم اجزاء کے قائل
شیخ ہین اور کہتے ہین کہ دوسری مرتبہ اسکا مطالبہ امام علیہ السلام اور عامل کو نہین پہونچتا ہے
اور کتاب منتہی مین اسپر یون استدلال کی ہے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے بس نیت کی محتاج ہے
اور یون استدلال کی ہے کہ امام علیہ السلام فقیرون کے نائب ہین اور اُنھین زکوٰۃ دیتے وقت
نیت معتبر ہے بس یوہین اُنکے نائب کو دیتے وقت نیت معتبر ہے پھر کفایت کی تقویت مین کہا ہے
کہ امام علیہ السلام مثل وکیل کے ہین اور یہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور عبادت مین نیت درست
ہے بس جج کیطرح سے نیابت معتبر ہو گی اور اِس بحث مین کوئی فائدہ نہین نکلتا ہے جبکہ لینے والے
امام علیہ السلام ہین اور فقط اُسی وقت فائدہ ظاہر ہو گا جبکہ عامل لینے والا ہو اور غیبت مین عامل
کے منصوب ہونے کے جواز کے بھی قائل ہون اور زکوٰۃ خوشی سے دیدینے سے نیت کا ہو جانا ظاہر
ہے۔ دوسری قسم فطرے کی زکوٰۃ مین ہے اور اسکے چار رکن ہین پہلا رکن اُس شخص مین جسپر واجب
ہو اور فطرے کی زکوٰۃ تین شرطون سے واجب ہوتی ہے پہلی شرط مکلف ہونا ہے بس فطرے کی زکوٰۃ
نابالغ پر اور دیوانے پر اور اُس شخص پر جو عید کا چاند دیکھتے وقت بیہوش ہو واجب نہین ہے

دوسری شرط حریت یعنی آزاد ہونا ہے۔ پھر فطرے کی زکوٰۃ غلام پر واجب نہین ہر چند اُسکے مالک ہونے کے بھی قائل ہون اور نہ مدبر غلام پر اور یہ وہ غلام ہے جسکے آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہوگا اور ابھی اُسکا آقا جیتا ہو اور نہ ام ولد پر اور وہ ایسی لونڈی ہے کہ جسکی گود مین اُسکے آقا کا بچہ ہو کہ وہ بھی آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے جیسا کہ اپنے مقام مین بیان ہوگا اور آقا کی حیات مین کنیزی پر باقی ہے اور نہ مشروط مکاتب پر اور یہ وہ غلام ہے کہ جسپر اُسکے آقا نے کچھ مال مقرر کر دیا ہو کہ اُسے کما کر دیدے تو تو آزاد ہو جائیگا اور یہ شرط کر لی ہو کہ جب تک پورا مال ادا نکریگا صرف غلام رہیگا اور مطلق مکاتب پر کہ ابھی مال کتابت سے کچھ نہ ہو چکا یا ہو اور مطلق مکاتب وہ غلام ہے کہ جسپر جسکے آقا نے آزادی کے لیے کچھ مال مقرر کر دیا ہو اور شرط مذکور نہو بس جتنا اُس مال سے ادا کریگا اُتنا ہی اُسکے مقابلے مین خود بھی آزاد ہو جائیگا اور اگر اُسمین سے کچھ نہ ہو چکا یا ہوگا تو محض غلام ہوگا اور اُسپر بھی فطرے کی زکوٰۃ نہین ہے پھر جس قدر آزاد ہو جائیگا تو فطرے کی زکوٰۃ بھی اُسی آزادی کے حصے کے موافق اُسپر واجب ہوگی اور اگر اپنے آقا کے عیال یعنی ذمے اور ساتھ ہوگا تو اُسکے آقا پر زکوٰۃ فطرہ واجب ہوگی تیسری شرط مالداری ہے بس فطرے کی زکوٰۃ نہ تو فقیر پر واجب ہے اور نہ اُس شخص پر جو مال کی زکوٰۃ کے کسی معتبر نصابون مین سے کسیکا مالک ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ یہ وہ شخص ہے کہ مال کی زکوٰۃ اُسے دیسکے اور اسکا ضابطہ یہ ہے کہ اپنے اور اپنے عیال کے سال بھر کے قوت کا مالک نہو اور یہی اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ جو شخص کوئی کسب اور کار کرتا ہو کہ اُس سے سال بھر کما کر کھایا کرتا ہو تو وہ بھی سال بھر کے قوت کا مالک کا حکم زکوٰۃ کے واجب ہونے مین رکھتا ہے۔ اور فقیر کو بھی زکوٰۃ فطرے کا نکالنا سنت ہے اور کم سے کم ایک صاع کو ہاتھون ہاتھ اپنے عیال اور اپنے درمیان مین پھر آئے اور اُسے تصدق کر دے اور جبکہ فطرے کی زکوٰۃ کی شرطین پائی جائین تو اپنی طرف سے اور اپنے سب عیال کی طرف سے فرض کی نیت سے فطرے کی زکوٰۃ نکالے اور اگر وجوب کی شرطین نپائی جائین تو سنت کی نیت سے نکالے اور عیال جورو بچے اور جو اُنکے مثل مین لونڈی غلام وغیرہ ہین اور اُس مہمان کی طرف سے نکالے جو کچھ ماہ رمضان کی باقی رہنے پر عید کے چاند کے وقت آجائے اور جو کہ مہمان کی طرح ہین یہ وہ

مہمان

عیال ہین جنھین روٹی کپڑا دینا مستحب ہوا کرتا ہے خواہ بچہ ہو خواہ بالغ ہو خواہ آزاد ہو خواہ غلام ہو خواہ مسلمان ہو خواہ کافر ہو اور فطرے کی ادا مین نیت بھی معتبر ہے اور فطرہ نکالنا کافر کا صحیح نہین گو واجب اُسپر بھی ہے اور اگر مسلمان ہو گا تو اگلا فطرہ اُسکے ذمّے سے ساقط ہو جائیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ کتاب قواعد مین کہا ہے کہ اگر مالدار مرد کی عورت اپنا فطرہ اپنے مال مین سے اپنے شوہر کی اجازت لیکر دے تو کافی ہے اور شوہر کے ذمّے سے ساقط ہو جائیگا اور اگر شوہر کی بے اجازت دیگی تو اُسکے کافی ہونے مین شوہر کیطرف سے اشکال ہے۔ تین مسئلے پہلا مسئلہ جو عید کے چاند سے پہلے بالغ ہو یا مسلمان ہو یا جنون سے اچھا ہوا ہو یا کسی ایسی چیز کا مالک ہوا ہو کہ جس سے مالدار ہو جائے تو اُسپر فطرہ دینا واجب ہے اور اگر چاند کے بعد اور عید کی نماز کے بعد ہو تو اسکو فطرہ دینا مستحب ہے اور یہی تفصیل ہے اگر مالک غلام کا ہو جائے یا کوئی بچہ اُسکے گھر پیدا ہوا ہو۔ دوسرا مسئلہ جورو غلام جبکہ آدمی کے عیال ہون تو اُنکی طرف سے فطرہ دینا واجب ہے گو اُسکے عیال مین نہون اور بعضے فقہائے کہا ہے کہ فطرہ اُس صورت مین ہے کہ اُسکے عیال ہون اور اسمین تردد ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ منشا تردد کا یہ ہے کہ اسمین شک ہے کہ فطرے کا وجوب کا سبب یا عیال ہونا یا جورو ہونا اور مملوک ہونا ہے اور احادیث کے نصوص کا ظاہر یہی ہے کہ زوجیت اور ملکیت سے بھی اُنکی طرف سے زکوٰۃ نکالنا واجب ہے گو اُنکی کفالت اُسکے سر نہو تیسرا مسئلہ جسکا فطرہ اَور پر واجب ہوتا ہے تو اُسکی ذات پر سے ساقط ہو جاتا ہے ہرچند کہ اگر تنہا ہوتا تو اُسی پر واجب ہوتا جیسے مہمان کہ مالدار ہو اور جورو کہ مالدار ہو اسلیے کہ مہمان کا فطرہ مہمان دار پر اور جورو کا اُسکے شوہر پر ہے جامع الرضوی۔ کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب قواعد نے فرمایا ہے کہ اگر تنگدست مرد کی جورو مالدار ہو تو اُس عورت کا روٹی کپڑا اُسکے شوہر پر واجب ہے اور فطرہ اُس عورت کا اُسی پر واجب ہے اور نادار مرد پر واجب نہین ہے فرعی مسئلے پہلا مسئلہ اگر کسی کا کوئی غلام غائب ہو اور اُسکی زندگی کا اُسے علم ہو پس اگر وہ غلام اپنی ذات کا عیال اس معنی سے ہو کہ اپنے کسب اور اپنے کاروبار سے اپنی بسر کرتا ہو یا اپنے آقا کے عیال مین ہو تو فطرے کی زکوٰۃ اُسکے آقا پر واجب ہے اور اگر کسی اَور کے عیال مین ہو تو اُس عیالدار پر واجب ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ اس حکم مین غلام مین اور اُن لوگون مین کہ جنکا نفقہ واجب ہے

مثل جور دیجون کے کوئی فرق نہین اور غلام کا ذکر مثل تمثیل کے ہے یا ذکر اِس توہم کے دور کرنے کے لیے ہی کہ اُسکا فطرہ اُسکے رقبے سے عینیہ زکوٰۃ کی طرحسے متعلق ہے پھر جب کہ اُس تک پہونچنا ممکن نہو تو اُس زکوٰۃ کا اخراج واجب نہوگا برخلاف اورون کے اسلیے کہ اُنمین یہ توہم نہین ہوسکتا اور عبارت سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ جب اُسکے جیتے ہونے کا علم نہوگا تو اُسکی زکوٰۃ بھی واجب نہوگی اور یہین پر اختلاف ہے اور واضح وجوب فطرہ ہے اِسلیے کہ اُسکی زندگی اصل ہی جبتک شرع سے اُسکے مرنے کا حکم نہ کیا جائے اور علاّمہ نے اُسکے مرجانے کے ظن یعنی گمان پر اکتفا کیا ہے اور یہ قول وجہ رکھتا ہے۔ دوسرا مسئلہ اگر ایک غلام دو شریکون مین ہو تو اُسکی زکوٰۃ اُن دونون پر ہے اور اگر دوسرے کے عیال مین ہو تو اُسی عیالدار پر واجب ہے تیسرا مسئلہ اگر کسی غلام کا آقا مرجائے اور وہ قرضدار ہو بس اگر عید کا چاند نظر آنے کے بعد مرا ہو تو اُسکے مال سے اُس غلام کا فطرہ دینگے اور اگر اُسکا ترکہ قرض اور زکوٰۃ کی ادا کے موافق نہوگا تو اُسمین قرض اور زکوٰۃ کے رسدی حصے لگائینگے اور اگر چاند کے پہلے مرجائے گا تو اُس غلام کی زکوٰۃ کسی پر نہوگی مگر جو اُسکا عیالدار ہو اُسپر زکوٰۃ واجب ہوگی اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ کسی پر زکوٰۃ واجب نہونیکی بنا اس پر ہے کہ مُردے کا ترکہ اُسکا قرضہ ادا ہونے کے پہلے مُردے کے مال کے حکم مین ہے خواہ وہ قرضہ سارے ترکے پر حاوی ہو خواہ نہو اور اِسی سبب سے دین مطلق ہوگیا اور اگر ہم ترکے کے وارث پر منتقل ہونے کے قائل ہون گو قرضہ دینے کے پہلے تصرف کرنے سے وارث ممنوع ہو جیسا کہ یہی قول اجود ہے تو زکوٰۃ وارث پر واجب ہے چوتھا مسئلہ جو وصیت کرے کہ میرا غلام میرے بعد فلان شخص کو دیدینا بعد اِسکے یعنی وصیت کرنے والا مرجائے بس موصی لہ یعنی جسکے لیے وصیت کی ہے وصیت کو چاند کے پہلے قبول کرے تو اُس غلام کے فطرے کی زکوٰۃ اُسپر واجب ہوگی اور اگر چاند کے بعد قبول کریگا تو زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اِس صورت مین وارثون پر زکوٰۃ ہوگی اور اِسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ تردد کا منشا اسبات کا شک ہے کہ وصیت کا قبول کرنا ملک کو موصی لہ کی طرف قبول کیوقت سے نقل کرتا ہے یا اگلی ملک کا موصی کے مرنے کے وقت سے کاشف ہوتا ہے تو پہلی شق پر زکوٰۃ وارثون نے

ساقط ہو جائیگی اِس بنا سے کہ مصنف کا مختار یہ ہے کہ ترکہ وصیت اور قرض کے ساتھ مُردے کے
مال کے حکم پر باقی رہتا ہے اور وارثوں کی طرف منتقل نہین ہوتا ہے اور موصی لہ کے ذمّے سے
اِسلیے ساقط ہو جائیگی کہ ملک کی نقل کا سبب کہ وہی قبول ہے اُسکے نپائے جانے سے ملک
اُسکی طرف منتقل نہین ہوئی ہے۔ اور اگر کسی کو غلام دیدیا اور موہوب لہ یعنی جسے وہ غلام
دیا ہے اُسنے قبضہ نہین کیا تو اُسپر زکوۃ واجب نہین اور اگر ہبہ کرکے غلام کو مرجائے تو اُس غلام کی
زکوۃ اُسکے وارثون پر واجب ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر موہوب لہ یعنی جسے دیا ہے
وہ قبول کرچکے اور قبضہ کرنے کے پہلے مرجائے اور اُسکے وارث چاند کے پہلے قبضہ کرلین تو
اُنپر اُس غلام کی زکوۃ واجب ہے اور اِسمین تردد ہے۔ اُردو مترجم کہتا ہے کہ وارثون پر زکوۃ
کے واجب ہونے کے شیخ کتاب مبسوط مین قائل ہین اور یہ قول اُنکے مذہب مختار کے مطابق
نہین اِسلیے کہ اُنکا مذہب پر ہبہ کی صحت کی شرط قبضہ ہے اِس تقدیر پر موہوب یعنی غلام کی
ملک میّت کی طرف منتقل ہی نہین ہوئی پھر اُسکے وارثون کی طرف بھی منتقل نہوگی اور یہ
قول اُسیوقت ٹھیک پڑیگا جب یہ کہین کہ ہبہ مین قبضہ ہبہ کی صحت کی شرط نہین ہے۔ اور
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ تردد کا منشاء یہ ہی کہ ہبہ کے تام ہو جانیکا احتمال اِسصورت مین موہوب لہ کے قبول
کے سبب سے ہی اور قبضے پر موقوف نہین اور جبکہ موہوب لہ کے وارثون نے چاند کے پہلے قبضہ کرلیا تو اُنھین اِس غلام کی
زکوۃ دینا چاہیے کہ اُنکا میراث سے ملوک ہوچکا ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ جب قبضہ پایا نہین گیا تو محض قبول سے بغیر قبضے
کے ملک پائی نجائیگی کہ ہبہ قبضے پر موقوف ہوتی ہی۔ دوسرا رکن جنس زکوۃ مین اور اُسکی مقدار مین
ہے اور اُسکا ضابطہ یہ ہے کہ جو جنس اُس شہر مین زیادہ کھائی جاتی ہو وہی دین جیسے گیہون
اور جَو اور اُنکا آٹا اور اُنکی روٹی اور چھوارے اور منقّے اور چانول اور دودھ اور اقط ہی اور اگر کھانے
کے سوا دین تو بازار کی قیمت کے موافق دین اور بہتر یہی ہے کہ خرمے سوکھے یعنی چھوارے دے
پھر منقّے دے اور اُسکے بعد یہ ہے کہ آدمی جو خود زیادہ کھاتا ہو وہ دے اور فطرے کی مقدار اسب
تو قوت مین ایک صاع ہے کہ عراقی چار مد بھر کا ہوتا ہے اور مد عراقی نو رطل کا ہوتا ہے اور دودھ
دے تو چار رطل ہین اور ایک جماعت نے رطل کی تفسیر مدینہ کے رطل سے کی ہے اُردو مترجم
کہتا ہے کہ مد کا وزن ہندوستانی چھوٹی گولی کے چھیانوے کے سیر سے چھٹانک کم تین ۳ پاؤ کا

اور صاع پونے تین سیر کا ہے اور انگریزی چہرے دار روپیے کے اسّی بھر کے سیر سے ڈھائی چھٹانک تین سیر اور ایک چہرے دار اٹھائی بھر کا ایک صاع ہوتا ہے اور رواجب جنسون کے بدلے کے دینے مین شرع مین کوئی مقدار معین نہین بلکہ بازار کی قیمت کے موافق حساب کرنا چاہیے اور علمار کی ایک جماعت نے ایک درہم کا اندازہ کیا ہے اور بعضون نے چار دانگ بھر چاندی کا اندازہ کیا ہے اور یہ قول معتمد نہین ہے اور بعضے علمانے قیمتون کے اختلاف پر اسے گنا ہے کہ کبھی مہنگی اور کبھی سستی ہوتی ہے کہ یہی اقوال کے مختلف ہونے کا سبب ہے تیسرا رکن فطرہ کی زکوٰۃ کے وقت مین فطرہ عید کا چاند نظر آنے کے وقت سے واجب ہوتا ہے اور وقت سے پہلے دینا جائز نہین مگر بنا بر اظہر کے قرض کے طریق سے جائز ہے اور عید کا چاند نظر آئی دینے کے بعد فطرہ نکالنا اور عید کی نماز کے قبل تک دیر کرنا جائز ہے اور اگر نماز کا وقت نکلجائے اور زکوٰۃ کو علیحدہ کر چکا ہو تو اُس زکوٰۃ کو نکالے اور وجوب اور ادا کی نیت سے مستحق کو دیدے اور اگر عید کی نماز سے پہلے جدا کر کے نہ رکھا ہوگا تو اُسکا وجوب ساقط ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ قضا کی نیت سے دے اور بعضے کہتے ہین کہ ادا کی نیت سے دیدے اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ پہلے قول کے اشبہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ زکوٰۃ فطرہ ایک خاص وقت کی عبادت ہے اور اُسکا وقت جاتا رہا تو قضا ہو جائیگی پھر اُسکا قضا بجالانا کسی شرعی دلیل پر موقوف ہوگا۔ اور اگر جدا کرنے بعد امکان مستحق پر ادا کرنے مین دیر کریگا تو ضامن رہیگا اور تلف ہو جاتے تاوان کا ذمہ دار ہوگا اور قدرت نہونے پر دیدینے مین تاخیر ہو تو ضامن نہین ہے اور اُس شہر مین مستحق نہونے پر اَور شہر مین بھیجدینا جائز ہے اور اِس صورت مین ضامن نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اُس شہر مین مستحق نہونے پر دوسرے شہر کے بھیجنے مین ضامن نہونا کئی شرطون سے مشروط ہے ایک تو یہ کہ راستہ خطرناک نہو اور نزدیک کے شہر مین مستحق ہوتے دور کے شہر مین نہ بھیجے اگر انہین سے ایک کے بھی خلاف ہوگا تو تلف ہونے پر تاوان دینا پڑیگا چوتھا رکن فطرہ کی زکوٰۃ کے مصرف مین ہے اِس فطرے کی زکوٰۃ کا مستحق وہی ہے جو مال کی زکوٰۃ کا حقدار ہے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور مالک کو خود ادا کا متولی ہونا جائز ہے اور بہتر یہی ہے کہ اُسے امام علیہ السلام یا اُن حضرت کے نائب کے پاس بھیجدے اور اگر یہ دشوار ہو تو شیعہ مذہب کے فقیہون کے پاس

بھیجدے اور غیر مومن کو اور ضعیف اعتقاد والے کو مومن کے نہونے پر بھی فطرہ نہ دینگے اور مومنون
کے نابالغ بچون کو فطرہ دینگے گو اُنکے باپ فاسق ہون اور کسی فقیر کو صاع بھر سے کم نہ دیا جائیگا
مگر جبکہ بہت سے فقیر مجتمع ہو جائین اور پوری نہ پڑے اور ایک فقیر کو اتنا دینا جائز ہے کہ مالدار
ہو جائے اور سنت ہے کہ قریب کے رشتہ دار مستحق لوگون کو دے اور اگر وہ نہون تو ہمسایہ کے مستحق کو دے

کتاب الخمس

یہ کتاب خمس کے بیان مین ہے اور اِسمین دو فصلین ہین

پہلی فصل اُن چیزون مین ہے کہ جنمین خمس واجب ہے اور وہ سات چیزین ہین پہلی چیز
غنیمت کا مال ہے کہ دار الحرب سے لشکر جسے جمع کرکے لاتے ہین اور جو وہ جمع کرکے نہین
لاتے ہین جیسے زمین وغیرہ جبتک کہ چھینی نہو مسلمان سے یا اُس کافر سے جو امان مین اور
مسلمانون کے ذمہ مین ہو اور یہ غنیمت یعنی لوٹ خواہ کم ہو خواہ بہت ہو دوسری چیز جو
کھانون سے نکلتی ہے خواہ منطبع ہو یعنی چاندی سونے کی قلعی کیطرح آگ سے پگھلتی ہو خواہ
یاقوت زبرجد کی طرح نہ پگھلتی ہو خواہ گندھک قیر نفط کی طرح بہتی ہو اُنمین مصارف کے بعد
خمس واجب ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ جبتک بیس دینار کو نہ پہونچے واجب نہین
اور پہلا قول اکثر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ معدنون مین سے نمک اور نورہ اور
چونہ اور زرد اور چکّی کے پتھر اور لال مٹی اور کالی مٹی اور بیارون کی دوائی مٹی اور اُس جیسی ایک
زمین ہو کہ جسمین کوئی خصوصیت ہو کہ اُس سے عظیم انتفاع ہوتا ہو تیسری چیز خزانے ہین اور
یہ وہ مال ہے کہ جسے زمین کے نیچے جمع کیا ہو بس اگر قیمت بیس دینار پر پہونچے اور دار الحرب
کی زمین مین ہو یا دار الاسلام مین ہو اور اُسپر اسلام کا اثر نہو تو اُنمین خمس واجب ہے اور اگر
اُسے کسی ملک مین پائے کہ جسے خرید کیا ہو تو اُسے اُس ملک کے بیچنے والے کو پہچنوائے پھر
اگر اُسے بیچنے والا پہچان لے اور اُسکے نشان بیان کرے تو وہی اُسکا زیادہ سزاوار ہے اور
اگر نہ پہچانے تو مشتری یعنی اُس ملک کے مول لینے والے سے متعلق ہے اور اُسپر خمس یعنی اُسکا
پانچوان حصہ واجب ہے اور اگر کوئی چوپایہ مول لے اور اُسکی پیٹ مین کوئی بھاری قیمت کی
چیز پائے اور اگر مچھلی مول لے اور اُسکے پیٹ مین کچھ پائے تو اُسمین سے بھی خمس نکالے اور

باقی مال مشتری کا ہے اور اسکے لیے پہنچوانا نہین ہے تفریع اگر دار الاسلام کی بے مالک کی زمین مین کوئی خزانہ پائے تو بعضے فقہا نے کہا ہے اُسے لقطہ یعنی سرراہ کی اُٹھائی چیز کی طرح پر پہنچوانا چاہیے پھر اگر اُسپر سکہ اگلے کافرون کا عاد و ثمود وغیرہ کی قوم سے ہو تو بعضون نے کہا ہے کہ پانے والا اُس کا مالک ہو جائے گا اور پہلا قول اشبہ ہے چوتھی چیز وہ چیزین ہین جنھین غوطہ مار کر دریا سے نکال لیتے ہین اِس شرط سے کہ اُسکی قیمت ایک دینار یا زیادہ ہو اور اگر بے غوطہ کھائے دریا سے کوئی چیز لین تو اُسپر خمس واجب نہین تفریع اگر عنبر غوطہ لگا کر نکالین تو اُسکے خمس مین شرط ہے کہ اُسکی قیمت کی مقدار ایک دینار ہو اور اگر اُسے پانی پر سے یا دریا کے کنارے سے اُٹھا لین تو اُسکا معدنیات یعنی کھان والی چیزون کا حکم ہے پانچوین چیز وہ ہے کہ جو تجارت اور کاریگرون اور کھیتون کی منفعتون مین سے مالک اور اُسکے عیال کے سال بھر کے قوت سے بڑھے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ عیال کے حکم مین وہ ہر ایک بھی داخل ہے کہ جسے وہ روٹی کپڑا دیتا ہو خواہ اُنکا نفقہ واجب ہو خواہ نہو اور مہمانون کی ضیافت اور تحفے اور تصدق اور جو ظالمون کو جان مال حرمت بچانے کو دیا جاتا ہو اور تاوان اور حقوق کہ نذر اور قسم وغیرہ سے لازم ہون اور خرچ حج کی راہ کا اور بیاہ شادی کا اور لونڈیان خریدنے کا خدمت کے لیے یا حرم بنانے کے لیے یا اُن چوپایون کے لیے کہ جنکی ضرورت پڑتی ہو مثل سواری وغیرہ کے اگر اُن لوگون مین سے ہو کہ جو اسکے خوگر ہون لیکن شرط ہے کہ حصول نفع مین یہ خرچ پیش آئے ہون کہ اگر اُس سال مین خرچ نہو اور اُسکے نفع کو دوسرے سال مین صرف کرے تو خمس ساقط نہین ہوتی ہے اِسلیے کہ خمس پہلے استقرار پا چکی ہے اور چاہیے کہ یہ خرچ اپنے حال کے موافق ہون فضول خرچی اور کنجوسی نکرے فضول مؤنت مین داخل نہین اور تنگی کرنیکی وجہ سے جو بچا اُسکا مال ہے کہ جس سے خمس متعلق ہے چھٹی چیز وہ زمین ہے کہ جسے ذمی کافر مسلمان سے مول لے اُس زمین مین خمس واجب ہے خواہ اُسمین خمس پہلے سے ہو جیسے زمین غلبے سے مفتوح ہو خواہ نہو جیسے وہ زمین کہ جسکے لوگ آپ سے آپ مسلمان ہوگئے ہون جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ زمین مفتوح عنوہ کے مول لینے سے مراد یہ ہے کہ اُسے آثار اور عمارت کی تبعیت سے مول لین نہین تو علیحدہ مفتوحہ زمین کا بیچنا مول لینا

جائز نہین ساتوین چیز وہ حلال مال جسمین حرام مال ملجائے اور پہچان نہ پڑے تو اسمین بھی خمس دینا
واجب ہی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ملجانے کی چار
صورتین ہین پہلی یہ کہ مال حرام کی مقدار اور مالک معلوم نہو اور اسی صورت مین خمس واجب
ہوتی ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ ظاہر یہ ہے کہ اسکا مصرف خمس مین صرف
کرنا ہی کہ اس سے باقی حلال ہو جاتا ہے اور حلت کو خمس دینا جبھی کافی ہو گا کہ اجمالاً یہ نہ جانتا ہو کہ مال
حرام جو اسمین ملا ہے وہ خمس سے زیادہ ہے اور اگر یہ جانتا ہو گا تو گمان کے موافق نکالنا پڑیگا اور
زیادہ کے مصرف مین تردد ہے اور اس زائد کا تصدق کر دینا قوی ہے دوسری صورت یہ کہ
مقدار اور مالک دونون معلوم ہون اس صورت مین مالک کو پھیر دینا واجب ہی تیسری صورت
یہ کہ مالک معلوم ہو اور مقدار معلوم نہو اس صورت مین صلح کے طریق سے اس سے فیصلہ کرنا واجب
ہے چوتھی صورت یہ کہ مقدار معلوم ہو اور مالک معلوم نہو اس صورت مین مالک کا بہت تفحص
کرے جب کسیصورت سے پتا نہ لگے تو اسکی طرف سے تصدق کرے اور اگر اس مال حلال مین کہ جو
ملگیا ہے خمس واجب ہو تو چاہیے ہے کہ اسکی خمس دے اور یہ خمس ملجانے کے سبب سے واجب

ہوئی ہے اس پہلی خمس کی مسقط نہو گی۔ **تفریع** پہلا مسئلہ خمس خزانون مین واجب ہے خواہ
پانے والا آزاد ہو خواہ بندہ ہو نابالغ ہو خواہ بالغ ہو اور یہی حکم ہے انہین جو کھانون سے نکلتا
ہے یا دریا سے غوطے سے نکالین دوسرا مسئلہ سال کا گزرنا خمس کی قسمون مین سے کسی مین
معتبر نہین لیکن تجارت کی نفعون مین کی واجب خمس مین پونجی کی محافظت کو احتیاطاً سال
گزرنے تک تاخیر چاہیے تیسرا مسئلہ جب گھر کا مالک اور مستاجر خزانے کی ملکیت مین اختلاف کریں
تو معتبر قول قسم کے ساتھ اجارہ دینے والے مالک کا قول ہے اور اگر خزانے کی مقدار مین اختلاف
ہو اسطرح پر کہ گھر کا مالک کہے زیادہ تھا اور گھر کا کرایہ دار کہے کہ کم تھا تو مقبول قول قسم کے ساتھ
کرایہ دار کا قول ہے چوتھا مسئلہ کھان اور خزانے کی کھودوائی وغیرہ ضروری مصارف نکالنے
کے بعد خمس واجب ہوتی ہے

دوسری فصل خمس کی تقسیم مین ہے خمس کے چھ حصے کرین خدا فرماتا ہے وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم
مِن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ یعنی اور

جان لو تم جو غنیمت میں پاؤ تم کافرون سے تو بیشک اُسکی خمس اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت وارون کے لیے اور یتیمون کے لیے اور محتاجون کے لیے اور مسافرون کے لیے ہے تین حصے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہین کہ ایک خدا کا سہم اور ایک خود حضرت کا سہم اور ایک قرابتیونکا سہم کہ سہم امام علیہ السلام ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد یہ تینون حصے امام علیہ السلام سے تعلق رکھتے ہین کہ پیغمبر کے قائم مقام ہین اور جیسے پیغمبر یا امام نے لیا ہے اُنکے بعد اُنکے وارثون کی طرف منتقل ہوگی اور باقی تین حصے یتیمون اور محتاجون کے اور مسافرون کے حقوق ہین اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ پانچ حصے ہونگے اور خدا کا حصہ آیۂ کریمہ مین تیمن کیطور پر مذکور ہوا ہے اور پہلا قول اشہر ہے اور یتیم اور محتاج مسافرون کے تینون حصون مین شرط ہے کہ باپ کی طرف سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے دادا عبد المطلب کی طرف منسوب ہون اور اگر فقط مان کی طرف منسوب ہونگے تو اظہر کی بنا پر انھین خمس نہ دے سکین گے اور سید مرتضی اور ابن ادریس نے فرمایا ہے کہ انھین بھی دے سکتے ہین اور تین طائفین کے سب شخصون کو دینا واجب نہین بلکہ ہر گروہ مین سے ایک ایک شخص کو بھی دیدینا جائز ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحبمدارک فرماتے ہین کہ خمس کے چھ ہی حصے کرنا مشہور ہے اور صریح اِسی پر آیۂ شریفہ کو بھی دلالت ہے اور اسیطرح پر روایتین بھی دلالت کرتی ہین اور پانچ حصون کا دوسرا قول شاذ ہونے پر ہے اُسکا قائل معلوم نہین۔ اِس مقام مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ خمس کے مستحق مین ہے اور یہ وہ لوگ ہین جو عبد المطلب کی اولاد ہین اور اسوقت مین ابو طالب اور عباس اور حارث اور ابو لہب کی اولاد مین خواہ مرد ہون خواہ عورت ہون اور مطلب بن عبد مناف کی اولاد کے استحقاق مین تردد ہے اظہر یہ ہے کہ انھین نہ دے سکین گے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مطلب ہاشم کا نام تھا اور اکثر حدیثون کو بھی اسی پر دلالت ہے اِسی لیے شیخ علی الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اصح یہی ہے کہ مطلب کی اولاد کو دینگے اور عبد المطلب کی اولاد سے اختصاص نہین دوسرا مسئلہ آیا جائز ہے کہ ان سب گروہون مین سے ایک گروہ کو ساری خمس دیدین بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ہان دے سکتے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ نہین دے سکتے اور یہی احوط ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ منشاء خلاف کا وہ آدھی خمس ہے جو امام علیہ السلام سے مختص نہین ہے اور تخصیص کی بنا کا

باب

قول شیخ کا ہے کہ مبسوط مین انکا ظاہر کلام اسے ظاہر کرتا ہے اور ابو صلاح بھی منع کے قائل ہین
اور جواز کا قول متاخرین علما مین مشہور ہے اور اسمین کوئی شک نہین کہ اگر خمس چھوؤن
قسمون مین پھیلائی جائے تو اولی اور احوط ہے۔ تیسرا مسئلہ امام علیہ السلام ان گروہ کے
لوگونمین تقسیم فرمائین گے اور ہر ایک کو میانہ روی سے کفایت بھر دینگے پھر جو بڑھجائیگا وہ
امام کا مال ہے اور جو گھٹے گا اُسے اپنے حصے سے پورا کر دینگے چوتھا مسئلہ ابن سبیل یعنی
مسافر مین یہ شرط نہین کہ وہ محتاج ہو بلکہ جس شہر مین کہ ابن سبیل یعنی مسافر ہے وہان کا محتاج
ہونا کافی ہے گو اپنے شہر مین مالدار ہو اور آیا یتیم مین محتاجی شرط ہے بعضے فقہا نے کہا ہے کہ
ہان شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ نہین شرط ہے اور پہلا قول احوط ہے اردو مترجم کہتا ہے
یتیم سے مراد وہ نابالغ ہے کہ جسکا باپ نہو اور اسمین فقر کی شرط لگانے کی وجہ ظاہر ہے اسلیے
کہ امام علیہ السلام کے حصے کے سوا خمس مین سے زکوۃ کا بدلا ہے اور وہ محتاجون سے مختص
ہے پھر اسیطرح یہ عوض بھی مختص ہوگا اور محتاج نہونے کی وجہ یہ ہے کہ آیہ مین یتیم قسیم یعنی مقابل
مسکین کا ہے اور یہ مغایرت کو مقتضی ہے نہین تو ایک دوسرے مین داخل ہو جائیگا۔ پانچوان
مسئلہ مستحق کے ہوتے ہوے ایک شہر سے دوسرے شہر مین خمس کا بھیجنا حلال نہین اور
اگر کوئی بھیجے اور تلف ہو جائے تو ضامن رہیگا یعنی تاوان دیگا اور مستحق نہونے کی صورت
مین بھیج سکتا ہے۔ اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک فرماتے ہین کہ سادات ہونگی صورتمین صحیح
مطلق بھیجدینا ہی جیسا کہ زکوۃ مین گزر چکا ہی مگر بھیجنے کا خرچ مالک کے ذمے ہے اور منع کے قول پر
جواز اقرب کے شہر پر پھر اقرب پر منحصر رہیگا اور یہ سب غیبت امام علیہ السلام مین ہو اور حضرت
کے وقت مین تو مطلق حضرت ہی کیخدمت مین بھیجدیجائے گی۔ چھٹا مسئلہ مستحق مین ایمان
شرط ہے اور اسمین تردد ہے اور تردد کا منشا یہ ہے کہ آیہ کریمہ مین مؤمن کی تخصیص نہین یعنی
غیر مؤمن کو کہ وہ ذوی القربی ہو دے سکتے ہین اور اگر یہ نظر کرین کہ مخالف حق سے دوری
اور رعایت سزاوار نہین تو یہان شرط ٹھہریگا اور اظہر کی بنا بر عدالت شرط نہین خمس کے
ملحق احکام مین دو مقصد ہین پہلا مقصد انفال مین اور یہ وہ چیز ہے کہ جسکے خاص مالک
امام علیہ السلام ہین جیطرحسے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ کیلیے انفال تھے اردو مترجم کہتا ہے کہ

انفال تحریک سے نفل کی جمع ہے اور نفل کے معنی لغت میں غنیمت اور ہبہ کے ہین اور ازہری کہتے ہین کہ نفل وہ چیز ہے جو اصل سے زیادہ ہو اور غنیمتون کا نام انفال اسلیے ہوا کہ مسلمان اِس سے فضیلت دیئے گئے ساری ایسی اُمتون پر کہ جنھین غنیمتین حلال نتھین اور سنت نافلہ نفل سے نامزد اسلیے ہوئین کہ فرض سے زائد ہین اور انفال یہان وہ چیزین ہین جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہین۔ اور انفال پانچ چیزین ہین پہلی چیز وہ زمین ہے جو بے لڑائی کے ہاتھ آئے خواہ وہان کے رہنے والے جلا وطن کر گئے ہون خواہ اپنی رضا و رغبت سے اُنھون نے سپرد کر دی ہو دوسری چیز لاوارث زمینین کہ جنکا کوئی وارث نہو خواہ اُنکے مالک ہلاک ہو گئے ہون یا وہ کسی کی ملکیت مین آئی نہون جیسے جنگل دریا کے کنارے پہاڑون کی چوٹیان ہین اور اُن کی چوٹیون مین کی چیزین مثل کھانون اور چیون اور درختون کے اور اسیطرح چراگاہون اور ترائیان ہین سے ہے اور جبکہ دار الحرب مفتوح ہو بس جو کہ بادشاہون کی ملک سے ہے جیسے قریے اور کھیت اور زمینین اور بادشاہی عمارتین وغیرہ خاص چیزین اور وہ چیزین کہ نقل سکے اور تحویل کے قابل ہین جیسے لونڈیان اور غلام ہین اور گھوڑے ہین یہ خاص امام علیہ السلام کا مال ہے جس صورت مین کسی مسلمان سے کافر حربی نے غصب یعنی چھین لی ہو یا اُن کافرون کی ملک سے نہو جو مسلمانون کے عہد اور امان مین ہین اور اسیطرح امام علیہ السلام کو پہونچتا ہے کہ مال غنیمت مین سے گھوڑے لونڈیون کپڑون وغیرہ کے قبیل سے جسے چاہین اپنے لیے چُن لین جبتک کہ اجحاف لازم نہ آئے یعنی حد افراط کو نہ پہونچے کہ لشکر کے لیے کچھ کم نہ رہجائے اور جو مال کہ امام علیہ السلام کی بے اجازت غنیمت مین دار الحرب سے غازی لوگ لے لین اور وہ مال بھی امام علیہ السلام سے تعلق رکھتا ہے اور بعضے فقہا اسمین بھی خمس واجب جانتے ہین اور اِسکی دلیلین قوی ہین دوسرا مقصد مال امامؑ کے تصرف کی کیفیت مین اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ امام علیہ السلام کے مخصوص مال مین بے اجازت تصرف جائز نہین جبکہ امام ظاہر مین تشریف رکھتے ہون اور اگر اُسمین تصرف کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر اسمین کوئی منفعت حاصل ہو گی تو وہ بھی امامؑ کا مال ہے دوسرا مسئلہ جبکہ امام علیہ السلام اپنے حقوق مین سے کسی کے ساتھ کسی چیز کا مقاطعہ کرین تو اُسپر حلال ہے جو مقاطعے سے زیادہ حاصل ہو اور اس شخص پر واجب ہے کہ وجہ مقررہ کو پہونچا دے تیسرا مسئلہ

ہے

امامیہ مذہب مین مناکح اور مساکن اور متاجر کی اباحت امام علیہ السلام کی غیبت مین شیعہ امامیہ کے لیے ثابت ہے ہرچند کہ یہ سب امام علیہ السلام کا مال ہین یا امام کا بھی اُسمین حق ہو اور حصہ اِن چیزون سے نکالنا واجب نہین اور مناکح کی تفسیر اُن لونڈیون سے کی ہو جو غیبت کے حال مین حربی کافرون سے لی جائین ہرچند ایک قول پر بے اجازت امامؑ کی لیے ہوے ساری غنیمت امام ہی سے تعلق رکھتی ہے اور ایک قول پر امام علیہ السلام اُسکے خمس مین شریک ہین مگر غیبت امام علیہ السلام مین شیعون کے لیے اُسمین تصرف مباح ہے اور اسیطرح جو سال بھر کے خرچ سے تجارت اور زراعت وغیرہ کے نفعون سے بڑھے کہ اُسمین خمس ہے اور امامؑ کا بھی حق اُس خمس سے متعلق ہے غیبت کے حال مین اُن بڑھے ہوئے منافعون کو اپنی غور تو نکالیہ کرین بخمس نکالے جبتک کہ متصرف کے حال کی نسبت سے اسراف کی حد کو نہ پہونچے اس فرقہ

امامیہ پر حلال ہے نہ اِنکے سوا اَورون پر اور مساکن کی تفسیر اُس زمین سے کی ہے جو انفال کی زمین مین سے مول لیجائے اور یہی حکم ہے جو مساکن کہ مول لیے جائین ایسے مال سے جنمین خمس واجب ہے اور نہ نکالی ہو یا وہ مساکن جو غیبت امامؑ مین بے اذن حضرتؑ حربی کافرون سے لے لیے ہون اور وہ سب ایک قول پر امام علیہ السلام کا مال ہین اور ایک قول پر امامؑ بھی اُسمین شریک ہین وہ بھی شیعہ امامیہ کے لیے مباح ہین اور واجب نہین کہ اسمین سے خمس نکالین اور متاجر کی تفسیر اُن مالون کے مول لینے سے کی ہے جنمین خمس ہوتی ہے اور واجب نہین خریدار پر کہ اُنکی خمس نکالے مگر جب اُنمین فائدہ حاصل ہو تو اُسمین خمس ہے اور تمام انفال جیسے اراضی موات یعنی لاوارث زمینین اور نیستان اور گیاہین اور درخت اور ریتیان امام علیہ السلام کا مال امامیہ شیعون کے لیے مباح ہے اور سند اِسکی صحیحہ مستفیضہ حدیثین ہین کہ حدیثون کی کتابون مین مفصل مذکور ہین چوتھا مسئلہ جو خمس ہین واجب ہے کہ دیا جائے واجب ہے امامؑ کے ظہور و حضور کے وقت مین آپ سے حضرت کی خدمت مین پہونچاوے اور غیبت کے وقت بعضے کہتے ہین کہ اُسمین تصرف مباح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اُسکی محافظت واجب ہو اور جب موت کی علامتین ظاہر ہون تو وصیت کر دے کہ یہ مال امام علیہ السلام کا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اُسے زمین مین گاڑ دے اور ایک جماعت فقیہون کی کہتی ہے کہ نصف مستحقون کو دیدے اور

حفاظت کرے اُس دوسرے نصف کی جو امام علیہ السلام سے مختص ہے زمین مین دفن سے یا وصیت سے موت کے وقت مین اور بعضے کہتے ہین کہ حضرت کا حصہ بھی مذکور صنفون کے موجود مستحقون کو دیدے اسلیے کہ امام علیہ السلام کو ضرور ہے کہ انھین کفایت بھر عطا فرماوین جبکہ اُنکے حصے انھین کافی نہ پڑتے ہون جیسے یہی ظہور کیوقت مین واجب ہے اسیطرح غیبت مین بھی اُن حضرت پر واجب ہے اور یہی قول اشبہ ہے پانچوان مسئلہ امام علیہ السلام کے حصے کا صرف واجب ہے کہ مذکور صنفون مین ہو اور اسکی تقسیم وہ کرے جو نیابت کا محکوم ہو اور وہی حاکم شرع ہے یعنی امامیہ مذہب کا عادل فقیہ فتوے کی شرطون کا جمع رکھنے والا ہے جس طرح سے غائب لوگونکے سرونکے واجب حقوق کو بجالاتا ہو

کتاب الصوم

یہ کتاب روزے کے بیان مین ہے اور نظر صوم کے ارکان اور اقسام اور لواحق مین ہے اور صوم کے ارکان چار ہین۔

پہلا رکن صوم کے لغت مین امساک کے معنی ہین یعنی باز رکھنا اور شرع کے عرف مین نیت کے ساتھ مفطر چیزون سے باز رکھنا ہے اور نیت یا روزے مین رکن ہے اور عمدہ جزء ہے کہ روزے کی ماہیت اسی کی ساتھ پائی جاتی ہے یا روزے کی صحت کی شرط ہے اور روزے سے خارج ہے لیکن شرط ہونا اشبہ ہے اور کفایت کرتا ہے جو ماہ رمضان مین نیت کرے کہ اَصُومُ مُتَقَرِّبًا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی روزہ رکھتا ہون مین اس حال مین کہ تقرب چاہنے والا ہون اللہ تعالیٰ کا آیا یہی نیت معین نذر مین بھی کافی ہے یا نہ بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان کافی ہے اور بعضے کہتے ہین کافی نہین بلکہ معین کرنا چاہیے کہ نذر کا روزہ ہے اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہین کہ کافی ہونے کا قول سید مرتضیٰ اور ابن ادریس کا ہے اور اسکی تقویت کتاب منتہی مین کی ہے اور یہی معتمد ہے اور کافی نہونے کا اور تعیین ضرور ہونیکا قول شیخ کا ہے اور اسی کو کتاب مختلف مین قریب جانا ہے اور رمضان کے مہینے کے سوا نذر معین اور مطلق نذر اور کفارہ اور قضا روزے مین قصد تعیین کا اور مخصوص روزے کا قصد کرنا ہے اور اگر کوئی قربت کے قصد پر اقتصار کرے اور تعیین سے غافل ہو جائے تو صحیح نہین اور روزہ کی نیت کا پہلے جز دن

واقع کرنا ضرور ہے یعنی طلوع صبح کے نزدیک یا دلمین لانا رات کو اُس حالت مین کہ اسی نیت کے حکم پر استمرار کرے اِس معنی سے کہ نیت مذکور کے خلاف کا قصد نکرے اور اگر رات کو نیت بھولجائے تو نیت کی تجدید دنکو آفتاب کے زوال تک کرلے اور اگر آفتاب کو زوال ہوجائے تو نیت کا وقت نہین خواہ واجب روزہ ہو خواہ سنت ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ سورج کے غروب کے وقت تک بھی سنتی روزے مین نیت کرسکتا ہو اور پہلا قول اشہر ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اصح یہی ہے کہ سنتی روزے کی نیت کا وقت اُس زمانے تک ہے کہ کچھ دن غروب آفتاب سے امساک کے لیے باقی رہجائے کہ جسے عرف مین امساک کہین ہر چند زمانہ کم ہی ہو۔ اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ماہ رمضان مخصوص ہے اِس سے کہ جائز ہے داخل ہونے سے پہلے نیت کرے اگر رمضان کے داخل ہونے کے وقت نیت بھولجائے اور روزہ رکھے تو پہلی نیت کافی ہے اسیطرح ماہ رمضان کی پہلی نیت سارے مہینے کے روزون کو کافی ہے اور ماہ رمضان مین غیر ماہ رمضان کا روزہ واقع نہین ہوتا اور اگر کوئی غیر رمضان کے روزے کی نیت ماہ رمضان مین کرے خواہ وہ روزہ

واجب ہو خواہ سنت ہو تو اُسے روزۂ رمضان کے لیے وہ نیت کافی ہے نہ اُس روزے کے لیے کہ جسکی نیت کی ہے جو کہ ماہ رمضان کے سوا کا روزہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ غیر رمضان کی نیت کا رمضان کو کافی ہونا مشروط اِس سے ہے کہ رمضان کے داخل ہونیکو نجانتا ہو یا بھولگیا ہو اور جان بوجھکر غیر رمضان کی نیت واجب یا سنت روزے کی روزۂ رمضان کیلیے کافی ہونے مین اختلاف ہے اور مدارک مین کے بیان پر فساد جید ہے اور واجب سنت مین نیت کی تردید کرنا جائز نہین بلکہ ضرور ہے کہ تعیین سے اِن دو مین کے ایک کا قصد کرے اور اگر شعبان کے اخیر روز مین شک کی تقدیر پر واجب روزے کی نیت کرے تو روزہ نہ تو شعبان کے روزے سے اور نہ رمضان کے روزے سے مجزی ہوگا اور اگر یوم شک مین نیت کرے کہ سنتی روزہ بجالاتا ہے اور پھر ظاہر ہو کہ وہ رمضان کی پہلی کا روزہ تھا تو وہی روزہ کافی ہے اور اگر شک کے دن روزہ اِس قصد سے رکھے کہ اگر رمضان ہے تو روزہ واجب ہے اور اگر شعبان ہے تو سنتی ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ ماہ رمضان تھا تو وہی روزہ کافی ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اسپر روزے کا اعادہ ہے اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ یہ دونون قول شیخ علیہ الرحمہ کے ہین پہلا مبسوط ہین

اور خلاف مین ہے اور دوسرا قول اُنکی باقی کتابون مین ہے اور یہی کو ابن ادریس اور مصنف اور
اکثر متاخرین نے اختیار کیا ہے اور یہی معتمد ہے۔ اور اگر افطار کے قصد سے صبح کرے اور اسکے بعد
ظاہر ہو کہ ماہ رمضان ہے تو نیت وجوب کی تجدید کرے اور اُسی پر اکتفا کرے اور زوال کے بعد
ظاہر ہو کہ رمضان ہے تو باقی دن کا امساک کرے اور قضا کا روزہ رکھنا اُسپر واجب ہے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ جس صورت مین کہ زوال کے بعد معلوم ہو کہ یہ دن رمضان کا ہے تو واجب
ہے کہ باقی دن کی امساک قربت کی نیت سے کرے پھر اُس روزے کی قضا بجالائے اور اگر
امساک نکریگا اور افطار کریگا تو کفارہ بھی اُسپر لازم ہوگا اور اگر سنت کی نیت سے روزہ رکھا ہو تو
نیت کو قصد وجوب کیطرف پھیر دے اور یہ روزہ کافی ہے خواہ زوال کے پہلے معلوم ہوا ہو اور
نیت کو بدلا ہو خواہ بعد زوال کے فرعی تین مسئلے پہلا مسئلہ اگر رمضان کے دن مین افطار کا
قصد کرے پھر زوال کے پہلے نیت کی تجدید کرے روزہ منعقد نہوگا اور قضا کا روزہ رکھنا واجب ہے
اور اگر کہا جائے کہ روزہ منعقد ہو جائیگا تو اشبہ ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ منعقد ہونا
اصح ہے اگر جانتا ہو کہ ماہ رمضان کا روزہ ہے اور افطار کا قصد کرے اور اگر بھول جائے یہ کہ رمضان
کا دن ہے اور افطار کا قصد کرے اور پھر یاد آجائے اور تجدید نیت کرے تو روزہ منعقد ہو جائیگا
دوسرا مسئلہ اگر روزے کی نیت باندھے پھر توڑنے کا قصد کرے اور نتوڑے اور تجدید نیت کرے تو
روزہ صحیح ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اس صورت مین صحیح ہونا اصح ہے اگر ماہ رمضان
کا روزہ جانکر افطار کا قصد کرے گا اور اس مسئلے مین اور اگلے مسئلے مین فرق یہ ہے کہ اُسمین روزے
کی نیت افطار کے قصد سے پہلے تھی اور اس مسئلے مین پہلے روزے کی نیت ہے تیسرا مسئلہ
نابالغ تمیزدار لڑکے کی نیت صحیح ہے اور اُسکا روزہ شرعی ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک
نے فرمایا ہے کہ نابالغ لڑکے کی عبادت مین علما نے اختلاف کیا ہے کہ آیا کہ یہ عبادت شرعیہ
اس معنون سے ہے کہ شارع علیہ السلام کے حکم کی طرف مستند ہے اور اسپر ثواب کا استحقاق رکھتا
یا تمرینیہ عادت ڈلوانے کی ہے بس شیخ علیہ الرحمہ نے اور ایک جماعت نے کہ جنہین مصنف بھی
ہین پہلی شق کو اختیار کیا ہے اور دلیل اسپر یہ ہے کہ کسی چیز کے حکم کرنے کا حکم دینے والا خود اس چیز
کا حکم کرنیوالا اس معنی سے ہے کہ اس چیز کا ارادہ کرنا اُسکے حال سے ظاہر ہے اور علامہ علیہ الرحمہ نے

جنہین

مختلف ہین تمرینیہ ہونے کو قریب جاناہے اِسلیے کہ تکلیف بلوغ سے مشروط ہے اور شرط کے انتفاء سبب مشروط منتفی ہوتاہے اور اِس شرط کے مطلق معتبر ہونے مین مناقشہ ہوسکتاہے اِسلیے کہ ممیز لڑکے کی طرف خطاب کے متوجہ ہونے کی عقل منکر نہین ہوتی اور شرع فقط واجب اور محرم تکلیف کے توقف کو بلوغ پر مقتضی ہے لیکن سنتی وغیرہ تکلیف کا تو عقلی کوئی مانع ہے اور نہ شرعی مانع ہے۔

دوسرا رکن اُمین ہی جس سے صائم یعنی روزہ دار باز رہتاہے اور اُسمین کئی مقصد ہین پہلا مقصد امساک واجب ہے ہر کھانے کی چیز سے خواہ اُسکا کھانا معتاد ہو جیسے روٹی میوے خواہ معتاد نہو جیسے سنگریزے اور اون اور ہر پینے کی چیز سے ہرچند اُسکا پینا معتاد نہو جیسے پھول و درخت سے نچوڑا ہوا پانی ہے اور جماع سے عورت کے آگے وار اجماعاً اور پیچھے وار سے بنا بر اظہر کے اور اُس سے عورت کا روزہ بھی ٹوٹ جاتاہے اور لونڈے کے پیچھے وار دخول لیے اور چوپایون کے دخول سے روزہ کے فساد مین تردد ہے ہرچند کہ فعل حرام ہے اور اسیطرح قول ہے دخول لونڈے کے روزے کے فساد مین اور اشبہ یہی ہے کہ غسل کے وجوب کے تابع ہے یعنی اگر لونڈے کے پیچھے وار دخول سے غسل واجب ہوتاہے جیسا کہ بعضے علما کا مذہب ہی تو روزہ بھی ٹوٹ جائیگا اُردو مترجم کہتا ہی کہ شیخ علی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ لونڈے کے پیچھے وار دخول سے غسل کا واجب ہونا اصح ہے تو وہ روزے کو بھی ضرور توڑ ڈالیگا اور اِس قول پر کہ لڑکے کی بھی عبادت شرعیہ ہے تو اُسکے روزے کو بھی فاسد کردیگا لیکن چوپاؤن کے دخول مین غسل کے وجوب پر کوئی دلیل نہین بس جب غسل احوط ہے تو روزے کے ٹوٹنے کا قول بھی احوط ہے اور خدا پر اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ پر اور ائمہ علیہم السلام پر افترا باندھنے سے امساک واجب ہی آیا اِس جھوٹ سے روزہ ٹوٹتاہے یا نہین بعضے کہتے ہین کہ ٹوٹجاتاہے اور بعضے کہتے ہین کہ نہین اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتاہے کہ خدا اور رسولؐ اور ائمہؑ پر جھوٹ بولنے سے روزے کے ٹوٹنے مین علما نے جھوٹ کے مفسد ہونے کے اتفاق کے بعد اختلاف کیاہے بس شیخین نے اور سید مرتضیٰ نے انتصار مین فرمایا ہی کہ اِس جھوٹ سے روزہ ٹوٹ جاتاہے اور قضا اور کفارہ واجب ہوجاتاہے اور سید نے جمل مین اور ابن ادریس نے کہاہے کہ نہین ٹوٹتاہی اور یہی معتمد ہے۔ اور روزہ دار کو پانی کے اندر سر ڈبونے سے اجتناب واجب ہی اور بعضے علماء نے کہاہے کہ حرام نہین ہے بلکہ مکروہ ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور آیا اِس سے روزہ ٹوٹتاہے یا نہین اور اشبہ یہی ہے کہ روزہ نہین ٹوٹتاہی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سر پانی مین ڈبونے سے اجتناب واجب ہونا عام ہے اِس سے کہ باقی بدن پانی مین

یا سر فقط پانی مین لیگیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ سر فقط پانی کے اندر لیجانا سر کے منافذ کے ساتھ حرام ہے
علماء نے کہا ہے کہ حرمت کے قول پر اگر غسل واجب ارتماس سے یعنی غوطہ مار کے کریگا تو وہ غسل کافی نہوگا
اسلیئے کہ یہ فعل حرام ہے اور واجب نہین ہے پس صحیح نہوگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہین کہ
ارتماسی غسل کے حکم مین علمائے اختلاف کیا ہی پس اکثر علماء اور انھین مین سے شیخین ہین کتاب مقنعہ اور
کتاب نہایہ مین ارتماس سے روزہ ٹوٹ جانے کے قائل ہوئے ہین اور اسی کا یقین کیا ہے سید مرتضیٰ نے
اور اسپر اجماع کا بھی دعویٰ کیا ہے اور ابن ادریس کہتے ہین کہ مکروہ ہے اور شیخ استبصار مین کہتے ہین کہ ارتماس
روزے مین حرام ہے روزیکی قضا اور کفارہ اُس سے واجب نہین ہوتا اور یہی معتمد ہے اور حلق مین غبار
پہونچانے مین اختلاف ہے اور اظہر کے بنا پر حرام ہے اور روزہ ٹوٹ جاتا ہی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حلق
مین غبار پہونچانے مین بعض نے شرط کیا ہے کہ عمداً پہونچائے اور وہ غبار غلیظ ہو اور نہین تو مفسد صوم نہین اور اگر ایسے مکان
مین ہو کہ اُس سے بچاؤ ممکن ہو پھر اگر پہونچ جائے یا احتراز ممکن نہو تو روزے کا مفسد نہوتا اوجہ ہے اور متاخرین
علماء نے اُس گاڑھے دھوئین کو ملحق کیا ہے کہ جسکے اجزا حلق مین جاتے ہین اور دیگ کے بخار کو اور اسی طرح
کے مثل کو اسی غبار سے ملحق کیا ہے اور صاحب مدارک نے کہا ہے کہ یہ بعید ہے اور بغیر ضرورت طلوع فجر تک
جنابت پر باقی رہنے سے اشہر پر اجتناب واجب ہی اور اگر رات کو غسل جنابت کی احتیاج ہو جائے اور بے
ارادہ غسل کے سو رہے اور صبح کے طلوع تک نہ جاگے تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور اگر غسل کی نیت رکھتا ہوگا
تو اُسکا روزہ صحیح ہے اور اگر جاگے اور پھر سو رہے اور صبح کے طلوع تک نہ جاگے تو اُسکا روزہ فاسد ہوگا اور قضا
واجب ہوگی اور اگر استمنا کرے یعنی بے جماع کے منی نکالے یا عورت سے مساس کرے اور انزال ہو جائے تو
اُسکا روزہ فاسد ہو جائیگا اور اگر روزے کی نیت کے بعد دن کو نہانے کی حاجت سوتے مین ہو جائے تو اُسکا
روزہ فاسد نہوگا اور اسیطرح اگر کسی عورت کی طرف دیکھے اور انزال ہو جائے تو اظہر پر نہ ٹوٹیگا یا کسی عورت کی آواز سنے
اور انزال ہو جائے تو روزہ نہ ٹوٹیگا اور سوکھی دواؤن سے حقنہ یعنی عمل لینا جائز ہے اور تر بہتی دواؤن
سے حرام ہے اور اُس سے روزہ فاسد ہونے مین تردد ہی اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا
ہے کہ یہ تردد پیدا ہوتا ہے اس امر سے کہ یہ حقنہ اُس چیز کے پیٹ مین پہونچانے پر مشتمل ہے کہ جسکا پہونچانا
ممنوع ہے جائز نہین پس مثل کھانے کے ہے اور اسکی ممانعت حدیث مین وارد ہے اور اس امر سے یہ تردد
ہوتا ہے کہ حرام ہونے کو روزے کا ٹوٹنا لازم نہین اور اصل برادۃ ہے اور کھانے سے مشابہت روزے کے

ٹوٹنے کو مقتضی نہیں اور صحیح یہی ہے کہ تر بتی دواؤن سے عمل لینا حرام ہے اور روزہ نہیں ٹوٹتا۔ **دو مسئلے** پہلا مسئلہ یہ جو کچھ روزے کے مفسد بیان ہوئے ہین جبھی مفسد ہین کہ عمداً اجتناب کے وجوب کو جانکر واقع کرے اور جاہل ہین تردد ہے اور اگر بھولے سے یہ واقع ہون تو روزے کے مفسد نہین خواہ روزہ واجب ہو خواہ سنت ہو اور اسیطرح روزہ نہین جاتا ہے اگر جبر سے توڑوایا جائے یا حلق مین کوئی مفطر چیز ڈالدیجائے۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اگر روزہ دار کے حلق مین جبر سے کوئی چیز مفطر یعنی روزہ توڑنیوالی چیز ڈالدین تو وہ روزہ دار نہ تو گنہگار ہے اور نہ اُسپر روزے کی قضا ہے اور اگر کسی روزہ دار پر روزہ توڑنے کے لیے جبر کرین اسطرح پر کہ اُسے قتل سے ڈرائین یا اور ضرر پہونچانے سے ڈرائین کہ اُسے گمان غالب ہو جائے کہ روزے کو نہ توڑیگا تو قتل ہوگا یا ضرر اُٹھائیگا تو اس صورت مین بھی افطار پر مامور ہے اور بعضے علما نے کہا ہے کہ قضا روزہ رکھیگا اور بعضون نے قضا رکھنے کو واجب نہین جانا ہے مگر اس صورت مین کم سے کم اتنے کھانے پینے پر اکتفا کرنا چاہیے جس سے وہ تکلیف دور ہو جائے اور اس سے زیادہ مفطر کا استعمال نکرے نہین تو کفارہ لازم ہوگا اور اسیطرح پر ہے کہ اگر کوئی جبر کھانے پر کرے اور وہ پانی وغیرہ پیے اور پینے پر جبر کرے اور وہ کھائے اور آفتاب کے غروب سے پہلے افطار مین تقیہ واجب ہے اور اسدن کے روزے کے افطار مین تقیہ کی روسے جسکا روزہ واجب ہے یہی حکم ہے اور یوہین حکم ہے گناہ تو نہین اور قضا بجالانے مین اختلاف ہے **دوسرا مسئلہ** پیاس رفع ہونے کے لیے انگوٹھے چوسنے مین اور بچے کے لیے کھانا چبانے مین اور پرندے کو دانہ بھرانے مین کوئی سالن کو زبان پر رکھکر تھوک کر نمک چکھنے مین کوئی ڈر نہین اور اگر بے اختیار کچھ حلق مین چلا جائے تو روزہ ٹوٹنے مین دو قول ہین اور روزہ نہ ٹوٹنے کا قول بہتر ہے اور مردون کے لیے پانی مین بیٹھنے مین کچھ مضائقہ نہین اور نماز کے لیے مسواک کرنا مستحب ہے خواہ گیلی لکڑی کی ہو خواہ سوکھی لکڑی کی ہو اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے کہا ہے کہ مردون کے لیے پانی مین بیٹھنا مکروہ نہین جیسا کہ حدیث مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت سے روزہ دار کے پانی مین بیٹھنے کو پوچھا تو حضرت نے فرمایا کچھ ڈر نہین مگر سر کو پانی مین نہ ڈبوئے اور عورت پانی مین نہ بیٹھے اسلیے کہ وہ اپنے آگے کی شرمگاہ سے پانی اُٹھا لیگی یعنی پانی اندر دار چلا جائیگا **دوسرا مقصد** روزہ توڑنے کے حکمون مین اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ قضا کے ساتھ کفارہ ان ساتون مین سے کسی کو عمل مین لانے سے واجب ہوتا ہے ایک کھانا خواہ معتاد ہو خواہ غیر معتاد ہو

دوسرے پینا خواہ معتاد ہو یا غیر معتاد ہو تیسرے جماع عورت سے آگے وار یا پیچھے وار کہ حشفہ داخل ہو جائے
چوتھے طلوع صبح تک عمداً جنابت پر باقی رہنا پانچویں بے غسل کے ارادے طلوع فجر تک سوتے رہنا
چھٹے انزال یعنی منی نکالنا ساتویں غبار حلق مین پہونچانا ہے۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ
اگر جنب عمداً فجر کے طلوع تک جنابت باقی رہے تو اسپر قضا اور کفارہ لازم ہوتا ہے برخلاف حائض اور
مستحاضہ اور نفسا کے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ انپر کفارہ نہ واجب ہونے کا یقین کرنا چاہیے
اور فقط قضا پر اکتفا کرنا چاہیے دوسرا مسئلہ واجب نہین کفارہ مگر رمضان ہی کے روزون مین اور
قضا رمضان کے روزون مین اگر زوال کے بعد توڑ ڈالے اور معین نذر کے روزون مین اور اعتکاف کے
روزون مین جبکہ اعتکاف واجب ہوا انکے سوا اور روزون مین کفارہ واجب نہین جیسے غیر معین نذر کے
اور کفارے کے اور سنتی روزے ہین کہ انمین کفارہ نہین ہے گو ٹوٹ جائین تفریع جو کہ بھولے سے کچھ کھائے
اور گمان کرے کہ روزہ باطل ہو گیا اور بعد اسکے عمداً افطار کر ڈالے تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور قضا بھی
واجب ہوگی اور کفارہ کے وجوب مین تردد ہے اور شبہہ یہی ہے کہ کفارہ واجب ہے اردو مترجم کہتا ہے
کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ تردد اسوجہ سے ہے کہ عمداً کفارے کے موجب کو عمل مین لایا ہے تو کفارہ
لازم ہوگا اور اسوجہ سے ہے کہ حکم سے جاہل ہونے سے یہ فعل کیا ہے اور جاہل معذور ہے اور اصح یہی
ہے کہ اس مقام پر کفارہ واجب نہین اور بے حکم کے جانے جو کسی مفطر کو عمل مین لائیگا اسپر کفارہ نہین
اسلیے کہ روایت زرارہ اور روایت ابی بصیر مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد ہے لیکن
قضا اسکی کوتاہی کے سبب سے ہے۔ تیسرا مسئلہ روزۂ رمضان کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا یا پے
دو مہینے کے روزے رکھنا یا ساٹھ محتاجون کا کھلانا ہے انمین سے جسے بجالائیگا عہدۂ واجب سے خارج
ہو جائیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ کفارہ مرتبہ اس معنی سے ہے کہ پہلے غلام کا آزاد کرنا ہے اور عجز کیصورت
مین دو مہینے کے روزے رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینون کو کھلائے اور بعضون نے
کہا ہے کہ اگر حرام سے افطار کریگا تو تینون کفارے لازم ہونگے اور اگر حلال سے افطار کریگا تو ایک کفارہ ہے
اور پہلا قول اکثر ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ ان تینون کفارون مین تخییر کا قول شیخ علیہ الرحمہ کا انکی ساری
کتابون مین ہے اور سید مرتضیٰ کا ایک قول دو قولون مین سے ہے اور ابو صلاح اور سلار اور ابن ادریس وغیرہ
بھی تخییر ہی کے قائل ہین اور ترتیب یعنی پہلے عتق پھر صیام پھر اطعام کے قائل ابن ابی عقیل ہین اور مصنف کے

سید مرتضیٰ کا ایک قول اُسے دو قدیمین سے نقل کیا ہے اور تفصیل یعنی حرام سے افطار کرے تو تینوں کفارے عمل میں لائے
اور اگر حلال سے افطار کرے تو ایک کفارہ بجا لائے اسکے قائل ابن بابویہ کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں
اور شیخ کتاب الاخبار میں ہیں اور معتمد پہلا ہی قول ہے۔ چوتھا مسئلہ جو معین نذر کے روزے کو توڑ ڈالے
تو اُسپر قضا اور بڑا کفارہ کہ بیان ہوچکا واجب ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ قسم کا کفارہ ہے کہ بندہ آزاد
کرنا یا دس مسکینوں کا کھلانا یا کپڑا دینا ہے اگر ان سب باتوں سے عاجز ہو تو تین روزے پیاپے رکھے
اور پہلا قول اظہر ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ قضا کا واجب ہونا تو علما کے
کلام میں یقینی ہے اور کفارے کے بھی واجب ہونے میں علماء کا کوئی خلاف نہیں فقط کفارے کی قدر میں
اختلاف ہے بس اکثر علماء کہتے ہیں کہ بڑا کفارہ وہی مخیرہ کفارہ ہے جو اوپر بیان ہوچکا ہے اور ابن بابویہ
اور مصنف کتاب نافع میں اسکے قائل ہیں کہ وہ بڑا کفارہ یمین یعنی قسم کا کفارہ ہے اور وہ بندے کا
آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھلانا یا کپڑا دینا ہے اور اسسے عاجز ہونے پر تین دن کے روزے رکھنا ہے
اور یہی قول معتمد ہے۔ پانچواں مسئلہ افترا خدا پر اور رسول اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام پر روزہ دار
اور بے روزہ دار سب پر حرام ہے اور روزہ دار پر حرام موکد ہے مگر اُس سے روزے کی قضا اور کفارہ
واجب نہیں ہوتا اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ اصح یہی ہے کہ افترا
روزے کا مفسد نہیں اور اسکے قضا اور کفارے کے موجب ہونے کے شیخ علیہ الرحمہ اور علماء کی ایک
جماعت قائل ہیں اور مستند انکا ایک ایسی ضعیف روایت ہے کہ وہی ضعیف روایت ایک ایسی
بات پر مشتمل ہے کہ جسکے بطلان پر علما کا اجماع ہے۔ چھٹا مسئلہ ارتماس یعنی سر پانی کے اندر لیجانا روزہ ایسے
بنا بر اظہر حرام ہے اور اُس سے قضا اور کفارہ واجب نہیں ہوتا اور بعضے کہتے ہیں کہ واجب ہوتا ہے
اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے کہا ہے کہ یہ جو مصنف علیہ الرحمہ نے
اختیار کیا ہے اصح ہے کہ ارتماس حرام ہے اور اس سے قضا اور کفارہ واجب نہیں ہوتا اور اسمیں پہلے بیان
ہوچکا ہے۔ ساتواں مسئلہ سوکھی چیز سے حقنہ یعنی عمل لینے میں اظہر کی بنا پر کوئی ڈر نہیں اور بہتی چیز
سے اظہر پر حرام ہے اور اظہر کی بنا پر قضا واجب ہوتی ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہیں
کہ روزہ دار کے حقنہ یعنی عمل لینے کے حکم میں علما نے اختلاف کیا ہے بس شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں
کہ مطلق روزے کا مفسد ہے اور علی ابن بابویہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں روزہ دار کو کہ حقنہ کا استعمال کرے

یعنی عمل لے اور ابن جنید کہتے ہین کہ روزہ دار کو حقنہ سے باز رہنا مستحب ہے اسلیے کہ وہ پیٹ مین پہونچتا
ہے اور علامہ نے مختلف مین مطلق حقنہ کے مفطر ہونے کو قریب جانا ہے اور اُسے خاص قضا کا موجب
کہا ہے اور شیخ نے اپنی ساری کتابون مین اور ابن ادریس نے کہا ہے کہ حقنہ تر ہنا خاص حرام ہے اور اُس سے
قضا روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے نہ کفارہ اور مصنف نے معتبر مین تر اور خشک حقنہ کی تحریم کے روزے
توڑنے کے قول کی توجیہ کی ہے اور یہی معتمد ہے۔ آٹھوان مسئلہ جو کہ جنب ہوا ور غسل کی نیت سے تین مرتبہ
سوئے اور اُٹھے یہانتک کہ صبح ہو جائے تو قول مشہور پر اُسپر کفارہ دینا لازم ہے اور اسمین تردد ہے اُردو مترجم
کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ اس تردد کا منشا اصل برائت اور ضعف متمسک ہے اور تیسری مرتبہ کا حکم
صرف جنابت شامل ہے نیت غسل کے سو رہنا ہے اور علامہ نے منتہی مین کفارہ نہونے کو ترجیح دی ہے گو قضا کا
واجب جانا ہے اور قول مشہور پر کفارہ دینا اولیٰ ہے۔ نوان مسئلہ واجب معین روزے کی قضا نو چیزون
سے ہوتی ہے پہلی چیز بے صبح کی رعایت کیے قدرت ہونے پر کسی مفطر کو عمل مین لائے پھر ظاہر ہو جائے
کہ فجر ہو گئی تھی دوسری چیز بے تحقیق قدرت دریافت پر رکھتے ہوئے کسی کے خبر دینے پر کوئی مفطر عمل مین
لانا اور حال یہ ہو کہ صبح ہو چکی ہو تیسری چیز صبح ہو جانے کی خبر دینے والے کے قول پر عمل نہ کرنا اور خبر
دینے والے کے جھوٹ بولنے کے گمان پر کسی مفطر کا استعمال کرنا اور اسی طرح پر کسی کی تقلید سے روزہ
کھول ڈالنا کہ وہ کہے کہ رات ہو گئی اور اسکے بعد اُسکی خبر کا جھوٹ ظاہر ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین
کہ اس صورت مین قضا کا واجب ہونا مشروط ہے اس امر سے کہ روزہ دار کو وقت کی خبر دینے والے کی
تقلید جائز نہو بلکہ تحقیق کرنا چاہیے ہو کیونکہ اُسے اگر تقلید کرنا جائز ہوگا اور خبر دینے والا عادل ہوگا تو کچھ بھی
اُسپر واجب نہوگا جیسا کہ فقہانے تصریح کی ہے چوتھی چیز تاریکی کے سبب سے رات ہونے کے وہم پر
روزہ کھول ڈالنا ہے اور اگر رات ہو جانے کا گمان غالب ہو جائے تو روزہ صحیح ہے پانچوین چیز عمداً قے کرنا
اور اگر خود سے قے آجائے تو روزہ باطل نہین ہوتا ہے چھٹی چیز بہتی تر چیز سے حقنہ یعنی عمل لینا ساتوین
چیز ٹھنڈک کے لیے کلی کرنا اگر محافظت کرنے پر پانی حلق مین پہونچ جائے تو قضا واجب ہے اور اگر عمداً
محافظت مین کوتاہی کرے اور پانی حلق مین پہونچ جائے تو قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے
اور اگر وضو کے لیے کلی کرے اور پانی بے اختیار حلق مین چلا جائے تو قضا واجب نہین جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ بعضون نے کہا ہے کہ سنتی نماز کا وضو ہو اور مضمضہ یعنی کلی مین پانی بے اختیار حلق مین چلا جائے

تو روزے کی قضا بجا لانا چاہیے اور روایت مین اسیطرح ہے اور اسپر عمل کرنا احوط ہے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ محافظت مین کوتاہی نہ کرے اور اگر کوتاہی کریگا تو اُسپر قضا واجب ہے آٹھوین چیز دوبارہ سو رہنا اُس شخص کا کہ رات کو اُسے غسل جنابت کی حاجت ہوئی ہو اور جاگنے کی اور غسل کی نیت سے سو گئے اور جاگے نہ نہائے اور پھر اُسی نیت سے سو رہے اور صبح ہو جائے نوین چیز کسی ایسی عورت کی طرف شہوت سے نظر کرے کہ اُسکا دیکھنا اُسے حرام ہو اور انزال ہو جائے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُسپر قضا واجب نہین اور یہی اشبہ ہے اور اسیطرح اگر حلال عورت پر شہوت کی نظر کرے اور انزال ہو جائے تو قضا نہین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شہوت کی نظر سے منی کا انزال موجب قضا نہین اس شرط سے کہ اُسکی یہ خو نہو کہ دیکھتے ہی انزال ہو جایا کرتا ہو اسلیے کہ اگر ایسی اُسکی عادت ہو اور پھر اختیار سے نظر کرے تو قضا اور کفارہ دونون واجب ہین جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے یہان کئی فرعین ہین پہلی فرع اگر کوئی غرغرہ مُنھ کے مرض کی دوا کے لیے کرے اور اُسمین مرہ کسی غرض سے ڈالے یا اسکے سوا ڈالے اور حلق مین پہونچ جائے تو روزہ باطل نہوگا اور اگر عبث عبث کرے تو بعضون نے کہا ہے کہ اُسپر قضا واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ قضا واجب نہین اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ جسوقت مین کسی مفطر کا مُنھ مین رکھنا کوئی صحیح غرض کے لیے ہے تو وہ روزے کا مفسد نہین اور اسمین کوئی شک نہین کہ اسکے لیے اذن بھی ہے اور تعمد نگلنے کا بھی نہین ہے مگر جبکہ کوئی ضرورت نہو تو بعضون نے کہا ہے کہ قضا واجب ہوگی اسلیے کہ جس دلیل سے ٹھنڈک کے لیے کلی کرنے سے اور سنتی نماز کے وضو کے پانی جانے سے قضا واجب ہے اُسی کے فحوے کو یہان بھی قضا کے وجوب پر دلالت ہے اور مصنف علیہ الرحمہ نے جو ٹھنڈک کے لیے کلی کے پانی جانے پر وجوب قضا کا یقین کر لیا ہے اور مُنھ مین ڈالنے پر بے ضرورت کے قضا نہ ہونے کو ترجیح دی ہے ہرچند عبث عبث کر نہو الا مواخذہ مین اولیٰ تھا سبب اسکا یہ ہے کہ پہلے کو نص سے اختصاص ہے یعنی اُسمین خاص وارد ہے اور پانی نہو جیسے اولویت کا حکم نہیں ہو سکتا ہے دوسری فرع جو دانتون مین کی باقی غذا نکلے اُسے روزہ دار کو نگلنا حرام ہے پس اگر عمداً نگلجائے تو قضا واجب ہے اور اشبہ یہی ہے کہ قضا اور کفارے مین سے کچھ اُس پر واجب نہین تیسری فرع حلق کے رستے کے سوا سے جو کچھ پیٹ مین جائیگا وہ روزہ نہین توڑیگا حقنہ کے سوا کہ اُسکا حکم گذر چکا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ پیشاب کے مقام کے سوراخ مین دوا کا ڈالنا تاکہ اُسکے اندر جائے روزے کو توڑتا ہے

اور اسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ مصنف کے تردد کا منشا مفطر کا
پیٹ کی طرف جانا ہے اور کھانے پینے وغیرہ کا کہ جسکا مفطر ہونا ثابت ہوا ہے صادق نہ آنا ہے اور اصل
برات ہے اور اس سے روزے کا فاسد نہونا اصح ہے چوتھی فرع نخامہ یعنی سینہ پر کے بلغم کے نگلجانے سے
روزہ نہین ٹوٹتا ہے اور مراد نخامہ سے یہ ہے کہ جو بلغم وغیرہ سینہ کی طرف سے آئے اور تھوک کے نگلنے
سے روزہ نہین ٹوٹتا ہرچند کہ عمداً ہو جبتک کہ مُنھ سے الگ نہ ہوا اور جو فضلات کہ سر سے نیچے اُترتے ہین
اگر آپ سے اُتریں اور بے قصد حلق سے اُتر جائین تو مفسد صوم نہین ہین اور اگر عمداً حلق سے اُتار جائیگا تو
روزہ باطل ہو جائیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ محمد ابن خاتون نے جامع عباسی کے حواشی
مین کہا ہے کہ بعضے مجتہدین مثل شیخ ابو القاسم اور علامہ کے تذکرے مین دماغ اور سینہ کے بلغم کے نگلنے
کو مطلق روزے کا مبطل نہین جانتے ہین جب تک دہن کی فضا سے باہر نہ آیا ہو کہ اُسوقت مین تو مبطل
ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور مدارک مین سید نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور معتمد جانا ہے اور کئی
دلیلین بیان کی ہین کہ اکثر قوت سے خالی نہین اور مصنف نے بھی یہی قول رسالۂ صومیہ مین اظہر جانا ہے
اور ابطال کی تقدیر پر اصح یہ ہے کہ کفارہ نہین ہے اور تنہا قضا کافی ہے اور بعضے قضا کے ساتھ کفارہ بھی
لازم جانتے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ کفارہ جمع چاہیے اسواسطے کہ نگلنا اسکا روزہ دار پر حرام ہے
اور حرام چیز کا حلق سے اُتارنا دجب روزے مین کفارہ جمع کا موجب ہے اور یہ قول نہایت ضعیف ہے
اور اسکی حرمت بہ روزہ دار پر منع کے معرض مین ہے اور دلیل حرمت پر قائم نہین ہوئی اور وہ حدیث
کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہوئی ہے کہ جسکا مفاد یہ ہے کہ جو شخص مسجد مین کھنکھار سا
اور سینہ پر کا بلغم نگلجائے تو وہ بلغم پیٹ کے جس مرض پر ہو کر گزرے گا اُسے اچھا ہی کر دیگا یہ حرام ہونے پر
صریح دلالت کرتی ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ محمد یعقوب کلینی کی کتاب کافی مین روزہ دار کے نخامہ یعنی بلغم کے
نگلنے اور مکھی کے نگلجانے کے باب مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہوا ہے کہ حضرت نے
فرمایا ہے لَا بَاْسَ بِاَنْ یَزْدَرِدَ الصَّائِمُ نُخَامَتَہٗ یعنی کوئی ڈر نہین ہے کہ روزہ دار اپنے بلغم کو نگلجائے
بس یہ حدیث سے صاف جواز نگلنا ہے پھر نہ تو حرمت رہی نہ قضا نہ کفارہ مگر جسوقت فضائے حلق سے خارج
ہو جائے تو اُسوقت مبطل ہے۔ پانچوین فرع جس چیز کے لیے مزا ہو جیسے مصطگی ہو کہ اُسکے چبانے کو بعضون
نے روزے کا مبطل کہا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مبطل نہین اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ

صاحب مسالک فرماتے ہین کہ جسکے لیے مزا ہو اس سے مراد وہ چیز ہے کہ جسکے لیے مزا ہو جسوقت تھوک اُس سے
متغیر ہو جائے اور اُس سے ریزے جدا ہون اور اُس مزے سے متغیر تھوک کو روزہ دار نگلجائے تو اُسکے
روزے کے بطلان مین دو قول ہین ایک بطلان کا ہے اسلیے کہ مزا ایک عرض ہے کہ اُسکا جدا ہونا
محل سے محال ہے بس مزے کا تھوک پائےجانا اُسکے ساتھ اُسکے محل کے اجزا کے تحلیل ہونے پر دلیل ہے
اور اسکا جواب کبری کا نماننا ہے یعنی ہم نہین مانتے کہ مزے کا پائے جانا تحلل اجزا پر دلیل ہے یا دونون
صغری اور کبری کا نماننا ہے یعنی ہم نہین مانتے کہ مزے کا اپنے محل سے جدا ہونا سر نیچ پر محال ہے اور
ہم نہین مانتے کہ مزے کا پائے جانا اجزا کے تحلل پر دلالت کرتا ہے بلکہ اسکی اثبات پر قائم کرنا ضرور ہے علاوہ
اسپر سند یہ ہے کہ تھوک مجاورۃ سے مزے دار چیز کا اثر قبول کرلیتا ہے جیسے کہ ہوا بو سے منفعل ہوتی ہے
اور علامہ علیہ الرحمہ نے کتاب منتہی اور کتاب تذکرہ مین تنصیص فرمایا ہے کہ جو کوئی حنظل یعنی اندراین کو اپنے
تلوون مین لگائے تو اُسکا مزا اُسے محسوس ہوگا اور اس مزے کے پائے جانے سے روزہ باطل نہین ہوتا ہے
چھٹی فرع جب کسی کے مُنہ مین کھانا وغیرہ کوئی مفطر ہو اور صبح ہو جائے تو اُسے تھوک دے اور اگر نگلجائیگا
تو اُسکا روزہ فاسد ہو جائیگا اور ٹوٹ جائیگا اور اُسپر قضا روزہ رکھنا اور کفارہ دینا واجب ہوگا اردو مترجم
کہتا ہے کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ اس حکم پر علماء کا اتفاق ہے کسی نے اختلاف نہین کیا۔
ساتوین فرع جو شخص اکیلا رمضان کا چاند دیکھے پھر جو وہ افطار کریگا اور روزہ نرکھیگا تو اُسے قضا روزہ
رکھنا اور کفارہ دینا واجب ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ اُسکے حق مین شہر
یعنی رمضان کے ثبوت کی وجہ یعنی چاند دیکھنا ظاہر ہے تو اور دن پر تکلیف نہونے سے اُسپر سے تکلیف ساقط
نہوگی اور یہ اجماعی ہے اور مخالفین کے خلاف پر اہین تنبیہ ہے اسلیے کہ وہ اس اکیلے کے چاند دیکھنے سے اُسپر
روزہ واجب نہین جانتے ہین جبتک کہ شرعاً ثابت نہو اردو مترجم کہتا ہے کہ معلوم نہین کہ شرعی ثبوت سے
چاند کا ثبوت مراد لیتے ہین یا روزے کے وجوب کا ثبوت مراد لیتے ہین یا فقط اُس دیکھنے والے پر یا سب اوپر
اُس دیکھنے والے کے روزے کے وجوب پر اور چاند کے ثبوت پر عقل اور نقل دونون کو دلالت ہے عقل تو یہ
ہے کہ چاند کو اُسنے انکھون سے دیکھا اسکا انکار بداہت کا انکار ہے اور روزے کا وجوب چاند کے دیکھنے پر
ہے سو دیکھ لیا اور نقل مین یہ آیت کافی ہے مَنْ شَهِدَ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ یعنی جو رمضان کا چاند دیکھے تو اُسے
واجب ہے کہ اُسکا روزہ رکھے اِن دونون دلیلون سے اُس دیکھنے والے پر روزے کا وجوب ثابت ہوگیا

اور اُسکے سوا اور سب مین ہماری بحث نہین - دسوان مسئلہ جبتک صبح ہونے مین جماع اور نہا لینے بھر کا وقت باقی ہو جماع کرنا جائز ہے اور اگر وقت کی تنگی کا یقین رکھتا ہو اور پھر مباشرت کرے تو اُسکا روزہ باطل ہوگا اور اُسپر قضا اور کفارہ واجب ہوگا اور وقت کی وسعت کے گمان پر رعایت صبح کرلے تو اُسپر قضا اور کفارہ کچھ نہین اور اگر مراعات نہین کی ہے تو قضا واجب ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہین کہ جماع اور نہانے بھر کے وقت تنگ ہونے کے یقین پر جماع کے حرام ہونے مین اور روزے کے فساد مین کوئی شک نہین کلام فقط کفارے کے واجب ہونے مین ہے اور مخفی نرہے کہ یہ مقید ہے اِس امر سے کہ مکلف کو صبح کا روزہ رکھنا یاد ہو اور اگر یاد نہ ہو تو اُسپر کچھ بھی نہین -

گیارھوان مسئلہ کفارہ مکرر ہوگا اگر کفارے کے موجب کو مکرر عمل مین لائیگا دو روزون مین ایسے روزے کہ جنمین کفارہ ہوتا ہے اور اگر کفارے کے موجب کی تکرار ایکدن ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ کفارہ مطلق مکرر ہوگا خواہ دو کفارون کے موجبون کے بیچ مین کفارہ دیچکا ہو خواہ نہ دیچکا ہو اور بعضے کہتے ہین کہ اگر بیچمین کفارہ دیچکا ہے اور پھر اُسدن کفارے کا موجب عمل مین لایا ہے تو پھر کفارہ واجب ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ تکرار موجب سے تکرار کفارے مین نہین ہوتی ہے اور یہی اشبہ ہے خواہ دونون موجب ایک جنس کے ہون یا مختلف ہون جیسے کھانا اور جماع کرنا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ علما نے اجماع کیا ہے اِس امر پر کہ دو دن یا زیادہ مین روزہ دار کفارے کے موجبون کی تکرار کو عمل مین لائیگا تو کفارہ بھی مکرر دینا واجب ہوگا خواہ پہلے دن کا کفارہ دیا ہو خواہ نہ دیا ہو فقط اختلاف اِسمین ہے کہ اگر ایکدن روزہ دار کفارے کے باعث اور موجب کئی امر کرے تو شیخ علیہ الرحمہ نے مبسوط کتاب مین فرمایا ہے کہ اِسمین ہمارے علما کی کوئی نص نہین اور جس بات کو کہ ہمارا مذہب مقتضی ہے کفارہ مین تکرار نہونا ہے اور اسی کو ابن حمزہ نے اور مصنف نے اپنی تین کتابون مین اختیار کیا ہے اور سید مرتضیٰ کہتے ہین کہ عورت سے دخول کی تکرار مین کفارہ متکرر ہوگا اور ابن جنید کہتے ہین کہ اگر پہلے کا کفارہ دیچکا ہوگا تو دوسری بار بھی دیگا اور نہین تو ایک ہی کفارہ دونون کا دیگا اور علامہ علیہ الرحمہ کتاب مختلف مین فرماتے ہین کہ اگر کفارے کی جنس متعدد ہوگی تو کفارہ بھی متعدد ہوگا اور اگر نہ متعدد ہوگی تو نہ متعدد ہوگا اور محقق مطلق موجب کے تکرر سے کفارے کے تکرر کو ترجیح دیتے اگر پہلے سے اجماع نہوتا اور راجح یہی ہے کہ ایکدن کسی سبب کو کفارے کے عمل مین لانے سے کفارہ متکرر نہوگا یعنی کئی بار نہ دینا پڑیگا - فرع

جو کوئی شخص ایسا کام کرے کہ جس سے کفارہ لازم ہو پھر سفر یا حیض وغیرہ کے سبب سے اُس روزے کا فرض ساقط ہو جائے تو بعضوں نے کہا ہے کہ کفارہ بھی اُس پر سے ساقط ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ وہ کفارہ ساقط نہوگا اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک فرماتے ہین کہ مطلق کفارے کا ساقط نہونا صحیح ہے اسلیے کہ روزے مین وہ فعل ہوا ہے کہ جس سے کفارہ واجب ہوتا ہے اسحالت مین یعنی روزے کی حالت مین اور اسلیے کہ روزے کی حرمت کی ہتک کی ہے اور کفارے کے ساقط ہونیکا سبب یہ ہے کہ اُسپر خدا کے علم مین یہ روزہ واجب ہی نتھا اور حال یہ ہے کہ عذر کے نئے پیدا ہو جانے سے منکشف بھی ہو گیا پس کفارہ بھی واجب نہین جیسے کہ شوال کا دن منکشف ہو جاتا ہے اور ان دونون امرون مین فرق واضح ہے اور بعضون نے یون فرق کیا ہے کہ اگر مسقط اختیاری ہو جیسے غیر ضروری سفر ہے یا غیر اختیاری جیسے حیض اور ضروری سفر ہے تو دوسرے مین کفارہ ساقط ہو جائیگا اور پہلے مین ساقط نہوگا۔ بارھوان مسئلہ جو کہ ماہ رمضان مین دن کو عمداً جانکر کہ یہ رمضان کا مہینا ہے کہ جسمین دن کو افطار حرام ہے افطار کرے اُسے ایکمرتبہ مین تعزیر دیجائیگی اور پھر عود کریگا تو پھر تعزیر دیجائیگی اور پھر عود کریگا تو اس تیسری مرتبہ مین قتل واجب ہو جائیگا اور متاخرین نے کہا ہے کہ چوتھی بار مین قتل واجب ہوگا۔ تیرھوان مسئلہ جو اپنی جورو سے زبردستی ماہ رمضان مین دونون کے روزہ دار ہونے پر ہمبستر ہو تو اُسپر دو کفارے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی جورو کی طرف سے واجب ہے اور اُس عورت پر کفارہ نہین ہے اور اگر عورت بھی موافقت کرے تو دونون کا روزہ فاسد ہوگا اور ہر ایک پر اپنا اپنا کفارہ دینا واجب ہوگا اور ہر ایک کو پچیس پچیس دُرّون سے تعزیر دین گے اور بعضون نے کہا ہے کہ اس صورت مین مرد اجنبیہ عورت کے کفارے کا متحمل ہوگا اور یہی اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ کوئی شخص روزہ دار اپنی روزہ دار بی بی سے زبردستی ہم بستر ہو تو نص کے موافق بی بی کے کفارے کا بھی متحمل ہوگا۔ اور اگر اجنبیہ عورت سے زبردستی جماع کرے تو صحیح یہی ہے کہ اُس عورت کے کفارے کا متحمل نہین ہوگا اور نہ اُس مجبورہ عورت پر کفارہ ہے اور اگر یہ کہین جب اپنی بی بی پر زبردستی سے ہمبستری روزے مین کفارے کا موجب ہے تو اجنبیہ عورت مین کفارے کا موجب ہونا اولیٰ ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ کفارہ گناہ کی تخفیف اور تدارک کے بیلیے ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ معصیت شدت کے سبب سے کفارہ دینے کے قابل نہو جیسے احرام مین عمداً شکار مارنے کا کفارہ نہین اور خطا مین کفارہ ہے اور اجنبیہ عورت پر

زبردستی کرنے مین کوئی نص وارد نہین ہوئی ہے بس فقط مارد موضع نص پر چاہیے یعنی اُس سے آگے نہ بڑھنا چاہیے چودھوان مسئلہ جسپر دو مہینے کے پے در پے روزے واجب ہون اگر اُس سے عاجز ہو تو اٹھارہ دن کے روزے رکھے اور اگر مطلق روزے سے عاجز ہو تو درگاہ خدا مین استغفار کرے کہ یہی اُسکا کفارہ ہی پندرھوان مسئلہ اگر کسی کی طرف سے کوئی تبرعاً کفارہ دے تو جائز ہے لیکن کفارہ اگر روزے کا ہوگا تو صاحب کفارہ کے عین حیات مین دوسرے کو کفارہ دینا جائز نہین ہے مگر وفات کے بعد جائز ہے۔ اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ کفارہ دینے مین مطلق تبرع کا جائز ہونا اصح ہے اسلیے کہ کفارہ دینے کا حکم خطاکے فاعل کیطرف متوجہ ہوا ہے پس دوسرے کے بجالانے سے اُسکا امتثال حاصل ہوگا اور شیخ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر زندہ کی طرف سے کفارہ تبرعاً دیا جائیگا تو کافی ہو جائیگا اور انکے کلام کا اقتضا روزے اور غیر روزے مین کچھ فرق نہین چاہتا ہے اور مصنف نے اسی کو بعض تصانیف مین اختیار کیا ہے اور مردے کی طرف سے تو تبرعاً کفارہ دینا مطلق جائز ہے کیونکہ ... احادیث مطلق دلالت کرتی ہین

تیسرا مقصد اُن چیزون کے بیان مین ہی جو روزہ دار پر مکروہ ہین اور وہ نو چیزین ہین ایک بوسہ لینا عورت کا اور مساس کرنا دوسرے آنکھ مین لگانا اُس چیز کا جسمین ایلوا یا مشک ہو تیسرے اتنا خون نکلوانا کہ جس سے ضعف ہو جائے چوتھے حمام کہ جس سے ضعف ہو پانچوین ناک مین ایسی چیز کا ڈالنا جو حلق مین نہ پہونچے چھٹے نرگس کے پھول کا سونگھنا ساتوین سوکھی دوا کا حقنہ یعنی عمل لینا آٹھوین کپڑے تر کرکے بدن پر ڈالنا نوین عورت کا پانی مین بیٹھنا۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جو سعوط یعنی ناک مین ڈالنے والی چیز حلق مین پہونچے تو اُسکا عمداً استعمال بعضے فقہا کے نزدیک قضا اور کفارے کا موجب ہے اور بعضے اسے بھی مبطل نہین جانتے ہین اور مصنف کا یہ قول کہ ناک مین ڈالنا کسی چیز کا کہ حلق مین نہ پہونچے مشعر ہے اس امر پر کہ اگر حلق مین پہونچیگی تو روزے کی مبطل ہوگی لیکن روزے کے مفسدات مین مصنف نے صریح کہین نہین بیان فرمایا

تیسرا رکن اُس زمانے کے بیان مین کہ جسمین روزہ رکھنا صحیح ہے اور وہ زمانہ دن کا ہے نہ رات کا اور اگر رات کو روزہ رکھنے کی نذر یعنی منت مانے تو وہ نذر منعقد نہوگی کہ رات کے روزے کی شرع مین کوئی عبادت نہین اسیطرح اگر کوئی ایک معین دن کا روزہ مانے اور اتفاق سے اُس دن

دونون عیدونمین سے کوئی عید پڑے تو اُسدن کا روزہ صحیح نہین ہے اور اُس روزے کی قضا بجالانا واجب
ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ واجب نہین اور یہی اشبہ ہے اور یہی
حکم ہے تشریق کے دنون کے روزون کا اُس شخص کے لیے کہ جو منی نامے مقام مین ہو اور تشریق کے
دن گیارھوین بارھوین تیرھوین ہین اور جو شخص کہ منی مین ہو اُسپر ان دنون مین روزہ رکھنا حرام ہے
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ بعضے علماء نے جو شخص منی مین ہو اُسپر تشریق کے دنون مین روزے
کی حرمت پر اجماع کے تحقق کو نقل کیا ہے پنج دن روزے کے حرام ہونے مین منی والے کے لیے
عیدین کا حکم رکھتے ہین اور بعضے علما نے یہ قید لگائی ہے کہ منی مین حج کے اعمال مین مشغول ہو نہین تو
ایام تشریق مین روزہ اُسپر حرام نہین لیکن روایت مطلق ہے ان اشغال سے مقید نہین ہے -
چوتھا رکن اُس شخص مین کہ جسکا روزہ رکھنا درست ہے اور وہ عاقل مسلمان ہے پھر کافر کا روزہ صحیح نہین
ہر چند اُسپر بھی واجب ہے اور نہ دیوانہ کا اور نہ بیہوش کا روزہ صحیح ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اگر بیہوش
نے بیہوشی سے پہلے نیت کی ہوگی تو وہ روزہ دار کے حکم مین ہوگا اور پہلا قول اصح ہے اور نابالغ ممیز لڑکے
کا روزہ اس معنی سے صحیح ہے کہ اُسپر ثواب مترتب ہوتا ہے اور وہ روزہ دار کے حکم مین ہوتا ہے اور صحیح ہے
روزہ اُس شخص کا جو سوتا ہو اور پہلے سونے سے نیت کرچکا ہو ہر چند کہ وہ خواب مین شام تک رہے اور اگر نیت
نہ باندھے اور روزہ واجب ہو اور صبح ہو جائے اور یونہین بے نیت ہونیکی حالت مین آفتاب کو زوال ہو جائے
تو قضا روزہ رکھنا واجب ہے اور حائض اور نفساء عورت کا روزہ درست نہین خواہ وہ عذر آفتاب کے
غروب سے حادث ہو یا صبح کے بعد منقطع ہو اور مستحاضہ عورت کا روزہ صحیح ہے جبکہ ایک غسل کرے یا جتنے
غسل اُسپر واجب ہون بجالائے اور اُس مسافر کا روزہ صحیح نہین کہ جسے قصر نماز لازم ہو مگر تین روزے
ہدی کے بدلے اور اٹھارہ روزے اونٹ کی قربانی کے عوض کے جو آفتاب کے غروب سے پہلے عمداً
عرفات سے کوچ کرے جیسا کہ کتاب حج مین بیان ہوگا یا جسنے نذر کیا ہو تو وہ مشہور قول پر نذر کا روزہ
سفر اور حضر مین رکھیگا اور آیا سنتی روزہ سفر مین رکھ سکتا ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ درست
نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ درست ہے اور کچھ لوگ کہتے ہین کہ اِس طرح کا روزہ رکھنا
مکروہ ہے یعنی ثواب کم ہے اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ سفر مین سنتی روزہ رکھنے مین علما
نے اختلاف کیا ہے شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ جائز نہین مگر حاجت کے لیے روضہ نبی صلی ا

وآلہ کے وہان یا ائمہ علیہم السلام کے مشاہد مین سے کسی مشہد مین اور شیخ علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ سنتی روزہ سفر مین ہر حال پر مکروہ ہے اور ابن بابویہ کہتے ہین کہ کوئی سنتی روزہ سفر مین نہین کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین سفر مین روزہ رکھنا بھلائی سے نہین اور صاحب مدارک کہتے ہین کہ سفر مین سنتی روزے کی منع اصح ہے مگر تین دن حاجت کے لیے روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ پر۔ اور سب روزے خواہ واجبی خواہ سنتی سفر مین صحیح ہین اُس شخص کے جو مقیم کا حکم رکھتا ہو جیسے کثیر السفر ہے یعنی زیادہ سفر مین رہتا ہو یا وہ شخص کہ جسکا سفر مباح نہو یا دس دن رہنے کی نیت کر چکا ہو جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ کے بحث قصر مین بیان ہو چکا ہے اور روزہ جنب کا کہ عمداً غسل نہ کرے اور صبح ہو جائے صحیح نہین اور اگر جاگے حالت جنب مین تو اُسکا روزہ رمضان کے روزے کی قضا کی نیت سے منعقد نہو گا اور بعضے کہتے ہین کہ سنتی روزہ بھی منعقد نہین ہوگا اور اگر اسطرح کا جاگنا ماہ رمضان مین ہوگا تو اُسکا روزہ صحیح ہے اور اسی طرح پر معین نذر کا بھی روزہ صحیح ہے اور روزہ مریض کا درست ہے جب تک مرض سے ضرر نہ اُٹھائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ خوف ضرر مرض کہ مصحح افطار ہے اُس سے عبارت خوف حدوث مرض اور خوف طول مرض اور خوف اشتداد مرض ہے اور مشقت شدید کہ عادت سے اُسکا تحمل نہو سکے اور ان سب کا مرجع مریض کی شناخت پر یا حکیم حاذق کے حکم پر ہے خواہ عادل ہو خواہ فاسق ہو خواہ کافر ہو۔ دو مسئلے پہلا مسئلہ وہ بلوغ کہ جس سے عبادتین واجب ہوتی ہین ایک علامت اُسکی احتلام یعنی منی کا نکلنا ہے دوسری موئے زہار یعنی کالے بالون کا نکلنا ہے تیسری پندرہ برس کے سن پر مردون کا اور نو پر عورتون کا پہونچنا ہے اور پہونچنے سے مراد یہ ہے کہ پندرہ یا نو برس کا پورے بھر جاتا ہے اور بعضون نے پندرھوین اور نوین مین داخل ہونے کو کہا ہے اور بعضون نے مردون مین چودہ برس پر پہونچنے کو کہا ہے اور بعضون نے تیرہ برس بھر کر چودھوین مین پانون رکھنے کو کہا ہے اور عورتون مین ایک قول دس برس کا بھی ہے اور اللہ بڑھکر جاننے والا ہے دوسرا مسئلہ بلوغ سے پہلے لڑکا لڑکی کو روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیے اور سات برس کے سن مین اُنپر طاقت ہوتے ہی سختی اور شدت کرنا چاہیے۔ دوسری نظر روزے کی قسمون مین اور روزے کی چار قسمین ہین ایک واجب دوسری سنت تیسری مکروہ چوتھی حرام اور واجب روزے کی چھ قسمین ہین پہلی قسم رمضان کے روزے دوسری قسم کفارہ کے روزے تیسری قسم حج تمتع مین ہے یعنی قربانی کے عوض کے روزے چوتھی قسم نذر یعنی منت عہد قسم کے

روزے پانچوین قسم اعتکاف کے روزے چھٹی قسم واجب روزون کے قضا کے روزے **قول** رمضان مین اور اُسکی علامتون مین اور شرطون مین اور حکمون مین پہلی علامت رمضان ہلال یعنی رمضان کا مہینا رمضان کا چاند دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور جو چاند دیکھیگا اُسپر روزہ رکھنا واجب ہوگا گو اُسی اکیلے نے دیکھا ہوا ور کسی اَور نے نہ دیکھا ہوا اور یونہین خود روزہ رکھے گو حاکم اُسکو قبول نکرے اور یونہین عید کا چاند دیکھنے والا روزہ کھول ڈالیگا گو اُسی اکیلے نے دیکھا ہو یا اُسنے گواہی دی ہو اور قبول نکی گئی ہو اور جو رمضان کا چاند نہ دیکھے گا تو اُسپر روزہ واجب نہوگا مگر شعبان کے تیس ۳۰ دن گزر جائین یا اسطرح پر چاند نظر آئے کہ شیاع کو پہونچ جائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ شیاع مین گمان غالب کے حصول کا علما نے اعتبار کیا ہے اور کہا ہے کہ شیاع اتنے لوگون کے خبر دینے سے عبارت ہے کہ جنکی خبر سے گمان قریب علم کے حاصل ہو جائے اور علامہ علیہ الرحمہ نے یقین حاصل ہونے کے اعتبار کی قید لگائی ہے اور صاحب مدارک نے بھی اسی قول کو معتبر جانا ہے بس اُنکے نزدیک شائع خبر مین اور متواتر خبر مین کوئی فرق نہین۔ اور اگر اتفاق سے چاند دکھائی نہ دے اور نہ شیاع ہوا اور دو عادل گواہ گواہی دین بعضون نے کہا ہے کہ مطلق قبول نہوگی اور بعضے کہتے ہین کہ اگر کوئی علت مثل ابر اور غبار کے اور بخارات کے ہوگی تو قبول ہوگی اور نہین تو نہین قبول ہوگی یعنی اُن دو عادلون کی گواہی اور بعضے کہتے ہین کہ قبول کرنا چاہیے خواہ مطلع صاف ہو یا ابر ہو اور گواہ اُسی شہر کے ہون یا باہر کے ہون اور یہی قول اظہر ہے اور جبکہ چاند نزدیک کے شہرون مین مثل کوفے اور بغداد کے دیکھا جائے تو وہان کے سارے شہرون کے رہنے والونپر روزہ واجب ہی اور اگر دور کے شہرون مین مثل عراق اور خراسان کے دیکھا جائے تو خاص جہان دکھائی دیا ہے وہین کے رہنے والون پر روزہ واجب ہوگا اور چاند ایک عادل کی گواہی سے ثابت نہین ہوتا ہے اور نہ عورتون کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ چاند نخواکلی عورتون کی گواہی اور نہ مردون کے ساتھ ملکر گواہی دینے سے ثابت ہوتا ہے اور یہ حکم اجماعی ہے اور شرع مین نہ تو نجوم کی تقویم کو اعتبار ہے اور نہ گنتی کو اس معنی سے کہ ایک مہینے کو پورا لین اور ایک کو کم لین اور رمضان کو کبھی کم نشمار کرین اور شعبان کو ہمیشہ کم لین جیسا کہ بعضے حشویہ اہل حدیث مین سے کہتے ہین اور نہ شفق کے بعد چاند کے غائب ہونے کو اور نہ بعد زوال کے شعبان کی تیسوین مین چاند کے دیکھنے کو اور نہ چاند کے مطوق ہونیکو

اور نہ گذشتہ سال کے پہلے چاند کے پانچ روز گننے کو اور اُن پانچ روز کی طرح سے چھٹے دنکو پہلے مہینے کے پہلا دن لینے مین اعتبار ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ منجم کے قول پر اعتبار شرع مین جائز نہین اور اُنکی غلطیان چاند کی رویت نکالنے پر واقع ہونے مین متحقق ہین اور گنتی کہ وہ اس عبارت سے ہے کہ ایک مہینے کو پورا لینا اور ایک کو کم لینا اور شعبان پر ہمیشہ کم ہونے کا حکم کرنا اور رمضان کو ہمیشہ پورا لینا بھی معتمد نہین ہے اسلیے کہ اسکے خلاف دیکھنے مین آتا ہے اور مشہور اور معروف ہے اور جو روایت اسمین نقل مین ذکر کی ہے علما نے اُسکے شاذ ہونے کا حکم کیا ہے اور اُسے معتبر نہین جانتے ہین۔ اور شعبان کی تیسوین کو روزہ رکھنا سنت کی نیت سے مستحب ہے اگر وہ دن ماہ رمضان سے ظاہر ہو جائیگا تو وہی روزہ کافی ہو جائیگا اور اگر کوئی یوم الشک یعنی شعبان کی تیسوین کو کسی علامت سے رمضان کی نیت سے روزہ رکھے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر بعد مین ظاہر ہو جاے کہ وہ دن رمضان مین کا تھا تو وہی روزہ کافی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ کافی نہین اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ علامت اور امارت سے مراد یہان ایک گواہ کی گواہی ہے کہ جس سے شیوع نہین ہوتا ہے اور کبھی مراد وہ چیز ہوتی ہے کہ جس سے ظن رمضان کے داخل ہونے کا حاصل ہو گو حساب اور اُسکے مثل ہو اور مطلق نہ کافی ہونا اصح ہے اور اگر اُس دن روزہ افطار کرے بعد اُسکے اُسی اُنتیسوین شب کو رمضان کی عید کا چاند دکھائی دے تو اُس پہلے دن کی قضا کا روزہ رکھے گا اسلیے کہ ہلالی مہینا اٹھائیس دن کا نہین ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر بینہ گواہی دے کہ چاند تیسوین کو ماہ شعبان کی دکھائی دیا ہے یعنی تیسوان دن شعبان مین حساب کیا جائے اور اُسدن روزہ نہ رکھا جائے اور پھر ثابت ہو کہ وہ دن شعبان کا نہ تھا اور چاند کی رویت شعبان کی تیسوین شب یعنی اُنتیسوین تاریخ ہوئی ہے تو اس صورت مین بھی ایک روزے کی قضا واجب ہے اور جس مہینے مین کہ چاند کی رویت مشتبہ ہو اُسکے اگلے کو تیس دن کا شمار کرنا چاہیے اور اگر اشتباہ سال بھر رہیگا تو ہر مہینا تیس دن کا لیا جائیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ تیس دن سے کم بھی عادت کے حکم سے لینا چاہیے اسلیے کہ عادت جاری نہین ہوئی ہے کہ سال بھر کے مہینے پورے تیس تیس دن کے ہون بلکہ بعضے کم یعنی اُنتیس اُنتیس دن کے ہوتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ خمسہ والی روایت پر عمل کرنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ اگلے رمضان کے پہلی کا حساب کرنا چاہیے اُسدن اور پانچوین تک کو افطار کرے اور اُسکے بعد روزہ رکھے۔ اور پہلا قول اشبہ ہے اور جو شخص قیدی کی طرح ایسے مکان مین ہو

کہ جہاں مہینا معلوم نہوتا ہو تو وہ اندازے سے ایک مہینے کے روزے رکھیگا اور اگر اُسے یہی اشتباہ رہے تو وہ بری الذمہ ہے اور اگر اتفاق سے کہ جس مہینے مین اُسنے روزے رکھے تھے وہی مہینا رمضان کا تھا یا رمضان گزر گیا تھا تو اُسکے وہی روزے کافی ہین اور اگر وہ رمضان سے پہلے تھا تو قضا بجا لائیگا اور مفطرات سے کف یعنی باز رہنے کا وقت دوسری صبح کے طلوع کا وقت ہے اور افطار کا وقت آفتاب کے غروب کا وقت ہے اور اُسکی حد شرقی سرخی کا برطرف ہو جانا ہے اور سنت ہے کہ مغرب کی نماز پڑھکر افطار کرے مگر جبکہ نفس افطار کی طرف کشش کرے یا کوئی شخص اُسکے افطار کا منتظر ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ ماہ مبارک رمضان مین قرآن کی تلاوت بہت کرنا مستحب ہے اور ماثورہ دعائین یا تسبیحین پڑھنا اور تصدق کرنا اور روزے افطار کروانا اور سحری یعنی پچھلے کو کھانا اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی کا ہو اور بہتر ستو اور چھوارے ہین اور سحری کھانا واجب روزے مین سنت موکدہ ہے اور ماہ رمضان مین زیادہ موکد ہے جتنا صبح سے زیادہ نزدیک ہو اُتنا ہی بہتر ہے اور مستحب ہے کہ گرم پانی سے یا میٹھی چیز سے مثل چھوارے و منقے کے افطار کرے اور بی بی سے ہمبستری پہلی شب مین ماہ رمضان کی مستحب ہے اور افطار کے وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْنَا وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْنَا ذَہَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَبَقِیَ الْاَجْرُ یعنی بار خدایا تیرے ہی تقرب کے لیے ہمنے روزہ رکھا ہے اور تیری ہی دی روزی سے ہمنے افطار کیا ہے پیاس جاتی رہی اور رگین تر ہو گئین اور ثواب باقی رہ گیا اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا وَاَعِنَّا عَلَیْہِ وَاَسْلِمْنَا فِیْہِ وَتَسَلَّمْہُ مِنَّا یعنی بارخدایا ہمارے روزے کو قبول فرما اور ہمین روزہ رکھنے پر مدد دے اور ہمین روزے مین سلامت رکھ اور ہماری طرف سے روزے کو سالم رکھ۔ دوسری روزے کی شرطین اور اُنکی دو قسمین ہین پہلی قسم روزے کی وجوب کی شرطین اور وہ سات ہین۔ پہلی اور دوسری بلوغ اور کمال عقل ہے پس نابالغ پر اور دیوانے پر روزہ واجب نہین مگر یہ کہ نابالغ صبح ہونے کے پہلے بالغ ہو جائے اور دیوانہ اسوقت ہوش مین آجائے اور اگر صبح کے بعد کامل ہون تو بنا بر اظہر کے اُسدن کا روزہ اُنپر واجب نہین اور یہی حکم بیہوش کا ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر بیہوشی سے پہلے نیت روزے کی کرلی ہے تو اُسکا روزہ صحیح ہے اور نہین تو اُسپر قضا واجب ہے اور پہلا قول اشبہ ہے۔ تیسری شرط مرض سے صحت ہے پس زوال سے پہلے مرض جاتا رہے اور تندرست ہو جائے اور کچھ کھایا بھی نہو تو واجب ہے کہ روزہ رکھلے اور اگر کچھ کھایا ہے یا زوال کے بعد صحت ہوئی ہے تو مستحب ہے کہ مفطرات سے امساک کرے یعنی باز رہے

اور قضا لازم ہے چوتھی اور پانچوین شرط اقامت یعنی مقیم ہونا یا مقیم کے حکم مین ہونا ہے پس مسافر پر روزہ واجب نہین اگر وہ روزہ رکھے تو صحیح نہ ہوگا اور اُسپر قضا لازم ہوگی اُس صورت مین کہ سفر مین افطار کے واجب ہونے سے اور قضا روزے رکھنے کی تعیین سے عالم ہو اور اگر اس سے جاہل ہوگا تو اُسکا وہی روزہ کافی ہے اور اس مسئلہ مین بھی جاہل مسئلہ معذور ہے اور اگر مسافر اپنے شہر مین پہونچے یا ایسے شہر مین پہونچے کہ جہان دس دن مقیم ہونے کا ارادہ کرے تو اسکا اور مریض کا حکم روزے کے واجب ہونے مین اور نہونے مین اس معنی سے ایک ہے کہ اگر زوال کے پہلے اپنے شہر مین یا اُس شہر مین کہ جہان دس روز اقامت کا ارادہ کرتا ہے پہونچے اور کچھ کھایا بھی نہو تو واجب ہے کہ روزہ رکھے اور اگر ایک اِن دو امر مین سے نہوگا تو وجوب نرہیگا اور مقیم کے حکم مین وہ شخص ہے جو کہ کثیر السفر ہو مثل کرایہ والون اور ملاحون وغیرہ کے جبتک کہ انھین دس دن اقامت کسی ایک مقام پر نہو۔ چھٹی اور ساتوین شرط حیض اور نفاس سے خالی ہونا ہے پس انکو روزہ واجب نہین اور انکا روزہ صحیح نہین اور اِن پر قضا لازم ہے دوسری قسم وہ چیز ہے کہ جسکے اعتبار سے قضا واجب ہوتی ہے اور وہ تین شرطین ہین بلوغ اور کمال عقل اور اسلام پس نابالغ پر قضا روزے کی واجب نہین مگر اُس روزے کی قضا کہ جسکے دن صبح ہونے سے پہلے بالغ ہوا ہے اور یہی حکم دیوانے اور کافر کا ہے ہرچند کہ روزہ کافر پر بھی واجب ہے مگر قضا واجب نہین لیکن اُسدن کی قضا واجب ہے کہ جس روزے کے صبح سے پہلے مسلمان ہوا ہے اور اگر اثنائے روزہ مین مسلمان ہو تو باقی دن کی امساک استحباب سے کریگا اور آگے کے دنون روزے جو واجب ہونگے تو وہ بارہ روزے رکھیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر زوال سے پہلے مسلمان ہوگا تو روزہ رکھیگا اور اگر ترک کریگا تو اُس روزے کی قضا بجا لائیگا اور پہلا قول اشبہ ہے تیسری قسم ماہ رمضان کے ملحق احکام ہین جس کیلیے کہ سارے مہینے کے روزے یا کچھ دنون کے نابالغ ہونے سے یا دیوانہ ہونے سے یا اصلی کافر ہونے سے فوت ہو گئے ہون تو اُسپر اُن روزون کی قضا واجب نہین اور یہی حکم ہے جب روزہ فوت ہو جائے بیہوشی اور غشی سے بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر بیہوشی سے پہلے نیت نہین کی ہے تو جب ہوش مین آئیگا قضا بجا لائے گا اور پہلا قول اظہر ہے اور مرتد پر روزے کی قضا واجب ہے خواہ مرتد فطری ہو اور یہ وہ ہے کہ جسکے مان باپ مین سے کوئی یا دونون مسلمان ہون اور پھر کافر ہو جائے خواہ مرتد ملی ہو اور یہ وہ ہے کہ جو اصلی کافر ہو اور نومسلم ہوا ہو اور پھر کافر ہو گیا ہو

اور مرتد جب توبہ کرینگے تو اُنپر ارتداد کے دنون کی قضا واجب ہی اور اسیطرح حائض اور نفسا عورت پر روزون کی قضا واجب ہی جنھون نے روزون کے واجب ہونے کے بعد نہین رکھا ہے اور کچھ عوض اُن پر مقرر نہین کہ اگر بدل مقرر ہوگا تو روزہ اُنسے ساقط ہوجائیگا جیسے بہت بڑھے مرد اور عورت اور پیاس کی تاب نہ رکھنے والے لوگ ہین اور جس شخص سے کہ بیماری کے سبب سے رمضان کے روزے چھوٹ گئے ہون اور دوسرے سال کے رمضان تک مرض چلا آئے تو اُس پر ماہ رمضان کے روزون کے بدلے فدیہ قضا کے قائم مقام ہے ماہ رمضان کے قضا روزون مین احتیاط اور براءت ذمہ کے لیے پیاپے روزے رکھنا مستحب ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ تفریق سے رکھنا مستحب ہی کہ اصلی روزون مین اور قضا کے روزون مین فرق رہے اور بعضے کہتے ہین کہ اگرچہ روزے کے ذمے مین ہون تو پیاپے رکھے اور اگر زیادہ یا کم ہون تو تفریق سے قضا بجا لائے اور انکا مستند روایت ہی اور پہلا قول اشبہ ہی اور اس بات مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جس شخص سے کہ مرض کے سبب سے سارے ماہ رمضان کے یا کچھ روزے فوت ہو جائین پس اگر اُس مرض مین مرجائے تو اُن روزون کی اُسکی طرف سے قضا کروانا واجب نہین ہاں مستحب ہی اور اگر دوسرے ماہ رمضان تک اُسکا مرض مستمر ہو تو بنا بر اظہر کے قضا اُسپر سے ساقط ہے اور واجب ہے کہ ہر روزے کے بدل ایک مُد اناج کفارہ دے اور اگر دو رمضانون کے بیچ مین تندرست ہو جائے اور قضا ادا کرنے کے ساتھ بجا لانے مین تاخیر کرے یہانتک کہ دوسرا ماہ رمضان آجائے تو قضا کریگا اور کفارہ نہین ہے اور اگر سہل انگاری اور غفلت سے ترک قضا کریگا تو ہر روزے کے بدلے مین ایک مد اناج کفارہ دیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اس کلام سے سمجھا جاتا ہے کہ سہل انگاری کے عبادت مین معنے واقع کرنے پر عزم رکھنا ہے خواہ ترک پر عزم ہو خواہ اُسپر بھی عزم نہو اور کہہ سکتے ہین کہ غیر متہاون سے مراد وہ شخص ہے جو قضا پر عزم رکھتا ہو اور وسعت وقت پر اعتماد کرکے تاخیر کرے اور جب وقت تنگ ہو جائے تو مانع پیش آئے کہ اُسکے سبب سے قضا اُس حال مین نہ بجا لا سکے اور یہی معنی اول روایتون کے مناسب معنی ہین دوسرا مسئلہ ولی پر واجب ہی قضا اُس روزے کی جو میت سے فوت ہو گیا ہو خواہ ماہ رمضان کا وہ روزہ واجب ہو یا غیر ماہ رمضان کا مثل کفارہ اور نذر کے ہو خواہ مرض کے سبب سے فوت ہوا ہو خواہ غیر مرض سے اور ولی قضا میت کے ذمہ کی اُنھین روزون کی کریگا کہ جنکی قضا پر میت کو قدرت ہو جائے اور اہمال کرے مگر جو روزے کہ سفر مین میت سے فوت

ہوئے ہون اُنکی قضا ولی بجا لائیگا گو وہ سفر ہی مین مر گیا ہو موافق ایک روایت کے اور ولی بڑا بیٹا ہوتا ہے گو میت کی بیٹی اُس سے بڑی ہو تو اُس بڑی لڑکی پر قضا واجب نہین اور اگر میت کے دو ولی ہون جو عمر مین برابر ہون تو سب روزے میت کے آپس مین برابر بانٹ کر قضا بجا لائین اور اسمین تردد ہے اور اگر بعضے ادا یا تبرع سے پورے اپنے اوپر رکھ لین تو اوروں سے ساقط ہو جائینگے آیا عورت کے ولی پر واجب ہے کہ اُس عورت کے روزے کی قضا کرے اسمین تردد ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ بعضے فقہا نے کہا ہے کہ بڑی اولاد اگر بیٹی ہو تو اُسپر باپ کے روزے کی قضا واجب نہین اور وہ بیٹا جو بیٹی سے چھوٹا اور بھائیون سے بڑا ہو اُسپر واجب ہے تیسرا مسئلہ جبکہ میت کے لیے ولی نہو یا اولاد اکبر عورت ہو تو قضا ساقط ہوگی اور اُس کے ترکہ سے ہر روزے کے عوض مین ایک مد اناج تصدق کیا جائیگا اور اگر میت پر دو مہینے کے پیاپے روزے ہون تو ایک مہینے کے ولی رکھیگا اور ایک مہینے کے روزون کے عوض مین میت کے متروکہ مین سے تصدق دیگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ جناب شمس العلماء مفتی سید محمد عباس صاحب طاب ثراہ نے بناء الاسلام مین فرمایا ہے اگر از مردان وارثے نباشد فالاحوط لہا القضاء علیٰ ما فی الفقیہ یعنی اگر مردون مین سے کوئی وارث نہو تو موافق اُس حکم کے جو من لا یحضرہ الفقیہ مین ہے احوط اُس ولیہ کو قضا بجا لانا ہے چوتھا مسئلہ ماہ رمضان کے روزون کی قضا بجا لانے والے پر زوال کے پہلے افطار کسی عذر وغیرہ کے سبب سے حرام نہین اور زوال کے بعد حرام ہو جائیگا اور اُسکے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا اور وہ دس مسکینون کا طعام ہے ہر مسکین کے لیے مد بھر بس اگر یہ نہو سکے تو تین روزے رکھے گا پانچوان مسئلہ جو غسل جنابت کو بھول جائے اور گزر جائین کچھ دن یا سارا مہینا تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ روزے نماز کی قضا بجا لائے اور بعضون نے کہا ہے کہ نماز کی قضا بجا لانا کافی ہے اور یہی اشبہ ہے چھٹا مسئلہ جب ماہ رمضان کی تیسوین تاریخ روزے سے ہو اور ہلال کی رویت انتیسوین کی ثابت ہو جائے تو روزہ افطار کر ڈالے اور عید کی نماز پڑھے اور اگر زوال کے بعد ثابت ہو تو نماز عید کی فوت ہوگی قول کفارون کے روزون مین کفارے بارہ ہین اور چار قسمون پر منقسم ہوتے ہین پہلی قسم جسمین روزہ اپنے غیر کے ساتھ ہوتا ہے وہ کسیکو عمداً مار ڈالنے کا کفارہ ہے کہ اُسکی تین خصلتین ہین اور وہ سبکی سب واجب ہین اور یہ بندہ آزاد کرنا اور دو مہینے کے پیاپے روزے رکھنا اور ساٹھ مسکینون کا کھلانا ہے اور اسی سے ملحق کیا گیا ہے

ایک روایت سے وہ شخص کہ جو روزے کو کسی حرام چیز سے توڑ ڈالے دوسری قسم وہ ہے جسمین روزہ
اپنے سوا سے عاجز ہونے پر واجب ہوتا ہے اور وہ چھ طرح کے ہین قتل خطا کے کفارے کے روزے
ظہار کے کفارے کے روزے زوال کے بعد ماہ رمضان کی قضائے افطار کے کفارے کے روزے
یمین یعنی قسم کے کفارے کے روزے عرفات سے غروب کے پہلے عمداً کوچ کرنیکے روزے اور جزائے صید کے
کفارے مین تردد ہے اور مرتبہ کفارہ مین اسکا شمار کرنا اظہر ہے اور اسی سے ملحق کیا گیا ہے کفارہ
مرد کے کپڑے پھاڑنے کا جورو کے غم مین اور عورت کے خاوند کے غم مین منھ اور بال نوچنے کا کفارہ
اردو مترجم کہتا ہے کہ کفارہ کی تیرہ طرحین ہین چار قسمون کے تحت مین اور صاحب شرائع الاسلام
کا بارہ کہنا سہو سے خالی نہین پہلی قسم کفارہ جمع ہے کہ روزون پر اور دو خصلتون پر مشتمل ہے اور
یہ قتل عمد کا کفارہ ہے کہ جسکی تین خصلتین ہین ایک بندہ آزاد کرنا دوسرے دو مہینے کے پے در پے روزے
رکھنا تیسرے ساٹھ مسکینون کو طعام دینا اور یہ تینون خصلتین اجماع سے واجب ہین اور یہی مستفاد
ابن سنان اور ابن بکیر کی صحیحہ ہے اور بعضی روایتون سے جو شخص حرام چیز سے اپنے روزے کو توڑے
اسپر بھی یہی کفارہ واجب ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے دوسری قسم کفارہ مرتبہ ہے کہ انہین روزہ
اور خصلتون سے عاجز ہونے پر واجب ہوتا ہے اور یہ چھ طرح پر ہے ایک طرح کفارۂ قتل خطا کے روزے
ہین کہ جسپر آیت اور اخبار کو دلالت ہے اور یہ بندہ آزاد کرنے پر مشتمل ہے اور اگر اس سے عاجز ہو
تو دو مہینے کے روزے رکھے دوسری طرح کفارہ ظہار ہے یعنی نص قرآن سے ثابت ہے کہ وہ بندے کا
آزاد کرنا ہے اگر اس سے عاجز ہو تو دو مہینے کے روزے رکھے اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینون
کو طعام دے تیسری طرح زوال کے بعد ماہ رمضان کی قضا کے روزے کے افطار کا کفارہ ہے یعنی
دس مسکینون کو طعام دینا ہے اور نہو سکے تو تین روزے رکھے چوتھی طرح کفارہ قسم ہے یعنی نص قرآن
سے ثابت ہے اور وہ دس مسکینون کا اطعام یا کپڑا دینا ہے یا بندہ آزاد کرنا ہے اور نہو سکے تو تین دن
کے روزے رکھنا ہے پانچوین طرح کفارہ افاضہ یعنی عرفات سے عمداً غروب کے پہلے کوچ کرنے کا
کفارہ ہے یعنے اگر اونٹ قربانی کرنے پر قادر نہو تو اٹھارہ دن کے روزے کفارے مین رکھیگا
چھٹی طرح دو قولون کے اجود قول پر کفارہ جزاء صید ہے یعنی جب شتر مرغ کو حج مین مارے تو ایک اونٹ
قربانی کرے اور اس سے عاجز ہو تو اسکی قیمت سے گیہون ساٹھ مسکینون کو [illegible] دو دو مد کے حساب سے

دے اگر اِس سے بھی عاجز ہو تو اٹھارہ دن کے روزے رکھے اور جنگلی گائے کے مارنے مین پاوُ گا۔ کی قربانی کرے اور اگر نہو سکے تو اُسکی قیمت کے گیہون لیکر تیس مسکینون کو دو دو مد کے حساب سے دے اگر یہ بھی نہو سکے تو نو دن کے روزے رکھے اور ہرن کے مارنے مین بکرے کی قربانی کرے اگر نہ ہو سکے تو اسکی قیمت کے گیہون دس مسکینون کو دو دو مد کے حساب سے دے اگر نہو سکے تو ہر دو دو مد کے عوض مین ایک ایک روزہ رکھے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تین روزے رکھے **تیسری قسم** کفارہ مخیرہ ہے کہ جسمین روزے مین اور غیر روزے مین اختیار ہوتا ہے اور یہ پانچ طرح پر ہے **پہلی طرح** اُس کا کفارہ جو ماہ رمضان مین بے عذر شرعی کے افطار کرے اور خصلتین اِس کفارے کی اوپر گزر چکین **دوسری تیسری طرح** نذر اور عہد کے خلاف کرنیکے کفارے ہین اور یہ کفارہ ماہ رمضان کے کفارے کی طرح ہے **چوتھی طرح** واجب اعتکاف کے ترک کا کفارہ یعنی جبکہ اعتکاف مین روزہ شرط ہے تو جو چیز روزے کی مفطر ہے وہی اعتکاف کی مبطل ہے اور اسکا کفارہ ماہ رمضان کے کفارے کیطرح سے کفارہ مخیرہ ہے۔ **پانچوین طرح** احرام مین سر مونڈوانے کا کفارہ ہے یعنی ایک بکری قربانی کرے یا دس مسکینون کو فی آدمی ایک ایک مد طعام دینا ہے یا تین دن کے روزے رکھنا ہے اور بعضون نے چھ مسکینون کو دو دو مد کے حساب سے دینے کو کہا ہے اور اِس سے غم مین عورت کے سر کے بال نوچنے کا کفارہ ملحق ہوا ہے **چوتھی قسم** کفارہ مرتبہ ہے کہ روزے کے سوا پر مرتب ہے اور جسمین روزے اور اوسکے کرنے مین اختیار ہے۔ یہ اُس شخص کا کفارہ ہے جو اپنی لونڈی سے کہ اُسکی اجازت سے احرام باندھے ہے ہمبستر ہوا اور دو مترجم کہتا ہے کہ اسکا کفارہ یہ ہے کہ اونٹ یا گائے قربانی کرے اگر اس سے عاجز ہو تو بکری قربانی کرے یا تین دن کے روزے رکھے بس اس کفارے مین روزہ اپنے سوا پر یعنی اونٹ یا گائے پر مرتب ہے اور روزہ پر تعین نہین بلکہ اسمین اور بکری مین تخییر ہے بس یہ تیرہ طرح کے روزے کہ جنمین مصنف نے بھولے سے بارہ طرح کا کہا ہے یا تردد والی طرح کو کم کیا ہے تین طرح کے ملحقون سمیت اِن چار قسمون مین داخل ہین اور اسی طرح پر تقسیم فقہ مین وارد ہے اور حدیث مین چند طرح کے روزے زائد ہین کہ وہ بھی انھین چار قسمون کی طرف عائد ہین اِن سب روزون کو پیاپے بجالانا واجب ہے مگر چار مین واجب نہین ایک نذر اور جو اُسکی شکل قسم اور عہد مین سے ہے کہ اسمین تتابع نہین ہے دوسرے قضا کے روزے تیسرے جزاء صید کے کفارے کے روزے چوتھے ہدی یعنی حج کی قربانی کے عوض کے روزے ہین کہ انمین تتابع نہین ہے اور جنمین کہ تتابع مشروط ہے جب اُنکے بیچ مین کسی عذر سے افطار

کریگا تو وہین سے روال عذر بنا رکھیگا اور اگر بے کسی عذر کے افطار کریگا تو نئے سرے سے شروع کریگا
مگر تین جگہ مین نہ کریگا ایک تو جسپر دو مہینے کے پیاپے روزے واجب ہین اور اُسنے مہینے بھر کے روزے
رکھے اور دوسرے مہینے مین سے بھی کچھ رکھ چکا ہے گو ایک ہی روزہ ہو وہ بیچ مین افطار کریگا تو وہین
سے بنا کریگا اور اگر اس سے پہلے افطار کریگا تو پھر نئے سرے سے شروع کریگا دوسرے وہ شخص جسپر ایک مہینے
کے روزے پیاپے نذر سے واجب ہین اور پندرہ دن کے رکھ چکا ہے پھر وہ افطار کرے تو اُسکے
روزے نہ باطل ہونگے اور وہین سے بنا رکھیگا اور اگر اس سے پہلے افطار کریگا تو نئے سرے سے شروع کریگا
تیسرے قربانی کے بدلے کے تین روزون مین اگر ترویہ یعنی ذیحجہ کی آٹھوین کو روزہ رکھا اور عرفہ یعنی
نوین کو رکھا پھر عید قربان کے دن افطار کیا تو اُسے جائز ہے کہ ایام تشریق یعنی گیارھوین بارھوین تیرھوین
گزر جانے کے بعد وہین سے بنا کرے اور اگر اس سے کم ہونگے تو نئے سرے سے رکھیگا اور اسی طرح اگر دو
دنون مین اور تیسرے دن کے روزے مین عید کے سوا فاصلہ افطار سے کریگا تو بھی نئے سرے سے رکھیگا
اور اسی پیاپے روزے رکھنے سے ملا پایا گیا ہے قتل خطا کا کفارہ اور ظہار کا کفارہ کہ وہ بندہ ہو کیونکہ بندے کا کفارہ آزاد
سے آدھا ہوتا ہے اور اسکا مین تعدد ہے اور جسپر پیاپے روزے رکھنا واجب ہون تو وہ ایسے وقت مین شروع کرے
کہ جسمین پیاپے ہونا سالم رہے بس جسپر دو مہینے کے پیاپے روزے واجب ہین وہ شعبان کے مہینے مین نہ پہلے کچھ رکھے
گو ایک ہی روزہ ہو رکھیگا کیونکہ رمضان آجائیگا پھر ایک مہینا اور ایک روز پیاپے نہوگا مگر یہ کہ رجب مین سے ایکدن ملائے
اور اسیطرح نہ شوال مین ایکدن ذیقعدہ سے لیکر رکھے پھر افطار کرے کیونکہ وہ دن عید کے بدل کا ہے ایک مہینے ایکدن کے
روزے نہوئے اور تتابع دو مہینے کا نہ پایا گیا اور اسیطرح حکم ذیحجہ کا ہے دوسرے مہینے کے ایکدن کے ساتھ خواہ قبل کا ہو خواہ بعد
کا ہو بس ایسے ملانے سے روزہ صحیح نہوگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ قاتل حرام مہینون مین یعنی جن مہینون مین لڑائی حرام ہے وہ دو مہینے
کے روزے رکھیگا گو عید اور ایام تشریق ان دونون مہینون مین آجائین اور پہلا قول اشبہ ہے سنتی روزے کبھی معین وقت
سے مخصوص نہین ہوتے ہین جیسے سنت کے دنونکے روزے ہین یعنی جن دنونمین روزہ رکھنا نہ تو واجب ہے نہ حرام ہے
اسلیے کہ حدیث مین ہے کہ روزہ آتش جہنم کی سپر ہے اور کبھی معین وقت سے مخصوص ہوتا ہے اور موکد سنتی روزہ دن مین
چودہ قسم کے روزے ہین پہلی قسم ہر مہینے مین تین دن کے روزے ہین ایک تو نوچندی جمعرات کا روزہ دوسرا آخر
کی جمعرات کا تیسرا مہینے کے دوسرے عشرے یعنی دوسرے دہے کی پہلے دن کا روزہ ہے اور جو انھین نہ رکھے
اُسے انکی قضا بجالانا مستحب ہے اور انکی تاخیر گرمی سے جاڑے تک جائز ہے یعنی جائز ہے کہ انھین گرمیون مین

نہ رکھے اور جائز نہین انکے عوض رکھے بس اگر عاجز ہو تو ہر روزے کے عوض ایک درہم یا ایک مد اناج تصدق
کرے دوسری قسم ایام بیض یعنی چاندنی راتون کے دنون کے روزے ہین کہ وہ تیرھوین چودھوین
پندرھوین چاند کی ہے تیسری قسم عید غدیر کا روزہ ہے یعنی اٹھارھوین تاریخ ذیحجہ کو روزہ رکھنا
سنت موکدہ ہے چوتھی قسم رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی پیدایش کے دن کا روزہ ہے یعنی سترھوین
تاریخ ربیع الاول کو روزہ رکھنا سنت موکدہ ہے پانچوین قسم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
کی بعثت کے دن کا روزہ ہے یعنی رجب کی ستائیسوین تاریخ کو روزہ رکھنا سنت موکدہ ہے کہ اُسدن
حضرت کو ظاہری نبوت ہوئی ہے چھٹی قسم دحو الارض کے دن کا روزہ ہے یعنی زمین کے پھیلانے اور
بچھانے کے دنکا روزہ سنت موکدہ ہے اور وہ ذیقعدہ کی پچیسوین تاریخ ہے ساتوین قسم عرفہ کے
دن کا روزہ ہے جسے دعا مین روزے سے ضعف نہو اور چاند متحقق ہو یعنی ذیحجہ کی نوین تاریخ کا روزہ سنت
موکدہ ہے کہ عرفہ مشتبہ نہو اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ مصنف کی مراد اس قول
یہ ہے کہ عرفہ کے دن کے روزہ کا استحباب دو شرطون سے مشروط ہے پہلی شرط یہ ہے کہ روزہ رکھنے
والے کو روزہ کے اپنے ارادے کے موافق دعا کی مقدار مین اور کیفیت مین ضعف مانع نہو لیں اس سے
یہ نکلتا ہے کہ اُسدن کی دعا روزے سے افضل ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ چاند کی ابتدا مین چاند کا
ہونا ایسا ثابت ہو کہ کوئی شک اور التباس نرہے کہ اُسدن عید کا احتمال بالکل نہو آٹھوین قسم عاشورے
کے دن کا روزہ رنج کی راہ سے سنت موکدہ ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ محرم کی دسوین تاریخ کا روزہ
معتبر روزہ نہین بلکہ فقط امساک بے روزے کی نیت کے مستحب ہے جیسا کہ روایت مین وارد ہوا ہے
کہ عاشورے کے دن فقط کھانے پینے وغیرہ سے باز رہنا رنج کے رو سے عصر کے بعد تک مستحب ہے پھر افطار
سے اور وارد ہوا ہے کہ اُسدن کا روزہ شہادت امام حسین علیہ السلام کی خوشی مین بنی امیہ کا شعار ہے
اور امامیہ مذہب مین متروک ہے اور سزاوار ہے کہ امساک مذکور عبادت کی نیت سے ہو نوین قسم عید
مباہلہ کا روزہ ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ ذیحجہ کی چوبیسوین تاریخ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
جناب امیر اور جناب سیدہ اور جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام کو ساتھ لیکر نصاریٰ
سے مباہلہ کو نکلے تھے اور اس دن کا روزہ سنت موکدہ ہے دسوین قسم ہر جمعرات کا روزہ یعنی ہر جمعرات
کو روزہ رکھنا سنت موکدہ ہے گیارھوین قسم ہر جمعہ کا روزہ ہے یعنی ہر جمعہ کے دن روزہ رکھنا

سنت موکدہ ہے بارھوین قسم ذیحجہ کی پہلی تاریخ کا روزہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک نے
فرمایا ہے کہ پہلی تاریخ ذیحجہ کی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام پیدا ہوے ہین اس دن کا روزہ
سنت موکدہ ہی تیرھوین قسم ماہ رجب کے روزے ہین یعنی ماہ رجب کے مہینے بھر روزے رکھنا موکدہ
سنت ہے چودھوین قسم شعبان کے روزے ہین یعنی شعبان کے مہینے بھر کے روزے کے روزے رکھنا
سنت موکدہ ہے اور سات مقامون مین مفطرات سے باز رہنا اور امساک کرنا روزہ نہونے پر مستحب ہے
ایک یہ کہ مسافرون کو ماہ رمضان مین اپنے گھر مین یا ایسے شہر مین کہ جہان دس دن یا زیادہ رہنے کا
قصد ہے پہونچنے پر یعنی اُس باقی دن کی امساک مستحب ہے اور یہ جب ہے کہ زوال کے بعد پہونچے یا کچھ کھا
پی لے اور اگر کچھ نہ کھایا ہوگا اور زوال کے پہلے پہونچیگا تو امساک واجب ہوگی اور وہ روزہ ہو جائیگا دوسرا
مریض ہے جب تندرست ہو جائے یعنی جب بیمار ماہ رمضان مین دن کو اچھا ہو جائے پھر اگر بعد زوال
کے صحت پائی ہے یا قبل زوال کے صحت پائی ہے مگر مفطرات کا استعمال کر چکا ہے تو اُسے آتنے دن
کی امساک مستحب ہے نہین تو واجب روزہ رکھیگا تیسرا چوتھا حائض اور نفسا جب ماہ رمضان مین
دن کو طاہر ہو جائین تو انہین بھی باقی دن کی امساک مستحب ہی پانچوان کافر جب ماہ رمضان مین
صبح کے بعد مسلمان ہو تو اُسے بھی باقی دن کی امساک مستحب ہی چھٹا نابالغ جب بالغ ہو جاسکے یعنی
نابالغ جب ماہ رمضان مین صبح کے بعد کسی وقت بالغ ہو جائے تو اُسے بھی اُس باقی دن کی امساک
مستحب ہی ساتوان دیوانہ جب ہوش مین آئے یعنی جب دیوانہ ماہ رمضان مین دن کو کسیوقت ہوش مین
آئے اور مفطرات کا استعمال کر چکا ہے اور زوال ہو چکا ہے تو اُسے بھی باقی دن کی امساک مستحب ہے
اور بیہوش اُسکا بھی حکم دیوانے کا ہے جب ہوش مین آئے اور سنت روزہ روزے مین داخل
ہونے سے واجب نہین ہو جاتا ہے اور سنت روزہ دار جب چاہے اُسے افطار کرنا جائز ہے اور زوال
ہو رہا ہے افطار کرنا مکروہ ہے اور چار روزے مکروہ ہین ایک عرفہ کا روزہ جب دعا سے ضعف ہو اور
چاند مین بھی شک ہو دوسرا سفر کا روزہ مدینۂ منورہ کے حاجت والے تین روزون کے سوا مکروہ ہے
تیسرا مہمان کا سنت روزہ بے مہماندار کی اجازت کے مکروہ ہے اور ظاہر یہ ہے کہ شرع مین اُسکی مناہی
ہونے سے منعقد بھی نہین ہوتا ہے اور یونہین بیٹے کا روزہ باپ کے بے اذن مکروہ ہے چوتھی
قسم روزہ اُس شخص کو کہ جسے مومن کھانا کھانیکی دعوت دے مکروہ ہے اور کو دو روزے حلال ہی حرام ہے

ایک عیدین یعنی عید فطر اور عید قربان کا روزہ حرام ہے دوسرا منی والے شخص کے لیے ایام تشریق کے روزے رکھنا حرام ہین تیسرا فرض کی نیت سے شعبان کی تیسوین کا روزہ حرام ہے چوتھا گناہ کے کام پر مانا روزہ رکھنا حرام ہے پانچوان چپ کا روزہ رکھنا حرام ہے یعنی روزہ بھر چپ رہے اور جب ... لے یہ روزہ شرع مین حرام ہے چھٹا صوم وصال حرام ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک صبح سے دوسری صبح ... کی نیت کرے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ وہ دو دن کا درمیان کی دونون راتون کے ساتھ کا روزہ رکھنا ہے ساتوان جورو کا سنتی روزہ شوہر کی بے اجازت یا منع کرنے پر حرام ہے آٹھوان مملوک یعنی بندہ کا سنتی روزہ مالک کی بے اجازت یا اُسکے منع کرنے پر حرام ہے نوان سفر مین واجب روزہ اُن روزون کے سوا جو مستثنی ہین حرام ہے تیسری نظر لواحق مین ہے اور اسمین مسائل ہین پہلا مسئلہ جس مرض مین کہ افطار واجب ہے یہ وہ مرض ہے کہ روزہ رکھنے سے جسکے بڑھجانے کا ڈر ہو اور اسمین مدار اپنے نفس کے علم یا گمان پر یا کسی ماہر کے کہنے پر کریگا اور اگر ضرر پائے جانے پر تکلف کرکے روزہ رکھیگا تو قضا کا روزہ بجا لائیگا دوسرا مسئلہ مسافر مین جب قصر کے آثار پائے جائینگے تو قصر واجب ہوگا اور اگر قصر کا وجوب جانکر روزہ رکھیگا تو قضا بجا لائیگا اور اگر قصر کے وجوب سے جاہل ہوگا اور روزہ رکھیگا تو قضا نکریگا تیسرا مسئلہ نماز کے قصر مین کی معتبر شرطین روزے کے قصر مین بھی معتبر ہین اور اسپر زیادہ رات سے سفر کی نیت کرنا ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ یہ نیت بھی اعتبار نکیجائیگی بلکہ زوال سے پہلے نکل کھڑے ہونا اُسے کافی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ زوال کا بھی اعتبار نکیا جائیگا بلکہ قصر واجب ہوگا گو غروب سے پہلے سفر کرے اور پہلا قول اشبہ ہے اور جس سفر مین نماز کا قصر واجب ہے اُسمین روزے کا قصر واجب ہے اور عکس ہے یعنی جس سفر مین روزے کا قصر واجب ہے اُسمین نماز کا قصر واجب ہے مگر ایک قول پر شکار کی تجارت کا سفر کہ اُسمین قصر نہین چوتھا مسئلہ جنھین سفر مین اتمام نماز لازم ہے اُنھین روزہ بھی لازم ہے اور یہ لوگ وہ ہین کہ جن کا سفر اُنکے حضر سے زیادہ ہوتا ہے جبتک کہ اُنمین سے کسی کیلیے دس دن یا زیادہ کا قیام اپنے شہر مین یا اور کسی شہر مین نہو سوا کرایہ والے لوگون کے پانچوان مسئلہ مسافر جب ہی روزہ افطار کریگا جب اُسکے شہر کی دیوارین نظر نہ آئینگی اور اذان سنائی نہ دیگی پھر اگر اس سے پہلے افطار کریگا تو قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا چھٹا مسئلہ بہت بڈھا اور بہت بڑھیا اور

بہت پیاس لگنے والا شخص ماہ رمضان مین افطار کریگا اور ہر روزہ کے بدلے ایک مد گیہون دیگا پھر اگر اُنسے قضا ہو سکیگی تو قضا واجب ہوگی اور نہین تو ساقط ہوگی اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر بڈھے بڈھیا ایک مد بھر دینے سے بھی عاجز ہونگے تو وہ کفارہ بھی اُنپر سے ساقط ہے جسطرح پر کہ روزہ ساقط ہے اور اگر مشقت سے روزے کی طاقت رکھتے ہونگے تو ایک ایک مد گیہون کفارہ دینگے اور پہلا قول اظہر ہے ساتوان حاملہ عورت جسکے پورے دن ہون اور دودھ پلانے والی عورت جسکے دودھ کم ہو انھین ماہ رمضان مین افطار کرنا جائز ہے اور بعد مین قضا ادا کرین گی اور ایک مد گیہون ہر روز تصدق دینگی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ اُس صورت مین ہے کہ جب لڑکے کو ضرر پہونچنے کا ڈر ہو اور اگر خود اپنے ضرر کا ڈر ہو تو اُنکا مریض کا حکم ہے کہ قضا بجا لائین گی اور کفارہ نہ دینگی آٹھوان مسئلہ جو شخص ماہ رمضان مین سوئے اور برابر اول صبح سے شام تک سوتا رہے بس اگر اُسنے روزے کی نیت کر لی ہے تو اُسپر قضا نہین ہے اور اگر نیت نہین کی ہے تو اُسپر قضا واجب ہے نوان مسئلہ جسے ماہ رمضان مین افطار کرنا جائز ہے اُسے پیٹ بھر کے کھانا اور پیاس بھر کے پانی پینا مکروہ ہے اور اسی طرح پر جماع کرنا مکروہ ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ حرام ہے اور پہلا قول اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اُس شخص کا ہے کہ جسے اصالۃً افطار جائز یا واجب ہو جیسے مسافر ہین لیکن بڈھا بڈھی اور بہت پیاس والے لوگ احتمال ہے کہ اُنکا یہی حکم ہو اور اقرب یہی ہے کہ اُنکا یہ حکم نہین ہے یہ لوگ سیر کھا پی سکتے ہین اسلیے کہ نص اُن لوگون سے مختص ہے کہ جنھین اصالتاً افطار کرنا جائز ہے۔

کتاب الاعتکاف

یہ کتاب اعتکاف کے بیان مین ہے اور لفظ اعتکاف کے معنون مین اور قسمون مین اور حکمون مین ہے واضح ہو کہ اعتکاف لغت مین حبس یعنی قید کے معنون مین ہے اور شرع کے عرف مین وہ دیر تک رہنا ہے جو عبادت کے لیے کرتے ہین اور اعتکاف صحیح نہین مگر اُس شخص کا کہ جو مکلف اور مسلمان ہے اور اعتکاف کی شرطین چھ ہین پہلی شرط نیت اور اُسمین قربت کا قصد واجب ہے بس اگر اعتکاف نذر کیا ہو یعنی مانا ہو تو اُسکی نیت وجوب کے قصد سے کرے اور اگر سنت ہو تو سنت کا قصد کرے بس اگر اُسپر دو دن گزر جائین گے تو تیسرے دن اظہر کی بنا پر اُسپر اعتکاف واجب ہو جائیگا اور نئے سر سے وجوب کی

نیت کریگا دوسری شرط روزہ ہے پس اعتکاف اُسی وقت مین صحیح ہوگا کہ جس وقت مین روزہ صحیح ہوگا اور اُسی کا اعتکاف صحیح ہوگا کہ جسکا روزہ صحیح ہوگا پس اگر عیدین مین اعتکاف کرے تو صحیح نہین اور اسی طرح پر حائض و نفسا عورت اعتکاف کرے تو صحیح نہین تیسری شرط اعتکاف صحیح نہین مگر تین دن مین پس جو کہ مطلق اعتکاف نذر کرے تو اُسپر واجب ہے کہ تین دن معتکف رہے اور اسی طرح جسپر اعتکاف کے ایک دن کی قضا واجب ہوگی وہ بھی تین روز اعتکاف کریگا تا کہ وہ ایک روز اُس سے صحیح ہوجائے اور جو سُنّتی اعتکاف شروع کرے وہ مختار ہے چاہے بجا لائے اور چاہے فسخ نیت کرے اور جب دو دن اعتکاف کر چکیگا تو تیسرے دن اُسپر اعتکاف واجب ہو جائیگا اور اسی طرح جب تین دن معتکف رہیگا اور بعد اسکے پھر دو دن اعتکاف کریگا تو چھٹا روز واجب ہوگا اور اگر ساتوین اور آٹھوین دن نہ نکلے گا تو نوان دن واجب ہو جائیگا اور اسی قیاس پر ہے اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے اعتکاف مین داخل ہو تو صحیح نہین اور اگر کوئی تین دنکا اعتکاف راتین چھوڑکر نذر کرے تو بعضے کہتے ہین کہ صحیح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح نہین اسلیے کہ راتون کا قید اعتکاف سے نکلنا اُسدن کے اعتکاف کو باطل کرتا ہے اور جو تین دنسے زیادہ کا اعتکاف مانے تو اُسے پیاپے بجا لانا واجب نہین بلکہ ضرور ہے کہ تین تین دن اعتکاف بجا لائے یا تین دن سے زیادہ مگر جب نذر مین پیاپے بجا لانیکا طریق شرط کرے خواہ اس شرط کا تلفظ کرے خواہ نہ کرے اور ایسے لفظ کہے کہ جسے پیاپے بجا لانے پر دلالت ہو جیسے ماہ رجب کا اعتکاف نذر کرے یا اُسکے پہلے عشرہ کا اعتکاف نذر کرے چوتھی شرط مکان ہے پس اعتکاف صحیح نہین مگر جامع مسجد مین کہ جہان جمعہ کی نماز پڑھتے ہون اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اعتکاف چار مسجدون سے خاص ہے مسجد مکہ مسجد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ مسجد جامع کوفہ مسجد بصرہ اور فقہا مین سے ایک شخص نے مسجد مدائن کو بھی اعتکاف کیلیے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ قاعدہ اسکا یہ ہے کہ جس مسجد مین کسی پیغمبر یا وصی نے نماز جماعت پڑھی ہو اُسمین اعتکاف کرینگے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ جسمین نماز جمعہ ہو اور ان شرطون مین عورت اور مرد کا اعتکاف برابر ہے پانچوین شرط ولی کی اجازت اعتکاف کیواسطے شل آقا کی اجازت کے بندے کے حق مین اور شوہر کی اجازت کے زوجہ کے حق مین شرط ہے اور جبکہ اعتکاف کی اجازت دے وہ شخص کہ کسی پر ولی ہو تو اُس ولی کو پہونچتا ہے کہ اُسے اعتکاف مین داخل ہونے سے پہلے اور بعد بھی جبتک دو دن گزرین

روکے ہے اور جب دو دن گزر جائیں گے تو تیسرے دن واجب ہو جائیگا اور اسمین منع جائز نہیں یا یہ کہ اسپر نذر وغیرہ سے واجب ہو کہ اس صورت مین بھی منع نہیں کر سکتا ہے یہان دو فرعین ہین پہلی فرع جس بندے کو اُسکے آقا نے اُسکا کوئی حصہ ہبہ کیا ہو جیسے اُسکا نصف غلام ہو اور نصف آزاد ہو اور اُسکے آقا نے دنون کی تقسیم کر لی ہو تو اُسے اپنے حصے مین اعتکاف کرنا جائز ہے گو اُسکا آقا اُسے اجازت نہ دے اِس شرط سے کہ اُسکے دن تین دن سے کم نہون اور اُسے اعتکاف سے ایسا ضعف نہو جائے کہ آقا کے حصے کے دنون مین اُسکی خدمت کا مانع ہو دوسری فرع جبکہ اُس اعتکاف کے اثنا مین جو اپنے آقا کی بے اجازت کر رہا ہے آزاد ہو جائے تو اُسے اُس اعتکاف کا پورا کرنا لازم نہین مگر اُسوقت مین کہ اپنے آقا کی اجازت سے شروع کیا ہو اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور جب نذر کیا ہو یا دو دن اعتکاف پر گزر گئے ہون کہ تیسرے دن واجب ہو جاتا ہے چھٹی شرط ہر وقت مسجد مین رہنا بس اگر بے سبب شرع کے نکلیگا تو اُسکا اعتکاف باطل ہو جائیگا خواہ اختیار سے نکلے یا جبر سے نکلے بس اگر بے تین دن گزرے مسجد سے نکلیگا تو اعتکاف باطل ہو جائیگا اور اگر تین دن گزر جائین گے تو اعتکاف نکلنے کے وقت تک صحیح ہوگا اور اگر کوئی کچھ معین دنون کا اعتکاف نذر کرے اور توالی یعنی پیاپے بجالانا بھی شرط کرے پھر اُن دنون کے تمام کرنے سے پہلے نکل آئے تو وہسارا اعتکاف باطل ہے پھر نئے سرے سے اُس نذر کے اعتکاف کو بجالائے اور مثل قضائے حاجت کے خواہ طبعی ہو جیسے جا ضرور جانے کو یا غیر طبعی ہو مثل اپنی اور ضرورتون کے یا اور مومنین کی ضرورت ہو جیسے نہانا اور نماز جنازہ اور بیمارون کی عیادت اور مومنون کی مشایعت اور گواہی دینا ہے ان ضروری امرون کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے اور جب انہین سے کسی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نکلے تو اُسے نہ تو بیٹھنا اور نہ سایہ مین رستہ چلنا اختیار سے نہ مسجد کے باہر نماز پڑھنا جائز ہے مگر مکہ مین کہ معتکف جہان چاہے مکہ مین نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر بھولے سے مسجد سے باہر نکل آئیگا تو اعتکاف باطل نہوگا تتمہ مسائل پہلا مسئلہ جو معین مہینے کا اعتکاف نذر کرے اور پیاپے بجالانے کی شرط نکرے بس کچھ دن اعتکاف کرے اور باقی کو بجا نہ لائے بس صحیح ہے جتنا کر لیا ہے اور قضا بجالائے اُتنے کی جتنا کہ نہین کیا ہے اور اگر نذر مین اعتکاف کے توالی کا تلفظ کر لیا ہے تو نئے سرے سے بجالائیگا دوسرا مسئلہ جو کوئی معین مہینے کا اعتکاف نذر کرے اور اُسے اُس مہینے کی خبر نہو جیسے کہ قید مین ہو یا بھول جائے

یہانتک کہ وہ مہینا گزر جائے تو اس صورت مین قضا بجا لائیگا تیسرا مسئلہ جو چار دن کا اعتکاف نذر کرے اور ایکدن کم پر چھوڑ دے تو اُس دن کے اعتکاف کی قضا کرے مگر چاہیے کہ اُس ایکدن مین دو دن اور ملا دے کہ اُسدن کا بجا لانا درست ہو اسلیے کہ اعتکاف تین دن سے کم نہین ہوتا ہے چوتھا مسئلہ جو ایک ہی دن کا اعتکاف نذر کرے نہ کچھ بڑھ سکے تو وہ نذر منعقد نہین ہوگی اور اگر کسی معین شخص کے سفر سے پھر آنیکے دوسرے دن کا اعتکاف نذر کرے تو یہ نذر صحیح ہے اور اسمین دو دن اور بھی ملا کر اعتکاف کریگا اعتکاف کے اقسام پس اعتکاف کی دو قسمین ہین ایک واجب دوسرا سنت واجب اعتکاف وہ ہے جو نذر یا مثل نذر سے واجب ہوا اور سنت اعتکاف وہ ہے جسے تبرعاً بجا لائین پس پہلی قسم اعتکاف کی بجا لانیکی شروع سے واجب ہوتی ہے اور دوسری قسم اعتکاف پر دو دن گزرنے کے بعد تیسرے دن واجب ہوتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ واجب نہین ہوتی ہے اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر نذر مین یہ شرط کرلے کہ جب چاہے اعتکاف کو چھوڑ دے تو اُسے پہونچتا ہے کہ جب چاہے اعتکاف کو چھوڑ دے یعنی اگر چاہے تو دو دن بعد ہی چھوڑ دے اور قضا نہین ہے اور اگر یہ شرط نکرے اور اعتکاف کو قطع کرے تو واجب جو نذر کیا ہے اُسے پھر نئے سر سے بجا لائے لیکن اعتکاف کے احکام پس اعتکاف کے احکام کی دو قسمین ہین پہلی قسم معتکف پر فقط چھ چیزین حرام ہین پہلی چیز معتکف کو عورتون کا چومنا اور اُنسے مساس کرنا اور جماع کرنا حرام ہے اور اظہر کی بنا پر خشبو کا سونگھنا حرام ہے اور اسی طرح پھولون کا سونگھنا شیخ علی علیہ الرحمہ کے قول پر حرام ہے اور منی نکلنے کی خواہش کرنا اور بیچنا اور مول لینا اور مجادلہ کرنا یعنی امور دنیا کے لیے حرام ہے اور شیخ علی نے فرمایا ہے کہ مول لینے اور بیچنے کے حکم مین اجارہ لینا دینا ہے پس یہ بھی جائز نہین اور کاریگرون کا اشتغال جیسا سینا بُننا وغیرہ ہے جائز نہین پس جبکہ ان چیزون کے بغیر کیے چارہ نہو تو درست ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ معتکف پر حرام ہے جو کچھ کہ محرم پر حرام ہے اور یہ ثابت نہین پس معتکف پر نہ تو سیے کپڑے کا پہننا حرام ہے اور نہ بال منڈوانا اور نہ شکار کا گوشت کھانا اور نہ عقد نکاح حرام ہے اور جائز ہے اُسے فکر و غور امر معاش یعنی ضروریہن نہ غیر ضروری مین اور مباح امورون مین خوض کہ فائدہ رکھتے ہون دعا کے قبیل سے اور ذکر سے اور قراءت سے لیکن پڑھنے اور پڑھانے مین اشتغال اور علم دینی کا مطالعہ تو سارے علمونسے بہتر ہی اور رہ سب جو کہ معتکف پر

دن کے حرام مذکور ہوئے ہین وہی اُسپر ایک افطار چھوڑ کر رات کو بھی حرام ہین اور جو واجب اعتکاف کے
ہو چکنے سے پہلے مر جائے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُسکے بعد اُسکے ولی پر اُس اعتکاف مین قیام واجب ہے
اور بعضوں نے کہا ہے کہ اُس اعتکاف کے لیے مزدوری پر ٹھہرالین گے اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم
کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ ولی پر واجب نہین ہے مستحب ہے۔ دوسری قسم اعتکاف
کے مفسدات مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جس سے روزہ فاسد ہوتا ہے اُس سے اعتکاف
بھی فاسد ہوتا ہے جیسے جماع کھانا پینا انزال منی ہے بس اگر پہلے یا دوسرے دن مین افطار کر ڈالے
تو اُس سے کفارہ واجب نہین ہوتا ہے مگر جبکہ اعتکاف واجب ہوگا تو اُس سے کفارہ واجب ہوگا اور اگر تیسرے
دن افطار کریگا تو اُس سے کفارہ واجب ہوگا اور بعضے علما نے فقط جماع ہی سے افطار کرنے پر کفارہ
واجب ہونیکو کہا ہے اور اسکے سوا مفطرات کے استعمال مین فقط قضا بجا لانے پر اقتصار کیا ہے اور یہی
قول اشبہ ہے اور اگر معتکف رات کو مجامعت کرے تو ایک کفارہ واجب ہوتا ہے اور اسی طرح ایک ہی کفارہ
واجب ہوگا اگر ماہ رمضان کے سوا دنکو مجامعت کریگا اور اگر ماہ رمضان مین دنکو مجامعت کریگا تو دو کفارے
واجب ہونگے دوسرا مسئلہ ارتداد مسجد سے نکلنے کا موجب اور اعتکاف کا مبطل ہے اور بعضے فقہا نے
کہا ہے کہ مبطل نہین بس اگر توبہ کریگا تو بنا اُسی پہلے اعتکاف پر کریگا اور پہلا قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ
علما نے کہا ہے کہ جو مرد ماہ رمضان مین دن کو اپنی عورت پر جماع کے لیے جبر کرے اور وہ دونون معتکف
ہون اور اعتکاف پر دو روز گزر چکے ہون تو اُس مرد پر چار کفارے واجب ہین اور یہی قول اشبہ ہے
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ چار کفارون کی دلیل ظاہر ہے اسلیے کہ اپنے روزے کو اور اپنے
اعتکاف کو اور اپنی عورت کے روزے کو اور اعتکاف کو باطل کیا ہے بس چار کفارے اُسپر لازم ہین
اور دو کفارون کا مستند یہ ہے کہ دوسرے کے کفارے کا متحمل ہونا اصل کے خلاف ہے اور سند
چاہتا ہی ہوا گر کہین کہ کتاب صوم مین کہا ہے کہ اگر مرد اپنی عورت پر روزے مین دنکو جماع کے لیے جبر کریگا
تو عورت کے کفارے کا بھی متحمل ہوگا بس تین کفارے دینا چاہیے تو جواب مین کہا جائیگا کہ روزے کے
کفارے کا متحمل ہونے کی صورت مین ہے جیسا کہ بعضے فقہا کا مذہب ہے اور اغلب یہ ہے کہ مصنف نے مجبورہ
عورت کے کفارہ کے تحمل سے جیسا کہ پہلے قائل ہوے تھے سند کے ضعف سے عدول کیا ہوا ور خدا خوب
جاننے والا ہے چوتھا مسئلہ جبکہ معتکفہ عورت رجعی طلاق سے مطلقہ ہو کہ بعد اسکے بیان ہوگی تو چاہیے

کہ وہ عورت اپنے گھر پھر جائے اسلیے کہ اُسپر واجب ہے کہ عدہ کے دن گذرنے تک اپنے گھر بیٹھے اور عدہ کے گذرنے کے بعد وجوب کی نیت سے اعتکاف کرے اگر اعتکاف واجب ہو یا اعتکاف پر دو دن گزر چکے ہون اور اگر واجب نہو تو سنّت کی نیت سے قضا بجالائے گی۔ پانچوان مسئلہ جو خرید فروخت کریگا تو اُسکا اعتکاف باطل ہوجائیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ گنہگار ہوگا اور اعتکاف باطل نہوگا اور یہی اشبہ ہے چھٹا مسئلہ جو کہ تین دن تفرقہ سے اعتکاف کرے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ صحیح ہے اسلیے کہ توالی یعنی پیاپے بجالانا لازم نہین مگر جبکہ شرط کرلے اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح نہین اور یہی قول اصح ہے

کتاب الحج

یہ کتاب حج کے مسائل مین ہے اور تین رکنون پر مشتمل ہے

پہلا رکن حج کے مقدمون مین سے اور وہ چار مقدمے ہین پہلا مقدمہ حج لغت مین قصد کے معنون مین ہے اور عرف شرع مین اُس مجموع عبادت کا نام ہے جو اپنے خاص مقامون مین بجالائی جاتی ہے اور فرض ہے اُس شخص پر جسمین وہ شرطین جو آگے بیان ہونگی پائی جائین خواہ مردون مین سے ہو یا عورتون مین سے ہو یا خنثیٰ ہو اور اصل شرع سے حج عمر بھر مین ایک ہی مرتبہ وجوبی شرطون کے پائے جانے پر فوری واجب ہوتا ہے اور حجۃ الاسلام کہلاتا ہے اور حج مین دیر کرنا گناہ کبیرہ اور سخت عذاب کا موجب ہے اور کبھی حج نذر اور مثل نذر یعنی عہد اور قسم سے واجب یا سنت حج کے فاسد کرنے کے سبب سے اور دوسرے کی نیابت کے اجارہ لینے کے سبب سے واجب ہوتا ہے اور وجوب و سنت کی تکرار ہے حج کے وجوب مین تکرار ہوتی ہے اور جو حج ان مذکورہ قسمون کے سوا ہے وہ سنّت ہے اور جسمین حج کے وجوب کی شرطین نپائی جاتی ہون اُسے حج کرنا سنّت ہے جیسے کوئی راہ خرچ اور سواری نرکھتا ہو اور محنت مشقت سے ادا کرے خواہ راہ چلنا شاق ہو یا ایسا ہو جیسے کوئی آقا اپنے مملوک کو اجازت دے تو اُسپر بھی مستحب ہے۔ دوسرا مقدمہ حج کی شرطون مین ہے اور نظر حجۃ الاسلام مین اور اُس حج مین جو نذر اور عہد اور قسم سے واجب ہوتا ہے اور نیابت کے حکمون مین ہے قول حجۃ الاسلام مین ہے اور حجۃ الاسلام کی وجوب کی پانچ شرطین ہین پہلی شرط کمال عقل ہے بس نابالغ اور دیوانے پر حج واجب نہین اور اگر نابالغ حج کرے یا اُسکی طرف سے یا مجنون کی طرف سے حج کیا جائے تو حجۃ الاسلام سے کافی نہوگا اور اگر حج کے افعال مین ممیز لڑکا اور دیوانہ داخل ہو اور ہر ایک اُن دونون مین سے کامل ہوجائے اور مشعر الحرام کا ادراک عقل اور بلوغ کے

حال مین کرے تو وہ حج حجۃ الاسلام سے تردد پر کافی ہو جائیگا اور ممیز لڑکے کا احرام صحیح ہے گو حج واجب نہو
اور صحیح ہے کہ ولی غیر ممیز لڑکے کو اور دیوانے کو احرام بندھوائے اور جو فعل کہ اُنسے نہو سکین آپ بجالائے
خواہ خود بھی محرم ہو یا نہو اور جو فعل کفارے کا موجب اُنسے صادر ہو تو اُنکے عوض کفارہ دے اور ولی وہ
شخص ہے جسے مال کی ولایت پہونچتی ہے جیسے باپ اور جد باپ کی طرف کا اور وصی ہے اور بعضے فقہا
نے کہا ہے کہ چھوٹے لڑکے کے احرام باندھنے کی ولایت ماں کو بھی پہونچتی ہے اور جو نابالغ کے نفقہ مقرر سے
زیادہ خرچ پڑیگا وہ ولی کے مال سے ہے نہ لڑکے کے مال سے دوسری شرط آزادی ہے یعنی کسی کا لونڈی
غلام نہو بس بندے پر حج واجب نہین گو اُسکا آقا اُسے اجازت دے اور اگر تکلف سے بندہ آقا کی اجازت
سے حج بجالائے تو وہ حج صحیح ہے لیکن حجۃ الاسلام سے محسوب نہوگا بلکہ جسوقت آزاد ہوگا اور استطاعت
پیدا کریگا تو اُسپر حجۃ الاسلام واجب ہوگا بس اگر آزادی کے حالمین مشعر کے وقوف کو پا جائیگا تو اُسے حجۃ الاسلام
سے کافی ہو جائیگا اور اگر بندہ اپنے حج کو فاسد کر ڈالے اور مشعر الحرام کے وقوف کے پہلے آزاد ہو جائے
تو اُس فاسد حج کو پورا کرے اور کفارے مین اونٹ قربانی کرے اور دوسرے سال حج کی قضا بجا لائے تو حجۃ الاسلام
سے وہی کافی ہو جائیگا اور اگر عرفات اور مشعر الحرام کے دونون وقوفون کے بعد آزاد ہو جائے تو اُسے
واجب ہے کہ آیندہ سال مین حج فاسد کرنے کی عقوبت کے خیال سے قضا بجا لائے اور حجۃ الاسلام سے
وہ حج کافی نہین تیسری شرط زاد و راحلہ یعنی راہ خرچ اور سواری اور یہ دونون اُس شخص مین شرط ہین
جسے قطع مسافت کی ضرورت پڑتی ہو نہ مکہ کے لوگون مین اور مستعمل کپڑے اور خادم اور خادمہ اور رہنے کا
گھر حج کے لیے بیچے نہ جائین گے یعنی یہ چیزین بیچکر حج کرنا واجب نہین اور مراد راہ خرچ سے جو حج کے وجوب
کی شرط ہے کھانے اور پینے سے جانے آنے بھر کی ہے اور سواری سے مراد وہ سواری ہے کہ جو اُسکے
امثال کے حال کے لائق ہو اور استطاعت کی صورت مین سواری کا مول لینا واجب ہی ہر چند قیمت
بہت ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے اگر مثل کی قیمت سے بڑھجائے تو اُسکا مول لینا واجب نہین اور پہلا
قول اصح ہے اور اگر کسیکا قرض کسی پر ہو اور وہ اُس سے وصول کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو اُسپر واجب ہے
کہ اُس سے اپنا قرض وصول کرلے اور حج بجالائے اور اگر اُس قرض کے وصول کرنے مین کوئی مانع ہو اور
اس دین کے سوا اُسے مقدور نہو تو اُسپر سے حج کا فرض ساقط ہو جائیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ
شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ قرض وصول کرنے کی قدرت یون متحقق ہوتی ہے کہ اپنی ذات سے یا اپنے

غلام وغیرہ سے وصول کر سکے اور یو ہین ہے اگر حاکم شرع کی مدد کا محتاج ہو اور اگر اپنے حق کے لینے مین
حاکم جور کی مدد کی احتیاج پڑے اور اُسمین کوئی ضرر جانی یا مالی لازم نہ آتا ہو تو رجوع کر سکتا ہے اور اللہ
سب سے بڑھکر جاننے والا ہی اور اگر اُسکے پاس کچھ مال ہو اور اُسیقدر اُسکے ذمے قرضہ ہو تو اُسپر حج واجب
نہین مگر جبکہ قرض سے اتنا بڑھکر ہو کہ حج کو پورا پڑے تو اُسپر واجب ہو جائیگا اور حج کے لیے قرض کرنا واجب
نہین مگر جبکا کوئی غائب مال ہو یا کچھ جنس اتنی ہو کہ حج کے وجوب مین جسکی ضرورت ہے اور جن چیزون کو
کہ مستثنی کیا ہے اُنسے بڑھکر ہو کہ جنکا بیچنا واجب نہین پرانے کپڑے اور رہنے کا گھر اور خادم وغیرہ ہے
تو اِس صورت مین نقد قرض اس مال سے ادا کرنے کی امید پر لے لیگا اور اگر اُسکے پاس مال حج کے بجا لانے
کے موافق ہو اور دل نکاح کرنیکو چاہے تو اُسے اُسکا نکاح مین صرف کرنا جائز نہین ہر چند اُسپر ترک کرنا
نکاح کا شاق ہو اور اُسپر واجب ہی کہ حج بجا لائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے
کہا ہے کہ اگر ترک نکاح سے تکلیف اور مشقت بہت ہو کہ عادت اُسکی متحمل نہو یا زنا کے وقوع کا ڈر ہو تو نکاح مقدم
ہے اور اگر کوئی زاد و راحلہ اُسکے لیے اور اُسکے عیال کے لیے بذل کرے تو اُسپر حج واجب ہوگا جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ زاد و راحلہ کا دینا کہ جس سے حج واجب ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ اُس دینے کو اپنے ذمے نذر
وغیرہ سے واجب کر لے اور یہی زاد و راحلہ کے بذل مین اور ہبہ مین فرق ہے کہ ہبہ مین دینا واجب نہین
اور قبول کرنا بھی واجب نہین اور اسی لیے مصنف نے کہا ہے اگر کوئی اُسے کچھ مال بخشے کہ جس سے
وہ حج کرنے کا مستطیع ہوتا ہو تو اُسے اُس ہبہ کا قبول کرنا واجب نہین اسلیے کہ قبول بھی کسب مال ہے
اور حج کی استطاعت حاصل کرنے کے واسطے مال کمانا واجب نہین اور اگر قبول کر لیگا تو حج واجب ہو جائیگا
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص کسی کے راہ خرچ اور سواری کا متکفل ہو جائے اور دینا
تو اِس صورت مین استطاعت کہ حج کی شرط ہے عمل مین آگئی اور شارحون نے کہا ہے کہ اس سے شرط
ہے کہ اُسکے تکفل پر اعتماد اور وثوق ہو مثل اُسکے کہ نذر یا عہد کیا ہو کہ بذل کریگا اور بعضون نے کہا ہے کہ
وجوب مین فقط بذل کافی ہے اور جب بذل یعنی خرچ دینا منقطع ہو جائیگا جیسے کہ اگر استطاعت منقطع ہو جائیگی
تو وجوب ساقط ہو جائیگا اس شرط سے کہ استطاعت کے حاصل ہوتے ہی روانہ ہو جائے اور اختیار بھر اہمال
نہ کرے اور اگر کسی کو سفر مین مدد اور اعانت کے لیے اجارہ لین اور سارا راہ خرچ اور سواری یا کچھ اُسمین
سے اُس سے شرط کر لین اور باقی کا اُسکے پاس موجود ہو یا اُسکے عیال کا نفقہ شرط کر لین تو اُسپر حج واجب

ہوجائیگا اور اگر اپنی طرف سے حج کریگا تو وہ حجۃ الاسلام سے کافی ہوجائیگا اور اگر خود حج سے عاجز ہو اور دوسرے کی نیابت سے حج کرے تو وہ حج حج کے فرض سے کافی نہوگا اور جب استطاعۃ ہوجائیگی تو حج واجب ہوجائیگا چوتھی شرط یہ ہے کہ آدمی کے پاس کچھ ایسا ہو کہ حج کے جانے سے اتنا بطعکر ہو کہ اُسکے عیال کے بسر کو اور پھر آنے تک کو کافی ہو تو حج واجب ہے اور اگر کچھ کم ہو تو حج واجب نہیں۔ اور اگر کسی ایسے شخص کی طرف سے جو خود حج کرنے پر قدرت رکھتا ہو حج کرے تو اُس شخص کے ذمے سے حجۃ الاسلام ساقط نہوگا خواہ اُسوقت وہ زاد وراحلہ موجود رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور اسیطرح پر غیر مستطیع شخص محنت اور مشقت سے حج بجالائے تو وہ بھی حجۃ الاسلام مین محسوب نہوگا بلکہ وجوب کی شرطون کے حصول کے بعد اُسپر واجب ہے کہ حج کو بجالائے۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ زاد و راحلہ رکھنے والا اور ایسے حج پر مستطیع شخص محنت سے حج بجالائے تو حجۃ الاسلام سے کافی ہوجائیگا اور بیٹے پر باپ کو حج کے لیے اپنا مال دینا واجب نہین اور اسیطرح باپ پر بیٹے کو حج کے لیے اپنا مال دینا واجب نہین پانچوین شرط امکان جانے کا ہے اور یہ مرض سے صحت پر اور راہ کے موانع سے خالی ہونے پر اور سواری پر بیٹھنے کی قدرت پر اور قطع مسافت کے لیے وسعت وقت پر مشتمل ہے بس اگر اتنا بیمار ہو کہ سواری پر بیٹھنے سے ضرر پائے تو اُسپر حج واجب نہین اور اگر ایسے مرض کے ہوتے ہوتے سوار ہو سکیگا تو اُس سے حج ساقط نہوگا اور اگر کوئی دشمن مانع ہو یا لولا اپاہج ہو کہ سواری پر رک نسکے یا ضروری ساتھی نہ ملے تو اُس سے حجۃ الاسلام ساقط ہوجائیگا اور مرض اور دشمن کے حج سے مانع ہونے پر آیا حج کے لیے نائب بھیجنا واجب ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان واجب ہے اور یہی روایت مین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ واجب نہین اور اگر اُسکی طرف سے کوئی نائب حج بجالائے اور مانع دور نہو تو قضا نہین ہے اور اگر مانع جاتا رہے اور خود حرکت پر قادر ہوجائے تو اپنی ذات سے حج کا بجالانا واجب ہے اور اگر حج کے استقرار وجوب کے بعد مرجائے اور خود ادا نکیا ہو تو اُسکی طرف سے قضا حج کروایا جائیگا اور اگر اُسکی پیدائش اسطرحکی ہو کہ سواری پر بیٹھ نسکے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُسکے نفس سے اور مال سے حج کا وجوب ساقط ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اُسے نائب بھیجنا لازم ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر سفر مین کسی حرکت کی ضرورت پیچھے کے لوگون سے ملنے کی پڑے یا دشمن سے بھاگ بچنے کے لیے ضرورت ہو اور یہ شخص اُسپر قادر نہو تو اُسپر سے اس سال مین حج کا وجوب ساقط ہوجائیگا اور آیندہ زمانے مین قدرت پانے کا انتظار کریگا اگر قدرت نہ پہنچنے کے سال مین مرجائے گا تو

واجب نہین کہ اُسکی طرف سے قضا حج کرایا جائے اور اگر ضروری سفر کی چیزون مین سے ملین جیسے مشک اور برتن وغیرہ ہین تو بھی اُس سے حج کا فرض ساقط ہو جائیگا اور اگر دو راہین حج کے جانے کی ہون اور ایک مین مانع ہو تو دوسرے رستے سے جہان مانع نہین ہے جائیگا خواہ دور ہو یا نزدیک ہو اور اگر رستہ مین ایسا دشمن ہو جو بے مال کے دفع نہوتا ہو تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ حج کا وجوب ساقط ہو جائیگا ہر چند وہ مال تھوڑا ہی سا ہو اور اگر یہ کہین کہ اُس مال کے دیدینے کا تحمل مقدور بھر کرنا واجب ہے تو بہتر ہوگا اور اگر کوئی دوسرا اپنا مال اُس دشمن کو اُسکی طرف سے دیدے تو اُس شخص پر حج واجب ہو جائیگا اس لیے کہ مانع جاتا رہا ہان اگر کوئی یہ کہے کہ یہ مال مین تمھین دیتا ہون یہ تم لو اور اُس دشمن کو دیدو تو یہ قبول کرنا واجب نہین اسلیے کہ یہ مال کا کسب کرنا ہے اور مال کا کسب یعنی کمانا حج کے لیے واجب نہین جیسا کہ بیان ہو چکا اور دریا کی راہ بھی خشکی کی راہ کی طرح ہے اگر گمان غالب ہو کہ دریا مین سفر کرنے سے سلامت رہیگا تو اُسپر دریا کی راہ سے حج واجب ہے اور نہین تو ساقط ہے یعنی اگر سلامتی کا گمان غالب نہین ہے تو حج اُس سے ساقط ہوگا اور اگر خشکی اور دریا کی راہ سے پہونچنا ممکن ہو اور دونون راہین سلامتی کے غلبۂ گمان مین برابر ہون تو جانے والے کو اختیار ہے جس راہ سے چاہے جائے اور اگر سلامتی کے غلبۂ گمان مین ایک ہی راہ خاص ہو تو اُسی راہ سے جانا متعین ہو جائیگا اور اگر دونون راہین ہلاکت کے گمان مین برابر ہونگی تو حج کا فرض اُس پر سے ساقط ہو جائیگا اور جو شخص احرام کے باندھنے اور حرم مین داخل ہونے کے بعد مر جائے گا تو وہ حج سے بری الذمہ ہو گیا اور بعضون نے کہا ہے کہ فقط احرام باندھ لینا کافی ہے اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر احرام باندھنے سے اور حرم مین جانے سے پہلے مر جائیگا تو اُسکی طرف سے حج کے وجوب کے مستقر ہونے پر قضا حج کروایا جائیگا اور اگر وجوب مستقر نہین ہوا ہے تو حج کی قضا اُسکے ذمے سے ساقط ہوگی اور حج ذمے پر جب مستقر ہوتا ہے کہ حج کے وجوب کی ساری شرطین جو بیان ہوئی ہین پائی جائین اور یہ شخص بجا نلائے اور بے کسی شرعی مانع کے اہمال کرے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حج کی شرطون کا پورا پایا جانا مستطیع کے ذمے حج کے استقرار کا موجب ہے اس شرط سے کہ وہ اُنکی کیفیت سے سارے حج کے مناسک کے ادا تک شرطین پائی جائین اسلیے کہ اگر سفر کے وقت سب شرطین پائی جائین اور پھر اُنمین کوئی شرط جاتی رہے تو حج کا وجوب بھی ساقط ہو جائیگا اور کافر پر بھی حج واجب ہے اور اگر کفر کی حالت مین حج بجا لائے تو صحیح نہین بس اگر کافر احرام باندھے اور پھر مسلمان ہو تو اُسے نئے سر سے احرام باندھنا چاہیے اور اگر میقات

یعنی احرام کے باندھنے کے مقام تک جانے پر قدرت نہ ہو تو جہاں مسلمان ہوا ہے وہیں سے پھر احرام باندھے اور اگر کافر احرام باندھکر مشعر کے وقوف پر فائز ہو جائے تو وہ احرام کافی نہیں مگر یہ کہ مسلمان ہونے کے بعد نئے سر سے احرام باندھے اور اگر وقت تنگ ہو تو بھی پھر احرام باندھے ہر چند عرفات مین پہونچ گیا ہو اور اگر مسلمان حج کرے اور پھر مرتد ہو جائے اور پھر توبہ کرے تو صحیح قول پر حج کا اعادہ نہ کرے گا اور اگر کوئی شخص اسلام کے حال مین مستطیع نہو اور ارتداد کے حال مین استطاعت ہو جائے تو حج واجب ہو گا اور جب توبہ کریگا تو صحیح بھی ہو گا اور اگر حالت اسلام مین احرام باندھے اور پھر مرتد ہو جائے اور پھر توبہ کرے تو صحیح قول پر اُسکا احرام باطل نہو گا اور اگر مخالف مذہب ایمان لائیگا تو حج کا اعادہ نکریگا مگر جب کسی رکن مین خلل ڈالیگا تو اعادہ کریگا یعنی اگر مخالف مذہب نے اپنے ضلالت کے زمانے مین حج کیا ہو اور اہل حق کے نزدیک کسی رکن مین خلل نہ ڈالا ہو تو مذہب حق قبول کرنے کے وقت حج کا اعادہ نہ کریگا اور وہی پہلا حج کافی ہے اور اگر کسی رکن مین خلل ڈالا ہو گا تو حق پر پہونچنے کے بعد اعادہ حج کا کریگا خواہ وہ رکن حق کے مذہب کا ہو یا اُسکے اگلے باطل مذہب کا ہو اور رکن حج کے فعلون مین سے وہ فعل ہے کہ جسکے عمداً یا سہواً خلل پڑنے سے حج باطل ہو جاتا ہے اور اسکے بعد بیان ہونگے اور آیا پھرنے کے بعد تک کافی ہونا مال کا یا کاریگری کا یا پیشہ کا حج کے وجوب مین شرط ہے یعنی پھرنے کے بعد گھر پہونچنے پر کوئی ایسی چیز صناعت اور مال وغیرہ مین سے رکھتا ہو جو اُسکی بسر کو کافی ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ہان روایت ابو الربیع شامی کے مفاد سے شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ آیۂ شریفہ کے عموم پر عمل کرنے سے کہ وہ کسی سے مقید نہین شرط نہین ہے اور یہی اولیٰ ہے اور جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صناعت اور حرفہ یعنی کاریگری اور پیشہ مین فرق ہے کہ صناعت اُس ملکہ کو یعنی قوت راسخہ کو کہتے ہین کہ جو کسی کام کے ممارست سے حاصل ہوتی ہے جیسے لکھائی اور سلائی ہے اور حرفہ اُس چیز کو کہتے ہین کہ جس سے کماسکین لکڑیا باندھا اور گھاس کاٹنا کہ اسمین ملکہ اور ممارست کی ضرورت نہین اور جبکہ حج کے وجوب کی شرطین ہون پس اگر حج کو محنت اور مشقت سے یا پیدل یا دوسرے کے ساتھ کھاتا پیتا بجا لائے تو وہی حج حجۃ الاسلام سے کافی ہو جائیگا اور جسپر حج واجب ہو اُسے سوار ہو کر جانے سے پیدل جانا بہتر ہے اگر پیدل چلنے سے ضعف نہوتا ہو اور ضعف ہونے کی صورت مین پیدل چلنے سے سواری پر جانا بہتر ہے۔ چار مسئلے۔ پہلا مسئلہ جب کسی کے ذمے حج مستقر ہو اور اسکے بعد وہ مر جائے تو اصل ترکہ سے نہ ثلث مال سے اُسکی طرف سے حج ادا کر دیا جائیگا پھر اُسکے ذمے اگر قرض بھی ہو اور اُسکا

متروکہ حج اور قرضہ سے کمی کرتا ہو یعنی دونون کے ادا مین پورا نہ پڑتا ہو تو اُسکے ترکے کو قرضے او حج پر بسوی حصے سے تقسیم کرین گے اور جس جگہ سے حج کے حصہ مین حج کی ادا ہوسکتی ہوگی وہین سے نائب مقرر کرینگے دوسرا مسئلہ متوفی کی نیابت سے زیادہ نزدیک مقام سے حج کرینگے یعنی مواقیت حج مین سے جو مقام زیادہ قریب ہوگا وہان سے حج کروائینگے اور بعضون نے کہا ہے کہ جس شہر مین متوفی کا گھر تھا وہانسے اُسکے حج کے لیے نائب کو اجارہ دینگے اور بعضون نے کہا ہے کہ اگر متوفی کے شہر سے نائب مقرر کرنے کی اُسکے متروکہ مین گنجایش ہوگی تو وہین سے نہین جہان سے ہوسکے گا وہان سے نائب مقرر ہوگا اور پہلا قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ جسپر حجۃ الاسلام واجب ہو وہ دوسرے کی نیابت سے حج اور سنتی حج نہین کرسکتا اور یہی حکم ہے اُس شخص کا بھی کہ جسپر حج نذر وغیرہ سے یا حج کے فاسد ہونے سے واجب ہوا ہے۔ چوتھا مسئلہ عورتون کے لیے محرم کی شرط نہین بلکہ سلامتی کا گمان کافی ہے اور سنتی حج عورت کا بے شوہر کے اذن کے صحیح نہین اور اُسے ہر طرح پر واجبی حج بجالانا پہونچتا ہے خواہ شوہر اجازت دے یا نہ دے اور رجعیہ طلاق والی عورت کا بھی جسکا عدہ منقضی نہین ہوا یہی حکم ہے اسلیے کہ اُنمین ابھی زوجیت باقی ہے بس بے شوہر کی اجازت کے سنتی حج نہین کرسکتی ہے اور واجبی حج کرسکتی ہے اور باین طلاق کے عدہ مین عورت بے اجازت شوہر کی سنتی حج کرسکتی ہے **قول** اُس حج کی شرطون مین جو نذر اور قسم اور عہد سے واجب ہوتا ہے اور شرطین اس حج کی دو ہین پہلی شرط کمال عقل ہے بس نذر نابالغ بچے کی اور دیوانے کی منعقد نہین ہوتی دوسری شرط آزادی ہے بس آقا کی بے اجازت بندہ کی نذر صحیح نہین ہے اور اگر آقا بندہ کو نذر کرنے کی اجازت دے تو حج اُسپر واجب ہو جائیگا اور اُسے آقا کی بے اجازت اُس حج کا ادا کرنا جائز ہے اور یہی شوہردار عورت کا حکم ہے اگر شوہر کی اجازت سے نذر کریگی تو نذر منعقد ہو جائیگی پھر شوہر کی بے اجازت بجالاسکے گی مگر شوہر کی بے اجازت نذر صحیح نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ بے شوہر کی اجازت عورت کو نذر کرنا جائز نہین خواہ دائمی عقد مین ہو یا منقطع مین یعنی متعہ مین ہو اور یہی لڑکے کا حکم ہے کہ باپ کی بے اجازت اُسکی نذر صحیح نہین اور عہد و قسم کا حکم بھی یہی ہے تین مسئلے۔ پہلا مسئلہ جو حج مطلق یعنی بے تعیین وقت کے نذر کرے اور کوئی مانع پیش آئے تو مانع برطرف ہونے کے وقت تک تاخیر کرسکتا ہے اور اگر اُس حج کے ادا کرنے پر قادر ہو اور مر جائے تو اُسکے اصل ترکہ سے یہ حج قضا کروایا جائیگا اور اگر اُسکی ادا پر اُسے قدرت بہم نہ پہونچی ہو تو یہ واجب حج ہوا اُس متوفی کی طرف سے نکروانا جائیگا اور اگر نذر کے

حج کے لیے کوئی وقت معین ہو اور قدرت رکھتے ہوئے بجا نہ لائے تو اُسکے مرنے کے بعد اس حج کی قضا مع
نذر کے کفارہ کے ساتھ بجالائی جائیگی اور اگر کوئی مانع مثل مرض اور دشمن کے پیش آئے یہانتک کہ مرجائے
تو اسکی قضا اسکی طرف سے واجب نہیں اور اگر حج نذر کرے یا حج کو فاسد کر دے اس حال مین کہ لولا
اپاہج ہو یعنی ضعف سے یا اپاہج ہونے سے اُسکے بجالانے پر قادر نہو تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ نائب بھیجنا
واجب ہے اور یہی قول خوب ہے دوسرا مسئلہ جو کوئی حج نذر کرے اور حجۃ الاسلام کا قصد کرے اور حج بجالائے
تو یہ دونون متداخل ہو جائینگے یعنی حجۃ الاسلام کے بجالانے سے نذروالا حج بھی ادا ہو جائیگا اور اگر حجۃ الاسلام
کے سوا کی نیت کریگا تو دوسرا متداخل نکریگا اور دو حج اُسپر واجب ہونگے اور اگر مطلق نذر کرے اور حجۃ الاسلام
کی قید نذر مین نہ لگائے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر نذر کی نیت سے حج کریگا تو وہی حج حجۃ الاسلام سے
بھی کافی ہو جائیگا اور اگر حجۃ الاسلام کی نیت کریگا تو نذر والے حج سے کافی نہوگا اور بعضے فقہانے کہا ہے
کہ کوئی انمین کا دوسرے کے لیے کافی نہین یعنی ایک حج کی نیت سے بجالانا دوسرے حج کے لیے کافی نہوگا
اور یہی قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ جو کوئی پیدل حج کرنا نذر کرے تو اُسپر واجب ہے کہ پیدل حج کو جائے اور
جہان کہ کشتی کی سواری ہو تو اُسپر کھڑا رہے اور اگر حج کے رستے مین سوار ہوگا تو حج کا اعادہ پیدل کرے گا
اور اگر کچھ دور رستہ مین سوار گیا ہے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ جہان رستے مین سوار گیا ہے حج کے اعادے
مین وہان پیدل جائیگا اور جن جن مقامون مین پیدل چل چکا ہے وہان سوار ہو کر چل سکتا ہے اور بعضے
کہتے ہین کہ حج کا اعادہ کریگا اور ساری راہ پیدل چلیگا اسلیے کہ جس صفت سے حج کو نذر کیا تھا اُس صفت
سے نہین بجالایا ہے اور یہ قول اشبہ ہے اور اگر پیدل چلنے سے عاجز ہوگا تو سوار ہو کر جائیگا اور منی مین ایک
اونٹ کفارہ کے لیے لیتا جائیگا اور اُسے منی مین قربانی کریگا اور بعضے کہتے ہین کہ سوار ہو کر بھی جائیگا اور کفارہ
نہ دیگا اور بعضے کہتے ہین کہ اگر نذر معین وقت کی نہین ہے اور مطلق ہے تو پیدل چلنے پر قدرت حاصل ہونیکا
منتظر رہیگا اور اگر نذر کسی معین وقت سے مقید ہے تو عجز سے اور قدرت نہونے سے پیدل چلنے کا فرض اُسپر
سے ساقط ہو جائیگا اور پہلا قول روایت مین وارد ہوا ہے اور اونٹ کفارے کے لیے لیجانا سنت ہے
قول حج کی نیابت مین ہے۔ نائب کی شرطین تین ہین ایک اسلام دوسری کمال عقل تیسری اُسکے ذمے
کوئی واجب حج کا نہونا ہے بس کافر کا نائب ہونا صحیح نہین اسلیے کہ وہ قربت کی نیت سے عاجز ہے اور
مسلمان کا کافر کی طرف سے نائب حج ہونا درست نہین اور نہ مخالف کی طرف سے صحیح ہے مگر جبکہ مخالف

مومن نائب کا باپ ہو تو درست ہے اور دیوانے کی نیابت درست نہین اسلیے کہ اُسکی عقل مرحل کے سبب سے کہ نیت کے حصول کا مانع ہے بجا نہین اور یہی حکم غیر ممیز لڑکے کی نیابت کا ہے اور آیا ممیز لڑکے کی نیابت درست ہے یا نہین بعضے کہتے ہین کہ نہین اس سبب سے کہ اُس سے قلم مرفوع ہے یعنی وہ ایسی صفت سے متصف ہے کہ اُس سے تکلیف مرتفع ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ہان درست ہے اسلیے کہ وہ سنتی حج بجالانے پر قادر ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ نابالغ ممیز لڑکون کے افعال نیک کامون کی عادت پڑنے کے لیے ہوتے ہین اور شرعی نہین ہین کیا واجب کیا سنت اور اصح یہی ہے کہ نابالغ کی نیابت مطلق درست نہین - اور ضرور ہے کہ نائب نیابت کی نیت کرے اور منوب عنہ یعنی جسکی طرف سے نائب ہے اُسکی بھی نیت مین تعیین کرلے اور بندہ کی نیابت اُسکے آقا کی اجازت سے درست ہے اور ایسے شخص کا نائب ہونا کہ جسپر حج واجب ہو اور حج کا وجوب اُسکے ذمے قرار پکڑ چکا ہو درست نہین مگر جبکہ وہ اپنے حج کے بجالانے سے مطلق عاجز ہو گو پیدل ہی ہو تو ایسی صورت مین دوسرے کیطرف سے نائب ہوکر حج کو جانا اور حج کا بجالانا درست ہے اور اسیطرح اُسنے سنتی حج کرنا درست نہین جبتک کہ واجب بجانہ لاوے اور اگر سنت کی نیت سے حج کریگا تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ وہ حجۃ الاسلام کے حساب مین محسوب ہوگا اور یہ دعوی اُنکا بیدلیل ہے اور جسپر کہ حج واجب ہو اور وجوب مستقر یعنی قرار پکڑ چکا ہو پھر وہ دوسرے کی نیابت سے حج کریگا تو یہ حج دونون شخصون مین سے کسیکے حساب مین محسوب نہوگا اور جسپر کہ حج واجب ہو اُسے دوسرے کی طرف سے عمرہ حج بجالانا درست ہے اُس صورتمین کہ اُسپر عمرہ نذر وغیرہ سے واجب ہو اور اسیطرح جسپر عمرہ واجب ہو اُسے دوسرے کیطرف سے حج کا بجالانا درست ہے اُس صورت مین کہ اُسپر حج واجب ہو اور ایسے شخص کا نائب ہونا سنت ہے کہ جسمین حج کے وجوب کی ساری شرطین نہون ہرچند کہ وہ صرورہ یعنی پہلے پہل حج کو چلا ہو اور جسنے اپنے کوئی حج نکیا ہو اور جائز ہے کہ عورت مرد کی نیابت سے اور عورت کی نیابت سے حج کرے اور جسنے حج کیلیے اجارہ کیا ہو اور وہ رستے مین مرجائے بس اگر احرام باندھکر اور حرم مین داخل ہوکر مرا ہے تو جسکی طرف سے نائب ہے اُسکے حج کے لیے اتنا کافی ہوگیا اور اگر احرام باندھنے سے اور حرم مین داخل ہونے سے پہلے مرا ہے تو کافی نہین اور اُسکی اجرت سے اتنی راہ کے جانے کی اور پورے پھر آنے کی پھیر لینگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ فقط احرام باندھ لینا کافی ہے نائب کا گو حرم مین داخل نہوا ہو اور پہلا قول اظہر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ پھیر لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اجرۃ مثل شخص کرینگے اور چھوٹے ہوئے کامون کی اجرت مثل نکالینگے کہ چھوٹے ہوئے کامون کی اجرت کو نائب حج کی اجرت مثل سے کیا نسبت ہے بس اسی

نسبت سے جو اُجرت کہ اجیر یعنی نائب نے لی ہے واپس لین گے جیسے نائب حج کی اجرۃ ایک ہزار اشرفی ہو
اور چھوٹے ہوے کامون کی اُجرت پانسو اشرفی ہے اور پانسو کی نسبت ہزار سے آدھے کی ہے بس اُس اُجرت
سے کہ نائب حج کو دی ہے جیسے وہ دو ہزار اشرفی ہے اُس سے ہزار پھیر لین گے اور کمی اور زیادتی مین بھی یہی
قیاس کرنا چاہیے اور نائب کو جو اُسپر حج تمتع یا قران یا افراد سے شرط کیا ہے اُسی کا بجا لانا واجب ہے
اور روایتون مین وارد ہوا ہے کہ جو کہ حج قران یا افراد بجا لانے کے لیے مامور ہوا در وہ حج تمتع کرے تو
جائز ہے اسلیے کہ اُنسے بہتر کی طرف اُسنے عدول کیا ہے اور اسوقت مین یہ صحیح ہے کہ جب حج سنتی ہوا در
مستاجر یہ قصد کرے کہ اُس سے بہتر کو بجا لائے نہ اُس صورت مین کہ کوئی خاص غرض حج قران اور افراد
سے متعلق ہو تو ایسی صورت مین حج تمتع کا بجا لانا جائز نہین اور اگر نائب سے یہ شرط کرین کہ حج کے لیے اُس
معین رستے سے جائے تو اُسے دوسرے رستے سے جانا درست نہین اس صورت مین کہ اُس راہ مین کوئی
دینی دنیوی غرض ہو دنیوی غرض جیسے تجارت ہے اور دینی غرض جیسے زیارت ہے اور بعضون نے کہا
ہے کہ دوسری راہ سے جانا جائز ہے خواہ اُس راہ سے کوئی غرض متعلق ہو خواہ نہو اور جبکہ اجیر یعنی نائب حج
بجا لانے کے لیے اجارہ لے لیا جائے تو اپنا دوسرے کو اُسے اجارہ دینا جائز نہین جبتک کہ پہلی حج کو بجا
نہ لائے اور امکان رکھتا ہے کہ ہم دوسرے اجارے کے جواز کے اس صورت مین قائل ہون کہ دوسرے
سال کے لیے ہو اور اس اجارہ والے سال کے سوا ہو اور اگر نائب احرام باندھنے سے اور حرم مین جانے
سے پہلے روکا جائے تو جو کام کہ اُس سے رہگئے ہین اُنکی اُجرت اُس سے پھیر لے اور اگر اگلے سال بجا لانے
کا ذمہ کرے تو اُسکا قبول کرنا لازم نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ لازم ہے اور اگر کچھ معین روپیہ پر اجیر
یعنی نائب اجارہ لے اور وہ روپیہ کم پڑتا ہو تو منوب عنہ یعنی جسکی طرف سے وہ نائب ہوا ہے اُسے عمل پورا
کرنے کے موافق اور دینا لازم نہین اور اسیطرح اگر بڑھ جائے تو اجیر سے پھیر لینا جائز نہین اور درست نہین کہ
خانہ کعبہ کے طواف کے لیے وہ شخص نائب کرے جو وہین رہتا ہو مگر ایسی صورت مین کہ جب وہان کے
رہنے والے کو مثل بیہوشی اور پیٹ چلنے کے طواف سے کوئی مانع ہو اور حج کرنے والے کو اپنی ذات سے
طواف کرنا واجب ہے اور اگر کسیکو کوئی اُٹھا کر طواف مین کعبہ کے گرد پھرائے یعنی محمول کی عجز کیصورت مین
تو ہو سکتا ہے کہ ہر حامل اور محمول اُس طواف کو اپنی اپنی طرف سے حساب کرے اور جو مُردے کی طرف سے
تبرع کے طریق سے حج بجا لائیگا تو وہ مردہ بری الذمہ ہو جائیگا اور جو کفارہ کہ نائب پر لازم آئیگا وہ

اُسی نائب کے مال سے تعلق رکھتا ہے اور اگر نائب حج کو فاسد کر ڈالے تو اُسے دوسرے سال مین حج عقوبت بجالانا واجب ہے اور آیا اُس سے اُجرت حج فاسد کرنے کی وجہ سے پھیر لین گے یا نہین یہ مسئلہ دو قولون پر مبنی ہے اور اسکا بیان اسطرح پر ہے کہ اگر اجارہ مطلق ہو اور حج بجالانے کا سال معین نہو تو اِس صورت مین جبکہ پہلے سال اُسنے حج کو فاسد کر ڈالا تو جب دوسرے سال مین بجالایا عہدۂ اجارہ سے بری ہو گیا اور اُجرت کا مستحق ہوا اور اگر اجارہ پہلے سال سے مقید ہے تو اگر ہم کہین کہ حج فاسد محسوب نہین اور دوسرے سال جو بجالایا وہ اُسمین محسوب نہین جیسا کہ بعضے فقہا نے کہا ہے بس اُجرت کا پھیر لینا پہونچتا ہے اسلیے کہ اجیر نے اجارے کے عقد کے موافق کام نہین کیا اور عمل مطلوب کو فاسد کر ڈالا بس اُجرت کا مستحق نہین اور دوسرے سال جو حج کیا ہے وہ افساد حج کی عقوبت مین ہے نائب کرنیوالے کی طرف سے نہین ہے اور اگر اسکے ہم قائل ہون کہ فاسد حج بھی درست ہے اور دوسرے سال کا حج فاسد کرنے کی عقوبت کا اور پہلے کے نقصان کے اتمام کا حج ہے تو اجیر نے اپنے اجارے کے کام کو کیا اور اُجرت کا مستحق ہو گیا اور پھیرنا اُجرت کا جائز نرہا اور جبکہ اجارہ مطلق دے اور کسی معین زمانے سے مقید نکرے تو اطلاق کام کی تعجیل کو مقتضی ہے اسلیے کہ مطلق فرد اکمل کی طرف منصرف ہوتا ہے اور یہان فرد اکمل معجل ہے یعنی جب اسمین کوئی وقت معین کی قید نہین تو یہ مطلق یعنی بے قید ہوا تو اِس اجارے کا کام کسیوقت مخصوص اور مقید نہ ٹھہرا اور جس جس وقت مین یہ کام ہو سکتا ہے سب اُسکی فردین ہین اور ان سب مین عمدہ اور کامل اُسی وقت کی فرد ہے جو وقت قریب اور جلد آنیوالا ہے تو معجل اُس مطلق کی فرد اکمل ہوا اور مطلق کو اُسی فرد اکمل کے معنون مین لینا یہ ایک اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ مطلق کو بے کسی مانع کے اکمل فرد کے معنون مین لیتے ہین تو بس معجل موجل سے اکمل ہے اور نائب کو جلد اُسی سال حج کا بجالانا لازم ہے اور دو شخصون کی ایک شخص کو ایک سال مین نیابت لینا درست نہین اور اگر ایک شخص کو دو شخصون نے ایک ہی سال مین اجارہ لیا ہو تو پہلے اجارہ کرنیوالے کا اجارہ صحیح ہے اور دوسرے کا صحیح نہین اور اگر ایک ہی شخص سے ایک ہی عبارت سے دونون اجارے ایک ہی وقت مین واقع ہوے ہون تو دونون اجارے باطل ہین اور جبکہ نائب حج سے مرض وغیرہ کے سبب سے رُک جائے تو قربانی بھیجیگا اور دوسرے حج کی ادا اُسپر نہین جس صورت مین کہ اجارہ پہلے سال سے معین ہو اور باقی اعمال کے مقابلہ کی اُجرت اُس سے پھیر لین گے اور نائب بھیجنے والے کے ذمے حج باقی رہیگا اور اگر اجارہ مطلق ہو یعنی کسی وقت سے مقید نہو

تو نائب پر لازم ہے کہ ایام حصر کے بعد یعنی زوال مانع کے بعد اگر حج کے ادا کا وقت باقی ہے تو اُسی سال مین
حج بجا لائے نہین تو دوسرے سال مین حج کریگا اور جسپر دو مختلف حج واجب ہون جیسے حجۃ الاسلام او حج نذر
ہے اور کوئی مانع عارض ہو تو اُسے جائز ہے کہ دو نائب دو حجون کے لیے ایک سال مین اجارہ لے اور
سنت ہے کہ نائب اپنے نائب کرنیوالے کے نام سے اپنی زبان پر ذکر لائے عبادت کے مکانو نمین اور ہر کام
مین حج و عمرہ کے کامون مین سے اور حج کے بعد پھیر دے جو کہ اُجرت مین سے بڑھ جائے اور مخالف کو مذہب
حق پر پہونچنے کے بعد اپنے حج کا اعادہ کرنا سنت ہے گو پہلا حج اُسے کافی ہے اور مکروہ ہے کہ عورت حج بجا لانے
کے لیے نائب ہو جبکہ صرورہ یعنی پہلے پہل چلی ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ متاخرین فقیہون نے
حج کی نیابت مین عدالت بھی شرط کی ہے اور یہی روزہ نماز کی قضا کی نیابت مین بھی کہا ہے اور مصنف
کے نزدیک اور قدما کے مسلک پر یہ شرط نہین اور جس جماعت نے کہ عدالت شرط کی ہے وہ اس سے
کہ بدکار غیر عادل کا حج قبول نہین بلکہ اسلیے کہ اُسکے قول پر وثوق اور اعتماد نہین بس متوفی کے برأت ذمہ
کا علم اُسکے خبر دینے سے نہوگا اور اگر بدکار بھی حج ادا کرے تو صحیح ہے اور حج کے افعال کا علم بھی نیابت
مین شرط ہے یا کسی عالم کو ساتھ لیلے کہ اُسے تعلیم کرے علما نے کہا ہے کہ مذہب حق کے مخالف کو عبادتون
سے اور طاعتون سے عقبی مین کوئی نفع نہین اور اس قول کی مستند صحیحہ روایتین بھی ہین اس
صورت مین مومن بیٹا جو مخالف باپ کی نیابت سے حج بجا لائے تو اُسکے لیے اُس سے کوئی ثواب
اور اجر نہوگا لیکن حدیث صحیح مین اس نیابت کی صحت وارد ہوئی ہے اسلیے بعضے فقیہون نے اسکے
جواز کا حکم کیا ہے اور مصنف بھی اُسکے تابع ہوے ہین اور ہوسکتا ہے کہ نائب کے درجے بلند کرنیکے
لیے یہ تجویز ہوئے ہون گے خدا جانے اور جسپر حجۃ الاسلام واجب ہے اور وہ اُسکی ادا مین اہمال کرے بعد اسکے اُس سے
استطاعت جاتی رہے تو اُسپر واجب ہے کہ جسطرح ہوسکے بجا لائے گو مشقت سے اور رنج سے اور پیدل
چلنے سے ہو اور اگر پیدل چلنے پر قادر نہو اور سب طرح سے ادا ے واجب مین عاجز آجائے تو جائز ہے
کہ دوسرے کو نائب کرے اور نیابت سے وہ واجبی حج بجا لائے اور نہین تو جائز نہین یعنی سب طرح سے بالکل
عاجز آئے نائب بھیجنا جائز نہین آٹھ مسئلے - پہلا مسئلہ جبکہ کوئی اپنی طرف سے حج بجا لانے کی وصیت
کرے اور اُسکی اُجرت مقرر نہ کرے تو اُسکی طرف سے اُجرت مثل پر حج کردیا جائیگا اور اگر حج واجب ہوگا تو
اصل ترکے سے اُجرت دیجائیگی اور اگر سنتی ہوگا تو ثلث مال سے دیجائیگی اسلیے کہ ثلث مال یعنی

تہائی مین وصیت جائز ہے اور اجرت کا مالک اجیر اجارہ کے عقد کے سبب سے ہوتا ہے اور اُس اُجرت کی ادا کام کے بعد واجب ہے اور اگر کوئی بے اُجرت لیے راضی نہو تو حج سے پہلے بھی دیدینگے اور اگر شرط کی مخالفت کرے جیسے حج شرط ہوا ہو اور عمرہ بجالائے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ اُجرت مثل اُسے دینا چاہیے اور وجہ یہی ہے کہ کچھ بھی اُجرت کا مستحق نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ آدمی کی زندگی مین جو واجب کہ مال سے متعلق ہو جیسے کہ زکوٰۃ ہے اور خمس ہے اور کفارہ ہے اور حج ہے تو وفات کے بعد واجب ہے کہ اُسکا اخراج اصل متروکہ سے کرین اور مُردے کی وصیت پر موقوف نہین اور جو کہ مال سے متعلق نہو جیسے روزہ نماز ہے تو مرنے کے بعد اُسے ثلث مال سے بجالائینگے اگر وصیت کی ہوگی اور اسیطرح پر نذر کے اعمال ہین کہ مُردے پر نذر سے واجب ہوئے ہون اور اگر مال سے متعلق واجب کے لیے اُجرت مثل سے زیادہ مال پر وصیت کرے تو اجرت مثل سے زیادہ اُجرت کو ثلث مال سے اعتبار کرینگے اور اُجرت مثل کو اصل ترکہ سے دینگے دوسرا مسئلہ جو اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کرے اور معین نہ کرے کہ کئے مرتبہ حج کرین پس اگر حج کی تکرار کا قصد معلوم نہو تو ایک مرتبہ سے نہ بڑھنا چاہیے اور اگر معلوم ہو کہ حج کی تکرار کا قصد ہے تو اُسکے مرنے کے بعد اُسکی طرف سے اتنے حج کروانا چاہیے کہ جتنون کو اُسکے متروکہ کا تیسرا حصہ وفا کرے تیسرا مسئلہ اگر کوئی وصیت کرے کہ میری طرف سے ہر سال اتنے معین مال پر حج کروایا جائے اور وہ مقدار ایک سال کے حج کو کافی نہو تو دوسرے سال کی مقدار اسمین ملاکر ایکسال کے حج کا اجارہ دینگے پھر بھی اگر کافی نہو گی تو تیسرے سال کی ملادینگے چوتھا مسئلہ اگر کسی کے پاس کسی شخص کی کچھ امانت ہو اور وہ مرجائے اور اُسپر حجۃ الاسلام ہو اور امین جانتا ہو کہ وارث حج کو ادا نکرینگے تو اُس امانت کے مال سے حج کی اُجرت کے موافق اسے نکال لینا جائز ہے پس اُسکی طرف سے نائب اجارہ کرینگے اور حج بجالانے کو بھیجینگے اسلیے کہ حج کی اُجرت کا مال وارثون کی ملک نہین اور باقی مال وارثون کو پہونچادے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ شہید علیہ الرحمہ نے کتاب دروس مین فرمایا ہے جیسا کہ مال امانت مین حج کی اُجرت کا نکال لینا جائز ہے اسیطرح پر قرض مین اور امانت مین اور غصب مین اور گرو مین بھی جائز ہے اور اگر کئی شخص ہون کہ جنکے پاس مُردے کی امانت ہو تو ہوسکتا ہے کہ ہم کہین کہ حج کی اُجرت تقسیم کرکے سب دین اور ہوسکتا ہے کہ کہین کہ تنہائی واجب ہے ایک کے نکالنے سے اور سب بری ہوجائینگے اور احتمال ہے کہ یہی حکم نذر کے حج مین

اور عمرہ واجبہ مین اور قرض کی ادا مین اور زکوٰۃ مین اور خمس مین بھی ہوا ور جبکہ اجرت مذکورہ کا نکالنا جائز ہو تو واجب ہو جائیگی جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے **پانچوان مسئلہ** جو شخص کہ احرام باندھے نائب کرنیوالے کی طرف سے حج کرنے کی نیت سے پھر اپنی طرف اُس نیت کو پھیرے تو یہ نیت صحیح نہین اور جب حج تمام ہوگا تو اُسی بھیجنے والے کی طرف سے واقع ہوگا اور اجرت کا نائب مالک ہوگا اور جو نیت کہ اپنی طرف سے کی ہے لغو ہوگی اور مصنف کہتے ہین کہ میرے نزدیک یہی ظاہر ہے کہ یہ حج کسی کیطرف سے واقع نہوگا لیکن نائب کی طرف سے اسلیے واقع نہوگا کہ نیت کا بدلنا جائز نہین اور نائب کرنیوالے کی طرف سے اسلیے واقع نہوگا کہ باقی اعمال اُسکی نیابت کی نیت سے واقع نہین ہوئے **چھٹا مسئلہ** جو اپنی طرف سے حج بجالانے کی وصیت کرے اور روپیہ کو معین کردے پس اگر وہ روپیہ اُسکے ترکے کی تہائی کے برابر ہو یا کم ہو تو وصیت صحیح ہے خواہ حج واجب ہو یا سنت ہو اور اگر وہ روپیہ ترکے کے ثلث سے زیادہ ہو اور حج واجبی ہو اور وارث اجازت ندیتے ہون تو اس صورت مین حج کی اجرت مثل اصل ترکے سے نکالین گے اور جتنی کہ اُس سے زیادہ ہوگی اُسے ثلث ترکہ سے نکالین گے اور اگر سنتی حج کی وصیت ہوگی تو اُسکے وفات کے شہر سے حج کروائینگے اگر ثلث ترکہ اُسکے بھر کا ہوگا اور اگر ثلث مال اُسے وفا نکریگا تو جہان سے وفا کریگا وہان سے حج کروائینگے گو میقات ہی کے پاس سے ہو اور اگر اُتنی مقدار حج کو وفا نکرتی ہو اور کوئی اجیر اُسپر راضی نہوتا ہو تو اُسے نیک کامون مین مثل مسجدین بنانے کے اور پُل بنانیکے صرف کرینگے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ میراث مین پھر جائیگا اور وارثونکو دیدینا چاہیے **ساتوان مسئلہ** اور جب کوئی وصیت واجب حج اور کچھ کامون کے لیے کرے تو پہلے واجب حج بجالایا جائیگا پس اگر وہ کام اُسپر واجب ہین اور سبکے ادا کو ترکہ وفا نہین کرتا ہے تو اُسکے ترکے کی تقسیم حج پر اور اُن کامون پر رسدی کرینگے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ ترکے کی تقسیم سب واجبون پر رسدی حصون سے اُسوقت مین ہے جبکہ سارے واجب مثل حج کے مالی ہون اور اگر بعضے غیر مالی مثل روزہ نماز کے ہونگے تو مالی غیر مالی پر مقدم ہونگے **آٹھوان مسئلہ** جو واجب حجۃ الاسلام ہوگا اور وہ دوسرا حج نذر کریگا اور دونون حجون کے استقرار کے بعد مرجائیگا تو اُسکے اصل ترکے سے حجۃ الاسلام نکالین گے اور ثلث سے حج نذر نکالین گے اور اگر فقط حجۃ الاسلام ہی کو مال کفایت کریگا تو اُسی پر اقتصار کرینگے اور اُسکی طرف سے نذر کے حج کا بجالانا مستحب ہوگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ حج نذر بھی مثل حجۃ الاسلام کے ہے اُسے بھی اصل ترکے سے نکالنا چاہیے اور اگر ترکہ دونون کو وفا نہ کرے گا

تو دونون پر پھیلا کر ہمہ دی حصہ نکالین گے اور یہی قول اشبہ ہے اور روایت مین وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی نذر کرے کہ کسی کو حج کرنے کو بھیجیگا اور مر جائے اور اُسپر حجۃ الاسلام بھی ہو تو خرچ حجۃ الاسلام کا اُسکے اصل ترکے سے نکالا جائیگا اور جو حج کو نذر کیا ہے وہ ثلث سے نکالین گے اور وجہ یہی ہے کہ یہ دونون برابر ہین اسلیے کہ مُردے پر دونون دین ہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ یہ اصح ہے اور روایت غیر لازم نذر پر محمول ہوگی

تیسرا مقصد حج کی قسمون مین ہے حج تمتع حج قرآن حج افراد پہلا حج تمتع صورت اُسکی یہ ہے کہ میقات سے یعنی اُس مقام سے کہ اُسکے مُلک کے لوگون کے احرام باندھنے کی جگہ ہے عمرۂ متمتع بہا کا احرام باندھے اور تمتع بہا اسلیے کہتے ہین کہ یا اس سے تلذذ و محل ہونے کا ہے یا اس عمرہ سے تمتع ثواب کی حج کے پہلے حاصل ہوتی ہے پھر احرام باندھنے کے بعد مکہ مین داخل ہو اور سات بار خانۂ کعبہ کے گرد پھرے اور مقام ابراہیم مین طواف کی نماز کی دو رکعتین پڑھے اسکے بعد صفا اور مروہ دونون مقامون کے درمیان سات بار سعی کرے یعنی دوڑے اور تقصیر کرے یعنی قینچی وغیرہ سے ناخن اور بال کٹوائے اور محل ہو جائیگا یعنی جو چیزین کہ اسپر حرام ہوئی تھین ایک سر مُنڈوانے کے سوا سب اُسپر حلال ہوگئین پھر مکہ سے ترویہ کے دن کہ ذیحجہ کی آٹھوین تاریخ ہے حج کے لیے احرام باندھے اور اگر یہ دن نہو تو جسوقت جانے کہ ادراک وقوف کا کر سکیگا اُسوقت باندھے اسکے بعد عرفات مقام مین آئے اور اُسمین آفتاب کے غروب تک ٹھہرے پھر مشعر الحرام کی طرف کوچ کرے اور وہان صبح تک توقف کرے اور منی مین عید کے دن سر منڈوائے اور قربانی ذبح کرے اور جمرۂ عقبہ کو پتھر مارے اسکے بعد اگر چاہے اُسی دن خواہ اُسکی صبح کو مکہ مین آئے اور حج کا طواف بجا لائے اور نماز طواف کی دو رکعتین پڑھے اور صفا اور مروہ مین دوڑے پھر طواف نسا کرے اور نماز طواف نسا کی دو رکعتین پڑھے پھر وہان سے منی کی طرف باقی جمرون کو کہ جنھین پتھر نہین مارے تھے پتھر مارنے کے لیے پھرے اور اگر چاہے منی مین قیام کرے یا تینون جمرون کو گیارھوین کو پتھر مارے اور اسی طرح بارھوین کو پتھر مارے اور زوال آفتاب کے بعد کوچ کرے اور اگر چاہے منی مین دوسرے کوچ کے وقت تک کہ ذیحجہ کی تیرھوین ہے ٹھہرا رہے اور اسکے بعد مکہ کی طرف طواف حج اور طواف نسا اور صفا مروہ مین کی سعی کے ادا کرنے کے لیے پھر آئے اور یہ حج تمتع اُسپر واجب ہے کہ جسکے گھر اور مکہ معظمہ کے بیچ مین بارہ میل یا زیادہ کا ہر طرف سے فاصلہ ہو اور بعضون نے اڑتالیس میل کے فاصلے کو کہا ہے پھر اتنے فاصلہ رکھنے والے حج تمتع سے حجۃ الاسلام مین حج قرآن یا افراد کیطرف اختیار کے حال مین عدول کرینگے

تو کافی نہین اور اگر حالت اضطرار مین عدول کرین گے تو کافی ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حالت
اضطرار کی مثال عورتون مین حیض آنے کا ڈر ہے کہ اگر عمرہ کے افعال بجا لائے تو بعد اُسکے حیض آجائے اور
حج باقی رہجائے اور فوت ہوجائے یا اگر عمرہ کے افعال مین مشغول ہو تو ساتھی اُسکے عرفات کو چلے جاینگے
اور اُنکے ساتھ ہونے کی احتیاج ہے بس ایسی صورتون مین حج تمتع کو حج افراد سے بدل سکتے ہین اور حج
تمتع کی چار شرطین ہین پہلی نیت ہے اور اُسکا وقوع حج کے مہینون مین ہے اور حج کے مہینے شوال ذیقعد
ذیحجہ ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ ذیحجہ کی دسوین تک ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ذیحجہ کی نوین تک
ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ عید قربان کی صبح کے طلوع تک ہے اور احرام باندھنے کا قاعدہ یہ ہے
کہ مناسک کی ادا وقت مین ہوجانا یقینی ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ باری تعالیٰ کے قول
اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ مین مفسرین نے مضاف کو مقدر کیا ہے یعنی وقت الحج پس معلوم ہوا کہ حج کا وقت
شوال اور ذیقعد اور ذیحجہ اِن مہینون سے ہے کہ حج کے بعضے فعلون کا شوال اور ذیقعدہ مین بجالانا
کافی ہے ہرچند کہ بعضے فعل ذیحجہ کے سوا نہین کرسکتے ہین جیسے قربانی ہے کہ عید قربان کے دن سے مخصوص
ہے اور جو افعال کہ شوال اور ذیقعدہ مین بھی بجالاسکتے ہین وہ مثل احرام اور تلبیہ اور اشعار اور تقلید
کے ہین۔ اور چاہیے کہ حج اور عمرہ کو ایک ہی سال مین بجالائے اور حج تمتع کا احرام کعبہ کے گھر و نمین سے
باندھے اور سب مقامون سے بہتر مسجد الحرام ہے اور اُس سے بہتر مقام ابراہیم ہے جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ فضیلت مین اسکے متصل حجر مین احرام باندھنا ہے پھر میزاب کے نیچے ہے۔ اگر حج کے
مہینون کے سوا مین عمرۂ تمتع بنا کا احرام باندھے تو اُس عمرہ کے ساتھ حج تمتع بجالانا درست نہین اور یہی
حکم ہے کہ جب بعضے فعل عمرہ کے مہینون مین اور بعضے حج کے مہینون کے سوا مین بجالائے تو اسکی نسبت
ہدی یعنی قربانی لازم نہین اسلیے کہ جب صورت مذکور مین حج تمتع درست نہین تو ہدی کہ اُسکے لوازم
مین سے ہے کیونکر لازم ہوگی اور اختیار کے حال مین عمرۂ تمتع بنا کا احرام میقات سے باندھے اور
اضطرار کے حال مین حل کے نزدیک سے بھی باندھنا جائز ہے اور اگر حج تمتع کا احرام مکہ کے سوا باندھے تو
قول اشبہ پر کافی نہین ہرچند کہ احرام باندھے مکہ مین داخل ہو اور اس صورت مین واجب ہے کہ نئے
سر لیسے حج تمتع کا احرام مکہ سے باندھے اور اگر مکہ سے احرام باندھنا متعذر ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ وہی
احرام کافی ہے اور موجہ یہی ہے کہ مکہ کے اندر سے جہان سے ممکن ہو نئے سر لیسے احرام باندھے گو عرفات

مین سے ہو اگر عمداً مکہ سے احرام باندھنا ترک نہین کیا ہے اور جب بے قصد کے مکہ سے احرام نہ باندھے
تو آیا قربانی ساقط ہو گی اسمین تردد ہے بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ساقط ہو جائے گی اسلیے کہ قربانی مکہ مین
احرام باندھنے کا کہ میقات سے حج تمتع کا احرام عمل مین نہ آیا جبر نقصان ہے اور اِس کمی کے تدارک کے لیے
ہدی یعنی قربانی حج تمتع مین لازم ہوتی ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ اِس
صورت مین حج تمتع کی قربانی کے سقوط مین تردد کی کوئی وجہ نہین اسلیے کہ فاسد حج مین قربانی واجب
نہین ہوتی اور اسکے ساتھ پھر بھی قربانی کے سقوط مین اُس شخص سے جسنے عذر کے سبب سے مکہ سے سوا
احرام باندھا ہے تردد کی کوئی وجہ نہین اسلیے کہ ہدی یعنی قربانی حج کے اور فعلون کی طرح سے نسک
یعنی عبادت ہے اُسے احرام سے کوئی تعلق نہین ہان عامہ یعنی اہل خلاف کا یہ مذہب ہے کہ وہ
میقات سے حج تمتع کا احرام نہ باندھنے کا جبر نقصان یعنی اس کمی کا تدارک جانتے ہین اور یہی مبسوط مین
اختیار شیخ کا ظاہر ہے اور اِس بنا پر مفروضہ مسئلہ مین قربانی کا سقوط واجب ہوسکے گا کہ میقات سے اضطرار
کے حال مین احرام کے حصول کا یا احرام باندھے اُسپر گزرنے کا اتفاق پڑے اور مکہ کے سوا سے احرام
باندھنے والے پر سے قربانیکے سقوطکی اصلا کوئی وجہ نہین لیکن جبکہ مکے کے سوا کے احرام کا اطلاق میقات سے
احرام کے حاصل ہونے کو شامل ہو تو بعضے فردون کی لحاظ سے تردد کا اطلاق اسمین ممکن ہو گیا۔ اور جبکہ
صورت مذکور مین احرام مکہ مین نہین باندھا اور باہر سے باندھے تو قربانی لازم نہو گی اور بعضون نے کہا
ہے کہ قربانی بھی ایک علٰحدہ نسک یعنی عبادت ہے تو جو لگا احرام مکہ مین نہ باندھنے اور باہر کے نہ باندھنے
سے ساقط نہو گی اور یہی قول شارحون کے کہنے پر اقوی ہے اور جبتک حج نہ بجا لائے حج تمتع کے کرنیوالے
کو مکہ کے باہر نکلنا جائز نہین اسلیے کہ اُسکا حج عمرہ کے ساتھ مربوط ہو چکا ہے بس چاہیے کہ عمرہ کے بعد ہی
حج کو بجا لائے مگر اسطرح سے نکلے کہ عمرہ کی تجدید کی احتیاج نہ پڑے یعنی مہینے کے گزرنے سے پہلے پھر آئے
اور اگر حج کے مہینون مین عمرہ کی تجدید کرے تو حج تمتع کو اخیر عمرہ کے نزدیک بجا لائے اور اگر عمرہ تمتع
کی نیت سے مکہ مین داخل ہوا اور ڈرے کہ اگر پہلے عمرہ کے افعال بجا لائیگا تو حج کا وقت نکلجائے گا تو
اُسے نیت کا حج افراد کیطرف پھیر ڈالنا جائز ہے اور حج افراد کے بجا لانے کے بعد عمرہ مفردہ کرے
اور اسی طرح پر حائض اور نفسا حج تمتع کی نیت کو حج افراد کی نیت کی طرف پھیر ڈالین گے جبکہ حیض
اور نفاس کے خون کے آنے کا خطرہ ہو گا اور اگر تنگی وقت کے سبب سے اسقدر فرصت نہ ہو کہ عمرہ کے

افعال تمام کرکے محل ہو جائین اور اسکے بعد حج تمتع کا احرام باندھین اور اگر طواف کعبہ کی چار شوط یعنی پھیرون کے بعد حائض اور نفسا کو خون دکھائی دے تو عمرہ تمتع صحیح ہوگیا اور صفا اور مروہ مقامون مین سعی کرے اور حج کے باقی مناسک بجالائے اور پاک ہونے کے بعد باقی تین شوطون کو کعبہ کے گرد قضا بجالائے اور نماز طواف کی دو رکعتین پڑھے اور جسوقت کہ حج تمتع صحیح ہوا عمرہ مفردہ ساقط ہوگیا اور حج افراد کی صورت یہ ہے کہ میقات سے یا جہان سے اُس حج کا احرام باندھنا جائز ہے احرام باندھے یعنی اُسکا گھر اگر میقات سے بڑھکر مکہ کے نزدیک ہے تو اپنے گھر ہی سے احرام باندھے اور اسکے بعد عرفات مین جائے پھر وقوف عرفات کرے پھر مشعر الحرام مین جائے اور وہان توقف کرے پھر منی مین آئے اور منی مین کی عبادتون کو بجالائے اور سعی کرے پھر خانہ کعبہ کا طواف کرے اور نماز طواف کی دو رکعتین بجالائے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے پھر طواف نساء کرے اور نماز طواف نساء کی دو رکعتین بجالائے اور اُسپر لازم ہے کہ حج کرنے کے اور محل ہونے کے بعد علیحدہ عمرہ بجالائے اور ادنائے حل یعنی اُس جگہ سے کہ جو حرم کے باہر سے زیادہ نزدیک ہے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ تمتع بخلاف حج کے مہینون کے سوا مین عمرہ مفردہ کا واقع ہونا جائز ہے اور عمرہ تمتع بخلاف حج ہی کے مہینون مین بجالانا ضرور ہے اور اگر ادنائے حل سے زیادہ نزدیک مقام سے عمرہ مفردہ کا احرام باندھے پھر ادنائے حل کیطرف آئے تو وہ احرام اُسے کافی نہین اور ادنائے حل سے دوسرے احرام باندھنے کی احتیاج ہے اور اہل مکہ پر اور اُن لوگون پر کہ جنکے مکانون مین اور مکہ مین ہر طرف سے دس میل سے کم کا فاصلہ ہے حج افراد اور حج قران واجب ہے بس اگر یہ لوگ اضطرار مین حج تمتع کیطرف عدول کرین تو جائز ہے اور اضطرار کی مثال یہ ہے کہ حیض کے دن نزدیک ہون اور ڈرے کہ حج افراد کریگی پھر اُسکے بعد حیض کا خون آجائیگا اور عمرہ مفردہ نکرسکے گی یا کسی دشمن سے کوئی ڈرے کہ لوگون کے کوچ کے بعد یا اُسکے ساتھ نکلے جانیکے وہ اُسپر ہجوم کریگا اور عمرہ مفردہ کے بجالانے کی فرصت نہ دیگا اور آیا اہل مکہ کو حج افراد اور قران سے حج تمتع کیطرف حالت اختیار مین حجۃ الاسلام مین عدول کرنا جائز ہے یعنی جائز ہے کہ یہ لوگ اختیار رکھتے ہوئے حج تمتع بجالائین بعضے فقہانے کہا ہے کہ جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور یہی اکثر ہے اور اگر ہم کہین کہ جائز ہے تو اُسپر ہدی یعنی قربانی واجب نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شرح نے کہا ہے کہ ہدی حج تمتع کے لوازم مین سے ہے جیسا کہ باب ہدی مین مصنف نے کہا ہے بس جب کہ

حج تمتع کیطرف عدول کریگا تو ہدی بھی لازم ہو گی آگے خدا جانے اور حج افراد کی شرطین تین ہین پہلی نیت دوسری حج کے مہینون مین واقع ہونا تیسری احرام کو میقات سے یا اپنے گھر کے اطرف سے باندھنا جبکہ وہ میقات سے بڑھکر نزدیک ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جو میقات سے احرام حج قران کی نیت سے باندھے اور مکہ مین داخل ہوا سے امامیہ مذہب کے علما کے نزدیک حج قران سے حج تمتع کی نیت کو بدلنا جائز نہین اور احرام حج کو احرام عمرہ تمتع ٹھہرانا جائز نہین اسلیے کہ حج قرآن مین قربانی کا لیجانا لازم ہے کہ وہ تمتع کی منافی ہے برخلاف حج افراد کے کہ اگر حج افراد کا کرنیوالا میقات سے احرام باندھکر مکہ مین داخل ہو اور نیت بدل کر اسے عمرہ تمتع کا احرام کرلے اور محل ہو جائے اور بعد اسکے حج تمتع بجا لائے تو جائز ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت کی ہے کہ حضرت اصحاب کے ساتھ مکہ معظمہ مین آئے اور حج کا احرام باندھے اور مکہ مین داخل ہونے کے بعد فرمایا کہ لوگ عمرہ کا احرام کر ڈالین اور محل ہو جائین اور اسکے بعد حج تمتع کرین اور آپ محل نہوے اور فرمایا کہ مین قربانی لایا ہون اور مین نے حج قران کیا ہے مجھے محل ہونا جائز نہین جب تک ہدی اپنے مقام پر نہ پہونچے گی جیسا کہ اسی پر آیۂ کریمہ بھی ناطق ہے اور ایسے تمتع کو خلیفہ ثانی نے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ متعتان کانتا فی عہد رسول اللہ وانا احرمہما واعاقب علیہما متعۃ الحج ومتعۃ النساء یعنی دو متعہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے مین تھے اور مین ان دونون کو حرام کرتا ہون اور ان دونون پر سزا دونگا اور وہ دونون متعہ حج ہے اور متعہ عورتون کا ہے۔ حج قران کے افعال اور اسکی شرطین حج افراد کے افعال اور اسکی شرطون کی طرح ہین مگر فرق یہ ہے کہ حج قران مین میقات سے احرام باندھکر ہدی کا ہنکاتے چلنا ہے اور جبکہ احرام کے بعد تلبیہ کو شروع کرے تو مستحب ہے کہ جس ہدی کو ہنکاتا ہے اس سے اسپر نشان کرے اگر اونٹ ہو تو اشعار کرے یعنی اسکے کوہان کو داہنی طرف سے چیرے اور اسکے خون کو اسکے منہ پر ملدے اور اگر کئی اونٹ ہون تو انمین سے کسی کے داہنے کوہان اور کسی کے بائین کوہان کو چیرے اور تقلید یہ ہے کہ جو قربانی کہ ساتھ لیجاتا ہے اسکی گردن مین اپنی عربی جوتیان کہ جنمین نماز پڑھتی ہے ڈالدے خواہ فریضہ نماز ان عربی جوتون کو پہنکر پڑھی ہو خواہ سنتی نماز پڑھی ہو اور اگر نماز اسے پہنکر نہ پڑھی ہوگی تو کافی نہین اور اشعار اور تقلید دونون اونٹون کے لیے ہے اور ہدی اگر گاے اور بکری ہوگی تو تقلید ہی سے مخصوص ہوگی اور اگر قارن یعنی حج قران کرنیوالا یا مفرد یعنی حج افراد کرنیوالا مکہ مین داخل ہو اور طواف کا ارادہ کرے تو جائز ہے مگر

تلبیہ کی تجدید ہر طواف کیوقت کرتا رہے تاکہ ایک قول پر محل نہو جائے اور بعضون نے کہا ہے کہ محل نہوگا مگر وہ شخص کہ حج افراد کرتا ہو گا نہ وہ کہ جو حج قران کرے اسلیے کہ اُسکے ساتھ محرم ہونے کی علامت تلبیہ کے سوا قربانی کا لیجانا ہے اور تحقیق یہی ہے کہ قارن اور مفرد کوئی محل نہوگا جبتک تحلیل کی نیت نہ کریگا لیکن تلبیہ کی تجدید کرنا بہتر ہے اور مفرد کو مکہ مین داخل ہونیکے بعد حج تمتع کی طرف عدول کرنا جائز ہے یعنی جس صورت مین اصل شرع سے یا نذر اور مثل نذر سے اُسپر حج افراد واجب نہوا اور جو کہ حج قران کرے اُسے حج تمتع کیطرف عدول کرنا جائز نہین اسلیے کہ حج قران مین قربانی لیجانا لازم ہے اور یہ تمتع کی منافی ہے اور جو کہ مکہ کا رہنے والا ہو جب اپنے اہل وعیال سے دور جا پڑے اور حجۃ الاسلام کے لیے میقات کی راہ آئے تو میقات سے وجوب کی نیت سے احرام باندھے اور جسپر کہ حج تمتع واجب ہے اگر وہ برس یا دو برس مکہ مین جا کر رہے تو اُسکا فرض تمتع سے حج قران اور افراد کی طرف منتقل نہوگا اور اُسپر واجب ہے کہ حجۃ الاسلام کے لیے میقات پر حج تمتع کی نیت سے جائے اور اگر میقات جانے پر قادر نہو تو حرم کے باہر احرام باندھنے کو نکلے اور اگر یہ بھی مشکل ہو تو اُسے اپنی جگہ سے احرام باندھ لینا کافی ہے اور اگر تیسرا سال اُسے وہان رہتے آجائیگا تو مکہ کے رہنے والون کا حکم بہم پہونچائیگا اور اسکے بعد جو حجۃ الاسلام بجالائیگا تو اُسکا فرض قران یا افراد کی طرف منتقل ہو جائیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ تین برسون کی اقامت مین مکہ کے رہنے والون کا حکم بہم پہونچائیگا بس چاہیے کہ دو طرح کے حجون مین سے ایک کو حجۃ الاسلام مین بجالائے اور زاد وراحلہ کی استطاعت کی شرط بھی اُس سے نکلجائیگی اور اگر ایک ہی شخص کے دو گھر ایک مکہ مین اور دوسرا مکہ کے سوا اور کسی شہر مین ہون تو اُسپر اُس مکان کی نسبت کا فرض ہے جسمین زیادہ رہا کرتا ہے اور اگر دونون مکانو نمین برابر رہتا ہو تو اُسے پہونچتا ہے کہ جس نوع کا چاہے اُس نوع کا حج بجالائے اور قربانی کا وجوب اُس شخص سے ساقط ہے جو حج افراد یا قران کرے اور استحباب کی نیت سے قربانی کرنا ساقط نہین اور قارن کہ ہدی لیجاتا ہے استحباب کی نیت سے نہ وجوب کی نیت سے اور ایک نیت سے حج اور عمرہ مین جمع کرنا جائز نہین اسلیے کہ ہر ایک جدا جدا عبادت ہے اور ایک کا دوسرے مین داخل کرنا اس معنی سے جائز نہین کہ دوسرے مین پہلے سے فراغت کرنیکے پہلے شروع کرے جیسے حج کے احرام کی نیت عمرہ سے محل ہونے کے پہلے کرے یا اعمال حج سے فارغ ہونے کے پہلے حج کا احرام باندھ لے اور اگر اسطرح سے کریگا تو دوسری عبادت فاسد ہو جائے گی

اور دو عمرہ اور دو حج کی نیت ایکسال مین صحیح نہین اور اگر کریگا تو بعضون نے کہا ہے کہ ایک کے لیے نیت منعقد ہو جائیگی اور اسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس تردد کا منشا یہ ہے کہ یہ نیت دو امرون پر متضمن ہے کہ ایک اُنمین غیر مشروع ہے تو وہ باطل ہوگا اور دوسرا صحیح ہوگا اور صحت اور بطلان کی نسبت دونون کی طرف برابر ہے بس ایک کو باطل کہنا اور دوسرے کو صحیح جاننا ترجیح بلا مرجح ہے یعنی ایسی ترجیح ہے کہ جسکی ترجیح والی وجہ نہین ہے اور یہ امر عقلاً محال ہے تب ثابت بطلان ہے چوتھا مقدمہ مواقیت کے بیان مین ہے۔ مواقیت میقات کی جمع ہے اور میقات وہ مقام ہے جسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے احرام باندھنے کو مقرر فرمایا ہے اور لفظ میقاتون کی قسمون مین ہے اور میقات چھ ہین اہل عراق کا میقات عقیق نامے مقام ہے اور عقیق کے سب مقامون سے بہتر مسلخ ہے اور اُسی کے قریب فضیلت مین غمرہ مقام ہے اور آخر مین ذات عراق نامے ہے اور اہل مدینہ کے لیے اختیار کے حال مین مسجد شجرہ نامے ہے اور حالت اضطرار مین جحفہ نامے ہے اور اہل شام کے لیے جحفہ ہے اور اہل یمن کے لیے یلملم نامے ہے اور اہل طائف کے لیے قرن المنازل نامے ہے اور اُس شخص کا میقات کہ جسکا گھر میقات سے بڑھکر نزدیک ہے اُسی شخص کا وہی گھر ہے اور جو شخص کہ میقات کے رستے سے حج کرنے کو آئے اُسے لازم ہے کہ اُسی میقات سے احرام باندھ لے اور اگر ایسی راہ سے حج کرے کہ کوئی میقات راہ مین نہ پڑے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ وہ ایسے مقام سے اپنے احرام کا باندھنا عمل مین لائے کہ جسپر گمان غالب ہو کہ یہ سب میقاتون سے بڑھکر مکہ سے نزدیک میقات کے برابر ہے اور یہی حکم اُس شخص کا ہے جو دریا کی راہ سے حج کرے اور حج اور عمرہ دونون میقات مین برابر ہین اور چاہیے ہے کہ چھوٹے بچون کے پہنے ہوے کپڑے اُتار لین یعنی فخ نامے کنوئین کے وہان سے اُنھین احرام کے کپڑے پہنا دین اور فخ نامے مشہور کنوان مکہ سے ایک فرسخ کے فاصلے پر ہے اور میقات سے زیادہ مکہ سے قرب رکھتا ہے اور میقاتون کے حکمون مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو کہ میقات پہونچنے سے پہلے احرام باندھیگا اُسکا احرام منعقد نہ ہوگا مگر جبکہ اُسنے نذر کرلی ہو کہ میقات سے پہلے احرام باندھے گا اس شرط سے کہ حج کا احرام حج کے مہینون مین واقع ہو یا اُس شخص کے لیے جو فضیلت کے ادراک کے واسطے ماہ رجب مین عمرہ مفردہ کا ارادہ کرے اور یہ ڈرتا ہو کہ میقات تک پہونچنے کا انتظار کرنے مین رجب کا مہینا گزر جائیگا دوسرا مسئلہ جو میقات کے پہلے احرام باندھیگا اُسکا احرام منعقد نہ ہوگا اور

احرام باندھے میقات پر ہو کر جانا کافی نہو گا جبتک کہ ٹ سرسے احرام نہ باندھیگا اور اگر کسی مانع کے سبب سے احرام مین تاخیر کرے گا تو مانع کے برطرف ہونے کے بعد پھر احرام باندھنے کے لیے میقات کی طرف عود کریگا اور اگر میقات پر پھر آنا متعذر ہو گا تو جہان مانع کے برطرف ہونے کی خبر پائی ہے وہین سے احرام کی تجدید کریگا اور اگر مکہ مین داخل ہو جائیگا تو وہان سے پھر میقات کی طرف احرام باندھنے باہر آئے گا اور اگر میقات تک جانا متعذر ہو گا تو حرم سے باہر آکر تجدید احرام کریگا اور اگر یہ بھی متعذر ہو گا تو مکہ سے تجدید احرام کریگا اور یہی حکم اُس شخص کا ہے جو بھولے سے احرام نہ باندھے یا حج کے قصد سے نہ آیا ہوا اور پھر حج کا قصد ہو جائے اور یہی حکم اُس شخص کا ہے کہ جو مکہ مین مقیم ہو اور اُسکا فرض حج تمتع ہو وہ بھی احرام کے لیے میقات پر آئیگا اور اگر متعذر ہو گا تو دستور مذکور پر عمل کریگا لیکن جو عمداً احرام میقات سے نہ باندھیگا تو اُسکا احرام صحیح نہیں جبتک میقات پر جا کر احرام نہ باندھیگا اگر پھر جانا متعذر ہو تو شہید نے کہا ہے کہ احرام جو بجا لائے اور یاد نہ آئے یہانتک کہ سب حج کے مناسک بجا لایا تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر حج واجب ہے تو قضا بجا لائیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ کافی ہے اور یہی اولیٰ دوسرا رکن حج کے فعلون میں ہے اور بارہ فعل واجب ہین ایک احرام ہے دوسرا عرفات مین وقوف ہے تیسرا واجب مشعر مین وقوف چوتھا واجب منی مین اُترنا پانچوان واجب رمی جمرہ یعنی جمرہ پہ پتھر مارنا چھٹا واجب ذبح ہدی یعنی قربانی کو ذبح کرنا ساتوان واجب سر منڈوانا یا بال یا ناخن کتروانا آٹھوان واجب حج کا طواف کرنا نوان واجب نماز طواف کی دو رکعتین بجا لانا دسوان واجب صفا اور مروہ مین سعی یعنی دوڑنا گیارھوان واجب طواف نساء کرنا بارھوان واجب نماز طواف نساء کی دو رکعتین بجا لانا اور مستحب ہے کہ گھر سے بیت اللہ کو چلتے وقت کچھ تصدق کرے اور دو رکعت نماز بجا لائے اور اپنے دروازے پر کھڑا ہو کر اپنے منھ کے سامنے سورۂ فاتحہ پڑھے اور داہنے بائین کو آیۃ الکرسی پڑھے اور فرج کے کلمون سے دعا بجا لائے اور اہلبیت علیہم السلام سے مروی دعائین پڑھے اور جب پاؤن رکاب مین رکھے تو کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم وباللہ واللہ اکبر یعنی اللہ کے نام کی برکت سے شروع کرتا ہون مین اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہون مین اور اللہ ہی ہر چیز سے بڑا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مخفی نرہے کہ نیت بھی واجبات مین سے ہے اور بے نیت کے کوئی عبادت صحیح نہین لیکن اظہر یہی ہے کہ نیت عبادت کی شرط ہے اور عبادت کے کامون مین داخل نہین ہے اسلیے اُسے مصنف نے حج کے

کامون مین حرج نہین کیا اور صورت نیت کی یہ ہے کہ بیت اللہ کی طرف توجہ کے بعد یہ نیت مین لائے
کہ مین بیت اللہ اور مشاعر عظام کی طرف جاتا ہون تاکہ عمرہ تمتع اسلام بجالاؤن اسلیے کہ مجھپر واجب ہے
قربۃً الی اللہ یعنی خدا کے تقرب کے واسطے اور تحت الحنک باندھے نکلے تاکہ سلامت پھر آئے اور وضو
کیے ہو تاکہ حاجتین بر آئین اور جبکہ سواری پر سیدھا اور درست ہو بیٹھے تو دعائے ماثور پڑھے **قول** احرام
مین ہے اور نظر احرام کے مقدمون مین اور کیفیت مین اور حکمون مین ہے اور احرام کے سارے مقدمے
مستحب ہین اور وہ ذیقعدہ کی پہلی سے سر کے بالون کا بڑھانا ہے جبکہ حج تمتع کا قصد رکھتا ہو اور ذیحجہ کے
چاند ہونے پر بقول اشبہ پر سنت موکدہ ہے اور بدن کا پاک اور پاکیزہ کرنا اور ناخن کٹوانا اور لبین کھلوانا
اور بغلونکے اور بدن کے بال دور کرنا اور نورہ لگانا ہے اور اگر نورہ لگا چکا ہو تو وہی کافی ہے جب تک
پندرہ دن اُسپر نہ جائین اور احرام کے لیے غسل کرنا اور بعضون نے کہا ہے اگر پانی نہ ملے تو احرام کیلیے
تیمم کرے اور اگر غسل کرے اور کھائے وہ چیز اور پہنے وہ کپڑا جسکا کھانا پہننا محرم یعنی احرام باندھنے
والے کو جائز نہین تو غسل کا اعادہ استحباب کی نیت سے کرے اور میقات سے پہلے غسل کر لینا جائز
ہے اگر میقات مین پانی نہ ملنے کا خطرہ ہو اور اگر پھر میقات مین ملجائے تو سنت ہے کہ غسل کا اعادہ
کرے اور احرام باندھنے کے دن اول دن کا غسل اخیر دن تک اور احرام باندھنے کی رات کو اول
شب کا غسل ساری رات کو جبتک کہ غسل کے بعد سو نہ رہے کافی ہے بس اگر بے غسل یا در بے نماز
پڑھے احرام باندھ لے اور پھر یاد آئے تو غسل اور نماز بجا لائے اور احرام اعادہ کرے اور سنت ہے
کہ احرام ظہر کے بعد یا کسی فریضہ کے بعد باندھے اور اگر کسی فریضہ کے وقت کا اتفاق نہو تو احرام باندھنے
کے لیے چھ رکعتین تین سلامون سے پڑھے اور کم سے کم دو رکعتین بجا لائے کہ پہلی رکعت مین الحمد اور
قل یا ایہا الکافرون اور دوسری مین الحمد اور قل ہو اللہ پڑھے اور اسمین اور روایت بھی ہے اور
وہ یہ ہے کہ پہلی رکعت مین قل ہو اللہ اور دوسری مین سورۂ جحد سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھے اور دونون
طرح جائز ہے اور احرام کا نافلہ احرام باندھنے کے بعد اُسی کے مقارن بجا لائے ہر چند فریضہ کا بھی
وقت آگیا ہو نافلہ کی تقدیم فریضہ پر کرے جبتک کہ فریضہ کا وقت تنگ نہو جائے نظر احرام کی کیفیت
مین اور یہ واجب اور سنت پر مشتمل ہے اور واجبات تین ہین پہلا واجب نیت ہے اور یہ دل سے
چار امرون کا قصد کرنا ہے ایک اُس چیز کا قصد کرنا جسکے لیے احرام باندھتا ہے خواہ عمرہ ہو خواہ حج ہو

اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کا قصد اور حج کی نوع کا قصد کرنا کہ تمتع ہے یا قران ہے یا افراد ہے اور اُسکی صفت کا قصد کرنا واجب ہے یا سنت ہے اور اُس چیز کا قصد کرنا جسکے لیے احرام باندھتا ہے وہ حجۃ الاسلام یا اور کوئی حج ہے بس اگر حج کی کسی نوع کا قصد کرے اور زبان سے دوسری نوع نکلے تو نیت پر عمل کریگا اور اگر نیت مین عمداً یا سہواً خلل ڈالیگا تو اُسکا احرام صحیح نہوگا اور اگر احرام حج اور عمرہ دونون کا باندھے اور یہ احرام حج کے مہینون مین ہو تو اختیار ہے چاہے حج کا احرام کرے اور چاہے عمرہ کا قرار دے جبکہ دونمین سے کوئی اُسپر واجب نہو اور اگر اِس احرام کے بطلان کے قائل ہون تو اشبہ یہی ہے کہ نئے سرے سے احرام کی نیت کرنا چاہیے اسلیے کہ دو کامون کے لیے ایک احرام شارع سے منقول نہین ہوا کہ اُس سے تعبد جائز ہو اور اگر اسطرح کا احرام حج کے مہینونمین نہوگا تو عمرہ مفردہ متعین ہو جائیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ اِن دونون صورتون مین نیت نئے سرے سے کرنا لازم ہے اور اگر کوئی کہے کہ احرام میرا مثل فلان شخص کے احرام کے ہے اور یہ جانتا ہو کہ اُسنے کونسا احرام باندھا ہے تو اُسکا احرام صحیح ہے اور اگر نجانتا ہو تو بعضون نے کہا ہے کہ اِس صورت مین احتیاطاً حج تمتع کو بجا لائے کہ وہ حجون کی سب قسمون سے بہتر ہے اور اگر بھول جائے کہ اُنمین کس ایک کے لیے احرام باندھا ہے بس اگر اُسکے ذمے حج اور عمرہ مین سے کوئی واجب اور لازم نہین ہے تو ایسی صورت مین اُسے اختیار ہے کہ چاہے حج کو بجا لائے اور چاہے عمرہ کرے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جس صورت مین دوسرے شخص کے احرام سے واقف نہو اور نیت کرے کہ میرا احرام اُسکے احرام کی طرح پر ہے تو بعضے فقہا نے اِس احرام کی صحت کا حکم دیا ہے اور اُنکی دلیل اسپر یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے یمن سے پھرتے وقت اُسی نیت سے احرام باندھا تھا اور حضرت کی نیت یہ تھی کہ میرا احرام مثل رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے احرام کے ہے اور حضرت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ کے احرام کی نوع سے واقف نہ تھے اور بعضے فقیہون نے عدم جواز کا حکم کیا ہے اور یہی احوط ہے دوسرا واجب چار تلبیہ ہین یعنی لبیکین کہنا ہین اور کسی متمتع اور مفرد کا احرام منعقد نہین ہوتا مگر نیت کے نزدیک ہی تلبیات کے کہنے سے اور اگر گونگا ہو تو اُنگلی کا اشارہ اور زبان کا ہلانا اور دل مین تلبیون کا قصد کرنا قائم مقام تلبیہ کہنے کے ہے اور اگر حج قران کرے تو اُسے اختیار ہے چاہے تلبیہ کہکر احرام باندھے خواہ تقلید کرے یا اشعار کرے اظہر پر جیسا کہ اسکا بیان گزر چکا اور اِنمین سے جس کسی سے ابتدا کریگا احرام اُس سے منعقد ہو جائیگا اور دوسرا مستحب ہو جائے گا

اور تلبیہ کی صورت یہ ہے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ یعنی بار خدایا حاضر حاضر نگاہ روبرو نہیں ہے کوئی شریک تیرا مین حاضر ہون نگاہ روبرو اور بعضے اسپر یہ بڑھاتے ہین اَنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ یعنی یہ کہ تعریف اور نعمت اور ملک تیرے ہی لیے ہے تیرا کوئی شریک نہین اور بعضے کہتے ہین بلکہ یہ کہنا چاہیے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ یعنی حاضر نگاہ روبرو بار خدایا حاضر حاضر نگاہ روبرو یہ کہ حمد اور نعمت اور ملک تیرے ہی لیے ہے تیرا کوئی شریک نہین مین حاضر ہون نگاہ روبرو اور پہلا ہی تلبیہ اظہر ہے اور اگر احرام کی نیت باندھے اور دونون کپڑے احرام کے پہنے اور تلبیہ نہ کہے اور کوئی ایسا کام کرے جو محرم کو جائز نہین تو اسپر کوئی کفارہ لازم نہین آتا جبکہ حج تمتع یا افراد کا کرنیوالا ہو اور یہی حکم ہے اگر حج قران کرے اور اشعار اور تقلید نکرے تیسرا واجب دو احرام کے کپڑون کا پہننا ہے اور یہ دونون کپڑے واجب ہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ احرام کے دونون کپڑون کا پہننا واجب ہے اسطور پر کہ ایک کی تہمت باندھے اور دوسرے کو چادر کی طرح سے دونون کندھون پر ڈالے یا توشیح کرے اور توشیح ایک کندھے کے ڈھانکنے کو اور دوسرے کے کھلے رکھنے کو کہتے ہین اور ایسے کپڑے سے احرام باندھنا جائز نہین کہ جسکا نماز مین پہننا درست نہین آیا نرے ریشمی کپڑے کا عورتون کو احرام باندھنا جائز ہے یا نہین بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ہان اسلیے کہ عورتون کو نماز مین نرے ریشم کا کپڑا پہننا جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور یہی قول احوط ہے اور دو کپڑون سے زیادہ بھی محرم کو پہننا جائز ہے اور جائز ہے کہ احرام کے کپڑے بدل ڈالے اور جب چاہے طواف کرے اور بہتر یہ ہے کہ انھین پہلے دونون کپڑون مین طواف کرے اور جس کسی کے پاس احرام کے دو کپڑے نہون اور اسکے پاس سیا کپڑا ہو تو جائز ہے کہ اسکو الٹ کر پہنے اسطور پر کہ دامنون کو کندھون پر ڈالے اور آستینون کو دامنون کی جگہ لٹکائے یا الٹا کر کے پہنے مگر ہاتھونکو آستینون مین سے نہ نکالے کہ سیے کپڑے کے پہننے کا کفارہ لازم ہو جائے اور احرام کے حکمون مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ محرم کو جائز نہین کہ دوسرا نیا احرام باندھے یہانتک کہ پورے کام اس چیز کے کہ جسکے لیے احرام باندھا ہی بجا نہ لاچکے پس اگر عمرہ تمتع کا احرام باندھے اور مکہ مین داخل ہو اور بھولکر حج کا احرام تقصیر کے پہلے باندھ لے تو اسپر کوئی کفارہ نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ اسے دنبہ ذبح کرنا چاہیے اور یہ قول اظہر کے بنا بر استحباب پر محمول ہے اور اگر عمداً ایسا کریگا تو حج تمتع کا عمرہ اور حج باطل ہو جائیگا اور

عمرہ سے جدا ہو کہ حج مفرد ہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ پہلا احرام باقی رہتا ہے اور دوسرا احرام باطل ہوتا ہے اور پہلا قول مروی ہے دوسرا مسئلہ اگر حج افراد کی نیت کرے اور پھر مکہ مین داخل ہو تو جائز نہی کہ طواف اور سعی اور تقصیر کرے اور حج تمتع کا عمرہ اُسے کرے جس صورت مین طواف اور سعی کے بعد تلبیہ نکیا ہو اور اگر تلبیہ کریگا تو حج افراد کا احرام منعقد ہو جائیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ اُس تلبیہ کا اعتبار نہین اور قصد پر اعتبار ہے اور جسوقت کہ عمرہ تمتع کا قصد کر لیا تو جائز ہے کہ محل ہو جائے اور اسکے بعد حج تمتع کا احرام باندھے تیسرا مسئلہ جبکہ ولی چھوٹے بچے کو احرام بند ہوائے تو اُسے فخ نامے کنوئین کے وہان سے جیساکہ مذکور ہوا ہے ننگا کرے یعنی احرام بند ہوائے اور جو کام کہ محرم پر واجب ہین وہ اُس سے کرواتا ہے اور جو کام کہ محرم پر ناجائز ہین اُنسے روکتا رہے اور اگر وہ لڑکا کوئی کفارہ دینے کا کام کرے تو اُسکے ولی کے مال سے دیا جائیگا نہ اُسکے مال سے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ ولی پر کفارے کا واجب ہونا مشروط ہے اِس سے کہ کفارے کا فعل لڑکے سے عمداً صادر ہوا اور اگر سہو سے یا مسئلے سے جاہل ہونے سے صادر ہو تو کوئی کفارہ نہین۔ اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ فعل مطلق کفارے کا موجب ہو خواہ محرم سے عمداً صادر ہو یا سہواً صادر ہو مثل شکار کرنیکے اور ایسا فعل لڑکے سے خواہ عمداً یا سہواً صادر ہو تو اُسکا کفارہ ولی کے ذمے واجب ہوگا اور آگے خدا جانے۔ اور جس کام سے وہ لڑکا عاجز ہو تلبیہ اور طواف سعی وغیرہ مین سے اُسے اُسکی طرف سے ولی بجا لائے اور ولی کو اپنے مال سے ہدی یعنی قربانی بھی واجب ہے اور روایت مین وارد ہوا ہے کہ اگر لڑکا صاحب تمیز ہو اور قربانی سے عجز ہو تو اُسے ولی قربانیکے بدلے مین روزہ رکھنے کو کہے اور اگر روزہ رکھنے پر وہ قادر نہو تو اُسکی طرف سے ولی روزہ رکھے چوتھا مسئلہ جبکہ کوئی اپنے حج احرام مین یہ شرط کرلے کہ اُسے حق تعالیٰ جہان وہ محصور ہو جائے یعنی عارضہ وغیرہ کے سبب سے حج افعال بجا نہ لاسکے محل کردے اور اسکے بعد محصور ہو جائے تو محل ہو جائیگا اور اپنے کو احرام سے خارج کریگا آیا ایسی صورت مین ہدی یعنی قربانی اُس سے ساقط ہوگی یا نہ بعضون نے کہا ہے کہ ایسی صورت مین ہدی بھیجنا لازم نہین اور بعضے کہتے ہین کہ ہدی ساقط نہین ہوتی ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر کہین کہ جبکہ ہدی ساقط نہو گی تو شرط کا کیا فائدہ ہے تو جواب مین کہین گے کہ شرط کا فائدہ یہ ہے کہ محرم اس صورت مین محصور ہونے کے وقت محل ہو سکتا ہے اور اگر شرط نکریگا تو تحلل جایز نہین

جبتک کہ قربانی اپنے مقام پر پہونچ نہ لیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ بے شرط کے بھی تحلل جائز ہے اور
پہلا قول اظہر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ علماء نے اجماع کیا ہے اسپر کہ مستحب ہے اُس
شخص کے لیے کہ جو حج یا عمرہ کے لیے احرام باندھے یہ کہ شرط کرے احرام باندھنے کے وقت اپنے
پروردگار سے کہ اُسے حق تعالیٰ محل کردے اگر اُسے کسی جگہ پر حبس کرے اور صورت اُسکی یہ ہے :
اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ عَلٰی کِتَابِکَ وَسُنَّةِ نَبِیِّکَ فَاِنْ عَرَضَ لِیْ شَیْءٌ یَحْبِسُنِیْ فَحُلَّنِیْ
حَیْثُ حَبَسْتَنِیْ لِقَدَرِکَ الَّذِیْ قَدَّرْتَ عَلَیَّ اَللّٰهُمَّ اِنْ لَمْ تَکُنْ حَجَّةٌ فَعُمْرَةٌ یعنی بار الٰہا مین حج کا عمرہ تمتع کے ساتھ
تیری کتاب اور تیرے نبی کی سُنت کے موافق قصد کرتا ہون پھر اگر مجھے ایسی چیز عارض ہو جائے
کہ وہ مجھے افعال سے روک رکھے تو مجھے محل فرما دے جہانکہ تو نے مجھے روک رکھا ہے اپنے ایسے
حکم سے جسکا تو نے مجھپر اندازہ فرمایا ہے بار خدایا اگر حج مقدر مین نہو سکے تو عمرہ مفردہ ہی کی قدرت عطا
فرما پانچوان مسئلہ جبکہ محصور محل ہو گا تو آئندہ دو برس مین اُس سے حج اگر واجب ہے تو ساقط نہو گا اور
اگر حج سنتی ہے تو اُس سے ساقط ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جب اُسکے ذمے حج کا وجوب
قرار پا چکا تو محصور ہونے سے ساقط نہو گا بلکہ سال آئندہ بجالانا واجب ہے اور اگر اُسکے ذمے حج کا وجوب
مستقر نہین اور اُسی سال اُسپر واجب ہوا ہے اور محصور ہو جائے پس اُسے استطاعت نرہی تو حج کا وجوب
ساقط ہو گیا پھر آئندہ سال مین استطاعت بہم پہونچائیگا تو پھر واجب ہو گا ایسی ہی شارح نے تصریح کی
ہے سنتی کام مردون کو بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور سونے جاتے وقت اور جاگتے وقت تلبیہ کی تکرار کرنا
اور بلندیون پر چڑھتے وقت اور پستیون مین اُترتے وقت تلبیہ کی تکرار کرنا سنت ہے پس اگر حج کرنیوالا
ہے تو عرفے کے دن کے زوال تک تلبیہ کہے اور پھر قطع کرے اور اگر عمرہ تمتع کرنیوالا ہے تو کعبہ کے گھر کے
دکھائی دینے کے وقت تلبیہ قطع کرے یعنی نکہے اور اگر عمرہ مفردہ کا احرام باندھے ہو تو بعضون نے کہا ہے
کہ حرم مین داخل ہوتے وقت چاہے کعبہ کے نظر آنے کے وقت تلبیہ قطع کرے اور بعضون نے کہا ہے کہ
اگر مکہ سے باہر اُسکا احرام باندھا ہے تو جس وقت کعبہ دکھائی دے تلبیہ قطع کرے اور اگر خارج حرم سے احرام
باندھا ہو تو جب حرم مین داخل ہو تلبیہ نہ کہے اور یہ سب جائز ہے اور یا اپنی آواز تلبیہ مین بلند کرے جبکہ مدینہ کی
راہ سے حج کو آیا ہو اور اُسکی سواری بیداء تک زمین پر پہونچے اور اگر پیدل ہو تو جس جگہ سے احرام
باندھے اور جسکا عزم کیا ہے اُسکا زبان سے کہنا سنت ہے خواہ حج ہو یا عمرہ ہو یعنی تلبیہ مین تلفظ کرنا اُس چیز کا

کہ جسکا قصد کیا ہے سنت ہے جیسے سنتی تلبیہ مین کہے لَبَّیْکَ بِالْعُمْرَۃِ الْمُتَمَتَّعِ بِہَا اِلَی الْحَجِّ لَبَّیْکَ یعنی حاضر تیری نگاہ روبرو عمرہ متمتع بہا سے حج تمتع کیطرف تیری نگاہ روبرو حاضر اور اگر عمرہ کے سوا ہو تو اُسے ذکر کرے اور شرط کرنے کا ذکر کرے کہ حقتعالی اُسے محل کروے جہان اُسے محبوس کرتے اور اگر حج نہو سکے تو عمرہ مفردہ ہی ہو جسطرحپر کہ بیان ہو چکا اور روئی کے بُنے ہوے کپڑے سے احرام باندھے اور سفید بہتر ہے اور جبکہ مکہ سے حج کے لیے احرام باندھے تو منی اور مکہ کے ابطح مقام پر چڑھتے وقت اپنی آواز تلبیہ کہنے مین بلند کرے اور ملحق احرام سے وہ چیزین کہ جنھین نہ کرنا چاہیے اور اُنکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ جنکا کرنا حرام ہے اور دوسری وہ کہ جنکا کرنا مکروہ ہے حرام میں چیزین ہین خشکی کے جانورون کا شکار کرنا جیسے چکور تیتر ہرن ہین محرم پر حرام ہے انکا شکار کرنا اور انکے گوشت کا کھانا ہرچند کسی محل نے جو احرام نہ باندھے ہو شکار کیا ہو اور شکار کی طرف اشارہ کرنا اور راہ بتانا صیاد کو اور اُسپر دروازہ بند کرنا اور ذبح کرنا اور اگر ذبح کرے تو مُردے کے حکم مین ہے اور ہر محل اور محرم پر حرام ہے اور اسی طرحپر خشکی کے جانورون کے بچے اور انڈے حرام ہین اور ٹڈی کا پکڑنا اور کھانا یوہین حرام ہے اور دریائی جانورون کا شکار محرم پر حرام نہین اور یہ وہ حیوان ہین کہ جو دریاہی مین انڈے دیتے ہین اور دریاہی مین بچے نکالتے ہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جو جانور خشکی مین انڈے دیتے ہین اور دریا مین رہتے ہین مانند بطے کے خشکی کے جانورونکا حکم رکھتے ہین اور اگر ایسا جانور ہو کہ جسکے بعضے اقسام خشکی کے اور بعضے دریائی ہوتے ہین جیسے کچھوا ہے تو ہر ایک اپنا اپنا حکم رکھتا ہے اور فقہانے کہا ہے کہ حبشی مُرغیان ہمارے نزدیک شکار نہین اور جو جانور خشکی کے اور دریا کے جانورون سے ملکر پیدا ہو تو جسکے نام کا اطلاق اُسپر ہوگا اُسی کے حکم مین ہوگا اور اگر ماں باپ مین سے کسی کے نام کا اطلاق اُسپر نہوتا ہو تو اگر رم کرنے والا ہو یعنے بھاگتا ہو تو شکار کا حکم رکھتا ہے اور اگر نہ بھاگتا ہو تو شکار نہین اور حرام ہین محرم پر عورتین یعنی اُنسے جماع کرنا اور عقد نکاح کرنا اُنسے اپنے لیے یا اور کے لیے اور عقد کا گواہ ہونا اور نکاح کی گواہی دینا ہرچند گواہی کا تحمل احرام سے پہلے کیا ہو اور محل ہونے کے بعد اگر نکاح کی گواہی دے تو کوئی ڈر نہین اور عورتون کے بوسے لینا اور اُنکی طرف شہوت کی نظر کرنا اور منی نکلنے کی خواہش کرنا حرام ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہانے کہا ہے کہ محرم کو نکاح پر شاہد کھڑے کرنا حرام ہے اور اگر زنا مین پڑنے کا ڈر ہو تو حاکم کو جتا دے کہ میرے پاس گواہی ہے محل ہونے کے بعد اُسے ادا کر دیگا تا کہ اُسوقت تک حکم کو حاکم موقوف رکھیگا

تفریع پہلی فرع جبکہ مرد عورت نکاح مین نزاع کرین ایک اُنمین سے کہے کہ یہ عقد نکاح احرام مین واقع ہوا ہے اور دوسرا منکر ہو تو قول قبول کرنے کا اُسی کا قول ہے کہ جو حلال ہونے کے وقت مین نکاح کے وقوع کا دعوی کرتا ہے اسلیے کہ وہ عقد کی صحت کا مدعی ہے اور مسلمانون کے افعال صحت پر محمول ہین جبتک کہ فساد ثابت نہو مگر بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ اگر منکر عورت ہو تو اُسے آدھا مہر پہونچتا ہے اسلیے کہ شوہر نے احرام مین نکاح کے واقع ہونے کا اقرار کیا ہے اور وہ حرام ہے اور ہمبستری واقع ہونے کا مانع ہے اور جب شوہر اور زوجہ مین جدائی بے ہمبستری کے ہوتی ہے تو زوجہ کو آدھا مہر پہونچتا ہے اور مصنف کہتے ہین کہ اگر اُسکے ہم قائل ہون کہ پورا مہر اُسے پہونچتا ہے تو بہتر ہے اسلیے کہ وہ عقد کے فاسد ہونے کا انکار کرتی ہے بس اُسکے نزدیک عقد صحیح ہے اور عقد سے پورے مہر کی مستحق ہے اور جب طلاق بے ہمبستری کے واقع ہوتی ہے تو آدھے مہر سے زیادہ نہین پہونچتا ہے اور یہان تفریق طلاق سے نہین ہے بلکہ اگر شوہر ثبوت کو پہونچاوے کہ عقد احرام کے حال مین ہوا تھا تو تفریق زوجہ اور شوہر مین نکاح کے صحیح نہونے سے ہوگی کچھ طلاق سے نہوگی تو اس صورت مین زوجہ کو کچھ استحقاق نہین اور اگر مرد ثابت کرنے سے عاجز ہو تو عورت قسم کھائے اور اِس صورت مین ظاہر شرع کے موافق ثبوت عقد کا حکم کرنا چاہیے ہے اور عورت کو پورے مہر کا مطالبہ پہونچتا ہے مگر دونون پر واجب ہے کہ جو کچھ واقعی امر ہو عند اللہ اُس سے تجاوز نکرین اور ظاہر شرع کے حکم پر اکتفا نکرین **دوسری فرع** جبکہ محرم کسیکو وکیل تزویج کے لیے کرے اور وکیل نکاح کے عقد کو واقع کرے بس اگر یہ عقد موکل کے محل ہونے سے پہلے وکیل نے واقع کیا ہے تو باطل ہے اور اگر محل ہونے کے بعد واقع ہوا ہے تو صحیح ہے اور محرم کو طلاق رجعی مین طلاق دی ہوئی عورت کی طرف رجوع کرنا اور لونڈیان مول لینا حالت احرام مین جائز ہے اور محرم پر خلوق کعبہ نامے خشبو کے سوا سب خشبو تین لگانا سونگھنا حرام ہے اور خلوق کعبہ وہ خشبو ہے کہ جسے کعبہ پر ملتے ہین گو اُسے کھانے مین بھی ڈالین اور اگر ایسی چیز کے کھانے کی طرف مضطر ہو کہ جسمین خشبو پڑی ہے اور یا چھونے کیطرف مضطر ہو تو اپنی ناک بند کرلے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ محرم پر حرام نہین مگر مشک اور عنبر اور زعفران اور عود اور کافور اور ورس اور یہ ایک سرخ رنگ کی گھاس ہے کہ یمن کے بعضے درخت کے پوست پر ملتی ہے اور بعضے فقیہون نے اقتصار چار خشبوؤن کی حرمت پر کیا ہے کہ وہ مشک اور زعفران اور ورس ہین اور پہلا قول اظہر ہے اور سیے ہوے کپڑے کا پہننا

مرد و پر حرام ہے اور عورتون مین اختلاف ہے اور اظہر جواز ہے چاہے حالت اختیار مین پہنے چاہے حالت اضطرار مین پہنے اور غلالہ غین کے زبر سے کہ ایک کرتہ ہے جسے عورتین کپڑون کے نیچے پہنتی ہین بحکم عورت کو اُسکا پہننا اجماع علما سے جائز ہے اور تہمت نہ ملنے پر مرد کو پاجامہ کا پہننا جائز ہے اور اسی طرح طیلسان کا کہ جسمین بند اور تکمے ہوتے ہین اوڑھنا جائز ہے مگر اُسکے بند نہ باندھے اور طیلسان کی تعریف مین کہا ہے کہ وہ ایک ایسا کپڑا بنا ہوا ہے کہ بے سیے سارے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے اور کالا سرمہ بھی لگانا ایک قول پر حرام ہے اور آنکھ مین ایسی دوا کا لگانا جسمین خشبو ہو حرام ہے اور اِس حکم مین مرد اور عورت برابر ہین اور قول اشہر پہ محرم کو آئینہ دیکھنا حرام ہے اور موزہ پہننا اور جو چیز کہ پشت قدم کو چھپا لے اُسکا پہننا حرام ہے بس اضطرار ہو جائے تو جائز ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اُسے چیر دے اور اِس قول پر عمل متروک ہے اور محرم پر فسوق یعنی جھوٹ بولنا حرام ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ سباب بھی فسوق مین داخل ہے یعنی طعن کرنا اور جدال اور یہ کہنا لا واللہ اور بل واللہ کا ہے اور بدن کے کپڑون کی شپش جوؤن اور کلیون کے مارنا حرام ہے اور جائز ہے کہ بدن کی ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھدین اور قراد کا کہ وہ بڑی کلی ہے اور حلم کا کہ وہ میانہ کلی ہے دور پھینکدینا جائز ہے اور محرم کو زینت کے لیے انگوٹھی پہننا جائز نہین اور سنت کے قصد سے جائز ہے اور عورت کو بھی زینت کے لیے گہنے پہننا جائز نہین اور جس زیور کے پہننے کی عادت نہو اُسکا پہننا اولی طرق سے حرام ہے اور جس عورت کو جس گہنے کی عادت ہو اُسکے پہننے مین کوئی مضائقہ نہین مگر احرام کے حال مین اُس گہنے کا اپنے شوہر کو دکھانا حرام ہے اور محرم کو خشبودار تیل لگانا حرام ہے اور جبکہ بو احرام تک باقی رہے تو احرام کے پہلے بھی ایسے تیل کا استعمال حرام ہے اور محرم پر بالون کا دور کرنا خواہ تھوڑے ہون خواہ بہت ہون حرام ہے اور اگر مضطر ہو تو کوئی گناہ نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جو بال آنکھ مین نکلتا ہے محرم پر اُسکا نکالنا حرام نہین اور اسیطرح اگر اسکے پنڈے پہ بال بہت ہون اور ہوا سخت گرمیون کی ہو اور بال اذیت دیتے ہون تو انکا بھی دور کرنا جائز رکھا ہے اور اگر جوئین پڑ گئی ہون اور اُن بالون کو موذی کا مکان جانکر دور کرے تو چاہیے کہ فدیہ دے اسلیے کہ بال موذی نہ تھے اور اسیطرح اگر بھوؤن کے بال بڑھجائین اور دیکھنے سے مانع ہون تو اُنکا دور کرنا بھی جائز جانا ہے اسلیے کہ موذی ہین جیسے کہ کوئی ایسا جانور محرم پر حملہ کرے کہ جسکا شکار کرنا احرام کے حال مین حرام ہے تو ایسے وقت مین اذیت کے دفع کرنے کے واسطے اُسکا مارنا جائز ہوتا ہے اور محرم کو

سر ڈھانکنا بھی حرام ہے اور اسی کے معنوں میں پانی میں غوطہ اسطرح لگانا ہے کہ سر پانی کے اندر چھپ جائے اور اگر سر کو ڈھانک لے تو واجب ہے کہ اُس پردے کو دُور پھینک دے اور تلبیہ کہنے کی تجدید استحباب کی قصد سے کرے اور جائز ہے سر ڈھانکنا عورتوں کو مگر مُنھ کھلا رکھنا واجب ہے اور اگر اپنے سر سے مقنع کو لٹکائے تو ناک تک لٹکانا جائز ہے اور سر پر سایہ کر کے رستہ چلنا حرام ہے اور اگر مضطر ہو جائے تو حرام نہیں اور اگر بیمار کے یا عورت کے ساتھ ایک کجاوے میں ہو تو بیمار اور عورت کو سایہ کی طرف سے مخصوص کر دے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ مخصوص تظلیل کی حرمت محرم پر راہ چلنے کے وقت میں ہے اور نہ محرمہ پر جس صورت میں کہ سایہ اُسکے سر پر ہو اور اضطرار نہو اور گھر میں اور خیمہ میں اُترنے کے وقت میں حرام نہیں۔ اور بدن سے خون کا نکلوانا بھی حرام ہے مگر ضرورت کے وقت میں اور بعضے فقہائے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور اسیطرح حرام کہا ہے بدن کے کھجانے کو کہ خون نکلنے کا باعث ہو اور مسواک کرنے کو کہ دانتوں کی جڑوں سے خون نکلنے کا سبب ہو اور باظہر کراہت ہے اور ناخن کاٹنا اور درخت اور گھانس کا کاٹنا حرام ہے مگر جبکہ محرم کی ملک میں اُگے اور جائز ہے میوہ دار درخت کا کاٹنا اور اذخر نامے گھانس یعنی جڑ انکس کا اور کھجور کا کاٹنا اور حرم کی لکڑی کا کاٹنا کنوئیں کی لکڑیاں پانی کھینچنے کو بنانے کے لیے بنابر ایک روایت کے اور حرام ہے محرم کے مُردے کو کافور سے غسل دینا اور حرام ہے بےضرورت محرم کو ہتیار باندھنا اور بعضوں نے مکروہ کہا ہے اور یہی اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ فقہائے کہا ہے کہ ہری گھانس کے درخت کا کاٹنا محرم پر حرام ہے اور سوکھی کا حرام نہیں اور جائز ہے کہ اپنے چوپایہ کو چھوڑ دے کہ وہ اپنے مُنھ سے حرم کی گھانس چرلے اور اُسکی جڑوں کا کھودنا جائز نہیں اسلیے کہ ہری ہونے کی امید ہے اور حرم کے اُس درخت اور گھانس کا کاٹنا حرام ہے جو خدا کی طرف سے اُگی ہے اور جو ترکاریاں اور درخت کہ آدمیوں نے بوئے ہیں اُنکا کاٹنا حرام نہیں مکروہات احرام دس ہیں۔ رنگین سُرخ اور سیاہ رنگ کے اور مثل اِنکے رنگوں کے کپڑوں کا احرام باندھنا اور سیاہ پہننے میں کراہت موکدہ ہے اور رنگین بچھونوں میں سونا اور زینت کے لیے مردوں اور عورتوں کو مہندی ملنا گو احرام سے پہلے ہو اور نزدیک ہو اور عورت کو تردد والے قول پر مُنھ پر نقاب ڈالنا اور حمام میں جانا اور وہاں پنڈا ملنا اور جو پکارے اُسے لبیک کہنا اور پھولوں کا استعمال کرنا اور بعضوں نے حرام جانا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ جمہور فقہا کے نزدیک عورتوں کو احرام میں مُنھ پر نقاب ڈالنا حرام ہے اور مصنف نے سابق میں کہا ہے کہ اپنا مُنھ

کھلا رکھنا عورت پر لازم ہے اور یہان تردد کیا ہے اور اگر نقاب سے مراد یہ ہے مقنعہ کا لٹکانا ناک کے دونون طرف ہے تو وہ جائز ہے جیسا کہ آگے بیان کیا ہے بس اس کلام مین اشکال ہے آگے خدا جانے خاتمہ جو کہ مکہ مین داخل ہو اُسے واجب ہے کہ احرام باندھے ہو مگر یہ کہ پہلے احرام باندھے داخل ہو چکا ہو اور جب سے اُسوقت تک ایک مہینا نہوا ہو یا یہ کہ اُسکی آمد و رفت ہمیشہ رہتی ہو جیسے لکڑہارے اور گھسیارے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ جو دشمن سے لڑنے جائے اُسے جائز ہے کہ بے احرام کے داخل ہو جیسا کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ مکہ کی فتح کے سال مین داخل ہوئے تھے اور حضرت کے سر اقدس پر خود تھا اور عورتون کا احرام مردون کے احرام کی طرح ہے مگر جن امرون مین کہ ہم مستثنی کر چکے ہین اور وہ سیے کپڑے کا عورتون کو پہننے کا جواز ہے اور سر اور پاؤن کا ڈھانکنا اور سر پر سایہ کرنا ہو اور منھ کھلا رکھنے کا واجب ہونا ہو اور اگر عورت میقات مین حائض ہو تو اُسے احرام باندھنا جائز ہے گو حائض ہو نماز احرام نہ پڑھیگی اور اگر احرام اس گمان سے چھوڑ جائیگی کہ اُسے احرام باندھنا جائز نہین پھر اگر وہان سے میقات تک پھر آنے کا کوئی مانع نہوگا تو پھر میقات پر آکر احرام باندھیگی نہین تو اُسی مقام سے احرام باندھ لیگی اور مکہ مین جا چکے گی تو باہر ایسے مقام پر آئے گی جو حل سے نزدیک ہے اور وہان سے احرام باندھیگی اگر اس پھرنے سے بھی کوئی مانع نہوگا نہین تو مکہ ہی سے احرام باندھ لیگی قول عرفات کے وقوف مین ہے اور کلام اُسکے مقدمہ مین اور کیفیت مین اور لواحق مین ہے مقدمہ حج تمتع کرنیوالے کو ترویہ یعنی آٹھوین ذیحجہ کو نماز ظہرین کے بعد عرفات کی طرف جانا مستحب ہے مگر جو شخص کہ مضطر ہو مثل بہت بڈھے کے اور بیمار کے اور جو کہ خلائق کے اژدحام سے ڈرے یہ ظہرین کے پہلے ایک دو دن مکہ سے نکل سکتے ہین اور رات کو عرفے کی صبح تک منی مین رہین گے اور وادی محسر سے آگے نہ بڑھین گے مگر آفتاب نکلنے کے بعد اور عرفات سے صبح کے پہلے نکلنا مکروہ ہے مگر کسی ضرورت سے مثل بیمار کے اور جو کہ ڈرتا ہو اور پیشنماز کو طلوع آفتاب تک عرفات مین ٹھہرنا سنت ہے اور عرفات سے نکلتے وقت ماثورہ دعائین پڑھنا مستحب ہے اور عرفات مین وقوف کے لیے غسل کرنا مستحب ہے اور اس غسل کا وقت عرفے کے دن آفتاب کے زوال کے بعد ہے اور کیفیت وقوف کے واجبی اور سنتی امرون پر مشتمل ہے اور واجب عرفات مین غروب آفتاب تک ٹھہرنے کی نیت کرنا ہے بس اگر نمرہ مین یا عرنہ مین یا ثویہ مین یا ذو المجاز مین یا درخت اراک کے نیچے کہ یہ پانچون مقام عرفات کی

طرفین مین ٹھہرے تو کافی نہین اور اگر عرفات سے آفتاب کے غروب کے پہلے نادانی یا بھول کر
چل کھڑا ہو تو اُسپر کچھ نہین ہے اور اگر عمداً کوچ کریگا تو کفارے مین ایک اونٹ قربانی کریگا اور اگر اسکا
مقدور نہو گا تو اٹھارہ روزے رکھیگا اور اگر آفتاب کے غروب کے پہلے واپس آجائیگا تو کوئی کفارہ
نہین اور عرفات کے وقوف کے احکام مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ عرفات کا وقوف حج کے رکنون
مین کا ایک رکن ہے جو اسے عمداً ترک کریگا اُسکا حج فاسد ہو جائیگا اور جو کہ بھولے سے اسے چھوڑدیگا
تو جبتک وقت باقی رہیگا بجا لائیگا اور اگر وقت نکل جائیگا تو مشعر الحرام کے وقوف پر اکتفا کرے گا
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ عرفات کا وقوف حج مین رکن ہے اگر بھولے سے چھوٹ جائیگا
اور مشعر کا وقوف بجا لائیگا تو حج فاسد نہوگا مگر جبکہ دونون وقوفون کو بھولے گا تو حج فاسد ہوگا اور
حج کے رکنون مین بھولے سے ترک مطلق موجب ابطال نہین ہے جسطرح کہ ارکان نماز مین مطلق ہے
اور جاہل عامد کا حکم رکھتا ہے دوسرا مسئلہ عرفات مین۔ اختیاری وقوف کا وقت ذیحجہ کی نوین تاریخ
زوال آفتاب سے اُسیدن کے غروب تک ہے جو عمداً ترک کریگا اُسکا حج فاسد ہو جائیگا اور اضطراری
وقت عید کے دن کی صبح کے طلوع تک ہے تیسرا مسئلہ جو عرفات کے وقوف کو بھولجائے تو پھر آئے
اور توقف کرے ہرچند کہ صبح عید کے طلوع تک ہو جبتک کہ جانے کہ مشعر مین سورج کے نکلنے سے پہلے
پہونچیگا اور اگر یہ گمان غالب ہو کہ عرفات مین ٹھہریگا تو اتنا وقت باقی نرہیگا کہ صبح کے طلوع سے پہلے مشعر مین پہونچے
مشعر کے وقوف پر آفتاب کے نکلنے سے پہلے اکتفا کریگا اور اُسکا حج صحیح ہوگا اور یہی حکم ہے اگر عرفات کے وقوف کو غروب سے پہلے
بھولجائے اور یاد نہ آئے مگر مشعر کے وقوف کے بعد و آفتاب کے طلوع کے پہلے یعنی اس صورت مین بھی اکتفا مشعر کے
وقوف پر ہوگا اور حج صحیح ہو جائیگا چوتھا مسئلہ جو کہ عرفات مین عرفہ کے دن آفتاب کے غروب سے
وقوف کرے اور مشعر کے وقوف کے ادراک کا اتفاق آفتاب کے زوال تک نہو تو حج اُسکا صحیح رہیگا
پانچوان مسئلہ جس سے عرفات مین دن کا وقوف فوت ہو جائے اور عید کی رات کو وہان وقوف کرے
اور مشعر مین آفتاب نکلنے سے پہلے نہ پہونچے بلکہ طلوع کے بعد پہونچے اس صورت مین اُسکا حج فاسد ہے
اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر عید کے دن زوال سے پہلے مشعر مین پہونچ جائے گا تو حج کا ادراک کریگا
اور یہی قول خوب ہے عرفات کے وقوف کے مستحبات مکہ سے آنے والے کو بائین طرف پہاڑ کے سفح
جبل مین یعنی پہاڑ کے نیچے ٹھہرنا مستحب ہے اور دعا کا اہلبیت علیہم السلام سے منقول ہے اُسکا پڑھنا یا اسکے سوا

اور دعائین پڑھنا اور اپنے لیے اور اپنے ماباپ اور مومنو نکے لیے دعا کرنا اور خیمہ نمرہ میں کھڑا کرنا اور برابر زمین پر ٹھہرنا اور سامان جمع کرنا اور اپنے اسباب سے اور اپنے نفس سے سد خلل کرنا یعنی اگر بھوکا ہو تو کھالے اور پیاسا ہو تو پانی پی لے تا کہ خوب دعا میں متوجہ ہو سکے اور اسیطرح اپنے سواری کے جانور کو سیر کر لے اور بعضون نے یون تفسیر کی ہے کہ اپنے سے اپنے اسباب کو چسپیدہ کر لے کہ دوسرا بیچ مین نہ آسکے کہ دل کو تشویش کا سبب ہو اور دوسرے معنے بھی حدیث سے مستفاد ہوتے ہین اور کھڑے ہو کر دعا کرنا مستحب ہے اور مکروہ ہے پہاڑ کے اوپر جا کر ٹھہرنا اور بیٹھکر وقوف کرنا مکروہ ہے - کلام مقدمہ مین اور مشعر کے وقوف مین اور اُسکی کیفیت مین ہے مقدمہ مشعر کو آتے وقت راہ مین درمیانی چال مستحب ہے اور جسوقت کہ کثیب احمر پر یعنی سُرخ ریت کے ٹیلے جو عرفات سے مشعر کو آنیوالے کی راہ سے داہنی طرف ہین پہونچے تو یہ کہے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ مَوْقِفِیْ وَزِدْ فِیْ عَمَلِیْ وَسَلِّمْ لِیْ دِیْنِیْ وَتَقَبَّلْ مَنَاسِکِیْ یعنی بارخدایا رحم کر میرے ٹھہرنے پر اور میرے عملین زیادتی کر اور میرے لیے میرے دین کو سلامت رکھ اور قبول کر میری عبادتوں کو اور مستحب ہے کہ مغرب وعشا مین اتنی دیر کرے کہ مزدلفہ یعنی مشعر تک پہونچ جائے گو اُس تاخیر مین پاؤ رات گذر جائے بس اگر کوئی مانع یا وشب تک مشعر مین پہونچنے سے ہو تو مغربین مین جمع کرے اور ایک اذان اور دو اقامتون سے بجالائے اور انکے بیچ مین نوافل نہ پڑھے بلکہ مغرب کے نوافل کی تاخیر عشا کے بعد تک کرے اور کیفیت بس واجب نیت ہے اور مشعر کا وقوف ہے اور اُسکی حد مازمین کے حیاض تک ہے اور وادی محسّر تک ہے اور مازم زبر دار میم اور ساکن ہمزہ اور نقطہ دار زے کی زیر سے دو پہاڑون مین کی تنگ راہ کو کہتے ہین اور اسی سے یہ موضع نامزد ہوا ہے اور توقف نکرے مگر مشعر مین اور ازدحام کے وقت پہاڑ پر چڑھ جانا جائز ہے اور اگر مشعر کے وقوف کی نیت کرے اور پھر دیوانہ یا بیہوش ہو جائے تو اُسکا وقوف صحیح ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ صحیح نہین اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صحت اسمین ہے اسلیے کہ رکن وقوف سے وقوف کا مسما ہے اور وہ نیت کے بعد حاصل ہو گیا اور سارے وقت کے استیعاب کو رکنیت مین دخل نہین تو بے سارے وقت کے وقوف پورا ہو جائے گا - اور صبح کے بعد وقوف کرے بس اگر اس سے پہلے عمداً کوچ کریگا بعد اسکے کہ وہان رات کو رہ چکا ہے گو تھوڑی دیر رات کو رہا ہو تو اُسکا حج باطل نہو گا اگر عرفات مین وقوف کیا ہو گا اور دنبہ کے فدیہ سے تدارک کریگا اور صبح سے پہلے بھی کوچ کرنا عورتون کے لیے اور جسے اپنی جان کا ڈر ہو بے کفارے کے جائز ہے اور اگر بھولے سے

صبح سے پہلے کوچ کرے تو اُسپر کچھ نہین ہے اور مستحب ہے کہ نماز صبح کے بعد توقف کرے اور اہلبیت علیہم السّلام
سے ماثور دعا یا جو دعائین کہ حمد وثنائے الٰہی پر مشتمل ہون پڑھے اور درود پیغمبر اور آل پیغمبر علیہم السّلام
پر بھیجے اور پہلا حج کرنیوالا پیدل مشعر الحرام کو طے کرے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ سنّت ہے کہ مزدلفہ
مین کے قزح نامے پہاڑ پر چڑھے اور ذکر خدا اُس پہاڑ پر کرے پانچ مسٔلے ہین - پہلا مسٔلہ مشعر کے وقوف
کا وقت عید کی صبح کے طلوع سے آفتاب کے طلوع تک حالت اختیار مین ہے اور اضطرار کی حالت مین
زوال آفتاب تک ہے دوسرا مسٔلہ جو کہ مشعر مین عمداً نہ توقف کرے اور نہ صبح کو تو اُسکا حج باطل
ہو جائیگا اور اگر بھولے سے ترک کریگا اور عرفے مین توقف کر چکا ہوگا تو اُسکا حج باطل نہوگا اور اگر دونون
توقفون کو عمداً یا سہواً ترک کریگا تو اُسکا حج باطل ہو جائے گا تیسرا مسٔلہ جو کہ عرفات مین توقف کرے
اور آفتاب کے طلوع سے پہلے مشعر کے وقوف کا ادراک کرلے تو اُسکا حج صحیح ہے اور اگر صبح کے
طلوع سے پہلے مشعر کا وقوف نکرے تو اُسکا حج باطل ہو جائیگا اور اگر عرفات مین وقوف کر چکا ہو اور
مشعر کا وقوف آفتاب کے طلوع سے پہلے نہین کیا ہے تو جائز ہے کہ مشعر کے وقوف کا تدارک
عید کے دن کے زوال سے پہلے کرے چوتھا مسٔلہ جس کسی سے حج فوت ہو جائے یعنی احرام
باندھنے اور مکہ مین داخل ہونے کے بعد عمرہ مفردہ کے قصد سے محل ہو جائے تو اسکے بعد دوسرے سال
اگر حج واجب ہو جس صفت سے اُسی صفت سے بجالائے خواہ حج تمتع ہو خواہ حج قران ہو خواہ حج افراد ہو
پانچوان مسٔلہ جس کسی سے حج فوت ہو جائے گا اُس سے اُسکے افعال بھی ساقط ہو جائینگے اور
اُسے مستحب ہے کہ منیٰ مین ایام تشریق کے گزرنے تک کہ وہ گیارھوین بارھوین تیرھوین ہین ٹھہرا
رہے اور اسکے بعد عمرہ کے افعال بجالائے اور محل ہو جائے خاتمہ جبکہ مشعر مین وارد ہو تو مستحب ہے
کہ مشعر سے پتھریان رمی کے لیے چُنے اور وہ ستر پتھریان ہین اور اگر مشعر کے سوا سے بھی لے تو جائز
ہے مگر حرم سے مساجد کے سوا لینا بہتر ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مسجد الحرام اور مسجد خیف کی ہون
اور ان کنکریون مین تین شرطین واجب ہین ایک وہ ایسی ہون کہ جنھین پتھر کہہ سکین دوسری حرم کی
ہون تیسری رمی مین بے استعمال کی ہون جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اُن پتھریون کا
صحیح استعمال نکیا ہو اور اگر غیر صحیح استعمال کیا ہو تو وہ کوری ہونے سے نکل نہ جائینگی جیسے عمرہ پر
پہونچی ہون یا بے نیت کے رمی کی ہو اور مستحب ہے کہ وہ پتھریان رنگدار ہون اور نرم ہون

اور انگلی کی پور کے برابر ہون سیاہ رنگ نقطہ دار چنی ہوئی ہون اور مکروہ ہے کہ سخت ہون اور ٹوٹی ہوئی ہون اور طلوع آفتاب سے کچھ دیر پہلے پیشیاز کے سوا کوچ کرنا مستحب ہے مگر وادی محسر سے نہ بڑھے مگر آفتاب کے طلوع کے بعد اور پیشیاز آفتاب کے طلوع کے وقت تک تاخیر کرے اور وادی محسر مین سو گز شرعی یا سو قدم سعی کرے یعنی دوڑے اور یہ پڑھتا جائے اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَھْدِیْ وَاقْبَلْ تَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَاخْلُفْنِیْ فِیْمَنْ تَرَکْتُ بَعْدِیْ یعنی بارخدایا سالم رکھ میرے عہد کو اور میرے توبہ کو قبول کر اور میری دعاؤن کو قبول فرما اور مجھے آنیوالا کر اسمین کہ جسے مین نے اپنے بعد چھوڑا ہے اور وادی محسر مین سعی نکریگا تو پھر آئے گا اور استحباباً بجا لائے گا قول منی کے اترنے مین اور اُس عبادت مین جو وہان بجا لانا چاہیے بس جبکہ منی مین اُترے تو مستحب ہے کہ ماثورہ دعائین پڑھے اور منی مین عید کے دن عبادت کی تین چیزین ہین ایک پتھریان جمرہ عقبہ پر مارنا دوسری قربانی ذبح کرنا تیسری سر منڈوانا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ منی تمنی سے مشتق ہے یعنی آرزو کرنے کے معنون مین اور اس مقام کا نام منی اس سبب سے ہوا کہ یہان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے یہ تمنا کی تھی کہ حق تعالیٰ اُنکے صاحبزادے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے بدلے مین ایک دنبہ عطا فرمائے کہ اُسے وہ اُنکے بدلے قربانی کرین حقتعالیٰ نے یہ آرزو اُنکی قبول فرمائی اسلیے اس مقام کا نام منی ہوا اور اور وجہین بھی مذکور ہوئی ہین پہلی عبادت رمی یعنی پتھریان مارنا اسمین نیت کرنا واجب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ رمی کی نیت مین معتبر ہے تعیین فعل کی کہ وہ پتھریون کا مارنا ہے اور جہت اُسکی کہ واجب ہے یا سنت ہے اور یہ کہ حجۃ الاسلام مین ہے یا اُسکے سوا مین ہے اور قصد قربت کا پہلی ہی پتھری مارنے کے نزدیک اور ہمیشہ فراغت پانے تک نیت کے حکم مین رہنا اور سات پتھریان اسطرح سے مارنا واجب ہے کہ جسے مارنا کہین اور اپنی تحریک سے جمرہ تک پہونچانا بس کسی چیز پر پڑے اور اُس سے اُچٹ کر جمرہ پر جا لگے تو جائز ہے اور اگر جمرہ تک پہونچنے سے بیچ مین کوتاہی ہو اور اُسے کوئی جانور یا آدمی اپنی تحریک سے جمرہ تک پہونچا دے تو کافی نہین اور یہی حکم ہے اگر شک کرے اور نجانے کہ جمرہ تک پہنچین یا نہین اور اگر جمرہ پر سب ایک بارگی چھوڑ دے تو کافی نہین اور رمی مین چھ چیزین مستحب ہین طہارت اور ارادۂ رمی کے وقت دعا پڑھنا اور رمی اور جمرہ کے بیچ مین دس یا پندرہ شرعی گز کا فاصلہ ہونا اور خذف کے طریق سے پتھریان مارنا

اور خذف خے کے زبر سے اور دال نقطہ دار سے اور فے سے ڈالنے کے معنون مین اور صحاح اور صراح
مین کہا ہے کہ خذف خے سے پتھریان انگلیون سے مارنے کے معنون مین ہے اور بعضے فقہانے
کہا ہے کہ پتھر کو انگوٹھے کے پور کی پیٹ یعنی گدی پر رکھے اور کلمے کی انگلی کے ناخن سے حرکت دیکر
مارے اور بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ بیچ کی انگلی کے ناخن سے حرکت دیکر لگائے اور ہر پتھری مارنے
کے ساتھ دعا پڑھنا اور پیدل ہونا اور اگر سوار ہو تو بھی جائز ہے اور جمرۂ عقبہ کی رمی مین جمرہ کیطرف
منھ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا اور اور جمرات مین قبلہ رو ہونا دوسری عبادت قربانی ہے اور
اسمین کئی طرفین ہین پہلی طرف ہدی ہین یعنی قربانی کرنے مین ہے اور حج تمتع کرنیوالے پر قربانی
واجب ہے دوسرے پر واجب نہین خواہ وہ حج تمتع واجب ہو خواہ سنت ہو اور اگر مکہ کا رہنے والا
حج تمتع کریگا تو اسپر بھی قربانی واجب ہوگی اور اگر بندہ ہو اور اسکا آقا حج تمتع کی اسے اجازت دے
تو اسکے آقا کو اختیار ہے خواہ اسکی طرف سے قربانی کرے یا قربانی کے بدلے مین اسے روزے رکھنے
کا حکم کرے اور اگر بندہ آزادی کے حال مین عرفات یا مشعر کے وقوف کا ادراک کریگا تو مقدور رکھنے
پر اسے قربانی کرنا لازم ہو جائیگا نہین تو قربانی کے بدلے روزے رکھے گا اور قربانی کے ذبح مین
نیت شرط ہے اور جائز ہے کہ حاجی کی طرف سے قربانی کا ذبح کرنیوالا نیت کرلے اور منی ذبح ہدی
کو ذبح کرنا واجب ہے اور حج واجب مین ایک ہدی ایک ہی شخص کی طرف سے کافی ہوگی اور بعضے
فقہانے کہا ہے کہ ضرورت کے وقت مین پانچ سات شخصون مین بھی ایک قربانی جائز ہے جبکہ
ایک دسترخوان پر کے کھانے والے ہون اور آپسمین مخلوط اور مربوط ہون اور پہلا قول اشبہ ہے
اور یہ شراکت قربانی کی حج کے سوا اور سنت قربانی مین جائز ہے اور حج مین خواہ واجب ہو یا سنت
ہو ایک ہی شخص کے لیے ایک قربانی چاہیے ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ ایک دسترخوان
کے لوگون سے مراد وہ لوگ ہین کہ ایک گھر کے ہون اور صحیح یہ ہے کہ ایک قربانی دو شخصونکو مطلق
کافی نہین اور ایک مستحب قربانی پانچ سات شخصون کو جائز ہونے کے معنے یہ ہین کہ سنتی حج مین نہو
اسلیے کہ سنتی حج بھی شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ فقہانے کہا ہے بس یہ قربانی مستحب
نہوگی اور علامہ نے تذکرے مین فرمایا ہے کہ مستحب قربانی کا ایک اونٹ یا ایک گائے یا ایک بکری متعدد
شخصونکی طرف سے شرکتمین جائز ہے اور واجب نہین کہ عید وغیرہ کے لیے تجمل کے بنائے ہوئے کپڑے بیچ کر

قربانی مول لے بلکہ ممکن نہونے پر روزے رکھے اور اگر وہ جانور جو قربانی کے لیے کوئی لایا ہو گم ہوجائے اور اُسکے مالک کے سوا اور شخص اُسے ذبح کرے تو وہ قربانی اُسکے مالک کی طرف سے کافی نہین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ غیر مالک کا گم ہوے قربانیکی جانور کا ذبح کرنا مالک کے لیے کافی نہونا اسوجہ سے ہے کہ ہدی مول لینے سے واجب کے ادا کے لیے متعین نہین ہوتی ہے بلکہ مالک یا وکیل کی ذبح کی نیت سے متعین ہوتی ہے اور جبکہ غیر مالک ذبح کرے اور مالک کی طرف سے نیت متحقق نہو تو وہ قربانی کافی نہین اور صحیح یہی ہے کہ اگر اُسے غیر مالک ذبح کی نیت مین اُسکے مالک کی طرف سے قصد کرے کہ اُسکے مالک کی طرف سے مین ذبح کرتا ہون تو کافی ہوجائیگی جیسا کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے - اور منی مین کی ذبح کی قربانی مین کا کچھ منی سے باہر لیجانا جائز نہین بلکہ منی ہی مین اُسے خرچ کرڈالین اور عید کے دن سر مُنڈوانے سے پہلے ہدی کا ذبح کرنا واجب ہے اور اگر سر مُنڈوانے کے بعد قربانی کریگا تو گنہگار ہوگا اور قربانی کافی ہے اور یہی حکم ہے اگر ہدی کو ذیحجہ کے باقی دنونمین بھی ذبح کرے تو جائز ہے دوسری **طرف** قربانی کی صفتون مین ہے اور انمین تین واجب ہین پہلی واجب صفت ہدی کی جنس ہے اور واجب ہے کہ چوپاؤن مین سے اونٹ یا گائے یا بھیڑ ہو اور بکری بھی بھیڑ کی جنس ہے دوسری واجب صفت اُس قربانی کا سن ہے بس کافی نہین اونٹ مین سے مگر ثنی اور یہ وہ اونٹ ہے کہ جسنے پانچ سال بھر کر چھٹے سال مین پاؤن رکھا ہو اور گائے بکری سے وہ ہے جو ایک سال کو تمام کرکے دوسرے سال مین داخل ہو اور بھیڑ بکری مین جذع بھی کافی ہے اور جذع وہ ہے جو سات مہینے سے آٹھوین مین داخل ہو اور بعضون نے چھ مہینے بھی کہے ہین تیسری واجب صفت ہدی پیدایش مین کامل ہو ناقص نہو بس ظاہر کا لنگڑا جانور کافی نہین اور نہ جسکا سینگ اندر سے ٹوٹا ہو اور نہ جس کا کان کٹا ہو اور نہ نر جانورون مین سے خصی کافی ہے اور نہ دُبلا کافی ہے کہ جسکے گُردون پر چربی نہو اور اگر اُسے دُبلا مول لے اور ذبح کے بعد بھی دُبلا نکلے تو کافی نہین ہے اور اگر موٹا نکل آئے تو کافی ہے اور اگر موٹا دیکھکر لے پھر دُبلا نکل آئے تو وہ بھی کافی ہے اور اگر بےعیب جانکر لے اور عیب دار ظاہر ہو تو کافی نہین اور سنت ہے کہ بہت تیار ہو کہ سوادہی مین سوئے اور سوادہی مین رستہ چلے اور یہ حدیث سے مستفاد ہے اور اسکی تین طرح سے تفسیر ہوئی ہے ایک یہ کہ اُس جانور کے لیے سایہ ہو کہ اُسمین چلے یعنی بڑا سایہ رکھتا ہو نہ مطلق سایہ کہ ہر جسم کثیف کو لازم ہے

اور ظاہر مراد اس سے یہ ہے کہ بیٹھنے مین اور راہ چلنے مین اور زمین پر سونے مین اُس سے بڑا سایہ زمین پر پڑتا ہو دوسری تفسیر یہ ہے کہ موضع نگاہ یعنی اُسکی آنکھ اور اُسکے سارے بدن کے اجزا کہ بیٹھنے اور سونے کے وقت اور اُسکے پاؤن رستہ چلنے کے وقت کہ زمین پر پڑنے مین سیاہ ہون اور علماء نے تفسیر تیسری یون کی ہے کہ سواد سے مراد سبزہ ہے یعنی سبزہ مین ملا ہوا اور جب اسطرح ہوگا تو ضرور وہ جانور موٹا ہوگا اور سنت ہے کہ قربانی کو عرفات مین بھی لائے ہون اور قربانی کے لیے اونٹ اور گائے مین سے مادین بہتر ہے اور بھیڑ بکری مین سے نر بہتر ہے اور سنت ہے کہ اونٹ کا نحر کرنے والا اُس حال مین کھڑا ہو کہ اونٹ کے پاؤن اور زانو بندھے ہون اور پاؤن اور زانو کے درمیان کھڑے رہکر داہنی طرف سے اونٹ کے نحر و مقابل مین چھری یا نیزہ چبھوئے اور قربانی ذبح کے وقت درگاہ الٰہی مین دعا کرے اور اپنے ہاتھ کو ذبح کرنیوالے کے ہاتھ پر رکھے اور بہتر یہی ہے کہ اگر خود خوب ذبح کر جانتا ہو تو آپ ہی ذبح کا متولی ہو اور سُنّت ہے کہ قربانی کے تین حصے کرے ایک حصہ کھائے اور دوسرا حصّہ تصدق کرے اور تیسرا حصّہ ہدیہ بھیجے اور بعضون نے کہا ہے کہ قربانی مین سے چکھنا واجب ہے اور یہی اظہر ہے اور مکروہ ہے یعنی کم ثواب ہے قربانی کرنا بھینس اور بیل کا اور خصی جانور کا تیسری طرف ہدی یعنی قربانی کے بدل مین ہے جو کوئی کہ قربانی نرکھتا ہو اور قیمت رکھتا ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ کسی کے پاس رکھوا دے کہ وہ ذیحجہ بھر مین خرید لیگا اور بعضے کہتے ہین کہ اُسکا فرض روزون کی طرف منتقل ہو جائیگا اور یہی اشبہ ہے اور جبکہ نہ ہدی ہو اور نہ قیمت ہو تو دس دن کے روزے رکھیگا ایک دن ترویہ یعنی آٹھوین سے پہلے اور ایک ترویہ کے دن یعنی آٹھوین اور ایک عرفہ کے دن یعنی نوین کو روزہ رکھیگا اور اگر ان تین روزہ رکھنے کا اتفاق نہو تو ترویہ کے دن پر اور عرفہ کے دن پر اقتصار کریگا اور اسکے بعد عید کا دن اور تشریق کے دنوں مین افطار کریگا اور تیسرے دن کا روزہ کوچ کے بعد رکھیگا اور جو اُس سے ترویہ کے دن کا روزہ فوت ہو جائے تو کوچ کے بعد تک ان روزون مین تاخیر کریگا اور جائز ہے کہ ان تین روزونکو ذیحجہ کی پہلی سے رکھے پھر حج تمتع مین ملبس ہو اور جائز ہے کہ ان تین روزونکو ذیحجہ بھر مین رکھے اور اگر دو دن روزہ رکھے اور تیسرے دن افطار کرے یعنے روزہ نہ رکھے تو کافی نہین اور پھر سرے سے شروع کرے اور اگر تیسرے دن عید ہو تو افطار کرے اور تیسرے دن کا روزہ کوچ کے بعد رکھے اور صحیح نہین قربانی کے بدل کے ان

تین روز دن کا رکھنا اگر ذیحجہ ہی مین حج تمتع مین شروع کے بعد اور اگر ذیحجہ کا مہینا نکلجاے اور ان تین روزون کو نہ رکھا ہو تو ہدی متعین ہوگی کہ دوسرے سال بجالاے اور اگر تین دن کے روزے رکھ چکے اور اسکے بعد قربانی بہم ہو جائے گو یہ سات دن کے روزون مین شروع کے پہلے ہو تو اُسپر ہدی واجب نہین اور اُسے اُنہین روزون کا تمام کرنا پہونچتا ہے اور اگر قربانی کی طرف رجوع کریگا تو بہتر ہوگا اور سات دن کے روزے اپنے اہل وعیال مین پہونچنے کے بعد مین اور اُنہین پیاپے رکھنا اصح قول پر شرط نہین بس اگر مکہ مین اقامت کرلے تو اتنے زمانے کے گزرنے کا انتظار کرے جسمین اپنے اہل تک پہونچ جاتا جب تک کہ ایک مہینے سے زیادہ نہو اور اگر ایک مہینے پر زیادہ ہو تو مہینے بھر کا انتظار کافی ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ یہ اُس صورت مین ہے کہ مکہ مین انتظار کرے اور اگر کسی اور شہر مین توقف کریگا گو ایک مہینے سے زیادہ ہو جائے تو وہان یہ سات روزے جائز نہین جبتک اپنے اہل تک پہونچنے کی مدت گزر نہ لے۔ اور اگر حاجی مرجائے اور اُسکے ذمے یہ واجب روزے رہجائین اور اُسنے نہ رکھے ہون تو واجب ہے کہ اُسکی طرف سے ولی تین دن کے روزے رکھے نہ سات دن کے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ پورے دس دن کے روزے رکھیگا اور یہی قول اشبہ ہے اور جسپر نذر یا کفارے مین اونٹ واجب ہو اور وہ نہ ملے تو اُسپر سات بکریان واجب ہین اور جسپر قربانی واجب ہو اور مرجائے تو اُسے اُسکے اصل ترکے سے نکالینگے چوتھی طرف حج قران کی ہدی مین ہے کہ حج قران کرنے والا ہدی کو ہنکاتا ہے اور ہدی اپنے مالک کی ملک سے نہ نکلیگی اور اُسے پہونچتا ہے کہ اُس ہدی کے بدلے دوسری ہدی لیجاے اور جو چاہے اُسمین تصرف کرے گو اشعار اور تقلید کرچکا ہو مگر جبکہ اُسے ہنکا چکے گا تو ضرور ہے کہ اُسے منی مین نحر کرے اگر حج کا احرام باندھے ہو اور اگر عمرہ کا احرام باندھے ہو تو کعبہ کے پاس حزورہ مین ذبح کرنا چاہیے اور حزورہ حاے مہملہ کے زیر سے اور زاے منقوطہ کے سکون اور تخفیف اور واو کے زبر سے بعد اسکے راے مہملہ اور ہاے ہوز ہے یہ باہر مسجد کے ایک بلند مکان ہے کہ صفا اور مروہ کے بیچ مین ہے کہ ذبح کے سارے مکانون سے مکہ ہی بہتر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مراد اس سے یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد حج قران کرنیوالا میقات سے ہدی کو ساتھ لائیگا یا جس مقام سے

کہ اُسے احرام باندھنا جائز ہوگا اور اُسکی ملک سے نہ نکلجائیگی جس صورت مین اشعار اور تقلید بھی
کرچکا ہو مگر جبکہ اُسنے اشعار اور تقلید سے احرام باندھا یا احرام کی تاکید اُس سے کی ہو اس طرح سے
کہ احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کہا ہو اور اشعار اور تقلید کو اُسکا موکد کیا ہو اسلیے کہ اگر ایسا کرچکیگا
تو پھر اُس ہدی کا بدل ڈالنا جائز نہین اور واجب ہے کہ نحر یا ذبح کرے اور ہدی مرجائے تو اُسکے
بدلے اور ہدی لانا واجب نہین اسلیے کہ ہنکانے اور لانیوالا ضامن اور ذمہ دار نہین ہے اور نہ وہ
ہدی مضمون ہی یعنی نہ ذمہ داری رکھی گئی ہے مثل اسلیے کہ کفارے کی بدل ہو تو واجب ہے کہ اُسکے
بدل کو اُسکی جگہ پر لین اور اگر وہ ہدی ہنکائے سے ذبح کے مقام تک نہ پہونچ سکے تو جائز ہے کہ
جہانتک وہ پہونچی ہے اوسی مقام پر ذبح یا نحر کر ڈالے اور کوئی پہچان اُسپر کردے کہ وہ اسپر
دلالت کرے کہ یہ ہدی ہے جیسے اُسکے پانْون کو اُسکے خون کے اندر کردین یا اُس مقام پر لکھکر
چھوڑ دین کہ یہ ہدی ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جب ہدی ہنکانے سے ذبح کے مقام
نہ پہونچ سکے تو جہانتک پہونچی ہے وہین اُسے ذبح کر ڈالے اور ہدیون کے ذبح کے مقام تک
پہونچانا واجب نہین - اور اگر ہدی کو کوئی شکستگی پہونچے جیسے پانْون یا ہاتھ ٹوٹ جائے تو جائز ہی
کہ اُسے بیچڈالے اور بہتر یہ ہے کہ اُسکی قیمت کو تصدق کردے اور اُسکی جگہ دوسری ہدی مول
لے لے اور ہدی ہنکانے سے صدقہ کے لیے اس معنی سے معین نہین کہ اُسکے گوشت کو تصدق ہی کرنا
چاہیے بلکہ اُسکا ذبح کرنا واجب ہے بعد اُسکے اُسکے گوشت کو جو چاہے کرے مگر جبکہ مانا ہو کہ اُسکے
گوشت کو تصدق کردیگا اور اگر کوئی ہدی کو چرالے اور اُسنے محافظت مین بے پروائی نہ کی ہو
تو لیجانیوالا ذمہ دار نہین کہ اُسکے بدلے مین اور لائے اور اگر گم ہو جائے اور جسنے کہ پائی ہے وہ
اُسے ذبح کرے تو اُسکے اصل مالک کے لیے کافی ہے اور اگر گم ہو جائے اور اُسکی جگہ اُسکے بدلے
مین لائے اور اسکے بعد وہ گم ہوئی ملجائے تو اُسی کو ذبح کرے اور اس نو خرید بدل کا ذبح کرنا
واجب نہین اور اگر دوسری نو خرید کو ذبح کرے تو مستحب ہی کہ پہلی کو ذبح کرے مگر جبکہ اُسکے ذبح کی
نذر کی ہو تو اس صورت مین اُسی کا ذبح کرنا واجب ہے اور ہدی کے اونٹ پر سوار ہونا جائز ہے
جس صورت مین اُسے سواری مضر نہو اور اُسکے دودھ کا کھانا جائز ہے جبتک کہ اُسکے بچے کو کہ وہ ہدی
نہین مضر نہو اور جو ہدی کہ واجب ہو مثل کفارون کی قربانیون کے تو جائز نہین کہ قصاب کو

اُسمین سے کچھ دین اور کچھ پوست مین سے اسکے لیجانیوالے کو لینا جائز نہین اور اُسکے گوشت کا بھی
کھانا کفارہ کرنیوالے کو جائز نہین بس اگر اُسمین سے کچھ لیا ہے تو اُتنے کی قیمت تصدق کردے
اور جو کہ اونٹ کے نحر کرنے کی نذر کرے بس اگر نحر کے لیے کوئی مقام نذر مین معین کرے تو اُسی
مقام مین نحر کرنا واجب ہی اور اگر معین نکرے اور مطلق چھوڑ دے تو چاہیے کہ اُسے مکہ مین نحر
کرے اور سنت ہی کہ لنگڑی ہوئی ہدی مین سے کچھ کھاے اور تیسرے حصے کو صدقہ کرے اور دوسرے
تہائی حصے کو ہدیہ بھیجے جسطرحپر کہ حج تمتع مین کرتا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہانے کہا ہے
کہ سیاق یعنی ہنکائی قربانی کہ حج قران مین عمل مین آتی ہے واجب نہین کہ اُسکے گوشت کو
تصدق کرین بلکہ نحر یا ذبح واجب ہے اور اُسکے گوشت کو جو چاہے کرے یعنی آپ کھائے اور
دوستون کو ہدیہ بھیجے یا تصدق کرے مگر جسنے نذر کیا ہو کہ مستحقون کو دیگا تو اُس صورت مین تصدق کا
کر ڈالنا واجب ہوگا اور شہید علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اسکے ہدی تمتع کی طرحپر تین حصے کرنا چاہیے
جسطرحپر کہ بیان ہوچکا - اور یہی مستحب قربانی کے گوشت کا حکم ہے پانچوین طرف قربانی کے
باب مین ہے - قربانی کا وقت منی مین چار دن تک ہی اور اُسکا پہلا دن عید کا دن ہی اور اور شہرون
مین تین دن ہین اور مستحب ہی کہ قربانی کے گوشت مین سے کچھ کھائین اور اُسکے گوشت کے جمع
کرکے رکھنے مین کوئی ڈر نہین اور مکروہ ہے کہ اُسکے گوشت کو منی کے باہر لکالین اور کوئی ڈر نہین
اگر دوسرےکے گوشت کو باہر مین سے بدل لائین اور جو کہ واجب ہدی کو ذبح کریگا قربانی مین بھی محسوب
ہوگا اور اگر دونون قربانیان کرے تو بہتر ہے اور جسے جانور قربانی کا نہ ملے وہ اُسکی قیمت تصدق کرے
اور اگر اُسکی قیمت مختلف ہو تو اعلی اور اوسط اور ادنی قیمتون کو جمع کرے اور اُسکی تہائی کو
تصدق کرے اور مستحب ہی کہ اُس جانور کی قربانی کرین کہ جسے مول لیا ہو اور مکروہ ہے کہ اپنے پالو
جانور کی قربانی کرے اور مکروہ ہی کہ قربانی کی کھال مین سے خود لے یا قصاب کو دے اور بہتر یہ ہے کہ
اُسے بھی تصدق کردے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ قصاب کو دینے مین کراہت ذبح کی
اُجرت مین دینے سے مشروط ہے بعد اگر قصاب فقیر ہو تو فقرا کے حصہ مین سے اُسے دینا جائز ہے
تیسری عبادت حلق اور تقصیر ہے اور جب ذبح سے فارغ ہو تو مختار ہی خواہ حلق کرے یعنی سر منڈوائے
یا تقصیر کرے یعنی ناخن کٹوائے یا بال کم کرے اور حلق بہتر ہے خصوصاً حج کرنے والے کو اور اُسکو

شہد اور گوند جوئون کی محافظت کے لیے سر پر ملے ہوا ور بعضے فقہانے کہا ہے کہ تخفیف کافی نہین
مگر حلق اور پہلا قول اظہر ہے اور سر مُنڈوانا عورتون پر نہین اور اُنکے حق مین تقصیر متعین ہے
اور عورتین حلق سے تقصیر پر اکتفا کرینگی گو کم کرنا بالون کا اُنگلی کے پور ہی بھر ہوا ور تقصیر کی تقدیم
خانہ کعبہ کی زیارت پر طواف اور سعی کے لیے واجب ہے بس اگر کوئی زیارت کعبہ کو تقصیر پر عمداً
مقدم کریگا تو بکری سے تدارک کریگا اور اگر بھولے سے مقدم کر دیگا تو اُسپر کچھ نہین اور اُسپر طواف
کا اعادہ تقصیر کے بعد بنا بر اظہر کے واجب ہے اور منی مین سر مُنڈوانا واجب ہے اور وہان
سے کوچ کر چکے تو پھر آئے اور وہین حلق کرے اور جسکے سر پر بال نہون اُسے سر پر اُسترا پھروا لینا
کافی ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہانے کہا ہے جس کے سر پر بال نہون وہ داڑھی
ہی کے بالون کو کتروائیگا اور اگر وہ بھی نہو تو ناخن کٹوائے گا اسلیے کہ یہ حلق کے اختیاری
بدل ہین اور اگر داڑھی کے بال اور ناخن بھی نہون تو اُسترا سر پر پھروائے کہ یہ اضطراری
بدل ہے اور یوہین مسالک مین ہے اور اِن عبادتون مین ترتیب واجب ہے اور عید کے
دن پہلے رمی ہے پھر ذبح ہے پھر حلق ہے پھر اُنہین سے اگر کسی کام کو کسی پر مقدم کرے گا تو گنہگار
ہوگا اور اعادہ نہین ہے یہان تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ محرم کے محل ہونے کے تین مقام ہین
پہلا سر مُنڈوانے یا ناخن یا بال کتروائے بعد محرم سب کامون سے محل ہو جاتا ہے مگر خوشبو لگانے
کے لیے محل نہین ہوتا ہے دوسرا جبکہ طواف زیارت کر لیتا ہے تو اُسپر خوشبو کا استعمال حلال
ہو جاتا ہے تیسرا جب محرم طواف نساء کرتا ہے تو اُسپر عورتین حلال ہو جاتی ہین اور مکروہ ہیگا
سیے کپڑے کا پہننا یہانتک کے طواف زیارت سے فارغ ہوا اور یوہین مکروہ ہے خوشبو کا استعمال جبتک
طواف نساء سے فارغ ہو دوسرا مسئلہ جبکہ حاجی عید کے دن اپنی عبادتین بجا لا چکے بس بہتر
ہے کہ مکہ کو اُسی دن طواف اور سعی کے لیے جائے اور اگر تاخیر کرے تو دوسرے دن جائے اور یہ
حج تمتع کے حق مین موکد ہے اور اگر اُس سے بھی تاخیر کریگا تو گنہگار ہوگا اور طواف اور سعی صحیح
رہیگی اور حج قران اور افراد کرنیوالے کو اِن کامون مین تاخیر ماہ ذیحجہ کے پورے ہونے تک بہت
پر جائز ہے تیسرا مسئلہ مکہ مین طواف اور سعی کو جانیوالے کے لیے بہتر ہے کہ غسل کرے اور ناخن
کٹوائے اور لبین کُھلوائے اور دعا پڑھنا اور اپنے مطلب کو مانگنا جبکہ دروازہ مسجد پر موقف ہو

قول طواف مین اور اسمین تین مقصد ہین پہلا مقصد طواف کے مقدمون مین بعضے اونمین سے واجب ہین اور بعضے سنت ہین بس واجبات ہین طہارت ہے اور کپڑون سے اور بدن سے نجاست کا دور کرنا ہے اور ختنہ کیے ہونا ہے اور عورتون مین مختون ہونا معتبر نہین اور مستحب آٹھ امر ہین کہ مین داخل ہونے کو نہانا اور اگر کوئی عذر بہم پہونچے تو مکہ مین داخل ہونے کے بعد نہالے اور بہتر ہے کہ میمون نامے کنوئین کے پانی سے یا فخ نامے کنوئین کے پانی سے نہائے اور نہین تو اپنے گھر مین نہالے اور چبانا اذخر نامے گھانس کا اور اونچی طرف سے مکہ مین داخل ہونا اور ننگے پانون اور تمکین اور وقار سے اور مسجد الحرام مین داخل ہونے کے لیے نہانا اور بنی شیبہ کے دروازے سے وہان جو توقف کرنے کے بعد داخل ہونا اور سلام پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ پر بھیجنا اور ماثورہ دعا پڑھنا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ علمائے کہا ہے کہ بنی شیبہ کے دروازے سے داخل ہونے کے استحباب کا سبب یہ ہے کہ کعبہ کے بہت بڑے بت کو کہ ہبل نام تھا اسکی چوکھٹ کی مٹی کے نیچے دفن کیا ہے جو کہ اُس دروازے سے آتا ہے اُسے ٹھکراتا ہے اور اس زمانے مین باب بنی شیبہ مسجد مین داخل ہے اور باب السلام کے برابر ہے اور جو شخص کہ باب السلام سے داخل ہوتا ہے اور سیدھا جاتا ہے تو مسجد کے ستونون سے تجاوز کرنے تک ہبل اُسکے پانون کے تلے آتا ہے دوسرا مقصد طواف کی کیفیت مین ہے اور وہ واجب اور سنت امرون پر مشتمل ہو بس واجب سات ہین نیت اور حجر اسود سے طواف کی ابتدا کرنا اور حجر اسود ہی پر ختم کرنا اور اپنی بائین طرف پر طواف کرنا یعنی خانہ کعبہ کو طواف مین بائین طرف لینا اور حجر اسمعیل کو اپنے طواف مین داخل کر لینا اور حجر اسمعیل ایک معین جگہ ہے اُسے اپنے طواف کے دورے کے اندر لے لے یعنی اُسکے باہر باہر سے دورہ کرے کہ حجر طواف مین داخل ہو جائے اور سات پھیرونمین طواف کو پورا کرنا اور طائف یعنی طواف کرنیوالے کا خانہ کعبہ اور مقام ابراہیم کے اندر ہونا ہے اور اگر طواف مین کعبہ کی نیو پر یا دیوار حجر پر جائے تو کافی نہین اور طواف کے لوازم مین سے یعنی واجب طواف مین کے واجب سے نماز طواف کی دو رکعتین ہین کہ یہ دونون واجب مین واجب ہین اور اگر ان دونون رکعتون کو بھول جائے تو اسی مقام پر پھر آنا واجب ہو اور اگر پھرنا شاق ہو تو اُنھین جہان کہ یاد آئین وہین بجا لائے اور اگر بے پڑھے مرجائے تو اُسکا ولی ان دونون رکعتون کو قضا بجا لائے

چھ مسئلے۔ پہلا مسئلہ واجب طواف میں سات پھیرے دن سے سوا بنا بر اظہر کے حرام ہیں اور سنت طواف میں مکروہ ہیں دوسرا مسئلہ طہارت واجب طواف میں شرط ہے نہ سنتی طواف میں چنانچہ کہ مسنون طواف میں ابتدا کرنا بے طہارت کے جائز ہے ہر چند کہ طہارت بہتر ہے تیسرا مسئلہ نماز طواف کی دو رکعتوں کا مقام ابراہیم علیہ السلام میں پڑھنا واجب ہے یعنی اُس مکان میں کہ جہاں مقام ابراہیم اب ہے اور اُسکے سوا میں پڑھنا جائز نہیں اور اگر لوگوں کی کثرت سے وہاں تک نہ پہونچ سکے تو عقب میں یا ایک طرف میں دو طرفوں میں سے نماز طواف پڑھے چوتھا مسئلہ جبکہ نجس کپڑے میں نجاست کا علم رکھتے ہوئے طواف کرے تو اُسکا طواف صحیح نہیں اور اگر معلوم نہو کہ نجس ہے اور اگر اثنائے طواف میں معلوم ہو جائے تو اُسے بدن پر سے گرا دے اور طواف کو پورا کرے اور اگر طواف سے فارغ ہوئے تک معلوم نہو تو اُسکا طواف صحیح ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر نجس کپڑے میں طواف کرے اور طواف کے اثنا میں معلوم ہو جائے کہ یہ کپڑا نجس تھا بس اگر آدھے پھیروں سے تجاوز کر چکا ہے تو اُس نجس کپڑے کو اپنے بدن پر سے گرا دے اور طواف کو پورا کرے اور نہیں تو نئے سرے سے طواف کرے پانچواں مسئلہ نماز طواف کی واجب دو رکعتوں کا پڑھنا جائز ہے ہر چند کہ ایسے وقتوں میں ہوں کہ جن میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے چھٹا مسئلہ جو اپنے طواف میں کچھ کم کرے پھر اگر آدھے طواف سے بڑھ گیا ہے جیسے چار پھیرے سات میں سے کر چکا ہے تو وہیں سے پھر پڑھیگا اور باقی کو بجا لائیگا اور اگر عود کرکے اپنے اہل میں پہونچ گیا ہے اور یاد آئے کہ کمی کر گیا ہے تو کسی سے کہدے کہ اُسکی طرف سے باقی پھیرے بجا لائے اور آدھے سے کم کیا ہو تو پھر آکر نئے سر سے طواف کرے اور یہی حکم ہے جو کہ واجب طواف کو خانہ کعبہ میں جانے کے لیے یا کسی حاجت مین کوشش کے لیے توڑ ڈالے اور یہی حکم ہے اگر طواف کے اثنا میں بیمار ہو جائے اور بیماری استمرار کرے اس درجہ پر کہ اُسے کندھوں پر اُٹھا کر پانوں زمین پر گرتے ہوئے طواف کروانا ممکن نہو تو اُسکی طرف سے طواف کروایا جائیگا اور یہی حکم ہے اگر اثنائے طواف واجب میں حدث یعنی طہارت توڑنے والی چیز صادر ہو اور اگر سعی میں داخل ہو جائے اور یاد آئے کہ طواف پورا نہیں کیا تو پھر آئے اور باقی کو بجا لائے اگر آدھے سے تجاوز کر چکا ہو اور اسکے بعد سعی کو بجا لائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے

طواف مین قید واجبی طواف سے دی ہے اسلیے کہ اگر سنتی طواف کعبہ مین داخل ہونے کے لیے یا
اور کسی حاجت کے لیے توڑ ڈالیگا خواہ آدھے سے تجاوز کیا ہو یا نکیا ہو بنا وہین پر کریگا اور حاجت
اس سے عام ہے کہ اپنی ہو یا اور کسی مومن کی ہو اور اگر طواف کے اثنا مین کوئی نجاست اُسے
عارض ہو تو اُسکا ازالہ کرے اور اگر آدھے سے تجاوز نہین کیا ہے تو نئے سرے سے طواف بجالائے
اور اگر آدھے سے تجاوز کر چکا ہے تو اُسی پر بنا کرکے باقی کو بجا لائیگا اور فقہا نے کہا ہے کہ قضائے
حاجت مین یا ازالۂ نجاست مین معتاد بھر توقف چاہیے اور واجب نہین کہ معتاد سے کم توقف ہو
اور اگر معتاد پر زیادہ توقف کریگا بے عذر کے تو قطع طواف کا حکم رکھتا ہے نئے سرے سے طواف
کرنا چاہیے طواف کے سنتی امر پندرہ ہین حجر اسود کے پاس کھڑے ہونا اور حمد و ثنائے الٰہی
بجا لانا اور صلوات نبی پر اور آل نبی پر بھیجنا اور دعا کے لیے دونون ہاتھون کو اٹھانا اور اصح
قول پر حجر اسود کو ہر پھیرے مین چھونا اور حجر اسود کو چومنا اور اگر اُسکے چومنے پر قادر نہو تو ہاتھ حجر کو
چھوا کر ہاتھ کو چومے اور اگر ہاتھ کٹا ہو تو جائے قطع کو حجر تک پہونچائے اور اگر ہاتھ ہی نرکھتا ہو تو
اشارے ہی پر اقتصار کرے اور یہ دعا پڑھے اَمَانَتِی اَدَّیْتُهَا وَمِیْثَاقِی تَعَاهَدْتُهٗ لِتَشْهَدَ لِی بِالْمُوَافَاةِ
اَللّٰهُمَّ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ آخر تک اور طواف مین دعا کرے اور خدا کا ذکر اطمینان اور وقار سے
کرے اور اپنی چال مین میانہ روی اختیار کرے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ تین پھیرون مین تیز اور
چار مین بیچ کی چال چلے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ یُمْشٰی بِهٖ عَلٰی ظُلَلِ الْمَاءِ
آخر تک کہ عبادت کی کتابون مین مذکور ہے اور ساتوین پھیرے مین مستجار کو کہ وہ کعبہ کی دیوار کا
ایک حصہ ہے پکڑلے کہ کعبہ کے دروازے کے برابر رکن یمانی کے نزدیک اور اپنے دونون ہاتھ
کعبہ کی دیوار پر پھیلا دے اور لپٹا دے اپنے پیٹ کو اور منہ کو اور دعائے ماثور پڑھے اور اگر مستجار
سے رکن تک بڑھ جائیگا تو نہ پڑھے گا اور لپٹے سارے رکنون سے اور سنت مؤکدہ ہے کہ جہان
حجر اسود ہے اور رکن یمانی ہے اور مستحب ہے کہ تین سو ساٹھ طواف کرے اور اگر نہو سکین
تو تین سو ساٹھ پھیرے اس مین کرے اور جو کچھ سات سے اس عدد مین زیادہ ہین اُسے اخیر کے
طواف مین ملا دے اور اس صورت مین سات سے زیادہ پھیرون کی کراہت اس اعتبار سے
ساقط ہوگی اور نماز طواف کی دو رکعتون مین کی پہلی رکعت مین الحمد قل ہو اللہ کے ساتھ اور

دوسری مین قل یا ایہا الکافرون کے ساتھ پڑھے اور جوکہ واجب طواف مین سات پھیرونپر بھولے سے بڑھادے تو انہین پورے چودہ کرکے دو طواف بجا لائے اور فریضہ طواف کے پہلے پڑھے اور نافلہ سعی سے فراغ کے بعد پڑھے اور مثلاً خانۂ کعبہ کے نزدیک طواف کرے اور دعا اور قرآن کے پڑھنے کے سوا طواف مین بولنا مکروہ ہے تیسرا مقصد طواف کے حکمون مین ہے اور اس مین بارہ مسئلے ہین پہلا مسئلہ طواف حج کا رکن ہے جو اسے عمداً ترک کریگا اُسکا حج باطل ہوجائے گا اور اگر بھولے سے ترک کریگا تو قضا بجا لائیگا گو حج کے افعال کے بعد ہو اور اگر مکہ مین پھرآنا متعذر ہو تو دوسرے کو طواف کے لیے نائب کرے جو طواف سے فارغ ہونے کے بعد گنتی مین شک کرے تو اُس شک کی طرف التفات نکرے اور اگر طواف کے اثنا مین شک ہو کہ سات سے زیادہ ہوگئے تو طواف کو قطع کرے اور اُسپر کچھ نہین ہے اور اگر سات سے کم ہونے مین شک ہو پس اگر طواف واجب ہے تو نئے سر لیسے طواف بجا لائے اور اگر سنت ہو تو زیادہ کم پر بنا کرکے پورا کرلے دوسرا مسئلہ جوکہ بھولکر سات پھیرون سے زیادہ طواف مین کرے اور حجراسود والے رکن پر پہونچنے سے پہلے یاد آئے تو وہین سے قطع کردے اور اُسپر کچھ نہین تیسرا مسئلہ جوکہ طواف کرے اور یاد آئے کہ طہارت نہین کی تھی پس اگر طواف واجب ہے تو اعادہ کریگا اور اگر سنتی ہے تو اعادہ نکریگا اور نماز طواف کا اعادہ کریگا اگر واجب ہو تو واجب کی نیت سے اور اگر سنت ہے تو سنت کی نیت سے چوتھا مسئلہ جو طواف زیارت کو بھولجائے اور یہانتک یاد نہ آئے کہ گھر پہونچ جائے اور اپنی زوجہ سے ہمبستر ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُسپر اونٹ کی قربانی اور طواف کی قضا کے لیئے مکہ مین پھرآنا واجب ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُسپر کفارہ نہین اور یہی اصح قول ہے اور پہلے قول کو اسپر حمل کیا ہے کہ جب طواف بھول آنے کو یاد کرے اور زوجہ سے ہم بستر ہو اور اگر طواف نساء کو بھول آئے تو جائز ہے اُسے کہ نائب بھیجدے اور اگر مرجائے تو اُسکا ولی اُسکی نیابت سے قضا بجا لائے پانچوان مسئلہ جو طواف کرچکے تو اُسے سعی کی تاخیر مین دوسرے دن کی صبح تک اختیار ہے اور اسکے بعد قدرت رکھنے پر تاخیر جائز نہین چھٹا مسئلہ حج تمتع کرنیوالے کو طواف اور سعی مین اتنی تاخیر کرنا واجب ہے کہ عرفات اور مشعر مین وقوف کرے اور عید کے متعلقہ اعمال کو بجا لائے اور اس سے پہلے طواف کرنا

پہلے

Presented by www.ziaraat.com

جائز نہیں ہے مگر جو کہ بیمار ہو یا وہ عورت جو حیض آنے سے ڈرتی ہو یا عاجز بڈھا ہو اور کراہت سے
تقدیم طواف اور سعی کی حج قران اور افراد کرنے والے کو جائز ہے ساتوان مسئلہ کسی
حج تمتع کرنیوالے کو نہ غیر تمتع کرنیوالے کو سعی پر طواف نساء کی تقدیم اختیار سے جائز نہیں اور
اضطرار اور حیض آنے دیر کی صورت مین جائز ہے آٹھوان مسئلہ جو کہ بھولے سے طواف
نساء کو سعی پر مقدم کرے تو اُسکا طواف کافی ہے اور اگر عمداً مقدم کرے تو کافی نہیں ہے
نوان مسئلہ بعضے فقہانے کہا ہے کہ طواف کرنا اس حال مین جائز نہیں کہ طائف کے سر
پر جُلّہ ہو اور یہ ایک لمبی ٹوپی ہے کہ جسے اگلے زمانے مین پہنتے تھے اور مروی ہے کہ یہودیونکا
لباس تھا اور سب علماء مین سے وہ شخص ہین کہ جنھون نے اسے عمرہ کے طواف سے مخصوص
کیا ہے کہ عمرہ کے طواف مین سر کا ڈھانکنا حرام ہے اور طواف حج مین سر منڈوانے سے
اُسے محل ہو جانا ہے جبھی وہ حرام نہین جیسا کہ گزر چکا دسوان مسئلہ جو نذر کرے کہ چار دون
ہاتھ پانؤن سے طواف کرونگا تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ اُسپر دو طواف بجالانا واجب ہین
اور بعضے کہتے ہین کہ یہ نذر منعقد نہوگی اور بعضون نے کہا ہے کہ دو طوافون کا وجوب جب ہوگا
جب نذر کرنیوالا عورت ہو اسلیے کہ روایت عورت کے باب مین وارد ہوئی ہے اُسی پر اقتصار
کرنا چاہیے گیارھوان مسئلہ کوئی مضائقہ نہین اگر آدمی دوسرے پر طواف کے پھیرون کی
گنتی کرنے مین اعتماد کرے اسلیے کہ دوسرے کا شمار بھی گنتی مین مثل علامت رکھنے کے ہے اور اگر
دونون کو گنتی مین شک پڑے تو اگلے حکمون پر جو مذکور ہو چکے ہین اعتماد کرین بارھوان مسئلہ
عمرہ مفردہ مین اور حج مین طواف نساء واجب ہے اور عمرہ تمتع بہا مین واجب نہین اور یہ طواف
نساء مردون پر اور عورتون پر اور لڑکون پر اور خنثی پر اور خواجہ سراؤن پر بھی واجب ہے **قول**
صفا اور مروہ کے درمیان کی سعی مین ہے اور سعی کے مقدمے دس ہین سب کے سب سنت ہین
طہارت اور استلام حجر یعنی چومنا ہے اور آب زمزم پینا اور بدن پر اُس ڈول سے جو حجر کے مقابل
ہے زمزم کا پانی ڈالنا اور حجر کے سامنے کے دروازے سے نکلنا اور صفا کے اوپر چڑھنا اور رکن
عراقی کے مقابل ہونا اور حمد و ثنائے الٰہی بجالانا اور صفا پر کے وقوف مین دیر کرنا اور تکبیر خدا تعالیٰ
سات بار کہنا اور سات بار تہلیل کہنا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ

وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہین اسحال مین کہ وہ یکتا ہی کوئی اُسکا شریک نہین اُسی کے لیے ملک کی بادشاہی ہے اور اُسی کے لیے ساری تعریفین ہین وہی جِلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہی ایسا زندہ ہے کہ جسے موت نہین اُسی کے اختیار مین نیکی ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے - اور تین مرتبہ ماثور دعا جو عبادت کی کتابون مین مذکور ہے پڑھے اور سعی مین چار امر واجب ہین نیت اور صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا اور سات مرتبہ سعی کرنا اور جانیکو ایک اور آنیکو دوسرا پھیرا گننا چاہیے اس طرح سے جبکہ صفا سے نکلے تو ایڑی صفا کی پہلی سیڑھی پر لگائے اور جب مروہ پر پہونچے تو اپنے پیرون کو مروہ کے پہلے زینے پر لگائے اور سعی مین چار چیزین مستحب ہین پیدل جانا اور اگر سوار ہو کر بھی جائے تو جائز ہے اور اُسکے دونون طرف پیدل جانا اور منارہ اور کوچۂ عطار مین ہرولہ یعنی پوئی دوڑنا خواہ پیدل ہو یا سوار ہو اور فقہا نے کہا ہے کہ پوئی جانا مردون کے لیے اور لڑکون کے لیے مستحب ہے نہ عورتون کے لیے اور نہ چھوٹی لڑکیون کے لیے اور ہرولہ ایک قسم کی رفتار ہے کہ فارسی زبان مین لوک لوک دوڑنے کو کہتے ہین اور اہل لغت کہتے ہین کہ ہرولہ تیز دوڑنے اور قدم قدم چلنے کے درمیان کی حرکت ہے اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ ہرولہ سے تیز چلنا مراد ہے اور بس اسی سرعت سے قدم ایک دوسرے پر رکھے - اور اگر پوئیہ دوڑنے کو بھول جائے تو اُلٹے پاؤن پھرے اور پیچھے پھر کر نشیب پھر وہان تک جائے اور ہرولہ بجا لائے اور دوڑنے کے وقت دعا پڑھے اور سعی کے بیچ مین دم لینے کے لیے بیٹھنے مین کوئی مضائقہ نہین اور اس باب سے کئی مسئلے ملحق ہین پہلا مسئلہ سعی حج مین رکن ہے جو اسے عمداً چھوڑ دیگا اُسکا حج باطل ہوگا اور اگر بھولکر چھوڑ دے تو بجالانا واجب ہے اور اگر مکہ سے نکل آئے تو سعی کے لیے پھر جائے اور اگر سعی کے لیے پھر کر جانا مشکل ہو تو سعی بجالانے کو اپنی طرف سے نائب بنا دے دوسرا مسئلہ جائز نہین کہ سات پھیرون سے زیادہ کرے اور اگر عمداً سات سے زیادہ کریگا تو سعی باطل ہو جائیگی اور اگر بھولے سے زیادہ کر جائیگا تو سعی باطل نہ ہوگی اور جسے پھیرون کی گنتی کا تو یقین ہو اور شک اس امر مین ہو کہ شروع صفا سے کی ہے یا مروہ سے کی ہے بس اگر عدد کے جوڑے مین صفا پر ہو تو بیشک اُسکی سعی صحیح ہے اسلیے ابتدا اُسنے صفا سے کی تھی اور اگر جفت عدد مین مروہ پر ہو تو سعی کا اعادہ کرے اسلیے کہ معلوم ہوگیا کہ صفا سے شروع

نہین ہوئی ہے مروہ سے شروع ہوئی ہے اور اگر اسکے عکس سے ہے یعنی اگر طاق کے عدد مین مروہ
پڑے تو سعی صحیح ہے اور اگر صفا پڑے تو باطل ہے تیسرا مسئلہ جسے نہ معلوم ہو کہ کتنے پھیرے
کیے ہین وہ اعادہ کرے گا اور جسے پھیرون کی گنتی مین کمی کا یقین ہو وہ کمی کو بجالائیگا اور اگر
عمرہ تمتع کی سعی مین کمی کرے اور گمان کرے کہ پورے پھیرے کرچکا ہے اور محل ہوجاے اور
عورتون سے ہمبستری کرے اور اسکے بعد یاد آئے کہ سعی کے پھیرون مین کمی ہوئی ہے تو اُسپر
ایک گاے کی قربانی اور سعی کی کمی کا پورا کرنا ایک روایت کے موافق واجب ہے اور یونہین
حکم ہے اُس شخص کا کہ جو ناخن یا بال کٹوائے اور پھر یاد آئے کہ سعی کے پھیرون مین کمی واقع
ہوئی ہے چوتھا مسئلہ اگر سعی کرنے کے حال مین نماز فریضہ کا وقت داخل ہوجائے تو سعی توڑکر
فریضہ کو بجالائے اور نماز کے بعد باقی سعی کو پورا کرلے اور یونہین پورا کریگا جو اپنی کسی حاجت
کے لیے یا اور کسی برادر مومن کی حاجت کے لیے سعی قطع کریگا پانچوان مسئلہ سعی کو طواف پر
مقدم کرنا جائز نہین پھر اگر کوئی سعی کو طواف پر مقدم کریگا تو طواف کے بعد پھر سعی کو بجالائیگا
اور اگر سعی کے اثنا مین یاد آئے کہ طواف مین سے کچھ رہگیا ہے تو سعی کو توڑکر طواف کو پورا کریگا
پھر سعی کو پورا کریگا قول منی مین پھر کر آنے کے حکمون مین جبکہ حاجی مکہ کے متعلق طواف زیارت
اور سعی اور طواف نساء بجالاچکے تو اُسے رات کو رہنے کے لیے منی مین پھر آنا واجب ہے اور اُسپر
واجب ہے کہ گیارھوین اور بارھوین رات کو منی مین رہے اور اگر ان دو راتون کو کہین اور
منی کے سوا گزرانے گا تو ہر رات کے کفارے مین ایک ایک دنبہ قربانی کرنا واجب ہوگا مگر مکہ مین
ان راتون مین رہے اور ساری رات خدا کی عبادت کرے یا آدھی رات کے بعد منی سے نکلے تو
اُسپر کچھ نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ آدھی رات کے بعد نکلنا مشروط ہے اِس سے کہ مکہ مین
داخل نہو مگر صبح کے بعد اور بعضون نے کہا ہے کہ تشریق کی راتونکو منی کے سوا کہین گزرانیگا اُسپر
تین دنبے قربانی کرنا لازم ہونگے اور یہ قول اسپر محمول ہے کہ تیسری رات کو آفتاب کا غروب اِس
حال سے ہو کہ منی مین ہوا اور وہان رات کو رہے اسلیے کہ اگر آفتاب کے غروب کے پہلے کوچ
کریگا تو تیسری رات کا رہنا اُسپر واجب نہین یا جبکہ خشکی کے شکار اور عورتون کی ہمبستری سے پرہیز
نکیا ہو کہ اِس صورت مین واجب ہے کہ تین راتین منی مین رہے اور واجب ہے کہ تشریق کے دنونمین

ہر روز تینون جمرون کی رمی کرے اور ہر جمرہ کو سات سات پتھریان مارے اور یہان رمی کی شرطوں
جو بیان ہوئی ہین زیادہ ترتیب اسطرح سے واجب ہے کہ پہلے جمرے کی رمی سے ابتدا کرے اور پھر جمرۂ وسطی یعنے
درمیان کے جمرے کی رمی کرے پھر جمرۂ عقبہ کی رمی کرے اور اگر برعکس کریگا تو جمرہ وسطی اور عقبہ کی
رمی کا اعادہ کریگا کہ ترتیب عمل مین آجائے اور رمی کا وقت طلوع آفتاب سے غروب تک ہے
اور رات کو رمی کرنا جائز نہین مگر کسی عذر سے جیسے کسی دشمن سے ڈرتا ہو یا بیمار ہو کہ دن کو رمی کی
طاقت نپاتا ہو یا چرواہا ہو کہ ونکو گائے بھینس بکری چراتا ہو اور فرصت نرکھتا ہو یا بندہ ہو اور جو
کہ چار پتھریان ایک جمرہ کی رمی مین مارے پھر دوسرے جمرے کی رمی کرنے لگے تو پہلے جمرے کی
باقی رمی پوری کریگا پھر دوسری رمی کریگا کہ ترتیب حاصل ہو جائے اور اگر ایکدن کی رمی بھولجائے
تو اسکی قضا دوسرے دن ترتیب سے بجالائے کہ پہلے گزرے دن کی رمی کی قضا کرے پھر اُس
دن کی رمی کرے اور سنت ہے کہ گزشتہ دن کی رمی اول دن کرے اور اُسدن کی رمی زوال
کے وقت کرے اور اگر جمرون کی رمی بھولجائے یہانتک کہ مکہ مین پہونچ جائے تو پھر آئے اور رمی
بجالائے اور اگر مکہ سے باہر چلا گیا ہو اور یاد آئے اور رمی کا زمانہ بھی گزر گیا ہو تو اُسپر کچھ نہین ہے
بس اگر دوسرے سال پھر آئے تو اُس قضا رمی کو بھی بجالائے اور اگر معذور ہو اور رمی کی طاقت
نرکھتا ہو جیسے بیمار ہو تو نائب کرنا بھی جائز ہے کہ وہ اُسکی طرف سے رمی بجالائے اور سنت ہے
کہ آدمی منی مین تشریق کے دنون مین اقامت کرے اور پہلے جمرے کی رمی اپنے داہنے سے
کہ بائین طرف جمرہ ہوگا کرے جسطرح کہ روایت مین وارد ہوا ہے اور کتاب کے بعضے نسخون مین
عن یمینہا یعنی جمرہ کے داہنے سے شروع کرے واقع ہوا ہے اور یہی قواعد علامہ کی عبارت
کے موافق ہے اور یہی بعضے فقہا کی کتابون مین ہے اور کھڑا ہو اور دعا پڑھے اور اسی طرح
دوسرے اور تیسرے جمرون کی رمی کرے اِس حال سے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ اور جمرے کی طرف
منھ ہو اور تیسرے جمرے کے پاس توقف نکرے اور منی مین تکبیر کہنا مستحب ہے اور بعضے واجب
کہتے ہین اور اُسکی صورت یہ ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَلٰی مَا ہَدٰنَا وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَوْلَانَا
وَ رَزَقَنَا مِنْ بَہِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ یعنی اللہ ہی ہر چیز سے بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہین اور اللہ
سب سے بڑا ہے اوپر اِس بات کے کہ ہمین سیدھی راہ پر پہونچا دیا ہے اور سب تعریفین خدا ہی

کرتے ہین اس بات پر کہ ہمین نعمت دی ہے اور ہمین چوپائے جانورون سے رزق عطا
فرمایا ہے۔ اور منی سے پہلے کوچ کے دن کہ وہ بارھوین ذیحجہ کی ہے اُس شخص کو جسنے عورتونکی
ہمبستری سے اور خشکی کے شکار سے اپنے احرام مین پرہیز کیا ہو کوچ کرنا جائز ہے اور دوسرا کوچ
ذیحجہ کی تیرھوین ہے اور جو پہلے دن کوچ کرے تو اُسے زوال کے بعد ہی کوچ جائز ہے اور
دوسرے کوچ مین زوال کے پہلے بھی کوچ جائز ہے اور سنّت ہے پیش نماز کو خطبہ پڑھنا اور
اِس مسئلے سے لوگون کو خبردار کرنا اور جسنے کہ اپنے حج کے اعمال مکہ مین ادا کیے ہون تو تینون
جمرون کی رمی کے بعد اُسے کوچ کرنا جائز ہے اور جہان چاہے چلا جائے اور جسے کچھ مکہ کے
اعمال مین سے باقی رہگیا ہو تو اُسے اُس باقی کے بجالانے کو پھر مکہ مین جانا واجب ہے
کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شخص کوئی شرعی حد یا تعزیر یا قصاص کا موجب کوئی کام کرے
اور حرم مین پناہ لے تو اُسے کھانے پینے مین ایسا تنگ پکڑین کہ خود حرم سے نکل آئے اور اگر
نامشروع کام تعزیر اور حد یا قصاص کا موجب حرم مین کرے تو اُسکے گناہ کی پاداش وہین
حرم مین کرینگے دوسرا مسئلہ مکہ کے گھرون مین سے کسی گھر مین کسیکو رہنے سے روکنا مکروہ ہے
اور بعضے فقہا نے حرام کہا ہے اور پہلا قول اصح ہے تیسرا مسئلہ خانہ کعبہ سے ہر کسی کو اپنے گھر کا
بلند کرنا حرام ہے اور بعضے مکروہ کہتے ہین اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ کراہت ہی اقوی
ہے اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث اسی کراہت مین ظاہر ہے چوتھا مسئلہ حرم مین سے
کسی کی گری چیز اُٹھانے سے حلال نہین ہوتی ہے تھوڑی ہو یا بہت ہو اور ایک سال تک پوچھنا مین
جسطرح سے کہ لقطہ مین یعنی پڑی چیز پانے مین بیان ہوگا اور اسکے بعد اگر چاہے اُسکے مالک کی طرف
سے تصدق کردے اور اگر مالک پیدا بھی ہو تو اُسپر اُسکا تاوان دینا لازم نہین اور اگر چاہے اپنے
پاس امانت رکھے جب اُسکا مالک ملجائے اُسے دیدے پانچوان مسئلہ جو لوگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی زیارت ترک کرین تو حکام کو چاہیے کہ اُنپر جبر کرین کہ حضرت کی زیارت کرین اسلیے کہ
حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نہین کی اُسنے مجھپر جفا کی اور پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ پر جفا کرنا حرام ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مخفی نرہے کہ زیارت حضرت پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات مین سنت ہے اور حدیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی پر واجب

اِسلیے کہ اُسکا ترک حضرت پر جفا کا موجب ہی اور یہ حرام ہے اور سنت کا ترک حرام نہین اِسلیے بعضے فقہانے حدیث کی صحت کا حکم کیا ہے مگر اکثر فقہا حدیث کی صحت کے قائل ہوے ہین اور کہا ہے کہ سنتین بھی استحباب کی تاکید مین اِس پایہ پر پہونچی ہین کہ اُنکا تارک عقوبت کا مستحق ہو جاتا ہے جیسے اذان کہنا ہے کہ اگر شہر کے سبکے سب اتفاق کرکے چھوڑ دین تو حاکم کو واجب ہے کہ اذان کہنے کے لیے اُنپر جبر کرے اور اگر پھر ترک کرین تو اُنسے قتال کرے مگر یہ دلیل عقوبت دنیوی کی مستحب کے ترک پر ہے نہ عقوبت اخروی کے مستحب کے ترک پر دلیل ہے کہ پیغمبر پر جفا کرنیکو لازم ہے۔ اور سنت ہے کہ منٰی کے اعمال بجالانے کے بعد کعبہ معظمہ کے وداع کے لیے پھر مکہ مشرفہ مین جائے اور مراجعت کے پہلے چھ رکعت نماز مسجد خیف مین بجا لائے اور موکد سنت ہے کہ منارے کے پاس کہ وسط مسجد مین ہے پڑھے اور منارے کے پاس بلند زمین پر کہ تیس گز شرعی قبلہ رُخ اور اسیطرح چپ و داہنے اور بائین ہے اور سنت ہے تحصیب یعنی حصبا مسجد مین آنا اُس شخص کو جو اخیر یعنی تیرھوین کو کوچ کرے اور اُس مسجد مین چت لیٹنا اور فقہانے کہا ہے کہ مسجد حصبا اِس زمانہ مین معلوم نہین کہ کہان ہے اور مندرس ہو گئی اُسکا کوئی نشان باقی نہین رہا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اُس مسجد مین تشریف فرما ہوتے تھے اور اِس زمانے مین محصب نامے ایک مشہور مقام جو کہ مکہ اور عقبہ کے درمیان ہے اُسمین نزول ہوتا ہے اور جب مکہ کی طرف عود کرے تو سنت ہے کہ کعبہ مین داخل ہو اور نئے حج کرنیوالے کے حق مین موکد سنت ہے اور مکہ مین داخل ہونے کے لیے غسل کرے اور دو رکعت دو اسطوانون کے بیچ مین سنگ سرخ ہے کہ مولد جناب امیر علیہ السلام ہے پڑھے اور پہلی رکعت مین سورہ الحمد اور حم سجدہ اور دوسری رکعت مین حم سجدہ کی آیتون کی گنتی کے برابر قرآن کی آیتین پڑھے اور وہ چوّن یا ترپن آیتین ہین اور خانہ کعبہ کے ہر ہر کنج مین دو دو رکعت نماز پڑھے اور اسکے بعد ماثور دعا پڑھے اور استلام یعنی لمس ارکان کرے خصوصاً رکن یمانی کا اور اسکے بعد خانہ کعبہ کا طواف سات پھیرون سے کرے اسکے بعد پھر استلام ارکان کرے اور مستجار کا استلام کرے یعنی اپنے پیٹ کو اُس سے چپکا دے اور دعا ؤن مین سے جسے چاہے اختیار کرے اور اُسکے بعد چاہ زمزم آئے اور اُسکا پانی پیے بس باہر دعا پڑھتا ہوا نکلے اور سنت ہے کہ حناطین یعنی گیہون والون کے دروازے سے نکلے اور شیخ شہید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ دروازہ رکن شامی کے برابر ہے اور

اسلیے کہ اسکا ترک حضرت پر جفا کا موجب ہی اور یہ حرام ہے اور سنت کا ترک حرام نہین اسلیے بعضے فقہانے حدیث کی صحت کا حکم کیا ہے مگر اکثر فقہا حدیث کی صحت کے قائل ہوے ہین اور کہا ہے کہ سنتین بھی استحباب کی تاکید مین اس پایہ پر پہونچی ہین کہ انکا تارک عقوبت کا مستحق ہو جاتا ہے جیسے اذان کہنا ہے کہ اگر شہر کے سبکے سب اتفاق کرکے چھوڑ دین تو حاکم کو واجب ہے کہ اذان کہنے کے لیے اُنپر جبر کرے اور اگر پھر ترک کرین تو اُنسے قتال کرے مگر یہ دلیل عقوبت دنیوی کی مستحب کے ترک پر ہے نہ عقوبت اخروی کے مستحب کے ترک پر دلیل ہے کہ پیغمبر پر جفا کرنیکو لازم ہے۔ اور سنت ہے کہ منی کے اعمال بجالانے کے بعد کعبہ معظمہ کے وداع کے لیے پھر مکہ مشرفہ مین جاوے اور مراجعت کے پہلے چھ رکعت نماز مسجد خیف مین بجا لاوے اور موکد سنت ہے کہ منارے کے پاس کہ وسط مسجد مین ہے پڑھے اور منارے کے پاس بلند زمین پر کہ تیس گز شرعی قبلہ رُخ اور اسیقدر چپروا ہنے اور بائین ہے اور سنت ہے تحصیب یعنی حصبا مسجد مین آنا اُس شخص کو جو اخیر یعنی تیرھوین کو کوچ کرے اور اُس مسجد مین چت لیٹنا اور فقہانے کہا ہے کہ مسجد حصبا اس زمانہ مین معلوم نہین کہ کہان ہے اور مندرس ہو گئی اُسکا کوئی نشان باقی نہین رہا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اُس مسجد مین تشریف فرما ہوتے تھے اور اِس زمانے مین محصب نامے ایک مشہور مقام جو کہ مکہ اور عقبہ کے درمیان ہے اُسمین نزول ہوتا ہے اور جب مکہ کی طرف عود کرے تو سنت ہے کہ کعبہ مین داخل ہو اور نئے حج کرنیوالے کے حق مین موکد سنت ہے اور کعبہ مین داخل ہونے کے لیے غسل کرے اور دو رکعت دو اسطوانون کے بیچ مین سنگ سرخ پر کہ مولد جناب امیر علیہ السلام ہے پڑھے اور پہلی رکعت مین سورہ الحمد اور حم سجدہ اور دوسری رکعت مین حم سجدہ کی آیتون کی گنتی کے برابر قرآن کی آیتین پڑھے اور وہ چوّن یا ترپن آیتین ہین اور خانہ کعبہ کے ہر کنج مین دو دو رکعت نماز پڑھے اور اسکے بعد ماثور دعا پڑھے اور استلام یعنی لمس ارکان کرے خصوصاً رکن یمانی کا اور اسکے بعد خانہ کعبہ کا طواف سات پھیرون سے کرے اسکے بعد پھر استلام ارکان کرے اور مستجار کا استلام کرے یعنی اپنے پیٹ کو اُس سے چپکا دے اور دعاؤن سے جسے چاہے اختیار کرے اور اُسکے بعد چاہ زمزم آوے اور اُسکا پانی پیے بس باہر دعا پڑھتا ہوا نکلے اور سنت ہے کہ حناطین یعنی گیہون والون کے دروازے سے نکلے اور شیخ شہید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ دروازہ رکن شامی کے برابر ہے اور

شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اِسوقت مین اُسکا کوئی نشان ظاہر نہین اِسلیے کہ مسجد کو وسیع کیا ہے اور سجدہ کرے اور قبلہ کی طرف مُنھ کرے اور دعا کرے اور ایک درہم کے خُرمے لے اور احرام کی احتیاط کے واسطے تصدق کرڈے یعنی جو فعل کہ منافی احرام سہواً عمل مین آیا ہو تو اُسکا تدارک کرے اور حج مین نجاست خوار اونٹ پر سوار ہونا مکروہ ہے اور حج کرکے جانیوالے کو پھر آنے کا قصد کرنا مستحب ہے اور مکہ کے باہر سے آنیوالے مجاورون کو کعبہ مین نماز پڑھنے سے طواف بہتر ہے اور مکہ کے رہنے والون کو طواف کرنے سے نماز پڑھنا بہتر ہے اور مکہ کا مجاور ہونا مکروہ ہے اور اسکی وجہ مین یون بیان کیا ہے کہ مبادا مجاورت کے سبب سے کوئی ملال دل مین مکان مقدس کیطرف سے آجائے کہ بزرگی کعبہ کی اُسکی نظر مین کم ہوجائے یا اُس سے کوئی معصیت وہان ہوجائے کیونکہ شدۃ وہان کی معصیت کا اور جگہ سے بڑھکر ہے اور سنّت ہے جو کہ مدینہ منورہ کیطرف سے آئے معرس مین کہ میم کے پیش اور عین مہملہ کے زبر اور زیر دونون اور رے کی تشدید اور سین سے ایک مسجد کا نام ہے کہ مسجد شجرہ کے پاس ہے اُترے کہ مدینہ منورہ کی صحرا ہے اور دو رکعت نماز وہان بجا لائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ بعض روایتون مین مکہ معظمہ کی مجاورت کا استحباب بھی وارد ہوا ہے اور کہا ہے کہ یہ استحباب اُس شخص کے لیے ہے جو اِن محذورون مین پڑنے سے کہ کراہت کا سبب ہین مطمئن ہو اور جب کراہت کا سبب روایت مین وارد ہوچکا ہے تو کہہ سکتے ہین اور مشرف مکانون مین بھی انھین سببون سے اقامت کرتا رہیگا اور یہ قیاس اُس قبیل سے ہے کہ جسکی علت منصوص ہوچکی ہے نہ مطلق قیاس کہ باطل ہے۔ تین مسئلے۔ پہلا مسئلہ مدینہ منورہ کے لیے بھی حرم ہے کہ اُسکی حد عایر سے وعیر تک ہے اور یہ دو پہاڑون کے نام ہین جو مدینہ طیبہ مین واقع ہین کہ اُسکے درختون کو نہ کاٹ سکین گے اور اِس حرم مین شکار کرنے مین کوئی ڈر نہین مگر حرمین یعنی دو حرمون مین کہ وہ دو مقام ہین کہ دونون پہاڑون کے بیچ مین واقع ہین کہ اُسمین شکار کھیلنا موکد مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حرم مکہ مین اور حرم مدینہ مین کئی وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ حرم کعبہ مین بے احرام کے داخل ہونا جائز نہین خلاف مدینہ منورہ کے دوسرے حرم مکہ مین شکار کھیلنا کفارے کا سبب ہے اور حرم مدینہ مین کفارے کا سبب نہین تیسری جب حرم مکہ مین داخل ہو تو جو شکار کہ ساتھ ہو اُسے چھوڑ دینا واجب ہے اور حرم مدینہ مین یہ حکم نہین

دوسرا مسئلہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی زیارت حاجی کے لیے موکد استحباب سے مستحب ہے
تیسرا مسئلہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی زیارت روضۂ اقدس مین اور ائمہ علیہم السلام
کی زیارت بقیع مین مستحب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا
کی زیارت تین مقامون مین مستحب ہے ایک روضہ مین دوسرے اُن حضرت علیہا الصلوٰۃ و السلام
کے گھر مین تیسرے بقیع مین اور اصح یہی ہے کہ اُن حضرت کو گھر ہی مین مدفون کیا ہے اور بنی امیہ
نے جب مسجد کو وسیع کیا تو مقام دفن مسجد مین داخل ہو گیا اور مدفن شریف کے اختفا کا سبب اتفاق
و مخالف کے قول پر یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے وصیت فرمائی تھی کہ جسد مطہر معصومہ
کو شب کو دفن کرین کہ ناگوار تھا اُن لوگون کا آنا اور شریک ہونا جنھون نے اُن معصومہ کو
اذیت دی تھی اور اُنکے حق کو چھین لیا تھا خاتمہ مدینہ منورہ مین مجاور ہونا سنت ہے اور مدینہ
مین داخل ہوتے وقت غسل سنت ہے اور قبر مطہر اور منبر کے بیچ مین کہ وہی روضہ ہے نماز پڑھنا
سنت ہے اور حاجت بر آنے کے لیے مدینۂ منورہ مین تین روزے رکھنا اور شب چہارشنبہ کو
ستون ابی لبابہ کے پاس اور شب پنجشنبہ کو اُس ستون کے پاس جو متصل مقام پیغمبر صلی اللہ
علیہ و آلہ ہے نماز پڑھنا سنت ہے اور مدینۂ منورہ کی اور مسجدون مین جانا جیسے مسجد احزاب ہے
اور مسجد فتح ہے اور مسجد فضیخ ہے اور احد کے شہیدون کی قبرون پر جانا خصوصاً قبر حضرت حمزہ
علیہ السلام پر سنت ہے اور مسجدون مین سونا مکروہ ہے خصوصاً مسجد پیغمبر مین سونا کراہت شدید
رکھتا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ جو مسجد کہ جناب رسولخدا
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وقت مین بنی ہے اُسمین سونا مکروہ ہے اور ہر مسجد مین سونا مکروہ
نہین اور اِس باب مین ایک حدیث صحیح جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے
اور فضیخ فے کے زبر ضاد اور خے نقطہ دارون کے بیچ مین یے سے ایک گھر کا نام ہے کہ جس مین
جاہلیت کے زمانے مین کچے خرمون کی شراب بناتے تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا
کہ اسے ویران کر ڈالین اور مسجد بنا لین اور اسی مسجد مین جناب امیر علیہ السلام کے لیے ردشمس
ہوا تھا یعنے سورج پھرا تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے مین ابو لبابہ بشیر بن
احمد المنذر ایک انصاری تھے کہ انھون نے بعضی لڑائیون مین حضرت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اسکے بعد انھون نے

آپ اپنے کو اس ستون مین باندھا تھا اور قرار دیا تھا کہ کوئی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اُنھین نہ کھولے حضرت نے جہاد سے مراجعت کے بعد اُنکی توبہ کو قبول فرمایا اور اُنھین اُس ستون سے کھول دیا

تیسرا رکن ملحقات مین ہے اور اسمین کئی مقصد ہین پہلا مقصد احصار اور صد کے حکمون مین ہے اور صد وہ ہے کہ کوئی دشمن احرام کے بعد حج کے سارے کامون سے حائل ہو اور احصار وہ ہے کہ مرض کے سبب سے حج کے کامون پر قدرت نہ ہے اور جبکہ احرام سے متلبس ہو اور اسکے بعد اُسے دشمن مانع ہو جس سے کہ محرم ہوا تھا محل ہو جائیگا اگر کوئی راہ سوا اُس راہ کے کہ جسمین دشمن ہے نہو یا اور راہ تو ہو مگر اُس راہ بھر کا خرچ نہو اور اپنے حال پر احرام باقی رہے گا اگر دشمن والی راہ کے سوا کوئی اور راہ اور خرچ راہ ہو ہرچند وہ دوسری راہ کتنی ہی دور ہو اور اگر حج کے فوت ہو جانے کا بھی ڈر ہو تو بھی محل نہوگا جب تک کہ حج کے فوت کا یقین نہوگا اور اسکے بعد عمرہ مفردہ کرکے محل ہوگا اور دوسرے سال مین حج کو اگر واجب ہے تو وجوب کی نیت سے اور اگر مستحب ہے تو مستحب کی نیت سے بجا لائیگا اور محل نہوگا مگر قربانی کرنے سے قربانی کے مکان مین یا مکان صد مین اور محل ہونے کی نیت سے اور یہی حکم معتمر مین بھی ہے کہ جب مکہ پہونچنے سے ممنوع ہو جائے اور اگر قربانی کو اپنے ساتھ لیگیا ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُس قربانی کے سوا محل ہونیکے لیے اور قربانی کی حاجت ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اُسی قربانی کو ذبح کرے اور یہی قول اشبہ ہے اور محل ہونے کے لیے جو قربانی کرنا مصدود کو واجب ہے اُسکے لیے بدل نہین پس اگر اُس سے اور اُسکی قیمت سے عجز ہوگا تو اپنے احرام پر باقی رہیگا اور فقط محل ہونیکی نیت سے محل نہوگا اور متحقق ہوتا ہے صد جس صورت مین موقف عرفات سے اور مشعر سے ممنوع ہو جائے اور اسی طرح صد مکہ پہونچنے مین ممنوع ہونے سے ثابت ہوتا ہے اور تینون جمرون کی رمی اور شب باشی کے لیے منی مین پھر آنے کے رکجانے سے صد متحقق نہین ہوتا بلکہ اس صورت مین حج کی صحت کا حکم کرینگے اور جمرون کی رمی کے لیے نائب بھیجدیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ محل ہونے کی نیت قربانی کے ذبح کے بعد ہوتی ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ اصح یہی ہے کہ ذبح کے بعد تقصیر بھی کرنا چاہیے کہ بے اُس کے محل نہوگا اور قربانی کے ذبح کا وہی مقام ہے جہان مصدود ہوا ہے اسمین کرے

جو مقام کہ ہو اور اسی سے احرام کے سارے محرمات سے مصدود محل ہو جاتا ہے یا شک کہ عورتونسے
بھی محل ہو تاہے اور طواف نساء پر حلت اُنکی نہین رہتی برخلاف محصور کے کہ جبتک طواف نساء
بجا نہ لائیگا عورتین اُسپر حلال نہونگی اوپر کی بیان کی اصلونکی فرعین پہلی فرع جبکہ حاجی اپنے
ذمے کے قرضہ کے سبب سے قید ہو جاوے اور قرضخواہ اُسے روکتا ہو بس اگر اُس قرضہ کے ادا کرنیکی
قدرت رکھتا ہوگا تو اُسے ادا کر دیگا اور محل نہوگا اور اگر عاجز ہوگا تو محل ہو جائیگا اور یہی حکم ہے جب
کسی ظالم کے ظلم سے محبوس ہو جائے دوسری فرع جبکہ مصدود صد کی وجہ مین صبر کرے اور
قربانی سے اپنے کو محل نکرے اور حج فوت ہو جائے پھر اُسے قربانی کے ذبح سے محل ہونا جائز نہین
بلکہ عمرہ بجالائے تو محل ہو اور دوسرے سال اگر حج واجب تھا تو اُسے اُسکی قضا بجا لاوے گا
تیسری فرع جبکہ گمان غالب ہو جائے کہ دشمن دفع ہو گیا اور ابھی حج کا وقت باقی ہے پھر بھی
قربانی سے محل ہونا جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ احرام پر باقی رہے بس جبکہ دشمن کا دفع ہو جانا تحقیق ہو جائے
تو حج کو پورا کرے اور اگر اتفاق سے حج کا زمانہ جاتا رہے تو عمرہ بجا لا کر محل ہو جائے چوتھی فرع اگر
کوئی اپنے حج کو فاسد کر ڈالے اور اسکے بعد مصدود ہو جائے تو اُسپر ایک اونٹ کفارے مین قربانی
کرنا واجب ہے اور ایک قربانی تحلل کے لیے کرنا چاہیے اور سال آیندہ مین حج کرنا واجب ہے اور
اگر دشمن ایسے وقت مین برطرف ہو جائے کہ جسمین سٹے سرے سے حج کی قضا بجا لانے کی گنجایش ہو
تو واجب ہو کہ قضا بجالائے اور یہ وہ حج ہے جو فاسد ہوا اور اُسی سال مین اُسکی قضا بجالائے اور
جو کچھ کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اُسکے موافق حج عقوبت اُسپر باقی ہے کہ اگلے سال بجا لائیگا اور اگر محل
نہوا ہو تو اُسی حج کو پورا کرے اور دوسرے سال مین اُسکی قضا بجا لائے پانچوین فرع اگر دشمن
بے لڑے دفع نہو سکے تو لڑنا واجب نہین خواہ اپنی سلامتی اور دشمن پر غالب آنے کا گمان غالب ہو
یا ہلاکت کا گمان غالب ہو اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ اگر دشمن لڑائی کی ابتدا کرے تو اُسکا دفع
کرنا واجب ہے گو سلامتی کا گمان بھی غالب نہو اور اس صورت مین اگر اُسکے صد پر صبر کریگا تو فدیہ دیگا
اور اگر دشمن کی لڑائی مین کچھ مال تلف کریگا یا کوئی جان کو مار ڈالیگا تو اُسکا ضامن نہین ہے اور اگر
کوئی ایسا شکار مارے گا کہ جسکے لیے کفارہ ہے تو اُسکا کفارہ دیگا اور اگر دشمن کچھ مال مانگتا ہو اور اُسکے
دیدینے سے اُسکی مانعت جاتی رہتی ہو تو مال دینا واجب نہین ہے اور اگر کہین کہ اگر ایسی زیادہ طلبی

نکرے جو اسوقتمین مضر پڑے یعنی اِس صورت مین دیدینا واجب ہی تو بہتر ہوگا اور محصور وہ شخص ہے جو مرض کے سبب سے مکہ مین یا دونون موقفون مین نہ پہونچ سکے تو یہ شخص جو قربانی کہ ساتھ لائیگا بھیجدیگا اور اگر قربانی ساتھ نہین لایا ہے تو دوسری قربانی یا اُسکی قیمت بھیجدیگا کہ مول لیکر منی مین ذبح کردینگے اور اگر عمرہ کرنیوالا تھا تو مکہ مین ذبح کردینگے اور جبکہ ہدی یعنی قربانی اپنے محل مین یعنی منی مین یا مکہ مین پہونچ جائے تو تقصیر کریگا یعنی یا ناخن یا بال کترواے گا اور محل ہو جائیگا مگر عورتون سے محرم باقی رہیگا جب تک کہ اگلے سال اگر واجبی تھا حج نہ کریگا اور اگر سنتی حج تھا تو اُسکی طرف سے طواف نسا ہونے گا اور اگر ظاہر ہو جائے کہ اُسکی ہدی ذبح نہین ہوئی تو بھی اُسکا محل ہونا باطل نہوگا اور اُسپر اگلے سال قربانی کرنا واجب ہی اور اگر ہدی بھیج چکے پھر مانع برطرف ہو جائے تو حاجیون سے ملجائیگا بس اگر دو موقفون مین سے ایک کو بھی وقت پر پا جائے گا تو حج کو پا گیا اور نہین عمرہ مفردہ بجا لائیگا اور محل ہو جائے گا اور اگلے سال اگر حج واجب ہی تو وجوباً قضا اور اگر سنت ہے تو استحباباً بجا لائیگا اور جو عمرہ کرتا ہو اور حصر کے سبب سے محل ہو جائے تو عذر کے زوال کے وقت عمرہ کی قضا بجا لائے گا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُس مہینے کی اگلے مہینے مین قضا بجا لائیگا نہ اُسی مہینے مین اور اگر حج قران کرنیوالا محصور ہوگا تو محل ہو جائیگا اگلے سال اُسے حج قران بجا لانا چاہیے اور بعضون نے کہا ہے کہ جو حج اُسپر واجب ہے اُسی کو بجا لائیگا خواہ قران ہو یا افراد ہو یا تمتع ہوا اور اگر سنتی ہوگا تو اگلے سال جس نوع کا چاہے گا بجا لائیگا ہرچند بہتر یہی ہے کہ جس نوع کا سابق مین تھا اُسی نوع کا بجا لائے اور روایت مین وارد ہوا ہے کہ جو سنت حج کی ہدی بھیجے تو لیجانے والون سے ذبح یا نحر کا وقت مقرر کرلے اسکے بعد جس جس سے محرم پرہیز کرتا ہے پرہیز کرے اور جب وعدہ کا وقت پہونچیگا تو محل ہوگا لیکن تلبیہ نہ کریگا اور اگر اُس مدت مین وہ کام کریگا جو محرم پر حرام ہی تو اسے مستحب ہی کہ اُسکا کفارہ دیدے

دوسرا مقصد محرم کے شکار کرنے کے حکمون مین اور شکار وہ جانور ہی جسکا انتفاع حرام نہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ شرط ہے کہ حلال ہو اور اسمین کلام کرنا کئی فصلون کا مقتضی ہے۔

پہلی فصل شکار کی دو قسمین ہین پہلی قسم شکار کی وہ ہے کہ جسمین کفارہ نہو اور وہ دریائی جانور ہین جو پانی مین انڈے بچے دیتے ہین اور اسی کی مثل مین حبشی مرغ ہے کہ یہ خاکی رنگ کا پرندہ خانگی مرغ

کے برابر ہوتا ہے کہ اسکی اصل دریائی ہے اور اسی طرح پر کفارہ نہین رکھتا ہے چوپایون کا ذبح کرنا جیسے گائے بکری ہے اور اونٹ کا نحر کرنا گو یہ جانور وحشی بھی ہو جائین اور درندے جانورون کے مارنے مین کوئی کفارہ نہین جیسے ریچھ یا بھیڑیا یا باز ہے خواہ چرندے ہون خواہ پرندے ہون سوا شیر کے اگر محرم بے اسکے اپنے اوپر حملہ کرنے کے مار ڈالیگا تو ایک دنبہ کفارے مین دیگا اور اگر شیر محرم پر حملہ کریگا اور وہ دفع کے قصد مین مار ڈالیگا تو کچھ کفارہ نہین اور یہ قول موافق ایک ایسی روایت کے ہے کہ جسمین ضعف ہے اور بونہین اس جانور کے مارنے مین کفارہ نہین ہے جو پالو اور جنگلی جانور سے ملکر پیدا ہوا ہو اور اس حلال جانور سے پیدا ہوا ہو کہ جسکا شکار محرم پر حلال ہو اور اس جانور سے کہ جس کا شکار محرم پر حرام ہو ملکر پیدا ہوا ہو اور اگر یہ کہین کہ اسمین یہ لحاظ کرینگے کہ اگر عرفین اسپر محلل جانور کے نام کا اطلاق ہو تو اسکا حکم رکھتا ہے اور اگر محرم کے نام کا اطلاق ہو تو اس کا حکم رکھتا ہے تو یہ بہتر ہوگا اور سانپ اور بچھو اور چوہے کے مارنے مین اور چیل اور کوے کو ایک پتھر مارنے مین کوئی مضائقہ نہین اور پسو کے مارنے مین کوئی مضائقہ نہین اور بھڑ کے مارنے مین تردد ہے اور منع موجہ ہے اور اگر دھوکے سے بھڑ کو مار ڈالے تو کوئی کفارہ نہین اور اگر عمداً مار ڈالے گا تو صدقہ دیگا گو ایک ہی انجل گیہون ہون اور محرم کو فاختہ کا مول لینا اور قُبّی کا کہ ایک پرندہ کالے رنگ کا سرخی مارتے فاختہ کے برابر ہوتا ہے مول لینا اور ان دونون کا مکہ سے باہر لیجانا ایک روایت پر جائز ہے اور انکا مارنا اور کھانا محرم کو جائز نہین دوسری قسم شکار کے وہ جانور ہین جو کفارہ رکھتے ہین اور یہ بھی دو قسم ہین پہلی قسم وہ جانور ہین کہ جنکے کفارے کا بدلا ہوا اور یہ وہ ہین کہ جنکے لیے پانون چوپائے جانور کی مثل ہون اور یہ پانچ طرح کے ہین پہلی شترمرغ ہے کہ اسکا نظیر چوپایون مین اونٹ ہے کہ اسکے مارنے مین ایک اونٹ دے اور اگر اونٹ نہ ملے تو اسکے دامون کے گیہون لیکر محتاجون کو تقسیم فی آدمی دو دو مد بانٹ دے اور اگر اسکی قیمت ساٹھ محتاجون سے زیادہ ہو تو ساٹھ کو دینا واجب ہے اور زیادہ واجب نہین اور اگر ساٹھ سے کم ہو تو اسیقدر کو دے گو ساٹھ محتاجون کو نہ پہونچے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ہر دو دو مد کے بدلے مین ایک ایک دن کا روزہ رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو اٹھارہ دن کے روزے رکھے اور شترمرغ کے بچے کے مارنے مین دو روایتین ہین ایک مین بڑے شترمرغ کی طرح اونٹ کفارہ ہے اور دوسری مین اونٹ کا بچہ ہے اور یہی اشبہ ہے دوسری نیل گائے اور

گورخر مین کہ انمین سے کسی ایک کے مارنے کے کفارے مین پالو گائے ہے اور اگر نہ مل سکے تو اُسکی
قیمت کے گیہون لیکر ہر محتاج کو دو دو مد کے حساب سے صدقہ دے اور تیس محتاجون سے زیادہ کا
دینا واجب نہین اور اس سے بھی عاجز ہو تو ہر ایک دو دو مد کے بدلے مین ایک ایک دن کا روزہ
رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو نو دن کے روزے رکھے تیسری ہرن مین ایک ہرن کے مارنے مین
ایک دنبہ دے اگر اس سے عاجز ہو تو اُسکے دامون کے گیہون خرید کرکے فی محتاج دو دو مد کے
حساب سے صدقہ دے اور دس محتاجون سے زیادہ کا دینا واجب نہین اور اگر اس سے بھی عاجز
ہو تو ہر دو دو مد کے بدلے ایک ایک دن کا روزہ رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو تین دن
کے روزے رکھے اور لومڑی اور خرگوش کے مارنے مین ایک دنبہ ہے اور یہی روایت ہے
اور بعضون نے کہا ہے کہ اسکا کفارہ وہی ہرن کے مارنے کا کفارہ ہے اور یہ جو تینون کفارہ
کے بدلے لکھے گئے ہین بعضے فقہا کے نزدیک اختیاری بدل ہین خواہ مبدل منہ یعنی جسکے بدل
ہین اُسے کرے یا بدل کرے اور بعضے فقہا ترتیبی کہتے ہین کہ جب مبدل منہ سے عجز ہوگا تب بدل
کو کریگا اور یہی اظہر ہے چوتھی قسم شترمرغ کے انڈے توڑنے مین جبکہ انمین بچہ ہلتا ہو تو اُسکے
کفارے مین ہر انڈے کے لیے ایک ایک اونٹ کا بچہ ہے جسنے ایک سال بھر کر دوسرے سال
مین پانون رکھا ہو اور اگر بچے کے ہلنے سے پہلے توڑا ہو تو اُسکا کفارہ یہ ہے کہ ہر انڈے کے عوض
مین اونٹ کو اونٹنی پر چھوڑے اور اُس سے جو پیدا ہو اُسے ہدی کرے اور اگر اس سے عاجز ہو تو
ہر انڈے کے عوض مین ایک دنبہ دے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو دس محتاجونکو طعام دے اور اگر
اس سے عاجز ہو تو تین دن کے روزے رکھے پانچوین قسم مرغ سنگ خوار اور چکور کے انڈے توڑنے
مین جبکہ بچہ ہلتا ہو تو انمین سے ہر ایک کے ہر انڈے کے توڑنے مین ایک بکری کا بچہ ہے اور بعضے فقہا
نے کہا ہے کہ ہر انڈے کے عوض مین ایک دودھ والی دنبی یا بکری ہے اور ہلنے سے پہلے توڑنے
مین انکی گنتی کے برابر بکرے کو بکری پر چھوڑے پس جو پیدا ہو اُسے ہدی کرے اور اگر اس سے
عاجز ہو تو شترمرغ کے انڈے توڑنے کا کفارہ جسطرح کہ مذکور ہوا ہے دے دوسری قسم اُن جانورون
کی ہے کہ جنکے کفارے کے لیے کوئی مخصوص بدلا نہین اور وہ پانچ طرح کے ہین پہلی طرح حمام
ہین اور یہ وہ جانور ہین جو منہ سے پیاپے آوازین نکالتے ہین اور پانی پر منہ رکھکے پانی پیتے ہین

جیسے کبوترا اور فاختہ ہے نہ مثل مرغ کے اور نہ چڑیا کے کہ یہ پانی کو اُٹھا لیتے ہین اور چونچ کو اونچا کرکے پانی اُتارتے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ حمام نام اُس ایک جانور کا ہے کہ جسکے طوق ہوا کرتا ہے اُسکے مارنے مین ایک دنبہ ہے اگر محرم حل مین مارے اور اگر محل حرم مین مارے تو ایکدرہم ہے اور اگر اُسکے بچے کو حل مین مارے تو ایک بکری کا بچہ دے اور اگر محل حرم مین مارے تو آدھی درہم دے اور اگر محرم حرم مین مارے تو اُسپر دو کفارے جمع ہونگے اور کبوتر کے بچہ کے ہلتے انڈے کے توڑنے مین ایک بکری کا بچہ ہے اور بچہ ہلنے سے پہلے اگر محرم حل مین توڑیگا تو ایکدرہم دیگا اور اگر محل حرم مین توڑیگا تو پاؤ درہم دیگا اور اگر محرم حرم مین توڑیگا تو اُسپر ایک درہم اور پاؤ درہم لازم ہے اور پالو کبوترا اور حرم کے کبوتر قیمت مین برابر ہین اگر اُنھین حرم مین مارے مگر حرم کے کبوتر کی قیمت مین شرع یہ ہے کہ اُسکا دانہ حرم کے کبوترون کیلیے مول لے دوسری فرع ہر ایک مین مرغ سنگ خوار اور چکور اور تیتر سے وہ بکری کا بچہ ہے کہ جو دودھ چھوڑ کر چرنے لگا ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ دودھ چھوڑنے سے دودھ چھوڑنے کا سن مراد ہے اور وہ چار مہینے کا ہے خواہ دودھ چھوڑا ہو یا نچھوڑا ہو تیسری ساہی اور سوسمار اور جنگلی چوہے مین سے ہر ایک کے مارنے مین ایک بزغالہ ہے چوتھی چڑیا اور چکاوک اور صعوہ دُم ہلاتے پرندون مین سے ہر ایک کے مارنے مین ایک مد گیہون ہین۔ پانچوین ٹڈی کے مارنے مین ایک چھوارہ ہے اور راظہر یہ ہے کہ ایک کف بھر گیہون دے اور یہی حکم جون کو اپنے بدن سے گرا دینے مین ہے اور بہت سی ٹڈیان مارنے مین ایک بکری قربانی کرے اور اگر بچانا ممکن نہو اسطرح سے کہ راہ پر ہون تو کوئی گناہ نہین ہے اور اُسپر کوئی کفارہ بھی نہین ہے اور مراد حفاظت نہ ممکن ہونے سے یہ ہے کہ اپنے اُنکے مارنے سے بچانے مین بڑی مشقت ہو کہ عادت اُس مشقت کی متحمل نہو اور جس جانور کے مارنے مین شرع مین کوئی فدیہ مقرر نہو تو اُس کے مارنے مین فدیہ اُسکی قیمت ہی یعنی اگر محرم حل مین اور محل حرم مین اُسے مارے تو اُسکے کفارے مین اُسی کی قیمت دے اور اگر محرم حرم مین مارے تو کفارہ دو چند دیگا اور یہی حکم اُن انڈون مین ہے کہ جنھین فدیہ مقرر نہین تو اُسکا بھی کفارہ اُسکی قیمت ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اروک اور قاز اور کلنگ کے مارنے مین کفارہ ایک دنبہ ہے اور یہ دعوی بے دلیل ہے یہان پانچ فرعین ہین پہلی فرع جو عیب دار جانور جیسے ہاتھ ٹوٹے پانون لوٹے کانے کو مارے تو اُسکے فدیہ مین صحیح دے

اور اگر اسی کی طرحکا دے تو بھی جائز ہے اور نر کے فدیہ مین مادین اور نر دونون جائز ہین اور اسیطرح
پر مادین کے فدیہ مین مادین اور نر دونون جائز ہین اور اگر مادین کے فدیہ مین مادین اور نر کے
فدیہ مین نر ہو تو بہتر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ عیبدار جانور کے فدیہ مین
عیبدار جانور کے دینے کے جواز کیواسطے عیب مین تساوی شرط ہے بس کانے کے بدل لنگڑا نہین دیسکتا ہے
اور اگر کانے کے بدل کانا دین تو جائز ہے گو ایک کی داہنی آنکھ اور دوسرے کی بائین آنکھ نہو اور اسیطرح لنگڑے کے
بدل لنگڑا دیسکتا ہے کہ ایک کا داہنا اور دوسرے کا بائیان نکما ہو دوسری فرع جس جانور کو صید کے عوض مین
دین اسکی قیمت کا اعتبار اسکے نکالنے کے وقت کا ہے یعنی جو کچھ کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ بعضے
جانورون کے بدلے مین انکی مثل ہین اور اگر موجود نہو تو اسکی قیمت سے مراد اسکے اخراج کے وقت کی ہے
اور جس جانور کا مثل نہین ہے تو اسکا فدیہ اسکی قیمت اسکے تلف کرنے کے وقت کی ہے تیسری
فرع جو ایسے جانور کو مارے جو گابھن ہو اور شتر عین مثل کفارہ ہو تو چاہیے کہ وہ مثل بھی گابھن ہو اور
اگر بہم نہ پہونچے تو گابھن کی قیمت دے چوتھی فرع جبکہ کسی گابھن شکار کو مارے بس وہ زندہ
بچہ ڈالدے اور دونون مرجائین تو ان کا فدیہ مثل اسکے دے جیسا کہ مذکور ہوا اور چھوٹے بچہ کا
فدیہ چھوٹا بچہ دے اور اگر دونون زندہ رہین اور کوئی عیب اسے انہین نہوگیا ہو تو کچھ فدیہ نہین
اور اگر معیوب ہو جائے تو اسکی قیمت کا تفاوت دے اور اگر ایک مرجائے اور ایک زندہ رہے تو مردے کا
فدیہ دے اور زندے کا فدیہ نہ دے اور اگر مارے مردہ بچہ ڈالدے تو اسکی قیمت لازم ہے یعنی قیمت کا
تفاوت اسطرحپر کہ حامل کی قیمت اور غیر حامل کی قیمت کرینگے اور دونون قیمتون کے تفاوت کو فدیہ دین کے
پانچوین فرع جو کہ محرم کسی جانور کو مارے اور شک کرے اسمین کہ یہ شکار تھا یا نہ تھا تو اسکا ضامن یعنی ذمہ دار نہین
دوسری فصل ضمان یعنی ذمہ داری کے موجبون مین ہے یعنی ان امرون مین ہے کہ جنکے سبب
شکار کا کفارہ لازم ہوتا ہے اور وہ تین چیزین ہین ایک شکار کے تلف کی مباشرت یعنی کام کرنا دوسرے سبب تلف
کرنا تیسرے ہاتھ بس تلف کرنا مارنا شکار کا ہے کہ اسکے فدیہ کا موجب ہے بس اگر اسمین سے کھالے
تو دوسرا فدیہ بھی لازم ہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ فدیہ اسکا دے کہ جسے مارا ہے اور جسے کھایا ہے اسکی
قیمت بھی دے اور یہی قول موجہ ہے اور اگر کوئی تیر یا پتھر یا اسکی طرحکی کوئی چیز کسی شکار کو مارے
اور وہ اسے لگے مگر کچھ اثر نکرے تو کچھ فدیہ نہین ہے اور اگر اسے زخمی کردے اور اسکے بعد اسے

اچھا ہو دیکھے تو اُسکی قیمت کے تفاوت کا ذمہ دار ہوگا اِسطرح کہ اُسکے صحیح کی قیمت کرینگے اور مجروح کی بھی قیمت کرینگے اور دونون قیمتون کے تفاوت کو تصدق کردیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ صحیح کی قیمت کی چوتھائی دیگا اور اگر اُس شکار کا حال معلوم نہو کہ صحیح سالم ہے یا نہین تو اُسے پورا فدیہ دینا لازم ہے اور یہی حکم ہے اگر نہ معلوم ہو کہ ضرب نے اُسمین اثر کیا ہے یا نہین اور روایت مین وارد ہوا ہے کہ اگر ہرن کے دونون سینگون کو توڑ ڈالے تو ہرن کی آدھی قیمت دے اور اسی طرح دونون سینگون مین سے ہر ایک کے لیے چوتھائی قیمت دے اور اسیطرح پر دونون پانؤن مین سے ہر ایک کے لیے حکم ہے اور اس روایت مین ضعف ہے اور اگر ایک جماعت محرمون کی ملکر شکار کرے تو اُنمین سے ہر ایک پورا فدیہ دیگا اور جو شخص کسی جانور کو پکڑے اور زمین پر دے مارے یعنی اسطرح دے مارے کہ وہ جانور مرجائے تو اُسپر ایک بکری اور اُس جانور کی قیمت دینا واجب ہے دونون اس سبب سے کہ حرم مین مار ڈالا ہے اور قیمت اس سبب سے کہ اُس پرندے کو حقیر کرکے زمین پر مارا ہے اور جو شخص کہ ہرن کا دودھ حرم مین پیے تو اُسے ایک بکری اور دودھ کی قیمت دینا لازم ہے یعنی جس صورت مین کہ محرم ہو اور اگر محل ہونیکے حال مین کسی شکار کو تیر مارے اور احرام کے حال مین اُسکے لگے تو اُسکا ذمہ دار نہین اور اگر اپنے سر پر کچھ رکھے کہ وہ جوئون کو مارے اور اسکے بعد احرام باندھے اور یہ چیز جوئون کو مارے تو ذمہ دار نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس حکم کو اس سے مقید کرنا سزاوار ہے کہ جسکا دور کرنا احرام کے بعد ممکن نہو اسلیے کہ اگر دور کرنا ممکن ہوگا تو اُسکا دور کرنا واجب ہے اور نہین تو کفارہ لازم آئیگا اور یہی حکم ہے کہ اگر محل ہونے کے حال مین شکار کے لیے جال بنائے اور لگائے اور اُسکے بعد احرام باندھے اور اگر پانی کے واسطے کنوان کھودے تو ظاہرا اُسکا بند کرنا اُسپر واجب نہین اور اگر شکار کے لیے کھودے اور پھر محرم ہو تو شبکہ کا حکم رکھتا ہے دوسرا موجب دست تصرف ہے جو شخص کہ اُسکے پاس کوئی شکار ہو اور وہ احرام باندھے تو اُسکی ملکیت اُس شکار پر سے اُٹھ گئی اور اُسپر واجب ہے کہ اُسے چھوڑ دے اور اگر چھوڑ دینے سے پہلے مرجائیگا تو اُسپر اُسکا تاوان دینا لازم آئیگا اور اگر وہ شکار اُس سے دور ہو یعنی اُسکے ساتھ نہو اور اُسکے اہل کے پاس ہو تو اُسپر سے اُسکی ملکیت نجائیگی اور اگر ایک محرم ایک شکار پکڑے اور دوسرا

محرم اُسے ذبح کرے تو ہر ایک پورے پورے فدیہ کا ذمہ دار ہے اور اگر یہ کام حرم میں کرینگے تو دونا فدیہ دینگے جبتک کہ فدیہ اونٹ نہو گا اسلیے کہ اگر فدیہ اونٹ ہے تو اُسکے لیے دوچند نہیں ہے اور اگر دونوں محل ہوں اور حرم میں شکار کریں تو فدیہ دونا نہو گا اور اگر ایک محرم ہو اور دوسرا محل ہو تو محرم پر دونا اور محل پر اکہرا فدیہ دینا واجب ہے اور اگر محرم شکار کو حل میں پکڑے اور اُسے محل ذبح کرے تو محرم فدیہ کا ذمہ دار ہو گا اور محل نہو گا اور اگر محرم کسی شکار کے انڈے کو اُسکی جگہ سے اُٹھا لے اور وہ انڈا ضایع ہو جائے تو اُسکا ذمہ دار ہے اور اگر انڈے کے نکالنے کے بعد پھر اُسی جانور کے نیچے رکھدے اور بچہ سالم نکلے تو ذمہ دار نہیں ہے اور اگر محرم کسی شکار کو ذبح کرے تو حکم آپ سے مرے جانور کا رکھتا ہے اور محل پر بھی حرام ہے اور اگر محرم شکار کرے اور محل ذبح کرے تو ویسا حکم نہیں ہے تیسرا موجب سبب ہے اور وہ کئی مسئلوں پر مشتمل ہے پہلا مسئلہ جو کہ حرم کے کبوتر پر اور اُسکے بچے پر اور اُسکے انڈے پر دروازہ بند کرلے تو دروازہ بند کرنے سے اُسکا ضامن یعنی ذمہ دار ہو جائیگا بس اگر یہ سبب جاتا ہے اور اُسے صحیح سلامت چھوڑ دے تو ضامنی ساقط ہو جائے گی اور اگر مر جائیگا تو ایک کبوتر کے بدلے ایک بکری دیگا اور بچہ کے بدلے بچہ بکری کا دیگا اور ہر انڈے کے بدلے ایکدرہم دیگا اگر یہ کام محرم کریگا اور اگر محل کریگا تو کبوتر کے بدلے ایک درہم اور بچے میں آدھی درہم اور انڈے میں پاؤ درہم دیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ضمان اُسی دروازہ بند کرنے سے قرار پاجاتا ہے خواہ ہلاک ہو یا نہو ظاہر حدیث پر نظر کرنے سے مگر پہلا قول اشبہ ہے دوسرا مسئلہ کہا گیا ہے کہ اگر حرم کے کبوتروں کو کوئی اُڑا دے بس اگر پھر کر چلے آئیں تو ایک بکری دے اور اگر پھر کر نہ آئیں تو فی کبوتر ایک بکری دے تیسرا مسئلہ جبکہ دو شخص تیر پھینکیں اور اُن تیروں میں سے ایک تیر لگے اور دوسرا خطا کرے تو اُس تیر انداز پر کہ جسکا تیر لگ گیا ہے جنایت کا کفارہ لازم ہے اور مخطی یعنی جسکے تیر نے خطا کی ہے اور نہیں پہونچا ہے اُسپر بھی یہی کفارہ واجب ہے اسلیے کہ اُسنے بھی مدد کی ہے چوتھا مسئلہ جبکہ چند لوگ آگ جلائیں اور اُس آگ میں کوئی شکار گر پڑے تو اُن میں سے ہر ایک پر اُس شکار کا فدیہ لازم ہے اگر شکار کے قصد سے آگ جلائی ہے اور نہیں تو ایک فدیہ ہے پانچواں مسئلہ اگر کوئی کسی جانور کو تیر مارے اور وہ جانور تڑپے اور بچہ کو یا دوسرے شکار کو مار ڈالے تو اُسپر سب کا فدیہ دینا واجب ہے اِس لیے کہ وہی ان سب کے تلف ہونے کا سبب ہے

چھٹا مسئلہ جو کسی چوپائے جانور کو ہنکائے اگر وہ جانور کسی شکار کو مار ڈالے تو وہ ہنکانے والا اُسکا ضامن یعنی ذمہ وار ہے اور یہی حکم سواری کے جانور کا بھی ہے جو اُسے ٹھہرائے اور اُسوقت وہ چوپایہ کسی جانور کے ہلاک کا باعث ہو اور اگر راہ چلنے مین بھی وہ جانور کسی کو ہلاک کریگا تو جو ہاتھون سے اُسکے ہلاک ہونگے اُنکا سوار ذمہ وار ہے اور پاؤن سے جو ہلاک ہونگے اُنکا ذمہ وار نہین ہے ساتوان مسئلہ کسی جانور کو پکڑے اور اُسکے پکڑنے کے سبب سے اُسکا بچہ مرجائے تو اُسکا ضامن ہے اور یہی حکم ہے اگر کوئی محل ایسے شکار کو پکڑے کہ جسکا بچہ حرم مین ہے آٹھوان مسئلہ اگر کوئی محرم اپنے کسی کتے کو کسی شکار پر چھوڑدے اور وہ کتا اُسے مار ڈالے تو وہ شخص اُسکا ذمہ وار ہے خواہ حرم مین چھوڑا ہو خواہ حل مین اگر حرم مین چھوڑیگا تو دونا فدیہ دیگا نوان مسئلہ جو کسی شکار کو بھگائے بعد اسکے وہ شکار اُس صدمہ سے مرجائے یا اُسے کوئی شکاری جانور پکڑلے تو اُسکے فدیہ کے دینے کا ذمہ وار ہے دسوان مسئلہ جو کوئی شکار کسی جال مین پھنس جائے اور کوئی اُسکے چھڑانے کا ارادہ کرے اور اُس سے وہ ہلاک یا عیب دار ہو جائے تو ذمہ دار ہے گیارھوان مسئلہ جو کسی کے شکار پر رہنمائی کرے اور وہ اُسے مار ڈالے تو وہ اُسکا ذمہ وار ہے۔

تیسری فصل حرم کے شکار کے حکمون مین ہے اور شکار مین محل پر حرم مین وہی حرام ہے جو محرم پر حل مین حرام ہے اور جس تفصیل سے کہ مذکور ہو چکا ہے بس جو کہ حرم مین شکار مارے تو اُسکے ذمے اُس شکار کا فدیہ ہے اور اگر کئی شخص اُسکے مارنے مین شریک ہون تو اُنمین سے ہر ایک پر اُسکا فدیہ ہے اور اِسمین تردد ہے آیا اُس شکار کا جو کہ حرم کیطرف جاتا ہو مارنا حرام ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ حرام ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مکروہ ہے اور یہی اشبہ ہے لیکن اگر اُس جانور کے زخم لگجائے اور حرم مین چلا جائے اور وہان مرجائے تو ذمہ وار ہوگا اور اِسمین تردد ہے اور حرم مین اور بریدہ مین شکار کرنا مکروہ ہے اور بریدہ کہ وہ حرم ہے کہ چار فرسخ کے فاصلے سے حرم کے باہر اشبہ یہ ہے اور اگر کسی شکار کو بریدہ مین کچھ مارے کہ اُسکی آنکھ پھوٹ جائے یا سینگ ٹوٹ جائے تو اُسے صدقہ دینا مستحب ہے اور اگر حل مین کوئی شکار کو بند کرے اور حرم مین داخل ہو تو اُسکا حرم سے باہر لانا جائز نہین ہے اور اگر حل مین ہو اور کسی ایسے شکار کے تیر مارے کہ وہ حرم مین ہو اور وہ تیر اُسے ہلاک کرے تو اُسکا فدیہ دیگا اور یہی حکم ہے کہ اگر حرم مین ہو اور اُس شکار کو تیر مارے جو حل مین ہو اور

وہ تیر اُسے ہلاک کرے اور اگر کوئی حصہ اُس شکار کے اعضا کا حرم میں اور کوئی حصہ حل میں ہو پس اگر تیر اُسکے اُس عضو پر مارے جو حل میں ہے یا حرم میں ہے اور اُس سے وہ مر جائے تو اُسکا ضامن ہے اور اگر شکار کسی درخت کی شاخ پر ہو کہ وہ حل میں ہے اور اُسے تیر مارے تو اُسکے فدیہ کا ضامن ہے جبکہ اُس درخت کی جڑ حرم میں ہوگی اور جو کہ شکار لیکر حرم میں داخل ہو تو اُسپر اُسکا چھوڑ دینا واجب ہے اور اگر اُسے حرم کے باہر لائیگا اور وہ تلف ہو جائیگا تو اُسکا ذمہ دار ہے خواہ وہ شکار اُسکے سبب سے تلف ہو یا اَور کے سبب سے تلف ہو اور اگر کسی شکار کے پر اُکھڑے ہوئے ہوں تو اُسکی حفاظت اُسوقت تک واجب ہے کہ اُسکے پورے پر نکل آئیں اور اُڑ سکے اور اُسکے بعد اُسے چھوڑ دے آیا حرم کے کبوتروں کا شکار کرنا حل میں جائز ہے بعضوں نے کہا ہے کہ ہاں جائز ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہے اور یہی احوط ہے اور جو حرم کے کبوتر کا کوئی پر اُکھیڑ ڈالے تو اُسکو واجب ہے کہ ایک اُنگلی کمعون صدقہ اُسی ہاتھ سے دے کہ جس سے اُسکا پر اُکھیڑا تھا اور جو کسی جانور کو حرم سے نکالدے تو اُسے اُسکا وہاں پھیرلانا واجب ہے اور اگر پھیر لانے سے پہلے تلف ہو جائیگا تو ذمہ دار ہے اور اگر کوئی تیر حل سے مارے اور وہ تیر حرم میں جائے اور وہاں سے اُچٹکر حل میں آئے اور کسی شکار کو ہلاک کرے تو اُسکا فدیہ واجب نہیں اور اگر محل حرم میں کوئی شکار کو حلال کرے تو وہ شکار آپسے مرے ہوئے جانور کا حکم رکھتا ہے اور اگر محل حل میں اُسے ذبح کرے پھر حرم میں لیجائے تو وہ محل پر حرام نہیں اور محرم پر حرام ہے اور محرم کی ملک میں کوئی شکار قول اشبہ پر داخل نہیں ہوتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ ملک میں تو داخل ہوتا ہے مگر اُسپر اُسکا چھوڑ دینا واجب ہے اگر وہ شکار اُس کے پاس موجود بھی ہو

چوتھی فصل شکار کے توابع کے حکموں میں ہے جو شکار کا کفارہ محرم پر حل میں لازم آتا ہے یا محل پر حرم میں لازم آتا ہے ان دونوں کفاروں کا مجموعہ محرم پر حرم میں شکار سے واجب ہوتا ہے یہانتک کہ انتہا اونٹ کے کفارے تک پہونچے کہ اس صورت میں دونا ہوگا اور وہی ایک اونٹ کا دینا رہیگا اور جبکہ محرم سے بھولکر کئی بار شکار ہو تو اُسپر اُنمیں سے ہر ایک کا فدیہ ہے اور اگر عمداً کریگا تو پہلی مرتبہ میں کفارہ دیگا اور پھر جو عمداً کریگا تو اُسکا کفارہ نہیں ہے بلکہ یہ وہ گناہ ہے کہ جسکا بدلا خدا تعالیٰ حقیقی لیگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ کفارہ مکرر ہوگا اور پہلا قول اشبہ ہے اور شکار کے عمداً یا سہواً مارنے سے اُسکا ذمہ دار ہوتا ہے

اور جو کہ تیر کسی شکار کو مارے اور وہ تیر اُس شکار کو توڑ کر دوسرے شکار کے لگے تو اُس شخص پر دو فدیہ واجب ہین اور یہی حکم ہے اگر تیر کسی نشانے پر مارے اور وہ کسی شکار کے لگے تو وہ ذمہ دار ہے اور اگر کوئی مُحل شتر مرغ کا انڈا کسی محرم کے لیے مول لے اور وہ محرم اُسے کھائے تو اُس محرم پر انڈے کے بدلے ایک دنبہ اور اُس محل پر ہر انڈے کے عوض ایک درہم کفارہ واجب ہے اور محرم کی ملک مین شکار نہ تو شکار کرنے سے اور نہ مول لینے سے اور نہ کسی کے بخشنے سے اور نہ میراث سے پہونچتا ہے اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ شکار محرم کے پاس ہو اور اگر اُسکے شہر مین ہو تو اسمین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے کہ اُسکی ملکیت سے باہر نہین ہوتا اور اگر محرم شکار کے گوشت کے کھانے کی طرف مضطر ہو تو کھالے اور فدیہ دیدے اور اگر محرم کے سامنے مُردہ اور شکار دونون ہون اور اُسے اضطرار ہو اگر فدیہ پر قادر ہو تو شکار کو کھائے اور اگر نہو تو مُردہ کو کھائے اور اگر شکار کسی اَور کی ملک مین ہو تو اُسکا فدیہ اُسکے مالک کو دے اور اگر شکار کسی کی ملک مین نہو تو اُسکے فدیہ کو تصدق کرے اور جو فدیہ کہ محرم پر لازم ہو تو اُسے چاہیے کہ ذبح کرے اگر اونٹ ہے تو نحر کرے اگر عمرہ کے احرام مین واجب ہوا ہے تو مکہ مین اور اگر حج کے احرام مین واجب ہوا ہے تو منی مین ذبح یا نحر کرے اور روایت مین وارد ہوا ہے کہ جسپر دنبہ شکار کے کفارے مین واجب ہوا ہے اور اُس سے وہ عاجز ہو تو دس محتاجون کو طعام دے اور اگر اِس سے بھی عاجز ہو تو حج مین تین روزے رکھے اور اگر اِس سے بھی عاجز ہو تو درگاہِ الٰہی مین استغفار کرے تیسرا مقصد احرام کی باقی ممنوع چیزون مین ہے اور ممنوع سات چیزین ہین پہلی عورتون سے متمتع ہونا پس جو اپنی عورت سے آگے وار یا پیچھے وار عمداً احرام ہونے سے واقف ہو کر ہمبستری کریگا تو اُسکا حج فاسد ہو جائیگا اور اُسپر واجب ہے کہ اِس فاسد حج کو پورا کرے اور ایک اونٹ کفارے مین دے اور اگلے سال حج کو بجالائے خواہ یہ فاسد فرض ہو یا سنت ہو اور یہی حکم ہے اگر لونڈی سے احرام کے حال مین ہمبستر ہوا اور اگر اُسکی عورت بھی احرام مین ہو اور اُس سے موافقت کرے تو اُس عورت پر بھی واجب ہے جو اُس مرد پر واجب ہے اور اُس عورت پر اور اُس مرد پر واجب ہے کہ جب اُس جگہ پر کہ جہان ہمبستر ہوئے تھے پہونچین تو افتراق کرین جب تک حج کے کامون سے فارغ نہون جس وقت کہ اُسی رستہ حج کو آئین افتراق کے معنی اِس مقام مین یہ ہین کہ وہ دونون اکیلے مقام مین نہون کہ جہان تیسرا نہو اور اگر مرد نے

عورت پر ہمبستری کے لیے جبر کیا ہے تو عورت کا حج صحیح ہے اور مرد پر دو کفارے ایک اپنی طرف سے
ایک اپنی عورت کی طرف سے دینا واجب ہین اور مرد عورت کی طرف سے کفارے کے سوا کسی
اور چیز کا متحمل نہوگا اور اگر مشعر کے وقوف کے پہلے ہمبستر ہو گو طواف نساء سے پہلے ہو یا طواف نساء کے
تین پھیرے یا اُس سے کم کیے ہون یا وقوف سے پہلے عورت کے آگے وا کے سوا ہمبستری کرے تو ان
دونون صورتون مین اُسکا حج صحیح ہے اور ایک اونٹ کفارہ دینا واجب ہے اور اسپر کچھ اور نہین ہے
تفریع جبکہ حج فاسد کرنے کے سبب سے دوسرے سال حج کرے پھر اُسے بھی فاسد کر ڈالے
تو بھی اُسپر وہی واجب ہے جو پہلے واجب ہوا تھا اور بے ہمبستر ہونے کے منی کے انزال مین ایک
اونٹ کفارہ دینا واجب ہے اور آیا اس سے اُسکا حج فاسد ہوگا اور دوسرے سال مین حج
کی قضا واجب ہوگی بعضے فقہانے کہا ہے کہ ہان اور بعضے کہتے ہین نہین اور یہی قول اشبہ ہے اور
اگر اپنی لونڈی سے جو اُسکے اذن سے احرام باندھے ہے جبرے ہمبستر ہوا اور خود محل ہو تو اُس لونڈی
کی طرف سے اونٹ یا گائے یا دُنبہ کفارے مین دینے کا متحمل ہوگا اور اگر تنگدست ہوگا تو ایک دُنبہ
دیگا یا تین دن کے روزے رکھیگا اور اگر محرم طواف زیارت کے پہلے اپنی عورت سے ہمبستر ہوگا تو اُسپر
ایک اونٹ لازم ہے اور اگر اُس سے عاجز ہو تو ایک بکری دینا لازم ہے اور اگر محرم طواف نساء کے
پانچ پھیرے کر چکے اور پھر ہمبستری کرے تو اُسپر کچھ نہین ہے نہ اگر باقی شوط یعنی پھیرے پورے گا اور بعضے
فقہانے کہا ہے کہ اسقاط مین اور اتمام مین آدھے پھیرون سے بڑھ جانا کافی ہے اور وہ کہ پہلے بیان ہوا
ہے وہی روایت مین وارد ہوا ہے اور اگر کوئی محرم کسی محرم کا کسی عورت سے عقد نکاح کرے اور اُسی
نکاح سے وہ محرم اُس عورت سے ہمبستر ہو تو اُن دونون محرمون مین سے ہر ایک پر مذکور کفارہ ہے اُردو مترجم
کہتا ہے کہ یہ دونون ایک ایک اونٹ کفارہ دینگے اور اپنے حج فاسد کو پورا کرینگے اور اگلے سال مین
قضا حج کی بجا لاوینگے۔ اور یہی حکم ہے اگر عقد کرنیوالا محل ہو تو موافق روایت سماعہ کے اُسپر بھی
کفارہ واجب ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے بیان عمل روایت پر ہے
اسلیے کہ اُسکا مضمون علما مین مشہور ہے اور اسی طرح اُس محلہ عورت پر واجب ہے جو اپنے شوہر کے
احرام باندھنے سے خبردار ہے موافق اسی روایت کے جو عمرہ مفردہ مین سعی سے پہلے ہمبستری کریگا تو حج
اُسکا فاسد ہوگا اور ایک اونٹ کفارہ دینا واجب ہوگا اور اُس عمرہ کی قضا بجا لانا واجب ہوگا اور

بہتر یہی ہے اس سے کہ اگلے ہی مہینے مین قضا بجا لائے اور اگر اپنی عورت کے سوا اَور عورت کی طرف
دیکھے اور انزال ہو تو اُسپر مالدار ہونے پر ایک اونٹ اور متوسط ہونے پر ایک گائے اور تنگدستی پر ایک
بکری دینا واجب ہے اور اگر اپنی عورت کیطرف بے شہوت کی نظر سے دیکھے اور انزال ہو جائے تو اُسپر کچھ
کفارہ نہین اور اگر شہوت کی نظر سے دیکھے اور انزال ہو جائے تو ایک اونٹ کفارہ دینا واجب ہے
اور اگر ملامست بے شہوت کے کرے تو اُسپر کچھ نہین گو انزال بھی ہو جائے اور اگر شہوت سے اپنی
عورت سے مساس کرے تو اُسپر ایک دُنبہ واجب ہے مگر انزال نہو اور جو اپنی عورت کا بوسہ لے تو
اُسپر بھی ایک دُنبہ واجب ہے اور اگر شہوت سے بوسہ لے تو ایک جزور اُسپر واجب ہے اور جزور وہ
اونٹ ہے جو پانچ برس بھر کر چھٹے مین داخل ہوا ہو اور یہی حکم ہے اگر دست بازی سے انزال ہو جائے
اور اگر بیٹے کسی کو ہمبستری کرتے ہوے اور انزال ہو جائے تو بے دیکھے اُسپر کچھ لازم نہین تفریع اگر
سنّت کی نیت سے حج کرے اور اُسے فاسد کر ڈالے اور اسکے بعد مرض کے سبب سے محصور ہو جائے
تو اُسپر حج فاسد کرنے کا ایک اونٹ کفارے مین ہے اور ایک اونٹ محصور ہونے کے لیے ہے
پھر اُسے اگلے سال ایک قضا بجا لانا کافی ہے دوسری منع چیز خشبو کا استعمال ہے بس جو کہ خشبو کا
استعمال کرے اُسپر ایک دنبہ واجب ہے خواہ اُس خشبو سے کپڑے رنگے ہون یا ملا ہو احرام کے بعد
یا احرام کے پہلے کہ وہ خشبو احرام مین بھی ہو یا خشبو کو جلایا ہو یا کھانے مین ڈالا ہو اور کعبہ کی خشبو
مین کوئی مضائقہ نہین اگر وہ محرم کے کپڑون مین لگجائے اور اُسکا ازالہ واجب نہین گو اُسمین زعفران
بھی ہو اور اسیطرح خشبودار میوون مین بھی کوئی مضائقہ نہین مثل ترنج اور سیب کے اور پھولون
کے مثل نیلوفر اور گلاب کے تیسری منع چیز ناخن کٹوانا ہے اور ہر ناخن کٹوانے کے کفارے مین
ایک مد گیہون دینا ہے بس اگر سارے ناخن دونون ہاتھ اور پاؤن کے ایک جلسہ مین کٹوائے
تو ایک دنبہ دے اور اگر دو جلسون مین اسطرح پر کہ ایک مین دونون ہاتھون کے اور دوسرے
مین دونون پاؤن کے کٹوائے تو اُسپر واجب ہے کہ دو دُنبہ دے اور اگر اُسے کوئی ناخن کٹوانے
کا فتوےٰ دے اور اُسکے فتوے پر وہ ناخن کٹوائے اور اُس سے خون نکل آئے تو مفتی پر ایک دنبہ
کفارے کا لازم ہے چوتھی منع چیز سیے کپڑے کا پہننا محرم پر حرام ہے اور اگر پہن لے تو ایک دنبہ کفارہ
دے اور اگر گرمی یا سردی کے بچاؤ کے لیے سیے کپڑے پہننے کی طرف مضطر ہو تو جائز ہے اور ایکدنبہ

كفارہ اسپر لازم ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سیے کپڑے کو ایک مجلس مین پہننے سے ایک كفارہ ہے اور دو مین پہننے سے دو كفارے ہین اور یہی حكم ہے اگر کئی سیونون کے سیے کپڑے پہنے تو اسپر لازم ہے کہ ہر سیون کے مقابل مین كفارہ دے پانچوین منع چیز سر منڈوانا ہے اور سر منڈوانے مین كفارہ ایک دنبہ ہے یا دس مسکینون کو ایک ایک مد گیہون دینا ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ اسمین چھ فقیرون کو دو دو مد گیہون دے یا تین دن کے روزے رکھے اور اگر اپنی داڑھی پر یا سر پر ہاتھ پھیرے اور کوئی بال گرے تو ایک انجل گیہون دے اور اگر نماز کے لیے وضو مین ہاتھ پھیرے اور بال گر پڑے تو اسپر کچھ لازم نہین اور اگر دونون بغلون مین سے ایک بغل کے بال لے تو تین فقیرون کو گیہون دے اور اگر دونون کے لے تو ایک دنبہ لازم ہے اور اگر رستہ چلتے مین اپنے اوپر سایہ کرے تو ایک دنبہ اور یہی حكم ہے اگر کپڑے سے سر کو ڈھانکے یا مٹی لگا کر سر کو چھپائے یا پانی کے اندر سر کو لیجائے یا سر پر ایسی چیز اٹھائے جو اسے چھپالے تو اسپر ایک دنبہ واجب ہے چھٹی منع چیز جدال ہے اور وہ قسم کھانا ہے اور جھوٹی قسم اگر ایک مرتبہ کھائے تو ایک دنبہ اور اگر دو مرتبہ کھائے تو ایک گاے دے اور اگر تین مرتبہ کھائے تو ایک اونٹ دے اور اگر سچ ہو اور تین مرتبہ کھائے تو ایک دنبہ ہے اور اس سے کم مین کچھ كفارہ نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جھوٹی قسم مین قسم کے تعدد کی صورت مین كفارے کے تعدد کا اختلاف مشروط ہے اس سے کہ پہلی قسم کا كفارہ نہ دیا ہو اسلیے کہ اگر پہلی قسم کا كفارہ دے دیا ہوگا اور اسکے بعد دوسری قسم کھائیگا تو ہر ایک قسم کے لیے ایک ایک دنبہ دیگا۔ ساتوین منع چیز حرم کے بڑے درخت کا اکھاڑنا ہے پس اگر بڑے درخت کو اکھاڑے تو ایک گاے دے گو محل ہو اور چھوٹے درختون مین ایک دنبہ ہے اور اگر کوئی ٹکڑا ان درختون مین سے کسی کا توڑے تو اسکی قیمت دے اور صاحب شرائع فرماتے ہین اور میرے نزدیک ان سب مین تردد ہے اور اگر کوئی درخت حرم کا اکھاڑے اور پھر لاکر وہین لگادے اور وہ سوکھ جائے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ اسکا ضامن یعنی ذمہ وار ہے اور گھانس اکھیڑنے مین کوئی كفارہ نہین ہر چند کہ گنہگار ہوتا ہے اور جو شخص کہ خشبودار تیل کا احرام مین استعمال کرے گو ضرورت سے استعمال کیا ہو تو بعض کے قول پر اسپر ایک دنبہ ہے اور یہی حكم اس شخص کا ہے جو اپنے دانت لو اکھاڑ ڈالے اور

اِن سب مین تردد ہی اور جائز ہے اُس چیز کا کھانا کہ جس مین خشبو نہو روغنون سے جیسے گاے کا گھی اور تلی کا تیل ہے اور تیل ملنا جائز نہین خاتمہ اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ مختلف اسباب کفارے کے وجوب کے جمع ہون جیسے سیے کپڑے کا پہننا اور ناخن کٹوانا اور خشبو کا استعمال کرنا ہے تو ہر ایک کا کفارہ لازم ہی خواہ ایک وقت مین دے خواہ دو وقتون مین دے خواہ پہلے فعل کا دیا خواہ ندیا ہو دوسرا مسئلہ جبکہ کئی مرتبہ عورت سے ہمبستر ہو تو ہر مرتبہ کے لیے کفارہ دیگا اور اگر کئی مرتبہ سر منڈوائے پس اگر ایک وقت مین ہے تو کفارہ مکرر نہوگا اور اگر دو وقتون مین ہے تو کفارہ مکرر ہوگا اور اگر محرم کئی بار سیا کپڑا پہنے یا خشبو کا استعمال کرے تو اگر ایک مجلس مین یہ تکرار ہوئی ہے تو کفارہ مکرر نہوگا اور اگر کئی جلسو نمین یہ تکرار استعمال وغیرہ کی ہوئی ہے تو کفارہ بھی مکرر ہو جائیگا تیسرا مسئلہ اگر محرم پہنے یا کھاے وہ چیز کہ جسکا پہننا یا کھانا اُسے جائز نہین تو اُسے ایک دنبہ کفارہ دینا واجب ہے چوتھا مسئلہ کفارہ ساقط ہو جاتا ہی اُس شخص پر سے جو مسئلہ کو نجانتا ہو یا بھولے سے اُسنے کیا ہو یاد ہو مگر شکار کا کہ وہ لازم ہی ہے ہر چند کہ وہ سہو سے بھی کرے

کتاب العمرہ

یہ کتاب عمرہ کے بیان مین ہے اور عمرہ کے معنی لغت مین زیارت کے ہین اِسلیے کہ عمارہ اپنی زیارت کے سبب سے تعمیر مکان کرتا ہے اور شرع مین اُن مخصوصہ عبادتون کو کہتے ہین کہ جنھین میقات اوکے مین بجالاتے ہین اور یہ بھی اُسپر واجب ہوتا ہی کہ جسپر حج واجب ہوتا ہی اور صورت عمرہ کی یون ہے کہ پہلے اُس میقات سے کہ جس سے احرام باندھنا جائز ہے احرام باندھے اور اسکے بعد مکہ مین داخل ہو پھر طواف کرے اور نماز طواف کے بعد دو رکعتین پڑھے پھر صفا اور مروہ مین سعی کرے اور تقصیر کرے یعنی ناخن اور بال کتروائے اور عمرہ کے وجوب کی بھی وہی شرطین ہین جو حج کے وجوب کی شرطین ہین اور جب شرطین متحقق ہونگی تو عمر بھر مین ایک مرتبہ واجب ہوگا اور کبھی عمرہ نذر سے اور شبہ نذر سے کہ عہد و قسم ہے واجب ہوتا ہے اور کبھی اجارہ کرنے سے اور عمرہ کے فاسد کرنے سے اور حج کے فوت ہونے سے جو حج کا احرام باندھے ہو واجب ہوتا ہے اِسلیے کہ اُسپر واجب ہے کہ عمرہ مفردہ سے مکہ مین داخل ہونے کے سبب سے محل ہو جائے اِس شرط سے کہ کوئی شرعی عذر نہ رکھتا ہو جیسے آقا کی بے اجازت کا

بغیر

بندہ نہو یا لڑائی کے لیے داخل ہو یا لکڑہارون کی طرح جسے بہت آمد و رفت رکھتا ہو اور عمرہ کے اسباب کے کئی بار پائے جانے سے عمرہ کئی بار واجب ہوتا ہے اور عمرہ کے آٹھ فعل ہین نیّت اور احرام باندھنا اور طواف اور دو رکعت نماز طواف اور سعی اور تقصیر اور طواف نساء اور طواف نساء کی دو رکعت نماز اور عمرہ کی دو قسمین ہین ایک عمرہ تمتع ہے دوسرا عمرہ مفردہ اور پہلی قسم اُن لوگون پر واجب ہے جو مکہ کے رہنے والے نہون اور عمرہ کا بجالانا حج ہی کے مہینون مین صحیح ہے اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہین اور عمرہ تمتع سے عمرہ مفردہ ساقط ہو جاتا ہے اور اسمین تقصیر یعنی بالونکا کم کرنا یا ناخن کتروانا لازم ہے اور سر مُنڈوانا جائز نہین اور جو عمرہ تمتع مین سر مُنڈوائیگا اُسے ایک دنبہ کفارہ دینا لازم ہے اور اسمین طواف نساء واجب نہین اور جو لوگ مکہ کے رہنے والے ہین انکو عمرہ مفردہ واجب ہے اور سال کے سب دِنون مین درست ہے اور سال بھر کے عمرہ مفردہ سے بہتر ہے جسے ماہ رجب مین بجالائین اور جو کہ عمرہ مفردہ کا احرام باندھے اور مکہ مین داخل ہو تو اُسے اسکی نیت کا عمرہ تمتع کی نیت سے بدلنا جائز ہے اور قربانی لازم ہو جائیگی اور اگر عمرہ مفردہ حج کے مہینون کے سوا کا ہوگا تو اسکی نیّت کا عمرہ تمتع کی نیّت سے بدلنا جائز نہین اور جو عمرہ تمتع کی نیّت سے مکہ مین داخل ہو تو اُسے بے حج کیے مکہ سے باہر نکلنا جائز نہین اِسلیے کہ اُسکا احرام حج سے مربوط ہے اور ایک دوسرے پر مترتب اور ایک دوسرے کا مثل جزء کے ہے ہان اگر اسطرح سے نکلے کہ جس سے نئے احرام باندھنے کی ضرورت نہ پڑتی ہو تو نکلنا جائز ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اسطرح سے باہر نکلے اور پھر آئے کہ اُسکے محل ہونے کا مہینا نگزرنے پائے۔ اور اگر نکلے اور نئے سرے سے عمرہ تمتع کرے تو حج تمتع اخیر عمرہ کے مقارن بجالائے اور ہر مہینے مین عمرہ مفردہ مستحب ہے اور دو عمرون کے بیچ مین کم سے کم دس دن کا فاصلہ کرنا چاہیے اور جن دو عمرون کے بیچ مین دس دن سے کم کا فاصلہ ہو وہ مکروہ ہین اور بعضے فقہانے حرام کہا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور عمرہ مفردہ سے محل ہو جاتا ہے ناخن کٹوانے سے یا بال کتروانے سے اور اِس مین سر کا مُنڈوانا افضل ہے بس جبکہ تقصیر یعنی ناخن یا بال کٹوا چکے گا یا حلق یعنی سر مُنڈوا لے گا تو جو جو چیزین اُسپر احرام باندھنے سے حرام ہوئی ہین حلال ہو جائین گی مگر عورتین حلال نہونگی پھر اسکے بعد طواف نساء کرے کہ عورتین بھی حلال ہو جائین اور طواف نساء

سعی کے بعد ہر عمرہ کرنیوالے پر عمرہ مفردہ مین واجب ہے خواہ عمرہ کرنیوالا مرد ہو یا عورت ہی ہو اور خواجہ سرا ہو اور بچہ ہو اور عمرہ بھی واجب فوری ہے تاخیر اس مین جائز نہین

کتاب الجہاد

یہ کتاب جہاد کے بیان مین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب تنقیح نے فرمایا ہے کہ جہاد مین ایسی دو خاصیتین ہین کہ وہ اور عبادتون مین نہین ہین ایک یہ کہ نیابت زندہ ہی کی طرف سے قبول کرتی ہے مُردہ کیطرف سے جہاد مین نیابت نہین ہوتی ہے دوسری خاصیت یہ ہے کہ جب جہاد جائز ہوتی ہے تو اُسکا بجالانا واجب ہوتا ہے اسکا جواز وجوب سے جدا نہین ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ جہاد جیم کے زبر دار جہد سے فعال ہے اور اسکے معنی لغت مین مشقت کے ہین یا اُس جہد سے ہے کہ جسکے جیم کو پیش اور زیر ساتھ ہی ہے اور اُسکے معنی وسعت اور طاقت کے ہین اور شرع مین مشرک اور باغیون کی لڑائی مین وجہ خاص پر جان اور مال وغیرہ سے کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہین اور شیخ شہید علیہ الرحمہ نے جہاد کی یون تعریف کی ہے کہ کلمہ اسلام کے بلند کرنے مین اور ایمان کے شعار قائم کرنے مین جان اور مال کا صرف جہاد ہے تو پہلے کلمہ اسلام کے بلند کرنے مین مشرکون کی جہاد داخل ہوتی ہے اور ایمانکے شعارون کے قائم کرنے مین باغیون کی جہاد شامل ہوتی ہے۔ اور جہاد کے رکن چار ہین۔

پہلا رکن اُن لوگون مین ہے جنپر جہاد واجب ہوتی ہے اور جہاد ہر بالغ عاقل آزاد مرد بہت بڈھے کے سوا پر واجب ہے بس جہاد نتو نابالغ لڑکے پر اور نہ دیوانے پر اور نہ عورتون پر اور نہ بندے پر واجب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بندے کو ہرچند آقا جہاد کی تکلیف دے اُسے جہاد کرنا واجب نہین اسلیئے کہ آقا بندے کی شرعیہ تکلیفون کا مالک نہین مگر بندے پر بھی دو مقامون مین جہاد واجب ہے ایک اُس جگہ پہ جہان مسلمانون پر ایسی جماعت غالب آجائے کہ جس سے فریضہ اسلام پر ہونچے تو ایسی صورت مین بندون پر بلکہ عورتون پر بھی جہاد واجب ہو جاتی ہے دوسرے جس مقام مین اپنی جان کا ڈر ہو تو ایسی صورتین جان بچانے کے لیئے واجب ہی کہ جہاد کرے گو اُسکا آقا منع بھی کرتا ہو۔ اور جہاد کفائی واجب

اِن معنوں سے ہے کہ جب بعض جہاد پر اقدام کرینگے تو بعضوں سے ساقط ہو جائیگی اور جہاد کی صحت مین امام علیہ السلام کا وجود یا اُن حضرت کے نائب کا وجود کہ جسے حضرت نے جہاد کے لیے مقرر فرمایا ہو شرط ہے اور امام علیہ السلام کے وجود سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت ظاہر ہوں اور امامت کے امور مین تصرف پر قادر ہوں اور جہاد واجب عینی کسی پر نہین ہوتی ہے مگر جسے امام علیہ السلام خاص جہاد کی کسی مصلحت سے دشمنون کے مقابلہ مین جہاد کرنیوالون کی کوتاہی سے اور بےاجتماع کے انکی دفع دشوار ہو نہیں طلب فرمائین یا خود وہی نذر اور شبہہ نذر یعنی عہد اور قسم سے اپنے اوپر واجب کرے اور کبھی دشمنون سے لڑنا شر کے دفع کرنے کے واسطے واجب ہوتا ہے جیسے کوئی مسلمان حربی کافرون مین ہو اور اُنپر کوئی دشمن چڑھے اور یہ ڈرے کہ مبادا مجھے بھی جانی یا مالی اذیت پہونچ جائے تو ایسے وقت مین یہ مسلمان اُس دشمن کو اپنے سر سے دفع کرنے کے لیے اُن حربی کافرونکی مدد کرے تو یہ جہاد نہین کہلاتا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ یہان دشمن سے کافر دشمن مراد ہے اسلیے کہ اگر مسلمان دشمن حربی کافر پر آئے اور ایک مسلمان اُنمین ہو تو اُسے اُن حربی کافرون کی مدد کرنا جائز نہین اور اگر کافر اُن کافرون پر غلبہ کرین تو اُس مسلمان کو اپنے نفس سے شر دور کرنے کے لیے اُس کافر کی لڑائی مین اُن کافرون سے موافقت کرنی جائز ہے اور یہ اِن معنون کی جہاد نہین کہ ایسی لڑائی سے بھاگنا جائز نہو یا مقتول کا غسل دینا اور کفن دینا جائز نہو اور ایسی لڑائی مین اپنے نفس سے دفع کرنے کی نیت کرے اور کافرون کی مدد کی نیت نکرے اسیطرح جو شخص جسے اپنی جان کا ڈر ہو تو اُسے دشمن سے محاربہ کرنا واجب ہے خواہ غلبہ کا گمان ہو یا نہو یا مال کا ڈر ہو تو اس صورت مین اس شرط سے لڑیگا جب کہ اپنے اور اپنے مال کے سلامت رہنے کا گمان غالب ہوگا اور جہاد کا وجوب چار عذرون سے ساقط ہوتا ہے ایک نابینائی ہے کیونکہ اندھون پر جہاد واجب نہین دوسرا زمین گیر ہونا یعنی زمین سے ہل نسکنا اور زمین پر کھڑے نہو سکتا ہے تیسرا وہ مرض ہے کہ جسکے سبب سے سوار ہونے پر اور دوڑنے پر قدرت نہو چوتھا وہ فقر ہے کہ جس سے راہ جہاد مین اپنے اور عیال کے قوت سے اور ہتھیار مہیا کرنے سے عاجز ہو اور یہ عجز اشخاص کے احوال کے اختلاف کے موافق مختلف ہوا کرتا ہے تین فرعین - پہلی فرع جبکہ کسی مجاہد پر کسیکا قرضہ ہو کہ جسکی ادا کا وعدہ نہ پہونچا ہو تو اُس قرضخواہ کو ایسے قرضدار مجاہد کا جہاد سے روکنا نہین پہونچتا ہے اور اگر قرض کی میعاد پوری ہو گئی ہو اور اس

قرضدار کو اُسکے ادا کرنے کی قدرت نہو تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ اُس قرضخواہ کو اُس قرضدار کا جہاد کے جانے سے روکنا پہونچتا ہو اور اپنے قرض کے ادا کرنے کی تکلیف دے سکتا ہے مگر یہ قول شرع کے قواعد سے بعید ہے دوسری فرع ماں باپ کو جہاد میں جانے سے اپنے بیٹے کا روکنا پہونچتا ہے جبتک کہ اُسپر جہاد واجب عینی نہوئی ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مسلمان ماں باپ کو اپنے بیٹے کو جہاد مین جانے سے منع کرنا اس شرط پر پہونچتا ہے کہ اُسپر خاص وہ جہاد واجب نہوئی ہو اور اگر ماں باپ کافر ہوں تو اُنکی اطاعت اور اجازت واجب نہین اور دادا دادی بھی اقوی قول کی ماں باپ کے حکم مین ہین اور سارے مباح سفرؤں مین خواہ سنت یا واجب کفائے ہوں ماں باپ کی اجازت بھی شرط ہے پس عینیہ واجبات کے علم کی تحصیل کے لیے جیسے عقائد ایمان کا جاننا ہے اور روزہ اور نماز کے آداب کا سیکھنا ہے کہ ہر مکلف پر انکا جاننا واجب ہے اور اُس شہر مین کوئی معلم نہو تو ماں باپ کی بے اجازت سفر کر سکتا ہے اور کفائی واجبوں کے لیے جیسے فقہ کا سیکھنا اور فقاہت کی تحصیل ہے کہ ہر مکلف پر واجب نہین بلکہ کفائی واجب ہے تو سفر کے اختیار کرنے مین ماں باپ کی اجازت ضرور ہے تیسری فرع لڑائی کی کشش کے وقت نئے عذر کے پیدا ہونے سے لڑائی کا فرض ساقط نہوگا اور اسمین تردد ہے مگر جبکہ لڑائی مین قیام سے عجز طاری ہو اور جبکہ محتاج کو اُسکی احتیاج کی چیزین دینگے تو اُسپر دشمنوں سے جہاد مین محاربہ کرنا واجب ہو جائیگا اور اگر اجرت کے طور پر دین تو قبول کرنا اُسپر واجب نہین اور جو کہ اپنی ذات سے جہاد کرنے مین عاجز ہو اور وہ مالدار ہو تو اُسپر دوسرے شخص کو اُجرت دیکر بھیجنا واجب ہے اور بعضوں نے سنت کہا ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر خود جہاد کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور دوسرے کو بھیجدے تو جبتک اُسپر جہاد عینی واجب نہوگی جہاد اُس سے ساقط رہیگی اور حرام مہینوں مین جہاد کرنا حرام ہے اور یہ چار مہینے ذیقعدہ ذیحجہ محرم رجب ہین مگر جبکہ دشمن اپنی طرف سے ان مہینوں مین پہل کرین یا دشمن ان مہینوں کی حرمت کا اعتقاد نہ رکھتے ہوں اور حرم کعبہ مین بھی دشمنوں سے مقابلہ جائز ہے اور ابتدائے اسلام مین حرام تھا پھر منسوخ ہوگیا اور جو شخص جس شہر مین اپنے اسلام کے شعار کو ظاہر نکر سکے اُسے اُس سے نکلجانا واجب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جس شہر مین ایمان کے شعار ظاہر نکر سکے اُس شہر کے بھی مہاجرت مین

یہی حکم ہے اور اس قول کو شیخ شہید علیہ الرحمہ نے نقل کرکے فرمایا ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ حکم امام علیہ السلام کے ظہور کے وقت کا ہے کہ اُس وقت مین تقیہ کا حکم بالکل برطرف ہوجائیگا یا اُنکی غیبت کے زمانے مین سارے مقام تقیہ کے واجب ہونے مین برابر ہین اور یا اُنکے احکام چھپانے ہی کیوجہ جاری ہوتے ہین ہر چند کہ شہرون کے تفاوت سے چھپانے مین تفاوت ہوا کرتا ہے۔ اور یہ ہجرت کی قدرت کی صورت مین ہے اور شرک کے شہر سے نکلنے کے وجوب کا حکم باقی ہے جبتک کہ اُس شہر مین کفر باقی رہیگا اور جہاد کے اس رکن کے لواحق مین سے مرابطہ کا حکم ہے اور مرابطہ سرحدون کی حفاظت کو منتظر اور آمادہ رہنا ہے کہ دین کے دشمن اُن طرفون سے گھس نہ آئین اور مرابطہ مستحب ہے ہر چند کہ امام علیہ السلام غائب ہون اسلیے کہ مرابطہ محاربہ پر اور مقاتلہ پر مشتمل نہین ہے بلکہ محافظت کے لیے ہے اور اہل شہر کو دشمنون کی آمد سے خبردار کرنے کے واسطے ہے جو اپنی ذات سے مرابطہ نہ کرتا ہو تو اُسے مستحب ہوگا اپنے گھوڑے کو اُس سرحد مین مرابطہ کرنیوالون کے لیے بند ہوا دے اور جو کوئی مرابطہ کرنیکو نذر کریگا تو اُسپر مرابطہ واجب ہو جائیگا خواہ امام علیہ السلام ظاہر ہون یا غائب ہون اور یونہین جو کوئی مرابطہ کرنیوالون کی احتیاجون مین کچھ مال صرف کرنیکی نذر کریگا تو وہ بھی اصح قول پر واجب ہو جائیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ یہ نذر منعقد نہوگی اور اس مال کو مرابطہ کرنیوالون مین صرف کرنا حرام ہے بلکہ اس مال کو نیک کامون مین صرف کرے مگر جبکہ مخالفون کے بُرا کہنے کا ڈر ہو یعنی مخالف مذہب کو اس نذر سے آگاہی ہو اور ڈرے کہ اگر نذر کے خلاف کریگا تو اُس مخالف کے نزدیک مطعون ہوگا اور پہلا قول اصح ہے اور اگر اپنی ذات پر مرابطہ کا ٹھیکہ لے تو اُسکا بجالانا واجب ہے گو امام علیہ السلام غائب ہون اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ یہ ٹھیکہ صحیح نہین اور اگر ٹھیکہ دینے والے کو یا اُسکے وارثون کو پائے تو اُس اُجرت کو پھیر دے اور اگر نپائے تو مرابطہ کو بجالائے اور اولیٰ یہی ہے کہ ٹھیکہ لینے پر مرابطہ واجب ہے اور یہ تفصیل جو بیان ہوئی معتبر نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ غیبت کے زمانے مین مرابطہ بھی ساقط ہے بس نذر اُس سے متعلق نہین ہوتی ہے اور نہ منعقد ہوتی ہے اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ جو مال مرابطون کے لیے نذر کرے اُسے نیک کامون مین صرف کرنا چاہیے اور جو کوئی مرابطہ کا ٹھیکہ لے اُسے اُجرت پھیر دینا چاہیے اور مصنف کے نزدیک مرابطہ بھی ایک

عبادت ہو بس اُسکی نذر منعقد ہو گی اور اجارہ دینا لینا صحیح ہو گا اور فقہا کے نزدیک یہی قول معتبر ہے
دوسرا رکن اُن لوگون کے بیان مین جن سے جہاد واجب ہے اور جہاد کی کیفیت مین اور اِس
رکن مین کئی طرفین ہین پہلی طرف اُن لوگون کے بیان مین جنسے جہاد کرنا واجب ہے اور
وہ تین فرقے ہین ایک فرقہ باغی جو امام وقت پر خروج کرین گو مسلمان ہون دوسرا فرقہ اہل ذمہ
ہین کہ وہ یہود اور نصاری اور مجوس ہین جبکہ ذمے کی شرطون کے خلاف کرین تیسرا فرقہ اِن
تین فرقون کے سوا ہر قسم کے کافر ہین اور جن لوگون سے جہاد کرنا واجب ہو مسلمانون کو اُنکی طرف
اگر امام پر باغی ہین تو اُنکے روکنے کے لیے اور اگر ان تین فرقون کے سوا کافر ہین تو اُنھین دین
اسلام کی طرف منتقل کرنے کے لیے اور اگر یہود اور نصاری اور مجوس ہین تو اسلام اور جزیہ قبول
کروانے کے لیے جانا واجب ہے اور اگر اُدھر سے محاربے کی ابتدا کرین تو اِدھر سے بھی اُسے لڑنا
واجب ہے اور اگر وہ لوگ نہ لڑین تو اِدھر والون کو اُنسے مقدور بھر لڑنا واجب ہے اور کم سے کم یہ
ہے کہ ہر سال مین ایک مرتبہ لڑا کرین اور اگر اُنسے مصالحہ کرنے کی مصلحت مقتضی ہو تو اُنسے مصالحہ
کرنا جائز ہے لیکن صلح کے متولی نہ ہونگے مگر امام علیہ السلام یا وہ شخص جو اُن حضرت کی طرف مصالحہ
کرنے مین اجازت پا چکا ہو دوسری طرف اہل حرب سے مقابلہ کی کیفیت مین اور مقابلہ مین
ابتدا اُن لوگون سے کرنا بہتر ہے جو زیادہ نزدیک ہون مگر جسوقت مین بہت دُور کے لوگون سے
خطرہ زیادہ ہو تو پہلے اُنھین سے کرنا چاہیے اور انتظار کرنا واجب ہے جبکہ دشمن بہت سے ہون
اور مسلمان تھوڑے سے ہون یہانتک کہ کثرت بہم ہو جائے اور دشمنون کا مقابلہ ہو سکے پھر لڑائی مین
پیشدستی اور جنگ مین ابتدا کرے مگر دونون شہادتون کے اقرار اور مسلمانی کے شعارون کے تکفل
کی طرف کہ اسلام کی نیک چیزین ہین دعوت کرنے کی ابتدا کرین اور دعوت کرنیوالا چاہیے کہ امامؑ یا
جسے حضرتؑ نے اِس کام کے لیے مامور فرمایا ہو وہ ہو اور دعوت کا اعتبار اُن لوگون کے حق مین
ساقط ہے جو اسلام کی خوبیون کو جان چکے ہین کیونکہ جان بوجھ کر اُنھون نے اسلام کو قبول نہین
کیا ہے اور مسلمانون سے دشمن دونے یا کم ہونے پر لڑائی کے میدان سے بھاگنا حرام ہے مگر کسی
مصلحت سے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف نقل کرے جیسی کہ لڑائی کے مکان کی وسعت
مطلوب ہو یا پانی کی جگہ کی خواہش ہو یا مُنھ سورج کے سامنے پڑتا ہو اور دوسرا مکان ٹھنڈا ہو

کہ سورج کیطرف پیٹھ پڑتی ہو یا ہتھیاروں کی درستی کےلیے یا دوسرے لشکرسے خواہ تھوڑا ہو یا بہت ہو ملنے کے لیے اور اگر مارے بھی جانے کا گمان غالب ہو تو بھی بھاگنا جائز نہیں اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اسلیے کہ حق تعالی نے فرمایا ہے وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ یعنی اپنے ہاتھون سے اپنے کو ہلاکت مین نہ ڈالو اور پہلا قول اظہر ہے اسلیے کہ حق تعالی فرماتا ہے إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا یعنی جبکہ لڑائی مین تم کسی گروہ کے سامنے پڑجاؤ تو ثابت قدم رہو اور اگر اہل اسلام کافرون کے نصف سے بھی کم ہون تو ثابت قدمی واجب نہین اور اِس صورت مین جیتے بچنے کا گمان غالب ہو تو لڑنا مستحب ہے اور اگر ہلاکت کا گمان غالب ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ پھر آنا واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مستحب ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر دو باغی یا دو کافر ایک مسلمان کو پکڑین تو مسلمان کو ثابت رہنا واجب نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ واجب ہے اور یہی روایت مین وارد ہوا ہے اور جائز ہے دشمنون سے لڑنا گھیر کر اور رسد بند کرکے اور اُنکے قلعہ مین پتھر مارنے سے اور قلعہ اور گھر کے کھودنے سے اور اُس طرح سے کہ جس سے فتح کی امید پڑے اور آگ لگانا اور درختونکا کاٹنا اور اُن پر پانی چھوڑ دینا مکروہ ہے مگر ضرورت کے وقت مین جائز ہے اور زہر ڈالنے سے جہاد کرنا حرام ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر بے اِسکے ممکن نہو تو جائز ہے اور اگر کافر اپنی سپر عورتون کو اور لڑکون کو بنائین تو اُنسے ہاتھ روک لینا جائز ہے مگر لڑائی کی گرمی کے وقت مین اور یہی حکم ہے اگر مسلمان قیدیون کو اپنی سپر کافر بنائین تو مسلمان قیدی بھی مارا جائیگا اگر بے اسکے اُنسے جہاد ممکن نہوگی اور اِس صورت مین قاتل پر دیت واجب نہین اور اسیر قتل کا کفارہ ہے اور احادیث مین وارد ہوا ہے کہ کفارہ نہین ہے اور اگر قیدی مسلمان کے مارنے سے بچاؤ ممکن ہونے پر عمداً قتل کریگا تو قاتل پر قصاص اور کفارہ دونون لازم ہین اور نہ تو دیوانون کا اور نہ بچون کا اور نہ اُنکی عورتون کا مارنا جائز ہے گو یہ اُنکی مدد بھی کرین مگر اضطرار کی صورت مین اور مثلہ کرنا یعنی ناک کان کاٹنا جائز نہین اور اسیطرح امان دینے کے بعد اُنسے بیوفائی کرنا جائز نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جس طرح سے اُنکی عورتون کا قتل کرنا جائز نہین اسی طرح اُنکے شیخون کا اور بہت بڈھون کا قتل کرنا جائز نہین مگر جب یہ کافرون کی مدد کرین تو اسصورت مین اُنسے بھی جہاد واجب ہوگی۔ اور سنت ہے کہ زوال آفتاب کے بعد مقابلہ ہو اور اُنپر شبخون مارا

اور زوال سے پہلے مقابلہ کرنا مکروہ ہے مگر کسی حاجت کے لیے جائز ہے اور غازی کو اپنے چوپایہ
کے کوچے کاٹنا مکروہ ہے گو وہ چلنے سے عاجز ہو اور بے حکم امام علیہ السلام کے لڑنے کو نکلنا مکروہ ہے
اور بعضے کہتے ہیں کہ حرام ہے اور سنت ہے لڑنیکو نکلنا جب امام علیہ السلام عام طور سے طلب نہین
اور واجب ہوگا جب خاص طلب کرین گے دو فرعین ہین۔ پہلی فرع جبکہ مشرک مسلمان مبارز
کو طلب کرے اور یہ شرط نکرے کہ کوئی اور اُسکی مدد نکرے تو جب وہ دونون لڑنے لگین تو مبارز
مسلمان کی مدد کرنا جائز ہے اور اگر شرط ہو کہ کوئی دوسرا مدد نکرے تو شرط پر وفا کرنا واجب ہے بس
مسلمان بھاگ جائے اور حربی اُسے طلب کرے تو اُس حربی کا دفع کرنا جائز ہے اور اگر حربی آگے
طلب نکرے تو جائز نہین کہ اُس سے محاربہ کرے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے مگر جبکہ اُس حربی
نے شرط کر لی ہو کہ اُسے امان دیے رہین یہانتک کہ اپنی قوم مین پہونچ لے دوسری فرع اگر حربی
اِس شرط سے طلب مبارزی کرے کہ اُس سے وہی لڑیگا پھر اُسکے بعد دونون آپسمین لڑین اور
کافر اپنے ساتھیون کو پکارے تو بیشک اُسنے اپنی امان کو توڑ ڈالا اور اگر اُسکے مددگار بے بلائے
آئین اور وہ اُنکو منع کرے تو اپنی شرط باقی ہے اور اگر نہ روکے تو اور اہل اسلام کو بھی جائز ہے
کہ اُس سے اور اُسکے مددگار کافرون سے محاربہ کرین تیسری طرف امان کے بیان مین ہے
اور کلام اُس شخص مین ہے جو عقد امان کرتا ہے اور امان کے کیا معنے ہین اور امان کا وقت
کونسا ہے لیکن جو کہ امانکا عقد کرے اُسے واجب ہے کہ مسلمان بالغ عاقل مختار ہو نہ مجبور خواہ
امان دینے والا آزاد ہو یا بندہ ہو مرد ہو یا عورت ہو اگر کوئی لڑکا جو بلوغ سے نزدیک ہو اور ابھی
بالغ نہو یا دیوانہ امان دے تو اُسکی امان منعقد نہوگی مگر جو اُنکی امان سے حربی کافرون مین کا
شہر اسلام مین آجائے اُسے اُسکے مقام تک پھیر دینا چاہیے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ
جو حربی کافر نابالغ یا دیوانے کی امان سے شہر اسلام مین آجائے اور ادعا کرے کہ اِس امان کو
صحیح جانکر آیا ہے تو اُسے پھیر دینا چاہیے اور اگر اِس امان کو نادرست جانتا ہو اور ایسی بنائی ہوئی
فاسد امان پر بھروسا کر کے شہر اسلام مین آئے تو اُسے اُس مقام تک پہونچا دینا لازم نہین اور
مصنف کا مقصود بیان پہلی شق سے۔ اور یہی حکم ہے کہ اگر کافر حربی دار السلام مین امان
کے شبہہ سے آجائے جیسے کوئی لفظ سُنے اور جان لے کہ وہ بھی امان ہے یا مسلمان ساتھ ہونے کے

ساتھ ہو لے اور توہم کرلے کہ یہ بھی امان ہے اور عام مسلمانون مین سے ہر ایک کیلیے حربی کافرونکے
احاد کو امان دینا جائز ہے اور شارحون نے لکھا ہے کہ احاد سے تھوڑی گنتی کے لوگ مراد ہین
جیسے دس شخص ہین یا تھوڑا سا قافلہ یا چھوٹا قلعہ ہے اور نہ عام حربی کافرون کو اور نہ ایک اقلیم
کے لوگون کو ایک مسلمان امان دیسکتا ہے اور آیا عام مسلمانون مین سے کسی ایک شخص کا
کفار مین سے ایک گانؤن کے لوگون گویا ایک قلعہ کے لوگونکو امان دینا جائز ہے بعضے فقہانے
کہا ہے کہ امان جائز ہے جیسا کہ جناب امیر علیہ السّلام نے ایک قلعہ کے لوگون کو مسلمانون مینا
سے ایک شخص کے امان دینے کو قبول فرما لیا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور یہی قول اشبہ
ہے اور جو کچھ کہ جناب امیر علیہ السلام نے کیا ہے وہ معاویہ کے واقعون مین کی ایک حکایت ہے
اُسکا حکم اور واقعون مین سرایت نہین کرتا ہے اور اگر امام علیہ السّلام چاہین تو سارے اہل حرب
کو عام امان دیدین اور خاص بعضون کو چاہین خاص امان دین اور یہی حکم ہے اُس شخص کا جسے
امام علیہ السلام کسی طرف مین حکومت کیلیے مقرر فرمائین اور وہ اُس طرف کے سارے لوگون کو
امان دیدے تو دیسکتا ہے اور جب تک کوئی امر شرع کے خلاف پر متضمن نہو اُسوقت تک امان
کی وفا کرنا واجب ہے جیسے اُنھین امان دین اور وہ برملا شراب پیا کرین یا نئے بتخانے بنائین اور اگر جبر
سے امان لین تو امان منعقد نہوگی اور امان کی عبارت اور صیغہ یہ ہے اَمَّنْتُكَ وَاَجَرْتُكَ وَاَنْتَ
فِيْ ذِمَّةِ الْاِسْلَامِ یعنی مین نے تجھے امان دی اور مین نے تجھے اپنی پناہ مین لیا اور تو اسلام کی امان
مین ہے اور سیطرح جو لفظ ان معنون پر صریحاً دلالت کرے اور سیطرح ہر جو عبارت کنایہ سے
دلالت کرے اور معلوم ہو جائے کہ امان کے عقد کرنیوالے یعنی امان کے دینے والے نے اس عبارت
سے امان دینے کا قصد کیا ہے اور اگر کہے کہ کچھ ڈر نہین یا نہ ڈر تو یہ امان نہین ہے جبتک کہ اِسمین
کوئی اور عبارت نہ ملے کہ جو امان پر دلالت کرتی ہو اور امان کا وقت اُس کافر کے قید ہونے کے
پہلے ہے اور اگر لشکر اسلام فتحیاب ہو اور دشمن امان مانگے اور امان دینے مین مصلحت ہو تو
امان دینا جائز ہے اور اگر اسیر ہونے کے بعد امان مانگین اور انھین امان دین تو صحیح نہین اور کسی کافر
کو امان دینے کا مسلمان اقرار کرے اور وہ اقرار ایسے وقت پر ہو کہ جسوقت مین امان دینا صحیح ہے
تو اُسکا کہنا قبول کرینگے اور اگر بیوقت ہو تو قبول نکرینگے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ امانکی صحت کے

وقت سے یہ مراد ہے کہ امان کا دینے والا امان کے عقد مین کی معتبر صفتون کا جامع ہو اور یہ اقرار کافر کے گرفتار ہونے کے بعد ہو ہرچند کہ پکڑے جانے کے پہلے سے اسے نسبت دیتا ہو۔ اور اگر حربی مسلمان پر دعوی کرے کہ اُسنے امان دی اور مسلمان منکر ہو تو قول مسلمان ہی کا قول ہے —
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ قول مسلمان کا قول ہے اِس مقام مین اِس سے مراد یہ ہے کہ امان نہ حاصل ہونے کا حکم جاری ہوگا مسلمان کی طرف قسم کی تکلیف راجع ہوگی اِسلیے کہ قید اور قتل کے دونون حکم حربی کافر پر جاری ہین اور امان کے فقط دعوی کرنے سے یہ حکم اُسپر سے ساقط ہونگے اور اگر مسلمان حربی کے دعوی کرنے کے بعد اور جواب دینے سے پہلے مرجائے یا بیہوش ہوجائے تو اِن دونون صورتون مین اُسے اُسکے اصحاب پاس بھیجدینگے اور اسکے بعد حربی کافر کا حکم رکھیگا اور اگر کافر حربی اپنے لیے امان حاصل کرے کہ شہر اسلام مین سکونت اختیار کرے تو اس حربی کی تبعیت مین اُسکا مال بھی آجائیگا اور اگر دار الحرب مین سکونت کے لیے لحق ہو تو جو امان کہ اپنی جان کیلیے حاصل کی تھی وہ جاتی رہیگی مگر جو مال اُسکا شہر اسلام مین رہ گیا ہے وہ امن مین رہیگا اور اگر وہ حربی دار الحرب مین وطن اختیار کرنے کے بعد مرجائے پھر اگر وارث مسلمان رکھتا ہے تو وہ مال اُسی سے متعلق ہوگا اور اگر اُسکا وارث حربی ہوگا تو امان ٹوٹ جائیگی اور اُسکا مال غنیمت کا حکم رکھیگا اور امام علیہ السلام سے مختص ہوجائیگا اِسلیے کہ بے لڑائی کے ہاتھ آیا ہے اور اگر دار الاسلام مین بھی مرے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مسلمان لوگ اُسی حربی کو جسکا مال دار الاسلام مین ہے گرفتار کرلین تو اُسکی تبعیت مین اُسکا مال بھی مملوک ہوگا یعنی امام علیہ السلام کا مملوک ہوجائیگا اور غازی ہونگا مملوک ہوگا جیسی کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے تصریح کی ہے اور اگر مسلمان امان کے طریق پر دار الحرب مین داخل ہو اور وہان چوری کرے تو اُس چوری کے مال کو اُسکے مالک کو پھیر دینا اُس مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ مالک دار الاسلام مین ہو یا دار الحرب مین ہو اور اگر کسی مسلمان کو کافر گرفتار کرلین اور اُسے اِس شرط سے چھوڑ دین کہ دار الحرب مین امن سے ہے تو اُسے دار الحرب مین رہنا واجب نہین اور اُس مسلمان پر امن کی شرط کے ساتھ اُن حربیون کا مال لینا حرام ہے اور اگر اُسے کچھ مال پہونچانے کی شرط سے رہا کرین تو اُس شرط پر وفا کرنا اُس مسلمان پر واجب نہین اور اگر کوئی حربی مسلمان ہوجائے اور اُسکی جورو کا اُسکے ذمہ مہر ہو تو اُسکی عورت کو اُس سے

مہر کا مطالبہ نہین پہونچتاہے اور اُس عورت کے وارث کو بھی مطالبہ مہر کا نہین پہونچتا ہے اور اگر عورت پہلے مرجائے پھر اُسکا شوہر کافر حربی مسلمان ہو یا مسلمان ہوجاے عورت اپنے شوہر سے پہلے اور اُسکے بعد وہ عورت مرجائے تو اُس عورت کے مہر کا مطالبہ اُس عورت کے مسلمان وارث کرین گے اور حربی وارث نکرسکین گے خاتمہ اور اسمین دو فصلین ہین

پہلی فصل حربی کافرون سے امام علیہ السّلام کے حکم پر یا غیر امام علیہ السلام کے حکم پر اُن سے صلح کے عقد کا باندھے جانا جائز ہے یعنی جو کچھ امام علیہ السلام کہین اُسپر صلح کیجائے یا غیر جو امامؑ کے حکم سے حکومت کے لیے منصوب ہو تو اُس صلح کو قبول کرین اِس شرط سے کہ وہ حکم ایسے حاکم کا ہو کہ جسکی عقل کامل ہو اور عادل مسلمان ہو اور آیا مرد اُسکا ہونا اور آزاد ہونا بھی شرط ہے یا نہین بعضے فقہانے کہا ہے کہ وہ بھی شرط ہے اور اسمین تردد ہے اور اُس حاکم کے حکم پر جسے امام علیہ السلام نے پسند فرمایا ہے صلح کرنا جائز ہے نہ اُس شخص کے کہنے پر کہ جسے اہل حرب پسند کرین مگر یہ کہ وہ لوگ حکم کرنے کے لیے ایسے شخص کو مقرر کرین جسے شرع کی روسے حکم کرنے کی لیاقت ہو اور اگر حاکم حکم دینے کے پہلے مرجائے تو امان جاتی رہے گی اور اُن حربی کافرون کو اُنکے لوگون مین بھیجدینگے اور دو شخصون کو یا زیادہ کو مصالحہ کرنے کے لیے حاکم کرنا جائز ہے اور اگر اُنمین سے ایک مرجائے تو سب کا حکم باطل ہو جائیگا اور حاکم کے حکم کی پیروی کرینگے مگر جبکہ اُسکا حکم شرع کے منافی ہو اور اگر حاکم حکم دے کہ اہل حرب کو قتل کرو اور اسیر کرو اور انکا مال لیلو اور اِسکے بعد کافر مسلمان ہوجائین تو اُنپر سے قتل کا حکم ساقط ہو جائیگا اور وہ حکم کہ جو اُنکے مال کے لوٹ لینے اور اُنکے بندہ کرنے مین ہو چکا ہے وہ ساقط نہوگا اور اگر مسلمان قیدیون کے بارے مین مشرک لوگ کچھ فدیہ مقرر کرین تو اُسپر وفا کرنا واجب نہین اسلیے کہ آزاد کے لیے کوئی عوض نہین ہوتا ہے۔

دوسری فصل کسی مصلحت پر رہنمائی کرنے والے کے لیے لشکر اسلام کے سردار کو اُجرت مقرر کرنا جائز ہے جیسے چھپی چیزون کو دکھا دینا اور قلعۂ کفار کے اور شہر کے پوشیدہ رستونکو بتانا ہے پس اگر وہ اُجرت اپنے مال مین سے مقرر کرے اور وہ عین مال موجود نہو اور قرض قرار دے اور اپنے ذمہ پر لیلے تو شرط ہے کہ اُسکی صفت اور مقدار معلوم ہو اور اگر عین ہو تو چاہیے کہ اُسے دکھا دین

یا اسطرح سے اُسکی صفت بیان کرین کہ اُس سے نا واقفیت جاتی رہے اور اگر غنیمت کے مال مین سے
سردار کچھ اُجرت مقرر کرے تو نا معلوم ہونا جائز ہے جیسے کوئی لونڈی یا کپڑا مقرر کرے تفریع اگر جعالہ
یعنی اُجرت جو کچھ سردار لشکر نے مقرر کی ہے عین ہو اور شہر کی فتح امان کے طور پر ہوا اور وہ اُجرت
اُن چیزون مین داخل ہو کہ جو اُن کے مالکون پر چھوڑ دی گئی ہون بس اگر اُن چیزون کے مالک اور
وہ اُجرت پانے والا اِس امر پر اتفاق کرین کہ اُسکا عوض اُسے دیدین یا وہی عین چیزین اُسے
حوالہ کر دین تو جائز ہے کہ تو ہین کرین اور اگر آپس مین تنازع ہو اور تراضی نہوتی ہو تو اُن کافرونکو جو
اِس صلح کے بھروسے پر آئے ہین اُنکی قوم کیطرف پھیر دینگے اور صلح کو فسخ کر دین گے اور اگر وہ اُجرت کوئی ایسی لونڈی
ہوگی کہ فتح کے پہلے مسلمان ہو چکی ہوگی تو وہ اُس اُجرت پانے والے کو نہ دین گے خواہ کافر ہو خواہ
مسلمان ہو اسلیے کہ اسلام کے پہلے ہونے کے سبب سے لونڈی بننے کی صلاحیت سے نکل گئی
ہے اور اُسکے عوض مین اُسکی قیمت دیدینگے اور یہی حکم ہے اگر فتح کے بعد بھی مسلمان ہوئی ہو اور اگر اجرت
پانیوالا کافر ہو اور وہ لونڈی فتح کے پہلے یا فتح کے بعد مر جائے تو اُسکا عوض دینا واجب نہین
چوتھی طرف اسیرون کے حکمونمین اور اسیر لوگ مرد اور عورتین اور چھوٹے بچے ہین بس عورتین
گرفتار ہونے کے سبب سے اور ہاتھ آجانے سے مملوک ہو جاتی ہین گو ابھی لڑائی برپا ہو اور یہی حکم
کم سن لڑکون کا ہے اور اگر لڑکا بالغ سے مشتبہ ہو جائے تو اُسکی ناف کے نیچے کے بالون سے امتیاز
کرین گے بس جسکے بالون کا اثبات نہو اور اُسکا سن معلوم نہو تو اُسے لڑکون مین ملحق کر دینگے اور اُنکے
بالغ مردون کو اگر لڑائی ہو رہی ہوگی اور اسلام قبول نہ کرتے ہونگے تو قتل کرین گے اور امام علیہ السلام کو
اختیار ہے اسمین کہ چاہین انھین گردن مارین یا اُنکے ہاتھ پاؤن کاٹ کر چھوڑ دین کہ خون اُنمین سے
بہتا ہے یہان تک کہ مر جائین اور اگر لڑائی تمام ہونے کے بعد گرفتار ہونگے تو انھین قتل نہ کرینگے اور
امام علیہ السلام کو اختیار ہے کہ چاہین اُن پر منت یعنی احسان رکھین اور چھوڑ دین یا فدیہ لین یا بندہ
بنائین اور اگر گرفتار ہونے کے بعد مسلمان بھی ہو جائین گے تو بھی یہی حکم ہے اور جو قیدی چلنے سے
عاجز ہو تو اُسکا قتل کرنا واجب نہین اسلیے کہ معلوم نہین کہ اُسکے حق مین امام علیہ السلام کیا حکم دینگے
اور اگر مسلمان پیشدستی کرکے اُسے مار ڈالیگا تو خون اُسکا ہدر یعنی ماذون ہوگا واجب ہے کہ قیدی کو
کھانا پینا دین ہرچند کہ اُسکا قتل منظور ہو اور مکروہ ہے کہ کافر قیدی کو بھوک مین اور پیاس مین قتل کرین

یا اُسکا سر معرکۂ جہاد سے کاٹ کر لیجائین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی
کہ اگر کافر قیدی کے سر کاٹ کر معرکہ سے باہر لیجانے مین کافرون کی ذلت ہوتی ہو تو بے کراہت
کے جائز ہے اور شہید کا دفن کرنا جائز ہے نہ حربی کا اگر اہل اسلام کے مقتول کافرون کے کشتون
سے ملجائین اور پہچان نہ پڑین تو اُسے دفن کرین کہ جسکے پیشاب کرنے کا عضو چھوٹا ہو اور بچے قیدی
کا حکم اُسکے ماں باپ کا حکم ہے بس اگر دونون مسلمان ہون یا ایک مسلمان ہو تو لڑکا اُسی کا تابع ہی
اور اگر تنہا بے ماں باپ کے پکڑا جائے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ پکڑنے والے کا اسلام مین تابع ہے
تفریع جب کسی عورت کا مرد گرفتار ہو تو اُسکا نکاح فسخ نہوگا اور اگر اُسے بندہ بنائین تو نکاح ٹوٹ جائیگا
اسلیے کہ ملکیت کا حادث ہوجانا فسخ نکاح کا موجب ہی اور اگر قیدی لڑکا یا عورت ہوگی تو اُسکا نکاح ٹوٹجائیگا
اسلیے کہ وہ قید ہوتے ہی بندے ہوجاتے ہین اور بندہ ہونیکا پائے جانا اُگلے نکاح کے فسخ کا موجب ہے اور یونہین
ہے اگر عورت مرد دونون قید ہون اور اگر عورت مرد دونون دار الحرب کے مملوک ہون اور پکڑے جائین
تو اُنکا نکاح نہ ٹوٹیگا اسلیے کہ انکا نیا بندہ ہونا نہین ہوا ہی بلکہ پہلے سے ہے اور اگر کہین کہ غازی کو اختیار
ہے کہ چاہے انکا نکاح فسخ کرے اور چاہے بحال رکھے تو یہ کیسا خوب ہوگا اور اگر کسی عورت کو گرفتار
کرین پھر اُسکی قوم سے مصالحہ ہوجائے اِس بات پر کہ اپنے پاس کے مسلمان قیدیون کو چھوڑ دین
اور وہ چھوڑ دین تو بھی اس عورت کا پھیر دینا واجب نہین اور اگر کسی عوض کے بدلے آزاد کیجائے
تو جبتک جائز ہے کہ مسلمان سے اُسکے یہان لڑکا نہین ہوا ہے اور اِس طرف سے دو مسئلے ملائے
جاتے ہین پہلا مسئلہ جب حربی دار الحرب مین مسلمان ہوجائیگا تو اُسکی جان او منقولہ مال محفوظ
رکھا جائیگا نہ غیر منقولہ مثل زمین اور املاک کے اِسلیے کہ وہ مسلمانون کے لیے ہے اور اُس سے لڑکے
چھوٹے بچے ملحق کیے جاینگے ہرچند کہ اُنھین اُنکا پیٹ بھی ہو اور اگر ایسے حمل والی پکڑی جائیگی تو وہ
عورت لونڈی ہوگی اور بچہ اُسکا غلام ہوگا اور یہی حکم ہے اگر حربیہ کافرہ عورت مسلمان مرد سے
مباح طور پر حاملہ ہوگی اور اگر کوئی مسلمان ذمی غلام کو نذر سے آزاد کرے اور وہ دار الحرب مین جائے
پھر اُسے مسلمان پکڑین تو اُسکا بندہ بنانا جائز ہے اور کہا گیا ہے کہ نہین جائز ہے اسلیے کہ اُس سے
مسلمان کی ولاء تعلق رکھتی ہے اور اگر اُسکا آزاد کرنے والا ذمی کافر ہو تو اجماع علما سے اُس آزاد
کیے بندے کا دار الحرب مین جاملنے پر پکڑنے والے کو غلام بنانا جائز ہے دوسرا مسئلہ جبکہ اپنے آقا سے پہلے

حربی کافر کا غلام مسلمان ہو جائے تو اپنے نفس کا مالک اور اُسکی ملک سے باہر اس شرط سے ہے کہ اپنے آقا کے پہلے دار الحرب سے نکل کھڑا ہو اور اگر اُسکے بعد نکلیگا تو اُسکے غلام ہونے پر باقی رہیگا اور فقہا مین سے وہ ہے جو نکلنے کو شرط نہین لیتا ہے اور پہلا قول اصح ہے پانچوین طرف غنیمت یعنی لوٹ کے مال کے حکمون مین اور کلام اُسکی قسمون مین ہے اور غنیمت کی زمین کے حکمون مین اور اُسکے بانٹنے کی کیفیت مین ہے لیکن پہلی غنیمت بس وہ حاصل کیا ہوا فائدہ ہے خواہ مال کی پونجی سے کمایا جائے جیسے تجارت کے نفعے ہین یا تجارت کے سوا سے ہو جیسا کہ مثل اُن چیزون کے کہ جنکا حصول دار الحرب سے ہوتا ہے اور نظر یہان قسم اخیر سے متعلق ہوتی ہے اور غنیمت اخیر قسم کے معنون سے تین طرح ہے ایک منقول جیسے سونا چاندی وغیرہ دوسری غیر منقول جیسے زمین اور املاک تیسری بندی جیسے عورتین اور بچے اور منقول غنیمت کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ جسکی ملکیت مسلمان کو درست ہوتی ہے اور غنیمت مین داخل ہوتی ہے اور یہ قسم خمس اور اُجرتین دینے کے بعد غازیون سے مختص ہے اور ان لوگون کو اسمین تقسیم اور اختصاص سے پہلے کوئی تصرف جائز نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ انہین ضروری چیزون کا لے لینا جائز ہے جیسے جانورون کا چارہ اور کھانے کا کھا لینا ہو دوسری قسم وہ کہ جسکی ملکیت مسلمان کو نہین پہونچتی ہے جیسے شراب اور سؤر ہے اور یہ غنیمت مین داخل نہین بلکہ اسکا تلف کر ڈالنا چاہیے جیسے سؤر ہو یا تلف کرنا اور باقی رکھنا چاہیے جیسے شراب سرکہ کا بنانے کو فرعین۔ پہلی فرع جبکہ کوئی غازی غنیمت پانے والا دوسرے غازی غنیمت پانے والے کے ہاتھ کوئی چیز غنیمت کی بیچے یا اُسے ہبہ کرے تو درست نہین اور ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ اُسکے حصہ کے موافق مین درست ہے اور ایک قول پر یہ ہے کہ خریدار یا ہبہ لینے والا اُس دینے والے سے بڑھ کر اُس چیز کا حقدار ہوگا اور اگر یہ شخص دار الحرب کو جانے لگے تو اُس چیز کو غنیمت مین داخل کر دیگا اور دینے والے کو نہ پھیرے گا اور اگر قابض غنیمت پانے والا غازیون مین سے نہو تو اُسکا قبضہ اُسپر قرار نپائیگا دوسری فرع اصل مین کی مباح چیزین مثل شکار اور درختون کے کسی مسلمان سے مختص نہین اور ہر مسلمان کو اُسپر قبضہ کرنا پہونچتا ہے اور اگر اُسپر ملک کی کوئی علامت ہو اور وہ دار الحرب مین ہو تو بنا بر ظاہر کے یہ چیز غنیمت مین داخل ہوگی جیسے پکڑے پرندے اور کٹے ہوے درخت ہین تیسری فرع جبکہ دار الحرب مین کوئی چیز

مثل خیمہ اور ہتھیارون کے ملے اور احتمال ہوا کہ مسلمانون کا مال ہے یا اہل حرب کا مال ہے تو اُسکا حکم
لقطہ یعنی پڑی چیز پانے کا حکم ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ایکسال تک پہنچوائی جائے گی اور مالک کی
تلاش کیجائیگی پھر غنیمت مین داخل کرلیجائیگی اور یہ تحکم ہے اسلیے کہ حقیقت مین یہ لقطہ ہے بس لقطہ کا حکم
اسکا حکم ہونا چاہیے پھر کیونکر غنیمت مین داخل ہو جائیگی چوتھی فرع جب کہ غنیمت مین ایسے لوگ ہون
کہ جنکا آزاد ہونا بعضے غنیمت پانے والون پر لازم ہو تو بعضون نے کہا ہے کہ اُسکے حصے بھر کا آزاد ہو گا
اور باقی غازیون کے حصون کا مول لینا اُسپر واجب نہین اور بعضے کہتے ہین کہ آزاد نہونگے مگر جبکہ امام
انھین اُسی غازی کا حصہ قرار دین یا ایسے لوگون کے حصے مین دین کہ نہین یہ شخص بھی داخل ہوا ور وہ اِس
تقسیم پر بھی راضی ہو تو مالدار ہونے پر باقی لوگون کے حصون کا مول لینا اُسے لازم ہوگا اور غیر منقولہ
غنیمت تو سارے مسلمانون ہی کے لیے ہے اور اسمین خمس ہے اور امام علیہ السلام کو اختیار ہے کہ چاہین
خمس اُسکے مستحقون کے لیے جدا کردین اور چاہین باقی رہنے دین اور اُسکی آمدنی سے خمس نکالین اور
عورتین اور بچے غنیمتون مین داخل ہین اور غازی غنیمت پانے والے ان سے مختص ہین اور انمین
خمس کے مستحقون کے لیے خمس ہے دوسری نظر زمینون کے حکمون مین۔ جو زمین کہ غلبہ سے فتح کیجائے
اور آباد ہو تو وہ سارے مسلمان اور غنیمت پانیوالون کے لیے ہے اور اسمین امام علیہ السلام کا بھی حصہ
ہے اور متصرف خاص اسکا مالک نہوگا اور اُسکا بیچنا اور ہبہ کرنا اور وقف کرنا درست نہین اور اِسکے
حاصل کو امام علیہ السلام مسلمانون کے مصالح مین جیسے خوف کے مقامون کے بند کرنے مین اور غازیون
کے مدد خرچ مین اور پلون کے بنانے مین صرف فرمائین گے اور جو زمین کہ فتح کے وقت افتادہ ہو گی تو وہ
خاص امام علیہ السلام ہی کے لیے ہے اور بے اذن امام علیہ السلام کے ظاہر ہونے کے وقت مین آباد کرنا
درست نہین اور اگر بے اذن اُسمین کوئی تصرف کریگا تو اُسکا خراج متصرف کے ذمے ہے اور بے اذن
اُسکا آباد کرنے والا امام علیہ السلام کی غیبت مین اُسکا مالک رہیگا اور جو زمین کہ صلح سے مفتوح ہو تو وہ
وہ اُسکے مالکون ہی کیلیے ہے اور اُنپر اُس چیز کا ادا کرنا ہے کہ جسپر اُنسے امام علیہ السلام نے صلح فرمائی ہے
اور اسپر خاص ملکیت ہوگی اور اسکی بیع اور اسمین ہر طرح کا تصرف درست ہے اور اگر اُسے اُسکا مالک
کسی مسلمان کے ہاتھ بیچڈالے تو بیع درست ہے اور اُسپر کا جزیہ اسکے اُسی بائع کے ذمے منتقل ہوگا اور
یہ سب اُسوقت مین ہے کہ جب اسطرح صلح کیجائے کہ زمین اُنھین لوگون سے متعلق رہیگی اور اگر یون

صلح کیجائے کہ زمین مسلمانون کے لیے ہے اور وہ فقط آباد رہین اور اُنکے سر پر جزیہ رہے تو اِس زمین
کا حکم اور غلبہ سے فتح کی ہوئی زمین کا حکم ایک ہی تو اُسکی آباد زمین مسلمانون کے لیے ہے اور افتادہ
امام علیہ السلام کے لیے ہے اور اگر ذمی مسلمان ہو جائے تو اُسکی زمین پر کا لگان ساقط ہو جائیگا او
خاص وہی اُس زمین کا مالک ہوگا اور جو زمین کہ جسکے لوگ اُسی سرزمین پر مسلمان ہو جائین گے تو وہ
زمین اُنھین سے مختص ہوگی اور اُنکے ذمّے سوا زکوٰۃ کی شرطون کے پائے جانے پر کچھ اور نہ ہوگا۔
خاتمہ جو زمین کہ اُسکے رہنے والے اُسے چھوڑ کر چلے جائین تو امام علیہ السلام کو ایسے شخص کو جو اُسکا
انتظام کر سکے اُس زمین کا اجارہ دینا جائز ہے اور اُس اجارہ لینے والے کے ذمّے اُسکا خراج ہے
اور اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر سے کوئی گھر ٹھیکے لے پھر زمین مفتوح ہو جائے تو یہ اجارہ باطل ہوگا
ہر چند کہ مسلمان اُس گھر کے مالک ہو جائین تیسری نظر غنیمت کی تقسیم مین اور غنیمت کی تقسیم مین ابتدا
اُس چیز سے کرنا واجب ہی کہ جس سے شرط امام علیہ السلام نے کرلی ہے جیسے اُجرتین ہین اور مقتول کا
سامان ہے جبکہ قاتل کے لیے مشروط ہے اور اگر شرط نہو تو کسی سے مختص نہین پھر ابتدا اُس چیز سے
ہوگی کہ جسکی ضرورت اُس غنیمت کی تقسیم کے لیے باقی رہنے کی مدت مین پڑتی ہے جیسے نگہبان ہین
اور چرواہے اور اُٹھانیوالے ہین اور اُس چیز سے ابتدا ہوگی جو عورتون کو اور غلامون کو اور کافرون کو
قلیل سا دیا جاتا ہے اگر اِن لوگون نے امام علیہ السّلام کے اذن سے قتال کی ہے اِسلیے کہ اِن
تینون کے لیے کوئی حصہ نہین ہے پھر خمس نکالی جائیگی اور بعضے کہتے ہین بلکہ خمس آیت پر عمل کرنے
کے سبب سے سب سے پہلے نکالی جائیگی اور پہلا قول اشبہ ہے پھر چار خمس غازیون پر جو لڑائی مین موجود
تھے تقسیم ہونگے ہر چند کہ لڑائی ہوا اور یہانتک کہ بچہ ہو گو غنیمت جمع ہو جانے کے بعد اور تقسیم کے پہلے
پیدا ہوا ہو اور یہی حکم ہے اُس شخص کا جو لڑائی مین مدد کے لیے آملا ہو ہر چند کہ غنیمت کے جمع ہو جانے
کے بعد اور تقسیم کے پہلے آملا ہو پھر پیدل کو ایک حصّہ اور سوار کو دوہرا حصّہ دینگے اور بعضے تہرا حصّہ
کہتے ہین اور پہلا قول اظہر ہے اور جسکے دو گھوڑے یا زیادہ ہون تو اُسے دو گھوڑون کا حصّہ دینگے
اور دو سے زیادہ کا حصّہ نہ دینگے اور یہی حکم ہے اگر کشتیون مین لڑین گو گھوڑون سے اُسوقت مین
بے پروائی ہے اور اونٹون اور خچرون اور گدھون کا حصّہ نہ لگیگا فقط گھوڑے ہی کا حصّہ دیا جائیگا گو گھوڑا
عربی بھی نہو اور بہت بڈھے اور دُبلے اور بچّے گھوڑے کا حصّہ نہ رکھا جائیگا اِسلیے کہ لڑائی مین اُسے

کوئی فائدہ نہین اور بعضے کہتے ہین کہ نام کی رعایت سے حصّہ لگایا جائیگا اور یہی خوب ہے اور اپاہج گھوڑے کا حصّہ بھی نہ لگایا جائیگا جبکہ اُسکا مالک موجود نہو گا اور جبکہ اُسکا مالک موجود ہو گا تو اُسکے مالک کو اُسکا حصّہ دینگے اور اُجرت پر اور رہانگے لیے گھوڑے کا حصّہ لگایا جائیگا اور حصّہ مقاتل یعنی لڑنے والے کو ملیگا اور گھوڑے کے مالک کو کہ جس سے اُسنے مانگے یا اُجرت پر لیا ہے نہین ملیگا اور غنیمت کے جمع ہونے کے وقت سوار ہونے کا اعتبار ہے معرکہ مین داخل ہونے کے وقت سوار کا ہونا ضرور نہین اور جب لشکر مین سے فوج کے ٹکڑی جنکو بھیجین گے تو اُسکی غنیمت مین لشکر شریک رہیگا اور یہی حکم غنیمت مین لشکر کے شریک رہنے کا ہے جبکہ دو ٹکڑیان اُس لشکر سے بھیجی جائین گی مگر جب دو لشکر ایک شہر سے دو طرف بھیجے جائین گے تو ایک لشکر دوسرے لشکر کی غنیمت مین شریک نہو گا اور جب شہر کے لشکر مین سے ایک ٹکڑی فوج کی بھیجی جائیگی تو وہ لشکر اُسکی غنیمت مین شریک نہو گا اسلیے کہ وہ لشکر مجاہد نہین اور دار الحرب مین غنیمت کی تقسیم مین دیر کرنا مکروہ ہے مگر کسی عذر سے اور ایسے ہی دار الحرب مین حد کا قائم کرنا مکروہ ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ کراہت کا سبب یہ ہے کہ محدود غیرت کھا کر دار الحرب مین نہ چلا جائے اور اگر عمداً قتل کا فعل واقع ہو گا تو اُسکا قصاص اُسی دار الحرب مین ہو گا چار مسئلے۔ پہلا مسئلہ جہاد کا مستعد منتظر شخص اپنے وظیفہ کا مالک بیت المال یعنی خزانے سے قبضہ پانے پر ہو گا بس اگر دینے کا وقت آجائے اور مر جائے تو اُسکے وارثوں کو اُسکا مطالبہ پہونچتا ہے اور اسمین تردد ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ اِس تردد کا منشا یہ ہے کہ اُس متوفی کو اُس وظیفہ کا مطالبہ پہونچتا ہے اور جبکہ قبضہ پانے ہی پر ملکیت مین آتا ہے تو اُسکے حق مین اُسکی ملکیت ممتنع ہو گی اور اصح یہی ہے کہ اُسے مطالبہ نہین پہونچتا ہے کہ خزانہ سے وظیفہ اُسکے مصرف سے زیادہ نہ ملیگا اور زکوٰۃ کی نسبت مین فقیر کی طرح پر تھا۔ دوسرا مسئلہ جنگلی عربون کے لیے غنیمت مین سے کچھ نہین ہے گو مہاجرون کے ساتھ ہو کر لڑین بلکہ اُنھین کچھ تھوڑا سا دیدیا جائیگا اور اُن عربون سے وہ لوگ مراد ہین جو اسلام کے مظہر ہون اور اُسکے معنی نجانتے ہون اور دار الاسلام کیطرف کی مہاجرت سے باز رہنے پر اور حصّہ چھوڑ دینے پر اُنسے صلح کر لی گئی ہے تیسرا مسئلہ کسی اُجرت کا غنیمت مین سے اور نہ کسی مقتول کے بدن کے سامانکا جہاد کو آنے اور پھر جانیوالونمین کوئی مستحق ہو گا مگر جبکہ امام علیہ السلام اُسکے لیے شرط فرما دین چوتھا مسئلہ کافر حربی مسلمانون کا مال لوٹ لیجانے سے مالک نہو گا اور اگر مشرک مسلمانون کے مال اور عورتین اور بچے لوٹ لیجائین پھر مسلمان اُنھین پھیر لائین

تو انہین سے آزاد لوگون پر کسی کو کوئی اختیار نہین اور مال اور بندی تقسیم سے پہلے اُنکے مالکون کے واسطے ہین اور اگر تقسیم کے بعد پہچانے جائین گے تو اُنکے مالکون کے لیے خزانہ امام علیہ السلام سے ملنا چاہیے اور تقسیم مین ایک روایت ہے کہ اُنکے مالکون کو اُنکی قیمت پھیر دیجائیگی اور موجہ یہی ہے کہ مالکون کو وہی پھیر ملین گے اور غازی غنیمت پانیوالا استفرق ہو جائے پر اُنکی قیمت امام علیہ السّلام سے لے گا تیسرا رکن ذمی لوگون کے حکمون مین اور کئی امرون مین نظر ہے پہلا امر یہین جس سے جزیہ لیا جاتا ہے جزیہ اُس شخص سے لیا جاتا ہے جو اپنے دین پر برقرار رہتا ہے اور یہ یہود اور نصاریٰ ہین اور وہ لوگ ہین کہ جنکے لیے کتاب سماوی کے آنے کا شبہہ پڑتا ہے اور وہ مجوس لوگ ہین اور ان لوگون کے سوا اور کسی کافر سے مسلمان ہونے کے سوا جزیہ قبول نہ کیا جائیگا اور یہ تینون فرقے جب ذمے کی شرطون کی پابندی کرین تو اپنے حال پر چھوڑ دیے جائینگے خواہ وہ اہل عرب ہون خواہ اہل عجم ہون اور اگر اہل حرب ادعا کرین کہ یہ لوگ اُنھین مین سے ہین اور یہ جزیہ دیے جاتے ہون تو ثبوت کی تکلیف اُنھین نہ دیجائیگی اور اپنے حال پر چھوٹے رہین گے اور اگر اہل حرب کا دعویٰ ثابت ہو جائے تو عہد ٹوٹ جائے گا اور لڑکون سے اور سودائیون سے اور عورتون سے جزیہ نہ لیا جائیگا اور آیا بہت بڈھے شخص سے جزیہ ساقط ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان ساقط ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ساقط نہین اور بعضے کہتے ہین کہ بندون سے جزیہ ساقط ہے اور ان لوگون کے سوا سب سے جزیہ لیا جائیگا گو رہبان یعنی تارک دنیا اور گوشہ نشین ہون اور فقیر پر بھی جزیہ واجب ہے اور اُسے کشایش کے وقت تک مہلت دیجائیگی اور اگر اُنپر جزیہ لگایا جائے اور عورتون پر بھی جزیہ لگانے کی شرط کرلین تو یہ صلح درست نہین اور اگر جزیہ بندھنے کے پہلے مرد مار ڈالے جائین اور عورتین جزیہ دینے سے اپنے دین پر برقرار رہنے کی درخواست کرین تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح نہین اور یہی قول اصح ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ مصنف کا مختار اقویٰ ہے اسلیے کہ عورتون پر جزیہ نہین ہے اور اگر یہ درخواست عورتون کی جزیہ بندھنے کے بعد ہوگی تو مستحب ہے یعنی جزیہ کا باقی رہنا خوب ہے اور اگر ذمی اپنے غلام کو آزاد کرے تو اُس غلام کو بے جزیہ قبول کیے دار الاسلام مین رہنے نہ دینگے اور دائمی سڑی پر جزیہ نہین ہے اور اگر کسی زمانے مین افاقہ ہو جاتا ہو تو بعضے کہتے ہین اُسکے اغلب حال پر عمل کیا جائیگا اور اگر ایک سال افاقہ پائے رہیگا تو اُسپر جزیہ واجب ہے ہر چند اُسکے بعد مجنون بھی ہو جائے اور جو اُنکے لڑکون مین سے بالغ ہو جائیگا اُسے اسلام قبول

کرینگا یا جزیہ دینے کا حکم کیا جائیگا پھر اگر نمانیگا تو حربی ہو جائیگا دوسرا قول جزیہ کی مقدار مین ہے اور جزیہ کی کوئی
حد نہین بلکہ اُسکی مقدار مقرر کرنیکا امامؑ کو مصلحت کے موافق اختیار ہے اور جو مقدار کہ جناب امیرؑ نے مقرر فرمائی تھی
کہ فقیر پر بارہ درہم اور متوسط پر چوبیس اور غنی پر اڑتالیس تھے وہ اُسحالت کی مصلحت کے مقتضا پر محمول ہے اور جب
امام زمانہ کا مقتضی امر ہو تو سطرح کرین اور جو کچھ کہ مصلحت حال کے موافق اُنکی خواہش کا موجب ہو وہ لینا بہتر ہے
اور سر ذمی کے اور زمین پر جزیہ لگانا جائز ہے اور دونون امو مین جمع نکرینگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ شرع مین
دونون پر مقرر کرنا جائز ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اُنپر جزیہ سے زیادہ اُدھر سے ہو کر نکلنے والے لشکرون
کی ضیافت کا بڑھانا جائز ہے اور خوراک کی مقدار معلوم ہونا ضرور ہے اور اگر شرط ہی پر اقتصار کر لیا جائیگا
تو خرچ ضیافت چھوٹے جزیہ سے بڑھکر ہونا جائز ہے اور اگر ذمی سال گزرنے سے پہلے یا بعد مسلمان ہو جائے اور جزیہ ادا نکیا ہو
تو بنا بر اظہر کے جزیہ ساقط ہو جائیگا اور اگر سال گزرنے کے بعد ذمی مرجائیگا تو جزیہ ساقط نہوگا اور
اُسکے ترکہ سے قرضہ کی طرح سے وصول کر لیا جائیگا تیسرا قول ذمہ کی شرطون مین اور اسکی چھ شرطین
ہین پہلی شرط جزیہ کا قبول کرنا ہے دوسری شرط امان کے منافی امر کا نکرنا ہے جیسے مسلمانون سے
لڑنے کا قصد کرنا یا مشرکون کی مدد کرنا ہے اور ان دونون شرطون کے خلاف کرنے سے ذمے یعنی
امان سے نکل جائین گے تیسری شرط مسلمانون کو نستانا جیسے اُنکی عورتون سے زنا کرنا یا لڑکون
سے اغلام کرنا اور اُنکے مال چرانا اور مشرکون کے مخبرون کا چھپانا اور مشرکون کی مخبری کرنا ہے پھر
اگر کوئی بات ایسی کرینگے کہ جسکے نکرنے کی اُنسے صلح مین شرط کر لی گئی ہے تو عہد ٹوٹ جائیگا اور اگر
صلح مین شرط نہین کر لی گئی ہے تو اپنے عہد پر رہین گے اور جس حد اور تعزیر کا فعل اُنھون نے کیا ہو
اُسکی سزا دیجائیگی چوتھی شرط یہ ہے کہ علانیہ بُرے کام نکرین جیسے شراب پینا ہے اور زنا کاری ہے
اور سُوَر کے گوشت کا کھانا ہے اور حرام عورتون سے نکاح کرنا ہے اور اگر یہ کام علانیہ کرین گے تو عہد
ٹوٹ جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عہد نہ ٹوٹیگا بلکہ اُنھین وہ حد اور سزا دیجائیگی جو شرع اسلام کا
مقتضی ہے پانچوین شرط یہ ہے کہ نئے معبد نہ بنائین اور نہ اپنی نماز کے وقت گھنٹا بجائین اور بڑے
بڑے مکان نہ بنائین اور اگر اسکے خلاف کرینگے تو سزا پائینگے اور اگر ان باتون کے نکرنے کی عہد مین شرط
ہوگی تو عہد ٹوٹ جائیگا چھٹی شرط یہ ہے کہ اُنپر مسلمانون کے حکم جاری کیے جائین اور یہان کئی مسئلے
ہین پہلا مسئلہ جب کہ مخالف شروط کرین دارالاسلام مین تو امام علیہ السلام کو جائز ہے کہ

انہیں اُنکے حفظ کے مقام مین بھیجدین اور آیا امام علیہ السّلام کو اُنکا قتل کرنا اور غلام بنانا اور اُنسے فدیہ لینا جائز ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان جائز ہے اور اسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ تردد کا منشا یہ ہے کہ دارالاسلام مین امان کے ساتھ آئے ہین تو اُنکی پناہ کی جگہ مین اُنکا پھیر بھیجنا واجب ہے اور اُنھون نے امان کو توڑ ڈالا ہے تو اُنکے لیے نہ امان ہے اور نہ امان کا شبہ رہا اور امام علیہ السلام کو اُنکے پھیر بھیجنے مین اور قتل اور بندی بنانے مین اور فدیہ لینے مین اختیار ہے اور یہی اصح ہے۔ دوسرا مسئلہ جبکہ ذمی ذمہ توڑنے کے بعد حکم قتل وغیرہ کے پہلے مسلمان ہو جائے تو اُسپر کے قتل وغیرہ کے سارے حکم قصاص اور حد سے مال کے پھیر دینے کے سوا ساقط ہو جائینگے اور اگر بندہ بنانے اور فدیہ لینے کے بعد مسلمان ہوگا تو اُس سے یہ حکم مرتفع نہوگا تیسرا مسئلہ جبکہ امام علیہ السّلام انتقال فرمائین اور جزیہ کے لیے ایک معین مدت قرار دیچکے ہون یا ہمیشہ کی شرط کر لی ہو تو اُنکے بعد کے امام کو اِس امر کا جاری کرنا واجب ہے اور اگر اگلے امام نے مطلق چھوڑا ہو یعنی کوئی مدت معین نفرمائی ہو تو بعد کے امام کو اُسکا بدلدینا مصلحت وقت کے موافق جائز ہے اور ذمی کو سلام کرنا مکروہ ہے اور راہون مین سے تنگ راہ سے چلنے پر ذمی کو مجبور کرنا مستحب ہے۔ چوتھا قول عمارتون کے حکمون مین ہے اور گرجون اور گھرون اور مسجدون کے بیان مین ہے انھین کنیسون کا اور گرجون کا دارالاسلام مین بنانا جائز نہین اور اگر بنالئے ہین تو اُنکا نکال ڈالنا واجب ہے برابر ہے کہ وہ شہر نیا مسلمانون نے بسایا ہو یا لڑائی سے وہ زمین مسلمانون کی ملک ہوئی ہو یا صلح سے فتح ہوا ہو اور فتح کے پہلے بنانے مین کچھ مضائقہ نہین یا اُس زمین مین کہ وہ اُنکی ملک مین رہنے پر صلح ہوئی ہو اُسمین نیا کنیسا گرجا بنالینے مین کوئی مضائقہ نہین اور اگر وہ کنیسا کہ جسکا ہمیشہ رکھنا انھین چاہیے گر پڑے تو اُسکا پھر انھین بنا لینا جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اور جو کوئی ذمی نیا بنائیگا تو اُسے یہ جائز نہین کہ اپنے ہمسایہ کے مسلمانون کے مکانون سے اونچا بنائے اور اُن کے مکانون کے برابر بنانا جائز ہے اور جتنا بلند مکان کسی مسلمان سے مول لیگا وہ برقرار رکھا جائیگا اور اگر وہ گر پڑیگا تو مسلمانون کے مکانون سے اونچا بنانا اُسے جائز نہ ہوگا اور برابر اونچا بنانے اور نیچا بنانے پر اقتصار کریگا اور مسجدون مین سے مسجد الحرام مین اجماع اہل اسلام سے ذمیونکو جانا جائز نہین اور ہمارے مذہب پر کسی مسجد مین جانا جائز نہین اور اگر کوئی مسلمان اُنھین اجازت دے تو مسجد مین رہنے کی اور بیٹھ کر نکل جانے کی اور اناج بیچنے جانے کی اجازت درست نہین اور ذمیونکو حجاز مین متوطن ہونا مشہور قول کے

جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ حجاز سے مکہ اور مدینہ مراد ہین اور ہو کر نکلجانے مین اور اناج بیچنے اور
مول لینے جانے مین تردد ہے اور جسنے جائز رکھا ہے اُسنے تین دن کی حد کردی ہے یعنی تین دن
سے زیادہ نہ رہے اور جزیرۂ عرب کو بھی وطن نہ بنائین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جزیرۂ عرب سے مکہ اور مدینہ
اور یمن اور اُسکے گانون اور قصبے مراد ہین اور بعضے کہتے ہین کہ عدن سے عبادان کے کھیتون کی
زمین تک لنبان مین مراد ہے اور تہامہ اور اُسکے قرب وجوار سے شام تک عرض مین مقصود ہے پانچوان
قول مہادنت مین یعنی ایک مدت تک لڑائی بند کرنے کے معاہدے اور صلح مین اور اسطرح کی صلح
مسلمانون کے لیے اصلح ہونے پر یا اُنکا مقابلہ سخت ہونے کے سبب سے یا قوت حاصل کرنے کو یا انتظار
مین مسلمان ہو جانے کی امید پر جائز ہے اور جبکہ یہ امر نہ پائے جائین اور مسلمانون کو دشمنون پر قوت
ہو تو جائز نہین اور چار مہینے تک کی صلح جائز ہے اور قول مشہور پر سال بھر سے زیادہ کی صلح جائز نہین
اور آیا چار مہینے سے زیادہ کی صلح جائز ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہین جائز ہے اسلیے کہ خدا نے فرمایا ہے
قرآن مین کہ جسکا مفاد یہ ہے کہ جہان مشرکون کو تم پاؤ قتل کر ڈالو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان جائز ہے
اسلیے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ جسکا مقصود یہ ہے کہ اگر کفار صلح پر میل کرین تو تو بھی صلح پر مائل ہو اور
مسلمانون کے حق کی اور بہتر بات کی رعایت کرنا موجب ہے اور نامعلوم مدت تک اور بے کسی مدت
کی قید کے صلح درست نہین مگر یہ کہ امام علیہ السّلام اپنی ذات کے لیے صلح کے توڑنے کے اختیار
کو شرط فرمالین اور اگر صلح ایسے کام پر واقع ہو کہ جس کام کا کرنا درست نہو تو اُسکی وفا جائز نہین
جیسے علانیہ برے کامون کا کرنا اور دار الحرب سے نکل آئی عورت کا پھیر دینا ہے پس اگر کوئی عورت
دار الحرب کو چھوڑ کر چلی آئےگی اور اُسکا مسلمان ہونا ثابت ہو جائیگا تو پھیر نہ دیجائیگی مگر اُسکے
شوہر کو خاص وہی جو اُسنے اُسے مہر مین دیا ہے اور وہ اُسپر مباح بھی تھا پھیر دیا جائیگا اور اگر وہ
اُسپر حرام تھا تو نہ پھیرا جائیگا اور نہ اُسکی قیمت دیجائیگی۔ تفریع۔ پہلی فرع جب کوئی عورت دار الحرب
سے دار الاسلام مین مسلمہ ہوکر آئے پھر مرتدہ ہو جائے تو کافرون کو پھیر نہ دیجائیگی اسلیے کہ مسلمان عورت
کے حکم مین ہے دوسری فرع اگر دار الحرب سے مسلمہ ہوکر آنیوالی عورت کا شوہر آئے اور مہر کا مطالبہ
کرے اور بعد اُس مطالبہ کے وہ عورت مرجائے تو مہر دے دیا جائیگا اور اگر مطالبہ سے پہلے وہ عورت
مرجائیگی تو اس صورت مین وہ مہر نہ دیا جائیگا اور اس مسئلہ مین تردد ہے اور مترجم کہتا ہے کہ

شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اصح یہی ہے کہ اُسے کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر عورت مسلمہ ہوکر دارالاسلام
مین آئے اور اُسکا شوہر باین طلاق کہ کتاب الطلاق مین ہی ذکر ہوا اُسے طلاق دے تو اُس عورت کے مہر کا مطالبہ اُسکے
شوہر کو پہونچتا ہے اور اگر وہ مرد اُسکی عدۂ رجعی مین مسلمان ہو جائے تو اُسکا زیادہ مستحق وہی مرد ہے
اگر وہ مرد چاہے تو اُسکے جورو ہونے کو بحال رکھے اور عورت کو اُسکا قبول نہ کرنا نہیں پہونچتا ہے لیکن
دارالحرب سے دارالاسلام مین آئے کافرون کا پھیر بھیجنا ایسی صورت مین جائز ہے کہ جس مین اُنکی
فتنہ پردازی اور فساد برپا کرنے سے بخشی ہو خواہ اِس سبب سے کہ اُنکے کنبے قبیلے کے لوگ بہت سے
اسلام کے ملکون مین ہون اور وہ کافر اِس سے مسلمانون سے بداندیشی نکرسکتے ہون یا اور کسی
وجہ سے قوت اسلام وغیرہ سے اطمینان ہوا ور نہین تو اُنھین حربی کافرون مین جاکر ملنے سے روکینگے
اور اگر صلح کے وقت یہ شرط قرار پائے کہ مطلق کافر مردون کو چھوڑ دین کہ دارالحرب مین چلے جائین
یعنی خواہ اُنکی فتنہ انگیزی سے بخشی ہو خواہ نہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایسی صلح باطل ہے اسلیے کہ
یہ صلح جنکے فساد سے بخشی اور جنکے فساد سے بخشی نہین اُن سب کے پھیر بھیجنے کو شامل ہے اور کافرون
مین سے جس شخص کا پھیر بھیجنا دارالحرب مین واجب ہے تو دارالحرب مین اُسکا پہونچا دینا واجب
نہین بلکہ اُسے رہا کر دینگے یعنی چھوڑ دینگے اور اُسکے درمیان سے کافرون سے ملنے والی روکون کو
اُٹھا لین گے اور عموماً یا کسی خاص شہر کے کافرون سے صلح کے متولی امام ہی علیہ السّلام یا اُن کے
قائم مقام ہونگے اور اِس طرف کے لواحق مین سے کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو ذمی کافر اپنے دین کو چھوڑ کر
ایسے کافرون کے دین کو اختیار کرے کہ جنپر جزیہ مقرر نہو اور اُنھین امام علیہ السلام اُنکے حال پر رہنے
دیتے ہون تو اُس ذمی کا یہ دین مقبول نہوگا بلکہ اُسے مسلمان ہونے کی تکلیف دینگے اور اگر قبول
اسلام نہ کریگا تو اُسے قتل کرینگے اور اگر ذمی اپنے دین کو چھوڑ کر ایسے دین مین آئے کہ اُس دین
کے لوگون سے محاربہ نکرتے ہون تو اُس ذمی کا اُسکے حال پر چھوڑنا جزیہ دینے کے شرط سے جائز ہی
جیسے یہودی نصرانی یا مجوسی ہو جائے کہ بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکا اپنے پہلے دین کا بدلنا مقبول
ہوگا اسلیے کہ کفر ایک ہی ملت ہے اور بعضے کہتے ہین کہ قبول نہ کرینگے اسلیے کہ حق تعالی قرآن مین
فرماتا ہے وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ یعنی جو کہ اسلام کے سوا کسی دین کا اتباع کریگا تو
وہ اُس کا دین ہرگز مقبول نہوگا اور اگر وہ کافر پھر اپنے دین کی طرف رجوع کریگا تو بعضے فقہا کہتے ہین

کہ اسکی رجوع اپنے پہلے دین کی طرف مقبول ہوگی اور بعضے کہتے ہین کہ قبول نہوگی اور یہی اشبہ ہے اُردو
مترجم کہتا ہے کہ قبول نکرنا زیادہ قوی ہے اسلیے کہ آیت عام ہے اور اُس دین کے دائم رہنے دینے کے
جائز ہونے سے اسکے نئے سرے سے شروع جائز ہونا لازم نہین اسلیے کہ آیت معارض ہے اور اس سبب
سے کہ دائم اسکی حالت پر رہنے دینا ابتداسے زیادہ قوی ہے بس اقرار مین قوی کے اثر کرنے سے ضعیف
کا اثر کرنا لازم نہین - اور اگر وہ کافر اسلام کے نہ قبول کرنے پر اصرار کرے اور قتل کیا جاے تو آیا اُسکے
بچون کے مسلمان مالک ہونگے یا نہونگے بعضے فقہا کہتے ہین کہ حکم استصحاب سے مالک نہونگے یعنی اُنکے
حال پر چھوڑے رکھنے کو بحال رکھنے سے ملکیت نہ پہونچے گی جب تک کوئی حجت اس لاحق حکم پر بہم نہونچا
دوسرا مسئلہ جبکہ کوئی ذمی ایسا کوئی کام کرے جو اُنکے مذہب مین جائز ہے اور ملت اسلام مین جائز نہین
تو اُس سے تعرض نکرینگے کہ ایسا تو نے کیون کیا ہے اور آشکارا کوئی گناہ کا کام کریگا تو اُسے شرع کے
موافق حد اور سزا دینگے اور اگر ایسا کام کرے کہ اُنکے مذہب مین جائز نہین جیسے لواطہ یعنی اغلام و سحق اور جیسے
زنا ہے تو اُسمین حکم سزا کا یہ ہے کہ جو سزا مسلمانون کو دینگے وہی اُسے بھی دینگے اور اگر حاکم شرع چاہے تو
اُسکی ملت کے لوگون کو حوالے کردے کہ وہ لوگ اپنے آئین کے موافق اُسپر سزا جاری کرین جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اُسکی ملت کے لوگون کو پھیر دینے کا جواز اس سے
مشروط ہے کہ مواخذہ کے واجب کرنے مین اُنکی ملت اسلام کی ملت کے برابر ہو گو مواخذہ کی مقدار اور کیفیت
مین تفاوت ہو نہین تو اسلام کی حد جاری کرنا اُسپر واجب ہے اور حق تعالی کی حد کا معطل رکھنا جائز نہین
تیسرا مسئلہ جب کافر کوئی قرآن مول لے تو وہ بیع صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بیع تو صحیح ہے مگر
اُس کافر کو اُس قرآن پر تصرف نکرنے دینگے اور پہلا قول قرآن کی تعظیم سے زیادہ مناسب ہے اور
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثون کی کتابون کا بھی یہی حکم ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ذمی کا قرآن
مول لینا کراہیت پر جائز ہے اور یہی اشبہ ہے چوتھا مسئلہ اگر ذمی وصیت کرے کہ اُسکے مال سے کنیسہ
یا گرجا اُسکے مرنے کے بعد بناتین تو جائز نہین اسلیے کہ یہ گناہ کا کام ہے اور یہی حکم ہے اگر وصیت کرے
توریت اور انجیل لکھوانے مین اُسکے مال کو خرچ کرین تو جائز نہین اسلیے کہ اُنھون نے اُنمین تحریف کی ہے
اور اگر وصیت کرے کہ اُسکے مال کو اُسکے مذہب کے پارسا اور علما کو دین تو جائز ہے جیسے کہ اُنھین صدقہ
دینا جائز ہے پانچوان مسئلہ مسلمانون کو ذمیون کے کنیسون کی اور گرجون کی مرمت کی مزدوری لینا

مکروہ ہے خواہ تھوڑی گری ہو یا بڑھئی گری وغیرہ ہو۔

چوتھا رکن باغیون کے مقابلہ مین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مصنف کی عبارت باغی کی تعریف مین اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو برحق امام پر خروج کرے خواہ تن تنہا ہو یا بہت سے ہون وہی باغی ہے اور باغی سے لڑنا واجب ہی اور خروج سے تلوار پکڑ کے خروج کرنا مراد ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر باغی اکیلا ہوگا تو رہزنون کا حکم رکھتا ہے اور بغاوت مین یہ بھی شرط کی ہے کہ امام علیہ السلام کے قبضہ سے خارج ہو یعنی کسی دوسرے شہر یا جنگلین رہتا ہو کیونکہ اگر قبضے مین ہوگا تو وہ باغی نہین ہے اور جو امام عادل پر خروج کرے اُس سے لڑنا واجب ہے جب امام علیہ السلام یا اُن کے نائب عام یا خاص طلبی سے طلب کرین اور جانے مین دیر لگانا کبیرہ گناہ ہے اور اگر کافی جماعت باغیون کی لڑائی مین مشغول ہو تو باقی لوگون سے وجوب اُتر جائیگا اور جبتک امام علیہ السلام کسی کو خاص طرح پر طلب نفرمائین گے جانا واجب نہوگا اور باغیون کی لڑائی مین سے بھاگنے کا حکم مشرکین کی لڑائی سے بھاگنے کی طرح پر ہے اور باغیون سے ہاتھ نروکنا جب تک واجب ہے جبتک وہ بغاوت کو نچھوڑین یا سب کے سب مارے نجائین اور جو شخص باغیون مین سے زخمی ہوا ہو اور وہ جماعت نرکھتا ہو اور اُسے مِلسکتا ہو تو اُسے پورا مار ڈالنا جائز ہے اور اِسی طرح پر جو باغی بھاگے یا گرفتار ہو اگر مددگار رکھتا ہو اور اُسے مل سکتا ہو اور فتنہ پیدا کرنے کا اُس سے خطرہ ہو تو ایسے کا پیچھا کرنا اور ایسے قیدی کا مار ڈالنا جائز ہے اور جو لوگ اِسطرح کے ہون کہ جنکے پاس جماعت نہو کہ جنکی پناہ مین جاسکتے ہون تو اُنکی لڑائی سے مقصود یہ ہے کہ اُنکی جماعت پریشان ہو جائے بس ایسے لوگون مین سے بھاگے کا پیچھا نہ کرینگے اور زخمی کو پورا نہ مارینگے اور قیدیون کو قتل نکرینگے یہان کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ باغیون کے بچون کا لونڈی غلام بنانا جائز نہین اور اجماعی حکم ہے اُنکی عورتون پر ملکیت نہین کرسکتے ہین دوسرا مسئلہ اُنکے ایسے مال پر ملکیت کرنا جائز نہین جسے لشکر نے جمع نہ کیا ہو خواہ وہ منقولہ مال ہو جیسے کپڑے وغیرہ یا غیر منقولہ ہو جیسے املاک اسلئے کہ اُنکا اسلام اُنکی جان اور مال کی حفاظت کا مقتضی ہے اور جو منقولہ مال کہ لشکر نے اکٹھا کیا ہے آیا اُسمین تصرف جائز ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ بسبب مذکور سے جائز نہین اور بعضے کہتے ہین کہ ہان جائز ہے اسلیے کہ جناب امیر علیہ السلام نے باغیون کے ساتھ اسیطرح کیا ہی اور یہی اظہر ہے تیسرا مسئلہ جو کچھ باغیون کے مال ہین سے لشکر اکٹھا کریگا وہ غازی یعنی لڑنے والونکا حق ہے

سوار کا دو ہرا حصہ اور دو گھوڑے والے اور تین گھوڑے والے کا تہرا حصہ ہوگا خاتمہ جو مال کی زکوٰۃ ندیتا ہو اور زکوٰۃ نہ دینے کو حلال بجانتا ہو وہ مرتد نہین اور اُس سے زکوٰۃ کے وصول کرنے کے لیے لڑنا جائز ہے اور جو شخص کوئی بیہودہ کلمہ امام عادل کو کہ وہ صاحب الزمان اور ائمہ معصومین علیہم السلام مین کہے تو سُننے والے کو امن کی حالت مین اُسکا مارڈالنا واجب ہی اور اگر ذمی باغیون کا شریک لڑائی مین ہو جائے تو وہ مسلمانون کی پناہ سے نکل جائیگا اور باغیون کی لڑائی مین امام علیہ السلام کو اہل ذمہ سے مدد طلب فرمانا جائز ہے اور اگر باغی مال یا جان کسی مطیع امام علیہ السلام کی اہل ذمہ وغیرہ مین سے لڑائی کے وقت تلف کریگا تو اُسکا ذمہ دار رہیگا اور جو باغیون مین کوئی حد کے قابل کام کرے اور کفار حربی کے پاس جا چھپے تو فتح کے وقت اُسپر حد شرعی جاری کرینگے۔

کتاب امر معروف و نہی منکر

یہ کتاب امر معروف و نہی منکر کے بیان مین ہے معروف وہ ماموربہ کام ہے یعنی جسکے بجالانے کا حکم کیا گیا ہے جبکہ اُسکا کرنیوالا جان لے یا بتایا جائے تو اُسمین اچھا کام ہونے کے سوا کوئی صفت وجوب اور سنیت کیطرح کی ہوتی ہے اور منکر و منہی عنہ یعنی وہ منع کیا ہوا بُرا کام ہے کہ جسکی بُرائی کو اُسکا کرنیوالا خود یا بتانے سے جان لیتا ہے اور امر معروف اور نہی منکر علما کے اجماع سے واجب ہے اور انکا وجوب کفائی ہے کہ جب کوئی انپر اقدام کرے اور دوسرے کی مدد کی احتیاج نہو تو اورون سے انکا وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ انکا وجوب عینی ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور معروف کی دو قسمین ہین ایک واجب دوسری سنت اور اِس معروف مین مباح داخل نہین اور واجب امرون کا امر یعنی حکم کرنا واجب ہے اور سنت کا سنت ہے اور منکر حرام کام ہے اور اسکی قسمین نہین نکلتی ہین بس نہی یعنی منع کرنا اور روکنا واجب ہی مین منحصر ہے اور نہی یعنی روکنا منکر یعنی بُرے کام سے جبتک چار شرطین نپائی جائین واجب نہین پہلی شرط یہ ہے کہ اُسکے منکر ہونے کو جانتا ہو کہ اُسکے منکر ہونے مین غلطی نہ پڑے دوسری شرط یہ ہے کہ اُسکے روکنے مین اور منع کرنے مین تاثیر کا امکان ہو بس اگر تاثیر نہونے کا گمان غالب یا یقین ہو تو واجب نہین تیسری شرط یہ ہے کہ کرنیوالا اُسپر مصر ہو یعنی کیے جاتا ہو بس اگر چھوڑ دینے کی کوئی علامت ظاہر ہو جائے تو بھی انکار یعنی روکنا

واجب نہین چوتھی شرط یہ ہے کہ انکار مین کوئی مفسدہ نہو بس اگر گمان ہو کہ امر معروف اور نہی بعنے منع
منکر کے سبب سے خود کو یا اور کسی مسلمان کو کوئی مالی یا جانی ضرر پہونچیگا تو اس صورت مین وجوب
ساقط ہو جائیگا اور منکر کے انکار یعنی منع کرنے کے تین مرتبے ہین پہلا مرتبہ یہ ہے کہ نہی کرنے والا اُس
کام سے دل سے بیزار اور متنفر ہو اور یہ مطلق واجب ہے اور کسی شرط سے مشروط نہین ہے دوسرا مرتبہ
زبان سے نہی کرنے کا ہے تیسرا مرتبہ ہاتھ سے نہی کرنے کا ہے پہلے منکر یعنی بد کام کا دل سے دور کرنا
ہے اور یہ اُسوقت مین ہے کہ جان لین کہ منکر کام کا کرنیوالا اُس شخص کی ناخوشی ظاہر کرنے سے اس
کام سے باز رہیگا تو یونہین کرنا واجب ہے اور اسی طرح پر اگر جان لے کہ ناخوشی ظاہر کرنا کفایت نہین کرتا
اور جانتا ہو کہ تھوڑے سے اعراض سے منزجر ہو جائیگا جیسے جدا ہو جانا تو واجب ہے کہ یونہین کرے اور
اس سے زیادہ کرے اور اگر یہ جان لے کہ اس سے وہ منکر نہ چھٹے گا تو ترتیب سے انکار پہلے زبان کی طرف منتقل
ہوگا یعنی پہلے نہیے منع کرے پھر سختی کرے اور اسی قیاس پر اور اگر منکر کا دور ہونا ہاتھ ہی پر منحصر ہو مارنے
وغیرہ کی طرح پر تو ایسا ہی کرنا جائز ہے اور اگر زخم لگانے یا مار ڈالنے کی احتیاج پڑے تو آیا واجب ہی یا نہین
بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ امام علیہ السلام کی بے اجازت کے جائز نہین
اور یہی اظہر ہے اور امام علیہ السلام کے ظاہر ہونے کی صورت مین یا نائب امام کے ہونے پر جیسے امامؑ نے
مقرر فرمایا ہے کسی کو شرعی حد کا جاری کرنا جائز نہین اور اگر امام علیہ السلام نہون یا نائب بھی نہو تو مالک
کو اپنے بندے پر حد لگانا جائز ہے آیا آدمی اپنی اولاد کو اور بی بی کو حد لگا سکتا ہے یا نہین اسمین تردد ہے
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ امام کے نہونے سے ظاہر نہونا مراد ہے اور وہ غیبت کا زمانہ ہے اور
مالک پر حد قائم کرنے کا جواز مشہور ہے بلکہ کہسکتے ہین کہ اجماعی ہے اور مالک کو نائب امام علیہ السلام ہونے
کی شرطون کا رکھنا شرط نہین مگر اتنا لازم ہے کہ شرع کے حکمون کو جانتا ہو اور یہ شرط ہے کہ اُس منکر کو کہ
نے مالک سے صادر ہوتے خود اپنی آنکھون سے دیکھا ہو کیونکہ گواہی سے ثبوت پر حد لگانا جائز نہین اسلیے
گواہی لینا حاکم شرع کا کام ہے اور اگر ایسا شخص بادشاہ کی طرف سے حاکم ہو کہ جسمین امام علیہ السلام کے
نائب ہونے کی شرطین موجود ہون اور حد لگانے پر قدرت رکھتا ہو تو آیا وہ حد جاری کرسکتا ہے یا نہین
بعضے فقہانے کہا ہے کہ ہان جاری کرسکتا ہے اس اعتقاد سے کہ امامؑ کے اذن سے حد لگاتا ہے اور
بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور یہی احوط ہے اور اگر جابر بادشاہ کسی کو حد لگانے پر مجبور کرے تو اُسے حد کا

جاری

جاری کرنا یہانتک جائز ہے کہ کسی کے ناحق قتل کرنے پر نہ پہونچتا ہو اسلیے کہ لوگون کے خون مین تقیہ نہین ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بادشاہون کی ضرر رسانی سے مطمئن ہونے پر مسائل کے جاننے والونکو مقدمات کی طرح سے حد لگانا بھی جائز ہے اور لوگون پر اُنکی مدد کرنا فیصلون مین واجب ہے اور حد کے جاری کرنے مین اور فیصلۂ مقدمات مین کسی کو اُنکا متعرض ہونا جائز نہین مگر جو شخص کہ احکام سے ماہر اور دلائل سے واقف ہو اُسے البتہ تعرض پہونچتا ہے اور جو شخص کہ اِن صفتون سے متصف ہو اُس کیطرف لوگون کو رجوع کرنا جائز ہے اور مدعا علیہ کو اُس حاکم کے طلب کرنے پر مدعی کے مقدمے کے انفصال کے لیے جواب دینا واجب ہے اور اگر اُسکے بیان حاضر نہو اور حکام جور کی طرف رجوع کرے تو امر قبیح اور بدکا مرتکب ٹھہریگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حکام جور کی طرف رجوع کرنے سے روکنا قدرت پر زبان سے یا ہاتھ سے ہر مکلف پر واجب ہے اور قاضی حق کیطرف مدعا علیہ کے رجوع کرنے کو مدد کرنا واجب ہے اور اگر بادشاہ جابر اہل حق مین سے کسی کو زبردستی کہین کا قاضی بنایا چاہے تو اُسے مجبوری کے ساتھ اپنے ضرر کے دفع کرنے کو اُس خدمت کا قبول کرلینا جائز ہے مگر امکان بھر حق احکام پر عمل کرنا اور اعتماد کرنا واجب ہے اور اگر حق کے مخالفون کے قولون پر بھی عمل کرنے مین مجبوری ہو اور چھٹکارا ممکن نہو تو وہ بھی جائز ہے یہانتک کہ قتل ناحق پر منجر نہو اور اُس شخص پر مقدور بھر حق کے پیروی واجب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مجبوری کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ بے اسکے جائز نہین اور تحقیق وہی ہے جو شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ جو شخص قضا کے علم کی تحقیق رکھتا ہو اور احکام کے اجرا پر قادر ہو اور امر معروف اور نہی منکر کرسکتا ہو اُسے جابر حاکم کی حکومت قبول کرنا اور مانگنا جائز ہے اور اسکے بغیر قبول کرنا جائز نہین اسلیے کہ اپنے کو حرام کامون کے کرنے کے اور گناہون کے فعلون کی مدد دینے کے مفسدون مین ڈالنا لازم آتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ثنائے بے منتہا مختص ذات خدا ہے کہ جسنے طرح طرح کی نعمتین دی ہین اور حلال و حرام سے واقفیتین دی ہین اور صلوات مقرب درگاہ خدا یعنی محمد مصطفیٰ اور اُنکی عترت مجتبیٰ ائمہ ہدیٰ پر نازل ہو کہ جنکی ہدایت سے چراغ دین کا شمع طور ہے اور ہمسے کفر و بدعت کی ظلمت دور ہے اور اسکے بعد مخفی نرہے کہ جامع الرضوی ترجمہ شرائع کے ترجمہ کی پہلی قسم جسمین مسائل عبادات تھے تمام ہوئی اور

مفید عام ہوئی اب یہان سے دوسری قسم آغاز ہوتی ہے علم فقہ کی دوسری قسم کہ جسمین عقود کا بیان ہے اور اُسمین پندرہ کتابین ہین

پہلی کتاب تجارت

اِس کتاب مین تجارت کے مسئلون کا بیان ہے اور اِسکی بنا کئی فصلون پر ہے۔

پہلی فصل اُن چیزون کے بیان مین ہے کہ جن سے معیشت پیدا ہوسکتی ہے اور یہ تین طرح کی ہین مباح حرام مکروہ اور حرام کی کئی قسمین ہین پہلی قسم انگور چھوارے وغیرہ کی شراب کی طرح کی نجس چیز کا مول لینا اور بیچنا حرام ہے اور ہر ایک نجس چیز کی تیل کے سوا خرید فروخت حرام ہے کہ تیل کا آسمان کے نیچے چراغ جلانے کے لیے مول لینا بیچنا جائز ہے اور چھت کے نیچے جلانے کے لیے جائز نہین اور اِس سبب سے عدم جواز نہین ہے کہ چھت کے نیچے نجس تیل کے جلانے سے چھت نجس ہوجائیگی اِسلیے کہ نجس تیل کا دھوان نجس نہین ہوتا ہے بلکہ یہ حکم محض تعبدی ہے اور شارع کی طرف منصوص ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جس طرح سے کہ آسمان کے تلے چراغ جلانے کے لیے نجس تیل کا مول لینا اور بیچنا جائز ہے اسیطرح اور اور انتفاع کے لیے سوا چھت کے نیچے جلانیکو اور سوا کھانے پینے کو خرید فروخت جائز ہے جیسے صابون بنانے کو اور جانورون کے پنڈے پر ملنے کو لین دین اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ تیل مین نجاست عارض ہوگئی ہو اور اصلی نجاست نہو اور اگر نجاست اصلی ہوگی جیسے مُردہ بکری کی چربی ہو تو اُس سے کوئی طرح کا فائدہ لینا جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ خود اصلی نجس کے سوا مرے جانورون کی وہ چیزین کہ جسمین حیات نے حلول نہین کیا ہے جیسے پشم ہین اور ناخن اور سینگ ہین نجس نہین اور اِسکی خرید و فروخت کرسکتے ہین اور حلال گوشت جانور کا پیشاب اگر کوئی فائدہ رکھتا ہو تو اقوی یہی ہے کہ اُسکی بھی خرید و فروخت جائز ہے مگر لید کہ کھیتی وغیرہ کی منفعت پر مشتمل ہے اُسکا مول لینا اور بیچنا بھی جائز ہونا قوی ہے اور حرام گوشت جانور کی لید اور پیشاب نجس ہے گو اُسمین منفعت بھی ہو اُسکی بیع جائز نہین اور کتون کی بعضی قسمون کی خرید و فروخت جیسے شکاری اور رکھوالے ہین جائز ہے اور کتّے کے گوشت اور پوست وغیرہ کا مطلق مول لینا اور بیچنا جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ سارے پیشابون کی خرید و فروخت حرام ہے

خواہ حلال گوشت کا پیشاب ہو یا حرام گوشت کا ہو مگر اونٹ کے پیشاب کی خاص استسقے کی بیماری کے لیے خرید فروخت جائز ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اسی طرح سُوَر اور کتے کے پوست اور اجزا کا بیچنا حرام ہے دوسری قسم اُن چیزون کی خرید و فروخت حرام ہے کہ جنکی غایت حرام ہے جیسے کھیل کود کی چیزین اور باجے اور بدعت کی عبادتون کی صورتین ہین جیسے صلیب کہ جسے نصاری پوجتے ہین اور گلو مین ڈالے رہتے ہین اور بُت اور مورتین اور جوے کھیلنے کی چیزین جیسے گوٹین اور شطرنج کہ ان چیزون کی خرید فروخت حرام ہے اور اُن چیزون کا بیچنا حرام ہے کہ جنسے فعل حرام کی مدد لازم آتی ہو جیسے دین کے دشمنون کے ہاتھ ہتیارون کا بیچنا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ دین کے دشمنون کے ہاتھ ہتیارون کے بیچنے کی حرمت لڑائی کے زمانے سے مختص ہے اور اگر اُنسے صلح ہو اور کافرون کے دفع کرنے مین مسلمانون کے مددگار ہون تو اُنکے ہاتھ ہتھیارون کا بیچنا حرام نہین اور دین کے دشمنون سے رہزن ڈاکو ملحق ہین کہ اُنکے ہاتھ ہتھیار بیچنا حرام ہے اور کہا گیا ہے کہ خود اور زرہ ہتیارون مین داخل نہین اُنکا اُن لوگون کے ہاتھ ہر حال مین بیچنا جائز ہے آگے خدا خوب واقف ہے۔ اور حرام کاری کے لیے گھر اور ناؤ مین کرایہ پر دینا حرام ہے اور انگور شراب بنانے کے لیے اور لکڑی بُت بنانے کے لیے بیچنا حرام ہے اور جو لوگ اِن چیزون کا کام کرتے ہون اُنکے ہاتھ اِن چیزون کا حرام چیز بنانے کا یقین نہ ہونے پر بیچنا مکروہ ہے اور یقین کی صورت مین حرام ہے تیسری قسم خرید فروخت اُس چیز کی کہ جس سے کچھ انتفاع نہو حرام ہے جیسے مسخ جانور خواہ خشکی کے ہون جیسے بندر اور ریچھ ہین اور ہاتھی مین تردد ہے اسلیے کہ اُسکی ہڈی سے کنگھی وغیرہ بنانے کا انتفاع جائز ہے خواہ تری کے ہون جیسے مارماہی اور مینڈک اور کچھوا ہے اور پانی کی مری مچھلی کا بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح سارے درندون کی خرید فروخت جائز نہین مگر بلی کی خرید فروخت جائز ہے اور یونہین شکاری پنجہ دار جانورونکا بیچنا مول لینا جائز نہین خواہ وہ چرند ہون جیسے چیتا ہے یا پرند ہون جیسے باز ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ سارے درندون کی خرید فروخت کرسکتے ہین اسلیے کہ اُنکی کھالون سے اور پرون سے انتفاع جائز ہے اور یہی قول اشبہ ہے چوتھی قسم وہ کام جو اصل مین حرام ہین جیسے سایہ رکھنے والی تصویر جانور اور پھول وغیرہ کی بنانا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سایہ دار کی تصویر سے وہ جسم مراد ہین کہ جب اُنپر روشنی پڑے تو اُنسے سایہ ظاہر ہو اگر وہ جاندار کی تصویر ہو تو بیشک اُسکا بنانا حرام ہے

اور اگر اُسکی صورت دیوار اور صفحۂ کاغذ پر کھینچین تو بعضے فقہا اِس فعل کو بھی حرام جانتے ہین اور بعضی حدیثون سے بھی کراہت معلوم ہوتی ہے مگر جاندار کی صورت ہونے پر حرام جاننا احوط ہے اور بعضے فقہائے جاندار کی صورت ہونے سے مخصوص کیا ہے اور اگر بیجان والی چیزون کی صورتین کھینچین تو حرام نہونے کو زیادہ قوت ہے اور گانے کا پیشہ بھی حرام ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب حق الیقین مین فرمایا ہے کہ گانے کی حرمت یقینی ہے اور گناہ کبیرہ ہونے مین اختلاف ہے اور بہت سی حدیثین دلالت کرتی ہین کہ گانا حرام ہے اور گانا سُننا حرام ہے اور غنا یعنی گانا آواز کے گلے مین تکرار کرنے کو یعنی گٹکری کو کہتے ہین کہ خوشی یا رنج کا سبب ہوتی ہے اور مشہور یہی ہے اور قرآن اور دعا اور ذکر وغیرہ مین سے کسی مین غنا جائز نہین اور اکثر علما نے حرام غنا سے اونٹ کے تیز کرنے کے لیے عرب جو پڑھتے ہین اُسے نکال ڈالا ہے اور بعضون نے مرثیہ امام حسین علیہ السلام کا بھی استثنا کیا ہے اگر عرب کی طرح پر نوحہ خوانی کرین تو ایک طرح کی قوت سے خالی نہین اور بعضون نے شادیون مین عورتون کے گانے کو اِس شرط سے کہ مرد وہان نہ آتے ہون غنا سے نکال ڈالا ہے اور عورتون کے نوحہ کو ماتمون مین اگر جھوٹ پر مشتمل نہو تو جائز جانا ہے اور یہ استثنا بھی قوت سے خالی نہین اسلیے کہ معتبر حدیثین اسمین وارد ہوئی ہین اور ابن ادریس اور بعضے علما اِن سب کو حرام جانتے ہین اور ان سب کا ترک احوط ہے اور گانا بجانا اور ظالمون کی مدد حرام کامون مین حرام ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ ظلم مین ظالمون کی مدد کرنا حرام ہے گو قلم بنا دینا بھی ہو اور اگر معاونت ظلم مین نہو جیسے کپڑا سینا وغیرہ ہے تو صاحب مسالک نے جائز کہا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ جائز کامون مین ظالمون کی معاونت تو جائز ہے مگر اُجرت لینا مکروہ ہے کیونکہ ظالمون سے معاملہ کرنا ہے۔ اور جھوٹ باتون سے بین کرکے جو روپیا لیا ان کماتی ہین وہ بھی حرام ہے اور اہل ضلالت کی کتابون کی حفظ بے قصد رد حرام ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اہل ضلالت کی کتابون کی حفظ سے مراد یا تلف ہونے سے بچانا ہے یا یاد کر لینا ہے اور یہ دونون امر حرام ہین مگر یہ کہ رد اور ابطال کے لیے حفظ ہو تو اِس شرط سے جائز ہے کہ حافظ کو رد اور ابطال کی قدرت بھی ہو۔ اور اسی طرح سے ایسی کتابون کا لکھنا اور بیچنا اور اُنکی تجارت کرنا حرام ہے اور تقیہ کے لیے ایسی کتابون کی حفظ کرنا اور لکھنا اور لکھانا بھی جائز ہے اور یونہین حرام ہے مؤمنون کی ہجو کرنا اور

جادو کے علم کا سیکھنا مترجم کہتے ہین کہ سحر وہ کلام یا نوشتہ یا عزائم وغیرہ ہے کہ جس سے کسی کو ضرر
پہونچتا ہے اور اسی قبیل سے مرد کا اپنی منکوحہ سے ہمبستر ہونے سے باندھ دینا ہے اور زوجہ اور شوہر
مین دشمنی ڈلوا دیتا ہے اور جن اور ملائکہ کو تابع کرنا اور شیطانون کو بلانا غائب باتون کے اور خرق
عادت کے ظاہر کرنے کے لیے ہے اور حاضرات سے جن وغیرہ کا اُتارنا ہے اور لڑکے یا عورت کے
بدن پر غائب چیزین اُسکی کہوانے کو کسی چیز کا چپکانا ہے اور سیکھنا اور سکھانا سحر کا سب حرام ہے
اور اس سے کمانا بھی حرام ہے اور جو اِسے حلال سمجھے اُسکا قتل کرنا واجب ہے اور اگر سحر کو رد سحر کے
قصد سے کہ جھوٹے دعوے کرنیوالے کے دعوے کو جو سحر سے ثابت کرتا ہے دفع کر سکے سیکھے تو ظاہر
یہی ہے کہ جائز ہے اور بعضون نے اِسلیے سیکھنے کو واجب کفائی جانا ہے جیسا کہ شہید علیہ الرحمہ نے دروس
مین فرمایا ہے اور سحر کا دفع کرنا قرآن اور دعا سے جائز ہے۔ اور کہانت کے علم کا سیکھنا حرام ہے مترجم
کہتے ہین کہ کہانت کاف کے زیر سے وہ علم ہے کہ جسکے سبب سے بعضے شیطان اسطرح کی اطاعت
کرتے ہین کہ اُس سے غائب چیزین کہتے ہین اور یہ بھی سحر ہی کے قریب ہے اور شرعین قیافہ کا علم بھی
سیکھنا سکھانا حرام ہے مترجم کہتے ہین کہ قیافہ اُن علامتون اور مقدارون کا جاننا ہے کہ جنکے سبب
سے بعضے آدمی کو بعضے سے ملحق کرتے ہین جیسے کسی کی صورت دیکھنے سے یہ حکم کر دیتے ہین کہ یہ فلان
شخص کا بیٹا یا باپ ہے اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ اِسکی حرمت اِس سے مشروط ہے کہ جزم اور
یقین سے کہے اور اِس پر کسی حرام امر کو مرتب کرے۔ اور شعبدہ اور جُوا حرام ہے مترجم کہتے ہین کہ جُوا
معہود چیزون سے کھیلنا ہے جیسے گوٹ اور شطرنج وغیرہ ہے اور اسی قبیل سے انگوٹھیا اور چار مغز سے
کہ لڑکے کھیلتے ہین کھیلنا ہے۔ اور میل کرنا چیزون مین اسطرح کہ وہ کھوٹی ملائی چیز چھپ جائے حرام ہے
جیسے دودھ مین پانی ملانا اور مشاطہ کا عورت کو اسطرح آراستہ کرنا کہ اُسکا عیب اُس مرد سے چھپ جائے
جو اُس سے نکاح کی خواہش رکھتا ہے اور اسیطرح مردون کو اپنے اوپر کی حرام چیزون سے زینت کرنا
حرام ہے جیسے سونا پہننا ہے پانچوین قسم جن کا بجالانا واجب ہے اُنسے کمانا حرام ہے جیسے مُردون کا
نہلانا اور کفن پہنانا اور دفن کرنا ہے اور کنگھی اور اور چیزون پر مزدوری لینا حرام ہے کہ جنکا ذکر اُنکے
مقامون مین انشاء اللہ تعالی ہوگا مسئلہ اذان کہنے پر مزدوری لینا حرام ہے اور اسمین کچھ مضائقہ
نہین کہ اگر موذن بیت المال یعنی خزانۂ حاکم شرع سے اپنا قوت لے لیا کرے اور اسیطرح پیش نمازی کرنے پر

اور قاضی بننے پر اُجرت لینا جس تفصیل سے کہ آگے بیان ہوگا حرام ہے اور عقد نکاح پر اُجرت لینے مین
کوئی ڈر نہین مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمۂ نے فرمایا ہے کہ یہ جواز اُس صورت مین ہے کہ عورت
مرد نکاح کرنیوالون کی طرف سے وکیل ہو مگر نکاح کے صیغے یا اور عقود کے صیغے سکھانے پر اجماع سے
اُجرت لینا جائز نہین اسلیے کہ واجب کفائی ہے مکروہ چیزین بھی تین ہین ایک وہ مکروہ کام ہے کہ جسکا انجام
غالبًا کسی حرام یا مکروہ کام کی طرف ہو جیسے صرّافی ہے یعنی سونے چاندی کا ایک دوسرے سے بیچنا ہے
کہ بیاز پر پہونچتا ہے اور مُردون کے کفنون کا بیچنا ہے کہ وبا کی خواہش پر پہونچتا ہے اور جیسے غلہ کا بیچنا ہے
کہ احتکار یعنی ضرورت پر لوگون کی نہ بیچنے کی رغبت پیدا کرتا ہے اور بردہ فروشی کرنا ہے اور جانور کے
ذبح اور نحر کا پیشہ کرنا ہے کہ قساوت قلبی کا موجب ہے دوسرے وہ مکروہ کام ہے جسکے حرفہ مین خساست
ہو جیسے کپڑا بننا ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جولاہے کی اولاد
نجیب نہین ہوتی ہے مگر سات پشت کے بعد اور حجامت ہے مگر جبکہ اُسپر اُجرت لے اور اگر بے شرط
اُجرت کے ہو تو مکروہ نہین گو بعد مین اجرت بھی اُسے دین اور اسیطرح مکروہ ہے کہ جسمین شبہہ کو راہ ہو
جیسے چھوٹے بچّون کی کمائی ہے اسلیے کہ وہ اکثر کمانے کی شرطون پر قائم نہین رہتے بس جو یہ بہم پہونچاتے
ہین اُسے اُنکے ولیون سے مول لینا اور صرف کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح کسب اُس شخص کا ہے کہ جو حرام
سے کا ر ہو جس صورت مین یہ نجانتا ہو کہ یہ خاص چیز حرام سے بہم پہونچائی ہے اور بعضی چیزین اُنکے سوا
اور بھی مکروہ ہین کہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر بیان ہونگی اور ان مکاسب کے سوا اور مباح ہین

متفرق مسائل - پہلا مسئلہ کُتّے کی قسمون مین سے کسی کُتّے کا بیچنا جائز نہین مگر شکاری کُتّے کا بیچنا
جائز ہے اور کھیت اور گلہ اور گھر کے نگہبانی کرنیوالے کُتّون کے بیچنے مین تردد ہے اور بیچنا جائز ہونا
راجح ہے گو ایسے کُتّون کا اجارے دینا جائز ہے اور ان چارون قسمون کے کُتّون مین خونبہا بھی ثابت
ہے جب کوئی مالک کے سوا انھین مار ڈالیگا تو اُسے چاہیے کہ مالک کو خونبہا دے دوسرا مسئلہ
رشوت حرام ہے اور رشوت وہ چیز ہے کہ جو کچھ کوئی فریقین مین سے حاکم اور قاضی کو اپنے موافق حکم لینے
کے لیے دے خواہ وہ حاکم اُسکے موافق حق یا ناموافق حق یا ناحق حکم دے اور حدیث مین وارد ہوا ہے
کہ رشوت دینا لینا حق تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا ہے تیسرا مسئلہ جو کسیکو کچھ مال دے کہ وہ اُسے ایک جماعت کے
دینے مین صرف کرے اور وہ شخص بھی اُسی جماعت مین سے ہو بس اگر مالک نے اُسکے لیے کوئی حصہ

مقرر کر دیا ہو یا اُسے اُسمین سے لینے کو منع کر دیا ہو تو اُس شخص کو چاہیے کہ موافق اُسکے کہنے کے عمل کرے اور اگر اُسنے مطلق چھوڑ دیا ہو اور معین نکیا ہو تو اُسے جائز ہے کہ اُس جماعت کے اشخاص کے حصے کے برابر ایک حصہ آپ بھی لے لے اور زیادہ کسی کے حصے سے نلے مگر اسمین شرط یہ ہے کہ قرینہ حالی یا مقالی اِسپر دلالت کرتا ہو کہ اِسکا لینا مالک کو نامنظور نہین ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ اِس صورت مین اُسے جائز ہے کہ اپنے عیال کو بھی حصہ دے مگر غلام کو نہ دیگا چوتھا مسئلہ عادل بادشاہ کہ وہ امام علیہ السلام ہین اُنکی طرف سے حکومت لینا جائز ہے اور کبھی واجب ہو جاتا ہے جسوقت کہ امام علیہ السلام اُسے حکومت کے لیے معین فرما دین یا دفع منکر اور معروف بے اُسکے نہو سکتا ہو اور ظالم بادشاہ کی طرف سے حکومت کرنا حرام ہے جبکہ حرام کامون مین پڑ جانے سے اِمین نہو اور اگر اِس سے بچنتی ہو اور ظالم کی نیابت مین امر معروف اور نہی منکر پر قادر ہو تو ایسی حکومت کا قبول کرنا مستحب ہے اور اگر ظالم بادشاہ حکومت لینے پر جبر کرے اور نہ لینے کی صورت مین تھوڑے ضرر کا گمان ہو تو اُسے قبول کر لینا جائز ہے مگر مکروہ ہے اور اگر بہت سے ضرر کا ڈر ہو جیسے جان جانے کا ڈر ہو یا مال چھن جانے کا خوف ہو یا اور کسی مومن کو ضرر پہونچنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت مین کراہت بھی نہین پانچوان مسئلہ جبکہ جابر حاکم کسی پر حکومت لینے کے لیے جبر کرے تو اُسے لے لینا جائز ہے اور اُسکے حکم کے موافق عمل کرنا بھی جائز ہے جسوقت مین کہ اُس مہلکہ سے رہائی ممکن نہو مگر ناحق خون کرنے مین تقیہ نہین ہے چھٹا مسئلہ ظالمون کا عطیہ اگر معلوم ہو کہ اُسے اُنھون نے وجہ حرام سے لیا ہے تو حرام ہے اور اگر نہ معلوم ہو تو حلال ہے بس اگر حرام مال کو ظالم کے عطیہ مین لیا ہے تو لینے والے پر واجب ہے کہ اُسے اُسکے مالک کو پہونچا دے اور اگر مالک معلوم نہو یا قدرت نہو تو اُس مال کو اُسکے مالک کی طرف سے صدقہ کر دے اور قدرت رکھنے پر جائز نہین کہ مالک کے سوا اور کسیکو پھیر دے ساتوان مسئلہ جو کچھ بادشاہ جابر غلہ بٹائی کے نام سے اور روپیہ خراج زمین کے نام سے اور چوپایون مین سے زکوۃ کے نام سے لیتے ہین تو اُسکا مول لینا اور اگر مفت دے تو قبول کر لینا بھی جائز ہے اور اُسکے مالک کو پھیر دینا واجب نہین گو اُن لوگون کو جانتا بھی ہو مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بٹائی ایک معین مقدار زمین کے حاصل مین سے لیجاتی ہے کہ اُسکے حاصل کا کوئی جز ہوتی ہے جیسے آدھا یا تہائی ہے اور خراج وہ معین مقدار ہے کہ جو جزیہ وغیرہ کے حساب سے زمین پر

لیتے ہین اور اُسکا لینا جابر کے دینے پر خواہ اُسکے نوکرون نے مالکون سے لیا ہو یا جابر نے کسی اہل حق کے حوالہ کردیا ہو علما کے اجماع سے اور متواتر ائمہ علیہم السّلام کی احادیث سے جائز ہے گو لینا امام علیہ السلام کا کام ہے مگر اُن حضرات علیہم السّلام کا اذن متواتر اہل حق کو پہونچا ہے اور نہین تو حرج عظیم لازم ہوتا اور بے جابر کے حکم کے اُسکا لینا یقین سے جائز نہین اور مقرر سے بھی زیادہ لینا حرام ہے اور مصنف علیہ الرحمہ نے چرپایون کا ذکر زکوۃ مین کیا ہے اور غلہ اور مال کی زکوۃ کا بھی یہی حکم ہے اور شیخ علی رح نے بھی شرح قواعد مین فرمایا ہے کہ فقہا کی عبارتون کے ظاہر کی اور روایتون کی دلالت اسی امر پر ہے کہ اسے ہر شخص لے سکتا ہے گو مالدار بھی ہو

دوسری فصل عقد بیع اور اُسکے شرائط اور آداب مین ہے عقد بیع ایک ایسا لفظ ہے جو ایک معلوم عوض پر کسی ملک کے ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف نقل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دونون بدلون پر قابض کا قبضہ بے اُس لفظ کے کفایت نہین کرتا ہے گو علامتون سے ظاہر بھی ہوتا ہو کہ اِس تقابض سے بیع مقصود ہے خواہ بڑے مال مین ہو خواہ چھوٹے مال مین ہو اور جو اُسکے تلفظ پر قدرت نرکھتا ہو تو اُسکا اشارہ کرنا بھی تلفظ کے قائم مقام ہے اور بیع منعقد نہین ہوتی ہے مگر ماضی کے صیغہ سے جیسے بایع یعنی بیچنے والا کہے عربی مین بعت اور فارسی مین فروختم اور ہندی مین بیچا مین نے اور مشتری یعنی خریدار کہے کہ اشتریت و خریدم یعنی مول لیا مین نے پس اگر بایع کہے کہ مول لے اس چیز کو اور مشتری کہے کہ بیچ اسے اور بایع کہے کہ بیچتا ہون ہین تو ایسی عبارتون سے بیع صحیح نہین گو قبول متحقق ہو جاتا ہے اور اسی طرح سے قبول کی طرف بھی ماضی کا صیغہ چاہیے اور اگر کہے کہ میرے ہاتھ بیچ یا تو بیچ میرے ہاتھ تو اس سے قبول نپایا جائیگا اسلیے کہ یہ عبارتین بیچنے کی درخواست اور استعلام پر اشبہ ہین اور بیع کے واقع ہونے اور واقع کرنے پر دال نہین ہین اور آیا بیع مین ایجاب کا قبول پر مقدم ہونا شرط ہے یا نہین اسمین تردد ہے اور یہی اشبہ ہے کہ شرط نہین اور اگر کوئی خریدار کوئی مال بیع فاسد عقد کے طریق سے قبضہ کریگا تو پھیر دینے کا ذمہ دار ہے مترجم کہتے ہین کہ شہید ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ علما مین مشہور ہے بلکہ کہسکتے ہین کہ اجماعی ہے کہ معاطاۃ یعنی قیمت دیدینا اور چیز لے لینا بے عقد بیع کے الفاظ کے کہے ہوئے اور بے ایجاب قبول کیے ہوے بیع نہین ہے گو اسمین عوض پر تصرف کی اباحت مین ہر ایک کے لیے بیع کا فائدہ ہے مگر معاطاۃ یعنی ایسے لین دین مین جبتک وہ عین باقی ہین ہر ایک اپنے عوض کو پھیر لیسکتا ہے

اور جبکہ عوض تلف ہو جائیگا تو اُسوقت مین پھیر مانگنا جائز نہین اور اُسکا لزوم ہو جائیگا اور ظاہر یہی ہے کہ دونون بدلون مین کسی کا ضایع ہو جانا لزوم مین کفایت کرتا ہے اور ملک کا منتقل ہو جانا ضایع ہونے کے حکم مین ہے اور اسطرح کا مل جانا کہ جدا ہی نہو سکے اور صفت کا بدل جانا جیسے کپڑے کا سی جانا اور رنگ ڈالنا بھی یہی حکم رکھتا ہے اور باقی تصرفات مثل استعمال کے پھیر لینے کے جائز ہونے مین قدح نہین کرتے ہین شرائط بیع مین بعضی شرطین جو متعاقدین یعنی بیچنے مول لینے والون سے متعلق ہین وہ بلوغ اور عقل اور اختیار ہین پس بیچنا اور مول لینا نابالغ لڑکے کا درست نہین گو اُسے اُسکے ولی نے اجازت دی ہو اور اسی طرح ہے اگر دس برس کے سِن کا لڑکا عاقل ہو تو اُسکی بھی خرید فروخت اظہر یہ درست نہین اور یونہین سے خرید فروخت دیوانے اور بیہوش کی اور ایسے مست کی کہ جو تمیز نکر سکتا ہو اور اُس شخص کی کہ بغیر بیچنے کے لیے جبر کرین اور مجبور کرین گو یہ لوگ عذر کے زائل ہو جانے پر راضی بھی ہو جائین سوا مجبور کے کہ وہ اگر بعد مین راضی ہو جائے تو بیع صحیح ہے اسلیے کہ اُسکی عبارت معتبر ہے مترجم کہتے ہین مجبور کی بیع کا جائز نہونا اُس صورت سے مخصوص ہے کہ جبر شرعی نہو اور اگر جبر شرعی ہوگا تو بیع بھی شرعی ہوگی جیسے قرضدار کے قرضے ادا کرنے کے لیے اُسکی چیزون کی بیع ہوتی ہے اور محتکر یعنی غلہ بند کر رکھنے والے کے غلّہ کی بیع ہے اور جیسے واجب نفقہ نہ دینے والے کی چیزونکی نفقہ دینے کے لیے ہے اور جیسے مول لینا آزاد کرنیوالے کا غلام کے حصّہ کو ہے جسوقت مین آزادی اور مالکون کے حصون مین بھی سرایت کرتی ہو کہ اِس صورت مین سارا غلام اُسکے ہاتھ بکیگا اور شریک معتق سے اپنے حصّون کی قیمتین لیلینگے گو وہ راضی نہو اور اگر لونڈی غلام نے مالک کی اجازت خرید فروخت کرینگے تو صحیح نہوگی اور اگر مالک اجازت دیدے تو صحیح ہے اور اگر کوئی شخص کسی غلام سے کہے کہ تو اپنے کو اپنے مالک سے میرے لیے مول لیلے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایسی خرید فروخت صحیح نہین اور جواز اشبہ ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ بیچنے والا اُس مال کا مالک ہو یا مالک کی طرف سے اُسے اُس مال کا بیچنا جائز ہو جیسے وکیل ہو یا باپ ہو یا دادا ہو یا وصی ہو یا حاکم شرع ہو یا حاکم شرع کا امین یتیمون کے مالون مین ہو اور اگر کوئی شخص کسی کے مال کو بیچ ڈالے تو مالک کی اجازت پر یا بنا بر اظہر کے ولی کی اجازت پر بیع کی صحت موقوف رہیگی اور مالک کا چپ ہو رہنا بیع کے علم کے وقت کافی نہین بلکہ صریح اجازت معتبر ہے اور اسی طرح مالک کا سکوت بیع کے وقت موجود ہونے پر بھی

کافی نہین پس اگر مالک اجازت نہ دے تو اُسے خریدار سے چھین لینا پہونچتا ہے اور خریدار قیمت بیچنے والے سے پھیر لیگا اور اسی طرح جو اُسے حرج پہونچا ہوگا اُسے بھی بایع ہی سے لیگا مثل نفقہ کے اور کرایہ کے کہ جو اُس سے مالک نے پھیر لیا ہے اور جو نما یعنی بڑھوتی اُس مال مین ہوئی ہوگی اُسے بھی مالک لیجائیگا اور تاوان بایع کے ذمے ہے اُس صورت مین کہ خریدار کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ مال بایع کا نہین ہے یا بایع نے دعوی اِس بات کا کیا ہو کہ مین مالک کی اجازت سے بیچتا ہون اور اگر اِسطرح نہو بلکہ اسباب کو خریدار جانتا ہو کہ غیر مالک نے بیچا ہے اور مالک کی بے اجازت بیع کیا ہے تو اسی صورت مین بایع سے اصل قیمت پھیر لیگا اور جو تاوان کہ پڑے ہین وہ اُسی خریدار کے ذمے ہین اسلیے کہ اُسنے جان بوجھکر فاسد بیع اختیار کی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ غصب ہونے کے علم رکھنے پر قیمت بھی بایع سے نہین لے سکتا ہے اور یہی حکم ہے جو اپنا مال اور دوسرے کا مال ملا کر بیچے تو اُسکے مال مین بیع جاری ہو جائیگی اور دوسرے کے مال مین اُسکی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر مالک اجازت نہ دیگا تو اُس صورت مین خریدار دوسرے کے مال کے موافق کی قیمت بایع سے یون پھیر لیگا کہ دونون مالون کی اکٹھا قیمت وقت کو مشخص کریگا پھر اُسکے بعد دوسرے کے مال کی الگ قیمت کی تشخیص کریگا پھر جو تفاوت دونون قیمتون مین ہوگا اُسی کے موافق معین قیمت سے کہ جسپر بیع ہوئی ہے پھیر لیگا اور اسکی مثال اِسطرح ہے کہ جیسے کسی شخص نے دو غلام ایک معین قیمت پر بیچے پھر ظاہر ہوا کہ ایک غلام بایع کا مال ہے اور دوسرا غلام دوسرے کا مال ہے کہ وہ بیع پر راضی نہین تو اِس صورت مین بیع ایک غلام مین جو بایع کا مال ہے جاری ہوگی اور دوسرے مین جاری نہوگی اور اُسوقت کی دونون غلامون کی اکٹھا قیمت تجویز کرینگے کہ وہ قیمت مثلاً دو سو اشرفیان ہین پھر تنہا اُس غلام کی جو دوسرے کا مال ہے قیمت تشخیص کرینگے اور وہ قیمت جیسے سو اشرفیان ہین اور دیکھینگے کہ ایکسو کو دوسے سے کیا نسبت ہے اور وہ نسبت آدھے کی ہے پس آدھا اُسکا جو بایع کو دیا ہے پھیر لینگے خواہ بیع دوسو اشرفی پر ہوئی ہو خواہ اِس سے کم بیچ یا زیادہ پر ہوئی ہو اور اِس صورت مین اگر خریدار چاہے تو دونون کو پھیر دے اور اُسے جائز ہے کہ اپنی پورا پور قیمت بایع سے بھر لے اور یہی حکم ہے اگر مسلمان ایسی چیز کو کہ جسکا مالک ہو سکتا ہے ایسی چیز مین ملا کر بیچے کہ جسکا مالک نہین ہو سکتا ہے یا ایسی چیز کے ساتھ بیچے کہ جسکا کوئی مالک

نہین ہوسکتا ہے جیسے کسی غلام کو کسی آزاد شخص کے ساتھ یا بکری کو سُوئر کے ساتھ یا سرکہ شراب کے
ساتھ بیچے تو اس صورت مین بھی بیع اُس چیز مین جاری ہوگی کہ جسکا مسلمان مالک ہوسکتا ہے
اور اُس چیز مین نہ جاری ہوگی کہ جسکا مسلمان مالک نہین ہوسکتا ہے اور اکٹھا دونون کی قیمت
مشخص کرینگے پھر تنہا سُوئر یا شراب کی قیمت اُسکے حلال جاننے والون کے نزدیک کی تشخیص کرینگے
پھر اُسی قاعدے سے دونون کی نسبت دریافت کرینگے اور اُسی نسبت سے اُس روپیہ مین سے
کہ جس بیع واقع ہوئی ہے خریدار بایع سے پھیر لیگا اور باپ دادا چھوٹے لڑکے غیر رشد والے کے
مال مین تصرف کرسکتا ہے جبتک کہ وہ لڑکا رشد اور بلوغ کو نہ پہونچے اور رشد اور بلوغ کے بعد اُنھین
تصرف جائز نہین اور باپ دادے کو چھوٹے لڑکے کے مال مین خرید فروخت کرنا اور عقد کا دو طرفون
سے متولی ہونا جائز ہے کہ وہی اُس لڑکے کے ولی ہین اور وکیل کے بھی تصرفات موکل کی طرف سے
جبتک کہ اُسکا موکل زندہ ہے اور اُسکا تصرف جائز ہے جاری رہین گے یعنی دیوانہ یا مفلس نہ ہوجائے
اور آیا جائز ہے کہ وکیل عقد کی دونون طرفون کا اسطرح پر متولی ہو کہ اپنے مال کو اپنے متولی کیلیے
خریدے اور موکل کے مال کو اپنے ہاتھ بیچے بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور
بہتر مذہب یہ ہے کہ اگر موکل کی اطلاع سے ایسا کرے تو جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہی
قول اشبہ ہے پس اگر اسطرح کا عقد کوئی وکیل واقع کریگا تو موکل کی اجازت پر موقوف رہیگا اور
وصی یتیم کے مال مین تصرف نہین کرسکتا ہے مگر موصی کے مرنے کے بعد اور جسطرح کہ عقد کے دونون
طرفون کی وکیل کی تولیت مین تردد ہے وصی مین بھی تردد ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر وصی
مالدار ہو تو وہ چھوٹے بچے کے مال کو اپنے ہاتھ بیچ سکتا ہے اور اُس مال سے تجارت کرسکتا ہے مگر حاکم
شرع اور وہ امین کہ جو حاکم کی طرف سے محافظت کے لیے ہوتا ہے اُنھین ولایت نہین مگر اُن لوگون پر
کہ جو شرع سے تصرف مین ممنوع ہین کم سنی سے یا سفاہت سے یا افلاس سے یا یہ کہ غائب کا مال ہو
اور خریدار کا مسلمان ہونا شرط ہے جبکہ کسی مسلمان غلام کو مول لے اسلیے کہ حق تعالی قرآن مین فرماتا
ہے لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا یعنی کافرون کے لیے ایماندارون پر حق تعالی زنہار
کبھی کوئی راہ نہ نکالیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے کہ کافر مسلمان غلام کو مول لے لے مگر اُس
کافر پر جبر کرینگے کہ اِس مسلمان غلام کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر

کافر اپنے باپ کو کہ وہ مسلمان ہو اور کسی مسلمان کا غلام ہے مول لے آیا درست ہے یا نہیں اشبہ یہی ہے کہ درست ہے اسلیے کہ مول لینے کے ساتھ ہی آزاد ہو جائیگا کیونکہ باپ بیٹے کا مملوک نہیں ہو سکتا ہے بس کافر کو مسلمان پر حکومت کی کوئی راہ نہو گی بعضی شرطین کہ مبیع یعنی بکری کی چیز سے متعلق ہین اور بعضی شرطین اسکے پہلے باب مین ذکر ہو چکی ہین اور باقی شرطین یہان بیع کی صحت کے لیے زیادہ ہوتی ہین پہلی شرط یہ ہے کہ بکری کی چیز مملوک ہو بس آزاد کا بیچنا درست نہین اور اسی طرح اُس چیز کا بیچنا درست نہین کہ جسمین کچھ منفعت نہو اور اُسے شرع مین اور عرف مین مال نگنتے ہون جیسے گوبر کا کیڑا اور کیڑے اور بچھو اور وہ فضلے جو آدمی کے بدن سے نکلتے ہین جیسے بال اور ناخن اور رطوبتین ہین سوا اُن پیلے دودھ کے کہ اُس سے بچون کی پرورش ہوتی ہے بس اُسکی خرید فروخت جائز ہے اور یونہین جائز نہین بیچنا ایسی چیز کا کہ جسمین سارے مسلمان شریک ہون جیسے غیر مملوک جنگلونکی گھاسین ہین اس سے پہلے کہ کسی نے اُسے جمع کرلیا ہو یا دریاؤن کی مچھلیان اور وحشی جانور شکار کرنے سے پہلے ہین اور یونہین اُس زمین کا بیچنا جائز نہین جو کافرون سے لڑائی مین مسلمانون کے تصرف مین آئی ہے اسلیے کہ ایسی زمین کا کوئی خاص شخص مالک نہین بلکہ سارے مسلمان اُسمین شریک ہین اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ایسی زمین کو آثار اور عملہ کی تبعیت کے ساتھ کہ جنھین متصرف نے اُسپر بنایا ہے خرید فروخت کرسکتے ہین اور مکہ معظمہ کے گھرون کے بیچنے مین تردد ہے اور روایت مین ممانعت وارد ہوئی ہے اور کنوئین کا پانی اُس شخص کی ملک مین ہے جسنے اُس کنوئین کو کھودا ہے اور نہر کا پانی اُسکی ملک ہے جسنے اُس نہر کو نکالا ہے اور یہی حکم زمین سے نکلنے والی چیزون کا ہے جیسے کھانون کی چیزین ہین کہ یہ اُس زمین کے مالک کی ملک مین اُس زمین کی تبعیت سے ہین دوسری شرط یہ ہے کہ طلق یعنی چھوٹی ہوئی ہو یعنی محبوس نہو مثل ایسی چیز کے کہ جسے کسی جماعت پر وقف کیا ہو اور اگر وقف کا باقی رکھنا موقوف علیہم کی مخالفت کے سبب سے خرابی کا باعث ہو اور اُن کے حق مین اُسکا بیچنا انفع ہو تو ایسی صورت مین اظہر کے بنا پر یعنی فتوے کے موافق ایسی موقوفہ چیزون کا بیچ ڈالنا جائز ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ معتمد یہ ہے کہ تین مقامون مین موقوف کی بیع جائز ہے ایک ایسی جگہ پر کہ جب خراب اور مضمحل اسطرح پر ہو کہ انتفاع سے ساقط ہو جائے جیسے مسجد کی پرانی چٹائیان اور ٹوٹی پھوٹی لکڑیان ہین دوسرے جہان موقوف علیہم مین ایسی نزاع پڑ جائے کہ جسمین مال و نکلے اور جان و نکلے

جانے کا خطرہ ہو اور ان دونون مقامون مین اُسکی قیمت سے کوئی چیز خرید لینگے اور وہ وقف رہیگی اور اُسکا ناظر مبیع کا ناظر یا حاکم شرع رہیگا تیسرے اُس جگہ جہان ارباب وقف کو ایسی سخت حاجت ہو اور کچھ اُنکے پاس ایسا نہو کہ جو اُنکی کفایت غلہ وغیرہ سے کرے اور اِس جواز کو صحیح روایتون سے مستند کیا ہے۔ اور اسیطرح ام ولد کا بیچنا جائز نہین اور ام ولد وہ لونڈی ہے جو اپنے مالک سے بچہ جنی ہو جبتک کہ وہ لڑکا زندہ ہے اُسکا بیچنا جائز نہین اور اگر کوئی شخص کوئی لونڈی مول لے اور اُس سے ہم بستر ہو اور لڑکا پیدا ہو اور ابھی قیمت نہ دی ہو اور بائع اُسکے دام مانگے اور خریدار کو اُسکے دینے پر قدرت نہو تو جائز ہے کہ اُس اُم ولد کو اُسکی قیمت ادا کرنے کے لیے بیچ ڈالے اور اسصورت مین آیا شرط ہے کہ اُسکا مالک مرچکا ہو یا اُسکے جین حیات مین بھی اُسکا بیچنا جائز ہے اسمین تردد ہے بعضے شراح نے کہا ہے کہ اس شرط کے نہ لگانے کو زیادہ قوت ہے اور یونہین گروی چیز کا بیچنا بے چھڑائے ہوئے جائز نہین مگر جبکہ مرتہن اجازت دیدے اور اگر کسی غلام نے کوئی شرعی قصور کیا ہو جیسے کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو یا کسی کو مار ڈالا ہو تو اس صورت مین دیت اُسپر لازم ہوگی اور اُسکا مالک اُسے بیچ سکتا ہے اور آزاد کر سکتا ہے خواہ وہ قصور قصد سے کیا ہو یا دھوکے سے واقع ہوا ہو اسمین تردد ہے یعنی قصد سے قصور کے ہونے پر بیع اور عتق کے جائز ہونے مین تردد ہے اسلیے کہ جسکا اُسنے قصور کیا ہے اُسکے حق نے اُسکی گردن سے تعلق کیا ہے بس طلق یعنی چھٹا نہو گا خلاف دھوکے والے قصور کے کہ اِس مین دیت لازم ہوتی ہے اور قصاص لازم نہین ہوتا ہے تیسری شرط یہ ہے کہ بائع مبیع خریدار کے حوالے کر سکتا ہو بس بھاگے ہوئے غلام کا تنہا بیچنا جائز نہین اور اگر اسے کسی ایسے دوسرے مال کے ساتھ ملا کر کہ جسکا بیچنا درست ہے بیچین تو جائز ہے اور اگر اس صورت مین وہ بھاگا ہوا غلام نہ ہاتھ لگے تو پوری قیمت اُس ضمیمے کے مقابل مین پڑجایگی اور خریدار کو اُس بھاگے ہوئے غلام کے حصے بھر کی قیمت کی طلب بائع سے جائز نہین اور صحیح ہے اُن چیزون کا بیچنا کہ جن کے پھر آنے کی عادت جاری ہوتی ہے جیسے اڑتے کبوترون کا بیچنا ہے اور محصور حوض کی دکھائی دینی مچھلیون کا بیچنا کہ جسمین باہر نکلجانے کا راستہ نہو جائز ہے اور اگر کوئی ایسی چیز کو بیچے کہ جسکا حوالے کرنا مشکل ہو مگر ایک مدت کے بعد تو اسمین تردد ہے اور اگر اسکے قائل ہون کہ ایسی بیع تو جائز ہے اور خریدار کو حقیقت حال کے جاننے کے بعد اختیار ہے کہ خواہ بیع کو درست رکھے یا فسخ کرے تو یہ قول قوی ہوگا

چوتھی شرط یہ ہے کہ قیمت کی قدر اور جنس اور صفت معلوم ہو بس اگر کسی مال کو بیچے اور قیمت معین نہ کرے بلکہ خریدار کے یا اپنے اختیار مین رکھے تو یہ بیع فاسد ہے اور ایسی صورت مین اگر خریدار اُس مال کو ایسی بیع سے لے اور وہ مال ضایع ہو جائے تو اُسکے بھر دینے کا ضامن اور ذمہ دار ہے یعنی قبضے کے دن کی قیمت کا تاوان دے دیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قبضہ کے وقت سے تلف کے وقت تک کی قیمت بھر دیگا اور اگر قیمت مین کمی اور زیادتی ہوگی تو اعلیٰ قیمت دیگا اور اگر کوئی کمی اُسکی قیمت مین ہو جائے تو بایع کو یہ پہنچتا ہے کہ قیمت کے تفاوت کو خریدار سے پھیر لے اور اگر کسی کام کے سبب سے کہ جسے خریدار نے اُسمین کیا ہے اُسکی قیمت بڑھجائے تو وہ زیادتی خریدار کا مال ہے گو وہ زیادتی مین نہو بلکہ وصف ہو تو جو کچھ کہ اُس وصف کے مقابل بڑھوتی پائے وہ اُسی خریدار کو دیدینا چاہیے یعنی اس شرط سے کہ خریدار بیع کے فساد سے واقف نہوا اور اگر بیع کے فساد کو جانتا ہو تو غاصب کا حکم رکھتا ہے۔

پانچوین شرط یہ ہے کہ بکری کی چیز کی مقدار معلوم ہو بس ناپ اور تول اور گنتی کی چیزون کا اندازے اور تخمین کے طور پر بیچنا جائز نہین گو دکھائی دیتی ہو جیسے غلہ کا ڈھیر ہے اور یونہین ناپ کی چیزونکا نامعلوم قدر کے پیمانے سے بیچنا جائز نہین اور معلوم مال مین سے ایک مشترک جز کو بے جدا کیے مول لینا جائز ہے جیسے تہائی اور چوتھائی اور آدھا اور ہے خواہ اُسکے اجزا برابر ایک دوسرے کے ہون جیسے گیہون ہین یا تفاوت رکھتے ہون جیسے کپڑا اور زمین ہے اور کسی معین مقدار کا مول لینا ایسے مال مین سے جسکے اجزا برابر نہون جائز نہین جیسے ایک گز کپڑے مین سے یا ایک جریب ایسی زمین مین سے جسکے اجزا برابر نہون یا ایک غلام دو غلامون یا زیادہ مین سے یا ایک بکری گلّے مین سے اور یونہین جائز نہین ہے کہ گلّے کو بیچے اور اُسمین ایک نامعلوم بکری کا استثنا کرے یا کئی نامعلوم بکریون کا استثنا بے اُنکی طرف کے اشارے سے تعیین کیے کرے اور ایسی بیع اور استثنا اُن چیزون مین جائز ہے کہ جنکے اجزا برابر ہین جیسے ایک من گیہون مین سے اور یونہین جائز ہے مول لینا مقدار معین کا برابر اجزا والے مال مین سے گو اُس مال کی پوری مقدار بھی معلوم نہو جیسے ایک من یا کئی من خریدنا ایسے گیہون مین سے جسکی قدر معلوم نہو اور جبکہ گنتی کی چیزون کا گننا دشوار ہو تو جائز ہے کہ پیمانہ بنا لین اور گنتی کی چیز کو گن کر اُسمین اتنا بھرین کہ وہ پیمانہ بھر جائے اور اسی پیمانے کے شمار سے اُس گنتی کی جنس کا حساب کر لین اور زمین اور کپڑے کا بیچنا دکھانے کے طریق سے جائز ہے گو اُسے ناپا نہو اور اگر

ہے

ناپ بھی لین تو احوط ہے کہ کپڑے کی مقدار کے سبب سے غرض مین تفاوت پڑ جاتا ہے اور دیکھنے سے مقدار معلوم نہین ہوتی ہے اور اگر خریدار نے کسی مال کو دیکھا ہوا اور اُسے بایع سے مول لے ہر چند کہ بیع کے وقت وہ مال موجود نہو اور بایع نے اُسکی توصیف نکی ہو تو یہ بیع جائز ہے مگر یہ کہ دیکھے کو ایک ایسی مدت گزر گئی ہے کہ جسمین عادت سے مبیع متغیر ہو جاتا ہے اور اگر تغیر کا احتمال ہو تو بھی اگلے دیکھنے کے اعتماد پر خرید نا جائز ہے اور خریدنے کے بعد اگر تغیر ظاہر ہو تو خریدار کو اختیار ہے چاہے بیع درست رکھے اور چاہے توڑ ڈالے اور اگر بایع اور مشتری دونون مال کے متغیر ہو جانے نہو جانے مین جھگڑا کرین پس معتبر قول مشتری یعنی خریدار کا قول ہے اسلیے کہ اس صورت مین بایع دعوی کرتا ہے کہ مبیع اُسی صفت پر ہے کہ جسپر خریدار نے اُسے دیکھا تھا اور مشتری منکر یعنی انکار کرتا ہے کہ اُس صفت پر نہین ہے پس اُسے قسم کھانا پہونچتا ہے اور اس صورت مین بایع پر ثبوت دعوی کا لازم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قابل قبول بایع کا قول ہے اسلیے کہ مشتری تغیر حادث ہونے کا دعوی کرتا ہے اور بایع منکر ہے اور اس مسئلہ مین تردد ہے اور اگر مبیع سے مطلوب مزا یا بو ہو تو ضرور ہے کہ خرید فروخت کے وقت چکھنے اور سونگھنے سے آزمایش کرلین اور جائز ہے کہ بے آزمایش کے بھی اُسکی صفت کو بیان کر کے بیچین جسطرح اندھا دیکھنے کی چیزین مول لیا کرتا ہے اور آیا بے آزمایش اور وصف کے جائز ہے مول لینا اُن چیزون کا کہ جن سے مزا اور بو مطلوب ہے فقط آنکھ سے دیکھ لینے پر اس نظر سے کہ اصل یہی ہے کہ کھری ہو گی اور کھوٹی نہو گی اسمین تردد ہے اور جواز اولی ہے پھر بعد مین اگر کھوٹی نکلے گی تو خریدار کو پھیر دینے کا اور قیمت کا تفاوت لے لینے کا اختیار ہو گا اور اگر خریدار اُسمین کچھ تصرف کریگا تو پھیرنا جائز نہین اور قیمت کا تفاوت بایع پر دینا لازم ہو گا خواہ خریدار اندھا ہو یا آنکھون والا ہو اور اسی طرح جو مال کہ امتحان کے سبب سے فاسد ہو جاتا ہے جیسے چار مغز اور انڈا ہے تو اُسکی خرید فروخت بے اندر کے حال کے جانے جائز ہے پھر اگر توڑنے کے بعد بیان کے خلاف ناقص نکلے تو قیمت کا تفاوت بایع سے پھیر لیگا اور پھیر دینا جائز نہین اور اگر وہ کچھ قیمت ہی نرکھتا ہو تو پوری قیمت بایع سے خریدار پھیر لیگا اور جائز نہین ہے بیچنا پستانون کی جھلیونکا ہر چند وہ پستان بیچنے والے کے مملوک بھی ہون کیونکہ نامعلوم چیز کی بیع ہے گو اُن جھلیون کے ساتھ اُن پستانون کے نیزے بھی ضم کر کے بیچین یا نیزون کے سوا اور کچھ چیزین ضم کر کے بیچین تو بھی صحیح قول پر

جائز نہیں اور یونہیں جانوروں کی چھاتیوں میں دودھ کا بیچنا جائز نہیں گو اُسکے ساتھ دوہا ہوا دودھ
بھی ملا کر بیچیں اور اسیطرح جیسے کھالون کا اور اونون کا اور روئون کا اور بالون کا جانورون کے
پیٹھون پر بیچنا جائز نہیں اسلیے یہ بھی نامعلوم چیز کی بیع ہے ہرچند اُنہیں دوسری چیزین بھی ملا کر بیچین
تو بھی جائز نہیں اور یونہیں جو مادین پر نر چھوڑنے سے گابھ وغیرہ ہوتا ہے بے پیدا ہوئے اُسکا بھی
بیچنا جائز نہیں اور شہید ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اقوی یہی ہے کہ اصلی مقصد بیان سے یا دیکھنے
سے معلوم ہو جائیگا اور تبعی مقصد نامعلوم رہیگا تو بیع دونون کی ایک مین جائز ہے۔ دو مسئلے۔
پہلا مسئلہ مشک پاک ہے اور اُسکا نافے میں بیچنا جائز ہے اور نافہ وہ کھال ہے کہ جسمین مشک
ہوتا ہے گو اُسکی کھال چاک کرکے دیکھا بھی نہو اور اگر چاک کر دیکھ لین تو اولیٰ ہے دوسرا مسئلہ جائز
ہے کہ کسی چیز کو اُسکے برتن کے ساتھ بیچین اور برتن کی بابت کوئی مقدار اُسکے وزن میں سے کم کر لین
گو اُسمین زیادتی کمی کا احتمال ہے اور جائز نہیں کہ برتن کے حصے مین سے اتنا کم کرین کہ جس سے
زیادتی یقینی ہو مگر اُس صورت مین جب بیچنے والا راضی ہو اور جائز ہے کہ چیز کو اُسکے برتن کے ساتھ
بے برتن کے حصے کے موافق کم کیے مول لین آداب تجارت سنت ہے کہ فقہ کو حاصل کرے یعنی اپنی مخصوص
تجارت کے متعلقہ مسائل سیکھ لے اور سب خریدارون مین برابری رکھے اور فرق نکرے اس امر
مین کہ بعضے خریدارون سے زیادہ قیمت لے اور بعضون سے کم لے بلکہ انصاف کی راہ چلے اور اگر
کوئی چیز کوئی پھیرے تو پھیر لے اور خرید فروخت کے وقت کلمہ پڑھے اور جب کسی چیز کو مول لے تو
تکبیر کہے اور جب چیز کو خریدے تو بیچنے والے سے ناپ تول میں حق سے کم لے اور بائع ہونیکی صورت مین حق سے
زیادہ دے اور بائع کو مکروہ ہے کہ اپنی چیز کی آپ تعریف کرے اور خریدار کا مذمت کرنا مکروہ ہے اور
خرید فروخت پر سچ قسم کھانا مکروہ ہے اور جھوٹی حرام ہے اور ایسے مکان مین کہ جہان چیز کا عیب
نظر نہ آئے بیچنا مکروہ ہے اور بائع کو مومن سے نفع لینا مکروہ ہے مگر اضطرار کی حالت مین اور شہید ثانی
علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مومن سو درم کی خرید کرے یا اپنی تجارت کے لیے لے تو اُس سے نفع
لینا مکروہ نہیں اور روایتیں اس باب مین بیان کی ہین اور اسیطرح اُس خریدار سے نفع لینا مکروہ
ہے کہ جس سے احسان کرنے کا وعدہ فروخت مین کر چکا ہے اور طلوع صبح سے آفتاب کے نکلنے تک
سودا کرنا مکروہ ہے اور سب سے پہلے بازار مین آنا مکروہ ہے اور ادنیٰ لوگون سے سودا کرنا مکروہ ہے

اور دنی وہ لوگ ہین جو کسی کے اپنے کو بُرا کہنے سے پروا نہین کرتے اور اپنی بات چیت مین بھی بُری باتین کہنے کا لحاظ نہین کرتے ہین مترجم کہتے ہین کہ فقہائے کہا ہے کہ دنی لوگون کی تفسیر مین طنبورہ بجانیوالے اور وہ لوگ بھی جو محسنون کے احسانون سے خوش نہون اور بدی سے ناخوش نہون داخل ہین اور یونہین اُن لوگون سے سودا کرنا مکروہ ہے کہ جنکے بدن مین بہایسے کوئی کمی ہوا اور بہاداُون سے معاملہ کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ جنون کے قبیلے سے ہین کہ پردہ اُنسے اُٹھا لیا گیا ہے اور آدمیون مین آگئے ہین اور یونہین ناپ تول کے اچھی طرح نجاننے پر ناپ تول کا معترض ہونا مکروہ ہے اور عقد بیع کی قیمت سے تخفیف مکروہ ہے اور نیلام کی بولی بولنے والے کے پکارتے وقت خریدار کا قیمت بڑھانا مکروہ ہے اور اُس کے چُپ ہونے کے وقت جائز ہے اور ایک مؤمن کو دوسرے مؤمن کے معاملے مین داخل ہونا مکروہ ہے اور یہ جبر یہ اگر کوئی مؤمن کسی چیز کے خریدنے کا قصد کرے اور بایع سے تشخیص قیمت کی کرچکا ہو اور دوسرا اُسکے بیچ مین آجائے اور اُس چیز کو مول لے تو یہ جابر اُمور کے بھی مکروہ ہے اور یونہین شہر کے رہنے والے کو باہر کے رہنے والون کا وکیل ہونا مکروہ ہے یعنی کوئی مسافر کوئی چیز کسی شہر مین لائے اور وہ اُسکے نرخ سے واقف نہو اور کوئی اُس شہر کے رہنے والون مین سے اُس سے کہے کہ تو اُسکے بیچنے کو میرے سپرد کردے اور مجھے وکیل کردے نہین تو دھوکا کھائیگا پھر وہ بیچنے کے لیے وکیل بنجائے بے اسکے کہ اُسے بازار کے نرخ سے وقفیت ہو اور یہ کام مکروہ ہے اور بعضے فقیہ اِس کام کی حرمت کے قائل ہوئے ہین اسلیے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس کام سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم فرمایا ہے کہ چھوڑ دو تم لوگون کو کہ بعضے بعضون سے فائدہ اُٹھائین اور پہلا قول یعنی کراہت اشبہ ہے اِس مسئلے کے لواحق دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ تلقی رکبان یعنی سوداگرون کا استقبال چار فرسخ تک چیزون کے مول لینے کے لیے مکروہ ہے اِس شرط سے کہ چار فرسخ یا زیادہ کے قصد سے جائے اور اگر مسافت مذکورے کے بقصد کیے روانہ ہو اور اتفاق سے اُتنی مسافت طے ہو جائے تو مکروہ نہین اور اگر قصد سے جائے اور کچھ سوداگرون سے شہر کے باہر خرید کرے تو بیع صحیح ہے اور بایع کو بیع کا توڑنا نہین پہونچتا ہے لیکن مکروہ ہے مگر جبکہ ایسی بڑی غبن ہو کہ عادۃً سے سوداگر اُس غبن کے متحمل نہوتے ہون) تو ایسی صورت مین بایع کو بیع کے توڑ ڈالنے کا

اختیار ہے اور یہ فوری قدرت کی صورت مین ہے اور اگر فوراً بیع کو فسخ نکریگا تو اسکے بعد بیع لازم ہوجائیگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بڑے غبن کے کھلنے پر فسخ کا اختیار ساقط نہین ہوتا ہے مگر خریدار بایع سے بلکہ ساقط کرڈالے اور یہی اشبہ ہے اور یہی حکم نجش کا ہے اور نجش نون کے زیر جیم کے سکون اور نقطہ دار شین سے اس معنون مین ہے کہ بایع کسی شخص سے ساز کرے اور کہے کہ قیمت کی تشخیص کے وقت تو خریدار کے پاس کھڑا ہوکر کہہ کہ مین اس چیز کو اس قیمت پر خریدتا ہون یعنی خریدار کی کہی ہوئی قیمت سے زیادہ دیتا ہون تا خریدار بھی اُس سے بڑھائے یہ بات بھی بعضون کے نزدیک مکروہ ہے اور بعضون کے نزدیک حرام ہے اور بڑا غبن کھلنے پر خریدار کو بیع کے فسخ کا اختیار ہے دوسرا مسئلہ احتکار یعنی روک رکھنا اور نہ بیچنا مکروہ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ حرام ہے مگر پہلا قول اشبہ ہے اور احتکار نص کے موافق گیہون اور جو اور منقے اور کھجور اور چکنائی مین ہوتا ہے اور بعضون نے نمک مین بھی کہا ہے اور احتکار اس شرط سے منع ہے کہ قیمت بڑھانے کے لیے روک رکھے اور کوئی دوسرا بیچنے والا نہو کہ وہ بیچے یا کوئی اور دینے والا نہو کہ دیڈالے اور بعضے فقہا گرانی مین تین دن اور ارزانی مین چالیس دن روک رکھنے کی شرط کرتے ہین اور محتکر یعنی بھڑسالی پر جبر کرین گے کہ بیچے اور قیمت معین نکرینگے اور بعضے کہتے ہین کہ حاکم نرخ ٹھہرادیگا اور پہلا قول اظہر ہے۔

تیسری فصل بیع کے فسخ کے اختیارون مین ہے اور بحث اُسکی قسمون مین اور حکمون مین ہے اور اُسکی قسمین پانچ ہین پہلی قسم خیار مجلس ہے جبکہ ایجاب اور قبول بایع اور مشتری مین ہوجاتا ہے تو بیع واقع ہوجاتی ہے لیکن ہر ایک کو اِن دونون مین سے پہونچتا ہے کہ جبتک اُس مجلس مین ہین اِس بیع کو توڑ ڈالے اور اُس مجلس سے اُٹھ جانے کے بعد فسخ بیع کا اختیار نہین ہے اور اگر بایع مشتری کے بیچ مین پردہ ڈالدیا ہو تو یہ امر اس اختیار کا کچھ مانع نہین پڑتا اور اگر اُنھین زبردستی اور جبر سے اُٹھادین اور متفرق کردین اور فسخ بیع پر قادر نہین تو بھی اِس اختیار مین برہمی نہین ہوتی ہے اور اجتماع کے بعد فسخ کا اختیار رہتا ہے اور اگر عقد کے وقت خیار مجلس کے ساقط ہونے کی شرط کرلین یا کوئی دونون مین سے اِس اختیار کو ساقط کرلے تو اس صورت مین فسخ نہین کرسکتے ہین اور بیع لازم ہوجاتی ہے یا دونون کی طرف سے یا ایک کی طرف سے جسنے

جسنے اِس خیار کو ساقط کرلیا ہے اور جبکہ دونون جُدا ہو جاتے ہین تو یہ اختیار جاتا رہتا ہے گو ایک پہر کی جدائی بھی ہو اور یونہین یہ اختیار جب بھی جاتا رہتا ہے کہ جسوقت مین کہ بایع مشتری نے بیع کو لازم کرلیا ہے یا ایک نے اِن دونون مین سے لازم کیا ہے اور دوسرا اُسپر راضی ہوگیا ہے اور اگر ایک اِن دونون مین سے بیع کا لزوم کرے تو اُسکی طرف سے بیع لازم ہو جاتی ہے اور دوسرے کیطرف سے لازم نہین ہوتی ہے بلکہ وہ بیع کو فسخ کرسکتا ہے اور اگر خریدار اور بایع دونون مین سے ایک دوسرے سے کہے کہ اِس بیع کو لازم کرے اور وہ چپ ہو رہے اور کچھ نہ بولے تو اِس چپ ہو رہنے سے عقد بیع لازم نہین ہوتا ہے بلکہ اُسے فسخ کا اختیار باقی رہتا ہے اور اسیطرح جو شخص کہے کہ لازم کرلے تو اُس سے فسخ کا اختیار سلب نہین ہوتا ہے اور بعضے نقہا نے کہا ہے کہ ایسے کلام سے بیع لازم ہو جاتی ہے اور فسخ جائز نہوگا مگر پہلا قول اشبہ ہے اور اگر ایک ہی شخص خریدار اور بایع کی طرف سے عقد بیع واقع کرے جیسے باپ دادا ایک چھوٹے بچّے کے مال کو دوسرے چھوٹے بچّے کے ہاتھ بیچے اور ولایت کے سبب سے دونون طرفون کا ایجاب اور قبول واقع کرے تو فسخ کا اختیار باقی ہے بعض کے قول پر جبتک اُس مجلس سے نہ اُٹھ جائیگا یا خیار مجلس کے سقوط کی شرط نہ کرلیگا یا عقد کے بعد دونون طرفسے بیع کو لازم نکریگا دوسری قسم خیار حیوان ہے یعنی جاندار کی بیع کے فسخ کا اختیار ہے جو شخص کوئی جاندار چیز خریدے تو تین روز تک خریدار کو پہونچتا ہے کہ بیع کو توڑ ڈالے اور بایع کو اختیار نہین اور خیار مجلس اور خیار حیوان جاتے رہتے ہین جبکہ عقد بیع مین اُنھین ساقط کرڈالین یا عقد کے بعد لازم کرلین یا یہ کہ مبیع مین خریدار کوئی تصرف کرے جیسے لونڈی لی ہے تو اُس سے ہمبستر ہو جائے یا کپڑے کو قطع کرڈالے خواہ وہ تصرف لازم ہو مثل بیچڈالنے کے خیار ساقط کرنیکی شرط سے یا لازم ہو جیسے دے ڈالنا مبیع کا قبضہ کرنے سے پہلے اور وصیت کردینا کہ اِسے میرے بعد فلان شخص کو دے ڈالین تیسری قسم خیار شرط ہے کہ بایع مشتری عقد مین شرط کرلین اور یہ اختیار پھیر دینے لینے کا اُس مدت تک رہتا ہے کہ جسے معین کرلین خواہ ایک طرف سے خواہ دونون طرفون سے ہو اور واجب ہے کہ مدت کو اِسطرح معین کرین کہ جسمین کمی زیادتی کا احتمال نہ رہے اور جائز نہین ہے کہ فسخ کے اختیار کی شرط نامعلوم مدت تک کرین کہ کمی اور زیادتی کا احتمال رہے جیسے یہ شرط کرین کہ حاجیون کے پھر آنے تک اسلیے کہ اُنکے پھر آنے کا کوئی وقت معین نہین ہے اور اگر ایسی شرط کرینگے تو بیع باطل ہو جائیگی اور ہر بایع

مشتری کو جائز ہے کہ فسخ کا اختیار اپنے اوپر رکھے یا دوسرے اجنبی شخص پر رکھے جیسے اسطرح پر کہدے
کہ یہ بیع موقوف ہے اِس امر پر کہ فلان شخص راضی ہو یا اپنے کو بھی اُس اجنبی کا شریک کرلے
اور جائز ہے کہ بیع مین مشورے کی شرط کرلین جیسے کہین کہ یہ بیع مشروط ہے اِسپر کہ فلان شخص سے
ہم مشورہ کرینگے اگر وہ صلاح دیگا تو بیچین گے نہین تو پھیر لین گے۔ اور جائز ہے کہ کسی چیز کو بیچین اور
یہ شرط کرلین کہ اگر فلان مدت تک بایع قیمت پھیر دیگا تو بیع فسخ ہو جائیگی اور اگر نہ دیگا تو بیع لازم
ہو جائیگی چوتھی قسم خیارِ غبن ہے جو شخص کوئی چیز خریدے اور اُس متاع کے رائج نرخ سے بیع
کے وقت واقف نہو اور بیع کے بعد کھلے کہ اِس قیمت مین اِتنا بڑا غبن پڑا ہے کہ عادت کے
خلاف ہے کہ ایسے غبن کا تحمل خرید فروخت مین کوئی نکرے تو خریدار کو پہونچتا ہے کہ جب چاہے
اِس بیع کو فسخ کر ڈالے اور یہ اختیار بیع مین خریدار کے تصرف کرنے سے نہین جاتا ہے بلکہ تصرف
کرنے کے بعد بھی غبن کے کھلتے ہی فسخ جائز ہے اُس صورت مین کہ خریدار نے اُس چیز کو اپنی ملک
سے باہر نہ کر دیا ہو یا وہ تصرف پھیرنے کا مانع نہو جیسے لونڈی کو اُم ولد کر دیا ہو یا غلام آزاد کر دیا ہو
اور اگر دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا ہو یا لونڈی کو حاملہ کر دیا ہو تو اِس صورت مین غبن کھلنے پر پھیر
نہین سکتا ہے اور غبن کھلنے پر پھیر دینا اور قیمت کا تفاوت بھر لینا ثابت نہین ہوتا ہے بلکہ خریدار
اُسی قیمت پر کہ جسپر لیچکا ہے قبول کرلیگا یا پھیر دیگا مترجم کہتے ہین کہ خیارِ فسخ یعنی بیع توڑنے کا اختیار
غبن کے کھلنے پر بایع کو بھی ہوتا ہے اور خریدار کا تصرف اُسکا مانع نہین جیسا کہ صاحب مسالک
نے تصریح فرما دیا ہے پانچوین قسم خیارِ تاخیر جو شخص کوئی چیز بیچے اور اُسکے دام نپائے اور
اُس چیز کو بھی خریدار کو نہ دے بلکہ ایجاب قبول واقع ہوا ہو اور یہ شرط بھی نہین کی ہے کہ دام
فلان مدت کے بعد دیگا تو وہ بیع تین دن تک لازم رہے گی اگر خریدار اِس زمانے مین دام لایا
اور دیدے تو بیع لازم ہو گئی اور اگر خریدار دام نہ لایا تو بایع اپنے مال سے اولیٰ ہے اور اگر وہ
بیع اِس تین دن مین تلف ہو جائے تو قول اشبہ پر بایع کا مال ہے کہ تلف ہوا ہے اور اگر خریدار
نے ایسی چیز کو مول لیا ہے کہ وہ ایک دن مین ضائع ہو جاتی ہے پھر اگر خریدار دام اُس کو رات کے
آنے سے پہلے دے دیگا تو اُسکا مال ہے نہین تو بیع منعقد نہین ہوئی اور خیار عیب بھی خرید فروخت
مین مستحق ہے کہ اگر مبیع مین کوئی عیب بیع کے بعد ظاہر ہو تو خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے بیع کو جلدی

رکھے اور چاہے توڑ ڈالے اور اسکی تفصیل اسکے بعد اپنی جگہ پر بیان ہوگی انشاء اللہ تعالے
لیکن احکام تو کئی مسئلون پر مشتمل ہین پہلا مسئلہ خرید فروخت سے خیار مجلس مخصوص ہے اور
شامل اجارے کے اور نکاح وغیرہ کے اور عقدون مین نہین ہے اور خیار شرط کہ بیان ہو چکا ہے
ہر عقد مین نکاح اور وقف اور ابرا اور طلاق اور عتق کے سوا جائز ہے مگر عتق مین ایک شاذ روایت
آگئی ہے مخفی نرہے کہ وقف اور طلاق کا خیار شرط کے نہونے مین عقود سے مصنف کا استثنا
منقطع کے طور پر ہوا اسلیے کہ یہ عقود مین داخل نہین بلکہ ایقاعین سے ہین اور یہ بھی احتمال ہے کہ عقد
سے مراد اس مقام مین عام معنی ہون کہ مجاز سے ایقاعکو بھی شامل رہین تو اس صورت مین استثنا
متصل ہو جائیگا دوسرا مسئلہ مبیع مین تصرف خیار شرط کو کھو دیتا ہے جسطرح کہ جانور کے تین دن
والے خیار کو کھو دیتا ہے اور اگر خریدار بایع دونون کو خیار ہو اور ایک اُن دونون مین سے تصرف
مبیع مین کر بیٹھے تو تصرف کرنے والے کا خیار جاتا رہیگا اور نکرنیوالے کا خیار باقی رہیگا اور اگر ایک
اِن دونون مین سے دوسرے کو تصرف کی اجازت دے اور وہ مبیع مین تصرف کرے تو دونوکا
خیار جاتا رہیگا تیسرا مسئلہ جبکہ کوئی ایسا شخص مرجائے کہ اُسے کسی بیع کے فسخ مین اختیار تھا تو اُسکا
خیار اُسکے وارثون کیطرف منتقل ہوگا جس نوع کا خیار ہوگا اُسی نوع کا منتقل ہوگا یعنی خواہ خیار
مجلس ہوگا یا خیار شرط ہوگا یا خیار عیب ہوگا جیسا کہ گزر چکا اور اگر بایع مشتری مین سے کوئی دیوانہ
ہو جائے تو خیار کے سارے حکمون مین اُسکا ولی قائم مقام ہوگا اور اگر ولی کے تصرف کے بعد
اُسکا جنون جاتا رہے تو ولی کا تصرف درہم برہم نہوگا اور اگر بایع مشتری مین سے کوئی ایک غلام
اجازت خرید فروخت کی لیے ہوئے ہو اور عقد بیع کے بعد غلام ماذون مرجائے تو اُسکا خیار اُسکے
آقا سے متعلق ہوگا چوتھا مسئلہ فقط عقد بیع کے واقع ہوتے ہی مبیع خریدار کا مال ہو جاتا ہے اور
بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد بیع کے بعد اور خیار فسخ کے گزر جانے پر خریدار کا مملوک ہوتا ہے اور پہلا
قول اظہر ہے بس اگر بیع کے عقد کے بعد مبیع سے کوئی منفعت حاصل ہو جیسے گائے دودھ دینے
لگے اور درخت مین پھل لگ آئے تو یہ مال خریدار کا ہے اور اگر بیع فسخ ہو جائے گی تو خریدار مبیع
کی قیمت بایع سے پھیر لیگا اور بایع کو یہ نہین پہونچتا ہے کہ مبیع کی منفعت خریدار سے طلب کرے
پانچوان مسئلہ جو مبیع یعنی بکی چیز بایع سے خریدار کو سپرد کرنے سے پہلے تلف ہو جائے تو وہ مال بایع کا

تلف ہوا ہے اور اگر خریدار کے قبضے کے اور خیار فسخ کے زمانے کے بعد تلف ہو تو وہ مال خریدار کا ضایع ہوا ہے اور اگر فسخ کے خیار کے زمانے مین تلف ہوا اور تفریط یعنی بے پروائی بھی نہین ہوئی تھی اور خیار بایع کا ہے تو وہ مال خریدار کا تلف ہوا ہے اور نقصان اُسی کیطرف عائد ہوگا اور اگر خریدار کے خیار کے زمانے مین بے تفریط کے تلف ہو تو مال بایع کا تلف ہوا ہے اور نقصان اُسی کی طرف ہے دو متفرعہ مسئلے۔ پہلا مسئلہ علمانے اختلاف کیا ہے کہ خیار شرط مین جو مدت مقرر کرتے ہین اُس مدت کی شروع کا وقت عقد بیع کے وقت سے ہے یا تفرق مجلس کے وقت سے ہے بعضے کہتے ہین کہ ابدا ان کے تفرق کے وقت سے یعنی مجلس سے اُٹھکر متفرق ہو جانے کے وقت سے ہے اور بعضے کہتے ہین کہ عقد بیع کے واقع ہونے کے وقت سے ہے اور یہی قول اشبہ ہے دوسرا مسئلہ اگر کوئی شخص دو چیزین ایک ساتھ ایک عقد بیع مین مول لے اور ایک معین چیز مین خیار شرط کرے تو اُسمین صحیح ہے اور اگر مبہم چھوڑ دے اسطرح کہ ایک چیز مین بیع جاری رکھنے نرکھنے کا مجھے اختیار ہے اور اُس چیز کو معین نکرے تو اسصورت یہ خیار باطل ہے اور ملحق اس سے خیار رویت ہو اور یہ بے دکھائی چیز کا بیچنا ہے اور اسمین ایک تو جنس کے بیان کی احتیاج ہے یعنی حقیقت کی فردون مین کی قدر مشترک کے بیان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے گیہون اور جَو اور چانول اور ریشم ہے کہ انمین سے ہر ایک کی فردین ان نامون سے مشترک ہین اور دوسرے اس بیع مین وصف کے بیان کی ضرورت پڑتی ہے اور وصف ایسی لفظ ہے کہ جس سے نوعی فردین ایک دوسرے سے جدا ہوا کرتی ہین جیسے ضرابت گیہون مین ہے اور یہ پاک اور صاف ہوتا ہے دوسری جنس کے ملنے سے اور جیسے پتلا اور موٹا ہونا گیہون کا ہے اور واجب ہے کہ ہر ایک ایسے وصف کو بیان کرین کہ جس سے مبیع کا نامعلوم ہونا جاتا رہتا ہو اور اگر بیان نکریگا تو مبیع کے نامعلوم رہنے کا موجب ہو جائے گا اور جس قسمون مین جنس اور وصف بیان نکریگا تو بے دکھائی چیز کی بیع درست نہوگی اور اگر ذکر ان دونون امرون کا کردے تو عقد بیع صحیح ہے ہرچند بیع کو خریدار یا بایع دونون نے ندیکھا ہو اور تیسرے شخص نے بیان کیا ہو یا اُس نے دیکھا ہو اور دوسرے نے ندیکھا ہو پھر اگر مبیع اُس بیان کے موافق نکلے تو عقد بیع لازم ہوگا اور اگر اُس صفت سے نہ نکلے گا تو خریدار کو اختیار ہے خواہ فسخ کر ڈالے یا لازم کرلے اور اگر خریدار نے دیکھا ہو اور بایع نے نہ دیکھا ہو تو دیکھنے کے بعد بایع کو بیع کے جاری رکھنے نرکھنے مین اختیار ہے اور

اگر دونون نے نہ دیکھا ہو تو اُن دونون مین سے ہر ایک کو بیع کے فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے اور اگر ایسی چیز مول لے کہ کچھ اُسمین کی دیکھی ہو اور کچھ نہ دیکھی ہو اور نہ دیکھے کی توصیف بائع نے کی ہو اور دیکھی بے دیکھی کو ایک ہی عقد مین لیا ہو اور بعد اسکے وہ اُس صفت پر نہ نکلے تو خریدار کو اختیار ہے خواہ پوری لے لے یا پورا پورا پھیر دے

چوتھی فصل عقود کے بیان مین ہے اور نظر چھ امرون مین ہے پہلی نظر نقد اور نسیہ یعنی نقد اور قرض مین ہے جو شخص کچھ خرید کرے اور نقد اور قرض کچھ ذکر نکرے یا دام مین تعجیل کی شرط کرلے تو اُسکی قیمت حال ہی مین دینی پڑیگی اور چاہیے کہ خریدار دام اُسی وقت اُسے دیدے اور اگر عقد بیع مین قیمت دینے کی شرط کسی مدت پر کرلے تو یہ بیع بھی اِس شرط سے صحیح ہے کہ اُس مدت مین کوئی ابہام نہو کہ کمی زیادتی کا احتمال ہوتا ہو اور اگر مدت قیمت دینے مین شرط کرلے اور معین نکرے یا اسطرح معین کرے کہ جسمین پوری جہالت نجاتی ہو جیسے حاجیون کے حج کے پھر آنے کی مدت کرے تو ایسی بیع باطل ہے اور اگر کوئی شخص کسی چیز کو کسی معین قیمت پر اِس شرط سے بیچے کہ خریدار ابھی قیمت دے اور زیادہ اُس معین قیمت سے اِس شرط پر بیچے کہ ایک معین مدت کے بعد خریدار قیمت ادا کرے تو بعض فقہا کہتے ہین کہ اسطرح کی بیع باطل ہے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ بیع مؤجل ہوگی یعنی روپیہ تو مدت کے بعد ملیگا اور وہی کم قیمت دینا لازم ہوگا اور یہ روایت جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے منقول ہے اور اِسکی سند مین جہالت اور ضعف ہے اور اِسی لیے اکثر فقہا نے اسپر عمل نہین کیا ہے اور اگر اِس طریق سے دو مدتون پر بیچے جیسے کہے کہ یہ کپڑا مین نے تیرے ہاتھ دس روپیہ کو بیچا ہے اس شرط سے کہ قیمت تو ایک مہینے کے بعد دیدے اور بارہ روپیہ کو بیچا ہے اس شرط سے کہ تو روپیہ دو مہینے کے بعد دے تو یہ عقد باطل ہے اور اگر قیمت دینے مین ایک معین مدت شرط کرلین اور اُس کے پہونچنے سے پہلے بائع خریدار سے اُسی چیز کو مول لے لے تو اُسے جائز ہے خواہ اُسی قیمت پر یا کم زیادہ کرکے خریدے خواہ نقد لے خواہ قرض لے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ پہلے عقد بیع مین اِس دوسری بیع کی شرط نہو چکی ہو اور اگر مدت گزر جائے اور اُسکا مشتری اُسے بیچے اور بائع مول لے اُسی جنس اور صفت کی پہلی قیمت پر بے زیادتی کمی کے تو جائز ہے اور اگر پہلی قیمت کی غیر جنس سے خرید کرے تو بھی جائز ہے خواہ پہلی قیمت

سے زیادہ ہو یا کم ہو خواہ نقد ہو یا قرض ہو اور اگر اُسے پہلی قیمت کی جنس سے خرید کرے اور قیمت
مین کچھ زیادتی کمی ہو تو اسمین دو روایتین ہین اور اشبہ یہی ہے کہ جائز ہے اور اگر کوئی کسی چیز کو
قرض خرید کرے ایک معین مدت کی شرط سے تو اُسپر واجب نہین کہ مدت گزرنے سے پہلے قیمت ادا
کردے گو وہ اُس سے مطالبہ بھی کرے اور اگر تبرع کے طور پر مدت سے پہلے دیدے تو بایع پر لینا
واجب نہین بلکہ لینے نہ لینے مین اختیار ہے اور اگر مدت گزر جائے اور خریدار قیمت لائے تو بایع پر
سے لینا واجب ہے پھر اگر نہ لے اور خریدار کے پاس سے بے کسی بے پروائی کے ضایع ہو جائے اور
خریدار نے اُسمین کوئی تصرف نکیا ہو تو یہ بایع کا مال ضایع ہوا ہے اور خریدار کے ذمے اظہر کی بنا پر
تاوان نہین ہے مترجم کہتے ہین کہ بعضے فقہا نے فرمایا ہے کہ تاوان بھرنے کا ذمہ دار نہونا اُس صورت
مین ہے کہ حاکم سے نالش کر چکا ہو اسلیے کہ مدت گزرنے کے بعد اور خریدار کے قدرت دینے پر
اگر بایع قیمت لینے سے انکار کرے تو خریدار پر واجب ہے کہ حاکم شرع کی طرف رجوع کرے اور اُسکے
بعد حکم حاکم سے بھی نہ لے یا حاکم کیطرف رجوع کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت مین ذمہ داری ساقط
ہوگی اور خریدار کے ذمے تاوان بھرنا نہین ہے اور یہی حکم بایع کی طرف بھی بیع سلم مین ہے کہ اگر
کوئی کچھ بیچے اور قیمت اُسیوقت لے لے اور ایک معین مدت کا وعدہ اُس چیز کے دینے مین کرلے
اور اُس مدت کے بعد وہی چیز لاکر موجود کردے تو خریدار پر واجب ہے کہ اُسے لیلے اور اسیطرح پر
ہے کہ جس کسی کے ذمے کسی کا کوئی حق ہو اور اُس کے ذمے کے حق کی ادا کا وقت پہونچ
جائے اور وہ دے اور صاحب حق نہ لے اور اُسکے بعد بے کسی تفریط کے ضایع ہو جائے تو وہ
ذمہ دار تاوان دینے کا نہین ہے اسلیے کہ خود مالک نے نہین لیا اور اِس صورت مین ضایع ہونیکا
تو موجب ہوا اور جائز ہے کہ کوئی شخص کچھ مال نقد یا قرض رائج قیمت سے زیادہ پر بیچے جبکہ خریدار
جان بوجھکر مول لیتا ہو اور اگر خریدار رائج قیمت سے ناواقف ہو اور رائج قیمت سے زیادہ پر
بیع ہوئی ہو تو ایسی صورت مین خریدار کو اُس بیع کے فسخ کرڈالنے کا اختیار ہے اور بایع کو جائز
نہین کہ مدت کے حلول کے بعد قیمت کی ادائی کی مہلت کے عوض مین کچھ بڑھالے اور یونہین
حکم اُن باقی مال کے حقوق مین ہے جو کسی کے ذمے ہون اور ادائی کے مطالبے کی مہلت کے
عوض مین کچھ بڑھایا جائے اور جائز ہے کہ کسی مدت پر کی ادائی والی قیمت یا چیز مدت گزرنیکے پہلے

لے لین اور کچھ اُسمین سے کم کر دین اور جو شخص کوئی چیز ایک معین مدت کے وعدے قرض مول لے
اور اُسکے بعد چاہے کہ اُسی چیز کو مرابحہ کے طریقے سے بیچ ڈالے اور بیع مرابحہ وہ بیع ہے کہ بایع اصل
قیمت کو خریدار سے کہدے اور معین نفع کی توقع کرے تو اِس صورت مین اگر کسی مدت پر لی ہے
تو چاہیے کہ اصل قیمت کی تعیین کر دے اور یہ بھی کہدے کہ اِس مدت پر مین نے اسے خرید کیا ہے
اور اب اِتنا نفع لیکر بیچتا ہون اور اگر قیمت بیان کر دے اور مدت نکہے اور پھر خریدار کو معلوم ہو جائے
تو خریدار کو اُس بیع کے فسخ مین اور امضا مین اختیار ہے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے
کہ خریدار کو بھی اُتنی مدت تک قیمت کا ادا کرنا پہونچتا ہے جتنی مدت تک بایع نے قیمت نہین دی
ہے دوسری نظر اُس چیز مین ہے جو بیع مین داخل ہوتی ہے اور اُسکا قاعدہ یہ ہے کہ بیع کا لفظ
لغت اور عرف کی رو سے جس چیز پر بولا جائے گا بیع اُسکو شامل ہو گی پس جو شخص کہ کوئی باغ
خریدے تو درخت اور اُسمین کے مکانات اُسی باغ مین داخل ہونگے اور اسیطرح جو کوئی گھر خریدے
تو اُسکی زمین اور دیوار اور اوپر کے درجے اور نیچے کے درجے سب اُسمین داخل ہونگے مگر جبکہ اوپر
کا درجہ الگ ہو اور اُسمین علیحدہ جماعت رہتی ہو کہ عادت سے اُس گھر کی ملک کے توابع مین سے
نہو تو اِس صورت مین اُس گھر کے لفظ سے وہ اوپر کا درجہ نکل جائیگا اور گھر کی بیع مین دروازے
اور بند کرنے کی چیزین جو اُسمین جڑی ہون اور بیع کے وقت علیحدہ نہ کر لی گئی ہون اور اسیطرح
لکڑیان بنا مین کی اور کیلین اور کھونٹیان جو گڑی اور جڑی ہین اور سیڑھیان جو درجون کے
مقابلے مین ہین اِس شرط سے کہ اُس گھر مین بند کر دی ہون داخل ہین اور بعضون نے کہا ہے
کہ کنجیان کہ جن سے وہ بند شین کھلتی ہین وہ بھی گھر کی بیع مین داخل ہین اور اِسمین تردد ہے
اسلیے کہ گھر مین جڑی نہین ہین اور قفلون کی کنجیون کی قبیل سے ہین کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل
ہوتی ہین جسطرح کہ قفل کی بیع گھر کی بیع مین داخل نہین کنجی کی بیع بھی گھر کی بیع مین داخل نہین
اور اشبہ یہی ہے کہ کنجی وغیرہ گھر کی بیع مین داخل ہے کہ تالی وغیرہ کے جز و کے منزلے مین ہے اور
گھر کے توابع مین سے ہے جبکہ قفل گھر کی بیع مین داخل ہوتے ہین تو اُنکی کنجیان بھی داخل ہون گی
اور جو چکی کہ گھر مین گڑی ہو وہ گھر کی بیع مین داخل نہین اسلیے کہ چکی گھر کا جز نہین ہے مگر یہ کہ چکی
سمیت یا چکی کی شرط سے گھر کوئی مول لے اور اگر گھر مین کوئی درخت ہو اور اُس گھر کو بیچے

تو وہ درخت بیع مین داخل نہین اور اگر یہ کہے کہ اِس گھر کے سارے حقوق کے ساتھ مین نے بیچا ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس صورت مین درخت بھی مبیع مین داخل ہو جائیگا اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ یہ بات معقول نہین ہے بلکہ اگر یہ کہے کہ اِس گھر کو مین نے اُن سب چیزون کے ساتھ جو اِس گھر کی دیوارون کے اندر ہین بیچا ہے یا مثل اِسی عبارت کے تلفّظ کرے تو درخت بھی داخل ہو جائیگا اور اگر کو سارے درختون سمیت بیچے اور اُسمین سے ایک درخت کا استثنا کرے بس وہ درخت اور آنے جانے کی راہ بھر کی زمین اُس درخت تک کی اور درخت بھر کی زمین اور میوہ جو اُس درخت کی شاخون پر ہے بایع کی ملک سے ہے اور اگر کسی زمین کو بیچے اور اُسمین درخت ہون تو بھی یہی حکم ہو کہ درخت اور اُن تک آنے جانے کی راہ بھر کی زمین بایع کی ملک رہیگی اور اگر اُس زمین مین کوئی کھیت ہو تو وہ بھی بایع کا مال ہے اور بیع مین داخل نہین خواہ اُس کھیت کی جڑین مضبوط ہون کہ پیداوار کی کاٹ لینے پر بھی باقی رہتی ہون یا نہون لیکن واجب ہے کہ اُس کھیتی کو کاٹنے کے وقت تک باقی رکھین اور کھجور کے درخت کہ اُسکی تابیر کر چکے ہون اور تابیر نر کے شگوفے کی گرد مادین کے شگوفے کو چیر کر اُسمین ڈالنا ہے تو اُسکا میوہ بایع کی ملک ہو اسلیے کہ پھل اُس درخت کے نام مین داخل نہین اور اُس سے باہر ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے من باع نخلا مؤبرا فثمرہا للبایع الا ان یشترط المشتری یعنی جو درخت خرمے کا تابیر کیا ہوا بیچے تو خرمے اُسکے بایع کی ملک ہین مگر یہ کہ خریدار شرط کرلے کہ خرمے بھی اُسی کی ملک مین ہون اور شرط نکرنے کی صورت مین خریدار پر واجب ہے کہ عرف اور عادت سے اُسے توڑنے کے وقت تک چھوڑ رکھے اور اِسی طرح جو شخص کسی درخت کے ایسے میوے کو خریدے جو ابھی پک نچکا ہو تو خریدار کو پہونچتا ہے کہ اُس میوے کو اُس درخت پر اُسوقت تک باقی رکھے جبتک کہ اُس درخت پر باقی رکھنے کی عادت ہو اور اگر کوئی خرمے کا درخت بے تابیر کیا بیچے تو اُسکا میوہ عالمون کے فتوے پر خریدار کا مال ہے اور اگر کوئی خرمے کا درخت بے عقد بیع کے کسی شخص کی ملک سے دوسرے کیطرف منتقل ہو تو اُسکے خرمے پہلے مالک کی ملک مین ہین خواہ تابیر کر چکا تھا یا نکر چکا تھا خواہ عقد معاوضہ سے ملک کا انتقال ہوا ہو جیسے اجارہ اور نکاح ہے یا غیر معاوضے سے ہوا ہو جیسے ہبہ ہے اسلیے کہ ہبہ نے خرمے کے درخت سے تعلق کیا ہے نہ خرمو نسے اور بے تابیر کیے خرمے کے درخت کی بیع مین جو خرمون کے مالک کے انتقال کا حکم کیا ہے یہ حکم نص سے ہے

مستفاد ہوا ہی اور قیاس ہمارے مذہب مین باطل ہے اور خرمے کے درخت کی تابیر یون پائی جاتی ہے کہ درخت نر کی گرد مادہ تک پہونچ جائے خواہ مادین کے شگوفے کو چیر کر گرد اُسمین ڈالدین یا وہ آپ سے پھٹ جائے اور گرد اُس تک پہونچ جائے اور تابیر خرمے کی مادین درخت مین معتبر ہے نہ نر مین اور نہ اسکے سوا اور درختون مین اسلیے کہ خرمے کے درخت مین عالمون کا اتفاق ہے کہ بیع مین تابیر کے ہونے اور نہونے سے حکم بدلجاتا ہے بس اگر کوئی دوسرا درخت بیچے تو اُسکے پھل بایع کا مال ہین اگر بیع کے وقت نکل چکے ہون وہ پھل خواہ غلاف مین ہون مثل روئی وغیرہ کے یا غلاف مین نہون مثل سیب اور انار کے اور بایع کو پہونچتا ہے کہ پکنے کے اور توڑنے کے وقت تک اُنھین اُسی درخت پر رکھ چھوڑے اور خریدار کو اُنکا نکال ڈالنا جائز نہین مگر جبکہ خریدار نے شرط کر لیا ہو کہ پھل بھی اُسی کی ملک ہو جائین اور اگر بیع کے وقت مین پھل نہ نکلے ہون اور پھر نکلین تو وہ پھل خریدار کا مال ہین اور یہی حکم ہے جبکہ درخت سے مقصود پھول یا پتے ہون اور بیع کے وقت نکل چکے ہون گو کلیان بھی ہون تو وہ بایع کا مال ہین اور اگر بیع کے بعد نکلین تو خریدار کا مال ہین مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ اگر کچھ نکلے ہون اور کچھ بعد نکلین تو جو نکل چکے تھے وہ بایع کا مال ہین اور جو بعد نکلے ہین وہ خریدار کا مال ہین اور جبکہ بایع اور خریدار کے مالون مین خلط ہو گیا ہو اور تمیز نہو سکتا ہو تو اُسوقت صلح سے فیصلہ کر لینا چاہیے۔ فرعین۔ پہلی فرع جسکے پاس خرمے کے درخت تابیر کیے اور بے تابیر کیے ہون اور سب کو اکٹھا بیچے تو خرمے تابیر کیے درختون کے بایع کے ہین اور بے تابیر والون کے خریدار کے ہین اور یہی حکم ہے اگر تابیر کیے کو ایک کے ہاتھ اور بے تابیر کیے کو دوسرے کے ہاتھ بیچے دوسری فرع باقی رکھنا میوے کا درخت پر عادت سے تعلق رکھتا ہے کہ اُس میوے کو کسوقت مین توڑتے ہین بس جس درخت کے پھل عادت مین ادھ کچے توڑتے ہین تو اُنھین اُسوقت تک درخت پر رہنے دینا چاہیے اور جن درختون کے پھل پکے توڑتے ہین اُنھین اُسوقت تک اُن پر رہنے دینگے تیسری فرع جبکہ پھل بایع کے اور درخت خریدار کا ہو تو پھل یا درخت کے فائدے کے لیے کسی کو مضر نہونے کی صورت مین اُسے پانی دین اور اگر ایک اُن دونون مین سے منع کرے تو اُسے مجبور کرنا چاہیے اور اگر پانی دینا ایک کے لیے مفید اور دوسرے کے لیے مضر ہو تو مصنف کے نزدیک خریدار کی مصلحت کو ترجیح دینا چاہیے اسلیے کہ بایع نے خود اپنے اوپر اصل

درخت کو بیچا ضرر کو داخل کر لیا ہے اور خریدار کو اپنے اوپر تسلط دیدیا ہے مگر ضرورت سے بڑھ کر سینچنا جائز نہین اور قدر ضروری پر اکتفا کرنا چاہیے اور اگر ضرورت کی مقدار مین اختلاف پڑے تو اُس کام کے واقف کے حکم کیطرف رجوع کرینگے چوتھی فرع جو پتھر کہ زمین مین پیدا ہو چکے ہون وہ اُس زمین کے بیع مین تابع ہین اور یہی کھانون کا حکم ہے کہ جب زمین بیچ ڈالین گے تو بیع کھان کو بھی شامل ہو جائیگی اسلیے کہ وہ بھی زمین کے جز ہین اور اسمین تردد ہے تیسری نظر دام اور مال کے حوالے کرنے مین ہے جب بیع کا عقد مطلق ہو اور مدتین یا حال مین دام اور مال یا ایک کے دینے کی تصریح نہو تو دام اور مال دونون کے دینے کو مقتضی ہے کہ بایع مال دیدے اور خریدار دام دے جبکہ طلب کرین اور جبکہ دونون ٹال مٹول کرین اور ندین تو جبر سے لین گے اور اگر ایک اُن دونون مین سے اپنے ذمے کے واجبی حق کو ادا کرے تو اسپر جبر کرنا چاہیے خواہ خریدار ہو یا بایع ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ پہلے بایع پر جبر کرین گے کہ مبیع یعنی مال بیچا ہوا خریدار کے حوالے کر دے پھر خریدار پر دام دیدینے کے لیے جبر کرین گے اور پہلا قول اشبہ ہے خواہ دام نقد موجود ہون یا خریدار نے اپنے ذمے کر لیے ہون اور اگر بایع شرط کرلے کہ مبیع کو کسی معین مدت کے بعد حوالے کریگا تو جائز ہے جیسا کہ خریدار دامون کے دینے مین ایک معین مدت کی شرط کر لے اور اسی طرح پر اگر بایع عقد بیع مین گھر مین رہنے کی اور چوپایون مین سوار ہونے کی ایک معین مدت تک شرط کر لے تو بھی جائز ہے اور دام اور مال پر قبضہ دینے سے مطلب یہ ہے کہ اُسے چھوڑ دین اور اُسپر سے اپنے تصرف کو اُٹھا لین خواہ وہ مال غیر منقول ہو جیسے گھر اور کھیت وغیرہ ہین یا منقول ہو جیسے کپڑا اور جواہرات اور چوپائے ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ منقول چیزون کے قبضہ دینے مین یون ہے کہ دوسرے کے ہاتھ مین دیدین یا ناپ دین اگر وہ چیز نپتی ہے اور اگر چوپایہ ہو تو اُسے گھر کے باہر نکال کر سپرد کر دین اور پہلا قول اشبہ ہے اور جبکہ خریدار کے حوالے کرنے سے پہلے مبیع تلف ہو جائے تو بایع کے مال سے تلف ہوا ہے اور اسیطرح پر ہے اگر مبیع کی قیمت مین کچھ کمی آجائے کسی امر کے سبب سے جو اُسمین پیدا ہو گیا ہے خریدار کے حوالے کرنے سے پہلے تو خریدار کو اختیار ہے خواہ وہ قبول کرلے خواہ پھیر دے اور بعضے کہتے ہین کہ قیمت کے تفاوت کے کاٹ لینے مین بھی خریدار کو اختیار ہے اور اسمین تردد ہے متعلقات اسباب کے کئی مسئلے ہین

پہلا مسئلہ جبکہ مبیع مین کچھ بڑھوتی عقد بیع کے بعد اور قبضہ دینے کے پہلے حاصل ہو جیسے جانور بچہ دیدے یا درخت پھلے یا غلام کچھ پڑا پائے کہ اُسکا مالک اُسکا آقا ہو سکتا ہو تو سب خریدار سے متعلق ہے اسلیے کہ یہ بڑھوتی اُسی کی ملک مین حاصل ہوئی ہے پھر اگر مبیع قبضہ دینے سے پہلے ضایع ہو جائے تو اُسکی قیمت خریدار کیجانب سے ساقط ہو گی اور جو بڑھوتی کہ ہوئی ہے وہی اُسکا مال ہے اور اگر وہ بڑھوتی بایع کی بے تفریط سے ضایع ہو جائے گی تو بایع کے ذمے اُسکا تاوان بھرنا نہین دوسرا مسئلہ جبکہ بایع کے پاس خریدار کو قبضہ دینے سے پہلے بکا مال بے بکے مال سے اسطرح ملجائے کہ الگ نہو سکے تو اگر بایع اُس سب کے سب کو بھی خریدار کو دیدے تو جائز ہے اور اگر سب کے سب دینے سے انکار رکھے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع فسخ ہو جائے گی اسلیے کہ مبیع کا حوالے کرنا ممکن نہین اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے فسخ کرے یا چاہے بایع اُس مین شریک ہو جائے جیسا کہ اگر قبضہ دینے کے بعد ملجائین گے تو دونون شریک ہونگے تیسرا مسئلہ جبکہ کوئی شخص چیز رکھنے والا مال بیچے اور خریدار کے قبضے سے پہلے کچھ اُس مال مین سے ضایع ہو جائے بس اگر اُس ضایع ہوئے کو کوئی حصہ قیمت مین سے ہے تو خریدار کو اختیار ہے خواہ بیع فسخ کر ڈالے یا اس بات پر راضی ہو جائے کہ موجود لیلے اور جو اُسکی قیمت کا حصہ ہے وہ لیلے جیسے دو غلام مول لیے ہین اور ایک ضایع ہو گیا یا ایک خرمے کا درخت مول لیا ہے کہ جسمین بے تابیر کیے خرمے ہین اور اگر ضایع ہوئے کی کوئی قیمت نہو تو خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے اُس مبیع کو پھیر دے یا ضایع ہونے سے پہلے جس قیمت پر لیا تھا لیلے جیسے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے چوتھا مسئلہ مبیع کا سپرد کرنا اس حال سے چاہیے کہ مفرغ یعنی خالی کیا ہوا ہو بس اگر اُسمین کوئی چیز رکھی ہوئی ہو تو واجب ہے اُسے اُسمین سے نکال لے اور اگر کوئی کھیتی ہو کہ جسے کاٹ چکے ہون تو اُسے بھی اُٹھالے اور اگر بایع کی کھیتی کی جڑین اور شاخین ہون کہ اگلے بونے کو مضر ہون جیسے روئی اور باجرہ ہے یا زمین مین پتھر گاڑ دیے ہون اور مثل اسی کے تو بایع پر واجب ہے کہ ان سب کو دور کر کے زمین برابر کر کے خریدار کے حوالے کر دے اور یہی حکم ہے اگر گھر مین کوئی چوپایہ چھوڑ رکھا ہو یا ایسی چیز رکھی ہو کہ جسکا نکالنا بنائے کے توڑنے پھوڑنے پر موقوف ہو تو بایع پر واجب ہے کہ اُسے نکال لے اور خرابی کی اصلاح کر دے پانچوان مسئلہ اگر کوئی شخص کوئی چیز بیچے اور اور خریدار کے قبضے مین دینے سے پہلے کوئی غاصب بایع کے ہاتھ سے چھین لے بس اگر تھوڑے زمانے مین

غاصب کے ہاتھ سے پھیر لینا ممکن ہو تو خریدار کو بیع کا فسخ کرنا نہیں پہونچتا ہے اور نہیں تو فسخ جائز ہے اور غاصب کے تصرف کی مدت بھر کا کرایہ بایع کو بھرنا لازم نہیں مگر جبکہ بایع مبیع کے حوالے کرنے مین خود دیر کرے اور ایک مدت کے بعد اُسپر قبضہ دے تو خریدار کو پہونچتا ہے کہ تاخیر کی مدت بھر کی اُجرت مثل بایع سے مانگ لے اور ملحق اسمین غیر مقبوض کے بیچنے کا بیان ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شخص کوئی چیز مول لے اور ابھی اُسپر قبضہ نکیا ہو اور دوسرے کے ہاتھ بیچنے کا ارادہ کرے اور وہ بِکتی یا تُلتی ہو یعنی ناپ اور تول سے اُسکی خرید فروخت ہوتی ہو تو یہ بیع مکروہ ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر غلہ ہو تو جائز نہین اور حرام ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ غیر مقبوض چیز کی بیع نفعے کے ساتھ حرام ہے اور اگر بے نفعے کے اُسے خرید کی قیمت پر بیچ ڈالے تو حرام نہین ہے اور اگر کسی چیز کی ملکیت بے بیع کے پہونچے جیسے میراث سے یا خلع سے کہ خلع کا بیان اِسکے بعد کتاب طلاق مین آنے کو ہے تو قبضہ پانے سے پہلے ایسی چیز کا بیچ ڈالنا جائز ہے دوسرا مسئلہ اگر خریدار کا غلہ بیع سلم کی رو سے کسی دوسرے شخص کے پاس ہو اور اسیقدر کسی دوسرے شخص کا اُسکے ذمے ہو اور خریدار اپنے قرضخواہ سے کہے کہ تو اپنے قرض مین اُس شخص سے یہ غلہ لے لے تو یہ مصنف علیہ الرحمہ کے قول پر مکروہ ہے اور دوسرے فقہا کے قول پر حرام ہے اِسلیے کہ اپنے مال کے عوض مین دوسرے سے ایسی چیز کو بیا ہو کہ وہ چیز ابھی اُس شخص کے قبضے مین نہین آئی ہو جیسا کہ اگلے مسئلے مین ہم کہہ چکے ہین اور اسیطرح ہو اگر قرضخواہ کو کچھ مال دے اور کہے کہ اِس سے غلہ خرید کر پھر اگر کہے کہ میرے لیے خرید کر اور اِسکے بعد وہ اُسے اپنے قرضے کے عوض مین لے لے تو خریدار کی طرف سے خرید کرنا درست ہو اور اپنے لیے قبضہ کرنا درست نہین ہے اِسلیے کہ ایک شخص کو دو طرفون کا متولّی بننا جائز نہین اور اِسمین تردد ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور اگر یہ کہے کہ اِس مال سے اپنے لیے مول لے تو خرید کرنا بھی درست نہین اور فقط قبضہ کر لینے سے اُسکی ملک نہو جائیگا اِسلیے کہ دوسرے کے مال سے اپنے لیے کسی چیز کا مول لینا جائز نہین — مترجم کہتے ہین کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ کوئی قرینہ صحیح قصد پر دلالت نہ کرتا ہو اور اگر کوئی قرینہ ایسا ہو کہ یہ دلالت کرتا ہو کہ کہنے والے کی مراد اپنے لیے اس مال سے غلہ خرید کرنے سے اُس مال کا اُسے قرض دینا مطلوب ہے کہ اُس سے غلہ مول لے اور میرے ذمے کے غلے کے بدلے مین اُسپر تصرف کرے تو اِس صورت مین کہہ سکتے ہین کہ یہ معاملہ مسالک مین کے بیان کے موافق صحیح ہے

تیسرا مسئلہ اگر کسی کے ذمے کسی کا کچھ قرض ہو اور اُس دیندار کا کسی اَور کے ذمے قرضہ ہو اور ایک اپنے ذمے کے قرضے کو دوسرے دیندار پر اُتروا دے تو یقین سے صحیح ہے اور احتیاط یہ اگر اُتروانے والا قرضدار نہو اور جسپر اُتروایا ہو وہ قرضدار ہو تو بھی جائز ہے چوتھا مسئلہ جبکہ خریدار کسی مول کی چیز پر قبضہ کرلے اور اُسکے بعد بایع یہ دعوی کرے کہ کم دی ہے بس اگر ناپ یا تول کے وقت خریدار موجود نتھا تو قبول کے قابل خریدار کا قول ہے اِس معنی سے کہ بایع سے دو گواہ مبطل پورا دیدینے کے ثابت کرنے کے لیے طلب کرین گے اگر بایع گواہ دینے سے عاجز آئیگا تو خریدار سے پورا حق وصول نپانے پر قسم لین گے اور اگر ناپ یا تول کے وقت خریدار موجود ہوگا تو قبول کے قابل بایع کا قول ہے اور جسوقت مین خریدار ثبوت دینے سے عاجز ہوگا تو بایع سے قسم لین گے مترجم کہتے ہین کہ اس مسئلے مین خریدار گو کہ حق کے پورا وصول ہونے کا منکر ہے اور اصل منکر سے قسم لینا ہے مگر جب ناپ تول کے وقت موجود تھا تو ظاہر ہے کہ اُسنے اپنا حق پورا پور وصول کرلیا ہوگا اور اِس مسئلے مین بھی ظاہر کو اصل پر غالب کردیا ہے پانچوان مسئلہ جبکہ کوئی غلے کی بیع سلم عراق مین ہوا و بعد اِسکے خریدار اُس غلے کو بایع سے مدینے مین طلب کرے تو اُسے یہان ادا کرنا واجب نہین اور اگر اُس غلے کی قیمت کا اُس سے مطالبہ کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اسلیے کہ غلے کی بیع قبضہ پانے سے پہلے ہوئی جاتی ہے اور مصنف علیہ الرحمہ کے قول پر جیسا کہ پہلے کہہ چکے ہین مکروہ ہے اور اگر کسی کے ذمے غلہ قرض کے طریق پر ہو کہ عراق مین قرض لیا تھا تو جائز ہے کہ اُس سے عراق کے نرخ سے قیمت کا مطالبہ کرے اور اگر غصب سے غلہ لے لیا ہو تو واجب نہین کہ مثل اُسی کے دے اور جائز ہے کہ غصب کرنے کے مقام کی رائج قیمت دیدے اور اشبہ یہی ہے کہ مالک کو اُس غلے کے مثل کا مطالبہ جہان ہو پہونچتا ہے اور اگر اُسکا مثل نملتا ہو تو مطالبے کے وقت کے نرخ سے قیمت لیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ غصب کے وقت سے دینے کے وقت تک جو اعلی قیمت ہے اُسکا مطالبہ مالک کو پہونچتا ہے چھٹا مسئلہ اگر کوئی چیز کسی چیز سے خرید کرے اور ایک شخص اُن دونین سے اپنے بدل پر قبضہ دیدے اور قابض اُسے بیچڈالے اور دوسری چیز بایع کے قبضے مین ضایع ہوجائے تو پہلی بیع باطل ہوگی اور دوسری بیع سے جو قابض نے اپنی قبضہ پائی چیز کو بیچڈالا ہے اُسے پھیر نہین سکتا ہے بلکہ اُس بایع پر لازم ہے کہ اُسکے دام جو ہین وہ اُسکے مالک کو دیدے مترجم کہتے ہین کہ

عین اُس چیز کے نہ پھیرنے کا سبب یہی ہے کہ بایع نے اپنے ایسے مال کو کہ جسپر صحیح طور سے قبضہ کیا تھا بیچا ہے اور اُسوقت مین وہ پہلا عقد بیع فاسد نہوا تھا اور اس عقد کا فساد دوسری چیز کے ضایع ہوجانے کے سبب سے اِسکے بعد عارض ہوا ہے اور دوسرے عقد کے بطلان کا موجب نہین ہے کہ قیمت پھیر دینا لازم ہو چوتھی نظر تنازع مین ہے جب خریدار کسی نقد کو معین کردے تو اُسپر واجب ہے کہ وہی نقد دے اور اگر مطلق چھوڑ دے اور تعیین نقد کی نہو تو نقد شہر کی طرف راجع ہوگی پھر اگر اُس شہر مین کوئی نقد اکثر چلتی ہوگی تو بیع درست ہوگی نہین تو باطل ہوجائے گی اور یہی حکم تول مین بھی ہے اگر ایک من گیہون کوئی ایک روپیہ پر بیچے اگر من کو معین کردے کہ فلان من ہے تو اُسی من سے دینا چاہیے اور نہین تو جو من اُس شہر مین بہت چلتا ہو اُس سے دیگا اور اگر اِسطرح کا کوئی من اُس شہر مین نہوگا تو بیع باطل ہوجائیگی اور اگر آپسمین خریدار بایع اختلاف کرین تو اُسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ داموں کی مقدار مین اختلاف کرین جیسے بایع کہے کہ مین نے دو روپیہ کو بیچا ہے اور خریدار کہے کہ مین نے ایک روپیہ پر مول لیا ہے پس اگر مبیع باقی ہو اور ضایع نہوا ہو تو قبول کے قابل قسم کے ساتھ بایع کا قول ہے یعنی خریدار کے ثبوت دینے سے عاجز آنے پر بایع سے قسم لیلین گے اور اگر مبیع ضایع ہوچکا ہے تو قبول کے قابل قسم کے ساتھ خریدار کا قول ہے یعنی بایع کے ثبوت دینے سے عاجز ہونے پر خریدار سے قسم لین گے دوسرا مسئلہ اگر بایع اور خریدار نقد اور قرض داموں مین یا مدت کی مقدار مین تنازع کرین یا اِس امر مین اختلاف کرین کہ بایع نے اِس چیز کو اِس شرط سے بیچا ہے کہ کوئی چیز خریدار کے پاس گرو رکھدیگا کہ اگر مبیع دوسرے کا مال نکلے گا تو خریدار اپنے دام اُس گرو سے وصول کر لیگا یا کوئی ضامن بایع دیگا پس اِس صورت مین قول قبول کے قابل قسم کے ساتھ بایع کا قول ہے اور اثبات خریدار کے ذمے ہے تیسرا مسئلہ اگر مبیع مین تنازع کرین پس بایع کہے کہ ایک ٹکڑا کپڑے کا مین نے تیرے ہاتھ بیچا ہے اور خریدار کہے کہ دو ٹکڑے بیچے ہین اِس صورتمین بھی مقبول بایع کا قول قسم کے ساتھ ہے اور تکلیف ثابت کرنے کی خریدار کو دینگے اور عجز کی صورت مین بایع سے قسم لے لین گے اور اگر بایع کہے کہ یہ کپڑا مین نے بیچا ہے اور خریدار کہے بلکہ تو نے اُس کپڑے کو بیچا ہے اِس صورت مین دو دعوے ہین اور دونون سے قسم لین گے اور دونون کے دعوے باطل ہونگے اور اگر بایع مشتری دونون مرجائین اور دونونکے وارثونمین تنازع پڑے پس اگر مبیع مین نزاع ہوگی تو قول بایع کے وارثونکا مقبول ہوگا

اور اُنھین قسم دینا پہونچتا ہے اور اگر اختلاف مبیع کی قیمت مین ہے تو قول خریدار کے وارثون کا قول
ہے چوتھا مسئلہ جبکہ کوئی شخص کسی پر دعوی کرے کہ یہ چیز مین نے تیرے ہاتھ اِس غلام کے عوض
مین بیچی ہے اور خریدار کہے کہ تو نے آزاد شخص کے عوض بیچی ہے یا کہے کہ مین نے سرکے کے بدل
بیچی ہے اور دوسرا کہے کہ شراب کے بدل بیچی ہے یا کہے کہ مجلس کے متفرق ہونے سے پہلے مین
بیع کو فسخ کرچکا ہون اور دوسرا انکار کرے تو اِن ساری صورتون مین اعتبار کے قابل عقد کی صحت
کے مدعی کا قول قسم کے ساتھ ہے اور دوسرے کے ذمے ثبوت ہے پانچوین نظر بیع کی شرطون مین
ہے اور ضابطہ شرط کا یہ ہے کہ کوئی شرط دام یا مبیع کی جہالت کی موجب اور خدا کی کتاب کے اور
سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہو اور جائز ہے کہ خرید فروخت مین ایسی
شرط کرین جو شرع شریف مین جائز ہو اور وہ ممکن اور مقدور ہو مثل کپڑے کے دھونے اور سینے کے
اور جائز نہین کہ ایسی شرط کرین کہ جو آدمی کی قدرت سے باہر ہو جیسے کھیت کو اِس شرط سے بیچین کہ
اُسمین بالیان نکالدین یا کچے خرمے کو اِس شرط سے بیچین کہ اُسے پکا دین اور معین مدت تک درخت
پر باقی رہنے دینے کی شرط سے بیچنا جائز ہے اور جائز ہے کہ غلام کو اِس شرط سے مول لین کہ اُسے
آزاد کردینگے یا مدبر کردینگے اور تدبیر یہ ہے کہ کہدے کہ میرے مرجانے کے بعد تو آزاد ہے یا کتابت کی
شرط سے لین تو جائز ہے اور کتابت کسی قدر روپیہ کا معین کردینا ہے کہ اُسے غلام کما کر اپنے آقا کو
دیدے تو آزاد ہو جائے اور اگر بیع مین شرط کرے کہ بیچتے وقت نقصان نہ پڑے یا لونڈی خریدے لیکن
شرط کرے کہ ہمبستر نہو یا آزاد نکرے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ بیع صحیح ہے شرط باطل ہے اور اگر بیع
مین یہ شرط کرے کہ کوئی شخص پوری قیمت کا یا کچھ حصۂ قیمت کا ضامن ہو تو بیع اور شرط دونون صحیح
ہین تفریع جب کسی غلام کی بیع مین آزاد کرنے کی شرط کرے پھر اگر آزاد کردیگا تو بیع صحیح اور لازم
ہوگی اور اگر آزاد نکرے تو بایع کو جائز ہے کہ بیع کو فسخ کرڈالے اور اگر وہ غلام آزاد کرنے سے پہلے
مرجائے تو پھر بھی بایع کو بیع کے فسخ کرڈالنے کا اختیار ہے چھٹی نظر عقد کے احکام کے لواحق مین ہے
غلے کے ڈھیر کا بیچنا بے ناپ یا پیمانے سے معلوم ہوئے جائز نہین پھر اگر اُس ڈھیر کو بیچے یا کچھ جز اُسمین
کہ جو مشترک ہو یعنی معین نہو مثل آدھا اور تہائی اور چوتھائی کے تو اُسکی مقدار نہ معلوم ہونیکی
صورت مین جائز نہین اور اگر کہے کہ تیرے ہاتھ مین نے فی من اِس ڈھیر مین سے ایک روپیہ پر بیچا ہے

یا تیرے ہاتھ اِس ڈھیر کو روپیہ من کے حساب سے مین نے بیچا تو بھی جائز نہین اِسلیے کہ دونون صورتون مین مبیع وہی ڈھیر ہے اور اُسکی مقدار نامعلوم ہے اور اگر یہ کہے کہ اِس ڈھیر مین سے ایک من یا دو من تیرے ہاتھ اتنے دامون پر بیچا تو بیع صحیح ہے اور جس چیز کی شناخت مین آنکھ سے دیکھ لینا کافی ہے تو اُس چیز کا بیچنا فقط نظر سے دیکھ لینے پر جائز ہے جیسے کہے کہ اِس زمین کو تیرے ہاتھ یا اِس انگنائی کو یا اِسکے کسی مشترک جزو کو مین نے بیچا اور اگر یہ کہے کہ تیرے ہاتھ مین نے ہر ایک گز اِسمین سے روپیہ پر بیچی تو صحیح نہین مگر اُسکے مشترک جزو کی بیع صحیح ہے مگر جبکہ گزون کی مقدار معلوم ہو جائے اور اگر کہے کہ دس گز اِسمین سے مین نے تیرے ہاتھ اتنے پر بیچی اور جگہ کو بھی معین کر دے تو جائز ہے اور اگر مبہم چھوڑ دے تو جائز نہین اِسلیے کہ بیع نامعلوم ہوا جاتا ہے اور زمین کے اجزا اور اطراف مین تفاوت ہوا کرتا ہے برخلاف غلّے کے ڈھیر کے کہ اُسکے اجزا مین تفاوت نہین ہوتا ہے اور اگر کسیکے ہاتھ اِس اقرار سے کوئی زمین بیچے کہ مثلاً ناپ کی وہ جریب مین اِیقدر ہے سے کم نکلے تو خریدار کو اختیار ہے خواہ بیع کو فسخ کر ڈالے یا بیع کو درست رکھے اور کمی کے موافق اُسکے دامون سے قیمت کو کاٹ لے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بیع کے فسخ مین اور پوری قیمت پر قبول کرنے مین اختیار ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر وہ زیادہ نکلے تو بایع اُس زمین کا مختار ہے خواہ بیع کو فسخ کرے یا اُسی قیمت پر اُس سب مین کو جاری رکھے اور یہی حکم سب مبیعہ چیزون مین جنکے اجزا برابر نہین جاری ہے کچھ زمین ہی سے مخصوص نہین اور اگر مبیع کے اجزا برابر ہون اور بایع اُسے بیچے اور اُسکی مقدار معین کر دے اور دام معین کر دے اور ناپنے تولنے کے بعد کم نکلے تو خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے پھیر دے اور چاہے بیع کو جاری رکھے اور اُتنے حصّے کے موافق دام دامون مین سے وضع کر لے اور اگر دو مختلف چیزونکو جمع کر کے ایک دامون پر ایک عقد بیع مین بیچے جیسے ایک چیز کو بیچے اور دوسری کو بیع سلم کرے یا ایک چیز کو اجارے دے اور دوسری بیچے یا کسی عورت کا نکاح کرے اور گھر کو کرایہ معین پر دے تو یہ عقد صحیح ہے اور داموں کو حصے اور رسدی کر دیگا بیع کی قیمت کے لحاظ سے اور اجرۃ مثل اجارے اور مہر مثل نکاح کے انضمام مین رسدی حصّہ قرار دیگا اور اِسکی مثال اِسطرح ہے کہ کوئی شخص کہے کہ اِس غلام کو مین نے تیرے ہاتھ بیچا اور اِس گھر کو ایک سال کی مدت کو تجھے اجارے دیا مین نے سو اشرفی پر تو ایسی صورت مین دیکھین گے کہ رائج قیمت غلام کی کیا تھی مثلاً

سو اشرفیاں ہیں اور حال کے موافق گھر کا کرایہ پچاس اشرفیاں ہیں او نسبت غلام کی قیمت اور کرایہ مکان میں ایک تہائی اور دو تہائی کی ہے بس سو اشرفیوں کو جسپر غلام کا عقد بیع اور مکان کا اجارہ ہوا تھا تین حصوں پر بانٹیں گے تو دو حصے غلام کی قیمت ٹھہرینگے اور ایک حصہ گھر کا کرایہ ہوگا اور اسی قیاس پر باقی دو صورتوں میں بھی عمل ہوگا اور اسی طرح چکنائی کا اُسکے برتن سمیت بیچنا جائز ہے اور اگر یہ کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ چکنائی اسکے برتن سمیت روپیہ سیر بیچی تو یہ بھی جائز ہے پانچویں فصل عیبوں کے حکموں میں ہے جو کوئی چیز مطلق یا عیب سے سالم ہونے کی شرط سے مول لے بس اسکا اقتضا یہ ہے کہ اُسنے عیب سے سالم چیز خرید کی ہے پھر اگر اُس چیز میں عقد بیع سے پہلے کا کوئی عیب نکل آئے تو خریدار کو اختیار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے یا عیب کی بابت کی کمی کو دامون میں سے لے لے اور اگر بایع کو بری الذمہ سارے عیبوں کے دعوے سے عقد بیع کے وقت پہلے عقد کے عیب سے واقف ہو کر یا بعد بیع کے عیوب کے دعوی کو ساقط کر کے کر دیا ہو تو ان سب صورتوں میں خریدار کو نہ فسخ بیع کا پہونچتا ہے اور نہ عیب کی کمی لینا پہونچتا ہے اور اگر خریدار قبضہ کرنے کے بعد بیع میں کوئی تصرف کر ڈالے جیسے غلام کو آزاد کر دے اور کپڑے کو بیونت ڈالے خواہ عیب سے واقف ہونے کے پہلے یہ تصرف ہو یا بعد ہو تو اُس بیع کا پھیر دینا نہیں پہونچتا ہے اور اسیطرح اگر اُس بیع میں کوئی دوسرا عیب قبضے کے بعد پیدا ہو جائے تو اگلے عیب کے ظاہر ہونے سے اُسکا پھیر دینا جائز نہیں بس جسے عیب دار چیز کے بیچنے کی خواہش ہو تو بہتر اُسے یہی ہے کہ اُس عیب کو خریدار کو جتا دے یا اُس سے اُس معین عیب کے دعوے سے براءت ذمہ طلب کرے اور اگر مجمل بھی براءت ذمہ طلب کر لے تو بھی جائز ہے اور اگر دو چیزیں ایک عقد بیع میں مول لے اور اُسکے بعد ایک میں عیب نکل آئے تو اُس عیب دار کا تنہا پھیر دینا اور بے عیب کا رکھ لینا جائز نہیں بلکہ یا دونوں کو پھیر دیگا یا تفاوت قیمت کا لے لیگا اور یہی حکم ہے اگر دو شخص ایک چیز خریدیں کہ اُسمیں عیب نکلے تو دونوں کو پہونچتا ہے کہ اُس چیز کو پھیر دیں یا تفاوت قیمت کا لے لیں اور جائز نہیں کہ ایک شخص اپنا حصہ پھیر دے اور دوسرا نہ پھیرے اور اگر کوئی لونڈی مول لے اور اُس سے ہمبستر ہو اور اُسکے بعد عیب دار نکلے تو اُس لونڈی کا پھیر دینا جائز نہیں اور اگر حمل کا عیب نکلے تو اُس لونڈی کا ہمبستر ہونے کے بعد بھی پھیر دینا جائز ہے اور اسکی قیمت کا بیسواں حصہ بایع کو دیدے کیونکہ اُس لونڈی سے ہمبستر ہوا ہے اور ہمبستر ہونے پر کسی عیب کے

نکلنے سے پھیر نہین سکتا ہے مگر حاملہ نکلنے سے پھیر سکتا ہے **کلام** عیبون کے قسمون مین اور قاعدہ یہ ہے
کہ جو آدمی کی اصل پیدایش ہے اگر اُس سے کچھ زیادہ ہو یا کم ہو تو وہی عیب ہے مثال زیادتی کے
جیسے اُنگلی کا زیادہ ہونا ہے اور کمی کی مثال جیسے کوئی عضو اعضا مین سے نہو اور کمی صفتون کی
جیسے مزاج کا طبیعی حالت سے خارج ہونا ہے خواہ ہمیشہ کو ہو جیسے دائم المرض ہو یا عارض ہوتا ہو اور زائل
ہو جاتا ہو جیسے باری کا بخار ہے اور جو شرط کہ بایع اور مشتری کرین اور وہ شرط شرع شریف مین جائز ہو
تو بایع پر لازم ہوگا کہ بیع اُسی شرط پر ہو اور اگر اُس شرط پر نہو تو خریدار کو رد و قبول مین اختیار ہے
گو اُس شرط کا نہونا کوئی عیب مین نہ گنا جاتا ہو جیسے کوئی لونڈی بیچے اس شرط سے کہ اُسکے گھونگر والے
بال ہون یا اُسکے دانت نکیلے اور تیز ہون یا اُسکی بھنوین باریک اور لمبی ہون اور اس مقام پر
کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جانور کی چھاتیون مین دودھ کا جمع کرنا تدلیس ہے یعنی اُسکے عیب کا چھپانا
ہے اِسکے ساتھ بھی خریدار کو پھیر دینے مین اور رکھ لینے مین اختیار ہے مگر پھیر دینے کی صورت مین
جسقدر دودھ اُس جانور کا لیا ہے اُتنا دودھ دیدے اور اگر دودھ بہم نہ پہونچے تو اُسکے دام دیدے
اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ تین مدگیہون دیدے اور تدلیس مذکور کا امتحان تین روز تک رہتا ہے
اور اسطرح کی تدلیس بکری مین یقینی ہوتی ہے اور اونٹنی مین اور گائے مین بھی ہوتی ہے مگر اُس مین
تردد ہے اور اگر لونڈی مین اسطرح کی تدلیس کیجائے اِس صورت مین اگر عقد بیع مین اُسکے دودھ
کی زیادتی اور کمی شرط نہو تو خریدار کو فسخ کا اختیار نہین ہے اور اِسی طرح اگر بایع گدھی کی چھاتیون مین
دودھ جمع کرے تو اِسمین بھی خریدار کے لیے فسخ کا اختیار ثابت نہین ہوتا ہے اور اگر بکری کی
چھاتیون مین دودھ جمع کرنے کے بعد حاجت جمع کرنے کی نہ پڑے بلکہ اُتنا ہی دودھ دینے کی عادت
اُسے تین دن گزرنے سے پہلے ہو جائے تو خریدار کو فسخ کا اختیار نہین پہونچتا ہے اور اگر تین دن کے
بعد دودھ کی کمی برطرف ہو اور جمع کرنے کی حاجت نہ پڑے تو پھر فسخ کا اختیار خریدار کو ہے اور یہ
اختیار ساقط نہین ہوتا ہے اسلیے کہ یہ اختیار پہلے سے تین دن مین مستقر ہوا ہے اور دودھ کی
زیادتی بعد ہوئی ہے اس بعد کی زیادتی سے وہ اختیار جاتا نرہیگا دوسرا مسئلہ باکرہ نہونا عورت
کا عیب نہین ہے لیکن اگر مشتری لونڈی خریدے اور باکرہ ہونے کی شرط کرلے پھر ثابت ہو جائے
کہ بیع کے وقت باکرہ نہ تھی تو جائز ہے کہ اُسے پھیر دے اور اگر معلوم نہو اور مجہول رہے کہ بیع کیوقت

باکرہ تھی یا نہتھی تو اُسکا پھیر دینا جائز نہین اِسلیے کہ بکارت کبھی کودنے سے اور رستہ چلنے سے جاتی رہتی ہے تیسرا مسئلہ غلام کا بھاگ جانا خریدار کے پاس سے کوئی عیب نہین کہ موجب پھیرنے کے جائز ہونیکا ہو اگر بایع کے پاس سے بھاگا ہو تو وہ عیب ہے کہ خریدار اُسکے سبب سے پھیر سکتا ہے چوتھا مسئلہ اگر ایسی لونڈی مول لے کہ جسے چھ مہینے تک حیض کا خون نہ آئے اور دوسری لونڈیون کو اُس سن مین حیض کا خون آتا ہو تو یہ اُس لونڈی کا عیب ہے کہ اُسکے سبب سے خریدار کو فسخ جائز ہے اسلیے کہ یہ بات بے کسی مرض کے نہین ہوتی ہے پانچوان مسئلہ اگر زیت یا السی کا تیل خریدے اور اسمین کیٹ ہو اگر عادت مین اُتنی کیٹ رہتی ہو تو خریدار کو نہین پہونچتا ہے کہ اِس سبب سے پھیر دے یا تفاوت قیمت کا کاٹ لے اور جو نہین اگر کیٹ بہت ہو اور خریدار کو اُس سے وقفیت ہو تو بھی اُسکے سبب سے پھیرنا جائز نہین چھٹا مسئلہ مُنھ پر غازہ ملنا اور دوسرے کے بال لونڈی کے چپکا دینا اور مثل اِسکے تدلیس ہے کہ اُسکے سبب سے خریدار کو فسخ بیع جائز ہے اور تفاوت قیمت لینا جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ تدلیس نہین اور اِسکے سبب سے خیار ثابت نہین ہوتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے کلام فصل مذکور کے لواحق مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ بایع کہے کہ مین نے اِس چیز کو عیب کے دعوے سے ابرا کی شرط سے بیچا ہے اور خریدار انکار کرے تو اِس صورت مین اِعتبار کے قابل قول خریدار کا قسم کے ساتھ ہے جسوقت بایع دو گواہ نہ دے اور ثابت کرنے سے عاجز ہو جائے دوسرا مسئلہ جبکہ خریدار کہے کہ اِس بیع مین یہ عیب بایع کے پاس سے ہے مجھے پہونچتا ہے کہ اِس اگلے عیب کے سبب سے پھیر دون اور بایع انکار کرے تو قبول کے قابل قول بایع کا قول قسم کے ساتھ ہے جبکہ خریدار اپنے دعوے کے ثبوت پر دو گواہ نہ دے سکے اور حالی قرینون سے بھی صدق مشتری کا معلوم نہو مثل اُنگلی کے زیادہ ہونے کے اور باوجود زمان بیع کے کم ہونے کے زخم بھر آنے پر کہ اُتنی مدت مین بھر نہ سکتا ہو تیسرا مسئلہ بیع مین عیب نکلنے کی صورت مین ارش یعنی تفاوت قیمت جو لینا جائز ہے اُسکی تعیین اسطرح کرین گے کہ اُس مبیع کی بیعیب ہونیکے حال کی قیمت کرینگے اور اُس عیب دار کی قیمت جانچین گے اور عیب دار اور بے عیب کی قیمتون کے تفاوت کو دیکھین گے کہ عیب دار مبیع مین بیعیب سے کسقدر رجے کمی ہے اُسی نسبت سے اُس مبیع کی قیمت سے جسپر عقد بیع واقع ہوا ہے کم کر دینگے اور اگر واقف کار آنکنے والے قیمت مین اختلاف

کرین تو درمیانی قیمت معتبر ہو گی چوتھا مسئلہ جبکہ معلوم ہو جائے کہ مبیع عیب دار ہے اور خریدار نہ پھیرے تو اِس نہ پھیرنے سے فسخ کا اختیار باطل نہین ہوتا ہے گو بہت عرصہ بھی گزر جائے مگر جب کہ خریدار خیار کے ساقط کرنے کی تصریح کر دے اور خریدار کو پہونچتا ہے کہ مبیع مین عیب نکلتے ہی عقد بیع کو فسخ کر ڈالے خواہ بایع موجود ہو خواہ غائب ہو پانچوان مسئلہ جبکہ مبیع مین عقد بیع کے بعد نیا عیب مشتری کے قبضے مین دینے سے پہلے پیدا ہو جائے تو مشتری کو اُسکا پھیر دینا جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ تفاوت قیمت کم کر دے اور اِسمین تردد ہے اور اگر مشتری مبیع مین سے کچھ قابض ہو جائے اور باقی غیر مقبوض ہین بایع کے قبضے مین کوئی نیا عیب پیدا ہو جائے پھر بھی اُس غیر مقبوض مین وہی حکم ہے بعضون کے قول سے اُسے پھیر سکتا ہے اُردو مترجم کہتا ہے یعنی اگر مبیع کے کچھ مین نیا عیب پیدا ہو جائے تو خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے سارے مقبوض اور غیر مقبوض عیب دار اور بے عیب مبیع کو پھیر دے اور چاہے تفاوت قیمت لیلے اور فقط عیب دار کو پھیرنا صحیح قول پر جائز نہین گو ظاہر عبارت سے یہی نکلتا ہے۔ اور جو نیا عیب جانداہ مبیع مین خریدار کے قبضے کے بعد اور خیار حیوان والے تین دن کے پہلے پیدا ہو جائے تو یہ امر پھیر دینے کا مانع نہین بلکہ اُسی دن پھیر سکتا ہے جبکہ یہ نیا عیب خریدار کے کسی فعل سے پیدا نہوا ہو چھٹا مسئلہ ابو حام نے جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ لونڈی غلام کو جنون یا جذام یا برص حادث ہو تو ایک سال تک پھیر سکتا ہے اور اسے احداث ستہ کہتے ہین اور علی ابن اسباط کی روایت مین انھین حضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے مروی ہے کہ چار چیزین احداث سنہ ہین کہ بنا ہے کے مول لینے کے وقت سے سال بھر تک اگر مبیع مین حادث ہون تو اُس مبیع کو خریدار بایع کو پھیر سکتا ہے اور تین امر انھین کے بیان ہو چکے اور چوتھا قرن ہے اور قرن وہ ہڈی ہے جو عورت کی شرمگاہ مین نکلا کرتی ہے اور ہمبستر ہونے سے مانع آتی ہے اور اِسی مرضمین انھین حضرت علیہ السلام سے محمد ابن علی والی روایت ہی فرع اِس مسئلے کی یہ حکم مملوک مین اِس شرط سے ہی کہ خریدار مبیع مین کوئی تصرف نکرے کہ عین مملوک مین تغیر کر دے یا اُسکی صفتون مین سے کوئی صفت بدل ڈالے جیسے اُسکے کان کو کاٹ ڈالے یا ازالۂ بکارت کر دے اگر ایسا کوئی تصرف کریگا تو پھیر دینے کا حکم ساقط ہو جائیگا مگر تفاوت قیمت وضع کر سکتا ہے

چھٹی فصل بیع مرابحہ اور بیع مواضعہ اور بیع تولیت مین ہے مرابحہ وہ بیع ہے کہ بایع اپنے مال کو خریدار کے ہاتھ اس اقرار سے بیچے کہ اصل قیمت سے اسقدر زیادہ لیگا اور مواضعہ وہ ہے کہ جسمین بایع کہے کہ اصل قیمت سے اسقدر کم پر بیچتا ہون اور تولیت وہ بیع ہے کہ جسمین بایع کہے کہ جس قیمت پر مین نے مول لیا ہے اُسی پر بیچتا ہون اور کلام ان تینون بیعون کی عبارتون مین اور حکمون مین ہے لیکن عبارت مرابحے کی تو اسطرح پر ہے کہ خرید بتا دے اور کہے کہ اس مال کو اتنی نفع پر مین نے بیچا اور اس مین ضرور ہے کہ خرید معلوم ہو اور نفع معین کر دے اور اگر روپیہ اشرفی دو قسم کے ہون تو اُن کی قسم بھی بیان کر دے اور اگر اُنکی تول مین تفاوت ہو تو تول کی بھی تعیین کر دینا چاہیے اور اگر بایع نے یا دوسرے شخص نے اُس مال مین کوئی کام نہ کیا ہو تو قیمت کا بیان اسطرح پر کرے کہ اس مال کو مین نے اتنے روپیہ کو مول لیا ہے یا یہ کہے کہ اس مال مین میری اصل خرید یہ ہے یا یہ کہے کہ یہ مال مجھے اتنے کو پڑا ہے اور اتنا روپیہ اسپر نفع ہو اور اگر بایع نے خود اسمین کوئی کام کیا ہے کہ اسکے سبب سے اسکی قیمت مین زیادتی کرنا چاہے تو یہ کہے کہ اصل خرید کے دس روپیہ ہین اور اپنی مزدوری کے اسمین پانچ روپیہ بڑھاتا ہون مین اور اگر کسی دوسرے نے اسمین کوئی کام کیا ہے تو درست ہی کہ کہے کہ یہ مال مجھے اس قیمت پر یا ان دامون پر پڑا ہے یا اس مال پر یہ میری لاگت لگی ہو اور اگر کوئی مال کسی قیمت پر لیا ہو اور اسمین کوئی عیب نکلا ہو اور تفاوت قیمت بایع سے کم کر دیا ہو تو قیمت کے بیان کے وقت اُس تفاوت کو بھی کم کر دے پھر جو کچھ باقی رہے اُسے بیان کرے اور اگر غلام کسی کا شرعی قصور کرے اور مالک کچھ مال دیکر اُسے چھڑائے تو اُس مال کو اُسکی اصل قیمت پر بڑھانا جائز نہین اور اگر غلام کا کوئی شرعی قصور کرے اور مالک اُس گناہگار سے تفاوت قیمت غلام لے تو اُسے اُس غلام کی اصل قیمت سے کم نہ کریگا مگر اُس قصور کے سبب سے اگر غلام کی قیمت مین کچھ کمی ہو گئی ہو تو اُس حال کو خریدار سے بیان کر دینا واجب ہے اور اسیطرح پر اگر اُس مبیع کو کوئی حاصل بایع کے لیے ہوا ہو مثل اسکے کہ چوپائے نے بچہ دیا ہو یا درخت سے میوہ حاصل ہوا ہو تو اسکی قیمت اصل خرید سے کچھ کم نہوگی اور بیع مرابحہ مین اصل مال سے نفع کی نسبت دینا مکروہ ہے جیسے کہے کہ دہ یک وغیرہ نفع پر مین بیچتا ہون بلکہ یہ کہے کہ اصل خرید میری سو اشرفیان ہین اور دس اشرفیان نفع کی لونگا اور مرابحے کے حکمون مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شخص کسی کے ہاتھ

کوئی چیز بیچے تو اُسے جائز ہے کہ پھر اُسی چیز کو خریدار سے قیمت کم زیادہ کر کے مول لے لے خواہ قیمت نقد ہو خواہ قرض ہو مگر شرط یہ ہے کہ اُس مبیع پر خریدار کو قبضہ دیدیا ہو اور اگر عقد بیع ہو گیا ہو اور ابھی خریدار کو قبضہ ندیا ہو تو اِس صورت مین اگر مبیع ناپنے تولنے والی جنس مین سے ہے تو بیع مکروہ ہے اور نہین تو بنا بر اظہر کے جائز ہے اور اگر بیع کے حال مین یہ شرط کر لے کہ مین اِس مال کو تیرے ہاتھ اِس شرط سے بیچتا ہون کہ پھر تو میرے ہاتھ اِسے بیچے تو یہ بیع جائز نہین اور اگر اِس شرط کو بیان نہ کرے تو بیع جائز ہے گو دلون مین ہو کہ پھر خریدار بائع کے ہاتھ اِسے بیچے گا مگر مکروہ ہے جبکہ یہ قاعدہ معلوم ہو چکا تو جاننا ضرور ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے خادم کے ہاتھ کوئی چیز بیچے پھر قیمت بڑھا کر اُسے خود مول لے پھر اُس مال کو دوسرے کے ہاتھ بیع مرابحہ سے بیچے تو جائز ہے کہ خریدار کو وہ دوسری قیمت بتائے اِسلیے کہ اُسوقت کی اُس مال کی اصل خرید یہی ہے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ بیچتے وقت خادم سے یہ شرط نہ کر لے کہ یہ مال پھر میرے ہاتھ تو بیچڈالنا اور اگر یہ شرط ہو گئی ہو تو پھر جائز نہین کہ اِس دوسری قیمت پر بڑھا کر بیع مرابحہ کرے اِسلیے کہ یہ فریب اور دھوکا دینا اور خیانت کرنا ہے دوسرا مسئلہ اگر کسی مال کو بیع مرابحہ کر کے بیچے پھر کھلے کہ بائع کی اصل خرید کم تھی اور اُسنے زیادہ بیان کی ہے تو ایسی صورت مین خریدار کو اختیار ہے چاہے اُس مال کو پھیر دے یا چاہے اُسی قیمت پر کہ جسپر لے چکا ہے رہنے دے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جو کچھ اُسنے اصل خرید پر بڑھا لیا ہے اُسے کم کردیگا اور اگر بائع کہے کہ اصل خرید میری اِس مال مین زیادہ تھی اور مین نے کم بیان کی ہے تو اِس بات کو اُسکی نہ سُنین گے ہرچند ثبوت بھی دے اور خریدار سے بھی قسم لینا نہین پہونچتا ہے مگر جبکہ بائع خریدار پر اُسکے واقف ہونے کا دعوی کرے اور کہے کہ خریدار جانتا ہے کہ اصل خرید تیری زیادہ تھی غلطی سے مین نے کم کہدیا ہے تو اِس صورت مین قسم واقف نہونے کی خریدار پر عائد ہو گی تیسرا مسئلہ اگر بائع قیمت مین سے کچھ خریدار کو بخشدے پھر خریدار اُسی مال کو بیع مرابحہ پر بیچے تو اُسے جائز ہے کہ اُسکی اصل قیمت کے بیان مین وہی پہلی قیمت بے کمی کے بیان کرے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر وہ بخشش اُس بیع کے لزوم سے پہلے ہوئی ہو اسطرح پر کہ فسخ بیع کے اختیار کا زمانہ گزرا ہو تو اِس صورت مین یہ ہبہ گویا اصل قیمت سے تعلق رکھتی ہے اور اُس ہبہ کے کم کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا اُسے خرید مین بیان کرنا پڑیگا اور اگر عقد بیع کے

بیع

لزوم کے بعد وہ ہبہ واقع ہوئی تو وہ ہبہ تازہ ہی قیمت سے کچھ تعلق نہیں رکھتی ہے پھر اُسے جائز ہی کہ خریدار کو اصل خرید کی جز اُس قیمت سے دے چوتھا مسئلہ جو شخص اکٹھا کئی چیزین کسی قیمت پر خرید کرے تو اُسے جائز نہین ہے کہ اُسمین سے کچھ چیزین نکالکر بیع کرے اسلیے کہ اُن بعضی چیزون کی جداگانہ قیمت نہوئی تھی خواہ وہ سب چیزین ایک ہی جنس کی ہون یا مختلف جنسون کی ہون خواہ اُن چیزونکی اپنے مقام مین جدا جدا قیمت آنک لے یا ساری قیمت کو اُن سب چیزون پر برابر تقسیم کرلے اور اچھی کو بیع مرابحہ سے بیچے کیونکہ ان سب صورتون مین اصل قیمت اُن بعضی چیزون کی متحقق نہین ہوئی مگر یہ کہ خریدار سے حقیقت حال کی اطلاع کردے اور اسیطرح پر اگر کوئی جانور مول لے اور وہ حاملہ ہو اور بعد اسکے بچہ دے پھر اُس حیوان کے بیچنے کا قصد بیع مرابحہ سے بے بچے کے کرے تو جائز نہین پانچوان مسئلہ جب کسی مال کی قیمت مشخص کرکے کوئی سوداگر دلال کو دے خواہ اُس مال پر سوداگر نے کچھ نفع رکھا ہو یا نرکھا ہو اور دلال کے ہاتھ بیع لازم نہ کی ہو کر دلال خریدار ہو جائے تو ایسی صورت مین دلال کو جائز نہین کہ اُس مال کو بیع مرابحہ پر بیچے اسلیے کہ وہ مال کچھ دلال کا مال نہین کہ اُسنے اُسے خرید کیا ہے کہ کچھ اُسپر بڑھا کر بیع مرابحہ کرتا ہے مگر خریدار سے یہ بیان کرسکتا ہے کہ مالک کے پاس سے اِس صورت سے لایا ہے اور اگر دلال کچھ زیادہ کرکے بیچے گا تو وہ مال سوداگر کا مال ہے اور سوداگر کو واجب نہین کہ اُسے دلال کو دیدے اور دلال کو اُجرت مثل دلالی کے دیدے گا خواہ سوداگر نے خود اُس دلال کو بُلا کر وہ مال بیچنے کے لیے دیا ہو خواہ وہ دلال آپ سے سوداگر کے پاس آیا ہو اور بیع تولیت اور وہ یہ ہے کہ مال کو اصل خرید پر بیچے اور کچھ اُسپر نفع نہ بڑھائے بس کہے کہ ولیتک یعنی تیرے ہاتھ یہ مال مین نے بیع تولیت سے بیچا یا بیع کیا یا مثل اسکے جو الفاظ ہون کہ انتقال ملک پر دلالت کرتے ہون اور بیع مواضعت مواضعت مفاعلت کا صیغہ ہے وضع سے کہ اصل قیمت سے کم کرنے اور گرا دینے کے معنون مین سے مشتق ہے بس جبکہ کہے کہ اِس مال کو مین نے سو روپیہ پر بیچا اور ہر دہائی سے مین نے ایک روپیہ گرا دیا ہے تو قیمت نوے روپیہ ہونگے اور اسیطرح ہے اگر کہے کہ مین نے دس روپیہ کی مواضعت کی ہے تو بھی قیمت نوے روپیہ ہونگے اور اگر کہے کہ مین نے سو روپیہ کو بیچا ہے کہ ہر گیارہ روپیہ مین سے ایک روپیہ کی مواضعت کی ہے تو قیمت اکانوے روپیہ ہوگی اور ۹ ۱/۱۱ روپے کم ہونگے

ساتوین فصل ربا یعنی بیاز کے بیان مین ہے اور بیاز قرض مین ثابت ہوتا ہے اور بیع مین دو صفتون کے سبب سے ہوتا ہے ایک تو یہ کہ وہ بیع ناپنے یا تولنے کی جنس کی ہو دوسری یہ کہ اسی جنس سے اسکی خرید فروخت کرین یعنی ایک جنس کی دو فردون کا مبادلہ کرین اور ایک کو کم اور دوسرے کو زیادہ لین اور قرض مین بیاز اسطرح ثابت ہوتا ہے کہ کسی جنس کو قرض دین اور نفع کی شرط کرلین مگر قرض کے احکام انشاء اللہ تعالیٰ آگے بیان ہونگے لیکن بیع کا بیان کئی امرون پر موقوف ہے پہلا امر جنس کے بیان مین ہے اور ضابطہ اُس کا یہ ہے کہ وہ دونون جنسین ایک نام کی ہون کہ وہ ایک نام اُن دونون جنسون کو شامل ہو جیسے گیہون اور چانول دو جنسین ہین کہ انکی فردون کو برابر بیچنا چاہیے اور اگر ایک من گیہون ڈیڑھ من پر یا ایک من گیہون اور ایک روپیہ پر نقد بیچے گا تو بیاز ہے کہ حرام ہے بلکہ ایک من کو ایک ہی من پر بیچنا چاہیے اور زیادہ نہ لینا چاہیے خواہ ایک طرح کی ہون یا دو طرح کی ہون اور اسیطرح ایک من گیہون کو ایک ہی من گیہون پر بیچے اور ٹھہرالے کہ ایک مہینے بعد دہ من بھر دونگا تو یہ بھی جائز نہین اسلیے کہ مدت زیادہ ہے پس خرید فروخت جنس کی جنس سے برابر نہ ٹھہری اور بیاز لازم آیا اور اسے حکمیہ زیادتی کہتے ہین اور یہ بھی اظہر یہ حرام ہے اور جنس کو جنس سے بیچنے مین یہ شرط نہین کہ قبضہ دونون عوضون کا اُسی جلسے مین ہو اُس مجلس کے ختم ہونے سے پہلے مگر صرف مین یعنی چاندی سونے کی خرید فروخت مین شرط ہو پس اگر سیر بھر چانول کو سیر بھر چانولون سے بیچے تو صحیح ہے گو قبضہ اُس جلسۂ بیع کے گذر جانے کے بعد ہوا اور اگر دو مختلف جنسین ہون تو نقد ایک کو دوسری سے برابر یا کم اور زیادہ کرکے بیچنا جائز ہے اور قرض کے طور پر اگر ایک جنس کو دوسری جنس کے بدل سے بیع کرین اور ایک کو کم اور دوسرے کو زیادہ لین تو اسے بعضے علمانے جائز جانا ہے اور بعضے جائز نہین جانتے ہین اور احوط یہی ہے کہ ممنوع ہے اور اکثر فقہانے اس منع کو کراہت پر محمول کیا ہے اور گیہون اور جو شرع کی رو سے بیاز مین ایک جنس ہین اسلیے کہ اسم طعام کا دونون پر بولا جاتا ہے پس ان دونون کی بیع زیادتی کے ساتھ جائز نہین کہ اظہر یہ بیاز ہے اور خرمے کے درخت کے میوے ایک جنس ہین گو بعضے اچھے اور بعضے بُرے ہوتے ہین اور اسیطرح انگور بھی ایک ہی جنس ہین اور جو کچھ ایک جنس سے بنا لیوین اُسے اُسی جنس سے بیچین تو برابر بیچین اور زیادتی حرام ہے جیسے گیہون کو اسکے آٹے کے ساتھ اور جو کو ستو کے ساتھ

اور خرمے کے شیرے کو خرمے کے ساتھ برابر ہی لین دین کرین اور اسیطرح جو انگور سے بنائین اُسے انگور کے ساتھ برابر ہی خرید فروخت کرنا چاہیے اور اسیطرح جو چیز دو جنسون سے بنائین تو جائز ہے اُسے اُنھین دونون جنسون سے بیچین یا ایک جنس سے بیچین اس شرط سے کہ جو ایک جنس کی قیمت دو جنسون کی ہے اُسمین اپنے مقابل کی جنس سے کچھ زیادتی ہو تاکہ جنس جنس کے برابر ہو جائے اور وہ زیادتی دوسری جنس کے بدلے مین پڑے جیسے ایک من گیہون کا آٹا اور ایک من چانول کا آٹا ایک من گیہون اور ایک من چانول پر یا ڈیڑھ من چانول پر بیچین کہ ایک من چانول ایک من چانول کے آٹے کے برابر ہین اور آدھ من چانول ایک من گیہون کے آٹے کی قیمت پڑی اور جانورون کے نامون کے اختلاف کے موافق گوشت بھی مختلف ہین پس گائے اور بھینس کا گوشت ایک جنس ہے اسلیے کہ دونون کو بقر کہتے ہین اور گوشت بھیڑ بکری کا ایک جنس ہے کیونکہ دونون کو غنم کہتے ہین اور عربی اور خراسانی اونٹ دونون ایک جنس ہین اور کبوتر سب ایک جنس ہین اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ میرے نزدیک قوی یہی ہے کہ جو حمام کی جنس مین سے جدا جدا نام رکھتے ہین وہ ایک جنس نہین ہین جیسے فاختہ اور قمری گو حمام کے ساتھ ایک جنس ہین مگر علیحدہ نام رکھنے سے اُسکی جنس سے نکل گئے اور یونہین سب مچھلیان ایک جنس ہین اور پالو اور جنگلی جانور جنس مین علیحدہ ہین جیسے پہاڑی گائے اور پالو گائے پھر اگر پالو گائے کا من بھر گوشت پہاڑی گائے کے دو من گوشت سے بیچین تو بیاز نہین اور دودھ والے جانورون کے دودھ اُنکے گوشتونکے ایک جنس ہونے مین تابع ہین اور جو کچھ دودھ سے حاصل کرین اُسے دودھ کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز نہین جیسے سیر بھر مسکہ دودھ سے یا دہی سے یا پنیر سے بیچین اور ایک کو کم اور دوسرے کو زیادہ لیکن اسلیے کہ یہ دونون ایک جنس ہین مترجم کہتے ہین کہ یہ چیزین نامون مین مختلف ہین مگر ان بس علماء کے اجماع سے بیاز ثابت ہو چکا ہے اور اگر اُسپر اجماع نہوتا تو ہم کہدیتے کہ انہین زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہے جیسا کہ مسالک مین ہے اور چکنائیان اُن جنسون کی تابع ہین کہ جنسے حاصل کیجاتی ہین بس تلی کا تیل ایک جنس ہے اور اسیطرح اُس چیز کے حکم کا تابع ہے کہ جسمین ملایا گیا ہے جیسے بنفشہ کا تیل اور نیلوفر کا تیل ہے کہ دو جنس ہو گئے ہین اور السی کا تیل ایک جنس ہے اور سرکہ اُس چیز کا تابع ہے جس سے اُسے بناتے ہین بس

انگور کا سرکہ خرمے کے شیرے کے سرکے کے مخالف ہے کہ اگر نقد بیچین اور ایک کو کم دین اور دوسرے کو زیادہ لین تو اِسمین جائز نہین اور قرض بیچنے مین زیادتی کے ساتھ اِن سب کی بیع مین اختلاف ہی اور اِسمین تردد ہے دوسرا امر ناپ اور تول سے ہونیکا وصف ہے یعنی بیع اور قیمت دونون ناپے اور تولے جاتے ہون پھر اگر برابر مبادلے مین یہ ہون تو حرام نہین اور جو ناپے یا تولے نجاتے ہون تو اُنکی خرید و فروخت زیادتی کے ساتھ کرنا جائز ہے جیسے ایک ٹکڑے کپڑے کو دو ٹکڑے کپڑون سے یا زیادہ سے بیچین تو جائز ہے اور ایک انڈے کو دو انڈون سے نقد بیچنا جائز ہے اور قرض مین تردد ہے اور نکرنا احوط ہے اور پانی مین جائز نہین اِسلیے کہ اُسکی بیع کی خرید و فروخت مین ناپ تول شرط نہین اور اُس مٹی مین جائز قول اشبہ پر ثابت ہوتا ہے جسے تولکر بیچتے ہین جیسے گِل و غیرہ ہی اور ناپ تول مین شرع کی عادت معتبر ہے یعنی جو جناب ستمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے مین نپ کر یا تُل کر بکتا تھا وہ ناپ تول کی چیز ہے اور اگر یہ نہ معلوم ہو کہ اُسوقت مین اِس چیز کا معاملہ کِسطرح پر ہوتا تھا تو شہر کی عادت معتبر ہے اور اگر بعضے شہر مین ایک چیز نپ کر یا تُل کر اور بعضے شہرون مین وہی گن کر بکتی ہو تو ہر شہر مین اُسی شہر کا حکم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ناپ تول کی جانب کی رعایت گنتی کیجانب پر غالب کیجاتی ہے اور حرمت کا حکم عام کر دینا چاہیے اور خرید فروخت کے وقت برابر ہونا معتبر ہے بس اگر گیلے گوشت کو سوکھے گوشت سے بیچین تو چاہیے کہ دونون برابر ہون اور کم اور زیادہ ہونا جائز نہین اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جائز ہے اور اِسیطرح پر اگر گیلے گیہون سوکھے گیہون سے بیچین تو چاہیے کہ برابر ہون اِسلیے کہ دونون ایک جنس ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع جائز نہین اِسلیے کہ جب گیلے گیہون سوکھین گے تو گھٹین گے اور تری کے اجزا معلوم نہین کہ کِسقدر ہین اور گیلے خرمون کو سوکھے خرمون سے بیچنے مین تردد ہے اور دو روایتون مین کی مشہور روایت پر عمل کرنے سے اظہر یہی ہے کہ منع اسی بیع سے مخصوص ہے اور دوسرے سوکھے میوون کی بیع تر میوون سے جائز ہے اور صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ تر خرمون سے سوکھے خرمون کے بیچنے کی ممانعت کی علت تر کا سوکھکر گھٹ جانا وارد ہوا ہی بس یہ علت منصوص ہے پھر اور میوون مین اسطرح کی بیع کی حرمت کا حکم کرنا چاہیے اور منقّونکو تر انگور سے بیچنا جائز نہوگا اِسلیے کہ اسمین بھی وہی نقصان ہے اور یہ مسئلہ اصول فقہ سے

تعلق رکھتا ہے اِن مسئلون کی فرعین - پہلی فرع جبکہ مبیع اور قیمت دونون ایک جنس کے حکم مین ہون کہ ایک تُلتی ہوا ور دوسری نپتی ہو جیسے گیہون اور آٹا ہے کہ گیہون کو پیمانے سے ناپتے ہین اور آٹے کو تولتے ہین تو اُنہین سے ایک کی بیع دوسرے سے جائز ہے اور آیا آٹے کو بھی ناپنا چاہیے اور گیہودن کی ناپ کے برابر دینا چاہیے اِسمین تردد ہے اور احتیاط یہی ہے کہ دونون کو برابر تولین گے اسلیے کہ وزن مین فرق نہین پڑتا ہے اور ناپ سے آٹے اور گیہون مین تفاوت پڑتا ہے دوسری فرع انگور کا منقون سے بیچنا جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اسلیے کہ تر خرمون کو سوکھے خرمون سے بیچنے کی منا ہی کی علت سوکھنے کے بعد گھٹ جانا ہے اور یہی منقون مین اور انگور مین بھی ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور یہی بحث ہر سوکھی چیز کو تر چیز سے بیچنے مین ہے تیسری فرع آٹو نکو ایکدوسرےسے برابر بیچنا جائز ہے اور یہی حکم روٹیونکا ہے اور یونہین سرکونکو سرکونکے برابر بیچنا جائز ہے گو یہ معلوم نہو کہ کسمین کسقدر رطوبت ہے اِسلیے کہ مبیع کا نام اور قیمت کا نام ایک ہی ہے پھر زیادتی جائز نہین تتمہ اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ صلبی باپ بیٹے مین بیاز نہین بلکہ جائز ہے کہ ہر ایک دوسرے کے ہاتھ ایک جنس کی دو فردین زیادتی سے بیچین یا قرض نفع کی شرط سے دین لیکن بیٹے کا بیٹا حقیقت مین بیٹا نہین اسلیے فقہا نے مورد نص پر حصر کرنے کو کہا ہے کہ اِس حکم مین وہ صلبی بیٹے کا شریک نہین اور اسی طرح پر آقا اور اُسکے مملوک مین بیاز نہین اِس شرط سے کہ وہ مملوک خاص اُسی کا مملوک ہوا اور اگر دوسرے مین مشترک ہو تو یہ حکم نہین یونہین صاحب مالک نے بیان فرمایا ہے اور جورو اور خاوند مین بھی بیاز حرام نہین خواہ دائمی نکاح ہو یا متعہ ہوا ور مسلمان مین اور حربی کافر مین بھی بیاز نہین اِس شرط سے کہ مسلمان کافر سے منتفع ہو نہ کافر مسلمان سے بیاز لے اور فقہا کہتے ہین کہ کافر حربی سے بیاز لینے کے جواز مین اسبات کا کچھ فرق نہین کہ وہ کافر دار الحرب مین ہو یا دار الاسلام مین ہو اور اُسکے ساتھ امان کا عہد ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر کافر ذمی ہو اور ذمے کی شرطین بجالاتا ہو تو مشہور قول پر اُس سے نفع لینا بیاز کے طریق پر جائز نہین دوسرا مسئلہ کسی جانور کے گوشت کو اُسی جنس کے جانور سے بیچنا جائز نہین جیسے بکری کا گوشت بکری کے عوض مین بیچین تو جائز نہین اگر دوسری جنس کے حیوان کے بدلے مین بیچین تو جائز ہے جیسے بکری کے گوشت کو گائے کے بدلے مین بیچین تو جائز ہے مگر یہ اِس سے مشروط ہے کہ وہ گوشت موجود ہو

تیسرا مسئلہ ایسی مرغی کو کہ جسکے پیٹ مین انڈا ہے دوسری مرغی کے عوض مین کہ جسکے پیٹ مین
انڈا نہین بیچنا جائز ہے اور جو بکری دودھ دیتی ہے اُسے بے دودھیل کے عوض مین بیچنا
جائز ہے اور فقط دودھ کے عوض مین بھی بیچنا جائز ہے گو وہ دودھ اُسی جنس کی بکری کا ہو اسلیے
کہ مرغی اور بکری زندگی کے حال مین تل کر نہین بکتی ہے کہ بیاج کا توہم ہو اور یہی حکم ہے اگر دودھیل
بکری کو صرف دودھ کے عوض مین بیع کرین اِسلیے کہ وہ بکری جبتک جیتی رہتی ہے تلکر نہین
بکتی ہے اور اُسکی خرید فروخت مین بھی بیاج کا توہم نہین چوتھا مسئلہ شریکون پر مشترک چیزون
کی تقسیم بیع نہین ہوتی بلکہ ایک کے حق کو دوسرے کے حق سے جدا کرنا ہے پھر اگر ایسی چیز کو
تقسیم کرین کہ جسمین بیاج ہوتا ہے اور ایک زیادہ لے اور دوسرا کم لے تو وہ تقسیم حرام نہین اور جائز
ہے کہ دو شریک مشترک مال کو پیمانے سے اور اٹکل سے تقسیم کرین اور دو شخص تر خرمون مین
اور سوکھے خرمون مین شریک ہون اور دونون آپس مین برابر کے حصے دار ہون اور ایک سوکھے
لے اور دوسرا تر لے تو یہ بھی جائز ہے پانچوان مسئلہ کئی پیمانے گیہون کے اُتنے ہی پیمانے
گیہون کے برابر بیچنا جائز ہے ہرچند ایک مین جڑین اور تنکے گھانس کے ہون اور دوسرے مین
نہون اور اسیطرح ایک مین کنکر ہون اور کچھ مٹی ہو اِسلیے کہ عادت سے غلے مین ان چیزون کے
ہونیکا دستور ہے چھٹا مسئلہ ایک اشرفی اور ایک روپیہ کو دو اشرفیون اور دو روپیون پر یا
زیادہ پر بیچنا جائز ہے اور یہ بیاج نہین اِسلیے کہ دو اشرفیان بدلے مین دو روپیون کے ہین اور
دو روپیہ عوض مین ایک اشرفی کے ہین جبکہ اختلاف ثابت ہے تو زیادتی بیاج نہ ٹھہری اور
اِسیطرح اشرفی اور روپیہ کی جگہ پر دوسری جنس ہو جیسے ایک من گیہون اور ایک من چانولونکو
دو من گیہون اور دو من چانولون پر بیچین تو بھی جائز ہے اور اِسیطرح سیر بھر خرمے اور ایک روپیہ
کئی سیر خرمے اور دو روپیہ پر یا دو روپیے سے زیادہ پر بیچنا جائز ہے اور کبھی بیاج سے اِس طریق
سے چھٹکارا ملتا ہے کہ دونون بایع مشتریین سے ایک کسی چیز کو دوسرے کے ہاتھ غیر جنس چیز کے عوض پر
بیچے پھر اُسکے بعد اُسکی قیمت سے اُسی پہلی جنس کو خرید کرے اِس صورت مین برابری جنس کی
ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ ایک جنس کی دو چیزون مین مبادلہ نہین ہے بلکہ ایک مثل کو ایک قیمت پر
بیچا ہے اور دوسرے مثل کو اُس مثل کی قیمت سے مول لیا ہے اور اِس صورت مین بیاج نہین ہوتا

جیسے ایک من گیہون ایک روپیہ کو بیچے اور بعد اِسکے دو من گیہون اُسی خریدار سے اُسی ایکروپیہ سے مول لے تو جائز ہے اور اِسیطرح اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کو ایک جنس دے ڈالے اور بعد اِسکے وہ اُسے اُسی قدر وہی جنس دیڈالے اور دو حصّے اُدر دے تو اِس صورت مین بھی کمی اور زیادتی سے بیاز نہین ہوتا ہے اِسلیے کہ بیع نہین ہوئی اور ہبہ مین بیاز نہین ہوتا ہے اور اِسیطرح اگر ایک شخص دوسرے شخص کو من بھر گیہون قرض دے اور دوسرا اِسے بھی ڈیڑھ من قرض دے اور اِسکے بعد دونون آپسمین زیادتی سے براءت ذمہ کرلین تو بھی جائز ہے اور یون بھی جائز ہے کہ ایک جنس کو دوسری جنس سے برابر بیچین اور جو زیادتی کہ ہو اُسے ایک دوسرے کو بخشدے تو بھی بیاز نہین مگر اِن سب امرون مین ضرور ہے کہ یہ عقد مین شرط نکرین کہ اگر اثنائے عقد مین اِن امرون کی شرط ہوگی تو بیع صحیح نہین ہوگی مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ بیاز سے چھٹکارے کے لیے خرید فروخت مین دو مختلف جنسون کا ہونا جن طریقون سے کہ بیان ہوچکا ہے کفایت کرتا ہے ہرچند یہ امر ذاتی سے مقصود نہون اور عقد مقصود کے تابع ہوتے ہین اِسلیے کہ بیاز سے چھٹکارا پورا نہین ہوتا ہے مگر جبکہ صحیح بیع کا قصد کرے یا قرض وغیرہ کا اُن مقاصد مین سے جو بیان ہوئے قصد کرے اور اِسی قدر بیع کی صحت کے لیے اور بیاز سے چھٹکارے کے لیے کافی ہے اِسلیے کہ کسی عقد کے قصد مین یہ شرط نہین ہے کہ اُسپر کی مرتب ہونیوالی ساری غایتون کا بھی قصد کرے بلکہ اُسکی غایتون مین سے صحیح غایت کا قصد کافی ہے اسواسطے کہ اگر کوئی شخص ارادہ کرے کہ ایک مکان مول لے کہ اُسے کرائے پر چلائے اور اُس سے منفعت حاصل کرے اِس عقد کی صحت مین اِسی قدر کافی ہے گو گھر لینے کی منفعتین اور بھی ہون کہ اُس سے بہتر ہون اور بہت بڑی ہون اور عاقلون کے نزدیک ظاہر ہون اور اِسی طرح کا حال اور عقدون مین بھی ہے اور حدیثون مین بہت کچھ وارد ہوا ہے جو اِسطرح کے قصدون کے حلیت کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے یہانسے صاحب مسالک کا کلام ہوچکا تیسرا امر صرف مین ہے اور وہ چاندی سونے کی چاندی سونے سے خرید فروخت کرنا ہے اور اِسے صرافی کہتے ہین اور بیاز والی بیعون مین جو شرطین کہ بیان ہوئی ہین وہی شرطین صرافی مین بھی معتبر ہین اور اِن شرطون کے سوا اِس صرافی مین اُسی جلسۂ بیع مین بایع مشتری کا لینے اپنے مال پر قبضہ کرلینا شرط ہے

پس اگر سکہ دار نقدون کی خرید و فروخت کرین اور قبضہ دونون معاوضون پر اُسی مجلس مین نہو تو مشہور قول پر صرف باطل ہے اور اگر کچھ پر قبضہ ہو جائے اور کچھ پر نہو تو جسپر قبضہ ہو چکا ہے اُسمین صحیح ہے اور جو قبضے مین نہین آیا ہے اُسمین صحیح نہین اور اگر بایع مشتری ساتھ ہی مجلس سے اُٹھین اور ساتھ ہی راہ بھر رہین تو صرف باطل نہو گا اسلیے کہ تفارق بایع مشتری مین واقع نہین ہوا اور اگر ان دونون مین سے ایک کسی اور کو وکیل کر دے کہ اُسکی طرف سے وہ مال پر قبضہ کرے پس اگر وکیل ان دونون کے تفرقے سے پہلے قبضہ کرے تو خرید فروخت یعنی صرف اور صرافی صحیح ہے اور اگر ان دونون کے مجلس سے اُٹھکر متفرق ہو جانے کے بعد وکیل قبضہ کرے تو صرف باطل ہو جائیگا اور اگر ایک شخص دوسرے شخص سے کچھ روپیہ خرید کرے اور اُس روپیہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اُنہی روپیے سے کچھ اشرفیان خرید کرے تو یہ دوسری خرید و فروخت صحیح نہین اور اگر اُسی اثنا مین ایک دوسرے سے جدا ہو جائے اور قبضہ کرنے سے پہلے تفرق مجلس ہو جائے تو پہلا عقد بھی صحیح نہین اور اگر کسی شخص کے ذمے کسی شخص کے کچھ روپیہ ہون اور اُنھین روپیون سے وہ قرضخواہ اپنے دیندار کے پاس سے کچھ اشرفیان خرید کرے تو یہ صحیح ہے ہرچند کہ قبضہ دونون معاوضون پر نہوا ہو اور اسی طرح اگر کسی کے ذمے کسی کی کچھ اشرفیان ہون اور اُسکے عوض مین یہ قرضخواہ اُس دیندار سے کچھ روپیہ خرید کرے تو یہ معاملہ بھی صحیح ہے اسلیے کہ دونون نقدین ایک ہی شخص کی ہین ایک کے بدلے دوسری دینے مین کوئی قصور نہین اور روپے کو روپیے کے بدلے پر یا اشرفیون کو اشرفیون کے بدلے بیچنے مین کمی یا وفا جائز نہین ہرچند کہ دونون معاوضون پر قبضہ بھی ہو جائے کیونکہ یہ بیاز ہوا جاتا ہے اور دو غیر جنسون کی بیع مین زیادہ لینا جائز ہے جیسے روپیون کو اشرفیون سے بیچین اور ایک جنس کی دو چیزون کے مبادلے مین واجب ہے کہ بیع اور قیمت برابر ہو گو ایک ٹوٹی پھوٹی بھی ہو اور دوسری مین سناری کام کیا ہوا ہو اور ایک اچھی ہو اور دوسری بُری ہو اس شرط سے کہ میل نہو اور جس چاندی مین کہ میل ہو اور میل کی مقدار معلوم نہو اُسے چاندی سے بیچ نہین سکتے ہین بلکہ اُسے سونے سے یا چاندی کے سوا اور کسی جنس سے بیچنا چاہیے اور یہی حکم میل کے سونے کا ہے کہ جسمین میل کی مقدار معلوم نہو تو اُسے چاندی سے بیچنا چاہیے اور سونے سے نہ بیچین اور اگر میل کی مقدار معلوم ہو تو اُس جنس کو اُسی جنس سے یون بیچنا جائز ہے کہ سونے کے برابر لین اور میل کی مقدار کے عوضین

کچھ زیادہ دیدین کہ بیاز لازم نہ آئے اور چاندی کی کھان کی مٹی کو چاندی سے بیچنا احتیاطاً جائز نہین
اسلیے کہ بیاز ہوجانے کا ڈر ہے اور اُسے سونے سے بیچ سکتے ہین اور یہی حکم سونے کی بھی کھان کا ہے
کہ اُسے بھی سونے سے نہین بیچنا چاہیے بلکہ چاندی سے بیچنا چاہیے اور اگر سونے کی کھان کی مٹی
اور چاندی کی کھان کی مٹی ایک جا کرکے ایک عقد بیع مین بیچین تو جائز ہے اور مبادلے مین سونا
چاندی دونون ہون کہ سونے کے مقابلے مین چاندی اور چاندی کے مقابلے مین سونا ہوجائیگا
اور رانگے اور کانسے کا چاندی سونے کے بدلے مین بیچنا جائز ہے ہرچند کہ اُنکے جوہر دن مین بھی
کچھ کچھ چاندی سونے سے ملا ہوا ہے اسلیے کہ وہ اجزا ناپید ہوگئے ہین اور غالب نہین اور اجزا ہین
اور کھوٹے ہوئے پیسہ روپیون کا خرچ کرنا جائز ہے جس صورت مین میل کی مقدار نہ معلوم ہو اور لوگون
مین چلتے ہون اور اگر یہ بات معلوم نہو کہ ایسے روپیئے چلا کرتے ہین تو اُنکا خرچ کرنا جائز نہین مگر یہ
کہ جتا دین کہ انمین میل ہے۔ تین مسئلے پہلا مسئلہ جو کوئی کسی چیز کو کسی معین روپئے اشرفی سے مول
لے تو اُسی معین روپئے اور اشرفی کے سوا اور دینا جائز نہین ہرچند عوض بھی وہی وصف اور قیمت
رکھتا ہو دوسرا مسئلہ جب کوئی شخص کچھ معین روپئے کچھ معین روپئے سے برابر خرید کرے اور اُسکو
معلوم ہو کہ وہ روپئے نہین بلکہ رانگے سے یا کسی اور چیز سے بنائے ہوئے ہین تو یہ بیع باطل ہے
اور یہی حکم ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ کچھ کپڑا اس اظہار سے بیچے کہ کتان کا کپڑا ہے پھر پشمینہ کا
ظاہر ہوا اور اگر کچھ اُسمین سے اُسی جنس کا اور کچھ اور جنس کا ہو تو اس صورت مین غیر جنس بھر کی
بیع باطل ہے اور جنس بھر کی بیع جائز ہے اور خریدار کو پہونچتا ہے کہ سب کو پھیر دے اسلیے کہ
صفقہ کی تبعیض ہوگئی یعنی اکٹھا سب خرید کیا تھا اور جبکہ کچھ اور جنس کا نکلا تو سب کو پھیر سکتا ہے
اور یہ بھی پہونچتا ہے کہ اُسی غیر جنس کو پھیر دے اور اُس کی قیمت لیلے اور اُسکے بدل کا مطالبہ
نہین پہونچتا ہے کیونکہ عقد بیع تے بدلے سے تعلق نہین کیا ہے اور اگر سب ایک ہی جنس ہون مگر
کچھ مین کوئی عیب ہو اور کچھ مین نہو یعنی جوہر سخت ہو یا سکے کے حرف کھلے نہون تو اس صورت
مین سب کے سب کا پھیر دینا اور رکھ لینا جائز ہے اور یہ جائز نہین کہ عیب دار کو پھیر دے اور
بیعیب کو رکھلے اور عیب دار کے بدلے مین اچھے کا مطالبہ کرے کیونکہ عقد بیع نے بدل سے
تعلق نہین کیا ہے تیسرا مسئلہ جبکہ کوئی شخص کچھ روپئون کو کسی کے ذمّے پر کچھ روپئون سے مول لے

یعنی بیع کے وقت مین روپئے موجود نہون کہ خاص اُنھین پر عقد بیع واقع ہو بلکہ کچھ روپئے مطلق ہون اُسکے بعد اُسی مجلس مین بایع روپئے لے آئے اور خریدار کو دیدے اور ظاہر ہو کہ وہ چاندی کی نہین تو تفرق مجلس کے پہلے خریدار کو بدل مانگنا جائز ہے اور اگر تفرق مجلس کے بعد بایع روپئے لائے تو صرف اور صرّافی نہین اِسلیے کہ صرافی مین قبضے کا ہونا تفرق کے پہلے شرط ہے اور اگر کچھ روپئے چاندی کے ہون اور کچھ نہون تو چاندی والون مین صحیح ہے اور جو چاندی کے نہین ہین اُنمین باطل ہے اور اگر عیب دار عیب کے سبب سے چاندی نہونے سے خارج نہوئے ہون تو خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے لیلے اور چاہے پھیر دے اور بٹا لینا جائز نہین اِسلیے کہ بیاز ہو جائیگا اور خریدار کو پہونچتا ہے کہ عیب دار روپئون کے بدلے اچھے مانگے تفرق مجلس سے پہلے مین تو یقین ہے اور بعد مین جائز ہے مگر تردد ہے چوتھا مسئلہ جبکہ کوئی اشرفی کو بدلے اشرفی کے خرید کرے اور اِس سے مراد یہ ہے کہ ذمے پر خرید کرے اور قیمت کی اشرفی بایع کو دیدے پھر معلوم ہو کہ وہ اشرفی اتنی زیادہ ہے کہ جسے نہین دیتے ہین مگر بھول کر یا تبرع اور چھوڑ دینے کی راہ سے بس وہ زیادتی بایع کے پاس خریدار کا مال امانت کے طور پر ہے اُسے خریدار کو پھیر دینا چاہیے اور خریدار کی اُس اشرفی مین بایع حصہ دار ہے مترجم کہتے ہین کہ کم وزن اشرفی کی بیع زیادہ وزن کی اشرفی کے بدلے مین جبکہ دونون معاوضے موجود ہون اور کوئی ذمہ داری پر نہ ہو باطل ہے اِسلیے کہ بیاز ہوا جاتا ہے اِسلیے ذمہ داری کی خرید کی تفسیر کر دی ہے پانچوان مسئلہ ایک روایت مین آگیا ہے کہ ایک روپئے کو ایک روپئے کے عوض اِس شرط سے بیع کرنا جائز ہے کہ بایع اُس روپئے کی انگوٹھی بنا کر دیدے اور آیا انگوٹھی کے سوا مین بھی یہی حکم جاری ہوگا یا نہ اشبہ یہی ہے کہ جاری نہوگا اِسلیے کہ بیع مثل کی مثل سے زیادتی کے ساتھ ہے ہر چند کہ یہ زیادتی عینی نہین ہے اور حکمی زیادتی مین بھی بیاز متحقق ہو جاتا ہے اور جتنا کہ روایت سے مستثنیٰ ہوا ہے اُتنے ہی پر اکتفا کرنا ضرور ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے اِس بیع کے جواز کا قول شیخ سے نقل کیا ہے کہ اِس جواز پر سند شیخ کی ایک روایت ہے کہ آگئی ہے اور اِسکے بعد روایت کی تاویل اُنھون نے کی ہے اور صحیح جائز نہونا ہے چھٹا مسئلہ جن برتنون کو چاندی سونے سے بنایا ہو یعنی اُنمین چاندی بھی اور سونا بھی ہو اگر اُنمین کے سونے کی مقدار اور چاندی کی مقدار

معلوم ہو تو انھین اُتنے ہی سونے اور اُتنی ہی چاندی کے بدلے مین بیچنا جائز ہے اور اگر سونے اور
چاندی کے سوا اور جنس سے بیچین جیسے پیسون سے اور غلّے سے تو ہر چند زیادہ بھی ہو جائز ہی اور
اگر ہر ایک کی مقدار معلوم نہو اور سونے چاندی کا چاندی سونے سے جدا کرنا ممکن ہو تو انھین محض
سونے کے بدلے اور نہ محض چاندی کے بدلے بیچین گے بلکہ دونون کو دونون کے بدلے مین
مثل مثل کے برابر کرکے بیچین گے یا ان دونون جنسون کے سوا اور جنس کے بدلے مین بیع کرینگے
اور اگر چاندی کا سونے اور سونے کا چاندی سے جدا کرنا ممکن نہو اور اُنمین ایک جنس زیادہ ہو اور ایک
کم ہو تو جو جنس کہ اُن برتنون مین کم ہو اُسی کے بدلے مین اُنکے مول کرینگے اور کچھ اُسپر زیادہ دے
دینگے کہ زیادتی اُس دوسری جنس کے مقابل مین پڑ جائے اور اگر گمان غالب مین دونون جنسین
برابر ہون تو انھین اُنھین دونون جنسون کے بدلے مین مثل مثل کے برابر کرکے بیچین گے یعنے
چاندی کے برابر چاندی اور سونے کے برابر سونا لین دینگے ساتوان مسئلہ سونے چاندی لگی ہوئی
زینون مین اگر سونے چاندی کی مقدار معلوم ہو تو سونے چاندی کی جنسون کے بدلے مثل کی مثل
سے برابری کرکے لین دین اس شرط سے کہ اُسپر کچھ زیادہ لین دین کہ وہ زیادتی مقابلے مین زین کے
پڑ جائے یا اُسے ہبہ کر دین اس شرط سے کہ عقد بیع مین یہ مشروط نہو اور چاندی سونے کی غیر جنسون
سے بھی بیچ سکتے ہین خواہ کم ہون یا زیادہ ہون اور اگر اُنمین کی چاندی سونے کی مقدار معلوم نہو
اور جدا کرنا بھی ممکن نہو مگر نقصان سے تو اُسے چاندی سونے کی غیر جنس کے بدلے مین بیع کرینگے
اور اگر اُسی جنس کے بدلے مین بیچین تو اُسکے ساتھ کوئی چیز بھی زیادہ کرکے اُسی چاندی سونے سے
دین کہ جتنا اٹکل سے اُنمین ہے کہ وہ زین وغیرہ کے مقابلے مین پڑ جائے اور نقصان توڑنے کا نہ پڑے
آٹھوان مسئلہ اگر کسی کپڑے کو ایسے بیس روپئون پر بیچین کہ جسکے بدلے مین ایک اشرفی آتی ہے
یہ بیع صحیح نہین اِسلیئے کہ یہ روپئے نامعلوم ہین اور اشرفی کی قیمت بھی مختلف ہوتی ہے نوان مسئلہ اگر
سو درم کو ایک درم کم ایک اشرفی پر بیچین تو صحیح نہین اِسلیئے کہ معلوم نہین کہ ایک درم کم ایک اشرفی
کی کتنی مقدار ہوتی ہے کیونکہ اشرفی کا نرخ مختلف ہے اور اِسیطرح اگر ایک اشرفی ایک روپئے کم قیمت
کسی دوسری جنس کی اُن جنسون مین سے کہ جنمین بیاز نہین ہوتا ہے مثل کپڑے وغیرہ کے قرار دین
تو جائز نہین اور اگر روپئے کی مقدار اشرفی سے اِسطرح معین کر دین کہ یہ روپیہ اشرفی کا فلان حصہ ہی

تو اس صورت مین یہ بیع جائز ہے اسلیے کہ جہالت جاتی رہتی ہے **دسوان مسئلہ** اگر کوئی پانچ درم کو آدھی اشرفی پر بیع کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ خریدار کو پہونچتا ہے کہ اشرفی کو توڑ کر دو حصے کرے آدھا ٹکڑا بایع کو دیدے اور خریدار پر لازم نہین کہ آدھی اشرفی سکہ دار دے مگر یہ کہ آدھے مثقال کا ارادہ کیا ہو مشہور متعارف اعتبار کے موافق کہ آدھی اشرفی سے مراد آدھے مثقال سکہ دار ٹکڑا ہو اور یہی غیر مسکوک کے بیچنے کا بھی حکم ہے مثل اسکے کہ کپڑے کو آدھے درم پر بیع کرے اور سنارونکی دُکانون کی خاک کو سونے چاندی دونون سے بیچنا چاہیے اسلیے کہ اُنہین سونے چاندی کے ریزے ہوتے ہین پس سونا چاندی کے مقابلے مین اور چاندی سونے کے مقابلے مین پڑیگی یا اِن دونون کے سوا اور جنس کے بدلے مین بیع کرین اور اگر تنہا سونے یا تنہا چاندی کے مقابلے مین بیچین گے تو ربا لازم آجائیگا اور اسکے بیچنے کے بعد اِس خاک کے دامونکو اُنکے مالکون کی طرف سے تصدق کرنا چاہیے اسلیے کہ اُنکے مالک متمایز نہین

آٹھوین فصل میوون کی بیع مین ہے اور نظر خرمے کے درخت کے پھلون مین اور میوون مین اور ترکاریون مین اور ساگون مین اور اُنکے لواحق مین ہے۔ خرمے کے درخت کا میوہ بے نکلے ایکسال کو بیچنا جائز نہین اور دو سالہ اور زیادہ کو بے نکلے جائز ہے مگر اِس جواز مین تردد ہے اور روایت مین آگیا ہے کہ جائز ہے اور اسیطرح خرمے کے درخت کا میوہ نکلنے کے بعد اور صلاح ظاہر ہونے کے بعد یعنی آفت قبول کرنے کے درجے سے نکل آنے کے بعد ایک سالہ اور دو سالہ قطع کی شرط سے کہ خریدار توڑ لیجائے اور بے اس شرط کے بھی خواہ تنہا یا ساتھ مین اور کسی چیز کو ملا کر بیچنا جائز ہے اور ظہور صلاح سے پہلے ایک سالہ بیچنا جائز نہین مگر جبکہ اُسکے ساتھ کوئی ایسی چیز ملادے کہ جسکا بیچنا درست ہو یا اُس میوے کو اِس شرط سے بیچے کہ خریدار اُسے اُسیوقت مین توڑ لے یا دو سالہ اور زیادہ کو بیچے اور یکسالہ بے اِن تینون شرطون کے بیچے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع صحیح نہین اور بعضے کہتے ہین کہ مکروہ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اگر آفت سے بچ جائے تو صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر خرمے کے درخت کے میوے کو درخت کے ساتھ ظہور صلاح کے پہلے یا بعد بیچین تو جائز ہے اور خرمے کی صلاح کا ظہور اُسوقت ہوتا ہے کہ جب خرما زرد یا سرخ ہو جاتا ہے یا ایسے درجے پہونچے کہ آفت سے محفوظ ہو جائے اور جبکہ خرمے کے باغ کے کچھ میوے پک گئے ہون اور کچھ کچے ہون

توسب کا ایک جگہ بیچنا جائز ہے اور اگر خرمے کے ایک باغ کے میوے پک گئے ہوں تو دوسرے باغ کے میوے کے ساتھ اکٹھا بیع کرنا جائز نہیں ہرچند اِن دونوں باغوں کو ملا کر اکٹھا بھی کرلیں اور اِسمین تردد ہے اور درختوں کے پھلوں کا بے صلاح کے ظاہر ہوئے بیچنا جائز نہیں اور ظہور صلاح کی حد یہ ہے کہ گولیاں بندھ جائیں اور اِس سے زیادہ شرط نہیں ہے اور یہی اشبہ ہے اور میوون کے نکلنے سے پہلے دو سالہ بیچنا آیا جائز ہے یا نہیں بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان جائز ہے اور اولی جائز نہونا ہے اِسلیے کہ نامعلوم چیز کی بیع ہوتی جاتی ہے اور اِسیطرح چیز گولی بندھنے سے پہلے کسی اور چیز کو کہ جسکی بیع درست ہے اُسکے ساتھ ملا کر بیچنا جائز نہین اور خرمے مین اِس بیع کا جواز جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے نص سے مستند ہے اور ہمارے مذہب مین قیاس جائز نہین اور جبکہ گولی بندھ جائے تو اُسے درخت کے ساتھ اور تنہا بیچنا جائز ہے خواہ میوہ نمودار ہو جیسے سیب زرد آلو انگور وغیرہ ہے خواہ کسی پوست مین ہو جیسے کہ اخروٹ وغیرہ پر ہے خواہ وہ پوست ایسا ہو کہ جسمین رہنے کے لیے اور پکنے کے لیے محتاج ہو خواہ ایسا ہو کہ جسکی احتیاج نہو جیسے اخروٹ کے اندر کا مغز اور اوپر کا پوست ہے کہ اوپر کا پوست دُور ہو جاتا ہے اور یہی حکم بادام کا بھی ہے اور ہرے باقلے اور مسور کا اور ہرطمان کا ہے کہ ایک اناج ہے کہ مسور سے بڑا اور چنے سے چھوٹا ہوتا ہے اور بعضوں نے جو اور گیہون کے درمیان مین کہا ہے اور اِسیطرح چیز بالی ہے خواہ دانہ اُسکا ظاہر ہو مثل جو کے یا چھپا ہو مثل گیہون کے خواہ اُن بالیون کو علحدہ بیچین خواہ اُنکی کھڑی گھانس کے ساتھ بیچین یا کاٹ کر بیچین اور ساگون وغیرہ پتیون کو نکلنے سے پہلے بیچنا جائز نہین اور منعقد ہونے کے بعد ایسی حد پر کہ ایکبار دوبار اور کئی بار توڑسکین بیچنا جائز ہے اور یہی حکم ہے اُن چیزون کا جنھین ہنسیا سے کاٹتے ہین جیسے ہری گھانس کہ گھوڑے وغیرہ کو کھلاتے ہین اور مثل اور ساگون کے جیسے پالک اور میتھی وغیرہ ہین کہ ایک ہنسیا یا زیادہ کے ہو جائین تو بیچنا جائز ہے اور یہی حکم اُن پتیون کا ہے جو ہاتھ سے سوتی جاتی ہین جیسے مہندی وغیرہ ہے اور اِن چیزون کا درختون سے علحدہ اور اُنکے درختون کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور اگر اِن درختون کو پھلون کے انعقاد کے بعد بیچین تو اُنکے پھل بیع مین داخل نہونگے مگر جب شرط کرلین گے تو وہ بھی داخل ہو جائین گے اور جو شخص کہ اِن چیزون کے درختون کو مول لے اُسے واجب ہے کہ پھلونکو پکنے کے وقت تک درختون پر رہنے دے کہ بایع کا نقصان نہو اور جو پھل کہ مول لینے کے بعد نئے

نکلین وہ خریدار کا مال ہے لواحق مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شخص باغ کے درختون کے میوے
کو بیچے اور کچھ معین درختون کا میوہ یا کئی معین درخت خرمے کے استثنا کرلے تو یہ جائز ہے اور اگر
اُسکی پیداوار کے کسی حصّے کو مثل تہائی چوتھائی وغیرہ کے یا کسی معین وزن کو مثل سیر دو سیر وغیرہ
کے استثنا کرلے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر اُس میوے مین مول لینے کے بعد کچھ گھٹی ہو تو وہ گھٹی بایع
اور مشتری پر رسدی حصے سے پھیلے گی یعنی کُل پیداوار کی گھٹی کا رسدی حصہ مشتری اور بایع کے حصّے مین
سے بھی کم ہوگا دوسرا مسئلہ جس میوے کی صلاح کا ظہور ہو چکا ہو اور اُسے اُسکا مالک بیچے تو قبضے
سے پہلے اگر ضایع ہوگا تو بایع کا مال ضایع ہوگا اور یہی حکم ہے اگر بایع خود اُس میوے کو ضایع کرڈالے
اور اگر کچھ میوے کو آفت پہونچے اور کچھ سالم رہے تو خریدار سالم بھر کو اُسکے حصے سے لے گا اور اگر
اُس میوے کو کوئی بیگانہ ضایع کرڈالے قبضے سے پہلے تو خریدار کو اختیار ہے کہ خواہ بیع کو فسخ کرڈالے
خواہ ضایع کرنے والے سے بھرلے اور اگر خریدار کے قبضے کے بعد ضایع ہو جائے اور قبضہ اس سے
عبارت ہے کہ بایع ہاتھ اُس سے اُٹھالے اور چھوڑ دے تو بایع پر تاوان بھرنا نہین ہے اور یہی
اشبہ ہے اور اگر اُسے خریدار بایع کے قبضے مین ضایع کرڈالے تو عقد بیع تمام ہوگا اور خریدار کا ضایع
کرنا بھی اُسکے قبضے کے حکم مین ہے اور یہی حکم ہے اگر کوئی شخص لونڈی یا غلام مول لے اور اُسے
قبضے سے پہلے آزاد کردے تیسرا مسئلہ درخت پر کے پھلون کو نقد روپئے سے اور کپڑے سے
بیچنا جائز ہے اور کسی میوے کو اُسکے درخت کے میوے کے بدلے مین بیچنا جائز نہین اور اِسے
بیع مزابنہ کہتے ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بیع مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر کے خرمون کو خرمون سے
بیچین ہرچند کہ یہ خرمے زمین پر ہی ہون اور یہی اظہر ہے اور آیا ایسی بیع اور درختون کے میوون
مین جائز ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین کہ بیاز کا خطرہ ہے اور اِس سے بچتی نہین
ہے اور ساری بالی کو اُسکے دانون کی تعداد کے موافق اُسی کے دانون سے بیچنا جائز نہین اور
اِسے بیع محاقلہ کہتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ بیع محاقلہ بالی کو اُسکی جنس کے دانون سے بیچنا
ہے جس جگہ پر کہ ہون ہرچند کہ وہ جنس زمین پر رکھی ہوئی ہو اور یہی اظہر ہے چوتھا مسئلہ ایک
درخت پر کے خرمونکو کہ درخت گھر مین ہو یا باغ مین ہو اٹکل کے طور سے اُسی جنس کے خرمون کے
بدلے مین کہ دوسرے درخت کے ہین بیچنا جائز ہے اور یہ بیع مزابنہ ممنوع بیعون سے نکل کے

سبب سے مستثنی ہے جیسا کہ اگلے مسئلے مین بیان ہو چکا ہے اور آیا جائز ہے کہ ایک درخت پکے خرمے اُنکل سے اُسی درخت کے خرمون سے بیچین اظہر یہی ہے کہ جائز نہین اور اسیطرح جائز نہین ایسی بیع بہت سے درختون کے خرمون پر کہ ایک سے بڑھکر ہون موضع نص پر حصر کرے لیگی رو سے مگر جبکہ ہر گھر مین ایک ایک درخت ہو اور اُنھین درختون کو الگ الگ اِسی طریق سے بیچین تو جائز ہے اور اِس بیع مین شرط نہین ہے کہ خرمون پر قبضہ اُسی مجلس مین تفرق سے پہلے ہو بلکہ تعجیل شرط ہے یعنی بیع سلم اِس صورت مین جائز نہین اور واجب نہین کہ اُس مبیع کے خرمے اور قیمت کے خرمے سوکھنے پر برابر ہون بلکہ اگر متفاوت بھی ہون تو بھی ظاہر حدیث پر نظر کرنے سے جائز ہے اور اِس بیع کو اصطلاح فقہا مین عریہ کہتے ہین اور عریہ خرمے کے درخت کے سوا اور درختون مین جائز نہین فرع اگر کوئی کہے کہ یہ ڈھیر خرمے کا یا غلّے کا مین نے تیرے ہاتھ اِس ڈھیر کے بدلے بیچا کہ اُسی جنس سے برابر ہے صحیح نہین اِسلیے کہ معلوم نہین کہ دونون برابر ہین ہر چند تولنے پر دونون برابر نکل آئین کیونکہ بیع کے وقت یہ نہین معلوم تھا کہ دونون برابر ہین مگر جبکہ خرید فروخت کے وقت دونون کی مساوات کا علم ہو تو جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے ہر چند کہ معلوم نہو جبکہ بعد وزن کے برابر نکلین تو بیع صحیح ہے اور نہین تو باطل ہے اور اگر وہ دونون ڈھیر دو مختلف جنسون کے ہون تو جائز ہے خواہ دونون برابر ہون یا نہون اور ایک دوسرے سے درگزرے تو جائز ہے اور نہین تو بیع فسخ ہو جائے گی اور یہی اشبہ ہے کہ اگر بیچنے کے وقت مقدار نامعلوم ہو تو نامعلوم کی بیع ہو گی اور یہ جائز نہین پانچوان مسئلہ جائز ہے کہ کھیت کو کچا کاٹ لینے کی شرط سے بیچین یعنی بالیان نکلنے اور پکنے سے پہلے کاٹ لینے کی شرط سے گھوڑے وغیرہ کے کھلانے کے لیے بیچین تو جائز ہے اگر خریدار اُسے کاٹ نہ لے تو بایع کو پہونچتا ہے کہ خود کاٹ ڈالے اور زمین خالی کر لے یا رہنے دے اور زمین کا کرایہ کٹنے کے وقت تک کا خریدار سے مانگ لے اور یہی حکم ہے جب کسی درخت کے میوے کو توڑ لینے کی شرط سے مول لے چھٹا مسئلہ درخت کے خریدے میوے کو خرید کی قیمت سے کم زیادہ پر بیچ لینا جائز ہے خواہ اُس میوے پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ساتوان مسئلہ جب کہ کوئی درخت خرمے کا یا اَور کسی کا دو شریکون مین مشترک ہو اور ایک دوسرے شریک سے اُسکے حصے کو معین معلوم قیمت پر

مول لے تو جائز ہے آٹھوان مسئلہ جو کسی درخت باردار یا کھیت پر اتفاق سے ہو کر نکلے تو جائز ہے کہ اُسمین سے کچھ ایسا تھوڑا سا کھالے جو اُسکے خراب کرنیکا باعث نہو اور کچھ اُٹھا کر لے آنا جائز نہین

نوین فصل حیوان کی بیع مین ہے اور نظر اُس حیوان کے بیان مین ہے کہ جسکا مالک ہونا صحیح ہے اور اُسکے خریدنے کے حکمون مین اور لواحق مین ہے **پہلی نظر** اُس حیوان کے بیان مین ہے کہ جسکے مالک ہوسکتے ہین جان لینا چاہیے کہ اصلی کفر سبب اِسکا ہے کہ مسلمان اُسکے سبب سے کافر کے اور اُسکی ذریات کے مالک ہوسکتے ہین اِس شرط سے کہ وہ کافر حربی ہو تو اُسکی اولاد مین بھی لونڈی غلام ہونا سرایت کرتا ہے ہرچند کہ وہ اصلی کافر لونڈی غلام بننے کے بعد مسلمان بھی ہو جائین جبتک کہ آزادی کا سبب بہم نہ پہونچے کہ کتاب العتق مین انشاءاللہ تعالیٰ بیان آنے کو ہے اور اگر دارالحرب مین لڑکے کو راہ سے اُٹھا لین تو مسلمان کا مملوک ہو جاتا ہے یعنی اُس صورت مین کہ اُس مقام مین کوئی مسلمان نہو کہ وہ لڑکا اُس سے منتسب ہوسکے گو وہ مسلمان وہان قید ہی مین ہو اور اگر دارالاسلام سے اُٹھا لین تو مملوک نہین ہوتا ہے اور اگر وہ اُٹھایا لڑکا بلوغ کے بعد غلام ہونے کا دعا کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے اِس دعوے کو قبول نہ کرین گے اور بعضے کہتے ہین کہ قبول کرینگے کہ عاقلون کا اپنے ضرر پر اقرار کرنا مسموع اور مقبول ہوتا ہے اور یہی اشبہ ہے اور صحیح ہے کہ اپنے قرابت دارون کا مالک ہو قرابت سے اِن گیارہ جنس کے سوا ہین اور وہ گیارہ جنسین باپ اور مان اور جد اور جدّہ ہین کتنا ہی اوپر جائین یعنی دادی کا دادا وغیرہ اور اولاد اور اولاد کی اولاد ہین خواہ مرد ہون خواہ عورت ہون اور کتنا ہی نیچے جائین یعنی بیٹے کا بیٹا وغیرہ اور بہنین ہین اور پھپھیان ہین اور خالائین ہین اور بھتیجیان ہین اور بھانجیان ہین اور اگر یہ لوگ دودھ شریک ہون جیسے انّا دادا دودھ شریک بہن وغیرہ تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِنکا مالک نہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ مالک ہو جائے گا اور مالک نہونے کا قول علما مین بہت مشہور ہے اِس لیے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے الرضاع لحمۃ کلحمۃ النسب یعنی دودھ بھی نسب کے رشتے کیطرح کا ایک رشتہ ہے اور اگر کسی کو اِن لوگون مین سے کوئی مول لیگا تو مول لینے کے ساتھ ہی آزاد ہو جائے گا اور اگر میراث سے کسی کے حصے مین اِنمین کا کوئی پڑیگا تو بھی آزاد ہو جائیگا اور اُسکا مملوک نہوگا اور آدمی کو اِن لوگون کے سوا اور عزیزون کا مالک ہونا مکروہ ہے جیسے بھائی

اور چچا ماموں اور اُنکی اور اولاد ہے اور عورت ہر شخص کی مالک ہو سکتی ہے اپنے آبا کے سوا کتنا ہی اوپر کو جائیں اور سوا اولاد کے کتنا ہی نیچے کی طرف جائے نسب کی رو سے اور اگر دودھ کے سبب ہوں تو اسمیں تردد ہے اسلیے کہ بعضے فقہا کہتے ہیں کہ عورتیں رضاعی ماں باپ اور اولاد رضاعی کی مالک ہو سکتی ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں مالک ہو سکتی ہیں اور جائز ہونا زیادہ علما میں مشہور ہے اور اگر کوئی آزاد عورت غلام کے عقد میں ہو اور وہ عورت اپنے شوہر کو مول لے لے تو شوہر غلام اپنی جورو کا ہو جائے گا مگر زوجیت کا عقد منفسخ ہو جائیگا اور یونہیں اسکے برعکس بھی ہے یعنی کوئی آزاد مرد کی زوجہ لونڈی ہو اور وہ اُسے مول لے لے تو وہ عورت اُسکی لونڈی ہو جائے گی مگر شوہر ہونے کا عقد باطل ہو جائیگا اور اگر کوئی کافر کوئی غلام رکھتا ہو اور وہ غلام مسلمان ہو جائے تو اُس کافر پر جبر کرکے تکلیف دینگے کہ اس مسلمان غلام کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچڈالے اور وہ امام اُسکے لے لے اور اگر نہ مانے گا تو اُسپر اس امر کا جبر کرینگے اور اگر کوئی شخص کہ جسکا آزاد ہونا اور اُسکا نسب معلوم نہ ہو اور وہ اپنے نفس پر کسی کے غلام ہونے کا اقرار کرے تو اُسکے غلام ہونے کا حکم کیا جائے گا پھر اگر بعد میں انکار کریگا تو اس انکار کا اعتبار نہوگا ہرچند کہ مقرلہ یعنی جس کسی کے غلام ہونے کا اقرار کیا ہے وہ کافر ہو اور اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی غلام لے اور بعد مول لینے کے وہ غلام آزاد ہونے کا دعوی کرے تو قبول نہ کرینگے مگر جب دعوے کو ثابت کرے تو قبول کرینگے دوسری نظر حیوان کی خرید فروخت کے حکموں میں۔ جب کوئی حیوان مول لیں اور عقد بیع کے بعد اور اُسپر خریدار کے قبضے سے پہلے اُس حیوان میں کوئی عیب بہم ہو جائے تو خریدار کو اختیار ہے کہ خواہ وہ لے لے خواہ پھیر دے اور صحیح اور عیب دار کی قیمتوں کا تفاوت لے سکتا ہے یا نہیں اس میں تردد ہے اور اگر خریدار اُسپر قبضہ کر چکا ہو اور اسکے بعد وہ حیوان خیار حیوان کے تین دن گزرنے کے پہلے ضایع ہو جائے یا اُسمیں کوئی نیا عیب پیدا ہو جائے تو بایع کے مال سے ہے جس صورت میں خریدار نے اُسمیں کوئی تصرف نہ کیا ہو اور اگر کوئی عیب اُسمیں بے خریدار کی تفریط کے پیدا ہو تو وہ عیب اس امر کا مانع نہیں کہ خریدار اُسے تین دن کے خیار کے خاطے کے سبب سے پھیر دے آیا بایع کو لازم ہے کہ تفاوت قیمت کا کم کر دے اس میں تردد ہے ظاہر

یہی ہے کہ تفاوت قیمت لازم نہین ہوتا ہے اور اگر تین روز گزرنے کے بعد عیب پیدا ہو جائے اور اسکے بعد ظاہر ہو کہ دوسرا عیب بھی اگلا اُس حیوان مین ہے تو اُس اگلے عیب سے اُس حیوان کو پھیر نہین سکتا ہے اور جبکہ کوئی شخص کسی حاملہ لونڈی کو خریدے تو جو بچہ کہ اُسکے پیٹ مین ہے اپنی مان کی بیع مین داخل نہین ہوتا ہے اور وہ اظہر بایع کا مال ہے مگر جب کہ خریدار شرط کرلے کہ بچہ بھی مال میرا ہوگا اور اگر اُسے بچے سمیت مول لین اور بچہ خریدار کے قبضے کے پہلے مان کے پیٹ سے گر پڑے تو بچے کی قیمت کا حصہ خریدار بایع کو ندیگا اور اِس حصے کی وضع کا طریقہ یہ ہے کہ اُس لونڈی کا حمل کے ساتھ بازار کا نرخ معلوم کرین گے اور بے حمل کی قیمت معلوم کرین گے اور جو تفاوت کہ ان دونون قیمتون مین ہوگا جسپر خرید فروخت ہوئی ہے وضع کرلین گے خواہ خرید فروخت والی قیمت بازار کے نرخ کے برابر ہو یا کم زیادہ ہو مثلاً ایک حاملہ لونڈی دو سو روپئے کو مول لی اور قبضے کے پہلے حمل گر پڑے اور بازاری نرخ اُس لونڈی کا حمل کے ساتھ سو روپئے کا ہو اور بے حمل کے اسّی کا ہے اور اسّی اور سو مین تفاوت خمس یعنی پانچوین حصے کا ہے بس وہی پانچوان حصہ دو سو روپیون مین سے کم کرینگے کہ وہ چالیس روپئے ہوتے ہین کہ اور اگر کسی حیوان مین سے حصہ مشاع یعنی مشترک کہ معین اور ممتاز نہین جیسے تہائی وغیرہ ہے نہ یہ کہ سر اور پیر اور سارے عضوون خرید کرے تو جائز ہے اور اگر سارے حیوان کو بیچے اور اُسکے سر اور کھال کا استثنا کرے تو جائز ہے اور کھال اور سر کی قیمت کے موافق اُس حیوان مین شریک رہے گا اور یہ حکم سکونی کی روایت کے موافق ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور متاخرین نے اِس روایت پر عمل نہین کیا ہے اِس لیے کہ نامعلوم چیز کی بیع لازم آتی ہے اور یہی قول وجہ دار ہے مگر جب کہ حیوان ذبح کیا ہو یا ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہون تو اقوی صحت ہے ایسا ہی مسالک مین ہے اور اِسی طرح پر اگر دو شخص یا زیادہ ملکر ایک حیوان خرید کرین اور ایک شخص اُنہین سے اُس حیوان کے سر اور کھال کی اپنے لیے شرط کرلے تو ان دونون چیزون کی قیمت کے موافق اُس حیوان مین شریک ہو جائے گا اور اگر یہ کہے کہ اِس حیوان کو میری شرکت مین مول لے تو صحیح ہے اور یہ دونون اُس حیوان مین آدھے آدھے کے شریک ہون گے اور ہر ایک کو آدھی آدھی قیمت دینی لازم ہوگی اور اگر ایک شریک

لہ یعنی تفاوت کا [illegible]

دوسرے شریک سے کہے کہ میرے حصے کی بھی قیمت اپنے پاس سے دیدے تو بھی صحیح ہی اور اگر وہ حیوان ضایع ہو جائیگا تو نقصان اُٹھانے مین دونون شریک ہونگے اور اُسسے پہونچتا ہے کہ شریک کے حصے کی قیمت جو اُسکے کہنے سے دی ہے پھیر لے اور اگر ایک شریک دوسرے شریک سے کہے کہ جو منفعت مبیع مین حاصل ہوگی میرے تیرے درمیان مین مشترک ہوگی اور اگر کچھ نقصان ہوگا تو تجھپر ہوگا اِسمین تردد ہے اور ایک روایت مین آگیا ہی کہ جائز ہے اور جو چاہیے کہ لونڈی مول لے تو اُسے مول لینے سے پہلے اُسکے مُنھ کا دیکھنا اور زینت کے مقامون کو مثل ہاتھون کی ہتھیلیون اور پانُون اور تلوون کے دیکھ لینا جائز ہے خواہ اُس لونڈی کا مالک اجازت دے خواہ نہ دے اور جو شخص کوئی غلام مول لے اُسے سنت ہے کہ اُسکا نام بدل ڈالے اور کچھ میٹھا اُسے کھلائے اور کچھ تصدق کرے اور اُس عورت سے ہمبستر ہونا مکروہ ہے جو زنا سے پیدا ہوئی ہو خواہ ملک سے ہمبستر ہو خواہ عقد سے اور یہی اظہر ہی اور یہ بھی مکروہ ہے کہ مملوک اپنی قیمت کو دیکھے کہ ترازو مین تولتے ہین کیونکہ نص مین وارد ہوا ہی اذا راہ فی المیزان لا یفلح یعنی جبکہ اُسے ترازو مین دیکھ لیگا تو موجب فلاح نہوگا اور بعضے فقہا نے کہا ہی کہ ترازو کا ذکر نص مین اسواسطے واقع ہوا ہی کہ قیمتون کا ترازو مین تولنا متعارف ہی نہین تو ترازو کے سوا مین اگر قیمت ہوگی تو بھی دیکھنا مکروہ ہی اور اِس امر مین نظر ہے تیسری نظر اِس باب کے لواحق مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ بندہ کسی چیز کا مالک نہین ہوتا جو کچھ کماتا ہے وہ اُسکے آقا کا مال ہوتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین اگر آقا بندے پر کوئی مقدار مقرر اور معین کرے کہ وہ اپنے کسب اور کام سے بہم پہونچا کے آقا کو دیدے تو جو کچھ اُس سے زیادہ حاصل کریگا وہ اُسکا مالک ہوگا اور یہ مروی ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اپنے اوپر کی جنایت کی دیت کا مالک ہوتا ہی یعنی اگر کوئی اُسپر ایسی خیانت کرے جو دیت دینے کی موجب ہو مثل ناک یا کان کاٹنے وغیرہ کے تو اُس دیت کا بندہ مالک ہوتا ہے اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اگر ہم کہین کہ غلام ہر چیز کا مالک ہوتا ہے لیکن بندہ ہونے کے سبب سے بے اپنے آقا کی اجازت اپنے مال مین تصرف سے ممنوع ہے تو یہ قول اچھا ہے دوسرا مسئلہ جو کہ بندہ مول لے اور اُس بندے کے پاس کچھ مال ہو تو اُسکا مال اُسکے پہلے آقا کا مال ہے کہ جو اُسکا بایع ہے مگر یہ کہ خریدار بایع سے شرط کرے کہ وہ مال بھی میری ملک مین ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر بایع اُس مال سے

واقف نہو تو وہ مال بایع کا ہے اور اگر واقف ہے تو وہ خریدار کا مال ہے اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور اگر کوئی مملوک خریدار سے کہے کہ تو مجھے خرید لے یہ روپیہ تیرا میرے ذمے ہے تو وہ روپیہ بندے پر لازم نہو گا گو اُسے وہ مول لے لے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کہنے کے وقت اگر کچھ مال رکھتا ہو گا تو لازم ہو گا اور اگر نرکھتا ہو گا تو لازم نہو گا اور یہی مروی ہے تیسرا مسئلہ جب کوئی شخص کسی غلام کو اُسکے پاس کے مال کے ساتھ خرید کرے بس اگر قیمت اُس مال کی غیر جنس ہو تو یہ خرید و فروخت مطلق یعنے خواہ زیادتی کے ساتھ ہو یا برابر ہو جائز ہے اور اسی طرح جائز ہے کہ اُسی مال کی جنس سے خریدے جس صورتین کہ ربوی نہ ہو یعنے مال مین زیادتی کے سبب سے ربا یعنے بیاز متحقق نہو اس طرح سے کہ تول ناپ کی جنس سے نہ ہو اور اگر وہ مال ایسا ہو کہ جسمین زیادتی سے بیاز ہو جاتا ہو اور اُسی جنس سے خرید فروخت ہو تو ضرور ہے کہ اصل مال کی نسبت سے کچھ بڑھا کر دیدے کہ غلام کے مقابلے مین پڑجائے اور بیاز لازم نہ آئے چوتھا مسئلہ بایع پر واجب ہے کہ اگر لونڈی بیچے تو اُسکا استبرا اُسکے بیچنے سے پہلے کرے یعنے دیکھ لے کہ پیٹ سے تو نہین ہے اگر اُس سے ہم بستر ہوا ہو اور یہ استبرا ایک حیض مین ہوتا ہے یا پینتالیس دن مین ہو گا اگر حیض نہ آتا ہو اور حائض کا سن رکھتی ہوگی اور اسی طرح پر خریدار کو بھی استبرا کر لینا چاہیے اگر لونڈی کے حال سے واقف نہو اور اگر کوئی عادل خریدار کو خبر دے کہ استبرا اِس لونڈی کا کر لیا ہے یا اُس لونڈی کی آقا عورت ہو یا لونڈی کم سن ہو کہ اُس سن سال مین حیض نہین ہوتا ہے یا حیض کے زمانے سے اُس کی عمر بڑھ گئی ہو یا پیٹ سے ہو یا حیض مین اُسے مول لے تو اِن سب صورتون مین واجب نہین اور اُس سے ہمبستر ہو سکتا ہے مگر حیض کے ایام مین اگر حاملہ لونڈی خریدی ہے تو اُس سے آگے کی طرف سے ہمبستر ہونا چار مہینے دس دن ایام حمل کے گزرنے کے پہلے جائز نہین اور اِتنے دنون کے بعد ہمبستر ہونا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور اگر ہمبستر ہو تو عزل منی کرے اور اگر عزل منی نکرے تو جو لڑکا کہ اُس لونڈی کے یہان پیدا ہو گا اُسے بیچنا مکروہ ہو گا اور سنت ہے کہ اُسکے لیے کوئی حصہ اپنی میراث مین قرار دے پانچوان مسئلہ اگر ایسی بچے والیان لونڈیان خرید کرے گا کہ اُنکے بچے اپنی ماؤن سے مستغنی نہ ہوئے ہون تو اُن بچون کو

انکی ماؤن سے جدا کرنا حرام ہے اور بعضے مکروہ کہتے ہین اور یہی اظہر ہے اور لڑکے کو مان سے سات برس کے سن مین استغنا ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ رضاع سے استغنا تفرقے کے جواز مین کافی ہے کہ رضاع کے پورے دو سال ہین اور پہلا قول اظہر ہے چھٹا مسئلہ جو لونڈی خریدے اور اس سے لڑکا جنوائے اور اسکے بعد ظاہر ہو کہ اس لونڈی کو غیر مالک نے بیچا ہے اور یہ دوسرے شخص کا مال ہے اور مالک اسے خریدار سے چھین لے تو ہمبستر ہونیوالے کو لازم ہے کہ اگر لونڈی باکرہ تھی تو اسکی قیمت کا دسوان حصہ اور اگر باکرہ نتھی تو اسکی قیمت کا بیسوان حصہ مالک کو دے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اسکے ذمے پر مہر مثل ہے اور پہلا قول مروی ہے اور وہ لڑکا جو اس لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے آزاد ہے غلام نہین ہے اسلیے کہ آزاد سے حاصل ہوا ہے اور اسکے باپ پر واجب ہے کہ اس لڑکے کی قیمت اگر لونڈی کے پیٹ سے جیتا پیدا ہوا ہے اس لونڈی کے مالک کو دیدے اسلیے کہ یہ نما یعنی بڑھوتری اسکی ملک مین ہوئی ہے اور اسکے حق نے لڑکے سے تعلق کیا ہے اور اسکا تاوان بایع سے بھرے گا اور آیا مہر مثل یا اجرت ہمبستری کا تاوان جیسا کہ بیان ہوا ہے بایع سے لیگا یا نہ لیگا بعضے فقہا کہتے ہین کہ لے لیگا اسلیے کہ بایع نے اس لونڈی کو بیچا تھا اور ہمبستری کی اباحت بے عوض کے کی تھی بس اس ہمبستری کا کوئی عوض نتھا تاوان کا متکفل بایع کو ہونا پڑیگا اور بعضے کہتے ہین کہ جب مہر مثل یا اجرت ہمبستری کے مقابلے مین ہمبستری متحقق ہو پھر تاوان بھرنا بایع پر نہین ہے ساتوان مسئلہ جو لونڈی غلام دار الحرب سے زمان غیبت امام علیہ السلام مین بے اذن حضرت لیے جاتے ہین انکی ملکیت اور لونڈیون سے ہمبستر ہونا جائز ہے خواہ انھین مسلمان دار الحرب سے لائے ہون یا کافر لائے ہون ہرچند کہ اسمین امام علیہ السلام کا بھی حق ہے اور بعضے قول پر پورا حق حضرت ہی کا ہے جیسا کہ اپنے مقام مین بیان ہوگا آٹھوان مسئلہ جب کوئی شخص ماذون غلام کو جسے اسکے آقا کی طرف سے خرید فروخت کی اجازت ہے کچھ مال دے کہ اسمین سے کچھ مال سے غلام خرید کرکے آزاد کرے اور باقی مال سے حج کرے پھر وہ ماذون غلام اپنے باپ کو اس مال سے خرید کرکے آزاد کرے اور باقی مال بھی اپنے باپ کو دے کہ مالک کی طرف سے حج ادا کرے پھر اسکے بعد ماذون غلام کا آقا اور اسکے غلام باپ کا آقا اور صاحب مال کے ورثہ آپسمین تنازع کرین اور ہر ایک دعوی کرے کہ اس ماذون غلام نے میرے مال سے اسے خرید کیا ہے

تو غلام کو اُسی غلام کے آقا کے حوالے کرینگے اور دونون مدعیون سے ثبوت مانگین گے جو ثبوت
دیدیگا اُسکے دعوے کے ثبوت پر حکم کرینگے اور یہ قول روایت ابن اشیم کے موافق ہے کہ جناب امام
محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اور بعضون نے اِس روایت کے ضعف کا حکم کیا ہے کہ راوی
غالی تھا اور ایک جماعت فقہا کی کہتی ہے کہ اُسے ماذون غلام کے آقا کے حوالے کرینگے اگر مدعیون کے
پاس ثبوت نہوگا اور یہی قول اشبہ ہے نوان مسئلہ جب کسی غلام کو ذمہ داری پر مول لے یعنی وہ
غلام خرید فروخت کے وقت موجود نہو اور بایع اُسکے پاس دو غلام لائے اور کہے کہ اِن دونون مین سے
جسے چاہے لے لے اور خریدار کے پسند کرنے سے پہلے ایک غلام بھاگ جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین
کہ وہ غلام بھاگا ہوا دونون کا مال ہے اور خریدار آدھا روپیہ قیمت کا بایع سے مانگ لیگا اور اگر وہ
بھاگا غلام چلا آئے تو اُسے لے لے اور اگر نہ آئے تو اِس موجود غلام مین بایع مشتری دونون آدھے
آدھے کے شریک ہین اور یہ قول خریدار کے حق کے اِن دو غلامون مین منحصر ہونے کے سبب سے ہے
اور اگر ہم یہ کہین کہ وہ غلام خریدار کے پاس سے بھاگ گیا ہے تو خریدار اُسکی قیمت بایع کو پھیر دینے کا ضامن
ہے اور خریدار کو پہونچتا ہے کہ اُسکا غلام جو بایع کے ذمے ہے اُس سے اُسے مانگے تو یہ قول خوب ہے
اور اگر ایک غلام کو دو غلامون مین سے خرید کرے تو عقد بیع صحیح نہین اِسلیے کہ بیع مجہول ہوئی جاتی ہے
اِس مسئلے مین دوسرا قول موہوم ہے کہ کوئی دلیل نہین رکھتا ہے اور وہ قول اِس بیع کے جواز کا
اِس صورت مین ہے کہ دونون غلام صفتون مین برابر ہون دسوان مسئلہ جب کوئی لونڈی کئی
شریکون مین مشترک ہو اور ایک شریک اُس سے ہمبستر ہو اگر حرمت سے وہ ناواقف ہو تو اُسے حد
لگانا نہین پہونچتا ہے اور اگر حرام ہونے سے واقف ہو تو اُسے زنا کی حد سو کوڑے لگانا چاہیے
اور اِس صورت مین قتل حد زنائے محصن کی نہین ہے اِسلیے کہ اُس لونڈی کے کسی حصے کا مالک تھا
مگر حد سے اُس حصے کے موافق حصہ کم ہوگا اگر آدھے کا شریک ہوگا تو آدھی حد اور چوتھائی کا شریک
ہوگا تو چوتھائی حد ساقط ہو جائے گی اور باقی اِسی قیاس پر ہے اور ہمبستر ہونے سے اور شریکون کے
حصون کی قیمت اُس سے نلین گے اور اگر لونڈی کو پیٹ رہجائیگا تو اُسکی قیمت کرینگے اور حصہ قیمت
کا لیکر شریکون کو دیدینگے اور اگر لڑکا زندہ پیدا ہوگا تو اُسکی بھی قیمت کرکے جتنا اُن شریکون کا حصہ
ٹھہریگا اُسمین بھی اُنھین دیدینگے اور لڑکا آزاد ہوگا اِسلیے کہ آزاد سے حاصل ہوا ہے گیارھوان مسئلہ

جب

دو غلام کہ اپنے آقا کی طرف سے خرید و فروخت مین ماذون ہین اگر ان مین سے ہر ایک دوسرے کو اُسکے مالک سے مول لیلے تو پہلے عقد کی صحت کا حکم کرین گے اسلیے کہ دوسرا عقد دوسرے غلام سے اُسکے آقا کی طرف سے اُسوقت مین واقع ہوا ہے کہ وہ پہلی غلامی سے نکل آیا تھا اور دوسرے آقا کا غلام ہوگیا تھا بس صحیح نہین ہے اور اگر دونون عقد ایک ہی زمانے مین ہون تو اُنکے بطلان کا حکم کرین گے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ قرعے سے فیصلہ کرنا چاہیے اور دوسری روایت مین وارد ہوا ہے کہ جتنی مسافت پر کہ دونون غلام گئے ہین اُسکی پیمایش کرنا چاہیے جس غلام کی مسافت کم ہوگی اُسکے عقد کی صحت کا حکم کرنا چاہیے اور پہلا قول اظہر ہے بارھوان مسئلہ جو شخص ایسی لونڈی کو مول لے کہ صلح کی زمین سے چرا لائے ہین اُسے پہونچتا ہے کہ اُسے پھیر دے اور بایع سے قیمت لے لے اور اگر بایع مرگیا ہوگا تو اُسکے وارثون سے لیگا اور اگر بایع کا کوئی وارث نہوگا تو وہی لونڈی کما کر اپنی قیمت بھر خریدار کو دیگی اور بعضے کہتے ہین کہ یہ لونڈی لقطہ کا حکم رکھتی ہے کہ راہ سے اُٹھا لیا ہو اور اپنے مقام مین لقطہ مذکور ہوگا اور اگر اِسکے قائل ہون کہ اُسے حاکم شرع کے سپرد کرین اور قیمت کما کر بھرنے کی تکلیف نہ دین تو اشبہ ہو

دسوین فصل بیع سلف مین ہے اور اِسے بیع سلم بھی کہتے ہین اور اِسمین کئی مقصد ہین — پہلا مقصد بیع سلم اُسے کہتے ہین کہ کوئی مال بایع کے ذمے معلوم مدت پر موجود مال یا حکمی موجود مال کے بدلے خرید کرین اور موجود مال وہ ہے جو عقد سلم کی مجلس مین خریدار کے ہاتھ مین دکھائی دیتا ہو اور حکمی موجود مال وہ ہے کہ جو عقد سلم کے وقت بغل مین یا گھر مین یا صندوق مین ہو اور مجلس کے تفرق کے پہلے دیدے اور یہ بیع اسلمت اور اسلفت کے لفظون سے منعقد ہوتی ہے یعنی بیع سلم کی مینے یا بیع سلف کی مین نے خواہ عربی زبان مین یا غیر عربی زبان مین کہے اور بیچنے اور مول لینے کے لفظ سے منعقد ہوجاتی ہے اور اگر موجود کی بیع سلم کے لفظ سے اِسطرح پر کرین کہ مین نے تجھے سلم پر یہ اشرفی بدلے مین اِس کتاب کے دی اِسمین خلاف ہے اشبہ یہی ہے کہ واقع ہوجائیگی اِس نظر سے کہ بایع مشتری کے مقصود بیع موجود ہے اور جائز ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے بدلے مین بیع سلم کرین جبکہ وہ دونون چیزین جنس مین مختلف ہون اور اسیطرح

چیز کے بدلے چاندی سونا لینا سلم کے طور پر یا چاندی سونے کے بدلے جنس لینا جائز ہے اور
جائز نہین کہ چاندی سونے کے بدلے چاندی سونا سلم کے طریق سے لین گو مختلف بھی ہون
کہ ایک بدل چاندی اور دوسرا سونا ہو اسلیے کہ انکے معاوضون مین قبضہ شرط ہے جسطرح کہ
صرف مین بیان ہو چکا ہے دوسرا مقصد بیع سلم کی شرطون مین ہے اور شرطین چھ ہین
پہلی اور دوسری شرط جنس کا بیان ہے اور وصف کا بیان اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ
جو ایسی صفت ہو کہ جسکے سبب سے قیمت بدلجایا کرتی ہے اُس صفت کا بیان لازم ہے اور اُس
صفت مین کامل کا مطالبہ نکرینگے کہ انتہا کو پہونچی ہو بلکہ اطلاق کافی ہے اور جائز ہے کہ
شرط کرلین کہ کھری قسم مین سے دیگا یا ناقص مین سے اور اگر شرط کرین کہ اجود دے تو یہ
صحیح نہین اسلیے کہ اجود کا پیدا کرنا مشکل ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر اردی کی شرط کرین اور
اگر کہین کہ اردی کی شرط کی صورت مین اگر بایع اجود دے تو واجب ہے کہ مشتری قبول کرلے
پس تنازع سے چھٹکارا اور براءت ذمہ ہوسکے گی پس یہ شرط جائز ہے تو یہ قول خوب ہے اور ضرور
ہے کہ عبارت معلوم وصف پر دال ہو اور بایع اور مشتری کے درمیان مین الفاظ کے معنے ظاہر ہون
اور اگر بایع مشتری مین کوئی اختلاف واقع ہو تو معنونکے معلوم ہونے سے تنازع رفع ہوسکے
اور اگر مبیع ایسی جنسون مین کا ہو کہ جس کا وصف سے تعین نہوسکتا ہو تو ایسے مبیع مین سلم
جائز نہین مثل کچے پکے گوشت اور روٹی کے اور حیوان کی کھالین تردد ہے کہ وصف سے منضبط
ہوتی ہین یا نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کھالونمین بیع سلم جائز ہے جس صورتمین کہ اُس کھال کو دیکھ لین
اور دیکھ لینا بیع سلم کے منافی ہے اسلیے کہ بیع سلم مین مبیع کا موجود ہونا شرط نہین اور تراشے
ہوئے تیر مین بیع سلم جائز نہین اسلیے کہ وصف سے منضبط نہین ہوسکتا ہے اور اسیطرح جواہر
اور موتیون مین بیع سلم جائز نہین اسلیے کہ اُنکی تعین مشکل ہے اور اُنکی قیمتون مین اوصاف
کے بدلنے سے بہت فرق ہوجاتا ہے اور اسیطرح زمین مین اور پانی مین بیع سلم جائز نہین اور
ساگ پات ترکاری میوئین اور زمین کی روئیدگی مین اور انڈے اور اخروٹ اور بادام اور
حیوان اور انسان اور دودھ اور چکنائی اور روئی اور کپڑے اور خشبو اور پینے کی چیزون مین
اور مفرد مرکب دوائین اس شرط سے کہ اُن مرکب دواؤن کی مقدار اجزا کی معین ہوجائے بیع سلم

جائز ہے اور اسی طرح پر دو مختلف جنسون مین بیع سلم ایک عقد سے جائز ہے اور دودھیل بکری کی
بیع سلم جائز ہے اور خریدار کو دیتے وقت دودھ کا چھاتون مین ہونا لازم نہین بلکہ اُس بکری کی شان
سے دودھ دینا ہو اور بیع سلم ایسی بھیڑ مین جائز ہے کہ جسکے ساتھ بچہ ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ
جائز نہین کیونکہ دینے کے وقت کبھی بچہ ہوتا ہے کبھی نہین ہوتا ہے اور بیع سلم مین ضرور ہے کہ
مبیع دینے کے وقت عزیز الوجود نہو اور اسیطرح حاملہ لونڈی کی بیع مین تردد ہے اسلیے کہ حمل مجہول
ہے اور ریشم کے کیڑون کی بیع سلم مین تردد ہے اسلیے کہ اسکے اندر ایک کیڑا ہوتا ہے اگر زندہ ہوتا
ہے تو سوراخ کرکے نکلجاتا ہے اور اگر مرا ہوتا ہے تو میتہ کا حکم رکھتا ہے اور صحیح یہی ہے کہ جائز ہے
اسلیے کہ اس سے مقصود ریشم ہے اور وہ میوے کے بیج اور گٹھلی کے قبیل سے ہے تیسری شرط
یہ ہے کہ مبیع کی اصل قیمت پر قبضہ تفرق مجلس سے پہلے ہو اور اگر بایع اور مشتری قبضے سے
پہلے متفرق ہوجائین تو بیع سلم باطل ہے اور اگر قیمت مین کچھ پر قبضہ کرلے تو اُسیقدر مین
بیع سلم جاری ہوگی اور باقی مین باطل ہوگی اور اگر شرط کرلے کہ مبیع کی قیمت اُس سارے قرض
مین سے ہو جو بایع کے ذمے ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ بیع سلم باطل ہوجائے گی اسلیے کہ قرض
کی بیع قرض سے ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مکروہ ہے اور یہی قول اشبہ ہے مترجم کہتے ہین کہ عقد
بیع سلم بایع کے ذمے کے دین پر اگر واقع ہوگا تو قرض کی بیع قرض سے ہوگی اور یہ اتفاق سے
باطل ہوگی اور اگر عقد نقد پر واقع ہو پھر اُس قرض کا مقاصہ ہو تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ اس صورت مین صحت اقوی ہے اور احوط بطلان ہے چوتھی شرط مبیع کی مقدار کی تعیین
اُسی ناپ تول سے ہو جو لوگون مین مشہور ہے اور اگر ایسے پیمانے پر جو بیع کے وقت معلوم نہو اعتماد
کرین ہرچند وہ پیمانہ واقع مین معین ہو تو صحیح نہین اور بیع سلم کپڑے مین گز سے اور اسی طرح جو چیز
کہ گز سے بکتی ہے اُسمین جائز ہے اور جسمین گنتی ہوتی ہے اُسمین آیا بیع سلم گنتی سے جائز ہے
یا نہین اسمین تردد ہے اور وجہ دار یہی قول ہے کہ جائز نہین یعنی جسمین گنتی سے انضباط نہین ہوتا
ہے اور اُسکے افراد مین اختلاف ہوتا ہے مثل انار وغیرہ کے اُسمین بیع سلم گنتی سے جائز نہین ہے
اور تول سے جائز ہے اور اگر اُسکی فردون مین تفاوت نہوتا ہو مثل اخروٹ اور انڈے وغیرہ
کہ اُنکی تعیین وصف سے ہوسکتی ہو تو اُسمین جائز ہے اور جائز نہین بیع سلم بالشن وینزون مین

ہاتھون کی ناپسے اور لکڑیون مین گھون سے اور نہ تورتے والی چیزون مین ایک توڑ دو توڑ سے اور نہ پانی مین
مشک سے جائز ہے اور اسیطرح پر لازم ہے کہ اصل قیمت متعین ہو اُس شہر کی مشہور معلوم ناپ
یا تول سے اور قیمت کو صرف آنکھ سے دیکھ لینے پر اکتفا کرنا جائز نہین اور بایع کو غیر معین مقدار
مثل ایک مٹھی روپئے یا ایک ڈھیر گیہون دیدینا کفایت نہین کرتا ہے پانچوین شرط مدت
کی تعیین ہے بس اگر غیر معین کوئی مدت بیان کرے جیسے کہے کہ جب چاہے تو یا وہ زمانہ کہے
کہ جسمین زیادتی کمی محتمل ہو مثل پھر آنے حاجیون کے تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کو حال مین بیعت
کے لفظ سلم سے مول لے تب بعضے فقہا کہتے ہین کہ باطل ہے اسواسطے کہ سلم کے معنے حال کی خرید و فروخت
کے نہین ہین اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح ہے اور جواز قوی بھی ہے مگر شرط یہ ہے کہ عقد بیع کے
وقت مین اُس بیع کا موجود ہونا عام ہو چھٹی شرط یہ ہے کہ بیع مدت کے تمام ہونے کے وقت مین
اکثر پایا جاتا ہو گو بیع کے وقت معدوم ہو اور لازم ہے کہ دونون بایع مشتری کو مدت معلوم ہو اور جبکہ
جادی تک کہے تو جادی اُولے پسا اور اگر ربیع تک کہے تو ربیع اول پر محمول کرنا چاہیے اور اگر
جمعرات یا جمعے کی مدت معین کرے تو پہلی جمعرات پر اور پہلے جمعے پر محمول ہوگی اور اگر مدت ایک مہینے
کے گزرنے کی ہو اور اُس مہینے کو معین نکرے تو دو چاندون کے درمیان کے دنون کی گنتی پر یا
تیس دن کے گزرنے پر محمول ہوگی اور اگر کہے کہ فلان چاند تک تو اُس مہینے کی چاندرات کے پہلے
جز کے آتے ہی وقت عرف کی نظر سے ادا کا پہونچے گا اور اگر دو مہینے تک کی مدت کہے اگر عقد پہلی کو
واقع ہوا ہے تو پورے دو ہلالی چاندون کا حساب کر لینا چاہیے اور اگر اُس مہینے کے اثنا مین عقد
بیع واقع ہوا ہے تو جب تیسرے مہینے کے دن پہلے مہینے کے گزرے دنون کی گنتی کے موافق
گزر لین گے جب بیع سلم کے مبیع کی ادا کا وقت پہونچے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد کے مہینے کو
تیس دن کا لینا چاہیے اور یہی اشبہ ہے اور اگر جمعرات کے دن تک کو کہے تو ادا کا وقت اُسکی
رات کے پہلے جز کے داخل ہونے کے وقت سے آجاتا ہے اور بیع سلم مین مبیع کے دینے کی جگہ کا
ذکر شرط نہین اور یہی اشبہ ہے گو پہونچانے مین حرج ہو کہ مواضع کے اختلاف سے تسلیم یعنی ادا سے
مبیع مختلف ہو اسلیے کہ مکان کی شرط ہونے سے براءت ذمہ اصل ہے بے کسی دلیل کے اُسکے واجب
شرط لینے کا حکم نہین ہو سکتا ہے اور جو دلیلین کہ اُسکے اشتراط مین بیان کی ہین وہ ناتمام ہین

تیسرا مقصد بیع سلم کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب کسی چیز کو بیع سلم سے مول لے تو وعدے کے وقت کے پہونچنے سے اُسے دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہین اور اوا کے وقت کے پہونچنے کے بعد گو قبضہ بھی نکیا ہو بایع اور غیر بایع کے ہاتھ بیچنا جائز ہے مگر کروہ ہے اور اگر مبیع کو بایع سے لیلے اور اُسکے بعد بیچے تو کراہت زائل ہوجاے گی اور بعضے فقہا مبیع کی ناپ یا تول کی جنس کے ہونے کی صورت مین قبضے سے پہلے بیع کے حرام ہونے کے قائل ہوے ہین دوسرا مسئلہ جب کہ بایع زیادہ ناقص مبیع کو اُس صفت سے جو مقرر کی تھی خریدار کو دے اور خریدار اُسپر راضی ہوجاے تو بیع سلم صحیح ہے اور بایع بری الذمہ ہوجائیگا اور اگر اُسی معین صفت کا مبیع لاے تو خریدار پر واجب ہے کہ اُسپر قبضہ کرے اور بایع بری الذمہ ہوجائیگا اور اگر خریدار اُسے نلے اور بایع قبضے کے لیے حاکم سے رجوع کرے تو حاکم کو قبضہ کرنا چاہیے اور اگر قرار داد سے بہتر دے تو بھی خریدار پر واجب ہے کہ قبول کرلے اور اگر مقدار سے سوا دے تو زیادتی کا قبول کرنا واجب نہین اور اگر غیر جنس سے دیگا تو بری الذمہ نہوگا مگر جبکہ خریدار کو رضامند کرلیگا تیسرا مسئلہ جب کوئی شخص گیہون کی کوئی مقدار مثلاً سو روپئے کو خریدے اور شرط کرے کہ پچاس روپئے کسی مدت کے بعد دونگا تو ایک قول پر سلم سب مین باطل ہوجائیگی مترجم کہتے ہین کہ بطلان کا سبب یہ ہے کہ یہان سو روپئے قیمت ہین مگر آدھے اُسکے حال ہین اور آدھے مدت پر ہین اور میعادی قیمت مین بیع سلم باطل ہے اور وہ جو آدھی قیمت نقدی ہے اُسمین بھی بیع سلم پائی نہین جاتی ہے اسلیے کہ نقد مین اور میعادی مین تفاوت ہوتا ہے اور یہان وہ تفاوت معین نہین بس آدھے مین بیع جاری نہوگی اور زیادتی غیر معین ہے اِسیواسطے بیع باطل ہوجائیگی کہ مجہول ہوئی اور اگر پچاس روپے اور باقی کو بایع کے ذمے کے اپنے قرضے مین جوڑ دے تو جتنے دیے ہین اُسمین بیع سلم صحیح ہے اور قرضے مین کاٹے ہوے کے مقابل مین باطل ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے چوتھا مسئلہ اور اگر بیع کے ادا کرنے کے مقام کی شرط کرلین اور بایع مشتری غیر مشروط پر راضی ہون تو جائز ہے اور اگر ان دونون مین سے ایک بھی نمانیگا تو اُسپر جبر نکرینگے اُردو مترجم کہتا ہے کہ اُسپر جبر نکرینگے اِس امر پر کہ غیر مشروط مکان مین لے یا دے پانچوان مسئلہ جب خریدار مبیع پر قبضہ کریگا بس وہ متعین ہوجاے گا اور بایع بری الذمہ ہوگا اور اگر اُسمین عیب نکلے اور اُسکے سبب سے خریدار پھیر دے تو اُسکی ملک سے نکل جائیگا اور بایع پر

خریدار کا حق باقی رہیگا جبتک کہ بے عیب مال پہونچا دیگا چھٹا مسئلہ جبکہ خرید کی قیمت مین کوئی عیب نکلے بس اگر وہ قیمت اپنی جنس کے خلاف ہے تو عقد بیع باطل ہے اور اگر اپنی جنس سے تو ہے مگر عیب وار ہے تو بایع کو اختیار ہے خواہ تفاوت قیمت لیلے یا پھیر دے ساتوان مسئلہ جب بایع مشتری قیمت کے قبضے مین اس طریق سے اختلاف کرین کہ ایک کہے کہ تفرق سے پہلے قبضہ ہوا ہے اور دوسرا کہے کہ بعد ہوا ہے بس اعتبار کے قابل قول صحتِ عقد بیع کے مدعی کا قول ہے یعنی جو کہے کہ قبضہ تفرق سے پہلے ہوا ہے اور اُسکا مدعی ثبوت نہ دے سکے تو اُسے قسم دینگے اور اُسی کے قول کو قبول کرینگے اور اگر بایع کہے کہ مین نے قبضہ کیا تھا اور پھر تجھے تفرق سے پہلے پھیر دیا تھا تو بایع کا قول اعتبار کے قابل قول ہے قسم کے ساتھ اسلیے کہ صحت بیع کا مدعی ہے مترجم کہتے ہین کہ مراد اس سے یہ ہے کہ دونون اس مین متفق ہین کہ قیمت خریدار کے پاس ہے اور اختلاف تحقیق صحت بیع مین ہے اور بایع ادعائے صحت کرتا ہے تو اس صورت مین قبول کرنے کے قابل بایع کا قول ہے آٹھوان مسئلہ جبکہ مبیع کے ادا کرنے مین بایع کسی حادثے کے پڑجانے کے سبب سے دیر کرے اور اُس مبیع کے پائے جانے کے زمانے کے منقطع ہونے کے بعد خریدار اُسے بایع سے مانگے تو خریدار کو اسمین اختیار ہے کہ خواہ بیع کو فسخ کر ڈالے یا اتنا صبر کرے کہ مبیع کے پائے جانے کا زمانہ آجائے اور اگر مبیع مین سے کچھ پر قبضہ نکرے تو اس صورت مین مختار ہے کہ باقی کی طلب مین صبر کرے یا سب مین فسخ کر ڈالے اور جتنے پر قبضہ کر چکا ہو اُسے بھی پھیر دے نوان مسئلہ جب کوئی قرضخواہ کو اُسکے قرضے مین کوئی چیز دے اور اُسکی قیمت مشخص نکر دے اُسکا حساب قبضے کے دن کے نرخ سے کرنا چاہیے دسوان مسئلہ جائز ہے بیچنا قرضے کا جو کسی پر ہو بعد میعاد گزر جانے کے خواہ دیندار کے ہاتھ بیچے خواہ اور کے ہاتھ بیچے بس اگر اُسے موجود مال کے عوض مین بیچے تو صحیح ہے اور اگر ایسے مال کے عوض مین بیچے جو کسی کے ذمے ہے اور اُسکی ادا کا وقت آچکا ہے تو یہ بیع بھی صحیح ہے اور اگر یہ شرط کرے کہ بعد کسی معین مدت کے قیمت دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع باطل ہے اسلیے کہ قرض کی بیع قرض سے ہو جاتی ہے اور بعضے فقہا مکروہ کہتے ہین اور یہی قول اشبہ ہے گیارھوان مسئلہ جبکہ بیع سلف کرے کسی چیز مین مثل گیہون کے اور اُسکے ساتھ شرط کرے کسی دوسری معین چیز کی مثل معین کپڑے کے تو بیع صحیح ہے خواہ وہ معین چیز

کہ شرط کی ہے فوری ہو یا میعادی ہو اور اگر بکریون مین بیع سلم کرے اور اُنکے ساتھ شرط کرے کہ معین بھیڑون کی اون بھی دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح نہین اسلیے کہ اون تو بیچا تی ہے اور اسکی بیع بکریون کی پیٹھ پر جائز نہین اسلیے کہ مقدار مجہول ہے اور یہی اشبہ ہے اور اگر بیع سلم مین شرط کرے کہ کپڑا معین عورت کے کاتے سوت کا ہو یا غلے مین شرط کرے معین کھیت کی پیداوار کی تو جائز نہین اسلیے کہ شاید وہ عورت بیمار ہو جائے کہ نہ کات سکے یا خود سے اس کام کو چھوڑ دے اور اسی طرح شاید اُس معین کھیت سے غلہ بھی بہم نہو

چوتھا مقصد بیع کے اقالے یعنی اگلی بیع کے فسخ کرنے کے حکمو نمین ہے اقالہ نئی بیع نہین ہے خواہ بایع مشتری کے حق مین ہو یا اُنکے سوا کے حق مین ہو جیسے بایع و مشتری کے وارث ہین یا دلال بعضے عامہ کہتے ہین کہ اقالہ نئی بیع ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اگلی بیع کا فسخ ہے بایع مشتری کے حق مین اور شفیع کے حق مین اقالہ نئی بیع ہے کہ اقالۂ بیع سے شفیع دعوی شفعہ کا کرسکتا ہے اور ہمارے مذہب کے عالمون کے نزدیک مطلق فسخ بیع ہے اور اُسپر بیع کے احکام ثبوت شفعہ وغیرہ کی قسم سے مترتب نہین ہوتے ہین اور بایع مشتری کو پہلی قیمت سے کم زیادہ پر بیع کا اقالہ جائز نہین اور اگر کمی اور زیادتی کی شرط کرینگے تو اقالہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اقالہ اگلے عقد کا فسخ ہے کہ بایع کو بیع پھیر دینے کا اور خریدار کو قیمت کے پھیر دینے کا بے کمی زیادتی کے مقتضی ہے اور بیع کا اقالہ پورے بیع مین اور بعض بیع مین صحیح ہے خواہ وہ بیع سلم ہو یا اُسکے سوا ہو تین فرعین پہلی فرع شفعہ بیع کے اقالے کے سبب سے ثابت نہین ہوتا ہے اسلیے کہ شفعہ بیع کا تابع ہے دوسری فرع دلال کی دلالی بیع کے اقالے سے جاتی نہین رہتی ہے اسلیے کہ بیع کے واقع کرنے سے پہلے اسکے حق نے تعلق کیا ہے تیسری فرع جبکہ دونون عقد کرنیوالے اقالہ کرتے ہین تو دونون بدلونمین سے ہر ایک اپنے اصلی مالک کو پہونچتا ہے اگر ہر ایک مبیع اور قیمت موجود ہوگا تو اُسکا مالک اُسے لے لیگا اور اگر جاتا رہا ہوگا تو اُسکے مثل کو لے لیگا اگر مثلی ہوگا اور نہین تو اُسکے دام لے لے گا اور اس مسئلے مین اور دوسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ضایع ہو جانے پر اقالہ مطلق باطل ہے اور بعضے کہتے ہین قیمت کی چیز ہو یعنی اُسکا مثل نہوتا ہو تو اقالہ جائز نہین اور اگر اُسکا مثل ہو تو اقالہ جائز ہے خواہ تلف ہو یا نہ ہو

پانچوان مقصد قرض کے بیان مین ہے اور نظر تین امر دن مین ہے پہلی نظر قرض کی حقیقت کے بیان مین ہے اور قرض ایک ایسا عقد ہے کہ ایجاب پر مشتمل ہوتا ہے کہ کہے کہ قرض مین نے دیا تجھے یا اور عبارت جو اس مضمون مین ہو جیسے تصرف کر تو اسمین اور تو اس سے منتفع ہو اور تجھ پر اسکا عوض ہے اور قبول پر مشتمل ہوتا ہے یعنی قبول کا محتاج ہوتا ہے اور وہ ایسی ایک لفظ ہے جو ایجاب سے رضامند ہونے پر دلالت کرتی ہے اور منحصر کسی عبارت مین نہین ہے اور قرض دینے مین ثواب عظیم ہے کہ حق تعالی کی رضا کے لیے محتاج کی مدد کرنے مین اور اصل مال پر اکتفا کرنے مین حاصل ہوتا ہے بس اگر نفع کی شرط سے قرض دے تو نفع حرام ہے اور وہ قرض دینے والے کی ملک نہین ہوتا ہے اور اگر تبرع اور چھوڑ دینے کے طور سے قرض لینے والا کچھ دے بغیر شرط یا عوض کے کہ تعیین ایک اور صفت زیادہ ہو جائے اور قرض دینے کے وقت شرط اس صفت کی نکرے تو جائز ہے اور اگر قرض دینے والا شرط کرے کہ چھوٹے روپلون کے بدلے درست روپے لونگا تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور درست جائز ہونا ہے اسلیے کہ مثل کا بادلہ مثل سے حکمی زیادتی کے ساتھ ہے اور یہ بھی بیاز ہے جس طرح کہ بیان ہو چکا دوسری نظر اس چیز کے بیان مین ہے کہ جسکا قرض دینا صحیح ہے اور وہ ہر ایک ایسی چیز ہے جسکا وصف اور مقدار منضبط ہو جائے بس جائز ہے قرض دینا سونے چاندی کا تول کے طور سے اور گیہون اور جو کا ناپ سے اور تول سے اور روٹی کا تول اور گنتی سے زمانیکے متعارف کی نظر سے کہ روٹی کو گنتی سے بھی اور تول سے بھی بیچتے ہین اور جو جنس کہ جسکے اجزا ایک دوسرے کے مثل ہون تو قرض لینے والے کے ذمے پر ہے کہ وہی دے جیسے جو گیہون چاندی سونا ہے اور جسکے اجزا آپسمین متساوی نہون تو قرض لینے والے کے اوپر لازم ہوتا ہے کہ اسکی قیمت ادا کرے جو قرض لینے کے وقت مین تھی اور اگر اسکے قائل ہون کہ اسکا مثل بھی لازم ہوتا ہے تو بہتر ہوگا اور قرض دینا لونڈیون کا جائز ہے اور موتیون کے دانون کے قرض دینے کو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اسلیے کہ وصف سے منضبط نہین ہوتے ہین کہ مثل سے اسکی ادا کرسکے اور جسمین کہ وصف سے تعیین نہ ہوسکے اسمین قیمت مانگنے والون کے قول کی نظر سے سزاوار ہے کہ ہم قائل ہو جائین کہ موتیون کے دانون کا قرض دینا جائز ہے تیسری نظر قرض کے حکمو نمین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ قرض متقرض یعنی قرض لینے والیکے

قبضے سے اُسکی ملک ہو جاتا ہے نہ اُسمین تصرف کرنے سے اِسلیے کہ تصرف ملکیت کی فرع ہے اور اگر ملکیت تصرف سے مشروط ہو گی تو تصرف کی فرع ہو جائے گی اور شیٔ کا تقدم اپنے نفس پر لازم آجائے گا اور آیا مقرض یعنی قرض دینے والے کو پہونچتا ہے کہ جو کچھ قرض دیا ہے اُسے قرض لینے والے سے پھیرلے ہر چند قرض لینے والا راضی نہو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ پھیرنا جائز نہین اور یہی اشبہ ہے اِسلیے کہ جب قرض لینے والے کی ملک ہو جاتا ہے اور فائدہ ملکیت کا یہی ہے کہ مسلط ہے تو اُسے قرض دینے والا زبردستی اور غلبے سے نہین پھیر سکتا ہے دوسرا مسئلہ اگر کوئی معین مدت قرض کی ادا کے لیے شرط کرین تو اُس مدت کا انتظار لازم نہین بلکہ سب قتون مین مطالبہ پہونچتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر کسی حق کی ادا حال مین لازم ہو اور اُسمین تاخیر قرار داد ہو جائے اِس قرار داد سے حق مؤجل یعنی میعادی نہو جائیگا اور اِس بارے مین ایک روایت منقول ہوئی ہے کہ تاجیل کے ثبوت پر قرض مین دلالت کرتی ہے اور اِسپر عمل نہین کیا ہے اور اِسے استحباب پر محمول کیا ہے اور اِسمین کوئی فرق نہین کہ وہ حق مہر ہو یا کسی مال بیچے ہوئے کی قیمت وغیرہ ہو اور جس حق کی ادا حال مین ثابت ہو اُسمین تاخیر کرنے حق سے کچھ زیادہ دینے پر تو یہ زیادتی اور تاخیر لازم نہو جائے گی مگر صحیح ہے کہ اگر کسی میعادی حق کو اِسوقت دے تو اُسمین سے کچھ چھوڑدے تیسرا مسئلہ جس شخص پر کسی کا کچھ آتا ہو اور وہ شخص کہ جسکا یہ دینا چاہتا ہے ایسا غائب ہو جائے کہ اُسکا پتا ہی نملے تو اُس دیندار پر واجب ہے کہ اُسکے ادا کی نیت کیے رہے کہ جب وہ غائب پیدا ہو جائے گا تو ادا کر دونگا اور اگر دیندار کی وفات کا وقت آجائے تو وصیت کردے کہ یہ دین اُس شخص کا ہے اِسے اُس تک پہونچا دین اور اگر اُس غائب کا مرجانا ثابت ہو جائے تو اُسکے وارثون کو دیدین اور اگر جسکا دین ہے اُسے نہ پہچانتا ہو تو اُسکی تلاش مین بہت کوشش کرے اور جب اُس سے ناامید ہو جائے تو بعضے کہتے ہین کہ اُسے مالک کیطرف سے تصدق کردے چوتھا مسئلہ دین صاحب دین کی ملک نہین ہوتا ہے مگر جبکہ دیندار اُسے اُسپر قابض اور متصرف کردے پھر اگر قبضے اور تصرف سے پہلے دیندار کو یا اور کسیکو معاذ اللہ ربت کیطرح دیدے تو صحیح نہین ہے پانچوان مسئلہ جب کوئی ذمی کافر ایسی چیز بیچے کہ جسکا مسلمانکو مالک ہونا جائز نہ ہو جیسے شراب ہے اور سور تو اُس قیمت کے بدلے مین جو کسی مسلمان کا اُس کافر کے ذمے ہے اُسکے دامون کا دینا جائز نہین اور اگر کسی یا

چیز کا بیچنے والا مسلمان ہو تو اُسے اُسکے داموں کا لینا یا اپنے ذمّے کے حق میں دینا جائز نہیں چھٹا مسئلہ اگر
دو شخصوں کا مال مشترک کئی شخصوں کے ذمے ہو اور اِسکے بعد وہ دونوں شخص آپس میں اُن قرضداروں
کو اِس طریق سے بانٹ لیں کہ بعضوں کو ایک اپنی طرف اور بعضوں کو دوسرا اپنی طرف کرلے تو اِس
صورت میں جو وصول ہوگا وہ مشترک مال رہیگا اور جو کچھ ضایع ہوگا تو وہ بھی مشترک مال ضایع ہوگا
ساتواں مسئلہ ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر کے اپنے آتے ہوئے کو
کسی کے ہاتھ اُس آتے ہوئے سے کچھ کم پر بیچ ڈالے تو دیندار کو اُس دین کے خریدار کی اصل خرید کی
قیمت سے کچھ بڑھکر اُس خریدار کو دینا ضرور نہیں مترجم کہتے ہیں کہ فقہا نے کہا ہے کہ اِس روایت میں
اقوال مذہب کے اصول کے خلاف ہیں اسیواسطے اِسکی صحت کے مانع ہیں اور اِسپر عمل نہیں کیا ہے
اور کہتے ہیں اقوی یہی ہے کہ اگر وہ بیچی ہوئی آتی ہوئی چیز ایسی جنس ہو کہ جس میں بیاز نہیں ہوتا ہے تو پورا پورا
خریدار کو دیدیگا اور اگر ایسی جنس ہے کہ جسمیں بیاز ہوجاتا ہے تو برابر خرید کے دیگا کہ بیاز لازم نہ آئے
آٹھواں مقصد مملوک کے قرض میں ہے بندہ یعنی لونڈی غلام کو اپنے نفس میں کوئی تصرف
جائز نہیں جیسے اپنے کو کسی کو اجارے دے یا کسی سے کچھ قرض لے یا کوئی نکاح کرے اور مثل انہیں
عقدوں کے اور اِسیطرح جو چیز اُسکے پاس ہو اُسکا بیچنا اور دے ڈالنا جائز نہیں مگر آقا کی اجازت
سے گو حکم بھی کیا جائے کہ مملوک کسی چیز کا مالک ہوتا ہے اور یونہیں ہے اگر اُسکا مالک بھی اُسے
اجازت دیدے کہ اپنے لیے تو کچھ خرید لے کیونکہ مملوک کو اپنے لیے کسی چیز کا خریدنا جائز نہیں بلکہ
جو مول لے گا آقا کی اجازت سے مول لے گا اور وہ اُسی کا مال ہے اور اس مسئلے میں تردد ہے
اِسلیے کہ کہا ہے کہ اگر آقا اپنے مملوک سے کہے کہ اپنے لیے لونڈی میرے مال سے مول لے تو
اُس لونڈی سے ہمبستری کرسکتا ہے اور آقا کی تحلیل کا محتاج نہیں اور یہ اِس بات کی دلیل ہے
کہ آقا کی اجازت سے اپنے لیے کچھ خرید سکتا ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بے تحلیل کے
اُس لونڈی سے ہمبستری نہیں کرسکتا ہے اور جب آقا مملوک کو قرض لینے کی اجازت دیگا تو وہ
دین آقا کے ذمّے ہوگا اگر اُس مملوک کو اپنی ملک میں بحال رکھیگا یا بیچ ڈالے گا اور اگر آزاد کردیگا
تو بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اِس صورت میں مملوک کے ذمّے وہ دین ہوجائیگا اُسے خود ادا کردینا چاہیے
اور بعضے کہتے ہیں کہ آقا کے ذمے رہیگا اور یہ روایت زیادہ مشہور ہے اور اگر آقا مرجائے تو مملوک کا

قرضہ بھی اُسکے ترکے سے ادا کرنا چاہیے اور اگر اُس آقا کے اور بھی قرضخواہ ہون تو مملوک کا قرضخواہ بھی اُنھین کے مثل مین ایک ہوگا اور جبکہ آقا مملوک کو تجارت کی اجازت دے تو تجارت مین مملوک اُسی پر اکتفا کرے جسکی اجازت پاچکا ہے پھر اگر مال مین سے ایک معین مقدار کی تجارت مین آقا اجازت دے تو اُس مقدار سے بڑھکر تصرف نکرسکے گا اور اگر نقد سے مال خریدنے کی اجازت دے تو نقد خریدے اور اگر مطلق خرید فروخت کی اجازت دے یعنی خواہ نقد خریدے خواہ نسیہ یعنی قرض میعادی تو اُسے میعادی مال بھی مول لینا جائز ہے اور قیمت کی ادا آقا کے ذمّے ہے اور اگر قیمت ضایع ہو جائے تو آقا پر واجب ہے کہ اُسکا بدلا دے اور جب آقا مملوک کو اجازت تجارت کی دے تو یہ اذن اُسی سے مخصوص ہے اور اگر وہ بھی غلام مول لے تو یہ اذن اُس نوخرید غلام کو شامل نہوگا اسلیے کہ بے اجازت صریح مال غیر مین تصرف جائز نہین اور اگر آقا مملوک کو تجارت کی اجازت دے اور قرض لینے کی اجازت نہ دے پھر وہ مملوک قرض لے اور وہ مال ضایع ہو جائے تو وہ قرضہ مملوک کے ذمّے ہے کہ جسوقت مین آزاد ہوگا کما کر قرضخواہ کو پہونچا دیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ فی الحال اپنی کوشش سے بہم پہونچا کے قرضخواہ کو دیدے گا اور اگر آقا مملوک کو نہ تو تجارت کی اجازت دے اور نہ قرض کی اجازت دے اور وہ قرض کرے اور مال ضایع ہو جائے تو اِس صورت مین اُسی مملوک کے ذمّے ہے اور آقا کے ذمّے نہین ہے قرضخواہ کو انتظار کھینچنا چاہیے کہ جسوقت وہ آزاد ہوگا کما بھریگا مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ مملوک کا قرض آقا کی بے اجازت دو قسم کا ہے ایک وہ کہ آقا کے مال کی تجارت کے ضروریات کے صرف کے لیے ہے تو وہ آقا کے ذمّے ہے دوسری جو اِسکے سوا ہو تو وہ مملوک کے ذمّے ہے جس طرحپر کہ بیان ہوچکا ہے دو فرعین ہین پہلی فرع جو مملوک آقا کی بے اجازت کچھ قرض کرے یا کچھ مول لے تو وہ آقا کی اجازت پر موقوف رہتا ہے پھر اگر آقا اجازت نہ دیگا تو وہ معاملہ باطل ہے اور جو لیا ہوگا وہ مالکو پھیر دیگا اور جو ضایع ہوگیا ہوگا اُسکے مالک کو انتظار کرنا چاہیے کہ جب وہ مملوک آزاد ہوگا کما کر ادا کر دیگا دوسری فرع اگر کوئی مملوک آقا کی بے اجازت کچھ مال قرض کرے پھر اُس مال کو آقا اُس سے لیلے اور وہ مال آقا کے پاس سے ضایع ہو جائے تو قرض دینے والے کو اختیار ہے خواہ اُسکے آقا سے مطالبہ کرے یا غلام سے آزاد ہونے اور مالدار ہونے کے وقت مین تقاضا کرے -

خاتمہ بیع کے ناپنے تولنے والے کی مزدوری بایع کے ذمّے ہے اور دامون کے پرکھنے والے اور تولنے والے کی مزدوری خریدار کے ذمّے ہے اور مال کے بیچنے والے کی مزدوری بایع کے ذمّے ہے اور دوسرے کے لیے خریدنے والے کی مزدوری خریدار کے ذمّے ہے اور اگر کوئی کسیکے لیے تبرعاً یعنی بے اجرت خرید فروخت کرے تو اُسے اُجرت کا استحقاق نہین ہے گو مالک اُجرت دینے کی بھی اجازت دے اور جب کوئی دلال لوگون کے لیے خرید فروخت کرتا ہو اور بعضون کے لیے خریدتا ہو اور بعضون کی طرف سے بیچتا ہو تو بیچنے کی اُجرت بکوانے والے سے اور مول لینے کی اُجرت خرید کروانے والے سے لیگا جس صورت مین چیزین متعدد ہون اور اگر ایک ہی چیز کو ایک کی طرف سے بیچے اور دوسرے کی طرف سے خرید کرے اور عقد بیع کی دونون طرفون کا متولی اُس تقدیر پر ہو کہ ایک شخص ایجاب اور قبول کا متولی ہو سکتا ہے تو دونون اجرتون کا مستحق نہ ہوگا اسلیے کہ یہ دو کام ایک ہی جنس پر ہین ایک کام کے حکم مین ہین پس آدھی اُجرت ایک سے اور آدھی اُجرت دوسرے سے لیگا اور جب کوئی چیز دلال کے ہاتھ مین دین اور بے اُسکی تفریط کے وہ چیز ضایع ہو جائے تو اُسکا تاوان بھرنا اُسکے ذمے نہین ہے اور اگر تفریط یعنے بے پروائی کریگا تو تاوان بھرنے کا ضامن اور ذمہ دار ہے اور اگر تفریط کے ثبوت مین اختلاف کرین تو قبول کے قابل دلال کا قول ہے یعنی تفریط کے مدعی سے ثبوت مانگین گے اور ثبوت دینے سے عاجز آنے کی صورت مین قسم دلال کو کھلوانا چاہیے اور پھر اگر دلال کی تفریط ثابت ہو جاے اور ضایع ہوے مال کی قیمت مین اختلاف پڑے تو بھی قبول کے قابل دلال کا قول قسم کے ساتھ ہے

کتاب رہن

یہ کتاب رہن یعنی گرو کے بیان مین ہے اور اسمین نظر کئی فصلون کی مستدعی ہے۔

پہلی فصل رہن کے بیان مین ہے اور رہن ایسا مال ہے جو مرتہن یعنی گرو لینے والے کے قرض کا وثیقہ ہوتا ہے کہ جسکے اعتماد پر وہ راہن کو قرض دیدیتا ہے اور عقد رہن ایجاب اور قبول کا محتاج ہوتا ہے اور ایجاب ایک ایسا لفظ ہے کہ جو گرو رکھنے پر دلالت کرتا ہے جیسے مین نے گرو رکھا ہے اِس چیز کو اور جو اِس معنون مین ہو اور کلام کرنے اور بولنے سے عاجز ہو تو اُسکا اشارہ

کافی ہے اور اگر ایجاب کی عبارت کو عجز کی صورت مین اپنے ہاتھ سے لکھدے اور معلوم ہو جائے کہ اُسکا قصد اِس لکھنے سے رہن کا ایجاب ہے تو جائز ہے اور قبول وہ عبارت ہے جو اُس ایجاب سے رضامند ہونے پر دلالت کرتی ہے اور حضر مین اور سفر مین گرو لینا صحیح ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ گرو کے مال پر قبض رہن مین شرط ہے اور بعضے قبض کو شرط نہین جانتے ہین اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور اگر گرو رکھنے والے کی بے اجازت گرو کے مال پر قبضہ کرلے تو عقد رہن منعقد نہ ہوگا اور اسی طرح پر عقد رہن منعقد نہوگا اگر راہن مال مرہون پر قبضہ کی اجازت دے اور قبضے سے پہلے مانع آئے یا عقد واقع کرنیکے بعد اور قبضے سے پہلے دیوانہ یا بیہوش ہوجائے یا مر جائے اور بقاء رہن کے لیے گرو کا ہمیشہ گرو لینے والے کے قبضے مین رہنا شرط نہین پس اگر مال مرہون راہن کے ہاتھ لگجائے یا کسی طرح کا تصرف اُسمین کردے تو مرہون رہن ہونے سے نکل نجائے گا اور اگر کسی ایسی چیز کو کسی کے پاس رہن رکھے جو گرو رکھنے سے پہلے مرتہن کے قبضے مین ہو تو اُسکا رہن ہونا لازم ہوجائیگا گو وہ قبضہ غصب ہی سے ہوا اسلیے کہ قبضہ ہونا رہن کے لازم ہونے کی شرط ہے وہ متحقق ہوگیا اور اگر کوئی شخص کسی غائب چیز کو رہن رکھے تو وہ چیز گرو نہوگی جبتک کہ مرتہن یا اُسکا وکیل اُس مرہون تک نہ پہونچے اور اُسپر قبضہ نکرلے اور اگر راہن اقرار کرے کہ مرہون کو مرتہن کے قبضے مین دیچکا ہو اور معلوم نہو کہ جھوٹ کہا ہے تو رہن کے لزوم کا حکم کردینگے اور اگر اِسکے بعد پھر جائے اور قبضہ نہ متحقق ہونے کا دعویٰ کرے تو یہ اقرار کے بعد کا انکار ہے اور سماعت کے قابل نہین اور اگر راہن یہ دعویٰ کرے کہ قبضے کا قبالہ رہن کی تحریر اور گواہون کی گواہی کرانے کے لیے تھا تو اُس دعویٰ کو قبول کرلین گے اِسلیے کہ عادت اِسیطرح کے اقرار و نیز جاری ہے اور مرتہن سے اسکی قسم لین گے کہ راہن کا اقرار بے قبضہ دیے تھا اور یہی اشبہ ہے اور مشترک مال کا مرتہن کو حوالہ کردینا بے سب شریکون کی رضامندی کے جائز نہین خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو اور یہی اشبہ ہے۔

دوسری فصل گرو کے شرطون کے بیان مین ہے رہن کی شرطون مین سے ایک یہ ہے کہ رہن عینی چیز ہو اور راہن کی مملوک ہو اور اُسے قبضے مین دیسکتا ہو اور اُسے بیچ سکتا ہو خواہ متاع مشترک ہو یا ایک شخص خاص کا مال ہو پس اگر قرض رہن کریگا تو جائز نہین اور اسی طرح پر اگر کسی منفعت کو رہن کریگا مثل گھر مین رہنے اور غلام سے خدمت لینے کے تو جائز نہین اور مدبر مملوک کی رہن

ہونے کے جواز میں تردد ہے اور تردد کی وجہ یہ ہے کہ جب آقا نے اپنے مدبر مملوک کو رہن رکھا تو تدبیر
کا ابطال کیا یعنی تدبیر تو یہی ہے کہ آقا مقرر کر دے کہ یہ مملوک میرے مرنے کے بعد آزاد ہوگا اور
اگر آقا مدبر مملوک کی خدمت کے رہن کی تصریح تدبیر باقی رکھنے کے ساتھ کر دے تو بعضے فقہا کہتے
ہیں کہ یہ رہن صحیح ہے اس نظر سے کہ ایک روایت مدبر مملوک کی خدمت کے بیع کرنے کے جواز
میں آگئی ہے اور جس چیز کا بیچنا جائز ہے اسکا گرو کرنا بھی جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ یہ رہن
جائز نہیں اسلیئے کہ بیچنا منفعت کا بے کسی عینی ضمیمے کے ملائے درست نہیں اور یہی اشبہ ہے
اور اگر کوئی شخص ایسی چیز کو گرو رکھے جو اسکی ملک نہیں تو بے مالک کی اجازت اسمین رہن جاری
نہوگی اور مالک کی اجازت پر موقوف ہیگی اور اسی طرحپر اگر کوئی اپنے مال کو اور غیر کے مال کو
رہن کرے تو رہن اسکے مال میں جاری ہو جائے گی اور غیر کے مال میں اسکی اجازت پر موقوف
رہیگی، اور اگر کوئی مسلمان شراب کو رہن کرے تو صحیح نہیں اسلیئے کہ شراب مسلمان کی ملک نہیں
ہو سکتی ہے گو کافر ذمّی کے پاس رہن رکھے اور اگر کافر ذمّی مسلمان کے پاس شراب کو رہن رکھے
تو بھی صحیح نہیں گو اُسے ذمّی ہی کے پاس رکھے اور اگر غلبہ سے مسلمانوں کی فتح کی ہوئی زمین کو
رہن کرے تو صحیح نہیں اسلیئے کہ وہ کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہے بلکہ سارے مسلمان اسمین
شریک ہیں جسطرحپر کہ اپنے مقام پر بیان ہو چکی ہے ہاں اُس زمین کے گھروں اور درختوں اور
مکانوں کے آلات وغیرہ کی رہن اُنکے مالک کر سکتے ہیں اور اگر ایسی چیزوں کو رہن کرے کہ
جسپر قبضہ نہ ہو سکتا ہو جیسے پرندے کو اڑتے میں اور مچھلیوں کو پانی میں تو وہ رہن صحیح نہیں اور
اسی طرحپر اگر قبضہ تو صحیح ہو مگر اُسے حوالے نکرے تو وہ بھی مرہون نہوگا اور اگر کسی مسلمان مملوک کو
قرآن کے ساتھ کسی کافر کے پاس رہن رکھے تو یہ رہن بھی صحیح نہیں اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ
صحیح ہے مگر یہ رہن مسلمان کے پاس رکھنا چاہیئے اور یہ قول اولیٰ ہے اور اگر وقفی مال کو رہن
کرے تو جائز نہیں اور اُس چیز کا رہن کرنا صحیح ہے جسے خرید کیا ہے اور ابھی اختیار فسخ کا باقی
ہے خواہ بایع کو ہے خواہ بایع مشتری دونوں کو ہے اسلیئے کہ مبیع قول اشبہ پر عقد بیع کرتے
ہی خریدار کی ملک ہو جاتا ہے اور مرتد مملوک کا رہن کرنا صحیح ہے خواہ فطری مرتد ہو خواہ ملی
اور اسی طرحپر جنایت یعنی قصور کیے ہوئے مملوک کا رہن کرنا جائز ہے جیسے اُسنے کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو

یا کسی کو دھوکے سے مار ڈالا ہو تو ایسے مملوک کا بھی رہن کرنا جائز ہے اور اگر قصد سے بھی جنایت کی ہو گی تو بھی بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس مملوک کا بھی رہن کرنا جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور اِسمین تردد ہے اور جواز اشبہ ہے اور اگر ایسی چیز کو رہن کرے جو وعدیکے گزرنے سے پہلے خراب ہو جائے بس اگر راہن شرط کرے کہ اُسے مرتہن بیچ لے تو اُسکی رہن جائز ہے اور نہین تو باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ رہن تو صحیح ہے مگر مالک کو اُسکے بیچنے کی خبر کر دے۔

تیسری فصل اُس حق کے بیان مین ہے کہ جسپر رہن لینا جائز ہے اور یہ حق ایسا ہر ایک دین ہے جو کسی کے ذمّے ثابت ہو جیسے قرض ہے اور بیع کی قیمت ہے اور ایسے امر پر رہن کرنا صحیح نہین کہ جسکے وجوب کا سبب ابھی متحقق نہوا ہو جیسے ایسی چیز پر رہن کرنا کہ اُسکے بعد قرض لیگا یا ایسی چیز پر کہ جسے آگے بڑھکر خرید کریگا اور اِسی طرح ایسی چیز پر کہ جسکے پائے جانے کا سبب بہم نہ پہونچا ہو اور ابھی ذمے مین متحقق نہوا ہو جیسے دیت پر مضروب کے مرنے سے اور اُسکے استقرار کے پہلے سے رہن کرے تو صحیح نہین اور ہر سال کی قسط پر اُسکے سال کے گزرنے کے بعد رہن کرنا جائز ہے اور اِسیطرح سے بھاگے غلام کے پھیر لانے کی مزدوری پر پھیر لانے سے پہلے رہن لینا جائز نہین اور پھیر لانے کے بعد جائز ہے اور اِسی طرح مکاتب مملوک سے مال کتابت پر رہن لینا جائز نہین اِسلیے کہ کتابت کا مال ابھی مملوک کے ذمّے نہین ہے اگر ادا کر دیگا تو آزاد ہو جائے گا اور اگر نکریگا تو مملوک رہیگا اِسوقت اُسکی ادا لازم نہین کہ اُسپر رہن لینا درست ہو اور اگر یہ کہین ہم کہ اِسپر رہن لینا جائز ہے تو اشبہ ہو گا اور کتابت مشروط جسوقت فسخ ہو جائیگی تو رہن بھی باطل ہو جائیگی اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ اگر مکاتب مملوک مطلق ہو تو اُس صورت مین مال کتابت کی ادا کے واسطے رہن کا دینا لیٹا جائز ہے اِسلیے کہ مکاتب کا عقد طرفین سے لازم ہے اور سقوط کا احتمال نہین رکھتا ہے بخلاف مشروط کے کہ اُسکا عقد مملوک کیطرف سے جائز ہے اور آقا کیطرف سے لازم ہے بس ہو سکتا ہے کہ مملوک تمام مال کتابت کی ادا سے عاجز آئے اور پھر مملوک کا مملوک ہی رہے بس یہ لازم دین نہین ہے اور اِسپر رہن صحیح نہین اور ایسے حق پر کہ جسکا وصول کرنا مرہون سے ممکن نہو اُسپر رہن جائز نہین جیسے اجارۂ خدمت موجر ہی کہ اجارہ لینے والے کی ذات سے متعلق ہے اور ایسے مطلق کام پر رہن جائز ہے جو کسی کے ذمّے ثابت ہو جیسے کسی کو کتاب لکھنے کا اجارہ دے اور یہ شرط نہ کرے کہ آپ ہی لکھے اِس صورت مین

اُس اجیر سے رہن لینا جائز ہے کہ اگر وہ نہ لکھے تو اُسی رہن کی قیمت سے دوسرے سے لکھوا سکتا ہے اور اگر کسی دین پر ایک مال کو رہن کرے اور اُسکے بعد دوسرا دین لے اور اُسپر بھی اُسی مال کو رہن کرے تو جائز ہے۔

چوتھی فصل راہن کے حکمون مین ہے۔ راہن مین کمال عقل اور جواز تصرف شرط ہے یعنی اُس کا تصرف مال مین ممنوع نہو اور اگر جبر سے رہن لین تو منعقد نہوگی اور لڑکیکے ولی کو جائز ہے کہ اُسکے مصالح کے لیے قرض لینے کی احتیاج کے وقت لڑکے کا مال رہن رکھدے جیسے اُسکی ملک خراب ہو اور ترمیم کی ضرورت ہو یا کچھ ایسی چیزین ہون کہ جنکی حفاظت کے لیے خرچ کی ضرور ہو کہ ضایع نہو جائین یا عدم ناقص نہو جائین پس ولی اِن باتون کے لیے لڑکے کے مال مین سے کچھ رہن کریگا جبکہ اُن چیزونکا باقی رکھنا اُس لڑکے کے حق مین مفید ہوگا۔

پانچوین فصل مرتہن یعنی رہن لینے والے کے حکمون مین ہے اور مرتہن مین بھی کمال عقل اور جواز تصرف شرط ہے اور نابالغ لڑکے کے ولی کو اُسکے لیے رہن لینا جائز ہے اور میعادی قرض پر اُسکے مال کا بیچنا جائز نہین مگر جبکہ اُس لڑکے کے لیے مفید ہو جیسے رایج قیمت سے زیادہ معین مدت پر بیچے اور ولی کو لڑکے کا مال قرض دینا جائز نہین اِسلیے کہ قرض دینے مین کوئی منفعت نہین ہان اگر یہ ڈر ہو کہ وہ مال ڈوب جائیگا یا لُٹیرے وغیرہ لیجائین گے یا اِسیطرح کے اور خطرے ہون تو اِسصورت مین اُسکا مال قرض دیدینا جائز ہے اور اُسپر رہن لیلے اور اگر رہن لینا ممکن نہو تو ایسے معتمد شخص کو قرض دے جو مالدار ہو اور غالبًا لوگون کا مال نہ کھا جایا کرتا ہو اور اگر مرتہن راہن سے عقد رہن کے وقت یہ شرط کرلے کہ راہن کی طرف سے مرتہن کسی دوسرےکے پاس مرہون کے رہن کرنے مین اور بیچنے مین وکیل ہوگا یا یہ شرط کرے کہ دوسرا شخص رہن کرنے یا بیچڈالنے مین وکیل ہوگا یا یہ شرط کرین کہ مرہون کو کسی معین عادل شخص کے پاس رکھین تو یہ شرطین لازم ہو جائینگی اور راہن وکالت کا فسخ کرنا راہن کو نہ پہونچے گا اور راہن تردد ہے اور وکالت راہن کے مرجانے سے باطل ہو جائیگی اور رہانت باطل نہ ہوگی اور اگر مرتہن یعنی رہن لینے والا مرجائے گا تو یہ وکالت اُسکے وارثون سے متعلق نہوگی مگر جبکہ مرتہن نے عقد رہن مین اور عقد وکالت مین شرط کرلیا ہو گا کہ مرتہن کے مرنے کے بعد وکالت اُسکے وارثون سے متعلق ہوگی اور یہی حکم ہے اگر وکیل مرتہن کے سوا ہوگا اور

اگر مرتہن مرجائے اور مال مرہون اور غیر مرہون مین فرق نہو سکے تو سب مال مردے کے مال کا حکم رکھتا ہے یعنی اُسی مرتہن کا متروکہ قرار پائیگا مترجم کہتے ہین کہ اگر رہن کا علم ہوا اور شناخت عین مرہون کی غیر مرہون سے مشکل ہو تو قیمت معلوم ہوئے پر اُس مرہون کی قیمت اُسکے مالک کو دینگے اور اگر قیمت معلوم نہو گی تو فیصلہ صلح سے کرینگے۔ اور مال مرہون کا خرید لینا بیع مین وکیل ہونیکی صورت مین مرتہن کو جائز ہے اور مرتہن زیادہ سزاوار ہے اِس بات کا کہ مرہون کی قیمت کو اپنے دین کے بدلے مین لیلے اور قرضخواہون کو نہ دے خواہ راہن جیتا ہو خواہ مرگیا ہو اور یہی قول زیادہ مشہور ہے اور اگر مرہون کی قیمت مرتہن کے دین کو وفا نکرے اور کچھ باقی رہجائے تو اُسکی بابت اور قرضخواہون کی طرح سے راہن کے مال سے رسدی حصہ لے گا اور مرہون مرتہن کے پاس امانت ہے اگر بے تفریط کے ضایع ہو جائیگا تو اُسکے ذمے تاوان بھرنا نہین ہے اور اُسکے ضایع ہو جانے سے کچھ مرتہن کے حق مین سے کم نہو جائیگا مگر جب کہ مرتہن نے کوئی بے پروائی محافظت مین کی ہو گی تو اُس وقت مین تاوان بھرنے کا ذمہ دار ہوگا اور اگر کوئی تصرف مرہون مال مین مرتہن کریگا جیسے گھوڑے پر سوار ہو اور مکان مین رہے یا کرایہ کو دے اور مرہون ضایع ہو جائے تو مرتہن کو چاہیے کہ تاوان بھر دے اور کرایہ مثل اُسی مالک یعنی راہن کو دے اور اگر مال مرہون کا کچھ خرچ مثل چوپایون کی خوراک کے ہو تو کرایہ کو خوراک مین صرف کرے اور مالک کو حساب دیدے اور اگر اُس مرہون کے لیے خرچ تو ہو اور کرایہ کچھ نہو تو اُس خرچ کو راہن سے لیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب گھوڑے کو کھلائے تو اُس مرتہن کو سوار ہونا جائز ہے اور مرتہن کو اپنا دین مقبوض مال رہن سے لے لینا جائز ہے اگر وارث کے منکر ہو جانے کا ڈر رہن کے اقرار پر اور دین کے ادعا پر ہو اور اگر مرتہن رہن کا مقبولہ کرے اور دین کا ادعا کرے تو بے ثبوت کے حکم اُسکے دین کا نکرینگے اور مرتہن کو وارث منکر کے علم کا ادعا ہو تو مرتہن کو وارث منکر سے نہ واقف ہونے کی قسم لینا پہونچتا ہے اور اگر مرہونہ لونڈی سے جبراً ہم بستر ہو تو مرتہن پر واجب ہے کہ اُس لونڈی کی قیمت کا دسوان حصہ اُسکے مالک کو دے اگر باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسوان حصہ دے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مہر مثل کا دینا مرتہن پر لازم ہوگا اور اگر وہ لونڈی اطاعت اُسکی کرے یعنی راضی ہو جائے تو مرتہن پر کچھ نہین ہے اِسلیے کہ زانیہ عورت کا کچھ مہر نہین ہے اور صاحب مالک نے

فرمایا ہے کہ ارش بکارت دینا لازم ہے اور جبکہ راہن اور مرتہن مرہون مال کو کسی عادل شخص کے پاس رکھوا دین تو اُس عادل کو پہونچتا ہے کہ اُس مرہون کو اُنھین پھیر دے یا کسی ایسے دوسرے شخص کے حوالے کر دے جس سے وہ دونون رضامند ہون اور راہن اور مرتہن کے ہوتے ہوئے حاکم شرع کے سپرد کرنا یا کسی امین کو بے اُنکی اجازت کے حوالے کرنا جائز نہین ہے اور اگر بے اجازت کسی دوسرے کے سپرد کریگا اور وہ مال ضایع ہو جائیگا تو اُسکے تاوان بھر دینے کا ذمہ دار ہوگا اور اگر وہ دونون روپوش ہون تو حاکم شرع کو دیدیگا اور اگر غائب ہونگے تو بے ضرورت حاکم شرع کو دینا یا دوسرے عادل کے سپرد کرنا جائز نہین اور اگر حاکم کے یا کسی امین کے حوالے کریگا اور وہ مال ضایع ہو جائیگا تو ضامن ہوگا اور اسی طرح پھر ضامن ہوگا جسوقت کہ ایک اُن دونون مین سے غائب ہوگا اور اگر اُس عادل کو کوئی عذر پیش آئیگا تو جائز ہے کہ اُسے حاکم شرع کے سپرد کرے اور اگر حاکم شرع کے سوا بے حاکم شرع کی اجازت کے اَور کسیکے سپرد کرے گا تو ضامن رہیگا اور اگر راہن اور مرتہن دونون مال رہن کو دو عادلون کے پاس رکھوائین تو ایک اُن دونون عادلون مین سے تنہا کوئی تصرف اُس مرہون مین نہین کر سکتا ہے گو وہ دوسرا عادل بھی اُسے اجازت دیدے اور اگر مرتہن یا وہ عادل کہ جسکے پاس مال رہن کو امانت رکھا ہے مرہون کو بیچے اور اُس مرہون کی قیمت مرتہن کو دیدے اور اسکے بعد اُس مال مین کوئی عیب نکلے تو خریدار کو مرتہن سے تفاوت قیمت کا لینا نہین پہونچتا ہے بلکہ راہن سے کہ اُس مال کا مالک ہے چاہیے ہے کہ طلب کرے مگر جب کہ ظاہر ہو جائے کہ وہ مرہون دوسرے کا مال ہو راہن نے غصب کر کے اُسکے پاس رہن رکھا ہے تو اس صورت مین خریدار قیمت مرتہن سے پھیر لیگا اور اگر مرتہن مر جائے تو راہن کو پہونچتا ہے کہ مرہون کو مرتہن کے وارث کے سپرد کرنے کا انکار کرے پس اگر باہم اتفاق کرین کہ کسی امین پاس رکھوا دین تو بہتر ہے اور نہین تو حاکم شرع جسکے چاہیگا سپرد کر دیگا اور اگر کوئی عادل کہ اُسکے پاس مرہون کو امانت رکھا ہے مرہون مین خیانت کرے اور راہن اور مرتہن مین نزاع واقع ہو تو حاکم شرع اُسے کسی اَور امین کے سپرد کر دے گا۔

چھٹی فصل لواحق مین ہے اور اسمین کئی مقصد ہین پہلا مقصد راہن کے متعلق حکمو نمین ہے

راہن کو مرہون مین کوئی تصرف کرنا کسی طرحکا جائز نہین اسطرح سے کہ رہن کیے ہوئے غلام سے کوئی خدمت لے یا رہن کیے ہوئے گھر مین خود سکونت کرے یا مرہون گھر کو کسی اور کو کرایے دے اور اگر مرہون کو بیچے یا کسیکو دیدا لے

تو مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر مرہون مملوک کو مرتہن کی اجازت سے آزاد کر دے تو اس مین تردد ہے اور موجہ یہی ہے کہ جائز ہے اور یہی حکم مرتہن بھی رکھتا ہے کہ راہن کی بے اجازت یہ تصرف جو بیان ہوئے نہین کر سکتا ہے اور اگر مرتہن مرہون غلام لونڈی کو آزاد کر دے اور اسکے بعد راہن بھی اجازت دیدے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ عتق یعنی آزاد کرنا واقع ہو جائے گا اور موجہ یہی ہے کہ واقع نہوگا اسلیے کہ مرتہن مالک نہین ہے اور عتق مالک سے تعلق رکھتا ہے اور فضولی معتبر نہین ہے مگر جبکہ مالک کی اجازت آزاد کرنے سے پہلے ہو چکی ہو تو اس صورت مین مرتہن مالک کا وکیل ہو جائیگا اور اگر گرو لونڈی سے ہم بستر ہوا اور وہ حاملہ ہو جائے اور لڑکا جنے تو عقد رہن باطل نہوگا اور آیا اس لونڈی کو راہن بیچ سکتا ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ جبتک وہ لڑکا جیتا ہے اُسے بیچ نہین سکتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ بیچ سکتا ہے اسلیے کہ مرتہن کا حق ام ولد ہونے سے پہلے اُس سے متعلق ہو چکا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر راہن اُس گرو رکھی ہوئی لونڈی سے مرتہن کی اجازت سے ہمبستر ہو تو بھی رہن سے نہ نکلیگی اور اگر مرتہن راہن کو مال رہن بیچنے کی اجازت دیدے تو رہن باطل ہو جائے گی اور واجب نہین کہ اُسکی قیمت کو رہن کرے اور اگر راہن قرضہ رہن کی مدت کے گزرنے سے پہلے مرتہن کو مال مرہون کے بیچ ڈالنے کی اجازت دیدے تو مرتہن کو میعاد کے گزرنے سے پہلے قیمت مین تصرف کرنا جائز نہین ہے ہان میعاد گزرنے کے بعد تصرف کریگا اور اگر میعاد کے بعد بیچے تو تصرف کرنا جائز ہے اور جب میعاد گزر جائے اور راہن دین کو ادا نکرے تو مرتہن کو پہونچتا ہے کہ مال مرہون کو بیچ ڈالے اگر عقد رہن کے وقت راہن کی طرف سے بیچ مین وکالت لے چکا ہے اور نہین تو حاکم شرع کیطرف رجوع کرے کہ حاکم اس مرہون کے بیچ ڈالنے کا حکم فرمائے اور اگر راہن نمانے تو حاکم شرع کو اُسکا قید کرنا پہونچتا ہے اور حاکم کو ادائے دین کے لیے اُس مرہون کا بیچ ڈالنا پہونچتا ہے۔

دوسرا مقصد رہن کے متعلق حکمون مین ہے عقد رہن راہن کی طرف سے لازم ہے اُسے مرتہن سے مرہون کا پھیر لینا نہین پہونچتا ہے مگر اُسوقت کہ مرتہن کا دین دے چکے یا مرتہن اُسے بخشدے یا تصریح کر دے کہ حق رہانت کو مین نے ساقط کر دیا اور ان امرون کے بعد مرہون مرتہن کے پاس امانت رہیگا اور مرتہن پر راہن کے حوالے کر دینا واجب نہین مگر جب راہن مطالبہ کریگا تو دیدینا واجب ہوگا

اور اگر مرتہن شرط کرے کہ راہن دین کو نہ دیگا تو مرہون بیع ہو جائیگا تو اس صورت مین رہن اور بیع سے کچھ بھی متحقق نہوگا اور اگر مرتہن کسی چیز کو غصب کرے اور اُسے رہن لے تو جو ضمان یعنی ضایع ہونے پر تاوان بھرنے کی ذمہ داری غصب سے لازم ہوئی تھی اِس رہن کے لینے سے جاتی نرہیگی اور اسی طرح باقی رہے گی اور یہی حکم ہے اگر مرہون پہلے مرتہن کے پاس فاسد بیع سے آیا ہے پھر رہن ہوا ہے اور اگر راہن رہن رکھنے کے بعد ضمان یعنی ذمہ داری کو مرتہن پر سے ساقط کر دے تو صحیح ہے اور جو منفعت اور فائدہ مرہون سے حاصل ہوگا وہ راہن کا مال ہے کہ وہی اُسکا مالک ہے اور اگر درخت پھلے یا چوپایہ بچہ دے یا مثلًا کہ مرہونہ لونڈی رہن کے بعد حاملہ ہو کر بچہ جنے تو یہ بھی اصل کی طرح سے مرہون ہونگے اور یہی اظہر بھی ہے اور اگر کسی پاس دو گرویان دو مختلف دینون پر ہون اور راہن ایک دین کو ادا کرے تو مرتہن کو جائز نہین کہ اُس دین کے مخصوص رہن کو اپنے دوسرے دین کے بدلے مین رکھ چھوڑے اور یہی حکم ہے اگر اُسکے دو دین ہون اور ایک کے بدلے مین کوئی چیز رہن لی ہو تو اُس رہن کو اُن دونون دینون کے مقابلے مین قرار دینا جائز نہین یا کسی نئے دین کی طرف نقل کرے تو بھی جائز نہین مگر جب راہن اجازت دیدے تو جائز ہے اور جو شخص کسی کی اجازت سے اُسکے مال کو گرو رکھے تو اُسکے ضایع ہو جانے یا پھر نا مشکل ہو جانے پر اُسکی قیمت پھیر دینے کا گرو کرنیوالا ضامن اور ذمہ دار ہے اور اگر اُسے قیمت مثل سے زیادہ پر بیچ لیگا تو مالک کو اُسی قیمت کا مطالبہ کہ جسپر بکے پہونچتا ہے اور جب کوئی خُرمے کے درخت کو رہن کرے کہ خرمے اُسکے پک گئے ہون تو وہ پھل مرہون مین داخل نہونگے گو اُسکی اصلاح بھی نہ کی ہو اور یہی حکم ہے اگر کوئی شخص کھیت کی زمین کو گرو کرے تو کھیتی اُسپر کی اور جو درخت کہ خرمے وغیرہ کا اُسپر ہے اُس مرہون مین داخل نہوگا اور اگر راہن یہ کہے کہ زمین کو اُسکے سارے حقون کے ساتھ مین نے رہن کیا تو اِس صورت مین درخت بھی مرہون مین داخل ہو جائینگے اور اِسمین تردد ہے اِسلیے کہ درخت عرف اور لغت کی رو سے زمین کے حقون مین نہین ہین اور جب تک صاف صاف نہ کہیگا زمین مین داخل نہونگے اور جب یہ کہدیگا کہ مین نے زمین کو اُسکی چیزون کے ساتھ رہن کیا ہے تو اُسوقت مرہون مین درخت اور کھیتی اظہر کی بنا پر داخل ہو جائے گی اور یہی حکم ہے اُس چیز کا کہ جو زمین پر اُگے خواہ اُسے حق تعالیٰ نے اُگایا ہو خواہ راہن کی یا کسی اَور کی سعی سے اُگی ہو وہ بھی مرہون مین داخل نہین ہوگی مگر یہ کہ وہ اُگی ہوئی

مرہون درخت مین سے ہو تو اصل کی تبعیت سے مرہون مین داخل ہے اور جو کچھ مرہون زمین پر اُگے
خواہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہو یا راہن کی سعی سے ہو آیا مرتہن کو پہونچتا ہے کہ راہن کو اُسکے ازالہ کی
اطلاع کرے بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہین پہونچتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ پہونچتا ہے اور یہی اشبہ ہے
اور اگر ایک لقطہ یعنی ایک توڑ کو جسمین توڑ ہوا کرتے ہین مثل کھیرے وغیرہ کے گرو کرے پھر اگر دوسرے
لقطے کا وقت آنے سے پہلے دین کی ادا لازم ہو تو صحیح ہے اسلیے کہ وصول کر لینا اپنے دین کا دوسرے
لقطے سے ہو سکتا ہے اگر دین کی میعاد دوسرے لقطے کی نوبت آنے کے بعد پہونچے گی اور بعضے کہتے
ہین کہ اِس صورت مین جائز نہین کہ غیر مرہون مرہون سے ملجاتا ہے اور اُس سے دین کو وصول نہین
کر سکتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز ہے اور باطل نہین اور موجہ دوسرا قول ہے اور یہی بحث اُن
چیزون مین ہے جو خرط ہوتی ہین یعنی جنھین ہاتھون سے سوتتے ہین جیسے مہندی وغیرہ ہے اور اگر
مرہون غلام کسی پر عمداً ایسی جنایت کرے جو قصاص کا موجب ہو تو مجنی علیہ یعنی جسپر جنایت کی ہے
اُسے اُس سے قصاص لینا جائز ہے اور اگر قصاص کے بدلے مین اُسے اپنی غلامی مین لیلے تو
اُسکا غلام ہو جائیگا اور رہن سے چھٹکارا پاجائیگا اور اگر جنایت خطا سے ہو تو اِس صورت مین
قصاص ثابت نہین ہوتا ہے اور دیت لازم ہوتی ہے پس اگر اُسکا آقا اپنے مال مین سے اُسکی
دیت دیدے تو رہن پر باقی رہے گا اور مرتہن کے پاس مرہون رہیگا اور اگر اُسے مجنی علیہ کے حوالے
کردے تو دیت بھر کا اُسکا مال ہوگا اور باقی مرہون رہیگا اور اگر جنایت غلام کی قیمت بھر کی
ہوگی تو مرتہن سے لیکر اُسے مجنی علیہ کے حوالے دیت کے بدلے مین کردینگے اور اگر اپنے مالک پر
عمداً جنایت کرے تو اُس غلام سے قصاص کرینگے اور بعد قصاص کے اگر وہ قصاص قتل نہین
ہے تو باقی مرہون رہیگا اور اگر وہ جنایت کسی کا قتل ہے تو اُسے بھی قتل کرینگے اور اگر اُسنے
اپنے آقا پر جنایت خطا سے کی ہے تو اُس آقا کا اُس غلام پر کچھ نہین اور رہن رہیگا جبتک کہ اُسے
دین دیکر نہ چھڑا لے گا اور اگر مرہون اپنے مالک کے مورث پر یعنی ایسے شخص پر کہ جسکے بعد اُسکے
متروکے کا وارث اُس غلام کا مالک ہے جنایت کرے تو اِس صورت مین مالک کو وہی پہونچتا
ہے جو اُسکے مورث کو پہونچتا تھا کہ وہ عمداً کے حال مین قصاص ہے اور خطا مین دیت ہے اور اگر جنایت
غلام بھر کی ہے تو اُسے مرتہن سے چھین لیگا اور اگر غلام کی قیمت بھر کی نہین ہے تو جنایت بھر

غلام رہن سے چھوٹ جائیگا اور باقی رہن رہیگا اور اگر تلف کرنیوالا رہن کو تلف کرڈالیگا تو اُسے قیمت بھر دینا لازمی ہے اور وہ قیمت گرو رہیگی اور اگر مرتہن مرہون کو ضایع کر ڈالے اگرچہ وہی محافظت یا بیع کا اصل مرہون امین وکیل ہو کہ جب چاہے بیچکر اپنا دین لیلے تو مرتہن اُسی وکالت سے قیمت مین وکیل نہین ہو سکتا ہے اِسلیے کہ وکالت کا عقد اصل کو شامل ہے قیمت کو شامل نہین اور اگر انگور کے پانی کو گرو کرے اور پھر شراب ہو جائے تو رہانت باطل ہو جائیگی پھر اگر سرکہ ہو جاے تو مالک کی ملکیت اور رہانت دونون پھر آئین گی اور اگر مسلمان کے پاس کوئی شراب گرو کرے تو یہ رہن صحیح نہین پھر اگر مسلمان مرتہن کے پاس وہ سرکہ بن جائے تو وہ مرتہن کا مال ہو اور اُسی کا ہو رہے اور یہی حکم ہے اگر کوئی زمین پر کی گری شراب کو اُٹھا کر جمع کرے اور یہ حکم نہین ہے اگر کوئی انگور کے پانی کو غصب کرے اور بعد اِسکے وہ شراب ہو جائے اور پھر سرکہ ہو جائے اِسلیے کہ اِس صورت مین وہ سرکہ مغصوب منہ یعنی جس سے اُسنے غصب کیا ہے اُسکا مال ہے اور اگر کوئی مرغی کا انڈا گرو کرے اور اُسے مرتہن مرغی کے تلے بٹھادے اور اُس سے بچہ نکل آئے تو اُس بچے مین مالک کی ملک اور مرتہن کی رہن دونون باقی رہین گی اور یہی حکم ہے کہ اگر کوئی شخص دانے کو رہن کرے اور اُسے مرتہن بو دے تو جو کچھ اُس سے حاصل ہوگا وہ مالک کی ملک ہوگی اور رہن بھی اصل کی طرح باقی رہیگی اور اگر دو شخص ایک غلام کو کہ وہ اُنہین مشترک ہو اپنے اپنے دین کے بدلے مین گرو کرین جب اُنہین کا ایک رہن کا قرضہ دیدیگا رہانت اُسکے حصہ مین چھوٹ جائیگی اور دوسرے کے حصے مین باقی رہے گی۔

تیسرا مقصد راہن اور مرتہن کی نزاعون مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی شخص اپنی مشترک چیز کو رہن کرے اور شریک اور مرتہن آپس مین اُس چیز کے رکھنے مین جھگڑا کرین تو حاکم مرہون کو مانگ لیگا اور جو کرایہ وغیرہ اُس سے حاصل ہوگا اُسے راہن اور شریک پر حصے کے موافق بانٹ دیگا اور اگر اُس سے کرایہ وغیرہ نہ آتا ہوگا تو کسی معتمد امین پاس جھگڑا کاٹنے کیلیے رکھوا دیگا دوسرا مسئلہ جب مرتہن مرجائیگا تو رہانت یعنی رہن لینے کا حق اُسکے وارثون سے متعلق ہوگا اور اگر اُسکے وارث کے پاس راہن امانت چھوڑنے کو روکے تو اُسے یہ روکنا پہونچتا ہے پھر اگر کسی دوسرے امین پاس رکھنے پر متفق ہو جائین تو اُس مرہون کو اُسکے پاس رکھدین اور نہین تو حاکم شرع اُسکی محافظت کیلیے کوئی امین

مقرر کردیگا تیسرا مسئلہ جب مرتہن رہن کی حفاظت مین بے پروائی کرے اور رہن ضایع ہو جائے تو
مرتہن پر لازم ہے کہ رہن پر قبضے کے دن کے نرخ والی قیمت اُسکے مالک کو دیدے اور بعضے فقہا کہتے
ہین کہ جسدن ضایع ہوئی ہے اُسدن کے نرخ والی قیمت دے اور اِسمین تیسرا مذہب یہ ہے کہ مرہون
پر قبضے کے وقت سے اُسکے تلف ہونے کے وقت تک جو اعلیٰ قیمت ہو وہ دے اور اگر قیمت مرہون
مین اختلاف کرین تو قبول کے قابل راہن کا قول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قول مرتہن کا بہتر قول
ہے اور یہی اشبہ ہے چوتھا مسئلہ اگر اختلاف کرین اُس دین مین جو رہن پر ہے تو قبول کے قابل
راہن کا قول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قول مرتہن کا قول ہے اگر اُس کا دعویٰ مرہون کی قیمت سے
کم ہو اور اگر اُسکی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو قول راہن کا قول ہے اور پہلا قول اشبہ ہے پانچوان
مسئلہ اگر کسی مال مین اختلاف کرین ایک کہے امانت ہے اور دوسرا کہے رہن ہے بس قبول کے قابل
قول مال کے مالک کا قول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کہنا اُسی شخص کا ہے کہ جسکے قبضے مین مال
ہے اور پہلا قول اشبہ ہے چھٹا مسئلہ جب مرتہن مرہون مال بیچنے کی راہن کو اجازت دے اور
اُسکے بعد پھر جائے اور آپس مین نزاع کرین اور مرتہن کہے کہ مین نے بیچنے سے پہلے منع کیا تھا اور راہن
کہے کہ بیچنے کے بعد تو اپنے کہے سے پھرا ہے تو قول مرتہن کا قول ہے اِسلیے کہ اُسکے دین کا وثیقہ ہی
اور وثیقہ کی جانب کی رعایت زیادہ میلان رکھتی ہے اور دونون دعوے برابر ہین ساتوان
مسئلہ اگر راہن مرتہن اُس روپئے اشرفی مین اختلاف اور نزاع کرین کہ جسپر مرہون کو بیچین تو اُس
شہر کے اکثر چلتے روپئے اشرفی کے بدلے بیچنا چاہیے اور جو نہ مانے اُسپر قبول کرنے کے لیے جبر کرین گے
اور اگر ہر ایک دونون مین سے ایسے روپئے اشرفی مانگتے ہون جو اکثری طور پر چلتے ہون اور اسمین جھگڑا
کرین تو حاکم اُنھین جبر سے اکثر چلتی نقد کی طرف راجع کریگا اِسلیے کہ مطلق بیع اکثری نقد کی طرف راجع
ہوتی ہے اور اگر اُس شہر مین اکثر چلنے والی دو نقدین ہون تو اُس نقد پر مال مرہون بیچا جائے گا جو
دین رہن کی جنس سے زیادہ ملتی ہوگی آٹھوان مسئلہ جب کوئی شخص کسی چیز کے رہن لینے کا دعویٰ
کرے اور راہن منکر ہو کہ رہن اِسکے سوا تھی اور ثبوت نرکھتا ہو بس رہن ہونا اُس چیز کا کہ جس کے
رہن لینے کا مرتہن منکر ہے باطل ہوگا اور راہن کو دوسری چیز کے رہن ہونے پر قسم کھلوائین گے
اور دونون چیزین رہن سے نکلجائینگی نوان مسئلہ اگر کسی شخص کے دو دین ایک شخص کے ذمے ہون

اور ایک دین پر اُسنے رہن لے لی ہو پھر وہ ایک دین کو ادا کرے بس اسمین نزاع کرین اس طریق پر کہ راہن کہے کہ جس دین کے بدلے مین مین نے رہن کی ہے اسیکو مین نے ادا کیا ہے اب مرہون کو مجھے دیدے اور مرتہن کہے کہ اُس دین کو تو نے ادا نہین کیا ہے بلکہ بے رہن والے دین کو تو نے ادا کیا ہے تو اس صورت مین قول راہن کا قول ہے کہ اُسنے ادا کیا ہے اسلیے کہ وہ اپنے قصد سے بہت خوب واقف ہے اور اگر رہن کے پھیرنے مین نزاع کرین تو قول راہن کا قول قسم کے ساتھ ہے اگر مرتہن کے پاس ثبوت نہو اور اگر ثبوت دے گا تو اُسکے موافق حکم ہو گا

کتاب مفلس

یہ کتاب مفلسون کے حکمون کے بیان مین ہے اور مفلس کے معنی لغت مین ایسے فقیر کے ہین کہ جسکا عمدہ عمدہ مال جاتا رہا ہو اور ناقص ناقص رہ گیا ہو اور شرع کی اصطلاح مین مفلس وہ شخص ہے کہ شرع کے حکم سے اپنے مال مین تصرف سے ممنوع یعنی روکا گیا ہو اور مال کے تصرف سے چار شرطون سے روکا جاتا ہے پہلی شرط یہ ہے کہ اُسکا قرضدار ہونا حاکم شرع کے نزدیک ثابت ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُسکا مال اُسکے ذمے کے قرضون پر پورا نہ پڑتا ہو اور اُس کے مال مین دینون کے بدلے کی چیزین جنھین میعاد معیّن کے وعدے پر اُسنے قرض خرید کیا ہے شمار کی جائین کیونکہ مفلس ہونے پر وہ چیزین بھی اُسی مفلس کا مال ہین اور اُنکی قیمتین اُسکے ذمے پر قرضخواہ کا مال ہین گو کہ عین چیزون کے موجود ہونے پر قرضخواہون کو اسمین اختیار ہے خواہ انھین چیزونکو پھیر لیجائین یا اَور قرضخواہون کے حصے مین شریک ہو جائین اور بعضے عامہ کہتے ہین کہ ایسی چیزین مفلس کا مال نہین ہین کہ جنکے دام اُسکے ذمے باقی ہین اور یہ دین مفلس کے ذمے کے دینون مین بچوٹے جائینگے اور یہ اُنکا کہنا تحقیق کے سراسر خلاف ہے تیسری شرط یہ ہے کہ اُسکے دین حال ہون یعنی اُن دینون کے ادا کرنے کا وقت گزر گیا ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ سارے یا بعضے قرضخواہ حاکم شرع سے درخواست کرین کہ اُسے مال مین تصرف سے روکدے اور اگر کسی مین فلس کی علامتین ظاہر ہون تو حاکم شرع بے درخواست کے تفلیس نہین کر سکتا ہے اور یہی حکم ہے جسوقت خود منع تصرف کی درخواست حاکم سے کرے اور جبکہ مفلس محجور علیہ ہو جائے یعنی اُسپر حجر کہ جسے قرقی کہ سکتے ہین واقع ہو جائے تو اُسے

اُسکے مال مین تصرف سے روکین گے اِسلیے کہ طلبگارون کے حق اُس سارے مال سے متعلق ہوگئے
ہین اور جس قرضخواہ کا عین مال موجود ہوگا وہ اُسی کو لیلے اور مفلس کے مالون کو طلبگارون پر
تقسیم کردینگے کلام منع تصرف مین مفلس کو تصرف سے قرضخواہون کی حفاظت کے لیے احتیاط
کی رو سے روکتے ہین پھر اگر وہ کچھ تصرف کرے گا تو وہ تصرف باطل ہوگا خواہ وہ تصرف کسی عوض کے
مقابلے مین ہو جیسے بیع اور اجارہ ہو خواہ عوض کے مقابلے مین نہو جیسے ہبہ اور بندے کا آزاد کرنا
ہے اور اگر مفلس کسی ایسے دین کا اقرار کرے جسے حجر سے پہلے کیا ہے تو وہ اقرار صحیح ہے اور مقرلہ
یعنی جسکے حق کا اقرار کیا ہے وہ اور قرضخواہون کا شریک ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اقرار کریگا کہ یہ
مال فلان شخص کا ہے تو اُسے اُسی شخص کو پھیر دینگے اور اسمین تردد ہے اِسلیے کہ طلبگارون کا حق
اُسکے مال کے اعیان سے متعلق ہوچکا ہے اور اگر مفلس کہے کہ یہ مال فلان شخص کا مضاربت کے
طریق سے میرے پاس ہے اور مالک اُسکا غائب ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بھی اُسکا قول قسم
کھلوا کر مان لیا جائے گا اور اُسی کے پاس رکھوا دیا جائیگا اور اگر یہ کہے کہ مالک موجود ہے اور وہ
بھی اُسکے قول کی تصدیق کرے تو اُس مالک کو دیدیا جائیگا اور اگر وہ شخص اُسکی تکذیب کرے
تو اُسکو بھی قرضخواہون پر بانٹ دینگے اور جو مال کہ مفلس نے مفلس ہونے سے پہلے خرید کیا ہو اور
تفلیس کے بعد بھی اُسکی بیع کے فسخ کا خیار باقی ہو تو اُسے پہونچتا ہے خواہ اُس بیع کو فسخ کرے
یا لازم کرے اِسلیے کہ یہ کوئی نیا تصرف نہین ہے اور اگر مفلس کا کچھ قرض کسی پر آتا ہو اور تفلیس کے
بعد اُس سے کچھ کم لینے پر راضی ہو جائے تو قرضخواہون کو پہونچتا ہے کہ اِس بخشش سے روکدین
اور اگر تفلیس کے بعد کوئی مفلس کو کچھ قرض دے یا اُسکے ہاتھ کوئی چیز قرض بیچے تو وہ شخص اور
قرضخواہون کا شریک نہوگا اور وہ دین مفلس کے ذمے باقی رہیگا اور اگر حجر کے بعد کسی کا مال
ضایع کردیگا تو اُسکا ذمہ دار ہے اور مال کا مالک اَور قرضخواہون کیطرح شریک حصے مین کرلیا جائیگا
اور اگر کسی دین کا اقرار کرے کہ کس جہت اور کس وقت سے اُسکے ذمے ہے اسے بھول جائے اور نہ
بتا سکے تو اُس شخص کو کہ جسکے دین کا اقرار کیا ہے اور قرضخواہون کے شریک نکرینگے کیونکہ احتمال
ہے کہ ایسے سبب سے اُسکے ذمے ہو کہ جو شریک کرنے کا موجب نہو اور جن دینون کی میعاد باقی
ہوگی وہ تفلیس کے سبب سے حال نہو جائین گے کہ ابھی ادا کرنے پڑین اور مرجانے سے میعادی دین

جنکی میعاد نہ گزری ہوگی حال ہو جائینگے یعنی ابھی ادا کیے جائینگے کلام اُس امر مین ہے کہ اگر
عین مال کسی قرضخواہ کا موجود ہو اُسے اُسی قرضخواہ کو دیدینا چاہیے اور جو قرضخواہ اپنا عین مال پائے
اُسے پہونچتا ہے کہ وہ اُسے لیلے گو ایسے مالون کے سوا کچھ اور مال مفلس کا نہ بچا ہو اور اُسے
پہونچتا ہے کہ اور قرضخواہون کا حصے مین شریک ہو جائے خواہ مفلس کا مال دینون کو پورا پڑتا ہو
خواہ نہ پڑتا ہو زیادہ مشہور قول پر اور شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اگر مال سب دینون کے
ادا کے موافق ہو تو ایسی صورت مین اپنا عین لیسکتا ہے اور نہین تو اور قرضخواہون کا شریک
ہو جائیگا اور مصنف علیہ الرحمہ کا مختار پہلا قول ہے لیکن مُردہ قرضدار کا مال متروکہ اگر سارے
دینون کو پورا پڑتا ہوگا یا بڑھتا ہوگا تو جو قرضخواہ اپنا عین مال پائے گا وہ اپنے دین کے بدلے
مین لے لیگا اور اگر اُس مُردے کا مال اُسکے ذمّے کے دینون سے کم پڑتا ہوگا تو سارے قرضخواہ
اُسکے متروکے مین شریک ہین خواہ بعضون کا عین مال موجود ہو یا نہو اور اختیار عین مال کا بعضون
کے نزدیک فوری ہے اور مصنف کے نزدیک فوری نہین تراخی بھی جائز ہے اور اگر کوئی قرضخواہ
کچھ اپنا مال مین سے سالم پائے اور کچھ کو غیر سالم پائے تو جو کچھ سالم ہے اُسے اُسکی قیمت کے حصے
مین لے لیگا اور باقی مین اور قرضخواہون کا شریک ہو جائیگا اور اِسی طرح اگر اپنے کسی مال کو
عیب دار پائے کہ کسی غیر کے فعل سے اُسمین عیب پیدا ہو گیا ہو تو عین مال کو لے لیگا اور تفاوت
قیمت مین اور قرضخواہون کا شریک ہو جائے گا اور یہ اُس صورت مین ہے کہ جب وہ عیب
موجب اُسکا یعنی تفاوت قیمت ہوتا ہو اور اگر وہ عیب حق تعالی کیطرف سے پڑگیا ہو یا مالک یعنے
مفلس کے فعل سے پڑا ہو تو اِس صورت مین وہ قرضخواہ بائع مختار ہے خواہ اُس مال کو اُسی اصلی
قیمت پر لیلے یا چھوڑ کر اور قرضخواہون کا شریک ہو جائے اور اگر اُس عین مین کوئی نما یعنے
بڑھوتی ہو کہ عین مال سے جدا ہو مثل اِسکے کہ اُس سے بچہ پیدا ہوا ہو یا دودھ دیا ہو تو وہ بڑھوتی
خریدار کا یعنی مفلس کا مال ہے اور اُس مال کے بائع کو پہونچتا ہے کہ اُس عین مال کو جس قیمت پر
بیچا ہے اُسی پر لیلے اور اگر بڑھوتی جدا نہو بلکہ عین مال سے ملی ہو جیسے حیوان کا موٹا ہو جانا اور
بڑھ جانا اور چالاک ہو جانا ہے کہ اُسکے تیز ہونے کے سبب سے اُسکی قیمت مین زیادتی ہو جائے تو
بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک اصل لیلے اور جو کچھ اُس نما کی قیمت ہوگی وہ مفلس کا مال ہے اور بعضے

کہتے ہین کہ متصل نما یعنی بڑھتی ہوئی اصل کی تابع ہے اور بایع کا مال ہے اور اسمین تردد ہے اور یہی حکم ہے اگر کوئی کسی درخت کو یا پھل کو پکنے سے پہلے بیچے اور تفلیس کے بعد پکنے کے قابل ہون اور اگر دانہ مول لے اور اُسے بو دے اور اُسکی پیداوار کو کاٹے یا مرغی کے انڈے کو مول لے اور اُسے بٹھائے اور بچہ نکلے تو بایع قرضخواہ کو نہین پہونچتا ہے کہ اُسکی کھیتی کی حاصل کو یا بچے کو لیلے اسلیے کہ یہ اُسکا عین مال نہین ہے اور اگر کوئی مفلس کے ہاتھ تفلیس کے پہلے خرمے کا درخت شگوفہ کھلنے کے پہلے بیچے اور مفلس پاس کھلے اگر بایع اُس درخت کو اصلاح سے پہلے لے تو شگوفے اُسکے تابع نہونگے بلکہ مفلس کا مال ہین اور اُسمین سب قرضخواہ شریک ہونگے اور یہی حکم ہے کہ اگر کوئی غیر حاملہ لونڈی کو بیچے اور اسکے بعد وہ مفلس کی ملک مین حاملہ ہو جائے اور تفلیس کے بعد پہلا مالک اُسی لونڈی کو لیلے تو اُسکا حمل اُس لونڈی کا تابع نہوگا اور اگر زمین وغیرہ کا کوئی نامقسوم حصہ جسمین شفعہ ہو کوئی بیچے اور بعد اسکے خریدار مفلس ہو جائے تو شریک کو پہونچتا ہے کہ شفعہ کا اُس سے مطالبہ کرے بس اِس صورت مین اُسکی قیمت سارے قرضخواہون مین تقسیم کرینگے کہ بایع بھی ایک اُنمین کا ہوگا اور اپنے رسدی حصے کے موافق لے گا اور اگر کوئی شخص کسی چیز کو اجارہ لے اور اسکے بعد مفلس ہو جائے تو اجارہ دینے والے کو پہونچتا ہے کہ اُس اجارے کو فسخ کر ڈالے اور جو لازم نہین اُسپر کہ اجارہ بحال رکھے گو قرضخواہ لوگ اجارے کی اُجرت بھی دیتے ہون اور اگر کسی زمین کو قرض میعادی پر خریدے اور اُسپر درخت بٹھائے یا کوئی عمارت بنائے اور بعد اسکے مفلس ہو جائے تو صاحب زمین اُس زمین کا زیادہ مستحق ہے مگر اُسے یہ نہین پہونچتا ہے کہ اُن درختون کو یا اُس عمارت کو اُس زمین پر سے نکال ڈالے بلکہ اصل زمین کو لیلے اور درخت اور عمارت مفلس کا مال ہے قرضخواہون سے تعلق رکھیگا اور اُس سب کی قیمت کرینگے جو زمین کی قیمت ٹھہریگی وہ بایع لے لیگا اور جو درختون کی اور عمارت کی قیمت ہوگی وہ قرضخواہون پر بٹے گی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر بایع تفاوت قیمت قائم درختون کا اور کٹے درختونکا اور بنے مکان اور ڈھئے مکان کا دے تو اِس صورت مین اُس زمین پر سے درختون اور عمارت کو دور کر سکتا ہے اور موجہ یہی ہے کہ نہین دور کر سکتا ہے اور اگر بایع زمین بیچنے پر راضی نہو

تو زمین کو اسکے لیے باقی چھوڑ دینگے اور درختون کو اور عمارت کو علیحدہ بیچ لین گے اور زمین گے
مالک کو اُن درختون کا اور عمارت کا دُور کرنا نہین پہونچتا ہے اور بایع کے لیے زمین باقی
رکھنے پر یہ بیع زمین کی اُس بیع کے قبیل سے ہے جسمین درخت اور عمارت کا استثنا کر لیتے ہین
کہ اِس صورت مین مستثنیٰ بایع کی ملکیت پر باقی رہتا ہے اور بایع کو پہونچتا ہے کہ درختون اور
عمارتون کے پاس آیا جایا کرے اور خریدار کو ان مستثنیٰ چیزون کا نکال ڈالنا نہین پہونچتا ہے
اور اگر مفلس چراغ کا تیل خریدے اور اُسے اُسکے مثل مین ملا دے اور اسکے بعد مفلس ہو جائے
تو اُس تیل کے بایع کو پہونچتا ہے کہ اُسکے عین کو لیلے اسلیے وہی عین تیل موجود ہے اور ملنے
سے ناپید نہین ہو گیا ہے اور اگر اُس سے بدتر کے ساتھ مخلوط ہو جائے پھر بھی جائز ہے کہ اُسی
عین کو لیلے اسلیے کہ اپنے حق سے بُری چیز کے لینے پر راضی ہو گیا ہے اور جب بایع اپنے نقصان
پر راضی ہو جائے گا تو اُسے وہی ملی چیز دیدینگے اور اگر اُس سے بہتر سے ملجائے تو بعضے فقہا کہتے
ہین کہ اِس صورت مین اُس عین چیز سے بایع کا حق ساقط ہو جائیگا اور اُسے چاہیے کہ اُسکی قیمت
مین اور قرضخواہون کا شریک ہو کر رسدی حصہ لیلے اور اگر سُوت کا کپڑا بن ڈالے یا کپڑے
دھو ڈالے یا آٹے کی روٹی پکا ڈالے پھر مفلس ہو جائے تو بایع کا حق عین سے ساقط نہوگا اور
جتنا مفلس کے کام سے بڑھ گیا ہے وہ قرضخواہون کا مال ہے اور اگر کپڑے کو رنگ ڈالے تو رنگ
کی قیمت اُس مفلس کا مال ہے اور اُسکے موافق بایع کا شریک ہو اور مفلس ہونے کے بعد وہ حصہ
قرضخواہون کا حق ہوگا اِس شرط سے کہ اُس رنگنے سے کپڑے کی قیمت گھٹ نجائے اور یہی حکم ہے
کہ مبیع مین مفلس خریدار اپنی ذات سے کچھ کام کرے مثل اسکے کہ کپڑے کی چکن بنا ڈالے اور اسکے
بعد مفلس ہو جائے تو بایع اُس کپڑے کو لیگا اور چکن کے کام بھر کی قیمت حق مفلس کا ہے کہ اُسمین
سب قرضخواہ شریک ہین اور اگر کسی چیز کو بیع سلم کے طور پر خرید کرے اور اسکے بعد بایع مفلس ہو جائے
اور اُس چیز کی قیمت جو لی تھی اُسوقت تک وہ اُسکے پاس موجود ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسی قیمت
کو اُسکا عین مال ہے لیلے گا اور اگر اُسکی قیمت موجود نہو تو اُس قیمت کے موافق اور قرضخواہون کا
شریک حصے مین ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ اُسے اختیار ہے چاہے قرضخواہون کے ساتھ اصل
مال کی قیمت مین جو مفلس کو دیا ہے خواہ اُس جنس کی قیمت مین کہ جسے بیع سلم سے خرید کیا ہے

شریک ہوجائے اور یہی قول اقوی ہے اور اگر مفلس کوئی لونڈی مول لے اور قیمت دینے سے پہلے اُس سے لڑکا جنوا کر اُسے اُم ولد بنا دے اور اُسکے بعد مفلس ہوجائے تو اُس لونڈی کے مالک یعنی اُسکے بایع کو جائز ہے کہ اُس لونڈی کو لے اور بیچے اور اگر مفلس سے قیمت مانگے تو جائز ہے کہ وہی مفلس اُسے بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت دیدے مگر اُسکے لڑکے کو نہ بیچے گا کہ وہ آزاد ہے اور جو کوئی مفلس پر کوئی خیانت سے کوئی خطا کرے اور وہ دیت کی موجب ہو تو اُس دیت سے بھی قرضخواہوں کا حق متعلق ہوگا اسلیے کہ وہ مفلس کا مال ہے اور اگر جنایت عمداً ہے تو مفلس کو اختیار ہے کہ جانی یعنی جنایت کرنے والے سے قصاص لے اور اگر جنایت کرنیوالا دیت دیتا ہو تو اُس مفلس پر اُسکا قبول کرنا متعین نہین ہے اِسلیے کہ وہ مال کا کمانا ہے کہ واجب نہین ہے اور اگر مفلس کے پاس کوئی گھر یا گھوڑا ہو تو اُسے کرایے کو دے اور اُس کرایے کو قرضخواہون پر بانٹ دیا کرے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ وہ گھر اور گھوڑا اُسکی ضرورت سے بڑھکر ہو اور اُسکی بیع جائز نہو جیسے وقفی ہو اِسلیے کہ اگر ایسا نہو گا تو اُسی گھر کو اور گھوڑے کو بیچکر قرضخواہون کو دیدیگا- اور یہی حکم ہے اگر مفلس کے پاس کوئی مملوک ضرورت سے بڑھکر ہو اور اُسکا بیچنا جائز نہو تو اُسے بھی اجارے دیگا گو وہ اُم ولد بھی ہو اور جبکہ ایک گواہ مفلس کے دعوی کرنے کی گواہی دیگا کہ اُسکا مال فلان شخص کے پاس ہے تو اُس صورت مین دوسرے گواہ کی جگہہ پر مفلس سے قسم لین گے اور ایک گواہ اور قسم دو گواہون کے برابر ہے پھر اگر مفلس قسم کھالے تو وہ مال قرضخواہون کے حق سے تعلق کریگا اور اُنپر بٹے گا اور اگر قسم کھانے کو نمانے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرضخواہون سے قسم لین گے اور بعضے کہتے ہین کہ قسم غیر کے حق کے ثابت کرنے کے لیے ہے اور وہ غیر مفلس ہے شرعی نہین ہے اور موجہ یہی قول ہے اور پہلے قول کے قائل کہتے ہین کہ اِس قسم سے قرضخواہون کے حق کا اثبات ہوتا ہے اور جائز ہے اور اِس مسئلے مین بڑا طول ہے بڑی بڑی کتابون سے جویا کو معلوم ہو سکتا ہے اور جبکہ مفلس مر جائیگا تو سارے میعادی دین حال ہو جائین گے یعنی ابھی ادا کرنے کے ہو جائین گے اور اگر اُس مفلس کا قرضہ کسی پر میعادی ہو گا تو وہ حال نہو گا یعنی ابھی نہ مانگا جائے گا اور ایک روایت مین آگیا ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اُسکے سب دین خواہ اُسپر کسی کے ہون خواہ اُسکے اور کسی پر

ہون حال ہوجاتے ہین اور اِس روایت کی صحت کا حکم فقہانے نہین کیاہے اور مہلت دیجائیگی کشادہ ہاتھ ہونے تک کی اور اُسپر تنگ گیری کرنا جائز نہین یا اُس سے مزدوری کروانا جائز نہین اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ اُس سے مزدوری کسی کی کروائین گے اور کام لین گے اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اس روایت پر عمل نہین کیا گیاہے اور متروک ہے۔

کلام مفلس کے مال کی تقسیم مین ہے مستحب ہو کہ اُسکے ہر مال کو اُس بازار مین لیجائین گے کہ جس بازار مین اُسطرح کے مال کی خرید فروخت ہوتی رہتی ہے اِسلیے کہ وہان اُسطرح کے مال کے خواہان بہت ہوا کرتے ہین اور سب قرضخواہ بھی موجود ہون تاکہ اُن سب کا اطمینان رہے اور شاید کہ اُنکے ہونے سے اور اُنکی کوشش سے کچھ قیمت بڑھجائے اور اِسیطرح اُس مفلس کا موجود ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مال کے عیب صواب اور قیمت سے خوب واقف ہے اور شروع ایسے مال کے بیچنے سے کرینگے کہ جسکے ضایع ہونے اور خراب ہونے کا خطرہ ہوگا پھر گرو کو بیچین گے اِسلیے کہ اُنہین تمام تہن حقدار ہے اور جو کچھ رہن کا دین اداکرنیکے بعد بچ رہے گا وہ قرضخواہون کے مشترک مال مین شامل ہوجائیگا اور مقاد اُس منادی پر کرینگے کہ جس سے قرضخواہ اور مفلس دونون راضی ہون گے تاکہ تہمت نہو اور منادی وہ شخص ہے کہ مال کو ہاتھ مین لیکر خریدارون مین پھرائے اور پکارے کہ اس قیمت پر مول لیتے ہین جو زیادہ دے اُسے مین دونگا اور اگر قرضخواہ اور مفلس منادی کی تعیین مین آپسمین نزع کرین تو حاکم اپنی طرف سے منادی مقرر کرے اور اگر کوئی شخص بے اُجرت کے بیچنے والا پایا جائے اور بیت المال یعنی خزانہ شرع سے بھی اُسے اُجرت نہ دیجائے تو واجب ہو کہ اُجرت مفلس کے مال مین سے لیلے اِسلیے کہ اُسی پر بیع واجب ہو اور بے قیمت لیے کسی مفلس کے مال کا دینا جائز نہین مگر جب قیمت لے لین تو مال دین اور اگر آپس کی نزاع سے پہلے دام لینا اور پھر مال دینا دشوار ہو تو ساتھ ہی قیمت پر اور مال پر قبضہ کرین اور اگر مال مفلس کی تقسیم مین مصلحت مقتضی تاخیر کی ہو تو دیر کرنا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے مال کو کسی مالدار کے ذمے قرض کے طور پر کردینگے اور اگر یہ نہوسکیگا تو ضرورت سے امانت رکھدینگے اور مفلس پر رہنے کے گھر کے بیچنے کے لیے جبر نکرینگے اور اگر حاجت سے زیادہ ہوگا تو زیادتی کی مقدار بھر بیچڈالینگے اور اِسیطرح

جو لونڈی اُسکا کام کاج کرتی ہوگی اُسے بھی نہ بیچین گے اور اگر حاکم یا اُسکا امین مفلس کے مال کو بیچے اور اُسکے بعد کوئی خریدار بہم پہونچے کہ وہ اُس قیمت پر زیادہ دیتا ہو تو عقدِ بیع فسخ نہوگا اور اگر خریدار سے فسخ بیع کی درخواست کرے تو اُسپر واجب نہین ہے کہ قبول کرلے مگر قبول کرنا مستحب ہے اور مفلس کو اور اُسکے شرعی متعلقین کو روٹی کپڑا اور عادت کی ضروریات مال بٹنے کے دن تک دیے جائینگے اور مال کے بٹنے کے دن کا بھی اُسکو اور اُسکے متعلقین کو خرچ دینگے اور اگر مفلس مرجائیگا تو پہلے کفن اُسکے لیے اُسکے مال سے نکالین گے اور اسکے بعد قرضخواہون پر تقسیم کرین گے مگر اُسکے لیے کفن واجب سے زیادہ نہوگا۔ تین مسئلے پہلا مسئلہ جبکہ حاکم مال مفلس کو تقسیم کردے اور بعد اسکے کوئی اور قرضخواہ نکلے تو اُس تقسیم کو توڑ ڈالنا چاہیے اور اُس قرضخواہ کو بھی اُن قرضخواہون کا شریک کردینا چاہیے دوسرا مسئلہ جبکہ مفلس پر حال کے یعنی ابھی دینے کے دین اور موجل یعنی کسی آنے والی میعاد کے دینے کے دین ہون تو اُسکے مال کو اسوقت کے دینون پر تقسیم کرینگے اور میعادی دینون پر تقسیم نکرینگے تیسرا مسئلہ جبکہ مفلس کا غلام کسی پر کوئی جنایت کرے تو وہ شخص مستحق ہے کہ اُس غلام کو جنایت کے بدلے مین لیلے اور اگر اُسکا آقا کہ مفلس ہے دیت دیکر چھڑانے کا ارادہ کرے تو قرضخواہون کو اُسکا مانع آنا پہونچتا ہے **ملحقات** مین سے مفلس کی قید مین کلام ہے دین کے ادا پر غیر قادر دیندار کا محتاجی ظاہر ہوجانے پر قید کرنا جائز نہین اور عسرت اور محتاجی قرضخواہون کے اقرار سے یا دو عادل گواہون سے ثابت ہوتی ہے پھر اگر اسمین اختلاف کرین اور مفلس کوئی ظاہر مال رکھتا ہو تو حاکم اُسکے حوالے کردینے کا اُسے حکم کرے گا اور اسکے دیدینے پر راضی نہو تو حاکم اختیار ہے کہ اُسے یہانتک قید رکھے کہ وہ اُس مال کو قرضخواہون کو دینے پر راضی ہوجائے یا اُسی مال کو حاکم بیچڈالے اور قرضخواہون کو رسدی حصہ دیدے اور اگر اُس مفلس کا کوئی ظاہری مال نہو اور دعویٰ اپنی محتاجی کا کرتا ہو پھر اگر ثبوت رکھتا ہو تو اسکے محتاج ہونیکا حاکم حکم کردیگا اور اگر اُس مفلس کے پاس ثبوت نہو اور اصل مین اُسکے پاس کچھ مال تھا اور اُسکے ضایع ہوجانے کا دعویٰ کرے یا اصل دعویٰ اُسی مال کا اسطور سے ہو کہ قرضخواہ نے وہی مال اُسکے ہاتھ بیچا ہو اور اُسکی قیمت مانگتا ہو اور کچھ قرض دیا ہو اور اُسکے ادا کا خواستگار ہو اور وہ محتاج ہونے کا دعوے کرے تو اُسے جبتک اُسکی محتاجی ثابت نہوگی قید رکھین گے اور جب مال کے ضایع ہوجانے کا ثبوت

دیدیگا تو اُسکے موافق حکم کرینگے اور قسم کی تکلیف اُسے نہ دینگے اِسلیے کہ ضایع جانا مال کا گواہون سے ثابت ہوچکا اور اِس بات سے تقاضا اور اُسکی محتاجی ثبوت کو پہونچ جاتی ہے گو گواہ اُسکے باطنی احوال کو نجانتے ہون اور اُنھون نے اُسکی طولانی مصاحبت نہ کی ہو اور اگر گواہ اُسکے مطلق محتاج ہونیکی گواہی دین اور اُسکے مال کے ضایع ہونے کا ذکر کرین تو اِس گواہی کو قبول نہ کرینگے اِسلیے کہ یہ گواہی مالکی پر ہے اور نفی پر گواہی مقبول نہین ہے مگر یہ گواہی جب مقبول کرینگے کہ گواہ اُسکے باطنی اور ظاہر احوال اور تکرار صحبت سے واقف ہون کہ اِس صورت مین محتاج ہونے کے ثبوت پر گواہی ہے اور اِس گواہی کو قبول کرتے ہین اور اگر گواہ باطنی امرون سے واقف ہون تو احتمال ہے کہ اُسکے پاس کچھ چھپا ہوا مال ہو اور مال کا ہونا گواہون کو معلوم ہو تو اِس صورتین قرضخواہون کو مفلس سے مال نہونے پر قسم لینا پہونچتا ہے تاکہ چھپے ہوے مال کے ہونے کا احتمال جاتا رہے اور اگر یہ معلوم نہو کہ مفلس کے پاس اصل مین کچھ مال تھا اور قرضخواہ بھی مال ہونے کا دعوے نکرتے ہون بلکہ اپنے اپنے قرضون کے تقاضے کرتے ہون اور مفلس اپنے محتاج ہونے کا دعوی کرتا ہو تو اُس سے ثبوت نہ مانگین گے اور قرضخواہون کو اُس سے قسم لینا پہونچتا ہے اور جب مفلس کے مال کی تقسیم کا حکم قرضخواہون پر حاکم دیدے تو واجب ہے کہ مفلس کو قید سے رہا کردے آیا قرضخواہون کو اُس مال کے دیدینے سے تصرف کی ممانعت ایسے مال سے جو مفلس کو بہم پہونچے جاتی رہے گی یا حاکم کے حکم پر موقوف ہے اولی یہی ہے کہ قرضخواہون کو وہ مال دیدینے سے تصرف کی ممانعت جاتی رہے گی اِسلیے کہ ممانعت کا سبب قرضخواہ ہین اور اُنپر اُس مال کی قیمت کا مطالبہ اور سبب کا جاتا رہنا سبب یعنی جو اُس سبب سے پایا گیا ہے اُسکے جاتے رہنے کو مستلزم ہے

کتاب حجر

یہ کتاب حجر کے حکمون کے بیان مین ہے اور حجر لغت مین منع یعنی روکنے کے معنون مین ہے اور شرعی محجور وہ ہے جسے حاکم اُسکے مال مین تصرف سے روکدے اور اِس باب مین کلام دو فصلون کا محتاج ہے۔

پہلی فصل منع یعنی روکنے کے باعث اور سبب کے بیان مین ہے اور اِس روکنے کا سبب

چھ چیزیں ہیں پہلی چیز بالغ ہونا دوسری چیز دیوانہ ہونا تیسری چیز بندہ مملوک ہونا چوتھی چیز بیمار ہونا پانچویں چیز مفلس ہونا چھٹی چیز احمق ہونا۔ بس نابالغ کم سن اپنے مال میں تصرف کرنے سے دو صفتوں کے حاصل ہونے تک ممنوع رہیگا اور وہ دونوں صفتیں ایک بلوغ دوسری رشد ہیں اور بالغ ہونا پیڑو پر کڑے بالوں کے اُگنے سے معلوم ہوتا ہے خواہ مسلمان ہو خواہ کافر اور لڑکے کے عادی والے مقام سے منی کا نکلنا ہے جس طرح سے کہ نکلے خواہ سوتے ہیں خواہ جاگتے ہیں اور ان دونوں علامتوں میں مرد اور عورت مشترک ہیں اور بلوغ سن سے بھی معلوم ہو جاتا ہے اور وہ لڑکے میں پندرہ برس کی عمر کو پہونچنا ہے یعنی قمری پندرہ برس پورے بھر لینا ہے اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب لڑکا دس برس کا ہو اور رشد معاملات میں رکھتا ہو یا اُسکا قد پانچ بالشت ہو تو اُسے اپنے مال میں وصیت کرنا جائز ہے اور اگر کسی کو عمداً مار ڈالیگا تو اُس سے قصاص لیں گے اور اگر شرعی حد کے قابل کوئی کام کریگا تو اُسپر حد جاری کرینگے اور لڑکی میں پورے قمری نو برس بھر لینا ہے اور حاملہ ہونا اور حیض آنا بلوغ کی علامت نہیں بلکہ ان باتوں کو بلوغ کے پہلے ہو جانے پر دلالت ہے تفریع مشکل خنثی کی منی دونوں مقاموں سے نکلیگی تب اُسکے بالغ ہونے کا حکم کرینگے اور اگر ایک شرمگاہ سے نکلے گی تو اُسکے بالغ ہونے کا حکم نکرینگے اور اگر عورت کی طرح کی شرمگاہ سے خون حیض آئے گا اور مرد والی شرمگاہ سے منی نکلے گی تو بھی اُسکے بالغ ہونے کا حکم کر دیں گے دوسری رشد کی صفت وہ ہے کہ جس سے عقلی وجہ کی رو سے اپنے مال کا مصلح ہو اور آیا رفع حجر یعنی روک اُٹھ جانے میں اور مال میں تصرف کرنے کی اجازت میں عادل ہونا بھی معتبر ہے یا نہیں اسمیں تردد ہے اور جبتک لڑکے میں یہ دونوں صفتیں حاصل نہونگی اُسوقت تک حجر یعنی اُسکے مال پر سے تصرف کی روک نجائے گی گو اُسکا سن بڑھجائے اور لڑکے کا رشد حال کے مناسب معاملوں میں امتحان کرنے سے معلوم ہوتا ہے تاکہ اُس لڑکے کی خرید فروخت میں دانائی اور دھوکا کھانے سے بچے رہنا معلوم ہو جائے اور یونہیں لڑکے کا بھی امتحان کرتے ہیں اور لڑکے کا رشد یہ ہے کہ اپنے کو فضول خرچی سے بچائے رکھے اور کاتنے میں اور کپڑا بننے میں اگر انمیں سے اور مثل انھیں کے اور صنعتوں میں اپنے مناسب کاموں کی خواہش اور انمیں اہتمام کرتی ہو اور مردوں میں رشد مردوں کی گواہی سے اور عورتوں میں عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے سفیہ یعنی احمق وہ شخص ہے جو اپنا مال

غیر صحیح غرضون مین صرف کرے بس اگر سفیہ ہونے کے حال مین کچھ بیچے تو وہ بیع جاری نہوگی اور یہی حکم ہے اگر کسی کو کچھ دیڈالے یا کسی قرضے وغیرہ کا اقرار کرلے اور اگر اپنی عورت کو طلاق دے یا ظہار کرے سطرح پر کہ بحث ظہار مین مذکور ہے یا خلع لے یا نسب کا اقرار کرے تو یہ سب امر صحیح ہونگے اسلیے کہ اُسکے منع کا باعث تلف ہونے سے اُسکی نگاہبانی ہے اور جو مال کہ خلع مین عورت سے اُسے ملے تو وہ اُسکے سپرد کردینا جائز نہین بلکہ اُسے حاکم شرع کے سپرد کردینگے اور اگر سفیہ کسی دوسرے شخص کو کسی مال کے بیچنے مین یا دیڈالنے مین وکیل کرے تو جائز ہے اسلیے کہ سفاہت تصرف کی مطلق لیاقت کے سلب کی موجب نہین ہے بلکہ مال ہی مین منحصر ہے اور بیع اور ہبہ کے عقد کا دوسرے کی وکالت سے واقع کرنا مال مین کا تصرف نہین ہے اور اگر اُسے معین مال پر کسی مخصوص عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے تو صحیح ہے اور اسیطرح پر اگر اُسے ولی مال معین کی معین قیمت سے خرید فروخت کی اجازت دے تو بھی صحیح ہے اسلیے کہ اسصورت مین فریب کھانے سے بچتی ہے اور مملوک یعنی بندہ بھی ہر طرح تصرف سے بے آقا کی اجازت کے ممنوع ہے اور مریض یعنی بیمار تہائی مال سے بڑھکر وصیت کرنے سے اجماع کے روسے ممنوع ہے جبتک کہ اُسکے وارث اجازت دین اور امامیہ مذہب مین اختلاف اِس بات مین ہے کہ مرض موت مین جو کوئی کسیکو اپنے سامنے اتنا مال دیڈالے اور بخشدے کہ وہ تہائی سے بڑھکر ہو تو بعضے کہتے ہین کہ یہ جائز ہے اور بعضون نے منع کیا ہے اور منع بہتر ہے۔

دوسری فصل حجر کے حکمون مین ہے اور اُسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ بیجا تصرف سے مفلس کا روکنا فقط حاکم شرع کے حکم سے ثابت ہوگا اور آیا سفیہ مین اُسکی سفاہت کے ظاہر ہوتے ہی بے حاکم کے حکم کے ثابت ہوگا اِسمین تردد ہے اور وجہی یہ کہ ثابت نہوگا دوسرا مسئلہ جس کسی پر حکم حاکم سے حجر ہوا ہو اور حجر کے بعد کوئی اُسکے ہاتھ کوئی چیز بیچے تو یہ بیع باطل ہے پھر اگر وہ مبیع باقی ہوگا تو بایع پھیر لیگا اور اگر محجور علیہ کے قبضے مین وہ ضایع ہوگیا ہوگا تو نقصان مالک کو پہونچیگا گو اِس حجر کے بعد وہ خریدار سے رفع ہو جائے اور اگر محجور علیہ کے پاس کوئی کچھ امانت رکھے اور اُسکے پاس وہ امانت ضایع ہو جائے تو اُسکے تاوان بھرنے کے ذمہ دار نہونے مین تردد ہے اور دلیل اِسی پر ہی کہ وہ اُسکا بھی ذمہ دار نہین مترجم کہتے ہین کہ بیچنے والا یا امانت رکھنے والا حجر ہونے کو

جانتا ہو اور محجور علیہ اسے ضایع کرڈالے تو اُس مایع یا امانت رکھنے والے نے دیدہ و دانستہ اپنے
مال کو ضایع کیا ہے اور اگر محجور علیہ کا حال نجانتا ہو تو بھی وہ مصنف کے قول پر ذمہ دار نہین اسلیے کہ مالک
نے اپنے مال مین بے پروائی کی ہے کہ اُسنے خود اخرید اریا مودع کا بے حال دریافت کیے یہ معاملہ
کیا ہے پھر ان لوگون نے اپنے مال کو آپ ہی ضایع کیا ہے تیسرا مسئلہ اگر حجر اُٹھ جائے اور اسکے
بعد پھر مال مین فضولخرچی وغیرہ کرے تو پھر اُسپر حجر کرینگے اور اگر پھر اپنے حال پر آئے اور فضولخرچی
نکرے تو حجر بھی زائل کر دینگے اور اسیطرحپر پھر اگر فضولخرچی کرنے لگے گا تو پھر اُسپر حجر ہوگا پھر جب
فضولخرچی چھوڑ دیگا تو حجر اُسپر سے اُٹھا دیا جائے گا اور اسیطرحپر حجر ہوتا اور اُٹھتا رہیگا چوتھا مسئلہ
دیوانے اور لڑکے کے مال مین ولی اسکا باپ اور دادا ہوتا ہے اور اگر یہ دونون نہون تو اُنکے
وصی اُنکے ولی ہوتے ہین اور اگر وصی بھی نہو تو حاکم شرع ان کا وصی ہے مگر سفیہ اور مفلس کی
ولایت حاکم شرع سے مخصوص ہے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ فقہا کہتے ہین
کہ جب سفیہ سفاہت کے حال مین بالغ ہو تو اُسکے مال کی ولایت اُس کے باپ دادے اور
اُسکے وصی سے اور حاکم شرع سے ترتیب کے ساتھ یعنی ہر پہلے کے نہونے پر بعد والے سے تعلق رکھتی
ہے اور اگر بلوغ اور رشد کے بعد سفیہ ہو جائے تو اُسکے مال کی ولایت حاکم شرع کو ہے نہ باپ کو
نہ دادے کو اور نہ اُنکے وصی کو ولایت پہونچے گی پانچوان مسئلہ جب سفیہ واجب حج کا احرام باندھے
تو حج کے فریضے کی ادا مین جس خرچ کی اُسے ضرورت ہوگی اُس سے اُسے نہ روکین گے پھر اگر سنتی
حج کی نیت سے احرام باندھے تو اگر اُسکا خرچ سفر اور حضر مین برابر ہوگا تو بھی اُسے سنتی حج کے مصارف
سے منع نکرینگے اور یہی حکم ہے کہ اگر اُسے ممکن ہو کہ اپنے سفر کی ضروریات کے لیے کچھ کمالے تو بھی
نروکین گے اور اگر اسطرحپر نہو اور سنتی حج کا احرام باندھے تو اُسکا ولی اُسے محل کر دیگا اور احرام
کھلوا دیگا چھٹا مسئلہ جب سفیہ قسم کھالے کہ فلان کام مین کرونگا یا نکرونگا تو وہ قسم منعقد ہوجائیگی
اور اگر قسم کے موافق عمل مین نہ لائیگا تو قسم کے خلاف کرنے کا کفارہ اُسپر واجب ہوگا کہ روزہ
رکھنے سے دے نہ بندہ آزاد کرنیسے اور نہ دس محتاج کھلانے سے کفارہ کرے ساتوان مسئلہ اگر اُسکے
واسطے قصاص واجب ہو اسطرحپر کہ دوسرے سے اُسکا قصاص لینا واجب ہو تو سفیہ کو اس قصاص کا
معاف کر دینا جائز ہے اور اگر کسی پر اُسکی دیت کا حق ہو تو اُس دیت کے حق کا بخشدینا سفیہ کو

جائز نہین آٹھوان مسئلہ نابالغ کے بلوغ کی پہلے آزمایش کیجائے کہ بالغ ہوا ہے یا نہین اور آیا نابالغ کی خرید فروخت صحیح ہے یا نہین اشبہ یہی ہے کہ خرید فروخت نابالغ کی صحیح نہین —

کتاب ضمان

اِس کتاب مین ضامن ہونے کا بیان ہے کسی مال کی ادا کے لیے یا کسی شخص کے حاضر کرنے کے لیے ذمہ دار ہونے کا ضمان ایک شرعی عقد ہے اور جو شخص کسی کے مال کی ادا کا ضامن ہوتا ہے کبھی مضمون عنہ یعنی جسکا وہ ضامن ہوا ہے اُسکا کچھ مال اُس ضامن کے پاس ہوتا ہے اور کبھی نہین ہوتا ہے پس بیان تینون قسمین ضامنون کی بیان ہونگی پہلی قسم مال کے ایسے ضامن مین ہے کہ جسکا یہ ضامن ہوا ہے اُسکا کچھ مال اسپر نہین آتا ہے اور اِس قسم کے ضامن کو مطلق ضامن کہتے ہین اور اسمین تین بحثین ہین پہلی بحث ضامن مین ہے ضامن مین ضرور ہے کہ مکلف ہو یعنی بالغ عاقل ہو اور ضرور ہی کہ اُسکا تصرف جائز ہو یعنی اُنمین کا نہو کہ جسپر حجر ہوا ہے پس لڑکے کا ضامن ہونا اور نہ دیوانے کا ضامن ہونا صحیح ہی اور نہ مملوک کا ضامن ہونا بے آقا کی اجازت صحیح ہے اور اگر آقا کی اجازت سے ضامن ہو تو وہ مال اُسی مملوک کے ذمے رہیگا کہ جب آزاد ہو جائے گا ادا کر دیگا اور مملوک کی کمائی سے تعلق نہ رکھیگا مگر جبکہ اُسکے آقا سے شرط ہو جائے کہ اسکی کمائی سے ادا ہو گا اور یونہین جائز ہے کہ اگر شرط کرلے ضامن کہ ادا اپنے ذمے اپنے مالون مین سے کسی معین مال پر کرلے اور مضمون لہ یعنی جسکے حق کے واسطے ضامن ہوا ہے اُسکے حق کا تعلق اُس معین مال سے ہو جائے گا اور ضمانت مین شرط نہین ہے کہ ضامن مضمون لہ کو جانتا ہو یعنے اُسکے نسبی و رزقی حال پر محیط ہو بلکہ اگر اسطرح کی معرفت بھی اُنمین آپسمین نہو تو بھی ایک کو دوسرے کا ضامن ہو جانا درست ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ شناسائی شرط ہے اور پہلا قول اشبہ ہے مگر اتنا چاہیے کہ مضمون عنہ یعنی جسکا ضامن ہوتا ہے وہ ضامن کے نزدیک اِطرح پر ہو کہ اُسکی طرف سے ضامن ہونے کا قصد صحیح ہو اور مجہول مطلق یعنی ہر طرح سے نامعلوم نہ رہے اور مضمون لہ یعنی جسکے حق کی ادا کا ذمہ دار ہوتا ہے اُسکی رضامندی شرط ہے اور مضمون عنہ یعنی جسکا ضامن ہوتا ہے اُسکی رضامندی شرط نہین کہ ضمانت دین کے ادا کرنے کے منزلے بیع اور یہ دیندار کے

راضی ہونے پر موقوف نہین اور اگر ضامن ہونے کے بعد دیندار اُسکے ضامن ہونے پر راضی نہو تو صحیح قول پر اُسکی ضمانت باطل نہوگی اسلیے کہ جب دیندار کی رضامندی ابتدا مین شرط نتھی تو ضمانت کی استدامت مین کیونکر شرط ہوگی اور جب ضمانت متحقق ہوجاتی ہے تو دیندار کے ذمّے سے ضامن کے ذمّے دین منتقل ہوجاتا ہے اور دیندار بری الذمہ ہوجاتا ہے اور دین کا مطالبہ اُسکے ذمّے سے ساقط ہوجاتا ہے اور اگر صاحب حق یعنی جسکے حق کا ضامن ہوا ہے وہ دیندار کو بری الذمہ کردے تو بھی ہمارے فقہا کے قول کے موافق ضامن بری الذمہ نہوگا مترجم کہتے ہین کہ امامیہ علما کے نزدیک ضامن ضمن سے مشتق ہے اسلیے کہ اُس سے دین کا انتقال دوسرے کے ذمّے کے ضمن مین ہوجاتا ہے اور مضمون عنہ یعنی دیندار ضمانت کے ہونے پر دین سے بری الذمہ ہوجاتا ہے اور نون ضمان اور ضمانت مین اصلی ہے اور اہل سنت کے اکثر فقہا کہتے ہین کہ ضم سے مشتق ہے اسلیے کہ اسکے سبب سے ایک کے ذمّے کا ضم دوسرے کے ذمّے ہوتا ہے اور قرضخواہون کا مطالبہ ضامن اور مضمون عنہ ہر ایک سے پہونچتا ہے یہان الف اور نون زائد ہین اور فریقین کی دلیلون کا ذکر اس مختصر مین گنجایش نہین رکھتا ہے اور ضامن مین مالدار ہونا شرط ہے یا مضمون لہ یعنی صاحب حق اُسکی محتاجی سے وقفیت رکھتا ہو اور اگر کوئی شخص ضامن ہوا اور بعد اسکے اُسکی محتاجی معلوم ہوجائے تو مضمون لہ کو پہونچتا ہے کہ اُسکی ضمانت کو فسخ کرڈالے اور اصل دیندار سے اپنے حق کا مطالبہ کرے اور معین وعدے پر ضمانت کرنا اجماع سے جائز ہے اور میعادی دین اِس وقت ادا کرنے پر ضمانت مین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ جائز ہے اور اگر دین اسوقت کی ادا کا ہو اُسمین کسی معین میعاد کے گزرنے کے وعدے پر ضامن ہونا جائز ہے تو اِس صورت مین اصل دیندار سے بھی اور ضامن سے بھی مطالبہ نہین کرسکتا ہے مگر جب مدّت وعدے کی گزرجائے گی تو ضامن سے بھر لیگا اور اگر ضامن مرجائے گا تو میعادی ضمانت حال یعنی ابھی کی ہوجائیگی اِس معنی سے کہ اُسکے ترکے سے ابھی ادا لازم ہے اور اگر دیندار پر دین دو مہینے کے وعدے سے ہو اور ضامن اپنے ذمّے میعاد مذکور سے زیادہ کے وعدے پر لیلے تو بھی جائز ہے اور جو کچھ ضامن دیندار کی طرف سے ادا کریگا اُسے دیندار سے مانگنا اِس شرط سے پہونچتا ہے کہ اُسکی اجازت سے ضامن ہوا ہو گو بے اجازت ادا کیا ہو

اور اگر دیندار کی بے اجازت ضامن ہوا ہو گا تو ادا کیے ہوئے کا مطالبہ اُس دیندار سے اُسے نہین پہونچتا ہے گو دیندار کی اجازت سے بھی ادا کرے اور ضمانت ایسی ضمانت کے خط لکھنے سے بھی منعقد ہو جاتی ہے کہ وہ ضمانت پر دلالت کرتا ہو اُس صورت سے کہ اُس تحریر مین کوئی ایسا قرینہ ہو جو عقد ضمانت کے قصد پر دلالت کرتا ہو اور اگر قرینہ نہو گا تو ضمانت منعقد نہو گی مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے اور صاحب مسالک نے تصریح فرما دی ہے کہ محض لکھنے سے ضمانت منعقد نہین ہوتی ہے مگر جب کہ بولنے سے عاجز ہو مثل گونگے کے اور قرینہ ضمانت کے قصد پر ہو دوسری بحث مضمون حق مین ہے اور حق مضمون وہ مال ہے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہو خواہ وہ حق مستقر ہو جیسے مبیع کی قیمت کا مبیع پر قبضے کے بعد فسخ کے زمانے کے گزر جانے پر بایع کے حق کا ضامن ہو یا ایسے حق کا ضامن ہو جو معرض بطلان مین ہو جیسے مبیع کی قیمت کا ضامن فسخ مبیع کے خیار کے زمانے مین قیمت پر قبضے کے بعد بایع کی طرف سے خریدار کے حق کا ضامن ہو گا اگر مبیع دوسرے کا مال نکلے گا یا عیب دار ہو گا تو خریدار کو بایع کی طرف سے قیمت یا تفاوت قیمت دیدیگا اور اگر بایع کیطرف سے دام لینے سے پہلے ضامن ہو گا تو صحیح نہین اِسلیے کہ بایع کے ذمے مبیع کا ادا کرنا قیمت کے لینے سے پہلے لازم نہین ہے اور ضمانت اُس چیز کی لازم آتی ہے جو خود لازم نہین اور اِسیطرح صحیح نہین اُس چیز کی جو مضمون عنہ پر ابھی لازم نہین ہے مثل مزدوری کے مالکی ضمانت کے اُس کام سے پہلے کہ جسے مقرر اور مشروط اُس سے کیا ہے اور مثل گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کی شرط کے مالون کے سبق وغیرہ سے پہلے ضامن ہونا درست نہین اِسلیے کہ یہ مال ان امرون کے بے تحقق لازم نہونگے اور اِسمین تردد ہے اور فقہا نے مال کتابت کی ضمانت کے جواز مین اختلاف کیا ہے اور مال کتابت سے یہان اُجرت کتابت مراد ہے جو مکاتب مشروط پہ مقرر ہوئی ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِسطرح کی ضمانت جائز نہین اِسلیے کہ وہ مال غلام کے ذمے پر ابھی لازم نہین اور یہ ظاہر ہے اور لازم ہونے پر بھی راجح نہین ہوتا ہے اِسلیے کہ اگر بندہ اُس مال کے ادا کرنے سے عاجز ہو تو مالک کو فسخ مین اختیار ہے اور بندے کو بھی اُسکے فسخ کا اختیار ہے اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اگر اِس ضمانت کا جائز ہونا کہا جاتا تو بہتر ہوتا اِسلیے کہ مال کتابت کی ادا عقد کتابت پر لازم ہو جاتی ہے اور یہ خیار فسخ کی منافی نہین جیسے قیمت مبیع کی ضمانت فسخ کے خیار مین زمانے مین ہے اور یہ مثل اِس کے ہے

کہ کوئی شخص کسی مال کا مال کتابت کے سوا بندے کی طرف سے ضامن ہو مترجم کہتے ہین کہ بندہ اگر مکاتب مطلق ہو تو اُسکے ذمے کے مال کی ضمانت صحیح ہے اور مطلق مکاتب وہ ہے کہ جسکے آقا نے کچھ مال مقرر کر دیا ہو کہ اگر بندہ کما کر اتنا مال بھر دیگا تو آزاد ہو جائے گا اور یہ شرط نہ کی ہو کہ پورے ادا کرنے سے آزادی متعلق ہو گی تو ایسا بندہ جسقدر مال کتابت پہونچاتا جائے گا اُتنا آزاد ہوتا جائے گا اور جو اسکا ضامن ہو گا اُسکی ضمانت صحیح ہو گی اِسلیے کہ ضمانت ادا کا حکم رکھتی ہے اور ضمانت کے ہوتے ہی یہ بندہ آزاد ہو جائے گا اور مال کتابت مطلق ضامن کے ذمے جا رہیگا اسلیے کہ اگلے مسئلے مین کہدیا گیا ہے کہ کتابت مشروط والا مراد ہے نہ مطلق والا اور صحیح ہے کہ کوئی شخص کسی کی جورو کے نفقے یعنی روٹی کپڑے کا ضامن ہو کہ وہ نفقہ اُس شخص کے ذمے پر ہو گو گزرے زمانے کا نفقہ ہو یا حال کا ہو اِسلیے کہ وہ اُس شخص کے ذمے مستقر ہو چکا ہے اور آیندہ کے روٹی کپڑے کا ضامن نہین ہو سکتا ہے اِسلیے کہ وہ ابھی اُسکے ذمے پر نہین ہے اور مضمون چیزون کے ضامن ہونے مین تردد ہے جیسے مغصوب کپڑا ہے کہ کسی نے کسی سے غصب کر لیا ہو یا فاسد بیع سے تصرف اُسپر کیا ہو اور دوسرا شخص اُسے مالک تک پہونچا دینے کا ضامن ہو اور اشبہ یہی ہے کہ جائز ہے اور اگر کوئی شخص کسی چیز کا ضامن ہو جو کسی پاس ہو مثل مال امانت اور مال مضاربت کے تو یہ ضمانت صحیح نہین اِسلیے کہ یہ مال اصل مین مضمون نہین پھر ضامن کے ذمے کیونکر جائے گا اور اگر کوئی شخص کسی دین کا ضامن ہو اور دوسرا اُس ضامن کا ضامن ہو اور یونہین اور شخص دوسرے ضامن کا ضامن ہو اور اِسی قیاس پر تو بھی جائز ہے اور ضمانت مین ضامن کا دین کی مقدار سے واقف ہونا شرط نہین ہے پھر اگر کوئی شخص کسی کا ضامن ہو کہ جو کچھ اسکے ذمے ہے دیدونگا تو قول اشبہ پر جائز ہے اور اِسصورت مین ضامن پر اتنا لازم ہو گا جسقدر مدعی گواہون سے مضمون عنہ پر ثابت کریگا کہ ضمانت کے وقت اتنا تھا نہ وہ جو تمسک مین لکھا ہو گا اور نہ وہ جسکا دیندار اقرار کریگا اور نہ وہ جسپر مضمون لہ یعنی صاحب حق رد قسم قسم کھائیگا اور گر اُس مال کا ضامن ہو کہ جسپر گواہی دیجائے گی تو صحیح نہین اسلیے کہ یہ معلوم نہین کہ ضمانت کے وقت وہ مال مضمون علیہ یعنی دیندار کے ذمے پر تھا تیسری بحث ضمانت کے لواحق مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی خریدار کے واسطے مال کی قیمت

ادا کرنے کا بایع کی طرف سے ضامن ہو تو اُسے لازم ہے کہ قیمت کا تاوان بھر دے جب ظاہر ہو جائے کہ یہ بیع شروع سے فاسد ہوئی ہے اور اگر شروع مین فاسد نہ ہوا ور صحیح ہوا ور بعد مین فسخ کر ڈالا ہو یا خریدار کے قبضے سے پہلے مبیع ضایع ہو گیا ہو تو ضامن پر قیمت کی ادا لازم نہین بلکہ بایع سے لینا چاہیے اور یہی حکم ہے اگر خریدار اگلے عیب کے مبیع مین نکلنے سے بیع کو فسخ کر ڈالے یعنی ضامن قیمت نہ دیگا بلکہ بایع سے مطالبہ کریگا ہان اگر عیب نکلنے سے تفاوت قیمت کا مطالبہ ہو تو ضامن سے لیگا اِسلیے کہ عقد بیع کے وقت خریدار تفاوت قیمت کا مستحق ہے اور وہ ضامن کے عہدے پر ہے اور اس مسئلے مین تردد ہے مترجم کہتے ہین کہ بیع کے فساد کی صورتین ضامن کے عہدے پر قیمت کا ادا کر دینا ہے اِسلیے کہ عقد بیع کے وقت قیمت کی ادا کا شغل بایع کے ذمے پر تھا بس اِسکا مطالبہ ضامن سے ہوتا ہے برخلاف اِسکے کہ جب مبیع قبضے سے پہلے ضایع ہو جائے کہ اصل بیع ہی متحقق نہین ہوتی ہے اور اِسیطرح اگر خریدار اگلا عیب نکل آنے سے بیع کو فسخ کر ڈالیگا تو اِس صورت مین بیع کے فسخ کے بعد مطالبے کا استحقاق خریدار کو حاصل ہوتا ہے اور بیع کے وقت یہ استحقاق نتھا اور اس سے ضمانت متعلق نہین ہوئی ہے **دوسرا مسئلہ** جب ظاہر ہو جائے کہ مبیع دوسرے کا مال تھا تو خریدار ضامن سے قیمت بھر لیگا اور اگر ایک ٹکڑا اُس مبیع کا دوسرے کا مال ہو اور ایک ٹکڑا بایع کا مال ہو تو دوسرے کے مال کے حصے بھر کے دام ضامن سے خریدار لے لیگا اور بایع کے مال والے حصے مین اختیار ہے چاہے بیع کو جاری رکھے اور اگر اُس حصے مین فسخ کریگا تو اُس حصے کے دام خاص بایع سے لیگا **تیسرا مسئلہ** جب کوئی زمین کے بایع کی طرف سے ضامن ہو خریدار کے لیے کہ اگر اُس زمین مین کوئی عمارت یا درخت لگائے اور وہ زمین دوسرے کا مال ظاہر ہو تو وہ اُس عمارت کو کھود ڈالے اور درخت کٹوا ڈالے تو اِسکی قیمت کے تفاوت کو پھیر دیگا یہ ضمانت صحیح نہین اِسلیے کہ یہ اُس چیز کی ضمانت ہے جو بیع کے وقت لازم نہ تھی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہی حکم ہے اگر بایع کیطرف سے اِسیطرحکا ضامن ہو اِسی دلیل سے اور موجہ یہی ہے کہ بایع کی اسطرح کی ضمانت جائز ہے اِسلیے کہ یہ ضمانت عقد بیع کی ذات سے ثابت ہے گو درختون اور عمارت کے تاوان کا ضامن نہو سکے اور اگر مبیع مین خریدار کوئی عمارت بنائے یا درخت بٹھائے اور دوسرے وقت مین زمین دوسرے کا مال نکل آئے

اور وہ اُس عمارت کو کھودڈالے اور درختوں کو کٹوا ڈالے تو بھی بایع سے تفاوت بے عمارت والی زمین اور عمارت والیکا اور درختوں والی اور بید رختوں والی زمین کا خریدار لیگا اور یہ بایع کے ذمے واجب ہے اسلیے کہ وہی بایع خریدار کے اس نقصان کا باعث ہوا ہے پھر اگر کوئی بایع کا ضامن بھی ہوگا تو بھی اُسی ذمہ داری کی تاکید ہو گی اور یہ صحیح ہے **چوتھا مسئلہ** جب کسی شخص کا دین دو شخصوں پر ہو اور ہر ایک اُنمین سے ایک دوسرے کا ضامن ہو تو ہر ایک کا دین ضامن کے ذمے منتقل ہو جائیگا اور اگر اُن دومین کا اپنی کی ہوئی ضمانت کے دین کو ادا کریگا تو وہ بری الذمہ ہو جائیگا اور جو ادا نکریگا اُسکے ذمے باقی رہیگا اور اگر قرضخواہ ایک کو بری کر دیگا تو دوسرا دونوں کا قرضدار رہیگا جبتک ادا نکریگا **پانچوان مسئلہ** جب قرضخواہ ضامن سے دین سے کچھ کم پر راضی ہو جائے یا کچھ دین کو چھوڑ دے تو ضامن مضمون عنہ سے اُتنا ہی لیگا جتنا اُسنے قرضخواہ کو دیا ہے اور اگر ضامن نے دین کے بدلے کوئی چیز دی ہو تو مضمون عنہ سے دین اور چیز کی قیمت دونوں مین جو کم ہے وہ لے گا یعنی اگر دین چیز کی قیمت سے کم ہے تو دین کی مقدار بھر لیگا اور اگر دین چیز کی قیمت سے زیادہ ہے تو چیز کی قیمت لیگا مقدار دین کی نہ لےسکیگا مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک فرماتے ہین کہ اگر سارے مال کو مضمون لہ یعنی صاحب حق کے قبضے مین دیدے اور بعد اسکے وہی مضمون لہ کچھ اُسمین سے یا سب ضامن کو بخشدے تو اِس صورت مین ضامن مضمون عنہ یعنی دیندار سے کہ جسکا ضامن ہوا ہے پورا پورا مطالبہ کرسکتا ہے اِسلیے کہ اُسنے سارے دین کو ادا کر دیا ہے **چھٹا مسئلہ** جب کوئی شخص کسی دیندار کا ایک اشرفی کا ضامن اُسکی اجازت سے ہو اور وہ مضمون عنہ یعنی دیندار اُس اشرفی کو ضامن کو دیدے تو اُسنے اپنے ذمے کے دین کو ادا کر دیا اور اگر ضامن کہے کہ مضمون لہ یعنی قرضخواہ کو دے اور وہ قرضخواہ کو دیدے تو اِس صورت مین وہ اور ضامن دونوں بری الذمہ ہو جائین گے اور اگر اُس اشرفی کو مضمون عنہ مضمون لہ کو ضامن کی بے اجازت دیدیگا تو اِس صورت مین بھی وہ دونوں کے دونوں شخص بری الذمہ ہو جائین گے **ساتوان مسئلہ** جب کوئی شخص مضمون عنہ کی اجازت سے ضامن ہو اور اُسکے بعد ضمانت والے حق کو مضمون لہ ہو پہنچادے اور دوسرے وقت مین مضمون لہ اُسکے وصول کا منکر ہو جائے تو اِس صورت مین قبول کے قابل منکر قول قسم کیساتھ ہے یعنی ضامن سے ثبوت طلب کریگے

اگر وہ ثبوت دینے سے عاجز آئے گا تو مضمون لہ سے قسم لین گے اور ضامن سے دلوادین گے اور اگر مضمون عنہ یعنی دیندار ضامن کے ادا کرنیکی گواہی دیگا تو اُسے قبول کرینگے اگر متہم نہو یعنی اِس گواہی دینے کا فائدہ اُسی کی ذات کی طرف عائد نہو اور یہ بات دین کے مضمون عنہ سے ضامن کیطرف منتقل ہو جانے سے ہے اِسلیے کہ اِس صورت مین مضمون عنہ بری الذمہ ہو جاتا ہے اور اُسکی گواہی ضامن کے حق مین قابل سماعت ہوگی اور اگر اُسکی گواہی قبول نہو تو مضمون لہ سے قسم لیجائیگی اِس بات کی کہ ضامن نے اُسے نہین دیا ہے اور مضمون لہ کو پہونچیگا کہ ضامن سے دوبارہ لے لے اور ضامن مضمون عنہ سے اُتنا لیگا جتنا پہلے مرتبے اُسنے ادا کیا ہے اور اگر مضمون عنہ گواہی نہ دے اور ضامن کی تصدیق نہ کرے اور ضامن سے دوبارہ لیلین تو ضامن مضمون عنہ سے اُسیقدر لیگا کہ جسقدر اخیر مرتبے مین دیا ہے کہ وہ دین سے اور پہلے مرتبے سے زیادہ نہو گا اور نہین تو ضامن اُتنا لیگا کہ جو اِن دو دفعہ مین اور اصل دین سے کم دیا ہو گا اِسلیے کہ ضامن کو جو زیادہ دینا پڑا ہے وہ اُسکے اقرار سے ظلم ہے تو وہ مضمون عنہ کے ذمے نہین پڑ سکتا ہے اِسیطرح مسالک مین ہے **آٹھوان مسئلہ** جب کوئی مرض موت کا بیمار کسی شخص کا ضامن ہو تو جو کچھ اُس ضمانت کی بابت تاوان دینا پڑیگا اُسے ترکے کے ثلث یعنی تہائی سے ادا کرینگے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور ثلث ترکے پر کہنے سے مطلب یہ ہے کہ اگر تہائی مین اُسکے ادا کی پوری نہ پڑے تو باقی دو تہائیون مین سے اُسکا ادا کرنا لازم نہین **نوان مسئلہ** جبکہ دین میعادی ہو اور کوئی ضامن ہو کہ ابھی دیدیگا تو یہ ضمانت صحیح نہین اور اِسیطرح اگر دین کی ادا کا وعدہ دو مہینے پر ہو اور ضامن اپنے اوپر لیلے کہ ایک مہینے مین ادا کر دونگا تو یہ ضمانت بھی صحیح نہین اِسلیے کہ فرع کی زیادتی اصل پر لازم آتی ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے **دوسری قسم** حوالے مین ہے اور نظر عقد حوالہ مین اور اُسکی شرطون مین اور اُسکے حکمون مین ہے **پہلی نظر** عقد حوالہ وہ عقد ہے جو مال کے پھیر لیجانے کو ایک کے ذمے سے ایسے دوسرے کے ذمے پر کہ وہ بھی اُتنا ہی اپنے ذمے رکھتا ہے مشروع ہوا ہے اور حوالے مین محیل یعنی حوالے کرنیوالے کی رضامندی اور محال علیہ یعنی جسپر حوالہ کیا ہے اُسکی رضامندی اور محتال یعنی جسکے دین کا حوالہ کیا ہے اُسکی رضامندی شرط ہے اور جب حوالہ متحقق ہو جائے گا تو مال کا حوالہ محال علیہ کے ذمے پر ہو جائے گا اور محیل بری الذمہ ہو جائے گا گو محتال اُسے بری الذمہ نکرے اور یہی قول

اظہر ہے اور دین کا حوالہ کرنا ایسے شخص پر کہ جسپر اُسکا کچھ آتا نہو صحیح ہے مگر اِس صورت مین ضمانت سے زیادہ مشابہ ہے اور اگر اپنے ذمّے کے دین کا ایسے شخص پر حوالہ کرے کہ وہ مالدار نہ ہو تو محتال پر اُسکا قبول کرنا واجب نہین مگر جب قبول کریگا تو لازم ہو جائے گا اور اُسے نہین پہونچتا ہے کہ اِس حوالے سے پھر جائے گو وہ محال علیہ حوالیکے بعد محتاج بھی ہو جائے لیکن جب حوالے کو ایسی حالت مین قبول کریگا کہ محال علیہ کے حال سے واقف نہوا اور حوالے کے بعد ظاہر ہو جائے کہ محال علیہ حوالے کیوقت سے محتاج تھا تو اُسے ایسے حوالے کا فسخ اور محیل سے تقاضا پہونچتا ہے اور اگر ایک شخص کسیقدر اپنے ذمّے کے روپئے کا کہ وہ زید کے ہین بکر پر حوالہ کرے اور اِسکے بعد وہی بکر اُسی دین کا اُسی شخص پر حوالہ کرے تو بھی جائز ہے اور اسیطرح اگر حوالے کی ترامی یعنی پھینکا پھینک اِسطریق سے کرین کہ محال علیہ دوسرے پر اور وہ دوسرا تیسرے پر اور اِسی قیاس پر حوالہ کرین تو یہ بھی صحیح ہے اور اگر محیل دین کی ادا دوسرے پر حوالہ کرنے کے بعد کرے بس اگر محال علیہ کی درخواست پر ادا کیا ہے تو محال علیہ سے اُسے پھیر مانگنا پہونچتا ہے اور اگر تبرع کے طور سے ادا کیا ہے تو محال علیہ سے مطالبہ جائز نہین اور محال علیہ بری الذمہ بھی ہو جائے گا اور حوالے مین مال کی مقدار کا معلوم ہونا شرط ہے اور ذمے پر ثابت ہوا اور اُسکا مثل ہو جیسے گیہون وغیرہ ہین یا نہو جیسے غلام اور کپڑا ہے اور دونون مال کہ محیل اور محال علیہ کے ہین انکا برابر ہونا جنس مین اور صفت مین شرط ہے اِسلیے کہ اگر مساوات نہو گی اور ایک کا دین روپیہ ہوگا اور دوسرے کا دین اشرفیان ہونگی تو غلبہ محیل کا محال علیہ پر لازم آئیگا اِسلیے کہ محال علیہ پر ایسی ہی مثل کا دینا واجب ہے جو اُسکے ذمّے ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اِسلیے کہ اگر دونون شخص غیر مثل پر راضی ہو جائین تو غلبہ متحقق نہو گا کہ حوالے کا مبطل ہو جائے اور اگر کوئی شخص اپنے دین کا حوالہ دوسرے شخص پر کرے اور وہ دوسرا اُس حوالے کو قبول کر کے مال محتال کو پہونچا دے اور اُسکے بعد محیل اُنکی طلب کرے جو حوالہ کرنے سے اُسنے ادا کیا ہے پھر محیل محال علیہ کے ذمے کے اپنے دین کا دعویٰ کرے اور وہ انکار کرے تو اِس صورت مین قبول کے قابل قول محال علیہ کا قسم کے ساتھ ثبوت نہونے کی صورت مین ہے اور جو کچھ حوالے کی بابت دیا ہے وہ محیل سے لیگا اور آقا کو مال کتابت کا اپنے مکاتب بندے پر

قسط کی ادا کا وقت پہونچنے کی شرط سے حوالہ کرنا صحیح ہے اور آیا قسط کے وقت سے پہلے حوالہ کرنا جائز ہے یا نہیں بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہیں اسلیے کہ اُسکی ادا بندے پر اُسوقت مین لازم نہین اور اگر مکاتب بندے کو بیچڈالے پھر اُسکی قیمت کا حوالہ دوسرے پر کرے تو جائز ہے اور اگر مکاتب کا دین آقا کے سوا کسی غیر شخص کے ذمے ہو اور وہ مال کتابت کا حوالہ اُس اجنبی شخص پر کرے تو جائز ہے اسلیے کہ دیندار پر دیدینا اُس مال کا واجب ہے۔ اور حوالے کے احکام مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ فلان روپئے کا حوالہ فلان شخص پر مین نے کیا ہے اور وہ اُس سے وہ روپیہ لے اور اسکے بعد محیل کہے کہ حوالے کے لفظ سے مین نے وکالت کا قصد کیا تھا اور محتال کہے کہ میرے آتے روپئے مین تو نے حوالہ کیا ہے تو اِس صورت مین قبول کے قابل قول محیل کا قول ہے اِسلیے کہ وہ اپنی مراد سے زیادہ واقف ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور اگر ابھی محتال نے قبضہ نہین کیا کہ یہ اختلاف پڑگیا تو بے تردد کے محیل ہی کا قول قبول کے قابل ہے اِسلیے کہ اُسکے ذمے کا بری ہونا اصل ہے اور پہلی صورت مین محتال کا قبضہ اُسکے دعوے کی ترجیح دینے والا ہے تو تردد کا مقام ہوا جاتا ہے اور اگر نزاع اِسکے برعکس اِسطرح پر ہو کہ محیل کے دیندار ہونیکے اقرار کر لینے کے بعد محتال کہے کہ تو نے مجھے اُس مال کے قبضہ کرنے کا وکیل کیا تھا اور وہ مال میرے قبضے مین نہین آیا اور میرا دین تیرے ذمے ہے تو اِس صورت مین قبول کے قابل قول محتال کا قول ہے اِسلیے کہ دین اقرار سے ثابت ہو گیا اور اُسکا ادا کر دینا ثبوت پر موقوف ہے اور ثبوت سے عاجز آنے کی صورت مین قسم محتال پر عائد ہوگی دوسرا مسئلہ جب کسی کا دین دو شخص پر ہو کہ وہ ایک دوسرے کے ضامن ہوئے ہون اور اُسکے ذمے بھی دوسرے کا دین اِسی مقدار مین ہو اور وہ اپنے ذمے کے دین کا اُنھین دونون پر حوالہ کر دے تو یہ حوالہ صحیح ہے گو اِسمین محتال کو اپنے حق کی تحصیل مین بہت آسانی ہے کیونکہ دو شخصون کی نسبت ایک شخص سے مال کا وصول کر لینا زیادہ سہل ہے اِسلیے کہ تحصیل کی آسانی حوالے کے جواز کی مانع نہین تیسرا مسئلہ جبکہ خریدار بائع کے مال کی قیمت کا کسی شخص پر حوالہ کر دے اور بعد اِسکے خریدار اُس مال کو بیع سے پہلے کے عیب نکلنے کے سبب سے پھیر دے تو یہ حوالہ باطل ہو جائیگا اِسلیے کہ یہ حوالہ بیع کے تابع ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور اِس صورت مین اگر بائع نے اُس محال علیہ سے قیمت کو نپایا ہوگا تو خریدار کا دین

محال علیہ کے ذمّے باقی ہے اور اگر بایع نے خریدار کے حوالے کے موافق قیمت لیلی ہو گی تو محال علیہ
بری الذمہ ہو جائیگا اور خریدار بایع سے پھیر لیگا اور اگر بایع نے خریدار پر قیمت کا کسی ایسے شخص کا
حوالہ کر دیا ہو کہ وہ خرید فروخت سے بیگانہ تھا اور اسکے بعد خریدار مبیع مین اگلے عیب کے نکل آنے
سے یا کسی اور امر کے حادث ہو جانے سے کہ جس سے فسخ خیار ہو جاتا ہے بیع کو فسخ کرے تو خریدار پر
بایع کا حوالہ باطل نہو گا اسلیے کہ یہ حوالہ بایع مشتری کے سوا بیگانہ شخص سے متعلق ہوا ہے اور توضیح
اسکی پہلے مسئلے مین اسطرح سے ہی کہ جو حوالہ بایع مشتری کا ہوتا ہی اُس حوالے کا فسخ بیع کے فسخ ہو جانے
سے ہو جاتا ہے اور دوسرے مسئلے مین یون ہے کہ عقد بیع کے بعد قیمت بایع کی اور مال مشتری
کا ہو جاتا ہے اور بایع نے داموں کا حوالہ بیگانے شخص کو کر دیا ہے اور وہ حوالہ صحیح ہے اور قیمت
سے متعلق ہو چکا ہے اور بیع کے فسخ کے سبب سے جو ایک معاملہ مشتری اور بایع مین ہے وہ
حوالہ فسخ نہو گا اور یہ معاملہ وہ معاملہ نہین ہے کہ صحیح بیع کے سبب سے بیگانے سے متعلق ہوا ہے
اور یہ ظاہر ہے اور اگر حوالے کے بعد ثابت ہو جائے کہ اصل بیع باطل تھی تو اس صورت مین حوالہ
ان دونون صورتون مین جو بیان ہوئی ہین باطل ہو جائیگا تیسری قسم کفالت یعنی حاضر ضامنی
مین ہے اور اسمین کفیل اور مکفول کی رضامندی معتبر ہے اور مکفول عنہ کی رضامندی معتبر نہین
اور کفالت اظہر کے موافق اسوقت اور مدت پر صحیح ہے اور اگر کفالت مطلق ہو یعنی حال کی اور
آنے والی مدت کی قید نہو تو حال ہی کیطرف راجع ہو گی اور جبکہ کفالت مین مدت بیان ہو پھر
ضرور ہے کہ وہ مدت معین اور مقرر ہو اور مکفول لہ کو کفیل کا مطالبہ بالفعل کرنا کفالت کے مطلق
یا معجل ہونے پر جائز ہے اور اگر میعادی ہو گی پھر اگر کفیل مکفول عنہ کو مکفول لہ کے پورا سپرد
کر دے اسطرح پر کہ کوئی سپرد کرتے وقت روکنے والا اور حمایت کرنیوالا اُسکا نہو تو کفیل بری الذمہ
ہو گیا اور اگر کفیل مکفول عنہ کو حاضر نہ کرے تو مکفول لہ کو پہونچتا ہے کہ کفیل قید رکھے جبتک وہ
مکفول عنہ کو حاضر نکر دے یا اُسکے ذمّے کے دین کو ادا نکر دے اور اگر کفیل کہے کہ مین اگر
مکفول عنہ کو حاضر نکر دون تو اسقدر روپئے میرے ذمّے ہین تو یہ تاوان بھرنا اُسپر لازم نہین ہے
مگر اُسکا حاضر کر دینا لازم ہے یا اُسکے ذمے کا دین ادا کرنا لازم ہے اور اگر کفیل یہ کہے کہ مین ہی
اسقدر روپیہ دونگا اگر اتنی مدت مین حاضر نکر دونگا تو اس صورت مین کفیل پر جو مال شرط کر دیا ہے

واجب ہی اور محشی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اِن دونون عبارتون مین کچھ فرق نہین مگر پہلی عبارت مین شرط مقدم ہے اور دوسری عبارت مین شرط اخیر مین ہے اور شرط کے لفظ کے اول اور آخر مین ہونے سے کچھ معنون مین تفاوت نہین ہوتا ہے پھر مال کے لزوم کا حکم دوسری مین نہ پہلی عبارت مین نص اور اجماع کے سبب سے ہے۔ اُردو مترجم کہتا ہے کہ پہلی عبارت مین شرط مطلق یعنی مدت وغیرہ سے مقید نہین اور دوسری عبارت مین شرط مدت کی قید سے مقید ہے اور مطلق اور مقید کے حکمون مین تغایر ہوا کرتا ہے شاید تغیر حکم کا سبب وہی مدت ہو کہ جسمین کفیل کا عذر بالکل منقطع ہو سکتا ہے برخلاف بیمدت کے کہ اسمین تلاش وغیرہ کا عذر باقی رہ سکتا ہے بس حکم بدلنے کا مناط تقدیم و تاخیر شرط نہ ٹھہری اور نص اور اجماع بھی بوجہ نہین ہے جسطرح کہ محشی علیہ الرحمہ اور مترجم جامع الرضوی سمجھے ہین۔ اور جو شخص کسی قرضدار کو کسی قرضخواہ کے ہاتھ سے زبردستی چھڑا دیگا تو وہ اُسکے حاضر کر دینے کا یا اُسکے ذمے کا قرضہ ادا کر دینے کا ضامن ہو جائے گا اور اگر کسی نے خون کیا ہوگا اور اُسے کوئی مدعی کے ہاتھ سے زبردستی سے چھڑا دیگا تو وہ چھڑا دینے والا یا تو اُسے حاضر کر دیگا یا اُسکا خون بہا بھر دیگا اور ضرور ہے کہ مکفول معین ہو بس اگر کفیل کہے کہ اِن دو شخصون مین سے مین ایک کا کفیل یعنی حاضر ضامن ہون تو صحیح نہین اور اگر کفیل کہے کہ زید یا عمرو کا کفیل ہوا ہون مین تو یہ بھی صحیح نہین اور اگر کفیل یہ کہے کہ زید کا کفیل ہوا ہون مین اگر اُسے نہ لا سکون مین تو بکر کا کفیل ہون تو یہ صورت بھی صحیح نہونے مین اُنھین پہلی دونون صورتون کا حکم رکھتی ہے اور اِس سے ملحق کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ مدت سے پہلے کفیل دیندار کو حاضر کرے تو مکفول لہ پر اُسکا لے لینا اُس صورت مین واجب ہے کہ اُسوقت کے لینے مین کوئی ضرر نہوتا ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ واجب نہین ہے تو اشبہ ہوگا اور اگر ایسے وقت مین مکفول کو سپرد کرے جس وقت مین مکفول کسی ظالم کے ظلم سے اُسے پکڑ سکتا ہو تو اِس صورت مین کفیل بری الذمہ نہوگا اور اگر حاکم شرع کے قید خانے مین مکفول قید ہو اور اُسی قید مین کفیل مکفول کو سپرد کرے تو مکفول لہ پر واجب ہے کہ اُسے قبول کرلے اِسلیے کہ وہ اُسی قید خانے مین اپنے حق کو اُس سے وصول کر سکتا ہے اور اگر ظالم کی قید مین ہو تو یہ حکم نہین دوسرا مسئلہ جب مکفول غائب ہو اور کفالت حال یعنی فوری ہو

میعادی نہو تو کفیل کو اتنی مہلت دینگے کہ اُسمین مکفول تک جاسکے اور اُسے ساتھ لیکر پھر آسکے اور یہی حکم ہے اگر میعادی کفالت ہو اور وہ مدت گزر چکی ہو تو بھی اِسیقدر مہلت کفیل کو دینا چاہیئے تیسرا مسئلہ جبکہ کفیل مکفول کے حاضر کرنے کا مطلق متکفل یعنی ضامن ہو تو حاضر کر دے اگر سپرد کرنے کا کوئی مکان مقرر ہو تو کفالت یعنی ضمانت والے شہر مین حاضر کر کے حوالے کر دینا واجب ہے اور اگر کوئی مکان معین کر چکا ہو تو اُسی مکان مین لاکر سپرد کر دینا واجب ہے اور اُس معین مکان کے سوا اور مکان مین سپرد کرے گا تو کفیل بری الذمہ نہو گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر اُس شہر سے اس معین مکان تک مکفول کے لیجانے مین کچھ محنت ہو اور اُس شہر مین اُس مکفول کے لینے مین مکفول کے واسطے کوئی ضرر نہو تو واجب ہے کہ اُسے اُسی شہر مین لیلے اور اس مسئلے مین تردد ہے چوتھا مسئلہ اگر کفالت کے تحقق پر متفق ہون اور کفیل کہے کہ تیرا کچھ قرضہ مکفول پر نہین ہے تو قبول کے قابل مکفول لہ کا قول ہے اِس سے کہ کفالت حق کے ثبوت کو مقتضی ہو پانچوان مسئلہ جب دو شخص ایک شخص کے حاضر کرنے کیلیے کفیل یعنی حاضر ضامن ہون اور اُن دو تونین سے ایک شخص مکفول کو حاضر کر دے تو دوسرا کفیل یعنی ضامن بری الذمہ نہو گا اور اگر کہا جائے کہ بری الذمہ ہو جائیگا تو خوب ہے اور اگر دو شخصون کے واسطے ایک شخص کے حاضر کرنیکا حاضر ضامن ہو بعد اسکے ایک کو لاکر مکفول کو دیدے تو دوسرے شخص کے دعوے سے بری الذمہ نہو گا چھٹا مسئلہ جب مکفول مر جائیگا تو کفیل بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر مکفول خود حاضر ہو کر اپنے کو مکفول لہ کے حوالے کر دے تو بھی کفیل بری الذمہ ہو جائیگا فرع جبکہ کفیل کہے کہ تو نے مکفول کو بری کر دیا ہے اور مکفول لہ منکر ہو تو قبول کرنے کا قول مکفول لہ کا قسم کے ساتھ ہے اور اگر وہ کفیل کیطرف ردِ قسم کرے اور وہ قسم کھالے تو وہ کفالت یعنی ضمانت سے بری الذمہ ہو جائے گا اور مکفول مال کی دینداری سے کفیل کے قسم کھالینے سے بری الذمہ نہو گا ساتوان مسئلہ اگر کفیل کا کوئی اور کفیل ہو اور اِسی قیاس پر کفیل ہوتے جائین تو بھی جائز ہے آٹھوان مسئلہ بعضے فقہانے کہا ہے کہ مکاتب بندے کا اُسکے آقا کے لیے کہ اُسکا مال کتابت اُسکے ذمے ہے کفیل ہونا صحیح نہین یعنی مکاتب مشروط کا حاضر ضامن ہونا صحیح نہین اِسلیے کہ اُسے پہونچتا ہے کہ مال کی ادا سے عاجز آنے کی صورت مین صرف بندہ ہونے پر پھر پڑے بس دین کا استقرار اُسکے ذمے نہین ہے

اور کفالت دین کے ثبوت اور استقرار کی فرع ہے اور اس مسئلے مین تردد ہے اسلیے کہ کفالت
مین حاضر کر دینا مطلوب ہوتا ہے اُسکے ذمے کے دین کی ادا مطلوب نہین ہوتی ہے اور اگر
مکاتب مشروط کتابت کو فسخ کرڈالیگا اور صرف بندہ ہو جاےُ گا تو بھی اُسکے حاضر کرنے کی
حاضر ضمانت جائز ہے تو مکاتب کی کفالت اولی طریق سے جائز ہو گی نوان مسئلہ اگر کسی کے
سر کا یا بدن کا یا منھ کا کفیل ہو تو صحیح ہے اِسلیے کہ اِن عبارتون سے عرف مین کُل کی تعبیر ہوا کرتی
ہے اور اگر کسی کے ہاتھ یا پانٔون کا کوئی کفیل ہو اور اُسی پر اختصار کرے تو صحیح نہین اسلیے کہ فقط
ہاتھ یا پانٔون کا حاضر کرنا ممکن نہین اور ہاتھ پانٔون سے پورا شخص سمجھا نہین جاتا ہے۔

کتاب صلح

اِس کتاب مین عقد صلح کا بیان ہے جسے شارع علیہ السّلام نے جھگڑے دُور کرنے کے لیے
مقرر فرمایا ہے اور یہ اپنی ذات سے عقد ہے کسی دوسرے عقد کی اِن معنون سے فرع نہین ہے
کہ اگر کچھ مال کے بے عوض دینے پر صلح کرین تو ہبہ کی فرع نہین ہے کہ ہبہ کی شرطین اُس مین
معتبر ہون اور اگر معین زمانے کی خدمت پر صلح کرین تو اجارے کی فرع نہین ہے اور اگر ایک
سے کسی دوسرے کی طرف منتقل ہونے پر کسی بدلے سے صلح کرین تو بیع کی فرع نہین گو صلح
اور عقدون کے بھی فائدے دیتی ہے اور منازعت بالفعل اور منازعت کے بعد اور اقرار کے
ساتھ اور اِنکار کے ساتھ صلح صحیح ہے مگر وہ صلح جو کسی حرام کے حلال کرنے پر اور حلال کے
حرام کرنے پر ہو صحیح نہین اور اِسی طرح پر صلح دونون کے اُس چیز سے واقف ہونے پر کہ جس پر نزاع
واقع ہوئی ہے اور نجاننے پر صحیح ہے جیسے کوئی کہے کہ میرے تیرے ذمے گیہون ہین اور اُسکی
مقدار مجھے معلوم نہین اور دوسرا کہے کہ میرے بھی تجھ پر چانول ہین کہ مین اُسکی مقدار نہین جانتا ہون
اور آپس مین اِس بات پر صلح کرین کہ جو جسکے ذمے ہے وہ اُسی کا ہے اور ہر ایک کو اُنمین سے
بری الذمہ کر دین مگر جب دونون اُسکے فسخ پر متفق ہو جائین گے تو فسخ ہو جاےُ گی اور جبکہ دو
شریک اِس بات پر متفق ہو جائین کہ نفع اور نقصان اُن دونون مین سے ایک کے ذمے ہو
اور دوسرے کے لیے اصل مال ہو تو یہ صلح صحیح ہے اور اگر دو شخصون پاس دو دو روپیے ہون اور

اُن دونون مین سے ایک شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ دونون روپئے میرے ہین اور دوسرا شخص کہے کہ انمین سے ایک روپیہ میرا ہے تو اِس صورت مین صلح یون کرینگے کہ دو روپئے کے مدعی کو ڈیڑھ روپیہ دینگے اور دوسرے کو آٹھ آنے دینگے اِسلیے کہ دو روپئے مین نزاع نہین ہے اور وہ اتفاق سے دو روپئے کے دعویٰ کرنیوالے کا مال ہین اور ایک روپئے مین نزاع واقع ہوئی ہے تو اُسکو تنصیف یعنی آدھا آدھا کرنا چاہیے دونونکے قسم سے اِنکار کرنیکی صورت مین اسلیے کہ دونون ذوالید ہین یعنی دونونکے قبضے مین مال ہے اور اِسیطرح اگر وہ شخص ایک شخص کے پاس ایک ایک روپیہ اور دوسرا دو روپیہ رکھے اور دونون کی امانتین آپس مین ملجائین اور انمین سے ایک روپیہ جاتا رہے تو دو روپئے امانت رکھنے والا ڈیڑھ روپیہ اور ایک روپیہ امانت رکھنے والا روپئے کا آدھا یعنی آٹھ آنے اِسی دلیل سے لیگا اور اگر ایک شخص کا بیس روپئے کا کپڑا ہو اور دوسرے کا تیس روپئے کا ہو اور دونون ملجائین اور مشتبہ ہوجائین اور پہچان نہ پڑین کہ کونسا کپڑا کس شخص کا ہے پھر اگر ایک دونون مین سے ایک دوسرے کو اختیار دے کہ جسے چاہے اُٹھالے تو بیشک اُسنے اُسکے ساتھ رعایت کی اور اگر تنازع کرین تو دونون کپڑون کو بیچین گے اور اُن دونون کی ساری قیمت کے پانچ حصے برابر کرین گے بیس روپئے کے کپڑے والا اُنمین سے دو حصے اور تیس والا تین حصے لیگا اور اگر ظاہر ہوجائے کہ ایک اُن دو عوضون مین سے جن پر آپس مین صلح ہوئی ہے کسی دوسرے شخص کا مال ہے تو صلح باطل ہوجائے گی اور صحیح ہے کہ عین کی صلح عین کے عوض مین جیسے کپڑے پر صلح کپڑے کے بدلے کرین یا عین کی صلح منفعت پر جیسے ایک راس بکری کی صلح غلام کی ایک سال کی خدمت پر کرین یا منفعت کی عین پر یا منفعت پر صلح کرین جیسے گھر مین رہنے کی صلح بکری پر یا دوسرے گھر کے رہنے پر صلح کرین اور اگر روپئون کا مصالحہ اشرفیون پر یا روپئون پر کرین تو بھی جائز ہے اور یہ صلح روپئون اشرفیون سے بیع کی فرع نہین ہے کہ صرف کی شرطین اُسمین معتبر ہون جسطرح پر کہ گزر چکا ہے اور اگر کوئی کسی کا ایک روپئے کا کپڑا ضایع کر ڈالے اور یہ شخص اُس صاحب مال سے صلح دو روپئے پر کرے تو بھی جائز ہے اور یہی جواز اشبہ ہے اِسلیے کہ صلح کپڑے کے عوض مین ہوئی ہے روپئے کے بدلے مین نہین ہوئی ہے مترجم کہتے ہین کہ علما مین اختلاف ہے کہ کسی مال کو بے پروائی سے ضایع کردینے والا اُسی مال کی جنس بے مثل کے بھر دینے کا ضامن اور

ذمہ دار ہے یا ضایع کرنے کے دن کے نرخ والی قیمت کا ذمہ دار ہے فقہانے کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ قیمت بھرنے کا ذمہ دار ہے مثل کا ذمہ دار نہین پھر اگر اُسکی قیمت ایک روپیہ تھی تو شغل ذمہ اُسی ایک روپیے کا ہے اور اُسکے عوض مین دو روپیے دینا صحیح نہین اِسلیے کہ صحیح قول پر ہمین بیاز لازم آتا ہے۔ اور اگر کوئی دعوی مکان کا کرے اور جسکے قبضے مین وہ مکان ہے اُسکا اِنکار کرے پھر منکر اُس مدعی سے مصالحہ ایکسال رہنے پر کرے تو صحیح ہے اور کسی کو پھر جانا نہین پہونچتا ہے اور یونہین ہے اگر قابض اقرار بھی کرے اور اِسکے بعد سال بھر رہنے پر مصالحہ کرے تو صحیح ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسے پھر جانا پہونچتا ہے اِسلیے کہ اِس صورت مین یہ صلح عاریت کی فرع ہے اور استعارے کا عقد لازم عقد نہین ہے بلکہ یہ طرفین سے ایک جائز عقد ہے اور ہر ایک کو اُسکا فسخ کرنا پہونچتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر دو شخص ایک گھر کے مدعی ہون اور وہ تیسرے کے قبضے مین ہو ایسے سبب سے کہ شرکت کا موجب ہی اِسطور پر کہ دونون شخص کہین کہ ہمین یہ گھر ورثے مین پہونچا ہے کہ آدھے آدھے کی تقسیم ہم دونون پر ہوتی ہے اور ذوالید یعنی قابض اُن دونون مین سے ایک کی تصدیق کرے اور اُس سے وہ آدھے حصے مین کسی معین عوض پر مصالحہ کرے پھر اگر یہ صلح دوسرے مدعی کی اجازت سے واقع ہوئی ہے تو صلح پورا پور آدھے مین نافذ ہو جایگی اور جو کچھ صلح کے عوض مین لیا ہے وہ دونون مدعیون مین بٹ جائیگا اور اگر دوسرے کے بے اذن مصالحہ کیا ہے تو یہ صلح اُسی مقر لہ کے حق سے مختص ہوگی اور دوسری چوتھائی اُس آدھے کی جو ہے اُسمین نافذ نہوگی اور جس آدھے کا اُسکے لیے اقرار کیا ہے وہ اُن دونون مین شترک ہے پھر صلح چوتھائی ہی مین جاری ہوگی اور پورا پور آدھے مین جاری نہوگی اور دوسری چوتھائی دوسرے شریک سے تعلق رکھتی ہے اور اگر دونون مدعی آدھے گھر کا دعوی ایسے سبب سے کرین کہ جو اُس گھر مین اُن دونون کی شرکت کا باعث نہو اور ذوالید ایک کی تصدیق کرے تو دوسرا اُس مقر لہ کے آدھے مین شریک نہوگا اور اگر کسی پر کوئی کچھ مال کا دعوی کرے اور مدعا علیہ منکر ہو اور مدعی سے مصالحہ اُسکے درخت یا کھیت کو اپنے پانی سے سینچنے پر کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایسی صلح جائز نہین اِسلیے کہ اِس صلح کے بدلے مین پانی ہے اور اُسکی مقدار معلوم نہین تو صلح مجہول ہوئی جاتی ہے اور اِس مسئلے مین اور وجہ بھی ہے اور وہی اس صلح کا جائز ہونا ہے۔

کھیتی سینچنے کے پانی کے بکنے کے جائز ہونیکے اعتبار سے یہ ہے اور اُسکی بیع کے جائز ہونے کی صورت مین صلح بھی اسپر جائز ہوگی اور اگر اُسکے ساتھ مصالحہ کوٹھے پر یا صحن مین پانی جاری کرنے پر کرین تو بعد اسکے کہ پانی جاری ہونیکا مقام لنبان چوڑان مین معلوم ہو تو صحیح ہے جب کوئی شخص دوسرے پر کچھ مال کا دعوےٰ کرے اور مدعی علیہ کہے کہ مجھ سے صلح کرلے تو یہ اقرار نہین ہے اسلیے کہ کبھی صلح انکار کے ساتھ بھی ہوا کرتی ہے اور اگر یہ کہے کہ بیچ ڈال یا بخشدے تو یہ اقرار ہو جائیگا اسلیے کہ بیع اور ہبہ کی درخواست ملک کے اقرار کی فرع ہے اور صلح کے مسئلون سے ملحق املاک مین نزاع کے حکم ہین اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ نکالنا سایبانون کا اور چھجون کا اور کانسون کا اور چھتون کا عام غیر مخصوص راہون مین کہ کسی طرف سے بند نہون اور یہ چیزین اتنی اونچی ہون کہ رستہ چلنے والون ضرر نہ پہونچاتی ہون تو جائز ہے گو کوئی مسلمان راضی نہو صحیح قول پر اور اس کہنے سے مصنف رح نے شیخ رح کے خلاف پر اشارہ کیا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ ایسی راہونکے سب حقدار ہوتے ہین اگر ایک بھی راضی نہوگا تو نہ بنا سکیگا اور اگر چیزین مضر ہونگی تو انکا نکالڈالنا واجب ہوگا اور انھین کے معنون مین وضونکا نکالنا اسطرح ہے کہ مقابل کی دیوار تک پہونچین اور اگر انسے راہ مین تاریکی ہوجاتی ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب بھی انکا نکالڈالنا واجب نہین یعنی اس شرط سے کہ وہ اندھیرا اسقدر نہو کہ بالکل روشنی جاتی رہے اور نئے دروازون کا عام راہونمین نکالنا جائز ہے مگر مخصوص یکطرفسے بند راہون مین بے شریکون کی اجازت کوئی نیا دروازہ وغیرہ نکالنا جائز نہین کیونکہ اسکے مالک لوگ اسمین شریک ہین اور اسیطرح سے اسمین کوئی اور تصرف بھی جائز نہین خواہ رستہ چلنے والونکو مضر ہو خواہ نہو اسلیے کہ وہ رستہ انھین مالکون سے مخصوص ہے اور اسمین وہ سب مشترک ہین اور مشترک مال مین بے سب شریکون کی اجازت کوئی تصرف کرنا جائز نہین اور اسیطرح حکم ہے اگر کسی دروازے کے بنانے کا قصد کرے اور اس سے آمد و رفت کا بھی ارادہ رکھتا ہو جائز نہین اسلیے کہ ایک مدت گذرنے کے بعد اُس سے آمد و رفت کے استحقاق کے مشابہ حاصل ہو جاتا ہے اور روشندان بنانا اور جھریان لگانا اور ہوا آنے کی جالی اور طاق بنانا جائز ہے اسلیے کہ انمین اس استحقاق کی مشابہت نہین ہے اور ان چیزون سے گھر روشن ہوجاتا ہے اور رستہ چلنے والون کا اور مالکونکا کوئی ضرر بھی نہین ہے اور ہر شخص اپنی ملکیت مین اختیار رکھتا ہے کہ جیسا چاہے ویسا تصرف کرے اور اگر راہ خاص مین شرکا اسے سایبان وغیرہ نکالنے پر مصالحہ کرے تو بھی بعضے فقہا کہتے ہین کہ مصالحہ

جائز نہین اسلیے کہ فقط ہوا کا بے زمین کے بیچنا درست نہین اور اسمین تردد ہے اسلیے کہ اصلح یہی ہے
کہ صلح بیع کے تابع نہین ہے جسطرحپر کہ بیان ہو چکا ہے اور اگر کسی کے دو گھر ہون کہ دروازہ ہر ایک
کا خاص کوچے کی طرف ہو تو اُسے اُن دروازون کے بیچ مین تیسرا دروازہ نکالنا جائز ہے اور
اگر کوئی مخصوص راہ مین کوئی تصرف کرے تو جو کوئی اُس راہ سے ہو کر نکلے اُسے اُسکا دور کر ڈالنا
جائز ہے اور اگر مخصوص کوچے مین ایک دروازہ زیادہ اندر کی طرف ہو اور دوسرا زیادہ باہر کی
طرف ہو یعنی عام راہ سے زیادہ نزدیک ہو تو اندر وارکے دروازے کا مالک آمد و رفت کی راہ
مین باہر والے دروازے کے مالک کا شریک ہے اور باہر کے نزدیک دروازے والا اندر والے
دروازے کے مالک کا شریک راہ نہین ہے بلکہ اُسکے دروازے سے دوسرے گھر کے دروازے
تک زیادہ اندر وار کے گھر کی خاص راہ ہے اور اگر خاص کوچہ مین زمین زیادہ اوپر وار
اُس کوچے کی ہو کہ جسمین آمد و رفت نہ ہا کرتی ہو اور سامنے کا دروازے والا اور پیچھے کا دروازے
والا دونون اُس زمین کا دعوی کرتے ہون بس وہ دونون اُس زمین کے استحقاق مین برابر ہین
اور ایک کو دوسرے پر کوئی تفضیل اور ترجیح نہین ہے اور اندر دار کے دروازے والے کو
آگے وار عام راہ کیطرف اپنے دروازیکا ہٹا لانا جائز ہے اور اسیطرحپر باہر والے دروازے والیکو اپنے دروازیکا
عام راہ کیطرف آگے لیجانا جائز ہے اور اگلے دروازے والیکو اپنے دروازیکا اوپر ہٹا لیجانا جائز نہین اور اسیطرح
پر پچھلے کو اگلے سے بڑھانا جائز نہین اسلیے کہ اندر کے دروازے سے باہر کے دروازے تک
کی راہ اندر کے دروازے سے مخصوص ہے اور باہر کے دروازے سے راہ عام تک جو راہ
ہے وہ دونون داخلی خارجی دروازون مین مشترک ہے اور داخلی سے اوپر وار کی زمین کہ دونون
کے گذرنے کی راہ نہین اُسکے دعوے مین دونون صاحب خانہ برابر ہین جسطرح سے کہ بیان
ہو چکا اور اگر بعضے راہ عام والون مین سے چھجا یا چھتا عام کی ہوا پر بنائین کہ رستہ چلنے والونکو
مضر نہو تو اُنکے سامنے والون کو نہین پہونچتا ہے کہ اُنھین مانع آئین گو سارے راستے کو وہ
ڈھانک لین اور اگر وہ چھتا گر پڑے اور پڑوسی اپنے انتفاع کے لیے اُسکے بنانے مین سبقت
کر جاوے تو اُس پہلے چھتے والے کو اُسکا روکنا نہین پہونچتا ہے اسلیے کہ وہ دونون اُس
راہ عام کی ہوا مین برابر ہین اور یہ مثل مسجد مین بیٹھنے کے ہے کہ پیچھے آنے والا اگلے بیٹھے کو

اُٹھا کر اُسکی جگہ پر بیٹھ نہین سکتا ہے **دوسرا مسئلہ** جب پڑوسی اپنے مکان کی دھنیون کو پڑوسی کے مکان
کی دیوار پر رکھنے کی درخواست کرے تو اس پڑوسی کو اُسکے کہنے کا ماننا واجب نہین گو وہ ایک ہی
دھنی کے رکھنے کو کہے مگر مستحب ہے اور اگر اجازت دیدے تو پھر بھی رجوع کر سکتا ہے یعنی منع کر سکتا ہے
اجماع سے جبتک وہ رکھ نہ چکے لیکن رکھنے کے بعد منع کرنا جائز نہین اسلیے کہ مراد دھنی رکھنے سے یہ
ہے کہ ہمیشہ اُس دیوار پر رہے لیکن اگر رجوع کریگا یعنی روکے گا تو دیوار پر رکھی دھنی اور نہ رکھی کی
قیمتون کے تفاوت کا ضامن یعنی تاوان بھر دینے کا ذمہ دار ہوگا اسلیے کہ اُسنے پہلے اُسکی اجازت
سے رکھی تھی اور یہی قول بہت خوب ہے اور اگر گر پڑے تو پھر رکھنا نئی اجازت پر موقوف ہے
اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگلی جازت کافی ہے اور اگر پڑوسی اپنے پڑوسی سے اپنے مکان کی دھنیونکو
اُسکی دیوار پر رکھنے مین پہلے مصالحہ کرلے پھر ذکر دھنیون کی گنتی کا اور تول کا اور لنبائی کا کرے
تو بھی جائز ہے **تیسرا مسئلہ** اگر دو گھرون کے بیچ مین ایک دیوار ہو کہ اُن دو مین سے ایک کی بنا کے
قریب ہو یا کسی کی مخصوص زمین مین نہو یعنی دونون گھرون مین سے کسی گھر کی مخصوص زمین مین
نہو اور وہ دونون پڑوسی آپس مین اُس دیوار پر نزاع کرین اور کوئی بھی ثبوت نرکھتا ہو پھر جو قسم
کھا لیگا اُسکے موافق حکم کیا جائیگا کہ وہ دیوار اُسکی ملک ہے اور اگر دونون قسم کھا لین یا دونون سکوت
کرین تو اُن دونون مین اُس دیوار کے مشترک ہونے کا حکم کر دینگے اور اگر وہ دیوار ایک کی عمارت
سے قریب ہوگی تو قبول کے قابل اُسی کا قول قسم کے ساتھ ہے اور اگر دو پڑوسیون مین سے ایک
کی ایک یا کئی دھنیان اُس دیوار پر ہونگی تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے کھو دینے کا حکم دینگے گو وہ دیوار
اُسکی ملک مین نہو اور بعضے کہتے ہین کہ کھو دینے کا حکم دیدینگے قسم لیکر اور یہی قول اشبہ ہے اور ان
دونون مین سے ایک کے دعوے کو دوسرے پر ترجیح ندینگے دیوار مین کے خارج امرون کے سبب سے
مثل نقاشی اور کھونٹیان گاڑنے اور روشندان وغیرہ کے اسلیے کہ ممکن ہے کہ بے پڑوسی کی اطلاع
یہ سب چیزین بنا لی ہون اور اسیطرح روشندان بھی پڑوسی پڑوسیون کی دیوارون مین بنا لیا کرتے
ہین اور اگر پردے کی ٹٹیون مین جو دو گھرون کے بیچ مین ہین آپسمین پڑوسی نزاع کرین تو اُسکی ملکیت
کا حکم کرینگے جسکے گھر کی طرف اُن ٹٹیون کی گرہین ہون گی اُس روایت پر عمل کرنے کے اعتبار سے جو
اِس باب مین وارد ہوئی ہے **چوتھا مسئلہ** شریک کو کسی دیوار مین تصرف کرنا اُسپر عمارت بنانے سے

یا چھت بنانے سے یا لکڑی گاڑنے سے بے شریک کی اجازت جائز نہین اور اگر جائے اور شریک نہ بنائے
تو شرکت مین اُسکے بنانے کے لیے اُسپر جبر نکریگا اور یہی حکم کنوئین کے رہٹ کی مشارکت کا اور کنوئین
کی مشارکت کا اور نہر کی مشارکت کا ہے اور یونہین نیچے والے درجے کا مالک دیوارین بنانے کا
کہ جسپر کوٹھے کا مکان ہے اوپر کے درجے کے مالک پر جبر نہین کرسکتا ہے اور اگر ایک دوسرے شریک
کی بے اجازت مشترک دیوار کو گرا دے تو اُسپر واجب ہی کہ اُسے پھر سے بنا دے اور یہی حکم ہے اگر اُسکی
اجازت سے بنا دینے کی شرط پر کھود ڈالے تو بنا دیگا **پانچوان مسئلہ** جب گھر کے نیچے کے درجے کے
مالک مین اور اوپر کے درجے کے مالک مین گھر کی دیوارون پر نزاع ہو تو قبول کے قابل قسم کے ساتھ
قول نیچے کے درجے کے مالک کا ہے اور اگر دونون مین اوپر کے درجے کی دیوارون کی بابت
نزاع ہو تو قول کوٹھے کے مالک کا قسم کے ساتھ ہے اور اگر گھر کی چھت مین تنازع کرین تو بعضے
فقہا کہتے ہین کہ دونون قسم کھالین تو حکم اشتراک کا کرنا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اوپر کے
درجے کے مالک کے نام حکم دینا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرعے سے فیصلہ کرنا چاہیے اور یہی
بہتر ہے **چھٹا مسئلہ** جب درخت کی شاخین کسی پڑوسی کی ملک کی طرف بڑھجائین تو اُنھین اپنی
ملک کی طرف جھکا لینا واجب ہی اور نہین تو اپنی ملک کی حد سے کاٹ ڈالنا چاہیے اور اگر درخت
والا پڑوسی نمانے تو دوسرے پڑوسی کو کہ جسکی ملک مین گئی ہین پہونچتا ہے کہ خود اُنھین کاٹ
ڈالے اور یہ حکم حاکم کی اجازت پر موقوف نہین اور اگر درخت کا مالک پڑوسی سے اُن شاخون
کو ہوا مین رہنے دینے پر مصالحہ کرے تو صحیح نہین اور ہمین تردد ہے ہان اگر اُن شاخون کو
دیوار پر رہنے دینے مین مصالحہ کرے تو اِس صورت سے جائز ہے کہ اُن شاخون کی زیادتی کی
مقدار عقد مصالحہ مین معین کر دین یا زیادتی کی نہایت مقرر کر لین کہ پھر اُس سے زیادہ نہو سکین
ساتوان مسئلہ جب کاروانسرا کے نیچے کے درجے کے گھرون کا مالک اوپر کے درجے کے
گھرون کے مالک سے کاروانسرا کے زینے پر نزاع کرے تو اُس زینے کی ملکیت کا حکم اوپر کے درجے
کے مالک کے نام قسم لیکر کرینگے اور اگر زینے کے نیچے خزانہ ہوگا تو وہ دونون اُسکے دعوے مین برابر
ہین اور اگر اُس سرا کے صحن مین تنازع کرین تو جتنے مین ہوکر اوپر کے درجے والا جاتا آتا ہے اُتنے
مین وہ اور نیچے کے درجے والا دونون شریک ہین اور جو اسقدر سے زیادہ ہے وہ نیچے کے درجے والے کی

مالک ہے تتمہ جب گھوڑے کی ملکیت مین گھوڑے پر کا سوار اور اُسکی لگام پکڑنے والا شخص تنازع کرین تو قسم کھا لینے کی صورت مین اُسکی ملکیت کا حکم سوار کے نام پر کرینگے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اِس دعوے مین دونون برابر ہین اور پہلا قول زیادہ قوت رکھتا ہے اور اگر تنازع کرین ایک کپڑے پر کہ ایک کے ہاتھ مین زیادہ ہے اور دوسرے کے ہاتھ مین کم ہے تو اسمین دونون قابض اور مالک ہونے مین برابر ہین اگرچہ پہلے کو دوسرے پر ترجیح نہو اور اِسیطرح اگر تنازع کرین ایک غلام پر کہ ایک کے کپڑے غلام پہنے ہو تو وہ دونون بھی دعوے مین برابر ہین اِسلیے کہ کپڑے کبھی مالک کی بے اجازت پہنتے ہین اور کبھی مانگے لیتے ہین پس کپڑے پہنے ہونا اُسکے دعوے کا مرجح نہین اور لیکن اگر تنازع کرین ایک اونٹ پر کہ ایک کا بوجھ اُس اونٹ پر لدا ہو تو یہ امر اُسکے دعوے کے مرجح ہوگا اور اگر تنازع کرین مکان کے کوٹھے پر کہ ایک کے مکان پر بنا ہوا ہو اور اُسکا دروازہ دوسرے کے کوٹھے کیطرف کھلا ہو تو دعویٰ گھر کا مالک کہ جسکے کوٹھے پر مکان بنا ہوا ہے راجح ہے۔

کتاب شرکت

یہ کتاب شرکت کے بیان مین ہے اور اِسمین نظر کئی فصلون کی مقتضی ہے۔

پہلی فصل شرکت کی قسمون مین ہے اور ایک چیز مین کئی مالکون کے حق غیر معین طور پر جمع ہونیکو شرکت کہتے ہین اور کبھی شرکت عین مال مین ہوتی ہے جیسے گھر کی شرکت ہے اور کبھی منفعت مین ہوتی ہے جیسے گھر کی سکونت مین کی شرکت ہے اور کبھی حق مین ہوتی ہے جیسے اشتراک ہمسایہ مین اور شفعہ مین یا ورثہ مقتول کا اشتراک قصاص مین ہے اور شرکت کا باعث کبھی ارث ہوتی ہے کہ سب وارث مورث کے مال کے شریک ہین اور کبھی عقد ہوتا ہے جیسے دو شخص کوئی زمین یا کپڑا خرید کرین اور کبھی امتزاج یعنی ملجانا ہوتا ہے جیسے دو مالکون کے دو مال اسطرح پر ملجائین کہ کسی کا مال پہچان نہ پڑے جیسے زید کے گیہون بکر کے گیہون سے ملجائین اور کبھی شرکت اکٹھا کرنے سے ہوتی ہے جیسے دو شخص لکڑیان جنگل سے چُنکر اکٹھا کرین اور اشبہ یہی ہے کہ اِس اخیر قسم مین ہر ایک اپنے اکٹھا کیے ہوئے سے مختص ہے مگر جب ملجائینگے تو اگلی قسم مین داخل ہو جاینگے یا یہ کہ ملکر درخت اکھیڑین یا کاٹین یا ملکر پانی کو اُٹھائین ایک ہی مرتبہ کہ اِس صورت مین حیازت والی قسم متحقق ہو جائے گی اور جب ایک مال دوسرے مال سے اسطرح پر ملجائیگا کہ ایک دوسرے سے

پہچان نہ پڑیگا تو اُن دونون مالون مین شرکت ہو جائیگی خواہ اُن مالون کا ملنا اختیاری ہو خواہ اتفاقی ہو اور امتزاج والی شرکت ایسے دو مالون مین ہوتی ہے جو ایک جنس اور ایک صفت کے ہون خواہ وہ دونون مال نقد کی قسم سے ہون جیسے روپئے اشرفیان ہین یا متاعون کی قسم سے ہون جیسے گیہون اور چانولکے افراد ہین اور جو چیزین کہ ایک دوسرے کی مثل نہین ہوتی ہین جیسے کپڑے اور لکڑیون کی فردین اور غلام لونڈی ہین انمین امتزاج کے سبب سے شرکت نہین ہوتی ہے بلکہ انمین کبھی شرکت ارث سے ہوتی ہے یا کسی ملک کے نقل والے عقد سے ہوتی ہے جیسے بیع اور ہبہ ہے اور اگر کوئی چاہے کہ ایسے دو مالون مین شرکت ہو جائے جو مال آپسمین متماثل نہین ہین جیسے گھوڑا اور موتی ہے تو گھوڑے کا مالک آدھے گھوڑے کو موتی کے آدھے واسطے سے بیچڈالے اس طرح سے اِن دو غیر متماثل جنسون مین دونون شریک ہو جائین گے اور کامون کے سبب سے شرکت صحیح نہین جیسے سینا اور بُننا ہے اِس طرح سے کہ دو درزی ایک کپڑے کو سین اور جو اُسکی مزدوری ہے وہ آپسمین بانٹ لین یا درزی اور بُننے والا آپسمین کپڑے کے کام مین مشارکت کرے اور جو اُن دونون کے کامون سے حاصل ہو اُسے آپسمین بانٹلے بلکہ انمین ہر ایک اپنے کام کی اُجرت سے مختص ہو لیکن اگر دونون کسی شخص کی مزدوری پر ساتھ کام کرین تو وہ اِن کو جو چیز دیگا اُسمین شریک ہونگے اور وجوہ سے مشارکت صحیح نہین یعنی وجیہ آدمی معزز کہ جسکی بات سب مانتے ہون کسی چھپے گمنام شخص کا کہ اُسکا مال ہو شریک ہو جائے کہ وہ وجیہ مال کو بیچے اور جو نفع ہو اُسے بانٹ لین یا دو وجیہ الگ الگ کچھ مال خرید کرین اور ہر ایک اُس مال کو جدا جدا بیچے اور آپسمین ٹھہرا لین کہ قرض کے ادا کے بعد نفع مین شریک رہین گے یا وجیہ اُس چھپے گمنام شخص سے مال کچھ نفع بڑھا کر مول لے اور اُس نفع سے بڑھائے جتنے پر اُس چھپے گمنام سے بکتا تھا اور نفع مین شریک ہو جائین تو اسطرح کی شرکتین جائز نہین اور شرکت مفاوضہ جائز نہین اور وہ یہ ہے کہ دو شخص یا زیادہ آپسمین ٹھہرا لین کہ جو تجارت سے اور پیشے سے اور میراث وغیرہ سے پیدا کرینگے اُسمین شراکت رہیگی اور تاوان وغیرہ دینا پڑیگا مثل دیت وغیرہ کے اُسمین بھی شریک رہین گے اور مشارکت صحیح نہین ہے مگر مال کے ساتھ کہ اُس سے ہر شریک نفع اور نقصان مین برابر ہے جس صورت مین دونون کا مال برابر ہو اور اگر ایک شریک کا مال زیادہ ہو تو اُسکے اصل مال کے موافق تقسیم ہو گا اور نقصان بھی اُسی حساب سے ہو گا

اور اگر ایک شریک دوسرے شریک سے اقرار کرلے کہ اصل مال برابر ہونے پر بھی تجھے نفع زیادہ دونگا
یا اصل مال کی شرکت کے تفاوت پر نفع اور نقصان مین شرکت برابر رہیگی تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ
یہ شرکت باطل ہے اور ہر شخص اپنے مال کا نفع اور اپنے کام کی اُجرت اُسی کے مال کے مقابل کی مزدوری
گھٹانے کے بعد لیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ شرکت اور شرط دونون صحیح ہین اور پہلا قول اظہر ہے
اور یہ اُس صورت مین ہے کہ دونون شریک مال مین کام کرتے ہون اور اگر کام کرنے والا ایک ہی
شخص ہو اور مال دونون کا ہو اور کام کرنے والے سے شرط کرلین کہ اصل مال کے نفع سے کچھ
بڑھکر لینا تو صحیح ہے اور یہ مشارکت سے بڑھکر مضاربت سے مشابہ ہے اور جب مال مشترک ہو تو
کسی شریک کو بے سب شریکون کی اجازت کوئی تصرف جائز نہین اور جسے تصرف کی اجازت
سب سے ملگئی ہوگی وہی اُس مال مین تصرف کریگا کوئی اور تصرف نکریگا گو سب شریک ہون
اور تصرف اجازت کی مقدار ہی بھر کریگا اور اُس سے آگے نہ بڑھے گا اور اگر سب شریک مطلق
اجازت دیدین تو اِس صورت مین جس قسم کا تصرف چاہیگا کریگا اور اگر سب شریک ملکر ایک
شریک کو مقرر کردین کہ فلان معین سمت مین سفر کرے تو اُسے اُس سمت کے سوا مین سفر شروع کرنا
جائز نہین یا تجارت مین ایک قسم کی اجازت دین جیسے کپڑا بیچنا ہے تو اُسے جائز نہین کہ دوسری قسم
کی تجارت کرے جیسے جانورون کی خرید فروخت ہے اور اگر دونون شریکون مین سے ہر ایک دوسرے
شریک کو تصرف کی اجازت اُس مال مین دے تو ہر ایک کو اُس مال مین اجازت کے موافق تصرف
کرنا جائز ہے گو تنہا بھی ہو اور اگر مجتمع ہونے کو آپس کے تصرف مین شرط کردین تو تصرف مین منفرد
ہونا جائز نہین اور اگر کوئی شریک تصرف مین اجازت سے بڑھجائے گا تو اُس مال کا ضامن ہوگا
اور ضایع ہونے کی صورت مین تاوان اُسکے ذمے ہے اور ہر شریک کو پہونچتا ہے کہ اپنے دئیے
اذن سے پھر جائے اور مال بانٹ لینے کا مطالبہ کرے اسلیے کہ مشارکت کوئی لازم عقد نہین ہے
اور جب شرکت کو فسخ کرڈالین تو شریکون مین سے کسی شریک کو دوسرے شریک سے اصل مال
کا مانگنا نہین پہونچتا ہے بلکہ جو کچھ نقد اور جنس مین موجود ہوگا بانٹ لین گے مگر جبکہ اتفاق
اس بات پر ہو کہ سارے مال کو بیچکر نقد کرلین گے تو اِس صورت مین بکنے کے بعد مطالبہ
نقد کا کرسکتا ہے اور اگر دو شریک شرط کرلین کہ فلان مدت تک شرکت بحال رکھین گے

اور فسخ نکرینگے تو یہ شرط صحیح نہین ہے اور ہر شریک کو جب چاہے شرکت کا فسخ کرنا پہونچتا ہے اور جو مال کہ شریک کے پاس ہے وہ ضایع ہونے کی صورت مین اُسکا ضامن نہین ہے اِسلیے کہ وہ اُسمین امین ہے مگر جب محافظت مین بے پروائی کرے تو ضامن ہے اور اگر ضایع ہونے کا دعوی کریگا تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا خواہ ضایع ہونے کے ظاہر سبب کا دعوی کرے جیسے ڈوب جانا ہے اور جلجانا ہے یا پوشیدہ سبب کا دعوی کرے جیسے چوری جانا ہے اور اِسیطرح اگر ایک شریک دوسرے شریک پر خیانت یا حفاظت مین بے پروائی کا دعوی کرے اور دوسرا انکار کرے تو اُسی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور شریک کے مرجانے سے اور دیوانے ہوجانے سے تصرف کی اجازت باطل ہوجائے گی۔

دوسری فصل مشترک مال کی قسمت مین ہے اور یہ حق سے غیر حق کا جدا کرنا ہے اور بیع نہین ہے خواہ باہمی تقسیم مین مشترک مال سے زیادہ حصون کی صحت کے لیے دین جیسا کہ بعضی تقسیمون مین اُسکی احتیاج پڑتی ہے خواہ ندین اور بے شریکون کے اتفاق کے تقسیم صحیح نہین اور تقسیم کی دو قسمین ہین ایک قسمت ایسی چیز کی ہے جسکی تقسیم مین کوئی ضرر نہین پھر اگر کوئی شریک اسکی تقسیم سے مانع آئے گا تو اُسے اتنا تنگ کرینگے کہ وہ راضی ہوجائے جس صورت مین کوئی قسمت کا خواہان ہوگا اور قسمت برابر حصّے لگانے سے اور قرعہ ڈالنے سے ہوتی ہے اور اگر کوئی شریک چاہے کہ بے قرعہ کے اپنے حصّے کو لے لے تو اور شریکون کی رضامندی کی صورت مین لے لینا جائز ہے دوسری قسم قسمت کی ایسی چیز کی تقسیم ہے کہ جسکی تقسیم مین ضرر ہوتا ہے جیسے جواہر کا دانہ اور تلوار کا قبضہ ہے اور تنگ دُکانین ہین اور یہ تقسیم جائز نہین گو ایسی تقسیم پر شریک سب متفق بھی ہون اِسلیے کہ یہ تقسیم مال ضایع کرنے کی موجب ہے اور وقف کو تقسیم کرنا نہین پہونچتا ہے اِسلیے کہ حق اُنھین پانے والون مین منحصر نہین ہے اور اگر ایک ملک مین سے کچھ وقف ہو اور کچھ وقف نہو تو اُسکا تقسیم کرنا صحیح ہے اِسلیے کہ یہ وقف کی تقسیم نہین ہے بلکہ غیر وقفی سے وقف کا جدا کرنا ہے۔

تیسری فصل اِس باب کے لواحق مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی شخص چوپایہ کسی سقّے کو دے اور دوسرا اُسے مشک دے اسبات پر کہ جو حاصل ہوگا وہ تینون شخصون مین

مشترک ہوگا تو یہ شرکت منعقد نہوگی اِسلیے کہ یہ ابدان اور اموال کی شرکت سے مرکب ہے اور امتزاج
پایا نہین جاتا ہے کہ شرکت کے لوازم مین سے ہے پھر باطل ٹھہیگی اور جو اس سے پانی پلاکر کمائیگا وہ سقے ہی کا مال ہے
اور اُسپر لازم ہے کہ چوپائے اور مشک کی اُجرت مثل دے دوسرا مسئلہ اگر کوئی شخص کوئی شکار پکڑے
یا لکڑی کاٹے جنگل سے یا گھانس کاٹے کسی جنگل سے اِس نیت سے کہ آپس مین اور دوسرے مین مشترک ہو
تو یہ نیت شرکت کے حصول مین اثر نکرے گی بلکہ سارا مال اُسی کا ہے اور اُس دوسرے کو اُسمین
کچھ نہین اور آیا صیاد یا لکڑی جمع کرنے والا اور گھانس کھودنے والا اِن مباح چیزون کے مالک
ہونے مین تملک کی نیت کا محتاج ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ نیت کا محتاج نہین بلکہ جمع کرتے
ہی اور اُٹھا لاتے ہی اُسکا مالک ہوجائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نیت کا محتاج ہے اور مجھکو اِسمین
تردد ہے تیسرا مسئلہ جبکہ دو شخصون مین کچھ مال برابر مشترک ہو پھر ایک دوسرے کو اُس مال
مین تصرف کی اور اُس سے نفع کمانے کی اجازت دے اِس شرط سے کہ منفعت دونون مین مشترک برابر
رہے تو یہ مضاربت نہین اِسلیے کہ مضاربت کا حصہ کمانے والے کے مال مین سے ہوتا ہے اور اِس
صورت مین کمانے والے کے مال سے عامل یعنی تجارت کے کام کرنیوالے کو نہین ملتا ہے اور شرکت
بھی نہین ہے گو مال مین امتزاج متحقق ہے اِسلیے کہ شرکت مین دونون شریک کام کرتے ہین اور یہان
عامل ایک ہی ہے بس یہ بضاعت ہوگی اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا مال دوسرے کو دے کہ
اُسکے لیے تبرعاً اُس سے کچھ کام کرے اور جو منفعت اُس سے حاصل ہو وہ صاحب مال کو سب کی سب
دیدے اور اِس صورت مین بھی منفعت برابر تقسیم ہوگی اور عامل کو شریک کے حصے مین سے کچھ ملنا
نہین ہے چوتھا مسئلہ جب کوئی شریک کچھ مال مول لے اور دوسرا شریک دعوی کرے کہ میرے
اور اپنے لیے یہ مال اِسنے شرکت مین خرید کیا ہے اور وہ انکار کرے اور کہے کہ مین نے اپنے لیے تنہا خرید
کیا ہے تو قسم کے ساتھ خریدنیوالے کا کہنا مقبول ہوگا اِسلیے کہ وہ اپنی نیت سے خوب واقف ہے —
پانچوان مسئلہ جب ایک شریک کسی مشترک چیز کو دوسرے شریک کی اجازت سے بیچے گا اور اُس
شریک کی طرف سے اُسکے حصے کی قیمت لینے مین وہ وکیل ہوا ہوگا اور خریدار دعوی کرے کہ پوری
قیمت مین بایع کو دے چکا اور اُسکی تصدیق شریک کرے تو اِس صورت مین خریدار شریک کے
حق سے بری الذمہ ہوجائے گا اور شریک کی گواہی کو بایع پر آدھے حق کے لینے مین بھی قبول کرینگے

اِسلیے کہ اِس گواہی مین وہ متہم نہین ہے اور کوئی فائدہ اُسکی طرف عائد نہین ہے کہ متہم ہو اور گواہی قبول نہو اور اگر خریدار دعویٰ کرے کہ ساری قیمت بایع کے شریک کو مین نے دیدی ہے اور بایع اُسکے قول کی تصدیق کرے تو اِس صورت مین خریدار بایع اور شریک کسی کے دعوے سے بری نہوگا اِسلیے کہ قیمت مین سے بایع کا حصہ بایع کو نہین دیا ہے اور نہ اُسکے وکیل کو دیا ہے کیونکہ شریک قیمت لینے مین بایع کا وکیل نتھا پھر بایع کا حق اُسپر رہا اور شریک پانے کا منکر ہے اور قسم کے ساتھ اُسی کا کہنا قبول ہوگا پھر اُسکے حق سے بھی بری نہوا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بایع کی گواہی حق کے وصول مین مقبول ہوگی مگر اشبہ یہی ہے کہ اِن دونون گواہیون مین سے کوئی مسموع نہین اِسلیے کہ پہلے مسئلے مین گواہی کی تبعیض لازم آتی ہے یعنی ساری گواہی مین سے کچھ قبول کرین اور کچھ رد کردین اور اِسمین اختلاف ہے اور مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہین پھر یہ گواہی سُنی نہ جائے گی اور دوسرے مسئلے مین وجہ معین ہے چھٹا مسئلہ جب دو شخص اپنے دو غلام ایک بیع مین ایک قیمت پر بیچین کہ ہر ایک اُن دونون مین سے ایک ایک غلام کا ذات سے بے کسی کی شرکت کے مالک ہو اور اُنکی قیمتین مختلف ہون تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع صحیح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ باطل ہے اِسلیے کہ دونون غلامون کی قیمتین برابر نہین بلکہ مختلف ہین اور ہر ایک اِن دونون غلامون مین سے علٰحدہ مملوک ہے پھر یہ ایک بیع یہان دو بیعون کے مقام مین ہے اور بیع مجہول قیمت مین لازم آتی ہے لیکن اگر دو غلام دو مالکون کی شرکت مین یا ایک مالک کے ہون تو یہ بیع جائز ہے اور اِسیطرح پر اگر ایک ایک پیمانہ علٰحدہ علٰحدہ ہر ایک کے گیہون ہون اور ایک بیع سے بیچین تو بھی جائز ہے اِسلیے کہ اِن گیہون کی ساری قیمت دونون پر برابر بٹ جائیگی ساتوان مسئلہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ ابدانکی شرکت باطل ہے پھر اگر دو شخص شرکت مین کوئی کام اجارے لین اور کام پورا کردین بس اگر ہر ایک کے کام کی اُجرت متمیز ہو تو ہر ایک اپنے اپنے کام کی اُجرت لیلے اور اگر مشتبہ ہو تو اُس ساری اُجرت کو ہر شخص کے کام کی اُجرت مثل پر تقسیم کرینگے اور جو جسکی اُجرت مثل کے مقابل ہو وہ اُسے لینا چاہیے اور اُجرت مثل سے حاصل کچھ کم زیادہ ہو تو اُسے بھی اُسی نسبت سے پہیلا لین گے آٹھوان مسئلہ جب دو شریک ایک مال کو ایک بیع مین بیچین اور بعد اسکے ایک اُنمین سے اپنے حصے کے دام لیلے تو دوسرا بھی اُسمین شریک رہیگا

نوان مسئلہ جب کوئی کسی کو جنگل سے لکڑی کاٹنے کو یا جنگل سے گھانس لانے کو یا جانورون کے شکار کرنے کو ایک معین مدت پر اجارہ دے تو یہ اجارہ صحیح ہے اور جو کچھ اُس مدت مین اُسکے کام سے حاصل ہوگا اُسکا مالک وہی ٹھیکہ دینے والا ہوگا اور اگر کسی معین جانور کے شکار کرنے کے لیے کسی کو اجارہ کرے تو صحیح نہین ہے اِسلیے کہ اُس خاص شکار کے حاصل ہونے کا اکثر اعتماد نہین۔

کتاب مضاربت

یہ کتاب مضاربت کے بیان مین ہے اور مضاربت مفاعلت کا صیغہ زمین پر چلنے کے معنونکی ضرب سے ہے یعنی مسافرت کے معنون مین ہے اور جب مضارب مالک کا مال لیکر نفع حاصل کرنے کے لیے زمین کے اطراف مین پھرتا ہے تو اِسلیے اُسے مضارب کہتے ہین اور یہ کتاب چار امرون مین نظر کی مقتضی ہے پہلی نظر عقد مضاربت مین ہے اور یہ عقد وہ ہے جو طرفین سے جائز ان معنون سے ہے کہ ہر شخص کو مالک اور مضارب مین سے پہونچتا ہے کہ جب وہ چاہے فسخ کر ڈالے خواہ وہ مال پورا نقد ہو یا مین جنسین ہون اور اگر مضاربت مین معین میعاد کی شرط کرین تو اِس شرط کی وفا لازم نہین لیکن اگر مالک کہے مثلاً کہ جب سال گذر جائے تو کچھ خرید نکرنا اور جو کچھ موجود ہو اسی کو بیچنا تو یہ شرط صحیح ہے اِسلیے کہ یہ شرط مضاربت کے عقد کے منافی نہین اور اگر یہ کہے کہ مین نے تجھے مضارب کیا ایک سال کو اِس شرط پر کہ اُس سال بھر مین مجھے تیری مضاربت کے منع کرنے کا اختیار نہین تو یہ صحیح نہین اِسلیے کہ اِس اختیار کا نہونا مضاربت کے منافی ہے اور اگر مالک مال مضارب سے شرط کرے کہ فقط زید سے خرید کرے اور فقط بکر ہی کے ہاتھ بیچے تو بھی صحیح ہے اور اُسے شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے اور اِسی طرح اگر یہ شرط کر دے کہ فلان شخص کے کپڑے کے سوا کچھ نہ خریدے یا فلان چیز کے سوا کے کچھ نہ مول لے تو بھی جائز ہے خواہ اُس مال کا بہم پہونچنا جسکے خریدنے کا حکم دیا ہے اکثری ہو یا بہت کم اور نادر ہو اور اگر یہ شرط کرے کہ مضارب ایک اصل چیز خرید کرے اور اُسکے حاصلین دونون شریک ہونگے جیسے لکڑی یا درخت ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ شرط فاسد ہے اِسلیے کہ یہ نمو یعنی بڑھوتی عامل کے عمل سے نہین ہے بس مالک کا اصل مال ہے اور اِس مین شرکت عقد مضاربت کے منافی ہے اِسلیے کہ مضارب نفع کا شریک ہوتا ہے اصل مال کا شریک نہین ہوتا ہے اور اِسمین تعجب ہے اِسلیے کہ اصل کا تحریہ کرنا عامل کا کام ہے کہ اُسی سے یہ حاصل حاصل ہوئے ہین بس اِسکی صحت کا قائل

ایک طرح کی دلیل رکھتا ہے اور اگر مالک مطلق تصرف کی اجازت مال مین مضارب کو دیدے تو اُسے چاہیے کہ جو مالک اپنی ذات سے کرتا ہے خود بھی کرے مثل مال کھولنے کے اور پھیلانے کے اور لپیٹنے کے اور صندوق مین رکھنے کے اور اُجرت پر کام لینے کے جسکا اُجرت پر لینا تجارت مین عادت سے جاری ہو جیسے دلال ہے اور تولنے والا ہے اور مزدور ہے اور اگر مضارب پہلے کامون کے لیے جنھین اُسے ذات سے کرنا چاہیے اُجرت دے تو اُس اُجرت کا تاوان دیگا اور اگر خود اُن کامون کو کرے کہ جنکو اُجرت پر عادت سے تجارت مین لیا کرتے ہین تو اُجرت کا استحقاق نہین رکھتا ہے اور اپنے سارے سفر کی ضروریات کا خرچ اُسی مال سے بنا بر اظہر کے لیگا اور اگر مضارب کے پاس مال مضاربت کے سوا خود بھی مال ہو کہ اُسمین خود اپنے لیے تجارت کرتا ہو تو موجہ یہی ہے کہ اپنے سفر کے ضروری اخراجات کا حصہ اپنے مال سے بھی لیگا اور اگر اتفاق سے صاحب مال بھی سفر کرے اور سفر مین مال مضاربت کو مضارب سے لیلے تو اِس صورت مین جو اُسکے گھر تک پہونچنے کا خرچ ہوگا وہ اُسی عامل کے خاص مال سے ہوگا اور مضارب کو پہونچتا ہے کہ عیب دار چیزین نہ خریدے اور عیب دار چیزون کو پھیر دے اور تفاوت قیمت کا لے مگر یہ سب منفعت کے گمان کی صورت مین ہے اور جب مالک مطلق بیچنے کی اجازت دے تو مضارب کو چاہیے کہ نقد ہی بیچے میعادی قرض پر نہ بیچے اور قیمت مثل یا زیادہ پر بیچے کم پر نہ بیچے اور جو سکہ کہ اُس ملک مین چلتا ہو اُسی پر بیچے اور اگر اسکے برخلاف کریگا تو بیع جاری نہوگی ورنہ مالک مال کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اسیطرح یہ واجب ہے کہ ایسے مال کو خرید کرے کہ جسمین نفع کا گمان ہو اور عین مال سے خرید کرے قرض کے عنوان سے نہ لے اور اگر میعادی قرض مول لیگا تو صحیح نہین مگر مالک اجازت دیدے تو صحیح ہوگا اور اگر کسی چیز کو بے مالک کی اجازت قرض خرید کرے اور مالک سے اُسکا ذکر نکرے تو اُسکی قیمت ظاہر شرع کے موافق اُس مضارب کے ذمے ہے اور اگر اُسے مالک ایک معین معلوم جہت مین سفر کرنے کو کہے اور وہ اُسطرف کے سوا اور کسی طرف جائے یا کہے کہ فلان چیز مول لے اور وہ اُسکے سوا اور چیزین مول لے تو جو نقصان پہونچیگا اُسکے تاوان بھرنے کا ضامن ہے اور اگر کچھ فائدہ پہونچیگا تو وہ دونون مین جسطرح کہ شرط ہوئی ہے مشترک رہیگا اور اگر اِن دونون مین سے ایک بھی مرجائیگا تو مضاربت باطل ہو جائے گی اِسلیے کہ مضاربت وکالت کے معنون مین ہے —

دوسری نظر مضاربت کے مال کے بیان مین ہے۔ مضاربت کے مال کی شرطون مین سے یہ ہے
کہ عین ہو لبس مضاربت دین مین صحیح نہین اور روپئے اشرفیان ہون یعنی چاندی سونا سکہ دار
اور چاندی کے ٹکڑے بے سکہ دار کی مضاربت مین تردد ہے اور مضاربت پیسون کی صحیح نہین
اور نہ کھوٹے روپئون سے صحیح ہے خواہ میل کم ہو یا زیادہ ہو مگر یہ کہ میل معلوم ہو اور لین دین مین
چلتے ہون جنسو نسے اور مشترک متاع کے مالسے مضاربت صحیح ہے اور اگر کوئی کسی کو گائے کے شکار کرنے کا
اوزار دے مثل جال کے اور اُس سے شکار کا حصہ ٹھہرا لے پھر صیاد اُس سے شکار کرے تو وہ شکار
اُسی صیاد کا مال ہے اور فقط جال کا کرایہ جال کے مالک کو دیدیگا اور مشترک مال سے مضاربت
صحیح ہے مگر ضرور ہے کہ اُسکی مقدار معلوم ہو اور فقط اُس مال کا دیکھ لینا کفایت نہین کرتا ہے اور بعضے
فقہا کہتے ہین کہ مقدار نہ معلوم ہونے پر دیکھ لینے سے مضاربت صحیح ہے اور مال کی مقدار پر
نزاع کی صورت مین عامل کا قول قسم کے ساتھ قبول کے قابل ہے مگر یہ کہ مدعی زیادتی کو گواہون
سے ثابت کر دے اور اگر کوئی شخص دو مال لے آئے اور کہے کہ مین نے تجھے مضارب کیا اِن دو
مالون مین سے ایک سے کہ جسے تو پسند کرے تو مضاربت منعقد نہوگی اور اگر عامل مضاربت کیلیے
اتنا مال لے کہ جسکے امور کا انصرام اُس سے نہوسکتا ہو تو اُس مال مین اِس بات کا ضامن ہے
کہ کچھ اگر ضایع ہو جائے گا تو تاوان بھر دے گا اور اگر کسی شخص کا کچھ مال کسی غاصب کے پاس ہو اور
بعد اسکے مالک مال اُس مال مین مضارب کرے تو صحیح ہے اور اگر وہ مال ضایع ہو جائے گا تو
غاصب ضامن ہے کہ اُسکا تاوان دیدے گو بعد مین مضارب ہو گیا ہو اور اگر غاصب کوئی چیز
مالک کے اذن سے اُس غصبی مال سے خرید کرے اور اُس مال کو بایع کو دیدے تو غصب سے
بری الذمہ ہو جائیگا اِسلیے کہ مالک کے مال کو اُسکی اجازت سے بایع کو دیا ہے اور جو دین کہ اُسکے
ذمے تھا اُسے ادا کر دیا ہے اور اگر کسی شخص کا کچھ دین کسی کے ذمے ہو تو جائز نہین ہے کہ اُسی
دین کو مضاربت کے طریق سے دیندار کو یا اور کسی کو دے مگر جبکہ پہلے اپنے قبضے مین لے آئے
اور پھر دے تو جائز ہے اور یونہین جائز نہین کہ عامل یعنی مضارب کو اجازت دے کہ دیندار سے
دین وصول کر کے مضاربت کرے مگر وصول کے بعد نئے سرے سے مضاربت کا عقد واقع کرے تو
جائز ہے بیان ہوئے مسئلون کی فرع لگر مالک کہے کہ یہ مال بیچ اور جب نقد ہو جائے تو بھی مال مضاربت

ہے یہ صحیح نہین اِسلیے کہ عقد مضاربت کے وقت یہ مال نقد تھا اور اگر صاحب مال مرجائے اور
مال مضاربت مین چیزین نقد کے سوا ہون اور وارث اُس مضارب کو بحال رکھے تو یہ
مضاربت صحیح نہین ہے اِسلیے کہ پہلی مضاربت مالک کے مرنے سے باطل ہوگئی اور مضاربت کی
ابتدا نقد کے سوا متاعون سے اور چیزون سے صحیح نہین ہے اور اگر صاحب مال اور مضارب
اصل مال یعنی پونجی مین نزاع کرین تو قبول کرنے کے قابل عامل کا قول ہے یعنی مضارب
کا قول قسم کے ساتھ دوسری طرف ثبوت نہونے پر مان لین گے اِسلیے کہ نزاع مقبوض مین ہے
اور اگر عامل اپنے مال کو اور مضاربت کے مال کو مالک کی بے اجازت اسطرح ملا دے کہ مال مضاربت
پہچان نہ پڑے تو تاوان بھرنے کا ضامن ہے اِسلیے کہ اُسنے نا شروع یعنی ناجائز تصرف کیا ہے
تیسری نظر منافع مین ہے مضارب کو شرط کے موافق نفع مین حصہ دینا لازم ہے نہ کام کی اُجرت اور یہی
قول زیادہ صحیح ہے اور ضرور ہے کہ حصہ مشاع ہو یعنی پورا پورا حصون مین مشترک ہو جیسے آدھا یا
تہائی یا چوتھائی پس اگر مالک کہے کہ یہ روپیہ مضاربت کو لے اور نفع میرا ہے تو یہ مضاربت فاسد
ہوجائیگی اور ممکن ہے کہ اِس صورت مین معنون کی نظر سے بضاعت ہوجائے اِسلیے کہ معنی بضاعت
کے یہی امانت ہین جسمین عامل تبرعا کام کرے تو سارا نفع مالک کا ہو پس مضاربت کے لفظ سے
بضاعت کا قصد کیا ہے اور اِسمین تردد ہے اور اسیطرح اگر کہے کہ پورا نفع تیرا ہوگا تو اِسمین بھی تردد ہے
لیکن اگر کہے کہ یہ مال تو لے اور اِس سے تجارت کر اور نفع میرا ہوگا تو اِس صورت مین بضاعت ہے
اور اگر کہے کہ نفع تیرا ہوگا تو قرض ہوگا اور اگر ایک دونون مین سے اپنے لیے کوئی مقدار معین نفع کی
شرط کرلے جیسے سو روپئے یا کم زیادہ اُس سے نفع ہو تو اُنہین آدھے یا تہائی وغیرہ سے مشترک ہوگا
تو اِسطرح کی مضاربت فاسد ہے اِسلیے کہ زیادتی کے حاصل ہونے پر وثوق اور اعتماد نہین پس شرکت متحقق نہوگی
اور اگر یون کہے کہ اِس مال کو آدھے پر لے تو صحیح ہے اور اگر یون کہے کہ یہ مال لے اِسبات پر کہ نفع میرے
تیرے درمیان مین مشترک ہوگا تو صحیح ہے اور آدھون آدھ نفع کا شریک ہوجائے گا اور اگر یون کہے
کہ اِس مال کو اِسپر لے کہ آدھا نفع تیرے لیے ہے تو بھی صحیح ہے اور اگر یون کہے کہ آدھا نفع میرے لیے ہے
اور اتنے ہی پر چپ ہو رہے تو صحیح نہین ہے اِسلیے کہ عامل کے لیے حصہ معیّن نہین کیا اور اگر اپنے
غلام کے لیے کوئی حصہ مقرر کرے تو بھی صحیح ہے خواہ وہ غلام اُس مال مین کام کرے یا نکرے اِسلیے

کہ غلام مال کا مالک نہیں ہوتا ہے اُسکا حصّہ بھی مالک ہی کا حصّہ ہے اور اگر کسی غیر کیلیے کوئی حصّے
کی شرط کرے اور وہ بیگانہ اُنمین کام کرے تو صحیح ہے اور اگر کام نکرے تو فاسد ہے اور اِس مسئلے مین
اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ المؤمنون عند شروطہم یعنی مومن اپنی شرطون پر قائم رہتے ہین اور
اوفوا بالعقود یعنے عقدون کو پورا کرو بس بیگانہ بھی شریک ہو جائیگا اور ایک قول پر بیگانے کا
حصّہ بھی مالک ہی سے متعلق ہوگا اور یہ دونون قول ضعیف ہین اِسلیے کہ عقد مضاربت کے منافی
ہین اور اگر مالک کہے کہ تیرے لیے اِس مال کا آدھا نفع ہے یا آدھے مال کا نفع ہے تو صحیح ہے اور اگر
دو شخصون سے کہے کہ تمھارے لیے آدھا نفع ہے تو صحیح ہے اور وہ دونون آپس مین برابر ہو جائینگے
اور آدھا نفع اُن دونون پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر اُن دونون مین سے ایک کے لیے زیادہ قرار دے
اور دوسرے کے لیے اُس سے کم تو بھی صحیح ہے خواہ دونون کام مین برابر ہون یا نہ اور اگر عامل کے
حصّے مین نزاع ہو تو قسم کے ساتھ مالک کا قول مقبول ہے اور اگر مرض موت مین کچھ مال مضاربت
کے طریق پر دے اور عامل کے لیے کچھ نفع کی شرط کر دے تو صحیح ہے اور عامل نفع کے حصے کا مالک
ہو جائیگا اور اگر عامل کہے کہ اتنا نفع مین نے کمایا ہے اور بعد مین انکار کرے تو قبول نہ کرینگے اور یونہین
اگر ادعا کرے کہ مین نے گنتی مین غلطی کی تو بھی قبول نہ کرینگے لیکن اگر کہے کہ پھر مجھے نقصان ہوا یا
کہے کہ اِسکے بعد وہ نفع ضایع ہو گیا تو اُسکے کہنے کو مان لین گے اور نفع کے ظاہر ہونے پر عامل نفع
مین اپنے حصّے کا مالک ہو جاتا ہے اور سارے مال کے نقد ہونے پر موقوف نہین چوتھی نظر
مضاربت کے لواحق مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ عامل امین ہے اور ضایع ہو جانے
کی صورت مین ضامن نہین مگر جب بے پروائی کرے یا خیانت کرے تو تاوان بھر دیگا اور مال
کے ضایع ہو جانے کے دعوے مین اُسکا قول مقبول ہے اور آیا اُسکا یہ کہنا کہ مالک کو مین نے مال
پھیر دیا مقبول ہوگا یا نہین اِسمین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ بے ثبوت کے مقبول نہین دوسرا مسئلہ مضاربت
جبکہ لیے غلام کو مالک کے مال سے خرید کرے جو صاحب مال کے لینے سے آزاد ہوتا ہے جیسے
باپ مان اور بہن بہن اگر مالک کی اجازت سے خرید کیا ہے تو خرید اُسکی صحیح ہے اور وہ آزاد
ہو جائے گا اور جسقدر مالک کے مال سے عامل پاس کچھ بچ رہا ہے وہی مضاربت کا مال ہوگا
اور اگر اُس خرید مین منفعت بھی ہوئی ہوگی تو صاحب مال کو چاہیے کہ اُس نفع کا حصّہ عامل کو

دیدے اور موجہ یہی ہے کہ اُس غلام کے مول لینے کی اُجرت دے اور اگر مالک کی بے اجازت
مول لیا ہے اور مالک کے عین مال سے خرید کیا ہے تو یہ خرید باطل ہے اور اگر میعادی قرض لیا
ہے تو یہ خرید عامل کی ہوگی اور صاحب مال کی نہوگی مگر جب خرید کے وقت ذکر کردے کہ میں
مالک کے لیے مول لیتا ہون تو اس صورت مین مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی تیسرا مسئلہ
اگر مال کسی عورت کا ہو اور مضارب اُس مال سے اُس عورت کے شوہر کا مول لیوے اگر اُس عورت
کی اجازت سے مول لیا ہے تو اُس عورت کا نکاح باطل ہوجائیگا اور اُسکا شوہر اُسکا غلام ہوجائیگا
اسلیے کہ ملکیت اور نکاح ایک ساتھ جمع نہین ہوتے جیسا کہ کتاب نکاح میں مذکور ہوگا انشاء
اللہ تعالیٰ اور اگر اُس عورت کی بے اجازت لیا ہو تو بعضے فقہا کہتے ہیں کہ یہ خرید صحیح ہے اور بعضے فقہا
کہتے ہین کہ یہ خرید فاسد ہے اسلیے کہ اِسمین اُس عورت کا نقصان ہے کہ اُسکا نکاح باطل ہوتا ہے
اور یہی قول اشبہ ہے چوتھا مسئلہ اگر مال مضاربت سے عامل اپنے باپ کو خرید کرے پھر اگر
اُسکے مول لینے مین کچھ نفع ظاہر ہو تو عامل کے مال کے حصے بھر وہ غلام آزاد ہوجائیگا اور اُس
غلام کو چاہیے کہ باقی قیمت خود کما کر مالک کو پہونچا دے خواہ وہ عامل مالدار ہو خواہ محتاج ہو
پانچوان مسئلہ جب مالک مال عقد مضاربت کو فسخ کرڈالے تو وہ فسخ صحیح ہے اور عامل کو
پہونچتا ہے کہ اُسوقت تک کی اپنی اُجرت مثل لیلے اور اگر نقد ہونے مین کچھ چیزین باقی ہون تو بعضے
فقہا کہتے ہین کہ عامل کو پہونچتا ہے کہ اُنھین بیچکر نقد روپئے کردے اور موجہ یہی ہے کہ نہین پہونچتا
ہے اور اگر مالک اُس سے کہے کہ انھین بیچکر نقد کردے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسپر نقد کردینا واجب
ہے اور موجہ یہی ہے کہ واجب نہین اور اگر صاحب مال ایسے حال مین مرجائے کہ روپیہ نقد ہو
اور اسباب اور چیزین ہون تو عامل کو پہونچتا ہے کہ اُنھین بیچڈالے مگر جب وارث منع کرے
تو بیچنا نہین پہونچتا ہے اور اس مسئلے مین اور قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مالک کے مرتے ہی
مضاربت باقی نہین رہتی ہے اور مال مین تصرف وارث کی اجازت پر موقوف ہے اور فقط
وارث کا منع نکرنا مضاربت کے مال یا چیزون کے بیچنے کا جائز کردینے والا نہین ہے بلکہ صریح
اجازت پر موقوف ہی چھٹا مسئلہ جب کسی اَور کو پہلا عامل مضارب کرے پھر اگر مالک کی اجازت
سے کیا ہے اور شرط کردی ہے کہ مال کا نفع مالک مین اور اِس دوسرے مضارب مین مشترک ہی

تو صحیح ہے اور اگر اپنے لیے بھی نفع شرط کیا ہے تو صحیح نہین اسلیے کہ اُسکا کوئی کام نہین ہے اور اگر مالک کی بے اجازت کیا ہے تو دوسری مضاربت صحیح نہین پھر اگر دوسرے مضارب کی کوشش سے کچھ نفع ہوگا تو آدھا مالک کا ہے اور آدھا پہلے مضارب کا ہے اور پہلے مضارب پر واجب ہے کہ اُسکی اُجرت اپنے حصے مین سے دیدے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دوسرا آدھا نفع بھی مالک ہی کا ہے کہ اُس مال مین پہلے عامل نے کچھ کام نہین کیا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دوسرا آدھا دونون مضاربون مین مشترک ہے اور کام کی اُجرت کا آدھا دوسرا پہلے سے لیگا اور پہلا قول خوب ہے ساتوان مسئلہ جب کوئی شخص کہے کہ اتنے روپئے مین نے فلان شخص کی مضاربت کے لیے دیے ہین اور وہ منکر ہو اور مدعی گواہون سے ثابت کرے پھر عامل اُس مال کے ضایع ہونے کا ادعا کرے تو اُسپر مال کی ضمان یعنی تاوان بھر دینے کا حکم کیا جائیگا کیونکہ تلف کا ادعا مال لینے کا اقرار ہے اور پہلا انکار تعدی اور تفریط ہے کہ ضمان کا موجب ہے اور مضارب کے امین ہونے کے حکم کا دُور کرنے والا ہے اور یہی حکم ہر امانت مین ہے جو کسی پاس رکھوائی جائے لیکن اگر پہلی صورت مین جواب مین کہے کہ میرے پاس کچھ تیرا حق نہین ہے اور مثل اسی عبارت کے کہے اور ثابت کرنے کے بعد ضایع ہو جانے کا دعویٰ کرے تو تاوان بھرنے کا ضامن نہوگا اسلیے کہ مضاربت کا انکار نہین کیا ہے اور محتمل ہے کہ بے اُسکی تفریط کے یعنی بے پروائی کے بدون اُسکا مال ضایع ہو گیا ہو اور عامل ضامن نہو اور مضارب کا قول ضایع ہو جانے مین بے تفریط کرنے قسم کے ساتھ قبول کر لیا جائیگا آٹھوان مسئلہ جب مال مضاربت یا کچھ اُسمین سے ضایع ہو جائے اور پہلے اُس مال کو تجارت مین دَورہ ہو چکا ہو تو اُس ضایع ہوئے مال کو تجارت کے نفع مین سے محسوب کر لین گے اور یہی حکم ہے جو کچھ مال دورے سے پہلے ضایع ہو جائے پھر اُس مال کا دَورہ تجارت مین ہوا اور نفع حاصل تو پہلے نقصان کو نفع سے کم لینا چاہیے تاکہ پونجی قائم رہے اور اس مسئلے مین تردد ہے شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ محسوب کر لیا جائیگا نوان مسئلہ جب دو صاحب مال ایک شخص کو مضارب کرین اور اُسکے لیے آدھا نفع اور باقیمین ایک دوسرے کے لیے مال برابر ہونے پر کم اور زیادہ نفع شرط کرین تو یہ مضاربت صحیح نہین اسلیے کہ شرط فاسد ہے کیونکہ نفع مال کے تابع ہے جبکہ دونون مالکون کے مال برابر ہین تو دونون کو نفع مین بھی برابر کا شریک رہنا چاہیے

اور نہین تو لازم ہے کہ ایک زیادہ نفع بے کچھ کام کیے یا بے سوا مال لگائے لیجائے اور اسمین تردد ہے اسلیے کہ ممکن ہے کہ وہ زیادتی عامل کے مال مین سے ہو کہ شرط کے سبب سے ایک مالک سے متعلق ہوگئی ہو اور جس قدر کہ دوسرے مالک منے لیا ہے اُسی قدر اُسکی پونجی کے مقابل مین ہے دسوان مسئلہ جب مضارب کسی غلام کو نفع حاصل کرنے کے لیے میعادی قرض لے پھر اُسکی قیمت بے تفریط کے مضارب کے پاس سے بایع کو دینے سے پہلے ضایع ہو جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صاحب مال کو لازم ہے کہ وہ قیمت دیدے گو دوسری تیسری بار ہو اور وہ سب جو مالک دیگا اصل مال مین داخل ہو جائے گا اور نقصان کا تدارک نفع سے کر لینا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر مالک نے اجازت دی ہوگی کہ قرض لے تو اس صورت مین یہی حکم ہے جو بیان ہوا ہے اور اگر مالک کی بے اجازت قرض خرید لیا ہے تو یہ خرید باطل ہے اُسکی قیمت کسی پر مالک اور مضارب مین سے لازم نہین ہے مگر یہ شرط ہے کہ خریدنے کے وقت مضارب نے مالک کا نام لے لیا ہو کہ اُسکے لیے مین مول لیتا ہون اور اگر یہ نہ کہا ہوگا تو غلام کی خرید عامل پہ لازم ہوگی اور اُسکے دام ظاہرا مضارب کے ذمے ہونگے گیارھوان مسئلہ جب نفع کی مقدار نقد ہو جائے اور مالک اور مضارب مین سے کوئی شخص نفع کی تقسیم کا خواہان ہو پھر اگر دوسرا شخص بھی اسپر متفق ہو تو بانٹ لینا صحیح ہے اور اگر مالک نمانے تو اُسپر بانٹنے کا جبر نکرینگے پھر اگر تقسیم کرین اور اصل مال یعنی پونجی مین گھٹی پڑے تو مضارب جو نفع اور نقصان مین سے کم ہوگا وہ پھیر دیگا یعنی جیسے سو روپئے نفع کے پائے ہین اور پچاس روپئے گھٹی کا حصہ ہوا ہے تو وہی پچاس روپیہ حصۂ نفع سے نقصان کی بابت پھیر دیگا اور اسی حساب پر مالک بھی عمل کریگا یعنی جو کچھ نفع کا پایا ہے نقصان کی مقدار کے موافق اُسے اصل مال مین محسوب کر دیگا اور اگر نفعون کے حصے گھٹی کے حصون سے کم ہونگے تو پورے نفعے کو پھیر دینگے اور اصل مال مین محسوب کر دینگے بارھوان مسئلہ صاحب مال کو مال مضاربت مین سے مضارب پاس سے کوئی چیز کا مول لینا صحیح نہین ہے اسلیے کہ خود اُسی کا مال ہے اور مضارب سے شفعہ کے سبب سے کسی زمین کا مول لینا بھی جائز نہین اور اسی طرح اپنے قابض غلام سے کسی چیز کا مول لینا بھی جائز نہین اور مکاتب غلام سے خرید کرنا جائز ہے اسلیے کہ جو خالص بندے کے پاس ہے وہ اُسی کے آقا کا مال ہے اور مکاتب مکاتبت کے سبب سے مملوک ہونے سے خارج ہو گیا ہے

اور آقا کو فقط مال کتابت پر تسلط ہوگیا ہے پھر اُس سے آقا کوئی چیز خرید کرسکتا ہے تیرھواں مسئلہ جب کوئی شخص کسیکو کچھ مال مضاربت کے طریق پر دے اور شرط کرے کہ کچھ مال بضاعت یعنی ایسی امانت لے کہ جسکا نفع مالک سے مخصوص رہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ صحیح نہیں اسلیے کہ مضارب اُس مال پر کچھ کام نہ کریگا جو اُجرت رکھتا ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مضاربت صحیح ہے اور شرط باطل ہے اُسے چاہیے کہ نفع مین حصہ لیلے اور اگر یہ کہا جائے کہ مضاربت پہلے مال صحیح ہے اور امانت کی، اور عامل کے نفع نہونے کی شرط بھی دوسرے مال مین صحیح ہے تو خوب ہوگا اسلیے کہ ایک مال کی مضاربت دوسرے مالکی عقد بضاعت کے منافی نہین ہے۔
چودھواں مسئلہ جب مال مضاربت سو روپئے ہون اور نقصان سے دس روپئے ہون اور دس روپئے مالک پھیرے پھر اُس مال مین مضارب عمل کرے اور کچھ نفع حاصل ہو تو اُس صورت مین اصل مال یعنی پونجی نواسی روپئے ایک روپئے کا نوان حصہ کم ہے اسلیے جو مالک نے لیا ہے اصل مال یعنی سو ہی اور موجودہ کا حکم رکھتا ہے پھر مال نوے روپئے ہوا اور جبکہ نقصانکے دس روپئے نوے روپئے پر تقسیم کیا تو ایک روپیہ اور نوان حصہ دس کا حصہ نکلا اور اسی کو نوے سے کم کیا تو نواسی روپئے ایک روپئے کا نوان حصہ کم باقی رہتے ہین اور وہی پونجی ہین پندرھواں مسئلہ مضارب کو مال مضاربت سے لونڈی خریدنا اور اُس سے ہمبستر ہونا جائز نہین گو مالک نے لونڈی خریدنیکی اور اُس سے ہمبستر ہونے کی اجازت بھی دی ہو اسلیے کہ ہمبستر ہونا اُسکی تحلیل ہے اور مالک ہونے کے پہلے تحلیل کوئی اثر نہین رکھتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کی اجازت ہونے پر جائز ہے اور یہ قول ضعیف ہے لیکن اُس لونڈی کو مول لینے کے بعد اُسکی تحلیل کرے تو جائز ہے یعنی جس صورت مین کہ اُس مال مین کچھ نفع نہوا ہو اور خاص ملک مالک کی ہو اسلیے کہ اگر اُس مال مین کچھ نفع ہوا ہو گا تو مضارب خود اُس لونڈی مین نفع کے حصے کے موافق شریک ہوگا اور مشترک لونڈی سے ایک شریک اور شریکون کی اجازت سے ہمبستر نہین ہوسکتا ہے اور اسمین اختلاف بھی ہے یہ سب اپنے مقام مین بیان ہوگا انشاءاللہ تعالی سولھواں مسئلہ جب مضارب مرجائے اور اُسکے پاس لوگون کے مضاربت کے مال ہون پھر اگر اُن مالکون مین سے کسی ایک کا مال تعیین سے معلوم ہوگا تو

وہی مالک اُس مال کا حق ہوگا اور اگر کسی کا مال جان نہ پڑیگا تو سب اُس مال میں برابر ہیں اور اگر اُس مال کا مال مضاربت ہونا معلوم نہو تو اُس مال پر میراث کا حکم کر دیا جائے گا۔

کتاب مزارعت و مساقات

یہ کتاب مزارعت اور مساقات کے بیان میں ہے اور مزارعت زمین کے اُس معاملے کو کہتے ہیں جو زمین کی پیداوار کے کسی حصے پر کیا جاتا ہے یعنی بٹائی پر زمین اُٹھوانے کو مزارعت کہتے ہیں اور عبارت اسکی یہ ہے کہ زمین کا مالک جیسے زمیندار وغیرہ کہے کہ یہ زمین میں نے تجھے زراعت یعنی کھیتی کرنے کو دی ہے یا یہ کہے کہ تو کھیتی کر اس زمین پر یا یہ کہے کہ یہ زمین میں نے تجھے سپرد کی ہے یا جو اِس معنوں میں ہو وہ کہے اِس مدت تک اُسکی پیداوار سے اتنے معین حصے پر اور مزارع یعنی کسان اسے قبول کرے اور یہ عقد لازم ہے ایک طرف والے کو اسکا فسخ جائز نہیں لیکن جبکہ مالک اور مزارع دونوں اِس کے فسخ پر راضی ہو جائیں گے تو یہ عقد فسخ ہو جائیگا اور مالک اور مزارع میں سے کسی ایک کے مرنے سے یہ عقد باطل نہیں ہوتا ہے اور جب اُنمیں کا ایک مر جائیگا تو اُسکے وارث سے متعلق ہوگا اور کلام یا اِسکی شرطوں میں ہے یا حکموں میں ہے لیکن شرطیں تین ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ اُس زمین کی پیداوار دونوں میں مشترک ہو خواہ حصے برابر ہوں خواہ کم زیادہ ہوں بس اگر کوئی شرط کرے کہ ساری پیداوار اُسی کی ہوگی اور دوسرے کو کچھ نہ دیگا تو صحیح نہیں اور اِسیطرح اگر ایک اُن دونوں میں سے کھیتی کی کسی قسم کی پیداوار سے اپنے کو مختص کرے کہ دوسرے کے لیے اُس قسم میں سے کوئی حصہ نہ ہو جیسے پہلی پیداوار اپنے سے مختص کرے یا ایک جو کا کھیت اپنے سے مختص کرے اور اُوُر کا دوسرے سے مختص کرے تو صحیح نہیں یا ایک شخص ایک معین مقدار کو اپنے لیے شرط کرے اور جو اُس سے زیادہ پیدا ہو وہ دونوں میں مشترک رکھے تو یہ بھی صحیح نہیں اسلیے کہ ممکن ہے اُسمقدار سے بڑھکر پیدا ہی نہو لیکن اِن دونوں میں سے ایک دوسرے کے لیے کسی ایسی چیز دینے کا ضامن یعنی ذمہ دار ہو کہ وہ اُس زمین کے پیداوار میں کے اسکے حصے سے سوا ہو تو بعضے فقہا اسے صحیح کہتے ہیں اور بعضے باطل کہتے ہیں اور پہلا قول اشبہ ہے اور زمین کو گیہوں یا جو کی کھیتی کرنے کے لیے اجارے دینا گیہوں یا جو کی کسی معین مقدار کے بدلے جو اُسی زمین کی پیداوار میں سے ہو مکروہ ہے اسلیے کہ یہ احتمال ہے کہ اُس زمین سے

پیدا نہو اور اسکا حرام ہونا اشبہ ہے اور جتنے پر خود زمین کو اجارے لیا ہے اُس سے بڑھکر اُسی زمین کو دوسرے کو اجارے دینا مکروہ ہے مگر جبکہ اُس زمین مین اجارے دینے والا کچھ کام کر چکا ہو یا جس جنس پر خود اجارے لیا ہے اُسکی غیر جنس سے دوسرے کو اجارے دیا ہے تو زیادہ لینا مکروہ نہین

دوسری شرط مدت کا معین کرنا ہے جب دونون سے یا مہینون سے کوئی مدت معین کرے تو اُس زمین کا اجارہ صحیح ہے اور اگر فقط بونے کو معین کرے اور مدت قرار ندے تو اِسمین دو وجہین ہین ایک یہ کہ صحیح ہے اسلیے کہ بونے کا ایک وقت معیّن ہے پھر جو وقت عادت سے ہے وہی سمجھا جاتا ہے مدّت کی تصریح کی کیا ضرورت ہے جسطرح کہ مضاربت مین میعاد کی تصریح درکار نہین اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مزارعت باطل ہے اِسلیے کہ مزارعت کا عقد اجارے کی طرح سے لازم ہے بس اِسمین شرط ہے کہ مدت معیّن ہو کہ احتمال دھوکے کا اور زیبا نہ ہو کیونکہ زراعت کی مدّت معین اور مضبوط نہو گی اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر مدّت گذر جاے اور زراعت باقی رہے تو مالک زمین کو اشبہ قول پر اُس کھیتی کا نکالنا جائز ہے خواہ اُس بونی کے پکنے مین دیر معین میعاد سے بڑھکر کسان کی بے پروائی سے ہو کہ اُسنے کھیتی کی ضرورتون مین کمی کی ہو یا خدا کی طرف سے ہو مثل ہوا کے بدلنے اور پانی دیر سے برسنے کے اور اگر دونون میعاد سے زیادہ باقی رکھنے پر اتفاق کرلین تو جائز ہے خواہ عوض پر خواہ بے عوض کے یہ اتفاق ہوا ہو اور اگر عوض شرط کرلین تو اِس شرط کے لزوم مین زائد مدت کی تعیین کرلینا ضرور ہے اور اگر عقد مین مدت کی تاخیر نہ پکنے کی تقدیر پر شرط کرینگے تو یہ عقد باطل ہوجائیگا اور یہ بطلان اُن علما کے قول پر ہے جو مدّت کی تعیین کو شرط جانتے ہین اور اگر چھوڑ رکھے زمین کو یعنی بونی نکرے یہانتک کہ مدت گذر جائے تو اُس مزارع کو لازم ہے کہ اُس زمین کی مثل کا لگان دیدے اور اگر زمین کو اجارے ایک مدت تک کسی معین مقدار پر لیا ہے اور اُسپر زراعت نہین کی ہے تو لازم ہے کہ وہی اجارے والی مقدار دیدے **تتمہ** مسئلہ جو زمین انتفاع کے قابل اسطرح ہو کہ اُسکے لیے پانی بھی ہو خواہ نہر سے خواہ کنوئین سے خواہ تالاب سے جب وہ پانی پہونچنا مدت کے درمیان مین منقطع ہو جائیگا تو مزارع کو اُسکی مزارعت کے باقی رکھنے مین اور فسخ کرنے مین اختیار ہوگا اِسلیے کہ اُس زمین سے انتفاع باقی نرہیگا اور یہ اُس صورت مین ہے

کہ مزارعت یا اجارے کا عقد کھیتی کرنے کے لیے اُس زمین پر کیا ہو اور جس صورت مین ٹھیکے دار اجارے کا فسخ کرے تو اُسپر واجب ہی کہ اجارے کے باقی رہنے کے زمانے کا کرایہ مالک کو دیدے اور فسخ کے زمانے کا مالک سے پھیر لے اگر پورا پورا دیچکا ہو اور جبکہ مزارعت مطلق ہو تو مزارع کو اختیار ہے جو چاہے بوئے اور اگر کوئی جنس معین ہو گئی ہو تو اُسکے سوا اور کسی جنس کا بونا جائز نہین اور اگر اُس معین جنس کے سوا کچھ اَور بوئے اور اُس سے کچھ زمین کو نقصان اُس معین جنس سے بڑھکر پہونچتا ہو تو اِس صورت مین مالک کو اُس مزارع سے اگر چاہے اُجرت مثل پھیر لے یا جو ٹھیرا ہے وہ لے اور تفاوت اِس ضرر کا جو اُس زمین کو پہونچتا ہے وہ بھی پھیر لے اور وہ بونی جو مزارع نے کی ہے اگر معین کے بونے سے زمین کو ضرر پہونچانے مین کم ہو تو بونا مزارع کو جائز ہے اور مالک کو اُس سے متعرض ہونا نہین پہونچتا ہے اور اگر زمین کو کھیتی کرنے کے لیے اجارے دے اور اُس زمین کے لیے پانی نہو اور کسان بھی جانتا ہے کہ اُس زمین کے لیے پانی نہین ہے تو اِس صورت مین مزارعت کا عقد لازم ہے اور فسخ کا اختیار نہین ہے اور اگر مزارع کو پانی نہونا نہین معلوم ہے تو اُسے فسخ کر ڈالنا جائز ہے اور اگر زمین کو بے بونے کی شرط پر اجارے لیگا تو فسخ نہ کرسکے گا اِسلیے کہ ممکن ہے کہ اُس زمین سے زراعت کے سوا کچھ اور انتفاع پائے اور یہی حکم ہے اگر اُس شہر کی زمین مین زراعت کی شرط کرے کہ جسمین مینھ سے کھیتی اکثر ہوا کرتی ہے اور اگر ایسی زمین کا اجارہ کرے جو پانی کے نیچے ہو اور پانی اُس سے جُدا نہوتا ہو تو جائز نہین ہے اسلیے کہ اُس زمین سے کچھ پیدا نہو گا اور اگر اِسپر بھی اجارے لینے والا اجارے پر راضی ہو تو جائز ہے اور اگر کہا جائے کہ جائز نہین تو بہت خوب ہے اِس لیے کہ پانی تلے کی زمین نامعلوم اور مجہول ہوتی ہے اور مجہول چیز کا اجارہ جائز نہین اور اگر اُسکا پانی کم ہو کہ اُس پانی پر بعضی قسمون کی زراعت اُسمین ہوتی ہو تو جائز ہے اور اگر کبھی کبھی اُس اُس زمین سے پانی ہٹ جاتا ہو تو بھی اُسکا اجارہ صحیح نہین اِسلیے کہ معلوم نہین کسوقت اُس سے پانی ہٹ جائیگا اور اگر زراعت کی اور درخت بٹھانے دونون کی شرط کرے تو ضرور ہی کہ معین کرے کہ کسقدر زمین پر کھیتی کریگا اور کتنے پر درخت لگائیگا اسلیے کہ اِن دونون کے ضرر زمین کیلیے مختلف ہین اور یہی حکم ہے اگر دو قسم کی زراعت کے لیے اور دو قسم کے درخت بٹھانے کے لیے ہے اسلیے کہ ضرر مختلف ہین تفریع جب کسی زمین کو معین مدت تک ایسے درختون کے بٹھانیکے لیے

لیے

کہ اکثر وہ اِس مدت کے بعد باقی رہا کرتے ہین تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک پر اُن درختون کا باقی
رکھنا واجب ہی اور اگر نکال ڈالے تو لگے ہوئے درختونکا اور بے لگے درختونکا تفاوت اُس
ٹھیکے والے کو دیدے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کو اُن درختون کا نکالڈالنا پہونچتا ہی جسطرح
کہ اجارے کی مدت گزرنے کے بعد وہ درخت بوتا تو مالک کو اختیار کٹوا ڈالنے کا ہوتا اور پہلا
قول اشبہ ہے اور مزارعت کے احکام کئی مسئلون پر مشتمل ہین پہلا مسئلہ جبکہ ایک کی فقط
زمین ہو اور دوسرے کے بیل اور بیج ہون تو یہ معاملہ مزارعت کے لفظ سے صحیح ہے اور اِسیطرح
اگر ایک کی زمین اور بیج ہون اور دوسرے کی طرف سے کام ہو یا ایک کی زمین اور کام ہو اور دوسرے
کا بیج ہو تو اِس نظر سے صحیح ہے کہ مزارعت مین مطلق اشتراک معتبر ہی اور اِس سے مقید نہین ہے کہ
مالک کی زمین ہی فقط ہو اور کچھ نہو یا مزارع کا فقط کام ہی ہو اور کچھ نہو اور اگر مزارعت اجارے
کے لفظ سے واقع ہو گی تو صحیح نہین اِسلیے کہ اجارے کی شرط عوض کی تعیین ہے اور مزارعت مین
شرکت حاصل مین مال کی طرح ہے جیسے مضاربت مین گزر چکا ہے ہوتی ہے اور اگر اُس مین کو معین مالکے
بدلے عامل اپنے ذمے کر کے اجارے لے خواہ وہ اُسی جنس مین سے ہو جسے اُس زمین بونے گا
خواہ اور جنس کی چیز ہو تو جائز ہے دوسرا مسئلہ جبکہ مالک اور عامل یعنی کسان زمین کے اجارے
کی مدت مین نزاع کرین تو قسم کے ساتھ مدت کی زیادتی کے منکر کا قول مقبول ہو گا اگر طرفثانی
پاس ثبوت نہین ہے اور اگر دونون حصے کی مقدار مین اختلاف کرین تو بیج والے فریق کا قول
قبول کے قابل ہے اور اگر دونون ثبوت برابر دین تو عامل کے ثبوت کو تقدیم ہے اور بعضے فقہا
کہتے ہین کہ قرعے پر عمل کرنا چاہیے اور پہلا قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ جب دونون اختلاف
کرین بس مزارع کہے کہ یہ زمین تو نے مجھے مانگے دی تھی اور مالک منکر ہو اور پیداوار کے حصے کا
یا زمین کے لگان کا دعوی کرے اور کوئی اُنمین سے ثبوت نرکھتا ہو تو مالک زمین کا قول مقبول
ہوگا اور اگر عامل بھی قسم کھالے کہ حصہ یا زمین کی اُجرت مین نے مقرر نہین کی تھی تو اُجرت مثل زمین
مالک کو دیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ قرعے کا استعمال کرنا چاہیے اور پہلا قول اشبہ ہے
اور مزارع کو زراعت کا باقی رکھنا اُسکے اٹھانے کے وقت تک پہونچتا ہے اِسلیے کہ وہ اِسمین
ماذون ہے اور اگر مزارع دعوی کرے کہ مالک نے یہ زمین مجھے زراعت کے لیے مانگے دی ہی

اور مالک کہے کہ تو نے غصب کر لی ہے تو اِس صورت مین مالک مانگے مدعی نے کی قسم کھائے گا اور مالک کو اُس زراعت کا نکلوا ڈالنا اور مزارع سے اُجرت مثل زمین کا مطالبہ پہونچے گا اور تفاوت زمین کا مطالبہ اگر بونے سے معیوب ہوگئی ہو اور گڈھون کا بھروا لینا جو اُس کے نچوانے سے پڑ گئے ہون پہونچتا ہے **چوتھا مسئلہ** مزارع کو دوسرے شخص کو اپنا شریک کر لینا پہونچتا ہے اور یہ کہ دوسرے کو اُسی مزارعت کے لیے دیدے اور یہ مالک کی اجازت پر موقوف نہین مگر جب مالک یہ اُس سے شرط کر لے کہ وہی اُسمین زراعت کرے تو یہ شرط لازم ہوگی اور دوسرے کو شریک کرنا مالک کی بے اجازت جائز نہوگا **پانچوان مسئلہ** زمین کا محصول اور اُسکے ضروری مصارف مثل رہٹ بنانے کے اور نہر اور دیوار اور دروازے وغیرہ کے اگر ضرور ہون اور اُنپر زراعت وغیرہ موقوف ہو تو یہ سب مالک کے ذمّے ہین مگر جب مالک شرط کرے کہ عامل دے تو عامل کے ذمّے ہین **چھٹا مسئلہ** جس جگہ کہ مزارعت کے بطلان کا علم کرین گے وہان مزارع کو واجب ہے کہ مالک کو زمین کی اُجرت مثل دے **ساتوان مسئلہ** صاحب زمین کو اٹکل سے اپنا حصہ معین کر کے مزارع کے ذمّے کرنا جائز ہے اور مزارع کو قبول کرنے نکرنے کا اختیار ہے اگر قبول کر لے گا تو اسکا استقرار سلامتی پر مشروط ہے کہ اگر زراعت ارضی سماوی آفتے ضایع ہوجائیگی تو اُسکے ذمّے کچھ نہین ہے لیکن **مساقات** تو زمین کے مستحکم درختون کے پانی دینے کے لیے اور اُن ضروریات اور اُنکے پھلون کی اصلاح کے واسطے اُنکی پیداوار کے حصّے پر معاملہ کرنے کو کہتے ہین اور مساقات مین لئے کئی فصلون کی مقتضی ہے۔

پہلی فصل مساقات مین ہے اور اُسکے ایجاب کا صیغہ یہ ہے کہ مین نے تجھے یہ درخت مساقات کو دیے یا تجھے مین نے کام کرنے کے لیے دیے یا تیرے سپرد مین نے کیے اور جو عبارت اِسی طرح کی ہو اور عامل یعنے سینچنے کے کام کے کرنے والے کا قبول بھی مساقات مین ضرور ہے جس کسی عبارت سے وہ قبول ہو کہ وہ مساقات کے قبول پر دلالت کرتی ہو اور یہ عقد اجارے کی طرح سے لازم ہے کہ بے طرفین کے راضی ہوئے فسخ نہین ہوتا ہے اور میوے کے نکلنے سے پہلے صحیح ہے اور آیا میوے کے نکل آنے کے بعد صحیح ہے اسمین نزدیکتر اور اظہر یہی ہے کہ اِس شرط سے صحیح ہے کہ جب عامل کے لیے کوئی کام باقی رہا ہو کہ اُسکے سبب سے

پھل زیادہ ہوجائیں گو وہ کام تھوڑا ہی سا ہو اور مساقات مساقی کے یعنی مالک کے مرجانے سے باطل نہیں ہوتی ہے اور نہ عامل کے مرجانے سے باطل ہوتی اور یہی اشبہ ہے۔

دوسری فصل اُس چیز مین جسپر مساقات کرتے ہین یعنی اُن درختون مین جنھین سینچین سینچوائینگے اور یہ درخت وہ درخت ہین کہ جنکی جڑین زمین مین ثابت ہون اور ہر سال بونے کے محتاج نہون اور اُنمین میوہ ہوتا ہو کہ اُس سے فائدہ پہونچتا ہو اور جڑ باقی رہتی ہو خرمے کے درخت اور انگور کی ٹٹی اور میودن کے درختون کی مساقات صحیح ہے اور اُن درختون پر کہ جنمین میوہ نہوتا ہو اور اُنکی پتیون سے مثل مہندی وغیرہ کے انتفاع ہوتا ہو مساقات کی صحت مین تردد ہے اور ایسی جڑیا درخت پر جو زمین مین ثابت نہو مساقات کا معاملہ صحیح نہین اسلیے کہ علما نے اسی پر اتفاق کیا ہے اور اگر مساقات کرین پودھون پر پھیلنے کی مدت تک کہ جس مدت تک اُنکی مثل اکثر پھلتے مین تو صحیح ہے اور اتنی مدت سے کم زمانے کے مشروط ہوئے پر یا پھلنے نہ پھلنے کے احتمال برابر ہوئے پر صحیح نہین ہے

تیسری فصل مدت مین ہے اور مدت مین دو شرطین معتبر ہین ایک یہ کہ زمانے کا اندازہ ایسی عبارت سے کرین کہ جسمین زیادتی کا احتمال نہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُس مدت مین اکثر پھل نکلتے ہین۔

چوتھی فصل عمل یعنی مساقات کے کام مین ہے جب مساقات ہو اور کسی کام کے تعیین کی قید نہو تو اِس بات کی مقتضی ہے کہ عامل ایسے سب کامون کو بجالائے جن سببون سے پیداوار اُنکی زیادہ ہو جیسے کچھ پھلون کا نکالنا ہو اور پھاون کی اصلاح کے لیے جب درخت بہت پھلا ہو اور تھالون کی اصلاح جڑون کے تر رکھنے کو اور مضر گھانس کا دور کرنا اور سینچنا اور خرمے کے نر درخت کے شگوفے کی خاک مادین کے شگوفے مین ڈالنا کہ جسے تلقیح کہتے ہین اور اونٹ اور بیل وغیرہ سے پانی کھینچنا جب ضرورت ہو اور میوے کی اصلاح اور اُنکا توڑنا توڑنے کے وقت پر اور مکان درست کرنا سو کھانے کے مکان کا اور میوہ اُس مکان مین لیجانا اور اُسکی نگہبانی کرنا ہے اور صاحب درخت کو چاہیے کہ چار دیواری اور رہٹ اور چرخی اور ڈول یا پُر بنوادے اور نہر کھودوا دے اور نر کے شگوفے کی گرد کا سرانجام کردے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عامل پر لازم ہے اور یہی بات خوب ہے اسلیے کہ تلقیح عامل ہی پر واجب ہے اور بے اُسکے نہین ہو سکتی ہے اور اِن امور مین جو مالک پر واجب ہے

کچھ کی شرط عامل سے کرے تو صحیح ہے بعد اسکے وہ چیز معلوم معین ہو اور اگر عامل درختون کے مالک پر کام کی شرط کرے تو مساقات باطل ہے اسلیے کہ بے کام کے عامل درختون کے فائدے کا مستحق نہوگا اور اگر عامل اپنے کامون سے کچھ کرے اور کچھ درختون کے مالک پر چھوڑ کر اُسکے عوض مین کچھ اپنی منفعت مین سے دیدے اور کچھ بے عوض کے مالک پر شرط کر دے تو بھی جائز ہی اور اگر عامل شرط کرے کہ مالک کا غلام بھی اُسکی مساقات مین شریک ہو تو بھی جائز ہے اِسلیے کہ جب مالک شریک ہو سکتا ہے تو اُسکا غلام بھی شریک ہو سکتا ہے اور ایک مال کا ایک مال مین ضم کرنا ہے اور اگر یہ عامل شرط کرے کہ غلام مزارعت کا کام عامل کی مخصوص ملک مین کرے تو یہ جائز نہین اور اسمین تردد ہے اِسلیے کہ اگر عموم ایہ المومنون عند شروطہم پر نظر کیجاے تو شرط کی وفا ضرور ہے اور اگر یہ دیکھا جاے کہ اِس صورت مین وہی غلام کا کام عامل کے کام کے مقابلے مین پڑتا ہے اور عامل نے پھلون کے مقابلے مین کوئی کام نہین کیا پھر مساقات باطل ہو جائے گی مگر جواز اشبہ ہے اور اِسیطرح اگر مزدوری مزاؤون مزدورون کی کہ جنکا اپنے کام مین محتاج ہوتا ہے شرط کرے تو جائز ہے اور اگر مزدون کی مزدوری کے دونون کے مال مین سے خرچ ہونے کی شرط کرلے تو بھی جائز ہے

پانچوین فصل مساقات کے فائدے مین ہے عامل کے لیے کوئی جزو اُن درختون کی پیداوار مین سے مقرر کرنا چاہیے جو مشترک ہو یعنی غیر ممتاز ہو جیسے چوتھیائی اور پانچوان حصہ وغیرہ ہے پھر اگر حصہ معین نکرینگے تو مساقات باطل ہو جائے گی اور اِسیطرح اگر ایک اُن دونون مین سے سارے پھلون کی اپنے لیے شرط کرلے یا ایک معین مقدار کی جیسے دس یا بیس من ہے اپنے واسطے شرط کرے اور زیادہ مین دونون کی شرکت رکھے تو یہ بھی صحیح نہین یا مالک اپنے لیے کچھ سیر مقرر کرے اور باقی عامل کے لیے رکھے یا اِسکے برعکس کرے تو بھی صحیح نہین یا اُن دونون مین سے ایک اپنے لیے چند معین درختون کا میوہ شرط کرے اور دوسرا باقی درختون کے پھل مقرر کرے تو بھی صحیح نہین اور اگر ہر قسم کے میوے مین حصہ مختلف مقرر کرے جو کہ سب نوعون سے اُس باغ کے واقف ہو تو بھی جائز نہین اور اگر پیداوار کے حصے کے ساتھ کچھ اصل درخت جو زمین مین ثابت اور مستحکم ہین مقرر کرے تو صحیح نہین اِسلیے کہ مساقات کے عقد کا مقتضا فائدے مین اشتراک ہے اور اصل مین اشتراک نہین اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور اگر یون مساقات کا عقد کرے

کلگراونٹ سے پانی سینچے گا تو آدھی پیداوار لیگا اور اگر نہر سے پانی دیگا تو تہائی پیداوار لے گا
تو مساقات باطل ہوگی اِسلیے کہ حصّہ معین نرہیگا اور اِسمین تردد ہے اور اگر صاحب زمین عامل
مساقات کے لیے پھلون کے حصے کے ساتھ کچھ چاندی یا سونے کی شرط کرے تو مکروہ ہے
اور وفا کرنا واجب ہے اور اگر سب پھل ضایع ہو جائین تو کوئی چیز لازم نہین -

چھٹی فصل مساقات کے حکمون مین اور اِسمین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جس جگہ پر عقد مساقات
فاسد ہو جائے وہان عامل کو اُجرت مثل دینا لازم ہے اور پورے سال کے میوے صاحب
مال ہین **دوسرا مسئلہ** جب کسی کو کام کے واسطے درختون کے پھلون کے حصّے پر لگائے بس
اگر یہ امر میوے نکلنے کے اور صلاح کے ظہور سے پہلے ہوا تو اُس میوے کو خامی کے حال مین توڑنے
کی شرط پر تو یہ اجارہ اُس صورت مین صحیح ہے کہ جب اُجرت اُسکی وہ سارا میوہ ہو اور اگر اُسے
کچھ میوے پر اجارہ کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کو صحیح نہین اِسلیے کہ اُس میوے مین شرکت ہے
اور ممکن ہے کہ شریک کچّے توڑنے سے ممانعت کرے پھر اُجرت دینا مشکل ہے اور موجہ یہی ہے
کہ جائز ہے اِسلیے کہ شریک کی اجازت ممکن ہے اور حاکم کے حکم سے بھی حاصل ہو سکتی ہے
پھر اُجرت دینا مشکل نہوگی **تیسرا مسئلہ** جبکہ کوئی کہے کہ مساقات کی مین نے تیرے ساتھ اِس
باغ کی اِس شرط سے کہ تو مساقات کرے فلان باغ مین فلان حصے پر تو بعضے فقہا کہتے ہین
کہ یہ باطل ہے اور اشبہ یہی ہے کہ جائز ہے **چوتھا مسئلہ** اگر دو مالکون کے درخت ہون اور
دونون ایک عامل سے کہین کہ ہمنے مساقات تیرے ساتھ کی فلان درختون کے پیداوار سے
آدھے تیرے حصّے پر اور فلان درختون کی پیداوار سے تہائی تیرے حصّے پر تو اِس شرط سے
صحیح ہے کہ عامل ہر ایک حصّے سے واقف ہو اور اگر نجانتا ہوگا تو مساقات باطل ہوگی اِسلیے کہ
حصّہ نامعلوم ہے **پانچوان مسئلہ** جب عامل بھاگ جائے گا تو عقد مساقات باطل نہوگا پھر اگر
کوئی بھاگے عامل کی طرف سے تبرعاً اُس کام کو کرے یا حاکم شرع اپنے بیت المال یعنی خزانے
سے کچھ دے اور اُس سے مساقات عامل کی طرف سے ہو تو فسخ کا مالک کو اختیار نہین ہے
اور اگر یہ دونون مشکل ہون تو مالک کو اُس عقد مساقات کا فسخ کرنا جائز ہے اِسلیے کہ کام مشکل
ہے اور اگر فسخ نکرے اور حاکم کے پاس پہونچنا مشکل ہو تو دو گواہون کے سامنے اُس عامل کیطرف سے

کسی عامل کو اجرت پر دیدے اور عامل کے آنے کے بعد وجہ اجرت جو دوسرے عامل کو دی ہے اُس پہلے عامل سے لیلے اور اسمین تردد ہے اور اگر گواہ نکریگا تو پھیر نہ سکیگا چھٹا مسئلہ جب کوئی دعوےٰ کرے کہ عامل نے خیانت کی ہے یا چوری کی ہے یا مال ضایع کیا ہے یا بے پروائی کی ہے کہ اُس سے مال ضایع ہو گیا اور عامل اُسکے دعوے کا اِنکار کرے تو عامل کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور جس تقدیر پر عامل کی خیانت ثابت بھی ہو جائے تو آیا اُسے پھل نچھونے دینا چاہیے یا اُسکے ساتھ ایک اور مزدور محافظت کے لیے کر دینا چاہیے اور اصل میوے سے اُسکی مزدوری دینا چاہیے موجہ یہی ہے کہ عامل کو میوے کے حصّے سے باز نہین رکھ سکتے ہین اِسلیے کہ اپنے کام کے سبب سے اُسکا مستحق ہو چکا ہی اور مالک کو نہین پہونچتا ہی کہ باقی پھلون تو اُسے ہاتھ نہ لگانے دے اور اگر کسی امین کو مالک محافظت کے لیے عامل کے ساتھ رکھے تو اُسکی اُجرت خاص مالک پر ہے عامل اسمین شریک نہین ساتوان مسئلہ جب کوئی شخص یا عامل کچھ درختون پر مساقات کرے اور بعد اِسکے ظاہر ہو کہ یہ درخت دوسرے کا مال ہین تو مساقات باطل ہو جائے گی اور سارے پھل مالک سے متعلق ہونگے اور عامل کی اُجرت اُس شخص پر ہے جسنے اُس سے مساقات کی تھی اور درختون کے مالک پر نہین ہے اور اگر مساقات کرنیوالا اور عامل دونون ملکر میوے بانٹ لین اور سب میوہ تلف ہو جائے تو مالک کو سارے میوے کا غاصب مساقی سے پھیر لینا پہونچتا ہے اور غاصب جو کچھ عامل نے لیا ہے اُس سے پھیر لیگا اور عامل کو اپنے کام کی اُجرت غاصب سے لینا پہونچتا ہے یا اُن دونون مین سے جسنے جو لیا ہے مالک ہر ایک سے سارا وہ میوہ پھیر لیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر مالک چاہے تو اپنا سارا میوہ اُسی عامل سے بھر لے کہ اُسی کے ہاتھون سے یہ تعدّی ہوئی ہے اور پہلا قول اشبہ ہے مگر جسوقت مین عامل یہ جانتا ہو کہ یہ درخت اور کا مال ہین اور اُسنے جان بوجھکر غیر کے مال مین تصرف کیا ہو پھر اُس سے مالک سارا میوہ بھر سکتا ہے آٹھوان مسئلہ عامل کو کسی دوسرے شخص سے مساقات کرنا نہین پہونچتا ہے اِسلیے کہ مساقات اُنھین درختون پر صحیح ہے کہ جو مساقات کرنیوالے کی ملک ہون اور غیر کے مال پر مساقات صحیح نہین نوان مسئلہ زمین کا لگان مالک پر ہے مگر جب مالک شرط کر لے گا تو عامل پر ہوگا اور اگر مشترک دونون پر ہونے کی شرط کی ہوگی تو وہ دونون عامل اور مالک مین مشترک رہیگا دسوان مسئلہ فائدہ کہ حاصل ہو وہ ظاہر ہوچکے ہی

دونون عامل اور مالک کی ملک ہوجاتا ہے اور پکنے پر اور ٹوٹنے پر اور سوکھنے پر موقوف نہین اور اُس میوے کے حد نصاب کو پہونچنے سے ہر ایک پر زکوٰۃ واجب ہوگی تتمہ جب کسی کو زمین درخت بٹھانے کے لیے اِس شرط سے دے کہ وہ درخت دونون مین مشترک ہون تو یہ مغارست باطل ہے اور وہ درخت اپنے مالک کا مال ہین اور صاحب زمین کو اپنی زمین پر سے اُن درختونکا نکلوا ڈالنا پہونچتا ہے اور جبتک وہ درخت اُس زمین پر لگے رہین اُسوقت تک کا کرایہ لینا پہونچتا ہی اسلیے کہ اذن درخت رکھنے کا شرکت پر تھا اور جب شرکت باطل ہوگئی تو زمین کا کرایہ ثابت ہوگیا اور زمین کے مالک پر لازم ہے کہ اگر اُن درختون کو اُکھڑوا ڈالے تو لگے درخت اور اُکھڑے درختونکی قیمتون کا تفاوت درختون کے مالک کو دے اور اگر زمین کا مالک اُن درختون کی قیمت درخت لگانیوالے کو دے کہ وہ درخت بھی اُسکی ملک ہوجائین تو اُسپر قیمت قبول کرنیکے لیے جبر نہین کرسکتا ہے اور اسیطرح اگر غارس یعنی درخت لگانے والا اُس زمین پر درختون کے باقی رکھنے کو زمین کا کرایہ دے تو صاحب زمین پر کرایہ قبول کرنے مین جبر نہین کرسکتا ہے اگر قبول کرے تو اُسے اختیار ہے۔

کتاب ودیعت

یہ کتاب ودیعت کے حکمون مین ہے اور ودیعت وہ ایک امانت ہے جو کوئی شخص کسی شخص کے پاس رکھتا ہے اور نظر بیان تین امرون مین ہے پہلی نظر عقد ودیعت مین ہے اور عقد ودیعت اپنے مال کی حفاظت مین کسی شخص کو اپنا نائب بناتا ہے اور یہ عقد بھی ایجاب وقبول کا محتاج ہے اور اِن معنون پر دلالت کرنیوالی ہر ایک عبارت سے واقع ہوجاتا ہے اور جو فعل کہ قبول پر دلالت کرے وہ کافی ہے جیسے مال کو اپنے صندوق مین رکھلے اور اگر مالک اپنا مال کسی پاس ڈالدے اور وہ شخص اُس مال کی امانت داری کو قبول نکرتا ہو تو اُس مال کی حفاظت کرنا اُس شخص پر لازم نہین اور اسیطرح ہے اگر کسی پر جبرا امانت لینے کے لیے کرین اور وہ مجبور ہو کر اُسے لیلے تو بھی امانت نہوگی اور اگر وہ اُسے پھینکدیگا تو ضامن نہین ہے اور جب ودیعت کسی پاس رکھوائین اور وہ اُسے بے جبر کے لیلے تو اُسپر اُس امانت کی محافظت واجب ہے اور اگر وہ مال بے تفریط یعنی بغیر بے پروائی کے ضایع ہوجائے تو اُس امانت رکھنے والے پر

اُس امانت کا تاوان بھر دینا لازم نہین اور یہی حکم ہے اگر اُس سے کوئی زور زبردستی سے اُس امانت کو چھین لے ہان اگر وہ اُس ظالم کے دفع کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو اُسپر اُسکا دفع کرنا واجب ہے اور اگر قدرت رکھنے پر اُسے دفع نکریگا اور مال ضایع ہو جائے گا تو تاوان بھر دینے کا ذمہ وار ہے اور ظالم کے دفع مین بڑے ضرر اُٹھانا مثل زخم کھانے اور اپنا مال لُٹوانے کے واجب نہین اور ظالم سے امانت ہونے کا انکار کرے اور اگر وہ قسم مانگے ظلم سے تو توریہ کے طریق سے اِسطرح پر کہ جھوٹ نہ لازم آئے قسم کھا لینا جائز ہے جیسے قسم اِس بات کی کھائے کہ میرے پاس نہین ہے اور قصد یہ کرے کہ میرے ہاتھ مین نہین ہے یا میری جیب مین یا میرے سامنے نہین ہے اور امانت کا عقد دونون طرف سے جائز ہے دونون مین سے ہر ایک کو فسخ کا اختیار ہے اور دونون مین سے ایک کے مرجانے سے اور سودائی ہو جانے سے عقد امانت باطل ہو جاتا ہے اور رکھنے والے پاس ودیعت امانت اِس معنی سے ہے کہ اگر بے پروائی نکرنے پر ضایع ہو جائے گی تو اُسکا تاوان بھرنا اُسکے ذمّے نہین ہے اور امانت کی محافظت اُس نہج پر کیجائے گی کہ جس نہج پر حفظ مین عادت جاری ہے جیسے کپڑے کو صندوق مین رکھین اور چوپائے طویلے مین اور بکری بھیڑ کو مراح یعنی اُسکے رہنے کے مکان مین رکھین اور امانت رکھنے والے پر لازم ہے کہ اگر مال جان دار ہو تو اُسے دانہ گھانس پانی خواہ مالک نے کہا ہو خواہ نکہا ہووے اور جائز ہے کہ دستور اور عادت کے موافق اُنھین آپ پانی پلائے یا غلام سے پلوا دے اور پانی اور گھانس کے لیے اُن جانورون کا گھر سے باہر کر دینا جائز نہین مگر اضطرار کے وقت مین جیسے گھر مین قدرت چارہ پانی لانے کی نرکھتا ہو یا کوئی عذر ہو تو جائز ہے اور اگر مالک کہے کہ چوپائے کو دانہ پانی نہ دے تو اُسکا کہنا ماننا واجب نہین بلکہ دانہ پانی دینا واجب ہے اور اگر دانہ پانی نہ دیگا اور وہ جانور مرجائیگا تو گنہگار ہوگا اور تاوان اُسکے ذمّے نہین ہے اِسلیے کہ مالک نے خود دانہ پانی دینے کو منع کرکے ضمانت کو ساقط کر دیا ہے جیسے اُسنے اپنے مال کو دریا مین ڈالدینے کو کہدیا ہے اور اگر مالک اپنے مال کی محافظت کے لیے کوئی مکان مقرر کرے تو امانت رکھنے والیکو اُسکے مال کو اُسی مقرر مکان مین رکھنا چاہیے پھر اگر اُس مال کو اُس معین مقام سے نکال لائیگا اور وہ ضایع ہو جائیگا تو تاوان بھر دیگا مگر جب کہ دوسرا مکان اُس سے بڑھکر محفوظ ہو یا پہلے

مین

مکان کے مثل مین ہو تو ایک قول پر وہان رکھ سکتا ہے اور اُس مال کو معین مکان سے دوسرے
مکان مین لانا جائز نہین گو محفوظ بھی ہو مگر جب پہلے مکان مین رہنے سے ضایع ہو جانے کا ڈر ہو
تو اسے دوسرے مکان مین لاکر رکھ سکتے ہین اور اگر مالک کہدے کہ اِس امانت کو اِس مکان
محفوظ سے باہر نہ لانا تو اُس مکان سے نکالنے کے سبب سے جس مکان مین کہ لیجائے تاوان
بھر دینے کا ضامن ہو گا مگر جب مال کے ضایع ہو جانے کا اُس مکان مین رکھنے سے خطرہ ہو تو
نکال سکتا ہے ہر چند مالک نے یہ بھی کہدیا ہو کہ گو تلف ہو جائے اور نابالغ اور دیوانے کی
امانت رکھنا صحیح ہے اور جو شخص اِنکا کچھ مال اپنے پاس رکھیگا اگر وہ ضایع ہو جائیگا تو اُسکے
تاوان دینے کا ضامن ہوگا مترجم کہتے ہین خواہ تفرط کرے خواہ نکرے مگر جبکہ یہ ڈر ہو کہ اگر امانت
نرکھے گا تو یہ مال ضایع ہو جائے گا اور اگر قربت کے قصد سے محافظت کے لیے اُس مال کو لیلے تو
اِس صورت مین ضمان یعنی ضایع ہونے کے تاوان بھرنے کی ذمہ داری ساقط ہے اور اسکی
تصریح علمانے فرمادی ہے اور اگر اُس نابالغ یا دیوانے کو پھیر دیگا تو بری الذمہ نہوگا بلکہ جو اُنکے
ولی ہون اُنھین پہونچا دینا چاہیے اور اِسیطرح نابالغ لڑکونکو اور دیوانون کو کسی کی امانت لینا
صحیح نہین اور جو اُنکے پاس کچھ مال امانت رکھے اور وہ اُسکی حفاظت نکرین تو تاوان اُنکے ذمے
نہین اِسلیے کہ مودع یعنی امانت رکھوانیوالے نے آپ اپنی چیز ضایع کی ہے مترجم کہتے ہین کہ
صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ اگر محافظت مین اہمال کرینگے تو تاوان انپر نہوگا مصنف کے
اِس قول سے یہ سمجھ پڑتا ہے کہ اگر یہ عمداً ضایع کر دینگے تو انھین تاوان دینا پڑیگا اور اقوی یہی ہے
اگر لڑکا امانت کے مال مین تعدی کریگا تو تاوان اُسکے ذمے عائد ہوگا اور بالغ ہونا نہونا تکلیفی
حکمون مین ہے اور تاوان کی ذمہ داری وضعیہ حکمون مین سے ہے اِسمین چھوٹے بڑے سبکے
سب شریک ہین۔ اور جب امانت رکھنے والے کو موت کی علامتین ظاہر ہون تو اُسپر واجب
ہے کہ کچھ لوگون کو اُن چیزون کے امانت ہونے پر گواہ کردے اور اگر گواہ نہ کرکے مرے اور
وارث امانت کا انکار کرین تو وارثون کا قول مقبول ہے اور اُنھین قسم کھانا بھی نہین پہونچتا
ہے مگر جب مدعی اِسبات کا دعوی کرے کہ وارث اِس امانت سے واقف ہین تو اُسوقت ہین
واقف نہونے کی قسم کھانی پڑیگی اور مالک کے مانگنے کے وقت امانت کا دیدینا واجب ہے

گو مالک کافر بھی ہو مگر جب کہ امانت رکھوانیوالا غاصب ہوا ور غصب سے اُس مال کو لیا ہو تو
اُسے وہ مال نہ دینا چاہیے اور اُسکے مالک کے پاس پہونچا دینا چاہیے اور اگر امانت رکھوانیوالا مرجائے
اور اُسکے وارث دعوی کریں تو امانت رکھنے والے پر واجب ہے کہ منکر ہو جائے تاکہ مالک مال
کا حق غاصب کے وارثوں کو نہ پہونچے اور مغصوب منہ یعنی جس سے اُس مرنیوالے نے غصب
کیا ہے اُسے پہونچا دے اگر اُسے جانتا ہو اور اگر اُسے نہ پہچانتا ہو تو ایک سال تک اُس مال کی
تعریف جسطرح کہ کتاب لقطہ میں بیان ہوگی کرتا رہے پھر اُس مال کو مالک کی طرف سے تصدق
کر دینا جائز ہے کہ ثواب اُسکو پہونچ جائے اور اگر اسکے بعد مالک پیدا ہو جائے اور اُس تصدق سے
راضی نہو تو اُسے تاوان دیدے اور اگر غاصب مال مغصوب کو اپنے مال میں ملا دے اور
اُسکے بعد کسی پاس امانت رکھے پھر اگر امانت رکھنے والا اس غصبی مال کو جدا کر سکتا ہے تو غیر مغصوب
مال اُسے دیدے اور غصبی مال کو اُسکے مالک کے پاس پہونچا دے اور اگر جدا نہیں کر سکتا ہے
تو اُن دونوں مالوں کو اُسی غاصب کو دیدے دوسری نظر اُن چیزوں میں ہے کہ جن کے
سبب سے امانت رکھنے والے کے ذمے تاوان پڑتا ہے اور یہ ساری چیزیں دو چیزوں میں
داخل ہیں ایک تفریط دوسری تعدی ہے اور تفریط وہ اسطرح ہوتی ہے کہ امانت کے مال کو
ایسی جگہ ڈالدے جو محفوظ نہو اور اگر چارپایہ ہو تو اُسے دانہ گھانس نہ دے اور جسکو کپڑے بنوا دینا
ضرور ہے اُسے بنوا نہ دے یا امانت کو بے مالک کی اجازت بے ضرورت دوسرے کے پاس
امانت رکھوائے یا بیضرورت یا بے اذن سفر میں اپنے ساتھ لیجائے خواہ خطرناک ہو خواہ نہ ہو
اور کپڑے کو ایسے مقام میں رکھدے کہ جہاں پہنے جائیں یا امانت کے جانوروں کو اتنی مدت
تک آب و دانہ نہ دے کہ جتنی مدت تک عادت سے بے دانہ پانی صبر نہ کر سکتے ہوں اور
اسیطرح وہ مرجائیں۔ دوسری تعدی اور وہ اسطرح ہے کہ کپڑوں کو پہنے اور سواری پر سوار
ہو اور امانت کو محفوظ مکان سے اپنے انتفاع کے لیے نکال لائے اور اگر انتفاع کی نیت کرے
اور اُسے اُس مکان سے نکال نہ لائے تو ضامن تاوان دینے کا فقط نیت کرنے سے نہیں
ہوگا اور اگر رکھوانیوالا امانت کو مانگے اور پھیر دینے کی قدرت رکھنے پر پھیر نہ دے تو بھی ضامن
ہے اور اسیطرح ہے اگر ودیعت کا انکار کرے پھر مالک گواہوں سے ثابت کرے یا خود

انکار کے بعد اقرار کرلے تو بھی ضامن ہے اگر اُسکے بعد امانت اُسکے پاس سے ضایع ہوجاے گی تو تاوان بھرنا پڑیگا گو حفاظت مین بے پروائی بھی نکی ہو اور اگر مال امانت کو اپنے مال مین اسطرحپر ملادے کہ جُدا نہو سکے تو بھی تاوان بھر دینے کا ذمہ دار ہے اور اسطرحپر ہے کہ اگر مالک کہے کہ اس چوپائے کو ایک من بوجھ کے کرایے کو دنیا اور وہ دو من بوجھ کے لیے کرایے کو دے یا مالک آ ان بوجھ کے لیے کرایہ دینے کو کہے جیسے روئی وغیرہ ہے اور وہ سخت بوجھ کے لیے جیسے لوہا وغیرہ ہے کرائے دے بس اِن سب صورتون مین اگر امانت ضایع جاے گی یا کوئی عیب اُسمین آجائیگا تو تاوان امانت رکھنے والے کے ذمّے پر پڑیگا اور اگر مالک امانت کو کسی چیز مین قفل لگاکر رکھوائے اور امانت رکھنے والا اُسے کھولے اور کچھ اُسمین سے نکالے تو اُس ساری امانت کا ضامن ہوجائیگا اور اگر اُس امانت پر مالک کا قفل نہ لگا ہو یا امانت رکھی ہو اور امانت رکھوانے والے نے اُسے صندوق مین رکھا ہو اور اُس امانت مین سے کچھ نکالے تو اِس صورت مین جسقدر رکہ نکالی ہے اُسیقدر کا ضامن ہے اور اگر اُسکے عوض کا لاکر اُسمین رکھدے تو بھی اُسکی ذمہ داری سے بری نہوگا اور اگر اُسی مقدار کو جو نکالی تھی لاکر اُسمین ملاکر رکھدے تو بھی ضامن اُس مقدار کا ہے کہ جسے نکال لیا تھا اور اگر اُسکا عوض لاکر اسطرحپر ملاکر رکھدے کہ جدا نہو سکے تو سارے مال کا ضامن ہوجاے گا۔ تیسری نظر دیکھنے لوٹانے مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ امانت ضایع ہوجانے کے ڈر پر اُس شہر مین رکھنے سے ساتھ لیکر سفر کرنا جائز ہے اور اِس صورت مین امانت اگر تلف ہوجائیگی تو ضامن نہین اور سفر مین ڈر کی علامتین ہونے پر امانت کو ساتھ لیکر سفر کرنا جائز نہین اور اگر ایسی حالت مین امانت کو ساتھ لیکر سفر کریگا تو ضامن ہوجاے گا اور اگر ودیعت ضایع ہوجاے گی تو تاوان بھرنا پڑیگا دوسرا مسئلہ امانت رکھنے والا امانت کو بے مالک کو دیے یا بے اُسکے وکیل کو دیے بری الذمہ نہین ہوتا ہے اور اگر اِن دونون کو نپائے تو حاکم شرع کے سپرد کردے جس صورت مین کہ اپنے پاس رکھنے مین کچھ عذر ہو اور اگر بے عذر کے رکھے گا تو ضامن رہیگا اور اگر حاکم شرع موجود نہو اور امانت ضایع ہوجانے کا ڈر ہو تو جائز ہے کہ کسی اور معتمد پاس رکھوادے اور اس صورت مین اگر امانت ضایع ہوجاے تو ضامن نہین ہے تیسرا مسئلہ اگر حاکم شرع کے پاس امانت کے پہونچانے پر قدرت رکھتا ہو اور نہ پہونچائے اور کسی معتمد پاس رکھدے تو ضامن ہے۔

چوتھا مسئلہ جب سفر کا قصد کرے تو امانت کو مقدور بھر مالک کے سپرد کردے یا اُسکے وکیل کو
دیدے یا حاکم شرع کے پاس پہونچادے اور اگر ایسا نکریگا اور زمین مین گاڑ دیگا اور ضایع
ہو جائیگی تو ذمہ دار ہے مگر جبکہ کسی سانحے کے جلد آپڑنے کا ڈر ہو جیسے لُٹیرے ہین اور چور ہین
کہ اُنسے مُہلت نہو کہ مال کو مالک یا وکیل یا حاکم شرع کے پاس پہونچا سکے اور اُسوقت مین کاڑدے
تو ضامن نہین ہے پانچوان مسئلہ اگر امانت کو نکال لینے کے بعد پھر لاکر اُسے محفوظ جگہ پر رکھدے
تو بری الذمہ نہین اور اگر مالک نئے سرے سے پھر اُسکے پاس اُسے امانت رکھدے تو بری الذمہ
ہو جائیگا اور اِسطرح بری الذمہ ہو جائے گا جب مالک اُسے ضامن ہونے سے بری کردیگا
اور اگر مالک کے سوا اور کو امانت کے دیدینے پر امانت رکھنے والے پر جبر کرین تو دیدیگا اور ضامن نہین ہے
چھٹا مسئلہ جب امانت رکھنیوالا امانت کا منکر ہو اور یا مقر ہو اور تلف ہو جانیکا دعوی کرے یا پھیر دینے کا ادعا کرے
اور ثبوت نہو تو اُسیکا قول مقبول ہوگا اور مالک کو اُس سے قسم لینا پہونچتا ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر مالک
کے سوا اور کسیکو امانت دیدے اور یہ دعوی کرے کہ مین نے مالک کی اجازت سے دی ہے اور مالک اجازت دینے کا
منکر ہو تو مالک کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور اگر مالک اجازت دینے پر اُسکی تصدیق کردے تو لینے والے
کے منکر ہونے پر بھی ضامن نہین ہے گو اُسنے اُسے مال دینے پر گواہ نہ لیے ہون اور یہی اشبہ ہے ساتوان مسئلہ
جب کوئی کسی پاس امانت رکھنے کا دعوی کرے اور امانت رکھنیوالا انکار کرے پھر مالک گواہونسے ثابت کرے
اور اِسکے بعد امانت رکھنیوالا انکار کے پہلے ضایع ہو جانیکا دعوی کرے تو سُنا نجائیگا اِسلیے کہ اُسکا جھوٹ کھلگیا
اور ضمان یعنی ذمہ داری اُس سے متعلق ہو چکی اب اُسے چاہیے کہ تاوان دیدے اور اگر کہا جائے کہ اُسکا یہ دعوی
سُنا جائیگا اور اُس سے ثبوت لیا جائیگا تو خوب ہوگا مترجم کہتے ہین کہ جب ہی کہ انکار ایسی عبارت سے کرے جو
گواہی کے منافی نہو جیسے کہ میرے ذمے تیرا کچھ واجب الادا نہین اور اگر ایسی عبارت سے انکار کریگا جو ثبوت کے
منافی ہے جیسے کہیگا کہ تونے کچھ امانت نہین رکھوائی اور انکار کے پہلے تلف ہونیکا دعوی کریگا تو مسالک کیموافق مسموع نہوگا
آٹھوان مسئلہ جب مالک مال ودیعت رکھنے کے لیے مقام محفوظ کہ دور ہو مقرر کردے تو امین پر واجب
ہے کہ اُس امانت کو جلد وہان پہونچائے پھر اگر قدرت رکھنے پر دیر لگائے گا تو ضامن ہوگا
اور اگر اپنی بی بی کو حفاظت کرنے کے لیے دیگا جب بھی ضامن رہیگا نوان مسئلہ جب امانت
رکھنے کا اقرار کرلے پھر مرجائے اور وہ امانت پہچان نہ پڑے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِسصورتمین

وہ امانت اُسکے اصل ترکے سے وصیتون پر مقدم کرکے نکالیجائیگی و اُس مرے ہوئے امین کے قرضخواہ ہون اور اُنکے دینون کی ادا سے اگر ترکہ کم ہو تو یہ امانت رکھنے والا اُنکا شریک سدی حصے مین ہوگا اور اسمین تردد ہے۔ دسوان مسئلہ جب کسی شخص کی کچھ امانت ہو اور اُسپر دو شخص دعوی کرین پس اگر وہ امین ان دونون مین سے جسکی تصدیق کرے تو قبول کرینگے اور امانت کو اُسی کو دینگے اور اگر وہ امین دونون کو جھٹلائے گا تو بھی قبول کرلین گے اور اگر یہ کہے کہ مجھے نہین معلوم کہ یہ کس کا مال ہے تو جب تک اُس مال کا مالک ثابت ہو اُسوقت تک اُس مال کو اُسی شخص کے پاس رہنے دینگے پھر اگر وہ دونون مدعی اپنی ملکیت کے صحیح ہونے پر اِس امین کی واقفیت کا ادعا کرین تو اُسپر قسم کھانے کی عائد ہوگی گیارھوان مسئلہ جب امین امانت مین تفریط کرے اور تاوان بھرنے مین قیمت کا اختلاف پڑے تو قسم کے ساتھ مالک کے قول کو مان لین گے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ امین کے قول کو قسم کے ساتھ قبول کرینگے اور یہی اشبہ ہے بارھوان مسئلہ جب امانت رکھوانیوالا مرجائے تو اُسکے وارث کو امانت دیدیجائے گی پھر اگر وارث کئی شخص ہونگے تو سب کے سپرد کیجائیگی یا اُسکے قائم مقام کے سپرد کرینگے اور اگر اُن وارثون مین سے بعضے وارثون کے سپرد کردیگا اور باقی وارثون سے اجازت نہ لی ہوگی تو اُن باقی وارثون کے حقون بھر مین ضامن رہے گا۔

کتاب عاریت

یہ کتاب عاریت کے بیان مین ہے اور عاریت ایک عقد ہے کہ جسمین منفعت کا مالک کی طرف سے بے عوض کے تفضل ہوتا ہے اور یہ عقد ہر لفظ سے جو انتفاع کے اِذن پر مشتمل ہو واقع ہوجاتا ہے اور دونون طرفون مین کسی طرف سے یہ عقد لازم نہین اور اسمین کلام چار فصلون کا مقتضی ہے۔ پہلی فصل معیر یعنی مانگے دینے والے کے بیان مین ہے۔ مانگے دینے والے کو ضرور ہے کہ مکلف بالغ اور عاقل ہو اور ضرور اُسے اپنے مال مین تصرف جائز ہو پھر اگر کوئی نابالغ یا دیوانہ اپنی چیز کسی کو عاریت اور مانگے دے تو صحیح نہین اور اگر نابالغ لڑکے کا ولی اُس لڑکے کی مصلحت مانگے دینے مین دیکھکر لڑکے کو اجازت دینے کی دیدے تو یہ عاریت صحیح ہے اور جسطرح لڑکا اپنی چیز مانگے نہین دے سکتا ہے اسیطرح اُسکے لیے اور کسی کا مال بھی مانگے دینا درست نہین۔

دوسری فصل مستعیر یعنے مانگے لینے والے کے بیان مین ہے۔ اور مستعیر یعنے مانگے لینے والیکو

اُس مانگے کی چیز سے فائدہ اُٹھانا عاریت کی چیز کے دستور کے موافق جائز ہی پھر اگر اُس مانگے کی چیز مین کچھ نقصان آجائے یا بے تعدّی کے استعمال سے ضایع ہو جائے تو مستعیر تا وان بھر دینے کا ضامن نہین ہی مگر جبکہ مانگے دینے مین یہ شرط کر لی ہو کہ ضایع نہونے پائے یا کوئی نقصان نہ آنے پائے تو پھر ضامن ہوگا اور کسی محرم یعنی احرام باندھے ہوئے شخص کو کسی محل سے کوئی شکار مانگے لینا جائز نہین اسلیے کہ اُس محرم کو شکار پکڑنا جائز نہین اور اگر اُسے وہ پکڑیگا تو چھوڑ دینا اور مالک کو تا وان دینا واجب ہوگا گو اُس سے ضمانت کی شرط نکیگئی ہو اور اگر شکار محرم کے ہاتھ مین ہو پھر اُسے محل مانگ لے تو جائز ہی اسلیے کہ محرم کی ملک اُسپر سے احرام باندھے سے جاتی رہی اور اُسکے ہاتھ سے اُسکا شکار کا لینا اسطرح ہی جیسے کسی کے ہاتھ سے غیر مملوک شکار لے لینا ہے۔ مترجم کہتے ہین کہ جسطرح محرم کو شکار پکڑنا حرام ہی ویسے پکڑے رہنا حرام ہی چھوڑ دینا چاہیے اور عاریت دینا مالک کے باقی رکھنے اور منفعت مباح کر دینے سے عبارت ہی اور عاریت کے جواز کا حکم مشکل ہے جیسا کہ صاحب مسالک نے مصنف پر اعتراض کیا ہی اور اگر کوئی غاصب سے کچھ مانگے لے اور یہ مانگے لینے والا اُس چیز کے مغصوب ہونے سے واقف نہو تو تا وان غاصب پر ہی اور مالک کو مانگے لینے والے سے جسکے استعمال سے وہ مغصوب چیز ضایع ہو گئی ہی منفعت کے حق کا مطالبہ پہونچتا ہی اور وہ غاصب سے بھر لیگا کہ اُسے بعوض کے انتفاع کا اذن دیکر تا وان بھروایا ہی اور موجہ یہی ہے کہ فقط غاصب ہی ضامن ہے اور اسیطرح اگر مانگے لینے والے کے پاس سے وہ مغصوب چیز جسے مانگے لیا ہے اور غصب ہونے کو نہین جانتا ہے ضایع ہو جائے تو اُسپر اُسکا تا وان نہین اور غاصب معیر کو قیمت دینی پڑیگی اور اگر وہ مانگے لینے والا جانتا ہو کہ یہ چیز غصبی ہے اور پھر اُسکے پاس ضایع ہو جائے تو ضامن ہے اور اس صورت مین مالک کو جو تا وان دینا پڑیگا تو وہ اِس مانگے دینے والیسے رجوع کرکے نہ پھیر سکیگا

تیسری فصل معار یعنی مانگے لینے والی چیز کے بیان مین ہے اور یہ وہ ہر چیز ہے کہ جس سے اصل کے باقی رہنے پر فائدہ اُٹھانا ممکن ہو جیسے کپڑا ہے اور گھوڑا ہے اور زمین کا مانگے لینا کھیتی کرنے کے لیے اور درخت بونے کے واسطے اور مکان بنانے کے واسطے جائز ہے اور مستعیر یعنی مانگے لینے والا شخص مالک کی اجازت بھر پر حصر کرے گا اور اُسقدر سے تجاوز نکریگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اجازت والے استعمال سے اگر دوسرے استعمال مین ضرر کم ہوگا تو تجاوز کرنا جائز ہے جیسے زمین درخت بونے کو مانگے لے پھر اُسپر کھیتی کرے تو جائز ہے اور پہلا قول اشبہ ہے

اور اسی طرح ہر جاندار کا جسمین کچھ منفعت ہو مانگے لینا جائز ہے جیسے گابھ رکھنے کا نر اور کتا اور بلی اور
خدمت کے لیے غلام اور لونڈی ہے گو مستعیر اُس لونڈی کا اجنبی ہو اور محرم نہو اور دودھ کے
لیے دودھیل بکری کا مانگے لینا جائز ہے اور کسی کی لونڈی سے ہمبستر ہونا مانگے لینے سے جائز
نہین اور معیر کے مباح کہدینے سے اُس سے ہمبستری کے مباح ہونے مین تردد ہے اور اشبہ یہی
ہے کہ معیر کے مباح کر دینے پر جائز ہے اور مانگے دینا مطلق بے کسی مدت کے اور معین مدت پر صحیح
ہے اور مالک کو مانگے دینے کے بعد اپنے کہے سے پھر جانا پہونچتا ہے گو مکان بنانے کو یا درخت
لگانے کو زمین مانگے دیچکے پھر اُسکے نکالڈالنے کو کہے تو مانگے لینے والے پر اُس زمین پر سے اُٹھالیجانا
واجب ہے اور یہی حکم کھیتی کا ہے گو پکنے سے پہلے اُسکے دُور کرنے کو کہے تو بھی دور کروانا چاہیے
اور یہی اشبہ ہے اور جب مالک اِذن دیچکا ہو اور پھر درخت اُکھڑوا ڈالے یا مکان کھدوا ڈالے
یا کھیتی کچوا ڈالے تو مالک پر تفاوت کٹے اور لگے درختون اور بنے مکان اور کھدے اور لگے کھیت
اور اُکھڑے کا دینا لازم ہے اور مستعیر کو مالک کے ایسی چیز کے دُور کروا لینے کے سبب سے کوئی اور
مطالبہ تفاوت قیمت کے سوا نہین پہونچتا ہے اور اگر کسی مُردے کے گاڑنے کو زمین مانگے دے
تو پھر مالک کو اُس مُردے کے اُکھاڑ لیجانے کے لیے کچھ اُس مستعیر پر جبر نہین پہونچتا ہے اور مستعیر کو
جائز ہے کہ اُس زمین پر آئے اور درختون کے سائے مین بیٹھے کیونکہ وہ درخت اُسیکا ہے اور اگر دیوار کو چھتی رکھنے
کیلیے مانگے دے اور اُسکے اُٹھا لینے کو کہے تو جائز ہے مگر جب اُن دھنیون کی اُدھر کی طرفین مستعیر کی
عمارت مین گڑی ہون گی تو پھر اُکھڑنا اُسکے مکانکو منہدم کر دینے کا موجب ہوگا اور اُسکی مِلک سے
اُسکی لکڑی کے نکلوانے پر جبر لازم آئے گا تو ایسی صورتمین جائز نہین اور اِس مسئلے مین تردد ہے
اُردو مترجم کہتا ہے کہ بعضے فقہانے کہا ہے کہ اِس صورت مین اُسکی لکڑی کا مالک کو اپنی دیوار
پر سے اُکھڑوا دینا جائز ہے گو مستعیر کا نقصان ہو اِسلیے کہ اُسنے جان بوجھکر اپنے مال کو معرض تلف
مین ڈالا اِسلیے کہ عاریت کا عقد کسی طرف سے لازم نہین اور اجازت کے بعد مالک کو رجوع اِسمین جائز ہی
پھر اُسنے ایسے کمزور رہنے کے عقد پر کیون اپنے مکان کی بنا رکھی۔ اور اگر مالک اپنی زمین پر کسیکو درخت
بونیکی اجازت دے پھر مستعیر اُسمین کوئی درخت لگائے اور وہ اُکھڑ جائے تو جائز ہے کہ پہلے اِذن کا
استصحاب کر کے اُسپر دوسرا درخت لگائے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ پھر نئے سر سے اجازت لیکر

لگائے گا اور بے اجازت لیے نہ لگائے گا اور یہی قول اشبہ ہے اور کسی مانگے کی چیز کا بے مالک کی اجازت مانگے دینا صحیح نہیں اور مانگے کی چیز کا کرایہ کو دینا بھی جائز نہیں اسلیے کہ اُسکا نفع مستعیر کی مِلک نہیں ہے گو اُس سے اُسے خود منفعت اُٹھا لینا جائز ہے۔

چوتھی فصل عاریت کے حکموں مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ عاریت ایک امانت ہے کہ جسمین تاوان بھرنے کی ذمہ داری نہین ہوتی ہے مگر جب حفظ مین بے پروائی کرے یا تعدّی کرے یا مالک تاوان بھرنے کی شرط کرے یعنے اگر پھر ضایع ہو جائے گی تو تاوان بھر دینا پڑیگا اور اگر مانگے کی چیز سونا چاندی ہوگی تو مستعیر ضامن ہوگا گو مالک نے مانگے دینے کیوقت ضمانکی شرط نکی ہو مگر اُسوقت ضامن نہوگا کہ جسوقت مین ذمہ داری کے سقوط کی شرط کر لی ہوگی دوسرا مسئلہ جب مانگے کی چیز اُسکے مالک کو یا مالک کے وکیل کو پھیر دیگا تو بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر اُسکے مکان مین پھیر دے آئیگا تو بری نہوگا اور اگر گھوڑے کو کسی معین مسافت کے لیے مانگے لے پھر اُس مسافت سے بڑھجائے تو ضامن ہے اور اگر اُسے پھر پہلی مسافت پر پھیر لائے تو بھی بری الذمہ نہوگا۔ تیسرا مسئلہ مانگے کی زمین پر درخت اور مکان بنانیوالے کو اپنے درختون کا اور مکان کا بیچنا معیر یعنی مالک کے ہاتھ اور اَور کسی کے ہاتھ جائز ہے اور یہی قول اشبہ ہے چوتھا مسئلہ جب ہوا یا پانی کوئی گٹھلی کسی کی مِلک پر لائے اور وہ اُگ کھڑی ہو تو زمین کے مالک کو اُسکا دور کر ڈالنا پہونچتا ہے اور تفاوت قیمت کا ضامن نہوگا جسطرح کہ اُسکی ملک کی طرف درختون کی شاخین نکل آئین اور وہ دور کر ڈالے تو ضامن نہین ہے پانچوان مسئلہ جب مانگے کی چیز مین کوئی نقصان استعمال سے آجائے پھر ضایع ہو جائے اور مالک نے ضامن ہونے کی شرط کر لی ہو تو اُسکے ضایع ہونے کے دن کی قیمت دینے کا ضامن ہے کیونکہ جو نقصان مستعیر سے پہلے ہوا ہی اُسمین ضمان نہین ہے چھٹا مسئلہ جب اونٹ کا سوار کہے کہ تو نے مجھے یہ اونٹ مانگے دیا ہے اور مالک کہے کہ مین نے تجھے کرایہ کو دیا ہے تو اِس صورت مین سوار کا قول مقبول ہوگا اِسلیے کہ مالک کرائے کا مدعی اور سوار منکر ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کا قول سُنا جائے گا اِسلیے کہ وہ عاریت کا منکر ہے پھر جب مالک قسم کھالیگا تو سوار کا دعویٰ باطل ہو جائے گا اور اُسے کرایۂ مثل دینا لازم پڑیگا نہ وہ کرایہ جسے ٹھہرایا ہوا مالک کہے

اور یہی اشبہ ہے اور اگر عقد کے بعد اختلاف مرکوبسے فائدہ اُٹھانیکے پہلے کرین تو مقبول سوار کا قول ہوگا اسلیے کہ مالک اجارےکے عقد کا مدعی اور وہ سوار منکر ہے ساتوان مسئلہ اگر کسی چیز کو کسی خاص فائدہ اُٹھانے کے لیے مانگے پھر اُس مانگے کی چیز سے اور کسی امر مین فائدہ اُٹھائے تو ضامن ہے اور اگر اُسکے لیے کرایہ ہوتا ہوگا تو اُسکو دینا لازم ہوگا آٹھوان مسئلہ جب کوئی شخص کسی چیز مانگے لینے کا منکر ہوگا تو اُسکی امانت داری باطل ہوجائیگی پھر اگر مالک گواہون سے مانگے دینا ثابت کردے پھر وہ ضایع ہونے کا انکار سے پہلے دعوی کرے تو تاوان کا ضامن ہونا لازم ہوگا نوان مسئلہ جب کوئی مستعیر مانگے کی چیز کے ضایع ہوجانے کا دعوی کریگا تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور اگر مالک کو پھیر دینے کا دعوی کریگا تو مالک کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا دسوان مسئلہ اگر مستعیر عاریت مین یعنی مانگے کی چیز مین کچھ تفریط یعنی حفاظت مین بے پروائی کرے گا تو اُسے ضایع ہوجانے پر اُسکی قیمت بھر دینی پڑیگی اگر اُسکا مثل نہوگا اور بعضے علما کہتے ہین کہ تفریط کے وقت سے ضایع ہونے کے وقت تک کی قیمتون مین جو اعلی ہوگی اُسکا دینا اُسپر لازم ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر دونون قیمت مین اختلاف کرین تو مستعیر کا قول مقبول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کا قول مقبول ہے اور پہلا مذہب اشبہ ہے

کتاب اجارہ

یہ کتاب اجارے کے بیان مین ہے اور اِس مین چار فصلین ہین۔

پہلی فصل اجارے کے عقد مین ہے اور اِسکا فائدہ کسی نفس یا مال کی منفعت کی تملیک کسی معین عوض کے بدلے مین ہے اور یہ عقد ایجاب اور قبول کا محتاج ہے اور صحیح عبارت ایجاب کی یہ ہے کہ کہے مین نے تجھے کرایہ دیا اور یہ کہنا کافی نہین کہ مین نے تجھے مالک کیا اِسلیے کہ مطلق تملیک سے مالک بنانا عین مال کا سمجھا جاتا ہے اور اجارے مین تملیک منفعت کی ہوتی ہے عین کی نہین ہوتی ہے لیکن اگر یہ کہے کہ اس مکان مین ایک سال کی سکونت کی تملیک مین نے تجھے دی ہے تو صحیح ہے اور اسیطرح یہی اگر کہے کہ مین نے تجھے عاریت سے تملیک دی ہے اسلیے کہ اجارے مین مالک کا مقصود منفعت کی تملیک ہوتی ہے اور عاریت مین بھی یہی مقصود ہے اور اگر یہ کہے کہ مین نے اِس گھر کو تیرے ہاتھ بیچا اور اجارے کا قصد کرے تو صحیح نہین اور

اسی طرح جبکہ اگر کہے کہ تیرے ہاتھ اِس گھر کی ایک سال کی سکونت مین نے بیچی تو بھی صحیح نہین اسلیے کہ بیع کا لفظ عین مال کی ملک کی نقل کے واسطے مخصوص ہے اور منفعت کی ملک کی نقل کے واسطے نہین ہے اور اِسمین تردد ہے اور اجارہ ایک عقد لازم ہے کہ باطل نہین ہوتا ہے مگر جبکہ دونون فسخ کرڈالین تو فسخ ہوجاتا ہے یا فسخ کے مقتضی اسباب مین سے کہ بیان ہونگے کسی کے پائے جانے سے فسخ ہوجاتا ہے اور اجارہ دیے ہوئے عین مال کے بکنے سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہے بلکہ اجارے کی مدت گزرنے تک بیع مستاجر کے تصرف مین رہیگا اور اِسیطرحپر اجارے کا عقد شرع شریف مین باطل نہین ہوتا ہے کسی عذر کے سبب سے جیسے کوئی زمین بونے کو اجارے کی ہو اور وہ پانی کے نیچے ہوجائے اور اُس سے کوئی اَور انتفاع ممکن ہو اور آیا اجارہ مرجانے سے موجر یعنی اجارہ دینے والے کے باطل ہوجاتا ہے علما مین مشہور یہی ہے کہ اجارہ دینے والے کے مرجانے سے باطل ہوجاتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اجارہ دینے والے کے مرجانے سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہے اور مستاجر کے مرجانے سے باطل ہوجاتا ہے اور ایک جماعت فقہا کی کہتی ہے کہ موجر اور مستاجر مین کسی کے مرجانے سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور جس چیز کا مانگے دینا صحیح ہے اُسکا اجارے دینا بھی صحیح ہے اور مشترک چیز کا اجارہ بٹی ہوئی اجارے کی طرحپر صحیح ہے اور جو کچھ کسی کے قبضے مین اجارے کے طریق پر دین مثل گھوڑے گائے مکان وغیرہ کے وہ مستاجر کے پاس امانت کے طریق پر ہے ضایع ہوجانے پر تاوان کا ضامن نہین مگر تعدّی یا تفریط کے ساتھ ضامن ہوجائیگا اور اگر اجارہ دینے والا ضامن ہونے کی بے تعدّی اور تفریط کے شرط کرے تو ظاہر یہی ہے کہ جائز نہین اور اجارے مین خیار مجلس نہین جیسے کہ بیع مین ہوتا ہے اِسطرحپر کہ مجلس کے متفرق ہونے کے پہلے اجارے کے عقد کا فسخ جائز ہو بلکہ اجارہ لازم منعقد ہوجاتا ہے اور اگر اجارے کے عقد مین فسخ کا خیار ایک معین شخص کے لیے یا دونون کے لیے شرط ہوجائے تو جائز ہے خواہ اجارہ معین ہو جیسے اس غلام اور اِس گھر کا اجارہ ہو یا ذمّے پر ہو جیسے اجارہ دے کسی کو کہ دیوار اُٹھا دے

دوسری **فصل** اجارے کی شرطون مین ہے اور وہ چھ ہین **پہلی شرط** یہ ہے کہ دونون متعاقد بالغ اور عاقل ہون اور تصرف اُنکا جائز ہو یعنی مجور علیہ نہون پھر اگر دیوانہ اجارے دے تو منعقد نہوگا اور اِسیطرحپر غیر ممیز اور ممیز نابالغ لڑکا بھی اجارے دے تو بھی اجارہ منعقد نہوگا لیکن اگر اُسکا

ولی اجازت دے تو منعقد ہو جائے گا اور اسمین تردد ہے دوسری شرط یہ ہے کہ اُجرت تول سے
یا ناپ سے معلوم ہو اگر تُلنے نپنے کی چیز ہو تاکہ فریب اور دھوکا نہ پڑے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دیکھ لینا
اُجرت کا کافی ہے اور یہی قول خوب ہے اسلیے کہ دیکھ لینے سے بھی فریب رفع ہو جاتا ہے محض
اجارے کے عقد سے اجیر اُجرت کا مالک ہو جاتا ہے اور اگر عقد اجارہ مطلق ہو یعنی اُجرت کی ادا
مین میعاد کی قید نہو یا ادا مین تعجیل شرط ہو تو اُجرت کی ادا مین تعجیل یعنی جلدی کرنا واجب ہی اور
اِس مقام مین تعجیل سے مراد یہ ہی کہ اُجرت دینے کے وجوب کے اول وقت مین اُجرت دیدے بس
موجر کے عین کے دیتے ہی اگر اجارہ عین چیز سے متعلق ہوا اور اگر کام سے متعلق ہو تو کام کے پورا
کرتے ہی اُجرت کا ادا کرنا واجب ہی اور اگر میعاد کی شرط سے اجارہ ہو تو چاہیے کہ مدت معین
ہو اور مبہم نرہے اور اِسیطرح اگر اُجرت کی ادا قسطون مین شرط ہو تو قسطون کا معلوم اور معین
ہونا ضرور ہے اور جبکہ اجارہ دینے والا اُجرت مین کے کسی عیب پر جو قبضے سے پہلے تھا واقف
ہو جائے تو اُسے پہونچتا ہے کہ اجارے کا فسخ کرے یا اُجرت کا بدل جو اُسکے ذمے پر ہے طلب
کریا اُسے پہونچتا ہے جیسے کوئی سال بھر کی خدمت کے لیے غلام کا اجارہ دس اشرفی پر کرے
اور اجارے کے عقد مین وہ اشرفیان معین نہون اور مستاجر کے ذمے پر ہون اور اگر اُجرت معین
ہو جیسے روپئے یا اشرفیان یا گھوڑا معین کر دین اور اسکے بعد اُجرت مین کوئی عیب نکلے تو موجر
کو پہونچتا ہے کہ اُس اُجرت کو پھیر دے یا ارش یعنی اُس قیمت کا تفاوت لیلے اور مستاجر اگر اُجرت
کے دینے پر قادر نہو اور موجر چاہے تو اجارے کا فسخ کرے اور کاروانسرا اور گھر اور مزدور کسی مستاجر کو
جسپر لیا ہی اُس سے زیادہ اُجرت پر دینا جائز نہین مگر جبکہ اُس اُجرت کے غیر جنس سے اجارے دیا
ہو یا اُس عین چیز مین کوئی نئی بات پیدا کی ہو جسکے مقابل مین یہ اُجرت کا تفاوت ہو اور اِسیطرح
جائز نہین اگر کچھ ملک مین خود رہے اور کچھ کو کُل وجہ اجارہ سے بڑھکر اجارے دے اور وجہ اُجرت
ایک ہی جنس کی ہو اور اُس اُجرت سے کم پر دینا جائز ہے جیسے کسی نے ایک پورے گھر کا سال بھر
کو دس اشرفی پر اجارہ لیا تھا آدھے مین خود رہے اور آدھے کو آٹھ اشرفی پر کرایہ دے اُجرت
سے بڑھکر تو یہ جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِسکے جائز ہونے کی جہت بیاز کی مشابہت ہی
اور شیخ علی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ بیاز نہین لازم آتا ہے اور بعضی روایتون کے سبب سے

کراہت کے ساتھ جائز ہے اور اگر کسی مزدور کو اجارے لے کہ اسباب کو معین مقام تک معلوم اُجرت پر
پہونچا دے اور اُس سے اگر وہ کمی اور کوتاہی کرے اور اُس جگہ پر نہ پہونچائے تو اُسکی اُجرت سے
کچھ کم کرنا جائز ہے اور اگر یہ شرط کرے کہ وہاں تک پہونچانے مین اگر کمی کریگا تو اُجرت کچھ نہ پائیگا
تو یہ جائز نہیین اور مزدور کو اُجرت مثل کا مطالبہ پہونچتا ہے اور اگر یہ کہے کہ مین نے تجھے یہ مکان
اجارہ دیا ہر مہینے مین اتنے روپے پر تو پہلے مہینے مین صحیح ہے اسلیے کہ ایک ہی مہینا متحقق ہوا ہے اور
اگر اور مہینون مین اُس گھر مین رہے گا تو اُجرت مثل دیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ اجارہ
باطل ہے اسلیے کہ مدت معلوم نہیین اور اُجرت بھی معلوم ہے کہ کتنے مہینون مین کتنی مقدار اُجرت
کی وجہ کے مقابل ہوگی اور پہلا قول اشبہ ہے اور اِن حکمون پر کے متفرع دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ
اگر کوئی کہے کہ اِس کپڑے کو فارسی سلائی سے سیے گا تو ایک روپیہ تجھے ملیگا اور اگر رومی سلائی
سے سیے گا تو دو روپئے تو پائے گا تو صحیح ہے اور فارسی سلائی کی ایک درز سے اور رومی کی
دو درزون سے تفسیر کی گئی ہے دوسرا مسئلہ اور اگر کوئی کہے کہ اِس کام کو آج کے دن کریگا
تو اُسکی اُجرت دو روپئے ہین اور اگر کل کریگا تو ایک روپیہ ہے اِسمین تردد ہے اور اظہر جواز ہے
اسلیے کہ دونون شقین معلوم ہین اور دونون تقدیرون کی اُجرت معین ہے اور فقہا مین سے
ایک جماعت بطلان کی قائل ہوئی ہے اور یہ کہتے ہین کہ دونون احتمالونکے مجموع کی اُجرت نہیین ہے
اسلیے کہ دونون شقون مین سے ہر ایک پر ہے اور اجارے کیوقت معلوم نہیین کہ کونسی شق عمل مین لائیگا
اور کونسی اُجرت دینا چاہیے پھر عمل اور اُجرت دونون مجہول ہوگئے اور جہالت اجارے کے
عقد کی منافی ہے اگر جعالہ یعنی مزدوری کے طور پر ایسا عقد ہو تو جائز ہے اسلیے کہ جعالہ کے عقد کا
مبنی جہالت پر ہوتا ہے اور جائز رکھا گیا ہے جیسے کہے کہ جو میرے بھاگے غلام کو لے آئے اُسے
مین دس روپئے دونگا اسلیے کہ اِسمین جاعل بھی معلوم نہیین اور استرداد کا مکان بھی نامعلوم
ہے اور وقت بھی معین نہیین اور اِسی قول کو صاحب مسالک نے بہت جید کہا ہے۔ اور اجیر
کام کے کرتے ہی اُجرت کا مطالبہ کریگا خواہ کام اپنے گھر مین کرے خواہ مستاجر کے گھر مین کرے
اور بعضے فقہا نے تفرقہ کی ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ معلوم معین کام جسپر اپنے کو اجارے دیا ہے
مستاجر کے گھر مین کرے تو بے عین کے دیے مطالبہ اُجرت کا کرسکتا ہے اسلیے کہ جب اُسکی ملک مین

کام کرتا ہے تو وہ عین اُسی کی سپردگی مین ہے اور اگر وہ اپنے گھر مین کام کرتا ہے تو اُجرت کا مطالبہ مستاجر کو عین کے دینے پر موقوف ہے اور اُجرت دینا عین کے دینے پر اور عین دینا اُجرت کے دینے پر موقوف نہین ہے اور جسجگہ عقد اجارہ باطل ہو جاتا ہے وہان اجرت مثل دینا واجب ہے اگر اُس سے کچھ منفعت حاصل کی ہو خواہ ساری منفعت حاصل کی ہو یا کچھ خواہ اجرت مثل مقرر اُجرت سے بڑھکر ہو خواہ کم ہو اور مزدور سے بے اُجرت مقرر کیے کام لینا مکروہ ہے اور مزدور سے تاوان لینا مکروہ ہے جس وقت کہ دو گواہ اُسکی تفریط پر گواہی نہ دین اور حال یہ ہو کہ تفریط سے متہم نہو اور اگر مال مین بے پروائی اور تفریط سے متہم ہوگا تو ذمہ دار ہوگا اور اگر اپنے پیشے مین متہم ہوگا مثل مردہ شو وغیرہ کے تو اُس سے تاوان لینے کی کراہت زائل ہو جائے گی جسطرح کہ کہا گیا ہے اور اسمین کئی تفسیرین اور ہین تیسری شرط یہ ہے کہ منفعت اجارہ دینے والے کی ملک محض تنہا ہو یا عین چیز کی ملک کے سبب سے ملک ہو جیسے کسی کا ایک گھوڑا مملوک ہو اور وہ اُسے سال بھر کی سواری کے لیے اُجرت پر دے یا عین کا مالک نہو تنہا منفعت کا مالک ہو جیسے اُسی گھوڑے کا اجارے لینے والا دوسرے کو سواری کے لیے اجارے دے اور مستاجر کو اجارے کی چیز کا دوسرے کو اجارے دینا جائز ہے مگر جب اجارے دینے والے نے شرط کر لی ہو کہ تیرے سوا اور کوئی اِس سے منفعت حاصل نکرے تو اُسوقت مین جائز نہین اور اگر ایسی شرط ہو گئی ہو اور مستاجر اُس چیز کو دوسرے کو اجارے دے تو اُسنے تفریط کی اور اُسکے تاوان کا ضامن ہے اور اگر تبرعاً مالک کی بے اجازت کسی چیز کو کوئی اجارہ دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ اجارہ مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا اور یہی خوب ہے چوتھی شرط یہ ہے کہ منفعت معلوم ہو یا اسطرحپر کہ کام معین ہو مثل کپڑے کے سینے کے یا مدت کی تعیین سے ہو جیسے سکونت گھر کی سال بھر کو اور چوپائے مین کام کرنے کی اس معین مدت تک اور اگر مدت اور کام دونون مقرر کرے جیسے یہ کہے کہ اجارہ لیا مین نے اِس درزی سے کہ اِس کپڑے کو اتنی مدت مین سی دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ باطل ہے اسلیے کہ پورا کرنا کام کا اُس مدت مین کبھی اتفاق سے نہین ہو سکتا ہے اور اسمین تردد ہے اور خاص اجیر وہ ہے کہ جسے ایک مدت تک کو اجارے لیا ہو تو اُسے دوسرے کا کام کرنا بے اُسکی اجازت جائز نہین اور اگر اجیر مشترک

تو ہر ایک کا اُسے کام کا کرنا جائز ہے اور یہ وہ اجیر ہے کہ جسے کام کرنے کے لیے اجارے لیا ہو اور مدت کی تعیین اُس سے نہوئی ہو تو وہ مستاجر کا بھی کام کریگا اور دوسرے کا بھی کام کرے گا اور مستاجر عین موجر کی منفعت کا مالک عقد اجارہ سے ہو جاتا ہے جسطرح اجیر اُسی عقد سے اُجرت کا مالک ہو جاتا ہے اور آیا عقد اجارہ کے ساتھ ملا ہونا مدت کا شرط ہے بعضے کہتے ہین کہ ہان شرط ہے اور اگر مطلق چھوڑ دین اور تعین مدت کو اتصال نہو تو عقد باطل ہو جاتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ عقد کا اطلاق مدت کے اتصال کو مقتضی ہے اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ عقد کے اطلاق کا مدت کے اتصال کو مقتضی ہونا اُس مقام سے خاص ہے جہان عُرف اِس اقتضا پر دلالت ہوتی ہے اور مطلق مقتضی ہونا بے قرینے کے غیر مسلم ہے — اور اگر عقد اجارہ مین ایسے مہینے کو معین کرے جو عقد کے مہینے کے بعد آنیوالا ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ باطل ہو گا اور موجہ یہی ہے کہ جائز ہے اور جب اجارہ دینے والا اجارہ دی ہوئی عین چیز کو مستاجر کے سپرد کر دے اور اُسپر ایک مدت گزر جائے جسمین منفعت کا حاصل ہو جانا اُس سے ممکن ہو تو مستاجر کو لازم ہے کہ اُجرت موجر کو دیدے اور اِسمین کچھ تفصیل ہے اور اگر کوئی شخص کوئی گھر کسی معین مدت تک کو کرایہ دے اور اُسے گھر سپرد کر دے اور مدت گزر جائے اور مستاجر اُسمین نرہے تو مستاجر کو لازم ہے کہ کرایہ دیدے اور اگر کوئی شخص کسیکو اپنے دانت اُکھاڑنے کو اجارے لے پھر اتنی مدت گزر جائے کہ اُسمین وہ کام ہو جاتا لیکن مستاجر نے آپ دانت نہ اُکھڑوائے تو اُسپر اُجرت لازم ہو گی اور اگر عقد اجارہ کے بعد درد جاتا رہے تو اجارہ اور اُجرت دونون ساقط ہونگے اِسلیے کہ دانت اُکھیڑنا بے درد کے جائز نہین اور اگر ایک چیز کو اجارہ لے اور وہ قبضے سے پہلے ضایع ہو جائے تو اجارہ باطل ہو جائے گا اور قبضے کے بعد بھی ضایع ہو جائے تو بھی اجارہ باطل ہے اور اگر کچھ مدت گزر کر تلف ہو جائے یا کچھ مدت کے بعد اجارہ فسخ ہو جائے تو گذشتہ مدت مین اجارہ صحیح ہے اور باقی مین اجارہ باطل ہے اور اُجرت بھی باقیماندہ کے موافق پھیر لیگا اور اگر چوپائے کا اجارہ لے تو بوجھ کا معین کر دینا یا دکھا دینا ضرور ہے کہ چوپایہ کا اجارے دینے والا اُسے دیکھ لے یا ناپ تول سے اُسکی تعیین کر دے یا جسطرح سے اُسکی جہالت رفع ہو سکے اور کجاوہ اور غیر معین سوار کا ذکر کافی نہین اِسواسطے کہ یہ دونون ہلکے ہونے مین اور بوجھل ہونے مین مختلف ہوا کرتے ہین اور کجاوے کے ذکر کے ساتھ ضرور ہے

کہ اُسکی لنبائی چوڑائی بلندی کی مقدار اور سر کھلا ہونا اور بند ہونا ایسے اور پردے کی جنس کا بھی ذکر کردینا ضرور ہے اور اسیطرح پر اگر چوپائے کو باربرداری کے لیے اجارہ لیں تو ضرور ہے کہ بوجھ کو مشاہدے سے یعنی دکھانے سے یا جنس اور صفت اور مقدار کے ذکر سے معین کردیں اور اسیطرح پر کافی نہیں کہ اُسپر کی باربرداری کا ذکر کردے جبتک کہ مقدار بار کی اور اُسکی جنس اور صفت معین نکردے اور سفر کے توشے کے لادنے کی شرط کرنا بے توشے کی تعیین کے کافی نہیں اور جب وہ توشہ تمام ہوجائیگا تو دوسرا اُسکے بدلے مستاجر کو لادنا بے پہلے شرط کیے نہیں پہونچتا ہی اور جب کسی گھوڑے کو اجارہ لے تو اُسے دیکھ لینا چاہیے اور اگر دیکھنا نہوسکے تو اُس گھوڑے کی جنس اور صفت کا اور نر ہونے کا یا مادہ ہونے کا ذکر ضرور چاہیے اگر سواری کے لیے اجارے لے اور اگر باربرداری کے لیے اجارے لیتا ہے تو نر ہونے اور مادین ہونے کا ذکر ضرور نہین اور چوپائے کو اجارے دینے والے پر لازم ہے کہ جو چیز سوار ہونے مین ضرور ہے اُسکا سرانجام کرے جیسے کجاوہ مہار وغیرہ ہے اور اُسکے باندھنے کی چیزونکے سرانجام مین اختلاف ہے اور اسمین تردد ہے اور اظہر یہی ہے وہ بھی موجر پر لازم ہین اور اگر چوپایئکو پر کھینچنے کے لیے اجارے لین تو اُسکا دکھا دینا ضرور ہے اسلیے کہ اُسکے احوال ہلکے اور بوجھل ہونین مختلف ہوتے ہین اور اگر کھیتی کے کام کے لیے چوپایہ اجارے لین تو اُس زمین کی معلوم جریب کو دیکھ لے یا اُسکی صفت سُن لے اور اگر کسی مدت بھر کے کام کرنے کے لیے کرایہ کرین تو اُس مدت کی تعیین کافی ہے اور کسی معین مسافت کے لیے سواری کے کرائے کرنے کا یہی حکم ہے بس رات یا دن کے چلنے کے وقت کی تعیین کرے مگر جب انکے چلنے کے وقت کی عادت جاری ہو تو اُسی پر اکتفا کرسکتا ہے اور دو شخصون کو ملکر ایک سواری کا کرائے لینا باری باری سے سوار ہونیکو یا ایکساتھ سوار ہونے کو جائز ہے اور باری مین وقت سے یا مسافت سے عادت کیطرف رجوع کرنی چاہیے اور اگر عادت نہو تو کوئی طرح کی نوبت معین کرلینا ضرور ہے کہ جہالت جاتی رہے اور اگر گھوڑے کو کرائے لے اور اُسے عادت سے زیادہ دوڑائے یا زیادہ مارے یا بے ضرورت زیادہ لگام کھینچے تو ضامن ہے اور کھیت کا اجارہ صحیح نہین مگر مشاہدے سے یا اُسکی طرف اشارہ کرنیسے یا اُسکے ایسے وصف کے ذکر کرنے سے کہ جس سے جہالت جاتی رہے اور معین ہوجائے اور صحیح نہین اجارہ ایسے کھیت کا کہ جسکی صفت مالک کرے اور اپنے ذمے پر لے کہ مستاجر کو دیگا اسلیے کہ یہ اجارہ دھوکے

اور فریب کا بھی متضمن ہوتا ہے اور اختلاف اور نزاع کا بھی موجب ہوتا ہے کیونکہ زمینوں اور کھیتوں
مین اختلاف بہت ہوتا ہے برخلاف اسکے کہ درزی کو کپڑا سینے کو اور جولاہے کو کپڑا بننے کو اجارے
لین کہ اگر ذمے پر بھی ہو تو جائز ہے اسلیے کہ انمین ایسا اختلاف نہین ہے جو صفت سے جانا نہ سکے
اور دھوکے اور فریب اور نزاع کا موجب ہو جائے اور اگر کسی کاریگر کو کسی مدت کے لیے اجارے
لے تو اسکی تعیین کر دینا چاہیے کہ فریب اور دھوکے کا احتمال نہ ہے اسلیے کہ کاریگرون مین جلد کام
بنانیسے اور دیر بنانے سے اور اچھا اور برا بنانے سے تفاوت بہت ہوتا ہے اور اگر کنوان کھودنیکو
کسی کو اجارے لے تو ضرور ہے کہ زمین اور گہرائی گلائی کی مقدار معین کر دے اور اگر کنوان کھودنیوالا
کنوان کھود چکے پھر کھودنے کے بعد اسکے سارے کنارے یا بعضے گر پڑین تو اس اجیر کو اسکی مٹی کا
نکالنا لازم نہین اور یہ مالک کا کام ہے اور اگر کچھ کنوان کھود چکے اور باقی کا کھودنا زمین کی سختی
یا اپنی بیماری سے مشکل ہو جائے یا اسکے سوا سے تو اس سارے کنوئین کے کھودنیکی اجرت مثل
کی تشخیص کریگا اور جسقدر کہ کھودا ہے اسکی اجرت وجہ اجارے سے تشخیص کریگا پھر تفاوت ان
دونون اجرتون کا اجیر کی اجرت سے مستاجر لے لیگا جیسے سارے کنوئین کی کھدائی دس روپیے
ہین اور اجرت کھودے ہوئیکی مثلاً آدھی ہے تو پانچ روپیے ہین اور تفاوت پانچ اور دس مین نصف
کا ہے اور مقررہ اجرت مین سے کہ بارہ روپیے مثلاً ہین چھ روپیے مستاجر لے لیگا اور اس مسئلے مین
اور قول بھی ہے کہ جسکی سند مین اس طرح کی ایک روایت وارد ہوئی ہے کہ جسپر فقہانے
عمل نہین کیا ہے مترجم کہتے ہین کہ یہ روایت جناب جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہوئی ہے
کہ ان حضرت سے پوچھا گیا کہ ایک شخص ایک اجیر کو کنوان آدمی کے دس قد کے مقدار کا کھودنے
کے لیے دس روپیے مزدوری پر مقرر کرے پس اسنے ایک قد بھر کھودا اور عاجز ہو گیا حضرت نے فرمایا
کہ وجہ اجرت اجارہ کہ دس ہین پچپن جزو پر تقسیم کرین پس ایک حصہ پہلے قد بھر کے کھودنے کی اجرت
ہے اور دو جزو دوسرے قد بھر کی اور تین جزو تیسرے قد بھر کی اجرت ہے اور اسیطرح آخر تک ہے
اور علما نے کہا ہے کہ یہ ایک معین واقعہ مین حکم ہوا ہے اور مواقع مین متعدی نہین ہوتا ہے
اور عورت کو دودھ پلانے کے لیے معین مدت تک معلوم روپیے پر اسکے شوہر کی اجازت سے
اجارے لینا جائز ہے پھر اگر اسکا شوہر اجازت نہ دے تو اسمین تردد ہے اور اشبہ جواز اس شرط سے ہے کہ

کہ دودھ پلانا اُسکے شوہر کے حقوق کی ادا کا مانع نہو اور مرضعہ یعنی دودھ پلانیوالی کو لڑکے کا دیکھ لینا چاہیے اور آیا اس اجارے مین جس مکان مین کہ دودھ پلایا جاے اُسکا ذکر شرط ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ شرط نہین ہے اور اِسمین تردد ہے یعنی اسکے شرط نہونے اور ہونے مین تردد ہے پھر اگر لڑکا مرجائے یا دودھ پلانیوالی مرجائے تو عقد رضاع باطل ہے اور اگر لڑکے کا باپ مرجائے تو آیا عقد رضاع باطل ہے یا نہین علما کی ایک جماعت اِس بات کی قائل ہے کہ مستاجر کے مرجانے سے اجارہ باطل ہو جاتا ہے تو اُس قول پر باطل ہے برخلاف اُن علماء کے جو مستاجر کے مرنے کو اجارے کے بطلان کا موجب نہین جانتے ہین پس اُنکے قول پر یہ اجارہ باطل نہین اور اگر اجیر کو ایک معین مدت تک اجارے سے لے اُجرت کی پھیلاوٹ اُس مدت کے اجزا پر کرنا واجب نہین خواہ وہ مدت تھوڑی ہو خواہ بہت ہو جیسے بڑھئی کو دن بھر کے لیے ایک روپئے پر اجارے کرے تو واجب نہین کہ چوتھائی دن پر روپئے کے چار آنے یعنی چار آنے دے اور اگر دے تو جائز ہے اور مسجد بنانے کے لیے زمین کا اجارے لینا جائز ہے اِسلیے کہ نماز کا پڑھنا سب نفعون سے بڑھکر ہے لیکن اجارے کے سبب سے زمین وقف نہو گی اور اُسپر مسجد کا اطلاق مجاز کے طور پر ہوگا اور جو اجزا کہ مسجدون کے مخصوص ہوا کرتے ہین وہ ایسی مسجد مین نہین اور اجارہ لینا روپئے اشرفی کا اگر اُسمین کوئی حکمی منفعت اصل کے باقی رہنے پر ہو تو جائز ہے جیسے اپنی زینت کرے یا اپنے فقر کے ظہور کو دفع کرے تفریع اگر کوئی کسی چوپائے کو گیہون کے تودے سے دس پیمانے بھر لادنے کے لیے اجارے لے پھر اُن دس پیمانون کو ناپ کر لادے پھر زیادہ نکلین پس ناپنے والا مستاجر ہو تو اُسے لازم ہے کہ اُتنی زیادتی کی اُجرت مثل زیادہ دے اور اگر چوپایہ ضایع ہوگا تو ضامن تاوان کا ہوگا اِسلیے کہ اُسنے تعدی کی ہے اور اگر چوپائے کے مالک نے ناپا ہے تو اُجرت زیادتی کی بھی نہ لیسکے گا اور ضایع ہونے کی صورت مین چوپائے کی قیمت بھی نہ پائے گا بلکہ گیہون کے مالک کو پہونچتا ہے کہ اُس زیادتی کو جہانسے اُٹھا کر لایا ہے وہین پہونچا لے اور اگر ناپنے والا کوئی غیر شخص ہو تو اُسے اِس زیادتی کی اُجرت چوپائے کے مالک کو دینا لازم ہے پانچوین شرط اجارے کی یہ ہے کہ اُسکی منفعت مباح ہو پھر اگر شراب رکھنے کے لیے مکان یا کھیل کود کی چیزین بیچنے کے لیے دوکان کرایہ دے یا شراب اُٹھانے کے لیے مزدور کو اجارہ کرے تو یہ اجارہ منعقد نہ ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ حرام ہے مگر اجارہ منعقد ہو جاتا ہے اِسلیے کہ اِن امور سے حلال انتفاع بھی ممکن ہے

جیسے شراب کو سرکہ بنائے اور کھیل کود کی چیزون کو کھانا پکانے مین جلائے اور پہلا قول اشبہ ہے اسلیے کہ اجارے کا عقد مباح منفعت پر نہین ہوا اور سیر تماشے کے لیے نقشی دیوار کے اجارہ لینے مین تردد ہے اس نظر سے کہ عقل کی رو سے ایسی منفعت نہین ہے کہ جسپر روپیہ خرچ کرین مگر یہ کہ اُن نقاشون کی دستکاری کی خوبی کے سیکھنے کے لیے اُس نقشی دیوار کا اجارہ کرین جسطرح پر مشاق اُستادون کے لکھے ہوئے قطعے خوشنویسی کے دقائق سیکھنے اور دریافت کرنے کے لیے کرائے لیتے ہین چھٹی شرط یہ ہے کہ اُس اجارے کی چیز سے پوری منفعت حاصل کرنے پر قدرت بھی ہو پھر اگر بھاگے غلام کو اجارے دین تو صحیح نہین گو اسمین کوئی اَور چیز بھی ملا لین اور اسمین تردد ہے اور اگر مستاجر یعنی اجارہ لینے والے کا موجر یعنی اجارہ دینے والا انتفاع سے مانع ہو تو اُس اجارے کی اُجرت اُسپر سے ساقط ہو جائیگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مستاجر کو پہونچتا ہے کہ اجارے کو باقی رکھے اور موجر سے اُجرت مثل بھر لے اسلیے کہ موجر منفعت کے حاصل کرنے کا مانع ہے اور اگر اُجرت مثل اجارے کی اُجرت سے بڑھکر ہو تو اُس تفاوت کو بھی موجر سے لیلیگا اور بعضے علما کہتے ہین کہ نہین پہونچتا ہے اور اسمین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ پہونچتا ہے اور اگر مستاجر کوئی چیز اجارہ لے اور اصل چیز پر قبضے سے پہلے کوئی ظالم مانع آئے تو مستاجر کو اختیار ہے خواہ اجارے کو فسخ کر ڈالے خواہ اُس ظالم سے اُجرت مثل بھر لے اور اگر مستاجر کے قبضہ کر لینے کے بعد ظالم مانع آئے تو مستاجر کو اجارے کا فسخ کرنا نہین پہونچتا ہے اور ظالم سے اُجرت مثل لے لینا پہونچتا ہے اور جب کوئی گھر گر پڑے تو گھر کے مستاجر پر واجب ہے کہ اُس اجارے کو فسخ کر ڈالے مگر جبکہ گھر کا مالک پھر اُسے تیار کر کے اُسکے تصرف مین دیدے اور اسمین تردد ہے اور اگر موجر یعنی مالک مکان کے بنانے مین دیر کرے اور اجارہ فسخ کرے اگر تمام مدت کی اُجرت مالک نے لے لی ہے تو باقی دنون کی اُجرت اُس سے مستاجر پھیر لیگا۔

تیسری فصل اجارے کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اور جب اجارے کی اصل چیز مین کوئی عیب مستاجر پائے تو اُسے اجارے کا فسخ کرنا جائز ہے یا اُسے مقرر اُجرت کے دینے کو بے کمی کے راضی ہو جائے گو وہ عیب اُن عیبون مین سے ہو کہ جنکے سبب سے بعضے انتفاع رہجاتے ہون دوسرا مسئلہ جب مستاجر اجارے لی چیز مین کچھ تعدی کرے تو اُس چیز کی اس قیمت کا ضامن ہے جو تعدی کے وقت مین تھی اور اگر مالک اور مستاجر مال کی قیمت مین تنازع کرین

بس اگر وہ مال چوپایہ ہے تو مالک کا قول مقبول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مستاجر کا قول ہر حال مین مقبول ہوگا اور یہی اشبہ ہے تیسرا مسئلہ جو اجارے سے اپنے ذمّے کسی چیز مین کے کسی کام کو لیلے تو اُسے جتنے کو آپ لیا ہے اُس سے کم اُجرت پر دوسرے کو دینا جائز نہین مگر جبکہ اسمین کچھ کام کیا ہو کہ اُسکے سبب سے زیادتی کا مستحق ہوا ہو اور بے اذن مالک کے اُس چیز کو کسی دوسرے کے حوالے کرنا جائز نہین اور اگر بے اجازت کسی دوسرے کو دیدیگا تو ضایع جانے کی صورت مین تاوان کا ضامن ہوگا چوتھا مسئلہ چوپائے کے مستاجر کو اُسے دانہ پانی دینا واجب ہے اور اگر دانہ پانی دینے مین اہمال کریگا تو ضامن ہو جائیگا پانچوان مسئلہ جب کوئی کاریگر کسی چیز کو جو اُسے رنگنے بنانے سینے وغیرہ کو دیگئی ہو ضایع کردے تو اُسکا ضامن ہوگا گو اپنے کام کا بڑا ماہر بھی ہو جیسے دھوبی کپڑے کو پھاڑ کر سی لائے اور حجام حجامت مین خیانت کرے اور حجامت کے اثنا مین زخم لگادے یا ختنہ کرنیوالے کا استرہ ختنہ کرنے مین حشفہ پر لگ جائے یا ایسی حد سے بڑھجائے جو ختنے مین مقرر ہے اور یہی حکم بیطار یعنی چوپاؤن کے دوا کرنے والے کا ہے جیسے گھوڑے کے سم کو نعل باندھنے مین زیادہ کاٹ ڈالے یا فصد کھولے اور گھوڑے کو اُسی سے مار ڈالے یا کوئی ضرر چوپائے کو پہونچائے ہر چند اپنے کام مین احتیاط اور کوشش کرے اور اگر کوئی چیز کام کرنیوالے کے پاس سے بے تفریط اور تعدّی کے ضایع ہو جائے تو صحیح مذہب پر اُسکا ضامن نہین اور اسیطرح ملاح اور کرائے کرنیوالے مال ضایع ہونے پر ضامن نہین مگر جبکہ بے پروائی اور تفریط کرے تو زیادہ مشہور قول یہ ہے ضامن ہے چھٹا مسئلہ جو شخص اپنے کاروبار کے لیے کسی کو اجارے لے تو اُسکا ضروری خرچ مستاجر پر ہے مگر جب یہ شرط کرے کہ اپنے پاس سے خرچ کرے تو اُسپر نہین ہے ساتوان مسئلہ جب مالک اپنے غلام کو اُجرت پر دے اور وہ کوئی چیز ضایع کردے تو اُسکا تاوان اُسکے مالک کے ذمّے ہے کہ اُس غلام کی کمائی سے ادا کرے اور یہی حکم ہے اگر غلام اپنے کو آپ کسی کو اجارے دے آٹھوان مسئلہ صاحب حمام ضامن نہین ہوتا ہے مگر اُس چیز کا جو اُسکے سپرد کردیجائے اور جو کچھ اُسکے حمام مین آئے اور وہ اُسکے حفظ مین بے پروائی کرے اور وہ ضایع ہو جائے تو ضامن ہے نوان مسئلہ جب مستاجر پر حق اُجرت کی ادا لازم ہو جائے اور موجر اُسے بری الذمہ کردے تو اُسکا ابراء یعنی بری الذمہ کرنا صحیح ہے اور جب معینہ منفعت کو کہ متعلق ہو ساقط کرے جیسے معین غلام کی

خدمت یا معین گھر کی سکونت ہو تو ساقط نہو گی اسلیے کہ یہ کچھ مالک کے ذمے نہیں ہے کیونکہ اُسکا فعل نہیں ہے اور ابرا اُس چیز سے متعلق ہوتا ہے جو کسی دوسرے کے ذمے ہوتی ہو دسوان مسئلہ جب کوئی اپنا غلام کسی کو اجارے دے اور اسکے بعد اُسے آزاد کردے تو اجارہ باطل ہو گا اور مستاجر منفعت اُس غلام سے اجارے کی مدت بھر جسنے عقد اجارہ سے آزاد ہونے سے پہلے غلام سے تعلق کیا ہے حاصل کریگا اور وہ غلام اجارے کے دنون کی خدمت کی اُجرت اُس کے بعد اپنے آقا سے پھیر لسکیگا اور اگر ولی نابالغ کو ایسی معین مدت تک اُجرت پر دے کہ اُسمین اُسکا بالغ ہو جانے کا علم ہو تو بالغ ہو جانے کے یقین کے زمانے کا اجارہ باطل ہے اور جس زمانے مین بلوغ کا احتمال ہو اُسمین اجارہ صحیح ہے گو اُسمین بلوغ کا اتفاق پڑ جائے آیا لڑکے کو پہونچتا ہے کہ اپنے بلوغ کے بعد اجارے کا فسخ کرے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان پہونچتا ہے اور اسمین تردد ہے گیارھوان مسئلہ اگر کسی کام کے لیے اجیر کو اجارے لے اور وہ اجیر مستاجر کے پاس مرجائے تو مستاجر اُسکا ضامن نہین ہے کہ اُسکی دیت دے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو آزاد ہو یا بندہ ہو یعنی تعدی اور تفریط نہونے کی صورت مین اجارے کے دنون مین مرجائے یا بعد اُسکے اسلیے کہ مستاجر پر اُس اجیر کا مالک تک پھیر بھیجنا واجب نہین بلکہ اُسے چھوڑ دے اور اپنے مالک پاس جانے کا اُسے مانع نہو اور اگر اجارے کی مدت گزرنے کے بعد اجیر کو مستاجر روک رکھے اور نچھوڑے کہ وہ اپنے مالک پاس جائے اور وہ اجیر وہین مرجائے اور اجیر غلام ہو یا کم سن ہو تو ضامن ہے اور آزاد شخص اور بالغ ہو تو ضامن نہو گا اسیطرح جیسا مسالک مین ہے بارھوان مسئلہ جب کوئی چیز کسی ایسے شخص کو دے کہ اُسمین کچھ کام بنائے پھر اگر وہ شخص اُن لوگون مین سے ہو جو اُس کام کے لیے اُجرت لیا کرتے ہون جیسے مُردہ شو کہ مردے کو مزدوری ہی پر نہلاتے ہین یا دھوبی کہ کپڑے کو اُجرت پر دھوتے ہین تو مالک کو اُس کام کی اُجرت مثل اُسے دینا لازم ہے اور اگر اُس شخص کو عادت نہو کہ اُس کام پر عادت سے اُجرت لیا کرتا ہو تو اُسے پہونچتا ہے کہ اُسکی اُجرت کا مطالبہ کرے اگرچہ ہے اسلیے کہ اجیر خوب جانتا ہے کہ اُسنے اُس کام کو اُجرت کے قصد سے کیا ہے یا تبرع کے طریق سے اور اگر عادت سے اُس کام کے لیے اُجرت نہوتی ہو تو اُسکا دعوی نہ سُنین گے تیرھوان مسئلہ جسپر منفعت موقوف ہو جو یعنی اجارہ کرنیوالے پر اُسکا دینا واجب ہی جیسے تاگا سینے کے لیے اور روشنائی لکھنے کے لیے اور کُنجی گھر کے اجارے مین

داخل ہے اسلیے کہ گھر سے انتفاع بے اُسکے نہو گا۔
چوتھی فصل تنازع کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب مالک اور مستاجر اصل اجارے مین تنازع کرین بس اگر مالک اجارے کا دعوی کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ قبول ہو گا اور اسیطرح اگر اجارے اور اصل چیز کی مقدار مین اختلاف کرین یا اُجرت پر کی اصل چیز کے مالک کو پھیر دینے مین نزاع کرین تو بھی مقبول مالک کا قول قسم کے ساتھ ہے لیکن اگر اُجرت کی مقدار مین اختلاف کرینگے تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا دوسرا مسئلہ جب کوئی کام بنانے والا یا ملاح یا کرایہ کرنے والا مال کے ضایع ہو جانے کا دعا کرے اور مالک منکر ہو تو مدعی سے ثبوت مانگینگے اگر اُس دعوی کرنے والے پاس ثبوت نہوگا تو تاوان کا ضامن ہو گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ انھین مدعیون کا قول قسم کے ساتھ قبول ہو گا اسلیے کہ یہ لوگ مدعی بھی ہین اور منکر بھی ہین اور یہی مفاد دو روایتون مین کی زیادہ مشہور کا ہے اور اسیطرح اگر مالک کرائے کی چیز مین ضایع کئی ہی تفریط کا مدعی ہوا اور یہ لوگ منکر ہون تو بھی انھین کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا۔
تیسرا مسئلہ جب درزی کپڑے کی قبا ہونت ڈالے اور مالک کہے کہ مین نے تجھے کُرتا ہونتنے کو کہا تھا تو اس صورت مین مالک کا قول قسم کے ساتھ قبول ہو گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ درزی کا قول مقبول ہو گا اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر درزی قصداً اپنے کام کے دور کرنے کا کرے تو اُسے یہ جائز نہین اگر سینے مین تاگے کپڑے کے نکالے ہین یا مالک نے دیے ہین اور درزی کسی اُجرت کا بھی مستحق نہین اسلیے کہ اسنے وہ کام بنایا ہے کہ جسکی مالک نے اجازت نہین دی تھی

کتاب وکالت

یہ کتاب وکالت کے بیان مین ہے اور اسمین کلام کئی فصلون کا مقتضی ہے۔
پہلی فصل وکالت کے عقد مین ہے اور وکالت تصرف مین نائب کرنا ہے اور اُسکے تحقق مین قصد پر دلالت کرنے والا ایجاب ضرور ہے جیسے عربی مین وکلتک اور اُردو مین مین نے تجھے وکیل کیا یا مین نے تجھے نائب کیا ہے اور جو اسکے مضمون مین ہو اور اگر کہے وکیل مجھے تونے وکیل کیا اور موکل یعنی وکیل کرنے والا کہے کہ ہان یا ایسا اشارہ کرے جسے ایجاب پر دلالت ہے

تو ایجاب کے لیے کافی ہے لیکن قبول تو لفظ ہی سے واقع ہوگا جیسے عربی مین قبلت اور اُردو مین قبول کیا مین نے اور رضی ہوا مین ہے اور جو لفظ اسکے مشابہ ہو اور کبھی قبول فعل سے ہوتا ہے جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھے اِس چیز کے بیچنے مین وکیل کیا اور اُسنے اُس چیز کو بیچ ڈالا اور ایجاب کی دیر کے بعد قبول ہو تو وکالت کی صحت مین کچھ مضر اور مانع نہین اِسلیے کہ غائب شخص وکیل کرتا ہے اور پیچھے سے عرصے کے بعد قبول ہوتا ہے اور وکالت کی شرطون مین یہ ہے کہ بالفعل ہو پس اگر کسی آنیوالی چیز سے یا وقت سے مشروط ہوگی مثل حاجیون اور سوداگرونکے آنیکے تو صحیح نہوگی ہان اگر وکالت بالفعل اور تصرف مین تاخیر مشروط ہو تو جائز ہے اور اگر کسی غلام کے مول لینے کا وکیل کرے تو چاہیے کہ اُسکی صفت بیان کردے تاکہ دھوکا اور فریب باقی نہ رہے اور اگر مطلق وکیل کرے تو ایک قول پر صحیح نہین اور جواز موجہ ہے اور وکالت کا عقد دونون طرفون سے جائز ہے یعنی جب موکل یا وکیل چاہے اُسے فسخ کر ڈالے پھر وکیل کو پہونچتا ہے کہ اپنے کو وکالت سے معزول کرے خواہ موکل موجود ہو خواہ نہو اور موکل کو وکیل کا معزول کردینا اِس شرط سے پہونچتا ہے کہ اُسے اُسکے معزول کرنے سے آگاہ کردے اور اگر اُسے اُسکے معزول کرنے کی اطلاع نہ کرے گا تو وہ معزول کرنے سے معزول نہوگا اور بعضے علما کہتے ہین کہ اگر وکیل کو معزولی کی اطلاع دینا مشکل ہو تو اُسکے عزل پر گواہ کرے اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر وکیل اپنے معزول ہونکی اطلاع پانے سے پہلے کوئی تصرف کریگا تو وہ تصرف موکل پر نافذ ہو جائیگا پس اگر اُسے قصاص کے لینے مین وکیل کیا تھا پھر اُسے معزول کردیا اور وہ اپنی معزولی کی خبر پانے سے پہلے اگر قصاص لے لیگا تو قصاص واقع ہو جائیگا اور وکیل موکل دونون مین سے ہر ایک کے مرجانے سے اور سودائی ہو جانے سے اور بیہوش ہو جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل پر حجر ہونے سے اُسکے وکیل کی وکالت اُن چیزون مین جنمین حجر تصرف کا مانع ہے باطل ہو جاتی ہے اور نیند سے وکالت نہین جاتی ہے گو کتنی ہی بڑی ہو اور جس چیز کے سرانجام کے لیے وکیل ہوا ہے اُس چیز کے تلف ہو جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے جیسے کسی غلام کے بیچنے مین وکیل کیا اور وکیل نے بیچ ڈالا یا اُسکے منافی کام کیا جیسے غلام کے بیچنے کو وکیل کیا تھا اُسنے آزاد کردیا یا آزاد کرنے کو وکیل کیا تھا اُسنے بیچ ڈالا اور جیسے کسی

غلام کے بیچنے کو وکیل کیا تھا اور وہ غلام مرگیا اور عورت کے طلاق دینے کو وکیل کیا اور وہ مرگئی تو ان ساری صورتون مین وکالت باطل ہو جاتی ہے اور اِسیطرح پر وکالت جب بھی باطل ہو جاتی ہے جب وکیل اپنے متعلق کام کو کرلے جیسے کسی عورت کے طلاق دینے کے لیے کوئی کسی کو وکیل کرے اور وہ اسے طلاق دیدے پھر تو شرط وکالت جاتی رہیگی اور معزول کرنے کا صیغہ عربی مین جیسے عزلتک یا ازلت نیابتک وغیرہ ہے اور اُردو مین مین نے تجھے اپنی وکالت سے موقوف کیا یا برطرف کیا وغیرہ ہے اور جو اِس معنون مین ہو اور جب کسی کو کوئی کسی چیز کے بیچنے مین وکیل کرے اور دامون مین کسی سکے کی اور قرض نقد کی کچھ قید نہ دے تو اِس وکالت کا مطلق یعنی بے قید ہونا اُس شہر کے بستہ چلتے روپئے پر نقد بیچنے کو مقتضی ہے اور یہی اطلاق اِس بات کو مقتضی ہے کہ بے عیب دامون پر بیچے اور ناقص پر نہ بیچے اور اگر بہت چلتے ہوئے اُس شہر کے روپئے سے نہ بیچے بلکہ اور کسی قسم کے روپئے سے بیچے یا قرض بیچے نقد نہ بیچے یا اچھے کھرے درست روپئے پر نہ بیچے بلکہ گھٹے ہوئے بٹے کے روپئون پر بیچے اور اطلاق کے اِن مقتضون کے خلاف کرے تو بیع صحیح نہوگی یعنی لازم نہوگی اور موکل یعنی مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر وکیل کسی قیمت کو بیچ ڈالے اور کہے کہ مین نے مالک کے اِذن سے اِس قیمت پر بیچا ہے اور مالک اجازت دینے کا انکار کرے تو قول مالک کا قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور اگر اصل چیز باقی ہوگی تو پھروالیجائیگی اور اگر ضایع ہوگئی ہوگی تو مثل رکھنے پر مثل لیجائیگی اور اگر مثل نہین رکھتی ہے تو اُسکی قیمت پھیر لیجاویگی اور بعضے علما کہتے ہین کہ وکیل کو لازم ہے کہ جس قیمت پر مالک نے بیچنے کی اجازت دی ہے اُتنے ہی کو بیچے اور اِس قول کو مصنف علیہ الرحمہ بعید کہتے ہین اور اگر وکیل کی تصدیق خریدار کرے کہ مالک نے اِتنے ہی پر بیچنے کی اجازت دی ہے جتنے کو وکیل نے بیچا ہے اور وکیل خریدار کو وہ چیز دیچکا ہو پھر اُسکے قبضے مین وہ ضایع ہوگئی ہو تو اِس صورت مین مالک کو پہونچتا ہے کہ جس سے چاہے اُسکی تعدیم کے لیے خواہ چاہے وکیل سے لیلے خواہ خریدار سے لیلے لیکن اگر مالک خریدار سے لیگا تو وہ وکیل سے نہین لے سکتا ہے اسلیے کہ وہ مالک کی اجازت ہونے مین وکیل کی تصدیق کرچکا ہے اور اگر مالک وکیل سے قیمت لیگا تو وہ خریدار سے دونون قیمتون مین سے جو کم ہوگی وہ لیگا اور جو اُسے تاوان دینا پڑا ہے وہ لیگا اور جب بیع مین وکالت مطلق ہوگی تو اطلاق بیع کے بعد مبیع کو خریدار کے سپرد کرنیکو مقتضی ہے

اِسلیے کہ یہ امر بیع کی واجب باتون مین سے ہے اور اِسیطرحپر وکالت کاکسی چیز کی خرید مین مطلق ہونا
قیمت کے بایع کو دیدینے مین اذن ہونے کا مقتضی ہے مگر یہ اطلاق بیع کی وکالت مین قیمت پر
قبضہ کرلینے کو مقتضی نہین ہے اِسلیے کہ کبھی قبضہ کرنے مین قیمت پر وکیل کی طرف سے مالک کو
پہنچنے مین ہوتی ہے اور وکیل کو پہونچتا ہے کہ قیمت یا بیع مین کچھ عیب نکلے تو پھیردے اِسلیے کہ موکل کی مصلحت
مین سے ہے خواہ وہ موجود ہو خواہ نہو اور اگر موکل اِس پھیرنے کا مانع آئے تو وکیل کو موکل کے خلاف کرنا نہین پہونچتا ہے

دوسری فصل اُن چیزون کے بیان مین ہے جنمین نیابت درست ہے اور جنمین درست نہین ہے

اور جنمین نیابت درست نہین بس اُسکا ضابطہ یہ ہے کہ جن چیزون کو مکلّف کے ہاتھون مقدورجہ
واقع کروانے کا شارع کو مقصود ہے اُن چیزون مین نیابت درست نہین جیسے طہارت ہے کہ
مجبوری کی حالت مین ضرورت کے وقت مین نیابت بھی درست ہے اور جیسے نماز واجب ہے
جیسے حج اور اِسیطرحپر روزہ ہے اور جیسے اعتکاف ہے اور واجب حج ہے قدرت پر اور جیسے
قسمین ہین اور نذرین ہین اور غصب ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ غصب کا کام مین نے دوسرے کی
نیابت سے کیا ہے تو یہ نہ سُنا جائیگا اور جیسے اپنی جوروُون کے ساتھ سونے کی راتون کی تقسیم
ہے اِسلیے کہ یہ امر نفع اُٹھانے پر مشتمل ہے اور جیسے ظہار ہے اور لعان ہے اور عدہ توڑنا ہے اور
جیسے جنایت ہے اور بڑی ہر چیز کا اُٹھا لینا ہے اور لکڑی چُنّا ہے اور گھاس توڑنا ہے مترجم کہتے ہین کہ جنگل کی لکڑی
گھاس کا کوئی مالک نہین ہوتا مگر جمع کرنے سے پھر وہ جمع کرنے والے کا حق ہے نہ موکل کا اور یونہین
گواہی دینا ہے مگر جبکہ گواہی کی گواہی ہو کہ اسمین مشابہت کچھ نیابت کی ہے تو دوسرے گواہ کہ بجائے
وکیل پہلے گواہ کا کہ سکتے ہین اور جسمین کہ نیابت صحیح ہے اُس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو کام کہ کسی
غرض کے حصول کے لیے وسیلہ قرار دیا گیا ہے اور ذات سے اُس کام کرنا مخصص نہین جیسے بیچنا ہے
اور قیمت کا وصول کرلینا ہے اور کسی چیز کا گرو کرتا ہے اور صلح کرنا ہے اور کسی چیز کا اتروانا ہے
اور شرکت ہے اور وکالت ہے اور عاریت ہے اور شفعہ کا حق لینا ہے اور ابرا ہے اور امانت
ہے اور تقسیم صدقون کی ہے اور جیسے تعیین مہر کی اور خلع کی ہے اور طلاق دینا ہے اور قصاص
کروانا ہے اور دیتین لینا ہے اور جہاد ہے بعضی وجہ مین اور جیسے مطلق حد کا جاری کروانا ہے
اور آدمیونکی حدونکو ثابت کرنا ہے مگر خدا کی حد نہین کہ مبنی تخفیف پر ہین او شبہہ سے ساقط ہین جائز نہین او جیسے سبق

ورمایت ہے اور عتق ہے اور کتابت ہے اور تدبیر ہے اور دعویٰ اور دلیلون کا ثابت کرنا ہے اور کسی حق کا ثابت کرنا ہے اور اگر کوئی کسی کو وکیل تھوڑے یا بہت پر کرے تو بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اِسلیے کہ اِسمین ضرر راہ پاتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز ہے اور ضرر وکالت مین کی معتبر مصلحت سے مندفع ہو جاتا ہے اور یہ قید بمقام فرض سے بعید ہے اِسلیے کہ مفروض ہر امر مین وکیل ہونا ہے خواہ بندہ کا آزاد کرنا یا منکوحہ کا طلاق دینا ہو یا املاک کا ویڈالنا ہو پھر جس چیز مین کہ جسکی مالکیت اُسے پہونچتی ہے وکیل کر دیگا تو صحیح ہے اِسلیے کہ وکیل کے مطلق فعل مین مصلحت معتبر ہے۔

تیسری فصل موکل کے بیان مین ہے موکل مین بالغ اور عاقل ہونا اور اُسکے تصرف کا جائز ہونا اور جس امر مین وکیل کرے اُسمین نیابت کا صحیح ہونا معتبر ہے بس نابالغ لڑکے کی وکالت درست نہین خواہ ممیز ہو خواہ نہو اور اگر دس برس سے زیادہ کا ہو جائے تو جس چیز مین اُسے تصرف پہونچتا ہے اُسمین وکیل کرنا جائز ہے جیسے وصیت ہے اور صدقہ ہے اور طلاق ایک روایت پر ہے اور اِسیطرح اُسکو اِن چیزون مین وکیل ہونا جائز ہے اور مجنون کی وکالت درست نہین ہے اور اگر حالت صحت مین کوئی کسیکو وکیل کرے اور وکیل کرنے کے بعد اُسے جنون عارض ہو جائے تو وہ وکالت باطل ہو جائے گی اور مکاتب بندے کو بھی وکیل کرنا پہونچتا ہے اِسلیے کہ اُسے اپنی کمائی مین تصرف پہونچتا ہے اور خالص بندے کو وکیل کرنا نہین پہونچتا مگر اُسکا مالک اجازت دیے تو جائز ہے اور اگر کوئی شخص خالص بندے کو اُسی کے مول لینے کے لیے اُسکے مالک سے وکیل کرے تو صحیح ہے اور وکیل کو اپنے موکل کی طرف سے کسی کو وکیل کرنا نہین پہونچتا ہے مگر جب موکل سے اجازت لیلے تو جائز ہے اور اگر کوئی بندہ تجارت مین اپنے مالک کی طرف سے اجازت پائے ہوئے ہو تو اُسے اُن چیزون مین وکیل کرنا جائز ہے کہ جنمین وکیل کرنے کی عادت جاری ہے اِسلیے کہ اُسمین وہ بندہ مثل اجازت پائے ہوئے کے ہے اور ایسے مواقع کے سوا اور کسی امر مین اُسے وکیل کرنا جائز نہین اِسلیے کہ اُن مقامون کے سوا اور امرونمین وکیل کرنا اُسکے آقا کی صریح اجازت پر موقوف ہے اور اُسے جس امر مین تصرف اپنے آقا کی بے اجازت جائز ہے اور اُس امر مین نائب کرنا درست ہے

اُسے اُنھین وکیل کرنا جائز ہے جیسے طلاق ہے اور مجور علیہ یعنی جسپر حجر حاکم شرع کے حکم سے ہوا ہے اُسے جن امور ین مین تصرف جائز ہے اُنھین مین وکیل کرنا جائز ہے جیسے طلاق ہے اور خلع ہے اور جو اِسکے مشابہ ہین کہ حجر مین داخل نہین اور محرم یعنی حج کا احرام باندھے شخص کو اپنے نکاح کرنے مین اور شکار کے بیچنے مین کیسیکو وکیل کرنا جائز نہین اور باپ دادے کو نابالغ لڑکے کیطرف سے وکیل کرنا جائز ہے اور عورتکو غائب کیطرف سے اجاعسے اور اپنے شوہر کیطرف سے اظہر یہ دوسرے کیے طلاق دینے مین وکیل ہونا جائز ہے اور جب موکل کہدے کہ جو چاہے کر تو یہ کہنا وکیل کرنے کے اذن پر دلالت کرتا ہے اِسلیے کہ اُسنے اُسکی آزادی کو مسلّط کر دیا ہے اور مستحب ہے کہ وکیل اُس چیز مین ماہر ہو جسمین اُسے وکیل کیا ہے اور اُس زبان سے خوب واقف ہو جسمین کلام کرنا پڑیگا اور حاکم شرع کو سزاوار ہے کہ احمقون کی طرف سے اُن لوگون کو وکیل کرے جو اُنکے امور کے متولی ہین اور بزرگ شریف لوگون کو اپنے حقون کا خود حاصل کرنا مکروہ ہے۔

چوتھی فصل وکیل کے بیان مین ہے وکیل مین شرط ہے کہ بالغ ہو اور عاقل ہو گو فاسق یعنی بدکار ہو یا کافر ہو یا مرتد ہو اور اگر کوئی مسلمان کسی کا وکیل ہو پھر وہ مرتد ہو جائے تو اُسکے مرتد ہو جانیسے اُسکی وکالت باطل نہو جائیگی اِسلیے کہ ارتداد شروع مین وکالت کا مانع نہین بس اسیطرح وکالت کے باقی رہنے کا مانع نہین اور جس کام مین ذات سے متولی ہونا اور نائب بھی کرنا صحیح ہے اُس مین دوسرے کو بھی وکیل کرنا جائز ہے بس جائز ہے کہ کوئی شخص مجور علیہ کا وکیل ہو جائے اِسلیے کہ ان لوگون کو اپنے بعضے کامون مین تصرف کرنا درست ہے تو وکیل کو بھی اُنھین کامون مین تصرف جائز ہے اور جو کام کہ محرم پر حرام ہوتے ہین اُنمین وکیل ہونا کسی کو جائز نہین جیسے کسی شکار کا خریدنا ہے یا اُسکی حفاظت کرنا ہے یا عقد نکاح کا واقع کرنا ہے اور عورت کو کسی عورتکی طلاقین اُسکے شوہر کیطرف سے وکیل ہونا جائز ہے آیا اپنی طلاقین شوہر کی طرف سے وکیل ہونا جائز ہے بعضے کہتے ہین کہ نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور اس مسئلے مین تردد ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ جائز نہین اِس لیے کہ مطلق یعنی طلاق دینے والا اور مطلقہ یعنی طلاق پائی عورت ایک دوسرے سے جدا ہون اور تردد کی وجہ یہ ہے کہ شاید تغایر اعتباری کافی ہو جسطرح کہ بہت سے عقدون مین کفایت کرجاتا ہے اور عورت کا وکیل ہونا عقد نکاح مین جائز ہے اسلیے کہ عورت کی عبارت عقد نکاح کے وقع

کرنے مین ہمارے مذہب مین معتبر ہے اور مالک کے اجازت دینے پر غلام کو وکیل ہوتا جائز ہے اور
آقا کو اپنے غلام کے آزاد کرنے مین اُسے وکیل کرنا جائز ہے اور لڑکے کے نکاح کے واقع کرنے مین
عدالت ولی کی شرط نہین ہے اور نکاح کے واقع کرنے مین نکاح کے وکیل کی عدالت شرط نہین
اور کافر ذمی کو کافر ذمی کی طرف سے مسلمان پر دعوے مین وکیل ہونا جائز نہین اور نہ مسلمان
کی طرف سے قول مشہور پر جائز ہے اور آیا کسی مسلمان کو کافر ذمی کی طرف سے مسلمان پر کے دعوے
مین وکیل ہونا جائز ہے اِس مسئلے مین تردد ہے اور موجہ یہی ہے کہ کراہت کے ساتھ جائز ہے اور
کافر ذمی پر کے دعوے مین وکیل ہونا جائز ہے اور وکیل اُتنا ہی تصرف کریگا جتنا اُسکے موکل نے
کہدیا ہے اور جتنا کہ عادت کی شہادت سے اِذن معلوم ہوتا ہے اور اِن دونون حدون سے
تصرف مین تجاوز نکریگا بس اگر موکل کہے کہ میری اِس چیز کو ایک اشرفی پر قرض بیچدے اور
وکیل اُسے نقد دو اشرفی پر بیچڈالے تو صحیح ہے اور اگر ایک اشرفی نقد کو بھی بیچے تو بھی صحیح ہے
مگر جب کہ موکل کو کسی کے ہاتھ قرض بیچنے مین کوئی غرض ہو اور اُسکے ہاتھ ایک اشرفی پر قرض
بیچنے کو دوسرے کے ہاتھ نقد بیچنے سے بہتر جانتا ہو تو صحیح نہین ہے گو موکل کی کہی قیمت سے
زیادہ کو بھی بیچے اِسلیے کہ قرض بیچنے مین بہت سی غرضین ہوا کرتی ہین جیسے اُسکے خرچ ہو جانیکا
ڈر ہو اور بعد مین ضرورت پڑنے کا خیال ہو اور اِسیطرح ہے اگر موکل کہے کہ اِس چیز کو نقد بیچ
اور وکیل اُسے قرض بیچے تو صحیح نہین گو دونی قیمت پر بیچے اِسلیے کہ اکثر غرضین نقد سے متعلق
ہوتی ہین کہ وہ قرض مین حاصل نہین ہوتی ہین اور اگر موکل کسی چیز کو کسی مخصوص بازار مین
بیچنے کو کہے اور وکیل موکل کی کہی قیمت پر کسی دوسرے بازار مین یا قیمت مثل پر قیمت معین
نکرنے کی صورت مین بیچے تو صحیح ہے اِسلیے کہ بیع سے فقط قیمت کا حاصل کر لینا مقصود ہوتا ہے
لیکن اگر موکل کہے اِس چیز کو فلان شخص کے ہاتھ بیچ اور وہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچے تو
صحیح نہین ہے گو دونے پر بھی بیچے اِسلیے کہ اُسکے خریدنے مین غرضین متفاوت ہوتی ہین اور
اِسیطرح ہے اگر موکل وکیل سے کہے کہ اِس مال سے نقد خرید کر اور وکیل قرض مول لے یا کہے
کہ قرض خرید اور وکیل نقد لے تو بھی صحیح نہین اِسلیے کہ بے اجازت کا تصرف ہے اور تصرفون مین
مقصد مختلف ہوا کرتے ہین اور یہ سب صورتین موکل کی اجازت پر موقوف ہین جب کوئی مالی

وکیل خرید کرتا ہے تو وہ خرید اُسکے موکل کی طرف سے واقع ہوتی ہے اور وہ خریدی چیز وکیل کی ملک مین داخل نہین ہوتی ہے اِسلیے کہ اگر اُسکی مِلک ہو جانا لازم ہو تو اگر وکیل اپنے باپ یا بیٹے کو موکل کے لیے مول لے تو وہ آزاد ہو جائین جسطرحپر کہ اگر موکل کے باپ یا بیٹے کو مول لیگا تو وہ آزاد ہو جائینگے اور اگر کوئی مسلمان کسی کافر ذمی کو شراب مول لینے کے لیے وکیل کرے تو جائز نہین ہرچند کہ ذمی اگر اپنے لیے اُسے مول لیگا تو مالک ہو جائیگا اور مسلمان کے لیے مول نہین لے سکتا اِسلیے کہ مسلمان شراب کا مالک نہین ہو سکتا ہے اور جہان کہ وکیل کا خریدنا موکل لیے باطل ہو پھر اگر وکیل عقد کے وقت موکل کا نام لیلے کہ مین فلان شخص کے لیے وکالت سے مول لیتا ہون تو یہ بیع موکل کے لیے بھی واقع نہو گی اور وکیل کے لیے بھی واقع نہو گی اِسلیے کہ عقد بیع مین موکل کا نام لے لیا ہے اور اگر موکل کا نام نہ لیا ہو تو ظاہر کے موافق حکم ہو جائے گا کہ اپنے لیے خرید کیا ہے گو دل مین موکل کا بھی قصد رکھتا ہو تا اِسلیے کہ دل کی باتون کو کوئی جان نہین سکتا ہے اور اگر موکل وکیل کی وکالت کا منکر ہو اور وکیل نے خریدتے وقت موکل کا نام لے لیا ہو یعنی یہ کہا ہو کہ یہ چیز مین فلان شخص کے لیے اُسکی وکالت سے خریدتا ہون تو اس صورت مین اگر وکیل جھوٹا ہے تو یہ خریدی چیز اُسکی ملک ظاہر اور باطن دونون کی رو سے ہو گی اور اگر وکیل سچا ہے تو ظاہر کے موافق اُسکی مِلک اور باطن مین موکل کی ملک ہو گی اور اِسکے چھٹکارے کا طریقہ یہ ہے کہ موکل کہدے کہ اگر یہ چیز میری ملک ہے تو مین نے تیرے ہاتھ بیچڈالی پھر وکیل اُس چیز کا ظاہر اور باطن دونون کی رو سے مالک ہو جائے گا اور یہ کلام شرط پر بیع کی تعلیق کا نہین ہے کہ باطل ہو جائے اِسلیے کہ بیع کی مبطل تعلیق شرط پر یہ ہو کہ وہ شرط بایع اور مشتری کے نزدیک واقع ہونے نہونے مین محقق نہو جیسے کہے کہ اگر زید سفر سے پھر آئیگا تو یہ گھر مین نے تیرے ہاتھ بیچا اور وہ صورت جو اوپر گزری ہے اُسمین موکل حقیقت حال سے واقف ہے کہ وہ مبیع اُسکی ملک ہے یا نہین اور یہ اِسطرحپر ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے جورو ہونے کا منکر ہو اور وہ کہے کہ اگر یہ میری جورو ہے تو طلاق ہے یعنی مین نے اُسے طلاق دی اسلیے کہ یقین سے حقیقت حال جانتا ہے اور کوئی شک شرط کے واقع ہونے مین یا نہونے مین نہین ہے پس طلاق ایسی شرط پر معلق ہونے سے بھی واقع ہو جاتی ہے پس اُس صورت مین جب موکل وکیل کی وکالت کا

انکار کرے اور بیان کی ہوئی عبارت سے اُس چیز کی بیع وکیل کے ہاتھ کردے کہ جو قیمت بائع کو موکل
کی طرف سے دی ہے اُسے پہلی قیمت قرار دے اور جو کچھ بڑھے وہ موکل کو پھیر دے اور جو گھٹے اُسے
موکل کے مال مقاصہ کی طرح پر اگر لے سکتا ہے تو لیلے اسلیے کہ جھوٹے انکار سے مبیع اصل مین اُسکی
ملکیت سے خارج نہین ہوتا ہے اور وکیل سے متعلق نہین ہوجاتا ہے اور اگر کوئی شخص اپنے کسی
کام کے لیے دو شخصون کو وکیل کرے پھر اگر شرط کردے کہ دونون اکٹھا ملکر کام کرین تو اُن دونون
مین اکیلے کیسکو موکل کے مال مین تصرف کرنا جائز نہین اور یہی حکم ہے اگر مطلق چھوڑ دے اور ملکر
کام کرنے کی اور تنہا کام کرنے کی کچھ شرط نکرے اور اگر دونون وکیلون مین سے ایک مرجائیگا تو
دوسرے کی وکالت بھی باطل ہوجائیگی اور حاکم کو اُس مرے وکیل کے بدلے اپنی طرف سے کسی کو مین
کا ملا دینا نہین پہونچتا ہے اور اگر موکل شرط کردے کہ ہر ایک اِن دونون وکیلون مین سے تنہا تنہا
بھی تصرف مال مین کرتا رہے تو ہر ایک کو ان دونون مین سے بے دوسرے کی صلاح کے موکل کے
مال مین تصرف کرنا جائز ہے اور اگر کوئی اپنی جورو کو یا کسی کے غلام کو اُسکے آقا کی اجازت سے وکیل
کرے اور بعد اسکے اُس عورت کو طلاق دے یا وہ غلام آزاد ہوجائے تو اُنکی وکالت باطل نہوگی
لیکن اگر اپنے غلام کو تصرف کرنے کی اجازت دے اور اسکے بعد اُس غلام کو آزاد کردے تو اُس کا
تصرف باطل ہوجائیگا اسلیے کہ یہ وکالت کا حکم نہین رکھتا ہے بلکہ یہ اجازت غلام پر ملکیت کی تابع
ہے اور اگر کوئی شخص کسی کو دوسرے کے ذمے کے حق کے ثابت کرنے کو وکیل کرے تو وہ شخص اُس
مدعی علیہ سے موکل کی طرف سے اُس حق پر قبضہ نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ کبھی وکیل ایسے شخص کو لڑنے
کے لیے کرتے ہین کہ جسپر مال کے قبضے مین دلجمعی نہین ہوتی ہے اور اِسی طرح پر کسی شخص دوسرے کے
پاس سے مال پر قبضہ کرنے کو وکیل کرین اور وہ منکر ہوجائے تو یہ مال پر قبضہ کرنے کا وکیل متولی
نزاع اور خصومت کا نہین ہوسکتا ہے اسلیے کہ ممکن ہے کہ اُسکی خصومت پر موکل رضامند نہو فرع اگر
کسی کو کوئی وکیل کرے اور یہ کہے کہ مین نے اپنے حق کو فلان شخص سے لیکر قبضے مین لانیکو وکیل
کیا ہے اور دیندار مرجائے تو یہ وکیل اُسکے وارثون سے موکل کے حق کا مطالبہ نہین کرسکتا ہے
لیکن اگر یہ کہے کہ تجھے اپنے اُس حق کے قبضے مین لانے کے لیے وکیل کیا ہے جو فلان شخص کے
ذمے ہے تو اس وکیل کو دیندار کے مرجانے کے بعد اُسکے وارثون سے موکل کے حق کا مطالبہ

پہونچتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کو بیع فاسد کے اجرا کے لیے وکیل کرے تو وہ وکیل بیع فاسد کے بدلے صحیح بیع کے درپے نہین ہو سکتا ہے یا کوئی کسیکو عیب دار چیز مول لینے کے لیے وکیل کرے تو وکیل کو اُس عیب دار چیز کے بدلے کسی بے عیب کا اُسی جنس سے مول لینا نہین پہونچتا ہے اور اگر کسی شخص کا کچھ قرض کسی کے ذمے ہو اور وہ شخص اُس دیندار کو وکیل کرے کہ اِس دین سے میرے لیے فلان چیز مول لیلے تو جائز ہے اور جب وہ دیندار اُس چیز کی قیمت اُسکے بائع کو دیدیگا تو بری الذمہ ہو جائے گا۔

پانچوین فصل وکالت کی ثابت کرنیوالی چیزون کے بیان مین ہے جبتک کوئی ثبوت وکالت کا نہو محض وکیل کے دعوے سے حکم وکالت کا نکرینگے اور نہ دیندار کے اُسکی موافقت کرنے سے حکم کرینگے اور وکالت کا ثبوت دو عادل گواہون سے ہوگا اور وکالت عورت کی گواہی سے ثابت نہین ہوتی ہے اور نہ ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے اور نہ ایک گواہ اور قسم سے ثابت ہوتی ہے اور اگر ایک گواہ ایک تاریخ مین وکالت کے واقع ہونے کی گواہی دے اور دوسرا گواہ دوسری تاریخ مین وکالت کے واقع ہونے کی گواہی دے تو دونوںکی گواہی اس سبب سے قبول کرینگے کہ کبھی سب گواہون کا اجتماع معتبر مقام مین ہوتا ہے اور کبھی تفریق سے گواہ گواہی کا تحمل کرتے ہین اور اسیطرح اگر ایک فارسی مین کہے کہ اِسنے اُسنے وکیل کیا ہے اور دوسرا عربی مین اِسی بات کو کہے تو دونوںکی گواہی بھی قبول کرینگے اِسلیے کہ یہ دونون ایک ہی مطلب پر دلالت کرتی ہین اور اگر عقد کے صیغے مین اختلاف کرین کہ ایک گواہ کہے کہ موکل نے کہا ہے کہ مین نے تجھے وکیل کیا اور دوسرا کہے کہ مین نے تجھے نائب کیا ہے یہ کہا ہو تو ان گواہون کی گواہیون کو قبول نکرینگے اِسلیے کہ یہ دو مختلف عقدون پر دو گواہیان ہین اور کسی ایک عقد پر دو گواہون نے گواہی نہین دی ہے اور اِسمین تردد ہے اِسلیے کہ مرجع اِن دو گواہیون کا اُسی طرف ہے کہ دو وقتون مین دو صیغے کہے ہون اور ایک ہی معنی کی دو عبارتون سے تعبیر کی ہو پھر کوئی منافات نرہی اور اگر کوئی گواہ موکل کی عبارت نقل نہ کرے اور اُسکے مضمون کی بے عبارت کے گواہی دے تو جائز ہے اور جب حاکم وکالت سے واقف ہو تو حکم اپنے علم کے موافق کرے **تفریع** اگر کوئی شخص کسی غائب کیطرف سے کسی ذمے دار کے ذمے کے مال پر قبضے کی وکالت کا دعویٰ کرے

اور وہ ذمے دار اُسکے وکیل ہونے کا انکار کرے تو وکالت کے دعوے کرنے والے کو ثابت کرنے کا
حکم دینگے اور کہین گے کہ اپنی وکالت کو ثابت کرے اور اگر مدعی وکالت کا ثبوت نہ دے سکیگا تو
اُس ذمے دار کو قسم کھلوائین گے اِسلیے کہ قسم کا حکم ایسی جگہ کرتے ہین کہ اگر قسم کھانے سے انکار کرے
تو اُسپر وہ دعوی لازم ہو جائے اور اِس صورت مین اگر وہ ذمے دار ایسے وکیل کی تصدیق بھی
کرے کہ جسکی وکالت ثابت نہین تو بھی مال ایسے وکیل کو دینا لازم نہین بلکہ موکل کو دینا چاہیے
اور اگر ذمے دار اُسکی وکالت کی تصدیق کرے پھر اگر وہ مال کوئی عین چیز ہوگا یعنی کوئی معین
مال ہوگا تو اُسے اُس وکیل کے دیدینے کا حکم نکرینگے جبتک کہ وہ اپنی وکالت گواہون سے ثابت
نہ کرلیگا اور اگر ایسے وکیل کو ذمے دار دیدے گا تو مالک کو وکالت کے انکار کرنے کی صورت مین
پھیر لینا اپنے مال کا پہونچیگا اور اگر وہ مال ضایع ہو جائیگا تو مالک کو اختیار پہونچا ہے مدعی سے کہ وکالت
ثابت ہونے کے پہلے اُسپر قبضہ کرلیا تھا پھیر لے خواہ اُس ذمے دار سے مطالبہ کرے اور انمین سے
جس سے مالک لے لیگا اُسے دوسرے سے تاوان لینا نہین پہونچتا ہے اِسلیے کہ وہ ذمہ دار اُسکی
وکالت کی تصدیق کرچکا ہے اور وہ بھی وکالت کی ادعا سے متصرف ہوا ہے بس دونون کے
اقرار سے مالک غاصب ہے اور جو چیز کہ کسی سے غصب کرلی جاتی ہے تو مغصوب منہ کے پھیرنے
کے تدارک کے لیے تکلیف بے شرعی وجہ کے دوسرے کو نہین دیسکتا ہے اور یہی حکم اُس صورت
مین ہے کہ وہ حق عین مال نہو بلکہ کسی کے ذمے قرض ہو اور اِسمین تردد ہے لیکن جس صورت مین
دین کو دیندار وکالت کے مدعی کو دیدے اور اُسکی وکالت کی تصدیق کرے تو وکالت کے منکر مالک
کو مال کا مطالبہ وکیل سے نہین پہونچتا ہے اِسلیے کہ مالک کا عین مال وکیل نے نہین لیا ہے اور مالک
کا قرضہ قرضدار کے ذمے ہے اور وہ بے مالک کے یا اُسکے وکیل کو دیے ہوئے بری الذمہ نہوگا
اور جو کچھ کہ مدعی وکالت نے لیا ہے وہ مالک کا مال نہین ہوا اِسلیے کہ یہ اُسنے نہ تو مالک کو دیا ہے
اور نہ اُسکے وکیل کو دیا ہے بلکہ ایک اجنبی شخص کو جسنے جھوٹا دعوی وکالت کا کیا تھا
اُسے دیدیا ہے پھر تاوان اُسی دیندار کے ذمے ہے اور اگر عین مال اُس وکیل کے پاس موجود
ہو تو اُسے اُس سے چھین لینا پہونچتا ہے اور یہی حکم ہے اگر بے پروائی کی راہ سے تلف کرڈالا ہو
اور اگر بے تفریط کے ضایع ہوگیا ہو تو تاوان نہین اور جس مقام مین دیندار کو سپرد کردینا لازم ہو

اقرار کی صورت مین دیدینا لازم ہے اور انکار پر قسم کھانا ہے۔
چھٹی فصل وکالت کے لواحق مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ وکیل امین ہے جو مال اُسکے پاس سے جاتا رہیگا اُسکے تاوان کا ضامن نہوگا مگر جب تعدی اور تفریط کرے تو ضامن ہو جائیگا **دوسرا مسئلہ** جب وکیل کو موکل اجازت دے کہ وکیل اپنے کام کے لیے مقرر کرے پھر اگر وہ دوسرا وکیل مقرر کرے تو یہ دونون وکیل اُسی موکل کے ہین اور ان دونون وکیلون کی وکالت اُس موکل کے مرجانے سے باطل ہو جائے گی اور ان دونون وکیلون مین سے ایک کے مرجانے سے دوسرے وکیل کی وکالت باطل نہو گی اور نہ ایک کے دوسرے کو معزول کرنے سے دوسرے کی وکالت باطل ہو گی اور اگر اُس دوسرے وکیل کو پہلا وکیل اپنی ذات کا وکیل کرے تو اُس پہلے وکیل کو دوسرے وکیل کا معزول کر دینا پہونچتا ہے پھر اگر موکل مرجائیگا تو بھی اُن دونون وکیلون کی وکالت باطل ہو جائیگی اور اسی طرح اگر پہلا وکیل مرجائیگا تو بھی دونون کی وکالت جاتی رہیگی **تیسرا مسئلہ** جب موکل وکیل سے مانگے تو جو اُسکے پاس اُسکا مال ہے اور اُسکے اسمال مین اُسے کوئی شرعی عذر نہین ہے تو دیدے پھر اگر بے شرعی عذر کے ندیگا تو ضامن ہوگا اور اگر کسی شرعی عذر سے نہین دیا ہے تو ضامن نہین ہے اور اگر وہ عذر جاتا رہے اور پھر دینے مین دیر کریگا تو بھی ضامن ہو جائیگا اور اگر اسکے بعد وکیل دعوی کرے کہ مال ضایع ہو گیا مانگنے پر ندینے سے پہلے یا دعوی کرے کہ مانگنے اور ندینے سے پہلے مین موکل کو دیچکا ہون تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ دعوے سُنے نجائین گے ہرچند ثبوت بھی رکھتا ہو اور موجہ یہی ہے کہ قبول کیے جائین گے **چوتھا مسئلہ** جسکے پاس کسی دوسرے کا مال ہو یا اُسکے ذمے کوئی دین ہو تو اُسے پہونچتا ہے کہ اُسکے حق پھیرنے مین اتنا مضائقہ کرے کہ صاحب حق قبضے کے گواہ لے آئے خواہ اُسکا عذر پھیرنے مین مقبول ہو جیسے امین ہے خواہ بے ثبوت کے مقبول نہ ہو جیسے قرضدار ہے اسلیے کہ دوسرے وقت مین منازعت کی نوبت نہ پہونچے کہ دوبارہ دینے سے یا قسم سے تدارک کرنا پڑے اور بعضے فقہا نے تفصیل کی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر اُسکا قول مقبول ہو اور ثبوت کا محتاج نہو تو اُسے دینے کو گواہون پر موقوف رکھنا جائز نہین اور اگر اُسکا قول گواہون کا محتاج ہو تو اُسے دینے مین بے گواہون کے امتناع جائز ہے اور پہلا قول اشبہ ہے **پانچوان مسئلہ** جو کسی کے پاس کسی کی امانت رکھو نہین وکیل ہو کر

اگر وہ وکیل اُس مال کو امانت رکھے اور اُسپر گواہ نلے تو ضامن نہین اور اگر کسی قرضے کے ادا کرنے مین کسی کا وکیل ہوا اور قرضہ قرضخواہ کو دیدے اور اُسپر گواہ نلے تو ضامن ہے اور اس قول مین تردد ہے چھٹا مسئلہ جب وکیل موکل کے مال مین تعدّی اور تفریط کریگا تو اُس مال کا ضامن ہوجائیگا اور اُسکی وکالت باطل نہو گی اِسلیے کہ وکالت مین اور ضامن ہونیمین مالی تصرف کے سبب سے کوئی منافات نہین اور اگر بیچڈالے اُس مال کو کہ جسمین تعدّی اور تفریط کی ہے اور اُسے خریدار کے حوالے کردے تو اُسکے ضامن ہونے سے نکلجائے گا اسلیے کہ یہ حوالے کردینا مالک کی اجازت سے ہے بس مالک کے قبضے کے حکم مین ہوگیا ساتوان مسئلہ جبکہ موکل اپنے وکیل کو کسی کے مال کے بیچنے کی اپنی طرف سے اس کے ہاتھ اجازت دے اور وکیل اُس مال کو اپنے ہاتھ بیچڈالے اور اپنے لیے مول لیلے تو جائز ہے اور اسمین تردد ہے اور یہی حکم نکاح مین بھی ہے کہ وکیل موکلہ کا نکاح اپنے ساتھ پڑھ لے اور موکلہ کی اجازت سے عقد کی دونون طرفون کا متولی ہوجائے مترجم کہتے ہین کہ ایجاب کرنے والے اور قبول کرنیوالے کا ایک ہونا تردد کا موجب ہے کہ بعضے فقہا کے نزدیک جائز نہین اور اس مسئلے مین اقوی یہی امر ہے کہ اعتباری تغایر کفایت کرتا ہے۔ اور اگر موکل مطلق بیچنے کی اجازت وکیل کو دیدے یا موکلہ مطلق نکاح کی اجازت اپنے وکیل کو دے اور وکیل اُس مال کو آپ مول لیلے یا اپنی موکلہ کو اپنے نکاح مین لے آئے تو اس مسئلے مین اقوی یہی ہے کہ جائز نہین

ساتوین **فصل** تنازع کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ وکالت مین وکیل اور موکل دونون اختلاف کرین تو مقبول منکر کا قول ہے اِسلیے کہ اصل عدم یعنی نہونا ہے اور اگر مال کے ضایع ہونے مین اختلاف کرین تو وکیل کا قول مقبول ہے اِسلیے کہ وہ امین ہے اور اُسے ثبوت کی تکلیف نہ دینگے اِسلیے کہ کبھی کسی مال کے ضایع ہونے پر گواہ کرنا مشکل ہوتا ہی بس وکیل کے قول پر قناعت کرلین گے تاکہ ایسے امر کا الزام لازم نہ آئے جو کہ اکثر دشوار ہوا کرتا ہے اور اگر امین کی تفریط کرنے مین دونون اختلاف کرین تو تفریط کے منکر کا قول مقبول ہوگا اِسلیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے والیمین علی من انکر یعنی قسم اُسی شخص پر ہے جو منکر ہو دوسرا مسئلہ جب وکیل موکل مال کے دینے مین اختلاف کرین بس اگر وکالت اُجرت پر ہے

تو موکل کو مال حوالے کرنے مین وکیل سے ثبوت طلب کرینگے اسلیے کہ وہ مدعی ہے اور اگر وکالت بے اُجرت کے ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسی کا قول مقبول ہے جسطرح کسی پاس امانت رکھنے مین اُسی رکھنے والے کا قول مقبول ہوتا ہے اور یہی قول فقہا مین مشہور ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مقبول مالک کا قول ہے اور یہی اشبہ ہے اور اگر وصی پر یتیم بلوغ کے بعد نفقہ ندینے کا دعویٰ کرے تو مقبول وصی کا قول ہے اسلیے نفقہ یعنی کھانا کپڑا دینے پر گواہ کرنا اور بے گواہون کے بچّون کو کھانا کپڑا ندینا مشکل ہے اور اگر مال کے حوالے کرنے مین اختلاف کرین اور یتیم وصی پر مال کا دعویٰ بلوغ کے بعد کرے تو مقبول یتیم کا قول ہے اور یہی حکم ولی کا بھی مثل باپ وادے کے ہے اور یہی حکم حاکم شرع کا اور اُسکے امین کا یتیم کے ساتھ ہے جبکہ وہ مال پر قبضہ پانے کا منکر بلوغ کے وقت ہوجائے اور یہی حکم شریک اور مضارب مین ہے اور جو شخص کسیکا کھویا ہوا حیوان پاجائے اور اُس سے اور اُس حیوان کے مالک سے منازعت ہو تو مقبول مالک کا قول ہے تیسرا مسئلہ جب وکیل موکل کے مال مین تصرف کا دعویٰ کرے جیسے کہے کہ مین نے موکل کے مال کو بیچا یا اُس پر قبضہ کیا اور موکل انکار کرے تو مقبول وکیل کا قول بعضے فقہا کے نزدیک ہے اسلیے کہ ایسے امر کا دعویٰ کرتا ہے کہ جسکا کرنا اُسے پہونچتا ہے اور اگر کہا جائے کہ مقبول موکل کا قول ہے تو بھی ممکن ہے اس لیے کہ فعل کا نہ ہونا اصل ہے مگر پہلا قول اشبہ ہے اس لیے کہ وکیل امین ہوتا ہے چوتھا مسئلہ جب کہ کوئی شخص کسی چیز کو خرید کرے اور دعویٰ کرے کہ دوسرے کا وکیل ہے اور وہ شخص اُسکے وکیل ہونے کا منکر ہو تو قسم کے ساتھ مقبول اُسی کا قول ہے اور اُسکے بعد خریدار پر حکم دین گے کہ اُسکی قیمت پھیر دے خواہ عین مال سے خرید کیا ہو خواہ قرض لیا ہو مگر جب عقد کے وقت اُسکے نام کا ذکر کر دیا ہو کہ فلان شخص کے لیے مین خریدتا ہون تو اِس صورت مین بائع اپنا عینی مال پھیر لیگا اور اگر وکیل کہے کہ اِس مال کو مین نے تیرے لیے مول لیا ہے اور موکل انکار کرے یا موکل کہے کہ میرے واسطے تو نے خرید کیا ہے اور وکیل انکار کرے اور کہے کہ مین نے اپنے لیے مول لیا ہے تو وکیل کا قول مقبول ہے اسلیے کہ وہ اپنی نیت سے خوب واقف ہے پانچوان مسئلہ جب وکیل کسی شخص کا نکاح کسی عورت کے ساتھ وکالت سے کرے اور اُسکے بعد موکل اُسکے وکیل کرنے کا انکار کرے اور ثبوت نہو تو موکل کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اور اُس

وکیل کو اُس عورت کا پورا مہر دینا لازم ہے اس لیے کہ مہر عقد کے ہوتے ہی لازم ہو جاتا ہے اور ہم بستر ہونے سے پہلے طلاق دینے کے سبب سے آدھا مہر ساقط ہو جاتا ہے اور طلاق یہاں نہیں ہے اور مہر کے ضائع ہونے کا باعث وکیل کا فعل ہے کہ اس نے وکیل کرنے پر گواہ نہ لیے اور کوتاہی کی پس مہر کا تاوان بھرنا اُسی وکیل سے متعلق ہو گا اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ وکیل کے ذمے آدھا مہر ہے۔ اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ ظاہر شرع کے موافق اِس عقد کے بطلان کا حکم کرنا چاہیے گو واقع میں متحقق بھی ہوا ور موکل نے جھوٹی قسم کھائی ہو اور اگر موکل جانتا ہو کہ وکیل سچ کہتا ہے۔ تو اُس پر واجب ہے کہ اُس عورت کو طلاق دیدے اور آدھا مہر اسے بھیج دے اسلیے کہ اسکے قسم کھا لینے سے خدا کے نزدیک عقد کا فسخ نہ ہو گا اور یہی قول اقوی ہے اور شراح کہتے ہیں کہ اگر عورت کو وکیل کا جھوٹ سچ معلوم ہوا اور موکل نے وکیل کرنے کی قسم کھائی ہو تو وہ عورت دوسرے سے تزویج کر سکتی ہے اور اگر وکیل کو سچا جانتی ہو تو اُس صورت میں بے طلاق کی تحقیق کے تزویج نہیں کر سکتی ہے۔ **چھٹا مسئلہ** جب کوئی کسی کو بندے کے مول لینے میں وکیل کرے اور وہ وکیل اسّی اشرفی پر بندے کو خریدے اور موکل کہے کہ اسّی اشرفی پر خرید کیا ہے تو وکیل کا قول مقبول ہو گا اس لئے کہ اُس نے اُسے امین کیا تھا اور اگر کہا جائے کہ موکل کا قول قبول ہو گا تو اشبہ ہو گا اس لئے کہ تاوان اُسی پر ہے۔ **ساتواں مسئلہ** جو کوئی وکیل اپنے موکل کیلئے کچھ مال خریدے تو بایع کو اس کی وکالت سے واقف ہونے پر اختیار ہے خواہ اُس مال کی قیمت کا مطالبہ وکیل سے کرے خواہ موکل سے کرے اور اگر اس کی وکالت کو نجانتا ہو تو وکیل ہی سے مطالبہ کرے گا۔ **آٹھواں مسئلہ** جب وکیل اپنے موکل کے حق کا اُس کے قرضدار سے مطالبہ کرے اور وہ دینیدار کہے کہ تو مطالبے کا مستحق نہیں ہے۔ تو اس کے اس کہنے پر التفات نکرینگے اس لیے کہ اس نے وکالت کے بینہ یعنی ثبوت کی تکذیب کی ہے اور اگر کہے کہ موکل نے تجھے معزول کیا ہے تو وکیل پر قسم عائد نہ ہو گی مگر جب کہ وہ وکیل پر دعوی کرے کہ تو بھی اپنے معزول ہونے سے واقف ہے تو اِس صورت میں معزولی کے نجاننے کی قسم پہونچے گی اور یہی حکم ہے کہ اگر دینیدار اِس بات کا دعویٰ کرے کہ تیرے موکل نے ابرا کیا یعنی مجھے معاف کر کے بری الذمہ کر دیا ہے **نواں مسئلہ** وکیل کی گواہی وکالت کے غیر متعلق امروں میں موکل کے فائدے میں لیجائے گی اور اگر اُسے موکل معزول کر دے

تو موکل کے سارے امروں میں مقبول ہے جب تک کہ اُس کے بحال کرنے کا ثبوت نہ پہونچے یا منازعت اُسی امر میں شروع نہ کرے **دسواں مسئلہ** اگر کسی دَینیدار سے دین پر قبضہ کرنے کو کوئی شخص کسی کو وکیل کرے بس وکیل اُس دَین پر قبضے کا اقرار کرے اور دَینیدار بھی اُسکی تصدیق کرے اور موکل انکار کرے تو مقبول موکل کا قول ہے اور اس میں تردد ہے لیکن اگر موکل اسے کسی چیز کے بیچنے میں وکیل کرے اور وہ اُسے بیچے اور خریدار کو اُسے دیدے اور قیمت لیلے اور وہ قیمت وکیل کے پاس سے بے تفریط کے ضایع ہو جاوے اور وکیل قیمت پانے کا اقرار کرے اور خریدار اس کی تصدیق کرے اور موکل انکار کرے تو وکیل کا قول مقبول ہے اس لیئے کہ یہاں دعویٰ وکیل پر ہے کہ وہ شرع کے روسے امین ہے کیونکہ مشتری کو بیع وکیل نے دیدیا ہے اور موکل کو دام نہیں دیے ہیں۔ بس موکل گویا اُس چیز کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ وکیل کے ضامن ہونے کا موجب ہے اور وکیل اس چیز کا انکار کرتا ہے۔ اور اس سے پہلے مسئلے میں دَینیدار پر دعویٰ ہے اور اس فرق میں بحث ہے اس لئے کہ ان دونوں مسئلوں میں اصل میں وکیل کے تصرف میں نزاع ہے تو وکیل ہی کا قول ان دونوں نزاعوں میں مقبول ہونا چاہیے جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور اگر بیع میں کوئی عیب نکل آئے تو خریدار اُسے وکیل کو پھیر دیگا موکل کو نہ پھیریگا اس لئے کہ ثابت نہیں ہے کہ وکیل نے موکل کو قیمت پہونچا دی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ موکل کو پھیر دیگا تو اشبہ ہوگا اس لیے کہ وکیل نے اُس مال کو موکل کی طرف سے بیچا ہے اور اصل میں موکل ہی بائع ہے اور عیب کے نکلنے سے مال جو پھیریگا تو داموں کو خریدار موکل سے مانگے گا اور موکل کے قیمت پانے نہ پانے کے علم کو اس مسئلے میں دخل نہیں اور موکل سے مطالبہ نہ ہونے کے سبب سے وہ بری نہ ہوگا جبکہ خریدار وکالت سے واقف ہے۔

کتاب وقوف وصدقات

اِس کتاب میں وقفوں کا اور صدقوں کا بیان ہے اور نظر وقف کے عقد میں اور شرطوں میں اور لواحق میں ہے **پہلی نظر** وقف کے عقد میں ہے وقف ایک عقد ہے کہ جس کا ثمرہ کسی اصل کا قید کر دینا اور منفعت کا چھوڑ دینا ہے اور وقف کی صریح لفظ یہ ہے کہ میں نے اس چیز کو وقف کیا اور اس کے سوا کوئی اور لفظ صریح نہیں ہے اور اگر کوئی کہے کہ میں نے اسے حرام کیا یا تصدق کیا

تو ان عبارتوں کو وقف کے معنوں پر بے قرینے کے محمول نہ کر سکیں گے مثل اسکے کہ کہے مؤبداً
یا دائماً یعنی ہمیشہ کو اسلیے کہ قرینے کے سوا ایں اور اور معنوں کا احتمال بھی رہتا ہے اور اگر انہیں
لفظوں سے بے قرینے کے ملائے وقف کے معنوں کا کوئی قصد کرے تو اسکی نیت پر چھوڑ دینگے
پھر اگر کوئی اقرار کرے کہ انہیں لفظوں سے میں نے وقف کے معنوں کا قصد کیا ہے تو اسکے
ظاہر اقرار پر اس مال کے وقف ہونے کا حکم کر دینگے اور اگر کوئی کہے جست وسبلت یعنی حبس
کیا میں نے اور سبیل کیا میں نے تو بعضے فقہا کہتے ہیں کہ وقف ہو جاتا ہے گو قرینہ بھی نہ ہو
اس لئے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصل کا حبس کیا ہے اور منفعت کی سبیل
کی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ وقف نہیں ہوتا ہے مگر جب کہ کوئی قرینہ ملے اسلیے کہ یہ متعارف
عبارت نہیں ہے کہ مشہور رہا اور بے کسی قید کے اس سے وقف کے معنے مستفاد ہو سکیں
اور یہی قول اشبہ ہے اور وقف لازم نہیں ہوتا ہے مگر جبکہ موقوف کو موقوف علیہ کے قبضے میں
دیدیں اگر موقوف علیہ متعین ہوا ورنہیں تو متولی کے قبضے میں دے دیں اور جب وقف پورا ہو جاتا
ہے تو لازم ہو جاتا ہے اور اگر اسے صحت کے حال میں وقف کیا ہے تو تمام ہو جانے کے بعد
اس سے پھرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی کسی ملک کو مرض موت میں وقف کرے تو اسکے
وارث اسکے بعد اگر راضی ہونگے تو وقف جاری ہوگا ورنہیں تو وقف ثلث مال میں معتبر رہیگا
یعنی اگر وقفی ملک ترکے کی تہائی سے کم یا برابر ہے تو اس میں وقف کا حکم جاری رہیگا اور اگر
متروکہ کی تہائی سے زیادہ ہے تو تہائی بھر میں وقف جاری رہیگا اور زیادہ جو ہے اسے
وارثوں سے تعلق ہوگا جسطرح سے کہ مرض موت میں ہبہ یعنی دے ڈالنے کا اور کسی چیز کی قیمت
خریدار کی رعایت سے کم کر دینے کا یہی حکم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اصل مال میں
جاری ہوگا اور جو وقف سے بچ رہیگا اسے وارث لیں گے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر
کسی ملک کو وقف کرے اور کسی غلام کو آزاد کرے اور کسی چیز کو قیمت کم کر کے مرض موت میں
بیچے اور وارث اجازت نہ دیں پھر اگر یہ سب کام تہائی ترکے میں نکلجاتے ہوں تو سب کے سب
صحیح ہیں اور اگر تہائی میں پوری نہ پڑتی ہو تو اس کام سے شروع کریں گے کہ جس کام کو اس نے
پہلے کیا ہے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو کرینگے یہانتک کہ اس مرض کے بیمار کا مال تہائی

صرف ہو جائے اور جو کام تہائی سے باقی رہ جائے اس میں وصیت باطل ہے اور یہی حکم ہے جب کئی چیزوں کی وصیت کرے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کس کام کی وصیت کی اور بعد کس کام کی وصیت کی ہے تو بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اس تہائی مال کو ان کاموں پر رسدی طور سے تقسیم کریں گے اور اگر قرعہ سے تشخیص کر لیں تو خوب ہے اور اگر کوئی کسی بکری کو وقف کرے تو اس پر کی اون اور دودھ موجود بھی داخل ہیں جبتک استثنا نہ کریگا اس لئے کہ عرف میں یہ بکری میں داخل ہیں اور اس سے باہر نہیں جسطرح پر اگر بکری کو بیچتے ہیں تو بھی یہ داخل رہتے ہیں **دوسری نظر** وقف کی شرطوں میں اور یہ چار قسم کی ہیں **پہلی قسم** موقوف کی شرطوں میں ہے اور وہ چار ہیں اور یہ ہیں کہ موقوف عین ہو دین نہ ہو اور مملوک ہو اور ایسا ہو کہ اصل کے باقی رہنے پر اس سے انتفاع ہو اور اس پر قبضہ کرنا صحیح ہو پس جو چیز کہ مثل دین کے عین نہ ہو اسکا وقف کرنا صحیح نہیں اور اسیطرح پر اگر کوئی کہے کہ وقف کیا میں نے ایک گھوڑا یا اونٹ یا گھر اور معین نہ کرے کہ کونسا ہے تو یہ وقف صحیح نہیں اور باغ کا اور کھیتوں کا اور کپڑوں کا اور خانہ داری کے اسباب کا اور مباح کاموں کے اوزاروں کا وقف کرنا جائز ہے اور قاعدہ وقف میں یہ ہے کہ جس چیز سے اصل باقی رہنے پر منتفع ہونا مباح اور درست ہو اس کا وقف درست ہے اور اسی طرح پر مملوک کتے کا کہ وہ کھیت یا مکان یا گلے کی نگاہبانی کرتا ہے اور شکاری کتے کا وقف کرنا صحیح ہے اور اسی طرح پر بلّی کا بھی وقف کرنا درست ہے اسلئے کہ اس سے بھی منتفع ہو سکتے ہیں اور سور کا وقف کرنا صحیح نہیں اسلیے کہ اسکا مالک مسلمان نہیں ہو سکتا ہے اور بھاگے غلام کا بھی وقف کرنا صحیح نہیں ہے اسلیے کہ اس کا حوالے کرنا اور اس پر قبضہ کرنا مشکل ہے اور روپیوں اور اشرفیوں کا وقف کرنا صحیح ہے بعضے فقہا کہتے ہیں کہ صحیح نہیں اور یہی اظہر ہے اسلیے کہ انکا کوئی فائدہ نہیں مگر خرچ کرنے میں اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اس میں بھی نفع ہے قرض دے سکتے ہیں اور عین کے باقی رہنے پر مجلس کی زینت کا اور تونگری کا اظہار اور زیور بنانے کا نفع ہے اور اگر کوئی شخص کسی غیر کی ملک کو وقف کرے تو اس کا وقف کرنا صحیح نہیں اور اگر مالک اجازت دے تو بعضے فقہا کہتے ہیں کہ صحیح ہے اسلیے کہ اجازت نئے وقف کے برابر ہے اور مشترک بے بٹی ملک کا وقف کرنا صحیح ہے اور اس وقف میں مشترک چیز کی بیع میں کے قبضے کی طرح پر ہے **دوسری قسم** واقف یعنی وقف کرنے والے کی شرطوں میں ہے

واقف مین بالغ اور عاقل ہونا اور اُسکے تصرف کا جائز ہونا معتبر ہے اور دس برس کے لڑکے کے وقف کرنے مین تردد ہے اور مروی ہے کہ اُسکا صدقہ دینا جائز ہے اور بہتر قول یہی ہے کہ جائز نہین اسلیے کہ حجر کا رفع بلوغ اور رشد پر موقوف ہے اور وقف کرنیوالے کو اپنا متولی کرنا اور دوسرے کا متولی کرنا جائز ہے اور اگر متولی مقرر نکرے گا تو تولیت یعنی اہتمام اور حکومت وقف کی موقوف علیہم یعنی جنپر وقف کیا ہے اُنسے متعلق ہوگی اسواسطے کہ موقوف اُنکی ملک ہوجاتا ہے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے کہا ہے کہ اگر متولی کی تعیین نفس عقد مین کریگا تو اُس متولی وقف کا معزول کرنا جائز نہین اور اگر وقف کے عقد کے واقع کرنے کے بعد تعیین کرے تو جائز ہے کہ جب چاہے اُسے معزول کردے اسلیے کہ یہ متولی وکیل کا حکم رکھتا ہے تیسری قسم موقوف علیہ یعنی جسپر وقف کیا گیا ہے اُسکی شرطون کے بیان مین ہے اور اِسمین تین شرطین معتبر ہین اور وہ یہ ہین کہ موجود ہو اور اُسکا کسی چیز کا مالک ہونا درست ہو اور معین ہو اور اُسپر وقف کرنا حرام نہو جیسے گرجون پر اور یہودیون کے معبدون پر وقف کرنا حرام ہے بس اگر کسی معدوم شخص پر پہلے پہل وقف کرے تو صحیح نہین جیسے اُس شخص پر وقف کرے کہ کسی سے پیدا ہوگا یا کسی پیٹ کے بچے پر کہ اپنی مان کے پیٹ مین ہو اور جدا نہوا ہو وقف کرے تو صحیح نہین اور اگر کسی معدوم پر کہ عادت سے اُسکا وجود ممکن ہو کسی موجود کی تبعیت سے وقف کرے تو وہ وقف صحیح ہے اور اگر معدوم سے شروع کرے پھر اُسکے بعد موجود پر وقف کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ابھی موجود پر صحیح ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اسیطرح اُسپر وقف کرے جو مالک نہوسکے جیسے گھر پر اور دیوار پر اور اسکے بعد اُسپر جو مالک ہوسکتا ہے تو اسمین تردد ہے اور پہلا قول اشبہ ہے کہ ایسا وقف جائز نہین اور کسی غلام پر وقف کرنا جائز نہین اسلیے کہ وہ غلام کسی چیز کا مالک نہین ہوتا ہے اور یہ وقف اُس غلام کے مالک کی طرف نہ پھریگا اسلیے کہ وقف کرنیوالے نے اُسکا قصد نہین کیا ہے اور حق تعالی کے بندونکی مصلحت کیلیے کسی چیز کا وقف کرنا صحیح ہے جیسے پُل اور مسجدین ہین اسلیے کہ یہ وقف حقیقت مین مسلمانون کے لیے ہے لیکن یہ اُنکی مصلحتون مین صرف ہوتا ہے اور مسلمان کافر حربی پر وقف نہین کرسکتا ہی ہرچند کہ رحمی قرابت بھی اُس سے رکھتا ہو اور ذمّی کافر پر وقف کرسکتا ہے

کو کوئی قرابت نرکھتا ہوا ور غیر ہوا ور اگر انکی عبادتوں کے مقاموں پر وقف کریگا تو صحیح نہین اور اسیطرح پر اگر زنا کرنیوالے یا لٹیرے یا شراب خواروں کی مدوخرچ پر وقف کرے تو جائز نہین اور اسیطرح پر اُن کتابون کے لکھوانے پر وقف کرے کہ جنکو اسوقت مین توریت اور انجیل کہتے ہین تو جائز نہین اسلیے کہ اُن کتابون کو یہودیون نے اور نصاریٰ نے متغیر کر ڈالا ہے اور اُنھین اصلیت پر باقی نہین رکھا ہے اور اگر کوئی کافر کچھ وقف کرے تو اُسکا وقف جائز ہے اور جب مسلمان فقیرون پر وقف کرے تو مسلمان فقیرون کو دینا چاہیے اور مسلمان کے سوا اور کو نہ دینا چاہیے اور اگر کافر فقیرون پر وقف کرے تو اُسی کے مذہب کے فقیرون کو دینا چاہیے اور اگر کوئی مسلمانون پر وقف کرے تو قبلے کیطرف نماز پڑھنے والون کو دینا چاہیے اور اگر مؤمنون پر وقف کرے تو اثنا عشری شیعون کو دینا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کبیرہ گناہون سے پرہیز کرنیوالونکو دینا چاہیے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر شیعون پر وقف کرے تو یہ امامیہ اور جارودیہ ہین نہ اُنکے سوا زیدیہ کے سارے فرقون مین سے اور اگر کسی موقوف علیہ پر کسی نسبت سے وقف کرے تو اُسمین وہ سب جن جن پر وہ نسبت بولی جاتی ہوگی داخل ہونگے بس اگر امامیہ پر وقف کرے تو اثنا عشریہ کے لیے ہے اور اگر زیدیہ پر وقف کرے تو یہ وقف اُن لوگون کے لیے ہے جو زید بن علی بن حسین علیہما السلام کے امام ہونے کے قائل ہین اور اگر اُس نسبت کو باپ کی طرف کی نسبت سے متعلق کرے تو وقف اُسکے لیے ہوگا جو باپ کی طرف سے اُس نسبت مین منسوب ہوگا جیسے ہاشمی کہ ہاشم کیطرف منسوب ہین کہ وہ ابو طالب اور حارث اور عباس اور ابو لہب کی اولاد ہین اور اگر طالبیون پر وقف کرے تو وہ ابو طالب کی اولاد کے لیے ہے اور اسمین شریک ہونگے مرد اور عورتین کہ باپ کی طرف سے اُس نسبت مین عرف اور عادت کی رو سے منسوب ہوتے ہین اور بیٹی کی اولاد کو عادت مین اولاد نہین کہتے ہین اور اسمین علما نے اختلاف کیا ہے اور اگر پڑوسیون پر وقف کرے تو اُسمین وہ لوگ داخل ہونگے جنھین عرف مین پڑوسی کہین گے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اسمین وہ لوگ داخل ہونگے جن جن کا گھر وقف کرنیوالے کے گھر سے چالیس گز تک پر ہو اور یہی خوب ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اسمین ہر طرف سے چالیس چالیس گھر تک کے لوگ داخل ہین اور یہ قول مطروح ہے یعنی متروک ہے اور اسپر عمل نہین کیا گیا ہے اور اگر کسی مصلحت پر وقف

کرے جیسے فرش مسجد پر اور وہ مسجد گر جائے تو اُسے نیک کامون مین صرف کرنا چاہیے اور اگر نیک کامون پر وقف کرے اور مطلق رکھے اور وہ کام معین نکرے تو اُسے محتاجون اور مسکینون کی اعانت مین صرف کرینگے اور اُس ہر مصلحت مین خرچ کرینگے جس سے خدا کی قربت حاصل ہوتی ہے اور اگر بنی تمیم پر وقف کرے تو صحیح ہے اور اُسے اُن لوگون پر صرف کرے جو اُنمین کے موجود ہونگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وقف صحیح نہین اِسلیے کہ وہ لوگ نامعلوم ہین اور پہلا قول خوب حق ہے اِسلیے کہ وہ لوگ بھی مسلمانون کے مانند ہین پھیلنے مین اور نامحصور ہونے مین جس طرحپر مسلمانون پر وقف کرنا صحیح ہے اور بعضے مسلمانون کی طرف صرف کرتے ہین اسیطرحپر یہان بھی کر سکتے ہین اور اگر کوئی ملک کسی ذمی کافر پر وقف کرے تو جائز ہے اِسلیے کہ وقف مالک کرنا ہے اور مثل منفعت کے مباح کرنیکے ہے اور اِن دو نسبتون سے اہل ذمہ کو نسبت دینا ممنوع نہین ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح نہین اِسلیے کہ وقف مین خدا کی قربت کی نیت معتبر ہے اور کفار سے مراعات مین گو ذمی بھی ہو کوئی تقرب نہین مگر جبکہ ذمی واقف کا باپ مان ہو تو جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرابت دار ذمیون پر وقف کرنا جائز ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اِسیطرح مرتد پر یعنی ملی مرتد پر کہ جسکے مان باپ دونون مسلمان نہون اور اپنی ذات سے مسلمان ہوا ہو اور پھر مرتد ہو گیا ہو اور مرتدہ عورت پر خواہ فطری مرتدہ ہو وقف کرنا جائز ہے اِسلیے کہ اِنکی توبہ حاکم شرع کے نزدیک قبول ہوتی ہے برخلاف مرتد فطری کے کہ اُسپر قتل کا حکم ہو جاتا ہے اور وہ کسی مال کا مالک نہین رہتا ہے بلکہ اُسکی ملک اُسکے وارثون سے متعلق ہو جاتی ہے ہر چند کہ خدا کے نزدیک اُسکی توبہ قبول ہو اور حربی کافر مین تردد ہے اشبہ یہی ہے کہ کافر حربی پر وقف کرنا جائز نہین اور اگر کسی چیز کو وقف کرے اور اُسکے مصرف کو بیان نہ کرے تو وہ وقف باطل ہے اور یہی حکم ہے اگر غیر معین پر وقف کرے جیسے اِسطرحپر کہے کہ وقف کیا مین نے اُس چیز کو زید اور بکر مین سے ایک شخص پر یا ائمہ علیہم السّلام کے دو مشہدون مین سے ایک پر یا دو جماعتون مین سے ایک پر تو اِن سب صورتون مین وقف باطل ہے اور اگر کوئی اپنی اولاد یا اپنے بھائیون پر یا اپنے رشتہ دارون پر وقف کرے اور مطلق چھوڑ دے اور معین نکرے تو اُن موقوف علیہم کی عورتین اور مرد شریک اُسمین سب ہونگے اور نزدیک اور دور کے سب تقسیم مین برابر ہونگے مگر جبکہ وقف کرنے والا

کوئی ترتیب یا خصوصیت یا فضیلت بعض کی بعض پر ذکر کر دے تو اُس صورت مین اُسکے موافق تقسیم ہوگی اور اگر کسی ملک کو کوئی شخص اپنے ماموؤن اور چچاؤن پر وقف کرے تو وہ سب اُسمین برابر بانٹ لین گے اور جب کوئی اپنے بہت قریب کے قرابت دارون پر کوئی چیز وقف کرے اور وہ اقرب قرابت دار اُسکے باپ مان اور اولاد ہین اور کتنا ہی نیچے کو جائین بیٹے اولاد کی اولاد وغیرہ ہون پھر اور کسیکو اُسکے عزیزون مین سے کچھ نہ ملیگا جبتک یہ لوگ معدوم نہو جائین گے اور جب یہ لوگ نرہین گے تو دادون کو اور بھائیون کو کتنا ہی اوپر کی طرف جائین پہونچیگا اور جب یہ بھی نرہین گے تو وقف کے چچاؤن کو اور ماموؤن کو ملیگا میراث والی ترتیب پر کہ آگے انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگی لیکن وقف کی تقسیم مین برابر پائین گے مگر جب کہ وقف کرنیوالے نے بعض کی تفضیل کی شرط بعض پر کر دی ہوگی تو اُسکے موافق پائیگا چوتھی قسم وقف کی شرطون کے بیان مین ہے اور وہ چار ہین دوام ہے اور تنجیز یعنی کسی ایسی خبر پر معلق نکرے کہ واقع ہونے نہونے کا جسمین احتمال ہو جیسے سفر سے زید کے پھر آنے کی شرط ہے اور قبضے مین دیدینا اور اپنے قبضے سے نکالڈالنا بس اگر کوئی کسی ملک کو ایک معین مدت تک کے لیے وقف کرے تو باطل ہے اور اسیطرح اگر معلق کرے وقف کو ایسی صفت پر کہ جسکا ہونا متوقع ہو اور اُسوقت موجود نہو جیسے مہینے کے تمام ہونے پر تو یہ وقف صحیح نہین اور اسیطرح اگر وقف کرے ایسے شخص پر جو غالبا گزر جاتا ہے جیسے زید پر پھر اُسی پر چپ ہو رہے اور آگے کو وقف کا مصرف نہ بیان کرے یا چند پشتون پر اُسکے جاری کرے پیچھے مصرف آیندہ کو بیان نکرے تو بعضے فقہا اس وقف کو باطل کہتے ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جن لوگون کا نام لیا ہے اُنکے گزرنے تک وقف کا جاری رکھنا واجب ہے اور یہی اشبہ ہے اور جبکہ یہ لوگ گزر جائین گے تو وقف کرنیوالے کے وارثون سے متعلق ہوگا اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر کوئی شخص کہے کہ وقف کیا مین نے اُس چیز کو جبکہ شروع مہینا آگیا یا زید سفر سے ہو کر اپنے گھر پہونچے تو یہ وقف صحیح نہین اسلیے کہ اُسنے شرط اور صفت پر اس وقف کو معلق کیا ہے مگر جبکہ شرط واقع اور متحقق ہوا اور وقف کرنیوالا اُسکے تحقق سے واقف ہو جیسے کہے کہ اگر آج جمعہ کا دن ہے تو مین نے اس کتاب کو وقف کیا اور یہ خوب جانتا ہو کہ آج جمعہ ہی کا دن ہے تو یہ وقف صحیح ہے جیسا کہ بعضے فقہا نے کہا ہے اور وقف کی صحت مین قبضہ بھی شرط

پھر اگر وقف کرے اور مر جائے اور موقوف علیہم کے یا متولی کے قبضے مین موقوف چیز کو نہ دیا ہو تو وہ چیز جسے وقف کر کے مرا ہے میراث ہو جائیگی اور اگر اپنے نابالغ چھوٹے بچّون پر وقف کرے تو خود اُسکا قبضہ اُنکا قبضہ ہوگا اِسلیے کہ اُن بچّون کا یہی ولی ہے اور یہی حکم نابالغون کے لیے وقف کے قبضے مین دادے کے قبضے کا ہے اور وصی کے قبضے مین تردد ہے اور اظہر یہ ہے کہ صحیح یہی ہے اور اگر کسی ملک کو اپنی ذات پر وقف کرے تو صحیح نہین ہے اور اِسیطرح اگر وقف کرے اپنی ذات پر پھر اپنے سوا پر تو بھی صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ خود اُسکے حق مین وقف باطل ہو جائیگا اور غیر کے حق مین صحیح ہوگا مگر پہلا قول اشبہ ہے اور اسیطرح اگر وقف غیر پر کرے اور اصل موقوف سے اپنے قرضون کے ادا کرنے کی بھی شرط کرے یا اپنے کھانے کپڑے کی بھی شرط کرے تو یہ وقف صحیح نہین لیکن اگر فقیرون پر وقف کرے اور بعد اسکے خود بھی فقیر ہو جائے یا فقہا پر وقف کرے اور اسکے بعد خود بھی فقیہ ہو جائے تو جائز ہے کہ انتفاع مین اُن لوگون کا شریک ہو جائے اور اگر وقف کرے اور یہ شرط کرے کہ جب محتاج ہو جائے گا تو اُسکو پھر اپنی ملک مین لے آئیگا تو شرط صحیح ہے اور وقف باطل ہو جائیگا اور حاجت کے وقت پھر وقف کرنیوالے کیطرف پھر آئیگا اور اسے حبس کہین گے نہ وقف کہ وقف کی عبارت سے تعبیر کی ہے اور اُسکے بعد اُسکے وارثون سے تعلق کریگا اور اگر وقف مین شرط کرے کہ موقوف علیہم مین سے جسے چاہیگا نکال ڈالیگا تو وقف باطل ہو جائے گا اور اگر وقف کرے اور شرط کرے موقوف علیہم کے ساتھ داخل کرنے کو اُنکی اُس اولاد کو جو پیدا ہوگی تو صحیح ہے خواہ یہ وقف اپنی اولاد پر یا غیر پر ہو لیکن اگر وقف کرنے کے وقت شرط کرے کہ موقوف کو موقوف علیہم سے نقل کر کے اُن لوگون کو دیگا کہ بعد اُنکے بہم ہونگے تو جائز نہین اور وقف باطل ہو جائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب اپنے نابالغ چھوٹے بچون پر کسی چیز کو وقف کرے اور بعد اسکے اورون کو اُنکے ساتھ شریک کر دے تو جائز ہے گو وقف کرنیکے وقت اُنکے داخل کرنے کی شرط نہ کی ہو اور یہ قول معتمد نہین ہے اور موقوف علیہ کے پہلے طبقے مین قبضہ اور تصرف معتبر ہے اور باقی طبقون مین قبضہ شرط نہین ہے اور اگر فقرا پر یا فقہا پر وقف کرے تو ضرور ہے کہ قبضہ کرنے کے لیے کوئی داروغہ یا محافظ مقرر کرے اِسلیے کہ سارے فقرا اور فقہا کا قبضہ کرنا مشکل ہے اور اگر کسی مصلحت کے لیے وقف کیا ہو جیسے پُل کا بنانا

یا مسجد وغیرہ کا بنانا ہے تو اِسمین وقف کا واقع کرنا کافی ہے اور قبول شرط نہین اور قبضہ کرنا اُس کام کے دارو غہ سے تعلق رکھتا ہی اور اگر کسی مسجد کو وقف کرے تو وقف لازم ہو جائیگا اگر ایک شخص نے بھی نماز پڑھ لی ہو گی اور اگر کسی مقبرے کو وقف کرے تو وقف لازم ہو جائے گا اگر اسمین ایک مُردہ بھی دفن ہو جائیگا اور اگر لوگون کو مسجد مین نماز پڑھنے کی اور دفن کرنے کی اجازت دیدے اور وقف کے لفظ کا تلفّظ نہ کرے تو وہ مسجد اُسکی ملک سے باہر نہو گی اور اسیطرح اگر وقف کے لفظ کا تلفّظ کرے اور قبضہ نہ دے تو بھی اُسکی ملک سے باہر نہو گی **تیسری نظر** لواحق مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ وقف ملک مین موقوف علیہ کیطرف منتقل ہو جاتا ہے اِسلیے کہ ملک کا فائدہ وقف مین موجود ہے اور بیع نا جائز ہونے سے موقوف علیہم کی ملکیت سے نکل نجائے گا جسطرح اُم ولد اپنے مالک کی ملک مین ہے اور لڑکے کے ہم ہونے سے بیع اُسکی جائز نہین اور بعضی صورتون مین وقف کا بیچنا بھی جائز ہے جیسا کہ منہدم ہونے وغیرہ کے وقت مین ہے بس اگر کوئی غلام مین کے مشترک حصے کو وقف کرے اور اسکے بعد اُسی حصے کو آزاد کر دے تو یہ عتق صحیح نہین اِسلیے کہ وقف کے سبب سے اپنے آقا کی ملک سے نکل گیا ہے اور اگر موقوف علیہ غلام کے اُس حصے کو آزاد کرے تو بھی جائز نہین اِسلیے کہ وقف سے پُشتون کا حق متعلق ہوتا ہی اور اُسکی ملکیت موقوف علیہ خاص مین منحصر نہین ہے کہ وہ آزاد کر سکے اور اگر دوسرا شریک اُس غلام مین کے اپنے حصے کو آزاد کرے تو اُسی حصے مین عتق جاری ہو گا اور وقف مین سرایت نکریگا اِسلیے کہ اُس حصے مین مباشرت عتق کی ہوتی نہین کہ عتق کے لیے اقوی سبب ہے پھر اِسی طریق سے سرایت عتق وقف سے متعلق نہو گی کیونکہ ضعیف سبب ہی اور اگر یہ کہا جائے کہ موقوف موقوف علیہ کی ملک ہو جاتا ہے تو چاہیے کہ شریک کے حصے کی آزادی سارے غلام کی آزادی مین سرایت کرے اِسلیے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو بندے کے کسی حصے کو آزاد کرے اور مالدار ہو تو آزادی اُس غلام مین سرایت کر جائیگی اور باقی حصے کی قیمت انکو دینگے اور شریک اپنا حصہ بھی اُسی سے لے لین گے بس چاہیے کہ موقوف علیہ کہ وقف کے حصے کے مالک ہین اپنے حصے کی بھی قیمت اُس آزاد کرنے والے شریک سے لے لین اور یہ جو کہا گیا ہے کہ مباشرت عتق کی اُس حصے سے متعلق نہین ہوتی ہی

کہ آزادی حاصل ہونے کا قوی سبب ہو بس چاہیے کہ شریعت سے بھی آزاد نہو اسلیے کہ ضعیف سبب ہے
تو جواب اسکا یہ ہے کہ سبب قوی میں مانع بھی قوی ہے اور وہی موجود حصون میں مالک کا منحصر
نہونا ہے اور شریکون کا حق بھی اسمین متعلق ہے اور سرایت مین کوئی مانع نہین اسلیے کہ شرع شریف
کی روسے رقیت یعنی بندہ ہونے کا ابطال ہوا ہے پھر باقی قسمون مین بھی آزادی سرایت کریگی اور
شریکون کے حصون کو اسی آزاد کرنے والےسے لینا چاہیے اسلیے کہ وہی انکے حق کے ضایع کرنے کا باعث
ہوا ہے اور اسمین تردد ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ یقین سے مصنف علیہ الرحمہ نے تردد کی طرف
دونون مذہبون کی دلیلین بیان کرکے رجوع فرمائی ہے دوسرا مسئلہ جب کوئی کسی غلام کو وقف
کرے تو اسکے خرچ کا تعلق اسکی کمائی سے ہو جاتا ہے خواہ شرط کردی ہو خواہ نکی ہو اور اگر وہ غلام
اپنے خرچ بھر کے کمانے سے عاجز ہو تو موقوف علیہم پر واجب ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ دونون
صورتون مین موقوف علیہم پر واجب ہے تو اشبہ ہوگا اسلیے کہ مملوک کا نفقہ مالک پر ہوا کرتا ہے
خواہ کمانے پر قادر ہو خواہ نہو اور اگر وہ غلام زمین گیر ہو جائے اور حرکت پر قادر نرہے تو ہمارے
مذہب مین وہ آزاد ہو جاتا ہے پھر اسپر سے خدمت ساقط ہو جاتی ہے اور آقا کے ذمے سے اسکا
روٹی کپڑا ساقط ہو جاتا ہے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ یہی حکم ہے جب کوئی غلام اندھا
ہو جائے یا اسے جذام ہو جائے اور اس صورت مین اگر کوئی اسے روٹی کپڑا ندے تو مسلمانون پر
اسکا روٹی کپڑا دینا واجب ہے اور ان سارے مسلمانون مین سے موقوف علیہم بھی ہین تیسرا
مسئلہ اگر وقف کیا ہو غلام عمداً کوئی جنایت کرے تو اس سے قصاص لینا واجب ہے اور اگر وہ
جنایت قتل سے کم ہو جیسے کسی کا کان اسنے کاٹ لیا ہو تو اس وقفی غلام کا بھی کان کاٹ لینگے
اور جنایت بھر غلام مین سے کم ہوگا اور باقی وقف رہیگا اور اگر اس وقفی غلام نے کسی کو مار ڈالا ہوگا
تو اسے بھی قتل کرینگے اور وقف باطل ہو جائیگا اور جسپر اسنے جنایت کی ہے اسے جنایت کے
عوض مین اپنا غلام بنانا نہین پہونچتا ہے اور اگر وہ قتل خطا سے ہو تو اسکی دیت کا تعلق موقوف علیہ
کے مال سے ہوگا اسلیے کہ جنایت کے حق کا وصول کرنا اس غلام کے بیچنے وغیرہ سے نہین ہو سکتا
ہے اسلیے کہ وقف ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس بندے کی کمائی سے دیت متعلق ہوگی اور
وہ آپ بہم پہونچا کر جسپر جنایت کی ہے اسے ادا کر دیگا اسلیے کہ ایسا آقا غلام کے ذمہ کی دیت کا دینے والا

نہین کہ اُس سے دیت لین اور جنایت کو بھی خارج نہین کر سکتے ہین اور کوئی راہ اُس غلام کے آزاد کرنے کی بھی نہین ہے اِسلیے کہ وہ غلام وقفی ہے بس اُس غلام کے آزاد ہونے تک منتظر رہین گے کہ جب وہ غلام آزاد ہو گا تو دیت کو کما کر بھر دے گا **چوتھا مسئلہ** جو کوئی کسی چیز کو خدا راہ مین وقف کرے تو یہ اُن کامون کی طرف منصرف ہو گا اور پھرے گا کہ جنسے ثواب حاصل ہوتا ہے جیسے غازی لوگ ہین اور حج اور عمرہ ہے اور مسجدونکا اور پلون کا بنانا ہے اور یہی حکم اُس وقف کا ہے جسکا وقف کرنیوالا یہ کہے کہ مین نے اِس چیز کو خدا کی راہ مین یا ثواب کی راہ مین یا نیک راہ مین وقف کیا ہے اور اِن تینون عبارتون کا مفاد ایک ہی ہے اور وقف کے فائدے کو اُن تینون پر تین حصے کرنا واجب نہین **اُردو مترجم** کہتا ہے کہ اِس وقف کے فائدے کے تین حصے کرنے کے وجوب پر کوئی ایسی دلیل نہین ہے جو لفظ کے عرفی اور لغوی معنی لینے کی مانع ہو اور اِسمین شیخ علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور وہ کہتے ہین کہ تین حصے کرینگے کہ وہ مطوعہ سپاہ اور حج اور عمرے سے مختص ہین اور ابن حمزہ کہتے ہین کہ ایسے وقفون کے محاصل مجاہد لوگون سے مختص ہین اور یہ دونون قول لفظ کے عرفی لغوی کے مفہوم کے منافی ہین اِسلیے کہ خدا راہ یا نیک راہ وغیرہ کہنا فقط انھین سے تخصیص کو متقضی نہین ہے **پانچوان مسئلہ** جس کسی کے اعلیٰ درجے کے اور ادنیٰ درجے کے مولا ہون کہ جنھون نے اُسے آزاد کیا ہے اور یہ شخص کسی چیز کو اپنے مولاؤن پر وقف کرے پھر اگر معلوم ہو جائے کہ اِسنے دونون مولا سے فلان مولا کا ارادہ کیا ہے تو وقف اُسی مین صرف ہو گا اور نہین تو دونون مین مشترک رہیگا **اُردو مترجم** کہتا ہے کہ یہ قول مصنف علیہ الرحمہ کا اِس مسئلے مین مذہب مشہور کے موافق ہے جیساکہ دروس مین ہے اور مبنی اِس امر پر ہے کہ مشترک لفظی کے کئی معنون کا ساتھ ہی ایک استعمال مین ارادہ کرنا جائز ہے اور مولا کا لفظ اشتراک لفظی سے دو معنون پر بولا جاتا ہے ایک اطلاق اُن لوگون پر ہو کہ جنکی طرف اِس عتق کے ولاء منتہی ہوئی ہو اور اِنھین اعلیٰ مولیٰ کہتے ہین اور اُس غلام کے مولا پر اطلاق ہو کہ جسکے آقا نے اُسے آزاد کیا ہے اور جسکی طرف یہ ولا پہونچی ہو اور اِسے سافل یعنی ادنیٰ درجے کا مولا کہتے ہین **چھٹا مسئلہ** جب کوئی شخص کسی چیز کو اپنی اپنی اولاد کی اولاد پر وقف کرے تو اُسمین بیٹون اور بیٹیون کی اولاد کے مرد اور عورت سبھی

کسی فضیلت کے داخل اور شریک ہونگے اور اگر اپنی اولاد پر وقف کرے تو اسمین اُسی کی صلبی اولاد داخل ہوگی اور اولاد کی اولاد نہ داخل ہوگی اور بعضے فقہا کہتے ہین بلکہ سبکے سب داخل ہونگے اور پہلا قول اظہر ہے اسلیے کہ ولد ولد یعنی بیٹے کا بیٹا ولد یعنی بیٹی کے کہنے سے سمجھ مین نہین آتا ہے اور اگر یہ کہے کہ مین نے اس چیز کو اپنی اولاد پر اور اُس اولاد کی اولاد پر وقف کیا ہے تو دونون پشتون کو شامل ہوگی اُردو مترجم کہتا ہے کہ ان دو پشتون سے بڑھکر نیچے والی پشت پر شامل ہونے کے لیے کوئی قرینہ ضرور ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالا یہ کہے کہ مین نے اس چیز کو اپنی اولاد پر وقف کیا ہے اور جب وہ گزر جائے اور اُس اولاد کی اولاد بھی گزر جائے تو فقیرون پر ہے تو یہ وقف اُسکی اولاد کے لیے ہے اور جب یہ لوگ گزر جاینگے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس وقف کو اُسکی اولاد کی اولاد کی طرف صرف کرین اور جب وہ گزر جائینگے تو فقرا کی طرف صرف کرینگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اولاد کی اولاد کیطرف اس وقف کو صرف نکرینگے اسلیے کہ یہ وقف اُنھین شامل نہین ہے مگر فقرا کی طرف اس وقف کے صرف کرنے مین اُنکے گزر جانے کی شرط ہے اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ بعضے محشی کہتے ہین کہ وقف کی اس عبارت کو بداہت سے اولاد کی اولاد کے داخل ہونے پر نہ مطابقی دلالت ہے اور نہ تضمنی اور نہ التزامی دلالت ہے اسلیے کہ اُنکے انقراض کی شرط مین اور اُنپر وقف ہونے مین کوئی طرح کا التزام بھی نہین اور اگر یہ التزام ہوتا تو ضرور یہ اولاد کی اولاد کے ساتھ وقف مین شریک ہونے کا مقتضی ہوتا اور اُنکی ترتیب کا مقتضی ہوتا کہ پہلے اولاد گزر لے تو پھر اولاد کی اولاد کو پہونچے مگر مخالف مقابل اسکو مانے گا اور وقف مین سکو وہم کا اعتبار قرینہ ایسی چیز کا نہین ہوسکتا ہے جو لفظ سے سمجھ مین نہین آتی ہے اور گزرتے جانے کی شرط کر لینا اُنکے ذکر کے فائدے مین کفایت کرتا ہے اور اولاد کے انقراض پر اُنکے انقراض کو عطف کرنے سے اُنکے داخل کرنے کے لیے کوئی دلالت نہین ہے بلکہ اصل عدم سے یہان استدلال لائی جاسکتی ہے سا توان مسئلہ جب کوئی شخص کسی مسجد کو وقف کرے اور وہ گر پڑے اور وہ قریہ اور محلہ بھی ویران ہوجائے تو بھی وقف کرنیوالے کی طرف ملک عود نہ کریگی اور وہ خالی زمین اور میدان وقف سے باہر نہوجائے گا اور اگر کوئی ملکفی کبھی فرد سے بچ

وقف کرے اور وہ نکلے تو کفن وارثون کی ملک ہوجائیگا **آٹھوان مسئلہ** اگر کوئی وقفی گھر گر جائیگا تو
اُسکی زمین وقف سے باہر نہو گی اور اُسکا بیچنا بھی جائز نہو گا اُردو مترجم کہتا ہے کہ اہل سنت
کے خلاف پر مصنف علیہ الرحمۃ نے تنبیہ کی ہے کہ وقفی گرے گھر کی بیع جائز نہین اور اہل سنت
کہتے ہین کہ جب وقفی گھر یا مسجد گر پڑے اور پھر نہ بن سکے تو اُسکا بیچڈالنا جائز ہے۔ اور اگر موقوف
علیہم یعنی جنپر وقف ہے اُنمین ایسا اختلاف واقع ہو کہ جس سے وقف کے خراب ہوجانے کا خطرہ
ہو تو وقفی چیز کا بیچڈالنا جائز ہے اور اگر اختلاف بھی اُنمین واقع نہو اور وقف کے خراب جانیکا
بھی ڈر نہو بلکہ وقف کا بیچڈالنا اُنکے لیے زیادہ مفید ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایسی صورت مین
وقف کا بیچڈالنا جائز ہے اور بیع کا جائز نہوتا موجہ ہے اور اگر وقفی کوئی درخت
اُکھڑ جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکا بیچڈالنا جائز ہے کہ اُس سے انتفاع بے بیع کے متعذر
ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ اِس قول کے قائل شیخ علیہ الرحمہ خلاف وغیرہ مین ہین۔ اور
بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس اُکھڑے درخت کا بیچنا جائز نہین کہ اُس سے انتفاع چھت وغیرہ
بنانے اور کرائے پر دینے سے ممکن ہے اور یہی قول اشبہ ہے **نوان مسئلہ** جب پہلا بطن یعنی
پشت ایک مدت کے لیے اپنے اوپر کی وقفی چیز کو اجارہ دے اور اُسی اجارے کی مدت کے
اندر وہ بطن یعنی پشت گزر جائے پھر اگر اُس امر کے قائل ہوجائین کہ موت اجارے کی مبطل
ہوتی ہے تو تو اجارے کے باطل ہوجانے مین کوئی کلام ہی نہین رہا اور اگر اس امر کے قائل
ہون کہ مرنے سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہے پھر یہان آیا باطل ہو گا اور یا نہین تردد ہے اور
اظہر بطلان ہے اسلیے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ یہ مدت موجر لوگونکی نہین کہ وہ گزر گئے ہین تو اب دوسری
پشت کو اِس اجارے کے فسخ مین اور باقی رکھنے مین اختیار ہے اور مستاجر باقی مدت کے معاوضے
کو پہلے لوگون کے ترکے سے وصول کریگا **دسوان مسئلہ** جب کوئی فقیرون پر وقف کرے
تو یہ وقف شہر بھر کے فقیرون کی طرف صرف ہوگا اور جو فقیر کہ نہین موجود ہوگا اور یہی حکم ہے
جب علوی لوگون پر کوئی وقف کرے تو یہ وقف موجود لوگون کی طرف پھریگا اور جو وہان
نہ موجود ہو اُسکا ڈھونڈھنا مشقت کے سبب سے واجب نہین ہے اور وقفی لونڈی سے موقوف علیہ
کو ہمبستری جائز نہین اسلیے کہ وہ لونڈی اُسکی ملکیت سے خصوصیت نہین رکھتی ہے اور اگر

موقوف علیہ اُس سے لڑکا جنوائیگا تو وہ لڑکا حر یعنی آزاد شخص ہوگا کسی کا بندہ نہوگا اور اُسکی قیمت بھی اس موقوف علیہ پر نہین ہے اسلیے کہ آپ اپنے کو تاوان دینا واجب نہین اور آیا وہ لونڈی اُم ولد ہو جائیگی یعنی اُم ولد کے حکم مین آجائے گی بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان اُسکے حکم مین آجائے گی یعنی ام ولد ہو جائے گی اور اگر اُسکے ترکے سے اُسکی قیمت اُسکے بعد کی پشتون کے لیے لیجائے گی تو اُسکے مرنے سے وہ آزاد ہو جائیگی اور اسمین تردد ہے اور وقفی لونڈی کا نکاح کر دینا جائز ہے اور اُسکا مہر وقف کے موجود لوگون کے لیے ہے اسلیے کہ اس نکاح مین فائدہ ہے جیسے وقفی گھر کے اجارے مین فائدہ ہوتا ہے اور اسی طرح لڑکا اُسکے پیٹ کا اُسکی نما ہے جبکہ کسی بندے سے اُسکا عقد کرین یا حرامکاری سے پیدا ہوا اور اُس لڑکے سے وہ پشت مختص ہوگی جو اُسکے ساتھ پیدا ہوگی اور اگر وہ لڑکا کسی آزاد شخص سے صحیح طور پر ہمبستر ہونے سے پیدا ہوگا تو وہ لڑکا آزاد ہوگا مگر جبکہ عقد مین شرط کر لیا جائے کہ لڑکا غلام ہوگا تو بندہ ہوگا اور اگر کوئی شخص وقفی لونڈی سے شبھے سے ہمبستر ہو تو وہ لڑکا آزاد ہوگا اور اُسکے باپ کے ذمے اُس لڑکے کی قیمت وقف کے مالکون کو دیدینا ہے اور اگر وقف کرنیوالا اُس وقفی لونڈی سے ہمبستر ہو تو اُسکا حکم بیگانہ شخص کی طرح پر ہے اسلیے کہ وقف کے سبب سے وہ اصل لونڈی اور اصل اُسکی منفعت اُسکی ملک سے نکل چکی ہے لیکن **صدقہ** تو یہ ایک ایسا عقد ہے کہ جسمین ایجاب اور قبول اور قبضے کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر اسپر بے مالک کی رضا کوئی قبضہ کر لے تو اُسکی ملک نہو جائے گا اور صدقے کی شرطون مین سے قربت کی نیت ہے اور صحیح مذہب پر قبضے کے دینے کے بعد صدقے کو پھیر لینا جائز نہین اسلیے کہ صدقے کا مقصود ثواب ہوتا ہے اور وہ حاصل ہو چکا بس وہی اُسکے بدلے کے مثل مین ہے اور واجب صدقہ بنی ہاشم یعنی سادات پر حرام ہے مگر ہاشمی کا صدقہ ہاشمی لیسکتا ہے یا اضطرار کے وقت مین غیر سید کا بھی صدقہ سید لیسکتا ہے اور سادات کو سُنّتی صدقہ دینے مین کوئی مضایقہ اور ڈر نہین ہے تین مسئلے پہلا مسئلہ قبضہ دینے کے بعد صدقہ پھیرنا جائز نہین خواہ عوض لیا ہو خواہ عوض نہ لیا ہو خواہ اپنے قرابتی کو دیا ہو خواہ غیر کو دیا ہو اور یہی قول سب سے بڑھکر صحیح ہے دوسرا مسئلہ ذمی کافر کو صدقہ دینا جائز ہے گو غیر بھی ہو اسلیے کہ منقول ہوا ہے کہ ہر جلتے کلیجے والے یعنی محتاج کے دینے مین

ثواب ہے اور حق تعالیٰ بھی قرآن مین فرما چکا ہے کہ جسکا حاصل یہ ہے کہ تمھین خدا منع نہین کرتا ہے اُن لوگون کے دینے مین جو تمسے تمھارے دین اسلام کی بابت نہین لڑتے ہین تیسرا مسئلہ چھپا کر صدقہ دینا کھُلے کھلے دینے سے افضل ہے مگر جبکہ اُسے لوگ صدقہ ندینے کی تہمت کرنے لگین تو اُسوقت مین اس تہمت کے دور کرنے کے لیے ظاہر کرکے صدقہ دیگا۔

کتاب سکنی وحبس

اِس کتاب مین سکنی یعنی سکونت کے بخشنے کا اور حبس یعنی مملوکی کے روکنے کا دوسرے شخص کے فائدے کے لیے بیان ہے اور یہ ایک عقد ہے کہ جو ایجاب اور قبول اور قبضے کا محتاج ہوتا ہے اور اسکا فائدہ مالک کی ملک کے باقی رہنے کے ساتھ منفعت کے حاصل کرنے پر کسیکو مسلط کرنا ہے اور اضافتون کے مختلف ہونے سے اسکے نامون مین بھی اختلاف ہوتا ہے اور جب عمر کے لفظ سے مقترن ہوتا ہے تو عمری کہلاتا ہے اور جب کسی مدت سے مقترن ہوتا ہے تو رقبی کہلاتا ہے اور جب اسکان سے مقترن ہوتا ہے تو سکنی کہلاتا ہے اور اس عقد کی عبارت یہ ہے کہ کہے اسکنتک یعنی مین نے تجھے اس مکان یا اس زمین مین رکھدیا اور اگر عمر بھر کو رکھے تو کہے اعمرتک عمرک یعنی مین نے تجھے یہ گھر اپنی یا تیری عمر بھر کو دیا ہے اور اگر کسی مدت تک کو رکھے تو رقبتک عشرۃ عام یعنی یہ گھر مین نے تجھے دس برس کی مدت بھر کے رہنے کو دیا ہے اور جو عبارت اس معنون مین بولی جاتی ہو او قبضے سے یہ عقد لازم ہو جاتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ لازم نہین ہوتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر قربت کا قصد کریگا تو قبضے کے بعد لازم ہو جائے گا اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور اگر یہ کہے کہ تیرے لیے اس مکان مین تیری زندگی بھر کے رہنے کو مین نے بخشا تو جائز ہے اور جب وہ مر جائے گا تو رکھنے والے کی طرف پھر آئیگا اور یہی قول اشبہ ہے اور جب کہدے کہ جب تو مر جائے گا تو میری طرف پھر آئے گا تو بیشک یقینی وہ گھر یا زمین اُسکی طرف پھر آئیگی اور اگر یہ کہے کہ مین نے عمر بھر کو یہ گھر تجھے اور تیری اولاد کے رہنے کو دیا ہے تو بھی عمری ہوگا اس رہنے والے کی ملکیت سے متعلق نہو گا بلکہ اُسکے اور اُسکی اولاد کے گزرنے کے بعد مالک ہی کی ملک ہوگا اور خالی سکونت اُس رہنے والے سے متعلق اشبہ پر ہوگی یعنی اصل تو ہمیشہ مالک کی ملک پر رہے گی

اور منفعت کی ملکیت عمر اور مدت کے مطابق عمر سے متعلق ہوگی اور جب اس رہنے کی بخشش میں کوئی مدت معین کردے تو وہ مدت گذرنے سے لازم ہو جائیگی تو اُسمین رجوع جائز نہوگی اور یہی حکم ہے جب مالک اپنی عمر بھر کو دے تو بھی منفعت نہ پھریگی گو معمر یعنی رہنے والا مرجائے ہاں مالک کے مرنے کے بعد اُسکے وارثون کی طرف پھر آئیگی اور اگر رہنے والے کی عمر سے مقترن کرے اور وہ مرجائے تو اُسکے وارثون کے لیے کچھ نہین ہے اور مالک کی طرف پھر آئے گی اور اگر مدت کہے اور اُسے معین نکرے تو اِس صورت مین مالک جب چاہے پھیرے اور نکال باہر کرے اور جس چیز کا گھر وغیرہ مین سے وقف کرنا صحیح ہے اُسکا عمرہ وغیرہ بھی کرنا صحیح ہے اور عقد عمری بیع سے باطل نہین ہوتا ہے بلکہ اُس معمر کی عمر کا پورا کرلینا واجب ہے اور سکنی کا اطلاق اُس شخص کے اور اُسکے اہل وعیال کے رہنے کو مقتضی ہے اور کسی غیر کا رکھنا جائز نہین مگر جب اسکی شرط کریگا تو جائز ہے اور اِسیطرح سکنی کی چیز کا کرایے چلانا جائز نہین جسطرح کسی غیر کا رکھنا جائز نہین مگر جب مالک اجازت دیدے تو جائز ہے اور جب کوئی اپنے گھوڑے راہ خدا مین یا اپنے غلام کو کعبے یا کسی مسجد کی خدمت مین حبس کرے تو یہ عقد لازم ہو جائیگا اور اُس اصل کے باقی رہنے تک اسکا بدل ڈالنا جائز نہوگا اور اگر کسی چیز کو کسی شخص پر حبس کرے اور مدت معین نکرے اور حبس کرنیوالا مرجائے تو وہ چیز میراث ہو جائیگی اور اِسیطرح جب مدت معین کرے اور وہ مدت گذرجائے اور مدت کے اندر حبس کرنیوالا مرجائے تو بھی مدت گذرنے کے بعد وہ چیز میراث ہو جائیگی اور اُسکے وارثون کا حق ہوگی۔

کتاب الہبات

یہ کتاب ہباؤن یعنے بخششون کے بیان مین ہے اور نظر ہبہ کی حقیقت اور اُسکے حکمون مین ہے پہلی نظر ہبہ کی حقیقت مین ہے اور یہ ایک ایسا عقد ہے کہ جو اصل چیز پر بے عوض کے اور بے قربت کے فوری مالک کردینے کو مقتضی ہے اور کبھی اسے نحلہ اور عطیہ یعنی دیڈالنا کہتے ہین اور اِسمین ایجاب اور قبول اور قبضے کی احتیاج پڑتی ہے بس ایجاب کے لیے جو لفظ اِس قصد پر دلالت کرے وہ کفایت کرتی ہے جیسے وہبتک یا ملکتک یعنی مین نے تجھے یہ چیز دیدی یا مین نے تجھے اِسکا مالک کردیا اور یہ عقد ایسے بالغ عاقل سے کہ جس کا تصرف اُسکے مال پر جائز ہوا کرتا ہے

صحیح ہوگا اور اگر کسی غیر کے ذمے کے دین کو کسی اور شخص کو دیندار کے سوا بخشے تو صحیح نہین اور
یہی قول اشبہ ہی اسلیے کہ ہبہ کی شرط قبضہ ہے وہ یہان متحقق نہین اور اگر جسکے ذمے ہے اُسیکو
بخشے تو جائز ہے اور یہ ابراء ہوجائے گا اور ابراء مین صحیح مذہب پر قبول کی شرط نہین ہے
اور جبتک قبضہ نہو اُسوقت تک ہبہ کا حکم اُسپر نکیا جائیگا اور اگر ہبہ کا اور قبضے کا اقرار کرے تو
اُسکے اقرار کے سبب سے ہبہ کا حکم جاری کردیا جائیگا گو واہب یعنی دینے والے ہی کے قبضے
مین ہو اور اگر اُسکے بعد پھر منکر ہوجائے تو یہ انکار سُنا نجائیگا اور اگر ہبہ کرنے والا قبضہ دینے
سے پہلے اور ہبہ کے عقد کے واقع ہونے کے بعد مرجائے تو وہ موہوب یعنی دی چیز میراث
ہوجائیگی اور قبضے کی صحت مین واہب کی اجازت شرط ہے پھر اگر واہب کی بے اجازت
موہوب لہ یعنی جسے دی ہے اُس چیز پر قبضہ کرلے گا تو اُسکی طرف اُس چیز کی ملک منتقل نہوگی
اور اگر موہوب لہ کے پاس والی اپنی چیز کو اُسی کو ہبہ کرے تو یہ ہبہ صحیح ہے اور قبضے مین واہب
کی اجازت کی ضرورت نہ پڑیگی اور نہ اسکی ضرورت پڑیگی کہ اتنا زمانہ گزرے کہ اُسمین قبضہ کرنا
ممکن ہو اور اکثر اسیطرف بعضے علماء جاتے ہین اور یہی حکم ہے جب باپ یا دادا اپنے نابالغ بچے
پر کچھ ہبہ کرے تو یہ ہبہ محض عقد سے لازم ہوجاتی ہے اسلیے کہ ولی کا قبضہ اُسی کا قبضہ ہے
اور اگر باپ دادے کے سوا کوئی نابالغ کو کچھ دے خواہ اُسے ولایت ہو یا نہو تو اُسکے قبضے کا ہونا
ضرور ہے اور اس قبضے کا متولی ولی یا حاکم شرع ہوگا اور مشترک چیز کا ہبہ کرنا جائز ہے اور اُسکے
قبضے کا حال مشترک بیع کے قبضے کی طرح ہے اور اگر کوئی شخص دو شخصونکو کوئی چیز دے
اور وہ دونون قبول کرلین اور قبضہ بھی کرلین تو اُن دونون مین کا ہر ایک جو اُسے ملا ہے
اُسکا مالک ہے پھر اگر ایک تو قبول کرے اور دوسرا قبول نکرے تو قابض کے حق مین ہبہ صحیح ہے
اور ہبہ مین بعضی اولاد کو بعضی اولاد پر کراہت کے ساتھ فضیلت دینا جائز ہے اور جب موہوب
پر موہوب لہ قبضہ کرلے اور وہ ہبہ ماں یا باپ پر کی ہو تو اجماع کی رو سے اس ہبہ سے پھر جانا
یعنی موہوب کا موہوب لہ سے پھر مانگنا جائز نہین اور یہی حکم ماں باپ کے سوا نسبی قرابتدارونکا
ہے اور اسمین اختلاف ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ بہت سے فقہا کا مذہب یہی ہے کہ یہ ہبہ لازم
ہے اور رجوع اسمین جائز نہین کہ عقدون کی وفا کا حکم عام ہے اور اسلیے کہ موہوب لہ کی ملک موہوب پر

اجماع کی رو سے مستم ہو چکی ہے بس شیخ کا خلاف والا قول سید مرتضیٰ کے قول کی طرح پر ضعیف ہو گیا اور اگر موہوب لہ غیر شخص ہو تو واہب کو عین موہوب کے باقی رہنے تک پھیر لینا پہونچتا ہے اور اگر موہوب ضایع ہو جائے تو پھر رجوع ہبہ مین نہین پہونچتی ہے اور اسی طرح پر ہبہ بالعوض مین رجوع نہین ہے یعنی جس چیز کو کسی چیز کے بدلے مین دین پھر اُسکا پھیر مانگنا جائز نہین گو وہ کتنی ہی کم ہو اور آیا تصرف سے ہبہ لازم ہو جاتی ہے بعضے فقہا کہتے ہین ہان لازم ہو جاتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ لازم نہین ہوتی ہے اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ اسمین کئی قول ہین اور اُنمین سے ایک قول یہ ہے کہ تصرف سے ہبہ لازم نہین ہوتی ہے اور اسی قول کو مصنف علیہ الرحمہ نے اور اُنسے پہلے سلار اور ابو صلاح نے اختیار کیا ہے اور ابن جنید کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تصرف کو مطلق ہبہ کے لازم کر دینے مین کوئی تاثیر نہین ہے بلکہ واہب کو فسخ کر ڈالنا جائز ہے اور یہ اطلاق جواز کا تصرف کے ساتھ ملک کی نقل کر دینے والے اور پھیرنے سے روکنے والے تصرفکو جیسے ونڈلیے لڑکا جنوانے کو اور گیہوون کا آٹا پیسڈالنے وغیرہ کو شامل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ہبہ تصرف سے لازم ہو جاتی ہے اور یہی مذہب شیخین اور ابن براج اور ابن ادریس اور بہت سے متاخرین کا ہے اور تیسرا قول تفصیل کا ہے یعنی اگر وہ تصرف ایسا ہے کہ جس سے وہ چیز اُسکی ملک سے نکلجاتی ہے یا اُسکی صورت بدلجاتی ہے جیسے کپڑے کا رنگ ڈالنا ہے اور لکڑی سے کچھ بڑھئی کا بناڈالنا ہے یا لونڈی سے ہمبستر ہونا ہے تو ایسے تصرف سے ہبہ لازم ہو جاتی ہے اور اسکے سوا اگر وہ تصرف اسطرح کا ہے جیسے سواری پر سوار ہونا ہے اور کپڑے کا پہننا ہے اور گھر کا رہنا وغیرہ استعمال ہے تو ایسے تصرفون سے ہبہ لازم نہین ہوتی ہے اور اس تفصیل کے قول کے قائل ابن حمزہ اور شہید اول علیہ الرحمہ ہین اور ایک گروہ متاخرین کی ہے۔

اور نسبی قرابت دارون پر ہبہ کرنا مستحب ہے اور ماں باپ بیٹے مین سنت موکدہ ہے اور جو چیز شوہر جورو کو دے اور جورو شوہر کو دے اُسمین رجوع یعنی اُس چیز کا پھیر لینا مکروہ ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جورو خاوند بھی نسبی قرابت دارون کا حکم ہبہ مین رکھتے ہین اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے اسلیے کہ ہبہ مین مطلق رجوع جائز ہے اور صحیحہ محمد بن مسلم سے تخصیص

نکلتی ہے یعنی اِنمین جائز نہین تو کراہت پر حمل کرنا اشبہ ٹھہرا دوسری نظر ہبہ کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز دیڈالے اور اسپر قبضہ بھی دیدے اور قبضہ دینے کے بعد کسی دوسرے شخص کے ہاتھ وہی دینے والا اُسی موہوب یعنی دی چیز کو بیچ ڈالے پھر اگر وہ موہوب لہ یعنے جسے وہ چیز دی ہے اُس دینے والے کا نسبی رشتہ دار ہے تو یہ بیع درست نہین اور اگر غیر ہے اور اِس ہبہ کا کچھ عوض لیا ہو تو بھی یہ بیع صحیح نہین اور اگر غیر شخص ہے اور کچھ عوض بھی نہین لیا ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع باطل ہے اِسلیے کہ اُسنے ایسی چیز کو بیچا ہے جسکا وہ مالک نہین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ بیع صحیح ہے کہ اُسے رجوع یعنی اُسکا پھیر لینا پہونچتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر ہبہ فاسد طور پر واقع ہوئی ہو تو بیع ہر حال مین صحیح ہے اور یہی حکم ہے جو شخص اپنے مورث کے مالکو اُسکی زندگی کے یقین کے حال مین بیچ ڈالے اور وہ مر چکا ہو تو یہ بیع صحیح ہے اور یہی حکم ہے جو شخص اپنے غلام کو آزاد کر دے اور پھر اُس غلام کے بخشنے کی وصیت کرے اور اِسکے بعد ظاہر ہو جائے کہ آزاد کرنا فاسد طور پر واقع ہوا تھا تو یہ وصیت اُسکے حق مین صحیح ہے دوسرا مسئلہ اگر قبضہ ہبہ کے واقع ہونے کے کچھ زمانے کے بعد ہو پھر جب سے قبضہ ہو گا اُسیوقت سے ملک کے منتقل ہونے کا حکم کیا جائے گا اور عقد کے وقت سے ملک کے بدلنے کا حکم نہ کیا جائیگا اور وصیت کا یہ حکم نہین ہے اِسلیے کہ وصیت مین وصیت کرنیوالے کے مرنے کے ساتھ اور قبول کے ساتھ گو کچھ زمانے کے بعد ہو منتقل ہونے کا حکم کیا جائے گا تیسرا مسئلہ اگر کوئی واہب یعنی دینے والا کہ مین نے ہبہ کیا اور قبضہ نہین دیا تو مقبول اُسی کا قول ہے اور موہوب لہ اگر قبضہ دینے کا دعوی کرتا ہو تو اُسے اُس سے قسم لینا پہونچتا ہے اور اِسیطرح اگر کوئی کہے کہ مین نے اِس چیز کو تجھے دیا اور مین نے تجھے اِس چیز کا مالک کیا پھر قبضہ دینے کا منکر ہو جائے تو اِس صورت مین بھی اُسی کا قول مقبول ہوگا اِسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ اُسنے اِن صیغون سے اپنے وہم کی خبر دی ہو۔ چوتھا مسئلہ جب کوئی شخص ہبہ مین رجوع کرے یعنی دی چیز کو پھیر مانگے اور اُس چیز مین کوئی عیب پڑ گیا ہو تو تفاوت قیمت نہین لے سکتا ہے اور اگر کوئی کمی زیادتی ہو جائے تو وہ واہب یعنی بخشنے والے کی ملک ہے اور اگر کوئی علیحدہ ہونے والی زیادتی ہو جائے جیسے پھل ہے اور

بچہ ہے پھر اگر وہ نئی حاصل ہوئی ہے تو موہوب لہ کی ملک ہے اور اگر عقد کے وقت موجود تھی تو واہب کی ملک ہے پانچوان مسئلہ جب کوئی کچھ ہبہ کرے اور مطلق رکھے یعنی عوض کی شرط نہ لگائے تو ہبہ عوض کی شرط سے مشروط نہوگی پھر اگر موہوب لہ کچھ عوض دے تو پھر واہب کو ہبہ مین رجوع کرنا یعنی پھیر مانگنا جائز نہین اور اگر عوض کی شرط کردے تو بھی صحیح ہے خواہ مطلق رکھے خواہ معین کردے پھر جبتک وہ شرط کیا عوض موہوب لہ نہ دے لیگا اسوقت تک واہب کو ہبہ مین رجوع پہونچتی ہے اور بے اندازے کے شرط مین موہوب لہ جو چاہے گا دیدیگا گو کتنا ہی تھوڑا ہو اور قبضہ دیدینے پر واہب کو رجوع نہین جائز ہے اور شرط کی چیز دینے کو موہوب لہ پر جبر نہ کیا جائیگا بلکہ اُسے اختیار ہے اور اگر ایسے حال مین وہ بخشی چیز ضایع ہو جائے یا اُسمین کوئی عیب پڑجائے تو موہوب لہ اُسکے تاوان دینے کا ضامن نہین اِسلیے کہ یہ امر اُسکی ملک مین تیا پیدا ہو گیا ہے اور اِسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ وہی چیز جسمین عوض مشروط ہے اگر موہوب لہ کے قبضے مین عوض دینے سے اور رجوع سے پہلے ضایع ہو جائے یا اُسمین کوئی عیب پڑجائے خواہ وہ امر موہوب لہ کے فعل سے ہوا ہو جیسے کپڑے پہننے سے یا اُسکے فعل سے نہوا ہو تو اِس صورت مین آیا موہوب اصل کا یا قیمت کے تفاوت کا ضامن ہوگا یا نہوگا بیان دو قول ہین ایک قول ضامن نہونے کا ہے جسے مصنف علیہ الرحمہ نے بھی اختیار کیا ہے اور پھر تردد کیا ہے اور علامہ نے تذکرے مین اسکا یقین کر لیا ہے اور اُنکے صاحبزادے نے شرح مین اِسی دلیل سے جو مصنف نے بیان کی ہے کہ یہ حادثہ واہب کی ملک مین حادث ہوا ہے تو موہوب لہ پر تاوان کا ضامن ہونا لازم نہین اور اِس دلیل سے کہ موہوب لہ پر عوض مشروط کا ادا کرنا واجب نہین بلکہ واہب کو رجوع پہونچتی ہے اور بے پروائی بھی اُسی کی طرف سے ہے کہ اُسنے اُسی چیز کو ایسے شخص کے قبضے مین ڈال رکھا ہے کہ جسے بے ذمہ داری کے تصرف کرنے کا تسلط دیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ موہوب لہ کے ذمے ضمان یعنی ذمہ داری ہے اور اِسی کا ابن جنید نے متقدمین مین سے اور بعضے متاخرین نے جزم کیا ہے اِسلیے کہ ہاتھ مین لینے والے کے دیدینے تک ذمے داری کا حکم عام ہے اور اِسلیے کہ واہب نے یونہین قبضہ نہین دیا تھا بلکہ شرطی بدلے پر دیا تھا کہ وہ بدلا موہوب لہ نے نہین دیا اور اِسلیے کہ دو امرون مین سے ایک امر واجب ہی اصل ہبہ کا

پھیر دینا یا بدلے کا دیدینا اور جبکہ ہبہ ضایع ہو جانے وغیرہ کے سبب سے پھیرنا مشکل ہے تو بدلے کا دینا واجب ٹھہر گیا۔ چھٹا مسئلہ جب موہوب لہ کسی کے دیے ہوئے کپڑے کو رنگ ڈالے پھر اگر اِس امر کے قائل ہون کہ تصرف ہبہ مین رجوع کا مانع ہوتا ہے تو رجوع جائز نہین اور اگر اِسکے قائل ہون کہ جب موہوب لہ غیر شخص ہو نسبی رشتہ دار نہو تو تصرف ہبہ مین رجوع کا مانع نہین تو پھیر لینا واہب کو جائز ہے اور موہوب لہ اُنھین رنگ کی قیمت بھر کا شریک رہیگا۔ ساتوان مسئلہ جب کوئی خوفناک مرض مین کچھ کسیکو ہبہ کرے اور اچھا ہو جائے تو وہ ہبہ صحیح ہے اور اگر اُسی مرض مین مرجائے اور وارث ہبہ پر راضی نہون اور اجازت نہ دین تو ترکے کی تہائی مین معتبر ہوگی

کتاب سبق و رمایت

یہ کتاب گھوڑ دوڑ اور تیراندازی وغیرہ کے بیان مین ہے اور اِن دونون کا فائدہ جہاد کی مستعدی پر اور لڑائی کے اسباب پر اور دشمنون پر غلبے کی مہارتین حاصل کرنے پر ہمت کا برانگیختہ کرنا ہے اور یہ معاملہ صحیح ہے اور اِس معاملے کا مستند فرمان ہدایت ترجمان جناب رسالتمآب صلعم ہے۔ سبق اِلّا فی نصل او خف او حافر یعنی شرط لگانا کہین جائز نہین مگر تیر مین اور تلی مین اور سُم مین جائز ہے۔ اُردو مترجم کہتا ہے کہ اہل سنت نے اِس روایت کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے صحیح مین روایت کیا ہے اور ہمارے علمائے اُنھین سے اِسے حسن مین روایت کیا ہے اور مشہور روایت مین سبق کی بے کا زبر ہے اور یہ کسی کام پر کے ویسے معنی نہین ہے جیسا کہ آنکو ہے اور اسکی منفی ماہیت مراد نہین ہے بلکہ اسکے حکمون مین سے کسی حکم کی نفی مراد ہے یا سارے حکمون کی نفی مجاز کے طریق سے مراد ہے اور صحت کی نفی سب مجازون سے بڑھکر قریب ہے اور مقصود یہ ہے کہ سب معاملون مین درست نہین مگر اِن تین معاملون مین درست ہے پس اِس بنا پر اِن معاملون کے سوا کا جواز بے عوض کے باقی نرہیگا اور اکثر اوقات مین سبق کی بے کو سکون دیتے ہین اور وہی مصدر ہے تو اِس صورت مین معنی یہ ہونگے کہ یہ فعل واقع نہین ہوتا ہے مگر انھین تین معاملون مین واقع ہوتا ہے پھر اِن تین معاملون کے سوا اور معاملے غیر جائز ٹھہرینگے اور پیدل دوڑنے مین اور پتھر پھینکنے مین اور اُٹھانے مین اور کُشتی مین اور بے پیکان کے ہتھیارون مین بے بازی کی مسابقت مین اختلاف پڑگیا ہے آیا جائز ہے یا نہین تو بے کے زبر والے قول پر

جائز ہے اور سکون والے قول پر جائز نہین اور جواز کے قول پر شہرت کے ساتھ اصل برائت کی بھی موافقت ہے خصوصاً جبکہ ان کامون پر کوئی صحیح غرض مرتب ہوتی ہو۔ اور دوسرا مستند ان معاملون کا ائمہ علیہم السلام کا فرمودہ ہے ان الملائکۃ لتنفر عند الرہان وتلعن صاحبہ ما خلا الحافر والخف والریش والنصل یعنی شک نہین کہ فرشتے بیزار ہوتے ہین بازی لگانے کے وقت اور سابقت کرنیوالے پر لعنت کرتے ہین سوار گھوڑے کے اور تلی اور سم کے اور تیر اور پیکان کے کہ انکی شرط کے وقت بیزار نہین ہوتے ہین اور اس بات کی تحقیق کئی فصلونکی مستدعی ہے

پہلی فصل اُن مستعمل لفظون کے بیان مین ہے بس سابق اُسے کہتے ہین کہ جس کے گھوڑے کی گردن یا گردن اور سینے کے بیچ کا مقدار بڑھجائے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جسکے گھوڑے کا کان نکلجائے اور پہلا قول اکثری ہے اور مصلی وہ ہے کہ جسکے گھوڑے کا سر سابق کے گھوڑے کے پیچھے کے پٹھوں کے سامنے ہو اور سبق بے کے سکون سے مصدر ہے اور زبر سے عوض یعنی بازی اور اُسی کو خطر بھی کہتے ہین اور محلل وہ ہے جو اُن دو بازی لگانے والون کے بیچ مین آجائے اگر سابق ہو جائے تو لیلے اور اگر مسبوق ہو جائے تو اُسے دینا نہ پڑے اور غایت گھوڑدوڑ وغیرہ کی منتہائے مسافت کو کہتے ہین اور مناضلہ اور مسابقہ اور مراماۃ آپسمین بازی سے تیراندازی کو کہتے ہین اور سبق بے تشدید سے اُس شخص کے فعل کے لیے کہتے ہین جو عوض نکالے یا عوض لینے کا استحقاق پیدا کرے اور رشق رے کے زبر سے تیر پھینکنے کی گنتی ہے اور زیر سے تیراندازی ہے اور رشق وجہ اور رشق ید کہتے ہین اور اس سے مراد پیاپے تیر مارنا ہین یہانتک کہ دونون کی معین کی تیرون کی گنتی سے فراغت ہوجائے اور تیرون کے نام جالی اور خاصر اور خارق اور خاسق اور مارق اور خارم ہین بس جالی وہ تیر ہے جو زمین پر پھسل کر پھر غرض یعنی نشانے پر پہونچے اور خاصر وہ تیر ہے جو نشانے کی دونون مین سے ایک طرف پر لگے اور خارق وہ تیر ہے جو نشانے کو نوچڈے اور خاسق وہ تیر ہے جو نشانے کو پھیلا دے اور اُسمین گڑجائے اور مارق وہ تیر ہے جو نشانہ توڑکر نکلجائے اور خارم وہ تیر ہے جو نشانے کے کنارے کو توڑے اور کہتے ہین کہ مزدلف وہ تیر ہے جو زمین سے ٹکرا کر نشانے پر لگے اور غرض وہ نشانہ ہے جسپر تیر کا پہونچانا مقصود ہے

اور وہ ایک کپڑے کا ٹکڑا ہوتا ہے اور ہدف وہ چیز ہے جسے مٹی وغیرہ سے نشانہ بنا کر لگا دیتے ہین اور مبادرت تیرون کی گنتی مین برابر ہونے پر دو مین سے ایک کا اصابت یعنی تیر نشانے پر پہونچانے مین بڑھجاتا ہے اور محاطت اصابت مین کی برابری کا گرا دینا ہے۔

دوسری فصل اُن چیزون کے بیان مین ہے جنمین مسابقت کیجاتی ہے اور جواز کا حصر تیر اور نلی اور سم ہی مین ہے اسلیے کہ شرع مین اسیقدر وارد ہوا ہے اور تیر مین عربی تیر اور عجمی تیر اور ہتھیار مثل برچھی وغیرہ کے اور تلوار داخل ہین اور نلی مین اونٹ اور ہاتھی لفظ کے اعتبار سے شامل ہین اور اسیطرح حافر یعنی سم گھوڑے گدھے خچر پر دلالت کرتا ہے اور پرندون مثل کبوتر وغیرہ کے اور پاؤن سے دوڑنے مین اور کشتی مین مسابقت جائز نہین۔

تیسری فصل مسابقت یعنی گھوڑ دوڑ وغیرہ اور رمایت یعنی تیر اندازی کے عقد مین ہے اور اسمین ایجاب اور قبول کی احتیاج پڑتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ ایک امر دوری ہے بس قبول کی احتیاج نہین اور دیدینا کفایت کرتا ہے اور پہلے قول پر اجارے کیطرح لازم ہے اور دوسرے قول پر جائز ہے خواہ شروع کر چکا ہو خواہ نہ کی ہو اور عوض کا عین اور دین ہونا دونون صحیح ہین اور اگر دونون مسابقت کرنیوالون کے سوا کوئی شخص کوئی عوض دیدے تو اجماع سے صحیح ہے یا ایک کو ان دونون مین سے دین اور دونون کو تو مذہب امامیہ پر صحیح ہے گو ان دونون مین کوئی محلل بھی نہ آیا ہو اور اگر امام علیہ السلام اپنے بیت المال یعنی خزانے سے عوض عنایت فرمائین تو بھی جائز ہے اسلیے کہ اسمین مصلحت ہے اور اگر دونون مسابقت کرنے والے عوض تنہا محلل کے لیے قرار دیدین تو بھی جائز ہے اور اسیطرح سے اگر کہا جائے جو ہم تینون مین سے سابق ہو جائیگا بس وہی عوض پائے گا اسلیے کہ مسابقت مین اذن کا اطلاق پر عمل ہے اور مسابقت کو پانچ شرطون کی ضرورت پڑتی ہے ایک مسافت کی ابتدا کا اندازہ ہے دوسری مسافت کی انتہا کا اندازہ کرنا ہے تیسری خطر یعنی عوض کا اندازہ ہے چوتھی تعیین اُس چیز کی جسپر مسابقت ہوگی جیسے گھوڑا وغیرہ ہے پانچوین برابر ہونا اُن چیزونکا جنپر مشقتون کے اُٹھانے مین مسابقت ہوگی پھر اگر ایک کمزور ہو کہ جسکے عجز کا تیقن ہو تو یہ مسابقت صحیح نہین۔

چوتھی فصل عوض کے بیان مین ہے ضرور ہے کہ عوض مسابقت کرنیوالے دونون مین سے ایک کے لیے یا محلل کے لیے قرار دیا جائے اور اگر اِن دونون کے سوا کے لیے قرار دیا جائے تو جائز نہین اور آیا گھوڑے ہونے کے مقام کی برابری شرط ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان شرط ہے اور اظہر یہی ہے کہ شرط نہین اِسلیے کہ یہ دونون کی رضامندی پر موقوف ہے اور رمی یعنی تیراندازی وغیرہ چھ چیزون کے علم کی محتاج ہے ایک رشق یعنی نشانے پر لگنے کے تیرون کی گنتی کا جاننا دوسری تیر کے نشانے پر لگنے کی صفت کا جاننا تیسری مسافت کی مقدار کا جاننا چوتھی غرض یعنی نشانے کا جاننا پانچوین چیز عوض کا جاننا چھٹی مسابقت والے ہتھیارون کی مماثلت کا جاننا ہے اور مبادرۃ اور محاطۃ کے اشتراط مین تردد ہے اور ظاہر یہی ہے کہ مشترط نہین اور اِسی طرح کمان اور تیر کی تعیین بھی مشترط نہین ہے۔

پانچوین فصل گھوڑ دوڑ اور تیراندازی وغیرہ کے حکمون مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب کوئی غیر شخص پانچ مسابقت کرنیوالون سے کہے کہ جو سابق ہو جائیگا اُسے پانچ روپیے دونگا پھر وہ غایت پر برابر پہونچنے مین رہین تو کسی کو کچھ نملیگا اِسلیے کہ سبقت پائی ہی نہین گئی اور اگر ایک اُنہین سے سابق ہو جائیگا تو پانچون روپیے اُسیکو ملین گے اور اگر دو سابق ہو جائینگے تو پانچون روپیون کو وہی دونون بانٹ لین گے اور باقی تین شخصون کو کچھ نملیگا اور یہی حکم ہے جب تین یا چار شخص سابق ہو جائین اور اگر کوئی کہے کہ جو سابق ہوگا اُسے دو روپیے اور جو مصلی ہوگا اُسے ایک روپیہ دونگا پھر ایک سابق ہو یا دو ہون یا چار ہون تو اُنہین وہی دو روپیے ملینگے اور وہ آپسمین بانٹ لین گے اور اگر ایک سابق ہو اور تین مصلی ہو جائین اور ایک پیچھے رہجائے تو سابق کو دو روپیے ملین گے اور تینون مصلیون کو ایک روپیہ ملیگا اور متاخر یعنی پیچھے رہنے والا کچھ نپائے گا۔ دوسرا مسئلہ اگر دو شخص مسابقت کے لیے معاوضے نکالین اور تیسرے محلل کو اپنے مین داخل کرلین اور وہ دونون کہین کہ جو اِن تینون شخصون مین سے سابق ہو جائے گا اُسے دونون معاوضے ملین گے پھر اگر ایک اُن دونون مسابقت کرنیوالون مین سے سابق ہو جائیگا تو مصنف کے مختار پر دونون معاوضے وہی لیگا اور یہی حکم ہے اگر محلل سابق ہو جائے اور اگر دونون مسابقت کرنیوالے سابق ہو جائین تو ہر ایک کے لیے اپنا اپنا معاوضہ ہے اور محلل کے لیے کچھ نہین اور اگر ایک اُن دو مین سے اور محلل سابق ہو

تو سابق کے لیے اپنا معاوضہ ہے اور مسبوق کا آدھا معاوضہ اور دوسرا آدھا معاوضہ محلل کیلیے ہو اور اگر اُن دونون مین سے ایک سابق ہوا اور محلل مصلی ہو تو دونون معاوضے سابق کے لیے ہین اسلیے کہ شرط پر عمل کرنے کا مقتضا یہی ہے اور یہی حکم ہے اگر ایک دونون مین سے سابق ہوجائے اور دوسرا اور محلل پیچھے رہجائین اور یہی حکم ہے جب ایک اُن دونون مین سے سابق ہوجائے اور دوسرا مصلی ہوجائے اور محلل پیچھے رہجائے غرضکہ اِن سب صورتون مین کل مال سابق کے لیے ہو اور باقی کچھ نہ پائین گے اسلیے کہ شرط پر عمل کرنے کا مقتضا یہی ہے تیسرا مسئلہ جبکہ مبادرت یعنی بڑھا تا تیر پہونچانے مین اور رشق یعنی تیرون کی گنتی بیس تیرون کی اور اصابت یعنی نشانے پر پہونچنا پانچ تیرونکا شرط ہو پھر ہر شخص دس دس تیر لگائے اور پانچ پانچ تیر دونون کے نشانے پر لگ جائین تو دونون شخص تیراندازی مین برابر رہے بس اسوقت مین معین گنتی کا پورا کرنا واجب نہین اسلیے کہ یہ مبادرت سے باہر ہے پھر اگر اُن دونون مین سے ہر ایک دس تیر لگائے اور ایک کے پانچ تیر نشانے پر پہونچین اور دوسرے کے چار تیر نشانے پر پہونچین تو پانچ تیر نشانے پر پہونچانیوالا شخص تیراندازی مین غالب آگیا اور جیت گیا اور اگر دوسرا شخص گنتی کے پورا کرنے کی درخواست کرے تو پوری کرنا واجب نہین لیکن اگر وہ دونون شخص محاطت شرط کرلین گے پھر ہر ایک اُنمین سے دس دس تیر مارے اور ہر ایک کے پانچ پانچ تیر نشانے پر پہونچین تو پانچ کو پانچ سے گرادین گے اور رشق یعنے معین گنتی تیرون کی پوری کرینگے اور اگر ایک دونون مین سے نو تیر نشانے پر پہونچالے اور دوسرا پانچ تیر نشانے پر لگائے تو پانچ کو پانچ سے گرادینگے اور گنتی معین پوری کرینگے اور جب دونون محاطہ کرچکین پھر ایک اُن دونون مین سے گنتی کے پورے کرنے کی طرف مبادرت کرے تو دیکھا جائیگا کہ اُسکے لیے گنتی پوری کرنے مین کوئی فائدہ اسطرح کا ہے کہ جس سے دوسرے پر ترجیح پاجائیگا یا اسکے برابر ہوجائیگا یا اُسکے لیے اصابت مین منفرد ہونے کا مانع ہوجائیگا اسطرح کہ محاطہ کے بعد اصابت بھر کے عدد مین کم رہتا ہو تو اس صورت مین صاحب اکثر یعنی جسکے تیر نشانے پر زیادہ پہونچے ہین جبر کرین گے کہ گنتی کو پورا کرلینے دے اور اگر کوئی فائدہ نہو گا تو جبر نکرینگے جیسے دونون مین سے ایک نے پندرہ تیر مارے ہون اور وہ سب نشانے پر پہونچے ہون اور دوسرے نے بھی پندرہ تیر لگائے ہون انھین سے پانچ نشانے پر پڑے ہون پھر دونون پانچ کی پانچ سے محاطہ یعنی اسقاط

کرین پھر جب گنتی پوری کرینگے تو انتہا کی بات یہ ہے کہ پانچ تیرون والا شخص اُنھین باقی پانچون تیرون کو نشانے پر پہونچا دیگا اور پندرہ تیرون والا اُنھین باقی پانچون مین خطا کر جائے گا پھر دس کو دس سے ساقط کرینگے تو بھی بہت تیر پھینکنے پندرہ والا پانچ تیر بڑھیگا بس اکمال مین یعنی گنتی کے پورے کرنیمین کوئی فائدہ نہ نکلیگا چوتھا مسئلہ جبکہ تیراندازی مین کسیکی مسابقت متحقق ہو جائیگی تو غلبہ تیراندازی میں پالیا جائیگا اور تیراندازی تمام ہو جائے گی تو اُسوقتمین سابق شخص عوض کا مالک ہو جائیگا اور اُسکو تصرف اپنی مرضی کے موافق جائز ہو جائے گا اور اُسے فقط آپ ہی لے لینا پہونچتا ہے یا اپنے دوستون کو کھانا کھلوانا پہونچتا ہے اور اگر تیراندازی کے عقد مین عوض سے کھانا اپنے قبیلے کو کھلانے کی شرط کرے تو اُسکی صحت کو مصنف علیہ الرحمہ بعید نہین جانتے ہین پانچوان مسئلہ جب مسابقت کا عقد فاسد ہو جائے تو کچھ کام کرنے پر اُجرت مثل واجب نہین یعنی جیسے شراب یا نامعلوم وغیرہ کو عوض قرار دینے سے عقد فاسد ہو جائے تو جتنا تیراندازی وغیرہ کا کام ہو چکا ہے تو اُس کام کی اُجرت مثل دینا واجب نہین اور مسمی بے کسی بدل کے ساقط ہو گا اور اگر عوض کسی اَور کا مال اور حق نکل آئے گا تو دینے والے کو اُس عوض کا مثل یا اُسکی قیمت دینا واجب ہو گی چھٹا مسئلہ جب دو مین کا ایک دوسرے پر فضیلت پا جائے اور مفضول کہے کہ اِس فضیلت کو اِسقدر مجھسے لیکر نکال ڈال تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ جائز نہین اِسلیے کہ تیراندازی کی مسابقت سے مقصود تیرانداز کی حذاقت اور اُسکی کوشش کا ظہور ہے پھر جب وہ اُس فضیلت کو کچھ لیکر نکال ڈالے گا تو تیراندازی کے مقصد کا چھوڑ دینا لازم آئیگا بس معاوضہ باطل ہو گا اور جو لیگا پھیر دینا پڑیگا۔

کتاب وصایا

یہ کتاب وصیتون کے بیان مین ہے اور اِسمین نظر کئی فصلون کی مستدعی ہے۔

پہلی فصل عقد وصیت مین ہے اور یہ اصل چیز یا منفعت کا اپنے مرنیکے بعد کسی کو مالک کر دینا ہے اور اِسمین ایجاب اور قبول کی احتیاج ہوتی ہے بس ایجاب کا لفظ ہے جو اِس قصد پر دلالت کرتا ہو جیسے اعطوا فلانا بعد وفاتی یا لفلان کذا بعد وفاتی یعنی میرے مرنے کے بعد فلان شخص کو اتنا دیدینا یا میرے مرنے کے بعد فلان شخص کے لیے اِتنا ہے یا وصیت کی ہے مین نے فلان شخص

کے لیے اور موصی یعنی وصیت کرنیوالے کے مرنے کے بعد اور موصی یعنی جسکے لیے وصیت کی ہے اُسکے قبول کرلینے کے بعد مالک اُسکی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور فقط موصیکے مرجانے سے بے قبول کے ملک ظاہر منتقل نہین ہوتی ہے اور اگر موصی کے مرنے سے پہلے موصی لہ قبول کرلے تو جائز ہے اور مرنے کے بعد زیادہ موکد ہے گو قبول مرنے کے کچھ دیر کے بعد ہو جبتک رد نکرے تو صحیح ہے پھر اگر موصیکی حیات مین رد کرے تو اُسکے مرنے کے بعد قبول کرلینا جائز ہے اسلیے کہ اُس رد کے لیے کوئی حکم اور اعتبار نہین اور اگر موصی کے مرنے کے بعد اور قبول سے پہلے رد کرے تو وصیت باطل ہو جائیگی اور یہی حکم ہے اگر قبضہ کرنے کے بعد اور قبول سے پہلے رد کرے یعنی اسمین بھی وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر موصی کے مرنے کے بعد اور قبول کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے رد کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ وصیت باطل ہو جائیگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ باطل نہوگی اور یہی اشبہ ہے اور اگر قبول کرلے اور قبضہ کرلے پھر رد کرے تو پھر اجماع سے وصیت باطل نہوگی اسلیے کہ اُسکی ملک اُسپر متحقق اور مستقر ہو چکی ہے اور اگر کچھ کو رد کرے یعنی قبول نکرے اور کچھ کو قبول کرے تو جسے قبول کیا ہے اُسین وصیت صحیح ہوگی اور اگر موصی لہ قبول سے پہلے مرجائے تو اُسکے وارث قبول مین اُسکے قائم مقام ہو جائین گے **فرع** اگر کوئی شخص اپنی حاملہ لونڈی کو اُسکے شوہر کو جس سے وہ حاملہ ہے پیٹ کے بچے کے ساتھ کہ وہ بھی مملوک ہے دینے کی وصیت کرے اور وہ قبول کرنے سے پہلے مرجائے تو اُسکے وارث کو اُسکا قبول کرنا پہونچتا ہے پھر جب قبول کرچکے گا تو وہ وارث اُس لڑکے کا بھی مالک ہو جائیگا اور اگر وہ وارث اُنھین سے ہو گا کہ جسکے لیے ملکیت درست ہے یعنی وارث بیٹی اور بچا بیٹا ہو کیونکہ بیٹی محرمونین سے ایک کی وارث ہوتی ہے اور موصی لہ پر کہ اسکا باپ ہے آزار نہوگا اسلیے کہ وہ قبول سے پہلے مرگیا ہے اور نہ اپنے باپ کی میراث پائیگا اسلیے کہ وہ مملوک ہے مگر جبکہ وہ لڑکا اُن شخصون مین سے ہو جو وارث کی ملک مین آنیسے آزاد ہو جاتا ہے اور وارث کئی ہون تو میراث مین اُن سبکا شریک ہو جائیگا اور ترکہ بٹنے کے پہلے آزادی کے سبب سے اپنے باپ کی میراث مین سب وارثونکا شریک ہو جائیگا اور اگر وارث اُسکے باپ کا ایک ہی ہے تو یہ لڑکا کچھ نپائیگا اسلیے کہ اُسکی آزادی سے پہلے وہ ترکہ اُس وارث سے مختص ہو چکا ہے اور گناہ مین وصیت درست نہین پھر اگر کوئی یہود و نصاریٰ کے معبدون کے لیے اور اُن کتابون کے لکھوانے کے لیے جو اِسوقت مین توریت

اور انجیل کہلاتی ہین یا ظالم شخص کی مدد کے لیے کچھ مال کی وصیت کرے تو یہ وصیت باطل ہے اور وصیت موصی کیطرف سے اُسکی زندگی بھر تک جائز ہے خواہ مال کی وصیت ہو خواہ ولایت کی وصیت ہو اور رجوع کی تصریح کرنے سے یا وصیت کے منافی کام کرنے سے رجوع متحقق ہو جائے گی پھر اگر جس چیز کی وصیت کی ہے اُسے بیچ ڈالے یا اُسکے بیچنے کی وصیت کر دے یا اُسے دیڈالے اور قبضہ بھی دیدے یا اُسے گرو رکھے تو رجوع ہو جائیگی اور اِسیطرح پھر اُس چیز مین کہ جسکی وصیت کی ہے کوئی ایسا تصرف کرے کہ وہ پہلے نام کے صادق آنے سے نکل جائے تو بھی رجوع ہو جائیگی جیسے کسی کے لیے گیہوون کی وصیت کرے پھر اُنکا آٹا پسوا ڈالے یا آٹے کی وصیت کرے اور اُسکا خمیر کر ڈالے یا روٹی پکا ڈالے تو رجوع ہو جائیگی اِسیطرح پھر اگر تیل کی وصیت کرے پھر اُسے اُس سے عمدہ تیل مین ملا دے یا کسی اناج کی وصیت کرے اور اُسے اَور مین اسطرح ملا دے کہ تمیز نہو سکے تو بھی رجوع ہو جائے گی لیکن اگر روئی کی وصیت کرے پھر اُسے کوٹ کر ریزے ریزے کر ڈالے تو یہ رجوع نہ ٹھہریگی۔

دوسری فصل موصی مین ہے موصی مین عقل کا کامل ہونا اور آزادی معتبر ہے بس سڑی کی وصیت صحیح نہین اور جبتک دس برس کا نہو لے اُسوقت تک لڑکے کی بھی وصیت صحیح نہین ہے جب دس برس سمجھدار ہونے کے ساتھ نکل جائیگا تو اُسکی وصیت نیک کامون مین رشتہ دارون کے لیے اور غیرون کے لیے درست ہو جائیگی اور یہی اشہر ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ آٹھ برس بھرنے کے بعد وصیت صحیح ہو گی اور یہ روایت شاذ ہے اور اگر موصی اپنے کوئی ایسا زخم لگا لے جس سے جیتا نہ بچ سکے پھر کچھ مال کی وصیت کرے تو اُسکی وصیت اُسوقت مین مقبول نہ ہو گی اور اگر وصیت کرے پھر بعد اُسکے اپنے کو ہلاک کر ڈالے تو اُسکی وصیت قبول کر لیجائے گی اور نابالغ بچون پر ولایت کی وصیت خاص باپ دادے ہی کی طرف سے صحیح ہو گی اور ماں کے لیے نابالغ بچون پر کوئی ولایت نہین ہے اور بچون پر ولایت کی وصیت ماں کی طرف سے صحیح نہین ہے اور اگر اُن لڑکون کے لیے ماں کچھ مال کی وصیت کرے اور ایک وصی قائم کرے تو اُسکی بھی تصرف اُسکے تہائی ترکہ مین اور اُسپر کے حقونکے مانند خمس و زکوٰۃ و حج کے نکالنے مین صحیح ہوگا اور اولاد پر جاری نہوگا

تیسری فصل موصی بہ یعنی وصیت والے مال وغیرہ کے بیان مین ہے اور اِسمین کئی طرفین ہین

پہلی طرف وصیت کے متعلق مین ہے اور وہ یا تو اصل چیز ہوگی یا منفعت ہوگی اور ان دونوں
مین ملک ہونا معتبر ہے بس شراب کی وصیت صحیح نہوگی اور نہ سؤر کی صحیح ہوگی اور نہ گلی کے
پھرتے کتّے کی صحیح ہوگی اور جس چیز مین کوئی نفع نہو تو اُسکی بھی وصیت صحیح نہوگی اور اصل
چیز اور منفعت دونون مین اندازہ تہائی ترکے کا یا کم کا کیا جائیگا اور اگر تہائی ترکے کی وصیت
کی ہے تو خاص زائد مین وصیت باطل ہوگی مگر جب وارث اجازت دینگے تو ترکیکی تہائی سے
زائد مین بھی وصیت صحیح ہوجائیگی اور اگر وارث کئی ہون اور بعضے اجازت دین تو اُنکے حصے
بھر مین ترکیکی تہائی سے زائد مین بھی وصیت صحیح ہوجائیگی اور وارث کی اجازت کا اعتبار بعد
وفات کے ہوتا ہے اور آیا وارث کی اجازت وفات کے پہلے بھی صحیح ہے اور اسمین دو قول
ہین اشہر اُنمین یہی ہے کہ صحیح ہے وارث پر لازم ہوگی اور جب اجازت وفات کے بعد واقع ہوگی تو
وہ موصی کے فعل کا جائز کرنا ہے اور ابتدائی ہبہ نہوگی پھر اسکی صحت قبضے کی محتاج نہوگی اور
جو موصی نے مقرر کردیا ہے اُسپر عمل کرنا بھی واجب ہے جبکہ وہ شرع شریف کے منافی نہو اور وفات
کے وقت کی تہائی معتبر ہے نہ وصیت کے وقت کی بس اگر وصیت کرے اور وصیت کیوقت
توانگر ہو پھر وفات کے وقت تک محتاج ہوجائے تو اُسکی وہ وہ توانگری معتبر نہین اور اسی طرح
وصیت کے وقت فقیر تھا پھر وفات کے وقت تک توانگر ہوگیا تو اُسکی توانگری معتبر ہوگی
اگر وصیت کرے اور بعد اسکے کوئی اُسے مار ڈالے یا زخمی کردے تو اُسکی وصیت ترکے کی
تہائی مین اور دیت یعنی خون بہے کی تہائی اور جنایت کے عوض کی تہائی مین نافذ اور
جاری ہوگی اور اگر کسی شخص کو اپنے ترکے سے مضاربت کرنے کی اسطرح پر وصیت کرے کہ
آدھا نفع اُس مضارب کے لیے اور آدھا اپنے وارثون کے لیے شرط کرے تو صحیح ہے اور
اور بعضون نے تہائی کی شرط کی ہے اور اسمین صحیح کہتے ہین اور زائد مین صحیح نہین ہے اور پہلا قول مروی ہے
اور اگر واجب اور غیر واجب امرون کی وصیت کرے اور تہائی مین سب کی سمائی ہو سکے
تو سبکو کرینگے اور اگر تہائی کم پڑیگی اور وارث اجازت نہ دیتے ہونگے تو واجب کی شروع
اصل ترکے سے کرینگے اور باقی کو تہائی سے نکالین گے پھر اول کو درجہ بدرجہ اول کرینگے اور اگر
سب وصیت کے کام غیر واجب ہونگے تو ترکے کی تہائی سے کام کے لیے نکالین گے ۔

پھر اگر بچیگا تو جو اول ہی اُسکے لیے نکالینگے یہانتک کہ تہائی پورا پورا صرف ہوجائے پھر جو کچھ کام باقی رہجاینگے وہ چھوڑ دیے جائینگے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی نے فرمایا ہے کہ واجب امر ونسے وہ مراد ہین جو مالسے مانند حج و زکوٰۃ و کفارہ کے متعلق ہین انھین اصل ترکیسے نکالنا چاہیے اور بدنی واجبات مانند قسم و روزہ و نماز کے تہائی سے نکلینگے اور اگر کوئی شخص ایک کیلیے مال کی تہائی کی اور دوسرے کیلیے چوتھائی کی اور تیسرے کیلیے چھٹے حصے کی وصیت کرے اور وارث اجازت نہ دیتے ہون تو پہلے شخص کو تہائی دینگے اور دوسرے تیسرے کے حق مین وصیت باطل ٹھہریگی اور ایک شخص کیلیے تہائی کی وصیت کرے پھر دوسرے کیلیے بھی تہائی کی وصیت کرے تو اِس وصیت مین دوسری وصیت پہلی وصیت کی ناسخ ہے اور پہلے شخص کو تہائی دینے کی ناسخ ہے اور دوسرے کو دینے کی موجب ہے اور جب اول مشتبہ ہوجائے اور جان نہ پڑے کہ وہ کون ہے تو اُسکے نام کو قرعے سے نکالین گے اور اگر اپنے سارے بندونکے آزاد کرنے کی وصیت کرے تو بندے کے لفظ مین جو اُسکا مملوک ہے داخل ہوگا خواہ پورا پورا مملوک ہو یا بعض مملوک ہو اور بعض کسی دوسرے کا ہو تو اُسمین سے فقط موصی کا حصہ پھر آزاد ہوجائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ آزادی شریک کے حصے مین بھی سرایت کریگی پورا پورا آزاد ہوجائیگا اور چاہیے کہ موصی کے مال سے اگر تہائی مین نکل سکے تو شریک کے حصے بھر کی قیمت دیدین اور اِسمین ایک روایت بھی وارد ہوئی ہے کہ اُسمین ایک طرح کا ضعف ہے اور اگر چیز کی دو شخصون کے لیے وصیت کرے اور وہ چیز ترکے کی تہائی سے بڑھکر ہو اور وارث اجازت نہ دیتے ہون تو تہائی کی مقدار اُن دونون مین مشترک ہے اور اگر دونون شخصون مین سے ہر ایک کے لیے اُس چیز مین سے کچھ کچھ مقدار معین کردے تو پہلے شخص کے دینے سے ابتدا کرنی چاہیے اور جو کچھ اِسکے بعد کمی پڑیگی وہ کمی دوسرے شخص کے ذمے پڑیگی اور اگر کوئی شخص کسی کے لیے اپنے آدھے مال کی وصیت کرے اور وارث بھی اجازت دیدین اور اِسکے بعد کہین کہ ہم اپنے گمان مین اِسقدر نہ سمجھے تھے اور جانتے تھے کہ کم ہوگا تو اُنکے گمان کے موافق مین حکم کرینگے اور اُنسے قسم اِس بات کی لے لین گے کہ جتنا اب تم بتلاتے ہو اُس سے زیادہ کا تو گمان اجازت کے وقت نہ تھا جیسے آدھے مال مین وصیت کی اجرا کی اجازت کے بعد دعا کرین کہ ہمارے گمان مین آدھا مال ہزار روپئے کا تھا اور یہی گمان کرکے ہمنے اجازت دی تھی اب معلوم ہوا کہ وہ ہزار اشرفی کی مقدار ہے تو ہزار روپئے بھر مین وصیت جاری ہوگی اور جو بڑھیگا اُسمین اُنسے قسم لین گے کہ یہ مقدار تعین اجازت کے وقت مقصود تو تھی

اور اس مین تردد ہے اور اگر کسی غلام یا گھر کی وصیت کرے اور وارث اُس وصیت کی اجازت دیدین اور اُسکے بعد ادعا کرین کہ ہمین یہ گمان تھا کہ یہ غلام یا گھر ترکے کی تہائی بھر ہے یا اُس سے کچھ ہی بڑھکر ہے تو اُنکے اِس ادعا پر التفات نکرینگے اِسلیے کہ یہان اجازت معلوم چیز پر مشتمل ہے اگر اپنے مال کی تہائی کی مشترک طور پر کسی کے لیے وصیت کرے تو موصی لہ کو ہر جنس مین سے تہائی کا لینا پہونچتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کے لیے ایک معین مال کی وصیت کرے اور اُس مالکی مقدار ترکے کی تہائی بھر کی ہو تو موصی کے مرتے ہی موصی لہ اُس چیز کا مالک ہو جائے گا اور وارثون کو اُسمین کوئی اعتراض نہ پہونچے گا اور اگر موصی کا کچھ مال غائب ہو تو موصی لہ اُس مال سے اُتنا لیگا کہ جتنا اِس موجود مال کی تہائی بھر کا ہوگا اور باقی کو اُس مال کے وارثون تک پہونچنے کے وقت تک موقوف رکھین گے اِسلیے کہ غائب مال معرض تلف مین ہوا کرتا ہے فرع اگر کوئی غلام کی تہائی کی وصیت کرے پھر دو تہائی کی ملکیت موصی کے سوا اور کسی کی نکلے تو موصی کی ملک کی پورا پور تہائی مین وصیت جاری ہوگی نہ تہائی کی تہائی مین کیونکہ مقدور بھر وصیت پر عمل کرنا چاہیے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ موصی کا کچھ اور متروکہ بھی ہو کہ جو اس تہائی کا دونا ہو یا دونے سے بڑھکر ہو اور نہین تو وصیت ترکے کی تہائی سے زیادہ مین نافذ نہین ہے اور اگر ایسی چیز کی وصیت کرے کہ اُسکا نام حلال اور حرام دونون چیزون مین مشترک ہو تو مسلمان کے قصد کو حرام سے بچانے کے لیے اِن دونون مین سے اُس چیز مین وصیت جاری ہوگی جو حلال ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ میرے عودون مین سے ایک عود فلان شخص کو دیدینا اور عود کا لفظ کھیل کے عود مین اور لڑائی کے عود مین مشترک ہے تو لڑائی والا عود دینا چاہیے اور اگر اُسکے پاس کھیل والے عود کے سوا اور کوئی عود ہی نہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وصیت باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح ہے لیکن کھیل کی صلاحیت کو اُسمین سے دور کر ڈالین گے لیکن اگر اُس وصیت کی چیز مین حرام صفت کے سوا کوئی اور صفت نہو اور حلال صفت کیطرف لانے کی بھی قابلیت نہو تو وہ وصیت باطل ہے اور ملوک کُتون کے دینے کی وصیت صحیح ہے جیسے شکاری کُتا ہے اور جیسے گلہ اور گھر اور کھیت کے نگہبان کُتے ہین دوسری طرف مبہم وصیت مین جو شخص اپنے مال مین سے کسیکو کوئی جزو دینے کی وصیت کرے تو اُسمین دو روایتین وارد ہوئی ہین

اور اُن دونون مین سے اشہر یہ روایت ہے کہ مال کا دسوان حصہ دیدینگے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ مال کی تہائی کا ساتوان حصہ دینا چاہیے اور اگر اپنے مال مین سے ایک سہم دینے کی وصیت کرے تو یہ آٹھوین حصے کی وصیت ہے اور اگر اپنے مال مین سے کوئی شے یعنی کچھ دینے کی وصیت کرے تو چھٹا حصہ دینا چاہیے اور اِن تفسیرون کے مستند مین روایتین ہین نہ عرف ہے نہ لغت ہے اور اگر کئی باتون کی وصیت کرے اور وصی ایک بات کو بھول جائے تو اُسے نیک وجہ مین صرف کرنا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ میراث پر پھر آئیگا اور اگر کسی معین تلوار کے دینے کی وصیت کرے تو اُسکا مخصوص میان اور زیور بھی اُسی وصیت مین داخل ہے اور یہی حکم ہے اگر کسی صندوق کی وصیت کرے کہ اُسمین کپڑے ہون یا کشتی کی وصیت کرے اور اُسمین زیور ہو یا تھیلا کہ اُسمین کپڑا ہو بس یہ سب ظرف اور مظروف وصیت مین داخل ہین اور اِسمین دوسرا قول بھی ہو کہ وہ بعید ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر موصی عادل ہے تو یہ چیزین ظرف مین داخل رہین گی اور نہین تو وصیت فقط ظرف سے مخصوص ہے اور اِس استبعاد کی وجہ ظاہر ہے اِسلیے کہ عدالت ہونے کو اور نہونے کو وصیت مین کوئی اثر نہین اور اگر اپنی بعضی اولاد کو ترکے سے نکال ڈالنے کی وصیت کرے تو صحیح نہین اور آیا یہ کلام لغو ہے اور اِسمین تردد ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ محض لغو ہے اِسلیے کہ تقسیم الٰہی کے خلاف ہے کہ جسے حق تعالیٰ نے وارثون مین مقرر کر دیا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وصیت اُس وصیت کا حکم رکھتی ہے کہ ذمی اپنے سارے مال کی غیر وارث کے لیے وصیت کرے اِسلیے کہ یہ وصیت تہائی مین جاری ہوتی ہے اور وہی تہائی اُس غیر وارث کو دیدینگے اور باقی وارثون کو دیدینگے اور اِسیطرح بعضی اولاد کو میراث سے نکال ڈالنے کی بھی صورت مین وصیت تہائی مین جاری ہوگی اور باقی مین سارے وارث اور نکالے ہوئے وارث اپنے اپنے حصے کے شریک ہونگے اور وہ نکالا ہوا وارث اپنا حصہ دو تہائی مین پائے گا اور موجہ پہلا قول ہے اور ایک روایت دوسری وجہ سے وارد ہوئی ہے کہ جسے مصنف علیہ الرحمہ نے مہجور کہا ہے یعنی اُسپر عمل متروک ہے اور وہ روایت علی بن سری کے وصی کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے موصی نے وصیت کی تھی کہ اُسکی اولاد مین سے ایک بیٹے کو میراث لینے سے مین محروم کرون کہ اُسنے

اپنے باپ کے ام ولد سے زنا کی تھی اور اسے مین نے جناب موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت مین
عرض کیا حضرت نے فرمایا اگر تو سچ کہتا ہے تو اُسے میراث سے نکال ڈال پھر بعد اسکے وہی جعفر بن
علی بن سری جسنے اپنے باپ کی اُم ولد سے زنا کی تھی میرے ساتھ ابو یوسف قاضی کی صحبت مین آیا
اور اُس سے کہا کہ مین علی بن سری کا بیٹا ہون اور یہ میرے باپ کا وصی ہے قاضی نے مجھ سے پوچھا
کہ تم کیا کہتے ہو مین نے کہا کہ سچ ہے یہ اُسی کا بیٹا ہے اور مین اُسکا وصی ہون قاضی نے کہا بس
اُسکا مال اُسی کو دیدے مین نے کہا مین کچھ کہا چاہتا ہون اُسنے قریب بلایا مین نے حال بیان
کیا اور کہا کہ مین نے جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا تھا حضرت نے ایسا
فرمایا ہے اُسنے عورتسے دریافت کر کے کہا کہ یہی حضرت نے فرمایا ہے مین نے کہا کہ ہان تو کہا کہ ایسا ہی تو
مجھسے حضرت نے فرمایا ہے اور شیخ علیہ الرحمہ نے اِس حدیث کو اسی خاص واقعے پر حمل کیا ہے اور
صدوق علیہ الرحمہ نے اِس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اگر اِس خیانت کے سوا کوئی اور
ایسا کام وارث سے صادر ہو کہ جس سے مورث اُسے وارثون مین سے نکال ڈالنے کی وصیت کرے
تو اُسمین یہ حکم جاری نہوگا۔ اور جب کوئی شخص کسی ایسی مجمل لفظ سے وصیت کرے کہ جسکی تفسیر
شارع علیہ السلام نے نہ فرمائی ہو تو اسکی تفسیر مین وارث کی طرف رجوع کرنا چاہیے جیسے کہ موصی
کہے کہ کوئی حظ میرے مال مین سے اِسے دیدین یا کوئی قسط یا قلیل یا یسیر یا جلیل یا جزیل میرے مال
مین سے دین کہ ان لفظون کے لیے شرع مین کچھ بیان ہی نہین ہوا بس جو کچھ وارث دیدے
وہی مراد ہے اور اگر کہے کہ فلان شخص کو میرے مال مین سے کثیر یعنی بہت سا دین تو بعضے فقہا
کہتے ہین اسّی درہم دینگے جسطرح کہ نذر مین مقرر ہے کہ اسی درہم کثیر کی تفسیر نذر مین مروی ہوئی ہے
اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ تفسیر نذر سے مخصوص ہے اِسلیے کہ اُسی باب مین منقول ہوئی ہے اور
وصیت تہائی سے کم کی بہتر ہے یہانتک کہ چوتھائی کی وصیت تہائی سے بہتر ہے اور پانچوین حصے کی
وصیت چوتھائی سے بہتر ہے تفریع جب موصی اپنے لیے کوئی چیز مقرر کرے اور یہ ادعا کرے
کہ موصی نے ان لفظون سے اسی چیز کا قصد کیا ہے اور وارث انکار کرے تو مقبول قول وارث کا
قول ہے اور اگر موصی اِس امر کی وقفیت کا وارث پر دعوی رکھتا ہوگا تو نہ وقفیت ہونے کی قسم
لین گے اور نہین تو اُسپر قسم بھی نہین ہے تیسری طرف وصیت کے حکمون مین ہے۔ جب

کوئی شخص ایک وصیت کرے اور اسکے بعد دوسری وصیت پہلی وصیت کی ضد مین کرے تو اخیر
کی وصیت پر عمل کرین گے اور اگر کوئی شخص کسی پیٹ کے بچے کے لیے وصیت کرے پھر دو لڑکا
وصیت کے وقت سے چھ مہینے سے کم مین پیدا ہو جائے تو وصیت صحیح ہے اسلیے کہ معلوم ہو جائے گا
کہ ماں کے پیٹ مین وصیت کے وقت موجود ہو چکا تھا اسلیے کہ چھ مہینے سے کم کا بچہ زندہ نہین
پیدا ہوتا ہے اور حمل کی کم سے کم مدت شرع مین چھ مہینے کی ہے اور اگر دس مہینے کے بعد پیدا ہو تو
وصیت صحیح نہین اسلیے کہ حمل کی اکثر مدت پورے نو مہینے ہین بس معلوم ہو جائیگا کہ وصیت
کے وقت ماں کے پیٹ مین نتھا اور اگر وصیت کے وقت سے چھ مہینے اور دس مہینے کی مدت
کے اندر پیدا ہوا ہو اور حاملہ عورت کا کوئی شوہر اور آقا نہو تو وصیت کی صحت کا حکم کرین گے
اور وہ مال موصی لہ کو دینگے اور اگر وہ عورت کوئی آقا یا شوہر رکھتی ہوگی تو وصیت کی صحت کا
حکم نکرینگے اسلیے کہ شاید وصیت کے وقت ماں کے پیٹ مین نہو اور حمل کے وہم مین وصیت
کر دی ہو اور اسکے بعد یہ نیا حمل ہو جس سے یہ لڑکا پیدا ہوا اور اگر کوئی کہے کہ اس عورت کے
پیٹ مین اگر بیٹا ہو تو دو روپئے اور اگر بیٹی ہو تو ایک روپیہ دین پھر اگر وہ عورت ایک بیٹا
اور ایک بیٹی جنے تو ان دونون کو تین روپیہ دینا چاہیے اور اگر یہ کہے کہ جو کچھ اس عورت کے
پیٹ مین ہے اگر وہ بیٹا ہے تو اسے اتنا دین اور اگر بیٹی ہو تو اتنا دین پھر وہ بیٹا بیٹی دونون جنے
تو دونو نکو کچھ نملیگا اور لونڈی کے بچے کی کہ وہ وصیت کیوقت پیٹ مین موجود ہو یا نہ اسکے اس سے حاملہ
ہوگی اس شرط سے کہ مملوک ہو وصیت کرنا صحیح ہے اور درختون کے پھلون کی کہ آیندہ موجود ہونگے وصیت
کرنا درست ہے جسطرح کہ گھر کی وصیت کرنا آیندہ مدت پر درست ہے اور اگر غلام کی خدمت کی یا باغ
کے میوے کی یا گھر کے رہنے کی یا اسکے سوا اور منافع کی ہمیشہ کو یا کسی معین مدت کی وصیت کرے
تو اس منفعت کی قیمت آنکین گے اگر متروکہ کی تہائی بھر کی ہوگی تو بحال رکھین گے نہین تو
جسقدر ترکے کی تہائی بھر ہوگا وہ حق موصی لہ کا ہو جائیگا اور تہائی سے زیادہ وارث کی اجازت
پر موقوف رہیگا اور جب غلام کی خدمت کسی کے لیے معین مدت تک کی کوئی وصیت کرے تو
روٹی کپڑا اس غلام کا وارث کے ذمے ہے اسلیے کہ مالک کے واجب النفقہ مین سے ہے اور
موصی لہ کو اسکی منفعت یعنی خدمت مین تصرف پہونچتا ہے اور وارث کا حق تصرف اسکے رقبہ

سے بیچنے سے اور آزاد وغیرہ کرنے سے اور اگر اِسطرح کے تصرفات وارث کرینگے تو بھی موصی لہ
کا حق باطل نہوگا بلکہ معین مدت کے گزرنے تک خدمت کا تعلق موصی لہ سے رہے گا اور اگر
ایک کمان کی وصیت کرے تو عربی اور عجمی کمان کیطرف منصرف ہوگی کہ جس سے تیر چلاتے
ہین اور دُھنکی اور غلیل کیطرف منصرف نہوگی اِسلیے کہ قوس یعنی کمان کا لفظ تینون کمانون کو
شامل ہے اور اول تیر والی کمان ہے مگر جبکہ کوئی قرینہ ہو کہ اُنھین مین سے کسی پر دلالت کرتا ہے
اور جو لفظ کہ کئی معنون پر بے تفاوت بولا جاتا ہو تو اُس لفظ کے معنون مین سے ایک معنی کی
تعیین کا اختیار وارثون کو ہے اور اگر کہے کہ اُسے میری کمان دیدین اور اُسکی ایک ہی کمان
ہو تو وصیت اُسی کمان کی طرف راجع ہوگی خواہ جس جنس کی ہو اور اگر اپنے غلامون مین سے
ایک غلام کے دینے کی وصیت کرے تو غلام کی تعیین مین وارثون کو اختیار ہے جسے چاہین
دیدین خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا ہو خواہ صحیح سالم ہو خواہ کچھ نقص رکھتا ہو اور اگر اُسکے مرنے کے بعد
سارے غلام مرجائین فقط ایک ہی غلام رہجائے تو اُسی غلام کو دیدینگے اور اگر سب کے سب
غلام مرجائین گے تو وصیت باطل ہوجائے گی اور اگر سب کے سب مارے جائینگے تو وصیت
باطل نہوگی اور وارثون کو جسے چاہین اُنمین سے ایک کا معین کرنا جائز ہے اور اُسکی قیمت
موصی لہ کو دیدینگے اگر اُن تک قیمت پہونچگئی ہو نہین تو مارنیوالے سے لے لین گے کہ اُسکے
ذمے پر ہے اور وصیت مسلمان عادل دو گواہون سے ثابت ہوجاتی ہے اور ضرورت کیصورت
مین اور مسلمان عادل نہ ملنے پر ذمیون کی گواہی اِس شرط سے کہ اپنے مذہب مین عادل ہون
قبول کرلیجاتی ہے اور غیر ذمی کافرون کی گواہی قبول نہین کیجائیگی اور مال کی وصیت مین
ایک عادل کی بھی گواہی موصی لہ کے قسم کے ساتھ یا ایک عادل مرد کی اور دو عادلہ عورتون
کی گواہی قبول کیجاتی ہے اور ایک عورت کی گواہی چوتھائی حصے مین ہے جسمین کہ گواہی
دیتی ہے اور دو کی آدھے مین اور تین کی تین چوتھائی مین اور چار کی سب مین ہے اور
ولایت کی وصیت صرف دو شاہدون ہی سے ثابت ہوتی ہے اُسمین عورتون کی شہادت
مقبول نہین ہوتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایک مرد کی گواہی سے وصی کی قسم کے ساتھ
ولایت کی وصیت ثابت ہوجاتی ہے اور اِسمین تردد ہے اور اظہر یہی ہے کہ ثابت نہین ہوتی ہے

اور اگر کوئی شخص اپنے دو غلاموں کو کہ اُسکے مملوک ہیں شاہد کرے اِس بات کا کہ حاملہ لونڈی نے پیٹ اُسی سے رکھوایا ہے اور بعد اِسکے وہ شخص مر جائے پھر اُن دونوں غلاموں کو دوسرا وارث آزاد کر دے اور وہی دونوں گواہی دیں کہ ہمنے اپنے آقا سے ایسا سُنا ہے تو اُنکی گواہی قبول کیجائیگی اور حکم کر دیا جائے گا کہ اس لونڈی کا حمل اُسکے آقا کا ہے اور بعد اسکے اگر وہ لڑکا پیدا ہو تو اُسے جائز نہیں ہے کہ اُنھیں دونوں غلاموں کو اپنا غلام وراثت کے دعوے سے بنائے اِسلیے کہ اُسکی نسبت اُنھیں کی گواہی سے کہ اُنکی آزادی پر موقوف تھی ثابت ہوئی ہے پھر وہ لڑکا اُنکی آزادی کو باطل نہیں کر سکتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور یہی اشبہ ہے اور وصی کی گواہی اُس چیز میں کہ جسمیں وہ وصی ہے یا اُس چیز میں کہ جو نفع کی اپنی طرف کھینچنے پر متضمن ہے یا کسی ولایت کے جذب پر مشتمل ہے مقبول نہیں ہے اور اگر کسی معین مال کے نکالنے میں وصی ہو پھر بندے کے لیے اسطرح کی گواہی دے کہ جس سے مال تہائی سے نکلجائے تو قبول ہوگی —

چار مسئلے پہلا مسئلہ جب کوئی شخص اپنے غلاموں کے آزاد کرنے کی وصیت کرے اور اُن غلاموں کے سوا اُسکے ترکے میں کچھ مال نہو تو تہائی قرعے سے آزاد کیے جائیں گے اور اگر اُن غلاموں کے آزاد کرنے میں ترتیب سے وصیت کی ہو تو پہلا دوسرا تیسرا ترتیب سے آزاد کیا جائیگا یہان تک کہ تہائی مال کی ہو جائے بعد اِسکے اَوروں کے بارے میں وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر کوئی شخص اپنے غلاموں میں سے کسی مخصوص عدد کے آزاد کرنے کی وصیت کرے تو اُس خاص گنتی کے غلاموں کا استخراج قرعے سے کرینگے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ وارثوں کو اُس مقدار کے غلاموں کی تعیین میں اختیار ہے اور قرعہ ڈالنا مستحب ہے اور یہی قول خوب ہے دوسرا مسئلہ اگر کوئی اپنے مملوک کو مرتے وقت بے اپنے مرنے کی قید کے آزاد کر دے اور اُس غلام کے سوا اُسکا کچھ اور مال نہو تو بعضے فقہا کہتے ہیں کہ وہ بندہ پورا آزاد ہو جائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اُس غلام کی تہائی آزاد ہو جائیگی اور اپنی باقی قیمت اپنے کام کرنے سے بہم پہونچا کر وارثونکو دیگا کہ پورا پورا آزاد ہو جائے اور یہ قول ستھرا ہے اور اگر غلام کی تہائی کو آزاد کرے تو اپنی باقی قیمت میں وہ غلام کوشش کریگا جسطرح کہ بیان ہو چکا ہے اور اگر اُس غلام کے سوا کچھ اور مال بھی رکھتا ہو اور بندے کی تہائی کو آزاد کرے تو باقی بھی اُسی موصی کے ترکے کی تہائی سے آزاد کیا جائے گا تیسرا مسئلہ اگر کوئی شخص کسی مومن بندے کی اپنی طرف سے آزاد کرنے کی وصیت کرے

تو ترکے کی تہائی سے مول لینا اور آزاد کرنا اُسکا واجب ہوجائیگا اور اگر مومن بندہ نملے تو ایسے
بندے کو آزاد کرینگے جو لفب بے معروف نہو گا یعنی معلوم نہو گا کہ یہ ناصبی ہے اور اگر مومن ہونے کا گمان
کرکے آزاد کردے پھر ظاہر ہوجائے کہ مومن نتھا تو موصی کیطرف سے وہی کافی ہے چوتھا مسئلہ
جبکہ معین قیمت پر بندے کو مول لیکر آزاد کرنے کی وصیت کرے اور اُس قیمت کو بندہ ہاتھ نہ آئے
تو مول لینا واجب نہین اور منتظر رہین گے اُسوقت تک کہ اُتنی ہی معین قیمت پر ملجائے اور کم اُن
معین قیمت سے کم ملجائے تو اُسیکو مول لین گے اور آزاد کردینگے اور جو قیمت معین مین سے بچ رہا
ہے اُسی بندے کو دیدینگے چوتھی طرف موصی لہ کے بیان مین ہے یعنی جسکے لیے وصیت کی
ہے اور موصی لہ مین شرط یہ ہے کہ موجود ہو پھر اگر معدوم ہوگا تو اُسکے لیے وصیت صحیح نہوگی جیسے
کوئی مُردے کے لیے وصیت کرے یا جیسے کوئی ایسے شخص کے لیے وصیت کرے کہ جسکے موجود
ہونے کا گمان تھا اور پھر ظاہر ہوجائے کہ وہ وصیت کیوقت مین مرچکا تھا اور یہی حکم ہے اگر
وصیت ایسے حمل کے لیے کرے جو وصیت کے بعد ماں کے پیٹ مین قرار پکڑیگا یا ایسی اولاد کے
لیے وصیت کرے جو وصیت کے بعد ہوگی تو ایسی صورتون مین وصیت صحیح نہوگی اور غیر کے لیے
اور اپنے وارث کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے اور ذمی کافر کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے گو غیر بھی
ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ذمی کافر کے لیے وصیت صحیح نہین خواہ عزیز ہو خواہ غیر ہو اور فقہا مین
سے بعض نے ذمی کے لیے وصیت کرنیکو نسبی قرابت کی شرط کے ساتھ جائز جانا ہے یعنی اگر ذمی
موصی کے ساتھ نسبی قرابت رکھتا ہو تو اُسکے لیے وصیت کرنا جائز ہے اور اِسکے سوا کی قرابت
مین بھی جائز نہین جانا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور کافر حربی کے لیے وصیت کرنے مین تردد ہے اور
اظہر یہی ہے کہ جائز نہین اور کسی غیر کے بندے کے لیے وصیت کرنا جائز نہین اور نہ غیر کے مدبر کے
لیے اور نہ غیر کی ام ولد کے لیے اور نہ مکاتب مشروط بندے کے لیے اور نہ غیر کے مطلق مکاتب
کے لیے جسنے مال کتابت مین کچھ ندیا ہو گو آقا کی بھی وصیت کرنے مین اجازت ہو اور اپنے
بندے کے لیے کچھ مال دینے کی آقا کو وصیت کرنا جائز ہے خواہ وہ بندہ مدبر ہو خواہ مکاتب ہو
خواہ اُم ولد ہو اور جو کچھ کہ موصی اپنے بندے کے لیے وصیت کرے اُس مین پہلے دیکھنا چاہیے
کہ وہ تہائی مال کی ہے اور بعد اسکے دیکھنا چاہیے کہ اگر اُس بندے کی قیمت بھر ہے تو وہ بندہ

اُس مال کے بدلے مین جو اُسکی قیمت بھر ہے آزاد ہو جائیگا اور وہ اُسکی قیمت کا مال اور موصی کا مال اُس موصی کے وارثون کو ملیگا اور اگر اُسکی قیمت مال موصی بہ سے یعنی جسکے دینے کی وصیت کی ہے کم ہو تو اُسکے آزاد کرنے کے بعد جسقدر اُسکی قیمت سے دلوایا ہو مال بڑھے گا اُسی آزاد بندے کو دینگے اور اگر اُس بندے کی قیمت موصی بہ والے مال سے بڑھکر ہو تو اُس زیادتی کو اپنے کار کسب سے بہم پہونچا کر وارثونکو دیگا جبتک کہ اُسکی قیمت اُس مال موصی بہ سے دوچند نہو گی اور اگر اُس سے دونی ہو گی تو وصیت باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب بھی وصیت صحیح ہے اور بندہ اپنی باقی قیمت کی ادا مین سعی کریگا گو اُسکی قیمت دونی سے زیادہ ہو اور یہی خوب ہے اور وصیت کے مقررہ قاعدون کے موافق ہے اور اگر اپنے بندے کے آزاد کرنے کی وصیت کرے اور اُس موصی کے ذمے قرض بھی ہو پھر اگر اُس بندے کی قیمت دین سے دونی ہو تو اُس غلام کا چھٹا حصہ اُس وصیت سے آزاد ہو جائیگا اور باقی مین آزادی سرایت کریگی اور اپنے کار کسب سے پانچ چھٹے حصے اپنی قیمت کے حاصل کر کے تین چھٹے حصے قرضخواہ کو اور دو چھٹے حصے وارثونکو دیگا جیسے غلام کی قیمت چھ سو روپئے ہین اور قرض تین سو کا ہے تو پہلے قرض ادا کریگا پھر دوسرے تین سو روپیون مین سے دو سو روپئے وارثون کو دیگا اور سو روپئے کہ تین سو کی تہائی ہے اُسکے موافق غلام آزاد ہو جائیگا اسلیئے کہ مال کی تہائی مین وصیت جائز ہوتی ہے اور غلام اپنی باقی قیمت کے پانسو روپئے اپنے کار کسب سے کما کر تین سو روپئے قرضخواہ کو اور دو سے روپئے وارثون کو دیگا اور پورا پورا آزاد ہو جائے گا اور اگر اُس بندے کی قیمت قرض کے دونے سے کم ہو گی تو اُسکے آزاد کرنے کی وصیت باطل ہو جائیگی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وصیت کے قاعدے کے موافق یہ ہے کہ دین وصیت پر مقدم ہوتا ہے بس چاہیئے کہ دین کی ادا پہلے کرے پھر جو باقی رہجائے اُسکی تہائی بھر غلام آزاد ہو گا جسقدر کہ ہو اور اگر مرض موت مین کوئی شخص اپنے بندیکو فوری بے اپنے مرنکی قید کے آزاد کرے تو اسصورت مین بھی وہی حکم ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے یعنی اگر بندے کی قیمت قرض سے دونی ہے تو چھٹا حصہ بندے کا آزاد ہو گا اور پانچ چھٹے حصے وہ بندہ اپنے کار کسب سے حاصل کریگا پہلے تین چھٹے حصے قرضخواہ کو پھر دو چھٹے حصے وارثون کو دیگا اور اگر قرضے کی دونی ہونے سے کم ہو گی تو آزاد کرنے کی وصیت باطل ٹھہریگی

اور یہ قول گو وصیت کے قاعدے کے خلاف ہے مگر عبدالرحمن بن حجاج کی صحیحہ مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسیطرح منقول ہوا ہے بس کلیہ قاعدے سے مستثنیٰ ہے اور اگر کسی غیر کے ایسے مکاتب مطلق بندے کے لیے کہ جسنے مال کتابت مین سے کچھ ادا کیا ہو وصیت کرے تو ساری وصیت مین سے مال کتابت کے ادا کرنے کے موافق پائیگا اور باقی وارثون کو ملیگا اور اگر کوئی شخص اپنی ام ولد لونڈی کے لیے وصیت کرے تو یہ وصیت بھی ترکہ کی تہائی مین صحیح ہے اور آیا یہ لونڈی مالک کے مرنے پر وصیت سے آزاد ہوگی یا اپنے بیٹے کے حصے سے آزاد ہوگی اور آزاد ہونے کے بعد وصیت کا پورا مال دیا جائیگا بعضے فقہا کہتے ہین کہ وصیت سے آزاد ہوگی اسلیے کہ وصیت میراث پر مقدم ہے اور اگر کچھ لوگون کے لیے کچھ مال دینے کی وصیت کرے اور مطلق رہنے دے یعنی حصون کی تفصیل اور تعیین نکرے تو اس صورت مین اُن سب کو برابر دینا چاہیے بس جبکہ اپنی اولاد کو کچھ مال دینے کو کہے اور اُسمین مرد اور عورت دونون ہون تو بھی اولاد پر برابر بانٹ دینا چاہیے اور اسیطرح اگر اپنے ماموون اور چچاؤن کے لیے وصیت کرے تو وہ بھی حصون مین برابر رہینگے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور ماموون اور چچاؤن مین ایک اور روایت بھی ہے کہ جسمین ماموون کو وصیت کے مال کی ایک تہائی دینے کا اور چچاؤن کو دو تہائی دینے کا حکم دار ہوا ہے اور اس روایت پر فقہا نے عمل نہین کیا ہے اور محمول اس امر پر کیا ہے کہ یہ حکم اُس وصیت کا کیا ہے کہ جسمین قرآن کے موافق کرنے کی وصیت ہو لیکن اگر بعض کی زیادتی بعض پر تصریح کردے تو اُسی کے موافق عمل کرنا چاہیے اور اگر قرابتیون کے لیے وصیت کرے تو اُن لوگون کو دینا چاہیے جو اُسکے نسب مین شریک ہین اس اعتبار سے کہ عرف مین قرابتی نسب کے شریک عزیزون کو کہتے ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُن لوگون کو دینگے جو موصی کی باپ ماں کی اولاد مسلمان ہونے کے وقت سے ہین تو وہ اقارب کہ جنکا نسب انکا فروادادادی سے موصی تک پہونچتا ہو اور اس قول کے مستند کو کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی شاہد ہے اور اگر کوئی شخص اپنی قوم کے لیے کچھ مال کی وصیت کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکی زبان کے شریک یعنی ایک بولی بولنے والے مردون کو دین نہ عورتون کو اسلیے کہ عورتون کو قوم نہین کہتے ہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ فقہا مین سے بعضے شخص نے عورتون کو بھی قوم مین داخل کیا ہے اور شاید کہ مصنف کی بھی مراد

یہی ہے اِسی لیے بعض کی نسبت پہلے قول سے دی ہے مگر زیادہ مشہور پہلا ہی قول ہے اسیواسطے توقف کیا ہے۔ اور اگر اپنے گھروالون کے دینے کی وصیت کرے تو اُسکی اولاد اور باپ دادے داخل ہونگے اور اگر اپنی عشیرہ یعنی قبیلہ کو دینے کی وصیت کرے تو اُن لوگون کو دینگے جو اُس سے نسب مین زیادہ قریب ہون گے اور اگر اپنے پڑوسیون کو دینے کی وصیت کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُن لوگون کو دین گے جو اُسکے گھر سے چالیس ہاتھ کے فاصلے تک ہر چار طرف رہتے ہون اسلیے کہ عرف مین اتنے فاصلے تک کے رہنے والے کو پڑوسی کہتے ہین اور جو حمل وصیت کے وقت موجود اور مستقر ہو اُسکے لیے وصیت کرنا صحیح ہے اگر ماں کے پیٹ سے زندہ پیدا ہو گا تو وصیت صحیح رہیگی اور اگر مردہ پیدا ہو گا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر جیتا پیدا ہوا اور بعد اسکے مر جائے تو وصیت اُسکے وارثون سے متعلق ہو جائے گی اور اگر کوئی مسلمان فقیرون کے دینے کی وصیت کرے تو اُسکے مذہب کے فقیرونکو دینگے اور اگر کافر فقیرون کے دینے کی وصیت کرے تو اُسیکے مذہب کے فقیرون کو دیدینگے اور اگر کوئی شخص کسی کے لیے کچھ وصیت کرے اور موصی کے مرنے سے پہلے وہ شخص مر جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ وصیت باطل ہو جائے گی اور بعضے کہتے ہین اگر موصی اُس وصیت سے پھر جائیگا تو وصیت باطل ہو جائیگی خواہ موصی لہ کے مرنے کے پہلے پھر جائے خواہ بعد اور اگر موصی وصیت سے نہ پھرے تو موصی لہ کے وارثون کو دینا چاہیے اور یہی قول اُن دو روایتون مین جو اِس بارے مین وارد ہوئی ہین زیادہ مشہور ہے اور اگر موصی لہ کا کوئی وارث نہو تو موصی کے وارثون کو ملیگا اور اگر کوئی کہے کہ فلان شخص کو اتنا روپیہ دیدین اور یہ بیان نکرے کہ وہ کس مصرف مین صرف کرے تو بھی واجب ہے کہ وہ اُسے دیدین وہ جسمین چاہے خرچ کرے اور اگر راہ خدا مین صرف کرنے کی وصیت کرے تو ایسے کام مین خرچ کرنا چاہیے جسمین ثواب ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وصیت جہاد سے مخصوص ہو گی اور پہلا قول اشبہ ہے اور رشتہ دارون کے لیے آدمی کو کسیقدر مال دینے کی وصیت کرنا مستحب ہے خواہ وارث ہون خواہ نہون اور اگر اپنے اقرب رشتہ دار کے لیے وصیت کرے تو میراث کیطرح سے دین گے اسلیے کہ اقرب یعنی زیادہ نزدیک کا قرابتی دور کی قرابت کا میراث مین مانع ہوتا ہے پانچوین طرف اوصیا یعنی وصی لوگون کے بیان مین ہے۔۔

وصی مین عقل اور اسلام معتبر ہے یعنی وصی کو مسلمان اور عاقل ہونا ضرور ہے اور آیا عدالت بھی معتبر ہے
بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان عدالت معتبر ہے یعنی وصی کو عادل ہونا ضرور ہے اسلیے کہ فاسق یعنے
بدکار مین امانت داری نہین ہوتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ وصی مین عدالت معتبر نہین یعنی
وصی کو عادل ہونا ضرور نہین اسلیے کہ مسلمان امانت کا محل ہے جسطرحپر وکالت مین اور امانت
رکھنے مین عادل ہونا شرط نہین ہے اور اسپر دوسری دلیل یہ ہے کہ وصی ہونا ایک ولایت یعنی
ایک طرح کی داروغگی وغیرہ ہے جو موصی کے اختیار کے تابع ہوا کرتی ہے پھر موصی جسے معین کرکے
حوالے کردے اُسی کو یہ ملجائیگی اور اگر کسی عادل کو کوئی وصی کرے اور موصی کے مرنے کے بعد وہ
عادل وصی فاسق یعنی بدکار ہو جائے تو ہوسکتا ہے کہ کہا جائے کہ اب اُسکا وصی رہنا باطل ہے
اسلیے کہ توقع ہے کہ موصی کا اُسپر اعتماد اُسکے زہد وصلاح کے سبب سے ہو پھر جبکہ یہ صفت اُسمین
سے جاتی رہی تو اعتماد بھی باقی نرہا بس ایسے وقت مین حاکم شرع اُسے بدلکر دوسرے کو اُسکی جگہ
پر مقرر کر دیگا اور کسیکو غلام کا اُسکے مالک کی بے اجازت وصی کرنا جائز نہین اور اکیلے نابالغ لڑکے
کا وصی کرنا جائز نہین اور نابالغ کے ساتھ دوسرے عاقل شخص کو ملا کر وصی کرنا جائز ہے مگر نابالغ بے
بلوغ کے تصرف نہین کرسکتا ہے اور اگر دو شخصون کو وصی کرے کہ ایک کمسن ہو اور دوسرا بالغ
ہو تو یہ اکیلا اُسکے بالغ ہونے کے وقت تک تصرف یعنی کاروبار کریگا اور اگر وہ کمسن لڑکا مرجائے
یا بالغ ہونے پر فاسد العقل نکلے تو اُسکے ساتھ کا عاقل شخص وصیت کے موافق اکیلا تصرف کرسکتا
ہے اور حاکم شرع اُسکا دخیل نہوگا اسلیے کہ اُسے میت مقرر کرگیا ہے اور اگر بالغ وصی کچھ تصرف کرے
پھر نابالغ بالغ ہو تو اُسے بالغ وصی کے اگلے کاروبار کیے ہوئے کو برہم درہم کرنا نہین پہونچتا ہے
مگر جب موصی کی وصیت کے خلاف ہونگے تو اُلٹ پلٹ کرسکتا ہے اور مسلمان کو کافر کا وصی
کرنا جائز نہین گو کسی رشتہ دار بھی ہو ہان کافر کو کافر کا وصی کرنا جائز ہے اور عورت مین اگر
وصی مین کی معتبر شرطین پائی جائین تو اُسکا وصی کرنا جائز ہے اور جب کوئی شخص دو شخصونکو
وصی کرے پھر اگر مطلق رہنے دے یا شرط کردے کہ دونون ملکر تصرف کرین تو ایک کو بے دوسرے
کے موصی کے مال مین تصرف جائز نہین اور اگر دونون آپسمین تنازع ہون تو اُندونون مین سے
کسی کا تصرف بے دوسرے کے جائز نہوگا مگر ضروری امرون مین جیسے یتیم کا کھانا کپڑا حاجالی

ہے کہ ایسے ضروری امرون مین تصرف جائز ہوگا اور حاکم کو اُنکا زبردستی اجتماع کروانا پہونچتا ہے اور اگر کسیطرح متفق نہون تو حاکم کو اُنکے بدلے دوسرے کو وصی کرنا پہونچتا ہے اور اگر دونون وصی چاہین کہ موصی بہ کی تنصیف کرکے ایک آدھے مین ایک اور دوسرے آدھے مین دوسرا تصرف کرے تو یہ جائز نہین اور اگر ان دونون وصیون مین سے ایک بیمار ہوجائے یا مستقل امرون کے انصرام سے عاجز آجائے تو حاکم شرع کسی دوسرے شخص کو اُسکی مددگاری کے لیے اُسکے ساتھ ضم کردیگا اور اگر ایک وصی مرجائے یا فاسق ہوجائے تو حاکم شرع دوسرے وصی کے ساتھ کسی اور کو اُسکے بدلے مین ضم نہ کریگا اور اُسے اکیلے تصرف اور کاروبار کرنا جائز ہے اسلیے کہ وصی کے موجود ہوتے ہوئے حاکم شرع کو یتیمون کے مال پر ولایت نہین ہے اور اس مسئلے مین تردد ہے اور اگر موصی شرط کردے کہ دونون وصی خواہ ملکر تصرف کرین خواہ اکیلے کرین تو ان دونون مین سے ہر ایک کا تصرف جاری ہوگا گو اکیلے بھی کرے اور اسصورت مین یہ بھی جائز ہے کہ مال کو آدھا آدھا بانٹ لین اور ہر ایک آدھے آدھے مال مین جدا جدا موصی کی وصیت کے موافق تصرف کرتا ہے جسطرح سے کہ تقسیم سے پہلے ہر ایک کو علٰحدہ علٰحدہ تصرف جائز ہی اور وصی کو جبتک موصی جیتا رہے اپنی وصایت کا رد کرنا اس شرط سے پہونچتا ہے کہ اُسے خبر بھی کردے کہ وہ دوسرے کو مقرر کردے اور اگر وصی کے رد کرنے سے پہلے یا رد کے بعد اور خبر دینے سے پہلے موصی مرجائے تو رد وصایت کو کچھ اثر نہین اور وصی پر وصیت کا قبول کرنا لازم ہوجائے گا اور اگر وصیت کے امور انصرام سے عاجز آئیگا تو حاکم شرع اُسکے ساتھ کوئی مددگار ضم کردیگا اور اگر وصی سے کوئی خیانت ظاہر ہو تو اُس وصی کا معزول کرنا اور اُسکی جگہ پر کسی امین کا مقرر کردینا واجب ہے اور وصی اپنے کام مین امین ہے جو کچھ ضایع ہوجائے گا اُسکے تاوان بھرنے کا ذمہ دار نہین مگر جب وصیت کی شرط کے خلاف کریگا یا مال کی حفاظت مین بے پروائی کریگا تو تاوان بھرنے کا ذمہ دار ہوجائیگا اور اگر وصی کا کچھ قرضہ موصی کے ذمے ہو تو حاکم شرع کی بے اجازت ثبوت نہ رکھنے پر اپنے قبضے کے مال موصی مین مجرا لینا اُسے جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مطلق جائز ہے خواہ حجت اور ثبوت قرضے کا رکھتا ہو خواہ نہ رکھتا ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ وصی یتیم کے مال کو خود اپنے لیے مول لیسکتا ہے اور بیع کی دونون طرفون کا متولی اکیلا آپ ہی ہوسکتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین

اور اشبہ یہی ہے کہ اِس شرط سے کہ جب واقعی قیمت پر خرید کرے تو جائز ہے اور جب موصی وصی
کو اجازت دے مرنے کہ اگر وہ مرجائے تو دوسرے کو وصی کردے تو علما کے اجماع سے اُس
وصی کو بھی دوسرے شخص کا وصی کرنا اپنے مرنے کے وقت جائز ہے اور اگر اجازت بھی ندی ہو اور
منع بھی نہ کیا ہو تو آیا اُسے وصی کرنا جائز ہے اِسمین خلاف ہے اور اظہر یہی ہے کہ جائز نہین اور اُسکے
مرنے کے بعد حاکم شرع یتیم کے مال کا ناظر رہا کریگا اور یہی حکم ہے اگر کوئی شخص مرجائے اور وصی مقرر
نہ کیا ہو تو بھی حاکم شرع کو اُسکے ترکے کا ناظر رہنا لازم ہے اور اگر حاکم شرع نہو تو مؤمنون مین سے کسی
معتمد کو مُردے کے مال کا متولی ہونا جائز ہے اور اس مسئلے مین تردد ہے اور اگر اپنے باپ کے ہوتے ہوے اپنے بیٹے کے
مال کی نظارت کی وصیت کسی غیر کو کرے تو صحیح نہین اور یتیم کی ولایت اُسکے دادا ہی سے متعلق ہوگی بعضے فقہا
ترکے کی تہائی مین نظر کا تعلق وصی سے حقونکی ادا مین اور باقی مین یتیم کے دادا سے تعلق کہتے ہین اور جب کوئی کسی معین مال
کی نظارت کی وصیت کرے تو اُسکی ولایت اُسی خاص مال مین ہوگی اور اُسکے سوا مین اُسکا تصرف جائز نہین
اور جسمین کہ وصی ہوا ہے اسی پر حصر کرنے مین مثل وکیل کے ہے تین مسئلے پہلا مسئلہ جو صفتیں
کہ وصی مین معتبر ہین وہ صفتین وصیت کی حالت مین اُسمین پائی جانا چاہیئین یعنی اُسوقت
وہ موجود ہون اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ موصی کے مرنے کے وقت وصی مین وہ معتبر صفتین پائی
جانا ضرور ہین پس اگر کسی نابالغ لڑکے کو کوئی وصی کرے اور پھر وہ بالغ ہو اور بلوغ کے بعد موصی
مرجائے تو اُسکا وصی ہونا صحیح ہے اور یہی حکم آزاد ہونے مین اور عاقل ہونے مین بھی ہے اور
پہلا قول اشبہ ہے دوسرا مسئلہ موصی کو جسپر شرعی ولایت اُسے ہو اوسپر وصی کرنا جائز ہے جیسے
اولاد ہے خواہ کتنی ہی پست ہو مگر شرط یہی ہے کہ وہ کم سن ہون بس اگر بالغ عاقل اولاد یا اپنے
باپ یا اپنے رشتہ دارون پر وصی کرے تو ایسے لوگون پر وصایت جاری نہوگی اور اگر بچون کے
مال کے لیے رکھے مال کی نگہبانی کو وصی کرے تو وصی کو نہ اُسمین اور نہ اُسکی تہائی مین تصرف کرنا
جائز ہے اور مثل قرضے اور صدقے کے موصی کی طرف کے ذمے کے حقوق کے نکالنے کا تصرف
صحیح ہے تیسرا مسئلہ یتیم کے مال کے متولی کو اُجرت مثل اپنے کام کی لینا جائز ہے اور بعضے
فقہا کہتے ہین کہ ضروری خرچ بھر کا لے لیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُجرت مثل اور ضروری خرچ
مین سے جو کم ہوگا وہی لیگا اور پہلا قول اظہر ہے چھٹی طرف لواحق کے بیان مین ہے

اور اسمین دو قسمین ہین **پہلی قسم** اور اسمین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جب کوئی شخص کسی غیر کیلیے اپنے بیٹے کے برابر کے حصے کی وصیت کرے اور اُسکے ایک ہی بیٹا ہو تو بیشک موصی نے اپنے ترکے مین اُسے اور اپنے بیٹے کو شریک کر دیا ہے پس اگر وارث اجازت دے تو اُس غیر شخص کے لیے بھی آدھا ترکہ ہے اور اگر اجازت نہ دے تو اُسے ترکے کی تہائی ملیگی اور اگر موصی کے دو بیٹے ہون تو اُس غیر کے لیے تہائی کی وصیت ہے اور اگر اُس موصی کے تین بیٹے ہون تو اُسے چوتھائی ملیگا اور قاعدہ یہ ہے کہ موصی نے غیر کو بھی ایک وارث قرار دیا ہے اگر سب وارث مرتبے مین برابر ہون اور اگر متفاوت ہون تو سب سے کم وارث کا مثل قرار دینا چاہیے اور اُسی کی طرح کا حصہ بھی دینا چاہیے مگر جب موصی کہدے کہ سب سے بڑے حصے والے کی برابر قرار دین تو وصیت کے مقتضے کے موافق عمل کرینگے اور اگر موصی کہے کہ اِس غیر کو میری بیٹی کے برابر حصہ دین اور اُسکے ایک ہی بیٹی ہو تو امامیہ کے نزدیک موصی لہ کو آدھا ترکہ دینا چاہیے اِسلیے کہ جب مرنیوالے کے ایک ہی بیٹی ہے تو اُسے ردًّا اور فرضًا پورا ترکہ ملیگا اور جبکہ اُسکے حصے مین کسی دوسرے شخص کو شریک کر دیا ہے تو آدھے آدھے کی تقسیم ہوگی اور اگر بیٹی اِس وصیت کے نفاذ پر راضی نہوگی اور اجازت نہ دیگی تو وصیت تہائی مین جاری ہوگی اور موصی لہ کو تہائی ترکہ ملیگا اور اگر موصی کے دو بیٹیان ہون اور غیر شخص کے لیے اُنکے حصے کے برابر کی وصیت کرے تو اُس غیر یعنی موصی لہ کو متروکے کی ایک تہائی ملیگی اِسلیے کہ سارا مال ہمارے مذہب مین دونون بیٹیوں کو ملیگا اور عصبہ شریک نہوگا پس موصی لہ کو اُس مال کا تیسرا حصہ ملیگا اور اگر موصی کی تین بہنین اخیافی یعنی مان کی طرف سے ہون اور تین بھائی علاتی یعنی باپ کی طرف سے ہون مان کی طرف کی بہنون کو ترکے کی ایک تہائی اور باپ کی طرف کے بھائیون کو دو تہائیان ملینگی جسطرحپر کہ میراث مین انشاءاللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس اگر ایسا شخص کسی غیر کے لیے اپنے ایک وارث کے برابر حصہ ملنے کی وصیت کرے تو اُس موصی لہ کو جیسکی مان کیطرف کی بہنون مین سے ایک بہن کے برابر حصہ ملیگا اور اِس صورت مین ترکے کی تقسیم دس سہم سے ہوگی تین سہم تینون بہنون کے اور چھ سہم تینون بھائیون کے اور ایک سہم اُس غیر کا ہے جسکے لیے مرنیوالے نے وصیت کی ہے اور اگر وصیت کرنے والے کے ایک جورو اور ایک بیٹی ہو تو جورو کو آٹھوان حصہ پہونچیگا

اور باقی بیٹی کو پہونچتا ہے اور غیر کے لیے بیٹی کے برابر حصے کی وصیت کرے اور وارث اسکے
اِس وصیت کی اجازت دین تو اِس صورت مین شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ تقسیم سولہ سہم
سے ہوگی سات سہم بیٹی کو اور سات سہم اُس غیر شخص کو اور دو سہم جورو کو ملین گے اور مصنف
علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ اگر کہا جائے کہ یہان تقسیم پندرہ سہم سے ہوگی تو بہتر ہوگا اِسلیے کہ جب وارث
ایک بیٹی اور ایک بی بی مین منحصر ہین تو تقسیم آٹھ سہم سے ہوگی ایک سہم کہ آٹھوان حصہ ہے بی بی کو اور
سات سہم باقی کے بیٹی کو ملین گے اور اُسپر وصیت سے سات سہم غیر کے بیٹی کے برابر بڑھے تو پندرہ
سہم ہوئے اُسمین سے ایک بی بی کو اور سات بیٹی کو اور سات غیر کو ملین گے اور سولہ سہم والی
تقسیم کو جامع الرضوی کے مترجم کاتب کی غلطی کہتے ہین اور اگر موصی کی چار بیبیان اور ایک
بیٹی ہو اور غیر کے لیے ایک وارث کے برابر کے حصے کی وصیت کرے تو اِس مسئلے مین شیخ رح
نے فرمایا ہے کہ فریضہ تینتیس سہم سے ہوگا چار سہم چارون بیبیون کو اور ایک سہم موصی لہٗ کو اور اٹھائیس
سہم بیٹی کو ملین گے اور اِس صورت مین بھی وہی اشکال ہے جو اِس سے پہلی صورت مین بیان
ہو چکی ہے اِسلیے کہ بتیس کا آٹھوان حصہ کہ چار ہین چار بیبیون کو بے کسر کے ملینگے بس چاہیے کہ
تقسیم تینتیس ہو چار سہم چارون بیبیون کو اور ایک سہم ایک بی بی کے برابر غیر شخص کو کہ جسکے لیے
وصیت کی ہے اور اٹھائیس سہم بیٹی کو ملین گے اور اِس صورت مین سب حصون پر اُنکی مقدار کے
کسر داخل ہو جاتی ہے اور یہی اشبہ ہے جیسا کہ پوشیدہ نہین ہے دوسرا مسئلہ اگر کوئی شخص کسی
غیر کے لیے اپنے بیٹے کا حصّہ ملنے کی وصیت کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وصیت باطل
ہے اِسلیے کہ غیر کے مال مین غیر کے لیے وصیت ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح ہے اِسلیے کہ یہ
وصیت اُس وصیت کا حکم رکھتی ہے کہ جسمین اپنے بیٹے کے برابر حصّے کی وصیت کیجاتی ہے
اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر موصی کا بیٹا اپنے باپ کا قاتل ہو پھر غیر کے لیے بیٹے کے حصے کے برابر
حصہ ملنے کی وصیت کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وصیت صحیح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح نہین
اِسلیے کہ اُسکے بیٹے کا حصہ ہی نہین اور یہی قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ جب کوئی شخص کسی غیر کیلیے
اپنے بیٹے کے حصّے سے دونے کی وصیت کرے تو اُسے اُسکے بیٹے کے حصے سے دونا دیا جائیگا
اور اگر اپنے بیٹے کے حصے کے دوضعف کی وصیت کرے تو اُسے اُسکے بیٹے کے حصے سے دُگنا ملیگا

اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس صورت مین تین گنا بیٹے کے حصے سے اُس غیر کو ملیگا اور مصنّف اِسی قول کو اشبہ کہتے ہین اور دلیل اسپر یہ ہے کہ ایک ضعف دونا ہوا اور دوسرا ضعف ایک یقین سے ہوا اور چوتھے مین شک ہوا اور یہ لازم نہین ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ کوئی دونے کے دونے کی وصیت کرے یعنی وہان بھی تین گنا دینگے اُردو مترجم کہتا ہے کہ مسائل حسابیہ کی انتہا بداہت پر ہوتی ہے اور اسمین شک کو اصلا دخل نہین کیونکہ بداہت کا انکار لازم آتا ہے اور یہ مسموع نہین اِسلیے کہ پہلی صورت مین دو ضعف یعنی دو دو ولنکو جمع کرینگے تو چار ہونگے اب شک کہان بلکہ یقین ہے اور دوسری صورت مین ضعف ضعف یعنی دونے کو دونے مین ضرب کرین تو چار ہو جائینگے اسمین بھی کوئی شک نہین بلکہ چوگنا ملنا یقینی ہے اگر وارث ایسی وصیت کے نفاذ کی بھی اجازت دین چوتھا مسئلہ جبکہ کوئی شخص اپنے مال کی تہائی فقیرون کو دینے کی وصیت کر کے مرجائے اور اُسکا مال متفرق مقامون مین ہو تو جو مال جہان ہو اُسکی تہائی وہین کے فقیرون کو دینا جائز ہے اور اگر سارے متفرق مالون کی تہائی موصی کے رہنے کے شہر کے فقیرون پر تقسیم کرین تو بھی جائز ہے اور اُس شہر کے موجود فقیرون کو دینگے اور اُس شہر کے غائب فقیرون کو ڈھونڈھنا واجب نہین اور آیا تین فقیرون کو یا اُنسے زیادہ فقرا کو صیغۂ جمع کے اعتبار سے دینا واجب ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان واجب ہے اور یہی اشبہ ہے اِسلیے کہ اسمین لفظ کے مقتضے پر عمل ہوا جاتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر کہے کہ آزاد کرین رقاب کو کہ وہ رقبے یعنی مملوک کی جمع ہے تو اس صورت مین تین بندے یا تین سے زیادہ آزاد کرنا واجب ہے مگر جبکہ مال متروکہ کی تہائی بھی اُسکو وفا کرے پانچوان مسئلہ جبکہ کوئی شخص کسی کے لیے ایک غلام کی وصیت کرے اور دوسرے شخص کے لیے ایک غلام کی قیمت ترکہ کی تہائی سے نکالکر باقی کے دینے کی وصیت کرے اور بعد اسکے اُس غلام مین موصی لہ کے دینے سے پہلے کوئی عیب نکل آئے تو اُس غلام کی بے عیب ہونے کی قیمت الگ من کے اور اُسکے وضع کے بعد جو بچیگا وہ دوسرے موصی لہ کو دینگے اِسلیے کہ موصی نے تہائی کا تکملہ دینے کا قصد کیا تھا جبکہ غلام صحیح تھا اور اسیطرح اگر غلام موصی کے مرنے سے پہلے مرجائے تو پہلے موصی لہ کے حق مین وصیت باطل ہو جائیگی اور دوسرے موصی لہ کو جو غلام کی قیمت وضع کرکے تہائی میں سے بچیگا دینگے اور اگر غلام کی قیمت متروکہ کی تہائی کے پورا پور ہو تو دوسرے موصی لہ کے حق مین

وصیت باطل ہے چھٹا مسئلہ جب کوئی شخص وصیت کرے کہ یہ غلام فلان شخص کو کہ یہ اُسکا باپ ہے دیدینا اور موصی لہٗ اُسے قبول کرلے اِس حال مین کہ مرض موت مین بیمار ہو پھر مرجائے تو وہ غلام آزاد ہوجائے گا اِسلیے کہ بیٹا باپ کا آقا نہین ہوسکتا ہے اور اُسکی آزادی کو موصی لہٗ کے اصل ترکے سے حساب کرینگے نہ تہائی سے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے اِسلیے کہ تہائی سے اُس چیز کا حساب کرتے ہین جسے مریض اپنی ملک مین سے نکالتا ہی اور اِس مسئلے مین اسے مریض نے اپنی ملک مین نہین نکالا ہے بلکہ قبول کے سبب سے مالک ہوگیا ہے کہ اُسکی ملک کی تبعیت سے وہ آزاد ہوجاتا ہے ساتوان مسئلہ اگر کوئی شخص کسی کو گھر کے دینے کی وصیت کرے اور موصی کے مرنے سے پہلے وہ گھر گر کر میدان ہوجائے اور پھر موصی بھی مرجائے تو وصیت باطل ہوجائے گی اِسلیے کہ اُسوقت مین اُس صفا چٹ زمین پر گھر کا اطلاق نہین ہوسکتا ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور تردد کا سبب یہ ہے کہ گھر زمین اور عملے سے مرکب ہوا کرتا ہے اور دونون جز موصی لہٗ سے متعلق ہوچکے تھے اور ایک جز کے جاتے رہنے سے دوسرے جز کا تعلق کیونکر ساقط ہوجائیگا آٹھوان مسئلہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ زید کو اور فقیرون کو اِتنا روپیہ دیدین تو زید کو اُس دلوائی کے سارے روپیون کا آدھا دینا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ چوتھائی دینا چاہیے اِسلیے کہ فقرا کا لفظ جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر ہی تو زید چوتھا ٹھہرا اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ دوسرے قول کی دلیل کی سستی یون ظاہر ہوسکتی ہے کہ فقرا کا لفظ فقیرونکی جمع ہے اور اُسکا اطلاق تین ہی مین منحصر نہین ہے پھر زیادہ کو لفظ کے شامل ہونے پر فقط تین فقیرون کا اختیار کرنا واجب نہین بس مصنف علیہ الرحمہ کا مختار ہے اِسلیے کہ مطلق شرکت کا مفاد یہی ہے دوسری قسم بیمار کے تصرفون مین ہے اور یہ تصرف دو طرح پر ہین ایک یہ کہ مُوجل کرے یعنی اپنے مرنے پر موقوف رکھے دوسرے یہ کہ منجز کرے یعنی اپنی زندگی مین فوری کردے اور موجل تصرفات وصیت کا حکم رکھتے ہین اور اُسکا ذکر گزرچکا اور یہی حکم صحیح کے اُن تصرفونکا ہے جنکے بعد موت لاحق ہو لیکن بیمار کے منجز یعنے فوری تصرف جیسے کسی کو کچھ چھوڑ دینا یا معاملے مین رعایت کرنا اور ویڈانا اور وقف کرنا اور بندیکا آزاد کرنا ہے تو انمین بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ اصل متروکے مین محسوب ہونگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ترکے کی تہائی مین محسوب ہونگے

اور دونوں فریق اس امر پر متفق ہیں کہ اگر وہ بیمار اچھا ہو جائے تو اس میں رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اس کا وارث بھی اسکے مرنے کے بعد رجوع نہیں کر سکتا ہے اور خلاف اسی میں ہے کہ اگر بیمار اسی مرض میں مرجائے تو کیا حکم ہے اور اس مقام میں ان بیماریوں کا بیان ضرور پڑا کہ جن میں بیمار کے تصرف مال کی تہائی پر موقوف ہیں پس واضح ہو کہ جو مرض اکثر مار ڈالتا ہے اسے مرض مخوف کہتے ہیں جیسے تپ دق اور سل اور خون ٹپکتا ہے خواہ منہ سے ناک سے کھانسی کے ساتھ ہو یا بے کھانسی کے ہو خواہ اور مقاموں سے خون کا ٹپکنا ہو اور سوداوی اور خونی ورم اور بدبو دار چربیلے دست اور کالا پائخانہ کہ زمین پر جوش مارتا ہو اور جو اسطرح کے مرض ہیں اور جن مرضوں میں صحت کا حکم اکثر ہوتا ہے جیسے ایکدن کی تپ یعنی بخار ہے اور بادی اور غیر بادی درد سر ہے اور آنکھیں دکھنا ہے اور سُلاق یعنی آنکھوں کی پلکوں کی بیماری ہے اور اسیطرح وہ مرض جن میں مرنے اور جینے دونوں کا احتمال ہو جیسے عفونت کا بخار ہے اور پیچش ہے اور بلغمی ورم ہیں اور یہ کہا جائے کہ جس بیماری میں مرنے کا اتفاق پڑے خواہ عادت سے مخوف ہو یا نہ ہو وہی مرض موت کا حکم رکھتی ہے تو خوب ہے مگر لڑائی کی تیر اندازی کا دونوں مقابلوں میں اور جننے کے درد کا اور دریا کے طوفان کا مرض موت کا حکم رکھنا دیکھا نہیں گیا اور ایسے شخص کے تصرف ایسے وقتوں میں بیمار کے تصرف نہ ہونگے اسلیے کہ ایسے شخصوں پر بیمار کا اطلاق نہیں ہوتا ہے اور اس مقام میں کئی مسئلے ہیں **پہلا مسئلہ** اگر کوئی مرض موت کا بیمار کوئی چیز کسیکو دیڈالے یا کسی چیز کی قیمت میں سے کچھ چھوڑ دے پھر اگر یہ تصرفات تہائی مال میں سے نکالے جائیں تو اسمیں کوئی کلام بھی نہیں ہے اور اگر تہائی متروکے کی ان سب تصرفوں کو نفاذ کرنی ہو تو ابتدا اس تصرف کے جاری کرنے سے کرینگے کہ جسے مریض نے پہلے کیا ہے پھر جسے دوسری بار کیا ہے اسیطرح پر تیسرا چوتھا وغیرہ ہے جبتک کہ تہائی تمام ہو جائے اور نقصان اخیر کے تصرفوں میں جاری ہوگا **دوسرا مسئلہ** جب مرض موت میں کوئی شخص کچھ چیزیں لوگوں کو یونہی دیڈالے اور اور چیزوں میں اپنے مرنے کے بعد دینے کی وصیت کرے تو منجز یعنی زندگی کے فوری تصرفوں کو مقدم کرینگے پھر اگر اور باقی تصرف بھی اسی تہائی میں نکل سکتے ہونگے تو بہتر ہے اور نہیں تو جو تہائی بھر کے ہوں گے ان میں اسکا تصرف صحیح ہے اور جو تہائی سے بڑھ کر ہیں ان میں تصرف باطل ہے **تیسرا مسئلہ** جب

کوئی تین من عمدہ گیہوؤں کو کہ جسکے دام چھ روپے ہیں تین من برے گیہوؤں کے بدلے جنکی قیمت
تین روپے ہیں بیع کرے اور اس مرنے والے کے پاس اسکے سوا اور کچھ نہ ہو تو اس صورت میں
اسنے اس سے اپنے آدھے مال متروکے کی رعایت کی ہے پھر یہ تبرع تہائی میں جاری ہوگی پس اگر
خریدار سے اچھے گیہوں کا چھٹا حصّہ پھر وادیں تو وہ بیاز ہوا جاتا ہے پھر اسکی تصحیح کی راہ یہ ہے کہ خریدار
کے گیہوں کی تہائی یعنی ایک من جسکے دام ایک روپیہ ہیں خریدار کو پھر دادینگے اور وارثوں کو
تین من گیہوں کی تہائی یعنی ایک من جسکے دام دو روپیہ ہیں پھر دادینگے پس خریدار کے پاس دو من
اچھے گیہوں چار روپے کے اور وارثوں کے پاس ایک من گیہوں دو روپے قیمت کے باقی رہے
پس خریدار کو چھوٹ دو روپے کی رہی اور وہی چھ روپے کے ترکے کی تہائی ہے چوتھا مسئلہ
اگر کوئی بیمار اپنے دوسو کے غلام کو سو روپے پر کسی کے ہاتھ بیچ ڈالے پھر اگر وہ اس مرض سے اچھا
ہو جائیگا تو وہ بیع لازم ہو جائے گی اور اگر مر جائے اور وارث اجازت نہ دیں تو آدھے غلام میں کہ
جس کی قیمت دے چکا بیع جاری ہوگی یعنی پورے غلام کے چھ حصے تین کے آدھے تین میں بیع جاری
ہوگی اور تہائی یعنی دو چھٹے حصوں میں یونہیں چھوڑ دینا جاری ہوگا کہ یہ ترکے کی تہائی ہے پس
پانچ چھٹے حصے خریدار کے ہوئے اور ایک چھٹا حصّہ وارثوں کو پھر ملیگا پس اس صورت میں خریدار
کو اختیار ہے کہ چاہے اس غلام میں بیع جاری رکھے اور دوسرے کے مال کی قیمت کی تخفیف
کر دے یا پورا پورا کو پھیر دے اسلئے کہ تبعیض صفقہ عمل میں آئی ہے یعنی سارے غلام کی بیع ہوئی تھی
اب کچھ میں صحیح نکلی اور کچھ میں فاسد ٹھہری اور اگر وارثوں کے چھٹے حصے کے عوض میں خریدار
کچھ دے تو وارثوں کو اختیار ہے چاہیں قبول کریں چاہیں پھیر دیں اس لئے کہ انکا حق اصل غلام
کے چھٹے حصے پر منحصر ہے پانچواں مسئلہ جب کوئی مرض موت کا بیمار اپنی لونڈی کو آزاد کرے
اور اس سے نکاح کرے اور اسکا مہر اسی آزادی کو قرار دے اور اس سے ہمبستر ہو تو یہ عتق
یعنے آزاد کرنا اور عقد نکاح دونوں صحیح ہیں اور وہ آزاد کی لونڈی اپنے شوہر کی میراث بھی
پائے گی اگر وہ لونڈی ترکے کی تہائی سے بڑھی نہ ہوگی اور اگر اسکی قیمت متروکے کی تہائی سے
بڑھ گئی ہوگی تو بیاہ بھی وہی خلاف جو مریض کے فوری تصرفوں میں بیان ہو چکا ہے دائر ہوگا
مترجم کہتے ہیں کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مریض کا نکاح مرض موت میں

ہم بستری کے ساتھ معتبر ہوتا ہے اور اگر ہم بستری نہ پائی جاوے تو کچھ اعتبار نہیں بس اس مسئلے میں اگر لونڈی متروکے کی تہائی بھر یا تہائی سے کم کی ہو اور شوہر بیمار اس سے ہم بستر بھی ہوا ہو تو نکاح کی اور آزادی کی صحت پر اتفاق ہے اور وہ اپنے شوہر کی میراث بھی پائے گی اور اگر اس مرنے والے کی مالیت اسی لونڈی میں منحصر ہو تو اگر یہ حکم کیا جائے کہ مریض کی فوری تصرف اصل متروکے میں محسوب ہونی چاہیے پھر بھی آزادی اور نکاح اور میراث پانا سب صحیح ہے اور اگر فوری تصرف مریض کے متروکے کی تہائی میں محسوب ہونے کے قائل ہوں جس طرح پر کہ اکثر فقہا کا مذہب ہے بس ایک تہائی اس لونڈی کی آزاد ہو گی اور تبعیض بضع کی جائز نہیں اس معنی سے کہ آدھی منکوحہ ہو اور آدھی اس کی لونڈی ہو تو اس صورت میں نکاح باطل ہو جائے گا اور میراث بھی کہ نکاح کی فرع ہے وہ بھی نہ پائی جائے گی اور اردو مترجم کہتا ہے کہ آیا اس کے لئے عوض بضع میں سے کچھ ہوگا اس میں ہونے نہ ہونے کے دو قول ہیں **چھٹا مسئلہ** اگر مرض موت کا بیمار اپنی لونڈی کو آزاد کرے اور اس کی قیمت ترکے کی تہائی بھر ہو پھر دوسری تہائی اسی کا مہر قرار دے اور اس سے ہم بستر بھی ہو اور مر جائے تو نکاح صحیح ہے اور تہائی سے گزر کر جو مہر کہا ہے وہ باطل ہے اور وہ عورت اپنے شوہر کی میراث پائے گی اور آیا اس صورت میں شوہر پر مہر مثل لازم ہو گا یا نہ ہو گا اس میں تردد ہے اور دوسرے قول پر جو مریض کے فوری تصرف اصل ترکے سے نکالتے ہیں آزادی اور نکاح اور مہر اور وارث ہونا سب صحیح ہے۔

کتاب نکاح

یہ کتاب نکاح کے بیان میں ہے اور نکاح کے معنے لغت میں جماع یعنے ہمبستر ہونے کے ہیں اور عرف شرع میں معلوم مشہور عقد کے معنوں میں ہے اور بعضے علما کہتے ہیں کہ ان دونوں معنوں میں مشترک ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ حقیقت اور مجاز ہے اور نکاح کی تین قسمیں ہیں **پہلی قسم** دائمی نکاح میں ہے اور یہ اس میں کلام کئی فصلوں کا مستدعی ہے۔

پہلی فصل عقد کے آداب میں اور عورتوں سے خلوت میں اور لواحق میں ہے **پہلے آداب** عقد کے نکاح کے مشتاق شخص کے لیے نکاح سنت ہے خواہ مرد ہو یا عورت ہو اور جسے نکاح پر

رغبت نہ ہو اس کے بارے میں خلاف ہے اور مشہور یہی ہے کہ اسے بھی مستحب ہے اس لئے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تناکحوا تناسلوا یعنی تم لوگ نکاح کرو اور اولادیں حاصل کرو اور پھر حضرت فرماتے ہیں کہ شرار موتاکم العزاب یعنی تمہارے مردوں میں بدتر اوت ہیں اور دہی جناب ہدایت مآب ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مرد نے اسلام کے فائدے کے بعد مسلمان عورت کے فائدے سے بڑھ کر کوئی فائدہ نہیں پایا کہ اس کی طرف جب دیکھتا ہے وہ اسے خوش کرتی ہے اور اس کی اطاعت کرتی ہے اور جس کام کو کہتا ہے اسے بجا لاتی ہے اور اس کی محافظت کرتی ہے جبکہ وہ اس کے پاس سے غائب ہوتا ہے تو اس کے مال کی اور اپنے نفس کی حفاظت کرتی ہے اور ایک جماعت علما کی مشتاق نہ ہونے پر نکاح کے مستحب نہ ہونے پر قائل ہوئی ہے اور اس پر حق تعالیٰ کے قول سے دلیل لائے ہیں کہ باری تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف حصور سے یعنی عورتوں کی طرف راغب نہ ہونے والے سے کی ہے اور یہ تعریف حصور کی نکاح پر ترجیح کو اشتیاق کی صورت میں چاہتی ہے تو اشتیاق نہ ہونے والی صورت پر حمل کیا جائیگی پس مدعا یعنی اشتیاق نہ ہونے پر نکاح کا مستحب نہ ہونا ثابت ہو گیا اور ہو سکتا ہے کہ اس کا جواب یوں دیا جائے کہ اس صفت سے مدح کسی شرع میں ہماری شرع کے سوا اس صفت کے ممدوح ہونے کو مستلزم نہیں اور جو شخص کہ ارادہ نکاح کا کرے اسے سات چیزیں مستحب ہیں ایک یہ کہ عورتوں میں سے اس عورت کو پسند کرے جس میں یہ چار چیزیں ہوں ایک تو کرم اور اس کے معنوں میں اختلاف ہے اور سب سے بڑھ کر صحیح یہی ہے کہ عورت حرام کاری سے پیدا نہ ہوئی ہو اور اس کے باپ دادے میں سے بھی کوئی حرام زادہ نہ ہو دوسری یہ کہ باکرہ یعنی کواری ہو تیسری یہ کہ ولود ہو یعنی اس کی شان سے ہو کہ لڑکا جنے اس معنی سے کہ کم سن نہ ہو اور یائسہ نہ ہو یعنی حیض اس کے سن کے جانے سے بند نہ ہو چکا ہو اور اس عورت کے مزاج میں بانجھ ہونے کی کوئی دلیل نہ ہو چوتھے یہ کہ عفیفہ ہو اور عورت کی خوبصورتی اور مالداری پر حصر نکرے اس لئے کہ اکثر اس نیت کے سبب سے دونوں سے محروم رہ جانا پڑتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھنا اور اس نماز کا وقت خواستگاری کا وقت ہے اور ماثورہ دعا پڑھنا اور وہ یہ ہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَتَزَوَّجَ فَقَدِّرْ لِیْ مِنَ النِّسَآءِ اَعَفَّهُنَّ فَرْجًا وَاَحْفَظَهُنَّ لِیْ فِیْ نَفْسِهَا وَمَالِیْ وَاَوْسَعَهُنَّ رِزْقًا وَاَعْظَمَهُنَّ بَرَكَةً اور دوسری روایت میں ضمیمہ بھی واقع ہے اور وہ یہ ہے وَقَدِّرْ لِیْ مِنْهَا وَلَدًا طَیِّبًا وَاجْعَلْهُ خَلَفًا صَالِحًا فِیْ حَیَاتِیْ وَبَعْدَ مَمَاتِیْ یعنی خداوندا میں بیشک تزویج کا ارادہ رکھتا ہوں

بس مقدر کر میرے لیے عورتون مین سے زیادہ عفیفہ کو شرمگاہ کی روسے اور اپنے نفس اور میرے مال مین زیادہ نگہبان کو اور زیادہ وسیع کو روزی کی روسے اور زیادہ عظیم کو برکت مین اور میرے لیے اُس عورت سے ایسا فرزند مقدر کر کہ میرے جیتے جی پاک و طیب ہو اور بعد میرے صالح اور جانشین اسے تو قرار دے یا اِسکے سوا اور دعا پڑھے اور نکاح پر گواہ کرنا اور کُھلے کُھلے نکاح کرنا اور عقد کے پہلے خطبہ پڑھنا اور نکاح کا رات کو واقع کرنا ہے اور قمر در عقرب کے زمانے مین نکاح کا واقع کرنا مکروہ ہی دوسرے عورت کے ساتھ خلوت کرنے کے آداب مین ہے اور یہ دو قسم پہ ہے پہلی قسم عورت سے ہمبستری کے ارادہ کرنیوالے کو دو رکعت نماز اور ماثور دعا کا پڑھنا مستحب ہی اور جب منکوحہ کو اپنے گھر مین بلائے تو اُس عورت کو بھی دو رکعت نماز بجا لانا اور ماثور دعا پڑھنا مستحب ہے اور دونون طاہر ہون پھر جب عورت آئے تو مرد اُسکے ماتھے پر ہاتھ رکھے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ عَلٰى كِتَابِكَ تَزَوَّجْتُهَا وَفِىْ اَمَانَتِكَ اَخَذْتُهَا وَبِكَلِمَاتِكَ اِسْتَحْلَلْتُ فَرْجَهَا فَاِنْ قَضَيْتَ فِىْ رَحِمِهَا شَيْئًا فَاجْعَلْهُ مُسْلِمًا سَوِيًّا وَلَا تَجْعَلْهُ شِرْكَ شَيْطَانٍ - یعنی خداوندا تیری کتاب کے حکم کے موافق اسے نکاح مین لایا ہون مین اور تیری امانت مین اُسے مین نے رکھ لیا ہے اور تیرے فرمودے پر اُسکی شرمگاہ کو حلال کیا ہے مین نے بس اگر اُسکے رحم یعنی پیٹ مین کوئی فرزند تو نے مقدر فرمایا ہے تو اُسے مسلمان پوری پیدایش کا فرما اور اُسے شیطان کا شریک نہ ٹھہرا اور مستحب ہے کہ عورت پاس رات کو آئے اور بسم اللہ بستر ہوتے وقت کہے اور حق تعالیٰ سے پوری پیدایش کے بیٹا ہونے کی دعا مانگے اور ولیمہ یعنی بیاہ کے کھانے کا زفاف کے وقت پکوانا اور مومنونکو بلانا اور کھلانا سنت ہے اور مومنونکو اِس دعوت کا قبول کرنا واجب نہین بلکہ سنت ہے اور جب آجائے تو کھا لینا سنت ہے گو سنتی روزے سے بھی ہو اور زوال آفتاب کے بعد بھی ہو اور جو چیز کہ دولھا دولھن پر نچھاور کرتے ہین اُسکا کھانا جائز ہے اور اُسکا اُٹھا نا بے مالکون کی اجازت جائز نہین خواہ اجازت زبان سے یا خالی قرینے سے ہو اور آیا جو اُسے اُٹھا لیتا ہے وہ اُسکا مالک ہو جاتا ہے اظہر یہی ہے کہ مالک ہو جاتا ہے دوسری قسم آٹھ وقتون مین ہمبستر ہونا مکروہ ہے رات کو چاند گہن کے وقت اور دن کو سورج گہن کے وقت اور زوال آفتاب کے وقت اور سورج کے غروب کے وقت جبتک مغرب کی طرف کی سرخی جاتی نہ رہے اور آخیر مہینے مین بحث مخواع کے

تین دنون مین اور طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک اور ہر رمضان کے مہینے کی پہلی شب مین اور
آدھے مہینے کی رات مین اور سفر مین جب غسل کے لیے پانی ساتھ نہو اور زرد اور کالی آندھی چلنے کیوقت
مین اور زلزلے کے وقت مین اور ننگے ہمبستر ہونا اور احتلام کے بعد نہانے سے پہلے رفع کراہت
کی نیت سے وضو کے پہلے اور اسمین کچھ مضائقہ نہین کہ آدمی کئی بار ہمبستر ہو اور اُن ہمبستریون
کے درمیان مین غسل نکرنے اور اِن سب کے بعد ایکبار نہانے اور عورت سے ایسے حال مین
ہمبستر ہونا مکروہ ہے کہ اُسکے پاس اُسکی طرف کوئی غیر ممیز دیکھنے والا ہو اور اگر ممیز ہو تو حرام ہے
اور ہمبستری کے وقت اور اور وقت عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا مکروہ ہے اور قبلہ کی
طرف مُنھ یا پیٹھ کرکے ہمبستر ہونا مکروہ ہے تیسرے لواحق اور اسمین تین چیزین ہین پہلی چیز
جس عورت سے نکاح کا ارادہ کرے اُسکے مُنھ پر نظر کرنا جائز ہے گو وہ نظر اُس عورت کی بے اجازت
بھی ہو اور یہ جواز مُنھ کے اور گٹون سے ہاتھون کے ظاہر اور باطن کے دیکھنے سے مخصوص ہے
اور اُس عورت کا مکرر دیکھنا جائز ہے خواہ کھڑی ہو خواہ چلی جاتی ہو اور روایت مین وارد ہوا ہے
کہ اُس عورت کے بالون اور محاسن یعنی زینت کے مقامون کیطرف دیکھنا جائز ہے اور اِسکے
سوا اُسکو کپڑے کے باہر سے دیکھے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے ایسی غیر عورت کے
دیکھنے مین کئی شرطین بیان فرمائی ہین ایک یہ کہ اِس بات کا علم ہو کہ وہ عورت اُسپر حلال ہوگی
یا علم نہو تو اِس بات کا گمان غالب ہو دوسری یہ کہ اِس بات کا علم ہو کہ اِسکے شوہر نہین ہے
پھر اگر شوہر کے نہونے مین شک ہو تو حرام ہے تیسری اِس بات کا علم ہو کہ وہ سوال قبول
کریگی اور بعضے فقہا کہتے ہین خود دیکھنا میسر نہو تو کسی عورت کو نائب کرے کہ وہ دیکھکر اُس سے بیان کرے چوتھی
یہ کہ تحصیل اسباب پر قادر ہو گو ابھی حاصل نہ کرچکا ہو مگر قابلیت رکھتا ہو پانچوین نظر نکاح کیلیے
ہو یعنے اُس دیکھنے کا باعث نکاح کا قصد ہو اور اِسیطرح اہل ذمہ کی عورتون کا دیکھنا جائز ہے
اور اُنکے بالون کا دیکھنا جائز ہے اِسلیے کہ وہ مسلمانون کی لونڈیون کے مرتبے مین ہین مگر لذت
اور خواہش کی نظر نہو اور ایک مرد کو دوسرے مرد کا شرمگاہون کے سوا دیکھنا جائز ہے خواہ
بڈھا ہو یا جوان ہو خوبصورت ہو یا بدصورت ہو جبتک کہ خواہش اور لذت کی نظر نہو اور اِسیطرح
عورت کو عورتون کا سوا شرمگاہون کے دیکھنا جائز ہے اور مرد کو اپنی عورت کے ظاہر اور باطن

بدن کی طرف کا دیکھنا جائز ہے اور اسیطرح محرم عورتون کا سوا چھپانے کے مقامون کے دیکھنا جائز ہے اور اسیطرح عورت کو بھی اپنے خاوند کے بدن کے ظاہر اور باطن کا دیکھنا جائز ہے اور اپنے محرم مردون کا شرمگاہون کے سوا دیکھنا جائز ہے اور بیگانہ عورت کی طرف مرد نہ دیکھے مگر اضطرار کے حال مین اور بیگانہ عورت کے مُنہ کی طرف اور ہاتھون کی ہتھیلیون کی طرف ایکمرتبہ دیکھ لینا جائز ہے اور اُسمین بھی کراہت ہی اور مکرر نظر ڈالنا جائز نہین اور اسی طرح عورت بھی بیگانہ مرد کے مُنہ پر ایک بار کراہت کے ساتھ نظر کرسکتی ہے اور مرد کو ضرورت کے وقت عورت کے مُنہ کا دیکھنا جائز ہے جیسے اُسپر گواہ ہوتا ہو اور نظر کرنے مین اُتنے ہی پر اکتفا کرے کہ جتنے حال پر مطلع ہونے کے لیے ضرورت ہے جیسے طبیب ہے کہ جب عورت اُسکی طرف علاج کی محتاج ہو گو اُسکی شرمگاہ بھی دفع ضرر کے لیے دیکھنا پڑے مترجم کہتے ہین کہ غیر مرد کو ایسی بڑھیا عورت کا دیکھنا جسکی طرف رغبت نہوتی ہو جائز ہے اور خصی مرد کے غیر عورتکو دیکھنے مین اختلاف ہے بعضے فقہا جائز جانتے ہین اور بعضے حرام جانتے ہین اور چھوٹی لڑکی کا کہ جسپر خواہش کا گمان نہو اُسکی شرمگاہ کے سوا دیکھنا جائز ہے اور مرد بندے کو بھی اپنی مالکہ کو دیکھنا حرام ہے اور چھوٹے بچے کا کہ نقل نہ کرسکتا ہو غیر عورتکو دیکھنا حرام نہین ہے اور اسیطرح ایضاح مین ہے۔ یہان دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ آیا خواجہ سرا کو اپنی مالکہ کا جسنے اُسے خرید کیا ہے یا غیر عورت کا دیکھنا جائز ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور اظہر یہی ہے اسلیے کہ مانعت عام ہے اور ملک یمین کہ آیت مین مستثنی ہے اُس سے مراد لونڈیان ہین مترجم کہتے ہین کہ خواجہ سرا وہ ہے جسکی مردانی شرمگاہ کے تینون اعضا کٹے ہوئے ہون اُسے اصلا عورتون کی حاجت نہین ہوتی ہے اور اگر کٹے نہون بلکہ اُسکے دونون خصیے ملے ہون یا ایک خصیہ اور وہ عضو مخصوص باقی ہو تو ہمبستری مین مرد کا حکم رکھتا ہے دوسرا مسئلہ نامحرم اندھے شخص کو نامحرم عورتون کی آواز سُننا جائز نہین اسلیے کہ عورت کی آواز بھی عورت کا حکم رکھتی ہے کہ اُسکا چھپانا واجب ہے اور عورت کو بھی نامحرم اندھے کا دیکھنا جائز نہین اسلیے کہ نامحرم کی مانعت عام ہے جسطرح آنکھون والے کو شامل ہے اُسیطرح اندھے کو شامل ہی دوسری چیز اس باب کے متعلق مسئلون کے بیان مین ہے اور وہ پانچ مسئلے ہین پہلا مسئلہ عورت کے

پیچھے کے مقام سے ہمبستری مین ہے اور اِسمین دو روایتین ہین ایک جواز والی ہے اور یہی علما مین مشہور ہے مگر کراہت شدیدہ ہے **دوسرا مسئلہ** آزاد عورت سے کہ لونڈی نہو اور عزل کی شرط نکی ہو منی عزل کرنے کو بعضے فقہا حرام کہتے ہین اور اُسکے سبب سے نطفے کی دیت کہ دس شرعی اشرفیان ہین عورت کو دینا واجب ہوتی ہے اور یہی قول اشبہ ہے **تیسرا مسئلہ** چار مہینے سے بڑھکر عورت سے ہمبستری کا مرد کو ترک کرنا جائز نہین مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے فرمایا ہے کہ عورت کی اجازت ہمبستری کے ترک مین جواز کا باعث نہین ہوتی ہے اِسلیے کہ اِسمین حق تعالیٰ کا بھی حق ہے کہ اس سے ممانعت فرما دی ہے اور اگر پیچھے کی طرف سے ہمبستری کرے تو بھی اُس سے بری الذمہ نہو گا کیونکہ آگے کی طرف سے ہمبستر ہونا واجب ہے **چوتھا مسئلہ** عورت سے بے نو برس کا سِن گزرے ہمبستر ہونا حرام ہے اور اگر یہ کام کرے تو اُس سے ہمیشہ کو حرام نہین ہوتی ہے لیکن اگر افضا کرے یعنی پیشاب اور حیض کی راہ ایک کردے تو صحیح مذہب پر ہمیشہ کو وہ عورت اُسپر حرام ہو جائیگی **پانچوان مسئلہ** مسافر کو بے اطلاع اپنے گھر مین آنا مکروہ ہے اور بعضے فقہا اطلاع اور بے اطلاع مطلق رات کے آنے کو مکروہ کہتے ہین **تیسری چیز** پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوص چیزون کے بیان مین ہین اور وہ پندرہ ہین بعضے اُنہین سے نکاح کے خصائص مین کہ ایک یہ ہے کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار عقد نکاح سے زیادہ کرنا جائز تھا اور شاید اس جواز کی وجہ حضرتؐ کی عدالت کا اعتماد ہے اِسلیے کہ زوجو ونکے ساتھ چلنا بھی عدل سے دوسرے شخص کا کام نہین اور اُن حضرت کا عقد نکاح ہبہ کی لفظ سے عورت کی طرف سے جائز تھا اور ہبہ کے بعد اُن حضرت پر مہر لازم نہوتا تھا نہ ابتدائے نکاح مین نہ انتہائے نکاح مین اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنی ازواج کو اپنے چھوڑ دینے اور اختیار کرنے کا اختیار دینا واجب تھا اور لونڈیون سے نکاح کی تحریم اور ازواج کا بدلنا جائز نہوتا اور نو عورتون سے بڑھکر عقد کرنا جائز نہوتا جبتک دوسرا آیہ اِسکا ناسخ آیا یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک الآیہ اور بعضے خصائص حضرت کے نکاح سے خارج ہین اور یہ مسواک کرنا حضرت پر واجب ہونا اور نماز وتر کا واجب ہونا اور قربانی اور نماز تہجد کا واجب ہونا اور واجب صدقے کا حرام ہونا یعنی فرض زکوٰۃ حضرت پر حرام ہے اور سنتی صدقے مین اختلاف ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ وہ بھی حضرت پر حرام تھا اور کسی کو آنکھ سے اشارہ کرنا

اور خلاف ظاہر بات کا سمجھانا اور روزہ وصال حضرت پر مباح ہونا یعنے دو دن پے در پے بے افطار کے صبح تک ثواب کی نیت سے روزہ رکھنا اور حضرت سے مخصوص تھا کہ چشم مبارک خواب مین ہوتی تھی اور دل حضرت کا بیدار رہتا تھا اور پیٹھ کے پیچھے سے اپنے منھ کے سامنے کی طرح دیکھنا اور خصائص حضرت کے اور بھی مروی ہوئے ہین مگر یہ سب مین اظہر ہین اسباب سے ملحق دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ حضرت صلعم کی ازواج کسی پر آیہ کریمہ کے حکم سے حضرت کی رحلت کے بعد اجماع سے حلال نہین اور انکی حرمت اس سبب سے ہے کہ یہ مومنونکی مائین کہلاتی ہین اور نہ اس سبب سے کہ حضرت باپ کہلاتے ہین اور اسیطرح غیر مدخولہ مین بنا بر ظاہر کے کہا ہے اور لیکن فسخ نکاح سے یا طلاق سے جو آنحضرت سے جدا ہوئی ہین انمین اختلاف ہے اور وجہ یہی کہ وہ کسی پر ظاہر آیہ پر نظر کر کے حلال نہین اسلیئے کہ ان یا باپ کا نام کر لینا نکاح کے حرام ہو جانیکا سبب نہین ہے دوسرا مسئلہ فقہا مین سے بعض شخص نے گمان کیا ہے کہ حضرت کا ازواج مین تقسیم حقتعالی کے قول سے واجب تھی اور وہ یہ ہے تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ وَتُؤْوِیْ مَنْ تَشَاءُ یعنی ازواج مین سے جسے چاہیگا تو ترک کر دیگا اور جسے چاہیگا بلا لیگا اور یہ بات قابل ضعف ہے اسلیئے کہ آیہ کریمہ مین دوسرے معنے کا بھی احتمال ہے پھر اس سے استدلال نہین کر سکتا ہے اسلیئے کہ احتمال ہے کہ ترک طلب ان عورتون سے مختص ہو جنھون نے اپنی باری دوسری عورتون کو بخشدی ہو۔

دوسری فصل عقد نکاح کے بیان مین ہے

اور نظر صیغے مین اور حکمون مین ہے پہلی نظر صیغے مین ہے بس عقد نکاح ایجاب اور قبول کا محتاج ہے کہ تزویج کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور ایجاب کی عبارت کی دو لفظین ہین زَوَّجْتُکَ وَاَنْکَحْتُکَ یعنی تیری جوڑ ہونین اپنے کو مین نے کیا اور تیرے نکاح مین اپنے کو دیا اور مَتَّعْتُکَ کی عبارت مین تردد ہے اسلیئے کہ اس لفظ کی حقیقت منقطع نکاح یعنی متعہ مین ہے اور دائمی نکاح مین مجاز کے طریق پر مستعمل ہے اور لازم عقدون مین خصوصاً فروج کے باب مین احتیاط ضرور ہے اور صریح لفظون سے جو اور معنون کے محتمل نہون واقع کرنا چاہیے گو دائمی نکاح کے قصد کے معتبر ہونے کا جواز زیادہ راجح ہے اور قبول کی عبارت یہ ہے قَبِلْتُ التَّزْوِیْجَ یا قَبِلْتُ النِّکَاحَ یعنی مین نے تزویج کو قبول کیا یا نکاح کو مین نے قبول کیا اور جو اسکے مشابہ ہو اور قبلت کے لفظ پر اکتفا کرنا جائز ہے اور ایجاب و قبول دونون کا ماضی کے لفظ سے ہونا ضرور ہے کہ نکاح کی انشا پر صریح دلالت کرے یا یقینی دلالت واسلے لفظ پر انحصار ہوا اور نکاح کے امر کی بے بند وبستی کی محافظت ہو جائے کہ یہ بے بند وبستی بے نکاح

فروج کی اباحت پر مشتبہ ہے اور اگر امر کے لفظ سے نکاح کی انشا کا قصد کرے جیسے کہے زَوِّجْنِی فلانۃ یعنی میری تزویج فلان عورت سے کر اور وہ کہے زَوَّجْتُکَ اِیَّاہَا یعنی تزویج کی مین نے اُسکی تجھ سے تو بعضے فقہانے اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ حدیث مین سہل ساعدی کی روایت سے وارد ہوا ہے اور یہ قول خوب ہے اور اگر صیغۂ مضارع سے عورت سے کہے یعنی اُزَوِّجُکِ یعنی تجھ سے تزویج مین کرتا ہون اور عورت کہے زَوَّجْتُکَ تو اِسیقدر سے عقد ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس کلام سے ایجاب عمل مین آتا ہے اور اِسکے بعد قبول کی احتیاج رہتی ہے اور ابان ابن تغلب کی روایت مین وارد ہوا ہے کہ متعہ کے نکاح مین اگر کہے کہ مین نے تجھ سے تزویج کی اور عورت کہے کہ ہان تو وہ اُسکی عورت ہو جائیگی اور اگر ولی کہے یا زوجہ مرد سے کہے کہ تیرے متعہ مین اپنے کو اِتنے روپیون پر مین نے دیا اور مدت کا ذکر نکرے تو نکاح دائمی ہو جائیگا اور یہ روایت اِلی نکاح کے متعہ کے لفظ سے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے اور قبول مین ایجاب کے لفظ کی مطابقت شرط نہین ہے بلکہ اگر ایجاب تزویج کے لفظ سے اور قبول نکاح کے لفظ سے واقع ہو تو بھی جائز ہے یا ایجاب نکاح کے لفظ سے اور قبول تزویج کے لفظ سے واقع ہو تو بھی صحیح ہے اور اگر کوئی کہے کہ اپنی بیٹی کی تو نے فلان شخص سے تزویج کر دی اور وہ کہے کہ ہان اور اسکے بعد شوہر کہے کہ مین نے قبول کیا تو بھی صحیح ہے اِسلیے کہ نعم یعنی ہان کا لفظ سوال کے اعادہ پر مشتمل ہے گو سوال کے لفظ کا بولنے مین اعادہ نکرے بس گویا کہ اُسنے کہا کہ ہان مین نے تزویج کی اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور نکاح مین ایجاب کا قبول پر مقدم ہونا شرط نہین یعنی مین نے قبول کیا اور اُس سے تزویج کی پھر اِس کے بعد ولی کہے کہ تیری تزویج مین نے کی تو بھی صحیح ہے اور اِن دو لفظون سے غیر عربی زبان کے ترجمے کی طرف عدول کرنا جائز نہین مگر اُسوقت مین کہ عربی زبان سے عجز ہو اور اگر اِن دونون متعاقدون مین سے کوئی عربی بولنے سے عاجز ہو تو ہر ایک جس زبان کو اچھی طرح سے جانتا ہو اُسمین کہے اور اگر کوئی بالکل بولنے پر قادر نہو یا ایک قادر ہو اور دوسرا بولنے پر غیر قادر ہو تو جو شخص عاجز ہے وہ عقد نکاح کیطرف کے اشارے اور ایما پر اکتفا کرے کہ اُسکا اشارہ کلام کا حکم رکھتا ہے اور عقد نکاح بیع کے لفظ سے اور ہبہ کے لفظ سے اور تملیک کے لفظ سے اور اجارے کے لفظ سے واقع نہین ہوتا ہے خواہ اُسمین مہر کا ذکر ہو خواہ نہ ہو—

اُردو مترجم کہتا ہے کہ جناب ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ رسالۂ نکاح مین فرماتے ہین کہ احادیث اور علما کے اقوال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ دائمی نکاح نکاح اور تزویج کے دونون لفظون مین سے ہر لفظ سے واقع کر سکتے ہین مگر ہمارے بڑے بڑے علما دونون لفظون سے نہایت احتیاط کی راہ واقع کیا کرتے تھے اور ایک فضلا کی جماعت کا مدار اسپر تھا کہ نکاح اور تزویج کے دونون لفظون سے ہر ایک کا تعدیہ دوسرے مفعول کی طرف مِن سے کیا کرتے تھے اور قرآن مجید کے متعدد مقامون مین نکاح کے لفظ کا تعدیہ ذات سے ہوا ہے اور اُنہین سے ایک یہ آیہ کریمہ ہے اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ اور تزویج بھی بعضی آیتون مین ذات سے متعدی ہوئی ہے جیسے کہ قول باریتعالیٰ کا زَوَّجْنَاکَهَا اور بعضی آیتون مین بٔ سے متعدی ہوئی ہے جیسے قول باریتعالیٰ کا وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ اور مین نے بہت سے اخبار مین مِن سے متعدی دیکھا ہے بس احتیاط انہین یہ ہے کہ صیغے ہر طور پر ادا کیے جائین اور اگلی آیتون مین کہ بیان ہوئی ہین انہین مرد کا صیغہ مقدم ہوا ہے اور مشہور اُنکا ہے پھر اگر دونون کی رعایت کیجائے تو اولیٰ اور احوط ہوگی اور بہت سی حدیثون سے اور قولون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر باکرہ عورت بالغہ اور عاقلہ ہو تو اُسکی رضامندی نکاح مین کفایت کرتی ہے اور چونکہ ولی کی شراکت اور استقلال کا قول بھی ہے بسلیے احوط ہے کہ دونون کی رضامندی سے واقع ہو اور جناب والد مرحوم رضی اللہ عنہ کا طریقہ مرضیہ نہایت احتیاط کی راہ سے یہ تھا کہ عورت کی وکالت سے جدا اور ولی کی وکالت سے جدا اور ایک صیغے مین دونون کی وکالت سے اور فقط صیغہ سے بے کسی کی وکالت کے ذکر کے چار طریق سے نکاح واقع فرماتے تھے اور باکرہ عورت کے نکاح مین ولی باپ اور باپ کا باپ یعنی دادا ہوتا ہے اور اِن دونون مین سے ہر ایک کی رضامندی کافی ہو جاتی ہے اور اگر یہ دونون مرجائین تو فقط باکرہ کی رضا کافی ہے اور اگر عورت باکرہ نہو تو اُسی عورت کی رضامندی کافی ہے گو اُسکے باپ دادا موجود ہون اور علما مین مشہور یہی ہے کہ سارے عقدون کا صیغہ انشا کے قصد سے واقع کرنا چاہیے جیسے کوئی شخص لفظ انکحت کہے اور اُس سے مراد یہ لے کہ اِس سے پہلے نکاح واقع کر چکا ہون اور اس کلام سے نکاح واقع ہو جانے کی خبر دیتا ہون تو اسطور سے نکاح واقع نہوگا اور اگر مراد یہ ہو کہ انکحت کے لفظ سے نکاح واقع کرتا ہون تو یہی انشا کے معنے ہین اور اِس سے نکاح واقع ہو جائیگا

اور یہی حکم سارے عقدون کا ہے جیسے کوئی بعت کیے اور اِس سے مراد یہی لے کہ اِس لفظ سے مین بیع واقع کرتا ہون اور واضح ہو کہ اِن امرون سے خالی نہین کہ یا مرد کا وکیل عورت کے وکیل کے ساتھ صیغہ پڑھیگا یا مرد عورت کے ساتھ یا مرد کا وکیل عورت کے ساتھ یا مرد عورت کے وکیل کے ساتھ صیغہ کہیگا اور اِسین کی ہر ایک صورت مین ولی کی رضا کی رعایت کرنی چاہیے یا نہین جیسے عورت ولی نرکھتی ہو یا ولی رکھتی ہو مگر کواری نہو بس یہ سب آٹھ صورتین ہوئین اور یہ سب صورتین اُسی صورت مین ہین کہ مرد اور عورت دونون بالغ اور عاقل ہون اور اگر دونون نابالغ ہون تو ایک اور صورت نکلے گی اور اگر مرد نابالغ اور عورت بالغ یا عورت نابالغ اور مرد بالغ ہو پھر اِس سے خالی نہین کہ نابالغ بالغ کے ساتھ یا بالغ کے وکیل کے ساتھ صیغہ پڑھیگا تو یہ سب پانچون صورتین پہلی آٹھ صورتون سے ملکر سب تیرہ صورتین ٹھہرین پہلی وہ صورت جسمین مرد کا وکیل عورت کے وکیل کے ساتھ صیغہ پڑھتا ہے اور عورت باکرہ یعنی کواری ہو تو اِس صورت مین عورت کا وکیل احتیاط کی راہ سے عورت کی طرف سے بھی ہوگا اور اُسکے ولی باپ یا دادا کی طرف سے بھی وکالت کریگا بس فرض کرتے ہین کہ مرد کا نام محمد ہے اور عورت کا نام زینب ہے تو پہلے عورت کا وکیل مہر کے تعیین کے بعد کہے اَنْکَحْتُ مُوَکِّلَکَ مُحَمَّداً مُوَکِّلَتِیْ زَیْنَبَ عَلَی الصَّدَاقِ خَمْسِیْنَ تُوْمَاناً مَوْصُوْفاً پھر مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ النِّکَاحَ لِمُوَکِّلِیْ عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ پھر عورت کا وکیل کہے زَوَّجْتُ مُوَکِّلَکَ مُوَکِّلَتِیْ بِالْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ التَّزْوِیْجَ لِمُوَکِّلِیْ عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ پھر عورت کا وکیل کہے زَوَّجْتُ مُوَکِّلَکَ مُوَکِّلَتِیْ عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ لِمُوَکِّلِیْ عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ پھر عورت کا وکیل کہے زَوَّجْتُ مُحَمَّداً زَیْنَبَ عَلَی الصَّدَاقِ الْمُعَیَّنِ الْمَوْصُوْفِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ لِمُوَکِّلِیْ عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ پھر عورت کا وکیل کہے زَوَّجْتُ زَیْنَبَ مُحَمَّداً عَلَی الصَّدَاقِ الْمُعَیَّنِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ وَکَالَةً عَنْ مُوَکِّلِیْ پھر عورت کا وکیل کہے اَنْکَحْتُ نَفْسَ زَیْنَبَ وَکَالَةً عَنْهَا وَعَنْ اَبِیْهَا اَوْ عَنْ جَدِّهَا مِنْ مُوَکِّلِکَ مُحَمَّدٍ بِالصَّدَاقِ الْمَذْکُوْرِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ النِّکَاحَ لِمُوَکِّلِیْ بِالصَّدَاقِ الْمَعْلُوْمِ پھر عورت کا وکیل کہے زَوَّجْتُ بِنْتَ مُوَکِّلِیْ مِنْ مُوَکِّلِکَ بِالْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ لِمُوَکِّلِیْ پھر عورت کا وکیل کہے اَنْکَحْتُ زَیْنَبَ مِنْ مُوَکِّلِکَ عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ لِمُوَکِّلِیْ دوسری صورت جسمین مرد اور عورت دونون خود صیغہ

پڑھیں اور عورت کے ولی بھی ہو اور کنواری بھی ہو بس عورت کہے زَوَّجْتُكَ نَفْسِي عَلَى صَدَاقِ خَمْسِينَ تُومَانًا مَوْصُوفًا اور مرد کہے قَبِلْتُ لِنَفْسِي عَلَى الصَّدَاقِ الْمَعْلُومِ پھر عورت کہے أَنْكَحْتُ نَفْسِي عَلَى الْمَهْرِ الْمَعْلُومِ اور مرد کہے قَبِلْتُ لِنَفْسِي پھر عورت کہے زَوَّجْتُكَ نَفْسِي أَصَالَةً وَوَكَالَةً عَنْ أَبِي أَوْ عَنْ جَدِّي بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ اور مرد کہے قَبِلْتُ التَّزْوِيجَ لِنَفْسِي پھر عورت کہے أَنْكَحْتُ نَفْسِي مِنْ نَفْسِكَ بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ اور مرد کہے قَبِلْتُ النِّكَاحَ لِنَفْسِي پھر عورت کہے زَوَّجْتُكَ نَفْسِي عَلَى الْمَهْرِ الْمَذْكُورِ اور مرد کہے قَبِلْتُ لِنَفْسِي اور اس صورت میں احتیاط یہ ہے کہ عورت اپنے باپ کی طرف سے یا دادے کی طرف سے وکیل ہو کر اسی نہج سے صیغہ واقع کرے اور باپ اپنی بیٹی کے صیغے کو داماد کے ساتھ بیٹی کی طرف سے وکیل ہو کر واقع کرے تو کہے زَوَّجْتُكَ بِنْتِي زَيْنَبَ وَكَالَةً عَنْهَا عَلَى صَدَاقِ خَمْسِينَ تُومَانًا مَوْصُوفًا مرد کا جواب سب صورتوں میں اسی طرح ہے کہ مذکور ہو چکا ہے پھر بیٹی کا باپ کہے أَنْكَحْتُكَ بِنْتِي زَيْنَبَ وِلَايَةً عَلَيْهَا وَوَكَالَةً عَنْهَا بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ پھر داماد کے جواب کے بعد بیٹی کا باپ کہے زَوَّجْتُ بِنْتِي زَيْنَبَ مِنْكَ وَكَالَةً عَنْهَا وَوِلَايَةً عَلَيْهَا بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ پھر داماد کے جواب کے بعد بیٹی کا باپ کہے زَوَّجْتُكَ بِنْتِي زَيْنَبَ عَلَى الصَّدَاقِ الْمُعَيَّنِ الْمَعْلُومِ پھر مرد کہے قَبِلْتُ لِنَفْسِي عَلَى الصَّدَاقِ الْمَعْلُومِ تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کا وکیل مرد کے وکیل کے ساتھ صیغہ پڑھے اور عورت باکرہ نہ ہو یا ولی نہ رکھتی ہو جس طرح کہ پہلی قسم میں بیان ہوا ہے کہنا چاہیے اور باپ یا دادے کی وکالت کی لفظوں کو نکال ڈالنا چاہیے اور اگر اس قسم کے پہلے چار صیغوں کو یہ جو صیغے بیان ہوتے ہیں انہیں ملا کر پڑھیں تو ظاہرا کافی ہیں عورت کا وکیل کہے أَنْكَحْتُ وَزَوَّجْتُ نَفْسَ مُوَكِّلَتِي زَيْنَبَ مِنْ مُوَكِّلِكَ مُحَمَّدٍ بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ- اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ النِّكَاحَ وَالتَّزْوِيجَ وَكَالَةً عَنْ مُوَكِّلِي مُحَمَّدٍ بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ- چوتھی صورت یہ ہے کہ عورت مرد کے ساتھ صیغہ پڑھے اور عورت کنواری نہ ہو یا ولی نہ رکھتی ہو اور اس کے صیغے بھی دوسری قسم کے صیغوں کی طرح ہیں مگر انہیں کے تیسرے صیغے کو نہ پڑھنا چاہیے اور پانچویں اور چھٹی اور ساتویں اور آٹھویں صورتیں انہیں بیان کی ہوئی صورتوں سے مرکب ایک قسم کے ایجاب اور دوسری قسم کے قبول کر لینا چاہیے اور تفصیل سے ذکر تطویل کو چاہتا ہے نویں صورت دونوں کمسن نابالغ ہیں اور ولایت سے عقد ہوتا ہے تو دلہن کا ولی کہے زَوَّجْتُ ابْنَكَ بِنْتِي وِلَايَةً عَلَيْهِمَا عَلَى الصَّدَاقِ الْمَعْلُومِ- اور

دولھا کا ولی کہے قَبِلْتُ التَّزْوِیْجَ لِابْنِیْ وَلَایَۃً عَلَیْہِ عَلَی الصَّدَاقِ الْمَعْلُوْمِ پھر دولھن کا ولی زوجت کی جگہ انکحت کہے اَنْکَحْتُ ابْنَکَ بِنْتِیْ عَلَی الصَّدَاقِ الْمَعْلُوْمِ اور جواب کے بعد پھر دولھن کا ولی کہے اَنْکَحْتُ وَزَوَّجْتُ بِنْتِیْ زَیْنَبَ مِنِ ابْنِکَ مُحَمَّدٍ عَلٰی صَدَاقٍ اِثْنَیْ عَشَرَ تُوْمَانًا فِضِّیًّا صَاحِبْقِرَانِیًّا دولھا کا ولی کہے قبلت النِّکَاحَ وَالتَّزْوِیْجَ لِابْنِیْ اور باقی صورتین بھی انھین بیان کی ہوئی صورتون سے نکلتی ہین اور واضح رہے کہ جو شخص طرفین کی وکالت کا ارتکاب کرے وہ زبان عربی سے ماہر ہو کہ اعراب کا تمیز کر سکے اور الفاظ کو درست پڑھ سکے اور قاری سے قراءت کی تصحیح کی ہو کہ حروف کی ادا مخارج سے کر سکے اور وقف اور وصل کی رعایت اُنکے مقامون پر کرے اور اسوقت مین عرب کے ملک کے سوا اور ملکون مین مرکب نام مشہور اور متعارف ہین جیسے کہ محمد حسین اور محمد علی وغیرہ ہین اور اسکا ظاہر یہی ہے کہ عربی ترکیب سے قاعدون کی رعایت کرکے محمد حسین اور محمد علی کو دال اور نون کے زبر سے اور دال یے کے زیر سے پڑھے اور اگر عرب کے طور کی رعایت کرکے محمد علی کو دال کے زبر سے اور یے کو تنوین سے بھی کہے تو بھی احتیاط سے دور نہین اور اگر دونون مرد عورت یعنی دولھا دولھن عقد کے وقت موجود ہون اور اگر وکیل نام کے بدلے ہذا یا ہذہ سے اشارہ کر کے کہے تو بہتر ہے اور ایجاب کے صیغے کے تمام ہونے کے پہلے قبول شروع نکرنا چاہیے اور تمام ہونے سے پہلے عرفی فاصلہ درمیان مین واقع نہونے پائے اور وکیل ہونے کے وقت دو عادل مرد یا ایک جماعت گواہون کی موجود ہو کہ اُس عورت کو جان پہچان لین کہ وہی کہتی ہے نہ دوسری کہ گواہی کے وقت گواہی دیسکین اور وکیل ہونے کے وقت اور صیغہ پڑھنے کے وقت مہر کی تعیین کر لین کہ روپیہ کس سکے کا ہے اور صیغہ شروع کرنے سے پہلے حمد و صلوٰۃ اور نکاح کی تحریص اور حرام کے عذاب پر مشتمل ایک خطبہ پڑھنا چاہیے اور خطبے کلینی مین منقول ہین جسے چاہین پڑھین بہتر ہے اور اگر وہ نہون تو ان دو کلمون کا بھی پڑھنا برا نہین ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِہْرًا وَکَانَ رَبُّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بَیْتِہِ الَّذِیْنَ اَذْہَبَ اللّٰہُ عَنْہُمُ الرِّجْسَ وَطَہَّرَہُمْ تَطْہِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَقَوْلُہُ الْحَقُّ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِہِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تَنَاکَحُوْا وَتَنَاسَلُوْا فَاِنِّیْ اُبَاہِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ

یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَوْ بِالتِّسْقُطِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَعِتْرَتِہِ الْمَعْصُوْمِیْنَ۔ پھر نکاح کے صیغہ
جو بیان ہوئے حسب ضرورت مقام پڑھنا چاہیے یہان سے جناب مجلسیؒ کا کلام ہوچکا دوسری
نظر حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ نکاح مین نابالغ کی عبارت کا اعتبار نہین
ہوتا خواہ ایجاب ہو یا قبول ہو اور نہ دیوانے کی عبارت کا اور نشے کے مدہوش کی عبارت کے اعتبار
مین جو سمجھ نہ سکے کہ کیا کہتا ہے تردد ہے اور اظہر یہی ہے کہ صحیح نہین گو بعد اسکے ہوش مین آئے
اور اجازت بھی دے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ جب مست عورت مستی مین اپنا نکاح
کسی سے کرلے اور پھر ہوش مین آئے اور راضی رہے یا شوہر اُس سے ہم بستر ہوچکے پھر ہوش مین
آنے کے بعد نکاح کو باقی رکھے تو وہ نکاح جاری رہیگا مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا
ہے کہ جاری رہیگا مخفی نرہے کہ سارے اختلافی مسئلون مین عمل احتیاط پر کرنا چاہیے خصوصاً فروج کے
امور مین کہ اُنمین احتیاط واجب ہے اور جو احتیاط پر عمل کرتا ہے وہ براءت ذمہ مین صاحب یقین ہے اور اس سے
بہتر کیا ہے دوسرا مسئلہ بالغہ رشیدہ عورت کے نکاح مین ولی کی اجازت شرط نہین اور کسی قسم کے نکاح مین دو گواہ کا
موجود ہونا شرط نہین اور اگر مرد اور عورت یا اُنکے ولی چھپا کر نکاح واقع کرین تو بھی جائز ہے اور اگر
چھپانے پر دونون اتفاق کرلین تو بھی وہ نکاح خدا کے نزدیک اِس چھپانے سے باطل نہ ہوگا۔
تیسرا مسئلہ اگر کوئی ایجاب نکاح کا کرے اور پھر دیوانگی یا بیہوشی طاری ہوجائے تو ایجاب کا حکم
باطل ہوجائیگا اور اگر طرف ثانی جنون اور بیہوشی کے بعد قبول کرے تو وہ قبول لغو ہوجائیگا اور اگر
اِسی طرح پر دونون متعاقدین مین سے ایک پہلے قبول کرلے اور اسکے بعد عقل زائل ہوجائے
پھر اگر قبول کرنے والے کی عقل جاتی رہنے کے بعد ولی ایجاب کرے تو یہ ایجاب بھی لغو ہوگا۔
اور عقد بیع مین بھی یہی حکم ہے چوتھا مسئلہ اور اگر مہر کی تعیین مین کوئی خیار شرط کرے تو صحیح ہے
اور اگر دائمی عقد مین مہر کی تعیین نہو تو وہ عقد فاسد نہوگا اور تعیین نہونے کا جواز مہر سے مخصوص ہے
کچھ اصل نکاح سے مخصوص نہین پانچوان مسئلہ جب کوئی مرد کسی عورت کے زوجہ ہونے کا اقرار
کرلے اور وہ عورت بھی اُسکی تصدیق کرے یا کوئی عورت کسی مرد کے شوہر ہونے کا اقرار کرے
اور مرد بھی اُسکی تصدیق کرے تو اِن دونون صورتون مین اِن دونون مین زوجہ شوہر ہونے
کے ثبوت کا ظاہر کے موافق حکم کرینگے اور ایک دوسرے کی میراث پائیگا اور اگر ایک اُن دونون مین سے

سے دونسرے کے اقرار کرے بس اُس پر کہ جسنے اقرار کیا ہے عقد کے لوازم کا حکم کرینگے اور جسنے کہ اقرار نہین کیا ہے اُسپر حکم نکرینگے **چھٹا مسئلہ** جب کسی شخص کے کئی بیٹیان ہون اور اُنمین سے ایک کی تزویج کرے اور اُسکا نام عقد کے وقت بیان نہ کرے اور دل مین اُسکا قصد کر لیا ہو پھر جسپر عقد واقع ہوا ہے اُس لڑکی مین نزاع واقع ہو بس اگر شوہر اُن لڑکیون کو دیکھ چکا ہو تو باپ کا قول مقبول ہوگا اِسلیے کہ ظاہر حال اِسی پر دلالت کرتا ہے کہ شوہر نے تعیین کے اختیار کو اُنہین کے باپ پر چھوڑ دیا تھا اور لڑکیون کے باپ پر واجب ہے کہ جس لڑکی کا عقد نکاح کے وقت دل مین قصد کیا ہے اُسی کو دے اور اگر شوہر نے اُن لڑکیون کو نہ دیکھا ہو تو یہ عقد نکاح باطل ہے اِسلیے کہ شوہر کے سامنے منکوحہ کی تعیین نہین ہوئی اور شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اِن دونون صورتون مین عقد نکاح کا بطلان اصح ہے **ساتوان مسئلہ** عقد نکاح مین شرط ہے کہ زوجہ کو غیر زوجہ سے متمایز اِس طرح سے کرے کہ اُس زوجہ کی طرف اشارہ کرے یا اُسکا نام بیان کرے یا اُسکی صفت بیان کرے پھر اگر کوئی شخص اپنی دو بیٹیون مین سے ایک بیٹی کی بے تعیین کے تزویج کرے یا اُس حمل کی جو اُس زوجہ کے پیٹ مین ہے تزویج کرے تو اِسطرحکا عقد صحیح نہین **آٹھوان مسئلہ** جب کوئی مرد کسی عورت کے زوجہ ہونے کا دعویٰ کرے اور اُسکی بہن اُس مرد کے شوہر ہونے کا دعویٰ کرے اور ہر ایک اپنے دعوے پر ثبوت دے بس اگر اُس مرد نے اُس عورت سے جو زوجہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے ہمبستری کی ہے تو اِس صورت مین اُسی عورت کے ثبوت کو مرد کے ثبوت پر ترجیح ہے اِسلیے کہ ہمبستری حسب ظاہر اُس عورت کے دعوے کے ثبوت کی تصدیق کرنے والی ہے اور یہی حکم ہے جب اُس عورت کے ثبوت کی تاریخ مرد کے ثبوت کی تاریخ پر مقدم ہو اور جبکہ یہ دونون باتین نہون اور وہ دونون بہنین سب باتون مین یکسان ہولین تو اِس صورت مین مرد کے ثبوت کو ترجیح ہے اور اِس حکم کی مستند روایت ہے **نوان مسئلہ** جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور دوسرا شخص دعویٰ کرے کہ یہ عورت میری جورو ہے تو اُس شخص کے دعوے کی طرف التفات نہ کرین گے مگر جب ثبوت رکھتا ہوگا تو التفات کرینگے اور سُنین گے **دسوان مسئلہ** جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت سے کسی لونڈی سے نکاح کرے اور اسکے بعد اُس غلام کا آقا اُس لونڈی کے مالک سے اُسکو مول لے لینے کو

پس اگر وہ غلام اُس لونڈی کو اپنے آقا کے لیے مول لیگا تو وہ عقد باقی رہیگا اور اگر وہ غلام اُس لونڈی کو اپنے لیے آقا کے اذن سے مول لے یا مالک مول لینے کے بعد اُس غلام کو اُسکا مالک کردے تو اگر بندے کے مالک ہونیکے قائل ہون تو عقد نکاح باطل ہو جائیگا اِسلیے کہ اِس صورت مین شوہر زوجہ کا مالک ہوگا اور ملک عقد زوجیت کی منافی ہے اور اگر اِسکے قائل ہون کہ بندہ مالک نہین ہوسکتا ہے تو وہ لونڈی اُسکے آقا کا مال ہے گو اُسے دیڈالے بھی جیساکہ بعضے علما کا مذہب ہے تو اِس صورت مین عقد نکاح اپنے حال پر باقی ہے اور اگر کچھ اُس غلام مین سے آزاد ہوا اور کچھ مملوک ہو اور اپنی زوجہ کو اُسکے مالک سے مول لیلے تو اُن دونون کا نکاح باطل ہوجائیگا خواہ اپنے ذاتی دامون سے خرید کیا ہو خواہ اپنے اور اپنے آقا کے مشترک دام سے مول لیا ہو۔

تیسری فصل عقد نکاح کے اولیا کے بیان مین ہے اور اِسمین دو فصلین ہین۔

پہلی فصل اولیا کی تعیین مین ہے نکاح کی ولایت نہین ہے مگر باپ کو یا باپ کے باپ یعنی دادے کو کتنا ہی دادا اوپر وار جائے یعنی دادے کا دادا ہو اور غلام کے عقد نکاح مین اُسکے آقا کی ولایت ہوتی ہے اور وصی کو اور حاکم شرع کو بھی ولایت ہوتی ہے اور آیا دادے کی ولایت مین باپ کا جیتے رہنا شرط ہے بعضے علما کہتے ہین کہ ہان ایک روایت کے اعتبار سے جو اِس بارے مین وارد ہوئی ہے شرط ہے اور وہ روایت ضعف سے خالی نہین اور وجہ یہی ہے کہ باپ کا جیتے رہنا شرط نہین بلکہ اگر یتیم کا باپ مر بھی گیا ہو تو بھی اُسکا دادا اُسکے عقد نکاح کی ولایت کرسکتا ہے اور باپ دادے کی ولایت نابالغ عورت پر بھی ثابت ہے گو اُسکی بکارت ہمبستری وغیرہ سے جاچکی ہو اور اُسے ولی کے کیے عقد کے فسخ کا اختیار بلوغ اور رشد کے بعد نہین ہے اور یہی قول ظاہر ہے اور آیا باپ دادے کی ولایت بالغہ باکرہ رشیدہ عورت پر ثابت ہوتی ہے اِسمین دو روایتین ہین اور اُنھین کی اظہر یہی روایت ہے کہ رشیدہ باکرہ عورت پر سے ولایت جاتی رہتی ہے اور اپنے عقد نکاح مین مختار ہو جاتی ہے خواہ دائمی نکاح ہو یا منقطع یعنی متعہ ہو اور بعضے علما کہتے ہین کہ عورت باکرہ بالغہ رشیدہ دائمی عقد بے باپ دادے کی اجازت کرسکتی ہے اور متعہ بے اجازت نہین کرسکتی ہے اور بعضے علما اِسکے برعکس کہتے ہین اور بعضے اُسکے حکم کو دونون نکاحون کے بارے مین باپ دادے کے ہوتے ہوئے ساقط جانتے ہین اور اِس باب مین اور بھی ایک روایت ہے

جو اِس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ لڑکی اپنے نکاح کی ولایت مین اپنے باپ دادا کی شریک ہے اور باپ دادے مین سے کوئی شخص بے اُس لڑکی کی رضامندی اُس لڑکی کا عقد نہین کر سکتا ہے لیکن بالغہ رشیدہ باکرہ نکاح کی خواہش اپنی برادری کے یعنی ایمان کے شریک سے کرے اور باپ دادا اُسکی خواہش اور رغبت کے ہوتے ہوئے اُسے مانع آئین تو اُس لڑکی کو اپنی تزویج آپ کر لینا جائز ہے گو وہ ناخوش بھی ہون یعنی باپ اور دادے کو بالغہ باکرہ رشیدہ پر اور بالغ رشید لڑکے پر علما کے اجماع سے ولایت نہین رہتی ہے اور باپ کی اور دادے کی ولایت سب پر خواہ مرد ہون خواہ عورت ہون خواہ بالغ ہون خواہ نابالغ ہون دیوانگی حال مین عقد پر ثابت ہے جس صورت مین وہ عقد اُنھین مفید بھی ہو مترجم کہتے ہین کہ اِسمین خلاف ہے کہ جنون کو بلوغ اور رشد سے پہلے عارض ہونا چاہیے یا نہین بعضے فقہائے جنون کے اتصال کو بلوغ کے قبل سے اِس معنے سے شرط کیا ہے کہ بلوغ کے حادث ہونے کے سبب سے ولایت منقطع نہونے پائے اِسلیے کہ اگر منقطع ہو جائیگی تو پھر پھر کر نہ آئے گی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ اتصال کچھ شرط نہین اور اگر مجنون کا ولی عقد نکاح کرے اور اِسکے بعد وہ ہوش مین آئے تو اُسے فسخ کا اختیار نہین

اور مالک کو اپنی لونڈی کی تزویج جائز ہے خواہ وہ لونڈی بالغہ ہو یا نہو خواہ عاقلہ ہو یا مجنونہ ہو اور اُس لونڈی کو اُسمین کسیطرح کا اختیار نہین ہے اور یہی حکم غلام مین بھی ہے اور حاکم شرع کو نکاح کی ولایت کسی رشید بالغ اور نابالغ کے نکاح پر نہین ہے اور حاکم شرع کی ولایت اُسی شخص پر ہے جو غیر رشد کے حال مین بلوغ کو پہونچے یا رشید ہونے کے بعد اسکی عقل جاتی رہے اور اُسکے لیے نکاح کا کرنا صلاح بھی ہو اور وصی کو نکاح کی ولایت نابالغ پر نہین ہوتی ہے گو وصی نے اُسے صریح یتیم کے نکاح کا حکم کیا ہو اور یہی اظہر بھی ہے اور وصی کو اُس یتیم کی تزویج پہونچتی ہے جو فساد عقل کے حال مین بالغ ہوا ہو جب اُسے معلوم ہو جائے کہ اُسے نکاح کی احتیاج بھی ہے اور جسپر حجر اسراف کے سبب سے واقع ہوا ہو تو اُسے بے اضطرار کی حالت کے تزویج جائز نہین اور اگر بے اضطرار کے عقد واقع کریگا تو وہ عقد فاسد ہو جائیگا اور اگر اُسے نکاح کر نہین ناچاری ہو تو حاکم شرع کو اُسے نکاح کرنے کی اجازت دینا جائز ہے خواہ زوجہ کو معین کر دے خواہ مطلق چھوڑ دے اور اگر حاکم شرع کی بے اجازت اضطرار کے ہونے پر نکاح کر لے تو صحیح ہے اور اگر مہر مثل سے زیادہ

مہر قرار دیگا تو وہ زیادتی مہر کی باطل ہو جائے گی اور مہر مثل دینا چاہیے۔
دوسری فصل لواحق مین ہے اور اُسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر عورت بالغہ رشیدہ کیسکو اپنے نکاح کا وکیل کرے اور ناکح کو معین نکرے اور وہ وکیل آسے اپنے عقد مین لائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح نہین اسلیے کہ اسکے جائز نہونے مین عمار ساباطی نے ایک حدیث روایت کی ہے اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ ایجاب کرنیوالا اور قبول کرنیوالا ایک ہی شخص ہو لیکن اشبہ جواز ہے اسلیے کہ اقوی قول ہی ہے کہ اعتباری تغایر ایجاب کرنیوالے اور قبول کرنیوالے مین کفایت کرتا ہے لیکن دادا اگر ایک بیٹے کی بیٹی کا نکاح دوسرے بیٹے کے بیٹے سے کرے یا باپ اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کرے اور یہی ہر ایک باپ دادے ان دونون عقدون مین دونون طرفون کے متولی ہون تو جائز ہے دوسرا مسئلہ جب نابالغ عورت کا ولی اُس عورت کا نکاح کسی شخص سے مہر مثل سے کم پر کرے تو اُس لڑکی کو مہر یا نکاح کا فسخ جائز ہے اسمین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ جائز ہے یعنی جس صورت مین کہ اُس منکوحہ کے لیے مصلحت نہو اور اگر اُسکی اصلاح کم مہر کرنے مین ہو پھر تو اعتراض ہی جائز نہین تیسرا مسئلہ عورت کا صیغہ پڑھنا عقد نکاح مین بالغہ رشیدہ ہونے پر مبنی ہے بس عورت کو اپنے عقد نکاح کا واقع کرنا جائز ہے اور کسی مرد یا عورت کا وکیل بننا ایجاب مین اور قبول مین جائز ہے چوتھا مسئلہ فضولی نکاح اجازت پر موقوف ہوا کرتا ہے اور اجازت کے بعد پھر نئے سر لیسے عقد پڑھنے کی ضرورت نہین اور یہی اظہر ہے بس اگر بالغ عورت کا نکاح باپ دادے کے سوا کوئی اور نزدیک دور کا قرابتی واقع کرے تو وہ عقد صحیح نہوگا مگر جبکہ وہ عورت نکاح کی اجازت دیدے خواہ وہ عقد واقع کرنیوالا اُسکا چچا یا بھائی ہو اور باکرہ عورت مین پوچھنے کے وقت چُپ رہنے پر بھی قناعت کرسکتے ہین مگر شرط یہ ہے کہ اُسکی کراہت نکرنے پر کوئی قرینہ بھی ہو اور ثیبہ یعنی دوہاجو عورت کو نکاح کرنے کی اجازت دینے کی تکلیف دینگے اور عورت مملوکہ یعنی لونڈی ہو تو اُسکا نکاح اُسکے مالک کی اجازت پر موقوف ہے اور اسیطرح پر اگر کم سن نابالغہ عورت ہو اور اُسکا باپ یا دادا اُسکے نکاح کی اجازت دے تو صحیح ہے پانچوان مسئلہ جب ولی کافر ہو تو اُسکی ولایت نہین اور اگر باپ کافر ہو اور دادا مسلمان ہو تو دادا کی ولایت ثابت ہوگی نہ باپ کی اور یہی حکم ہے اگر باپ دیوانہ یا بیہوش ہو جائے اور اگر مانع یعنی جنون یا بیہوشی جاتی رہے تو ولایت عود

کرآئے گی اور اگر باپ اپنی بیٹی کے لیے کوئی شوہر پسند کرے اور دادا دوسرے کو پسند کرے بس جو عقد پہلے ہو جائیگا وہی صحیح ہے اور پیچھے والا عقد باطل ہے اور اگر نابالغ عورت کے شوہر کی تعیین مین باپ اور دادا تنازع کرین تو دادے کی پسند مقدم ہے نہ باپ کی اور اگر دونون ایک ہی وقت مین عقد واقع کرین تو دادا کا کیا ہوا عقد ثابت رہیگا اور باپ کا کیا عقد ثابت نرہیگا **چھٹا مسئلہ** اگر ولی نابالغہ لڑکی کی تزویج کسی دیوانے یا خصی سے کردے تو نکاح صحیح ہے لیکن لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد اختیار ہے کہ خواہ ولی کے فعل پر راضی رہے یا نکاح کو فسخ کر ڈالے اور یہی حکم ہے اگر نابالغ لڑکے کا ولی کسی ایسی عورت سے نکاح کرے کہ جسمین فسخ کے موجب عیبون مین سے کوئی عیب ہو اور اگر ولی نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی غلام سے کردے تو اُسے فسخ کا اختیار بلوغ کے وقت نہین ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر نابالغ لڑکے کا نکاح کسی لونڈی سے کردے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ولی کی ولایت سے نابالغ لڑکے کا نکاح لونڈی سے کرنا جائز نہین اسلیے کہ لونڈی سے نکاح کرنے کا جواز حرام مین گرفتار ہو جانے کے ڈر سے مشروط ہے اور نابالغ لڑکے مین یہ ڈر نہین ہوتا **ساتوان مسئلہ** لونڈی کو اپنے مالک کی بے اجازت نکاح کرنا جائز نہین گو مالک عورت ہو خواہ دائمی نکاح ہو یا متعہ ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب لونڈی کی مالک عورت ہو تو اُسے بے اجازت اپنی مالکہ کے متعہ کرنا جائز ہے اور پہلا قول اشبہ ہے **آٹھوان مسئلہ** جب نابالغ لڑکے کا باپ اور نابالغہ لڑکی کا باپ دونون ولایت سے دونون کا نکاح واقع کرین تو اُن دونون کا نکاح لازم ہو جائیگا اور جو ان ناکح منکوحہ مین سے مر جائیگا تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور اگر ایسے نکاح کو ولی کے سوا کوئی اور واقع کریگا اور اُنمین سے ایک بلوغ کے پہلے مر جائے تو عقد اور مہر اور میراث باطل ہے اسلیے کہ یہ فضولی عقد ہے بلوغ کے بعد کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر اِن دونون مین سے کوئی بالغ ہو جائے اور اِس عقد سے رضامندی ظاہر کرے تو اُسکی طرف سے عقد لازم ہو جائیگا پھر اگر وہ مر جائیگا تو اُسکے ترکے سے دوسرے کا حصہ نکال رکھین گے پھر اگر دوسرا بھی بالغ ہو کر اُس عقد کی اجازت دے تو اُس سے قسم لین گے کہ میراث لینے کے لیے تو اجازت نہین دی ہے اور قسم کے بعد وہ وارث ہوگا اور اگر اِن دونون مین کوئی بلوغ کے بعد بے اجازت دیے مر جائے تو عقد اور میراث دونون باطل ہین **نوان مسئلہ** جب مالک

اپنے غلام کو عقد نکاح کے واقع کرنے کی اجازت دے تو وہ نکاح صحیح ہے اور اگر اجازت مطلق ہو اور مہر کی تعیین نہ کی ہو تو اُس غلام کو مہر مثل پر عورت سے نکاح کرنا چاہیے پھر اگر اس صورت مین مہر مثل سے زیادہ مہر قرار دیگا تو وہ زیادتی اُسی غلام کے سر ہے جب آزاد ہو گا تو اُسکا بھریگا اور مہر مثل اُسکے مالک کے ذمے ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بھی اُسی کے کارکسب سے متعلق ہے اور پہلا قول اظہر ہے اور غلام کی جورو کے روٹی کپڑے مین بھی یہی حکم ہے دسوان مسئلہ جس غلام مین سے کچھ آزاد ہو چکا ہو تو اسکے مالک کو اُسکے نکاح کے واقع کرنے مین اُسپر جبر نہین پہونچتا ہے۔

گیارھوان مسئلہ جب کوئی لونڈی کسی نابالغ کی ملک مین ہو تو اُسکے نکاح کا اختیار اُسی نابالغ کے ولی کو ہے اور نابالغ کو بلوغ کے بعد ولی کے کیے نکاح کا فسخ کرنا جائز نہین اور عورت کو اپنے نکاح مین اپنے باپ کی اجازت لینا مستحب ہے خواہ کواری ہو خواہ دوہاجو ہو اور اگر اُسکے باپ دادا نہون تو اُسے اپنے بھائی کا نکاح مین وکیل کرنا مستحب ہے اور اگر کئی بھائی ہون تو سب سے بڑے بھائی پر اعتماد کرے اور سب بھائیون مین سے اگر ہر ایک ایک کو اُسکے لیے پسند کرے تو سب سے بڑے بھائی کی پسند کو قبول کرے یہان تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب ایک عورت کا نکاح اُسکے دو بھائی دو مردون سے واقع کرین اور اُسنے اُن دونون کو تزویج مین وکیل کیا ہو تو پہلا عقد صحیح ہے اور دوسرا باطل ہے اور اگر دوسرے سے ہمبستر ہو اور حاملہ ہو جائے تو لڑکا دوسرے سے ملحق ہو گا اور اُسے اُسکا مہر دینا چاہیے اور پہلے شوہر کیطرف بعد عدے کے پھیر دیجائیگی یعنی دوسرے سے ہمبستری کی حرمت نجاننے کی صورت مین یہ ہے کہ وطی شبہہ ہو جائیگی اور جب دونون اِس فعل کی حرمت سے واقف ہونگے اور پھر ایسا کرینگے تو یہ فعل زنا ہو گا اور عورت کچھ مہر نپائیگی اور لڑکا بھی زانی سے ملحق نہو گا اور اگر مرد حرمت کو جانتا ہو اور عورت حرمت کو نجانتی ہو تو اِس صورت مین مرد زناکار ہے اور عورت کا مہر دیگا اِسلیے کہ اُسکی طرف سے وطی شبہہ یعنی ہمبستری شبہے سے ہوئی ہے اور اگر دونون نے ایک حال مین بے تقدیم اور تاخیر کے دو شخصون سے عقد کیا ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ بڑے بھائی کا عقد مقدم ہے اور یہ دعوی بے دلیل ہے اور اگر عورت نے بھائیون کو عقد کی اجازت نہین دی ہے اور عقد فضولی اُنھون نے کیا ہے تو وہ عورت مختار ہے جس عقد کی اجازت دیگی وہی واقع ہو جائے گا اور اُس عورت کے حق مین بہتر یہی ہے کہ سب سے بڑے بھائی کے عقد پر

راضی ہوا در انہین سے جس سے وہ عورت اجازت کے پہلے ہمبستر ہوا اُسی شوہر کا عقد متحقق ہو جائیگا اِسلیے کہ ہمبستری فعلی اجازت ہی مترجم کہتے ہین کہ یہ مسئلہ عقد فضولی کے صحیح ہونے اور اجازت پر موقوف رہنے والے قول پر متفرع ہے جیسا کہ بعضے فقہا کا مذہب ہی دوسرا مسئلہ ماں کو بیٹے کے نکاح کی ولایت نہین ہوتی ہے اگر ماں اپنے بیٹے کا فضولی عقد پڑھوائے خواہ وہ بیٹا چھوٹا ہو خواہ بڑا ہو اگر وہ لڑکا بالغ ہوکر راضی ہوگا تو عقد لازم ہو جائیگا اور اگر اُس عقد سے راضی نہوگا تو ماں کو لازم ہے کہ مہر دیدے اور اِسمین تردد ہے اِسلیے کہ فضولی عقد مین عقد واقع کرنیوالے پر مہر نہین ہوتا ہے اور بعضے فقہا نے ماں پر مہر کے وجوب کی رعایت کی عبارت کو اِسطرف لیگئے ہین کہ جب ماں نے بیٹے کی وکالت کے ادعا سے نکاح کیا ہو تو اُس صورت مین اُسے مہر دینا لازم ہے تیسرا مسئلہ جب کوئی غیر شخص کسی عورت کا نکاح کسی مرد سے کرے اور شوہر کہے کہ اُس غیر شخص نے تیری بے اجازت تیرا نکاح کیا ہے اور عورت کہے کہ مین نے اُسے اجازت دی تھی تو مقبول قول عورت ہی کا قسم کے ساتھ ہے خواہ فضولی عقد صحیح ہو یا نہو اِسلیے کہ وہ عورت عقد کی صحت کا دعوی کرتی ہے اور مرد عقد کے بطلان کا دعوی کرتا ہے بس اصل کے خلاف کے مدعی کے ذمے ثبوت ہے۔

چوتھی فصل نکاح کی حرمت کے سببون مین ہے اور وہ چھ سبب ہین **پہلا سبب نسب** ہے اور نسب سے سات قسم کی عورتین حرام ہوتی ہین ایک ماں دادی نانی حرام ہین کتنے ہی اوپر کو جائین جیسے ماں کی ماں کی ماں وغیرہ اور دادی کی دادی وغیرہ ہین دوسری صلبی بیٹیاں حرام ہین اور اُنکی بیٹیاں کتنے ہی اسفل کو جائین یعنی بیٹی کی بیٹی کی بیٹی وغیرہ تیسرے بیٹے کی بیٹیاں حرام ہین کتنی ہی اسفل ہون یعنی جیسے بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کی بیٹی وغیرہ ہین چوتھی بہنین حرام ہین خواہ حقیقی ہون خواہ علاتی یا اخیافی ہون یعنی سگی ایک ماں باپ سے بہنین ہون خواہ سوتیلی فقط ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے ہون اور بہنون کی بیٹیاں اور اُنکی اولاد کی بیٹیاں پانچوین پھوپھیاں حرام ہین یعنی باپ کی بہنین خواہ باپ کی وہ حقیقی ایک ماں باپ سے بہنین ہون خواہ فقط باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے ہون اور سب چچا دادی نانی کی بہنین حرام ہین کتنی ہی بلند ہون چھٹی خالائین حرام ہین یعنی ماں کی بہنین خواہ ایک ماں باپ سے سگی بہنین ہون یا سوتیلی صرف ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے بہنین

ہون اور کتنی ہی بلند ہون تساتوین بھائی کی بیٹیان حرام ہین خواہ سگا بھائی ایک مان باپ سے ہو یا سوتیلا فقط مان کی طرف سے یا باپ کی طرف سے ہو خواہ بھائی کی سگی بیٹیان ہون خواہ اُسکی اولاد کی بیٹیان ہون اور کتنی ہی اسفل ہون یعنی جیسے بھائی کے بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کی بیٹی وغیرہ اور اسی مثل ہین عورتون پر مرد حرام ہین بس عورتون پر باپ حرام ہین گو کتنے ہی بلند ہون اور بیٹے حرام ہین اور بھائی اور بھائی کے بیٹے اور بہن کے بیٹے حرام ہین اور عورت پر چچا حرام ہے کتنا ہی بلند ہو اور ماموں حرام ہے۔ تین فرعین **پہلی فرع** نسب صحیح نکاح سے اور وطی شبہہ سے یعنی شبہے کی ہمبستری ثابت ہوتا ہے اور زنا سے نسب ثابت نہین ہوتا ہے اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور اُسکے نطفے سے لڑکا پیدا ہوا اور اُسپر یقین حاصل ہو کہ اُسی زانی کے نطفے سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے تو بھی یہ لڑکا شرع شریف کی رو سے اُس زانی سے منسوب نہوگا اور آیا نکاح اُس حرام کے بیٹا بیٹی کا زانی اور زانیہ کے ساتھ حرام ہے موجہ یہی ہے کہ حرام ہے اسلیے کہ یہ اولاد اُنھین کے نطفے سے پیدا ہوئی ہے اور لغت کے رو سے اُنھین بیٹا بیٹی کہین گے **دوسری فرع** اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو طلاق دے اور طلاق کے بعد کوئی دوسرا شخص وطی شبہہ کرے یعنی اپنی بی بی یا حرم کے شبہے سے اُس مطلقہ سے ہمبستر ہو جائے نہ زنا کے یقین سے اور اُس مطلقہ سے لڑکا پیدا ہو پھر اگر شبہے کی ہمبستری سے اور ولادت کے زمانے تک چھ مہینے سے کم گزرے ہون کہ پورے چھ مہینے کم سے کم حمل کی مدت ہین اور مطلق یعنی طلاق دینے والے کی ہمبستری سے چھ مہینے یا زیادہ گزرے ہون کہ اکثر مدت حمل سے کہ پورے نو مہینے ہین کم ہون یا پورے حمل کی اکثر مدت بھر ہون تو اس صورت مین حکم کیا جائیگا کہ یہ لڑکا طلاق دینے والے سے پیدا ہوا ہے اور شبہے والی ہمبستری سے نہین پیدا ہوا ہے لیکن اگر شبہے والی ہمبستری پر چھ مہینے کم گزرے ہونگے اور مطلق کی ہمبستری پر نو مہینے سے زیادہ گزر چکے ہونگے تو اِن دونون مین کسی سے یہ لڑکا ملحق نہوگا اور ہر ایک کی طرف منسوب ہونے کا احتمال رکھیگا تو قرعے سے حکم کرنا چاہیے اور اسمین تردد ہے اشبہ یہی کہ دوسرے سے یعنی شبہے سے ہمبستری کرنے والے سے منسوب ہوگا اور دودھ کا حکم نسب کا تابع ہے یعنی اِن دونون مین سے جس سے یہ لڑکا منسوب ہوگا اُسی کا دودھ بھی ٹھہریگا اور رضاع کے احکام اُسی سے متعلق ہونگے **تیسری فرع** اگر کوئی شخص اپنی جورو کی بیٹے کے اپنے نطفے سے

ہونے کا انکار کرے اور اُس عورت کے ساتھ شرعی طور پر جیسا کہ آگے انشا اللہ تعالیٰ بیان ہوگا ملاعنہ کرے تو اُس لڑکے کا انتساب اُس شخص سے جاتا رہیگا پھر اسکے بعد اگر اُسکے بیٹے ہونے کا اقرار کرے گا تو لڑکا اُسکی طرف عود کر آئیگا اور دُودھ بھی اُسکی طرف پھر آئیگا مگر اِس صورت مین لڑکا تو ملاعنہ کرنے والے کی میراث لے گا اور ملاعنہ کرنے والا اُس لڑکے کی میراث نپائے گا دوسرا حرمت کا سبب رضاع یعنی دودھ ہے اور نظر اُسکی شرطون اور حکمون مین ہے دودھ پینے سے حرمت پھیلنے کی کئی شرطین ہین پہلی شرط یہ ہے کہ دودھ نکاح سے پیدا ہوا ہو اگر کسی عورت کے بے ہمبستری کے دودھ نکل آئے اور وہ دودھ کسی لڑکے کو پلائے تو یہ دودھ نکاح کرنے کی حرمت کا سبب نہوگا اور اگر دودھ زنا سے پیدا ہوا ہو تو اُسکا بھی یہی حکم ہے اور بعضے فقہا اسے بھی نکاح کی حرمت پھیلنے کا سبب کہتے ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس سے حرمت نہین ہوتی ہے اور اسمین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے کہ یہ دودھ بھی صیحیح نکاح کے دودھ کا حکم رکھتا ہے اور اگر شوہر اپنی حاملہ بی بی کو جو اُس سے حاملہ ہوئی ہو طلاق دے اور بعد طلاق کے اُسکے یہان لڑکا پیدا ہوا اور وہی دودھ کسی لڑکے کو پلائے تو بھی حرمت اُسی طرح سے پھیلے گی جس طرح سے کہ نکاح کے باقی رہنے پر پھیلتی اور یہی حکم ہے اگر وہ عورت دوسرا شوہر کرلے اور اُس سے ہمبستر ہو کر حاملہ ہو جائے پھر اگر دوسرے حمل سے پہلا دودھ سوکھ جائے پھر ایسے وقت نکلے کہ جسمین حمل کا دودھ ہوا کرتا ہے تو اِس صورت مین یہ دودھ دوسرے حمل کا ہے اور پہلے حمل کا نہین ہے اور اگر دوسرے حمل کے وضع تک دودھ متصل ہے تو جو دودھ وضع حمل سے پہلے پلایا ہے وہ پہلے شوہر کا ہے اور جو دودھ کہ وضع حمل کے بعد دیا ہے وہ دوسرے شوہر کا ہے —

دوسری شرط دودھ کی مقدار ہے اور وہ دودھ کی اتنی مقدار کا پینا ہے کہ جس سے بچے کے گوشت اُگے اور ہڈی سخت پڑے اور اگر دس مرتبے سے کم دودھ پلائے تو حرمت نہ پھیلے گی مگر ایک شاذ روایت مین کہ جسپر عمل نہین کیا گیا ہے اِس سے بھی حرمت پھیلنے کا حکم ہے اور آیا دودھ دینے سے حرمت حاصل ہو جاتی ہے اسمین دو روایتین ہین مشہور یہی ہے کہ حرمت نہین ہوتی ہے اور اگر پندرہ دفعہ دودھ دے تو حرمت پھیل جائے گی یا آٹھ پہر پلائے گی اور دفعات مین تین قیدین معتبر ہین پہلی قید یہ ہے کہ ہر دفعہ پورا دودھ پی لے اور دوسری قید یہ ہے کہ وہ دفعین پے در پے ہون یعنے بیچ مین کسی اَور عورت کا دودھ نہ پیئے تیسری قید یہ ہے کہ دودھ چھاتی سے پیے نہ یہ کہ کسی برتن مین

دودھ کر پیے اور دفعہ کی مقدار عرف اور عادت سے معلوم ہو جاتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دفعہ کی مقدار یہ ہے کہ بچہ پیٹ بھر کے پی لے اور خود سے چھاتی کو چھوڑ دے پھر اگر چھاتی سے پیتا ہے اور بعد اسکے پھر پھرے تو اس صورت مین اگر پہلی دفعہ خود سے اعراض کیا ہے تو وہ دفعہ بھی گنتی مین آئے گی اور اگر بے اعراض کے قصد کے چھاتی چھوڑ دے جیسے سانس لینے کو یا کھیل کے دیکھنے کو یا چھاتی بدلنے کو چھوڑے تو یہ سب ایک ہی دفعہ مین ہین اور علیحدہ نہین ہین اور اگر دفعہ کے پورے کرنے سے پہلے دودھ پینے سے روک دیا جائے تو اُس دفعہ کا شمار نکرینگے اور ضرور ہے کہ دودھ پیا پے متصل ایک دوسرے سے اِسطرح پیے کہ ایک ہی عورت دفعون کو پورا کرے پھر اگر ایک عورت کا کئی دفعہ دودھ پیے اور بعد اُسکے دوسری عورت کا دودھ پیے اور پھر پہلی عورت کی طرف عود کرے تو نئے سرے سے دفعون کا حساب پورے ہونے تک کرنا چاہیے اور اگر کئی عورتین ایک لڑکے کو باری باری دودھ پلائین تو جبتک ہر ایک عورت کا دودھ پندرہ پندرہ مرتبہ پیا پے نہ پیے گا اُسوقت تک حرمت حاصل نہوگی اور جس مرد کا کہ عورت اُسے دودھ دیتی ہے دودھ دینے والی کئی عورتون کے ہونے کی صورت مین وہ مرد لڑکے کے باپ ہونے کا حکم نہین رکھتا ہے اور اُس مرد کا باپ اُسکے دادا ہونے کا حکم نہین رکھتا ہے اور وہ دودھ پلانیوالی عورت اُسکی مان نہوگی جس صورت مین کہ پندرہ دفعہ پیا پے دودھ نہین پلایا ہے اور فقہا مین کے مشہور قول پر ضرور ہے کہ دودھ چھاتی سے پیے کہ دودھ پلانے کے معنے متحقق ہو جائین پھر اگر لڑکے کی حلق مین دودھ دین یا حقنے وغیرہ سے دودھ بچے کے پیٹ مین پہونچا دین تو بھی حرمت نہ پھیلے گی اور یہی حکم ہے کہ اگر دودھ کا پنیر بنا کر لڑکے کو کھلائین اور یہ بھی واجب ہے کہ دودھ اپنے حال پر رہے کسی دوسری چیز سے مل نجائے اور اگر لڑکے کے منہ مین کوئی بہتی چیز گلاب وغیرہ کی طرح کی دین اور وہ دودھ اُسمین ملجائے کہ اُسپر دودھ اطلاق نکرین تو بھی حرمت سرایت نکریگی اور اگر ایسی مردہ عورت کی چھاتی سے دودھ پیے کہ جسنے زندگی مین کچھ دودھ پلایا ہو اور اُسکے مرنے کے بعد پینے سے گنتی پوری ہو تو بھی رضاع کی حرمت نہ پھیلے گی اِسلیے کہ وہ عورت مر کر آدمیون کے حکمون سے باہر ہو گئی ہے اور جو دودھ کہ لڑکا اُسکی چھاتی سے پیتا ہے وہ جانورون کا حکم رکھتا ہے اور اس مسئلے مین تردد ہے تیسری شرط یہ ہے کہ رضاع یعنی دودھ پینے کے دنون مین دودھ پیے یعنی

اگر ایام رضاع گزرنے کے بعد کوئی لڑکا کسی عورت کا دودھ پیے تو اُسے دودھ پلانا نہ کہین گے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دودھ دینے والی عورت مین یہی معتبر ہے کہ دو برس کے اندر ولادت کیوقت سے دودھ دے اور صحیح یہی ہے کہ دودھ دینے والی کیطرف یہ معتبر نہین ہے پھر اگر کسی بچے کو دو برس سے زیادہ گزرین اور اُسکا دودھ کسی اور لڑکے کو جو دو برس سے کم کا ہے پلائے تو بھی حرمت حاصل ہوجائے گی اور یہی حکم ہے اگر دو سال بچہ پورے کرچکے اور پندرھوین اخیر دفعہ کے دودھ سے سیر نہوا ہو اور دو سال کے تمام کرنے کے بعد سیر ہو تو بھی حرمت پھیلے گی اور یہ حکم اُسوقت مین ہے جب دودھ پلانے کی دفعین جسوقت کہ دو سال تمام ہون ویسے ہی پوری ہوجائین چوتھی شرط ہے کہ دودھ ایک خاوند سے ہو بس اگر ایک عورت ایک شوہر کا دودھ سو لڑکون کو پلائے تو حرمت پھیل جائے گی اور اُنمین آپسمین نکاح حرام ہوجائیگا اور یہی حکم ہے کہ ایک مرد دس عورتون سے نکاح کرے اور اُن سب مین سے ہر ایک ایک ایک لڑکے یا زیادہ کو دودھ پلائے تو ہر ایک بچہ دوسرے بچے پر حرام ہوجائے گا اور اِس باب مین ایک روایت جواز مین وارد ہوئی ہے کہ فقہا نے اُسپر عمل نہین کیا ہے اور دودھ دینے والی عورت کی نسبی اولاد اُس عورت کے دودھ پینے والے بچے پر حرام ہوتی ہے اور دودھ دینے کے لیے مسلمان عقلمند عفت دار صفائی رکھنے والی عورت کا اختیار کرنا مستحب ہے اور کافرہ عورت کا دودھ نہ دین اور اضطرار کی صورت مین ذمیہ کو حربیہ پر اختیار کرین اور اُسے شراب کے پینے سے اور سؤر کے گوشت کے کھانے سے روکے رہین اور لڑکے کو اناؤ کے گھر دیکر دودھ پلوانا مکروہ ہے اور مجوسیہ انا مین کراہت موکدہ ہے اور زنا سے جنے بچے کا دودھ پلوانا مکروہ ہے اور اسحٰق ابن عمار نے جناب امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے اُن حضرت سے پوچھا کہ میرا ایک غلام تھا اور وہ میری ایک لونڈی سے ہمبستر ہوا اور وہ حاملہ ہوگئی پھر اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور مجھے اُس لونڈی کی ضرورت پڑی تو مین نے اُن دونون کے درمیان کے کام کو حلال کردیا اُسکا دودھ اچھا ہوجائیگا حضرت نے فرمایا نعم یعنی ہان ہوجائیگا اور یہ روایت شاذ ہے رضاع کے حکمونین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب نکاح کی حرام کرنے والی رضاع متحقق ہوجاتی ہے تو مرضعہ یعنی دودھ پلانے والی کیطرف سے اور اُسکے شوہر کیطرف سے بچے کی طرف نکاحکی حرمت سرایت کرتی ہے اور دودھ پینے والے کیطرف سے

ان دونوں کی طرف سرایت کرتی ہے پس مرضعہ اس کی ماں اور اس کا شوہر جس کا یہ دودھ تھا اس کا باپ ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے باپ نانا دادا اور ان کی مائیں نانی دادی ہوتی ہیں اور ان دونوں کی اولاد بھائی بہنیں اور ان دونوں کے بھائی ماموں چچا ہوتے ہیں **دوسرا مسئلہ** ساری اولاد دودھ دینے والی عورت کے شوہر کی کہ جس سے دودھ ہے خواہ صلبی ہو یا رضاعی ہو اس لڑکے پر کہ جس نے اس کا دودھ پیا ہے حرام ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح پر اس دودھ پلانے والی عورت کی اولاد کہ جو اس کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہے خواہ ایک واسطے سے ہو یا کئی واسطے سے ہو اس لڑکے پر کہ جس نے اس عورت کا دودھ پیا ہے حرام ہے اور دودھ پینے والے لڑکے پر رضاعی اولاد دوسرے شوہر کے دودھ کی دودھ پلانے والی عورت کی حرام نہیں ہوتی ہے یعنی اُن میں آپس میں نکاح کرنا حرام نہیں **تیسرا مسئلہ** جس لڑکے نے جس عورت کا دودھ پیا ہے اُس عورت کے اُس شوہر کی بیٹیوں سے جس کا دودھ پلایا ہے اُس کے لڑکے کا باپ نکاح نہیں کر سکتا ہے خواہ وہ لڑکیاں صلبی ہوں یا رضاعی ہوں اور اس طرح پر اس دودھ پلانے والی عورت کے پیٹ کی اولاد کو بھی نکاح میں نہیں لا سکتا ہے گو اولاد دوسرے شوہر کی بھی ہو اس لیے کہ اولاد کے حکم میں ہو گئی ہے اس لئے کہ بیٹے کی بہنیں بیٹیوں کا حکم رکھتی ہیں اور آیا شیر خوار لڑکے کے باپ کی اولاد جنہوں نے اس کا دودھ نہیں پیا ہے وہ دودھ پلانے والی عورت کی اولاد سے اور جس شوہر کا دودھ تھا اس کی اولاد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اس میں خلاف ہے بعضے فقہا کہتے ہیں کہ وہ بھی نہیں کر سکتی ہے اور موجہ یہی ہے کہ وہ لوگ کر سکتے ہیں اور اگر کوئی عورت ایک قوم کی لڑکی کو اور دوسرے قوم کے لڑکے کو دودھ پلائے تو بھائی اور بہنوں کو اس لڑکے لڑکی کی آپس میں نکاح کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ ان کے درمیان میں نہ تو کوئی نسب متحقق ہوا ہے اور نہ رضاع پائی گئی ہے۔ اور صاحب مسالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنی بیٹی کی اولاد کو دودھ پلائے خواہ وہ بچہ مرد ہو خواہ عورت ہو تو وہ اس کی بیٹی اپنے شوہر پر حرام ہو جائیگی اس لیے کہ وہ بیٹے کی بہن ہو جائے گی۔ اور بیٹے کی بہن بیٹی کا حکم رکھتی ہے۔ اور اگر بیٹے کی اولاد کو دودھ پلائے تو اس کی ماں اپنے شوہر پر حرام نہ ہو گی اس لیے کہ شوہر کی اولاد اس اولاد کی ماں بھائی بہن کا حکم نہیں رکھتے کہ شوہر کی بیٹی کے منزلے میں ہو جائے اور اسی پر حرام ہو **چوتھا مسئلہ** جو رضاع کہ نکاح کی حرمت پھیلنے کا سبب ہوتی ہے خواہ نکاح سے پہلے

واقع ہوئی ہو یا نکاح کے بعد واقع ہوئی ہو نکاح کی مانع اور مبطل ہوتی ہے پس اگر کوئی مرد دودھ پیتی لڑکی سے نکاح کرے اور بعد اس کے اُسے ایسی عورت دودھ پلائے جس کے دودھ دینے سے اس صغیرہ کا نکاح فاسد ہو جاتا ہے جیسے ساس یا دادیا ساس یا نانیا ساس یا نند یا شوہر کی سوتیلی ماں یا شوہر کی بھاوج ہے جب کہ دودھ اس کے باپ اور بھائی سے حاصل ہوا ہو تو اس صغیرہ لڑکی کا نکاح فاسد ہو جائے گا اسلیے کہ وہ لڑکی شوہر کے محرمات کے منزلے میں ہو جائے گی اور اگر وہی دودھ پیتی لڑکی خود جا کر چھاتی چوس کر دودھ پی لے بے اس کے کہ کوئی اسے لیجائے یا دودھ رکھنے والی کو خبر نہ ہو تو اس صغیرہ کا مہر بھی ساقط ہو جائیگا اور شوہر کو مہر کے ادا کرنے کی تکلیف بھی نہیں پہونچیگی اس لئے کہ عقد نکاح مہر کا موجب ہوتا ہے وہ منکوحہ صغیرہ کی طرف سے باطل ہوا ہے۔ اور اگر دودھ دینے والی عورت نے اپنے اختیار سے دودھ دیا ہے تو بعض فقہا کہتے ہیں۔ کہ صغیرہ کا آدھا مہر دینا چاہیے اس لئے کہ ہم بستر سے پہلے نکاح فسخ ہوا ہے اور یہ آدھا مہر ساقط نہ ہوگا کیونکہ نکاح کا فساد زوجہ کی طرف سے نہیں ہوا ہے۔ بلکہ شوہر خود آدھا مہر دیدے اور اس کا تاوان اس دودھ پلانے والی عورت سے اگر نکاح کے فسخ کرنے سے قصداً پلایا ہے بھر لے اور اس سب میں تردد ہے اس لئے کہ شک اس میں ہے کہ فرج کی منفعت کے ابطال کے سبب سے تاوان بھرنے کی ذمہ داری لازم ہو جاتی ہے۔ یا نہیں اور اگر ایک شخص کی دو بیبیاں ہوں کہ ایک کم سن ہو اور دوسری بڑی ہو اور بڑی جورو چھوٹی جورو کو دودھ پلائے تو وہ دونوں عورتیں اپنے شوہر پر حرام موبد یعنی ہمیشہ کو حرام ہو جائیں گی پھر اگر بڑی بی بی سے شوہر ہم بستری کر چکا ہو تو کم سن والی کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ وہ مدخولہ عورت کی ربیبہ ہے اور ربیبہ حرام موبد ہے اور بڑی بی بی کے حرام ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ اُس کی بی بی کی ماں ہو گئی ہے۔ اور ساس بھی حرام موبد ہوتی ہے اور اگر بڑی بی بی سے ہم بستر نہ ہوا ہو تو وہی بڑی بی بی حرام ہو جائے گی اس لئے کہ جورو کی ماں مطلق حرام ہوا کرتی ہے خواہ اُس جورو سے ہم بستری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور وہ کم سن حرام نہ ہوگی اس لیئے کہ غیر مدخولہ منکوحہ کی ربیبہ حرام موبد نہیں بلکہ اگر غیر مدخولہ منکوحہ کو طلاق دیدے تو اس کی ربیبہ سے نکاح کر سکتا ہے اور بڑی منکوحہ کو مہر پورا دینا واجب ہے اگر اس سے ہم بستر ہو چکا ہے اور اگر ہم بستر نہیں ہوا ہے تو کچھ مہر نہیں ہے اس لیئے کہ نکاح کا فسخ اُسی کی طرف سے ہوا ہے اور کم سن کو مہر دینا چاہیے اس لیے کہ

اُسکے عقد کا فسخ اِس اعتبار سے ہوا ہے کہ اُسکی ربیبہ کا اور اُسکا ایک شخص کے نکاح مین رہنا جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کم سن منکوحہ کو پورا مہر دیدے اور بڑی جورو سے تاوان بھر لے اور اگر بڑی جورو دو چھوٹی جورؤون کو دودھ پلائے پھر اگر بڑی جورو سے ہمبستر ہو چکا ہے تو تینون جوروئین حرام موبد ہو جائینگی اور اگر بڑی جورو سے ہمبستر نہین ہوا ہے تو وہی بڑی جورو حرام ہو جائے گی اور دونون چھوٹی جوروئین حرام نہونگی مترجم کہتے ہین لیکن اِن چھوٹی جورؤون کا نکاح بھی فسخ ہوگا اِسلیے کہ دو بہنون کو ایک شخص کے لیے نکاح سے جمع کرنا جائز نہین اور اِس مسئلے کی دلیل وہی ہے جو پہلے ایک بڑی اور ایک چھوٹی جورو مین بیان ہو چکی ہے اور اگر ایک مرد کی دو بڑی جوروئین اور ایک چھوٹی جورو ہو اور اُن دونون بڑی جورؤون مین سے اگر پہلے ایک اُسکی چھوٹی جورو کو دودھ پلائے پھر دوسری اُسے دودھ دے تو اُس مرد پر وہ بڑی جورو حرام ہو جائیگی جسنے پہلے دودھ پلایا ہے اور چھوٹی جورو حرام ہوگی اور دوسری بڑی جورو حرام نہوگی اِسلیے کہ پہلی عورت کے دودھ دینے سے دونون حرام ہوگئین اور فسخ نکاح متحقق ہوگیا اور بعد اِسکے دوسری نے دودھ پلایا ایسے غیر بچے کو جو جورو ہونے کے حکم سے باہر ہے پھر جورو کی نہ ماں بنے گی کہ شوہر پر حرام ہو جائے بلکہ گویا اُسنے اُسکی بیٹی کو دودھ پلایا ہے اور شوہر کی بیٹی کے دودھ پلانے سے جورو حرام نہین ہو جاتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دوسری بڑی جورو جسنے بعد مین دودھ دیا ہے وہ بھی حرام ہو جائے گی اِسلیے کہ ایسی لڑکی کو دودھ پلایا ہے جو اُسکے خاوند کی جورو تھی بس ساس کا حکم رکھتی ہے اور یہی قول بہتر ہے اور اِن تینون صورتون مین نکاح فسخ ہو جائینگے اِسلیے کہ اِن تینون صورتون مین حرام اجتماع ہوا جاتا ہے اِسلیے کہ ماں بیٹیاں دونون نکاح مین آ جاتی ہین اور یہ جائز نہین اور حرمت اُسی دستور سے ہے جو بیان ہو چکا ہے اور اگر کوئی جورو کو طلاق دے اور وہ مطلقہ اُسکی چھوٹی جورو کو دودھ پلائے یعنی وہ دودھ پلائے جو اُسی شوہر سے حاصل ہوا تھا تو اُس شوہر پر دونون عورتین حرام موبد ہو جائینگی **پانچوان مسئلہ** اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو کہ جس سے وہ ہمبستر ہوا ہو اور وہی لونڈی اُسکی چھوٹی جورو کو دودھ پلائے تو وہ لونڈی اور وہ چھوٹی جورو اُس شخص پر دونون کی دونون حرام ہو جائین گی اور چھوٹی جورو کا مہر اُس لونڈی کے آقا کو دینا لازم ہوگا اور آقا لونڈی سے تاوان بھر نسکے گا اِسلیے کہ مالک کا کوئی مال اپنے

مملوک کے ذمے نہین ہوتا ہے اور اگر اُس لونڈی کا کوئی دوسرا شخص مالک ہو اور وہ شخص عقد نکاح کے سبب سے اُس سے ہمبستر ہوا ہو بعد اسکے اُسنے اُسی کی چھوٹی جورو کو دودھ پلایا ہو تو اُسکے مہر کا تاوان اُس لونڈیکے آزاد ہونے کے وقت اس سے لیکر بھریگا اور مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس مسئلے مین تردد ہے اور اگر اسکے قائل ہون کہ مہر کا تاوان بھرنا اُس لونڈی پر واجب ہے تو مہر کے ادا کرنے کے لیے اُس لونڈی کے بیچنے کا حکم نہین کرسکتے ہین بلکہ اتنا انتظار کھینچین گے کہ اُسکا مالک اُسے آزاد کردے پھر اُس سے مطالبہ ہوگا چھٹا مسئلہ اگر دو شخصون کی دو جورو ین ہون ایک کی جورو چھوٹی دودھ پیتی ہو اور دوسرے کی بڑی ہو اور ہر ایک اُن دونون مردون مین اپنی اپنی جورو کو طلاق دیدے اور دوسرے کی جورو سے نکاح کرلے اور بعد اسکے بڑی عورت چھوٹی کو دودھ پلادے تو بڑی عورت اُن دونون مردون پر حرام ہوگی اور چھوٹی بھی حرام موبد ہوگی اُس مرد پر جو بڑی سے ہمبستر ہوا ہے اور اس مسئلے کی دلیل گزرے مسئلون سے ظاہر ہوتی ہے ساتوان مسئلہ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ عورت میری دودھ شریک بہن ہے یا رضاعی بیٹی ہے اور ایسی وجہ سے کہے کہ سچ کا احتمال ہوتا ہو بس اگر عقد سے پہلے کہیگا تو اُس عورت کے نکاح کی حرمت کا ظاہر مین حکم کردیا جائیگا اور اگر یہ عقد نکاح کے بعد کہیگا اور ثبوت رکھتا ہوگا تو اُسکے کہنے کے موافق حکم کیا جائیگا پھر اگر یہ ہمبستری سے پہلے کہا ہے تو اُس عورت کا کچھ مہر اُسکے ذمے نہین ہے اور اگر ہمبستری کے بعد کہا ہے تو جو اُسکا مہر قرار دیا ہے وہ دینا چاہیے اور اگر اس کہنے کا ثبوت نہین رکھتا ہے اور زوجہ منکر ہو تو لازم ہے کہ ہمبستر ہونے پر پورا مہر دے اور اگر ہمبستر نہین ہوا ہے تو فقہا کے مشہور قول پر آدھا مہر دے اور اگر عورت کہے مین اسکی دودھ شریک بہن یا رضاعی بیٹی ہون اگر یہ عقد نکاح کے بعد کہیگی تو یہ دعوی اُس شوہر کے حق مین قبول نہوگا مگر جبکہ ثبوت دیگی تو قبول کرینگے اور اگر وہ عورت یہ بات نکاح سے پہلے کہیگی تو حکم کرینگے کہ ظاہر اقرار کے موافق سچ کہتی ہے آٹھوان مسئلہ نکاح کی حرمت والی رضاع پر گواہی مقبول نہوگی مگر جبکہ گواہ تفصیل سے گواہی دین تو قبول کرلین گے اسلیے کہ نکاح کی حرام کرنیوالی رضاع مین اختلاف ہے اور اگر تفصیل سے بیان نکرین تو احتمال ہے کہ گواہ اُس رضاع کو حرام کرنیوالی رضاع جانتا ہو اور واقع مین وہ نکاح کی حرام کرنیوالی رضاع مین سے نہو اور گواہ کا نہ سمجھنے

دودھ پینے کی گواہی مین اتنا کہنا کافی ہے کہ اُسنے دیکھا ہے کہ بچے کے مُنہ مین چھاتی تھی اور وہ چوستا تھا اِسطرح پر کہ جیسے بچے عادت سے چوسا کرتے ہین یہانتک کہ اُسنے چھاتی کو چھوڑ دیا نوان مسئلہ جب بڑی عورت چھوٹے بچے سے نکاح کرے اور اُسکے بعد نکاح فسخ ہو جائے یا لڑکیمین کسی ایسے عیب کے نکلنے کے سبب سے کہ جس سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا اِس سبب سے کہ وہ زوجہ کسی کی لونڈی ہو اور پھر آزاد ہو گئی ہو کہ آزادی بھی نکاح کے فسخ ہو جانے کا باعث ہوا کرتی ہے یا کسی اور وجہ سے نکاح فسخ ہوا ہے اور پھر دوسرے سے تزویج کرے اور پہلے شوہر کو دوسرے شوہر کے دودھ کو پلائے تو وہ عورت دوسرے شوہر پر حرام ہو جائے گی اسلیے کہ اُسکے رضاعی بیٹے کی جورو ہے اور پہلے شوہر پر بھی حرام ہے اِسلیے کہ رضاعی باپ کی منکوحہ ہے اور وہ خود اُسکی رضاعی ماں ہے دسوان مسئلہ اگر کوئی شخص اپنے چھوٹے دودھ پیتے بچے کی تزویج اپنی بہن کی دودھ پیتی بیٹی سے کرے پھر اُن دونون کی دادی یا نانی اُنمین سے ایک کو دودھ پلائے تو اُن دو بچون کا نکاح فسخ ہو جائیگا اِسلیے کہ دودھ پینے والا اگر بیٹا ہے تو اپنی جورو کا چچا یا ماموں ہو جائے گا اور اگر وہ شیرخوار بیٹی ہے تو اپنے خاوند کی پھوپھی یا خالہ ہو جائیگی تیسرا سبب مصاہرت ہے یعنی بیٹی دینے لینے کا علاقہ قرابت ہے اور مصاہرت حلال ہمبستری سے متحقق ہوتی ہے اور زنا سے اور شبہے کی ہمبستری سے اور عورت کے بعضے مقامون کو شہوت مین چھونے سے حاصل ہونے مین اشکال اور دقت ہے بس نظر چار امرون مین ہے پہلا امر صحیح نکاح ہے جو شخص کسی عورت کے ساتھ صحیح عقد نکاح سے یا ملک سے ہمبستر ہو تو اُس ہمبستری کرنیوالے پر اُس عورت کی مائین اور نانیان اور دادیان کتنی ہی بلند جائین حرام ہو جاتی ہین جیسے ماں کی ماں کی ماں اور نانی کی نانی کی نانی اور دادی کی دادی کی دادی وغیرہ ہین اور بیٹیان حرام ہوتی ہین کتنی اسفل ہون جیسے بیٹی کی بیٹی کی بیٹی کی بیٹی کی بیٹی وغیرہ ہین خواہ اُنکی ولادت شوہر کی ہمبستری سے پہلے ہوئی ہو یا بعد ہوئی ہو گو وہ بیٹیان اس کی گود مین نہ پلی ہون اور اُس عورت پر ہمبستری کرنیوالے شوہر کا باپ اور دادا کتنے ہی بلند ہون اور اُسکی اولاد گو کتنی ہی اسفل ہو ہمیشہ کو حرام ہوتی ہے اور اگر محض عقد نکاح واقع ہو اور ہمبستری نہوئی ہو تو وہ عورت نکاح کرنیوالے کے باپ اور اولاد پر حرام

ہو جاتی ہے اور غیر مدخولہ منکوحہ کی بیٹی اُسکی ماں سے بے ہمبستری کے نکاح کرنیوالے شخص پر یون سے حرام نہین بلکہ ماں بیٹیون کا نکاح مین جمع کرنا حرام ہے اور اگر غیر مدخولہ منکوحہ کو طلاق دیدے تو اُسکی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے اور آیا اُس عورت کی ماں محض عقد نکاح کے کرتے ہی حرام ہوتی ہے یا نہین اسمین دو روایتین ہین اظہر یہی ہے کہ حرام ہو جاتی ہے اور باپ کی ملوکہ لونڈی بیٹے پر محض ملک سے حرام نہین ہوتی ہے اور نہ بیٹے کی ملوکہ لونڈی بے اُسکی ہمبستری کے باپ پر حرام ہوتی ہے اور اگر باپ بیٹون مین سے کوئی اپنی لونڈی سے ہمبستر ہو تو وہ دوسرے پر حرام ہو جائیگی اور باپ بیٹون مین سے کسی کو جائز نہین کہ دوسرے کی لونڈی سے ہمبستر ہو مگر نکاح سے یا ملک سے اور باپ کو نابالغ بیٹے کی لونڈی کا ولایت سے اپنے لیے مول لینا اور پھر ملکیت سے ہمبستری کرنا جائز ہے اور اگر کوئی باپ بیٹون مین سے بے شبہے کے دوسرے کی لونڈیون سے ہمبستری کرے تو وہ زانی ہے لیکن اگر باپ بیٹے کی لونڈی سے ہمبستر ہو تو زنا کی حد اُسپر نہین اور اگر بیٹا باپ کی لونڈی سے بے عقد کے اور بے شبہے کے ہمبستر ہو تو اُسپر حد لازم ہوگی اور اگر شبہے سے ہمبستری ہوگی تو حد ساقط ہو جائیگی اور اگر باپ کی لونڈی شبہے مین بیٹے کی ہمبستری سے حاملہ ہو جائے تو جو لڑکا کہ اُس سے پیدا ہوگا وہ آزاد ٹھہریگا ملوک نہ قرار پائے گا اور بیٹے کو اُس لونڈی کی قیمت باپ کو دینا لازم نہین اور اگر بیٹے کی لونڈی شبہے کی ہمبستری مین باپ سے حاملہ ہو جائے تو جو لڑکا اُس سے پیدا ہوگا وہ آزاد نہوگا بلکہ لونڈی کے مالک کا ملوک ہے اور باپ پر اُس بچے کی قیمت جو پیدا ہونے کے وقت ہو اپنے بیٹے کو جسکی لونڈی سے لڑکا جنوایا ہے دینی واجب ہے مگر یہ کہ وہ بچہ لڑکی ہو تو بھائی اپنی بہن کا مالک نہوگا اور اگر باپ شبہے مین بیٹے کی جورو سے ہمبستر ہو جائے تو وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہوگی اسلیے کہ تزویج کی حلیت پہلے ہے اور شبہے کی ہمبستری اُسکے بعد لاحق ہوئی ہے یہ پہلی حلیت کو باطل نکرسکے گی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ شوہر پر حرام ہو جائیگی اسلیے کہ اُسکے باپ کی مدخولہ منکوحہ ہو گئی ہے اور باپ پر لازم ہے کہ اُس عورت کا مہر اُسکو دیدے اسلیے کہ شبہے کی ہمبستری بھی نکاح کے حکم مین ہے اور زنا نہین ہے کہ مہر نہو اور اگر باپ کی ہمبستری کے بعد پھر بیٹا شبہے کے طریق پر اُس عورت سے ہمبستری کرے پھر اگر یہ کہا جائے کہ شبہے کی ہمبستری حرمت کی سرایت کا باعث ہوتی ہے تو بیٹے پر دو مہر لازم

لازم ہونگے ایک پہلا مہر اور دوسرا مہر شبہے کی راہ سے عود کا اور اگر یہ کہا جائے کہ شبہے کی ہمبستری حرمت کی سرایت کا باعث نہین ہوتی ہے اور یہی صحیح بھی ہے تو پہلی مہر کے سوا بیٹے پر کوئی اور مہر نہین ہے اور مصاہرت کے توابع مین سے جورو کی سگی بہن ہے کہ اُسے جورو کے ساتھ جمع نہین کر سکتا ہے اور اصلی اور ذاتی حرام نہین بلکہ دو بہنون کو ساتھ ہی جمع رکھنا حرام ہے اور اسیطرح جورو کی بہن کی بیٹی اور اُسکے بھائی کی بیٹی کو اُسکے ساتھ عقد مین لانا جائز نہین مگر جب کہ جورو اجازت دے تو جائز ہے اور اپنی منکوحہ بی بی کی پھوپھی اور خالہ سے عقد کرنا اُسکے ہوتے ہوے جائز ہے گو وہ منکوحہ آزردہ بھی ہو اور اجازت نہ دے اور اگر بی بی کی بھانجی بھتیجی سے اُسکی خالہ پھوپھی کے نکاح مین ہونے پر اُسکی بے اجازت عقد کرے تو یہ عقد باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ خالہ پھوپھی کو اِس عقد کا جاری کرنا پہونچتا ہے کہ اُس عقد کو چاہین نافذ کرین یا فسخ کرین یا چاہین دونون بے طلاق کے فسخ نکاح کرین یا جدا ہو جائین شبہہ ہے کہ آپ سے آپ فسخ نکاح ہو جائیگا اور پہلا قول عقد کے بطلان کا سب سے بڑھکر صحیح ہے لیکن زنا سے عقد کے بعد حرمت سرایت نہین کرتی ہے جیسے پہلے کسی عورت کو نکاح مین لائے بعد اُسکے اُسکی ماں سے یا اُسکی بیٹی سے زنا کرے یا اُسکے بھائی یا باپ سے لواطہ کرے یا باپ کی ہمبستری کی ہوئی مملوکہ لونڈی سے یا اپنے بیٹے کی لونڈی سے زنا کرے تو یہ زنا اور لواطہ اُس پہلے حلال کو حرام نکردیگا بلکہ پہلا حلال اپنی حلیت پر باقی رہیگا اور جو پھوپھی خالہ کے ساتھ اُنکی بیٹیون سے عقد کے پہلے زنا کرے تو مشہور یہی ہے کہ اُنکی بیٹیان اُسپر حرام ہو جائین گی اور آیا پھوپھی خالہ کے سوا اور سے بھی زنا مصاہرت کی حرمت کی سرایت کا موجب ہوتی ہے جیسے ہمبستری کی حرمت کی سرایت کا موجب ہوا کرتی ہے اسمین دو روایتین ہین ایک یہ کہ حرمت کی سرایت کا موجب ہوتی ہے اور یہی طریق روایت کی صحت کے سبب سے زیادہ واضح ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ حرمت کی سرایت کا موجب نہین ہوتی ہے اور شبہے کی ہمبستری مین یہ جو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صحیح نکاح کے حکم مین ہے یعنی حرمت کی سرایت کر دیتی ہے تو اسمین تردد ہے اور اظہر یہی ہے کہ شبہے کی ہمبستری سے حرمت نہین پھیلتی ہے مگر نسب اِس طریق سے متحقق ہو جاتا ہے کہ بیٹا باپ ماں سے ملحق ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کی میراث پاتے ہین اور نظر اور ملامست جتنی کہ دیکھ کے

جائز ہے جیسے منھ کا دیکھنا اور ہتھیلی کا چھونا یہ حرمت کی سرایت کا موجب نہین اور جو کہ غیر مالک کو جائز نہین جیسے کہ عورت کی شرمگاہ کا دیکھنا اور چومنا اور باطن بدن کو شہوت سے چھونا اسمین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ ان باتون سے کراہت لازم ہوجاتی ہے اور نکاح کی حرمت نہین ہوتی ہے اور جو کہ انسے حرمت کی سرایت کا قائل ہوا ہے اُسنے تحریم کو باپ کی نظر اور لمس مین اور بیٹے کی نظر اور لمس مین منحصر کر دیا ہے اور منظورہ اور ملموسہ عورت کی بیٹی اور ملموسہ منظورہ کی مان مین حرمت کو نہین لیا ہے اور مصاہرت کے جو احکام بیان ہوئے ہین انمین اور نسب اور رضاع مین کچھ تفاوت نہین اور تحریم نکاح کے مسئلون مین سے دو مقصد ہین۔

پہلا مقصد جمع کی تحریم کے مسئلون مین ہے اور یہ چھ مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی شخص دو سگی بہنون سے نکاح کرے تو پہلی کا نکاح صحیح ہے اور دوسری کا باطل ہے اور اگر ایک ہی عقد نکاح سے دونون کو عقد مین لائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ دونون کا نکاح باطل ہے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ اُن دونون بہنون مین سے جسے چاہے رکھ لے اور دوسری کو جدا کر دے اور اس روایت مین الکلح کا ضعف ہے اور پہلا قول اشبہ ہے دوسرا مسئلہ اور اگر ملکیت کے سبب سے لونڈی سے ہمبستری کرے پھر اُس لونڈی کی بہن سے نکاح کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ نکاح صحیح ہے اور وہ لونڈی حرام رہیگی جبتک اُسکی بہن مالک کے نکاح مین ہو اور اگر کسی کی دو لونڈیان ہون کہ وہ دونون آپسمین بہنین ہون اور مالک دونون سے ہمبستر ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ پہلے جس لونڈی سے ہمبستر ہوا ہے وہ اُسپر حرام رہیگی جبتک دوسری کو اپنی ملک سے باہر نکر دیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر مسئلے کی جہالت سے یہ امر کیا ہے تو پہلی لونڈی حرام نہوگی اور اگر حرمت کو جان کر کیا ہے تو پہلی حرام رہیگی جب تک دوسری کو بے پہلی کی طرف عود کرنے کے قصد سے اپنی ملک سے نکال نہ دیگا اور اگر دوسری کو پہلی پر عود کرنیکے قصد سے اپنی ملک سے نکال ڈالیگا اور حال ایسا ہو گا یعنی تحریم کو جانتا ہوگا تو اُسپر پہلی لونڈی حلال نہوگی اور وجہ یہی ہے کہ دوسری لونڈی اُسپر حرام ہوگی خواہ تحریم کو جانتا یا نجانتا ہو خواہ دوسری کو ملک سے نکالے یا نہ نکالے اور پہلی لونڈی اُسپر حرام نہوگی تیسرا مسئلہ کسی آزاد مرد کو کسی دوسرے کی مملوکہ لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہین مگر دو شرطونسے

ایک یہ کہ حرہ یعنی آزاد عورت کے مہر دینے کی گنجایش نرکھتا ہو یا اُسکے خرچ سنبھالنے کی گنجایش نرکھتا ہو اور نکاح نکرنے سے فعل حرام مین مبتلا ہو جانے سے ڈرتا ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بے ان دو شرطون کے لونڈی سے نکاح کرنا مکروہ ہے اور یہی قول زیادہ مشہور ہے اور پہلے قول پر حرام کاری کے خوف کے دور کرنے کے لیے ایک لونڈی سے بڑھکر نکاح نہین کرسکتا ہے اور جو کراہت کا قائل ہے وہ دو لونڈیون سے نکاح کے جمع کو مباح جانتا ہے نہ دو سے زیادہ کو اسلیے کہ دو لونڈیون سے زیادہ سے نکاح کرنا علما کے اتفاق سے ناجائز ہے چوتھا مسئلہ یہ کہ دو آزاد عورتون سے زیادہ عقد مین جمع کرنا جائز نہین پانچوان مسئلہ آزاد عورت کے نکاح مین ہوتے ہوئے لونڈی کو عقد مین لانا بے آزاد منکوحہ کی اجازت جائز نہین اور اگر نکاح کرچکا تو باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ آزاد منکوحہ عورت کو اختیار ہے چاہے اُس عقد کو نافذ رکھے یا فسخ کرڈالے اور اُس آزاد عورت کو اپنے نکاح کا فسخ کرڈالنا بھی پہونچتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر لونڈی سے نکاح رکھنے پر کسی آزاد عورت سے بھی نکاح کرے تو جائز ہے اور اگر وہ آزاد عورت لونڈی کو شوہر کے نکاح مین نجانتی ہو اور بعد نکاح کے اُسپر ظاہر ہو کر اسکے نکاح مین لونڈی ہے تو اس صورت مین اُسے اختیار ہے خواہ اپنے عقد کو نافذ رکھے یا فسخ کرڈالے اور اگر کوئی ایک عقد مین آزاد عورت سے اور لونڈی سے نکاح کرے تو آزاد عورت کا نکاح صحیح ہے اور لونڈی کا صحیح نہین چھٹا مسئلہ جو شخص نو برس سے کم کی لڑکی سے ہمبستری کرے اور افضا یعنی پیشاب اور حیض کے رستے کو ایک کردے تو اُس مرد کو اُس عورت سے ہمبستری حرام ہے اور عورت اُسکے نکاح سے باہر نہ ہوگی اور فقہا کہتے ہین کہ اُس عورت کا روٹی کپڑا ابھی اُس مرد پر واجب ہے یہان تک کہ وہ عورت مرجائے اور اگر افضا نکرے تو نو برس کے سن سے پیدا ہونے سے صحیح قول پر حرام نہوگی۔

دوسرا مقصد تحریم کے مسئلون مین ہے اور یہ بھی چھ مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شخص کسی عورت سے دوسرے کے عدہ رکھنے کے زمانے مین تزویج کرے اور اس تزویج کی حرمت کو بھی جانتا ہو تو وہ عورت اُس مرد پر ہمیشہ کو حرام ہو جائے گی اور اگر عدے سے اور تحریم سے ناواقف ہو اور عقد کے بعد اُس عورت سے ہمبستر ہو تو بھی وہ عورت اُسپر حرام ہو جائیگی اور اگر عقد تو کیا ہو

اور ابھی ہمبستر ہوا ہو تو وہ عقد باطل ہو جائیگا اور عدہ پورا کرنے کے بعد اُس عورت سے اُس مرد کو نئے سرے سے نکاح کر لینا جائز ہوگا دوسرا مسئلہ جب کوئی شخص کسی عورت سے دوسرے کے عدے مین ہونے پر نکاح کرے اور اُس سے ہمبستر ہوا اور اُس عورت کو پیٹ رہجائے بس اگر نکاح کرنے والا عدے سے جاہل ہو تو شبہے والی ہمبستری ہو جائے گی اور لڑکا اُسی سے ملحق ہو گا اگر ہمبستری کے وقت سے ولادت تک چھ مہینے کہ کم سے کم حمل کی مدت ہین گزر چکے ہون یا چھ مہینے سے زیادہ گزرے ہون کہ حمل کی بڑی مدت یعنی نو مہینے سے نہ بڑھے ہون اور وہ اُس عورت کو اُس مرد سے جُدا کرین گے اسلیے کہ حرام موبد یعنی ہمیشہ کو حرام ہے اور آپس کے مقرر مہر کا اُس عورت کو دینا لازم ہے اور وہ عورت پہلے شوہر کی عدے کو پورا کریگی پھر دوسرے شوہر کا عدہ پورا کریگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایک ہی عدہ کفایت کرتا ہے اور جو مہر کہ پہلے شوہر کے ذمے تھا وہ اُسکا مال ہے اور دوسرے شوہر کے ذمے کا مہر بھی اگر زوج کی حرمت نہین جانتی ہے تو اُسی کا مال ہے اور اگر حرمت جانتی تھی اور پھر عقد کیا تو دوسرے سے کچھ مہر نہ ملے گا اسلیے کہ شرع مین زناکار کا مہر نہین ہوتا ہے تیسرا مسئلہ جو مرد کسی عورت سے زنا کرے تو اُس مرد پر اُس عورت سے نکاح کرنا حرام نہین ہوتا ہے اور یہی حکم ہے اگر ایسی عورت کو جو زناکاری مین مشہور ہے عقد نکاح مین لائے تو جائز ہے اور اسیطرح پر اگر کسی کی منکوحہ زنا کرے گو کتنا ہی زنا پر مصر رہے تو اصح قول پر وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہین ہوتی ہے اور اگر کسی شوہر والی عورت سے یا رجعیہ طلاق کے عدے مین کہ ابھی نکلی ہے کوئی شخص زنا کرے تو مشہور قول وہ عورت اُس زانی پر حرام مؤبد ہو جاتی ہے مترجم کہتے ہین اور اگر طلاق باین کے عدے مین یا وفات کی عدے مین کوئی زنا کرے یا کسی کی مملوکہ لونڈی سے یا ایسی عورت سے جس سے کسی نے ہمبستری کی ہو اور شبہے کی ہمبستری سے جو رو ہونے کا حکم پیدا کیا ہے کوئی شخص زنا کرے تو صاحب مسالک فرماتے ہین کہ حرام موبد نہوگی اور اگر عدۂ وفات مین عقد نکاح کریگا تو حرام موبد ہو جائیگی جسطرح پر گزر چکا ہے چوتھا مسئلہ اگر کوئی شخص کسی لونڈے سے لواطہ کرے اور حشفہ داخل ہو جائے تو اُس مرد کو اُس لونڈے کی ماں سے اور سگی بہن سے اور بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے اور اِس بدکار پر یہ عورتین جب حرام نہونگی جب اُن مین سے کسی کا عقد اُس سے اِس لواطے سے

۱۲ھ

پہلے ہو چکا ہوگا مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ مدخول کی مان اعلی
پر حرام ہوتی ہے گو کتنا ہی بلند ہو جیسے مان کی مان کی مان وغیرہ اور بیٹی بھی حرام ہوتی ہے
کتنی ہی اسفل ہو جیسے بیٹی کی بیٹی کی بیٹی وغیرہ اور مدخول کی بہن حرام ہوتی ہے اور اسکی بیٹی
نہین حرام ہوتی ہے اسلیے کہ اُسے بہن نہین کہتے ہین اور مدخول پر کوئی ان عورتون سے
واطی کی طرف کی حرام نہین ہوتی ہے مترجم کہتے ہین کہ اس مسئلے مین بالغ اور نابالغ مین اور
آزاد اور بندے مین اور زندہ اور مردے مین کچھ فرق نہین اور پورا حشفہ داخل کرے یا
کچھ داخل کرے اور غسل کا وجوب بلوغ کے بعد ہوگا اور نابالغ پر حد نہین ہے اسطرح شیخ علی
علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے پانچوان مسئلہ اگر محرم یعنی حج کا احرام باندھنے والا شخص عقد نکاح
کرے اور احرام کے حال مین نکاح کی حرمت کو جانتا ہو تو وہ عورت جس سے نکاح احرام مین
کیا ہے اُسپر حرام موبد ہو جائے گی اور اگر نکاح کی حرمت سے جاہل ہے تو وہ نکاح فاسد ہے
اور وہ عورت حرام موبد نہو جائیگی چھٹا مسئلہ شوہردار عورت شوہر کے سوا اور کسی پر
حلال نہین مگر جب شوہر سے طلاق وغیرہ سے جدائی ہو جائے تو عدہ والی ہونے پر عدہ گزرنے
کے بعد عقد جائز ہے چوتھا سبب حرمت نکاح کا جوروون کے عددون کا پورا ہونا ہے
اور اسمین دو قسمین ہین پہلی قسم جب کوئی آزاد مرد چار عورتون سے عقد دائمی کرچکے تو اس سے
زیادہ اُسے دائمی نکاح مین رکھنا حرام ہے اور آزاد مرد کو چار نکاحون مین کی داخل کو دو لونڈیون
سے زیادہ سے نکاح کرنا حلال نہین اور جب غلام چار لونڈیون سے دائمی نکاح کرچکے یا دو آزاد
عورتون سے یا ایک آزاد عورت اور دو لونڈیون سے دائمی نکاح کرلے تو اُس غلام کو اس سے
زیادہ دائمی نکاح مین جمع رکھنا جائز نہین اور حرام ہے اور عقد منقطع اور ملک سے جس قدر
عورتین چاہے خواہ آزاد مرد ہو یا غلام ہو اُس جماعت علما کے قول پر جو بندے کے بھی مالک
ہونیکے قائل ہوئے ہین جائز ہے دو مسئلے پہلا مسئلہ جب کوئی شخص اپنی چار دائمی منکوحہ
جوروون مین سے ایک کو طلاق دے پس اگر طلاق رجعی دے یعنی جسمین رجوع جائز ہے
تو وہ مرد بے عدہ کے گزرے کسی اور عورت سے اُسکے بدل نکاح نہین کرسکتا اور اگر طلاق
باین ہو تو بعد عدہ کے گزرے اُسے کسی اور عورت سے نکاح کرلینا جائز ہے اور یہی حکم جورو کی بہن

نکاح مین ہے کہ اگر ایک بہن رجعی طلاق سے مطلقہ ہو جائے تو بے عدے کے گزرے اُسکی بہن سے نکاح نہین کرسکتا ہی اور اگر طلاق باین ہوگی تو جائز ہے کہ بے عدے کے گزرے مطلقہ کی بہن سے نکاح کرلے مگر مکروہ ہے دوسرا مسئلہ جب چار دائمی منکوحہ جورو نین سے ایک کو شوہر باین طلاق دے اور اُسکے بعد اور دو عورتون سے دائمی نکاح کرے بس ان دونون مین سے جسکا عقد پہلے واقع ہوا ہے وہ عقد صحیح ہے اور دوسرا عقد جو کہ بعد واقع ہوا ہو کہ وہ پانچوان عقد ہے حرام ہے اور اگر ایک عقد مین ان دونون سے نکاح کیا ہے تو یہ دونون عقد باطل ہین اور اِس بارے مین ایک روایت وارد ہوئی ہے کہ ناکح کو اختیار ہے کہ ان دونون مین سے جس ایک کو چاہے رکھ لے اور دوسری کو نکالدالے اور اِس روایت مین ضعف ہے دوسری قسم جب کوئی مرد کسی آزاد منکوحہ بی بی کو طلاق دے اور پھر اُس عورت کیطرف رجوع کرے خواہ رجعہ عدے مین ہو کہ نئے سر سے نکاح کی احتیاج نہین پڑتی ہے یا عدہ گزرنے کے بعد نئے سر سے نکاح کرے اور پھر طلاق کی شرطون کے ساتھ اُسی منکوحہ کو طلاق دے اور پھر عود کرے اور پھر تیسری طلاق دے تو وہ عورت اُس مرد پر حلال نہوگی جبتک دوسرا شوہر نکرلے گی کہ جسے محلل کہتے ہین اور شرط یہ ہے کہ وہ شوہر یعنی محلل اُس سے ہمبستری بھی کرے پھر اگر وہ اُس محلل سے جدا ہو تو پہلا شوہر اُس عورت کو نکاح مین لاسکتا ہے خواہ پہلا شوہر بندہ ہو یا آزاد ہو اور اگر منکوحہ عورت کسی کی لونڈی ہوگی تو دو طلاقون کے بعد پہلے شوہر کے ساتھ نکاح مین اُسے محلل کی ضرورت پڑیگی گو وہ لونڈی آزاد مرد کی بھی جورو ہو اور جب کوئی منکوحہ طلاق عدہ اپنے شوہر سے پا چکے اور بیچ مین دو محلل آچکین تو وہ عورت اُس طلاق دینیوالے مرد پر حرام موبد ہو جائیگی اور طلاق عدہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور عدے کے گزرنے سے پہلے بے نئے سر سے عقد کیے اُسی مطلقہ کی طرف رجوع اور عود کرے اور اُس عورت سے ہمبستری کرے پھر اسکے بعد دوسرے طہر مین اُسے طلاق کی شرطون کے ساتھ جو کتاب طلاق مین آئینگی انشاء اللہ تعالیٰ طلاق دے اور پھر عدے سے پہلے رجوع اُسی طرح کرے اور پھر تیسری طلاق دے اور محلل درمیان مین آئے اور وہ عورت اُس محلل سے جدا ہو اور پھر پہلا شوہر اُس سے نکاح کرے اور مطلقہ کرے اور عدے مین رجوع کرے اور

اس طرح تیسری طلاق پر دوسرا محلل درمیان میں آئے اور بعد اس کے محلل سے جدا ہو پھر پہلا شوہر
اس سے نکاح کرے اور اسی پہلے دستور پر طلاق دے اور عدہ گزرنے سے پہلے رجوع کرے اس
طرح پر کر نو طلاقیں پوری ہو جائیں تو اس صورت میں وہ عورت اس شوہر پر حرام موبد ہو جائے گی
پانچواں سبب تحریم کا لعان ہے اور لعان بلاشبہ عورت کے حرام موبد ہو جانے کا سبب ہوتی
ہے۔ اور تفصیل اس کی اس کے مقام میں بیان ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ نہیں ہے۔ اگر اپنی بہری
گونگی عورت کو زنا کاری کا عیب اس طرح پر لگائے کہ اگر وہ بہری گونگی نہ ہوتی تو یہ عیب لگانا
لعان کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور **چھٹا سبب تحریم** کا کفر ہے۔ اور اس میں کلام کئی مقصدوں کے بیان
چاہتا ہے۔ **پہلا مقصد** علما کے اجماع سے مسلمان مرد کو کافرہ عورت سے کتابیہ کے سوا نکاح کرنا جائز
نہیں اور کتابیہ میں سے یہودیہ اور نصرانیہ سے نکاح کی حرمت میں دو روایتیں ہیں اور ان میں سے
اشہر یہی ہے کہ ان سے دائمی نکاح جائز نہیں اور نکاح متعہ سے اور ملک یمین سے ہمبستری جائز
ہے۔ اور مجوسیہ کا بھی دو روایتوں میں کے اشہر پر یہی حکم ہے اور اگر جورو خاوند میں سے کوئی
ہمبستری سے پہلے مرتد ہو جائے۔ تو فوراً نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ ہمبستری سے پہلے کی جدائی
میں عدہ شرط نہیں ہے۔ اور اگر ارتداد عورت کی طرف سے ہوتا ہے تو پورا مہر ساقط ہو جاتا
ہے۔ اور اگر ارتداد مرد کی طرف سے ہوتا ہے۔ تو آدھا مہر ساقط ہوتا ہے۔ اور اگر جورو خاوندوں میں
سے کوئی ہمبستری کے بعد مرتد ہو جائے تو نکاح کا فسخ عدے کے گذرنے پر موقوف رہتا ہے خواہ مرد مرتد
ہو یا عورت مرتد ہو گئی ہو اور مہر میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا اس لئے کہ ہمبستری کے سبب سے پورا مہر شوہر
کے سر قرار پکڑ لیتا ہے اور اگر شوہر فطرت اسلام پر ہو اور مرتد ہو جائے تو نکاح اسی وقت فسخ ہو
جائے گا گو ہمبستری کے بعد مرتد ہوا ہو اس لئے کہ حاکم شرع کے سامنے اس کی توبہ مقبول نہیں ہے اس صورت
میں اسکی جورو اس کی وفات کی عدہ رکھیگی اور اگر کتابیہ عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو ان میں
نکاح باقی رہیگا خواہ ہمبستری سے پہلے مسلمان ہو جائے یا بعد مسلمان ہو اور اگر کتابیہ عورت ہمبستری
سے پہلے مسلمان ہو جائے تو اس کا عقد فسخ ہو جاتا ہے اور مہر بھی شوہر کے ذمے نہ رہیگا اور اگر
ہمبستری کے بعد مسلمان ہو جائے گی تو نکاح کا فسخ عدے کے گزرنے پر اس طور سے موقوف رہیگا کہ
اگر عدہ گزرنے تک اس کا شوہر بھی مسلمان ہو جائے گا تو ان دونوں میں نکاح باقی رہیگا اور اگر اس وقت

مسلمان نہ ہوگا تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اگر ذمّے کی شرطوں کو بجا لاتا ہوگا تو
اس عورت کا عقد نکاح اس سے باقی رہیگا لیکن رات کو اس عورت کے پاس نہیں جا سکتا ہے
اور دن کو بھی اس سے خلوت نہیں کر سکتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور کتابیہ کے سوا اور کافروں
میں جورو خاوندوں میں سے ہر ایک کی ہمبستری کے پہلے اسلام کے قبول کرتے ہی نکاح فسخ ہو جاتا ہے
اور اگر ہمبستری کے بعد اسلام قبول کیا ہے تو عدہ کے گزرنے پر نکاح کا فسخ موقوف رہیگا اور
اگر ذمیہ عورت اسلام کے سوا اور کسی کفر کی ملت کو اختیار کرے تو فوراً نکاح فسخ ہوگا اسلیے کہ اسے اس
مذہب پر نہ رہنے دینگے اور مار ڈالینگے اور اگر وہ مسلمان نہ ہوا اور پھر اپنے ہی دین کی طرف
عود کرے تو سوا اسلام کو قبول کیے نہ مانیں گے اور جبکہ ذمّی چار منکوحہ سے زیادہ دائمی نکاح
رکھنے پر مسلمان ہو تو چار آزاد عورتیں منکوحہ یا دو لونڈیاں دائمی منکوحہ اور دو آزاد عورتیں
دائمی منکوحہ رکھ لے اور اگر غلام ہے تو دو آزاد عورتیں یا ایک آزاد عورت اور دو لونڈیاں منکوحہ
رکھ لے اور باقی سے فراق اور جدائی اختیار کرے اور اگر حلال کی مقدار سے زیادہ عورتیں نہ رکھتا ہو
تو سب کا نکاح باقی رہیگا اور مسلمان کو اپنی ذمیہ بی بی پر غسل حیض اور غسل جنابت کے لیے
جبر کرنا نہیں پہونچتا ہے کہ عورت سے تمتع غسل پر موقوف نہیں بلکہ بے غسل کے بھی ہو سکتی ہے
اور اگر وہ ذمیہ ایسی باتوں سے متصف ہو کہ شوہر کے نفع اٹھانے سے روکتی ہوں جیسے غالب
بدبو اور ناخن کا بڑھ جانا کہ نفرت دلوانے والی ہیں تو مسلمان شوہر کو اسکا الزام دینا ان نفرت
دلوانے والی چیزوں کے دور کرنے کے لیے پہنچتا ہے اور اس ذمیہ کو اسکے معبد میں جانے
سے اس مسلمان شوہر کو روکنا پہنچتا ہے جسطرح پر گھر سے باہر نکلنے کو منع کرنا پہونچتا ہے اور اسیطرح
سے اسے شراب پینے سے اور سوئر کا گوشت کھانے سے اور نجس چیزوں کے استعمال کرنے
سے روکنا پہنچتا ہے۔

دوسرا مقصد چار سے زیادہ میں چار جوروں کے اختیار کرنے کے بیان میں ہے اور یہ اختیار یا
ایسے قول کے ساتھ ہوتا ہے جو روک رکھنے پر دلالت کرتا ہو جیسے کہے کہ میں نے تجھے اختیار کر لیا
اور تجھے رکھ لیا اور جو عبارتیں ان معنوں میں ہوں اور اگر ترتیب سے جوروں کو اختیار کریگا تو
پہلی چار عورتوں کا عقد ثابت ہو جائیگا اور باقی عورتوں کا عقد جاتا رہیگا اور اگر چار سے زیادہ

عورتون سے کہے کہ مین نے تمہاری جدائی اختیار کی تو بھی وہ دفع ہو جائینگی اور اگر اُن
عورتون مین سے ایک سے کہے کہ مین نے تجھے مطلقہ کیا تو اُس عورت کا نکاح صحیح ہو گیا اسلیے
کہ طلاق نکاح کی فرع ہے اور طلاق بھی صحیح ہو جائیگی اور اُسے بھی اُنھین عورتون مین شمار
کرنا چاہیے اور اگر چار عورتون کو طلاق دے تو باقی عورتین اُس سے دفع ہو جائینگی اور اُنھین
چار مطلقہ کا نکاح ثابت ہو جائیگا اور پھر اُسی طلاق سے وہ مطلقہ ہو جائینگی اسلیے کہ طلاق کی محتاج
زوجہ ہی ہوا کرتی ہے کیونکہ طلاق کے معنے نکاح کے قبضے کا دور کر ڈالنا ہے اور ظہار اور ایلاء
کے لفظون کو زوجیت کے اختیار کرنے پر دلالت نہین ہے اسلیے کہ کبھی غیر کی جورو سے بھی
ایلاء اور ظہار کا خطاب کرتے ہین اور ظہار اور ایلاء کا بیان اُنکے مقامون مین انشاءاللہ تعالیٰ
آئیگا اور یا اختیار فعل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کسی عورت سے اُنھین مین سے ہمبستر ہو اسلیے کہ
اس فعل کا ظاہر زوجیت کا اختیار کر لینا ہے اور اگر اُنمین سے چار عورتون کے ساتھ ہمبستر
ہو جائے تو باقی عورتین دفع ہو جائینگی اور اُنھین چار عورتون کا عقد ثابت ہو جائیگا اور
اگر بوسہ لے یا شہوت سے چھو لے تو ممکن ہے کہ کہا جائے کہ یہ بھی اختیار ہے جسطرح سے رجعی
طلاق مین رجعت ہے مگر اسمین اشکال یہ ہے کہ کبھی چوم لینا اور شہوت سے چھونا غیر عورتون
سے بھی ہوا کرتا ہے پھر اس سے اختیار کا یقین نہین ہو سکتا ہے۔

تیسرا مقصد اُن مسئلون مین ہے جو دین کے اختلاف پر مرتب ہوتے ہین پہلا مسئلہ اگر
کوئی ذمی کسی عورت سے اور اُسکی بیٹی سے تزویج کرے اور دونون سے ہمبستر ہو چکا ہو اور بعد
اسکے مسلمان ہو جائے تو وہ دونون کی دونون اُسپر حرام ہو جائینگی اور یہی حکم ہے اگر اُسکی
مان سے ہمبستر ہو چکا ہو اور اگر ان دونون مین سے کسی سے ہمبستر نہوا ہو گا تو مان کا عقد
باطل ہو جائیگا اور بیٹی کا عقد باطل نہو گا اور اس صورت مین اُسے اختیار کرنے کا اختیار
نہین ہے کہ ایک کو اُنمین سے لے لے اور دوسری کو چھوڑ دے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا
ہے کہ مختار ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر ایسی حالت مین مسلمان ہو کہ لونڈی اور اُسکی بیٹی کو
رکھتا ہو بس اگر دونون سے ہمبستر ہو چکا ہے تو دونون حرام ہونگی اور اگر ایک ہی سے ہمبستر ہوا ہے
تو دوسری حرام ہو جائیگی اور اگر ان دونون مین کسی سے ہمبستر نہین ہوا ہے تو اختیار ہے

جسے چاہے رکھ لے اور جسے چاہے چھوڑ دے اور اگر مسلمان ہوا ایسے حال مین کہ دو بہنون سے تزویج کی ہو تو اختیار ہے جسے چاہے اُن دونون مین سے رکھ لے اور دوسری کو چھوڑ دے گو دونون سے ہمبستر ہو چکا ہو اور یہی حکم ہے اگر خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی سے تزویج کی ہو اور پھوپھی خالہ نے اُس تزویج کی اجازت نہ دی ہو کر راضی ہونے پر دونون کو نکاح مین جمع کرنا درست ہے اور یہی حکم ہے اگر مسلمان ہو اس حال سے کہ ایک آزاد عورت اور ایک لونڈی سے عقد رکھتا ہو کہ آزاد عورت کی اجازت پر موقوف ہے دوسرا مسئلہ جب کوئی غیر کتابی مشرک مسلمان ہو اور اُسکے پاس ایک آزاد عورت اور تین لونڈیان ہون کہ وہ بھی اُسکے ساتھ مسلمان ہوئی ہون تو ایک آزاد عورت کو اور دو لونڈیون کو اختیار کرے اگر وہ آزاد عورت لونڈیون کے نکاح کی اجازت دے اور اگر آزاد مشرک مسلمان ہو اور اُسکے نکاح مین چار لونڈیان ہون تو اُنمین سے دو لونڈیون کو پسند کر کے رکھ لے اور دو کو جدا کر ڈالے اور اگر چار آزاد عورتین رکھتا ہو تو اُن سب کا عقد ثابت ہو جائیگا یعنی اگر وہ بھی اُسکے ساتھ مسلمان ہوئی ہون یا عدہ گزرنے سے پہلے اسلام قبول کر لین اور اگر چار سے زیادہ رکھتا ہو اور بعضون نے اُسکے ساتھ اسلام قبول کیا ہو اختیار ہے خواہ اُنھین مسلمان عورتون کو اختیار کرے یا عدہ گزرنے تک انتظار کرے کہ جسقدر اُنمین کی اُسوقت تک مسلمان ہو جائین اُنمین سے چار لے لے اور اگر عدے مین اُسکی اور جورو ئین اُسکے ساتھ مسلمان ہون اور سبکی سب مسلمان عورتین چار سے نہ بڑھین تو عقد نکاح اُنھین چار پر ثابت ہو جائیگا اور اگر چار سے زیادہ مسلمان ہون تو چار کو اختیار کرے اور اگر اُنھین اختیار کرلے جو پیشتر مسلمان ہوئی ہین تو پھر باقی مین اختیار نرہیگا گو عدہ کے گزرنے سے پہلے مسلمان ہوگئی ہون تیسرا مسئلہ اور اگر غلام مسلمان ہوا اور اُسکی تزویج مین چار بت پرست عورتین ہون اور اُنمین سے دو عورتین مسلمان ہون اور بعد اسکے وہ بندہ آزاد ہو جائے اور چارمین کی باقی اُسکی جورو ئین عدے کے گزرنیکے پہلے مسلمان ہو کر اُس سے آملین تو وہ شخص دو سے زیادہ اختیار نہین کر سکتا ہے اسلیے کہ بندے پر کی حلال آزاد عورتون کا پورا پورا دو کا عدد ہے کہ جو دو اُس سے بندہ ہونے کے وقت مین تعلق رکھتی ہین اور دوسری دو اُس سے جدا ہو چکی ہین اب عو د نکریگی اور اگر چارون کی چارون اُسکے ساتھ مسلمان ہو جائین اور بعد اسکے وہ بندہ آزاد ہو جائے

یا وہ چارون عورتین شوہر کے آزاد ہونے کے بعد اور عدے کے گزرنے سے پہلے مسلمان ہو جائین تو اُن چارون کا نکاح ثابت ہو جائیگا اِسلیے کہ نکاح کے تعلق کے وقت وہ بندہ آزادی سے متصف ہو چکا ہے جس سے چار جورتین مباح ہوتی ہین اور مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اسلام سے آگے پیچھے آزادی کے ہونے مین فرق مشکل ہے اِسلیے کہ آزادی اُس مسلمان کی دونون صورتون مین اُن چار آزاد عورتون کے اسلام لانے کے وقت مین تھی اور اِس تقریر سے جو بیان ہوئی ہے فرق واضح نہین چوتھا مسئلہ دین کے اختلاف کے سبب سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یعنے ٹوٹ جاتا ہے اور طلاق نہین ہوتی ہے پھر اگر دین کا اختلاف عورت کی طرف سے ہمبستری سے پہلے ہوگا تو مہر سب کا سب ساقط ہو جائے گا اور اگر مرد کی طرف سے ہمبستری سے پہلے ہوگا تو آدھا مہر لازم ہوگا اور یہی مشہور قول ہے اور اگر ہمبستری کے بعد ہوگا تو اختلاف کے حاصل ہونے سے مہر ساقط نہوگا اور اگر مقرر مہر فاسد ہو جیسے شراب اور سؤر ہے تو مہر مثل دینا ہمبستری ہونے پر واجب ہے اور ہمبستری سے پہلے آدھا مہر دینا چاہیے اگر فسخ نکاح کا مرد کی طرف سے ہے اور اگر عقد نکاح مین کوئی مہر معین نکیا ہو اور ہمبستری سے پہلے دین کا اختلاف مرد کی طرف سے ہوا ہے تو جورد کو متعہ دینا چاہیے یعنی حال کے قابل کچھ مال اور عطیہ دینا چاہیے جسطرح بغیر معین مہر والی ہمبستری کے پہلے مطلقہ عورتکو مہر متعہ دینا واجب ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور اگر ذمی اپنی زوجہ سے ہمبستر ہوا اور پھر مسلمان ہو جائے اور مہر شراب ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ مہر ساقط ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکا مہر لازم ہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ شراب کی قیمت جو حلال جاننے والون کے نزدیک ہو دیدے اور یہ قول زیادہ صحیح ہے پانچوان مسئلہ جب مسلمان اپنی زوجہ سے ہمبستری کے بعد مرتد ہو جائے تو اُسپر مسلمان جورو سے ہمبستر ہونا حرام ہے اور اُس عورت کا نکاح فقط عدے کے گزرنے پر موقوف رہیگا کہ اگر وہ مرتد رہے اور عدہ گزرنے کے پہلے توبہ کرلے تو وہ اُسی کی زوجہ ہے پھر اگر وہ مرتد ارتداد کے حال مین مسلمان جورو سے شبہے کے طور پر ہمبستر ہوا اور عدہ گزرنے تک کفر پر باقی رہے تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اُسے دو مہرون کا دینا لازم ہوگا ایک مہر اصل نکاح کا اور دوسرا مہر شبہے کی ہمبستری کا اور یہ مشکل ہے کہ جب وہ مرتد فطری مرتد نہو تو وہ عورت اس معنی سے اُسکی زوجہ ہونے کے حکم مین ہے کہ عدہ گزرنے سے پہلے اگر اسلام کیطرف

رجوع کریگا تو تئے عقد کی احتیاج نہین ہے پھر مہر کی تکرار کیونکر واجب ہوگی چھٹا مسئلہ جب کوئی کافر مسلمان ہوا اور اُسکی بُت پرست جورئین ہون کہ جن سے ہمبستری کر چکا ہے تو اُن عورتون کے عدے گزرنے تک اُسے نہین پہونچتا ہے کہ کسی اور عورت سے نکاح کرے یا اُنہین سے کسی کی بہن سے نکاح کرے گو وہ عورتین اپنے کفر پر باقی ہون اور اگر کوئی بُت پرست عورت مسلمان ہو جائے اور اُس عورت کا شوہر کفر کے حال مین اُسکی بہن سے تزویج کرلے اور اُس نومسلمہ عورت کا عدہ شوہر کے کفر کے حال مین گزر جائے تو دوسری تزویج اُسکے شوہر کی صحیح ہے اور اگر پہلی جورو کے عدے کے گزرنے سے پہلے وہ دونون مسلمان ہو جائین تو شوہر کو اختیار ہے کہ اُن دونون بہنون مین سے جس ایک کو چاہے اختیار کرلے اور دوسری کو جدا کردے جسطرح سے کہ دونون بہنون سے کفر کے حال مین تزویج کی ہوتی ساتوان مسئلہ جب کوئی بت پرست مسلمان ہو جائے اور اسکے بعد مرتد ہو جائے اور اُسکی عورت کا عدہ اُسکے کفر کے حال مین گزر جائے پس وہ عورت اُس سے جُدا ہو گی اور اگر بت پرست عورت عدے مین اسلام لائے اور اُسکا شوہر کہ مرتد ہو گیا تھا وہ بھی اسلام کی طرف اسی عدے مین پھر آئے تو وہی شوہر احق ہے اور اُسکی زوجیت بحال رہیگی اور اگر وہ عورت عدے سے نکل چکے اِس حال مین کہ شوہر کافر ہے تو پھر اُس شوہر کو اُس زوجہ سے کوئی تعلق نہین رہا آٹھوان مسئلہ اگر اِن عورتون مین سے کوئی عورت شوہر کے اختیار کرنے سے پہلے اور مسلمان ہونے کے بعد مر جائے تو بعضی عورتون کی زوجیت اُنہین سے اور شوہر کا اُس مری عورت کو اختیار کر لینا باطل نہین ہوتا ہے پھر اگر اُسے اختیار کرے گا تو اُسکے متروکے مین سے اپنا حصہ لیگا اِسلیے کہ اختیار کچھ نئے سر سے نکاح کرنا نہین ہے بلکہ صحیح عقد والی عورتون کی تعیین ہے اور اگر شوہر اور جورو ئین اسلام کے بعد اور تعیین سے پہلے مر جائین تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس صورت مین تعیین اور اختیار دونون باطل ہین اور وجہ یہی ہے کہ قرعہ ڈالینگے اور تعیین کرینگے اِسلیے کہ اسمین بعضے وارث ہین اور بعضے مورث ہین اور اُنکی تعیین لازم ہے اور بے قرعے کے ممکن نہین اور اگر شوہر اُن سب عورتون سے بے اختیار اور تعیین کیے مر جائے تو اُن سب عورتون پر اُس شوہر کی عدے مین بیٹھنا واجب ہے اسلیے کہ جنکو اُنہین سے شوہر کا اختیار شامل نہین تھا اُنھین طلاق کے عدے مین بیٹھنا لازم ہے اور جنھین شوہر کا اختیار شامل ہے اُنھین

وفات کی عدت مین بیٹھنا لازم ہے اور جبکہ اختیار مختار اور غیر مختار عورتون مین حاصل نہین ہوا ہو تو لازم ہے کہ سب کی سب عدت مین اُس مدت تک بیٹھین جو مدت عدۂ طلاق اور عدۂ وفات مین بڑھکر ہو اسلیے کہ ہر ایک اُنمین سے زوجہ ہونے کی اور نہونیکی محتمل ہے اور اگر کوئی اُنمین سے حاملہ ہو تو وہ اُس مدت تک عدت مین بیٹھے گی جو عدۂ وفات اور وضع حمل مین بڑھکر ہو اور غیر حاملہ اتنی مدت تک عدت مین بیٹھے گی جو مدت عدۂ وفات مین اور عدۂ طلاق مین بڑھکر ہوگی اور جب شوہر اور اُسکی جورؤین مسلمان ہون تو اُسے سب کا روٹی کپڑا دینا چار کے اختیار کرنے کے وقت تک لازم ہے اور جبکہ چار کو اختیار کرے گا تو اور ونکا روٹی کپڑا ساقط ہو جائیگا اور اختیار کے پہلے سب کی سب جورو ہونے کے حکم مین ہین اور اگر سب عورتین یا بعضی مسلمان ہو جائین اور مرد اپنے کفر پر باقی رہے اور اُنھین روٹی کپڑا نہ دے تو اُنھین شوہر سے پچھلے اور اب کے روٹی کپڑے کا مطالبہ پہونچتا ہے خواہ شوہر بھی مسلمان ہو جائے یا نہ ہو اسلیے کہ عدہ گزرنے تک اُسکی جورو ہونے کے حکم مین ہین گو کفر کے حال مین اُنسے فائدہ نہین اُٹھا سکتا ہے اور اگر خاوند مسلمان ہو جائے اور جورؤین کفر پر باقی رہین تو اُسے اُنکا روٹی کپڑا دینا لازم نہین اسلیے کہ روٹی کپڑے کا وجوب فائدہ اُٹھانا ممکن ہونے کی فرع ہے اور اُنکا کفر اس امر کا مانع ہے اور اگر زوجہ اور شوہر مین اسلام کے تقدم مین نزاع واقع ہو تو مقبول شوہر کا قول ہے کہ زوجہ کے اسلام کے تقدم کا منکر ہے اور روٹی کپڑے کا کفر کے زمانے مین عدم لزوم ہے اسلیے کہ برارت ذمہ اصل ہے اور اسی برارت ذمہ کا حکم باقی رہیگا جبتک کہ اثبات ذمہ دلیل سے ثابت نہو اور اگر زوجہ ثابت کرنے سے عاجز آئے تو شوہر پر قسم ہے اور اگر شوہر ایسے حال مین مرجائے کہ چار عورتین مسلمان ہو گئی ہون تو اُسکی میراث پائینگی لیکن متعین جو نہین ہوئی ہین تو اس سے اُنکے حصون کو اپس کی صلح تک روک رکھنا چاہیے اور موجہ یہی ہے کہ قرعے سے چار جورؤون کی تشخیص کرلین گے یا چار جورؤون کا حصہ سبھون پر تقسیم کر دینگے اور اگر خاوند دو جورؤون کے مسلمان ہونے سے پہلے مرجائے تو اُسکے ترکے کی تقسیم کو روک رکھین گے اسلیے کہ کافر مسلمان کا وارث نہین ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ اگر ترکے کی تقسیم سے پہلے کوئی اُن عورتون مین سے مسلمان ہوگا تو اپنا حصہ پائیگی دسوان مسئلہ عمار ساباطی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے

کہ غلام کا بھاگ جانا اُسکی جورو کی طلاق کا باعث ہوتا ہے اور ارتداد کا حکم رکھتا ہے اور اگر ایسی حالت مین پھر آئے کہ عدہ اُس عورت کا تمام نہوا ہو تو وہ عورت اُسی پہلے نکاح سے اُسکی جورو ہے اور اگر عدہ کے بعد اور دوسرے سے تزویج کر لینے کے بعد پھر آئیگا تو اُسے اُس عورت کی طرف کوئی رستہ نہیگا اور اِس حدیث پر عمل کرنے مین تردد ہے اور تردد کی وجہ سند کا ضعف ہے عقد کے لواحق کے سات مسئلے پہلا مسئلہ نکاح مین کفو یعنی برادری ہونا شرط ہے اور کفو اسلام مین برابر ہونے کو کہتے ہین اور آیا ایمان مین بھی برابر ہونا شرط ہے اسمین دو روایتین ہین اور اُن دونون مین اظہر یہ روایت ہے کہ اسلام کی برابری کافی ہے گو ایمان کی برابری مؤکد سنت ہے اور عورت کی طرف مین تاکید زیادہ ہے کہ مومن عورتین غیر مومن مردون سے تزویج نہ کرین اِسلیے کہ عورتین اپنے شوہرون کے دین کو اختیار کر لیتی ہین اور شیخ علی علیہ الرحمہ اسے جائز نہین جانتے ہین اور اسکے برعکس جائز جانتے ہین۔ اور مومنہ عورت کا نکاح ناصبی سے کہ کھلی کھلی عداوت اہلبیت علیہم السلام سے رکھتا ہو جائز نہین اِسلیے کہ وہ ایسے فعل کا مرتکب ہے کہ جسکا بطلان دین اسلام سے معلوم اور یقینی ہے بس وہ اسلام کے دین سے نکل گیا اور اگر اہلبیت علیہم السّلام کی عداوت کو آشکار نکرے اور ظاہر ہو جائے کہ اُسے عداوت ہے تو وہ بھی ناصبی ہے اور اگر کبھی اُس سے عداوت ظاہر نہوتی ہو تو محض اہلبیتؑ کے خلاف دین رکھنے سے نصب کا حکم نہین کر سکتے ہین اور شیخ علی رحؒ نے فرمایا ہے کہ ناصبیہ عورت سے بھی نکاح کرنا صحیح ہے اور آیا نکاح مین شرط ہے کہ شوہر زوجہ کے روٹی کپڑا دینے پر قادر بھی ہو یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان اور بعضے کہتے ہین کہ شرط نہین ہے اور یہی اشبہ ہے اور اگر بعد عقد کے شوہر نفقہ دینے سے عاجز آجائے تو آیا عورت فسخ نکاح کر سکتی ہے اسمین دو روایتین ہین اُن مین سے اشہر یہی ہے کہ نہین فسخ کر سکتی ہے اور آزاد عورتکو بندیکے نکاح مین آنا اور عربیہ عورتکو عجم مرد سے نکاح کرنا اور ہاشمیہ عورتکو غیر ہاشمی مرد سے تزویج کرنا جائز ہے اور اسکے برعکس بھی جائز ہے اور ادنی پیشے کے لوگ جیسے خاکروب اور حجام ہین صاحبان علم و ورع اور دنیا کے اغنیا اور مال والے لوگون سے مناکحت کر سکتے ہین اِسلیے کہ برابری اسلام مین یا ایمان مین کفایت کرتی ہے اور اگر روٹی کپڑا دینے پر قدرت رکھنے والا مومن مناکحت کی درخواست کرے تو قبول کر لینا واجب ہے یعنی ولی پر قبول واجب ہے جب عورت بھی راضی ہو اور اِس صورت مین اگر ولی روکیگا تو گنہگار ہو جائیگا گو خواستگار نسب مین بہت نیچا ہو اور شیخ علی اور صاحب مسالک علیہما الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے

جب اُس سے بہتر کوئی خواستگار اُسوقت یا آگے بڑھکر نپایا جائے اور نہ قبول کرنے سے جب گنہگار ہوگا
کہ دوسرا مومن خواستگاری نکرے گو اُس سے زیادہ نیچا ہو اور نہیں تو اُس سے عدول کرنا اور دوسرے کو
اختیار کرنا جائز ہے بس قبول کرنے کا وجوب تخییری ہے اور ولی ایک کے قبول نکرنے سے گنہگار نہیں
ہوتا ہے اور اگر شوہر اپنے نسب کی نسبت کسی قبیلے سے ظاہر کرے اور نکاح کے بعد کھلے کہ اُس
قبیلے مین سے نہین ہے تو عورت کو نکاح کا فسخ کر ڈالنا پہونچتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ فسخ نہین
پہونچتا ہے اور یہی اشبہ ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر عقد نکاح مین اس انتساب کی
شرط کر لی ہے اور بعد اسکے اختلاف ظاہر ہو تو عورت کو نکاح کے فسخ کا اختیار ہے اور اگر عقد مین شرط
نہین ہے تو فسخ کا بھی اختیار نہین ہے اور بدکار کے ساتھ تزویج کرنا خصوصاً شرابی سے مکروہ ہے
اور مومنہ عورت کی تزویج دین کے مخالف سے کرنا مکروہ ہے اور مستضعف سے تزویج کرنے مین کچھ
مضایقہ نہین ہے اور مستضعف وہ شخص ہے جو اہلبیت علیہم السلام کی عداوت مین مشہور نہو اور
شیخ علی علیہ الرحمہ مومنہ عورت کی تزویج مطلق مخالف سے جائز نہین جانتے ہین واللہ اعلم ۞ دوسرا مسئلہ
جب کسی عورت سے کوئی تزویج کرے اور پھر کھلے کہ اُس عورت نے زنا کی تھی تو شوہر کو نکاح کا فسخ کرنا
جائز نہین اور یہ بھی جائز نہین کہ جو مہر دیا ہے اُسے اُسکے ولی سے پھیرلے اور ایک روایت مین وارد
ہوا ہے کہ شوہر کو پہونچتا ہو کہ اُسکے ولی سے مہر پھیرلے اور اُسکی شرمگاہ کے حلال کرنے کے بدلے مین کچھ اُسے
دیدے اور یہ قول شاذ ہے تیسرا مسئلہ رجعیہ عورت سے عدے مین کنایہ سے خواستگاری کرنا جائز نہین
اسلیے کہ ابھی وہ اپنے شوہر کی جورو ہونے سے باہر نہین ہوئی ہے اور اُسکی جورو ہونے کا ابھی حکم
باقی ہے اور تین طلاقون کی مطلقہ عورت سے شوہر کی عدے مین شوہر یا غیر شوہر کو کنایہ مین نکاحکی
خواہش سمجھانا جائز ہے اور شوہر صریح اُس سے نکاح کی خواستگاری نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ جبتک
محلل بیچ مین نہ آئیگا تب تک وہ عورت اُسپر حلال نہین ہونے کی اور شوہر کے سوا اور شخص بھی
تصریح سے نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ ابھی وہ عدے مین ہے مگر نو طلاق عدے کی مطلقہ سے کہ جس کی
طلاقون مین دو محلل آچکے ہون جیسا کہ بیان ہوچکا ہے شوہر کنائے سے بھی نکاح کی خواستگاری
نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ وہ عورت اُسپر ہمیشہ کو حرام ہوگئی ہے اور شوہر کے سوا اور کو جائز ہے کہ
اُس سے کنائے مین خواستگاری نکاح کی کرے اور عدے مین کسیکو نکاح کی خواستگاری کی تصریح

جائز نہین اور جو عورت کہ بائنہ طلاق یا خلع یا فسخ نکاح کے عدے مین ہو تو اُس سے کنائے مین تزویج کی خواستگاری شوہر اور غیر شوہر کو جائز ہے اور شوہر کیطرف سے خواستگاری کی تصریح بھی جائز ہے اور غیر شوہر کو عدے مین تصریح کرنا جائز نہین اور کنائے کی صورت یہ ہے کہ اُس سے کہے کہ تیری طرف رغبت کرنیوالے بہت سے ہین یا تجھپر حریص بہت ہین اور جو اسطرح کی عبارتین ہین اور تصریح یون ہے کہ اُس سے ایسی لفظون سے کہے کہ جسمین نکاح کے سوا اور کوئی احتمال نہو جیسے یون کہے کہ تیرا عدہ پورا ہو جائے تو مین تجھسے نکاح کرون اور جہان جہان کہ خواستگاری کی تصریح جائز نہین اگر وہان نکاح کی خواستگاری کی تصریح کرے اور عدہ گزرنے پر نکاح کرے تو حرام نہین ہے چوتھا مسئلہ جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کی خواستگاری کرے اور وہ عورت اُسے قبول بھی کرلے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اور وںکو اُس سے تزویج کی استدعا حرام ہے اور اگر کوئی دوسرا اُس عورت سے تزویج کرلے تو نکاح صحیح ہے پانچوان مسئلہ جب کوئی کسیکو تین طلاق کی مطلقہ عورت کو پہلے شوہر پر حلال ہونے کے لیے تزویج کرے اور عقد نکاح مین شرط ہو جائے کہ جب تحلیل کی شرطون پر عمل ہو جائے گا تو نکاح باطل ہو جائے گا تو عقد باطل ہو جائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد صحیح ہے اور شرط لغو ہے اور اگر عقد مین یہ شرط کرے کہ تحلیل کے بعد طلاق دیدے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ نکاح تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے اور عقد کے باطل ہونے کی صورت مین اگر وہ شوہر اُس عورت سے ہمبستری کرے تو اُسپر واجب ہے کہ مہر مثل دے یعنی اُس صورت مین مہر مثل دیگا کہ عورت کو عقد کے بطلان کا علم نہو نہین تو زانیہ ہو جائیگی اور اُسکا مہر کچھ نہوگا اور اگر وہ عورت شرط کی تصریح نکرے اور شوہر یا زوجہ یا ولی کی نکاح کی نیت مین یہ شرط ہو تو عقد فاسد نہوگا اور جسجگہ کہ عقد فاسد نہین ہوتا ہی بس وہان ہمبستری کے ہوتے وہ عورت اُس شوہر سے طلاق پاتی ہی اور عدہ پورا کرتے ہی پہلے طلاق دینے والے شوہر پر تزویج کے لیے حلال نہین ہوتی ہی اسلیے کہ تنہا دخول حلیتین کافی نہین جبتک کہ وہ صحیح عقد سے ہو اور جہان کہ عقد صحیح ہوتا ہے وہان ہمبستری ہوتے ہی طلاق اور عدے کے بعد اُس عورت کا نکاح پہلے مطلق شوہر سے حلال ہو جاتا ہے اور جہان کہ عقد فاسد ہو جاتا ہے تو محض ہمبستری سے حلال نہین ہوتا ہے اسلیے کہ فقط ہمبستری پہلے مطلق شوہر پر تحلیل کے لیے کافی نہین جبتک کہ عقد صحیح کے ساتھ واقع نہو چھٹا مسئلہ نکاح شغار باطل ہے اور شغار لغت مین رفع کے معنون مین ہے اور اس نکاحمین

مہر رفع ہوجاتا ہے اسی لیے اس نکاح کو نکاح شغار کہتے ہین اور اس نکاح کو جاہلیت کے زمانے مین کرتے تھے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک مرد اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے شخص سے کرے اور وہ دوسرا شخص بھی اپنی بیٹی اُسے دے اور اُن دونون مین ہر ایک کا مہر دوسرے کا نکاح ہو لیکن اگر دو ولی دو لڑکیون کی تزویج آپس مین کرین اور اُن لڑکیون کے نکاحون کے سوا کچھ مہر قرار دین تو یہ عقد البتہ صحیح ہے اور اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کا کسی سے نکاح کرے اور شرط کرے کہ وہ بھی اپنی بیٹی اُسے معین مہر پر دے تو دونون عقد صحیح ہین اور مہر باطل ہے اسلیے کہ مہر کے ساتھ دوسری عورت کی تزویج کی شرط کی ہے اور وہ لازم نہین اسلیے کہ تزویج مین آدمی کو اختیار ہے بس عقد نکاح مین داخل نہو گا بس لازم ہے کہ اُس عورت کو مہر مثل دے اور اس مسئلے مین تردد ہے اور یہی حکم ہے اگر کسی عورت کی کوئی ولی کسی سے تزویج کرے اور شرط کرے وہ بھی شخص اُس ولی کو فلان عورت دے اور مہر کا ذکر کرے فرع اگر کوئی شخص کہے کہ مین نے اپنی بیٹی کی تزویج تجھسے اس شرط پر کی کہ تو اپنی بیٹی کی تزویج مجھسے کر دے اور میری بیٹی کا مہر تیری بیٹی کا نکاح ہے تو اُسکی بیٹی کا نکاح صحیح ہے اور مخاطب کی بیٹی کا نکاح باطل ہے اور اگر یہ کہے کہ تیری بیٹی کا نکاح میری بیٹی کا مہر ہے تو متکلم کی بیٹی کا نکاح باطل ہے اور مخاطب کی بیٹی کا نکاح صحیح ہے اسلیے کہ پہلے مسئلے مین اپنی بیٹی کے نکاح کو مخاطب کی بیٹی کے نکاح کا مہر قرار دیا تھا اور نکاح مہر نہین ہو سکتا ہے پھر نکاح مخاطب کی بیٹی کا صحیح نہین اور اپنی بیٹی کا مہر بیان نہین کیا ہے بس مہر مثل لازم ہو گا اور اُسکی بیٹی کا نکاح صحیح ہے اور دوسری صورت مین مخاطب کی بیٹی کا نکاح اپنی بیٹی کے نکاح کا مہر قرار دیا ہے اور نکاح کا مہر کرنا باطل ہے تو اُسکی بیٹی کا نکاح باطل ہے اور مہر مخاطب کی بیٹی کا بیان نہین کیا ہے بس مہر مثل لازم ہو گا اور عقد مخاطب کی بیٹی کا صحیح ہے ساتوان مسئلہ مرد کو اپنی دائی سے جو اُس مرد کے پیدا ہونے کے وقت اُسکی مان کی مددگار تھی اور اُسکی تربیت بھی کی تھی نکاح کرنا مکروہ ہے اور اگر ایک مرتبہ دو مرتبہ اور تین مرتبہ کی خدمت سے تربیت نہ کی ہو تو مکروہ بھی نہین ہے اور اسیطرح اپنی دائی کی بیٹی سے نکاح کرنا مکروہ ہے اور اسیطرح پر مرد کو اپنی زوجہ کی بیٹی کو جو دوسرے شوہر سے اُسکی مفارقت کے بعد جنی ہے اپنے بیٹے سے تزویج کرنا مکروہ ہے اس شرط سے کہ وہ بیٹا اُسکے پیٹ سے نہو اور اگر اُسکے پیٹ سے ہو گا تو یہ تزویج حرام ہے

اور حلال نہین اِسلیے کہ یہ اُسکی بہن اور وہ اسکا بھائی ہوتا ہے اور اِسمین کچھ مضایقہ نہین اگر اپنے بیٹے کی تزویج اپنی زوجہ کی ایسی بیٹی سے کرے جو اُسنے اِس نکاح کرنے کے پہلے دوسرے شوہر سے جنی ہے اور آدمی کو اپنی مان کی سوت سے جو اُسکے باپ سے پہلے شوہر کی طرف سے سوتا یا دیے تھی نکاح کرنا مکروہ ہے اور زنا سے بے توبہ کیے زنا کار عورت سے نکاح کرنا مکروہ ہے مترجم کہتے ہین کہ اُسکی توبہ کا علم حاصل کرنے کا طریقہ روایت مین اسطرح پر وارد ہوا ہے کہ اُسے زنا کی تکلیف دینگے اگر راضی نہو تو جانین گے کہ تائبہ ہے۔ دوسری قسم نکاح منقطع جسے متعہ بھی کہتے ہین اُسکے بیان مین ہے اور یہ متعہ بھی اسلام کی شریعت مین جائز ہے اسلیے کہ اُسکی مشروعیت ثابت ہے اور منسوخ ہونا ثابت نہین ہوا مترجم کہتے ہین کہ اہل خلاف کی حدیثین اِسمین مضطرب ہین اور اُنکی بعضی روایتون سے کہ صحیحین مین موجود ہین متعہ کی حلیت زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ مین فقط تین روز کی مستفاد ہوتی ہے اور بعضی روایتین صدر اسلام مین مدت دراز تک کے ثبوت پر دلالت کرتی ہین اور اُنھین کی بعضی حدیثون مین وارد ہوا ہے کہ مکہ کے فتح مین اِس متعہ کا اذن ہوا ہے اور صدر اسلام مین نتھا اور ابو داؤد اور ابو احمد نے روایت کی ہے کہ حجۃ الوداع مین متعہ کی ممانعت ہوگئی ہے اور بعضی روایتون مین وارد ہوا ہے کہ خیبر کی فتح مین متعہ کی ممانعت ہوگئی تھی اور اگر منسوخ ہوتی تو خلیفہ اول یعنی ابی بکر کی ساری خلافت مین اور ثانی یعنی عمر بن خطاب کی صدر خلافت مین صحابہ کو معلوم ہوتی اور یہ بھی انھین کی بعضی کتابون مین حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص متعہ کیا کرتا تھا تو اُس سے لوگون نے پوچھا کہ یہ کام تونے کس سے حاصل کیا ہے اُسنے کہا کہ عمر سے حاصل کیا ہے پھر اُس سے لوگون نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے وہ تو متعہ کی خود ممانعت کرتے ہین جواب مین اُس شخص نے کہا کہ عمر نے خود کہا ہے کہ متعتان کانتا فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وانا احرمہما واعاقب علیہما متعۃ الحج ومتعۃ النساء یعنی دو متعہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مین تھے مین اُن دونون کو حرام کرتا ہون اور اُن دونون پر عقوبت کرونگا ایک متعہ حج ہے اور دوسرا عورتون کا متعہ ہے بس مین اُنکی روایت کو اِن دونون کے مشروع ہونے مین مانتا ہون اور مین اُنکی ممانعت کو نہین مانتا ہون کہ یہ اُنکی ذات کی طرف سے ہے اور اُنھین کے مجتہدون مین سے مالک صاحب بھی متعہ کے جواز کے

جواز

قائل ہوے ہین اور اہلبیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے طریق مین تو تواتر سے ثابت ہے جیسے نماز اور روزے کا وجوب متواتر اور ظاہر ہے اور قرآن بھی متعہ کی مشروعیت پر ناطق ہے اور متعہ مین نظر ارکان اور احکام کے بیان کی مستدعی ہے ارکان متعہ کے چار ہین ایک صیغہ دوسرے محل تیسرے مدت چوتھے مہر ہے اور صیغہ وہ لفظ ہے جسے شارع علیہ السلام نے اس انعقاد کے لیے وضع فرمایا ہے اور وہی ایجاب و قبول ہے اور ایجاب کے تین لفظ زَوَّجْتُکَ اور مَتَّعْتُکَ اور اَنْکَحْتُکَ ہین یعنی تیری تزویج مین دیا مین نے اور تیرے متعہ مین دیا مین نے اور تیرے نکاح مین دیا مین نے اور تینون مین کی ہر ایک لفظ سے عقد متعہ کا ایجاب واقع ہو جاتا ہے اور کسی اور لفظ سے مثل تملیک کے اور ہبہ کے اور اجارے کے یہ ایجاب واقع نہین ہوتا ہے اور قبول وہ لفظ ہی جو رضامند ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے کہے کہ قَبِلْتُ النِّکَاحَ یعنی قبول کیا مین نے نکاح کو یا کہے قبلت المتعہ یعنی قبول کیا مین نے متعہ کو یا رَضِیتُ کہے یعنی راضی ہوا مین تو یہ بھی جائز ہی اور اگر قبول کو ایجاب پر مقدم کرے اور کہے عورت سے تزوجتک یعنی مین نے تجھے تزویج کی اور عورت زوجتک کہے تو بھی صحیح ہے اور شرط ہے کہ ماضی کے صیغے سے ہو اور اگر مضارع کے لفظ سے کہیگا جیسے ارضی اور اقبل یعنی راضی ہوتا ہون مین اور قبول کرتا ہون مین اور متعہ کے انشا کا قصد کرے تو صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر کہے تزویج کرتا ہون مین تجھے فلان مدت پر فلان مہر پر اور انشا کا قصد کرے پھر عورت کہے کہ تزویج کی مین نے تجھ سے تو بھی صحیح ہے اور یہی حکم ہے اگر نعم یعنی ہان کہدے اُردو مترجم کہتا ہے کہ جناب ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ رسالۂ نکاح مین فرماتے ہین کہ متعہ کے صیغے مین مدت کی تعیین اور مہر کے مبلغ کی تعیین شرط ہے بس عورت کا وکیل خطبہ سنتی کے بعد کہے مَتَّعْتُ نَفْسَ مُوَکِّلَتِیْ زَیْنَبَ مِنْ مُوَکِّلِکَ مُحَمَّدٍ مِنَ الْآنِ اِلیٰ طُلُوْعِ الشَّمْسِ بِاَرْبَعِ شَاهِیَاتٍ اور اگر عورت کا وکیل مہر اور مدت کی تعیین کے بعد کہے مَتَّعْتُ نَفْسَ مُوَکِّلَتِیْ مِنْ مُوَکِّلِکَ فِی الْمُدَّةِ الْمَعْلُوْمَةِ بِالْمَبْلَغِ الْمَعْلُوْمِ اور مرد کا وکیل قَبِلْتُ کہے تو خوب ہے اور اگر احتیاط کے رو سے بہت سی حدیثون کی مدلولون کے موافق وکالت کے وقت عورت سے کہے کہ تجھے متعہ مین اس شرط سے دیتا ہون کہ تو اُسکی میراث نپائے گی اور نہ وہ تیری میراث لیگا اور عدہ تجھے رکھنا پڑیگا اور راتون کی تقسیم کی دائمی نکاح کیطرح طالب نہو سکے گی اور اُس سے

اولاد بہم کرنے کی بھی توقع نرکھنا اتنی مدت کو اتنی مہر پر اور اسیطرح پر صیغہ ہے زَوَّجْتُ مُوَکِّلَتِیْ زَیْنَبَ مُحَمَّداً مُتْعَۃً شَہْرًا کَذَا بِاَلْفٍ تُوْمَانٍ فِضَّیٍ نِکَاحاً غَیْرَ سِفَاحٍ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ نَبِیِّہٖ عَلٰی اَنْ لَا تَرِثَہٗ وَلَا یَرِثُہَا وَعَلٰی اَنْ عَلَیْہَا الْعِدَّۃُ وَلَہٗ اَنْ یَعْزِلَ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ عَلَی الشُّرُوْطِ الْمَذْکُوْرَۃِ تو بہتر ہو گا اور اگر طرفین خود صیغہ کہین تو عورت کہے زَوَّجْتُکَ نَفْسِیْ مُتْعَۃً ۔ اور غائب کی ضمیرین متکلم کے صیغے سے کہین اور باقی شقین ظاہر ہین مجلسی علیہ الرحمہ کا کلام ہوچکا اور متعہ کے نکاح کا محل بس شرط ہے کہ عورت مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو جیسے یہودیہ اور نصرانیہ اور مجوسیہ دو روایتون کی مشہور روایت پر ہے اور انھین شراب پینے سے اور حرام فعل کرنے سے منع کرے مگر مسلمان عورت کو مسلمان مرد کے سوا متعہ کرنا جائز نہین اور بت پرست عورت سے اور ناصبیہ اہلبیت یعنے کھلی کھلی عداوت رکھنے والی سے متعہ جائز نہین جیسے خارجی ہین اور نصب کے معنے بیان ہوچکے ہین اور کسی کی لونڈی سے متعہ آزاد عورت سے عقد نکاح رکھنے پر جائز نہین مگر جب آزاد منکوحہ عورت لونڈی سے متعہ کرنے کی اجازت دیدے تو صحیح ہے اور اگر یہ کام کرلیگا تو عقد متعہ باطل ہو جائیگا اور اسیطرح ایک عورت کے عقد مین ہوتے ہوئے اُسکے بھائی اور بہن کی بیٹی سے عقد متعہ کرنا جائز نہین مگر جب کہ وہ منکوحہ اجازت دیدے اور اگر ایسا کریگا تو یہ عقد متعہ باطل ہو جائے گا اور متعہ کی عورت کا مومنہ ہونا اور عصمت دار ہونا سنت ہے اور سنت ہے کہ اُس سے حال پوچھے ایسی حالت مین کہ وہ شوہر کے رکھنے سے یا دوسرے عدے نہ نکلنے سے متہم ہو اور حال کا پوچھنا متعہ کی صحت کی شرط نہین ہے اور زنا کار عورت سے متعہ کرنا مکروہ ہے اور اگر متعہ کرے تو اُسے حرامکاری سے روکتا رہے اور یہ منع کرنا متعہ کی صحت کی کچھ شرط نہین ہے اور بن باپ کی کواری عورت سے متعہ کرنا مکروہ ہے اور اگر متعہ کرے تو اُسکا ازالۂ بکر نکرے اور ازالۂ بکر حرام نہین ۔ تین فرعی مسئلے پہلا مسئلہ اگر کوئی مشرک کافر مسلمان ہو اور اُسکے پاس کوئی کتابیہ عورت عقد متعہ سے ہو تو اُسکا عقد ثابت رہیگا اسیطرح حکم ہے اگر وہ بہت سی عورتین متعہ مین رکھتا ہو اور اگر پہلے وہی عورت مسلمان ہو جائے تو اُسکے عقد نکاح کا ثبوت عدے کے گزرنے پر ٹکا رہے گا یعنے اگر عدے کے گزرنے سے پہلے اُس کا شوہر مسلمان ہو جائے گا تو اُسکا وہی شوہر اولی ہے جب تک مدت متعہ کی باقی ہے

اور اگر اُسکے مسلمان ہونے سے پہلے مدت گزر جائیگی تو وہ اُسکے عقد سے باہر ہو جائیگی اور اُسکا
کچھ زور اُسپر نرہیگا دوسرا مسئلہ اگر کسی مشرک کے متعہ مین کوئی کافرہ غیر کتابیہ عورت ہو پھر اُن
جوروخاوندمین سے ہمبستری کے بعد کوئی مسلمان ہو جائے تو متعہ کے نکاح کا فسخ عدہ گزرنے
رُکا رہیگا اور وہ عورت مدت کے گزرنے پر یا عدہ کے نکلنے پر اُس سے جدا ہو جائیگی بس جو ان دو
باتون مین سے دوسرے کے اسلام سے پہلے حاصل ہو جائیگی اُسی سے وہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔
تیسرا مسئلہ اگر کوئی مشرک مسلمان ہو اور اُسکے دو جوروئین ہون ایک آزاد اور دوسری لونڈی
تو آزاد عورت کا نکاح ثابت ہو جائیگا اور لونڈی کے نکاح کا ثبوت اُس آزاد عورت کی رضامندی
پر ہے لیکن مہر تو خاص عقد متعہ مین شرط ہے اور دائمی نکاح مین مہر کا ذکر عقد مین نکاح کی صحت
کی شرط نہین ہے بلکہ بے مہر کے ذکر کے بھی دائمی نکاح واقع ہو جائے گا اور متعہ مین بے مہر
کے ذکر کے عقد متحقق نہوگا اور مہر مین شرط ہے کہ ناکح کا مملوک ہو اور اُسکی مقدار ناپ یا تول سے
یا دیکھنے سے یا اُسکی صفت کے ذکر کرنے سے معلوم ہو اور اُسکی مقدار وہی ہے جسپر طرفین راضی
ہو جائین خواہ کم ہو یا زیادہ ہو گو ایک مٹھی گیہون ہون اور مہر کی ادا عقد کے ہوتے ہی لازم ہو جاتی
ہے اور اگر ممتوعہ عورت کو ہمبستری سے پہلے پوری مُدت یا تھوڑی سی بخشدے تو آدھا مہر دینا
لازم ہو جائیگا اور اگر ہمبستر ہو تو پورا مہر مدت پوری کرنے کی شرط سے مستقر ہو جائیگا اور اگر کچھ مدت
مین خلل کرے تو ناکح کو پہونچتا ہے کہ اُسکے حصے بھر کا مہر مین سے کاٹ لے اور اگر ظاہر ہو جائے کہ
عقد متعہ فاسد ہوا ہے اسطور سے کہ اُس عورت کے کوئی شوہر یا ناکح کی منکوحہ کی بہن ہے یا ان
کے اور جو اسیطرح فسخ کے موجب ہین اور اُس سے ہمبستر نہوا ہو تو کچھ مہر نہین ہے اور اگر لیچکی ہے
تو ناکح کو اُسکا پھیر لینا پہونچتا ہے اور اگر ہمبستر ہونے کے بعد ظاہر ہو تو جسقدر وہ عورت لیچکی ہے
تو وہ اُسکا ہے اور جتنا باقی ہے اُسکا اُس عورت کو دینا واجب نہین اور اگر کہا جائے کہ وہ عورت
اگر نسب سے یا نکاح کی حرمت سے جاہل ہے اور ہمبستری ہو چکی ہے تو مہر جو لیا ہے وہ اُسی کا ہے
اور اگر جانتی ہے تو زانیہ ہے اور زانیہ کا مہر نہین ہوتا ہے تو جو اُسنے پایا ہے پھیر لینا چاہیے تو یہ قول
خوب ہوگا اور مدت متعہ مین شرط ہے اور اگر مدت کا ذکر نکریگا تو عقد دائمی ہو جائیگا اور مدت کا
معین کرنا عورت مرد پر موقوف ہے مثل سال مہینے دن کے اور مدت کا معین ہونا لازم ہے

کہ زیادتی کمی سے محفوظ رہے اور اگر دن مین سے کچھ پر حصر کرے تو بھی جائز ہے اِس شرط سے کہ اُسے ایک ایسی انتہا سے مقترن کرے جو معلوم ہو جیسے آفتاب کا زوال اور غروب ہے اور جائز ہے کہ ایسے مہینے کو معین کرے جو عقد کے زمانے سے متصل ہو یا متاخر ہو اور اگر مدت مطلق ہو اور اتصال اور عدم اتصال سے مقترن نہو تو یہ عقد بھی اتصال کو مقتضی ہے پھر اگر چھوڑے رہے اُس عورت کو عقد کے بعد اُسوقت تک کہ معین زمانہ گزر جائے تو وہ عورت اُسکے عقد سے باہر ہو جائیگی اور مہر شوہر پر ثابت ہو جائیگا اور اگر ایکبار یا دوبار ہمبستر ہونے کو کہے اور زمانے سے مقید نہ کرے تو یہ متعہ صحیح نہین ہے اور دائمی عقد ہو جائیگا اور اِسمین ایک روایت ہے جو جواز پر دلالت کرتی ہے اور اِس امر پر کہ ہمبستری واقع کرنے کے بعد اُس عورت کے منھ پر نظر کرنا جائز نہین اور یہ روایت ضعیف ہے اور معمول نہین ہے اور اگر ایسے طریق سے دائمی عقد کریگا تو ہو جائیگا اور اگر ایکمرتبہ اور دو مرتبے کی ہمبستری کو کسی معین مدت سے کہے تو نکاح متعہ صحیح ہے اور احکام متعہ کے آٹھ ہین پہلا حکم جب عقد مین مدت اور مہر کا ذکر کردے تو عقد متعہ صحیح ہے اور اگر مہر کا ذکر نکرے اور مدت معین کرے تو عقد متعہ باطل ہو جائیگا اور اگر مدت کا ذکر نکرے تو بھی عقد متعہ باطل ہو جائے گا اور دائمی عقد نکاح منعقد ہو جائیگا دوسرا حکم جو شرط کہ عقد متعہ مین مشروط ہو تو ضرور ہے کہ ایجاب اور قبول کے نزدیک ہو اور اگر عقد سے پہلے مذکور ہو گی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین جبتک کہ عقد کا اعادہ نکیا جائیگا اور اِسیطرح جو شرط عقد کے بعد مذکور ہو وہ بھی اُس صورت مین لازم ہوگی کہ جب عقد کے ساتھ مذکور ہو گی اور لازم نہین کہ عقد مین ذکر کے بعد پھر عقد ہو چکنے پر اُسکے ذکر کا اعادہ ہو اور فقہا مین سے کسی نے کہا ہے کہ عقد کے بعد بھی اعادہ شرط ہے اور یہ قول بعید ہے تیسرا حکم جو عورت بالغہ رشیدہ ہو اُسے اپنے نفس کو متعہ مین دینا جائز ہے یعنی اُسے جس سے چاہے متعہ کرنا جائز ہے اور اُسکے ولی کو اُسے منع کرنا نہین پہونچتا ہے خواہ کواری ہو یا دوباجہ ہو اور یہی قول اشہر ہے چوتھا حکم عورت سے اپنے پاس رات کو یا دن کو آنے کی اگر شرط کرے یا ایکبار یا دوبار معین زمانے مین ہمبستری کی شرط کرے تو جائز ہے پانچوان حکم متوعہ عورت سے منی کا عزل کرنا جائز ہے اور اُس عورت کی اجازت پر موقوف نہین ہے اور عزل منی کرنے پر بھی وہ عورت لڑکا جنے تو اُسی شوہر سے وہ لڑکا ملحق ہوگا اِسلیے کہ احتمال ہے کہ منی چلی گئی ہو اور مرد کو خبر نہوئی ہو اور اگر اُس لڑکے کی نفی

کریگا کہ مجھسے نہین ہے تو وہ لڑکا ظاہر کے موافق اُس سے منفی ہوجائے گا اور لعان کی احتیاج نہین برخلاف دائمی منکوحہ عورت کے کہ اُسمین لڑکے کا منفی ہونا بے لعان کے ہونسکیگا لیکن محض عزل منی سے یا تہمت سے لڑکے کی نفی جائز نہین بلکہ لڑکے کے منفی ہونے کا علم ضرور ہے اور نہین تو عنداللہ مواخذہ ہوگا چھٹا حکم متوعہ عورت پر طلاق واقع نہین ہوتی ہے وہ عقد متعہ کی مدت گزر جانے سے جدا ہوتی ہے اور اس عورت پر ایلا اور لعان بنا بر اظہر کے واقع نہین ہوتا ہے اور ایلا اور لعان کے معنے بعد اسکے اپنے اپنے مقام مین بیان ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ اور ظہار کے واقع ہونے مین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ واقع ہوجاتا ہے ساتوان حکم زوجہ اور شوہر مین اس عقد سے میراث ثابت نہین ہوتی ہے خواہ میراث کے سقوط کو شرط کرلین یا نکرین اور اگر عقد متعہ مین توارث شرط کرلین یا ان دونون مین سے ایک دوسرے کی میراث پانے کی شرط کرلے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ شرط پر عمل لازم ہوجائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ لازم نہوگا اسلیے کہ میراث نہین ملتی ہے مگر شرع کے حکم سے پھر آپس مین میراث کی شرط کرلینا یا دونون مین سے ایک کا شرط کرنا غیر کے لیے میراث کی شرط کرلینے کے منزلے مین ہے اور پہلا قول کہ اشتراط کی صورت مین لازم ہوتی ہے اشہر ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اشتراط کی صورت مین شرط اور عقد دونون باطل ہوجائین گے آٹھوان حکم جب ہمبستری کے بعد متعہ کی مدت گزر جائے تو اُس عورت کا عدہ دو حیض ہین اور ایک روایت مین ایک حیض واقع ہوا ہے اور اس روایت پر عمل نہین ہوا ہے اور اگر متوعہ عورت کو حیض نہ آیا ہو اور یاس کے سن کو بھی نہ پہونچی ہو تو اُسکے عدے کا زمانہ متعہ سے پینتالیس ۴۵ دن ہین اور شوہر کی وفات کے عدے کے دن چار مہینے دس دن دائمی عقد کے موافق ہین گو ہمبستری بھی نہوئی ہو جس صورت مین کہ حمل نرکھتی ہو اور اگر حمل ہو تو شوہر کی وفات کے عدے کو وضع حمل مین اور وفات کے عدے مین جسکی مدت زیادہ ہو وہی اُسکے عدے کی مدت ہے یعنی اگر چار مہینے دس دن مین وضع حمل ہونے کو ہو تو وہی عدہ ہے اور اگر اس سے کم مین وضع حمل ہو تو عدہ وفات کی تعداد پوری کرے اور یہی زیادہ صحیح ہے اور اگر متوعہ کسی کی لونڈی ہو تو اُسکا عدہ آزاد عورت کے عدے کا آدھا ہے یعنی دو مہینے پانچ دن ہین اگر وہ لونڈی حاملہ ہو تو اُسکا عدہ وہ مدت ہے جو

وضع حمل اور عدہ وفات مین زیادہ ہے اِس طرح سے کہ اگر دو مہینے پانچ دن سے کم مین وضع حمل ہو تو عدے کی مدت لینا چاہیے اور اگر دو مہینے پانچ دن کے بعد وضع حمل ہو تو وضع حمل اسکا عدہ ہے

تیسری قسم لونڈیون کے نکاح مین ہے اور نکاح یہان ہمبستری کے معنون مین ہے اور یہ یا ملک سے ہوتی ہے یا عقد سے ہوتی ہے اور عقد دو قسم کا ہوتا ہے ایک دائمی دوسرا منقطع اور ان دونون کے بہت سے احکام گزر چکے ہین اور انھین حکمون سے ملحق یہان کئی مسئلے بیان ہوتے ہین پہلا مسئلہ لونڈی غلام کو بے اجازت مالک کے اپنا نکاح کرنا جائز نہین پھر اگر ان مین سے کوئی مالک کی بے اجازت اپنا عقد کریگا تو وہ عقد مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کی اجازت مثل تازہ عقد کے ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد باطل ہے اور عقد کے بعد اجازت لونڈی اور غلام دونون کے عقدون مین لغو ہے اور اِس مسئلے مین چوتھا قول بھی ہے اور اُسکا مفاد غلام کے عقد سے اجازت کا مختص ہونا ہے نہ لونڈی کے عقد سے اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر مالک کی اجازت سے عقد کرین تو وہ صحیح ہے اور آقا کے ذمے مملوک کا اور اُسکی جورو کا روٹی کپڑا ہے اور آقا کا مال لونڈی کا مہر ہے اور یہی حکم ہے اگر دونون جورو خاوند ایک ہی مالک کے مملوک یا کئی مالکون کے مملوک ہون اور بعضے اجازت دین تو اُنکا عقد نکاح بے اُن سب مالکون کی اجازت کے یا عقد کے بعد بے اُنکی رضامندی کے نافذ ہوگا اور یہی قول اشبہ ہے۔

دوسرا مسئلہ جب مان باپ دونون مملوک ہونگے تو اُنسے جو لڑکا پیدا ہوگا وہ بھی مملوک ہوگا پھر اگر ماں باپ دونون ایک ہی مالک کے مملوک ہونگے تو بچہ بھی اُسی کی ملک ہوگا اور اگر دو مالکون کے مملوک ہونگے تو بچہ بھی اُن دونون کے درمیان آدھا آدھا مشترک رہیگا اور اگر دونون مالک آپسمین عقد نکاح مین شرط کرلین کہ بچے مین ایک مالک دوسرے مالک کے حصے سے زیادہ حصہ لیگا اور دوسرا کم لیگا تو یہ شرط بھی لازم ہو جائے گی اور اگر جورو خاوندون مین سے ایک بھی آزاد ہوگا تو جو لڑکا اُنسے پیدا ہوگا وہ آزاد سے ملحق ہوگا اور بندے سے ملحق نہوگا خواہ باپ آزاد ہو یا مان آزاد ہو مگر جب آقا نے شرط کرلی ہوگی کہ بچہ بھی مملوک ہوگا اور یہ شرط مشہور قول پر لازم ہو جائیگی مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ شرط صحیح نہین اور جو عقد کہ اس شرط پر شامل ہو وہ بھی صحیح نہوگا تیسرا مسئلہ جب کوئی آزاد مرد کسی لونڈی سے بے اسکے مالک کی

اجازتکے تزویج کرے اور اُسکی رضامندی کے پہلے اس کام کی حرمت کو جان بوجھکر اُس لونڈی سے ہمبستری کرے تو وہ مرد زناکار ہوگا اور اُسپر حد زنا کی ہے اور اگر وہ لونڈی اس کام کی حرمت کو جانتی ہو اور زنا کی اطاعت کرے تو اُس لونڈی کا کچھ مہر نہین اور اگر اُس زنا سے کوئی بچہ پیدا ہو تو وہ بچہ بھی لونڈی کے مالک کا مملوک ہے اور اگر شوہر اس کام کی حرمت کو نجانتا ہو یا شبہے مین ہمبستر ہو گیا ہو تو اُس لونڈی کا مہر دینا واجب ہے اور جو بچہ کہ اُس سے پیدا ہوگا وہ بھی آزاد ہوگا مگر باپ پر لازم ہے کہ پیدایش کے دن کی اٹکلتی ہوئی قیمت اُس بچے کی اُس لونڈی کے مالک کو دیدے جسوقت مین وہ بچہ جیتا پیدا ہوا ہو اسلیے کہ اُسکی مالک کی پیداوار ہے اور جبکہ ہمبستری کرنیوالا آزاد ہے اور شبہے سے ہمبستر ہوا ہے تو بچہ بھی آزاد ہوگا اور لونڈی کے مالک کی ملک مین نجائیگا پس جو نقصان کہ شوہر کی طرف سے مالک پر آپڑا ہے تو اُسکا تاوان بھر دیگا اور یہی حکم ہے اگر لونڈی سے عقد اُسکے آزاد ہونے کے ادعا سے کرے اور اُس سے ہمبستر ہو تو اُسکا مہر دیدے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ لونڈی کے دسوین حصے کی قیمت دیدے اگر وہ لونڈی باکرہ ہے اور اگر ثیبہ یعنی کواری نہین ہے تو اُسکے بیسوین حصے کی قیمت دے اور یہ روایت مین وارد ہوا ہے اور اگر اُس لونڈی کو مہر دیدیا ہو تو جو کچھ اُس مہر مین باقی رہا ہو وہ اُس سے پھیر لے اور جو اولاد کہ اُس لونڈی سے پیدا ہوگی وہ اُسکے آقا کی مملوک ہے اور شوہر پر اُن بچون کی قیمت پیدایش کے وقت کی اُس لونڈی کے مالک کو دینا واجب ہے اور اُس اولاد کا آزاد کرنا واجب ہے اور لونڈی کے مالک کو اُن بچون کا اُسے دیدینا لازم ہے اور اگر شوہر پاس کچھ مال نہو تو کوشش کرکے پیدا کرکے دیدے اور اگر وہ کوشش نکرے تو امام علیہ السلام پر واجب ہے کہ بیت المال سے دیکر اُن بچون کو آزاد فرمائین بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان واجب ہے ایک روایت کی نظر سے جو اسمین وارد ہوئی ہے اور اُس روایت مین ایکطرح کا ضعف ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ واجب نہین اسلیے کہ بچون کی قیمت باپ پر واجب ہے کیونکہ وہی مالک ہین اور اُسکی ملک کی پیداوار مین حایل ہو گیا ہے اور جب امام علیہ السلام اس قیمت کی ادا کے وجوب کے قائل ہون پس حضرت کس مال مین سے دیکر اُن کی رہائی فرمائینگے بعضے فقہا کہتے ہین کہ رقاب کے حصے مین سے یعنی اُن غلامون کے حصے مین سے

مرحمت فرمائینگے جو تحت شدت ہین اور بعضے مطلق ہالمین سے کہتے ہین یعنی خواہ حصہ رقاب ہو یا غیر رقاب ہو چوتھا مسئلہ جب مالک اپنے غلام کی اپنی لونڈی سے تزویج کرے آیا مالک پر اپنے مال مین سے کچھ اُس لونڈی کو دینا واجب ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ واجب ہے اور استحباب اشبہ ہے اور اگر مالک مرجائے تو وارثون کو اُس عقد کے نافذ رکھنے مین اور فسخ کرنے مین اختیار ہے اور لونڈی کو کچھ اختیار نہین پانچوان مسئلہ اگر کوئی غلام کسی آزاد عورت سے نکاح کرے اور وہ عورت جانتی ہو کہ اُس غلام کے مالک نے نکاح کی اجازت نہین دی ہے تو اُسے مہر اور روٹی کپڑے کا مطالبہ نہین پہونچتا ہے اور جو اولاد کہ پیدا ہوگی وہ اُس غلام کے مالک کی مملوک ہوگی اور اگر وہ عورت مالک کے اجازت نہ دینے یا بے مالک کے اذن نکاح کے حرام ہونے کو نجانتی ہو تو ساری اولاد آزاد ہوگی اور اُس عورت پر اولاد کی قیمت مالک کو دینا لازم نہین اور اگر وہ غلام ہمبستر ہوا ہے تو اُس عورت کا مہر اُسکے ذمّے واجب و لازم ہے جب آزاد ہو تو کما بھرے چھٹا مسئلہ جب کوئی بندہ اپنے مالک کے سوا اور کسی کی لونڈی سے نکاح کرے پھر اگر دونون مالک اجازت دیدین تو اُنکا بچہ دونون مین مشترک رہیگا اور یہی حکم ہے اگر اجازت بھی ندین اور اگر ایک مالک اجازت دے تو بچہ اُسی شخص کا ہے جس مالک نے اجازت نہین دی ہے اور اگر کسی کی لونڈی سے کسی کا غلام زنا کرے تو بچہ لونڈی کے مالک کا مال ہے ساتوان مسئلہ اگر دو مالکون مین کی مشترک لونڈی سے تزویج کرے اور اسکے بعد ایک شریک کے حصے کو مول لیلے تو عقد نکاح باطل ہوجائے گا اور شوہر پر اُس زوجہ سے ہمبستر ہونا حرام ہوگا اور اگر دوسرا شریک شوہر کے ایک حصے کو مول لینے کے بعد اُسکے عقد کو اپنے حصے مین جاری کردے تو بھی عقد صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس عورت سے ہمبستر ہونا اُسی عقد سے اور اجراسے جائز ہے اور یہ قول ضعیف ہے اور اگر تحلیل کرے لونڈی مین کا دوسرا شریک اپنے حصے مین تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ شوہر پر حلال ہوجائے گی اور یہ قول مروی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس تحلیل سے حلال نہین ہونے کی اِسلیے کہ ہمبستری کی استباحت کے سبب مین تبعیض لازم آتی ہے یعنی آدھی مین ملکیت سے اور آدھی مین استحلال سے اباحت لازم آتی ہے اور یہ جائز نہین اور یہی حکم ہے اگر شوہر آدھی جورو کا مالک ہوجائے اور آدھی

مین

آزاد ہے تو اُس سے ملک سے دائمی عقد سے ہمبستری جائز نہین اور اگر اُس لونڈی کو وقت پر
اسطرح بانٹے کہ اس سے کہے کہ ایک دن تیرا میری خدمت کا ہے اور ایکدن تیرا تیری آدھی آزادی
کے مقابلے مین ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس لونڈی سے اُسکے مختص زمانے مین شوہر کو متعہ
کرنا جائز ہے اور اِسیطرح پر روایت مین بھی وارد ہوا ہے اور اِس مین بھی اُسی سبب سے جو
بیان ہوچکا ہے تردد ہے یعنی ہمبستری کی استباحت کے سبب مین تبعیض لازم آتی ہے۔
لونڈیون کے لواحق مین سے اُنکے نکاح کے بعد کے طاری امور مین کلام ہے اور یہ تین
امر عتق یعنی آزادی اور بیع اور طلاق ہین پہلا عتق یعنی آزادی ہے جب کوئی لونڈی آزاد
ہو تو اُسے پچھلے نکاح کا آزاد ہونے پر توڑ ڈالنا جائز ہے خواہ آزاد مرد کے نکاح مین ہو یا غلام
کے نکاح مین ہو اور علماء مین سے ایک عالم نے آزاد اور غلام مین فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ آزادی
غلام کے نکاح کو فسخ کرسکتی ہے آزاد کے نکاح کو فسخ نہین کرسکتی ہے اور یہی اشبہ ہے اور فسخ کا
اختیار فوری ہے اور اگر شوہر کہ بندہ ہو آزاد ہو جائے تو اُسے اور اُسکے مالک کو اور اُسکی جورو کو نکاح
کے فسخ مین کچھ اختیار نہین خواہ جورو آزاد ہو یا لونڈی ہو اسلیے کہ وہ عورت اُسکے غلام ہونے کے
حال مین راضی ہوچکی ہے اور اب تو وہ آزاد ہوا ہے تو اولی طریق سے اُسکی جورو رہیگی اور اگر کوئی
اپنے غلام کی تزویج اپنی لونڈی سے کرے اور اسکے بعد اُسی لونڈی کو آزاد کردے یا لونڈی
غلام دونون کو ایک ہی دفعہ آزاد کرے تو اُس لونڈی کو اُس نکاح کے باقی رکھنے اور فسخ کرنے مین
اختیار ہے اور اگر جورو خاوند دو مالکون کی ملک ہون اور ایک ہی دفعہ آزاد ہون تو بھی لونڈی کو
اپنے نکاح کے باقی رکھنے مین اور فسخ کرنے مین اختیار ہے اور اگر کوئی اپنی لونڈی کو آزاد کرے
اور تزویج کرے اور اُسی آزادی کو اُسکا مہر قرار دے تو اُس عورت پر نکاح ثابت ہو جائیگا اس
شرط سے کہ عقد کا لفظ عتق یعنی آزادی پر مقدم کرے یعنی اِس طریق سے کہے کہ تجھسے مین نے نکاح
کیا اور تجھے آزاد کیا اور تیری آزادی کو تیرا مہر قرار دیا اسلیے کہ اگر عتق کو مقدم کریگا تو اُسکے بعد وہ
عورت تزویج کے قبول مین اور رد کرنے مین اختیار ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نکاح اور
تزویج کے لفظ کی تقدیم شرط نہین اسلیے کہ متصل کلام ایک کلام کا حکم رکھتا ہے پھر آزادی اور
تزویج دونون کی دونون ایک ہی کلام سے متحقق ہو جائینگی اور الفاظ کی تقدیم تاخیر سے

پھر فرق اور تفاوت نہین ہوتا ہے اور یہی قول خوب ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ پہلے عتق یعنے آزادی کا لفظ کہنا شرط ہے اسلیے کہ شرمگاہ اُس عورت کی اُسکے مالک پر مباح ہے بس اُسے ملکیت کے ہوتے عقد مباح نہین کرسکتا ہے اور پہلا قول مشہور زیادہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ عقد نکاح سے مرد کی غایت شرمگاہ کی اباحت ہوتی ہے بس اِس عقد سے کوئی اور فائدہ اباحت کے سوا نہو تو تحصیل حاصل لازم آتی ہے اور فعل عبث کا لزوم ہوتا ہے اور یہ شارع علیہ السلام اور اصل مکلف یعنی حکیم علی الاطلاق سے بعید ہے پھر ضرور ہے کہ آزادی مقدم ہو کہ وہ بھی کار خیر ہے پھر عقد ہو کہ ہم خرماہ و ہم ثواب ہے بس یہ سوجہ ٹھہرا اور دوسرے عقد اور ملکیت ایک جگہ جمع نہین ہوتی ہین جیسا کہ گزر چکا پھر جبتک ملکیت کا ازالہ نہوگا عقد متحقق نہوگا تو فعل باطل ٹھہرا۔ اور جو لونڈی اپنے مالک سے بیٹا جنے اور صاحب ولد ہو تو مالک کے مرنے کے بعد وہ لونڈی اپنے اُسی بیٹے کے حصے مین آزاد ہو جائے گی اور اگر اُسکے اُس بیٹے کا حصہ اُسکی قیمت کے موافق نہوگا تو باقی اپنی قیمت وارثون کو وہی لونڈی کما بھریگی اور اُس لونڈی کے بیٹے کو جسکے حصے سے آزاد ہوئی ہے مان کی باقی قیمت کے حاصل کرنے مین کوشش لازم نہین ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بیٹے پر لازم ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر اُس لونڈی کا بیٹا ایسے وقت مین مرجائے کہ اُسکا باپ جیتا ہو تو اُس لونڈی کا بیچنا جائز ہے اسلیے کہ وہ لونڈی پھر بندہ ہونے کی طرف پھر آتی ہے اور بیٹے کی حیات مین بھی ام ولد لونڈی کا بیچنا اُسکی قیمت ادا کرنے کے لیے اِس طریق سے جائز ہے کہ اگر مالک نے اُس لونڈی کو قرض خرید کیا ہو اور اُسکی قیمت ادا کرنے سے پہلے اُس سے لڑکا جنوایا ہو اور اُسکے بعد بایع قیمت کا تقاضا کرے اور مالک کے پاس اُس لونڈی کے سوا کچھ مال نہو تو اُسکی قیمت اُسی لونڈی کو بیچکر ادا کریگا گو ام ولد بھی یعنی بیٹے کی مان ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر مالک مرجائے اور اُسکا قرض اُسکے ترکے سے بڑھکر ہو تو اُس لونڈی کو اُسکے مالک کے قرضہ ادا کرنے کے لیے بیچڈالنا جائز ہے گو اُسکی قیمت بھی پہلے ادا کر چکا ہو اور اگر اُس لونڈی کی قیمت قرض ہو اور مالک نے ادا نکی ہو اور اُسے آزاد کردے اور اُسکی آزادی کو اُسکا مہر قرار دے اور پھر اُس سے لڑکا جنوائے اور مفلس ہو جائے اور مرجائے اور بیچنے والا قیمت کا مطالبہ کرے تو اُس لونڈی کو اُسکی قیمت ادا کرنیکے لیے

بیچڈالین گے اور آیا وہ لڑکا جو لونڈی سے نکاح کے بعد پیدا ہوا تھا بندہ بکنے پر عود کریگا یا نہ بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہشام ابن سالم والی روایت کے موافق بندہ ہونے پر پھر آئے گا اور اشبہ یہی ہے کہ اُس لونڈی کا نکاح باطل نہوگا اور لڑکا بھی غلام نہوگا اِسلیے کہ اُسمین اور اُسکی ماں مین آزادی ثابت ہوچکی ہے اور لیکن بیع تو جب مالک اپنی لونڈی کو بیچڈالیگا تو یہ بیچنا طلاق کا حکم رکھتا ہے اور خریدار کو اختیار ہے خواہ اُسکے نکاح کو جاری رہنے دے یا فسخ کرڈالے اور یہ خیار فوری ہے جبکہ خریدار کو معلوم ہو کہ یہ لونڈی نکاح مین ہے اور اُس نکاح کا فسخ نکرے تو نکاح لازم ہوجائیگا اور یہی حکم غلام کا ہے جبکہ اُسکے عقد مین کوئی لونڈی ہے اور اگر غلام کے عقد مین کوئی آزاد عورت ہو اور اُسکے بعد غلام کو بیچڈالین تو ضعیف روایت مین وارد ہوا ہے کہ خریدار کو نکاح کے باقی رکھنے مین اور توڑ ڈالنے مین اختیار ہے اور اگر دونون خاوند جورو ایک مالک کے بندے ہون اور مالک اُنکو دو خریدارون کے ہاتھ بیچے تو اُن دونون خریدارون مین سے ہر ایک کو نکاح کے بحال رکھنے اور توڑ ڈالنے کا اختیار ہے اور اِسی طرح اگر ایک خریدار اُن دونون لونڈی غلام کو خرید کرے تو بھی خریدار کو اُنکے نکاح کے توڑنے اور بحال رکھنے کا اختیار ہے اور اِسیطرح سے اگر ان دونون مین سے ایک کو بیچڈالے اور ایک کو اپنی بندگی مین رہنے دے تو اِس صورت مین نکاح کے توڑ ڈالنے کا بیچنے والے اور مول لینے والے دونونکو اختیار ہے اور ان دونون کا عقد نکاح ثابت نہین رہنے کا مگر انھین کی رضامندی سے ثابت رہیگا اور اگر ان دونون کے اولاد پیدا ہوگی تو وہ ماں باپ کے مالکون مین مشترک ہوگی تین مسئلے

پہلا مسئلہ جب کوئی اپنی لونڈی کا نکاح کریگا تو اُسکا مالک اُس لونڈی کے مہر کا بھی مالک ہوگا اِسلیے کہ اُس مالک کی ملکیت مین اُس لونڈی کا مہر ثابت ہوا ہے اور اگر اُس لونڈی کو مالک شوہر کے ہمبستر ہونیسے پہلے بیچڈالے گا تو مہر جاتا رہیگا اِسلیے کہ عقد نکاح جسکے سبب سے مہر ثابت ہوا تھا وہی فسخ ہوگیا پھر اگر دوسرا مالک یعنی خریدار اُس عقد کو بحال رکھے تو وہ مہر اُسی خریدار کا ہے اِسلیے کہ اُسکی اجازت دینا نئے عقد کے منزلہ مین ہے اور اگر مالک نکاح کی ہوئی لونڈی کو اُسکے شوہر کی ہمبستری کے بعد بیچڈالے تو مہر اُسی مالک کا ہے خواہ دوسرا مالک یعنی خریدار اُس عقد کو بحال رکھے یا توڑ ڈالے اِسلیے کہ یہ مہر اُسکی ملکیت مین ہونیکے وقت قرار پاچکا ہے اور اِس مسئلے مین

مختلف قول ہین اور محصل اور مدلل وہی ہے کہ جسے ہم بیان کر چکے ہین دوسرا مسئلہ اگر مالک اپنے غلام کا نکاح کسی آزاد عورت سے کرے اور اُسکے بعد اُس غلام کو اُسکی زوجہ سے ہمبستری کرنے کے پہلے بیچڈالے تو خریدار کو اُس نکاح کا فسخ کرنا پہونچتا ہے اور پہلے مالک پر فسخ کی صورت مین آدھا مہر اُس غلام کی منکوحہ کو دینا لازم ہے اور سارے مجتہدون مین سے وہ بھی شخص ہے جسنے دوسرے مالک کے فسخ کرنے کے جائز ہونے کا انکار کیا ہے اور پہلے مالک پر آدھے مہر کے ثابت ہونے کا بھی انکار کیا ہے یعنی دونون امرون کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ پورا مہر اُسکے مالک پر ہے اور آزاد عورت کا نکاح فسخ نہوگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر الکلام فرماتے ہین کہ فسخ اقوی ہے جیساکہ پہلے معلوم ہوچکا ہے اور اسمین ابن ادریس نے خلاف کیا ہے کہ اُنپر اُس غلام کے خریدار کا مختار ہونا عقد کے فسخ مین منکوحہ کے آزاد عورت ہونے پر ثابت نہین ہوا ہے اور اسکا ضعف پہلے معلوم ہوچکا ہے اور اُسوقت مین جب خریدار غلام کے نکاحکو فسخ کرڈالیگا تو اُس غلام کے مالک یعنی بایع پر آدھا مہر ہمبستری سے پہلے والی طلاق سے ملحق کرنیکے سبب اس فسخ کیلیے مشہور کی بناپر اور علی بن حمزہ کی روایت کے موافق کہ جسکے ضعف کا شہرت نے جبر نقصان کرلیا ہے لازم ہے اور اگر خریدار اُس غلام کے نکاح کو فسخ نکریگا تو پورا مہر اُس منکوحہ کا غلام کے پہلے مالک یعنی بیچنے والے پر واجب ہے مگر جس وقت کہ اسکے قائل ہون کہ بیع کی ذات اُس مالک کی طرف سے فسخ ہے پھر اگر دوسرا مالک یعنی خریدار اگر اُس عقد کو بحال رکھیگا تو دوسرا آدھا مہر اُسپر واجب ہوگا یعنی آدھا مہر پہلے مالک پر اور دوسرا نصف دوسرے مالک یعنے خریدار پر ہوگا اور اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو بیچے اور دعویٰ کرے کہ بیع کے وقت اُس لونڈی کے پیٹ مین میرا بچہ تھا اور خریدار اِس بات کا انکار کرے تو بایع کا قول اُس سے لونڈی کو پیٹ لگے ہونے کے دعوے مین مقبول نہین ہے اِسلیے کہ بیع کے فاسد ہو جانے کے دعوے پر مشتمل ہے کیونکہ ام ولد کا بیچنا اُن مقامون کے سوا کہ جنہین استثنا ہوگیا ہے جائز نہین اور خود پہلے بیچ چکا ہے لیکن اِس دعوے سے میراث کے حکم مین اُس سے ملحق ہوجائیگا اور خریدار کی ملکیت سے خارج نہ ہوگا اِسلیے کہ عقلا کا اقرار اپنے ضرر امرون مین مسموع ہے اور دوسرے کے ضرر مین مسموع نہین ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور لیکن تیسرا امر طلاق تو جبکہ

غلام اپنے مالک کی اجازت سے کسی آزاد عورت سے نکاح کرے یا کسی کی لونڈی سے عقد کرے تو
اُس غلام کے مالک کو اُسپر طلاق دینے یا نہ دینے کے لیے جبر کرنا جائز نہیں اور اگر مالک اپنے
غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کرے تو یہ عقد صحیح ہے اور لونڈی کی تحلیل نہیں ہے اور اس صورت میں
طلاق کا اختیار مالک کو ہے اور مالک کو اِن دونوں میں سے طلاق کے لفظ کے جدائی ڈالدینا
پہونچتا ہے جیسے یہ کہے کہ میں نے تم دونوں کے نکاح کو فسخ کیا یا ایک سے کہدے کہ تو دوسرے
سے جدا ہو جا اور آیا یہ طلاق کے لفظ ہیں بعضے فقہا کہتے ہیں کہ ہاں طلاق کے لفظ ہیں پھر اگر
مالک دو مرتبہ انھیں لفظوں کو کہے اور اِن دو مرتبہ کے درمیان میں شوہر اُس عورت سے
رجوع بھی کرلے تو اُسپر یہ عورت حرام ہو جائے گی یہانتک کہ دوسرا شوہر کرلے پھر اُسکے ہمبستر
ہونے کے بعد اور اُسکے طلاق کے بعد عدہ پورا کرکے اُس پہلے شوہر پر وہ حلال ہو گی اور بعضے
فقہا کہتے ہیں کہ یہ مالک کے لفظ طلاق نہیں ہیں فسخ ہیں اور یہی اشبہ ہے اور اگر اُس لونڈی کو
اُسکا شوہر ہمبستر ہونے کے بعد طلاق دے اور اسکے بعد اُس لونڈی کا مالک اُسے بیچڈالے تو
وہ لونڈی اپنے عدے کو پورا کریگی اور آیا عدہ طلاق کے پورا کرنے کے بعد خریدار پر عدے سے
زیادہ . . . اُسکے ساتھ اُسکا استبرا کرنا بھی واجب ہے بعضے فقہا کہتے ہیں کہ ہاں واجب ہے اسلیے کہ
استبرا اور عدہ دو مختلف حکم ہیں ایک کو دوسرے میں اسطرحپر داخل کرنا اس عنوان سے کہ عدے
کے دنوں کو استبری کے حساب میں ملے لیں خلاف ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ عدے کے بعد
استبرا کرنا لازم نہیں ہے اسلیے کہ استبرا پیٹ سے ہونے کے معلوم کرنے کے لیے ہے اور یہ امر عدے
سے ثابت ہوگیا اور یہی قول بڑھکر صحیح ہے اور لیکن ملک تو وہ قسم پر ہے پہلی قسم ملک رقبہ ہے یعنی
جو لونڈی کے نفس کا مالک ہو پھر مالک کو اپنی مملوکہ لونڈیوں سے ہمبستری کرنا جائز ہے گو چاہے
کبھی زیادہ ہوں اور لونڈیوں کی زیادتی کا شرع میں کوئی حصر نہیں ہے اور آدمی کو لونڈیوں کا اور
ان لونڈیوں کی ماؤں کا مالک ہونا جائز ہے لیکن جب اِن دونوں میں سے ایک سے ہمبستر ہوگا
تو اُسپر دوسری عین حرام ہو جائیگی یعنی ہمیشہ کو قیامت تک حرام ہو جائے گی اور دو لونڈیوں کا
جو آپس میں سگی بہنیں ہیں مالک ہو جانا جائز ہے اور اگر ایک سے ہمبستر ہوگا تو دوسری اُسپر جمع
کے طریق سے حرام ہو جائے گی یعنی دونوں سگی بہنوں سے ہمبستر نہیں ہو سکتا ہے اور اگر ایک کو

جس سے ہمبستر ہو چکا ہے اپنی ملکیت سے نکال دے تو دوسری سے اُسے ہمبستر ہونا جائز ہوگا
اور آدمی کو اپنے باپ کی مدخولہ کا مالک ہونا جائز ہے جیسا کہ باپ کو اپنے بیٹے کی مدخولہ کا مالک ہونا
جائز ہے اور ہر ایک پران دونوں باپ بیٹوں میں سے دوسرے کی مدخولہ سے ہمبستر ہونا ہمیشہ
کو حرام ہے اور مالک کو اُس لونڈی سے ہمبستر ہونا جسے خاوند کردیا ہے جبتک حرام ہے کہ وہ
لونڈی اپنے شوہر سے جدا نہووے اور عدے کے دن پورے نہ کرلے یعنی جبتک شوہر سے جدا
نہوگی اور عدے کے دن پورے نہ کرے گی اُسوقت تک مالک پر حرام رہیگی اور جب شوہر
سے جدا ہوجائیگی اور عدے کے دن پورے کرلے گی تو پھر مالک پر حلال ہوجائے گی اگر لونڈی
صاحب عدہ ہوگی جیسا کہ اسکے بعد بیان ہوگا اور مالک کو اپنی لونڈی کے نکاح کا فسخ کرنا جبکہ اپنے
غلام کے سوا کسی غیر شخص سے عقد کرچکا ہو تو جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اُس لونڈی کو بیچڈ الے تو
خریدار کو اُسکے نکاح کا باقی رکھنا یا فسخ کرنا جائز ہے اور مالک کو تزویج کی ہوئی لونڈی کی ایسی چیز کا
دیکھنا جائز نہیں کہ جسکی طرف غیر مالک کو دیکھنا جائز نہیں اور مالک کو اپنے اور دوسرے میں
کی مشترک لونڈی سے ملکیت سے ہمبستر ہونا جائز نہیں ہے اور خریدار کو بے استبرا کیے لونڈی
سے ہمبستر ہونا جائز نہیں ہے اور اگر لونڈی کے شوہر ہو اور خریدار نکاح کے باقی رکھنے کی اجازت
دیدے تو اسکے بعد اُسے اُسکے نکاح کا فسخ کرنا جائز نہیں ہے اور یونہیں اگر خریدار کو معلوم ہوجائے
کہ خرید کی ہوئی لونڈی نکاح میں ہے اور مانع نہو اور چپ ہو رہے تو بھی وہ نکاح لازم ہوجائیگا اور خریدار
پر حلال نہوگی مگر جبکہ اپنے شوہر سے جدا ہوکر عدے کو پورا کرلیگی اگر صاحب عدہ ہوگی اور اگر خریدار نکاح کے باقی
رکھنے کی اجازت نہ دے سکا اور وہ صاحب عدہ نہیں ہے تو اُس سے ہمبستری جائز ہونے کے لیے
فقط استبرا کافی ہے اور حربی کافروں کی شوہردار عورتوں کا خرید کرنا جائز ہے اور اسی طرح
اُنکی لڑکیوں کا خرید کرنا جائز ہے اور اُنسے گمراہوں کی لوٹ کی ہوئی چیزوں کا خرید کرنا جائز ہے
تتمہ دو مسئلوں پر مشتمل ہے پہلا مسئلہ جو شخص تملیک کی وجہوں میں سے کسی وجہ سے
لونڈی کا مالک ہوجائے تو اُسے بے ایک حیض کے استبرا کیے ہوئے لونڈی سے ہمبستر ہونا جائز
نہیں اور اگر اُس لونڈیکو حیض آنہیں تاخیر ہو اور اُسکی ہمسنوں کو حیض ہوتا ہو تو اُس لونڈی کا عدہ
پینتالیس دن کا ہے اور جبکہ کوئی لونڈی کا مالک اُسکے حیض کے حال میں ہوجائیگا تو استبرا اُس

لونڈی کا ساقط ہو مگر حیض کی مدت یعنی حیض کیمدت بھر غرض کے حاصل ہو جانے مین کافی ہو جائیگی
اردو مترجم کہتا ہے کہ شہید ثانی علیہ الرحمہ نے شرح لمعہ مین فرمایا ہے کہ گو ایک لحظہ بھر بھی
حیض کا باقی رہا ہو یعنی جب کوئی لونڈی حیض کے حال مین کسی کی ملک مین آجائے گی
تو اسکے استبرا کا وجوب ساقط ہوگا اور وہی اُسکے لیے کافی ہو جائے گا گو حیض کے دنون مین
سے گھڑی بھر باقی ہے کہ اُسکی مالک مین آگئی تو وہ گھڑی بھر بھی کافی ہو جائے گی ۔۔ اور
اسیطرح پر اگر وہ لونڈی کسی عادل شخص کی مملوکہ ہو اور وہ کہدے کہ استبرا اسکا ہو چکا ہے
تو بھی ساقط ہو جائیگا یا لونڈی کسی عورت کی مملوکہ ہو یا یاس کے سن کو پہونچگئی ہو تو ان
سب صورتون مین استبرا ساقط ہو جائیگا یا لونڈی پیٹ سے ہو تو بھی استبرا نہین اور اُس سے
حمل کے حال مین ہمبستر ہونا مکروہ ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ اگر اس لونڈی کو حرام کا پیٹ ہے تو اُس سے ہمبستر ہونا مکروہ ہے اور اگر صحیح ہمبستری سے
یا نامعلوم حال کی ہمبستری سے حاملہ ہے تو ایسی لونڈی سے وضع حمل کے وقت تک مالک کو
ہمبستر ہونا جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ حاملہ لونڈییسے وضع کے پہلے ہمبستری کرا سکے ساتھ صحیح ہونا
پیٹ پر چار مہینے دس دن کا زمانہ گزرنے سے مشروط ہے اور اس سے پہلے حرام ہے دوسرا
مسئلہ اگر کوئی شخص کسی لونڈی کا مالک ہو اور استبرا کرنے سے پہلے اُسے آزاد کردے تو اُس
مالک کو اُس آزاد کی لونڈی سے بے استبرا کیے عقد نکاح جائز ہے مگر استبرا کر لینا بہتر ہے اور اگر
مالک ہمبستر ہونے کے بعد آزاد کرے تو اُس لونڈی سے کسی اور کو بے عدہ گزرے عقد نکاح
کرنا جائز نہین ہے اور اِس عدہ کی مدت تین مہینے ہین اگر اس سے پہلے تین طہر کہ طلاق کا
عدہ ہین وقوع مین نہ آئین اور اگر تین مہینے سے کم مین تین طہر ہو جائین تو وہی تین طہر عدہ
ہین دوسری قسم ملک کی منفعت کی ملک ہے اور کلام اُسکے صیغے مین اور حکمون مین ہے
اور صیغہ اُس کا یہ ہے کہ لونڈی کا مالک کہے کہ مین نے تجپر اِس لونڈی سے ہمبستر ہونا حلال
کر دیا ہے یا کہے کہ مینے تیرے لیے اس لونڈی کی ہمبستری حلیت مین قرار دیدی ہے اور عاریت
یعنی مانگے لینے کے لفظ سے کسی کی لونڈی سے ہمبستری مباح نہین ہوتی ہے اور اباحت کے
لفظ سے حلال ہوتی ہے یا نہین اسمین اختلاف ہے اظہر یہی ہے کہ جائز ہے اور اگر کہے کہ مین نے

نے تجھے اس لونڈی کو بخشا یا تیرے لیے جائز رکھی یا مین نے تجھے اس لونڈی سے ہمبستری کا مالک کر دیا تو جو کہ فقیہون مین سے اباحت کے لفظ سے جائز رکھتا ہے اُسے اِن لفظون سے بھی جائز رکھنا لازم ہے اور جسنے کہ ہمبستری کے حلال ہونے کا حصر فقط تحلیل کے لفظ پر کیا ہے تو وہ اِن لفظون سے بھی جائز نہین جانتا ہے اور یہ تحلیل آیا عقد نکاح ہے یا منفعت کی تملیک ہے اور اسمین علما مین اختلاف ہے اور اختلاف کا منشا یہ ہے کہ عورتون کی شرمگاہین فائدے کے اُٹھانے سے بغیر عقد یا ملکیت کے ممتنع ہین جیسا کہ آیۂ کریمہ کا مفہوم اِسپر دلالت کرتا ہے اور شاید کہ زیادہ حق سے قریب اخیر کا یعنی تملیک کا قول ہو اِسلیے کہ عقد مین مہر ہوا کرتا ہے اور اسمین مہر نہین ہے اور عقد کا جاتے رہنا طلاق کا محتاج ہوتا ہے اور اِسمین سے کوئی تحلیل مین نہین ہے اور اپنے غلام پر اپنی لونڈی کی تحلیل یعنی حلال کرنے مین دو روایتین ہین ایک نہ جائز ہونے کی روایت ہے اور اِس روایت کا مؤید یہ ہے کہ تحلیل ایک طرح کی ملک ہے اور بندہ تملیک کی صلاحیت سے دُور ہے اور دوسری روایت جائز ہونے کی اُسوقت مین ہے کہ جب موطوئہ یعنی مدخولہ کو معین کر دے اور اِسکا مؤید یہ قول ہے کہ تحلیل منفعت کے مباح کرنے کی ایک قسم ہے اور مملوک منفعت کی اباحت کی صلاحیت رکھتا ہے اور اخیر والا قول اشبہ ہے اور مالک کو اپنی مدبرہ لونڈی کی یعنی جسکے آزاد کر دینے کی اپنے مرنے کے بعد وصیت کی ہے تحلیل جائز ہے اور اِسیطرح مالک کو اپنی ام ولد کی تحلیل جائز ہے اور اگر کوئی شخص لونڈی کے کسی حصے کا مثل آدھے یا تہائی کے مالک ہو اور باقی وہ لونڈی آزاد ہو پھر وہ لونڈی اپنے نفس کو اپنے مالک پر حلال کرے تو وہ لونڈی مالک پر حلال نہوگی اور اگر وہ لونڈی مشترک ہو اور ایک شریک دوسرے شریک پر اُسے حلال کر دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ لونڈی اُسپر حلال ہو جائے گی اور اِسمین اور اِس سے پہلی صورت مین فرق یہ ہے کہ مالک کی تحلیل شرع مین جائز ہے اور عورت کو اپنے نفس کا کسی پر حلال کرنا شرع مین مجوز نہین ہے اور احکام مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ محلل لہ یعنی جسکے لیے مالک نے تحلیل کی ہے اُسی چیز پر اکتفا کرے کہ جسپر مالک کا لفظ شامل ہے اور اُسپر اکتفا کرے کہ جسکے داخل ہونے کا مالک کی عبارت مین حال گواہی دیتا ہے پھر اگر مالک اُسپر اپنی لونڈی کے چومنے کو حلال کرے تو چومنے ہی پر اکتفا کریگا اور اِسیطرح چھونا یعنی مساس حلال کرے تو اُس سے ہمبستر ہونا مباح نہوگا اور اگر اُسپر ہمبستر ہونا حلال

کریگا تو اُسپر اُس لونڈی کی ہمبستری سے چھوٹی اور منفعتین بھی حلال ہو جاینگی اور اگر مالک محض خدمت کو حلال کرے تو اُس سے ہمبستر ہونا جائز نہین اور اسیطرح اگر ہمبستری کو حلال کرے تو خدمت حلال نہو گی اور اگر کوئی کسی اَور کی لونڈی سے بے مالک کی اجازت ہمبستری کرے گا تو گنہگار ہو گا اور اُسے لازم ہے کہ بضع کی منفعت کا عوض مالک کو دے مترجم کہتے ہین کہ بضع یعنی عورت کی شرمگاہ کی منفعت اکثر فقہا کے قول پر مہر مثل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر وہ لونڈی باکرہ ہو تو اُس لونڈی کی قیمت کا دسوان حصہ بکارت کے تفاوت کے ساتھ یعنے وہ تفاوت جو بکارت کے جاتے رہنے سے اُس لونڈی کی قیمت مین پڑگیا ہے اُس لونڈی کے مالکو دیدے اور اگر وہ لونڈی باکرہ نہو تو اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ دے اُس صورت مین جب لونڈی زنا پر راضی نہو گئی ہو یا اُسکی حرمت کو نجانتی ہو کیونکہ اگر حرمت کو جانکر مطاوعت کریگی تو زانیہ ہے اور زانیہ کے لیے کوئی مہر نہین ہے اور وہ بچہ جو ایسی ہمبستری سے پیدا ہو گا وہ اُس لونڈی یعنی اپنی مان کے مالک کا مملوک ہو گا یعنی جس صورت مین ہمبستری کرنیوالا اُسکی حرمت کو جانتا ہو گا اور اگر حرمت کو نجانتا ہو گا تو لڑکا آزاد ہو گا اور اُس مرد پر اُس لڑکے کی پیدایش کے دن کی قیمت اُس لونڈی کے مالک کو دیدینا لازم ہو گی دوسرا مسئلہ محلّلہ لونڈی کا بچہ اگر اباحت کے لفظ کے ساتھ بچکی آزادی کی شرط کی ہوگی تو آزاد ہو گا اور اُسکے باپ پر لونڈی کے مالک کو اُسکی پیدایش کے دن کی قیمت دینا بھی واجب نہین ہے اور اگر آزادی کی شرط نہوئی ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے باپ کو اس بچے کی پیدایش کے دن کی قیمت مالک کو دیکر چھڑا لینا واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ واجب نہین ہے اور یہ قول دو روایتون مین کی زیادہ صحیح روایت کے موافق ہے تیسرا مسئلہ لونڈی سے ہمبستری کرنے مین ایسے حال مین کہ وہان کوئی تیسرا بھی ہو اور ایسے حال مین کہ وہ دو لونڈیون کے بیچ مین سوتی ہو کوئی مضایقہ نہین اور یہ دونون باتین آزاد عورت مین مکروہ ہین اور بدکار لونڈی سے اور نطفۂ حرام لونڈی سے ہمبستری مکروہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ بدکار لونڈی سے نکاح کے طور سے یا ملک کے طریق سے ہمبستر ہونا نطفون کے ملجانے سے بچنے کے لیے مکروہ ہے اور نطفۂ حرام لونڈی سے عفیفہ ہونے پر مکروہ ہے اسلیے کہ اُسمین عیب ہے اور اسلیے کہ اُس سے فلاحیت نہو گی۔ نکاح کے ملحق پانچ امر ہین پہلا امر جن چیزون سے نکاح کو توڑ سکتے ہین اُسکا بیان مین مقصد دوسرا مقتضی ہے

پہلا مقصد اُن عیبون کے بیان مین ہے کہ جنسے نکاحکو توڑنا جائز ہو جاتا ہے اور وہ عیب یا مرد مین ہون یا عورت مین ہون پھر مرد کے عیب جن سے عورت نکاح کو فسخ کر سکتی ہے تین ہین دیوانہ ہونا اور خصی ہونا اور نامرد ہونا اور مرد کی دیوانگی عورت کے لیے نکاح کے فسخ کرنیکے قبضے کا سبب ہے خواہ ہمیشہ جنون رہتا ہو یا دَوری ہو اور یہی حکم ہے جو جنون کہ نکاح کے اور ہمبستر ہونے سے پہلے یا بعد تازہ پیدا ہو جائے اور بعضے فقہا نے تازے جنون مین یہ شرط کی ہے کہ نماز کی وقتون کو نجان سکے اور اسمین تردد ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ معتمد یہی ہے کہ اس شرط کا اعتبار کچھ نہین اور خصاء یعنی خصی ہونا اسے کہتے ہین کہ اُسکے خصیون کو کھینچ لیا ہو اور اسی معنون مین وجاء واو کے زبر سے اور ممدودہ الف سے ہے اور یہ دونون خصیون کا اسقدر کچلا جانا ہے کہ اُنکی قوت جاتی رہے تو اس عیب سے بھی نکاح اُسی صورت مین فسخ ہوگا کہ یہ عیب نکاح کے پہلے کا ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر نکاح کے بعد بھی پیدا ہو جائیگا تو بھی فسخ کر لینا جائز ہو جائے گا اور یہ قول معتمد نہین ہے اور عنن یعنی نامرد ہونا ایک ایسا مرض ہے کہ جسکے سبب سے مرد کے خاص عضو مین پھولنے کی قوت ایسی ضعیف ہو جاتی ہے کہ جس سے ہمبستری سے عاجز ہو جاتا ہے اور اس عیب سے بھی عقد نکاح کا فسخ ہو سکتا ہے گو بعد عقد کے پیدا ہو جائے مگر اس شرط سے کہ اپنی زوجہ اور غیر زوجہ کے سوا اور عورت سے دخول کرنے پر قدرت نرکھتا ہو اور اگر زوجہ سے ہمبستر ہو گو ایک ہی مرتبہ ہو اور اسکے بعد نامرد ہو جائے یا زوجہ کے سوا اور عورت کے دخول پر قادر ہو اور زوجہ کے دخول سے عاجز ہو تو اظہر کے بنا پر اس صورت مین زوجہ کے لیے نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار نہین ہے اور اسی طرح اگر عورت کے پیچھے کے مقام مین دخول کرے اور آگے جانب دخول کرنے مین نامرد ہو جائے تو بھی عورت کو بنا بر اظہر کے نکاح کے فسخ کا اختیار نہین ہے اور مرد کے عضو کے کٹے ہونے سے آیا نکاح فسخ ہوگا اسمین تردد ہے اور تردد کا منشا یہ ہے کہ عقد کے مقتضے کے موافق نکاح کا تحقق ہے اور اشبہ یہی ہے کہ دخول کے عاجز ہونے کے سبب سے اسمین بھی فسخ کا اختیار متحقق ہے اسلیے کہ اسمین بھی دخول سے عجز پایا جاتا ہے لیکن اس شرط سے کہ مرد کے خاص عضو مین سے ایسی مقدار بھی باقی نہو کہ جس سے دخول ہو سکے گو حشفہ ہی کے برابر ہو اور اگر عضو خاص کا کٹنا نکاح کے بعد حادث ہو جائے تو

اُس سے نکاح فسخ نہو سکیگا اور اِس مسئلے مین اور قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر عقد کے بعد اور دخول سے پہلے خاص عضو کا کٹنا حادث ہو جائیگا تو عورت کو فسخ کا اختیار ہو جائے گا اور اگر دخول کے بعد حادث ہو گا تو فسخ کا اختیار نہین ہے اور اگر ظاہر ہو کہ شوہر غیر مشکل خنثی ہے تو عورت کو نکاح کا فسخ کرنا نہین پہونچتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نکاح کا فسخ کرنا پہونچتا ہے اور یہ بے دلیل کا دعویٰ ہے اور یہ حکم دخول ہو سکنے کی صورت مین ہے اور اِن عیبون کے سوا اور کسی سے مرد پھیرا جا نہین سکتا ہے اور عورت کے پھیرنے کا اختیار دینے والے سات عیب ہین جنون جذام کوڑھ قرن یعنی شاخ یعنی گوشت شرمگاہ مین نکلنا افضا یعنی پیشاب اور حیض کی دونون راہون کا ایک ہو جانا اندھی ہو جانا لنگڑی ہو جانا اور جنون سے مراد عقل کا فاسد ہو جانا ہے اور سہو کے سبب سے کہ جسکا زائل ہو جانا صریح ہے فسخ کا اختیار ثابت نہین ہوتا ہے اور نہ بیہوشی کے سبب سے جو غلبۂ صفرا یا سودا سے عارض ہوتی ہو ثابت ہوگا اور بیہوشی کے قرار پکڑنے کے سبب سے ثابت ہو جائیگا اور لیکن جذام تو ایک مرض ہے کہ اُس سے اعضا پر خشکی اور گوشت گر پڑنا ظاہر ہوتا ہے اور نکاح کے فسخ کے جواز مین احتراق کا قوی ہونا اور منہ کا کھنچ جانا اور گول ہونا آنکھون کا کہ یہ سب علامتین جذام حادث ہو جانے کی ہوا کرتی ہین کافی نہین ہین اور کوڑھ یہ ایک سفیدی ہے کہ بدن کی کھال پر بلغم کے غلبے کے سبب سے ظاہر ہوتی ہے اور شبہے کی صورت مین نکاح کے فسخ کے جائز ہونے کا حکم نہ کر سکین گے اور قرن قاف کی زبر اور مہملہ رے اور نون سے ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ ایک گوشت ہے جو عورت کے آگے کی شرمگاہ مین نکل آتا ہے کہ دخول کا مانع ہوتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ ایک ہڈی ہے جو بچہ دان مین نکل آتی ہے اور پہلا قول اشبہ ہے پھر اگر یہ دخول کا مانع نہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس سبب سے نکاح فسخ نہو گا اِسلیے کہ فائدہ حاصل کرنا ممکن ہے اور اگر فسخ کے جائز ہونے کی روایت کے ظاہر کی دلیل سے قائل ہو جائین تو یہ بھی ممکن ہے اور افضا حیض اور پیشاب کی دونون راہون کا ایک کر دینا ہے مگر لنگڑی ہونے مین تردد ہے اظہر یہی ہے اگر زمین گیری کی حد کو پہونچیگا تو فسخ نکاح کے عیبون مین داخل ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ رتق بھی ایک اُن عیبون مین سے ہے جس سے مرد کو نکاح کے فسخ کر ڈالنے پر اختیار ہو جاتا ہے اور

یہ عورت کے آگے کی شرمگاہ اِسقدر گوشت سے بھر جاتی ہے کہ جس مین مرد کے خاص عضو کے لیے
راستہ نہین رہتا ہے اور یہ کہ سکتے ہین کہ اگر بالکل دخول سے مانع ہو جس صورت مین ازالہ ممکن نہو یا عورت
علاج پر راضی نہو تو یہ قول حق ہے اِسلیے کہ نکاح کا فائدہ نرہیگا اور اِن عیبون کے سوا اور کسی
عیب سے عورت بھی پھیری نجائیگی دوسرا مقصد عیبون کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے
ہین پہلا مسئلہ جو عیب کہ عورتون مین نئے پیدا ہو جاتے ہین کہ نکاح کے فسخ کی اباحت اُن سے
نہوتی ہو اگر عقد سے پہلے کے پیدا ہونگے تو عالمون کے اتفاق سے فسخ کو مباح کردین گے اور اگر
عقد اور دخول کے بعد ظاہر ہونگے تو اُنسے عقد کا فسخ نہوسکے گا اور اُن عیبون مین سے جو نکاح کے
بعد اور دخول سے پہلے حادث ہونگے تو اُنمین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ فسخ کے مباح کرنیوالے
نہین ہین اِسلیے کہ عقد کے وقت مین نتھے تو معارض سے سالم عقد ثابت ہوگیا دوسرا مسئلہ
فسخ کا اختیار فوری ہے پھر اگر مرد یا عورت کو عیب معلوم ہو جائے اور نکاح کے فسخ کی مبادرت
نکرے تو نکاح لازم ہو جائیگا اور اِسیطرح تدلیس کا حکم ہے یعنی اگر تدلیس ظاہر ہوا اور نکاح کو
فوراً فسخ نہ کرے تو بھی عقد لازم ہو جائیگا تیسرا مسئلہ کسی عیب کے سبب سے نکاح کا فسخ کر ڈالنا
طلاق نہین ہے پھر آدھے مہر کا حکم اُسمین جاری نہوگا اور ایسے فسخ کو تین طلاقون کے شمار مین بھی
نہین لاسکتے ہین چوتھا مسئلہ مرد کو نکاح کے فسخ کرنے کے مجوز عیبون کے ظاہر ہوتے ہی اپنے
نکاح کا فسخ کر ڈالنا بے حاکم شرع کے جائز ہے اور اسی طرح پر عورت کو بھی مرد کے عیبون کے پائے
جاتے ہی نکاح فسخ کر ڈالنا جائز ہے لیکن عنن یعنی نامردی کے ثبوت مین حاکم کے حکم کی ضرورت ہے کہ
مدت مقرر کرے کہ اگر اُس مدت تک ہمبستر ہونے کی قدرت حاصل ہوگئی تو بہتر اور نہین تو فسخ ہو جائیگا
اور یہ حاکم شرع کا کام ہے اور اُس عورت کو مدت کے گزرنے کے بعد دخول نہو سکنے پر بے حاکم
کے ظاہر کیے ہوے اپنا نکاح فسخ کر ڈالنا پہونچتا ہے پانچوان مسئلہ جب مرد عورت دونون عیب کے ثبوت
مین اختلاف کرین تو ثبوت نہونے پر عیب کے منکر کا قول مقبول ہے چھٹا مسئلہ جب عورت
کسی عیب کے نکلنے سے اپنے نکاح کو فسخ کرواے پھر اگر یہ فسخ ہمبستری سے پہلے ہے تو کچھ مہر نہین ہے
اور اگر دخول کے بعد فسخ ہوا ہے تو اُسکے لیے پورا مہر ہے اِسلیے کہ مہر مرد پر ہمبستر ہونے کے سبب سے
ثابت ہوتا ہے اور قرار پا جاتا ہے اور نکاح کے فسخ سے جاتا نہین رہتا ہے اور مرد کو اس کا تاوان

تدلیس کرنیوالے سے پھیر لینا ہونچتا ہے اور اسیطرح ہے اگر عورت ہمبستری سے پہلے نکاح کو فسخ کریگی
تو کچھ مہر نہین ہے مگر نامرد نکلنے کی صورت مین آدھا مہر عورت کو پہونچتا ہے اور اگر ہمبستری کے بعد
نکاح کو فسخ کریگی تو پورے مہر کی مالک ہوجائے گی اور اسیطرح اگر عورت مرد کے خصی ہونے کے
سبب سے دخول کے بعد نکاح کو فسخ کریگی تو بھی پورا مہر لیگی **ساتوان مسئلہ** اور عنن یعنی نامرد ہونے
کا عیب ثابت نہوگا مگر شوہر کے اقرار سے یا اُسکے اقرار کے گواہون سے یا اُسکے قسم نہ کھانے سے
اور اگر انمین سے کوئی امر نہوا اور عورت نامرد ہونے کا دعوی کرے اور مرد انکار کرے تو قسم کے ساتھ
مرد کا قول مقبول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس مرد کو ٹھنڈے پانی مین بٹھائین گے اور دیکھین گے
کہ اُسکا خاص عضو منقلص ہوا یعنی سکڑا اور شکنین پڑین تو اسی مرد کے قول کے موافق حکم کرینگے
اور اگر لٹک پڑا تو عورت کے قول کے موافق حکم کرینگے اور یہ کچھ بھی نہین اور اگر مرد کا نامرد ہونا
ثابت ہوجائے اور بعد اسکے مرد ہمبستری کرلینے کا دعوی کرے تو پھر قسم کے ساتھ مرد کا قول مقبول
ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر آگے کی طرف دخول کرنے کا مرد دعوی کرے اور عورت باکرہ ہو
تو عورتون سے کہا جائے کہ دیکھلین کہ اس عورت کے بکر کا ازالہ ہوا یا نہین اور اگر عورت کواری
نہو گی تو اُسکی شرمگاہ مین رنگین علق رکھین گے پھر اگر اُسکا رنگ مرد کے خاص عضو پر ظاہر ہوگا تو
اُسکے قول کی تصدیق کرین گے اور یہ قول شاذ ہے اور اگر شوہر دعوی کرے کہ زوجہ کے سوا اور
عورت سے ہمبستری کی ہے یا یہ دعوی کرے کہ اپنی زوجہ کے پیچھے کی طرف سے ہمبستر ہوا ہے تو
قسم کے ساتھ اُسی کا مقبول ہے اور اگر قسم نکھائے تو اُسکے جھوٹے ہونے کا حکم کرینگے اور بعضے
فقہا کہتے ہین کہ زوجہ پر رد قسم کرینگے اور یہ قول رد قسم کے حکم کے مشروع ہونے پر مبنی ہے —
آٹھوان مسئلہ جب مرد کا عنن یعنی نامرد ہونا ثابت ہوجائے پھر اگر عورت صبر کرے تو کوئی
نزاع نہین ہے اور اگر حاکم شرع کے سامنے فریاد کرے تو حاکم فریاد کے وقت سے اُسے سال بھر
کی مہلت دیگا پھر اگر اِس مہلت مین اپنی زوجہ سے یا کسی اور عورت سے ہمبستر ہو تو زوجہ کو فسخ
کا اختیار نہین اور اگر نہ کرسکا تو زوجہ کو نکاح کا فسخ کرڈالنا پہونچتا ہے اور آدھا مہر لے لے گی —
تیسرا مقصد تدلیس کے یعنی عیب وغیرہ چھپانے کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین
پہلا مسئلہ جب کسی عورت سے آزاد ہونے کے دعوے سے کوئی نکاح کرے پھر وہ کسی کی لونڈی

نکلے تو مرد کو نکاح کا فسخ کرڈالنا پہونچتا ہے گو ہمبستری بھی ہوچکا ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ عقد
باطل ہے اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر دخول کے پہلے فسخ نکاح ہو جائے تو کچھ مہر نہین ہے اور
اگر دخول کے بعد فسخ ہوگا تو مہر لیگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس لونڈی کے مالک کو اُسکے
باکرہ ہونے پر اُسکی قیمت کا دسوان حصہ دینا چاہیے اور اگر باکرہ نہو تو اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ
دینا چاہیے اور جو مہر کہ معین کیا ہے وہ باطل ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور شوہر اپنے اس نقصان
اُٹھانے کا تاوان اُس شخص سے لیگا جسنے تدلیس کی ہے اور اگر اُس لونڈی کے مالک نے تدلیس
کی ہے یعنی کہا ہے کہ یہ عورت آزاد ہے اور آزاد نتھی تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ نکاح صحیح ہے
اور یہ عورت اپنے مالک کے ظاہر اقرار کے حکم سے آزاد ہے اور اگر مالک نے ایسے لفظ کو
جو آزاد ہونے کی مقتضی ہے اپنی زبان سے نکالا نہو تو وہ لونڈی آزاد نہوگی اور مہر بھی نپائیگی
اور اگر اس تدلیس کو خود اُس لونڈی نے کیا ہی تو اُسکی شرمگاہ کی منفعت کا عوض کہ شوہر فسخ نکاح
کے بعد دیگا وہ اُسکے مالک کا مال ہے اور مرد اِس مال کو اُسی لونڈی سے جب آزاد ہوگی اور اپنی
کمائی کی مالک ہوگی تو وصول کرلیگا اور اگر اُسے مہر دے چکا ہوگا تو جو کچھ اُسکے پاس موجود
ہوگا وہ پھیر لیگا اور جو اُسنے ضایع کرڈالا ہوگا اُسکا تاوان اُسکے آزاد ہونے کے وقت اُسی
لونڈی سے شوہر پھیر لیگا دوسرا مسئلہ جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح اِس دعوے سے
کرے کہ مرد آزاد ہے پھر وہی مرد کسی کا غلام نکلے تو عورت کو دخول کے پہلے بھی اور بعد بھی
نکاح کا فسخ کرنا پہونچتا ہے اور اگر دخول سے پہلے فسخ کریگی تو مہر کچھ نہ پائیگی اور اگر دخول کے بعد
فسخ کریگی تو پورا مہر لیگی تیسرا مسئلہ بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب کوئی مرد کسی شخص کی لڑکی سے
آزاد عورت کی بیٹی ہونے پر نکاح کرے اور نکاح کے بعد وہ لونڈی کی بیٹی نکلے تو شوہر کو عقد
فسخ کرڈالنا پہونچتا ہے اور موجہ یہی ہے کہ ایسی صورت مین اگر عقد مین عورتکی مان کی آزادی کی
شرط کرلی ہے تو شوہر کو نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہے اور عقد کے مطلق ہونے کی صورت مین
یعنے آزادی کی شرط نہونے پر اختیار نہین ہے اور یہ مسئلہ پہلے دو مسئلون کے برخلاف ہے
اسلیے کہ اُنہین عقد کا عین آزاد ہونے کی شرط کا ذکر فسخ نکاح کے اختیار کے ثبوت کے لیے شرط
نہین ہے بلکہ اگر عقد کے پہلے ذکر کرے اور عقد مین ذکر نکرے تو بھی فسخ کا اختیار ثابت ہے

اور اس مسئلے مین یہ بات نہین ہے پھر اگر شوہر دخول کے پہلے نکاح کو فسخ کر ڈالیگا تو کچھ مہر نہ دے گا اور اگر دخول کے بعد نکاح کو فسخ کریگا تو عورت کو مہر کا مطالبہ پہونچیگا اور شوہر اسکا تاوان اُس شخص سے بھر لیگا جس نے تدلیس کی ہے خواہ وہ شخص زوجہ کا باپ ہو یا غیر شخص ہو چوتھا مسئلہ اگر کوئی شخص اپنی آزاد بی بی کے پیٹ کی لڑکی کا نکاح کسی مرد سے کرے پھر اپنی لونڈی کی بیٹی کو اُسی کے پاس بھیجے تو شوہر کو اُس لونڈی بچی کو پھیر بھیجنا واجب ہے اور اگر اُس لونڈی بچی سے ہمبستر ہوا ہے تو اُسکا مہر مثل بھی دیدے اور اسکا تاوان اُس شخص سے بھر لیگا جسنے اُس عورت کو اُسکے پاس پہونچایا ہے اور اُس مرد کے پاس وہی آزاد عورت جس سے تزویج کی ہے بھیجی جائے گی اور یہی حکم ہر ایک شخص کا ہے جسکے پاس اُسکی زوجہ کے سوا اَوْر کو لیجائین خواہ وہ غیر منکوحہ عورت منکوحہ عورت سے رتبے مین بڑی ہو یا نیچی ہو پانچوان مسئلہ جب کوئی مرد کسی عورت سے باکرہ ہونے کی شرط سے نکاح کرے پھر اُسے ثیبہ یعنی کواری نپائے تو اُسے نکاح کا فسخ کرنا جائز نہین اسلیے کہ ممکن ہے عقد کے بعد کسی غیر ظاہر سبب سے مثل سواری پر چڑھنے کے یا اُچھلنے کے ازالۂ بکر ہو گیا ہو اور اس عورت کی قوم کی کواری اور بے کواری عورتون کی عادت والے مہرون کا تفاوت شوہر کو اسکے مہر سے کھٹا دیا پہونچتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے مہر مین سے چھٹے حصے کو کم کر دیگا اور یہ غلط ہے چھٹا مسئلہ جب کوئی شخص کسی مسلمان عورت سے متعہ کرے اور متعہ کے بعد وہ کتابیہ کافرہ نکلے تو اُسے اس متعہ کا فسخ کرنا جائز نہین مگر یہ کہ وہ مرد اُس عورت کو اُس متعہ کی مدت کو ہبہ کر دے اور اُسکے مہر مین سے کچھ کم کرنا نہین پہونچتا ہے اور یہی حکم ہے جب ایسی عورت سے دائمی نکاح کرے اُن علما کے قول پر جو ایسے دائمی نکاح کو بھی جائز جانتے ہین لیکن جب عقد نکاح کے وقت منکوحہ کے مسلمان ہونے کی شرط کر لی ہے پھر اسلام کے خلاف جو عورت نکلے گی تو اُسکے نکاح کا فسخ کرنا پہونچے گا ساتوان مسئلہ جب دو مرد دو عورتون سے نکاح کرین پھر اُن دونون مین سے ہر مرد کی منکوحہ کو دوسرے مرد کے پاس لیجائین اور ہر مرد دوسرے کی منکوحہ سے ہمبستر ہو پس ہر مرد پر ہر مدخولہ کا مہر مثل لازم ہے اور اُسے اُسکے شوہر کے پاس پھیر بھیجنا چاہیے اور شوہر پر اُسکا وہ مہر ہے جس پر نکاح واقع ہوا ہے اور انہین سے ہر ایک عورت کا شوہر پہلی ہمبستری کے عدے کے گزرنے تک اپنی زوجہ سے ہمبستر نہوگا اور اگر یہ دونون عورتین عدے مین مرجائین گی یا دونون شوہر مرجائین گے

تو دونون شوہر اپنی اپنی منکوحہ کی میراث لین گے اور اُنکی وہ منکوحہ عورتین بھی اپنے اپنے شوہر کی میراث پائین گی آٹھوان مسئلہ جس مقام مین کہ عقد کے باطل ہوجانے کا حکم کیا گیا ہے تو وہان ہمبستر ہونے کی صورت مین مہر مثل زوجہ کا مال ہے نہ وہ مہر کہ جسے عقد کے وقت قرار دیا ہے اسلیے کہ وہ عقد فسخ ہوچکا اور جس مقام پر کہ عقد کے صحیح ہونے کا حکم کیا گیا ہے تو اُس زوجہ کے لیے ہمبستر ہونے کے ساتھ وہی مہر ہوگا جو اُسکے نکاح کے وقت قرار پایا ہے گو اُسے فسخ بھی لاحق ہوجائے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر ہمبستری کے پہلے نکاح کا فسخ کسی عیب سے ہوگا تو اُس منکوحہ کے واسطے مہر مثل لازم ہوگا خواہ عیب کا حدوث عقد کے پہلے سے ہو یا بعد ہوا ہو اور پہلا قول اشبہ ہے۔ دوسری نظر مہرون مین ہے اور اسمین کئی طرفین ہین پہلی طرف صحیح مہر کے بیان مین ہے اور یہ ہر ایک چیز ہے کہ جسکا مالک ہونا صحیح ہو خواہ عینی موجود ہو جیسے چاندی سونا کپڑا حیوان ہے یا منفعت ہو اور آزاد شوہر کے اختیار کی حلال منفعت پر عقد نکاح کرنا صحیح ہے جیسے مرد کا اپنی زوجہ کو کسی کاریگری کا سکھانا ہے یا سورۂ فاتحہ اور ایک اور سورے کے سوا قرآن کے کسی معین سورے کا پڑھا دینا ہے اسلیے کہ سورۂ فاتحہ کی اور ایک اور کی تعلیم واجب ہے اور اسکی تعلیم کو اپنی زوجہ کا مہر قرار نہین دیسکتا ہے اور ہر حلال کام پر نکاح کرنا صحیح ہے اور اسپر بھی نکاح واقع کرنا صحیح ہے کہ شوہر اپنی ذات کو کسی معلوم خدمت کے لیے معین مدت تک اپنی زوجہ کو اجارے دیدے اور بعضے فقہا اِس اجارے کو مہر قرار دینا ایک روایت کی نظر سے جائز نہین جانتے ہین کہ جو روایت ضعف سے خالی نہین ہے اور نجائز ہونے کے افادہ کرنے مین بھی قاصر ہے اور اگر ذمی مرد کی عورتون کا عقد نکاح شراب یا سوٗر پر واقع ہو تو صحیح ہے اِسلیے کہ یہ اپنے مذہب کے رو سے ایسی چیزون کے مالک ہوتے ہین اور اگر دونون یا ایک اُنمین سے مہر کے دینے لینے سے پہلے مسلمان ہوجائے تو شراب کی یا سوٗر کی قیمت جو اُسکے حلال جاننے والون کے نزدیک ہے دی جائیگی اِسلیے کہ یہ چیزین مسلمان کی ملک مین نہین آتی ہین خواہ یہ چیزین عقد نکاح کے وقت موجود ہون یا شوہر نے زوجہ کو اُنکا پہونچا دینا اپنے ذمے لیا ہو اور اگر شوہر زوجہ دونون مسلمان ہون یا شوہر مسلمان ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ عقد باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد صحیح ہے کہ اگر دخول کریگا تو مہر مثل دیگا اور ایک جماعت فقہا کی کہتی ہے کہ شراب کی قیمت دیدے گا

اور دوسرا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ کتاب مبسوط مین شیخ علیہ الرحمہ کا بھی یہی
قول ہے۔ اور مہر کی شرع مین کوئی حد مقرر نہین بلکہ جتنے پر زوجہ اور شوہر راضی ہون گو کم چیز
بھی ہو جبتک وہ ایسی کم نہو کہ جسکی کچھ قیمت نہو جیسے گیہون کا ایک دانہ ہے اور اسی طرح پر
زیادہ کی جانب مین بھی کوئی حد نہین ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مہر سنت سے مہر کا بڑھانا
جائز نہین ہے اور مہر سنت کے پانسو درہم ہین کہ پچاس دینار کی مقدار مین ہین اور اگر سنت
مہر سے زیادہ مقرر کریگا تو مہر سنت کی مقدار بھر دیگا اور یہ قول معتمد نہین ہے اور مہر مین اگر موجود
ہو تو اُسکا دیکھ لینا کفایت کرتا ہے گو اُسکی ناپ اور تول بھی معلوم نہو جیسے گیہون کا ڈھیر ہے اور
سونے کا ٹکڑا ہے اور دو عورتون سے یا زیادہ سے ایک مہر پر نکاح کرنا جائز ہے اور وہ مہر اُن جورونپر
برابر تقسیم ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہر زوجہ کے مہر مثل کی مقدار سے ہر ایک پر تقسیم پائیگا
یعنی اگر ہر زوجہ کے مہر مثل دینے پر پورا پڑتا ہوگا اور اگر کم پڑیگا تو کمی بھی مہر مثل کی نسبت سے ڈالی
جائیگی اور یہی اشبہ ہے اور اگر خادم پر عورت سے نکاح کرے یعنی اگر کوئی زوجہ کا مہر غلام یا
لونڈی قرار دیکر نکاح کرے کہ زوجہ نے اُسے دیکھا نہو اور اُسکا وصف بھی عقد کے وقت بیان
نہوا ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسے بیچ کی راس کا خادم دیگا اور اسیطرح اگر عورت سے کسی
غیر معین گھر پر نکاح کرے تو علی ابن ابی حمزہ کی روایت کے موافق اُسے بیچ کے درجے کا گھر دیگا اور ابن
ابی عمیر نے کہا ہے کہ ہمارے بعضے علمائنے جناب امام رضا علیہ السلام سے جو روایت کی ہے اُسکے
موافق کوئی گھر دیدیگا اور اگر خدا کی کتاب اور پیغمبر کی سنت پر عورت سے نکاح کرے اور کچھ مہر
معین نکرے تو اُس منکوحہ کا مہر پانسو درہم ہونگے اور اگر عورت کے لیے مہر مقرر کرے اور اُسکے
باپ کے لیے بھی کچھ مقرر کرے تو اُسکا مہر جو کچھ قرار دیا ہے وہ لازم ہو جائیگا اور جو کچھ کہ اُسکے باپ
کے لیے مقرر کیا ہے وہ ساقط ہو جائیگا اور اگر عورت کے لیے کچھ مہر مقرر کرے اور اسی مہر مین سے
اُسکے باپ کے لیے کچھ معین کردے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ مہر اور یہ شرط دونون برخلاف پہلی
صورت کے صحیح ہین اور ضرور ہے کہ مہر کو اسطرح سے معین کردے کہ اس سے جہالت جاتی رہے
پھر اگر زوجہ کا مہر کسی سورے کی تعلیم قرار دے تو اُس سورے کا معین کردینا واجب ہے اور
اگر مبہم رکھیگا تو مہر فاسد ہو جائیگا اور عورت کے لیے دخول کے ساتھ مہر مثل ہے اور آیا قرأت

کی بھی تعیین کرنا اِسطرح سے واجب ہے کہ فلان سورے کو ساتون قاریون مین سے فلان قاری کی قرائت پر سکھائیگا بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان واجب ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہین اور اُس سورے کو ایسی قرائت سے سکھانا چاہیے کہ جس سے قرآن کا پڑھنا جائز ہو اور وہ قرائت ناجائز ہو (جیسی) شاذ قرائتین ہین اور یہی اشبہ ہے اور اگر عورت اُس عین سورے کے سوا اور سورے کے سکھانے کو کہے تو یہ مرد پر لازم نہین ہے اِسلیے کہ مہر کی شرط وہی سورہ ہے اُسکے سوا اور کوئی سورہ نہین ہے اور اگر کسی ایسی صنعت کا سکھانا عورت کا مہر قرار دے کہ جسے خود بھی اچھی طرح نجانتا ہو یا سورے کی تعلیم کو مہر قرار دیا ہو اور خود بھی اچھی طرح اُسکا سوا د نرکھتا ہو تو بھی جائز ہے اِسلیے کہ مہر شوہر کے ذمے رہتا ہی اور اُسیوقت دیدینا لازم نہین ہے اور اگر شوہر پر اُسکا ادا کرنا مشکل ہو تو اُس صنعت یا سورے کی تعلیم کی اُجرت زوجہ کو دیدینا شوہر کے ذمے واجب ہے اور اگر عورت کا مہر ایک کوزہ بیان کرکے کرے کہ اِسمین سرکہ ہے پھر شراب نکلے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس عورت کیلیے شراب کے حلال جاننے والون کے نزدیک کی لگتی ہوئی اُس شراب کی قیمت ہے اور اگر کہا جائے کہ اُس کوزے بھر سرکہ دیدے تو خوب ہوگا اور اِسیطرح پر اگر کوئی شخص کسی عورت کا غلام کو مہر قرار دیکر نکاح کرے اور وہ غلام آزاد یا کسی اَور کا مملوک نکلے تو اُسی غلام کی مثل مین زوجہ کو ایک غلام دیدے اور اِن دونون مسئلون مین شیخ علی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ مہر مثل کا دینا اقوی ہی اور جب کوئی مرد کسی عورت سے کچھ چھپے مہر پر نکاح کرے اور بعد اِسکے کچھ آشکارا مہر پر اس سے نکاح کرے تو اُس عورت کے لیے وہی پہلا مہر ہے یعنے دوسرا مہر نہین ہے اور مہر کا ضامن اور ذمہ دار شوہر ہے پھر اگر زوجہ تک پہونچا دینے کے پہلے مہر ضایع ہو جائیگا تو ضایع ہونے کے وقت کی قیمت کے تاوان دینے کا امامیہ کے مشہور قول پر شوہر ضامن ہے اور اگر مہر مین منکوحہ کو کوئی عیب نظر آئے تو اُس عیب کے سبب سے اُسکا پھیر دینا اور عیب کا مطالبہ زوجہ کو شوہر سے پہونچتا ہے اور اگر عقد نکاح کے بعد مہر مین کوئی عیب پیدا ہو جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ زوجہ کو اختیار ہے خواہ اُسی عیب دار کو لیلے یا بےعیب یعنی اچھے کی قیمت لیلے اور اگر کہا جائے کہ قیمت شوہر کے ذمے پر نہین ہے اور بعینہ وہی چیز اور قیمت کا تفاوت زوجہ کا مال ہے تو یہ قول خوب ہے اور عورت کو بے مہر کے لیے اپنے نفس کا حوالہ کرنا پہونچتا ہے خواہ شوہر مالدار ہو یا محتاج ہو یعنے یہ حکم

ہمبستر ہونے سے پہلے کا ہے اور آیا زوجہ کو ہمبستر ہونے کے بعد مہر کے نہ وصول ہونے کے سبب سے اپنے نفس کے حوالے کرنے میں انکار پہونچتا ہے یا نہیں بعضے فقہا کہتے ہیں کہ ہان پہونچتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہین پہونچتا ہے اور یہی قول اشبہ ہے اسلیے کہ استمتاع یعنی ہمبستری ہونیکا مطالبہ شوہر کا حق ہے اور عقد نکاح کے حاصل ہونے سے یہ لازم ہوگیا ہے مترجم کہتے ہین کہ اس مسئلے کی توضیح یون ہے کہ دخول سے پہلے مہر شوہر کے ذمے نہین ہوتا ہے پھر اگر اسوقت مین زوجہ بے مہر کے لیے اپنے نفس کے حوالہ کرنے کو نمانے تو وجہ رکھتی ہے کہ زوجہ کا حق متزلزل ہے اور معلوم نہین کہ شوہر ادا کریگا یا نہین اور بعد اسکے کہ دخول واقع ہوچکا اور زوجہ دیر مین مہر کے دینے پر راضی ہوچکی اور مہر بھی پورا پورا شوہر کے ذمے قرار پکڑ چکا پھر اگر زوجہ اسکے بعد انکار کریگی تو شوہر کے حق کا فوت کرنا لازم آئیگا اور مہر کے دینے مین دیر کرنا زوجہ کے حق کے فوت کرنے کا سبب نہین ہے اسلیے کہ ہر رات دن مین استمتاع شوہر کا حق ہے کہ محض عقد سے قرار پاچکا ہے اور جس دن کہ یہ فوت ہوجائیگا اسکا تدارک دوسرے دن کے استمتاع سے نہوگا برخلاف مہر کی ادا کے دیر کرنے کے کیونکہ اگر ایک مدت کے بعد بھی ادا کر دیگا تو بھی اسنے زوجہ کا حق ادا کر دیا ہے اور سنت ہے کہ عورتون کا مہر کم ہو اور سنت مہر ہے کہ پانسو درہم ہین بڑھانا بھی مکروہ ہے اور بے پورے مہر کے دیے یا کچھ اسمین سے دیے یا بے کوئی چیز کے دیے گو وہ تحفہ کے طریق سے ہو زوجہ سے ہمبستری کرنا مکروہ ہے دوسری طرف تفویض کے حکمون مین ہے اور یہ دو قسم پر ہے ایک تفویض بضع یعنی عورت کی شرمگاہ کی دوسری تفویض مہر ہے پہلی قسم بضع کے تفویض کی اور وہ اسطرح پر ہے کہ عقد نکاح مین اصلا مہر کا ذکر نکرے جیسے مرد کہے کہ نکاح کیا مین نے تجھ سے اے فلان عورت یا عورت کہے کہ تزویج کی مین نے تجھسے اپنے نفس کی اور مرد کہے کہ قبول کیا مین نے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ عقد نکاح مین مہر کا ذکر شرط نہین ہے پھر اگر کسی عورت سے نکاح کرے اور مہر کا ذکر اصلا نکرے یا آپس مین شرط کرلین کہ مہر کچھ بھی نہو تو یہ عقد نکاح صحیح ہے پھر اگر اسے دخول کے پہلے طلاق دے تو اس عورت کے لیے مہر متعہ ہے یعنی کچھ بقدر وسعت کے موافق دیدے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ہو اور مہر مثل نہین ہے اور اگر دخول کے بعد طلاق دیگا تو اس عورت کے لیے مہر مثل ہوگا اور مہر متعہ نہوگا پھر اگر ایک ان دونون زوجہ شوہر مین کا دخول کے پہلے اور مہر کے معین کرنے کے پہلے مرجائیگا

تو مہر مثل ہے نہ مہر متعہ ہے اور مہر مثل محض عقد سے واجب نہین ہوتا ہے بلکہ دخول سے واجب ہوتا ہے
دوسرا مسئلہ مہر مثل مین عورتون کا حال شرف مین اور جمال مین اور قبیلہ کی اور باپ کی رشتہ دار
اور مان کی طرف کی رشتہ دار عورتون کی عادت معتبر ہے اِس شرط سے کہ ان عورتون کی صفتین
اُس عورت کی صفتون کے برابر ہون جیسے عقل ہے ادب ہے اور بکارت ہے اور مالداری ہے اور
خانہ داری کی تدبیر کی خوبی ہے اور مثل اِسی کے اِسلیے کہ ان امرونمین اختلاف ہونیکے سبب سے جبتک کہ مہر مثل
سے متجاوز نہوگا مہر بھی مختلف ہو جائیگا اور اگر مہر سنت سے زیادہ ہوگا تو مہر سنت لازم ہوگا اور
شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر مہر سنت سے بڑھکر ہوگا تو وہی لازم ہوگا اور مہر سنت لازم
نہوگا اور مہر متعہ مین شوہر کا حال معتبر ہے بس اگر مالدار ہے تو چوپایہ یا لباس فاخرہ یا دس دینار
دیگا اور اگر متوسط حال کا ہے تو پانچ دینار یا متوسط لباس دیگا اور اگر فقیر ہے تو ایک دینار یا انگوٹھی
اور جو کہ اسکے مثل ہے دیگا اور مہر متعہ کی مستحق وہی مطلقہ عورت ہوتی ہے جسکے لیے کوئی مفروض مہر
نہین ہوتا ہے اور شوہر اس سے ہمبستر بھی نہین ہوا ہے تیسرا مسئلہ اگر زوجہ شوہر عقد کے بعد مہر
کے فرض کر لینے پر راضی ہو جائین تو بھی جائز ہے اسلیے کہ مہر کا معین کرنا زوجہ شوہر کا حق ہے
خواہ مہر مہر مثل کے برابر کا ہو یا زیادہ ہو یا کم ہو خواہ دونون مہر مثل کو جانتے ہون یا دونون نجانتے
ہون یا ایک جانتا ہو اور ایک نہ جانتا ہو اِسلیے کہ شروع مین مہر کی تعیین اُنھین کے سپرد ہے پھر عقد
کے بعد بھی اُنھین کے اختیار مین رہیگی چوتھا مسئلہ اگر کوئی شخص کسی لونڈی سے نکاح کرے
اور اُسکے بعد اُس لونڈی کو خرید لے تو وہ نکاح فاسد ہو جائیگا اور کچھ مہر بھی نہوگا اور مہر متعہ
بھی نہوگا یعنی اگر دخول سے پہلے مول لے لیگا اور اگر دخول کے بعد خرید کریگا تو اس لونڈی کا
مہر اُسکے پہلے مالک کا مال ہے پانچوان مسئلہ بالغہ رشیدہ عورت سے تفویض جائز ہے اور صغیرہ
اور کبیرہ احمق عورت مین ثابت نہوگی اور اگر صغیرہ کا یا احمق بالغہ عورت کا ولی مہر مثل سے
کم پر یا مہر کے بے ذکر کیے تزویج کر دے تو یہ عقد صحیح ہے اور ان مین سے ہر ایک کے لیے مہر نفس
عقد سے ثابت ہوگا اور اس مسئلے مین تردد ہے اور تردد کا منشا یہ ہے کہ ولی کو مصلحت کی نظر
سے تو صحیح ہے کہ اُسکے مہر کا اختیار شوہر کے سپرد کر دے جب وہ بہتر جانے اور یہی اشبہ ہے اور
پہلی تقدیر پر اگر شوہر اُسے دخول سے پہلے طلاق دیدیگا تو اُسے آدھا مہر مثل دیدینا چاہیے -

اور ہمارے اُس قول کے موافق کہ مصلحت کی نظر سے صغیرہ اور احمق کبیرہ کے مہر کی تفویض شوہر کو کرنا
ولی کے لیے جائز ہے تو دخول کے پہلے طلاق کی صورت مین مہر متعہ دیگا اور مالک کو لونڈی کی
تزویج مہر کی تفویض کے طریق سے جائز ہے یعنی مہر کی تعیین کا اختیار شوہر کو دے تو جائز ہے
اسلیے کہ مہر محض اُسی مالک کا مال ہے چھٹا مسئلہ جب کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح تفویض کے
طریق پر کرے اور اسکے بعد وہ مالک اُس لونڈی کو بیچ ڈالے اور دوسرا مالک اُس نکاح کو بحال
رکھے تو اُس لونڈی کے مہر کی تعیین شوہر سے اور دوسرے مالک سے متعلق ہوگی اور اس لونڈی
کا مہر بھی اُسی دوسرے مالک کا مال ہوگا اور پہلے مالک کا مال نہوگا اور اگر پہلا مالک اُس لونڈی
کو مہر کی تعیین اور دخول سے پہلے آزاد کر دے اور یہ لونڈی آزاد ہونے کے بعد بھی ایسے
نکاح پر راضی ہو جائے تو یہ مہر خاص اسی آزاد ہوئی لونڈی کا مال ہے دوسری قسم تفویض
کی۔ اور یہ مہر کی تفویض ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ عقد نکاح مین مہر کا ذکر مجمل کر دے اور زوجہ
شوہر مین سے کسی کے اختیار پر مہر کی مقدار کی تعیین سپرد کرے بس جب مہر کی تعیین کی تفویض شوہر
کے کہنے پر ٹھہرے گی تو اُسے اختیار ہے جو چاہے مقرر کر دے خواہ کم یا زیادہ اور کمی زیادتی مین
کوئی حد مقرر نہین ہے اور اگر مہر کی تعیین زوجہ کے مفوض ہوگی تو کمی کی جانب مین کوئی حد
مقرر نہین ہے اور زیادتی مین کی حد محدود ہے کہ مہر سنت سے بڑھکر نہو کہ یہ پانسو درہم ہین اسلیے
کہ عورت کا کہنا اس سے زیادہ پر نہ چلیگا اور اگر شوہر دخول اور مہر کے معین کرنے سے پہلے اسے
طلاق دیدے تو اُس شخص کی مہر معین کرنیکے لیے تنگ گیری کرے کہ جسکی تفویض مین مہر کی مقدار ہے اور
جو مہر وہ شخص معین کر دیگا اُسکا آدھا مطلقہ کو دینگے اور اگر مہر زوجہ کے مفوض ہوگا تو جو وہ معین
کریگی اُسکا آدھا شوہر سے لیگی مگر شرط یہ ہے کہ وہ مہر سنتی مہر سے بڑھکر معین نکریگی اور اگر تعیین
کرنیوالا مہر کی تعیین اور دخول کے پہلے مرجائے گا تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ مہر مثل ساقط ہو جائیگا
اور زوجہ کو مہر متعہ لینا پہونچیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس عورت کو کچھ نہین پہونچتا ہے اور
پہلا قول مروی ہے تیسری طرف حکمون کے بیان مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ
جب شوہر مہر کے دینے سے پہلے زوجہ سے ہمبستر ہوگا یعنی دخول کریگا تو مہر اُسکے ذمے دین ہیگا
اور دخول سے ساقط نہ ہو جائے گا خواہ زوجہ کے نکاح پر بہت مدت گزر چکی ہو یا تھوڑی خواہ

زوجہ مہر کا مطالبہ کرے یا نکرے اور ایمین اور روایت بھی ہے جو دخول سے مہر کے مطالبے کے ساقط ہوجانے پر مشتمل ہے اور اس روایت پر علماء نے عمل نہین کیا ہے اور جو دخول کہ مہر کو واجب کردیتا ہے وہ آگے یا پیچھے کی شرمگاہ کا دخول ہے اور مہر زوجہ سے تخلیہ کرنے سے واجب نہین ہوتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ تخلیہ کرنے سے بھی واجب ہوجاتا ہے اور پہلا قول اظہر ہے دوسرا مسئلہ بعضے فقہا کہتے ہین جبکہ مہر معین نہو اور پہلے زوجہ کیلیے کوئی چیز بھیجے اور اسکے بعد اس سے ہمبستر ہو تو وہی چیز اسکا مہر ہے اور عورت کو دخول کے بعد مہر کا مطالبہ جائز نہین مگر جبکہ شوہر سے دخول کے پہلے یہ شرط کرلے کہ مہر اسکے سوا ہے اور یہ قول روایت کا مضمون نہین ہے بلکہ حدیث کی تاویل پر مبنی ہے اور شہرت کیطرف مستند ہے تیسرا مسئلہ جب دخول سے پہلے زوجہ کو طلاق دے تو اسپر اس مطلقہ کا آدھا مہر دینا واجب ہے اور اگر پورا مہر دے چکا ہو تو باقی ہونے پر آدھا مہر پھیر لے اور اگر وہ ضایع ہوچکا ہو تو اسکی مثل کا آدھا لیلے اور اسکا مثل نہو تو اسکی آدھی قیمت لیلے اور اگر اسکی قیمت عقد نکاح کے وقت کی اور قبضے کے وقت کی مختلف ہو تو زوجہ کو ان دونون قیمتون مین سے کم کے آدھے کا دینا لازم ہے اور اگر وہ مہر ضایع نہ ہوچکا ہو یا صفت مین کمی ہوگئی ہو جیسے کہ مہر گھوڑا ہو اور اسکی آنکھین جاتی رہی ہون یا لونڈی ہو کہ وہ صنعت جانتی ہو اور اسے وہ بھول گئی ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ شوہر کو آدھی قیمت قبضے کیوقت کی پہونچتی ہے اور آدھی عین چیز کے لینے مین اسپر جبر نہ کرے گا اور اسمین تردد ہے لیکن اگر قیمت کی کمی بازار کے نرخ کے سبب سے ہوگی تو عین مہر کا نصف شوہر کو قطعاً دے گی اور اسی طرح اگر قیمت کی زیادتی بازار کے نرخ بڑھنے سے ہوجائے گی تو بھی بعینہ اسی مہر کا آدھا شوہر کو پھیر دیگی اسلیے کہ عین کے ہوتے ہوئے قیمت کی طرف نظر کرنے کی ضرورت نہین اور اگر بڑھنے سے یا موٹے ہونے سے قیمت بڑھ جائیگی تو شوہر کو اسکی اصل قیمت کا نصف پہونچتا ہے اور زیادتی نہین پہونچتی ہے اور اظہر کے بنا بر عورت پر اصل مہر مین سے آدھا دینے پر جبر کیا جائیگا اور اگر مہر کے مال مین کچھ منفعت پیدا ہوجائے جیسے بچہ اور دودھ ہے تو یہ نفع زوجہ سے مخصوص ہے اور شوہر اصل عین کا آدھا کہ جسپر عقد واقع ہوا ہے پھیر لیگا اور اگر پیٹ والے حیوان کو شوہر مہر مین دے تو شوہر کو اس حیوان اور بچہ دونون کو آدھا آدھا لینا پہونچتا ہے اور اگر شوہر کسی صنعت کی تعلیم کو مہر قرار دے اور دخول سے پہلے طلاق دیدے تو زوجہ کے لیے اس صنعت کی تعلیم کی اجرت کا

نصف ہے اور اگر شوہر نے اُس صنعت کو طلاق سے پہلے سکھا دیا ہوگا تو زوجہ سے اُسکی تعلیم کی آدھی
اُجرت لے لیگا اور اگر کسی سورے کی تعلیم کو زوجہ کا مہر قرار دیا ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ آدھے
سورے کو پردے کے پیچھے سے سکھا دیگا اور اِسمین تردد ہے اور شیخ علی قدس سرہ نے فرمایا ہے
کہ اقوی یہی ہے کہ تعلیم کی آدھی اُجرت دیدے چوتھا مسئلہ اگر زوجہ نے طلاق سے پہلے اپنا
سارا مہر شوہر کو بخشدیا ہو اور مہر بخشنے کے بعد اور دخول سے پہلے شوہر اُسے طلاق دے تو اُس سے
شوہر آدھا مہر لے لیگا اِسلیے کہ مطلقہ عورت دخول سے پہلے آدھے مہر کی مالک تھی اور دوسرے آدھے
کا شوہر مالک ہے اور عورت نے سارا مہر اپنا شوہر کو بخشدیا ہی تو بخشنا اُسکے مال کی طرف کہ آدھا
ہے راجع ہوگا اور دوسرا آدھا کہ شوہر کا حق ہے وہ اُسے دیدینا چاہیے اور اِسیطرح پر اگر عورت
خلع سارے مہر پر کرے تو بھی چاہیے ہے کہ آدھا مہر شوہر کو دیدے اِسلیے کہ خلع بھی ایک قسم کی طلاق
ہے پانچوان مسئلہ اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کے معین مہر کے بدلے مین بھاگا ہوا بندہ کچھ اور ضمیمہ
ملا کر دینے کو کہے اور اسکے بعد دخول سے پہلے طلاق دیدے تو شوہر کو آدھے مہر کا لینا پہونچتا ہے نہ
اِس عوض کا آدھا اور اگر زوجہ کو کچھ ہبہ یا کچھ مہر کے عوض مین دیدے تو شوہر دخول سے پہلے
طلاق کے بعد اُسی مہر کا آدھا کہ جسپر نکاح ہوا ہے لیگا اور اُس عوض مین سے نپائیگا چھٹا مسئلہ
جب کوئی عورت کا مہر اپنی مدبرہ لونڈی قرار دے یعنی وہ لونڈی کہ جسکے آزاد کرنے کی اپنے مرنے
کے بعد وصیت کی ہے اور اسکے بعد اُس منکوحہ کو دخول سے پہلے طلاق دیدے تو وہ لونڈی
اُس مطلقہ مین اور اُس مرد مین آدھی آدھی مشترک رہے گی پھر اگر وہ شوہر مرجائیگا تو آدھی
لونڈی کہ اُسکی ملک ہے تدبیر کے موافق آزاد ہو جائے گی اور دوسری آدھی مین بھی آزادی
سرایت کریگی بس پوری آزاد ہو جائے گی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مدبرہ لونڈیکو مہر منکوحہ کا
قرار دینے سے اُس لونڈی کی تدبیر باطل ہو جائے گی تو پھر مالک کے مرنے کے بعد آزاد نہوگی
جیسے کہ وصیت کرے کہ لونڈی فلان شخص کو میرے مرنے کے بعد دیدین اور اُسے مہر قرار دے
تو اِس وصیت کا ابطال عمل مین آجاتا ہے اور یہی قول اشبہ ہے ساتوان مسئلہ جبکہ عقد نکاح
مین ایسی چیز کی شرط کرے کہ جو مشروع نہو جیسے کہ دوسری عورت سے نکاح نہ کریگا یا لونڈی کو حرم
نہ بنائیگا تو عقد اور مہر دونون کے دونون صحیح ہین اور شرط باطل ہے اور اگر یہ شرط کرے کہ مجھ کو فلان جگہ

پہونچادونگا اور اگر نہ پہونچاؤن تو عقد باطل ہو جائے تو یہ عقد اور مہر دونون لازم ہونگے اور شرط باطل ہو جائیگی اور اگر شرط کرے کہ منکوحہ کے بکر کا ازالہ نکریگا تو یہ شرط لازم ہو جائیگی اور اسکے بعد منکوحہ اگر بکر کے ازالے کی اجازت دے تو ازالہ جائز ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ شرط عقد منقطع یعنی متعہ سے مخصوص ہے اور یہ قول بے دلیل کا دعویٰ ہے اسلیے کہ روایت مین مطلق نکاح واقع ہوا ہے آٹھوان مسئلہ جب عورت عقد نکاح مین شہر سے اپنے باہر نہ لیجانے کی شرط کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ شرط لازم ہو جائے گی اور یونہین روایت مین وارد ہوا ہے اور اگر مرد اُسے شہر سے باہر لیجانے پر کچھ مہر کی اور باہر نجانے پر اُس سے کم مہر کی شرط کرلے پھر اگر اُسے وہ مشرکون کے شہر کو لیجائے تو عورت کو اس جانے مین شوہر کی اطاعت واجب نہین اور اُس عورت کا مہر وہی زیادہ رہیگا اور اگر اُسے اسلام کے شہر کی طرف لیجائے تو جو شرط شوہر نے کرلی ہے لازم ہو جائے گی اور اس مسئلے مین تردد ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ موجہ یہی ہے کہ جو قرار دیا ہے وہ مہر اور شرط باطل ہو جائیگی اور اگر اُس سے بہتر ہوگا تو مہر مثل دینا اُسکو لازم ہو جائیگا نوان مسئلہ اگر شوہر زوجہ کو باین طلاق دے اور پھر اُس سے عدے مین تزویج کرے یعنی نئے مہر سے مہر قرار دیکر تزویج کرے اور اسکے بعد پھر اُسے دخول سے پہلے طلاق دے تو اُس عورت کو آدھا مہر پہونچتا ہے دسوان مسئلہ اگر منکوحہ شوہر کو اپنا آدھا مہر شائع کے طور پر یعنی بے بانٹے بخشدے اور اسکے بعد شوہر دخول کے پہلے اسے طلاق دیدے تو شوہر کو باقی مہر پہونچتا ہے اور ساری باقی مین سے کچھ زوجہ کو نہ دیگا خواہ وہ مہر عین ہو یا دین ہو اسلیے کہ بخشش زوجہ کے مہر کے حق مین اُسکے سب مہر سے متعلق ہوئی ہے گیارھوان مسئلہ اگر عورت سے دو غلام مہر قرار دیکر نکاح کرے اور ان دونون مین سے ایک مرجائے پھر دخول سے پہلے اُس منکوحہ کو طلاق دیدے تو شوہر اُس زوجہ سے آدھا موجود غلام مین سے اور مرے غلام کی آدھی قیمت لے لے گا۔ بارھوان مسئلہ اگر عقد نکاح مین اختیار باقی رکھنے کی شرط کرلین یعنی زوجہ یا شوہر عقد کے وقت کہین کہ اس نکاح مین ہم مختار ہین چاہین گے باقی رکھین گے اور نہین تو نکاح نرہے گا تو یہ نکاح باطل ہو جائے گا اور اسمین تردد ہے اسلیے کہ اگر اس بات پر نظر کیجائے کہ نکاح کے تحقق کا مقتضی عقد ہے اور وہ واقع ہو چکا اور اسمین باقی رکھنے نرکھنے کا اختیار نافذ نہین ہوتا ہے تو عقد نکاح صحیح ہو جائیگا

اور شرط فاسد ہو جائیگی اور اگر یہ ملاحظہ کیا جائیگا کہ عقد پر رضا باقی نہیں گئی اور باقی رکھنے نہ رکھنے کے اختیار کے شرط سے متزلزل ہے تو نکاح باطل ہے اور اگر یہ شرط مہر مین کرے تو عقد نکاح اور مہر اور شرط سب کے سب صحیح ہین مترجم کہتے ہین کہ یعنی اگر اُسی مہر کو بحال رکھین گے تو وہی مہر لازم ہو جائیگا اور نہین تو مہر مثل دینا چاہیے ہوگا اور عقد صحیح رہے گا **تیرھوان مسئلہ** مہر محض عقد نکاح سے دو روایتون مین زیادہ مشہور روایت پر زوجہ کی ملک ہو جاتا ہے اور زوجہ کو قبضے سے پہلے اشبہ قول پر اُسمین تصرف کرنا پہونچتا ہے پھر جب شوہر دخول کے پہلے اُسے طلاق دیدیگا تو آدھا مہر شوہر کیطرف پھر جائیگا اور آدھا عورت کی لیے باقی رہجائے گا اور اگر زوجہ اپنے سارے حق کو بخشدیگی تو وہ تمام مہر شوہر کا مال ہو جائیگا اور ایسطرح پر اگر عورت کے نکاح کا ولی جیسے باپ دادا ہے بخشدیگا تو بھی سارا مہر کا مال شوہر کا مال ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جو شخص وکالت سے یا ولی ہونے سے عورت کے عقد نکاح کا متولی ہوتا ہے اُسے بھی مہر مین سے کچھ عفو کر دینے کا مطلقاً اختیار ہے اور باپ دادا بھی کچھ مہر بخش سکتا ہے اور پورا پورا مہر نہین بخش سکتا ہے اور شوہر کے ولی کو طلاق ہونے پر شوہر کے حق کا عفو کرنا جائز نہین اسلیے کہ وہ شوہر کی مصلحت کے لیے منصوب ہے اور اُسکے مال بخشدینے مین اُسکا کوئی فائدہ نہین ہے اور جب عورت اپنے حق کے نصف کو بخشدے یا شوہر اپنے حق کے نصف کو بخشدے تو محض ہبہ ہے ان دونون مین سے کسی کی ملک سے وہ نصف باہر نہین ہونے کا اسلیے کہ ہبہ مین قبضہ بھی شرط ہے اور جبتک موہوب لہ کا قبضہ نہوگا اُسوقت تک موہوب واہب ہی کی ملک مین رہیگا ہان اگر مہر دین ہوگا اور ہنوز شوہر نے زوجہ کو ادا نکر دیا ہوگا یا زوجہ کے پاس ضایع ہو گیا ہوگا اور اُسکے ذمے ہو تو ہبہ کفایت کر جائیگی اور قبضے کی احتیاج نہین ہے اسلیے کہ یہ ابراء ذمہ ہے اور زیادہ صحیح قول پر ابراء قبول کا محتاج نہین ہے لیکن جس شخص پر کسی کا عین مال ہوگا تو وہ اُسکے محض عفو کر دینے سے اُسکی ملک سے منتقل نہوگا جبتک کہ وہ عفو لہ کے حوالے نکر دیگا اسلیے کہ ہبہ موہوب لہ کے قبضے پر موقوف ہے اور ہبہ کی باقی شرطون کا بھی پایا جانا چاہیے تاکہ ہبہ کامل ہو جائے —

چودھوان مسئلہ اگر عورت کا مہر موجل ہو یعنی مہر کے ادا کے لیے وقت معین ہو چکا ہو اور ابھی وہ میعاد نہ پہونچی ہو تو عورت کو اپنے نفس کی تسلیم سے شوہر کی منفعت کے لیے امتناع جائز نہین پھر اگر زوجہ امتناع کرے اور میعاد بھی گزر جائے تو آیا بے مہر کے پائے اُسے اپنے نفس کی تسلیم سے

رد کرنا پہونچتا ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہین پہونچتا ہے اِسلیے کہ مہر کے ادا کرنے کی میعاد سے پہلے نفس کے تسلیم کا وجوب ہرنا اُسکے ذمے قرار پاچکا ہے پھر میعاد کے گزرنے پر بھی یہ وجوب باقی ہے اور یہی قول اشبہ ہے پندرھوان مسئلہ اگر کوئی شخص عورت کا مہر چاندی کا ٹکڑا قرار دے اور منکوحہ اُس چاندی کا کوئی ظرف بنوالے اور اِسکے بعد شوہر دخول سے پہلے اُسے طلاق دیدے تو مطلقہ کو اختیار ہے خواہ اُسی برتن کو آدھا کر کے شوہر کو دیدے یا اُسکی آدھی قیمت شوہر کو دیدے اِس لیے زوجہ پر اُسمین سناری کام ہونیکے دینا واجب نہین ہے اور برتن بنانے کے سبب سے چاندی اور چیزین بنانے کی صلاحیت سے نکل نہین جاتی ہے پھر اگر مطلقہ اُسی برتن مین سے آدھا دیدے تو شوہر کو اُسکا لے لینا جائز ہے اور اگر عورت کا مہر کپڑا قرار دے اور عورت اُس کپڑے کی کُرتی بنالے تو شوہر آدھی کُرتی کا لے لینا واجب نہین ہے بلکہ کپڑے کی آدھی قیمت لیلے اِسلیے کہ کپڑا کُرتی بننے سے اور لباس بننے کی قابلیت سے جاتا رہا اور اُسکی قیمت کا بھی نقصان ہو جائیگا سولھوان مسئلہ اگر عورت کا مہر قرآن کے سورے کی تعلیم قرار دے اور تعلیم کے حد یہ ہے کہ عورت اکیلے اُس سورے کی تلاوت کر سکے اور شوہر کے ساتھ کا پڑھنا تعلیم مین کفایت نہین کر سکتا ہے اگر ایک آئے کے پڑھنے مین عورت مستقل ہو جائے اور شوہر دوسرے آئے کی تعلیم شروع کرے پھر عورت اُس پہلی آیت کو بھولجائے تو شوہر کو پھر سے اُس آیت کی تعلیم واجب نہین اور اگر عورت اُس سورے کو کسی اور شخص سے سیکھ لے تو اُس عورت کو اپنے شوہر سے اُس سورے کے سکھانے کی اُجرت لے لینا واجب ہے جیسے کہ ایسی چیز کے بدلے مین عورت سے نکاح کرے کہ جسکا دینا مشکل ہو تو اُسکی قیمت دیدیگا سترھوان مسئلہ اگر عقد بیع اور عقد نکاح کو ایک عقد مین اِس طریق سے کوئی جمع کرے کہ جیسے عورت کا وکیل کہے کہ بیچا مین نے اِس کپڑے کو اور اپنی موکلہ کو تیرے نکاح مین دس دینار کے بدلے مین دیا اور شوہر کہے کہ مین نے بیع اور نکاح کو اِس مبلغ کے بدلے مین قبول کیا تو اِس صورت مین یہ دونون عقد صحیح ہین اور اُن دیناروں کو مہر مثل پر اور کپڑے کی قیمت پر اِسطرح سے تقسیم کرنا چاہیے کہ اگر کپڑے کی قیمت پانچ دینار ہین اور مہر مثل مین پانچ دینار ہین تو آدھا آدھا دونون پر بٹے گا اور اگر مہر مثل کے دس دینار ہین اور کپڑے کی قیمت پانچ دینار کا ہوا اور دس کے عدد کی نسبت پندرہ کے دو ثلث کی ہے تو دس دینار کے تین حصے کرنا چاہیے دو حصے مہر مین زوجہ کو دینے چاہیے اور ایک حصہ کپڑے کی

قیمت مین دینا چاہیے اولاً دو صورتین بھی اسی قیاس پر ہین اور اگر عورت کے پاس ایک دینار ہو اور کہے کہ
مین نے تجھ سے نکاح کیا اور تیرے ہاتھ یہ دینا بیچی ایک دینار کے بدلے مین تو یہ بیع باطل ہو جائیگی
اِسلیے کہ ربا یعنی بیاز ہے اور مہر بھی فاسد ہو جائے گا اور عقد نکاح بھی صحیح ہو جائے گا یعنی بے مہر کے
نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل لازم ہو گا اور اگر مبیع اور قیمت کی جنس مختلف ہو گی تو بیع اور نکاح
اور مہر سب کے سب صحیح ہونگے جیسے کہ کہے مین نے اِس کپڑے کو بیچا اور اپنے نفس کو تیرے نکاح مین
دیا ایک دینار کے بدلے مین دور شوہر قبول کرلے تو صحیح ہے اور نہ بیاز لازم آئیگا اور نہ مہر مین فساد
پڑیگا اِن مسئلون کی فرعین پہلی فرع اگر کوئی شخص اپنے غلام کو عورت کا مہر قرار دے اور وہ عورت
اُس غلام کو آزاد کردے اور اِسکے بعد شوہر اُسے دخول سے پہلے طلاق دیدے تو عورت پر اُس غلام
کی آدھی قیمت کا شوہر کو دینا واجب ہے اور اگر وہ عورت اُس غلام کی تدبیر کرے یعنی مرنے کے بعد
اُسکے آزاد کرنے کی وصیت کرے تو عورت کو اختیار ہے خواہ غلام کی تدبیر کو توڑ ڈالے اور آدھا
غلام شوہر کو دے اور نہین تو آدھی قیمت غلام کی شوہر کو دیدے اور تدبیر کو بحال رکھے بس اگر تدبیر کو فسخ
کریگی تو شوہر آدھا غلام لیگا اور اگر زوجہ فسخ کرنے سے اِنکار کرے تو اُسپر تدبیر کے فسخ کرنے کے لیے
جبر نکرینگے اور عورت پر اُس غلام کی آدھی قیمت کا دینا واجب ہے اور اگر آدھی قیمت زوجہ دیدے
اور پھر اُس غلام کی تدبیر کو فسخ کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ شوہر کو بھی عین مہر کے نصف مین عود کرنا
پہونچتا ہے اِسلیے کہ اُسنے غلام کی آدھی قیمت تدبیر کے حائل ہو جانے سے لیلی تھی اور جبکہ تدبیر جاتی
رہی تو اُس غلام مین رجوع صحیح ہوئی اور اِسمین تردد ہی اور تردد کا منشا یہ ہے کہ قیمت کے دیدینے سے
زوجہ کی ملکیت اُس غلام پر قرار پکڑ جاتی ہے اور شوہر کا حق اُسمین سے جاتا رہتا ہے دوسری فرع
اگر کسی عورت کی تزویج اُسی کا ولی مہر مثل سے کم پر کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ مہر باطل ہوگا
اور عورت کے لیے مہر مثل ثابت ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ وہی معین کیا ہوا مہر لازم ہوگا
اور یہی قول اشبہ ہے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ یہ حکم ایسی
صورت مین ہے کہ عورت کے ولی نے مہر کی کمی مین کوئی مصلحت عورت کے لیے جان لی ہو
اور اگر بے کسی مصلحت کے تعدی اور بے پروائی سے ویسا کیا ہوگا تو مہر مثل ثابت ہو جائے گا
تیسری فرع اگر عورت سے ایسے مال پر نکاح کرے جو اُسے دکھا دیا ہو اور اُسکا اندازہ نہ معلوم ہو

پھر اُس مال مین سے کچھ زوجہ کے قبضے سے پہلے ضایع ہو جائے اور زوجہ شوہر کو اُس ضایع ہوئی مقدار سے بری الذمہ کردے تو یہ ابراء صحیح ہے اور اِسیطرح اگر فاسد مہر پر عورت سے نکاح کرے اور عورت کے لیے مہر مثل ثابت ہو جائے اور عورت شوہر کو اُس سارے مہر سے یا کسی مقدار سے بری الذمہ کردے تو صحیح ہے گو اُسکی مقدار ابھی معلوم نہو اِسلیے کہ یہ حق کا ساقط کردینا ہے اور اُسمین حق کی مقدار کا نجاننا کچھ مضر نہین ہے اور اگر شوہر کو دخول سے پہلے مہر مثل سے بری الذمہ کرے تو صحیح نہین ہے اِسلیے کہ مہر اُسکے دخول ہی سے قرار پائیگا اور ذمے نہوئیوالی چیز سے بری الذمہ کرنا صحیح نہین ہے تتمہ اگر باپ اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کرے بس اگر اُس لڑکے کا کچھ مال ہوگا تو مہر اُسی لڑکے کے مال پر ہے اور لڑکا نادار ہوگا تو مہر اُسکے باپ کے ذمے ہے اور اگر باپ مرجائے تو بیٹے کی زوجہ کا مہر باپ کے اصل ترکے سے دینا چاہیے خواہ اُسوقت لڑکا بالغ ہوا ہو اور مالدار ہوگیا ہو یا بلوغ کے پہلے مرگیا ہو اور اگر باپ مہر کو دیدے اور اِسکے بعد لڑکا جوان اور بالغ ہو اور دخول سے پہلے زوجہ کو طلاق دیدے تو اُس سے آدھے مہر کو وہی طلاق دینے والا شوہر پھیر لیگا نہ اُسکا باپ اِسلیے کہ یہ ہبہ کا حکم رکھتا ہے کہ باپ نے بیٹے کو ہبہ کیا ہے فرع اگر باپ اپنے بالغ بیٹے کی طرف سے تبرعاً مہر ادا کرے اور اُسکے بعد وہ بیٹا اپنی اُسی زوجہ کو طلاق دے تو اُس سے آدھا مہر اُسکا شوہر پھیر لیگا اور باپ اپنے بیٹے سے اُسی دلیل سے کہ نابالغ مین مذکور ہوئی آدھے لے نسکے گا اور اِن دونون مسئلون مین تردد ہے مترجم کہتے ہین کہ تردد کا سبب یہ ہے کہ ملک مالک کی طرف عود کرتی ہے کہ وہ باپ ہے نہ بیٹا اور جب مہر بیٹے کے عوض کرنے کے حکم مین ہے تو پھر وہ اُسی کا مال ہے چوتھی طرف تنازع کے حکمون مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب زوجہ اور شوہر آپسمین اصل مہر مین اختلاف کرین تو مقبول قول شوہر کا ہے اور اگر دخول سے پہلے ایسی منازعت ہو تو کوئی اشکال نہین اسلیے کہ عقد نکاح واقع مین مہر کا ذکر نہونا ممکن ہے لیکن اشکال اُسوقت مین ہے کہ دخول کے بعد نزاع واقع ہو اِسلیے کہ دخول کے بعد یقیناً مہر واجب ہو جاتا ہے تو اِس صورت مین بھی مقبول قول شوہر کا اِس نظر سے ہے کہ براءت ذمہ اصل ہے کہ پھر کوئی اشکال نہین اور اگر مہر معین مقدار کرین گو ایک چانول بھر سونا یا چاندی ہو اِس لیے کہ احتمال ہوتا ہے کہ وہی مقدار مقرر ہوئی ہو اور اُسپر زیادہ ہونا

معلوم نہین ہے اور اگر دونون مہر کی مقدار مین یا صفت مین اختلاف کرین مثلاً تو اسمین بھی مقبول
قول شوہر کا اسی کے قسم کے ساتھ ہے لیکن اگر شوہر پہلے مہر کا اقرار کرے اور اسکے بعد دعوی کرے
کہ مین نے زوجہ کو دیدیا اور دینے کا ثبوت نہ رکھتا ہو تو اس صورت مین مقبول قول زوجہ کا
اسکی قسم کے ساتھ ہے اس مسئلے کی فرع اگر شوہر زوجہ کو مہر دیدے اور اسکے بعد زوجہ کہے کہ
ہبہ کے طور پر دیا ہے اور شوہر کہے کہ مہر تھا تو مقبول قول شوہر کا ہے اسلیے کہ وہ اپنے قصد سے
زیادہ واقف ہے دوسرا مسئلہ اگر شوہر اپنی زوجہ سے تخلیہ کرے اور عورت دعوی ہمبستری ہونیکا
کرے اور شوہر منکر ہو پھر اگر شوہر کو اپنے مدعا پر ثبوت دینا ممکن ہو کہ زوجہ باکرہ ہو اور فرج مین
مجامعت کا دعوی کرے پھر تو کوئی نزاع نہین ہے اسلیے کہ عورتونکی گواہی سے بکارت کا ازالہ ہونا نہ ہونا
معلوم ہو جائیگا اور اگر وہ باکرہ نہو تو مقبول قول شوہر کا اسکی قسم کے ساتھ ہے اسلیے کہ مباشرت کا
نہونا اصل ہے اور شوہر اس امر کا انکار کرتا ہے کہ زوجہ اسکا دعوی کرتی ہے اور بعضے فقہا کہتے
ہین کہ مقبول قول زوجہ کا اس نظر سے ہے کہ حلال عورتون کے ساتھ تخلیہ کرنے کا حال اسی پر
شہادت دیتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ اگر کسی سورہ کی یا ہنر کی تعلیم کو زوجہ کا مہر قرار دے
اور زوجہ کہے کہ یہ مجھے اور کسی نے تعلیم کیا ہے تو مقبول قول زوجہ کا ہے اسلیے کہ وہ اس امر کی منکر
ہے اور شوہر اسکا دعوی کرتا ہے چوتھا مسئلہ جب زوجہ ثبوت دے کہ شوہر نے اس سے دو وقتون
مین دو عقد کیے ہین اور شوہر دعوی کرے کہ ایک عقد مکرر واقع ہوا ہے اور زوجہ نے دو کا گمان
کر لیا ہے تو مقبول قول زوجہ کا ہے اسلیے کہ ظاہر حال اسکے قول کے موافق ہے اور آیا زوجہ کیلیے
دو مہر واجب ہون گے بعضے فقہا کہتے ہین کہ دو عقدون کے مقتضون پر عمل کرنے کے سبب سے
ہان دو مہر واجب ہونگے و بعضے فقہا کہتے ہین کہ ڈیڑھ مہر لازم ہوگا اور پہلا قول اشبہ ہے اسلیے کہ
سارا مہر عقد کے ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے اور دو عقدون کے ثابت ہونے کی صورت مین دو
مہر لازم ہو جائین گے مگر جبکہ شوہر ایک مہر کے ساقط کرنیوالے کو یا دونون کے ساقط کرنیوالے کو
ثابت کر دیگا تو اسکے موافق حکم ہوگا اور ڈیڑھ مہر کے وجوب کے کہنے والی دلیل یہ ہے کہ شاید پہلا نکاح
دخول کے پہلے جاتا رہا ہوگا پس دخول کا ثابت کرنا زوجہ کے ذمے ہے اور دخول کا نہونا اصل
ہے پھر پہلے نکاح سے آدھا مہر لازم ہوگا اور دوسرے نکاح سے پورا مہر اسلیے کہ اس شوہر سے کوئی

جدائی عمل مین نہین آئی ہے بس ڈیڑھ مہر لازم ہوگا مگر یہ کہ زوجہ دخول کو ثابت کردے اور یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ دخول کا نہونا اصل ہے اور سقط کا نپائے جانا اصل ہے پھر عقد کے مقتضے پر عمل کرنا راجح ہے تیسری نظر منکوحہ عورتوںین کی تقسیم کے حکمون مین اور نشوز یعنی زوجہ اور شوہر مین کی مخالفت کے حکمون مین ہے اور کلام قسمت مین اور لواحق مین ہے لیکن قسمت بس کہا جاتا ہے کہ ہر زوجہ اور شوہر کا ایک حق ہے کہ دوسرے کو اسکا بجا لانا واجب ہے بس جیسا کہ زوجہ کا نفقہ دینا کھانے سے اور پینے سے اور پہننے سے اور سکونت کے گھر سے واجب ہے اسی طرح زوجہ سے منفعت اُٹھانے کی اپنے شوہر کو قدرت دینا اور اُسکے نفرت کے باعث سے دور رہنا واجب ہے اور منکوحہ عورتون مین تقسیم کرنا شوہر پر کا واجب حق ہے خواہ شوہر آزاد ہو یا بندہ ہو نامرد ہو یا خصی ہو اور اسیطرح اگر شوہر دیوانہ بھی ہو اور دیوانے کے طرف سے اُسکا ولی اُسکی منکوحہ عورتون مین تقسیم کریگا اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ جبتک ابتدا قسمت سے نکریگا تو قسمت واجب نہ ہوگی اور یہی اشبہ ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ عورتون مین قسمت شوہر پر مطلق واجب ہے خواہ اُس سے ابتدا کی ہو یا نہ کی ہو بس جسکے ایک زوجہ ہو تو اُس عورت کی ایک رات چار راتون مین سے ہے اور شوہر تین راتون مین مختار ہے جہان جی چاہے سو رہے اور اگر چار عورتین رکھتا ہو تو ہر ایک کے لیے ایک رات ہے اور شوہر کے لیے کوئی رات باقی نہین رہتی ہے اور شوہر کے لیے اِس رات مین تخلف کرنا اور اَور عورتون کے ساتھ رات گزارنا حلال نہین مگر جبکہ کوئی عذر ہو یا سفر مین گیا ہو یا سب عورتون نے تخلف کا اذن دے دیا ہو یا بعضی عورتون نے اپنی مخصوص راتوںین اجازت دیدی ہو اور آیا عورتون مین اِس طریق سے قسمت جائز ہے کہ ہر ایک کے لیے ایک رات سے زیادہ کرے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان یہ بھی جائز ہے اور بڑھکر سوجہی یہی ہے کہ اُنکی رضامندی کی شرط سے جائز ہے اور اگر چار عورتون سے ایک عقد نکاح مین کوئی تزویج کرے تو قسمت مین اُنکی ترتیب قرعے سے دیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مختار ہے جس سے چاہے ابتدا کرے اور اسکے بعد دوسری مین اختیار ہے یہانتک کہ چار راتین چارون عورتون کے پاس کاٹ چکے پھر اسکے بعد اُسی ترتیب کی تقسیم پر عمل کرنا واجب ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور قسمت مین رات کا سونا واجب ہے اور جماع کرنا واجب

ہے

نہین اور وجوب رات کے سونے سے مختص ہے اور دن گزارنے سے مختص نہین ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جس رات کو جسکے پاس سویا ہے اُسکی صبح کو بھی اُسی عورت کے پاس بسر کریگا اور اسطرح روایت مین آیا ہے مترجم کہتے ہین کہ اِس روایت کو استحباب پر حمل کیا ہے اور وجوب پر حمل نہین کیا ہے۔ اور جبکہ کسی شخص کے نکاح مین ایک لونڈی اور ایک آزاد عورت ہو تو آزاد عورت کے پاس دو راتین رہیگا اور لونڈی کے پاس ایک رات رہیگا اور کتابیہ عورت بھی قسمت مین لونڈی کا حکم رکھتی ہے پھر اگر کسی مرد کے پاس ایک مسلمان عورت اور ایک کتابیہ عورت ہو تو مسلمان عورت کے لیے دو راتین ہین اور کتابیہ کے لیے ایک رات ہے اور اگر کسی کے عقد مین ایک مسلمان لونڈی اور ایک ذمیہ آزاد عورت ہو تو قسمت مین یہ دونون برابر ہین فرعی مسئلے اگر آزاد عورت کے پاس دو راتین سو چکے اور اسکے بعد لونڈی منکوحہ آزاد ہو جائے اور نکاح کے باقی رکھنے پر راضی رہے تو دو راتون کا اُسکا حصہ ہوگا اسلیے کہ اُسنے دو راتون کے استحقاق کے مقام کو حاصل کر لیا ہے اور اگر آزاد منکوحہ کے پاس دو راتین سوئے اور منکوحہ لونڈی کے پاس ایک رات سوئے پھر لونڈی آزاد ہو جائے تو اُسے دوسری رات کا استحقاق حاصل نہوگا اسلیے کہ ایک رات کا جو اُسکا حق تھا وہ پورا ادا کر دیا گیا اور اگر منکوحہ لونڈی کے پاس ایک رات سوئے اور آزاد منکوحہ کے پاس دو راتین سونے سے پہلے وہ لونڈی آزاد ہو جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ آزاد بی بی کے حصے کے پورا کرنے کے بعد اُس آزاد ہوئی منکوحہ لونڈی کی ایک رات کی قضا عمل مین لائیگا اسلیے کہ وہ بھی آزاد بی بی کے برابر ہو گئی ہے اور اِسمین تردد ہے اِسلیے کہ وہ اپنا پورا حق پا چکنے کے بعد آزاد ہوئی ہے اور مملوکہ لونڈیون کے لیے کہ جنسے مالک ملک کے طریق سے ہمبستر ہوتا ہو قسمت نہین ہے خواہ ایک ہو یا بہت سی ہون اور شوہر کو اپنی بیبیون کے گھرون مین باری سے پھرنا یا انھین اپنے گھر مین بلانا یا بعضی بیبیون کے گھرون مین جانا اور بعضی کو اپنے گھر مین بلانا پہونچتا ہے اور باکرہ بی بی کے لیے پہلی ہمبستری ہونے کے وقت مین سات راتین خاص ہین اور غیر باکرہ کے لیے کہ نکاح مین لائے تین راتین ہین اِن راتون مین اُسکی اور بیبیون کا حق نہین ہے اور اِن راتون کی قضا عمل مین لانا اور بیبیون کے لیے نہین ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ اِس اختصاص مین حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وارد ہوئی ہے کہ جسکا مفاد یہ ہے کہ

باکرہ عورت کے لیے خاص سات راتین ہین اور غیر باکرہ کے لیے تین راتین ہین - اور اگر اپنے گھر
مین ایک رات مین دو بیبیان یا زیادہ لائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُنمین سے جس سے چاہے گا
ابتدا کریگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرعہ ڈالیگا اور پہلا قول اشبہ ہے اور دوسرا قول بہتر ہے
اور شوہر کے سفر کے سبب سے قسمت ساقط ہو جاتی ہے یعنی اگر سفر کرے اور کسی بی بی کو بیبیون
مین سے ساتھ لیجائے تو سفر سے پھر آنے کے بعد اُس ہمراہی کی بی بی کی راتون مین سے سفر کی
راتون کا وضع کرنا لازم نہین ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر سفر نقل مکان کے لیے اسطرح سے ہو
کہ اُس مقام کو چھوڑ کر دوسرے شہر مین رہنے کو جائے یا سفر مین اقامت کرے تو مقیم کا حکم بہم پہونچایگا
اور سارے سفر کے دنوں مین سے پھر نیکے بعد ہمراہی کی زوجہ سے حساب کر کے وضع کرلیگا نہ سفر غیبت کہ اُسمین
جس بی بی کو ساتھ لیجائے گا تو پھرنے کے بعد اُس بی بی کے حصے مین سے حساب سے وضع کریگا
اور سفر غیبت سے اِن دو سفرون کے سوا ہر سفر ہے جیسے شہرون مین تجارت کے قصد سے سفر کرے
اور جب بی بیون مین سے بعضی بیبیونکا سفر مین لیجانا منظور ہو تو ساری بیبیون کے نام پر ساتھ لیجانے کے
لیے قرعہ ڈالنا سنت ہے اور جسکے نام پر قرعہ نکلے آیا اُس سے عدول کر کے اور کسی بی بی کو ساتھ
لیجا سکتا ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ اور کا ساتھ لیجانا جائز نہین اِسلیے کہ وہی بی بی قرعہ نکلنے سے رفاقت
کے لیے متعین ہو گئی ہے اور اِسمین تردد ہے کہ قرعہ وجوب کا افادہ نہین کرتا ہے کہ اُسکے خلاف کرنا
بھی حرام ہو جائے اور منکوحہ لونڈی کی قسمت اُسکے مالک کی اجازت پر موقوف نہین ہے اِسلیے کہ خاص یہ
حق لونڈی کا ہے اور اِسمین مالک کا کوئی فائدہ نہین ہے اور بیبیون سے خرچ وغیرہ دینے مین برابر سلوک
کرنا سنت ہے اور بیبیون کی طرف جماع مین متوجہ ہونا سنت ہے اور جسکے پاس شب کو سویا ہے اُسکی
صبح کو بھی اُسی کے پاس رہے اور کسی بی بی کے ماں باپکی وفات کے وقت مین اُسے وہان جانے کی اجازت
دینا سنت ہے اور شوہر کو پہونچتا ہے کہ اپنی زوجہ کو ساس سسرے کی عیادت کو جانے دے اور بے
کسی امر واجب کے اُسے گھر سے نہ نکلنے دے لیکن لواحق کے تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ قسمت زوجہ
شوہر مین کا مشترک حق ہے اِسلیے کہ اُسکا فائدہ دونون مین مشترک ہے پھر اگر بی بی اپنے شوہر کے ذمے
حق کو ساقط کرے تو شوہر کو اختیار ہے کہ چاہے اِس ساقط کرنے کو قبول کرے چاہے نہ قبول کرے اور
زوجہ کو شوہر کے راضی ہونے کی صورت مین پہونچتا ہے کہ اپنے حق کی رات کو شوہر کو بخشدے یا کسی او[ر]

بی بی کو دیدے پھر اگر بی بی شوہر کو اپنے حصے کو بخشدے تو شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی اور بیبیون مین
سے جسے چاہے اُسکے حصے کو دیدے اور ایک بی بی اپنے حصے کو اپنی سب سوتون کو دیڈالے تو اُسکے
حصے کو اور ساری بیبیون مین بانٹ دینا واجب ہے اور اگر وہ اپنا حصہ ایک مخصوص سوت کو بخشدیگی
تو اُسی ایک سے مخصوص ہوگا اور اسیطرح پھر اگر چار بیبیون مین سے تین بیبیان اپنے حصے کی راتین چوتھی
بی بی کو بخشدین تو شوہر پر لازم ہے کہ ہر شب کو بے خلل کے اُسی چوتھی بی بی کے پاس سوئے دوسرا
مسئلہ جب کوئی بی بی اپنی باری کو بخشدے اور شوہر بھی راضی ہو تو یہ بخشنا صحیح ہے اور اگر دیکے اسنے
سے پھر جائے تو اُسے پھر جانا پہونچتا ہے مگر جتنے دن گزر چکے ہین اُنمین رجوع کرنا اس معنی سے جائز
نہین کہ گزرے دنون کی قضا نہین اور آنیوالے دنون مین رجوع صحیح ہے اور اگر زوجہ اپنی باری
کے ہبہ مین رجوع کرے اور شوہر کو رجوع کی اطلاع نکرے تو شوہر کے ناواقف ہونے سے جو باریان
گزر جائین گی اُنکی قضا عمل مین لانے کا حکم شوہر پر نہ کرینگے تیسرا مسئلہ اگر زوجہ اپنی باری کے عوض
مین کچھ مانگے پھر اسکا شوہر اُسے شوہر دے آیا یہ لازم ہوگا بعضے فقہا کہتے ہین کہ لازم نہوگا اسلیے کہ تمتع
ایک حق ہے کہ جسکی تنہا قیمت نہین ہے پھر اسپر معاوضہ صحیح نہین ہے چوتھا مسئلہ کمسن عورت
کے لیے کوئی باری نہین ہے اور نہ ایسی دیوانی عورت کے لیے جو کسی وقت افاقہ نپاتی ہو اور نہ
ناشزہ عورت کے لیے جو شوہر کی اطاعت مین نہ ہو اور نہ اُس عورت کے لیے کہ جو بے اجازت شوہر
کے سفر مین گئی ہو اس معنی سے کہ اُسکی گذشتہ باریون کی قضا شوہر پر واجب نہین ہے پانچوان
مسئلہ ایک بی بی کی باری کی رات مین شوہر دوسری بی بی کے دیکھنے کو نجائے گا اور اگر بیمار ہوگی
تو اُسکی عیادت جائز ہے اور اگر ساری رات عیادت مین گزر جائے تو آیا اُس رات کی قضا
باری والی بی بی کے لیے عمل مین لائیگا بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان قضا عمل مین لائیگا اور بعضے
فقہا کہتے ہین کہ قضا نہین ہے جیسے کہ غیر کی عیادت کو گیا ہو اور ساری رات اُسمین گذر گئی ہو اور یہی
اشبہ ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے
ضروری امر کہ جنھین عادت کے مقتضے سے کرنا لازم ہے جب اُنھین اشتغال لازم ہوگا تو وہ عورتونکی
باری کو ساقط کرینگے اور اگر کسی بیمار بی بی کے گھر مین اُسکی عیادت کے لیے گیا ہو اور اُس سے ہمبستری
کرے اور پھر باری والی بی بی کے پاس پھر آئے تو شوہر پر ہمبستر ہونے کی قضا واجب نہین اسلیے

کہ ہمبستری قسمت کے لوازم مین سے نہین ہے **چھٹا مسئلہ** اگر قسمت مین ظلم کرے تو جس بی بی کے باری مین خلل ڈالا ہے اُسکی قضا عمل مین لائیگا **ساتوان مسئلہ** اگر کسی شخص کی چار نکاحی بیبیان ہون اور ایک اُنہین سے ناشزہ یعنی نافرمان ہوجائے اور شوہر تین بیبیون مین ہر ایک کے لیے پندرہ پندرہ راتون کی تقسیم کرے اور دو بیبیون کے پاس تیس تیس راتین گزران چکے اسکے بعد چوتھی نافرمان بھی فرمانبردار ہوجائے تو اِس صورت مین ناشزہ کی پندرہ راتون کے دو ثلث کم ہوگئے اور ایک ثلث کہ پانچ راتین ہین چوتھی بی بی کے پاس سونا چاہیے اور یہ اس طریق سے ہوگا کہ تیسری بی بی کے پاس تین راتین سوئے اور چوتھی ناشزہ کے پاس ایک رات سوئے یہانتک کہ پانچ پوری ہوجائین تو تیسری بی بی کے پاس پندرہ راتین اور چوتھی کے پاس پانچ راتین سوچکے گا پھر اسکے بعد نئے سرے سے چارون بیبیون پر برابر قسمت کرنا چاہیے **آٹھوان مسئلہ** اگر تین راتین تین بیبیون کے پاس گزران چکے اور چوتھی بی بی کو اُسکی باری کی رات آنے کے بعد طلاق دے اور پھر اُس سے تزویج کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس مرد پر اُس رات کی قضا اُس مطلقہ بی بی کے پاس تزویج کے بعد عمل مین لانا واجب ہے اِسلیے کہ رات کے آجانے سے اُسکی باری کا حق شوہر متعلق ہوگیا تھا اور اِسمین تردد ہے اِسلیے کہ زوجیت سے نکلجانیکے سبب سے یہ حق جاتا رہتا ہی **اُردو مترجم** کہتا ہے کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ ہم نہین مانتے ہین کہ زوجیت سے نکلجانے مین اور حقوق کے سقوط مین ملازمت ہے کیونکہ مالی حقوق مثل مہر وغیرہ کے باقی رہتے ہین گو طلاق بھی دیدے اور بعضے حقوق کی تخصیص کرنا اور بعضون کی نکرنا اسپر کوئی دلیل نہین تو اس رات کی قضا عمل مین لانے کا وجوب اقوی ہے **نوان مسئلہ** اگر ایک مرد کی دو بیبیان دو شہرونمین ہون پھر ایک عورت کے پاس دس دن تک مقیم رہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب دوسری کے پاس پہونچے تو اُسکے پاس بھی دس دن رہنا واجب ہے کہ عدل اور تسویہ عمل مین آجائے مترجم کہتے ہین کہ قسمت کے قاعدے کے موافق جسے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب مرد کے دو بیبیان ہون تو دس راتون مین پانچ راتین اُنکا مرد کی ہین اور اپنی راتون مین شوہر مختار ہے جسکے پاس چاہے رہے بس چاہیے کہ ڈھائی راتین دونون کے پاس رہے نہ دس راتین اور اسکا جواب یہ ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ دو راتین چار راتون مین سے شوہر کا حق اُس صورت مین ہے کہ تقسیم اسطرح پر کرے کہ ایک رات ہر بی بی کے پاس رہے کیونکہ اگر

ایک رات سے زیادہ پہلے کسی بی بی کے پاس رہیگا تو اتنی ہی راتین دوسری بی بی کے پاس بھی سونا واجب ہے تاکہ عدالت عمل مین آجائے اور جب ایک بی بی کے پاس دو راتین پیاپے گزارنے تو دوسری بی بی کے پاس بھی اُتنی ہی راتین رہنا چاہیے **دسوان مسئلہ** اگر کسی عورت سے نکاح کرے اور اُس عورت سے ہمبستر نہوا ہو اور سفر کا قصد کرے اور قرعہ بیبیون کے نام پر ساتھ لیجانے کے لیے ڈالے اور اسی نئی بی بی کے نام کا قرعہ نکلے تو اُس مرد کو سفر سے پھرنے کے بعد اُس نئی بی بی کا خاص حصہ کہ باکرہ ہو تو چہار سات راتین اور غیر باکرہ ہونے پر تین راتین ہین ادا کرنا جائز ہے اسلیے کہ سفر کے دن قسمت مین داخل نہین ہین اور نئی بی بی کے خاص حصے مین شمار نہونگے **کلام نشوز مین ہے** اور نشوز شرع مین زوجہ کا شوہر کی اطاعت سے نکلجانا ہے اور لغت مین نشوز کے دور ہونے کے معنی ہین اور کبھی نشوز شوہر کی طرف سے ہوتا ہے جس طرح کہ بی بی کی طرف سے ہوتا ہے پھر اگر نشوز بی بی کی طرف سے ہو تو اُسکی علامت اسطرح ہے کہ مُنہ سکوڑے یا شوہر کی کارروائی مین دیر کرے یا شوہر کے آداب مین جو اُسکا رویہ تھا اُسے بدل ڈالے تو شوہر کو اُسے وعظ اور نصیحت کرنا چاہیے اگر اسپر بھی اپنے اطوار کو نچھوڑے تو شوہر کو اُسکے ساتھ سونے مین دوری اختیار کرنا جائز ہے اور اس دوری کے اختیار کرنے کا طریق یہ ہے کہ اُسکی طرف پیٹھ کرکے سوئے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس بی بی سے اوڑھنے بچھونے مین جدائی کرے یعنی اُسکا اوڑھنا بچھونا اور اپنا الگ الگ کر دے اور اس حال مین اُس عورت کو مارنا جائز نہین ہے لیکن اگر وہ عورت شوہر کی طرف سے اپنے ذمے کے واجب امرون مین اطاعت نکرے تو اُس عورت کو مارنا پیٹنا جائز ہے گو یہ نا اطاعتی اُسکی پہلے ہی مرتبہ کی ہو اور مارنے مین اُس مقدار پر اکتفا کرنا چاہیے کہ جس سے اُسکے نشوز سے باز آنے کی امید ہو اور اتنا مارنا جائز نہین کہ خون نکل آئے یا بدن کا رنگ نیلا پڑ جائے اور جب کہ شوہر کی طرف سے اس سبب سے ہوتا ہے کہ زوجہ کے حق ادا نکرے تو زوجہ کو اپنے حقون کا مطالبہ پہونچتا ہے اور حاکم شرع کو جبر سے اُسکے حقون کا شوہر سے لینا پہونچتا ہے اور زوجہ کو اپنے بعضے حقون کا چھوڑ دینا اور بخشدینا شوہر کی استمالت کے لیے جیسے قسمت اور نفقے کے حق مین جائز ہے اور شوہر کو اُسکے بخشے حقون کا قبول کرنا حلال ہے **کلام شقاق مین ہے** شقاق فعال کا صیغہ شق سے مشتق طرف کے معنون مین ہے گویا ہر ایک زوجہ شوہر ایک طرف مین جا پڑے ہین پھر جبکہ نشوز دونون طرف سے ہو اور ڈر شقاق کے پیدا ہو جانے کا ہو تو حاکم ایک حکم شوہر کی

قوم کا اور ایک حکم زوجہ کی قوم کا بھیجے گا اور یہی اولیٰ ہے یعنی مستحب ہے اور اگر انکی قوم کا نہو تو بھی جائز ہے یا ایک ایک کی قوم کا ہو اور دوسرا غیر قوم کا ہو تو بھی جائز ہے اور آیا اِن دونون حکمون کا بھیجنا حاکم کرنے کی راہ سے ہے یا وکیل کرنے کے طریق سے ہے اظہر یہی ہے کہ تحکیم یعنی حاکم کرنے کے طور پر ہے پھر اگر وہ دونون اِس امر پر متفق ہون کہ ان دونون مین صلح کردین تو ویسا ہی کرین گے اور اگر اسپر متفق ہون کہ انھین جدائی کر دین تو اگر طلاق ہے تو بے شوہر کے راضی ہوئے صحیح نہین اور اگر جدائی کچھ دیگر ہے یعنی خلع ہے تو بے زوجہ کے راضی ہوئے صحیح نہین ہے تفریع اگر حاکم شرع دو حکم بھیجے اور اسکے بعد زوجہ اور شوہر دونون غائب ہو جائین یا ایک اُنمین سے غائب ہو جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ حاکمون کو حکم کرنا جائز نہین اِسلیے کہ غائب پر حکم درست نہین ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ جائز ہے تو خوب ہے اسلیے کہ اُنکا حکم اصلاح کے لیے ہے لیکن شوہر زوجہ مین جدائی ڈالنا تو اُنکی اجازت پر موقوف ہے حکمون کی رغبت سے ہوتی نہین دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شرطیہ دونون حکم کر دینگے اور وہ شرع کے خلاف اگر نہ ہوگی تو اُسکی وفا لازم ہو جائے گی جیسے حکم کر دین کہ زوجہ کو فلان شہر مین یا فلان مکان مین رکھے یا اُسکے ساتھ اپنی لونڈی کو یا دوسری بی بی کو نرکھے گو اُس سے دونون راضی ہون یا ایک فریق راضی ہو اور اگر اِن حکمون کا حکم شرع کے خلاف ہو جیسے یہ کہین کہ زوجہ نفقہ نہ مانگے یا راتون کی قسمت کا مطالبہ نکرے تو زوجہ اور شوہر کو اسکا برہم کرنا جائز ہے دوسرا مسئلہ جب شوہر زوجہ کے کچھ شرعی حق نہ دے اور اُسے غیرت دلوائے اور اِسپر دوسری عورت سے نکاح کرے پھر زوجہ شوہر کو کچھ مال دے کہ اُسکے مقابلے مین خلع متحقق ہو جائے تو صحیح ہے اور اسے اکراہ اور جبر نکہین گے یعنی اکراہ وہ ہے کہ جسکے ساتھ خلع کی طلب ہو چوتھی نظر اولاد کے حکمون مین ہے اور یہ دو قسم پر ہے پہلی قسم لڑکے کے الحاق مین ہے اور نظر منکوحہ عورتونکی اور مملوکہ لونڈیونکی اور شبہے والی ہمبستری کی اولاد مین ہے دائمی عقد کی مدخولہ عورت کی اولاد تین شرطون سے شوہر سے ملحق ہوگی پہلی شرط یہ ہے کہ ہمبستری ثابت ہو اور ہمبستری کے وقت سے چھ مہینے گزرے ہون اور نو مہینے سے کہ مشہور پر حمل کی نہایت مدت ہے بڑھکر نہو اور بعضے فقہا دس مہینے کہتے ہین اور یہ خوب ہے کہ اکثر مواد مین پایا بھی گیا ہے اور بعضے فقہا ایک سال بھی کہتے ہین اور یہ قول متروک ہے اور معتبر نہین ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ

صاحب

یہی قول یعنی سال بھر کا قول صواب سے زیادہ قریب ہے گو اسے مصنف قدس سرہ نے متروک اور
غیر معتبر بیان کیا ہے اور اس ہیچمدان اردو مترجم کے مشاہدے مین بھی اکثر گزر چکا ہے اور اس
بارے کی روایت مین پہلے بھی اسکا کچھ ذکر لکھ چکا ہوں غرضکہ صاحب مسالک کے اس فرمانے سے معلوم ہوتا
ہے کہ اور قولون مین سے اسقدر صواب سے قریب نہین ہے پھر اگر زوجہ سے ہمبستر نہو اور اُسکے یہان لڑکا
پیدا ہو تو شوہر سے ملحق نہوگا اور اسیطرح اگر زوجہ سے ہمبستر ہوا اور چھ مہینے سے کم مین پورا زندہ لڑکا جنے
تو وہ شوہر سے ملحق نہوگا اور اسیطرح اگر زوجہ شوہر دونون ایک قول پر نو مہینے سے زیادہ
اور دوسرے قول پر دس مہینے سے زیادہ ہمبستری کے وقت سے مدت گزر جانے پر اتفاق کرین
تو بھی وہ لڑکا شوہر سے ملحق نہوگا یا ثابت ہو جائے کہ ہمبستری کے بعد کی مدت شوہر کے نہونے سے
حمل کی بڑی سی بڑی مدت سے بڑھ گئی ہے اور شوہر کو ایسے لڑکے کا اپنے سے ملحق کرنا جائز نہین اور
اگر کوئی اور شخص کسیکی جورو سے بدکاری سے ہمبستر ہوا اور لڑکا جو اس سے پیدا ہوا ہو وہ صاحب فراش
شوہر سے ملحق ہوگا اور اُس سے دور نہوگا مگر جبکہ زوجہ شوہر آپس مین لعان جس طریق سے کہ بیان ہوگا
کرین تو اسوقت ملحق نہوگا اسلیے کہ شرع کے حکم مین زانی کا لڑکا نہین ہوتا ہے اور اگر زوجہ شوہر
اختلاف کرین زوجہ کہے کہ یہ لڑکا اُسی کا زائیدہ ہے اور شوہر انکار کرے تو مقبول قول شوہر کا قسم
کے ساتھ ہے اور ہمبستر ہونے کی صورت مین اور دخول کے وقت سے چھ مہینے گزرنے پر کہ کمسے کم
حمل کی مدت ہے شوہر کو اُس لڑکے سے اس سبب سے انکار نکرنا چاہیے کہ اُسکی جورو بے زناکاری
کے یقین کے زناکاری سے متہم ہو جائے گی اور اگر لڑکے کا انکار کریگا تو بے لعان کے لڑکا اُس سے
جدا نہوگا اور اگر زوجہ کو طلاق دیدے اور وہ عدے مین بیٹھے گی اور اسکے بعد لڑکے کو لائے کہ
جدائی کے وقت سے لڑکے کی ولادت تک کی بڑی مدت سے زیادہ نہین گزری تو وہ لڑکا اُس عورت
کے شوہر سے ملحق کر دیا جائیگا اور یہ اُس صورت مین ہے کہ جب اُس عورت سے کسی دوسرے نے
ہمبستری عقد نکاح یا شبہہ سے نہ کی ہو اور اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور پیٹ رکھوا دے
اور اسکے بعد اُس عورت سے نکاح کرے تو اُسے اُس لڑکے کو اپنے سے ملحق کرنا جائز نہین اور اسیطرح
پر اگر کسی کی لونڈی سے زنا کرے اور اُسے حاملہ کر دے اور اسکے بعد اُس لونڈی کو مول لے لے
تو اُس لڑکے کو اپنے سے ملحق اسلیے نکر سکے کہ اُسکی میراث لیلے یا اپنا وارث اُسے کرے اور جو شخص

زوجہ سے ہمبستر ہونے کا مقر ہو اور زوجہ کے پیٹ سے لڑکا پیدا ہونے کا قائل ہو تو اقرار اپنے لڑکا ہونے کا اسکو لازم ہے پھر اگر انکار کریگا اور دخول کا اور اپنی زوجہ سے اُسکی ولادت کا اقرار کریگا تو اُس سے لڑکا جدا نہو گا مگر لعان سے اور اسیطرح پر اگر زوجہ شوہر حمل کی مدت مین اختلاف کرین اور شوہر دعویٰ کرے کہ ہمبستری کے زمانے سے لڑکے کی ولادت تک چھ مہینے سے کم یا حمل کی بڑی مدت سے زیادہ زمانہ گزرا ہے اور عورت کہے کہ حمل کی اقل مدت سے نہ تو کم گزری اور نہ بڑی مدت سے زیادہ گزری ہے تو لڑکا شوہر سے ملحق ہوگا اور بے لعان کے اس سے جدا نہوگا اور اگر زوجہ کو طلاق دیدے اور عدے کے بعد وہ عورت دوسرا عقد کرلے یا اپنی لونڈی بیچڈالے اور خریدار اُس سے ہمبستر ہو اور وہ لونڈی یا مطلقہ عورت پورے بیان کیے ہوئے لڑکیکو چھ مہینے سے کم مین لیکر آئے تو وہ لڑکا پہلے آقا یا پہلے شوہر سے ہے اور اگر چھ مہینے کے بعد لائے تو دوسرے مالک یا دوسرے شوہر سے ہے لونڈی کے پیٹ کے لڑکے کے حکم جب اپنی لونڈی چھ مہینے کے بعد یا ہمبستری کے وقت سے لڑکا جنے تو دخول کرنیوالے کو اُس لڑکے کا اقرار کرنا لازم ہے لیکن اقرار نکریگا تو اپنی لونڈی کے ساتھ ملاعنہ نکریگا اور ظاہر شرع کے موافق لڑکے کے نفی کا حکم کردین گے اور احتمال رہیگا کہ خدا کے نزدیک اُسی سے وہ لڑکا پیدا ہوا ہو اور جھوٹ نفی کردی ہو اور اگر اسکے بعد اقرار کریگا تو اُس سے ملحق ہو جائیگا اور اگر لونڈی مالک سے ہمبستر ہو اور غیر شخص بھی ہمبستر ہو تو لڑکا مالک ہی سے ملحق ہوگا اور اگر لونڈی بہت سے مالکون کیطرف منتقل ہو اور اُس سے ہر ایک کے ہمبستر ہونیکے بعد لڑکا ہو تو حکم اُس لڑکے کے الحاق کا اُسی مالک سے کرینگے جسکے پاس پیدا ہوا ہوگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ اُس مالک کی ہمبستری پر چھ مہینے یا زیادہ گزرنے پر وہ لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا تو اِس مالک سے پہلے والے مالک کیساتھ اُس صورت مین ملحق کرینگے کہ اُسکی ہمبستری پر چھ مہینے یا زیادہ گزرے ہون گے اور نہین تو اُس سے پہلے والے مالک سے اسی شرط پر ملحق کرینگے اور اسیطرح پر اور اِس سے اوپر والے مالک سے ملحق کرین گے اور اگر ایک طہر مین اُس لونڈی سے کئی مالک جنمین وہ لونڈی مشترک ہو ہمبستر ہون اور وہ لونڈی لڑکا جنے اور ہر ایک اپنے لڑکا ہونے کا دعویٰ کرے تو اِن سب کے درمیان مین قرعہ ڈالین گے جسکے نام نکلیگا اُس سے ملحق کرینگے اور شریک اُسکے اُس لڑکے کی مان کی قیمت کا اور اُس لڑکی قیمت کا

حصہ اُس سے لے لینگے مترجم کہتے ہین کہ مشترک لونڈی سے سب شرکاء کو ہمبستر ہونا حرام ہے لیکن اگر کوئی شریک دوسرے شریک کی بے اجازت مشترک لونڈی سے ہمبستر ہوگا تو گنہگار ہوگا اور زنا کار کا حکم اُسپر لڑکے کے ملحق ہونے مین نہوگا اور منی کے عزل کرنے سے دخول کرنیوالیکو لڑکے کی نفی کرنا جائز نہین اور اگر اپنی لونڈی سے مالک ہمبستر ہوا اور غیر شخص بھی بدکاری سے اُس سے ہمبستر ہو تو لڑکا اُسکے مالک سے ملحق ہوگا اور اُس مولود کے پیدا ہونے کے ساتھ اگر کوئی علامت ایسی بہم پہونچے کہ جس سے مالک سے نہونے کا غالب گمان ہوجائے جیسے مالک کی ہمبستری کے بعد اُس لونڈی کو حیض آجائے اور اُسکے بعد غیر شخص اُس سے ہمبستر ہو یا یہ کہ مالک کی ہمبستری کے وقت سے نو مہینے سے زیادہ گذر گئے ہون اور دسوین مہینے مین کہ غیر کی ہمبستری کا نوان مہینا ہو لڑکا جنے کیونکہ حمل کی اکثر مدت نو مہینے ہونیکی تقدیر پر شک نہین کہ اُس سے تجاوز نہین کرتی ہے تو اِس صورت مین بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کو اُس لڑکے کا اپنے سے منسوب کرنا جائز نہین اور اپنے سے نفی بھی کرنا جائز نہین بلکہ سزاوار یہی ہے کہ اُسکے لیے کچھ مال کی اولاد کی میراث سے کمتر وصیت کرے اور اولاد کی طرح پر اُسے میراث نہ دے اور اِس قول مین تردد ہے اِسلیے کہ گو یہ قول بعضی روایتون کا مضمون ہے لیکن صحیح روایتون کے اور شرع شریف کے قاعدون کے منافی ہے کہ الولد للفراش وللعاہر الحجر یعنی صاحب فراش کیلیے لڑکا ہے اور زناکار کے لیے پتھر ہے اور باپ سے مشابہت نرکھنا معتبر نہین ہے شبہے کی ہمبستری سے پیدا ہوئے لڑکون کے حکم شبہے کی ہمبستری سے نسب متحقق ہوجاتا ہے بس اگر کوئی شخص کسی اور کی منکوحہ کو دیکھے اور گمان کرے کہ اُسکی جورو یا لونڈی ہے اور اُس سے ہمبستر ہوجائے اور اُس ہمبستری سے لڑکا پیدا ہو تو اُس شبہے سے دخول کرنیوالے سے ملحق ہوگا اور اِسیطرح پر اگر غیر کی لونڈی کو دیکھے اور گمان کرے کہ اُسی کی لونڈی یا بی بی ہے اور اُس سے ہمبستر ہو تو جو لڑکا اس ہمبستری سے پیدا ہوگا وہ اسی شبہے سے ہمبستر ہونیوالے سے ملحق یعنے منسوب ہوگا لیکن اگر کسی کی لونڈی سے ایسا کام کریگا تو اُسپر اُس لڑکے کی قیمت پیدایش کے دن کی لگتی ہوئی اُس لونڈی کے مالک کو دینا لازم ہوگا اِسلیے کہ یہ لڑکا ایک نماء یعنی پیداوار ہے کہ مالک کی ملک مین حاصل ہوئی ہے اور آزاد ہونے کے سبب سے مملوک نہوسکیگا اور اُسکے آزاد ہونے کا سبب وہی دخول کرنے والا ہوا ہے پھر

اسکا تاوان بھی اسی کے ذمہ ہے اور اگر مردہ پیدا ہوگا تو کچھ قیمت نرکھیگا اگر کسی عورت سے اُسے
خالی گمانکے یا اِس گمان سے کہ شوہر اُسکا مر گیا ہے یا اُسنے طلاق دیدی ہے نکاح کرے اور اِسکے بعد
ظاہر ہو کہ شوہر نہ تو مرا ہے اور نہ اُسنے طلاق دی ہے تو وہ عورت دوسرے شوہر کا عدہ پورا کرنے
کے بعد پہلے شوہر کو پھیر دیجائیگی اور جو بچے کہ دوسرے شوہر سے جنے ہین وہ اُس دوسرے شوہر سے
الحاق کی شرطون کے پاجانے پر ملحق ہونگے اور الحاق کی شرطین بیان ہوچکی ہین خواہ عورت نے
یہ نکاح حاکم کے حکم کے اعتماد پر یا کسی مخبر کے خبر دینے پر یا گواہون کی گواہی پر کیا ہو مترجم کہتے ہین
کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ وطی شبہ یعنی شبہے کی ہمبستری مین حاکم کے حکم کی صورت
مین اور موت اور طلاق پر دو گواہون کی گواہیون کی صورت مین تو کوئی مشکل نہین ہے مگر
موت اور طلاق کی خبر دینے والے کے اکیلا ہونے کی صورت مین کہ جسکی خبر سے شرعی ثبوت
نہین پایا جاتا ہے پھر اس پر سے مقید کرنا چاہیے کہ شوہر اور زوجہ یہ نجانتے ہون کہ خبر واحد سے
موت یا طلاق ثابت نہین ہوتی ہے اور اگر یہ جانتے ہونگے اور تزویج کرینگے تو زانی ٹھہرینگے
اور جو بچہ کہ اُنسے پیدا ہوگا وہ اُنسے ملحق نہوگا اور عدہ بھی نہوگا اور اگر ان دونون مین کا ایک
نجانتا ہو اور دوسرا جانتا ہو تو نجاننے والے سے لڑکا بھی ملحق ہوگا اور عدہ بھی متعلق ہوگا نہ جاننے
والے سے اِسلیے کہ جاہل شبہہ کا حکم رکھتا ہے اور جاننے والا یقیناً زانی ہے دوسری قسم ولادت کے
حکمون مین ہے اور ولادت کے طریقون مین اور لواحق مین ہے اور ولادت کے سنن
یعنی طریقون مین سے واجب حاملہ کے پاس ولادت کے وقت بے مردونکے تنہا عورتون کا ہونا ہے
مگر اِس صورت مین کہ عورتین نہون اور شوہر کے موجود ہونے مین کوئی مضایقہ نہین ہے گو
اَور عورتین بھی ہون اور ولادت کے وقت مولود کا غسل دینا مسنون ہے اور داہنے کان مین
اذان اور بائین مین اقامت کہنا سنت ہے اور خاک تربت امام حسین علیہ السّلام آب فرات
کے ساتھ تالو مین اور دانتون کی جڑون مین ڈالنا سنت ہے اور آب فرات نملے تو میٹھے پانی
مین ملاے اور اگر میٹھا پانی کھاری پانی کے سوا نملے تو اُسمین تھوڑا سا خرما یا شہد حل کرے اور
اُسکے تالو کو اُٹھائین اور اِسکے بعد اُسکا نام کسی نیک نامون مین سے رکھین اور سارے نامون
مین سے وہ نام بہتر ہین جو حق تعالیٰ کی عبودیت پر مشتمل ہین اور اِسکے بعد انبیا اور ائمہ علیہم السلام

کے نام ہین اور کنیت اِس ڈر سے قرار دین کہ مبادا کوئی بُرا لقب اُسکا کر لے اور روایت ہین وارد ہوا ہے کہ ولادت کے ساتوین دن مولود کا نام رکھین اور محمد نام ہونے پر ابو القاسم کنیت کرنا مکروہ ہے اور حکم یا حکیم یا خالد یا مالک یا ضرار نام رکھنا مکروہ ہے اسلیے کہ یہ جاہلیت کے نام ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ شیطانون کے نام ہین اور لواحق سے تین چیزین ہین ولادت کے ساتوین دن کے سنتی امر اور دودھ دینا اور بچے کی نگہداشت کرنا اور ساتوین دن کی سنتین چار چیزین ہین ایک سر منڈوانا دوسرے ختنہ کرنا تیسرے کان مین سوراخ کرنا چوتھے عقیقہ۔ اور مولود کے سر کا مونڈنا ساتوین دن عقیقہ کے پہلے سنت ہے اور لڑکے کے سر کے بالون کے برابر سونا یا چاندی تصدق کرین اور تھوڑے سر کے بال مُنڈوانا اور تھوڑے کا کل کیطرح چھوڑ دینا مکروہ ہے اور ولادت کے ساتوین دن ختنہ کرنا مستحب ہے اور اگر ختنے مین تاخیر کرین تو بھی جائز ہے اور اگر لڑکا بے ختنہ کیے بالغ ہو جائے تو اُسے اپنا ختنہ آپ کرنا واجب ہے اور لڑکون کا ختنہ واجب ہے اور لڑکیونکا ختنہ سنت ہے اور اِسے عربی مین خفض کہتے ہین اور اگر کافر مسلمان ہو جائے اور ختنہ نکیے ہو تو ختنہ کرنا واجب ہے گو کیسا ہی مُسن ہو اور اگر عورت مسلمان ہو تو اُسکا ختنہ کرنا واجب نہین ہے بلکہ سنت ہے لیکن عقیقہ مستحب ہے کہ لڑکے کے واسطے بکرا عقیقے مین ذبح کیا جائے اور بیٹی کے لیے بکری اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقیقہ واجب ہے اور زیادہ موجہ یہی ہے کہ مستحب ہے اور اگر اُسکی قیمت تصدق کرین تو عقیقہ مین شمار نہو گی اور نہ عقیقہ کی سنت مین آئیگی اور اگر عقیقہ کرنے سے عاجز ہو اور قدرت ہونیکے وقت تک تاخیر کرے تو بھی عقیقے کا استحباب جاتا رہیگا اور عقیقے کے جانور مین قربانی کے جانور کی شرطون کا پائے جانا مستحب ہے کہ وہ شرطین اپنے مقام پر بیان ہو چکی ہین اور قابلہ یعنی دائی کو پاؤن اور ران بکرے اور بکری کی دین اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اِس سے مراد بکری کا چوتھائی حصہ ہے اور اگر دائی نہو تو ماں کو دائی کا حصہ دینگے کہ وہ تصدق کر دے اور اگر باپ لڑکے کا عقیقہ نکرے تو اُس لڑکے کو بالغ ہونے پر اپنا عقیقہ آپ کرنا سنت ہے اور اگر ساتوین دن بچہ مر جائے پھر اگر زوال سے پہلے مر جائے گا تو اُسکا عقیقہ ساقط ہو جائیگا اور اگر زوال کے بعد مرے گا تو اُسکے عقیقے کا استحباب ساقط نہو گا اور لڑکے کے ماں باپ کو لڑکے کے عقیقے کے جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے اور عقیقے کے جانور کی ہڈیون کا توڑنا مکروہ ہے بلکہ اُسکے اعضا کو

جوڑون سے جدا کرین اور رضاع یعنی دودھ دینا۔ پس مان پر لڑکے کا دودھ پلانا واجب نہین اور لڑکے کے باپ سے دودھ پلانے کی اُجرت کا مطالبہ اُسے پہونچتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عورت اگر مرد کے حبالۂ نکاح مین ہو تو اُسے دودھ پلانے کی اُجرت لینا صحیح نہین اِسلیے کہ شوہر عقد نکاح کے سبب سے زوجہ کی ساری منفعتون کا مالک ہو جاتا ہے کہ اُنھین منفعتون مین سے ایک دودھ کا پلانا بھی ہے پھر اسکا اجارہ شرعی نہو گا مگر وجہ یہی ہے کہ جائز ہے اِسلیے کہ عقد نکاح ازدواج کی منفعتون کی ملکیت کا سبب ہے نہ اور کا اور جب لڑکے کا ذاتی کچھ مال نہو تو لڑکے کی دودھ پلانے کی اُجرت زوجہ کو دینا شوہر پر واجب ہے اور مستاجرہ مان کو لڑکے کو خود دودھ پلانا اور انّا رکھنا جائز ہے اور شوہر سے لڑکے کے دودھ کی اُجرت کا لینا اُسے پہونچتا ہے اور مالک کو اپنی لونڈی پر لڑکے کو دودھ پلانے کے لیے جبر کرنا پہونچتا ہے اور رضاع یعنی دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہین اور اکیس مہینے پر بھی اکتفا کر لینا جائز ہے اور اِس سے کم جائز نہین ہے اِسلیے کہ لڑکے پر ظلم ہوگا اور دو برس سے دو ایک مہینے بڑھکر بھی دودھ پلانا جائز ہے اور لڑکے کے باپ پر دو برس سے زیادہ کی اُجرت دینا واجب نہین اور اگر لڑکون کی مان اور انّاؤن کی طرح پر اُجرت لیکر دودھ پلائے تو وہ اسکی زیادہ سزاوار ہے اور اگر زیادہ اُجرت مانگے تو لڑکے کے باپ کو اور انّا کو لڑکے کا دیدینا جائز ہے اور اگر غیر عورت بے اُجرت کے لڑکے کے دودھ پلانے پر راضی ہو جائے اور اِسکے بعد لڑکے کی مان بھی راضی ہو جائے تو غیر عورت کے نسبت سے لڑکے کی مان ہی زیادہ سزاوار ہے اور اگر مان بے اُجرت کے لیے دودھ پلانے پر راضی نہو تو باپ کو اُس سے لڑکا لیکر تبرعاً دودھ پلانے والی کو دیدینا پہونچتا ہے فرع اگر لڑکے کا باپ دعویٰ کرے کہ تبرعاً دودھ پلانے والی ملی تھی اور بے اُجرت لیے دودھ دینے پر راضی ہو گئی تھی کہ تو بھی تبرعاً دودھ پلانے پر راضی ہو گئی اور زوجہ انکار کرے تو مقبول قسم کے ساتھ قول لڑکے کے باپ کا ہے اِسلیے کہ وہ اپنے ذمے سے دودھ پلانے کی اُجرت کے وجوب کو دفع کرتا ہے اور اُجرت کا ثابت کرنا زوجہ کے ذمے ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور لڑکے کو لڑکے کی مان کا دودھ پلانا مستحب ہے اِسلیے کہ لڑکے کے حق مین وہی بہتر ہے —

اور حضانت یعنی لڑکے کی نگہبانی اور گہوارے مین ڈالنا اور اُٹھانا اور دھونا اور سرمہ اور تیل لگانا اور اُسکے پوتڑے اور کپڑے کا دھونا اور لڑکے کو پاکیزہ رکھنا بس لڑکے کے اِن ضروری امور کے لیے

رضاع کی مدت تک کہ دو سال ہین ماں زیادہ سزاوار ہے خواہ بچہ بیٹا ہو یا بیٹی ہو جس صورت مین کہ ماں مسلمان اور آزاد ہو اور مسلمان باپ کے ہوتے ہوئے کافرہ یا لونڈی ماں سے لڑکے کی نگہبانی متعلق نہین ہوتی ہے اور جب بچے کا دودھ چھٹ چکے تو بیٹے کی نگہبانی کے لیے باپ زیادہ سزاوار ہے اور بیٹی کی نگہبانی کے لیے سات برس کی ہونے کے وقت تک ماں زیادہ سزاوار ہے اور بعضے فقہا نو برس تک کو کہتے ہین اور بعضے فقہا تزویج کے وقت تک کو کہتے ہین اور پہلا قول اظہر ہے اور اسکے بعد باپ نگہبانی کا زیادہ سزاوار ہے اور اگر عورت دوسرا شوہر کر لے تو بچے کی نگہبانی کا حق اُس سے ساقط ہو جاتا ہے خواہ بچہ بیٹا ہو یا بیٹی ہو پھر باپ بیٹا بیٹی دونون کی نگہبانی کا زیادہ سزاوار ہے اور اگر باپ مرجائے تو ماں دونون کی نگہبانی مین وصی سے بڑھکر سزاوار ہے اور اسیطرح اگر باپ کسی کا بندہ ہو یا کافر ہو اور ماں آزاد ہو اور مسلمان ہو تو ماں ہی اپنے بچے کی نگہبانی کی زیادہ سزاوار ہے گو دوسرا شوہر بھی کر لے اور اگر باپ آزاد ہو جائے تو اُسکا حکم آزاد مرد کا حکم ہے اور اگر ماں باپ دونون مفقود ہون تو بچے کی نگہبانی کا حق باپ کے باپ یعنی دادے سے متعلق ہوگا اور اگر وہ بھی نہو تو اور اقربا سے میراث کی ترتیب سے متعلق ہوگا جیسا کہ مفاد آیہ کریمہ کا ہے واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض یعنی اہل قرابت مین کے بعضے بعضون سے اولی ہوتے ہین اور اِس مسئلے مین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر الکلام فرماتے ہین کہ اِس مسئلے مین منع وارد ہو سکتی ہے اِسلیے کہ حضانت اسوقت مین وصی اور حاکم کی طرف جا سکتی ہے اِسلیے کہ حاکم شرع جسکے لیے ولی نہین ہوتا ہے اُسکا ولی ہوتا ہے پھر پہلے ہی سے وہی ولی ہو جائیگا او بیت المال سے بچے کی نگہداشت کریگا یعنی اہل قرابت کی ترتیب کی نوبت نہ پہونچے گی - قرابت دارون سے نگہبانی متعلق ہونے کے قول کے فرعی چار مسئلے پہلا مسئلہ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب دو بہنین جمع ہون ایک باپ کی طرف سے بہن ہو اور دوسری ماں کی طرف سے بہن ہو تو بچے کی نگہبانی کا حق باپ کی طرف والی بہن سے متعلق ہوگا اِسلیے کہ میراث مین باپ کی طرف کی بہن کا حصہ ماں کی طرف کی بہن سے زیادہ ہوتا ہے اور اصل نگہبانی کے استحقاق مین باپ کی طرف کی بہن کی ترجیح مین اشکال ہے اِسلیے کہ بعض مین ماں باپ کی اولاد کی حضانت کے استحقاق مین تخصیص ہے اور اگر میراثی ترتیب ہو تو یہ دونون بہنین

اخوت کے درجے مین برابر ہین اور اسیطرح سے شیخ نے مان کی مان یعنی نانی مین باپ کی مان یعنی دادی کے ساتھ مین دادی کو نانی پر مقدم کرنے کو فرمایا ہے دوسرا مسئلہ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر بچے کی دادی ہو اور دادی کی بہن ہو تو وہ نگہبانی کے لیے اولی ہے اسلیے کہ مان سے ہے تیسرا مسئلہ شیخ نے فرمایا ہے کہ جب بچے کی خالہ پھوپھی جمع ہون تو دونون حضانت مین برابر ہین چوتھا مسئلہ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے جبکہ بچے کے لیے کئی عورتین میراث کے درجے مین برابر موجود ہون اور حضانت مین نزاع کرین تو قرعہ ڈالین گے اور حضانت کے لواحق مین سے تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ مان رضاعی اجرت اور مرضعہ سے زیادہ مانگے تو باپ کو غیر انا کو اُس بچے کا دیدینا جائز ہے اور اِس صورت مین مان کی حضانت کے ساقط ہونے مین تردد ہے اور ساقط ہو جانا اشبہ ہے دوسرا مسئلہ جب لڑکا بالغ اور رشید ہو جائے گا تو اُس پر سے مان باپ کی ولایت ساقط ہو جائے گی اور اُسے اختیار ہو گا چاہے باپ پاس یا مان پاس رہے تیسرا مسئلہ جب بچے کی مان دوسرا شوہر کرلے تو اُسکی حضانت جاتی رہیگی اور اگر بچے کی مان رجعی طلاق سے مطلقہ ہو جائیگی تو حضانت کے سقوط کا حکم عدے کے گزرنے تک باقی رہیگا اور اگر باین طلاق سے مطلقہ ہوگی تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ حضانت پھر کر نہ آئے گی اور زیادہ موجہ یہی ہے کہ حضانت پھر آئیگی پانچوین نمط نفقون کے بیان مین ہے نفقہ تین ہی سببون سے واجب ہوتا ہے جنمین سے ایک زوجیت دوسرا قرابت تیسرا سبب ملک ہے کلام زوجہ کے نفقے مین ہے اور گفتگو نفقے کی شرطین اور مقدار مین اور لواحق مین ہے اور شرطین اِسکی دو ہین پہلی شرط یہ ہے کہ عقد دائمی ہو منقطع یعنی متعہ نہو اِسلیے کہ عقد متعہ سے منعقد زوجہ کا نفقہ شوہر پر واجب نہین دوسری شرط کامل تمکین ہے یعنی زوجہ شوہر کے درمیان مین سے مانع کا جاتے رہنا ہے کہ جسوقت شوہر چاہے زوجہ سے متمتع ہو سکے اور کوئی مانع سوا شرعی موانع کے عورت کی طرف سے نہو اور مکان اور وقت کی خصوصیت نہو پھر اگر زوجہ اپنے کو شوہر کے حوالے کرے ایک وقت مین نہ دوسرے وقت مین یا ایک مکان اور نہ دوسرے مکان مین ایسے مکانون اور وقتون سے کہ جس زمانہ مین اور مکان مین شوہر کو زوجہ سے متمتع ہونا جائز ہو تو تمکین نپائی گئی اور علمانے اختلاف کیا ہے کہ عقد سے واجب ہوتا ہے یا تمکین سے واجب ہوتا ہے اور اظہر یہی ہے کہ وجوب تمکین پر موقوف ہے اور

تمکین کی فروعون مین سے یہ ہے کہ زوجہ کم سن نہو کہ اُس سے ہمبستر ہونا حرام ہو خواہ اُسکا شوہر چھوٹا ہو یا بڑا گو کم سن زوجہ سے ہمبستری سے تمتع ہونا ممکن ہو اسلیے کہ ایسی تمتع نادر ہوا کرتی ہے اور اکثر اُسپر رغبت نہین ہوتی ہے لیکن اگر عورت بالغہ ہو اور شوہر کم سن ہو تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اسکا نفقہ شوہر پر نہین ہے اور اِس قول مین اشکال ہے اسلیے کہ تمکین زوجہ کی طرف سے پائی جاتی ہے اور مانع شوہر کی طرف سے ہے پھر نفقہ ساقط نہوگا اور اشبہ نفقہ کا واجب ہونا ہے اور اگر زوجہ بیمار ہو یا رتقا ہو اور رتقا وہ عورت ہے کہ جسکے آگے بدن کے اندر گوشت اُگ آئے جو مرد کے دخول کرنے کا مانع ہو اور یا قرناء ہو اور قرناء وہ عورت ہے کہ جسکے آگے کے بدن مین ہڈی نکل آتی ہے تو اِن عورتون کا نفقہ ساقط نہوگا اسلیے کہ ان سے تمتع حاصل کرنا آگے کے دخول کے سوا ممکن ہے اور کم سن کی طرح نہین ہے اور آگے کے دخول مین معذور ہے اور اگر حسب اتفاق سے مرد کا خاص عضو بڑا ہو اور زوجہ ناتوان ہو کہ اُسکے دخول کی تاب نہ لا سکتی ہو تو اُس شوہر کو اُس زوجہ کے دخول کرنے سے مانع آئینگے اور نفقہ ساقط نہوگا اور رتقا کا حکم رکھے گی اور اگر زوجہ شوہر کی اجازت سے سفر کریگی تو اُس زوجہ کا نفقہ ساقط نہوگا خواہ وہ سفر واجب ہو یا سنت ہو یا مباح ہو اور اِسیطرح اگر واجب سفر مثل حج کے بے شوہر کی اجازت کریگی تو بھی اُسکا نفقہ ساقط نہوگا لیکن اگر سنت سفر یا مباح سفر شوہر کی بے اجازت کریگی تو اُسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا اور اگر شوہر کی اجازت سے نماز یا روزہ یا اعتکاف کریگی تو بھی اُسکا نفقہ نجائیگا اور اگر یہ اعمال واجب ہون اور شوہر بجا لانے کی اجازت نہ دے اور وہ بجا لائے تو بھی اسکا نفقہ شوہر کے ذمے سے ساقط نہوگا اور اِسیطرح اگر یہی کام سنت کی نیت سے کرے اور شوہر منع کرے اسلیے کہ اُسے سُنتی کامون سے روکنا پہونچتا ہے اور اُسکی اجازت کے برخلاف اِن سُنتی کامون مین مشغول ہو تو نشوز زوجہ کا متحقق ہو جائے گا اور اُسکا نفقہ شوہر کے ذمے سے ساقط ہو جائیگا اور جو عورت کہ رجعی طلاق سے مطلقہ ہوگی عدہ کے گزرنے تک شوہر پر اُسکا نفقہ واجب رہیگا اور وہ زوجہ کا حکم رکھتی ہے لیکن اگر بائن طلاق سے مطلقہ ہوگی تو طلاق کے ہوتے ہی زوجہ ہونے کے حکم سے نکلجائیگی اور اُسکا نفقہ اور گھر مین جگہ دینا ساقط ہو جائیگا اور اِسی طرح پر اگر فسخ نکاح ہو اور زوجیت فسخ سے باقی نرہے تو بھی ساقط ہو جائیگا لیکن اگر مطلقہ حاملہ ہو

تو شوہر پر اُسکا نفقہ اور مکان رہنے کو دینا وضع حمل تک لازم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نفقہ حمل کے واسطے سے ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ زوجیت کے واسطے سے ہے اور اِس اختلاف کا فائدہ کئی مسئلون مین ظاہر ہوتا ہے کہ اُن سب مین سے یہ ہے کہ کوئی مرد آزاد کسی لونڈی سے نکاح کرے اور اُس لونڈی کا مالک عقد نکاح کے وقت یہ شرط کر لے کہ بچہ تم دونون کا میرا بندہ ہوگا اور اسکے بعد شوہر اُسے باین طلاق سے مطلقہ کرے اور وہ حاملہ ہو پھر اگر اُسکا نفقہ دینا وضع حمل تک لڑکے کے واسطے سے ہے تو لونڈی کے مالک پر نفقہ واجب ہے اور اگر زوجیت کے واسطے سے ہے تو شوہر پر واجب ہے اور اسیطرح یہ اگر بندہ کسی لونڈی سے یا کسی آزاد عورت سے عقد کرے اور اُس غلام کا مالک عقد کے وقت شرط کرے کہ بچہ اُنکا خاص میرا مملوک ہوگا بس پہلے قول کے موافق کہ حاملہ کا نفقہ اُسکے بچے کے واسطے سے ہے تو اُس غلام کی زوجہ کا نفقہ باین طلاق کے بعد غلام کے مالک پر ہے کہ وہی حمل کا بھی مالک ہے اور مملوک کا نفقہ مالک پر ہوا کرتا ہے نہ بندے پر اِسلیے کہ اقارب کا نفقہ مملوک پر واجب نہین ہوتا ہے اور دوسرے قول کے موافق کہ نفقہ زوجیت کے واسطے سے ہے غلام سے متعلق ہوگا کہ آپ کما کر دے یا اُسکا مالک دے اور جو عورت کہ حاملہ ہو اور اُسکا شوہر مرجائے اُسکے نفقے کے باب مین دو روایتین مین اور مشہور روایت یہی ہے کہ اُسکا نفقہ کسی پر نہین ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اُسی متوفی کی میراث مین سے حمل کے حصے مین سے وضع حمل تک دینا چاہیے اور زوجہ کا نفقہ شوہر پر ثابت ہوتا ہے خواہ زوجہ مسلمہ ہو یا ذمیہ ہو یا کسی اَور کی لونڈی ہو اور مقدار نفقے کی بس اُسکا ضابطہ یہ ہے کہ زوجہ کو جس چیز کے کھانے اور روٹی کے ساتھ کھانے کی چیز سے اور کپڑے سے اور رہنے کے لیے حجرہ اور خدمت کرنیوالی اور تیل رکھنے کے برتن اور شہر کے امثال کی عادت کے موافق ضرورت ہو دے اور کھانے کی مقدار مین اختلاف ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایک مد یعنی پکی چھٹانک کم تین پاؤ دے خواہ وہ عورت بلند مرتبہ یا پست مرتبہ ہو مالدار یا محتاج ہو اور بعضے فقہا نے مقدار معین نہین کی ہے اور حاجت کے رفع ہونے کی مقدار پر اکتفا کیا ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور زوجہ کے واسطے خادم رکھنے مین زوجہ کے حال پر نظر کرنا چاہیے کہ اگر ایسے قبیلے سے ہوگی کہ جنکے لیے عادت سے خادم ہوا کرتا ہے تو اسکے لیے خادمہ کا مقرر کرنا واجب ہے اور نہین تو آپ کام کرے اور جب خدمت کروانا واجب ہو گی

توشوہر کو اختیار ہے خواہ جو خادمہ اُسکی خدمت کرتی ہے اُسکا خرچ دے یا اور خریدے یا کسی خادمہ کو
اُسکی خدمت کے لیے اجارے پر ٹھہرالے یا خود اُسکی خدمت کرے اور زوجہ کو اِس امر مین اختیار
نہین ہے اور شوہر پر ایک خادمہ سے زیادہ مقرر کرنا لازم نہین گو زوجہ حشمت دارون کی قوم سے
ہو اسلیے کہ ایک خادمہ کفایت کرتی ہے اور زیادہ کی ضرورت نہین ہے اور جس زوجہ کو خادمہ
رکھنے کو عادت نہو اگر وہ بیمار ہو تو اُسکی خدمت کروائے اِسلیے کہ اِسیطرح عادت جاری ہے اور روٹی
کے ساتھ کھانے کی چیزین اور پوشاک مین اُس عورت کے اُس شہر کے امثال کی عادت پر رجوع
کرنا چاہیے اور یہی حکم رہنے کے مکان مین ہے اور زوجہ کو شوہر سے جدا گھر کا مطالبہ پہونچتا ہے
کہ جسمین شوہر کے سوا اور کوئی رہنے مین اُسکا شریک نہو اور اُسکے لیے جاڑے مین جڑاول مہیا
کرے اور یہ اُس سے عبارت ہے کہ ایک اوپر کے اوڑھنے کو روئی کا بھرا ہوا کپڑا بیداری مین
ہو اور لحاف سونے کے وقت اُس جنس کے کپڑے سے ہو کہ اُسکے امثال اوڑھتے ہون اور اگر تجمل
والے لوگ نہین سے ہو تو گھر مین اوڑھنے پہننے کے کپڑون کے سوا اور بھی ایسے کپڑے ہون کہ اُسکے
امثال تجمل کے لیے پہنتے رہتے ہون لیکن لواحق نفس اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر زوجہ
کہے کہ مین اپنی خدمت آپ کر لونگی اور خادمہ کا خرچ مجھے دیدو تو شوہر پر قبول کرنا واجب نہین
اور اگر شوہر کی بے اجازت اپنی خدمت آپ کرے تو نفقے کا مطالبہ نہین پہونچتا ہے دوسرا مسئلہ
زوجہ ایکدن کے نفقے کی اطاعت کی صورت مین مالک ہوگی پھر اگر اُسے نفقہ نہ دے اور دن
گزر جائے تو اُسدن کا نفقہ شوہر کے ذمے قرار پائیگا اور اسیطرح سب دنون کا نفقہ ہے کہ نہ دیا
گو حاکم نے اُس نفقے کو مقرر نکیا ہو اور اُسکے ذمے کا حکم نہ کیا ہو اور اگر زوجہ کو کئی دن کا نفقہ دے
اور وہ دن گزر جائین تو وہ عورت اُس نفقے کی مالک ہو جائیگی اور اگر اُس نفقے مین سے اُن
دنون کے خرچ کے بعد زوجہ کے پاس کچھ بچ رہے یا وہ عورت اُس مال مین سے خرچ کر ڈالے تو وہ
نفقہ اُسکی ملک ہے اور اگر عورت کو کپڑا پہننے کو اتنی مدت کو دے کہ عادت مین اُتنے دنون کو
وہ کپڑا کافی ہوا کرتا ہے تو صحیح ہے اور اگر اُس مدت سے پہلے اُسے پرانا کر ڈالے تو شوہر کو اُسکے
بدلے اور دینا واجب نہین اور اگر مدت گزر جائے اور وہ کپڑے باقی رہین تو زوجہ کو دوسری
پوشاک کا مطالبہ آیندہ زمانے کے لیے پہونچتا ہے اور اگر زوجہ کو ایک معین مدت کا نفقہ حوالے

کردے اور اُس مدت کے گزرنے سے پہلے اُس زوجہ کو مطلقہ کردے تو طلاق کے بعد کے دنونکا اُس سے پھیر لیگا مگر طلاق کے دن کا نفقہ اُسے دیدے گا لیکن اگر پوشاک کی جو مدت معین کی ہے وہ نہ گزری ہو تو مطلقہ زوجہ سے اُسے پھیر لے سکتا ہے **تیسرا مسئلہ** جب زوجہ سے ہمبستر ہوا اور وہ زوجہ اُسکے ساتھ عادت کے موافق کھاتی پیتی رہتی ہو تو زوجہ کو شوہر کے ساتھ کھانے کے دنون کے نفقے کا مطالبہ شوہر سے نہین پہونچتا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر الکلام فرماتے ہین کہ مطالبہ نکرنے کی وجہ یہ ہے کہ ساتھ کھلانے سے نفقہ دینا صادق آتا ہے اور اسلیے کہ اسی پر عادت ہمیشہ سے جاری ہے ہان اُسے پہلے ہی ساتھ کھلانے سے روکنا اِس معنی سے پہونچتا تھا کہ اُسے نفقے کا مطالبہ اپنے ہاتھ مین لینے کا پہونچتا ہے کہ جو چاہے اُسے کھانے پینے وغیرہ مین صرف کرے اور اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اُس سے ہمبستری نکرے اور اُسپر ایک مدت گزر جائے تو وہ زوجہ اُس سے نفقے کا مطالبہ نکریگی اور شوہر پر اُتنے دنون کا نفقہ واجب نہین ہوگا اگر اِس امر کے قائل ہون کہ تمکین زوجہ کا شوہر کو دینا اپنے سے فائدہ اُٹھانے پر نفقہ واجب کرتا ہے یا اُس وجوب کی یہ تمکین شرط ہے اِسلیے کہ معلوم نہین کہ زوجہ سے استمتاع کیوقت مین وہ شوہر کو تمکین دیتی یا نہین تمکین کی **فرع** اگر عورت کا شوہر غائب ہو اور اُسکی زوجہ حاکم شرع کے سامنے موجود ہو اور وہ کہے کہ مین نے شوہر کو اپنے سے منفعت حاصل کرنے کی تمکین یعنی اختیار دیا اور نفقہ مین مانگتی ہون تو اس عورت کو نفقہ دینا واجب نہوگا مگر جبکہ تمکین کی خبر شوہر کو پہونچ جائے یا اُسکا وکیل پہونچے اور زوجہ اپنے نفس کی تسلیم کرے اور اگر شوہر کو اطلاع تسلیم نفس کی زوجہ کی طرف سے کردیجائے اور وہ بے پروائی کرے اور وکیل نبھیجے تو شوہر تک کے پہونچنے بھر کی مدت کا نفقہ شوہر پر سے ساقط ہو جائیگا اور اِس مدت سے جو زیادہ عرصہ گزریگا اُسکا نفقہ شوہر سے بھر لیا جائیگا اور اگر شوہر کے حضور مین زوجہ ناشزہ یعنی نافرمان ہو جائے اور اِسکے بعد شوہر کی مطیع ہو جائے تو شوہر کو اس زوجہ کے مطیع ہو جانے کا علم حاصل ہونے تک اُسکا نفقہ شوہر پر واجب نہوگا اور اگر زوجہ مرتدہ ہو جائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے تو اُسکا نفقہ جاتا رہیگا اور اگر شوہر غائب ہو جائے اور وہ عورت ارتداد سے توبہ کرے تو توبہ کے وقت سے اُس زوجہ کا نفقہ شوہر کے ذمے عود کر آئیگا اِسلیے کہ ارتداد ہی نفقے کے جاتے رہنے کا باعث

تھا سو وہ جاتا رہا اور پہلا مسئلہ یہ حکم نہیں رکھتا ہے اسلیے کہ زوجہ نشوز کے سبب سے شوہر کے قبضے سے نکل گئی ہے اور نفقے کی مستحق نہو گی مگر پھر شوہر کے قبضے مین زوجہ کے آجانے کے بعد واجب ہوگا چوتھا مسئلہ جب کوئی عورت کہ باین طلاق کی مطلقہ ہو پیٹ ہونے کا دعویٰ کرے تو اُسے نفقہ روز کا روز دیا کرینگے اور اگر پیٹ نکلے تو اُسے کوئی تکلیف نہ دینگے اور اگر ظاہر ہو جائے کہ پیٹ نہین ہے تو اُس سے وہ نفقہ پھیر لین گے اور شوہر کسی باین طلاق کی زوجہ کو خواہ کسی جدائی کے سبب سے جدا ہوئی ہو نفقہ نہ دیگا مگر اُس بائن کو جو مطلقہ ہو اور حاملہ ہو اُسے نفقہ دیگا اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اُسکا نفقہ اُس بچے کے لیے ہے جو اُسکے پیٹ مین ہے شیخ علیہ الرحمہ کے قول پر متفرعہ مسئلہ جبکہ شوہر اپنی زوجہ سے شرعی طریقے سے ملاعنہ کرے تو وہ زوجہ اُس شوہر سے جدا ہو جائیگی اور اگر پیٹ سے بھی ہو گی تو بھی اُسکا نفقہ شوہر کے ذمے نہو گا کیونکہ لعان کے سبب سے وہ لڑکا شوہر سے منتفی ہو چکا ہے اور اسی طرح اگر زوجہ کو طلاق دے اور اسکے بعد کھلے کہ مطلقہ پیٹ سے ہے اور شوہر اُس پیٹ کا انکار کرے کہ اُس سے نہین ہے اور زوجہ کے ساتھ ملاعنہ کرے تو بھی نفقہ نہوگا اور اگر لعان کے بعد خود اپنی تکذیب کرے اور لڑکے کو اپنے سے ملحق کر لے تو اُسے نفقہ یعنی روٹی کپڑا وغیرہ دینا لازم ہے اسلیے کہ نفقہ دینا بچے کا حق ہے پانچوان مسئلہ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ غلام کی زوجہ کا نفقہ غلام کے سر سے متعلق ہوتا ہے اگر کوئی کسب ایسا رکھتا ہو کہ جس سے زوجہ کے لیے روٹی کپڑا پیدا کر سکے تو زوجہ کے نفقے کے واجب بھر کا ہر روز غلام مین کا حصہ بیچا جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے ذمے نفقے کا وجوب قرار پائیگا کہ جب وہ غلام آزاد ہو جائیگا تو ادا کر دیگا اور اگر کہا جائے کہ اُسکے مالک پر واجب ہوتا ہے اسلیے کہ عقد مالک ہی کی اجازت سے ہوا ہے تو بہتر ہے اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر غلام مکاتب ہو تو اُسے اپنے ایسے لڑکے کا نفقہ دینا کہ جو آزاد عورت سے پیدا ہوا ہو واجب نہین اور مشروط مکاتب غیر کا حکم رکھتا ہے اسلیے کہ پوری کتابت کے مال کے ادا کرنے تک وہ کسی چیز کا مالک نہین ہے اور اُس سے جو لڑکا کہ آزاد عورت سے پیدا ہوا ہے وہ آزاد ہونے مین اپنی ماں کا تابع ہے اور فقیر پر لڑکے کا نفقہ دینا واجب نہین ہے اور جو لڑکا مکاتب اپنی لونڈی سے جنوائیگا اُسکا اُسے نفقہ دینا لازم ہے اسلیے کہ اُسنے بھی مکاتب کا

حکم بہم ہونچایا ہے اور جیسا کہ مکاتب مالک کا مال ہے اسی طرح پر مشروط مکاتب کل مال پورے مال کتابت کے ادا کرنے سے پہلے مالک کے مال ہونے کا حکم رکھتا ہے اور یہ لڑکا بھی مکاتب کا مال ہے اور اُسکے مالک سے تعلق رکھتا ہے تو اُسے نفقہ دینا چاہیے جیسے کوئی جانور مالک کا مال اُسکے پاس ہو اسواسطے کہ اُسکا کھلانا پلانا مکاتب پر واجب ہے اور یہ مالک کے مال کو مالک کے مال سے نفقہ دینا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہین ہے اور اگر کچھ کتابت کے مال مین سے ادا کرنیکے سبب سے مطلق مکاتب ہونے کی صورت مین مکاتب غلام اُسیقدر آزاد ہو جائے تو اُس آزاد ہونیکے حصے بھر اُس لڑکے کا نفقہ اُس مکاتب سے متعلق ہوگا اسلیے کہ آزادی کے حصے بھر بیٹے فقیر کا حکم جاتا رہا ہے چھٹا مسئلہ جب حاملہ زوجہ کو کوئی رجعی طلاق دے اور مطلقہ دعوی کرے کہ وضع حمل کے بعد طلاق دی ہے یعنی ابھی زوجیت کے حکم مین ہے اور عدے سے نہین نکلی ہے اور شوہر انکار کرے اور کہے کہ وضع حمل سے پہلے طلاق دی تھی اور وضع حمل سے عدہ منقضی ہو گیا اور رجعیہ کے حکم سے نکل چکی ہے تو مطلقہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور شوہر پر اُس عورت سے جدا ہونے کا حکم کرینگے اسلیے کہ اُسنے خود عدے سے نکل جانے کا اقرار کیا ہے اور تین طہرون سے عدہ کے پورہ کرنے تک کا اُس سے زوجہ کا نفقہ بھر لین گے اور زوجہ کو اُسوقت کی زوجیت کے باقی رہنے کے استصحاب سے اور جدائی کے متحقق ہونے تک اور عدے کے گزر جانے تک نفقہ پہونچتا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر الکلام فرماتے ہین کہ اصل طلاق کا بعد واقع ہونا ہے اور عدے مین ہونا اصل ہے اور باقی رہنا اُسکے نفقے کا اصل ہے ساتوان مسئلہ جب زوجہ کے ذمے شوہر کا کچھ دین ہو تو شوہر کو زوجہ کے پاس مال ہونے پر کہ جس سے بسر کر سکے روز کا روز اُس کے نفقے مین سے اُس دین کا کاٹ لینا پہونچتا ہے اور اگر زوجہ پاس کچھ نہو تو شوہر کو دین کا کھانے پینے کے خرچ مین سے کاٹ لینا جائز نہین اسلیے کہ ضروری قوت سے زائد مین سے دین کی ادا واجب ہوتی ہے اور اگر عسرت کے ہونے پر بھی زوجہ کھانے پینے کے خرچ مین سے دین کے کاٹ دینے پر راضی ہو تو شوہر کو یہ نہ ماننا نہین پہونچتا ہے آٹھوان مسئلہ زوجہ کا نفقہ رشتہ دارون کے نفقے پر مقدم ہوتا ہے پس جو کہ شوہر کے کھانے پینے سے بڑھے اُس سے زوجہ کو اور رشتہ دارون کو نفقہ دینا چاہیے مگر جتنا کہ زوجہ کے واجب قوت سے زیادہ ہو اسلیے کہ زوجہ کا نفقہ زوجیت کی منفعت کا معاوضہ ہے

اگر نہ دیگا تو اُسکے ذمے قرار پائیگا۔ کلام رشتہ دارون کے نفقے مین ہے اور اُن لوگون مین نظر ہے کہ جنکا روٹی کپڑا دینا واجب ہے اور نفقہ دینے کی کیفیت مین اور اُسکے لواحق مین نظر ہے مان اور باپ اور اولاد کا روٹی کپڑا دینا فقہا کے اجماع سے واجب ہے اور دادا دادی اور نانا نانی کے نفقے کے واجب ہونے مین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ انکا بھی روٹی کپڑا دینا واجب ہے۔ اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر الکلام فرماتے ہین کہ مصنف کے تردد کا منشاء اصل برائت اور اصل عدم ہے اسلیے کہ والدین اور ابوین یعنی مان باپ کے اطلاق مین دادا دادی نانا نانی داخل نہین ہین اور اسلیے کہ علما کا اتفاق اُنکے انفاق پر ہے بلکہ مصنف یہان اور کتاب نافع مین کسی کے مناقشے کو نہین جانتے ہین اور اسکے ساتھ اشبہ اور اظہر وجوب ہے گو یہان لفظین والدین اور ابوین سے اُنکے اعلا کے ارادہ کرنے کا نہین ہے مگر علما کے اتفاق سے اور زکوٰۃ کی حدیث کی طرف اضافت کرنے سے ظاہر وجوب کا ظن ہے اور اُس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ دادا دادی زکوٰۃ نہ پائینگے اور عمودین کے یعنی دو عمودون کے سوا کہ وہ آبا اور اولاد ہین اور کسیکا قرابتدارون مین سے نفقہ واجب نہین ہے جیسے بھائی بہنین چچا ماموں وغیرہ ہین لیکن جس جس کا وارث ہوتا ہو اُسکو روٹی کپڑا دینا موکدہ سنت ہے اور روٹی کپڑا دینے کے واجب ہونے مین شرط ہے کہ جسکا نفقہ واجب ہے وہ محتاج ہو اور آیا اپنے قوت کے پیدا کرنے سے عاجز ہونا بھی شرط ہے اظہر شرط ہونا ہی ہے اسلیے کہ نفقہ حاجت کے دفع کرنے کے لیے ایک طرح کی مدد کا دینا ہے اور جو شخص کہ کمانے کی قدرت رکھتا ہے وہ غنی اور مالدار کا حکم رکھتا ہے اور نفقہ یعنی روٹی کپڑا دینے کے واجب ہونے مین خلقت یا حکم مین ناقص ہونا معتبر نہین ہے جیسے کم سنی اور جنون اور جذام وغیرہ ہے اسلیے کہ اگر خلقت مین بھی کامل ہوگا اور عاجز ہوگا تو بھی اُسکا نفقہ واجب ہوگا اور اسیطرح ان قرابت دارون کا نفقہ گو بدکار اور کافر ہون واجب ہوگا اور اگر یہ قرابت دار کسی کے مملوک ہونگے تو انکے نفقہ دینے کا وجوب ساقط ہو جائیگا اور انکا روٹی کپڑا انکے مالکون کے ذمے ہے اور نفقہ دینے والے مین نفقہ دینے کا مقدور رکھنا شرط ہے پھر اگر اُسے اپنی ضرورت بھر کا ہاتھ آئیگا تو اپنے ہی خرچ ضروری پر اکتفا کریگا اور اگر اپنے ضروری خرچ سے کچھ بڑھیگا تو اُسے اپنی بی بی کے نفقے مین خرچ کریگا اور اگر اُس سے کچھ بڑھیگا تو محتاج مان باپ اولاد کو دیگا اور شرعین نفقہ دینے کی

کوئی مقدار معین نہین ہے بلکہ کھانے پینے پہننے رہنے کے مکان سے اور سوتے جاگتے مین سردی سے محافظت کیلیے پوشش وغیرہ سے حاجت بھر کا دینا واجب ہے اور واجب النفقہ کا کسی عورت سے نکاح کروانا واجب نہین ہے اور باپ کا نفقہ یعنی روٹی کپڑا وغیرہ دینا واجب ہے اور باپ کی اولاد کا دینا واجب نہین اسلیے کہ یہ نفقہ دینے والے کے بھائی ہین یعنی انکا نفقہ باپ پر واجب ہے اور سوتیلی مان کے نفقے کے وجوب مین تردد ہے اور اپنی بیٹے کا نفقہ دینا اور اُسکی اولاد کا نفقہ دینا واجب ہے اسلیے کہ یہ بھی اُسی کی اولاد ہین اور جو کچھ کہ واجب نفقے مین سے انھین ندیا ہو اُسکی قضا یعنی اُسکا پھر سے دینا واجب نہین اسلیے کہ یہ حاجت اور اضطرار کے رفع کرنے کے لیے ایک طرحکی مدد دینا ہے نفقہ دینے والے کے ذمے پر باقی نہین رہتا ہے گو اُسے حاکم شرع نے بھی معین کردیا ہو اور اگر نفقہ دینے والا واجب النفقہ سے کہدے کہ قرض کرا اور اپنے خرچ مین لا تو نفقہ دینیوالے پر اُسکا ادا کرنا واجب ہے اور اسکے لواحق کئی مسئلون پر مشتمل ہین پہلا مسئلہ نفقہ لڑکے کا باپ پر واجب ہے اور اگر اُسکے باپ نہو یا ہو تو فقیر ہو تو باپ کے باپ یعنی دادے سے نفقے کا وجوب متعلق ہوگا گو بلند ہون یعنی باپ کا باپ کا باپ کا باپ وغیرہ ہو اسلیے کہ یہ بھی باپ ہین اور اگر انمین سے کوئی نہو تو لڑکیکی مان پر واجب ہے اور اگر وہ بھی نہو یا محتاج ہو تو مان کے باپ پر اور مان کی مان پر گو بلند ہون یعنی مان کے باپ کا باپ کا باپ وغیرہ اور مان کی مان کی مان وغیرہا ہو قرابت کی ترتیب سے واجب ہوگا یعنی زیادہ قریب اس وجوب مین مقدم ہوگا اور قرابت مین برابر ہونے کی صورت مین سب نفقہ دینے مین شریک ہین دوسرا مسئلہ جبکہ کسی شخص کے مان باپ دونون نفقہ دینے کے محتاج ہون اور اس شخص کے ضروری خرچ سے اسقدر بچتا ہو جو ایک شخص کو کافی ہو تو اُسمین مان باپ دونون برابر شریک ہین اور اسیطرح اگر اُس شخص کا ایک بیٹا ہو اور باپ ہو تو اُس بچت مین یہ بھی دونون شریک ہون گے اور اگر باپ اور دادا ہو یا مان اور نانی ہو تو جو اُس شخص کی ضرورتون سے بچیگا اور وہ دونون کو وفا نکرتا ہوگا تو وہ زیادہ قریب سے مخصوص ہے اور اُمین اُس سے بعید اُسکا شریک نہوگا تیسرا مسئلہ جب کسی شخص کے باپ اور دادا دونون مالدار ہون تو نفقہ اُسکا اُسکے باپ پر واجب ہے اور دادے پر واجب نہین ہے اور اگر اُس شخص کا بیٹا اور باپ دونون مالدار ہون تو اُسکا نفقہ اندونون پر واجب ہے چوتھا مسئلہ جب کوئی واجب نفقے کے ادا کرنے مین ٹال مٹول

کرے تو اُسکے ادا کرنیکے لیے اُسپر حاکم شرع جبر کریگا اور اگر جبر کرنے پر بھی نمانیگا تو حاکم شرع اُسے قید کریگا اور اگر اُسکا کوئی ظاہر مال ہوگا تو جتنا نفقے مین صرف کریگا اُتنا اُسمین سے لینا جائز ہے اور اگر کچھ اسباب یا زمین رکھتا ہوگا تو واجبی نفقے کے ادا کرنے کے لیے اُسے بیچڈالین گے اِسلیے کہ نفقہ بھی ایک واجب حق دین کی طرح پر ہے کلام مملوک کے نفقے مین ہے آدمی پر اپنے مملوک کا لونڈی غلام جانور سے نفقہ دینا واجب ہی مگر لونڈی غلام مین مالک کو اختیار ہے کہ اُنھین اپنے پاس سے روٹی کپڑا وغیرہ دے یا اُنکی کمائی مین سے دے اور اُنکے نفقے کی کوئی مقدار معین نہین ہے بلکہ کفایت بھر کی روٹی اور سالن یا دال وغیرہ اور کپڑا ایسا جو اُس شہر کے مالک کے مثل کے مملوک پہنا کرتے ہین دینا واجب ہی اور اگر مالک اُنھین نفقہ نہ دیگا تو اُسپر نفقہ دینے کے لیے یا بیچڈالنے کیلیے جبر کرینگے اور نفقہ دینے کے وجوب مین خالص بندہ اور مدبر بندہ اور ام ولد برابر ہین اور مالک کو اپنے مملوک سے اُسکے راضی ہونے پر مقاطعہ کرنا اِس طریق سے جائز ہے کہ اُسپر اُسکے کار کسب سے کچھ مقرر کرے اور جو کچھ وہ اُس سے زیادہ کما کر لائے تو اُسے اُسکے نفقے کے خرچ مین ڈالے پھر اگر اُسکے خرچ سے اُسمین سے کچھ بڑھے تو اُسے بھی نفقے کے حساب مین محسوب کرے اور اگر اُسکے خرچ کو کفایت نکرے تو مالک کو کمی کا دینا واجب ہی اور بندے سے اِتنے پر مقاطعہ کرنا کہ جسکے کمانے سے وہ قاصر ہو یا اسقدر مقاطعہ کرنا کہ جسکے ادا کرنے کے بعد اُسکے خرچ کو نہ بچے جائز نہین مگر یہ کہ مالک اُسے پورا کر دے اور مملوک جانوروں کا نفقہ مالک پر واجب ہی خواہ وہ جانور ماکول اللحم ہون یعنی اُنکا گوشت کھایا جاتا ہو اور حلال ہون یا نہون یعنی اُنکا گوشت نکھاتے ہون اور حرام ہون اور اُنکی احتیاج بھر کا اُنھین دینا واجب ہی اور اگر چرا گاہون مین چرنا اُنھین کافی ہوتا ہو تو گھر مین اُنھین دانہ چارہ دینا واجب نہین اور نہین تو واجب ہے کہ چارہ بھی دے اور اگر ندے تو اُسپر اُنکے بیچڈالنے یا حلال گوشت ہونے پر ذبح کرڈالنے کے لیے جبر کرینگے اور اگر اُس جانور کے بچہ ہوگا تو بچے بھر کا دودھ چھوڑ دینگے اور اگر اُسے بے دودھ کے جنگل مین چرنا یا گھر مین دانہ چارہ کفایت کرتا ہو تو سارا لے لین گے —

الحمد للہ والمنۃ کہ فقہ کی قسمون مین سے دوسری قسم کہ عقود مین ہے تمام ہوئی اور مفید خاص و عام ہوئی۔

خاتمۃ الطبع

گلستان گلستان ثنا مین اُس بہار آرا کو ہین کہ جسکے ابر کرم کی آبیاری سے باغ عالم کی نشو و نما ہوئی ہے اور گلشن گلشن درود اُس باغبان گلزار رسالت پر ہین کہ جسکے دریائے رحمت کی جوئباری سے گلزار ایجاد کی نخلبندی آشکارا ہوئی ہے اور اُنکی آل پر خاص اُنکے بھائی اور داماد پر کہ جنکی ذوالفقار کی آبداری سے دین کے غنچے کی شگفتگی ہویدا ہوئی ہے اور ہر جن اور انس کے مشام جان تک اُسکی خوشبو رسا ہوئی ہے اور بعد اسکے مخفی نرہے کہ عجب فیض مالک مطبع اودھ اخبار ہے یعنی عالیجناب معلی القاب منشی پراگ نراین صاحب دام اقبالہ بالخیر کا فیض بھی مانند ابر بہار ہے بلکہ علم و ہنر کی اشاعت مین اور اسکے شاداب رکھنے مین ثانی ابر دربار ہے ہر روز افادۂ انام جاری ہے گویا کہ ایک دریا ہے کہ ہر وقت عام جاری ہے کبھی یہ کتاب تالیف ہوتی ہے اور کبھی وہ کتاب تصنیف ہوتی ہے اور کبھی اِس کتاب ترجمہ ہوتا ہے اور اسکے مطالب کا ہر بیت غنچہ شگفتہ ہوتا ہے خاص اِسی سعید زمان مین اور جدید اوان مین گلدستۂ شریعت مصطفویہ اور حدیقۂ طریقت اثنا عشریہ کل گلزار جعفری یعنی جلد اول جامع الجعفری اُردو ترجمۂ جامع الرضوی فارسی ترجمۂ شرائع الاسلام ہزارون روپیون کے مصارف سے اِس مطبع نامی گرامی مین ماہ اگست ۱۸۹۸ء مطابق ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۶ھ مین چھپکر تمام ہوئی ہے مفید خاص و عام ہوئی ہے سب سے سب اہل وطن دلشاد ہوتے اسکے سب احکام اُنکو یاد ہون + عالم احکام ربانی رہین + حافظ اسرار قرآنی رہین + مگر قدر دانون سے امید ہے کہ قدردانی کو کام فرمائینگے اسکی خریداری مین اہتمام فرمائینگے اسلیے کہ یہ ابا لیان مطبع کی ہمت کا بڑھانا ہے اور اہلکارون کو شوق دلوانا ہے اور طالب علوم مین جان کا لانا ہے بلکہ امور دین کا رائج کرنا اور پھیلانا ہے اور اپنے واسطے ذخیرہ کرنا اور خزانہ جمع کروانا ہے۔

شرائع الاسلام

(کا اردو ترجمہ)

المعروف جامع الجعفری

حصہ دوم

علّامہ حلّی رحمتہ اللہ علیہ

پیشکش

الحاج مولانا محمد ایوب بشوی ایم اے

فہرست مضامین جامع الجعفری ترجمۂ جامع الرضوی جلد دوم

پہلا

Presented by www.ziaraat.com

جامع الجعفری ترجمہ
جامع الرضوی جلد دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد حق و نعتِ مصطفےٰ
ہے علی اور ہے رضا ذاتِ معین
چھوڑ رہے بیٹھا ہے جہان علم و ہنر
تجھ سے کب ہے بلکہ ہے توفیق ربّ
کار دین کو خلق پر آسان کیا
دامن ہر ریزہ چین کو بھر دیا
تیری یاور ہو گئی توفیق حق
قسم سوم پر ذرا کر تو نظر
ملتِ ناجی یہی بس ہے یہی
واقف اسرار قرآنی تو ہو
اُردو مترجم کہتا ہے یہ
خلق الورےٰ بجمالہ
صلّوا علیہ و آلہ
اہل دین قاتل کفار کی
والدھر مادح زکوٰتہ

ہے نوازن خامۂ شیرین نوا
اے مبارک اسم قدوسی لقب
چشمۂ دانش پہ سٹی ڈالکر
شکر حق کہ تجھ سے ہے تجدید دین
علم دین سے جہل کا درمان کیا
تجھ سے راہ شرع میں روشن ہے شمع
سابقون سے لیگیا گوئے سبق
ہو چکے ظاہر عبادات و عقود
کشتی نوح نبی بس ہے یہی
پیش حق بیعت تری مقبول ہو
بعد حمد خالق ارض و سما
شہد الحصی لکمالہ
پھر ثنا ہے عترت اطہار کی
جانشین احمد مختار کی
صلّوا جمیع عصاتہ

اے خدا جو میرزائے پاک دین
تیری خواہش اس بیا کی ہے سبب
تجھ سے یہ خواہش تو ہے جا عجب
کام دنیا میں کوئی ایسا نہیں
خوان آسمانی زمین پر دھر دیا
ہو گئے پروانہ سان طالب بھی جمع
ہو چکا دو قسموں سے تو بہرہ ور
قسم القاعات ہوئی ہے محو و
عالم احکام ربانی تو ہو
باعث انجلاع ہر ماحول ہو
بعد نعت خاص فخر انبیا
اسرائے حدیث وصالہ
اور خصوصًا حیدر کرار کی
اُردو الذکی لصلوٰتہ
صلّوا علےٰ درجاتہ

پھر ہمارا جناب شیرین سخن
جو ہرتی جوہر علم و ہنر
مجھسے اردو مین وہ لکھوا گئی لیا
خیر کی دونون جہانمین راہ دکھائے
شکر کرتا ہون بہت اللہ کا
تیسری شرح سی ہوتی ہی نمود
نوح کی کشتی ہی بس ملت یہی
اسکے سب احکام سب کو یاد ہون
انکی تبعیت خدا مقبول ہو

صورت طوطی ہی لون شکر شکن
ہی تو ہی عالی ہمم والا لقب
فیض سے جسکے جہان ہو فیضیاب
دوست خوش ہون رات دن شادی رہے
فقہ کی دو قسمین ختم اب کرچکا
مذہب ناجی کے کرتا ہون بیان
اسمین جو آیا نہ وہ ڈوبا کبھی
واقف احکام ربانی رہین
حاصل انکی حاجت و مامول ہو

ای جناب منشی والا گہر
تو ہی تو ہی اس ہدایت کا سبب
اجر خیر اسکا تجھے اللہ دے
دشمنون کے گھر مین بربادی رہے
ایک تھی قسم عبادت دوسری قسم عقود
سارے ایقاعات کو اب مین بیان
میرے سب اہل وطن دلشاد ہون
عالم اسرار قرانی رہین
تیسری قسم فقہ کے علم کی

ایقاعات مین ہی اور اسمین گیارہ کتابین ہین۔

کتاب الطلاق

یہ کتاب طلاق کے بیان مین ہی اور نظر طلاق کے رکنون مین اور قسمون مین اور لواحق مین ہی اور اسکے چار رکن ہین پہلا رکن طلاق دینے والے کے بیان مین ہے اور اوسمین معتبر چار شرطین ہین پہلی شرط بلوغ ہی بس دس برس سے کم کے لڑکے کی عبارت طلاق کے واقع کرنے مین علما کے اتفاق سے معتبر نہین اور دس برس کا لڑکا اگر عاقل ہو اور اپنی جورو کو طلاق شرع کے موافق دے تو اوسکے صحیح ہونے مین ایک روایت وارد ہوئی ہی اور وہ ضعیف ہی اور اگر نابالغ لڑکے کی جورو کو لڑکے کا ولی طلاق دے تو صحیح نہین اسلیئے کہ طلاق عورت کی ہمبستری کے مالک سے مختص ہی اور بلوغ حاصل ہونے کے بعد شرعی تصرفون سے ممانعت اوٹھ جانے کی غالبا امید ہی اور اگر لڑکا فساد عقل کی حالت مین بالغ ہو تو اوسکے ولی کو صرف دیوانہ کی صورت مین اوسکی عورت کو طلاق دینا جائز ہی اور بعضے فقہا نے جائز نہین رکھا ہی اور یہ بعید ہی دوسری شرط عقل ہی بس دیوانہ اور مست اور مدہوش

کی طلاق کہ جسکی عقل بیہوشی سے یا نیند لانیوالی دوا دن سے جاتی رہی ہو صحیح نہین اسلیے کہ ایسے لوگ کسی چیز کا قصد نہین کر سکتے ہین اور جو شخص بیہوش ہو گیا ہو اوسکے ولی کو اُسکی طرف سے طلاق دینا جائز نہین اسلیے کہ اوسکے عذر کے زائل ہو جانے کی غالبًا امید ہوا کرتی ہی بس وہ سوتے کا حکم رکھتا ہی اور دیوانہ کی طرف سے اوسکا ولی طلاق دیتا ہی اور اگر اوس دیوانہ کا کوئی ولی نہو تو اسکی طرف سے حاکم شرع یعنے امام علیہ السلام طلاق دیتے ہین یا جو کہ امام علیہ السلام کی طرف سے اس کام کے لیے منصوب ہو تیسری شرط اختیار ہی پھر جس سے زبردستی سے طلاق لین اوسکی طلاق صحیح نہین اور اکراہ یعنے جبر اور زبردستی تین ہی چیزون سے پائی جاتی ہی ایک یہ کہ جبر کرنیوالا جس سے ڈراتا ہی اُس امر پر قدرت رکھتا ہو اور گمان غالب ہو کہ وہ اوس امر کو کر دکھائیگا اگر یہ شخص نمانیگا دوسری چیز یہ ہی کہ وہ ڈرانے والی چیز اس شخص کو اسکی ذات مین یا حکم ذات مین جیسے باپ بیٹے مین مضر ہو خواہ وہ ضرر مار ڈالنے کا ہو یا زخم لگانے کا ہو یا گالی دینے کا ہو یا مار پیٹ کا ہو اہانت کی برداشت مین لوگون کے مرتبونکے تفاوت کے موافق ہو یعنے جس مرتبہ کا یہ شخص ہی اوس مرتبہ کے موافق وہ ضرر ہی اور تھوڑے ضرر کے اوٹھا لینے مین اکراہ یعنے جبر اور زبردستی نہین پائی جاے گی مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ مال کا لے لینا بھی انھین ضررون مین مندرج ہی گو وہ تھوڑا سا بھی ہو چوتھی شرط قصد ہی اور یہ طلاق کی صحت کی شرط ہی اور یہ بھی شرط ہی کہ طلاق کا صیغہ زبان سے کہے یعنے ایسے لفظ کہے کہ جس سے طلاق پر صریح دلالت ہو پھر طلاق کا قصد نکرے تو واقع نہین ہوتی ہی جیسے کوئی بھولکر یا سوتے مین یا غلطی سے طلاق کا صیغہ بول اُٹھے اور اگر کوئی شخص جورو رکھنے کو بھول جائے اور کہ بیٹھے کہ میری جورو مین یا جورو طالق ہے اور پھر اوسے یاد آجاے کہ میری جورو تو ہی تو اسکے سبب سے طلاق واقع نہوگی اور اگر کوئی طلاق واقع کرے اور پھر کہدے کہ مین نے طلاق کا قصد نہ کیا تھا تو اوسکے اِس کہنے کو ظاہر کے موافق قبول کر لین گے اور اُسے اُسکی نیت پر جو باطن مین تھی چھوڑ دینگے

گواس قصد ہونیکا بیان بعد ایک زمانے کے کرے مگر جب تک کہ اُسکی عورت عدہ کے باہر ہوچکی ہو اسلیے کہ یہ اپنی بنت کی خبر دیتا ہی اور کسی شخص کا غائب شخص کی طرف سے طلاق مین وکیل ہونا اجماع سے اور موجود شخص کی طرف سے وکیل ہونا صحیح مذہب پر جائز ہی اور اگر اپنی عورت کو اُسکے مطلقہ کرنے مین اپنا وکیل کرے تو شیخ فرماتے ہین کہ صحیح نہین اور موجہ یہی ہی کہ جائز ہے **مترجم** کہتے ہین کہ شیخ علیہ الرحمہ عورت کی اپنی طلاق مین وکالت کے عدم جواز کے جو قائل ہین اُسکا سبب یہ ہی کہ اس صورت مین ایجاب کرنیوالے اور قبول کرنیوالے کا اتحاد[1] لازم آتا ہی اور یہ بھی کہا ہی کہ طلاق کی حدیث الطلاق بید من اخذ بالساق سے مطلق توکیل کرنا جائز نہونا مستفاد ہوتا ہی اور اس حدیث سے صحیح مذہب پر غائب کی طرف سے وکیل کا طلاق دینا اور حاضر کی طرف سے بھی وکیل کا طلاق دینا خارجی دلیل سے مستثنے ہوتا ہی اور شوہر کی وکالت سے عورت کو اپنے نفس کو طلاق دینا عدم جواز پر باقی رہتا ہی اور ان دلیلون کا ضعف مخفی نہین اسلیے کہ ایجاب اور قبول کرنے والے مین اعتباری تغایر کافی ہی اور جس دلیل سے وکیل کرنا غائب کی طلاق مین مستثنے ہوتا ہی اُسی دلیل سے زوجہ کا اپنے طلاق مین شوہر کی طرف سے وکیل ہونا مستثنے ہوتا ہے اور یہی ظاہر ہی اپنی طلاق مین عورت کے وکیل ہونیکے جواز کی **فرع** اگر شوہر اپنی عورت سے کہے کہ میری وکالت سے اپنے کو تین طلاقین دے اور وہ عورت ایک ہی طلاق دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ ایک طلاق باطل ہوجائیگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایک طلاق واقع ہوجائے گی اور یہی اشبہ ہی اور اسیطرح اگر مرد اپنی عورت سے کہے کہ میری وکالت سے تو اپنے کو ایک طلاق دی اور وہ تین طلاقین دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ باطل ہی اور بعضے کہتے ہین کہ ایک طلاق واقع ہوجائیگی اور یہی اشبہ ہی دوسرا رکن مطلقہ کے بیان مین ہی اور اُسکی پانچ شرطین ہین پہلی شرط یہ ہی کہ زوجہ ہو پھر اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو مطلقہ کرے تو یہ معتبر نہین اور کوئی حکم شرعی اس طلاق کے لیے نہین ہی اور یہی حکم ہی اگر کوئی کسی غیر کی جورو کو طلاق دے ہر چند بعد اسکے اُس سے نکاح بھی کرلے اور یہی حکم ہی اگر

[1] طلاق مین قبول اور ایجاب ... لازم آتا ہے ۱۲ منہ

طلاق کو تزویج پر معلق کرے اور کہے اگر مین تجھسے نکاح کردن تو تو طالق ہی اور اُسکے بعد اُس سے نکاح کرے تو وہ عورت اُس اگلی طلاق کے سبب سے مطلقہ نہوگی خواہ خاص اُسی عورت کی طلاق کو پہلے سے تزویج پر معلق کیا ہو جسطرح پر کہ بیان ہوا یا عام طور پر معلق کیا ہو اور کہا ہو کہ جس عورت سے مین نکاح کرونگا وہ طالق ہی دوسری شرط یہ ہی کہ عقد دائمی ہو پس طلاق اوس لونڈی پر نہ واقع ہوگی جسے اُسکے مالک نے کسی پر حلال کردیا ہو اور اُستحلال کے طریق سے وہ اُسکی زوجہ ہوئی ہو یا متعہ کے نکاح سے اُسکے عقد مین ہو گو حرہ یعنی آزاد عورت ہو تیسری شرط یہ ہی کہ عورت حیض اور نفاس سے پاک ہو اور یہ شرط معتبر ہی بجز حاملہ مدخولہ عورت مین جسکا شوہر وہین موجود ہو اور اس مدت کا غائب نہو کہ جس مین معلوم ہو جاتا ہو کہ ہمبستری کے طہر سے نکلکر دوسرے طہر مین پہونچ گئی ہی پھر اگر طلاق دے اپنی جورو کو اس حال مین کہ ایک ہی شہر مین ہو یا غائب ہو تو اتنی مدت نگذری ہو کہ جسمین ہمبستری کی طہر سے نکلکر دوسرے طہر مین جاسکے اور طلاق کے وقت وہ عورت خون حیض یا نفاس رکھتی ہو تو یہ طلاق صحیح نہین خواہ اسوقت مین اُسکے حائض ہونے کو جانتا ہو خواہ نجانتا ہو اور اگر غائب ہو اور اسقدر زمانہ اُسکی غیبت پر گزرچکا کہ معلوم ہو جائے کہ اُسمین ہمبستری کی طہر سے نکلکر دوسرے طہر مین جاچکی ہی اور پھر طلاق دے تو صحیح ہی گو طلاق کے وقت حائض ہو اور اگر عورت ہمبستری کی طہر سے نکلکر دوسری طہر تک پہونچ گئی ہو کہ اُسمین ہمبستر نہوا ہو اور اُسے طلاق دے تو صحیح ہی گو حیض کے حال مین اتفاق سے طلاق کا عمل واقع ہوا ہو اور اگر عورت کے پاس سے باہر اس طہر کے زمانے مین جائے کہ جسمین اس سے ہمبستر نہوا ہو تو اُسے جب چاہے طلاق دے جائز ہی اور اسیطرح پر غیر مدخولہ عورت کو حیض کے زمانے مین بھی طلاق دینا جائز ہی اور بعضے فقہا نے معین کردیا ہی کہ زوجہ کے پاس سے شوہر غائب کی مدت طلاق کے جواز مین ایک مہینا ہی اور ایک مہینے کے بعد اُسے طلاق دے سکتا ہی ایک روایت کے مقتضی کے موافق کہ جو اُس بات مین وارد ہوئی ہی اور اس روایت کے مقوی اکثر عورتون کی احوال ہین اور بعضے فقہا نے تین مہینے کہے ہین اُس روایت کے موافق جسے جمیل نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی کیا ہی اور دونون روایتون کا محصل وہی ہی جو ذکر کیا گیا ہی

یعنے ہمبستری کی طہر سے نکلکر دوسرے طہر مین پہنچنے کا معلوم ہوجاتا ہو اور یہ مطلقہ عورت کی عادت کے جاننے پر موقوف ہو اور عورتون کی حالتین مختلف ہوتی ہین بعضی عورتون کو ہر مہینے مین حیض کا خون آتا ہو اور بعضی عورتون کو کم زیادہ مین آتا ہو جیسا کہ تین مہینے سے زیادہ مین بھی آتا ہو اور بعضی عورتون مین حیض کی عادت پائی جاتی ہو پس اُس عورت کی عادت کے موافق عمل کرنا چاہیے اور روایتون کے اختلافون کا منشا عادتون کا اختلاف ہو گو مذکور مدت سے زیادہ گذرے اور اگر شوہر ایک ہی شہر مین ہو اور پاس اُس عورت کے نہ پہنچا ہو کہ اُسکے حیض اور طہر کا حال معلوم کرے تو ایسی صورت مین پھر شوہر غائب کا حکم رکھتا ہو اور غائب کا حکم بیان ہوچکا چوتھی شرط یہ ہو کہ اس عورت کا استبرا ہو گیا ہو یعنے شوہر نے حاملہ ہونے نہونے کو معلوم کرلیا ہو پس اگر ہمبستری کے طہر مین جورو کو طلاق دے تو صحیح نہین اور سن حیض سے گزری ہوئی یائسہ عورت کی طلاق مین استبرا ساقط ہو اور صغیرہ سن حیض کو نہ پہنچی عورت کی طلاق مین استبرا ساقط ہو اور حاملہ عورت کی طلاق مین اور اُس عورت کی طلاق مین جو سن حیض کو تو پہنچی ہو مگر حیض نہین آیا ہو استبرا ساقط ہو مگر اس شرط سے کہ اُس پر تین مہینے ہمبستری پر گزرے ہون کہ ایسی ہمبستر ہوا ہو پھر اگر اسطرح کی عورت کو تین مہینے سے گذر جانے سے پہلے طلاق دی ہو تو طلاق واقع نہوگی پانچوین شرط یہ ہو کہ مطلقہ کو معین کرے اس طریق کہ فلانی عورت طالق ہو یا اسطرح پر اشارہ کرے کہ وہ زوجہ ایسی معین ہوجاے کہ دوسری زوجہ کا احتمال باقی نرہے پھر اگر اوسکے ایک ہی عورت ہو اور کہے فلانی میری زوجہ طالق ہو تو صحیح ہو اسلیے کہ دوسری کا احتمال نہین رکھتی ہے اور اگر اسکے کئی جوروئین ہون اور کہے کہ میری زوجہ طالق ہو پھر اگر معین جورو کا قصد کرے تو صحیح ہو طلاق اور جسکو اُن مین سے بتائیگا کہ وہی اُسکو مقصود ہوئی تھی تو اسکی تفسیر کو قبول کرلین گے اور اگر معین زوجہ کا قصد نکرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ طلاق باطل ہو اسلیے کہ مطلقہ معین نہین ہو اور بعضے کہتے ہین کہ طلاق صحیح ہو اور قرعہ سے معین ہوجاتی ہو اور یہی اشبہ ہو اور اگر کہے کہ یہ زوجہ طالق ہو یا وہ زوجہ طالق ہو تو شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ معین کردے جسے چاہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ معین نہونے کے سبب سے طلاق باطل ہو اور اگر کہے کہ یہ طالق ہو یا وہ اور یہ

تو تیسری جورو مطلقہ ہو جاے گی اور پہلے دو عورتون مین مختار ہے جسے چاہے
معین کردے اور اگر شوہر معین کرنے سے پہلے مرجائے تو قرعہ سے مطلقہ کا استخراج
کرلین گے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس صورت مین پہلی زوجہ مین اور دوسری زوجہ مین
انھین دونون مین تردید محتمل ہی بس شوہر کو پہونچتا ہی کہ خواہ اُس پہلی عورت کو یا اُن
دونون عورتون کو ساتھ ہی معین کرے اور ان سب صورتون مین مطلقہ کے معین ہونیکی
اشکال ہی اور اگر غیر شخص کی عورت کو اور اپنے عورتون کو دیکھے اور کہے کہ تم دونون
مین سے ایک طلاق ہی اور اسکے بعد کہے کہ مین نے غیر کی عورت کا قصد کیا تھا تو قبول
کرلین گے اور اگر ہمسایہ کی عورت کا نام اور اُسکی عورت کا ایک ہی نام جیسے سعدی اور
کہے کہ سعدی طلاق ہی اور اسکے بعد کہے کہ مین نے ہمسایہ کی عورت کا قصد کیا تھا تو یہ کہنا
مقبول ہوگا اسلیے کہ نام کی وضع ایک خاص ذات کے لیے ہوتی ہی اور لفظی اشتراک مین
قرینہ مقصود کے تعین کا افادہ کرتا ہی اور بیان طلاق کا مواجہ اُسکی زوجہ کی طرف پھرنیکا
قرینہ ہی اور پہلے مسئلہ مین دونون مین سے ایک کہنے مین معنوی اشتراک ہوتا ہی اور
اسمین دونون کی صلاحیت ہی اور کوئی ایک ان دو معنون مین سے معین نہین ہوتا ہی
اور کہنے والے کی تفسیر پر تعین موقوف رہتا ہی اور اس فرق مین نظر ہی اسلیے کہ جیسا اشتراک
لفظی مین مقصود کا مرجح قرینہ ہوا کرتا ہی اسیطرح پر اشتراک معنوی مین بھی قرینہ مرجح ہوتا
ہی پھر اگر قرینہ کو کوئی تاثیر ہوتی ہی تو دونون عبارتون مین ہوگی اور نہین تو کسی مین بھی
نہوگی اور ایک عبارت مین قرینہ کی تاثیر کا قائل ہونا اور دوسری مین قائل نہونا تحکم
ہی اور اگر غیر عورت کو اپنی جورو گمان کرکے کہے کہ تو طلاق ہی تو اُسکی زوجہ مطلقہ نہوگی اسلیے
کہ اس طلاق مین جس سے بات کرتا ہی اُسکا قصد کیا ہی اور اگر اُسکے دو عورتین ہون کہ ایک کا
نام زینب اور دوسری کا نام عمرہ ہو اور کہے کہ اے زینب اور عمرہ بول اُٹھے لبیک یعنے
حاضر ہون مین پھر کہے کہ تو طلاق ہی تو وہی جورو مطلقہ ہوگی کہ جسکی طلاق کا قصد کیا ہی اور
اگر اس طلاق مین قصد اُسی جواب دینے والی عورت کا اس گمان سے کرے کہ زینب ہی
تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ زینب مطلقہ ہوجائیگی اور اس قول مین اشکال ہی اسلیے کہ طلاق کو

جواب دینے والی عورت سے کہ عمرہ ہی زینب کے گمان سے متوجہ کیا ہی تو جواب دینے والی مطلقہ نہو گی اسلیے کہ اسکا قصد نہین کیا ہی اور زینب بھی مطلقہ نہو گی کیونکہ دوسری سے خطاب کیا ہی اور یہی مختار مصنف علیہ الرحمہ کا ہی تیسرا رکن طلاق کے صیغے کے بیان مین ہی اور اصل یہ ہی کہ نکاح ایک عقد ہی کہ بندون کی محافظت کے لیے شرع سے مستفاد ہوا ہی اور بے اذن شارع فسخ کو قبول نہین کرتا ہی اور جو صیغہ کہ شارع علیہ السلام نے نکاح کی قید کے دور کرنیکو فرمایا ہی وہ اَنْتِ طَالِقٌ ہی یا فُلَانَۃٌ طَالِقٌ ہی یعنے تو طالق ہی اور مثل انکے وہ لفظ ہین جو مطلقہ کے تعین پر دلالت کرتے ہین پھر اگر کوئی کہے کہ انت الطلاق یا انت طلاق یعنے تو ہی طلاق ہی تو اس کہنے سے کچھ نہو گا اسلیے کہ طلاق کا لفظ مصدر ہی اور مطلقہ عورت پر محمول نہین ہوتا مگر مجاز کے طریق سے جیسے زید عدل ہین ہی یعنے جیسے زید کو شدت عدالت سے مجازاً عدل کہدین اور مجاز یہ الفاظ طلاق کے وقوع کا افادہ نہین کرتے ہین گو ان لفظون سے طلاق کا قصد بھی کرے اور اسیطرح پر طلاق واقع نہو گی اگر یہ کہے کہ تو مطلقہ ہی اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ اقوی یہی ہی کہ اس سے بھی طلاق واقع ہو جائیگی جبکہ طلاق کا قصد کر لیگا اور یہ کلام انشا کی مشابہت سے بعید ہی اسلیے کہ اسم فاعل کبھی انشا کے واسطے آتا ہی برخلاف اسم مفعول کے کہ وہ کبھی انشا کے لیے نہین آتا ہی اور اگر کسی سے کوئی پوچھے کہ تونے فلان عورت کو طلاق دی ہی اور جواب مین کہے کہ ہان تو شیخ فرماتے ہین کہ اس کہنے سے طلاق واقع نہو گی اور اسمین اشکال ہی اور اس اشکال کا منشا یہ ہی کہ فقہا نے کہا ہی کہ اگر کوئی کسی سے پوچھے کہ تو نے اپنی جورو کو طلاق دی اور وہ کہے کہ ہان تو طلاق واقع ہو جائیگی مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ ان دونون مین کسی سے اگر طلاق کی انشا کا قصد کرے تو طلاق واقع نہو گی اسلیے کہ نعم یعنے ہان انشا کے صیغون مین سے نہین ہی لیکن طلاق کے واقع ہونے سے مواخذہ کیا جائیگا طلاق کے واقع ہونیکے اقرار سے خواہ عند اللہ طلاق واقع ہوئی ہو یا واقع نہوئی ہو اور عند اللہ اسوقت مین طلاق واقع ہوتی ہی کہ انشا کے قصد سے دو عادل گواہون کے سامنے طلاق کا صیغہ کہے اور رجو کہ ان دونون مسئلون مین نعم کے لفظ یعنے ہان سے طلاق کے واقع ہونیکا قائل ہوا ہی وہ

حجت ایک روایت سے لاتا ہی کہ فقہانے جسکی سند کے ضعف کا حکم کیا ہی اور کنایہ سے طلاق واقع نہین ہوتی ہی اور کنایہ یہان وہ لفظ ہی کہ جو طلاق کے معنو نکا اور طلاق کے سوا اور معنون کا بھی احتمال رکھے اور اسیطرح پر مقدور رکھکر طلاق بے عربی لفظ کے واقع نہین ہوتی ہی اور اشارے سے بھی طلاق واقع نہین ہوتی ہی مگر جبکہ بات کرنے سے عاجز ہو اور گونگے کی طلاق طلاق کے معنی سمجھانے والے اشارے سے واقع ہو جاتی ہی اور روایت مین وارد ہوا ہی کہ گونگا اپنی جورو کے سر پر چادر اوڑھادے کہ جس سے اُس عورت کا منھ اور سر ڈھنک جائے بس یہی اُسکی طلاق ہی اور یہ روایت شاذ ہی اور صیغۂ طلاق کے لکھنے سے اُس زوجہ پر کہ جسکے پاس شوہر موجود ہی اور تلفظ پر قادر ہی طلاق واقع نہین ہوتی ہی اور اگر بولنے پر قادر نہو اور صیغۂ طلاق کو طلاق کے وقوع کے ارادے سے لکھدے تو طلاق صحیح ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر شوہر غائب ہو موجود نہو اور اُس کے لیے طلاق کا صیغہ لکھ بھیجے تو اُسی سے طلاق واقع ہو جائیگی اور یہ قول معتمد نہین ہی اور اگر کوئی شخص اپنی زوجہ سے کہے کہ انت خلیّۃ او بریّۃ یعنے تو فارغ ہی اور چھوٹی ہوئی ہی یا کہے کہ حبلک علی غاربک یعنی تیری رسّی تیرے کندھے پر ہی اور یہ عبارت اس بات سے کنایہ ہی کہ جہان چاہے تو چلی جا یا کہے کہ اپنے گھر والون سے جا مل یا کہے کہ مجھسے جدا ہی تو یا کہے کہ مجھپر حرام ہی تو یا کہے تو میری غیر ہی یا تو مجھ سے منقطع ہی تو یہ سب عبارتین کچھ نہین خواہ اُنسے طلاق کا قصد بھی کرے یا نکرے اور اگر کوئی شخص اپنی جورو سے کہے کہ عدہ مین بیٹھ اور اس لفظ سے طلاق کے واقع کرنے کا قصد کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہی اور اسمعین جعفی اور محمد بن مسلم کی روایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہی اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ اس سے طلاق واقع نہین ہوتی ہی اور یہی اشبہ ہی اور اگر شوہر اپنی زوجہ کو اپنے اختیار کرنے مین اور چھوڑ دینے مین اختیار دے اور اسی عبارت سے طلاق کا قصد کرے پھر اگر وہ عورت اُسی کو اختیار کرے یا چپ رہے گو لحظہ ہی بھر ہو بس جدائی واقع نہوگی اور اگر اُسی وقت مفارقت اختیار کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ مفارقت واقع ہو جائیگی اور یہ بائن طلاق ہوگی کہ

شوہر عدہ مین اُسکی طرف رجوع نکر سکے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ رجعی طلاق واقع ہوجائیگی
کہ عدہ گزرنیکے پہلے پھر رجوع اس زوجہ کیطرف بے تجدید نکاح کے کرسکتا ہی اور تیسرا مذہب
یہ ہی کہ ہرگز اس صورت سے کوئی طلاق واقع نہین ہوسکتی ہی اور یہی قول پر بہت سے فقہا
ہین اور اگر کوئی شخص شوہر سے پوچھے کہ آیا تونے فلان عورت کو طلاق دی ہی اور اگر وہ
کہے کہ نعم یعنے ہان تو طلاق اکثر فقہا کے قول پر واقع ہوجائیگی جیساکہ مذکور ہوا اور اگر کہے
کوئی کہ آیا تونے مفارقت کی یا کہے کہ آیا تو نے چھوڑ دیا اور شوہر کہے کہ ہان تو یہ کچھ
نہین اور صیغۂ طلاقین شرط ہی کہ شرط اور صفت سے خالی ہو موافق اپنے مشہور قول کے ہی
کہ جسکی مخالف پر ہم مطلع نہین ہین اور فرق صفت اور شرط مین یہ ہی کہ شرط واقع ہونے
اور واقع نہونے دونون کی محتمل ہوتی ہی جیسے کہے ان ضرب زید عمراً فانت طالق یعنے
اگر زید عمرو کو ماریگا تو تو طالق ہی اور صفت کا وقوع متعین ہوا کرتا ہی جیسے کوئی کہے اذا جاء
یوم الجمعۃ فانت طالق یعنے جب جمعہ کا دن آئیگا تو تو طالق ہی کیونکہ جمعہ کے دن کا آنا البتہ
وقوع مین متحقق ہی اور اگر شوہر عورت کی طلاق کی تفسیر دو طلاقون سے یا تین طلاقون سے
کرے جیسے اس طریق سے کہے انت طالق طلقتین یا ثلث طلقات بعضے فقہا کہتے ہین
کہ طلاق باطل ہوجائے گی اسلیے کہ دو طلاقین ایک مرتبہ واقع نہین ہوتی ہین اور
بعضے فقہا کہتے ہین کہ صیغہ انت طالق سے ایک طلاق واقع ہوگی اور طلقتین اور
ثلث طلقات سے تفسیر یعنے دو طلاقون اور تین طلاقون کی تفسیر لغو ہوجائے گی
اور یہی روایت اون دو روایتون مین جو اس باب مین وارد ہوئی ہین مشہور
زیادہ ہی اور اگر طلاق دینے والا مخالف مذہب ہو اور ایک عبارت سے تین
طلاقون کے واقع ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو اُن نصون سے جو ائمہ علیہم السلام
سے وارد ہوئی ہین انکے مقتضے کے موافق ایک ہی عبارت سے تین طلاقین اُسپر
لازم ہوجاینگی اور اگر کہے کہ انت طالق للسّنۃ یعنے تو مطلقہ ہی ایسی طلاق سے جو شرع
شریف مین صحیح ہی تو یہ طلاق صحیح ہی اُس صورت مین جب عورت ہمبستری کے سوا کے طہر مین
ہوگی کیونکہ طلاق کی صحت کی شرط یہی ہی اور اسیطرح اگر کہے کہ انت طالق للبدعۃ یعنے

تو طلاق فاسد سے مطلقہ ہی تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی اسلیے کہ بدعت کی طلاق
مین لفظ طلاق ہی اور ضمیمہ بدعت کا لغو ہو جائیگا اور اگر کہو ن مین کہ طلاق واقع نہوگی
تو بہتر ہوگا اسلیے کہ بدعت کی طلاق فاسد ہی ایسی مین واقع نہین ہوتی ہی اور طلاق سنت کہ صحیح ہی
وہ طلاق دینے والے کی مقصود نہین ہی تفریع اگر کہے کہ انت طالق فی ہذہ الساعۃ
ان کان الطلاق یقع بک یعنے تو اسی ساعت مین مطلقہ ہی اگر طلاق تجھپر واقع ہو کے شیخ
علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ یہ طلاق واقع نہوگی اسلیے کہ طلاق کو شرط پر معلق کیا ہی اور
یہ کلام شیخ کا اس صورت مین حق ہی کہ طلاق دینے والے کو عورت کا حال معلوم نہو کہ
حیض اور نفاس سے خالی ہی یا نہین اور طلاق کے صحیح ہونیکی شرطون سے متصف
ہی یا نہین اور اگر عورت کے حال کو جانتا ہو کہ طلاق کی شرطون کی جامع ہی پھر تو
شرط نہوگی بلکہ صفت کے مشابہ ہوگی گو شرط کے لفظ سے ہی اس طریق سے کہ گویا
اُسنے کہا ہی تو اس وقت مین مطلقہ ہی کہ طلاق کی شرطون کی تو جامع ہی بس اس کا شرط
ہونا معین نہین اور سزاوار ہی کہ صحت کے قائل ہون اور مخفی نرہے کہ پہلے جو شرط
کیا ہی کہ متعلق صفت سے نہو اس سے مراد اُسکے سوا کی صفت ہی کہ جسنے اس مقام پر کہا ہی
کہ صفت کے مشابہ ہی اسلیے کہ پہلے جس صفت کی نفی ہوئی ہی وہ ایک ایسا امر ہی کہ طلاق کے
وقت متحقق نہین ہوتا ہی اور اُسکا تحقق عادت سے متیقن ہوتا ہی جیسے سورج کا نکلنا
اور جمعہ کے دن کا آنا ہی کہ طلاق کے وقت مین متحقق نہو اور اسپر طلاق کو معلق کرے اور یہان
مشابہ صفت سے وہ صفت مراد ہی کہ جسکا وقوع طلاق کے وقت ہو اور طلاق دینے والا اسکے
وقوع محقق کو جانتا ہو اور ایسا وصف طلاق کے وقوع کا مانع نہین اور اگر کہے کہ انت طالق اعدل طلاق
یا اکمل طلاق یعنے تو مطلقہ ہی سب طلاقون سے بڑھکر درست یا کامل طلاق سے یا بدتر طلاق
سے تو یہ طلاق صحیح ہی اور ضمیمہ کوئی ضرر نہین پہونچاتا ہی یعنی جس صورت مین کہ بدتر سے فاسد طلاق
مراد نہو اور اگر کہے انت طالق ملأ مکۃ او الدنیا یعنے تو مطلقہ ایسی طلاقون سے کہ مکہ کو یا دنیا کو
بھردے تو بھی حکم ہی یعنے صحیح ہی اور ضمیمہ مضر نہین اور اگر کہے کہ انت طالق لرضی زید یعنی تو مطلقہ
ہوئی ہی فلان شخص کی رضامندی کے لیے پھر اگر شرط ان معنون کی اس طور پر قصد کریگا کہ اگر

زید راضی ہو تو اس صورت مین طلاق باطل ہی اور اگر ظاہر کرنا مقصود ہو تو طلاق باطل نہین اور یہی حکم ہی اگر کہے ان دخلت الدار فانت طالق ان کے ہمزہ کے زیر سے یعنے تو اگر گھر مین داخل ہوگی تو مطلقہ ہوجائیگی تو یہ طلاق باطل ہوگی اسلیے کہ شرط پر معلق کیا ہی اور اگر ان زبر سے کہے تو طلاق صحیح ہی اسلیے کہ تعلیل کے معنی ہونگے یعنے لان دخلت الدار مراد ہوگا اور یہ اُس صورتین ہی کہ زیر والے اور زبر والے کے فرق کا عالم بھی ہو اور اُس کہے ہوے لفظ سے معنون کا قصد بھی رکھتا ہو اور اگر یہ کہے کہ مین تیرا مطلقہ ہون تو صحیح نہین اسلیے کہ شوہر زوجہ کے طلاق کا محل نہین ہوتا ہی اور اگر یہ کہے کہ آدھی طلاق کی یا چوتھائی طلاق کی یا طلاق کے چھٹے حصہ کی مطلقہ ہی تو طلاق واقع نہوگی اسلیے کہ طلاق کا قصد نہین کیا ہی اور اگر انت طالق کہے اور پھر کہے کہ انت طاہر مین کہا چاہتا تھا تو طلاق کے واقع نکرینگے ہم مین اسکے اس قول کو ظاہر شرع کے موافق قبول کرلین گے اور طلاق کے واقع ہونے کا حکم نکرینگے اور اُسے اُسکی باطن کی نیت پر چھوڑ دینگے کہ وہ جانے اور اُسکا خدا جانے اور اگر کہے کہ ترا ہاتھ طالق ہی یا ترا پاؤن طالق ہی تو طلاق واقع نہوگی اور یوہین اگر کہے ترا سر یا سینہ یا منھ طالق ہی تو طلاق واقع نہوگی اور اگر کہے کہ تیری تہائی یا ادھا یا دو تہائی طالق ہی تو بھی طلاق واقع نہوگی اور اگر کہے کہ تم ایک طلاق سے پہلے یا بعد یا ایک طلاق پر یا ایک طلاق کے ساتھ طلاق ہی تو ایسین کسی سے طلاق واقع نہوگی خواہ وہ عورت مدخولہ ہو یا نہو اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین اگر کہا جاے کہ ایک طلاق واقع ہوجائیگی اگر کہے انت طالق مع طلقہ او بعدہا او علیہا یعنے تو مطلقہ ہی ایک طلاق کے ساتھ یا ایک طلاق کے بعد یا ایک طلاق پر تو بہتر ہوگا اور اگر کہے کہ تو طالق ہی اُس طلاق سے کہ پہلے اُس سے ایک یا بعد اسکے ایک طلاق ہی پس طلاق واقع نہوگی تو بہتر ہوگا مترجم کہتے ہین کہ ان چار صورتون مین طلاق کے واقع نہونیکا سبب یہ ہی کہ طلاق دینے والے نے مطلق طلاق کا قصد ہی نہین کیا ہی بلکہ ایسی طلاق کا قصد کیا ہی کہ جو طلاق کے پہلے ہونے سے یا بعد ہونے سے یا ساتھ ہونے سے یا اوپر ہونے سے متصف ہو اور صفتون سے موصوف واقع نہین ہوسکتی ہی اسلیے کہ کئی طلاقین ایک لفظ سے ہمارے نزدیک صحیح نہین بلکہ متعدد طلاقین اُس صورت مین واقع ہوتی مین کہ درمیان دو طلاقون کے رجوع واقع ہو اور ایک طلاق کہ واقع ہوتی ہی

وہ مقصود نہین پھر یہ طلاق نہ ٹھہرے گی اور جو تفصیل کہ پانچ صورتون مین مصنف نے اختیار کی ہی اور خوب اور بہتر کہا ہو وہی اقوی ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ پہلے تین صورتون مین دو طلاقین مقصود ہین اور دو طلاقون سے قصد کے متعلق ہونیکے ضمن مین ایک طلاق بھی مقصود ہوتی ہی اور جب دوسری باطل ہوگی تو ایک طلاق رہجائیگی اور اسی سے طلاق واقع ہوجائیگی اسلیے کہ بطلان کا توہم طلاق کا بعد ہونے اور ساتھ اور اوپر ہونیکی صفت سے موصوف ارادہ کرنے سے پیدا ہوتا ہی اور یہ غیر مسلم ہی بلکہ اُسنے اسمین ہر ایک کا ارادہ کیا ہی پھر انت طالق کے لفظ سے واقع ہوجائیگی اور ضمیمہ لغو ہی جیسا کہ اگر کہے انت طالق طلقتین او ثلثا یعنے تو مطلقہ ہی دو طلاقون سے یا تین طلاقون سے تو اس صورت مین ایک طلاق واقع ہوجائیگی اور اخیر کی دو صورتون مین بطلان کی وجہ یہ ہی کہ طلاق کو ایسی دوسری طلاق پر معلق کیا ہی جو واقع نہین ہوئی اور باطل طلاق کا بھی قصد کیا ہی اسلیے کہ پیچھے کسی طلاق کے ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ اُن دونون طلاقون مین رجعت ہو اور بے رجعت کے ایک طلاق دوسری طلاق کے پیچھے نہین ہوسکتی ہی پس اس سے طلاق واقع نہین ہوگی اور یہ جو مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی خواہ بہتر ہو یا نہو یہ اشارہ عامہ کے خلاف کی طرف ہی کہ وہ لوگ مدخولہ مین ایک طلاق سے کئی طلاقون کے واقع ہونے کو جائز جانتے ہین اور غیر مدخولہ مین وہ بھی ایک ہی طلاق کے واقع ہونے کے قائل ہوئے ہین اور امامیہ علما کے نزدیک ایک عبارت سے مطلق ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہی گو تین یا دو کی اسمین قید ہو اور اگر کوئی کہے کہ تو طالق ہی یعنی مطلقہ دو نصف طلاق سے یا تین طلاق کی تین تہائی سے تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ طلاق امر واحد ہی اور تجزیہ کے قابل نہین یہ اُردو مترجم کہتا ہی کہ اگر طلاق تجزیہ کی قابل ہوگی تو اسکا خارج مین پایا جانا محال ہی کیونکہ جزء لا یتجزی ممکنات مین باطل ہی مگر یہ کہین کہ تجزیہ کے بعد طلاق طلاق نہ رہے گی اسلیے کہ جزء اور کل مین مغایرت ہوا کرتی ہی اور اگر یہ کہا جائے انت طالق کے کہنے سے ایک طلاق واقع ہوجائیگی اور ضمیمہ لغو ہوجائیگا اسلیے کہ وہ واقع ایک طلاق کے قصد کی نہین ہی تو خوب ہوگا اسلیے کہ ایک طلاق کے دو آدھے یا تین تہائی ایک پوری طلاق ہوتی ہی اور ایسا حکم نہین ہی اگر کوئی کہے کہ انت طالق نصف

طلقتین یعنے تو دو طلاقوں کی آدھے سے مطلقہ ہی تو اس سے طلاق واقع نہین ہوتی ہی اسلیے کہ طلاق کے دو آدھے پوری ایک طلاق ہوتی ہی اور دو طلاقون کے دو آدھے ایک طلاق کو بھی محتمل ہین اور دو طلاقون مین سے ہر ایک کی ادھی کو بھی محتمل ہی پس مقصود پر نص نہے فرع شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ اگر ایک مرد اپنے چار جوروٗن سے کہے کہ تم مین مین نے چار طلاقین واقع کین تو ہر ایک پر طلاق واقع ہوجایگی اور اسمین اشکال ہی اسلیے کہ طلاق کا صیغہ یعنے طالق کا لفظ جو طلاق کی شرط ہی اسے نہین کہا اور ترک کیا ہی اور اگر کوئی کہے انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنے تو تین طلاقون سے مطلقہ ہی مگر تین طلاقون سے تو ایک طلاق صحیح ہوگی اگر پہلی عبارت انت طالق ثلثا سے طلاق کا واقع کرنا مقصود ہو اور استثنا باطل ہوجائیگا اسلیے کہ مصنف کے نزدیک انت طالق ثلثا کہنے سے ایک طلاق واقع ہوجاتی ہی اور ثلثا لغو ہوجاتا ہی پھر ثلث کا ثلث سے استثنا بھی لغو ہوجائیگا کیونکہ استثنا کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہی کہ مستثنی منہ مین سے استثنا کے بعد کچھ باقی رہجاے اور اگر استثنا مستثنے منہ کا مستوعب ہو تو استثنا باطل ہی جیسے کوئی شخص اقرار کرے کہ علی درہم الا درہما یعنے اسکا ایک درہم مجھپر ہی مگر ایک درہم پس ایک درہم اسپر لازم ہوتا ہی اور استثنا لغو ہوجاتا ہی اور اگر کوئی کہے کہ انت طالق غیر طالق یعنے تو مطلقہ غیر مطلقہ ہی پس اگر طلاق رجعی ہو اور غیر طالق کے لفظ سے طلاق کے بعد کی رجوع مراد ہی تو صحیح ہی اسلیے کہ طلاق کا انکار رجعی طلاق کے بعد رجوع کا حکم رکھتا ہی اور اگر اس سے طلاق کے توڑنیکا قصد کرے تو طلاق کے واقع ہوجانیکا حکم کرینگے اور طلاق کا ٹوٹنا نپایا جائیگا اور اگر کوئی کہے کہ انت طالق طلقۃ الا طلقۃ یعنے تو مطلقہ ایک طلاق سے ہی مگر ایک طلاق سے استثنا لغو ہوجائیگا اسلیے کہ مستوعب مستثنے منہ ہی جیسا کہ بیان ہوچکا ہی اور ایک طلاق کے واقع ہونیکا حکم کرینگے انت طالق اور اگر کوئی کہے کہ زینت طالق ہی اور پھر کہے کہ مراد میری ہندہ ہی اور یہ دونون اسکی جوروئین ہون تو اس کے قول کو قبول کرلین گے اسلیے کہ وہ اپنے قصد سے خوب واقف ہی اور اگر کوئی شخص کہے کہ زینب طالق ہی بلکہ ہندہ تو دونون مطلقہ ہوجائینگی اسلیے کہ یہ دونون طلاق مین وقت تلفظ نام مقصود ہوئی ہین اور اسمین اشکال ہی اسلیے کہ بلکہ ہندہ والے اسکے قول مین طالق کا لفظ کہ طلاق صیغہ ہو صریحًا

مذکور نہین ہی اور تقدیر کفایت نہین کرتی ہی چوتھا رکن طلاق کے گواہون مین ہی طلاق
مین دو عادل گواہ لینا چاہیے کہ انشائے طلاق کے صیغہ کو سنین خواہ اُنسے کہے کہ تم گواہ
رہو یا نہ کہے اور اگر طلاق کا صیغہ بے دو عادل گواہو کے پڑھے تو طلاق واقع نہوگی تو ساری شرطین
کہ طلاق مین معتبر ہین پائی جائین اور اسیطرح پر ایک گواہ کی گواہی سے طلاق واقع نہین
ہوتی ہی گو عادل بھی ہو اور طلاق دو فاسق کی بھی گواہیون سے واقع نہین ہوتی ہی بلکہ
طلاق کے وقت دو عادل گواہون کا موجود ہونا جنکی عدالت ظاہر ہو ضرور ہی اور ہمارے
فقہا مین سے بعضے نے دونون گواہونکے اسلام پر اکتفا کیا ہی اور پہلا قول اظہر ہی اور اگر
ایک گواہ طلاق کی انشا کے وقت موجود ہو اور بعد اسکے دوسرا گواہ بھی تنہا انشا کا صیغہ
سُنے تو بھی طلاق واقع نہوگی اسلیے کہ اجتماع دو عادل گواہون کا سُننے مین انشا کے صیغہ کے
طلاق کے تحقق مین شرط ہی لیکن اگر دو گواہ شوہر کے طلاق دینے کے اقرار پر گواہ ہون تو
اُسمین دونون کا اجتماع ایک مجلس مین سننے کی وقت شرط نہین ہی اور اگر ایک گواہ طلاق کے
صیغہ کی انشا کا سامع ہو اور دوسرا گواہ اقرار کا سامع ہو تو اُنکی گواہی مقبول نہوگی اور
اسیطرح عورتون کی گواہی طلاق مین مقبول نہین خواہ تنہا عورتین ہون یا اُنکے ساتھ
مرد بھی ہو اور اگر کوئی شخص اپنی جورو کو طلاق دے اور گواہ نہ لے اور پھر بعد اُسکے گواہ
لے تو پہلی طلاق لغو ہی اور دوسری طلاق واقع ہوگی اگر صیغہ طلاق کا تلفظ بھی کیا ہی
دوسری نظر طلاق کی قسمون مین ہی طلاق کا لفظ طلاق بدعت اور سنت پر واقع
ہوتا ہی اور طلاق بدعت غیر مشروع طلاق کو کہتے ہین اور طلاق سنت مشروع طلاق ہی
اور طلاق بدعت کی تین قسمین ہین ایک مدخولہ حائض عورت کی طلاق ہی کہ اُسکا شوہر
موجود ہو یا غائب ہو اور اسقدر مدت نہ گزری ہو کہ ہمبستری کے طہر سے نکل گئی ہو اور
اسیطرح پر نفاس والی عورت کی طلاق دوسری مدخولہ عورت کی طہر مواقعت مین طلاق ہی
تیسری تین طلاقین واقع کرنا بے اسکے کہ دو طلاقون مین اس عورت کیطرف رجوع بھی کی ہو
اور یہ تینون قسمون کی طلاقین امامیہ مذہب والون کے نزدیک باطل ہین کہ انمین کسی سے
طلاق واقع نہین ہوتی ہی مگر تیسری کہ اُس سے ایک طلاق واقع ہو جاتی ہی جسطرح پر کہ

اقسام طلاق

اقسام طلاق شرعی

بیان ہوچکا اور طلاق سنت یعنی طلاق مشروع کی بھی تین قسمیں ہین ایک طلاق بائن ہے دوسری رجعی تیسری طلاق عدہ ہے اور بائن وہ طلاق ہے کہ اسکے بعد اُس عورت کیطرف ہرگز رجوع نکر سکے اور بار رجوع مین نکاح کی تجدید کا محتاج ہو اور یہ طلاق غیر مدخولہ عورت کی ہے اور اُس عورت کی ہے جو حمل سے مایوس ہونیکی سن مین ہو اور اُس عورت کی ہے جو حیض آنیکے سن کو نہ پہونچی ہو اور اُس عورت کی ہے جو خلع سے اور مبارات سے شوہر سے جدا ہوئی ہو جبتک دونون پھر نہ جائین اُس مقرر عوض طلاق سے جو شوہر کو دینے کیا ہے اور خلع اور مبارات کے معنے بعد اسکے انشاء اللہ تعالے بیان ہونگے اور خلع اور مبارات والی عورت کیطرف شوہر کو بے نئے نکاح کے رجوع جائز نہین ہے اور اُس کی عورت کی طلاق مین کہ جسے تین طلاقین دی ہون اور دو مرتبہ اسکی طرف رجوع کر چکا ہو کہ یہ تیسری مرتبہ عورت ایسے تجدید نکاح کی محتاج ہے جسکے پہلے ایک اور سے نکاح اور ہمبستری ہو کر مفارقت ہو اور اسی دوسرے شوہر کو پہلے شوہر کا محلل کہتے ہین اور اسی کی ہمبستری سے وہ تیسری طلاق دینے والے اپنے پہلے شوہر پر اسکی طلاق کے بعد حلال ہوگی اور وہ اُس سے نکاح کر سکیگا دوسری طلاق رجعی ہے اور یہ وہ طلاق ہے جسمین طلاق دینے والے کو عدہ مین جائز ہے کہ اُس عورت کیطرف رجوع کرے یا اُس عورت سے بے نئے نکاح کے ہمبستری کرے خواہ شوہر مراجعت کرے یا نکرے تیسری طلاق عدہ ہے لیکن اس طلاق کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کو طلاق کی شرطون کے موافق طلاق اور عدہ گزرنے سے پہلے اس عورت کیطرف مراجعت کرے اور ہمبستر ہو پھر اُسے اور طہر مین کہ وہ ہمبستری کے طہر کے سوا ہے طلاق دے پھر عدہ تمام کرنے کے پہلے اُسکی طرف رجوع کرے اور ہمبستری کرے پھر اور طہر مین جسمین ہمبستری نہین کی ہے طلاق دے یعنے اُس مرد نے اس عورت کو تین مرتبے طلاق دی ہے اور دو مرتبے رجوع کی ہے پس اُس مرد کی دو مرتبے رجوع پائی گئی اور یہ سب تین طلاقین پائی گئین اب اس صورت مین یہ عورت اُس شوہر سے جبتک کہ کوئی اور اس سے نکاح نکرے اور غسل کے موجب ہمبستری کرکے طلاق نہ دے لے پھر اسکے عدہ سے نکلکر پہلے تین بار کے طلاق دینے والے شوہر پر حلال ہوجائیگی اور اُس سے نکاح درست ہوجائیگا پس پھر وہ پہلا شوہر اسی عورت سے نکاح کرے اور پھر مذکور طریقے پر تین بار طلاقین دے تو نوین مین حرام ہمیشہ کو ہوگی بیچ محلل کے آئے اور پھر سے

طلاق پائے اور عدہ کاٹے پھر اسی شوہر سے نکاح کرے پھر اُسی طرح پر کہ بیان ہوئی ہر تین طلاقین دے بس نوین طلاق کے بعد یہ عورت اُس پہلے شوہر پر حرام موبد ہوجائیگی کہ کسیطرح حلال ہوسکے گی اور طلاق عدہ بغیر ہوتی ہو مگر جسوقت مین شوہر طلاق کے بعد مراجعت کرے اور اُس سے ہمبستر بھی ہو اور اگر رجوع کے بعد اور ہمبستری سے پہلے طلاق دے تو بھی جائز ہو مگر وہ طلاق عدہ نہو گی اور طلاق عدہ جبھی ہو گی جب کہ رجوع کے بعد ہمبستر ہوتا رہے اور جو عورت اپنے شوہر سے تین بار مطلقہ ہوئی ہو تو وہ عورت جبتک اپنے اُس شوہر پر حرام رہیگی جبتک کوئی دوسرا اُس سے نکاح کرکے ہمبستر نہو لے گا اور طلاق دے نہ لے گا خواہ وہ عورت مدخولہ ہو یا نہو اُسکی طلاق کے عدہ مین شوہر نے خواہ رجوع کی ہو یا نہ کی ہو یہان چند مسئلہ ہین پہلا مسئلہ جب کوئی مرد اپنی زوجہ کو طلاق دے اور وہ عورت عدہ سے نکل آئے اور بعد اسکے پھر اُس سے نیا نکاح کرے اور پھر دوسری بار اُسے طلاق دے اور عدہ مین رجوع نکرے پھر عدہ کے بعد اُس سے نیا نکاح کرے اور پھر طلاق دے تو اُس عورت سے اُسے نکاح کرنا حرام ہو جبتک کوئی اور نکاح کرکے ہمبستر نہو لے اور طلاق نہ دے لے اور جب یہ محلل طلاق دے اور عورت عدہ کو پورا کر لے تو اس پہلے شوہر کو اُس سے نیا نکاح کرنا حلال ہو اور اسی طرح پر نو طلاقین پائے اور دو محلل درمیان مین آئین اور ہر طلاق کے پورے عدہ مین رجوع نہ کی ہو بلکہ عدہ گزرنے کے بعد نئے سر سے نکاح کیا ہو تو یہ عورت نوین طلاق سے اپنے شوہر پر حرام موبد نہو گی اور ہر تین طلاقوں کے بعد محلل کی احتیاج رکھے گی محلل کی ضرورت عدہ مین رجوع کرنے سے اور نئے سرے عدہ کے بعد دو نکاح کرنے سے جاتی نہ رہے گی دوسرا مسئلہ جب کوئی شخص اپنی حاملہ جورو کو کہ جسکا حمل معلوم ہو طلاق دے پھر رجوع کرے تو اُسے اُس سے ہمبستر ہونا جائز ہو اور ہمبستر ہوکر پھر اُسے طلاق دے تو یہ دوسری طلاق فقہا کے اجماع سے حمل رکھنے پر طلاق عدہ ہو اور بعضے فقہا نے حاملہ کی دوسری طلاق کے جائز ہونے مین تین مہینے کے گزرنے کی شرط کی ہو اور بعضے فقہا نے ہمبستری سے ایک مہینا گزرنے کی شرط کی ہو اور ایک جماعت فقہا کی کہتی ہو کہ حاملہ عورت کی طلاق طلاق سنت سے جائز نہین اور یہان طلاق سنت سے وہ طلاق مراد ہو کہ طلاق کی شرطون سے اپنی عورت کو طلاق دے اور اسکے بعد چھوڑے رکھے یہان تک

جواز طلاق حاملہ

کہ عدہ سے نکل جائے اور پھر اُس سے نکاح تازہ نئے مہر پر کرے اور یہی طلاق سنت خاص معنون سے ہے نہ طلاق سنت کے اگلے عنون سے جو بیان ہو چکے ہین کہ وہ طلاق سنت کے معنی عام ہین اور جواز طلاق حاملہ کا اشبہ ہے تیسرا مسئلہ جب کوئی اپنی غیر حاملہ عورت کو طلاق دے اور پھر عدہ مین اس عورت کی طرف رجوع کرے اگر اُس سے ہمبستر ہو اور پھر دوسرے طہر مین طلاق دے تو یہ طلاق علما کے اجماع سے صحیح ہے اور طلاق عدہ ہے اور اگر دوسرے طہر مین بے ہمبستری کے طلاق دیدے تو اسمین دو روایتین ہین ایک یہ کہ دوسری طلاق ہرگز واقع ہی نہو گی اور دوسری یہ ہے کہ واقع ہو جائے گی اور یہی اصح ہے اور بعد اسکے پھر اگر رجوع کرے اور اُسے تیسری طلاق پھر دوسرے طہر مین دے تو یہ عورت اُس طلاق دینے والے شوہر پر حرام ہو جائے گی یہان تک کہ دوسرا شوہر کرے اور اس سے جدا ہو لے اور ہمارے بعضے فقہا نے جواز والی روایت کو طلاق سنت کے واقع ہونے پر حمل کیا ہے اور جائز نہونے والی روایت کو طلاق عدہ کے واقع نہونے پر حمل کیا ہے اور طلاق سنت سے مراد اس مقام مین خاص معنون سے طلاق عدہ کے مقابل ہے یعنی اپنی جورو کو طلاق دے اور بعد اُسکے عدہ مین اُسکی طرف رجوع کرے بلکہ عدہ گزرنے کے بعد پھر نئی تزویج کرے اور اُسے طلاق دوسری دے اور مصنف کہتے ہین کہ یہ حمل کرنا یعنے یون معنی ٹھہرانا تحکم ہے یعنے بے دلیل کا دعویٰ ہے اسلیے کہ دونون روایتون کی تخصیص کسی قید سے نہین ہوئی ہے بلکہ وقوع اور عدم وقوع کی دونون روایتین مطلق ہین اور یہی حکم ہے اگر طلاق دے مراجعت کے بعد اور ہمبستری سے پہلے اسی طہر مین تو اسمین بھی دو روایتین ہین لیکن اولیٰ یعنی مستحب یہی ہے کہ طلاقین کئی طہرون پر متفرق کرے اور ایک طہر مین اگر دو طلاقین بے ہمبستری کی دے طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر طلاق کے بعد ہمبستری کرے تو دوسری طلاق اُسی طہر مین جائز نہین مگر دوسرے طہر مین طلاق دینا جائز ہے اور اگر مطلقہ اُن عورتون مین سے ہو کہ اسکی طلاق مین استبرا شرط ہے یعنی حیض سے غیر یائسہ ہو اور کم سن نہو اور حاملہ نہو چوتھا مسئلہ اگر مطلق طلاق کے واقع کرنے مین شک کرے تو اسے طلاق کا دینا لازم نہین اور نکاح باقی رہیگا اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ طلاق کا گمان بھی یہی حکم رکھتا ہے کہ اس سے بھی طلاق واقع نہین ہوتی ہے پانچوان مسئلہ جب کوئی مرد اپنی غائب جورو کو طلاق دے اور

بعد اُسکے وہ چلی آئے اور اُس سے بہتر ہو اور پھر طلاق کا ادعا کرے تو اُسکے اس دعوے کو
قبول نکرینگے اور اگر گواہ لائے تو نہ سنیں گے اسلیے کہ مسلمانون کے افعال اور اُنکے تصرف
صحت پر اور مشروع ہونے پر محمول ہوتے ہین بس خود اُسی نے اپنے ثبوت کی تکذیب کی ہی
اور اگر لڑکا اُس سے پیدا ہوگا تو وہ اُسی شخص سے ملحق ہوگا چھٹا مسئلہ جب کوئی غائب
مرد اپنی جورو کو طلاق دے اور چاہے کہ چوتھی عورت کو عقد مین یا مطلقہ عورت کی بہن سے
عقد کرے تو نو مہینے صبر کرے اسلیے کہ احتمال ہی کہ وہ پیٹ سے ہو اور حاملہ کا عدہ وضع حمل ہی
اور بڑی مدت حمل کی پورے نو مہینے ہوتے ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ احتیاطاً ایک سال کا انتظار
کرے اسلیے کہ حمل کی مدت کا ایک سال تک بڑھجانا ممکن ہی گو نادر ہو اور مضطربہ عورت یعنے عادت حیض
مین غیر مستقیم عورت مین حیض کی تاخیر بھی ممکن ہی بس اُسے استظار نو مہینے کرنا چاہیے تا حمل ہونے
نہونے کا علم ہوجائے اور اسکے بعد حمل نہونے کا یقین حاصل ہوجائے تو اُسکے عدہ کے دن
تین مہینے تین طہر کی جگہ ہین بس تین مہینے اور صبر کرے کہ مجموع ایک سال کا بسر کرے کہ عدہ سے
نکلجانے کا یقین ہوجائے پھر چوتھی عورت کو یا مطلقہ کی بہن کو نکاح مین لائے تو جائز ہی اور
اگر اُس غائب مرد کو معلوم ہو کہ اسکی غائبہ عورت حمل سے خالی ہی بس اگر حیض مین اُسکی عادت
مستقیم ہی تو اُسکا عدہ کے تین طہر ہین اور نہین تو تین مہینے ہین تیسری نظر لواحق مین ہی اور اسمین
کئی مقصد ہین پہلا مقصد مریض کی طلاق مین ہی بیمار کو اپنی زوجہ کو طلاق دینا مکروہ ہی اور اگر
طلاق دیدے تو طلاق صحیح ہی اور جبتک کہ اُسکی جورو اُسکے عدہ سے نہ نکلے گی اُسکی زوجیت کا حکم
رکھے گی کہ شوہر اُسکی میراث پائیگا اور اگر عدہ گزرنے کے بعد مر جائیگی تو شوہر کو میراث نہ ملے گی
اور طلاق بائن کے عدہ مین شوہر کو زوجہ کی میراث نہ پہونچے گی اور مطلقہ شوہر کی میراث سال
بھر تک لیجائیگی خواہ رجعی طلاق کی مطلقہ ہو یا بائن طلاق کی مطلقہ ہو اس شرط سے کہ جس مرض
مین اُسے طلاق دی ہی اُسی مین مر بھی جائے اور اس عورت نے دوسرا شوہر نکر لیا ہو
اور اگر شوہر اوس مرض سے صحت پا کر دوسرے مین مرے تو وہ مطلقہ اُسکے وارثون مین
نہوگی گو سال بھر نگزرا ہو مگر یہ کہ رجعی کی طلاق کے عدہ مین ہو تو اُسکی جورو ہونیکا حکم باقی ہی
اور اگر شوہر زوجہ سے صحت مین کہے کہ مین نے تجھے طلاق دی تین طلاقون سے تو بعضے فقہا

کہتے ہین کہ اُسکا قول قبول کر لیا جائیگا اور عورت اُسکی وارث ہوگی اور وجہ اسکی یہ ہے کہ محض شوہر کے کہنے سے زوجہ میراث سے محروم نہین ہوگی اور شوہر زوجہ کی میراث سے محروم ہو جائیگا اسلیے کہ عاقلون کا اقرار اپنے ضرر پر قبول اور مقبول ہے اور دوسرے کے ضرر مین بے ثبوت کو پہونچے مقبول نہین اور اگر مرد اپنی جورو کو حالت مرض مین زنا کی نسبت دے اور بعد اُسکے اسکے ساتھ لعان کرے اس طریق سے کہ آنیکو ہے تو وہ عورت باین ہو جائیگی شوہر سے لعان کے سبب سے اور اُسکی میراث بھی نہ پائیگی اسلیے کہ سال بھر میراث کے حکم کا باقی رہنا مریض کی طلاق سے مختص ہے اور یہ حکم لعان مین جاری نہوگا اور آیا یہ توریث تہمت کی صورت مین ہے کہ شوہر بیمار متہم اس بات سے ہو کہ اُسنے میراث سے نکال ڈالنے کے قصد سے مطلقہ کیا بعضے فقہا کہتے ہین کہ توریث مطلق مریض کی طلاق مین ہے اور تہمت اور عدم تہمت کو اسمین کچھ دخل نہین ہے اور اگر عورت مرد سے طلاق کا سوال اُسکی موت کے مرض مین کرے تو اس توریث کا حکم رہیگا یا نہ رہیگا اسمین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے کہ شوہر کی میراث نہ پائیگی اور یونہین خلع اور مبارات کرنے پر بھی میراث نہ پائیگی **فرعیہ مسئلے پہلا مسئلہ** اگر کوئی شخص اپنی جورو کو مرض موت مین طلاق دے اور وہ اُسکی جورو کسی اور کی لونڈی ہو اور وہ طلاق رجعی ہو اور بعد اسکے وہ عورت عدہ کے گذرنے سے پہلے آزاد ہو جائے اور شوہر اُسی مرض مین مرجائے تو اُس شوہر کی وارث وہ عورت اس شرط سے کہ اگر اسکے مرتے وقت عدہ سے نکل نہ چکی ہوگی اور اگر عدہ گذرنے پر شوہر مرجائیگا تو میراث نہ پائیگی اسلیے کہ اس صورت مین طلاق کے وقت میراث سے نکال ڈالنے کی تہمت باقی نہین اسلیے کہ زوجہ کنیز تھی شوہر کی میراث اُسے پہونچتے نہ تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ اُسکی میراث پاوے گی تو خوب ہوگا اسلیے کہ میراث پانیکا حکم سال بھر تک مریض کی طلاق مین ہے اور تہمت کے ہونے نہونے کو اسمین کچھ دخل نہین جسطرح پر کہ بیان ہو چکا گو لونڈی طلاق کے وقت میراث پانیکا استحقاق نہ رکھتی تھی ارث کے تعلق کے وقت تو آزاد ہے اور میراث کی صلاحیت رکھتی ہے پس میراث پائیگی اور اگر کوئی لونڈی زوجہ کو باین طلاق سے مطلقہ کرے تو بھی یہی میراث پانیکا حکم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ لونڈی میراث نہ پائیگی اسلیے کہ طلاق کے وقت میراث پانیکی صلاحیت نہ رکھتی تھی اور اسکا جواب اوپر کی تقریر سے معلوم ہو چکا ہے اور یہی حکم کتابیہ عورت کا حکم ہے کہ اگر

اُسے موت کے مرض مین کوئی مطلقہ کرے اور اسکے بعد وہ مسلمان ہوجائے تو وہ بھی شوہر کی میراث پائیگی دوسرا مسئلہ اگر مطلقہ عورت دعوی کرے کہ مُردہ شوہر نے اُسے مرض موت مین طلاق دی تھی اور وارث اسکا منکر ہو اور کہے کہ طلاق صحت مین تھی تو مقبول وارث ہی کا قول ہے اسلیے کہ دونون احتمال برابر ہین اور اصل عدم ارث ہے مگر جبکہ ارث کا سبب متحقق ہوجائے تیسرا مسئلہ اگر چار جورووں کو مرض موت مین طلاق دے اور اور چار عورتون سے نکاح کرے اور اُن سے ہمبستر بھی ہو اور اسکے بعد مرجائے جس صورت مین کہ اولاد رکھتا ہوگا اسکے ترکہ کے آٹھوین حصہ کو آٹھون جورُوون پر برابر تقسیم کرینگے اور اگر اولاد نہ رکھتا ہوگا تو اُسکے ترکہ کے ربع کو انھین آٹھون پر برابر تقسیم کرین گے دوسرا مقصد اُس چیز کے بیان مین ہے جس سے تیسری طلاق کے بعد کی حرمت مطلق پر سے جاتی رہتی ہے جب تیسری طلاق شرائط سے واقع ہوتی ہے تو مطلقہ مطلق پر حرام ہو جاتی ہے جب تک کوئی اور مطلق کے سوا اس سے نکاح نکرے اور اس تحریم کے زائل ہونے مین چار شرطین معتبر ہین ایک یہ کہ طلاق دینے والا شوہر بالغ ہو اور مراہق یعنے جو بلوغ کے سن سے کم مین ہو اس مین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے کہ وہ تحلیل نکریگا یعنے کسی اور محلل کی تحلیل مین ضرورت پڑے گی اردو مترجم کہتا ہے کہ مراہق وہ ہے جو بلوغ کے قریب اسطرح پر ہو کہ بالغ بلوغ سن مین نہو اور سن اُسکا دس برس کا یا کچھ زیادہ ہو کہ وہ بالغ ہوگیا ہو تو اسکے محلل ہونے مین اختلاف کیا ہے کہ آیا پھر مطلق کو اُس عورت سے نکاح کرنے مین تحلیل کی ضرورت ہوگی یا نہ بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہو گی اور مصنف علیہ الرحمہ مانع ہین اسلیے کہ لڑکے کے افعال اور اقوال کا اعتبار نہین کیونکہ اُنسے قلم مرفوع ہے دوسری شرط یہ ہے کہ محلل یعنے دوسرا شخص نکاح کرنیوالا اس تین طلاق کی مطلقہ عورت کے آگے والے شرمگاہ مین دخول اسطرح پر کرے کہ جس سے غسل واجب ہوجائے اگر پیچھے وارمین کریگا گو غسل واجب ہوجائے مگر تحلیل نہوگی اور تیسری شرط یہ ہے کہ اُس سے ہمبستری عقد نکاح سے محلل کرے نہ ملک سے اور نہ اباحت سے اور چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ عقد دائمی ہو متعہ نہو اور ان شرطون کے پورے ہونے مین طلاقون کے بعد کی تحریم جاتی رہیگی اور آیا دوسرا شخص پہلے شوہر کی ایک طلاق یا دو کے بعد نکاح کرکے ہمبستر ہوکر طلاق دے اور پھر شوہر اول نکاح کرے تو تین طلاقون کے حکم کو برطرف کردیگا اسمین دو روایتین ہین اظہر یہی ہے کہ برطرف کردیگا اسکو راوی

شخص طلاق دے عورت کو پھر کسی سے مطلقہ تزویج کرے پھر اُسکی طلاق کے بعد وہی پہلا شوہر تزویج کرے تو پھر وہ عورت تازی تین طلاقون تک حلال باقی رہیگی اور اگلی طلاق کا حکم باطل ہوجائیگا اور اگر ذمی زمیہ عورت تین بار مطلقہ ہو پھر کسی ذمی سے تزویج کرے پھر اس سے مفارقت ہوجائے اور اسلام لائے تو پہلے شوہر کو اُس عورت سے نکاح کرنا حلال ہوجائیگا یعنی اگر وہ بھی مسلمان ہوجائیگا اور یہی حکم ہر مشرک کا ہی اور لونڈی جب دوبار ایک شوہر سے مطلقہ ہوگی تو اُس شوہر پر یہان تک حرام رہیگی کہ اس سے دوسرا شخص اُس مطلق کے سوا نکاح کرکے ہمبستر ہولے خواہ کسی آزاد کے نکاح مین رہی ہو یا غلام کے نکاح مین اور اُس لونڈی کے آقا کے ہمبستر ہونے سے وہ لونڈی اپنے پہلے مطلق شوہر پر حلال نہوگی اور اسیطرح پر ہی اگر اُس لونڈی کا مالک وہ مطلق ہوجائے یعنے جب بھی وہ اُسپر حلال نہوگی کیونکہ ملک سے پہلے حرمت پائی جاچکی ہی اور اگر لونڈی کو اُسکا شوہر ایکبار طلاق دے اور پھر وہ لونڈی آزاد ہوجائے پھر اُس سے تزویج کرے یا رجوع کرے تو پہلے حال کے استصحاب کے حکم سے وہ لونڈی اس شوہر پر حلال باقی رہیگی یہ اُردو مترجم کہتا ہی کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ اس حکم کو شیخ رحمہ اللہ علیہ نے کتاب نہایہ مین ذکر فرمایا ہی اور متاخرین کی پیروی اس حکم مین فقہا کی ایک جماعت نے کی ہی اور متاخرین مین سے مصنف اور علامہ رحمہما اللہ ہین اور اس حکم کا سند صحیحہ محمد بن مسلم اور صحیحہ حلبی ہی اور سوا انکے اور روایتین ہین اور ابن جنید علیہ الرحمہ یہ فرماتے ہین کہ جب لونڈی دوسری طلاق کے واقع ہونے سے پہلے آزاد ہوجائیگی تو اسکی طلاق کا حکم آزاد عورتون کے طلاق کیطرف منتقل ہوجائیگا اور حرام تیسری ہی طلاق کے بعد ہوگی اور یہی قول گزرے حکمون کی موافقت کرتا ہی مگر صحیح حدیثون کی رد کیطرف راستہ نہین پھر اگر اُس لونڈی کو اُسکا وہی شوہر دوسری طلاق دیدیگا تو اس مطلق پر وہ لونڈی حرام رہیگی یہان تک کہ کوئی محلل اُس حرمت کی تحلیل کرے اور خصی شخص بھی تین بار کی مطلقہ کو حلال کردیتا ہی جب وہ موجب غسل والا دخول کرلے اور اسمین شرطین بھی پائی جاتی ہون اور ایک روایت مین وارد ہوا ہی کہ خصی محلل نہین ہوتا ہی یہ اُردو مترجم کہتا ہی کہ صاحب مسالک رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اس روایت کو شیخ علیہ الرحمہ نے محمد بن مضارب سے روایت کیا ہی اور سند کے ضعف کے سبب سے یہ روایت مطروح ہی یعنے اسپر عمل نہین کیا ہی اور اگر مرد نکاح کرکے اُسکے آگے کی شرمگاہ مین دخول کرے اور انزال نہو تو بھی پہلے شوہر پر اُسکی مفارقت کے بعد

حلال ہو جائیگی اسلیے کہ لذت دونوں کیواسطے متحقق ہو گئی اور اگر اس مطلقہ سے محلل تزویج کرے پھر مرتد ہو جائے اور ارتداد کے حال مین اس سے ہمبستری کرے تو پہلی مطلق پر حلال نہوگی اسلیے کہ اُسکا نکاح اسکے ارتداد سے ٹوٹ گیا فرع مین پہلی فرع اگر کوئی مدت گزر جائے اور تین طلاق کی مطلقہ عورت ادعا کرے کہ مین نے نکاح کیا تھا اُسنے مجھے طلاق دی اور مین اُسکا عدہ پورا کر چکی ہون اور یہ امور اُس گزری مدت مین ممکن ہون تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اسکے قول کو قبول کرینگے اسلیے کہ ان سب امرون مین بعضے ایسے امر ہین کہ جو نہین معلوم ہو سکتے ہین مگر اُسی سے مثل ہمبستری کے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہی کہ اگر وہ عورت ثقہ ہوگی تو اسکے کہنے کو مان لین گے یہ اردو مترجم کہتا ہی کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ ثقہ وہ ہی کہ جسکی خبر سے نفس کو تسکین ہو جائے گو وہ عدالت سے متصف نہو یعنے عادل نہو دوسری فرع جب محلل ہمبستر ہو پھر عورت اُسکی اصابت کا یعنے دخول ہو جانے کا ادعا کرے پھر اگر اُسکی تصدیق محلل بھی کرے تو پہلے شوہر پر اُسکی جدائی کے بعد حلال ہو جائیگی اور اگر وہ اُسے جھٹلائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ پہلے شوہر کو جسکے قول پر گمان غالب حاصل ہو اسپر عمل کرے اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اگر کہا جائے کہ ہر حال مین عورت کے کہنے پر عمل کیا جائے تو خوب ہوگا کیونکہ وہ جس امر کا دعوی کرتی ہی اُسپر بینہ یعنی گواہ دینا متعذر اور مشکل ہی تیسری فرع اگر تیسری طلاق کی مطلقہ عورت سے نکاح کے بعد اُسکا شوہر احرام باندھے اور محرم ہونیکے حال مین اس سے ہمبستری کرے یا واجب روزہ مین ذکوہ ہمبستر ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ پہلے شوہر پر حلال نہوگی اسلیے کہ ایسی ہمبستری حرام تو شارع علیہ السلام کی مراد نہ ٹھہرے گی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ حلال ہو جائیگی اسلیے کہ صحیح نکاح کیطرف مستند ہی تیسر المقصد رجعیہ مطلقہ مین شوہر کا مراجعت کرنا صحیح ہی زبان سے جیسے کہے راجعتک یعنے مین نے تیری طرف مراجعت کی اور فعل سے بھی مراجعت صحیح ہی جیسے ہمبستری کرے اور اگر شہوت سے بوسہ لیلے یا چھو لے تو یہ بھی رجوع ہو جائیگی اور ہمبستری کی اباحت پہلے رجعت کے ہونیکی محتاج نہین ہی اسلیے کہ رجعیہ مطلقہ ابھی جورو ہی اور اگر شوہر طلاق دیکر طلاق کا منکر ہو جائے تو بھی رجعت ہو جائیگی اسلیے کہ یہ انکار زوجیت کے قبول کو شامل ہی اور گواہ کرنا رجوع کرنیکے لیے واجب نہین بلکہ مستحب ہی اسلیے کہ حق کے حفاظت اور

نزاع کا دفع کرنا ہی اور اگر شوہر کہے راجعتک اذا شئت اوان شئت یعنی مراجعت کردن مین تیری طرف جبکہ تو چاہے یا اگر تو چاہے رجوع واقع نہو گی گو شئت بھی کہے یعنے مین نے چاہا بھی کہے اور کوئی شخص اپنی زوجہ کو رجعیہ طلاق دے پھر عورت مرتدہ ہو جائے اور بعد اسکے رجوع کرے تو یہ رجوع صحیح نہو گی جسطرح پر پہلے پہل اُسکا زوجہ ہونا صحیح نہین تھا اور اس مسئلہ مین تردد ہی اسلیے کہ رجعیہ زوجہ ہوتی ہی اور اگر وہ عورت اسکے بعد مسلمان ہو جائیگی تو اگر چاہے تو پھر سرنو سے رجعت کرسکتا ہی پہلے نہیں کیونکہ پہلی رجعت فاسد ہو گئی تھی اور اگر اسکے عقد مین ذمیہ عورت ہو اور اُسے رجعی طلاق دے اور پھر عدہ مین رجوع کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اسلیے کہ رجعت نئے سرے سے عقد ہی کہ ذمیہ سے جائز نہیں اور وجہ یہی ہی کہ جائز ہی اسلیے کہ وہ ذمیہ اُسکی زوجہ ہونے سے باہر نہین ہو گئی ہی پس وہ دائمی زوجہ کیطرح پر ہی اور اگر کوئی مرد اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور پھر رجوع کرے اور عورت اسکے پہلے ہمبستر ہونے کی منکر ہو جائے اور زعم کیے ہو کہ اُسپر ہمبستر ہونے سے عدہ ہی نہین ہی اور شوہر ہمبستر ہونیکا مدعی ہو تو اس صورت مین مقبول اُسی عورت کا قول اُسکی قسم کے ساتھ ہی اسلیے کہ وہ عورت ظاہر کا دعوی کرتی ہی یہ اُردو مترجم کہتا ہی کہ صاحب مسالک فرماتے ہین کہ اولی یہان یہ دلیل لایا ہی کہ یہ عورت اصل کے موافق امر کا دعوی کرتی ہی اسلیے کہ اصل دخول مین عدم ہی یعنے ہمبستری کا نہونا ہی لیکن ظاہر کبھی تخلیہ ہونے کے ساتھ چھوٹ جاتا ہی جسطرح سے کہ خلوۃ موجب ہمبستری کی نہین ہوتی ہی اور گونگے کی رجعت مراجعت پر دلالت کرنیوالے اشارہ سے ہو جاتی ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ وہ رجوع کرنیکے لیے رجعیہ مطلقہ کے سر سے چادر اوتاریگا اور یہ قول شاذ ہی یہ اُردو مترجم کہتا ہی کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اس قول کے قائل جناب بابویہ رحمہ اللہ کے دونون صاحبزادے ہین کہ طلاق والی روایت سے جسنے ماخوذ کیا ہی کہ اُس طلاق والی روایت مین وارد ہوا ہی کہ گونگے کی طلاق زوجہ کے سر پر اوڑھنی یا چادر اوڑھا دینے سے ہوتی ہی اور رجعت ضد طلاق ہی پس علامت کی ضد ضد کی علامت ہی اور اصل ممنوع ہی اور قیاس باطل ہی ہان اگر یہ فعل رجعت کا افادہ کرے تو اسکے اشارے اور فعلون مین جو اس پر دلالت کرے گا قرار پائیگا نہ خود سبب ٹھہریگا اور جب رجعیہ مطلقہ ایسے زمانے مین دعوی عدہ کا حیض سے پورا کرنیکا کرے کہ جسمین پورا کرنیکا احتمال ہو اور عدہ

کے گزرنے کا منکر شوہر ہو تو قول عورت ہی کا قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور اگر مہینون سے عدے کے پورا کرنیکا دعوی کرے تو تاریخ طلاق سے حساب کیطرف رجوع کرین اگر معلوم ہوگی اور اگر اُسمین بھی دونون زوجہ اور شوہر اختلاف کرین تو شوہر ہی کا قول مقبول ہوگا اسلیے کہ طلاق کے واقع کرنیکے زمانہ مین اختلاف ہے اور اگر شوہر عدہ کے گزر جانیکا دعوی کرے اور زوجہ منکر ہو تو قول زوجہ کا مقبول ہوگا کیونکہ پہلی زوجیت کا باقی رہنا اصل ہے اور اگر مطلقہ حاملہ ہو پھر وضع حمل کا دعوی کرے تو اُسی مطلقہ کا قول مقبول ہوگا اور لڑکے کے حاضر کرنیکی تکلیف نہ دیجائیگی کیونکہ ممکن ہے کہ لڑکا مرگیا ہو اور حاضر کرنا مشکل ہوگیا ہو اور اگر مطلقہ حمل کا دعوی کرے اور شوہر منکر ہو اور زوجہ لڑکا بھی لائے اور شوہر اسکے ولادت کا منکر ہو تو شوہر ہی کا قول مقبول ہوگا اسلیے کہ حمل کا نہونا اصل ہے اسلیے کہ ولادت کا ثبوت دینا ممکن ہے اور اگر مطلقہ عدہ کے گزر جانیکا دعوی کرے اور شوہر اس سے پہلے رجوع کرنیکا دعوی کرے تو عورت ہی کا قول مقبول ہوگا اور اگر شوہر اپنی رجعیہ مطلقہ کی طرف عدہ مین رجوع کرے اور عورت دعوی کرے کہ اُسنے رجوع عدہ گزر نیکے بعد کی ہے تو شوہر ہی کا قول مقبول ہوگا اسلیے کہ رجعت کا صحیح ہونا اصل ہے اور اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو کہ وہ کسیکی لونڈی ہے رجعی طلاق دے اور پھر اُسکی طرف عدہ مین رجوع کرے اور مالک لونڈی کا عدہ مین رجوع کرنیکا منکر ہو اور لونڈی شوہر کی تصدیق کرتی ہو تو شوہر ہی کا قول مقبول ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس سے قسم بھی نہ لینگے کیونکہ نکاح کا حق دونون زوجہ اور شوہر مین متعلق ہے اور اس مسئلہ مین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ اس تردد کا منشا یہ ہے کہ مالک حقیقت مین علاقہ نکاح کے جاتے رہنے کا مدعی ہے تو وہ شوہر سے قسم لے سکتا ہے اسلیے کہ وہ منکر ہے اور اسی قول کے زیادہ قوی ہونیکی توقع ہے چوتھا مقصد حیلے کرنیکے جائز ہونے مین ہے مباح حیلون سے حرام کے سوا توصل کرنا ایسی چیز کے ساقط کرنے مین کہ اگر حیلہ نہوتا تو وہ ہوجاتی جائز ہے اور اگر حرام حیلہ سے توصل کریگا تو گنہگار ہو جائیگا اور حیلہ باطل جائیگا پھر اگر کوئی عورت اپنے بیٹے کو کسی عورت سے زنا کرنے کی ترغیب کرے تاکہ اُسکے زنا اسکے باپ کو اُس عورت کے عقد کرنیکی مانع آجائے یا کسی لونڈی سے زنا کرنیکی تحریص کرے کہ جسے اُسکا باپ حرم بنایا چاہتا تھا تو بیشک اس عورت نے حرام فعل کیا اور اسکے بیٹے کی مدخولہ اسکے باپ پر اُسکے قول پر

حرام ہوگئی جو زنا سے بھی حرمت کے سرایت کا قائل ہوا ہے اور اگر اسمین حلال حیلہ سے توصل کرے جیسے اسکا بیٹا اس سے پہلے عقد کر لیتا تو اتفاق علما سے حرام ہو جاتی اور گنہگار نہوتا اور اگر کسی پر کوئی شخص دعوی کسی ایسے قرضہ کا کرے جس سے وہ بخشوا کر یا دیگر بری ہو چکا ہو پھر وہ مدعی علیہ بری کرنیکے دعوی مین اسبات سے ڈرے کہ قسم انکار سے مدعی کیطرف نہ پلٹ جائے اسلیے کہ ثبوت اُسکے پاس نہین ہے پھر قرض لینے کا منکر ہو جائے اور قسم کھائے تو یہ امر اس شرط سے جائز ہے کہ انکار اور قسم ایسے ذو معنی لفظ سے ادا کرے کہ جسمین جھوٹ بولنا اوسپر لازم نہ آئے اور یوہین توریہ کے ساتھ انکار اور قسم کھاتا اُسوقت مین ہے کہ جب کسی قرضہ کی بابت جسکا دعوی پیش ہوا ہو قید ہو جانے سے ڈرتا ہو اور نیت ہمیشہ مدعی ہی کی نیت ہوا گر مدعی سچا ہو اور قسم کھانیوالے کی نیت ہو اگر اُسپر دعوی جھوٹا ہوا ہو اور اگر کسی پر اسبات کی قسم کھانیکے لیے جبر کرین وہ جائز کام نکریگا پھر قسم کھالے اور نیت کرے اُس امر کی جس سے قسم کے خلاف لازم نہ آئے تو جائز ہے جیسے یون توریہ کرے کہ یہ کام شام مین نکرونگا یا خراسان مین یا آسمان کے نیچے یا زمین کے تلے نکرونگا اور اگر کوئی شخص جبر سے طلاق پر مجبور کیا جا پھر کہے کہ میری جورو طلاق ہے اور اس سے اگلی طلاق کا ارادہ کرے یا کہے کہ میری عورتین طلاق ہین اور اس سے اقارب کی عورتون کا ارادہ کرے تو جائز ہے اور اگر کسی امر پر قسم پر کھانے مین مجبور کیا جائے کہ جس سے وہ منکر ہو پھر کہے کہ اُسے مافعلت کذا یعنی جسکے معنی یہ ہین کہ مین نے ایسا نہین کیا اور اس کلام مین نافیہ مانلے موصولہ لے تو قسم کھالینا جائز ہے اور اگر نعم یعنے ہان کہنے کی طرف مضطر اور مجبور کیا ہے پھر نعم کہے اور اُس سے اونٹ مراد لے یا انعام کے اور نعام صحرائی یعنے شتر مرغ پر چھٹکارا پا جانیکے قصد سے مراد لے تو گنہگار نہوگا اور یہی حکم ہے اگر قسم کھالے کہ مین نے تو جمل کو لیا ہے اور نہ ثور اور نہ عنز کو اور جمل کے معنی اونٹ کی مراد نلے اور اس سے بادل والے معنے لے اور ثور سے بیل کے معنی نہ لے اور پنیر کے بڑے ٹکڑے کے معنی مراد لے اور عنز کے بکری کے معنون کی نیت نکرے اور ربت بلند زمین یعنی ٹیلے کے معنی کی نیت کرے تو اس قسم مین جھوٹ نہ لازم آئیگا اور اگر کوئی شخص کسیکو کوئی تہمت لگائے یعنی اسبات مین اسکا جھوٹ سچ اُسے معلوم نہو پھر اپنے بچنے کے لیے قسم کھائے تو جھوٹ سے چھٹکارے کی راہ یہ ہے کہ کہے ما فعلت یعنے کیا مین نے جو کیا مین نے اور ما کو جو کہ معنون مین ہے اُسے نفی کے معنون مین لے لے تو اُس سے مین نے نہین کیا نکل آئیگا اور ایک ان دو جزون مین سے ہے اور اگر کوئی شخص سب تورے اور بے گنے اناروں کے پورے دانے بتانے پر کھالے تو اسمین چھٹکارے کا

طریقہ یہ ہی کہ جتنے دانے اُسمین ہونیکا اندازہ ہو اُن عددون کا ذکر کرے ایک سو ایک دو وغیرہ مین بیچے بس اسطرح کے چلے اور اُسکے امثال جاری ہین اور جائز ہین اور حرام چلے جائز نہین **پانچوان مقصد** عددون مین ہی اور اسمین نظر کئی فصلون کی مستدعی ہی **پہلی فصل** غیر مدخولہ عورت پر کوئی عدہ وفات کے عدہ کے سوا نہین ہی خواہ طلاق باین ہو یا فسخ ہو اور اُسپر عدہ وفات واجب ہی گو وہ اُس سے ہمبستر نہین ہوا ہی اور دخول حشفہ کے داخل اور غائب ہونے سے متحقق ہوجاتا ہی گو انزال نہ ہو اور گو اُسکے انثیین کٹے ہوئے ہون کیونکہ دخول وطی یعنی حشفہ کے غائب ہونے سے متحقق ہوجاتا ہی اور جسکا عضو مخصوص کٹا ہوا ہو اور انثیین باقی ہون تو بعض فقہا کہتے ہین کہ اُسکی عورت پر عدہ واجب ہی اسلیے کہ ساحقہ سے پیٹ کا رہجانا ممکن ہی اور اسمین تردد ہی اسلیے کہ عدہ کا ترتب وطی پر ہوتا ہی ہان اگر حمل ظاہر ہو تو اُسکے وضع تک عدہ رکھے گی کیونکہ انزال ایسے شخص مین ممکن ہی اور بے دخول خالی خلوت سے عدہ واجب نہین ہوتا ہی اور یہی قول اشہر ہی اور اگر تخلیہ کرچکین پھر وطی کے تحقق مین نزاع کرین تو معمول قسم کے ساتھ شوہر کا قول ہی **دوسری فصل** ذات اقرار یعنی طہر والی عورت کے بیان مین ہی اور یہی حیض مین مستقیم عادت رکھنے والی عورت ہی اور یہ عورت تین قرو یعنے تین طہر تک عدہ رکھے گی اور اقرا قرء کے جمع الطہار طہر کے جمع کے معنون مین ہی اور یہی معنی دو روایتون مین کے زیادہ مشہور روایت پر ہین یعنی مستقیم عادت رکھنے والی آزاد طلاق کا عدہ تین طہر سے رکھے گی خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور اگر شوہر زوجہ کو طلاق دے اور طلاق کے بعد اُسے لحظہ بھر کو حیض آجائے تو وہ اُس لحظہ بھر کا ایک طہر جوڑینگے اور اُسکے بعد اور دو طہر پورے کرے گی اور جب تیسرے بار حیض کا خون دیکھ لے گی تو وہ عدہ کو پورا کرچکے گی اور یہ حکم اُس عورت کا ہی کہ جسکی عادت حیض کے وقت اور دن سے مستقر ہو اور اگر مطلقہ کے حیض کا زمانہ مستقر نہو تو تیسرے حیض کے آنے کے بعد اگر تین دن تک کہ کم سے کم حیض کی مدت ہی صبر کرے اسلیے کہ ممکن ہی کہ یہ خون حیض کا نہو بس محض اُسکے آنے ہی عدہ سے نکل نجائے گی اور بہت کم زمانہ جسمین عدہ پورا ہوجانا ممکن ہی چھبیس دن اور دو لحظہ ہین کیونکہ حیض کی نہایت کم مدت تین دن ہین اور طہر کا زمانہ کم سے کم دس روز ہین مگر اخیر والا لحظہ عدہ مین داخل نہین بلکہ عورت کے عدہ سے نکلجانے پر دلالت کرتا ہی اور شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اخیر کا لحظہ بھی عدہ مین داخل ہی اسلیے کہ عدہ کے گزرنے کا حکم اخیر کے لحظہ کے پائے جانے پر موقوف ہی کیونکہ تیسرے طہر کا پورا ہوجانا اسی لحظہ مین خون کے دکھائی دینے سے پایا جاتا ہی اور پہلا قول اقوی ہی

اور اگر کوئی عورت کو حیض مین طلاق دے تو وہ طلاق واقع نہو گی اور اگر طلاق طہر مین واقع ہو اور اسکے متصل بے فاصلہ کے حیض آجائے اسطرح پر کہ طلاق کے لفظ کے تلفظ کے بعد ایک لحظہ بھی پاک نرہے تو طلاق صحیح ہی اسلیے کہ وہ طلاق طہر مین واقع ہوئی ہی اور وہ طہر عدہ کے حساب مین نرہے گا کیونکہ طلاق کے بعد نرہا تھا اور تین نئے طہر دن کی حیض کے بعد سے ضرورت پڑے گی **فرع** اگر عورت اور مرد نزاع کرین پس عورت کہے کہ طلاق کے بعد طہر کچھ دیر رہا تھا اور شوہر انکار کرے تو مقبول زوجہ کا قول ہی اسلیے کہ عورت اپنے حال سے زیادہ واقف ہی اور حیض اور طہر مین اُسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے **تیسری فصل** اُس عورت کے بیان مین ہی کہ جسکا عدہ مہینوں کے حساب پر مقرر ہے اور وہ عورت ہی جو حیض کے سن کو پہونچی ہو اور اُسے حیض نہ آتا ہو اور اس عورت کے عدہ کے طلاق مین اور فسخ نکاح مین دخول ہونے پر تین مہینے ہین اگر یہ عورت آزاد ہو چاہے کسیکی لونڈی ہو اور یائسہ مین اور یہ وہ عورت ہی جسکا سن حیض آنیکے امکان سے تجاوز کر گیا ہو یعنے بڑھ گیا ہو اور کم سن لڑکی مین کہ نو برس سے کم کا سن رکھتی ہو دو روایتیں ہین کہ ایک یہ کہ یہ عورتین تین مہینے عدہ رکھین گی اور دوسری روایت مین وارد ہوا ہی کہ ان عورتونکے لیے عدہ نہین ہی اور اشہر یہی روایت ہی اور حیض سے یاس کی حد پچاس برس ہین اور بعضے فقہا نے قرشی اور نبطی عورتونکی ساٹھ برس رکھے ہین اور اگر ایسی عورت ہو کہ اُسے حیض نہ آتا ہو اور اُسکے امثال کو آتا ہو تو یہ عورت علما کے اجماع سے تین مہینے عدہ رکھے گی لیکن طہر دن کی بھی رعایت کرے گی کہ اگر تین مہینے سے پہلے حیض آجائے تو تین طہر کا حساب کرے گی اگر پہلے تین مہینے کے حیض آجائے تو انھین تین مہینون سے عدہ سے نکلے گی لیکن اگر تیسرے مہینے مین حیض آجائیگا اور اُسکے بعد دوسرے تیسرے حیض مین تاخیر ہو تو نو مہینے صبر کریگی اور شیخ نے دس مہینے کہ مدت حمل رکھنے کا احتمال ہوتا ہی بعد اسکے تین مہینے اور عدہ کا حساب کریگی اور اس سے بڑھکر کوئی لنبا عدہ نہین ہی اور نو مہینے کے گذرنے کے بعد سے عدہ کے حساب کا سبب یہ ہی کہ تیسرے مہینے مین اُسے خون آیا تو تین مہینے کے حساب کا حکم باقی نرہا اور طہر دن کا حکم اُس سے متعلق ہو گیا اور خون کے پہلے کے دن ایک طہر مین محسوب ہو گئے اور اسکے بعد نو مہینے تک دوسرا خون نہ آیا یا ایک دفعہ اور خون پھر آگیا اور تیسری دفعہ خون نہ آیا تو معلوم ہوا کہ اُسکا عدہ تین طہر نہین ہین بلکہ تین مہینے ہین اور تبعیض عدہ مین جائز نہین کہ ایک طہر اور دو مہینے حساب کرلے بس نو مہینے کے بعد تین مہینے کا

حساب کریگی اور سب ایک سال ہوگا اور مصنف کے قول پر تیرہ مہینے ہین اور یہی قول شیخ علی کا بھی ہر اور بعض روایتون مین وارد ہوا ہر کہ تین مہینے کا حساب سال کے گزرنیکے بعد سے ہوگا تو اس روایت سے پندرہ مہینے پورے عدہ کے حساب ہونگے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے اس روایت کو اُسپر حمل کیا ہر کہ جسکا تیسرا خون رک جائے تو اس صورت مین سال بھر تک انتظار کریگی اور یہ تحکم ہر یعنے بے دلیل کا دعویٰ ہر اسلیے کہ دوسرے خون کے احتباس کی صورت مین بھی تو موجب وہی حکم ہر اُسی دلیل کے جسے ہم بیان کر چکے ہین یہ اُردو مترجم کہتا ہر کہ پندرہ مہینے عدہ والی روایت کی تخصیص جو شیخ علی علیہ الرحمہ نے کی ہر اور اُسپر جامع الرضوی کے مترجم نے رد وقدح کی اُس سب سے کچھ نہ کھلا کہ اس حکم کا سبب کیا ہر اُنھون نے ایک وجہ بے لگاؤ ذکر کی اُنھون نے اُسپر رد بے دلیل کے کردی اور روایت کے حکم کا منشاء نہ بیان ہوسکا اور یہ ہیچمدان کہتا ہر کہ نو مہینے تک اُس عورت کے صبر کروانے کا منشاء یہ ہر کہ حمل کی اکثر مدت نو مہینے ہین اور اِس مین اختلاف ہر بعضے بارہ مہینے کہتے ہین اور روایت مین بھی اقصیٰ مدت حمل مراد ہر جب سال بھر کے انتظار مین ظاہر ہوگیا کہ حمل نہین اور عدہ اس عورت کا طہر دن سے نہین ہوسکتا ہر اور نہ عدہ مین تبعیض اور نہ تفریق جائز ہر بس اس صورت مین تین مہینے عدہ رکھے گی بس سب پندرہ مہینے برائت یقینی حاصل کرنیکے لیے کافی اور وافی بہتر ہین اور بارہ تیرہ مہینے مین عدہ سے باہر ہوجانیکا یقین نہین اسلیے کہ حمل کی مدت بارہ مہینے کی بھی ہوتی ہر جیسا کہ اکثر دیکھنے مین بھی آتا ہر پھر برائت یقینی نہوئی واللہ اعلم - اور اگر مطلقہ کو ایک مرتبہ خون آئے اور پھر سن یاس کو پہونچ جائے تو عدہ کو اور دو مہینے سے تمام کریگی اسلیے کہ اس صورت مین حیض کا سن گزر گیا بس عدہ کا تمام کرنا طہرون سے ممکن نرہا اور ایک طہر متحقق ہوچکا ہر اُسکا ایک مہینا حساب کرے اور اُسمین اور دو مہینے ملاکر عدہ پورا کرے اور اس باب مین ایک روایت آئی ہر بس یہ ترکیب اور تبعیض جائز ہونے سے مستثنیٰ ہر کہ عدہ کا ترکیب طہرون سے اور مہینون سے ہوتا ہر اور جائز ہر اور اگر مستقرہ عادت والی مطلقہ عورت کو خون برابر آئے جائے اور خون مشتبہ ہوجائے اور معلوم نہ پڑے کہ کون حیض کا خون ہر اور کون غیر حیض ہر تو وہ اپنی عادت کے دنکے حساب سے حساب کریگی کہ جسطرح پر اس سے پہلے استقرار عادت کے حال مین آیا کرتا تھا اور اُسی حساب سے عدہ کو پورا کریگی اور اگر اُس مطلقہ عورت کی کوئی

عادت مستقرہ نہو تو خون کی صفتون کو دیکھے گی پھر جسے حیض کی صفت پر پائیگی اُسے حیض مین جوڑے گی اور جسے استحاضہ کی صفت پر پائیگی اُسکا حساب طہر مین لگائیگی اور عدہ کو تین طہرون سے پورا کریگی اور اگر خون مشتبہ ہو جائے کہ حیض اور استحاضے مین فرق نہو سکے تو اپنی قوم اور قبیلہ کی عورتون کی عادت کیطرف رجوع کریگی اور اگر وہ عورتین عادتون مین مختلف ہونگی تو عدہ تین مہینے کے حساب سے رکھے گی اور اگر مطلقہ کو چھٹے یا پانچوین مہینے ہی حیض آیا کرتا ہو تو وہ مہینونکے عدہ پورا کریگی یعنے تین مہینے کا عدہ رکھے گی ملخص یہ ہی کہ ہر مطلقہ عورت اپنے حکم کے موافق تین طہرون سے یا تین مہینون سے عدہ کو کاٹے گی اور انھین مدتون کے گزرنے کے بعد شوہر سے جدا ہو جائیگی اور عدہ پورا ہو جائیگا اور اگر چاند کی پہلی کو مطلقہ ہو گی تو تین چاند تک عدہ رکھے گی اور اگر مہینے کے درمیان مین طلاق پائیگی تو دو چاند پورے اور جتنے دن کہ چھٹ گئے ہین یعنے جتنے دنون کے بعد طلاق واقع ہوئی اوتنے دن تیسرے چاند مین سے عدہ مین بھریگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جس چاند کے کچھ دن گزر کر طلاق پائی ہی اتنے باقی دن اور اس تیسرے چاند سے چھوٹے ہوے دن لیکر جوڑکر پورے تیس کا چاند بنائیگی اور یون تین مہینے کا عدہ رکھے گی اور یہی قول اشبہ ہی تفریع اگر عدہ گزرنیکے بعد اور نکاح کرنیکے بعد عورت کو حمل مین شک لاحق ہو تو دوسرا نکاح باطل نہوگا اور اگر عدہ گزرنیکے بعد اور نکاح کرنے سے پہلے مطلقہ کو حمل کا شک واقع ہو تو بھی وہی حکم ہی اور اگر عدہ کے گزرنے سے پہلے مطلقہ کو حمل کا شک ہو تو نکاح نکر سکیگی گو عدہ بھی منقضی ہو جائے اور اگر یہ کہا جائے کہ جبتک حمل کا یقین نہو نکاح کرنا جائز ہی تو خوب ہی اور ہر تقدیر پر جب حمل کھلجائیگا تو دوسرا نکاح باطل ہو جائیگا اسلیے کہ ثابت ہو گیا کہ نکاح عدہ مین واقع ہوا ہی **چوتھی فصل** حاملہ عورت کے عدہ مین ہی اور حاملہ کا عدہ طلاق مین وضع حمل تک ہی گو طلاق کے بعد بے فاصلہ کے وضع حمل ہو جائے خواہ بچہ پورا پیدا ہو خواہ ناقص ہو گو علقہ یعنے خون بستہ ہو بعد اسکے کہ متحقق ہو جائے کہ حمل ہی اور اگر اسمین شک ہو کہ حمل تھا یا نہین تو ایسے حمل کے وضع سے عدہ سے نہ نکلے گی اور اگر عورت مطلقہ ہو اور حمل کا دعوی کرے تو نہایت مدت حمل تک کہ نو مہینے ہین صبر چاہیے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے پورے دس مہینے کو فرمایا ہی اور اسکے بعد مطلقہ کا دعوی قبول نہوگا اور ایک روایت مین وارد ہوا ہی کہ ایک سال تک صبر کرنا چاہیے اور یہ روایت مشہور نہین ہی اور

عدۂ حاملہ

مطلقہ کے پیٹ مین دو بچے ہون تو پہلے کو جن کر شوہر سے جُدا ہو جائیگی اور بے دوسرے کے جنے دوسرا نکاح نکر سکے گی اور اشبہ قول یہ ہی کہ سب کے جنے کے بعد عدہ سے نکلے گی اور اگر حمل سے خالی عورت کو رجعی طلاق دے اور بعد اسکے شوہر عدہ کے درمیان مین مرجائے تو پھر سر نو سے وفات کے عدہ کا حساب شروع کریگی کہ جسکی مدت چار مہینے دس دن ہین اور اگر باین طلاق کی مطلقہ ہوگی تو طلاق کے عدہ کو پورا کریگی اور شوہر کی وفات کا عدہ اس مطلقہ سے متعلق نہوگا اسلیے کہ زوجہ کے حکم مین نہین ہی **متفرع مسئلے** پہلا مسئلہ اگر مطلقہ عورت کو حرام کا پیٹ ہو اور اسکے بعد طلاق واقع ہو تو اُسکی طلاق کا عدہ تین مہینے ہین اور وضع حمل عدہ نہین ہی اور اگر کوئی غیر عورت سے شبہہ مین وطی یعنے ہمبستری کرے اور اُس عورت کا شوہر دور ہو اور شبہہ والی ہمبستری سے اُسکے یہان لڑکا پیدا ہو تو وہ اُسی شخص سے ملحق ہوگا اسلیے کہ اُس عورت کا شوہر اُس عورت سے دور ہی اور اگر شبہہ کی ہمبستری کے بعد شوہر اُسے طلاق دیدے تو شبہہ کی ہمبستری کے وقت سے وضع حمل تک عدہ رکھی گی پھر وضع حمل کے وقت سے شوہر کی طلاق کا عدہ نئے سر سے رکھیگی **دوسرا مسئلہ** جب مطلق اور مطلقہ طلاق کے وقوع کے وقت مین متفق ہون اور وضع حمل کے زمانے مین اختلاف کرین تو مقبول عورت ہی کا قول ہی اسلیے کہ اختلاف اُسی کے فعل مین ہی کیونکہ یہ اختلاف ولادت مین ہی اور ولادت زوجہ کا کام ہی اور اگر وضع حمل کے زمانے مین متفق ہون اور طلاق کے وقوع کے زمانے مین اختلاف کرتے ہون تو شوہر کا قول مقبول ہی کیونکہ اختلاف اُسکے کام مین ہی اور ان دونون مسئلون مین اشکال ہی اسلیے کہ اصل عدم طلاق ہی اور عدم وضع ہی پھر مقبول قول اُسی کا ہی جو ان دونون امر دن کا منکر ہو اور مدعی کے ذمے اثبات ہی **پانچوین فصل** شوہر کی وفات کے عدے مین ہی جو عورت صحیح نکاح سے جس مرد کے نکاح مین ہوگی تو وہ عورت اس شوہر کے مرنے کے بعد اُسکی وفات کا عدہ حمل نرکھنے پر چار مہینے دس دن تک رکھیگی خواہ کم سن یا بڑے سن کی ہو خواہ شوہر بالغ ہو یا نا بالغ ہو اور عورت سے ہمبستر ہوا ہو یا نہوا ہو اور اس شوہر سے سورج کے غروب ہونیکے بعد دسوین دن جدا ہوگی اسلیے کہ دن کی انتہا آفتاب کا ڈوب جانا ہی اور وہ عورت حاملہ ہوگی تو اسکے لیے عدہ وفات مین اور وضع حمل مین جو مدت زیادہ ہی وہی عدہ ہی یعنے اگر چار مہینے دس دن سے پہلے وضع حمل ہو جائے تو چار مہینے

دس دن تک وہ عورت عدہ رکھیگی اور اگر اس مدت مین وضع حمل نہو تو وضع حمل تک انتظار کریگی اور جس عورت کا شوہر مرجائے اُسپر حداد لازم ہی یعنے زینت لباس چھوڑ دینا اور زینت کے لیے تیل نہ لگانا نہ ملنا اور خوشبو کا استعمال نکرنا اور اگر سیاہ یا نیلے کپڑے پہنے تو ڈر نہین اسلیے کہ وہ زینت سے دور ہین خواہ اُس شوہر مردہ عورت کا سن کم ہو یا زیادہ ہو مسلمان ہو یا ذمیہ ہو اور جس لونڈی کا آقا مرجائے اُسپر حداد کے وجوب مین تردد ہی اظہر یہی ہی کہ لونڈی پر حداد نہین ہی اور اسیطرح پر مطلقہ عورت کو حداد لازم نہین ہی خواہ بائنہ ہو یا رجعیہ ہو اور اگر کوئی شخص کسی عورت سے شبہہ مین ہمبستر ہو اس طرح پر کہ یہ نجانتا ہو کہ اُس عورت سے اُسکے واسطے نکاح درست نہین ہی اور نکاح کرلے پھر ہمبستری کے بعد کھلے کہ نکاح صحیح نہین اور اسکے بعد وہی مرد مرجائے تو وہ عورت اُسکا عدہ طلاق رکھے گی یعنے اگر حرہ ہو گی تو تین طہر کا عدہ رکھے گی خواہ حاملہ یا نہو اور یہ عدہ شبہہ کی ہمبستری کے سبب سے ہی عقد نکاح کے سبب سے نہین ہی اسلیے کہ اگر عقد نکاح کے سبب سے ہوتا تو زوجہ ہونیکا حکم رہتا اور شوہر کا عدہ وفات اُسے رکھنا چاہیے ہوتا۔

فرع اگر کسی مرد کی ایک عورت سے زیادہ ہو اور ایک غیر معین زوجہ کو طلاق دے پھر اگر کہا جائے کہ مطلقہ کو معین کرنا شرط ہی جیسا کہ یہی اقوی مذہب بھی ہی تو طلاق واقع نہو گی اور اگر کہا جائے کہ طلاق مین تعیین شرط نہین ہی اور شوہر مطلقہ کے معین کرنے سے پہلے مرجائے تو اُسکی جوروؤن مین سے ہر ایک پر واجب ہی کہ اُسکی وفات کے بعد احتیاطاً عدہ وفات مین بیٹھین خواہ ہمبستر ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر وہ عورتین حاملہ ہون گی تو عدہ وفات اور وضع حمل مین جو مدت زیادہ ہو گی اُسی مدت تک عدہ رکھین گی اور یہی حکم ہی اگر کوئی شخص اپنی کئی جوروؤن مین سے ایک کو بائن طلاق دے اور مطلقہ کے معین کرنے سے پہلے مرجائے تو اُنمین سے ہر ایک پر لازم ہی کہ وفات کا عدہ رکھے اور اگر ایک کو اُنمین سے مرنیکے پہلے معین کردے تو وہی معینہ مطلقہ ہو جائیگی اور طلاق کا عدہ طلاق کے وقت سے نہ وفات کے وقت سے پورا کریگی اور اگر رجعی طلاق دے تو وفات کے وقت سے وفات کا عدہ پورا کریگی اور اگر شوہر کسی عورت کا مفقود ہو جائے اگر معلوم ہو جائے کہ کسی جگہ پر موجود ہی یا اُسکے شوہر کا ولی اُسے روٹی کپڑا دیتا ہو تو اُس زوجہ کو اختیار نہین صبر کرنا چاہیے اور اگر اُسکی خبر ہی نہ ملتی ہو اور کوئی روٹی کپڑا بھی اُسکی زوجہ کو نہ دیتا ہو پھر اگر وہ صبر کرے تو کوئی کلام ہی نہین اور اگر حاکم شرع سے

فریاد کرے تو اُس عورت کے لیے حاکم چار برس کی مدت صبر کی معین کر دیگا اور خود حاکم اُسکے
حال کا تفحص اور تجسس کریگا پھر اگر اسکے جیتے ہونیکی خبر ملے گی تو وہ عورت صبر کریگی اور امام
علیہ السلام پر لازم ہے کہ اُسے روٹی کپڑا بیت المال سے عنایت فرماتے رہیں اور اگر اسکی
حیات ہی معلوم نہو تو اُسے حاکم شوہر کے عدہ وفات مین بیٹھنے کا حکم دیدے گا اور بعد عدہ کے
جو اس سے نکاح کریگا اُسپر وہ حلال ہو جائیگی اور اگر اُسکا شوہر ایسے وقت مین آئے کہ وہ عورت
عدہ پورا کرکے دوسرے شخص سے نکاح کر چکی ہو تو اُس شوہر کو اُس عورت پر کچھ دعوی باقی نہین
اور اگر وہ شوہر ایسے وقت مین آئے کہ وہ عورت عدے سے باہر نہو لی ہو تو وہی شوہر اُس
عورت کا مالک ہے اور اگر عدہ سے نکل چکی ہو اور دوسرے شخص سے تزویج نکی ہو تو اسمین دو
روایتین ہین زیادہ مشہور یہی ہے کہ اُس شوہر کو اُس زوجہ پر کچھ دعوی نہین پہونچتا ہے متفرعہ
مسئلے پہلا مسئلہ اگر مفقود کی جورو حکم حاکم کے بعد عدہ پورا کرکے نکاح کرلے اور بعد اسکے کھلے کہ
شوہر اُسکا مر چکا تھا تو دوسرا عقد اُسکا صحیح ہے اور دوسرا عدہ بھی نہین ہے خواہ وہ پہلا مفقود شوہر
عدہ کے پہلے مر گیا ہو یا بعد مرا ہو یا عدہ کے بیچ مین مرا ہو اسلیے کہ پہلا عقد نکاح شارع کی نظرون
اعتبار سے ساقط ہو گیا ہے پھر اُس شوہر کے مرنے مین اور جینے مین کوئی فرق نہین رہا دوسرا
مسئلہ مفقود کی جورو کا روٹی کپڑا حاکم کے حکم سے عدہ کے زمانے کا شوہر پر نہین ہے حاکم سے
لیگی گو وہ شوہر عدہ گزرنے سے پہلے موجود بھی ہو جائے اسلیے کہ حاکم نے تفرقہ کا حکم کیا ہے
اور اسمین تردد ہے کیونکہ یہ عدہ حقیقت مین عدہ وفات نہین ہے اور روٹی کپڑا شوہر کے ذمے
سے بے کسی مسقط سبب کے ساقط نہوگا اور اصل ثابت چیز کا اپنے پہلے حال پر باقی رہنا ہے جب تک
اسکے خلاف ثابت نہولے تیسرا مسئلہ اگر عورتکو مفقود الخبر شوہر طلاق دے یا اُس سے ظہار
کرے اور اتفاق سے حکم حاکم واسطے عدہ مین یہ واقع ہو تو طلاق اور ظہار صحیح ہے اسلیے کہ نکاح عدہ کے
دنون مین باقی تھا اور اگر اتفاق سے عدہ کے بعد یہ طلاق یا ظہار شوہر کیطرف سے عمل مین
آئے تو واقع نہوگا اسلیے کہ نکاح ہی باقی نرہا بلکہ منقطع ہو گیا اور طلاق اور ظہار نکاح کے ثبوت
کے فرعین مین چوتھا مسئلہ جب مفقود الخبر کی جورو عدہ سے نکلکر دوسرا نکاح کرلے اور دوسرے
کے دخول کے چھ مہینے کے بعد جنے تو یہ بچہ دوسرے شوہر سے ملحق ہوگا اور اگر اُس بچہ کا دعوی پہلا شوہر

کرے اور کہے مین چھپکر اُس سے ہمبستر ہو گیا تھا تو اُسکے دعوی کی طرف التفات نکرینگے اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ پہلے اور دوسرے شوہرون کے نام کا قرعہ ڈالین گے جسکے نام نکلیگا اُس سے ملحق کرینگے اور یہ قول بعید ہی **پانچوان مسئلہ** اگر حکم حاکم سے عدہ پورا کرنیکے بعد وہ عورت مرجائیگی تو پہلا شوہر اُسکی میراث نہ پائیگا اور اسیطرح پر اگر وہ شوہر مرجائیگا تو یہ زوجہ اُسکی میراث نہ پائیگی اور اگر ان دونون مین سے کوئی عدہ گزرنے سے پہلے مرجائیگا تو دوسرا اُسکی میراث لیگا یا نہین اسمین تردد ہی اشبہ یہی ہی کہ ارث ثابت ہی **چھٹی فصل** لونڈیون کے عدون کے بیان مین ہی اور اُنکے استبرے کے بیان مین ہی عدہ ایسی لونڈی کا جو کسی کے عقد نکاح مین ہو اور دخول کے بعد مطلقہ ہو دو طہر ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دو حیض ہین اور پہلا قول زیادہ مشہور ہی اور کم سے کم وہ زمانہ جسمین لونڈی کا عدہ پورا ہو جاتا ہی تیرہ دن دو لحظے ہین کیونکہ طلاق واقع ہونیکے بعد اگر ایک لحظہ بھی طاہر رہے تو ایک طہر متحقق ہو جائیگا بعد اسکے تین دن حیض کی اقل مدت ہی اور دس دن تک طہر کی اقل مدت ہی اور بعد اسکے ایک لحظہ خون حیض آنے پر صبر کرے کہ دونون طہر متحقق ہو جائین اور تیرہ دن دو لحظے طلاق کے وقت سے گزرین اور دوسرا لحظہ بعضے فقہا کے نزدیک عدہ مین داخل ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عدہ مین داخل نہین عدہ گزرنیکی علامت ہی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہی اور اگر وہ مطلقہ لونڈی حیض آنیکے سن مین ہو اور اُسے حیض نآتا ہو تو ڈیڑھ مہینے عدہ رکھیگی خواہ آزاد کے عقد مین یا غلام کے نکاح مین ہو اور اگر وہ منکوحہ لونڈی آزاد ہو جائے اور اسکے بعد مطلقہ ہو تو اُسکا عدہ آزاد عورت کا عدہ ہی کہ وہ تین طہر ہین اور اگر لونڈی کا شوہر لونڈی کو رجعی طلاق دے اور اسکے بعد وہ لونڈی عدہ مین آزاد ہو جائے تو وہ لونڈی آزاد عورت کا عدہ پورا کریگی اور اگر وہ لونڈی مطلقہ طلاق باین سے ہو اور طلاق کے بعد آزاد ہو جائے تو وہ لونڈی لونڈی کا عدہ پورا کریگی ذمیہ کا عدہ بھی وفات اور طلاق مین آزاد عورت کا عدہ ہی اور ایک روایت مین وارد ہوا ہی کہ ذمیہ لونڈی کا عدہ رکھیگی اور یہ روایت شاذ ہی اور لونڈی کا عدہ شوہر کی وفات مین دو مہینے پانچ روز ہین اور شیخ علی علیہ الرحمہ لونڈی کا عدہ بھی وفات شوہر مین آزاد عورت کے برابر جانتے ہین اور منکوحہ لونڈی حمل سے ہو تو وہ لونڈی وفات کے

عدہ مین اور وضع حمل مین سے جو مدت زیادہ ہوگی اُسی سے عدہ پورا کریگی اور اگر لونڈی اپنے
مالک کی ام ولد ہو یعنے اپنے آقا سے بچہ جنی ہو تو اُسکا عدہ وفات سے چار مہینے دس روز ہین
اور اگر ام ولد لونڈی کو اُسکا شوہر رجعی طلاق دے اور عدہ گزرنے سے پہلے اُسکا شوہر مرجائے
تو نئے سرے سے آزاد عورت والا عدہ پورا کریگی اور اگر شوہر کی وفات کے بعد ام ولد نہ ہے تو
لونڈی کا عدہ پورا کریگی اور اگر لونڈی کی طلاق باین ہوگی اور شوہر طلاق کے بعد مرجائیگا تو عدہ
طلاق کا پورا کریگی اور یہی بس ہے یعنی عدہ وفات نہین ہے اور اگر لونڈی کا شوہر مرجائے اور بعد اسکے آزاد ہو جائے تو آزاد
عورت کا عدہ پورا کریگی اسلیے کہ آزادگیکی حالت لونڈی ہونیکی حالت پر غالب کیجائیگی اور اگر اُس
لونڈی کا مالک اُس سے ہمبستری کرے پھر اُس مدخولہ لونڈی کو مدبرہ کردے یعنے کہدے کہ
کہ میرے مرنیکے بعد یہ لونڈی آزاد ہے تو اُس آقا کے مرنیکے بعد یہ لونڈی وفات کا عدہ چار مہینے
دس روز تک رکھیگی اور مالک اپنی مدخولہ لونڈیکو اپنی حین حیات مین آزاد کردے تو تین طہر کا
عدہ آزادیکے دن سے رکھیگی یہ اُردو مترجم کہتا ہے کہ اس حکم کی مستند روایت داؤد کی ہے کہ اُسنے
جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مالک کی مدخولہ مدبرہ لونڈی کا جب آقا مرجائے
تو اُسکی وفات کے دن سے وہ لونڈی چار مہینے دس دن کا عدہ وفات رکھے اور پھر اُنھین
حضرت سے پوچھا گیا کہ اگر مالک اُسے گھڑی بھر یا ایک دن اپنے مرنے سے پہلے آزاد کردے
تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ لونڈی اپنے آزاد ہونیکے دن سے تین طہر کا عدہ پورا کرے گی
اور جو عورت ملک مین بیع سے اور لوٹ سے اور صلح سے اور میراث سے اور ملکیت کے
موجب عقدون سے آئے اُس سے استبرا ہمبستری جائز ہونیکے لیے کرلینا واجب ہے اور جس
لونڈی کا استبرا ہمبستری کے تحلیل کے لیے بیع مین واجب نہین اُسکا استبرا اور سبب ملکیت مین
آنے پر واجب نہین ہے اور اگر کسی شخص کے نکاح مین کسیکی لونڈی ہو اور وہی اُس لونڈیکو اُسکے مالک سے مول لیلے
تو اُسکا نکاح باطل ہوجائیگا اور ملکیت کے سبب سے اُسے اُس لونڈی سے ہمبستر ہونا حلال ہوجائیگا اور
استبرے کی ضرورت نہ پڑے گی اور اگر کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت سے کوئی لونڈی مول
لیلے اور اُسکا استبرا کرے تو وہی اُسکے مالک کو ہمبستری کے لیے کافی ہے پھر اُس لونڈی کا استبرا
اسکے مالک پر واجب نہین اور جب کوئی اپنی لونڈی کو مکاتب کردے تو اُسکے مالک پر اُس سے

ہمبستر ہونا حرام ہو جائیگا اور اگر کتابت کو مال کتابت کی ادا میں اُس لونڈی کے عاجز آنیکے سبب
فسخ کر ڈالے تو وہ لونڈی اُسپر حلال ہو جائیگی اور اُسکا استبرا مالک پر واجب نہین اور اگر آقا مرتد ہو جائے
یا لونڈی مرتدہ ہو جائے اور پھر اسلام کیطرف عود کرے تو بھی استبرا واجب نہین اور اگر لونڈی کو اُسکا
شوہر ہمبستر ہونیکے بعد طلاق دے تو اُس لونڈی کے مالک کو بے عدہ پورا کیے اُس سے ہمبستر ہونا
جائز نہین اور عدہ پورا کرنا استبرے کو بھی کفایت کرتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی حربیہ عورت کو مول لے
اور اُسکا استبرا کرے پھر وہ عورت مسلمان ہو جائے تو دوبارہ اُسکا استبرا کرنا واجب نہین اور اسیطرح
پر اگر کوئی لونڈی کو مول لے پھر اُسکا استبراء حج کے احرام کے حال مین کرے تو محل ہونیکے بعد وہی
استبرا اُس سے ہمبستر ہونے کو کفایت کرتا ہے **ساتوین فصل** لواحق کے بیان مین ہے اور اسمین
کئی مسئلہ ہین پہلا مسئلہ جو شخص اپنی کسی منکوحہ کو رجعی طلاق دے تو اُسے اُس مطلقہ کا اپنے
گھر سے نکال دینا جائز نہین مگر جبکہ وہ عورت برے کام حد کے قابل کرتی ہو تو اس صورت مین
اُسے حد لگانے کے لیے گھر سے نکالے گا اور حد جاری ہو جانیکے بعد اپنے گھر مین لے آئیگا اور کم
سے کم جس بات کیلیے رجعیہ مطلقہ کا گھر سے نکالنا جائز ہے وہ اُس سے اُسکے عیال کو ایذا پہونچنا ہے
تو اس صورت مین اُسے اپنے گھر سے نکالکر عدہ گذرنے تک کسی دوسرے گھر مین رکھدے گا
اور اس مطلقہ عورت پر شوہر کے گھر سے بے اضطرار کے نکلنا حرام ہے گو شوہر بھی اجازت دیدے
اور اگر بے نکلے چارہ نہو تو آدھی رات کے بعد جائے اور صبح ہونے سے پہلے چلی آئے اور رجعیہ
مطلقہ بے شوہر کی اجازت سنتی حج کو نہ جائیگی اور واجب حج کو چلی جائیگی گو شوہر اجازت نہ دے
اور اسیطرح پر مجبوری کے حال مین اگر شوہر بھی اذن نہ دے جب بھی نکلنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ ضرورت
بے اسکے نکلے رفع نہوتی ہو اور بائنہ عدہ مین جب چاہے گی نکلے گی دوسرا مسئلہ عدہ مین رجعیہ
مطلقہ کا روٹی کپڑا اور رہنے کو گھر دینا شوہر پر واجب ہے خواہ وہ مطلقہ مسلمہ ہو یا ذمیہ ہو لیکن
لونڈی کو اگر اُسکا مالک دنکو اور راتکو شوہر پاس بھیجدے تو اُسے بھی روٹی کپڑا اور رہنے کو بھی گھر
دینا شوہر پر واجب ہے اسلیے کہ نفقہ دینے کی شرط پوری تمکین ہو پائی گئی اور اگر مالک اُسکا راتکو
یا دنکو مانع آئے تو شوہر پر اُسکا نفقہ یعنے اُسکا روٹی کپڑا وغیرہ نہین ہے اسلیے کہ پوری تمکین نہ ہی
اور بائن طلاق کے مطلقہ کا روٹی کپڑا اور مسکن شوہر کے ذمے نہین ہے مگر جبکہ حاملہ ہوگی تو البتہ وضع

حمل کے وقت تک شوہر پر اُسکا روٹی کپڑا اور رہنے کو گھر دینا واجب ہی اور فقہا مین اختلاف ہی کہ حاملہ مطلقہ کا روٹی کپڑا حمل کے واسطے سے شوہر پر ہی یا اصل زوجیت کے اعتبار سے اور شبہہ کی ہمبستری سے بھی عدہ کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہی اور آیا نفقہ بھی شبہہ کی ہمبستری کرنیوالے پر حمل رہجانے مین تبعیت سے لڑکیکی ثابت ہوگا شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ حمل کے واسطہ سے واجب ہوگا اسلیے کہ اُسکا نفقہ اُسکی باپ پر واجب ہی اور اس مسئلہ مین اشکال ہی کیونکہ حاملہ مطلقہ کے روٹی کپڑا دینے کے واجب ہونے پر نص وارد ہوئی ہی اور شبہہ کی مدخولہ جورو نہین ہوتی ہی کہ اُس حاملہ کا نفقہ واجب ہو اور اسیطرح پر اور عورتین جو طلاق کے سوا فسخ وغیرہ اسباب سے جُدا ہوتی ہین اگر وہ بھی حاملہ ہونگی تو اُنکے بھی ضروری خرچ دینے کے وجوب مین نص وارد نہین ہوئی ہی اور مطلقہ پر قیاس کرلینا امامیہ مذہب مین جائز نہین اسلیے کہ قیاس باطل ہی اور اصل عدم اتفاق ہی اور پیٹ کے لڑکے کی تبعیت بھی حاملہ کے نفقہ کے وجوب مین حجت نہین ہوتی ہی اسلیے کہ لڑکا بعد پیدا ہونیکے باپ کا واجب النفقہ ہوتا ہی اور اسکی مان کے پیٹ مین اُسکے نفقہ دینے کا وجوب ہرحال مین ثابت نہین کیونکہ مان کے پیٹ مین اسکی مان کی غذا اُسکے باقی رہنے کو کافی ہوتی ہی اور اپنے لیے کسی اور غذا کا محتاج نہین اردو مترجم کہتا ہی کہ اس دلیل مین کلام ہی اسلیے کہ اگر مان کی غذا کی کفایت سے باپ پر نفقہ واجب نہو تو پیدا ہونے کے بعد بھی دو برس تک مان ہی کے دودھ کا محتاج ہی اور وہی اُسے کافی ہی اور کسی چیز کی اُسے ضرورت نہین پڑتی ہی اور اگر مان ہی کے پیٹ مین غذا کا کوئی پہونچانے والا نہوگا پھر کیونکر کفایت ہوگی اور کیونکر پھر باقی رہ سکیگا ملخص یہ ہی کہ اگر ثابت ہوجائے کہ پیٹ مین کا بچہ واجب النفقہ ہمبستری کرنے والے پر ہوا کرتا ہی تو ہر حاملہ عورت کا روٹی کپڑا جس ہمبستری کرنے والے سے اُسکا لڑکا ملحق ہوگا اُس پر حمل رہنے کے بعد سے وضع حمل تک واجب ہی خواہ ہمبستری شبہہ سے ہوئی ہو یا غیر شبہہ سے ہوئی ہو اور اُن دونون مین جدائی خواہ طلاق سے ہوئی ہو یا ظہور عیب وغیرہ کسی فسخ کے سبب سے ہوئی ہو اور اگر مان کے پیٹ کے بچے کا نفقہ باپ پر واجب نہ ٹھہرے تو حاملہ کے روٹی کپڑے کا وجوب مطلقہ ہی سے مختص ہی اور سے مختص نہین اور مصنف علیہ الرحمہ کا یہی مذہب ہی کہ نفقہ کا وجوب مطلقہ حاملہ سے مختص ہی اور کسی سے مختص نہین ہی غرض یہ کہ مطلقہ عورت کو رہنے کی

جگہ دینے مین پہلی فرع جس گھر مین مطلقہ کو عدہ گزرنے تک رکھدیا ہو وہ اگر گر پڑے یا مانگے گا تو
اور مالک اُسکے وہان رہنے کا راضی نہ ہے یا کرایہ کو تھا کو مدت گزر گئی ہو تو شوہر کو اس گھر سے
اس عورت کو نکالکر دوسرے گھر مین لیجانا جائز ہی اور اس عورت کو بھی اس گھر سے نکلجانا جائز ہی
اسلیے کہ اُسے ایسے گھرون مین رہنا جائز نہین اور اگر ایسے گھر مین زوجہ کو مطلقہ کرے کہ جو
اُسکے حال کے قابل نہین تو اُس عورت کو اُس گھر سے نکلکر کسی دوسرے حال کے موافق والے
گھر مین چلے جانا جائز ہی اور اس مین تردد ہی اسلیے کہ اونکے نکالنے اور نکلنے کی انکے گھرون
سے ممانعت وارد ہوئی ہی جیسا کہ حق تعالے فرماتا ہے کہ جسکا مفاد یہ ہی کہ مطلقہ عورتون کو
اُنکے گھرونسے نہ نکالو اور نہ وہ عورتین وہان سے نکلین دوسری فرع اگر منکوحہ کو طلاق دے
پھر اُس عورت کے رہنے کے گھر کو بیچ ڈالے پس اگر اس عورت کا عدہ تین طہر مین تو اُس
گھر کی بیع صحیح نہین اسلیے کہ بیچنے سے پہلے مطلقہ زوجہ کے رہنے کا حق اُس مکان سے
متعلق ہوچکا ہی اور یہ معلوم نہین کہ تین طہر کب تک پورے ہوچکین گے پس یہ جہالت
بیع کے مبطل ہوجائیگی اور اگر اس مطلقہ کا عدہ مہینون سے ہو تو بیع صحیح ہی کیونکہ اس
صورت مین مہینونکے معین ہونے سے جہالت لازم نہین آتی ہی تیسری فرع اگر کوئی
شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اسکے بعد اس شخص کو حاکم شرع اپنے مال مین تصرف
کرنے سے کسی حجر کے موجب امر سے روکے اور حجر واقع کردے تو بعضے فقہا کہتے ہین
کہ مطلقہ اُس گھر مین رہنے کی عدہ گزرنے تک زیادہ سزاوار ہی یعنے قرضخواہ اُسے
اُس گھر سے اتنے دنون تک نکال نہ سکین گے اسلیے کہ اُس مکان مین اسکے رہنے کا
حق حجر سے پہلے اُس گھر سے متعلق ہوچکا ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرضخواہون کی وہ مطلقہ
بھی شریک ہوجائیگی اور اجرت سکونت کا رسدی حصہ لیلیگی اور پہلا قول اشبہ ہی چوتھی
فرع اگر منکوحہ کو کوئی شخص کسی غیر کے گھر مین طلاق دے تو رہنے کی جگہ کا حق شوہر کے
ذمے متعلق ہوگا پس اگر شوہر کے اور بھی قرضخواہ ہونگے تو وہ مطلقہ بھی اپنے حسب حال
رہنے کے گھر کی اجرت مین مثل عدہ کے دنون تک انھین قرضخواہون کی شریک ہوجائیگی اور
اگر عدہ مہینون سے ہی تو مدت معلوم اور معین رہیگی اور اسکی اجرت معلوم ٹھہریگی اور اگر

عدہ تین طہر کا یا وضع حمل ہو تو کم سے کم وضع حمل کی مدت مین مکان سے اجرت شل مین یا
کم سے کم تین طہر ونکی مدت سے اجرت مکان مین قرضخوا ہونکی شریک ہوجائیگی اور رسدی حصہ
پائیگی اور اگر حمل اقل ایام وضع سے پہلے گر پڑے تو اتنے دنون کا شوہر کو پھیر دیگی پانچوین
فرع اور اگر شوہر مر جائے اور رہنے کے مکان کی وارث ایک جماعت ہو جائے اور مکان
اسکی زوجہ کے رہنے سے بڑھکر نہو تو بے اُس زوجہ کی اجازت یا بے عدہ کے پورے ہوے
اُس مکان کا تقسیم کرنا جائز نہین اسلیے کہ وہ عورت تقسیم سے پہلے اُس گھر مین رہنے کی مستحق
ہو چکی ہی اور موجہ یہی ہی کہ شوہر کی وفات کے بعد اُسمین رہنے کا حق جاتا رہیگا مگر جبکہ
حاملہ ہو گی تو حق نجائیگا چھٹی فرع جب شوہر اپنی منکوحہ کو ایک گھر سے اُٹھکر دوسرے
دوسرے گھر مین جاکر رہنے کا حکم کرے پھر وہ اسباب اور عیال کو دوسرے گھر مین اُٹھالیجائے
اسکے بعد شوہر آسے اُس پہلے گھر مین ہونیکے حال مین طلاق دیدے تو وہ مطلقہ اُسی
پہلے گھر مین عدہ پورا کریگی اور اگر منکوحہ اُس گھر سے نکلکر دوسرے گھر مین جاچکے اور اُس
کے متعلقات اور اسباب اُسی پہلے گھر مین ہو کہ شوہر طلاق دیدے تو وہ مطلقہ اُسی
دوسرے گھر مین عدہ پورا کریگی اسلیے کہ اب اُسکا گھر وہی قرار پاچکا ہی اور اگر اُس گھر سے
نکلی ہو اور ابھی راستہ مین ہو اور شوہر طلاق دیدے تو بھی وہ عدہ اُسی گھر مین پورا کریگی
کیونکہ شوہر اُسے اس پہلے گھر سے اُٹھکر دوسرے مین جانے کو کہہ چکا ہی ساتوین فرع صحرا
نشین منکوحہ عورت جسکا شوہر خیمہ مین رہتا ہی تو جس خیمہ مین مطلقہ ہو گی اُسی مین عدہ پورا
کریگی پھر خیمہ کے رہنے والے کوچ کرین تو وہ بھی اس خیمہ کے ساتھ تنہائی کے ضرر سے بچنے کیلیے
کوچ کریگی اور اگر اُسکے لوگ وہان رہین تو وہ بھی رہیگی جب تک کہ رہنے مین ڈر پیدا نہوگا اور
اگر اُتنے لوگ رہین جنمین دفع ضرر کی قوت ہو تو بھی اُسے وہان سے چلے جانیکا تنہائی کی وحشت
کے دور کرنیکے لیے جائز ہونا اشبہ ہی آٹھوین فرع اگر کوئی دریا مین کشتی پر اپنی منکوحہ کو
طلاق دے اور اگر وہ کشتی اُسکے رہنے کی جگہہ نہو تو اُسے جہان چاہے رکھدے اور اگر وہی
کشتی اُسکے رہنے کی جگہہ ہو جیسے ملاحونکی جورویئن ہین کہ اُنکا گھر ناؤکے سوا نہین ہوا کرتا ہی
تو وہ مطلقہ اُسی ناؤ مین عدہ پورا کریگی نوین فرع جب منکوحہ طلاق کے بعد اپنی ملک کے

گھر مین رہے تو اپنے رہنے کے گھر کا مطالبہ شوہر سے نکر سکے گی اور نہ اُس گھر کا کرایہ مانگ سکے گی اسلیے کہ ظاہر حال سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ اُسنے گھر کے کرایہ کو چھوڑ دینا اختیار کیا ہی اور یہی حکم ہی اگر کوئی مکان کرایہ کو لیکر اُسمین طلاق کے بعد رہے تو کرایہ کا مطالبہ شوہر سے نکر سکیگی اسلیے کہ ایسے گھر مین رہنے کی مستحق ہی کہ جسمین اُسے شوہر رکھدے نہ یہ کہ خود پسند کرے **تیسرا مسئلہ** جس عورت کا شوہر مرجائے اُسکا روٹی کپڑا اُسکے شوہر کے مال مین نہین ہی گو حمل سے بھی ہو اور روایت مین وارد ہوا ہی کہ حمل کے حصہ مین سے اُسے روٹی کپڑا دینا چاہیے اور اسمین کچھ استبعاد بھی ہے اسلیے کہ حمل کو زندہ پیدا ہونیکے بعد میراث پہونچتی ہی اور ولادت سے پہلے کوئی حق اُسے مورث کے مال مین نہین ہوتا ہے اور اس عورت کو جہان چاہے وہان رہنا پہونچتا ہی **چوتھا مسئلہ** اگر کوئی کسی ایسی عورت سے تزویج کرے جو کسی اور کے عدہ مین ہو خواہ وہ عدہ طلاق ہو یا عدہ وفات ہو تو یہ نکاح صحیح نہین ہی اور عقد کے سبب سے پہلے شوہر کا عدہ منقطع نہو جائیگا اور اگر یہ دوسرا شوہر اُس عورت سے ہمبستر نہو تو وہ عورت پہلے ہی شوہر کے عدہ مین ہی اور اگر دوسرا شوہر اُس عورت سے اِس نکاح کی حرمت کو جان بوجھ کر ہمبستر ہو تو بھی وہ پہلے ہی شوہر کے عدہ مین ہی اسلیے کہ اگر یہ ہمبستری زنا تھی اسکے لیے عدہ نہین ہی خواہ وہ عورت حمل رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو اور اگر یہ دوسرا شوہر عدہ مین نکاح کے حرام ہونے سے واقف نہو یا اُس عورت کے عدہ مین ہونے کو نجانتا ہو اور حمل سے نہو تو وہ عورت پہلے شوہر کا عدہ پورا کریگی اسلیے کہ وہ پہلے ہی پھر اُس عدہ کو تمام کرکے دوسرا عدہ دوسرے شوہر کا پورا کریگی اور یہ حکم اسباب کی دو روایتون مین زیادہ مشہور روایت کے موافق ہی اور ایک روایت مین دونون عدون کا تداخل بھی وارد ہوا ہی یعنے ایک عدہ مین دونون عدے پورے ہو جاینگے اور اگر مطلقہ حمل سے ہو اور پہلے شوہر کے حمل ہونے پر دلالت کرنیوالی علامت رکھتی ہو تو وضع حمل تک پہلے شوہر کا عدہ پورا کریگی اور وضع حمل کے بعد تین طہر سے دوسرے شوہر کا عدہ رکھیگی اور اگر ایسی کوئی علامت ہو کہ اس امر پر دلالت کرتی ہو کہ یہ حمل دوسرے شوہر کا ہی تو وضع حمل تک دوسرے شوہر کا عدہ رکھیگی اور وضع حمل کے بعد پہلے شوہر کے عدہ کو پورا کریگی اور اگر کوئی ایسی علامت ہو کہ وہ اِس

بات پر دلالت کرتی ہو کہ یہ حمل ان دونون شوہرون کا نہین ہی تو وضع حمل کے بعد پہلے شوہر عدہ پورا کریگی پھر اسکے بعد نئے سرسے دوسرے شوہر کا عدہ رکھیگی اور اگر حمل مین دونون شوہرون سے ہونیکا احتمال ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرعہ ڈالنا چاہیئے اور وضع حمل اُس شوہر کا عدہ ہی کہ جسکے نام کا قرعہ نکلا ہی اور بچہ بھی اُسی سے ملحق ہوگا اور اس قول مین اشکال ہی اسلیے کہ حدیث نبوی صلعم سے الولد للفراش شبہہ کی ہمبستری مین دوسرے شوہر کے فراش مین ہی اُسی سے ملحق ہونا چاہیے کہ وہ احق ہے۔ پانچوان مسئلہ موجود شوہر کی منکوحہ طلاق کے واقع ہونیکے وقت سے یا شوہر کی وفات کے وقت سے عدہ رکھیگی اور غائب شوہر کی منکوحہ طلاق مین طلاق کے واقع ہونیکے وقت سے اور عدہ وفات مین مرنیکی خبر پہونچنے کے وقت سے عدہ مین بیٹھے گی گو غیر عادل شخص طلاق کے واقع ہونیکی یا اسکے مرنے کی خبر دے مگر نکاح بے خبر کے ثبوت کو پہونچے نکرے گی یعنی جب ثبوت پہونچ لیگا کہ شوہر غائب مرگیا یا اُسنے طلاق دیدی ہی جب نکاح کریگی اور بے ثبوت کے پہونچے نکرسکے گی اور غیر عادل شخص کی خبر کا فائدہ یہی ہی کہ ثبوت کے بعد عدہ جو اُسنے اس نامعتمد کی خبر سے پورا کیا ہی اُسی پر اکتفا ہو جائیگا اور نئے عدہ کی ثبوت کے بعد احتیاج نہ پڑیگی اور اگر طلاق کے واقع ہونیکا علم اور یقین حاصل ہو جائے اور طلاق کے وقوع کے وقت کو نجانتی ہو تو خبر پہونچنے کے وقت سے عدہ پورا کریگی تا برات ذمہ یقینی ہو جائے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جس کم سے کم زمانہ مین خبر کا پہونچنا ممکن ہو اُس زمانے کو بھی عدہ مین جوڑ سکتی ہی اسطرح پر کہ یقین سے جان لے کہ عدہ طلاق کے بعد ہی واقع ہوا ہے۔ **چھٹا مسئلہ** جب کوئی شخص اپنی منکوحہ مدخولہ کو طلاق دے اور بعد اسکے پھر عدہ مین رجوع کرے اور ہمبستری سے پہلے پھر طلاق دی ہو تو اُس مطلقہ کو چاہیے کہ نئے سرسے دوسرا عدہ پورا کرے اسلیے کہ پہلا عدہ رجعت سے باطل ہو گیا اور اگر رجوع کے بعد خلع کرے جسطرح پر کہ کتاب خلع مین انشاءاللہ تعالے آئے گی تو شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اسمین اقوی قول پر عدہ نہین ہی اور یہ قول بعید ہی اسلیے کہ یہ خلع ایسے عقد کے بعد ہی جسمین ہمبستری واقع ہو چکی ہی پھر عدہ واجب ہی لیکن اگر خلع زوجہ سے ہمبستری کے بعد کرے اور پھر اُس سے

تزویج کرے اور ہمبستر ہونے سے پہلے اُسے طلاق دیدے تو اسمین عدہ لازم نہین ہی اسلیے کہ پہلا عدہ نکاح کے سبب سے باطل ہوگیا اور اس دوسرے عقد کے بعد ہمبستری ہوئی نہین تو یہ غیر مدخولہ عورت کی طلاق ٹھہری کہ اسمین عدہ نہین ہوتا ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین لازم ہی اسلیے کہ پہلا عدہ پورا نکیا تھا اور پہلا قول اشبہ ہی اُردو مترجم کہتا ہی کہ اگر نص اسبات پر دلالت کرے کہ مدخولہ عورت سے عدہ مین نکاح کرکے بے ہمبستری کے طلاق دے تو عدہ نہین ہے تو یہ حکم تعبدًا قبول سے تعلق ہوگا اور اگر نص کی دلالت اس امر پر ہیگی کہ غیر مدخولہ کی طلاق مین عدہ نہین ہوتا ہی تو اس مذکورہ صورت پر اس حکم کا انطباق مشکل ہی اسلیے کہ وہ پہلے مدخولہ ہوچکی ہی اور اسکے عدہ سے بھی نہین نکلی اور احتمال حمل کا باقی ہی پھر برائت ذمہ حمل سے یقینی نہ ٹھہری تو اس صورت مین اشبہ دوسرا ہی قول ہی ساتوان مسئلہ شبہہ کی ہمبستری سے کوئی شخص حد کا یقین ہوتا ہی اور اُسکا بھی عدہ عورت کو پورا کرنا واجب ہی اسلیے کہ مباح ہمبستری واقع ہوئی ہی اور زنا نہین ہی اور جو عورت کہ حرمت جان کر کرے وہ زناکار ہی اُسپر حد جاری کیجائیگی اور اُسے مہر بھی نہ ملیگا اسلیے کہ نص مین وارد ہوچکا ہی کہ زنا کے لیے کوئی مہر نہین ہی اور اگر شبہہ کی مدخولہ عورت دوسرے کی لونڈی ہو تو جو لڑکا کہ اُس ہمبستری سے پیدا ہوگا تو شبہہ کی ہمبستری کرنے والے مرد سے ملحق ہوگا اور اُس مرد پر واجب ہی کہ جو لڑکے کی قیمت پیدا ہونیکے وقت کی ہو وہ اُس لونڈی کے مالک کو دیدے اور اُس لونڈی کو بھی مہر مثل اُسکا دیدے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس لونڈی کی قیمت کا دسوان حصہ اُسکے باکرہ یعنے کواری ہونے پر دے اور اُس لونڈی کی قیمت کا بیسوان حصہ کواری نہونے پر دے اور یہی روایت مین وارد ہوا ہی آٹھوان مسئلہ جب کوئی اپنی منکوحہ کو باین طلاق دے پھر شبہہ سے اُس سے ہمبستری کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ دونون عدے متداخل ہونگے یعنے ایک ہی عدہ طلاق مین اور شبہہ کی ہمبستری مین کافی ہوجائیگا اسلیے کہ دونون عدہ ایک ہی ہمبستری کرنیوالے کے ہین اور یہی بات خوب ہی خواہ عورت حاملہ ہو یا نہو اور غیر حاملہ عورت مین عدہ کا حساب شبہہ کی ہمبستری کے وقت سے ہوگا اور طلاق کے وقت سے نہوگا نوان مسئلہ جب کوئی مطلقہ عورت رجعیہ عدہ کے اندر کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے

اور حاملہ ہوجائے تو دوسرے شوہر کا عدہ وضع حمل سے پورا کریگی اور وضع حمل کے بعد پہلے شوہر کا عدہ رکھیگی اور اس عدہ مین اُس پہلے شوہر کو اُس عورت کیطرف رجوع کرنا پہونچتا ہی اور حمل کے زمانے مین رجوع نہین پہونچتی ہی اُردو مترجم کہتا ہی کہ یہ کوئی نہ سمجھ لے کہ عدہ مین نکاح کرلے گی تو جائز ہی یا نکاح کرنا جائز ہی بلکہ شبہہ کی ہمبستری کا یہ حکم ہی یعنے اگر دونون ناکح منکوحہ عدہ مین نکاح کو حرام نجانتے ہون اور یا شوہر نہ جانتا ہو کہ عدہ مین ہی اور اگر دونون جان بوجھکر یا ایک جان بوجھ کر ایسا کریگا تو دونون یا ایک زانی ٹھہریگا اور اپنی پاداش کو موافق شرع کے پہونچیگا

کتاب الخلع والمبارات

یہ کتاب خلع اور مبارات کے بیان مین ہی اور خلع زوجہ اور شوہر مین کی ایسی جدائی کو کہتے ہین کہ جسمین منکوحہ کیطرف سے بیزاری ہوتی ہی اور وہ قید نکاح سے چھٹکارے کے لیے شوہر کو فدیہ دیتی ہی اور نظر خلع کے صیغہ مین اور فدیہ مین اور خلع کی شرطون مین اور حکمون مین ہی پہلی نظر خلع کے صیغہ مین ہی اور صیغہ خلع کا یہ ہی کہ مرد کہے خلعتک علی کذا یعنے مین نے تیرا خلع کیا اتنے روپیہ یا مال پر یا کہے کہ فلان میری منکوحہ مختلعہ اتنے روپیہ پر ہی اور آیا اس صیغہ کے ساتھ ہی خلع واقع ہوتا ہی شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین بے طلاق کے لفظ کے ملائے خلع واقع نہین ہوتا ہی اور یہی حکم فادیتک کا ہی یعنی تیرا فدیہ قبول کرلیا مین نے بے طلاق کی لفظ کے خلع واقع نہوگا اور نہ فاسختک سے یعنے تیرے نکاح کو فسخ کیا مین نے اور نہ ابنتک سے یعنے مین نے تجھے جدا کیا اور نہ لفظ بتتک سے یعنے تجھے مین نے اپنے سے قطع کیا اور نہ تقایل سے کہ عقد کے برہم کرنیکے معنون مین ہی یعنے خلع محض انسے واقع نہین ہوتا ہی اور جس تقدیر پر خلع کا لفظ کافی ہوجاتا ہی اور طلاق کی لفظ کے ملانے کی حاجت نہین ہوتی ہی تو اسمین خلاف ہی کہ خلع نکاح کا فسخ ہی یا طلاق ہی سید مرتضی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ طلاق ہی اور یہی روایت مین بھی وارد ہوا ہی اور شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اولے یہی ہی کہ کہا جائے کہ فسخ نکاح ہی اور یہی تخریج ہی یعنے اجتہاد سے غیر منصوص کا حکم منصوص سے نکالنا ہی بس جو کہ خلع کی طلاق نہونیکا قائل ہوا ہی اور عقد کے فسخ کا قائل ہوا ہی تو خلع کو تینون طلاقون مین اس معنی سے

شمار نہین کرتا ہی کہ اگر تیسری جدائی خلع سے ہو تو احتیاج محلل کی نہوگی اور اگر اپنی عورت کو
فدیہ کے بدلے مین طلاق دے تو اُسکا بھی حکم خلع کا ہی یعنے باین طلاق ہوجائیگی گو خلع کی لفظ
نہین ہی **پہلی فرع** اگر عورت اپنے شوہر سے طلاق کچھ عوض دیکر مانگے اور شوہر اس سے خلع کرے
اور خلع کے ساتھ طلاق کا لفظ ضم نکرے تو طلاق اور خلع کچھ بھی واقع نہوگا اسلیے کہ عورت نے خلع
مانگا نتھا اور مرد نے طلاق کا لفظ ملایا نہین خواہ خلع بے طلاق کی لفظ کے واقع ہو یا نہو اور اگر
عورت کچھ فدیہ دیکر خلع مانگے اور شوہر اس مال کے بدلے اُسے طلاق دیدے تو عورتکو اس عوض کا
دینا لازم نہین اسلیے کہ خلع کی درخواست عوض پر عورت نے کی تھی اور طلاق کی درخواست نہین
کی تھی اور یہی مذہب اُن علما کا ہی جو قائل ہین کہ خلع کی لفظ سے بے طلاق کی لفظ کے ملے نکاح فسخ
ہوجاتا ہی اور طلاق نہین ہوتی ہی اور اگر یہ کہا جائے کہ خلع بھی طلاق ہی یا طلاق کی لفظ کا محتاج
ہی جیسا کہ بعضے فقہا کا مذہب ہی تو اس صورت مین عورت پر عوض دینا بھی لازم ہوجاتا ہے
دوسری فرع اگر مرد طلاق کی لفظ سے پہل کرے اور اپنی منکوحہ سے کہے کہ انت
طالق بالف او علیک الف یعنے تو ہزار روپیہ کے بدلے مین مطلقہ ہے یا تجھے ہزار روپیہ
دینا ہین تو رجعی طلاق صحیح ہی اور عورت پر ہزار روپیہ کا دینا لازم نہین گو اسکے بعد وہ عورت
اُن ہزار روپیون کو اپنے ذمے لے لے اسلیے کہ اُسنے اپنے سر اُس چیز کو اوڑھ لیا ہی جو اُسپر
واجب نتھی کیونکہ عوض دینا عورت کیطرف سے خلع مین ہوتا ہی نہ طلاق مین کہ مرد بے منکوحہ
کے کہے دیدے اور اگر وہ عورت مرد کو ہزار روپیہ دیدے تو یہ تازہ بخشش ہے اور
اسکے سبب سے وہ طلاق نہو جائیگی کہ روپیہ دیکر باینہ ہو جائے بلکہ رجعی طلاق کی مطلقہ رہیگی
کہ شوہر کو اُسکی طرف عدہ مین رجوع کرنا جائز رہیگا اور خلع کا حکم نہوگا کہ جسمین رجوع
کرنا جائز رہیگا یعنے باین کا حکم نہوگا کہ جسمین رجوع جائز نہین **تیسری فرع** جب کوئی منکوحہ عورت
اپنے شوہر سے کہے کہ مجھے ہزار اشرفی کے بدلے طلاق دے مثلاً تو اُسکا جواب فوراً دینا چاہیے
کہ خلع ہوجائے اور عوض لازم ہوجائے بس اگر کچھ دیر کے بعد کہے طلقتک تو عوض کا مستحق نہوگا اور
رجعی طلاق ہوجائیگی **دوسری نظر** فدیہ مین ہی جس چیز کا مہر ہونا صحیح ہی اُسکا خلع کا فدیہ
ہونا بھی صحیح ہی اور اس فدیہ کی شرع مین کوئی مقدار معین نہین ہی بلکہ جو کچھ مہر وغیرہ اُسنے شوہر سے

پایا ہو اُس سے زیادہ بھی خلع کا قرار دینا جائز ہو اور جبکہ عوض موجود نہو ضرور ہو کہ وصف اور جنس اور مقدار کا ذکر کر دیا جائے اور موجود مین مشاہدہ کفایت کرتا ہو اور اگر روپیہ اشرفی مطلق کہے تو اُس شہر مین کے اکثر چلنے والے روپیہ اشرفی کیطرف یہ کہنا منصرف ہوگا یعنے اُسکا دینا لازم پڑے گا اور اگر اشرفیونکا سکہ معین کر دے کہ فلان سکہ کی دونگی تو اسی سکہ کی دینا لازم پڑیگی اور اگر خلع ہزار کے عوض مین کرے مثلاً اور بیان نکرے کہ یہ ہزار کس جنس کے مراد ہین اور جنس کا بھی قصد نکرے تو خلع فاسد ہو جائیگا اور اگر خلع کا فدیہ ایسی جنس کا ہو کہ جسکا مسلمان مالک نہو سکتا ہو جیسے شراب ہو تو خلع فاسد ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس صورت مین طلاق رجعی ہوگی اور خلع نہوگا اور یہی حق ہو اگر خلع کے بعد طلاق کی لفظ کو کہا ہوگا اور اگر تنہا خلع کی لفظ بے طلاق کے کہی ہوگی تو بطلان احق ہو اور اگر شوہر اپنی عورت کے ساتھ سرکے کی کسی مقدار کے بدلے مین خلع کرے اور اسکے بعد وہ شراب نکلے تو خلع صحیح ہو اور چاہیے کہ اُسی مقدار مین شوہر کو سرکہ دیدے اور اگر خلع کسی جانور کے پیٹ کے بچے کے بدلے مین یا لونڈی کے پیٹ کے بچے کے بدلے مین کرے تو خلع صحیح نہین ہو اسلیے کہ قدر نامعلوم ہو اور عورت کو اور اُسکے وکیل کو یا ضامن کو اُسکی اجازت سے خلع دینا جائز ہو اور آیا کسی متبرع کو یونہین دیدینے کے طریق سے خلع دینا جائز ہو اور متبرع یعنے یونہین دینے والے کے مال پر خلع کرنا درست ہو اسمین تردد ہو اور اشبہ یہی ہو کہ جائز نہین ہو اور اگر کوئی دوسرا شخص شوہر سے کہے کہ تو اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور بدل مین ایک ہزار اشرفیان اُس عورت کے مال مین سے لے اور اُسکا ضامن مین ہون یا بدل مین یہ غلام اُس عورت کا لیلے اور مین اُسکے پہونچا دینے کا ذمہ دار ہون تو خلع صحیح ہو اور اگر عورت اُس عوض کے دینے پر راضی نہو تو عوض کے دینے کا متبرع شخص ضامن ہو جائیگا اور اسمین تردد ہو اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہو کہ اس صورت مین ضمان یعنے تاوان بھرنے کی ذمہ داری بھی متحقق نہوگی اور خلع بھی صحیح نہوگا اور اگر عورت اپنے موت کے مرض مین خلع کرے تو صحیح ہو گو فدیہ تہائی مال سے بھی زیادہ دیا ہو اور فدیہ اصل مال سے نکالا جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مہر مثل سے زیادہ جو ہوگا وہ متروکہ کی تہائی مین سے دیا جائیگا اگر تہائی وفا کرتی ہوگی اور یہی قول اشبہ ہو اور اگر

فدیہ یعنے خلع کا عوض شوہر کے لڑکے کا دودھ پلا دینا ہو بس اس شرط سے کہ دودھ پلانے کی
مدت معین ہو جائے تو صحیح ہی اور اسیطرح پر اگر شوہر اپنی لڑکے کے روٹی کپڑے کے بدلے
مدت اور کھانے اور پینے اور پہننے کی مقدار کی تعیین کے ساتھ طلاق دے تو بھی صحیح ہی اور اگر
اُس مدت کے گزرنے سے پہلے لڑکا مرجائے تو شوہر کو اُس مختلعہ سے باقی کا مطالبہ پہونچتا ہی
پھر اگر عوض خلع کا دودھ پلانا ہی اور بچہ مدت معینہ سے پہلے مرگیا ہی تو باقی دنونکی اُجرت مثل کا
مطالبہ شوہر کو مختلعہ سے پہونچتا ہی اور اگر لڑکے کا روٹی کپڑا دینا عوض ہو اور لڑکا مدت معینہ
کے گزرنے سے پہلے مرگیا ہو تو باقی دنون کی ضروری چیزین یا مثل اُنکے یا اُنکی قیمت کا مختلعہ سے
مطالبہ کر سکتا ہی اور مختلعہ پر اکٹھا ایک ہی مرتبہ دینا واجب نہین ہی بلکہ آہستہ آہستہ معین مدت
مین پہونچاوے گی جس طرح پر کہ لڑکے کی زندگی مین دیتی رہتی اور اگر خلع کا عوض شوہر کو
دینے سے پہلے عوض ضائع ہو جائے تو عوض کا استحقاق اس تلف ہو جانے سے باطل نہو جائیگا بلکہ
مختلعہ کو اسکے مثل کا یا مثل نہونے پر قیمت کا دیدینا لازم ہی اور اگر منکوحہ سے خلع کسی بدلے پر جسکی صفت
بیان کی ہو کرے پھر اگر عوض اسی صفت پر ہو تو کوئی نزاع نہین ہی اور اگر اس صفت پر نہو تو شوہر
کو اس عوض کا پھیر دینا پہونچتا ہی اور اُسی صفت کے بدل کا مطالبہ پہونچتا ہی اور اگر خلع کا بدلا
کوئی معین چیز مثل مخصوص کپڑے کی ہو اور خلع کے بعد اُسمین کوئی عیب نکلے اور خلع کے
وقت وہ عیب معلوم نہو تو اُسے شوہر پھیر سکتا ہی اور اُسکے عوض مین مثل اسی کے بے عیب کا
مطالبہ کر سکتا ہی یا قیمت چاہے تو طلب کر سکتا ہی اور اگر چاہے تو اُسی عیب دار کو بھی لے سکتا ہی
اور یہی حکم ہی اگر کوئی اپنی منکوحہ سے ایک غلام کے بدلے مین کہ اُسکے حبشی ہونیکا اقرار ہو خلع
کرے پھر وہ غلام زنگی نکلے یا دھوئے صاف کپڑے پر خلع کرے پھر وہ میلا نکلے تو بھی پھیر دینا
اور اسکے بدلے اُسی مشروط صفت پر لینا پہونچتا ہی یا تفاوت قیمت کے ساتھ اُسی کے لے لینے کا
اختیار ہی اور اگر ریشمی کپڑے کے اقرار سے کسی کپڑے پر خلع کرے اور خلع کے بعد وہ کتان
نکلے اور ریشمی نہ نکلے تو خلع صحیح ہی اور شوہر کو ریشمی کپڑے کی قیمت مختلعہ سے پھیر لینا پہونچتا ہی
اور کتان کا لے لینا لازم نہین ہی اسلیے کہ جنس بدلی ہوئی ہی اور اگر شوہر کو ہزار روپیہ دے
اور اُس سے کہے کہ جب چاہے تو مجھے طلاق دیدے تو یہ عوض صحیح نہین ہی اسلیے کہ بدل کے

عوض

صحت کی شرط یہ ہی کہ فوراً طلاق دے اور اگر بعد اسکے طلاق دیگا تو طلاق رجعی طلاق ہوگی اور وہ روپیہ زوجہ کا مال ہوگا اور اگر اپنی دو منکوحہ عورتون سے ایک فدیہ لینے ایک ہی بدلے پر خلع کرے اور وہ فدیہ دونون مین برابر مشترک ہو تو صحیح ہی اور اگر دو عورتین اپنے شوہر سے کہین کہ ہمین ہزار روپیہ کے بدلے مین طلاق دے اور شوہر ایک منکوحہ کو طلاق دے تو اُسے ایک ہزار کے آدھے پانچ سو روپیہ لینے پہونچتے ہین اور اگر اسکے بعد دوسری کو طلاق دے تو وہ طلاق بے عوض کے رجعی ہوگی اسلیے کہ جواب استدعا کی دیر کے بعد واقع ہوا ہی کہ استدعا تعجیل کی مقتضی تھی اور اگر شوہر منکوحہ سے کسی معین مال پر خلع کرے اور خلع کے بعد وہ مال کسی دوسرے کا نکلے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ خلع باطل ہی اور اگر کہا جائے کہ خلع صحیح ہی اور شوہر کو اسکے مثل کا مطالبہ مثل رکھنے پر یا قیمت کا مطالبہ مثل کے نہونے پر پہونچتا ہی تو خوب ہی اور لونڈی بھی جو کسی کے نکاح مین ہو خلع کا بدلا لینا شوہر کو جائز ہی اور اگر لونڈی نے اپنے آقا کی اجازت سے خلع کیا ہو اور آقا سے مقدار فدیہ کی مقرر نہ کی ہو تو اطلاق کیصورت مین چاہیے کہ فدیہ کی مقدار مہر مثل سے زیادہ مقرر نکرے اور اگر اس سے زیادہ مقرر کریگی تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ خلع صحیح ہی اور اُس فدیہ کی ادا اُس لونڈی کے آقا کے ذمے لازم نہین اور اُس لونڈی کے سر ہی جب آزاد ہوگی تو شوہر کو کما بھرے گی اور اگر مالک کی بے اجازت لونڈی خلع کریگی تو جو بدل قرار دیا ہی تو اُسے جب آزاد ہوگی تو اپنی کمائی سے کما کر ادا کردیگی اور اگر لونڈی معین مال اپنے مالک کا شوہر کو خلع کے بدلے مین دیدے اور اسکے بعد مالک بھی اجازت دے تو خلع اور عوض دونون کے دونون صحیح ہین اور اگر اجازت نہ دے تو خلع تو صحیح ہی کہ مالک کی اجازت پر موقوف نہین ہی اور عوض کا دیدینا صحیح نہین ہی کہ وہ مالک کا مال ہی اور شوہر انتظار کریگا کہ جب آزاد ہوگی تو بہم پہونچا کر اُسکا مثل یا اُسکی قیمت دیدیگی اور مکاتبہ مطلقہ کو اپنی کمائی سے شوہر کو خلع کا بدلا دینا جائز ہی اور مالک کو اُسے مانع آنا نہین پہونچتا ہی لیکن مشروطہ مکاتبہ محض لونڈی ہوتی ہی جبتک پورا مال کتابت کا ادا نکر لے گی کچھ آزاد نہوگی اور مثل محض لونڈی کے ہی کچھ اپنے مال سے خلع کے بدلے مین نہین دے سکتی ہی تیسری نظر خلع کی شرطون مین ہے خلع کرنیوالے مین چار شرطین معتبر ہین بلوغ اور کمال

عقل یعنی مجنون نہو اور مختار ہو یعنے مجبور نہو اور قصد سے صیغہ خلع کا کہے بس کم سن اور مجنون
سے واقع نہوگا اور نہ زبردستی اور جبر سے واقع ہوگا اور نہ مستی مین اور نہ بیہوشی مین
واقع ہوگا اور نہ ایسے شدید غصہ مین کہ جسمین قصد نرہتا ہو اگر نابالغ کا ولی نابالغ کی منکوحہ
سے کسی بدلے پر خلع کرے تو وہ خلع اگر طلاق نہوگا تو صحیح ہی اور اگر طلاق ہوگا تو بعضے فقہا
کہتے ہین کہ خلع باطل ہوگا اسلیے کہ طلاق شوہر سے مخصوص ہی اور ولی کی طرفسے صحیح نہین
اور مختلعہ عورت مین طاہر ہونا اسطرحکا شرط ہی کہ جس طہر مین اُس سے شوہر ہمبستر نہوا ہو اور
شوہر کی مدخولہ ہو اور یائسہ نہو اور شوہر اُسکے ساتھ موجود ہو یعنے غائب نہو اور کراہت عورت
کیطرف سے ہو اور مرد کیطرف سے نہو اور اگر عورت یہ کہے کہ مین ضرور تجھ پر ایسے شخص کو
داخل کرونگی کہ جسے تو ناپسند کریگا تو شوہر پر اُس منکوحہ کا بھی خلع واجب نہین بلکہ مستحب ہی اور
ایک روایت مین خلع کا واجب ہونا اس صورت مین وارد ہوا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ صاحب مسالک
علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اصح یہی ہی کہ مطلق خلع شوہر پر واجب نہین اسلیے کہ اصل کے خلاف
ہی اور اسلیے کہ حق تعالے نے قرآن مین خلع مین جناح کا رفع فرمایا ہی کہ حرمت کا وہم ہوتا تھا
اور اسکے سوا اور کوئی چیز دلالت نہین کرتی ہی بلکہ خلع کے راجح ہونے پر اشعار ہی اور جب عورت
اوپر والا قول کہے تو اُس صورت مین خلع واجب ہونیکے شیخ علیہ الرحمہ کتاب نہایہ مین قائل
ہوئے ہین اور انھین کی پیروی اُنکے شاگرد قاضی نے کی ہی اور ایک جماعت فقہا کی تابع
ہوئی ہی اور دلیل یون لاتے ہین کہ یہ کام اُس عورت سے سرزد ہونا بد ہی اور ہر بُرے
کام سے روکنا واجب ہی اور نہی اس بُرے کام سے خلع سے پوری ہوگی پس خلع واجب ٹھہرا
اور اُسکا جواب یہ ہی کہ نہی کے اتمام کا انحصار خلع مین مسلم نہین بلکہ اُسکی نصیحت بے عوض کی
طلاق سے کہ زیادہ قریب ہی اور مار پیٹ سے بھی ہوسکتی ہی اور اُسکے سوا جس سے اِس
بُری بات کا دفع کرنا ممکن ہی بُرے کام کی دفع ہوسکتی ہی اور حاملہ عورت سے خلع کرنا صحیح ہی
گو حیض مین بھی ہو جسطرح پر کہ حاملہ کی طلاق حیض مین بھی جائز ہی اُن لوگونکے قول پر جو حیض اور
حمل کا اجتماع جائز جانتے ہین اور یائسہ عورت سے بھی خلع کرسکتا ہی گو اُس سے خلع والے طہر
مین بھی ہمبستر ہوا ہو اور خلع مین دو گواہون کا ایک ہی دفعہ موجود ہونا معتبر ہی اور اگر

تفرقہ ہے یعنے جدا جدا خلع کے سننے کو دو شاہد سنین گے تو خلع واقع نہوگا اور یہ بھی شرط ہی کہ خلع کسی شرط پر معلق نہو جیسے کہے ان دخلت الدار فانت مختلعۃ یعنے تو اگر اس گھر کے اندر جائیگی تو مختلعہ ہوجائیگی اور جسپر افلاس اور فضول خرچی وغیرہ سے حاکم شرع کیطرف سے حجر واقع ہوا ہو اُسے بھی خلع کرنا جائز ہی اور ذمی اور حربی سے خلع کا واقع ہونا صحیح ہی گو وہ لوگ عوض مین شراب اور سور بھی دین اور اگر وہ دونون یا اُنمین سے ایک شراب اور سور پر قبضہ پانے سے پہلے مسلمان ہوجائے تو شراب اور سور کی قیمت دینا چاہیے کہ جو قیمت اُنکے حلال رکھنے والے دیتے ہون اور جو شرط کہ خلع مین باطل ہی وہ وہی شرط ہی کہ جو عقد خلع کے مخالف ہو اور اگر خلع کے عقد کے مقتضے کے موافق جو شرط کیجائیگی اُسمین کوئی ضرر نہین جیسے یہ کہے کہ ان رجعت رجعت یعنی عورت سے عقد خلع مین خطاب کرکے کہے کہ اگر تو عوض دینے سے پھر جائیگی تو مین بھی خلع سے پھر جاؤنگا یا عورت شرط کرے کہ اگر مین فدیہ دینے سے پھر جاؤن تو تو بھی خلع سے پھر جائے لیکن اگر خلع مین یہ کہے کہ اگر تو چاہے تو مین نے خلع کیا تو صحیح نہین گو وہ عورت بھی چاہے اسلیے کہ یہ شرط خلع کے عقد کے مقتضے کے موافق نہین ہی اور اسیطرح یہ خلع صحیح نہین ہی اگر کہے اگر ضامن میرے لیے ہزار روپیہ کی ہو یا مجھے اگر ہزار روپیہ بخشدے یا اور اسیطرح سے کہے جیسے جس وقت مین یا جس زمانہ مین کہ تو چاہے گی تو مختلعہ ہی تو یون بھی خلع صحیح نہین ہی اور باطل ہی **چوتھی نظر** خلع کے حکمون مین اور اسمین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جو کوئی اپنی منکوحہ پر خلع کرنیکے لیے جبر کرے تو اُسنے فعل حرام کیا اور اگر اس سے مجبور کرکے فدیہ لیکر طلاق دیگا تو طلاق تو صحیح ہی اور عوض جو لیا ہی وہ اسکی ملک نہوگا اور اُسے اُس عورت کیطرف رجوع کرنا عدے مین پہونچتا ہی اسلیے کہ خلع شرع شریف کے موافق واقع نہین ہوا ہی **دوسرا مسئلہ** اگر اپنی منکوحہ سے ایسی حالت مین خلع کرے کہ اُن دونون مین بیزاری اور نفرت نہو تو یہ خلع صحیح نہین ہی اسلیے کہ خلع مین عورت کا مرد سے نفرت کرنا اور بیزار ہونا شرط ہی تو یہ خلع باطل ہی اور جو فدیہ کہ اُس عورت سے لیگا اُسکا مالک نہوگا اور اگر منکوحہ کو ایسے حال مین طلاق کسی ایسے عوض کے بدلے مین دے کہ جسکا مالک نہین ہوسکتا ہی تو طلاق صحیح ہی اور اُس شوہر کو اُس عورت سے عدہ مین رجوع کرنا پہونچتا ہی **تیسرا مسئلہ** جب منکوحہ زنا کرے تو اُسکا بعضے حقون وغیرہ سے تنگ کرنا جائز ہی

تا وہ عورت فدیہ دے اور نفس کو نکاح سے چھڑا لے اور بعضے فقہا اس حکم کو منسوخ کہتے ہین اور نسخ ثابت نہین ہی اردو مترجم کہتا ہی کہ صاحب مسالک فرماتے ہین کہ یہ حکم باری تعالی کے قول الزانیہ والزانی الایہ سے منسوخ ہی کو حدود کے نازل ہونے سے پہلے مرد کو اُسکے حقوق کا روکنا مراد لے لینا تاکہ فدیہ دیکر نکاح سے اپنے نفس کو چھڑا لے پہونچتا ہی اور جب سے حدین نازل ہوئی ہین جبر سے مال کا لینا حرام ہو گیا اور ان دونون امرون مین منافات ہونے سے اس سے احتجاج ضعیف ہی اور اصل عدم نسخ ہی اور اکثر کا مذہب یہی ہی کہ نسخ نہین ہوئی اب اردو مترجم کہتا ہی کہ منافات کا ہونا مسلم نہین اسلیے کہ فدیہ دینے پر اس ایت کے نازل ہونے کے بعد چھٹکارا زانیہ کا بعد لگے ممکن نہین اور چھٹکارا ہونے مین اور چھٹکارا ہونے مین منافاۃ ہی بلکہ مناقض ہی بس نسخ متحقق ہوگئی اور اکثر کا عدم نسخ کو اختیار کرنا کوئی حجت نہین اسلیے حق اتباع کا احق ہی اور اجماع کی حجیت ثابت نہین کرا سکے ثبوت کے ادلہ مقدوح اور مدخول ہین اور اگر اجماع کوئی قطعی دلیل ہو تو کوئی مذہب باطل نہین اور اگر دخول قول معصوم علیہ السلام سے حجت لائی جائے تو اگر کوئی قول واقع مین موجود ہی تو وہی دلیل اور حجت ہی پھر اجماع زائد ہی یا موید ہی اور فرضی دخول معصوم علیہ السلام محض فرض ہی اور بداہت کے دعوے کا جواب یہ ہی کہ یہ احتجاج ہی اور جبر سے کسی کے مال کا لینا بھی ظلم اور حرام ہی اور اسکی قباحت بدیہی ہی اور اصل عدم جبتک ہی کہ شغل ذمہ عقلاً اور نقلاً ثابت نہو اور یہان ظلم کے قباحت عقلی اور نقلی ہی بس ثابت ہو گیا کہ وہ آیت دوسری مذکورہ آیت سے منسوخ ہوگئی ہی اور عورت کے حق کا لے لینا جائز نہین واللہ اعلم **چوتھا مسئلہ** جب خلع صحیح ہو تو شوہر کو مختلعہ عورت کیطرف رجوع کرنا جائز نہین اور عورت کو جب تک کہ عدہ مین ہی فدیہ کے دینے سے رجوع یعنے پھر جانا پہونچتا ہی اور اگر عورت خلع دینے سے پھر جائیگی تو مرد کو بھی اگر چاہے تو خلع سے پھر جانا پہونچتا ہی **پانچوان مسئلہ** اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ سے خلع کرے اور شرط کرے کہ اگر چاہے گا تو پھر رجوع کرے گا تو یہ خلع صحیح نہین اور اسیطرح پر اگر عوض لیکر طلاق دے اور رجوع کی شرط کرے تو بھی صحیح نہین۔ **چھٹا مسئلہ** جس عورت سے کہ خلع ہوا ہوگا تو پھر خلع کے بعد مطلقہ نہو گی اسلیے کہ دوسری

طلاق

طلاق رجوع سے مشروط ہی اور خلع کے بعد رجوع جائز نہین اور اگر مختلعہ فدیہ مین رجوع کرے اور فدے تو شوہر کو خلع سے رجوع کرنا جائز ہی اور رجوع کے بعد طلاق دینا جائز ہی **ساتوان مسئلہ** جب منکوحہ شوہر سے کہے کہ مجھے تین طلاقین دے تو تجھے ہزار روپیہ دیتی ہون اور شوہر اُسے تین طلاقین دیدے تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ صحیح نہین اسلیے کہ یہ طلاق شرط پر معلق ہوئی ہے اور موجہ یہی ہی کہ یہ طلاق عوض دینے کے مقابلہ مین ہی اور بدلا شرط نہین ہی پھر اگر عورت کا مقصود یہ ہی کہ تین طلاقین پیا پے ہون کہ جنکے درمیان مین رجوع ہو تو یہ فدیہ دینا صحیح نہین اسلیے کہ پیاپے تین طلاقین بے رجوع کے امامیہ مذہب مین واقع نہین ہوسکتی ہین اور اگر اُسے تین طلاقین بغیر بیچ کی رجعت کے ساتھ شوہر دے گا تو بھی عوض کے ہزار روپیہ کا مستحق ہوگا اسلیے کہ اسطرح کے تین طلاقین اُس منکوحہ کو مطلوب نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایک ہزار روپیہ کا تیسرا حصہ شوہر کو دے گی اسلیے کہ ایک طلاق واقع ہوگی جیسا کہ سابق مین بیان ہوچکا ہی پس اُسکے مدعا کے تیسرے حصہ پر عمل ہوگیا اور فدیہ کا تیسرا حصہ دینا اُسپر لازم ہوگیا لیکن اگر وہ منکوحہ ایسی تین طلاقون کا قصد کرے کہ جنکے بیچ مین دو رجوعین بھی ہون تو یہ صحیح ہی پھر اگر شوہر اُسے ایسی تین طلاقین دے دے تو اُسے اُس عورت سے ایکہزار روپیہ لے لینا چاہیے اور اگر ایک طلاق دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایکہزار کا تیسرا حصہ لے لیگا اسلیے کہ اُس عورت نے ہزار روپیہ کو تین طلاقون کے مقابلہ مین مقرر کیا تھا پس یہ امر اسبات کا مقتضی ہی کہ اُن ہزار روپیون کو تین طلاقون پر برابر تقسیم کرین اور اس مسئلہ مین تردد ہی اسلیے کہ پورے روپیون کو پورے طلاقون کے مقابلہ مین مجموع کے رو سے مقرر کیا ہی اور مجموع کے مقابلہ مین مجموع کا ہونا اجزا کی تقسیم کا اجزا پر مقتضی نہین اور اگر وہ عورت اسکے ساتھ ایک طلاق بھر کو رہ گئی ہو یعنے دو طلاقین دیچکا ہو صرف ایک طلاق باقی رہ گئی ہو جس سے تینون طلاقین پوری ہوجائینگی اور وہی عورت شوہر سے کہے کہ مجھے تین طلاقین دے تو مین ہزار روپیہ دون پھر شوہر اسے ایک طلاق دے تو اُس شوہر کو ایکہزار کا تیسرا حصہ پہونچتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر وہ عورت اس امر سے واقف ہو کہ دو طلاقین اُسے مل چکین صرف ایک طلاق باقی رہی ہی جب وہ بھی ہوجائیگی تو تین طلاقین

پوری ہو جاینگی تو پورا ایکہزار روپیہ دے گی اور اگر نادانستہ ہوگی تو ہزار روپیہ کا تیسرا حصہ دیگی اور اس قول مین اشکال ہے اور اشکال کی وجہ پچھلے مسئلہ سے معلوم ہو چکی ہے کہ مجموع کا مجموع کے مقابلہ مین ہونا اجزا پر اجزا کی تقسیم کا مقتضی نہین **آٹھوان مسئلہ** اگر منکوحہ شوہر سے کہے کہ مجھے ایک طلاق ہزار روپیہ کے بدلے مین دے اور شوہر سے چاہے تین طلاقین بے رجعت کے دیدے تو ایک طلاق واقع ہو جایگی اور شوہر کو ہزار روپیہ لینا پہونچتا ہے اور اگر منکوحہ شوہر سے یہ کہے کہ مجھے ایک طلاق ہزار روپیہ کے بدلے مین دے پھر شوہر کہے انت طالق فطالق فطالق یعنے تو مطلقہ ہے اور پھر مطلقہ ہے پھر مطلقہ ہے تو وہ پہلی ایک طلاق سے مطلقہ ہو جایگی اور باقی لغو ہو جاینگی پھر اگر مرد کہے کہ ایکہزار روپیہ ایک طلاق کے مقابل مین تھے تو ایکہزار روپیہ اُسکا مال ہے اور طلاق بائن ہو جایگی کہ اسمین رجعت نرہے گی اور اگر شوہر یہ کہے کہ ہزار روپیہ دوسری طلاق کے مقابلہ مین ہین تو پہلی طلاق رجعی رہیگی اسلیے کہ فدیہ کے بدلے مین نہین ہے کہ رجوع جائز نہو اور دوسری طلاق باطل ہے کہ فدیہ بھی باطل ہے اور اگر مرد کہے کہ ایکہزار روپیہ سب طلاقون کے مقابلہ مین ہے تو شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ پہلی طلاق قائم ہو جایگی اور تیسرا حصہ فدیہ کا شوہر کو پہونچیگا اور اسمین اشکال ہے اسلیے کہ منکوحہ نے ہزار روپیہ ایک طلاق کی درخواست کی تھی اور اُسکے درخواست کے موافق شوہر عمل کر چکا پھر عوض کا تیسرا حصہ کیون لینے لگا **نوان مسئلہ** جب منکوحہ کا باپ کہے کہ تو اپنے زوجہ کو طلاق دیدے اسکے مہر سے تو بری الذمہ ہو جائیگا پھر شوہر طلاق دیدے تو یہ رجعی طلاق ہوگی اور منکوحہ کو مہر سے بری کرنا لازم نہین اور منکوحہ کا باپ بھی بری کروانے کا ضامن اور ذمہ دار نہوگا **دسوان مسئلہ** جب منکوحہ کسی کو خلع کے لیے وکیل کرے اور فدیہ کی مقدار معین نکرے تو اُسے مہر مثل کی مقدار کا نقد رائج پر خلع کرنا چاہیے اور اگر وکیل مہر مثل سے زیادہ خلع قرار دے گا تو عوض باطل ہو جائیگا اور طلاق رجعی واقع ہوگی اور خلع واقع نہوگا اور وکیل فدیہ کے زیادتی کا ضامن نہین اور اگر وکیل شوہر زوجہ سے مہر مثل سے کم پر خلع کرے تو یہ خلع بھی باطل ہے اور اگر اسی عوض پر طلاق دیدے تو طلاق واقع نہوگی اسلیے کہ یہ ایسا فعل ہے کہ جسکے اجازت اُسکے موکل نے نہین دی ہے **لواحق خلع** نزاع کے تین مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جب زوجہ و شوہر دونون

خلع کے عوض کی مقدار پر متفق ہون اور جنس مین مختلف ہون تو مقبول قسم کے ساتھ عورت ہی کا قول ہی **دوسرا مسئلہ** اگر خلع کے عوض کی مقدار کے ذکر پر بے جنس کے ذکر کے متفق ہون اور جنس کے ارادہ مین اختلاف کرین جیسے متفق ہون اسپر کہ خلع دس من غلہ کے بدلے مین واقع ہوا ہی اور شوہر کہے کہ اس سے گیہون مراد ہین اور زوجہ جَو کہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ خلع باطل ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ شوہر پر اثبات ہی اور زوجہ پر قسم ہی اور یہی قول اشبہ ہی **تیسرا مسئلہ** جب شوہر کہے زوجہ سے کہ مین نے خلع تجھسے ایکہزار روپیہ کے بدلے مین کیا ہی تیرے ذمے ہزار روپیہ ادا کرنا ہے اور زوجہ کہے کہ میرے ذمہ نہین بلکہ زید کے ذمے ہین بس اس صورت مین شوہر پر ثبوت اور عورت پر قسم ہی اور اگر عورت قسم کھالے گی تو عوض ساقط ہو جائیگا اور زید کے ذمہ بھی لازم نہو جائیگا اور خلع بھی متحقق رہیگا اور یہی حکم ہی اگر زوجہ کہے کہ مین نے تجھسے خلع نہین کیا ہی بلکہ فلان شخص نے خلع کیا ہی بس عوض اُسکے ذمے پر ہی لیکن اگر عورت یہ کہے کہ مین نے تجھسے خلع اس روپیہ کے عوض مین کیا ہی اور میری طرف سے فلان شخص ضامن ہوا ہی یا فلان شخص میری طرف سے ادا کریگا تو عورت پر عوض لازم ہو جائیگا جبتک ثبوت ندیگی اسلیے کہ یہ اُسی کا محض دعوی کیا ہوا ہی اور فقط دعوے سے اُس فلان شخص پر کچھ لازم نہوگا لیکن **مبارات** جو مفارقت کے معنون مین ہی اور یہ زوجہ اور شوہر دونون کی آپس مین نفرت اور بیزاری سی پائی جاتی ہی اور اُسکا صیغہ یہ ہی کہ مرد کہے بَارَیْتُکِ عَلٰی کَذَا فَاَنْتِ طَالِقٌ یعنی مبارات کی مین نے تجھ سے اتنے روپیہ پر بس تو مطلقہ ہی پھر اگر شوہر مبارات کے لفظ پر اکتفا کرے اور طلاق کی لفظ کو ذکر مین اُسکے ساتھ نلاوے تو مفارقت واقع نہوگی اور اگر بارئتک کے عوض فاسختک یا ابنتک یا اس کے سوا اور لفظ جو جدائی کے معنون مین اور نکاح کے ازالہ کے معنون مین ہی کہے اور طلاق کا لفظ بھی اُسکے پیچھے سے کہے تو صحیح ہی اسلیے کہ جدائی کا مقتضی طلاق ہی کا لفظ ہی اور اگر فقط اَنْتِ طَالِقٌ بِکَذَا کہنے پر اکتفا کرے یعنی تو اسقدر عوض پر مطلقہ ہی تو بھی صحیح ہی اور یہ بھی مبارات ہو جائیگی اسلیے کہ مبارات عوض پر طلاق دینے کو زوجہ اور شوہر دونون مین آپس کی بیزاری ہونے پر کہتے ہین اور مباری یعنی مبارات کرنیوالے مرد اور مباریہ یعنی مبارات کرنیوالی عورت مین خلع کی ساری شرطین معتبر ہین کہ بیان ہو چکی ہین اور جو طلاق عوض کے مقابلہ مین واقع ہو وہ باین طلاق ہی

جسمین شوہر کو عدہ مین زوجہ کیطرف رجوع نہین پہونچتی ہو جیسے کہ رجعی طلاق کے عدہ مین رجوع جائز ہو مگر جب زوجہ عوض مین رجوع کریگی یعنی عوض کے دینے سے تو مرد بھی اگر عدہ سے نہین نکلی ہو تو اُسکی طرف رجوع کرسکتا ہو اور عورت کو جبتک عدہ نگزرے عوض کے دینے سے پھر جانا پہونچتا ہو اور مبارات بھی خلع ہی کی طرح پر ہو مگر فرق اتنا ہو کہ مبارات زوجہ اور شوہر دونون کی بیزاری اور نفرت سے ہوتی ہو اور خلع فقط عورت کے بیزار ہونے سے اور نفرت کرنے سے ہوتا ہو اور مبارات مین مرد سے عورت سے اُتنا ہی لے سکتا ہو کہ جسقدر اُسنے عورت کو دیا ہو اور زیادہ نہین لے سکتا ہو اور اُس سے زیادہ لینا مرد پر حرام ہو اور خلع مین زیادہ بھی لینا جائز ہو اور مبارات مین شرط ہو کہ طلاق کا لفظ بھی ہو اور اِس پر علما کا اتفاق ہو اور خلع مین اختلاف ہو

کتاب الظہار

یہ کتاب ظہار کے حکمونکے بیان مین ہو اور اسمین نظر پانچ امرون کے بیان کی مستدعی ہو پہلا امر ظہار کے صیغہ کے بیان مین ہو اور وہ یہ ہو کہ مرد اپنی عورت سے کہے اَنتِ عَلَیَّ کَظَہرِ اُمّی یعنے تو مجھ پر میری مان کے پیٹھ کیطرح پر ہو یا مثل اُسکی پیٹھ کے ہو اور یہی حکم ہو اگر انت کی جگہ پر ہذہ جو اُسکے معنون ہو کہے یا اور مثل اُسکے لفظ کہے کہ جو اُس عورت کے ممیز ہونے پر اور عورتوں سے دلالت کرتا ہو اور علی کے لفظ کی پھر کچھ خصوصیت نہین بلکہ اُسے حذف بھی کرے یا اُسکے جگہ پر منی یعنے مجھسے یا عندی یعنے نزدیک میرے یا لدیّ یعنے نزدیک میرے کہے تو بھی ظہار واقع ہو جائیگا اور اگر اپنی منکوحہ کو مان کے سوا اور کسی محترمہ عورت کے پیٹھ سے تشبیہ دے جیسے خالہ پھوپھی بہن نانی دادی خواہ نسبی ہو خواہ رضاعی ہو تو اسمین دو روایتین ہین زیادہ مشہور ظہار کا واقع ہو جانا ہو اور اگر اپنی منکوحہ کو مان کے ہاتھ یا پیٹ سے یا پانؤن سے تشبیہ دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ظہار واقع نہوگا اسلیے کہ آیۂ کریمہ مین جو ظہر واقع ہوا ہو اُسکا حکم پیٹھ ہی پر منحصر ہو اور ایک روایت مین آگیا ہو کہ اس کہنے سے بھی ظہار واقع ہو جاتا ہو مگر اس روایت مین ضعف ہو لیکن اگر اپنی منکوحہ کو اپنی مان کے سوا اور محرمہ عورتون سے ظہر کے سوا یعنے پیٹھ کے لفظ کے سوا تشبیہ دے تو ہرگز ظہار واقع

نہو گا اور اگر یہ کہے کہ تو میری ماں کیطرح بر ہی تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر ظہار کے قصد سے کہے گا تو
ظہار واقع ہوجائیگا اور اسمین اشکال ہی اسلیے کہ ظہار کا مورد شرع سے مختص ہی اور شرع مین اس
لفظ سے ظہار وارد نہین ہوا اور عقد نکاح کے مقتضے سے ہمبستری حلال ہی اور اگر اپنی منکوحہ کو کسی ایک
عورت سے تشبیہ دے جو اُسپر حرام مؤبد ہی یعنے ہمیشہ کو مصاہرت یعنے دامادی کے علاقہ سے
حرام ہی جیسے جورو کی ماں ہی اور مدخولہ جورو کی بیٹی ہی یا باپ کی جورو ہی یا بیٹے کی جورو ہی تو اس
سے ظہار واقع نہو گا اور اگر اسطرح پر اپنی منکوحہ کو جورو کی بہن سے یا اُسکی پھوپھی سے یا اُسکی خالہ سے
تشبیہ دے تو بھی ظہار واقع نہو گا اور اگر اپنی منکوحہ سے کہے کہ تو میرے باپ کی پیٹھ کیطرح
پر ہی یا میرے چچا کی پیٹھ کیطرح پر ہی تو یہ بھی کچھ نہین یعنے اس سے بھی ظہار واقع نہو گا اور یہی
حکم ہی اگر عورت مرد سے کہے کہ تو مجھپر میرے باپ کی پیٹھ کیطرح ہی یعنے اسکے اس کہنے سے بھی
ظہار واقع نہو گا اور ظہار کے واقع ہونے مین دو عادل گواہون کی گواہی شرط ہی کہ وہ ظہار
کرنیوالے کی عبارت کو سنین اور اگر ظہار کی لفظ کو قسم قرار دے یعنے کہے کہ فلان کام مین نکرونگا
اور اگر کرون تو تو مجھپر میری ماں کے پیٹھ کیطرح پر ہی تو یون بھی ظہار واقع نہو گا اور ظہار
منجز ہی یعنے بے کسی شرط اور صفت پر معلق کیے واقع ہوتا ہی اور معلق کرنے سے واقع نہین ہوتا ہی
پس اگر ظہار کو کسی مہینے کے گزرنے پر یا جمعہ کے دن کے آنے پر معلق کرے اور کہے کہ اگر یہ مہینا
پورا ہوجائے یا جمعہ کا دن آجائے تو مجھ پر تو میری ماں کے پیٹھ کیطرح پر ہی تو اس سے ظہار
بنا بر اظہر کے واقع نہو گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس سے بھی ظہار واقع ہوجائیگا اور یہ قول نادر
ہی اور آیا جس صورت مین شوہر منکوحہ کی ضرر رسانی کے لیے یہ کہے تو ظہار واقع ہوجائیگا بعضے
فقہا کہتے ہین کہ ظہار واقع نہو گا اور اسمین اشکال ہی اسلیے کہ آیہ کریمہ مین ظہار اضرار کے قصد نہونے
سے مختص نہین ہوا ہی پس ظہار واقع ہو گا اور اگر ظہار کو کسی شرط پر معلق کرے یعنے ایسے امر پر
معلق کرے کہ جسکے واقع ہونے ہونیکا یقین نہو جیسے یہ کہے کہ اگر تو اس گھر مین جائیگی تو مجھ پر تو
میرے ماں کے پیٹھ کے مثل مین ہی اور اس مین تردد ہی اظہر یہی ہی کہ واقع ہوجائیگا اور اگر
ظہار کو کسی مدت پر معلق کرے جیسے مظاہر یعنے ظہار کرنیوالا کہے کہ ایک مہینے تک یا ایک سال تک
تو شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ ظہار واقع نہو گا اور اسمین اشکال ہی اسلیے آیہ کریمہ مین عموم ہی اور بعضے

فقہا کہتے ہین کہ اگر وہ مدت تربص یعنے انتظار کی مدت سے جو قرآن مجید مین واقع ہوئی ہو اور وہی چار مہینے ہین کم ہوگی تو ظہار واقع نہوگا اور اگر اتنی ہی یا اُس سے زیادہ مدت ہوگی تو ظہار واقع ہو جائیگا اور یہ قول مخصوص حکم سے آیہ کریمہ کے عموم کی تخصیص کا ہو اور اسمین ضعف ہو فرعی مسئلے اگر کوئی مرد اپنی منکوحہ سے کہے کہ تو طالق یعنے مطلقہ ہو میری مان کی پیٹھ کیطرح پر ہو تو طلاق واقع ہو جائیگی اور ظہار لغو ہو جائیگا خواہ ظہار کا قصد کرے یا نکرے اور شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اگر اس کلام سے طلاق اور ظہار دونون کا قصد کرے تو صحیح ہو اور طلاق رجعی ہوگی بس گویا مرد نے کہا ہو کہ اَنتِ طَالِقٌ اَنتِ کظہر اُمّی یعنی تو مطلقہ ہو اور تو میری مان کی پیٹھ کیطرح پر ہو اور اسمین تردد ہو اسلیے کہ تنہا قصد ظہار واقع ہونے مین جبتک کہ صریح لفظ دوسرے عنوان پر غیر محتمل نہ کہے کافی نہین اور یہی حکم ہو اگر کہے کہ تو حرام ہو میری مان کی پیٹھ کیطرح پر جب تو بھی ظہار واقع نہوگا اسلیے کہ یہ بھی ظہار کا صیغہ نہین ہو اسلیے مسندالیہ اور مسند کے بیچ مین دوسرا لفظ آگیا ہو اور ظہار کے صیغہ کو محتمل کر دیا ہو اور شیخ علی علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ اِن دونون صورتون مین ظہار کا واقع ہونا زیادہ قوت رکھتا ہو اسلیے کہ طلاق اور حرام کے لفظ کا مبتدا اور خبر کے بیچ مین آجانا حرمت کی تاکید کا افادہ کرتا ہو اور زرارہ کی روایت سے حدیث صحیح مین بھی وارد ہوا ہو کہ ظہار واقع ہو جائیگا اور اگر اپنی دو جورؤن مین سے ایک سے اِس تقدیر سے مظاہرت کرے کہ دوسری سے بھی ظہار کریگا پھر دوسری زوجہ سے بھی ظہار کرلے تو دونون ظہار واقع ہو جائینگے اور اگر اپنی منکوحہ سے اس شرط سے ظہار کرے کہ فلان غیر عورت سے ظہار کریگا اور غیر عورت کے ساتھ مظاہرت سے فقط ظہار کے لفظ کے بولنے کا قصد کرے تو اگر اس غیر عورت کے سامنے ظہار کے صیغے کو کہدیگا تو ظہار صحیح ہو اور اگر شرعی ظہار کا قصد غیر عورت سے کیا ہوگا تو ظہار واقع نہوگا اسلیے کہ ظہار زوجہ ہی سے مختص ہو اور اسیطرح پر اگر ظہار کو غیر معین غیر عورت سے ظہار کرنے پر معلق کرے تو بھی ظہار واقع نہوگا اور اگر اپنی زوجہ کے ظہار کو فلان معین عورت کے ظہار پر معلق کرے اور بیگانہ ہونیکی قید ندے اور پھر اُسی معین عورت سے تزویج کرے اور ظہار اُس سے کرے تو شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ دونون ظہار واقع ہو جائینگے اور یہی خوب ہو دوسرا امر

ظہار کرنیوالے مین ہی مظاہر یعنے ظہار کرنیوالے مین بلوغ اور کمال عقل معتبر ہی کہ شرعی تکلیف
کا جامع ہو اور مختار ہونا معتبر ہی یعنے قصد سے ظہار کا صیغہ کہے پس نا بالغ کا ظہار صحیح نہین ہی
اور نہ دیوانہ کا ظہار صحیح ہی اور نہ ظہار کرنے پر جبر کئے ہوئے شخص کا اور نہ بے قصد کے کہنے
والے کا ظہار صحیح ہی جیسے مست اور بیہوش یا شدت کے ایسے غصہ والے شخص کہ جسکی عقل غصہ مین
جاتی رہی ہو یعنے اگر ایسی حالتون مین ظہار کرے تو صحیح نہین ہی اگر اپنی زوجہ سے ظہار کرے
اور اُس عبارت سے طلاق کے واقع کرنے کا قصد کرے تو اُس سے طلاق واقع نہوگی اسلیے
کہ یہ طلاق کا صیغہ نہین ہی اور ظہار بھی واقع نہوگا اسلیے کہ اُسکا قصد نہین کیا ہی اور اگر اسکے قائل
ہون کہ ہمبستری کے سوا مظاہر یعنے ظہار کی گئی عورت سے مساس وغیرہ بھی حرام ہی تو جس کا مخصوص
عضو اور انثیین کاٹے گئے ہون اُسکا بھی ظہار کرنا صحیح ہی اور جسکے انثیین کوٹ ڈالے گئے ہون
اُسکا ظہار کرنا صحیح ہی اور یہی ہین کافر کا بھی ظہار کرنا صحیح ہی اور شیخ علیہ الرحمہ نے منع فرمایا ہی اور
کہتے ہین کہ کافر کا ظہار صحیح نہین ہی اسلیے کہ حق تعالےٰ نے ظہار مین کفارہ واجب فرمایا ہی
اور کافر کا کفارہ دینا صحیح نہین پس اُسکا ظہار بھی صحیح نہین اور یہ دلیل ضعیف ہی اسلیے کہ ممکن ہی
کہ کافر بھی پہلے اسلام قبول کرلے پھر کفارہ دے اور غلام کا بھی ظہار صحیح ہے اسلیے کہ ظہار مین آزاد
ہونا شرط نہین ہی تیسرا امر مظاہرہ یعنے ظہار کی گئی عورت کے بیان مین ہی مظاہرہ عورت
مین شرط ہی کہ منکوحہ عقد سے ہو پس غیر عورت پر ظہار واقع نہوگا گو اُسے نکاح پر بھی معلق کرے
اور شرط ہی کہ طاہر ہو حیض کے ایسے طہر سے جسمین شوہر ہمبستر نہوا ہو جبکہ اُسکا شوہر موجود ہو اور
اُسکا سن حیض کے آنے کا ہو اور اگر اُسکا شوہر غائب ہو تو بے اس شرط کے بھی ظہار صحیح ہی اور
اسطرح پر اگر شوہر موجود ہو اور عورت یائسہ ہو یا بالغ نہوئی ہو تو بھی بے اس شرط کے ظہار صحیح ہی
اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ زوجہ سے ہمبستر ہونا بھی شرط ہی اور اسمین تردد ہی اور روایات مین بھی
واقع ہوا ہی کہ ہمبستری شرط ہی اور ہمبستری کی شرط ہونے کا قول مستند ہی اسلیے کہ مفاد آیہ کریمہ کا
عام ہی اور آیا ممتوعہ عورت سے ظہار واقع ہوتا ہی اسمین خلاف ہی اظہر یہی ہی کہ واقع ہوجاتا ہی
اور جس عورت سے ملک کے سبب سے ہمبستری کی ہو اسمین بھی تردد ہی اور مروی یہی ہی کہ واقع
ہوجاتا ہی جسطرح پر کہ آزاد عورت سے واقع ہوتا ہی اور ہمبستر ہونیکی صورت مین ظہار ہر دو خلو

عورت پر واقع ہو جاتا ہی گو اُسکے پیچھے سے بھی ہمبستر ہوا ہو کم سن ہو یا بڑے سن کی ہو مجنو
ہو یا عاقلہ ہو اور اسیطرح پر رتقا پر کہ جسکے بدن مین ہمبستری کا مانع آنے والا ہوتا ہی ظہار واق
ہو جاتا ہی اور مریضہ پر جس سے ہمبستر ہو سکین ظہار واقع ہو جاتا ہی **چوتھا امر** حکمون مین ہی
اور اسمین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** عورت سے ظہار کرنا حرام ہی اسلیے کہ حق تعالے نے آیۂ
کریمہ مین اُسے موصوف نہین لیا ہی یعنے قبیح فرمایا ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اسپر کوئی عذاب
نہین ہی اسلیے کہ اسکے بعد عفو کا حکم فرمایا ہی **دوسرا مسئلہ** ظہار کے لفظ کے تلفظ سے کفارہ
واجب نہین ہوتا ہی بلکہ اگر ارادہ اُس عورت کیطرف پھرنے کا کرے تو کفارہ دینا واجب ہو
یعنے اگر اُس سے ہمبستری کی خواہش کریگا تو کفارہ دیگا اور تحقیق سے زیادہ قریب یہی ہی کہ
کفارہ ظہار کرنیوالے پر ثابت نہین ہوتا ہی کہ ضرور دینا چاہیے بلکہ ظہار مین کفارہ کے
واجب ہونیکے معنے یہی ہین کہ بے کفارہ کے اُس عورت سے ہمبستر نہین ہو سکتا ہی
اور اگر کفارہ کے پہلے ہمبستر ہوگا تو اُسپر دو کفارے لازم ہونگے ایک بے کفارہ کے رجوع کا
کفارہ دوسرا ہمبستر ہونیکا کفارہ ہی اور اگر مکرر ہمبستر ہوگا تو کفارہ بھی مکرر ہو جایگا
تیسرا مسئلہ جب شوہر ظہار کرنیوالا اپنی زوجہ کو ظہار کے بعد رجعی طلاق سے مطلقہ کرے
اور اسکے بعد رجوع کرے تو اُس عورت کے ساتھ عدہ مین بے کفارہ کے دیے ہمبستر
ہونا حلال نہوگا اور اگر عدہ سے نکلجائے اور اسکے بعد پھر اُس سے نئے سرے سے نکاح
کرے اور ہمبستر ہو تو کفارہ ساقط ہو جائیگا اور اسیطرح پر اگر منکوحہ کو ظہار کے بعد باین طلاق
دے اور پھر اُس سے عدہ مین تزویج کرے اور ہمبستر ہو تو بھی کفارہ ساقط ہو جائیگا اور اسیطرح
پر اگر دونون مرجائین یا ایک مرجائے یا دونون مرتد ہو جائین یا ایک اون دونون مین سے
مرتد ہو جائے تو بھی ظہار کے احکام ساقط ہو جائینگے **چوتھا مسئلہ** اگر کوئی اپنی ایسی زوجہ
سے مظاہرہ کرے جو کسی دوسرے شخص کی لونڈی ہو اور اسکے بعد اُس زوجہ کو اُسکے مالک سے
مول لیلے تو عقد نکاح باطل ہو جائیگا اسلیے کہ عقد اور ملک ایک جگہ دونون جمع نہین ہو سکتے ہین
اور اسکے بعد اگر ملکیت سے اُس زوجہ سے ہمبستر ہو تو اُسپر کفارہ نہین ہی اور اگر کوئی اور شخص شوہر
کے سوا اُسی لونڈی کو مول لیلے اور خریدار اُس لونڈی کے نکاح کو فسخ کر ڈالے تو بھی ظہار کا حکم

ساقط ہو جائیگا اور اگر اسکے بعد وہی مظاہر شوہر اُس مظاہرہ لونڈی سے نیا عقد نکاح کرے تو کفارہ نہیں ہے **پانچواں مسئلہ** اگر مرد اپنی زوجہ سے کہے تو مجھپر میری ماں کی پیٹھ کیطرح ہے اگر زید چاہے پھر زید کہے کہ مین نے چاہا تو جو لوگ ظہار کی تعلیق کے شرط پر جواز کے قائل ہیں اُنکے قول پر ظہار واقع ہو جائیگا اور اگر انشاء اللہ کہے یعنے اگر خدا چاہے تو ظہار واقع نہوگا مرحب کہتے ہیں کہ خدا کی مشیت نہ معلوم کیا ہو گی اور باوجود اسکے ظہار فعل حرام ہے اور ہمارے نزدیک خدا کی مشیت حرام سے متعلق نہیں ہوتی ہے اور بیشک یہ شرط مجہول ہے بس ظہار واقع نہوگا مگر یہ کہ انشاء اللہ تیمن اور تبرک کے قصد سے کہے اور شرط کے معنون کا ارادہ نکرے تو پھر ظہار واقع ہو جائیگا **چھٹا مسئلہ** اگر مرد اپنی چار بی بیون سے ایک لفظ سے مظاہرہ کرے تو اُسپر واجب ہے کہ ہر ایک کیطرف سے رجوع پر کفارہ دے اور اگر ایک ہی عورت سے کئی بار مظاہرہ کرے تو ہر ظہار کے مقابلہ مین کفارہ دینا واجب ہے خواہ اُس ظہار کو متفرق واقع کرے یا پے بپے ایک ہی مجلس مین واقع کرے اور ہمارے فقہا مین سے کسی ایک نے ظہار کی تکرار کی یون تفصیل کی ہے اور کہا ہے کہ اگر ایک شخص ظہار کی تکرار تاکید کے قصد سے کرے تو کفارہ مکرر نہوگا اور اگر ہر ایک ظہار کو علحدہ قصد سے واقع کیا ہے تو مکرر کفارہ دینا رجوع کے وقت لازم ہے **ساتوان مسئلہ** جب مرد بے کسی شرط پر معلق کرنیکے اپنی زوجہ سے ظہار واقع کرے تو بے کفارہ دیے اُسپر اُس عورت سے ہمبستری کرنا حرام ہو جائیگا اور اگر ظہار کو کسی شرط پر معلق کرے تو جبتک وہ شرط پائی نجائے اُس عورت سے اسے ہمبستر ہونا جائز ہے پھر اگر شرط کے پائے جانے سے پہلے ہمبستری کرے تو کفارہ نہیں ہے اور ظہار کی شرط ہمبستری ہو جیسے وہ یون کہے ان وطئتک فانت علی کظہر امی یعنے اگر مین تجھسے ہمبستر ہون تو مجھپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو ہمبستر ہونیکے بعد ظہار ثابت ہو جائیگا اور کفارہ اُسکے ذمے قرار پائیگا جبتک اُس سے دوسری بار ہمبستر نہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ پہلے ہی ہمبستری سے کفارہ لازم ہو جائیگا اور یہ قول بعید ہے اسلیے کہ شرط پر معلق ظہار شرط کے تحقق کے پہلے واقع نہوگا **آٹھواں مسئلہ** ظہار کرنیوالے کو مظاہرہ عورت سے جبتک کفارہ ندے لے ہمبستر ہونا حرام ہے خواہ کفارہ بندہ آزاد کرنے کا ہو یا روزے ہون یا مسکینون کا

اطعام ہو اور اگر روزون کی اثنا مین ہمبستر ہو جائے تو پھر نئے سر یسے روزے پورے
رکھے گا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر رات کو ہمبستر ہو تو بیا ئی روزون کا ہونا بجا لائیگا بلکہ باقی دن
روزے رکھ لے اور یہ کہنا شاذ ہی اور غلط ہی اُرد و مترجم کہتا ہی کہ یہ مصنف علیہ الرحمہ نے ا
ادریس اور ابن سعید پر تعریض کی ہی اور مصنف نے گویا اس امر کا گمان کر لیا ہی کہ ابن ادر
شیخ کے کلام مین تتابع کی مراد نہین سمجھے لیکن انصاف یہی ہی کہ یہ مسئلہ نہایت دقیق ہی اور ا
کا قائل غلطی سے منسوب ہونیکی اہلیت نہین رکھتا ہی بلکہ پورے ہی کرنے کا قول قوی ہ
نظر نیک ہی اور اسی کو دین کے ستونون نے پسند اور اختیار کیا ہی جیسے فاضل ہین اور شہ
ہین اور گذر گئی ہین اور شاید اسلیے ابن ادریس بھی قائل ہوگئے ہین اور کتاب کے حا
لکھدیا ہی اور تغایظا کی نسبت محض خشونت ہی اور بالانصاف کے خلاف ہی اور بعضے نسخے مین مصنف
نے اسلیے اپنے اس قول سے اضراب کیا ہی مگر اکثر نسخون مین وہ عبارت نہین پائی جاتی
مظاہرہ عورت سے ہمبستر ہونے سے کم بوسہ و کنار وغیرہ جائز ہی یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ جا
نہین اسلیے کہ یہ امر بھی مس کرنے مین داخل ہین اور آیہ کریمہ مین مس سے بھی یعنے کفارہ د
سے پہلے ممانعت وارد ہوئی ہے اور اس مین اشکال ہے اسلیے کہ مس کرنیکے معن
مجامعت سے تفسیر کی ہی نوان مسئلہ جب کوئی کفارہ دینے سے عاجز آئے یعنے نہ تو
آزاد کر سکے اور نہ استغفار کے سوا روزے رکھ سکے اور نہ اطعام ساٹھ مسکینون کا کر سکے ت
فقہا کہتے ہین کہ جبتک کفارہ نہ دیگا اسپر وہ عورت حلال نہوگی اور بعضے علما کہتے ہین کہ اس
مین استغفار کافی ہی اور یہی قول بہت سے عالمون کا ہی دسوان مسئلہ جب عورت
کے رجوع نکرنے پر صبر کرے اور چپ رہے تو پھر کوئی نزاع نہین ہی اور اگر حاکم شرع
فریاد کرے تو حاکم شرع شوہر کو مختار کرے گا کہ چاہے کفارہ دے اور زوجہ کیطرف رجوع
یا طلاق دے اور استغاثہ کے وقت سے اُسے تین مہینے کی مہلت دیگا اور اگر مہلت کی
گزر جائے اور شوہر ان دونون شقون مین سے ایک کو بھی اختیار نکرے تو اُسے کھا
پینے مین تنگ کرینگے کہ ان دونون شقون مین سے ایک کو قبول کرلے اور تنگ گیری
شوہر پر طلاق دینے کیلیے جبر نکرینگے اور حاکم شرع مظاہرہ کو طلاق نہ دیگا اسلیے کہ طلا

شوہر کا کام ہی اور ظہار سے ملحق کفارون مین کلام ہے اور اسمین کئی مقصد ہین پہلا مقصد
کفارون کی قسمون مین ہے احرام کے کفارے کتاب الحج مین بیان ہو چکے اور بیان اور
کفارے بیان ہونگے اور یہ چار قسمون پر منقسم ہین ایک قسم مرتبہ اور دوسری مخیرہ
تیسری مرکب مخیرہ سے اور مرتبہ سے چوتھی قسم کفارۂ جمع ہی کہ ان تینون کفارون کی جمع سے
حاصل ہوتی ہی اور ظہار کے کفارہ مین اور قتل خطا کے کفارہ مین واجب عتق رقبہ
یعنے بندہ کا آزاد کرنا ہی اور اگر اس سے عاجز آئے اور نہو سکے تو دو مہینے کے روزے رکھنا
رکھنا ہی اور اگر اس سے بھی عاجز آئے یعنے یہ بھی نہو سکے تو ساٹھ مسکینون کا اطعام ہی اور
ماہ رمضان کی قضا کے روزے کا آفتاب کے زوال کے بعد توڑ ڈالنے مین دس مسکینو کا
اطعام ہی اور اگر یہ نہو سکے تو تین دن پیاپی روزے رکھے اور مخیرہ کفارہ اُس شخص کے
ذمے پر ہی جو کفارہ کے موجب ہونیکے کسی سبب سے روزہ کے واجب ہونیکی شرطون
کے پائے جانے پر ماہ رمضان کے دن مین افطار کرے اور اُس شخص کا کفارہ ہی جو ایسے
دن مین افطار کرے کہ جسمین اُس پر نذر کا روزہ رکھنا واجب ہوا تھا اور دو روایتون
مین کی زیادہ مشہور روایت پر یہ حکم ہی اور دوسری روایت کے موافق جو غیر مشہور ہی
یہ حکم ہی کہ نذر صوم کے خلاف کرنے کا کفارہ قسم کا کفارہ ہی کہ بیان ہوگا اور یہی عہد کے خلاف
کرنے کا اور نذر کے خلاف کرنیکا تردد والے قول پر کفارہ ہی اور انکے ہر ایک مین بندہ
کا آزاد کرنا واجب ہی یا دو مہینے کے پیاپے روزے رکھنا بنا بر اظہر کے واجب ہی اور
مخیرہ اور مرتبہ سے مرکب کفارہ قسم کا کفارہ ہی اور یہ عتق رقبہ یعنے بندے کا آزاد کرنا یا
دس مسکینون کا اطعام یا انکی پوشاک پھر اگر یہ نہو سکے تو تین روزے رکھے اور کفارہ جمع
مومن کے عمداً ظلم سے مار ڈالنے کا کفارہ ہی اور یہ بندے کا آزاد کرنا اور دو مہینون کے پیاپی
روزے رکھنا اور ساٹھ مسکینون کا اطعام ہی دوسرا مقصد اُن کفارون کے بیان مین ہی
جنمین علما کا اختلاف ہی اور یہ سات کفارے ہین پہلا کفارہ جو شخص کہ حق تعالیٰ سے بیزاری
کی یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیزاری کی یا کسی معصوم علیہ السلام سے بیزاری کی قسم کھائے
اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے بارات دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کہا ہی تو اُسپر ظہار کا

کفارہ ہے اور اگر نہو سکے تو قسم کا کفارہ دے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ گنہگار ہوگا اور کفارہ کچھ
نہین ہی اور یہی اشبہ ہی مترجم کہتے ہین کہ علما نے اختلاف کیا ہی کہ ان طریقونکی بیزاری کہ
کفارہ کا موجب ہی قسم کے خلاف کرنیکی شرط سے ہی یا محض ان لفظون کے تلفظ سے کفارہ لازم
ہو جاتا ہی اور بعضے حیثیت قسم کی مخالفت سے کفارہ واجب جانتے ہین اور بعضے مطلق
واجب جانتے ہین اور اِس قسم کی حرمت پر سب علما کا اتفاق ہی خواہ سچی ہو یا جھوٹی ہو
دوسرا کفارہ عورت کے اپنے سر کے بال کاٹنے مین مصیبت کے وقت ہی اور یہ کفارہ عتق
رقبہ یعنے بندہ کا آزاد کرنا ہے یا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنا ہی یا ساٹھ مسکینون کا طعام ہے
یہ کفارہ مخیرہ ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین ظہار کے کفارہ کی طرح پر ہے کہ بیان ہو چکا ہے اور پہلا
قول مروی ہے اور علما کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اس کام سے گنہگاری ہوتی ہے اور کفارہ
واجب نہین ہوتا ہی اسلیے کہ اصل واجب نہونا ہے اور روایت کی سند مین ضعف ہی تیسرا کفارہ
عورت پر سر کے بال اور منہ مصیبت مین نوچنے سے اور مرد پر بیٹی یا جورو کے مرنے مین کپڑے
پھاڑنے سے واجب ہوتا ہی اور یہ کفارۂ قسم ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ استحباب یادہ
قوت رکھتا ہے چوتھا کفارہ عورت سے حیض مین حرمت جانکر اور کفارہ کی ادا پر قدرت
رکھکر ہمبستر ہونے مین واجب ہوتا ہی شروع حیض کی ہمبستری مین ایک شرعی اشرفی اور وسط حیض مین
اسکی آدھی اور آخر حیض مین اسکی چوتھائی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مستحب ہے لیکن پہلا
قول احوط ہے اور اگر لونڈی سے حیض مین ہمبستر ہو تو تین مدگیہون کفارہ دے پانچوان
کفارہ جو کسی عورت سے اسکے پہلے شوہر کے عدہ مین نکاح کرے تو اس سے جدائی کرنا واجب ہے
اور پانچ صاع آٹا کفارہ مین دینا واجب ہی اور اس کفارہ کے وجوب مین اختلاف ہے اور استحباب
اشبہ ہے چھٹا کفارہ جو شخص بے عشا کی نماز پڑھے سو رہے یہان تک کہ آدھی رات گزر جاے
تو اس دن کا روزہ رکھنا واجب ہے ایسی روایت کے موافق جسمین ضعف ہے شاید استحباب
اشبہ ہے ساتوان کفارہ جو شخص کسی معین دن کا روزہ نذر کرے اور روزہ رکھنے سے
عاجز آے تو کسی مسکین کو دو مدگیہون دیدے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو جو ہو سکے تصدق کرے اور
اگر یہ بھی نہو سکے تو استغفار بجا لائے اور بعضے فقہا اسکا انکار کرتے ہین کہ روزہ سے عاجز آنیکی

صورت مین نذر ساقط ہوجاتی ہے **تیسرا مقصد** کفارون کی نوعون کے بیان مین ہی کہ جنھین کفارونکے خصال کہتے ہین اور یہ تین خصلتین ہین ایک عتق رقبہ یعنی بندے کا آزاد کرنا دوسرے مسکینون کا اطعام تیسرے روزہ رکھنا اُردو مترجم کہتاہی چوتھی خصلت جسے مصنف نے آخر مین بیان کیا ہے اور مترجم نے نہین لکھا ہے مسکینون کو کپڑا دینا ہے اور کفارہ یمین سے مختص ہے اسی لیے مصنف نے اخیر مین بیان کیا ہے مگر حصر تقسیم یعنی خصال کا انحصار تین خصلتون مین نرہا اور مصنف کی تقسیم حقیقی نہ ٹھہری۔ **قول** عتق مین ہے یعنے بندے کے آزاد کرنے مین ہے اور بندہ آزاد کرنا بندہ کے پانے والے پر متعین ہوتا ہے کہ مرتبہ کفارون مین بیان ہوچکا ہے اور بندے کا پانا عبارت اس سے ہے کہ بندہ کا مالک ہو یا اُسکی قیمت کا خریدنا ممکن ہونے پر مالک ہو اور بندے کا ان تین وصفون سے متصف ہونا شرط ہی پہلا وصف ایمان ہی اور یہ اجماع سے قتل نفس کے کفارہ مین معتبر ہے اور اسکے سوا اور کفارون مین اس وصف کے معتبر ہونے مین تردد ہے اور اشبہ اس وصف سے اشتراط ہے اور ایمان سے مراد یہان پر یہ ہے کہ وہ بندہ مسلمان ہو یا مسلمان کے حکم مین ہو جیسے مسلمانون کے لڑکے ہین خواہ مرد ہو یا عورت ہو کم سن ہو یا بڑا ہو اور ماں باپ دونون کے مسلمان ہونے سے یا ایک کے مسلمان ہونے سے بچے پیدا ہونیکے وقت گو پہلے کافر بھی ہون مسلمانون کا حکم رکھتا ہے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ قتل نفس مین بالغ عاقل ہی بندہ کافی ہی اور یہ حکم قتل ہی سے مخصوص ہے اور یہ حدیث حسن ہے اور ماں کے پیٹ کے بچے کا کفارہ مین آزاد کرنا کافی نہین گو اُسکے ماں باپ دونون مسلمان ہون گو وہ حمل بھی مسلمان کا حکم رکھتا ہو جب کوئی گونگے ہونیکے حال مین بالغ ہو اور اسکے ماں باپ دونون کافر ہون اور وہ اشارہ سے اسلام قبول کرے تو اُسکے اسلام کا حکم کرینگے اور کفارہ مین وہ کافی ہے اور لازم نہین کہ وہ مسلمان بندہ نمازگزار ہو اور مسلمان ہونے مین شہادتین کا اقرار کفایت کرتا ہے یعنے حق تعالے کی وحدانیت کی شہادت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت کا اقرار کفایت کرتا ہے اور اسلام کے سوا اور دینون سے بیزار ہونا بھی شرط نہین ہے اور اُس بچے کے اسلام کا حکم نکرینگے جسے مسلمانون نے کافرون سے غلبہ سے لیا ہو خواہ ماں باپ کافر ساتھ

ہون یا نہون اور اگر مراہق یعنے حد بلوغ کے نزدیک کا بچہ مسلمان ہو جائے تو اُسکے اسلام کا
حکم کرینگے اور اسمین تردد ہے اور آیا اُسے مان باپ سے جدا کرنا چاہیے بعضے فقہا کہتے ہین کہ
ہان اس ڈر سے کہ اُس لڑکے کے مان باپ اسلام کے قصد سے اسے پھیر ندین اس نگہبانی کے
واسطے اُسے جدا کرنا چاہیے گو کافر کے حکم مین ہے **دوسرا وصف** بندہ کا عیبون سے سالم ہونا
ہی بس کفارہ مین اندھے اور جذامی اور اپاہج بندے کا آزاد کرنا کافی نہین ہے اور نہ منکول بندے
کا یعنے جسکے مالک نے اسکے کان یا ناک کاٹ لی ہو آزاد کرنا کافی ہے اسلیے کہ وہ انھین سببون سے
آزاد ہو چکا ہے اور اگر ان عیبون کے سوا کوئی اور عیب رکھتا ہو جیسے یہ کہ گونگا یا بہرا ہو یا ایک
ہاتھ یا ایک پاؤن اُسکا کٹا ہوا ہو تو ایسے بندے کا کفارہ مین آزاد کرنا کافی ہے اور اگر دونون
پاؤن کٹے ہون تو اُسکا کفارہ مین آزاد کرنا کافی نہین ہے اسلیے کہ زمین گیر یعنے اپاہج ہی اور
حرامزادے بندیکا کفارہ مین آزاد کرنا کفایت کرتا ہے اور علما کی ایک جماعت کافی نہین جانتی ہے
اسلیے کہ اسپر پہلے کفر کا حکم ہو چکا ہے یا ایمان کی صفت سے قاصر ہے اور یہ قول ضعیف ہی **تیسرا وصف**
یہ ہے کہ وہ بندہ پورا پورا مملوک ہو یعنے آزادی کا اسمین کوئی اثر نہو بس مدبر بندے کا آزاد
کرنا کافی نہین یعنے ایسے بندے کا آزاد کرنا کافی نہین جسے مالک نے اپنے بعد آزاد ہونے کو
کہدیا ہے جب تک اُسکا مالک اس تدبیر کو توڑ نڈالے اور شیخ علیہ الرحمہ نے مبسوط اور خلاف مین
کہا ہے کہ مُدبّر بندے کا بھی آزاد کرنا کافی ہے اور یہی اشبہ ہی اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی
کہ یہی حق ہے اسلیے کہ آزاد کرنا بھی تدبیر کا توڑ ڈالنا ہے اور مطلق مکاتب بندے کا جبکہ مال کتابت
مین کچھ دے چکا ہو آزاد کرنا کافی نہین اسلیے کہ جتنا وہ کتابت مین سے دیچکا ہی اُسکے مقابل مین آزاد ہو چکا
ہی پھر اُسکے آزاد کرنے مین پورا پورا بندے کا نہ آزاد کرنا لازم آئیگا اور اگر مطلق مکاتب بندے
نے مال کتابت مین سے کچھ ادا نہ کیا ہو یا مکاتب مشروط ہو گو اُسنے مال کتابت مین سے بھی کچھ
دیا ہو کہ کچھ آزاد نہوگا جبتک پورا مال کتابت ادا نکرے گا تو اُسکے کفارہ مین آزاد کرنے کو شیخ نے
کتاب خلاف مین کہا ہے کہ کافی نہین اور امید ہے کہ یہ قول اسکے رقیت مین کتابت کے سبب سے
نقصان پڑجانے سے ہی اور کتاب نہایہ مین اُنکے ظاہر کلام سے یہ نکلتا ہے کہ کافی ہے اور تو قع ہی
کہ یہی قول اشبہ ہو اسلیے کہ رقی متحقق اور ثابت ہی اور بھاگے بندے کا آزاد کرنا جب تک اُسکے

مرنے کا علم نہو کافی ہے اور اسیطرح پر اُم ولد کا آزاد کرنا کافی ہے اسلیے کہ اُسکی رقیت ثابت ہے اور اگر آدھا آدھا دو غلاموں مین سے کہ اُسمین اور دوسرے شریک مین مشترک ہون آزاد کرے تو یہ آزاد کرنا کفایت نکریگا اسلیے کہ اسطرح کے آزاد کرنیکو ایک بندیکا آزاد کرنا نہ کہین گے اور اگر مشترک بندے مین سے اپنے حصہ کو کوئی آزاد کرے تو شریک کے حصہ مین بھی عتق سرایت کر جائے گا اور وہ بندہ پورا پورا آزاد ہو جائے گا پس اگر اس آزاد کرنے سے کفارہ کا قصد کرے اور مالدار بھی ہو تو کافی ہے اسلیے کہ اُسکے حصہ کی قیمت بعد دیدیگا اگر اس بات کے قائل ہون کہ ایک شریک کے اپنے حصہ کو آزاد کرنے سے عتق دوسرے شریک کے حصہ مین سے سرایت کرجاتا ہے اور بندہ پورا پورا آزاد ہو جاتا ہے اور اگر اس بات کے قائل ہون کہ عتق شریک کے حصہ مین سرایت کرتا ہے اور پورا پورا آزاد ہوجاتا ہے مگر اُسکے حصہ کی قیمت دیدینے سے بھی جو وقت کہ یہ قیمت ادا کریگا تو کفارہ مین محسوب ہوگا یا نہ بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہی کفایت کرتا ہے اسلیے کہ عتق رقبہ یعنے بندے کا آزاد کرنا ہوگیا اور اسمین تردد ہے اسلیے کہ دوسرے شریک کا حصہ اُسکے حصہ کے آزاد ہونے سے آزاد نہین ہوا بلکہ اُسوقت مین رقیت پر باقی تھا اور اُسکے بعد قیمت دینے سے آزاد ہوگیا نہ کفارہ کے بدلے مین پھر کفارہ مین محسوب نہوگا اور اگر آزاد کرنے والا شریک مالدار نہوا اور اپنے حصہ کو مشترک بندے مین سے آزاد کرے تو اسکے حصہ کی آزادی صحیح ہے لیکن کفارہ مین کافی نہین پڑتی ہے گو اسکے بعد مالدار بھی ہوجائے اسلیے کہ حصہ دوسرے شریک کا رقیت پر باقی رہا اور پورا بندہ آزاد نہوا اور اگر مالدار ہونیکے بعد شریک کے حصہ کو مول لیلے اور نیت کرے کہ اس حصہ کو بھی مین نے کفارہ کے بدلے مین آزاد کیا ہے تو صحیح ہے اور کافی ہے اسلیے کہ کفارہ مین پورے بندے کا آزاد کرنا متحقق ہوگیا گو متفرق طور پر ہوا کہ ایک آدھے کو پہلے اور دوسرے آدھے کو اُسکے بعد آزاد کیا اور اگر گرو کیے ہوئے بندے کو آزاد کرے تو صحیح نہین جبتک کہ مرتہن اجازت ندے اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مطلق صحیح ہے خواہ مرتہن اجازت دے یا ندے جبکہ غلام کا مالک مالدار ہوگا تو وہ تکلیف کھینچے گا کہ ارتہان کے حصہ کی ادا بھی کردے اگر دین کا وعدہ پہونچ گیا ہو یا اسکے پاس دوسرے گرو رکھدے اگر مدت باقی ہو اور یہ قول بعید ہے اسلیے کہ رہن کے سبب سے مالک مرہون مین بے اجازت مرتہن کے بے دین کے ادا کیے ہوئے تصرف کرنے سے

ممنوع ہے اور اگر کسی کا غلام عمداً کسی کو مار ڈالے پھر اُسکا مالک اُسے کفارہ مین آزاد کر دے تو شیخ
علیہ الرحمہ کے اسمین دو قول ہین اور جائز ہونا اشبہ ہے اسلیے کہ مقتول اُسکے وارثون کا حق اُسکی
گردن سے متعلق ہو چکا ہے بس پورا مملوک نہین اور اگر مقتول کے وارث دیت یعنے خون بہا لینے پر
راضی ہو جائین اور مالک اُسکے دینے کی ذمہ داری کر لے تو عتق کافی ہے اور اگر بندہ کسیکو خطا
سے مار ڈالے تو شیخ نے مبسوط مین کہا ہے کہ اُسکا آزاد کرنا کافی نہین اسلیے کہ مقتول کے وارثون
کا حق اُس سے متعلق ہو چکا ہے اور کتاب نہایہ مین فرمایا ہے کہ اگر آقا مقتول کی دیت کا ضامن
ہو جائے تو صحیح ہے اور یہی قول خوب ہے اور اگر کسی پر بندہ کا آزاد کرنا واجب ہو اور اُسکی
طرف سے دوسرا شخص اپنے بندہ کو اُسکے کہنے سے آزاد کر دے تو یہ عتق یعنے آزاد کرنا صحیح ہے
اور آزاد کرنیوالے کو عتق کے عوض کا مانگنا اُس درخواست کرنیوالے سے نہین پہونچتا ہے گر
جبکہ اُسنے اُس سے کسی عوض کی شرط کر لی ہو جیسے اسطرح پر کہے کہ تو میری طرف سے بندہ کو آزاد
کر دے مین تجھے دس اشرفیان دونگا اور اگر بے مشغول الذمہ کے کہے تبرعاً دوسرے کے کفارہ
مین کوئی اپنے بندہ کو اُسکی طرف سے آزاد کر دے تو شیخ نے فرمایا ہے کہ وہ عتق اُسی آزاد کرنیوالے
کی طرف سے نافذ ہو جائیگا اور اُس مشغول الذمہ کیطرف سے نافذ نہو گا خواہ وہ مشغول الذمہ جیتا ہو
یا مر گیا ہو اور اگر وارث بندے کو مورث کیطرف سے اپنے مال سے نہ مورث کے مال سے آزاد
کرے تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صحیح ہے اور وجہ یہی ہے کہ غیر شخص اور وارث دونون اس
بات مین برابر ہین اگر جائز ہے تو دونون سے جائز ہے اور اگر جائز نہین تو دونون سے جائز نہین
اور شیخ رحمہ اللہ نے مشغول الذمہ کے مرجانیکے بعد دونون سے جواز کو معتمد فرمایا ہے اور اگر کوئی شخص
کسی سے کہے کہ اپنے بندے کو میری طرف سے آزاد کر اور وہ کہے کہ مین نے تیری طرف سے آزاد
کیا تو اس مسئلہ مین اتفاق ہے کہ یہ عتق اُس آزاد کروانے والے کی طرف سے کافی ہو مگر کلام اسمین ہے
کہ وہ آزاد بندہ کسوقت درخواست کرنے والے کی ملک مین آیا اور پھر اُسکی طرف سے
آزاد ہوا شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ جب آزاد کرنیوالا کہتا ہے کہ مین نے تیری طرف سے آزاد کیا
تو وہ بندہ اُس خواہش کرنیوالے کی ملک کیطرف منتقل ہو جاتا ہے اور اُسکی طرف آزاد ہو جاتا ہے
اور یہ تحکم ہے یعنے بیدلیل دعوی ہے اور وجہ یہی ہے کہ مالکیت کے ثمرہ حاصل ہو جانے پر حصر کرین

کہ جسمین عتق کی صحت اور خواہش کرنیوالے کے ذمہ کی برات ہوتی ہے اور اسکے سوا تخمینی قول ہے کہ کوئی دلیل نہین رکھتا ہے اور اسکی مثال اسطرح پر ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ اس کھانیکو کھا تو اسمین بھی فقہا نے اختلاف کیا ہے کہ کسوقت کھانے والا اس کھانے کا مالک ہوا اور وجہ مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہی ہے کہ یہی کلام کھانا کھالینے کی اباحت کا مفید ہے اور کھانیوالے کی طرف ملک کے منتقل ہونیکا افادہ نہین کرتا ہے **اعتاق** یعنے کفارہ مین بندہ آزاد کرنے کی شرطین کئی ہین **پہلی شرط** نیت ہے اسلیے کہ عتق ایک عبادت ہے کہ مختلف وجوہ کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی سنت ہوتا ہے بس انمین سے کوئی شئے بے نیت کے معین نہین ہوتی ہے اور قربت کا قصد کرنا بھی نیت مین ضرور ہے اور کافر کا عتق یعنے آزاد کرنا صحیح نہین خواہ ذمی ہو یا حربی ہو یا مرتد ہو اسلیے کہ کافر کی نیت معتبر نہین اور نیت مین تعین معتبر ہے کہ کس کفارہ کے بدلے مین آزاد کیا ہے جس صورت مین کئی جنس کے کفارے اسپر لازم ہو چکے ہون مثل روزے اور ظہار وغیرہ کے کفارون کے اور اگر کئی کفارے اسپر ایک جنس کے ہون جیسے مکرر ظہار کیا ہے تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مجرد کفارے کی نیت قربت کے ساتھ کافی ہے اور تعین کی ضرورت اسطرح پر نہین ہے کہ کہے اس بندے کو پہلے ظہار کے کفارہ مین یا زید کے قتل کے کفارہ مین یا عمرو کے قتل کے کفارہ مین آزاد کرتا ہون اور اسمین اشکال ہے اسلیے کہ کفارہ مین کام مون کے تدارک کے لیے ایک مامور عبادت ہے اور عبادت مین نیت شرط ہے اور کفارہ کرنے کے لیے کوئی فعل بلا تعین کے معین نہوگا جسطرح پر کہ ساری عبادتون مین منوی کی تعیین شرط ہے اسمین بھی شرط رہیگی خواہ کئی کفارے ایک جنس کے اسپر ہون یا کئی جنسون کے ہون اور ایک جنس کے ہونے کی صورت مین تعیین کی شرط کا گرا دینا کوئی دلیل نہین رکھتا ہے لیکن کفارے کے روزے مین مذہب سے اشبہ یہی ہے کہ تعیین ضرور ہے خواہ سبب متحد ہو یا مختلف ہو اسلیے کہ روزہ کی نیت مین ماہ رمضان کے ادا روزونکے سوا مین مطلق تعیین کو شرط کیا ہے اور رات کو نیت کے بھول جانے مین آفتاب کے زوال تک نیت کی تجدید جائز ہے **مترجم** کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین سبب کے تعیین کا کفارون کی ساری خصلتون مین اشتراط زیادہ قوی ہے خواہ کفارے کے موجب کی جنس ایک یا کئی جنسین ہون اسی دلیل سے جسے مصنف علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہو لیکن جو عدد

نیت مین سبب کی تعیین ہے جیسے اسطرح پر قصد کرے کہ یہ کفارہ پہلے ظہار کے بدلے مین ہے اور یہ دوسرے ظہار کے بدلے مین ہے مثلاً **فرعی مسئلے** تعیین سبب کو شرط نہ لینے کے قول پر اور وجوب اور قربت اور کفارے کی نیت پر اکتفا کر لینے پر **پہلا مسئلہ** اگر اپنے ذمہ کے ایک کفارے کی نیت سے کوئی شخص بندیکو آزاد کرے تو صحیح ہے اسلیے کہ کفارے کی نیت کر لی ہے اور سبب کی تعیین اِس قول کے موافق شرط نہین ہے جسوقت مین کہ اُن سببون مین سے ہر سبب بندہ آزاد کرنے کا حکم رکھتا ہو **دوسرا مسئلہ** اگر کسی کے ذمے تین کفارے عتق مین اور روزون مین اور اطعام مین برابر ہون خواہ مرتبہ ہون خواہ مخیرہ ہون پھر بندے کو قربت اور کفارے کی نیت سے آزاد کرے اور اسکے بعد بندہ آزاد کرنے سے عاجز آئے تو دو مہینے کے روزے پیاپے اُسی نیت سے رکھلے گا پھر روزون سے بھی عاجز آجائے تو ساٹھ مسکینونکا اُسی طریق سے اطعام کردیگا تو تینون کفارون سے بری الذمہ ہو جائیگا گو ہر ایک مین اُسکے سبب کی تعیین نہین کی ہے **تیسرا مسئلہ** اگر کسی کے ذمے کفارہ ہو اور نہ جانتا ہو کہ قتل نفس کا کفارہ ہے یا ظہار کا ہے پھر وہ بندے کو کفارہ اور قربت کی نیت سے آزاد کردے تو یہ کفارہ کافی ہے اور وہ شخص بری الذمہ ہو جائیگا **چوتھا مسئلہ** اگر کسی کو علم ہو کہ اُسکے ذمے بندے کا آزاد کرنا واجب ہے اور اسمین شک کرے کہ یہ عتق اُسپر کفارے کے سبب سے واجب ہے یا عتق نذر کے سبب سے ہے پس کفارے کی نیت سے بندے کو آزاد کرے تو کافی نہین ہے اسلیے کہ نذر اُسکی ذمے پر رہجائیگی اور نذر کے عتق مین کفارے کی نیت جائز نہین اور اگر بندہ آزاد کرنے مین اپنے ذمے کے امر کی نیت کرے جو ہو خواہ نذر ہو یا کفارہ ہو تو جائز ہے اور بری الذمہ ہو جائیگا اور بندے کو بے اپنے ذمے کے امر کے اور وجوب کے آزاد کرے تو کافی نہین اور بری الذمہ نہوگا گو قربت کا بھی قصد کیا ہو کیونکہ آزاد کرنا استحباب سے بھی ہوتا ہے اور مطلق عتق سنت عتق کیطرف پھر جاتا ہے **پانچوان مسئلہ** جب کسی کے ذمے دو کفارے ہون اور دو بندے اُسکی مِلک مین ہون پھر وہ اُن بندون کو اس نیت سے آزاد کرے کہ ہر بندے کے آدھے آدھے کو دونون کفارون مین سے ہر ایک کفارے کے بدلے مین مینے آزاد کیا تو بھی صحیح ہے اسلیے کہ ہر نصف ایک کفارے کے بدلے مین آزاد ہو جائیگا اور دوسرے

نصف

نصف مین بھی عتق سرایت کریگا پھر دونون بندے پورے دونون کفارونکے بدلے مین ایک مرتبہ آزاد ہوجائینگے اور اسی طرح پر اپنے بندیکے آدھے کو معین کفارے کے بدلے مین آزاد کرے تو صحیح ہے اسلیے کہ عتق دوسرے آدھے مین بھی سرایت کرجائیگا اور پورا بندہ کفاریکے بدلے مین ایک دفعہ آزاد ہوجائیگا لیکن اگر کوئی شخص اپنے باپ کو یا باپ کے سوا شل ماں کے اور بہن کے جو فقط مول لینے سے آزاد ہوجایا کرتے ہین مول لے اور کفاریکی نیت کرے تو شیخ نے مبسوط مین فرمایا ہے کہ یہ عتق کافی ہے اور کتاب خلاف مین کہا ہے کہ کافی نہین اور یہی اشبہ ہے اسلیے کہ عتق کی نیت اُس بندے مین اثر کرتی ہے جو عتق یعنے آزاد کرنیوالے کا مملوک ہوتا ہے اور دوسرے کی ملک مین عتق اثر نہین کرتا ہے اور ماں باپ وغیرہ کے خریدنے مین عتق کی سرایت ملکیت سے پہلے ہے کیونکہ ماں باپ وغیرہ اسطرح کے لوگون پر ملکیت نافذ نہین ہوتی ہے بس مملوک بندے کا آزاد کرنا عمل مین نہ آیا دوسری شرط یہ ہے کہ کفارے مین آزاد کرنا عوض سے خالی ہو بس اگر کوئی اپنے بندے سے کہے کہ تو آزاد ہے اور تجھے اسقدر روپیہ مجھے دینا پڑیگا تو یہ آزاد کرنا کافی نہین اسلیے کہ بدلے کا قصد کرلیا ہے اور اگر کوئی کسی مالک سے کہے کہ تو اپنے کفارے مین اپنے بندے کو آزاد کردے مین تجھے اسقدر روپیہ دونگا پھر وہ بندے کو آزاد کردے تو یہ عتق بھی کفارے مین کافی نہین اور اس صورت مین عتق بھی واقع ہوگا یا نہوگا اسمین تردد ہے اور اگر کہا جاے کہ اسطرح کا عتق واقع ہوجاتا ہے تو آیا اُس کہنے والے پر وہ عوض جو اپنے ذمے لیا ہے لازم ہوگا یا نہوگا شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ لازم ہوجائیگا اور یہی خوب ہے اور اگر بندے کا مالک اُس عوض کو کہنے والے کے دیدینے کے بعد اُسے پھیر دے تو بھی کفارہ مین کافی نہ پڑے گا اسلیے کہ آزاد کرنے کے وقت کافی نتھا پھر اُسکے بعد کیونکر کافی ہوجائیگا تیسری شرط یہ ہے کہ آزادی کرنے کا سبب حرام نہو پھر اگر اپنے بندے کا نکول کرے یعنے دونون آنکھین اُسکی کفارے کے عتق کی نیت سے پھوڑ ڈالے یا دونون پانون اُسکے کاٹ ڈالے تو عتق ایسے فعل سے متحقق ہوجائیگا اور کفارے مین کفایت نکریگا **قول** روزدن کے کفارہ مین سے اور روزے مرتبہ کفارے مین عتق سے عاجز آنے پر متعلق ہوجاتے ہین اور عتق سے عجز یا تو بندے

نہ ملنے سے ہوتا ہے یا قیمت نہ رکھنے سے ہوتا ہے یا اُسکے خریدنے پر قدرت نہ رکھنے سے ہوتا ہے گو دام اور بندہ دونون موجود ہون اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اطعام سے عاجز آنےکی حد یہ ہے کہ اُسکے پاس اطعام کے خرچ سے بڑھکر آٹھ پہر کا اُسکے اور عیال کے قوت بھر نہو اور اگر اُسکے پاس کوئی غلام ہو اور اُسکی خدمت کی اُسے محتاجی ہو یا اُسکی قیمت کی ضروری کھانے پہنے کے لیے اُسے احتیاج ہو تو اُس بندے کا آزاد کرنا واجب نہوگا اور رہنے کا گھر کفارے مین دینے کو بندہ خریدنے کے لیے بیچا نہ جائیگا اور نہ لیاقت کے موافق کے کپڑے بندہ مول لینے کے لیے بیچے جائینگے اور حاجت سے بڑھکر جو گھر مین سے ہوگا اُسے بیچڈالیگا اور ایسے شخص کا مملوک خادم بھی نہ بیچا جائیگا جس سے اُسے کام کی محتاجی ہو اور خود کام کرنے سے اُسکا مرتبہ مرتفع ہو اور جو کہ اپنا کام آپ کرنیکی عادت رکھتا ہو اُسکا خادم بیچڈالا جائیگا مگر جبکہ کسی مرض مین بیمار ہو اور دوسرے کی خدمت کا محتاج ہو اور اگر اُسکا غلام بیش قیمت اسطرح کا ہو کہ اُسے بیچکر کم قیمت کا مول لے لے اور وہ اُسکی خدمت کے لیے کافی ہو جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایسے غلام کا کفارے کے لیے بیچڈالنا لازم ہے اسلیے کہ اُس غلام سے بے نیازی ممکن ہے اور اسیطرح پر رہنے کے گھر مین بھی کہا ہے کہ جب بیش قیمت ہو اور اُس سے کم قیمت مین اُس گھر کے بدلے ملجانا ممکن ہو تو ایسے گھر کو بھی بیچڈالیگا اور کم قیمت حال کے موافق خریدلیگا اور اشبہ یہی ہے کہ نہ بیچا جائیگا اسلیے کہ مسکن کے بیچنے کی ممانعت عام ہے اور جس صورت مین ظہار مین اور قتل خطا مین عتق یعنے بندہ آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے کے پیاپے روزے رکھنا کفارے مین اُسپر واجب ہین اور اگر کفارہ دینے والا غلام ہوگا تو اُسپر ایک مہینے کے روزے لازم ہین پھر اگر پہلے مہینے مین بے کسی عذر کے افطار کرڈالیگا تو پھر نئے سرے سے دو مہینے کے پیاپے روزے رکھیگا اور اگر کسی شرعی مانع کے سبب سے افطار کرڈالیگا تو اُسکے زائل ہوجانیکے بعد اُن باقی روزون کو رکھیگا اور پہلے کے رکھے ہوئے روزے حساب مین جوڑلیگا اور اگر دوسرے مہینے مین افطار کرے گو دوسرے مہینے مین سے ایک ہی دن کا روزہ رکھا ہو تو پھر نئے سرے سے روزے رکھنا واجب نہین بلکہ باقی روزے رکھکر پورے کرلیگا اور آیا دوسرے مہینے مین افطار کے سبب سے گنہگار ہوگا اسمین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے کہ گناہ نہین ہے اور جن شرعی عذرون سے

افطار کرنا صحیح ہے اور اُنکے زائل ہونیکے بعد بنا اُنھیں دنون پر رکھیگا وہ عذر حیض اور نفاس اور بیماری اور بیہوشی اور جنون ہین مگر سفر اگر اسکی طرف مضطر ہو تو وہ بھی شرعی عذر ہے اور نہین تو روزون کے توالی کو قطع کردیگا اور پھر نئے سرے سے سفر کے بعد رکھنا چاہیئے اور اگر حاملہ کفارہ کے روزونکے اثنا مین بے دوسرے مہینے کا کوئی روزہ رکھے ہوئے افطار کر ڈالے یا دودھ پلانیوالی اور یہ دونون اپنے نفس کی ضرر کے ڈر سے افطار کرین تو اس عذر کے دور جانیکے بعد اُنھیں رکھے روزیکے دن پر بنا کرینگی اور تتابع کے حکم مین ہین اور اگر یہ دونون لڑکون کے ضرر کے ڈر سے افطار کر ڈالین تو شیخ نے مبسوط مین کہا ہے کہ صوم کا تتابع منقطع ہو جائیگا اور اسکے بعد نئے سرے سے دو مہینے کے پیاپے روزے رکھین گی اور خلاف مین کہا ہے کہ تتابع منقطع نہوگا اور یہی اشبہ ہے اور اگر کوئی جبر سے افطار کریگا تو تتابع نہ جائیگا خواہ جبر سے اُسکے حلق مین پانی ڈالین یا اُسے مارین یہانتک کہ کھالے اور یہ قول شیخ کا کتاب خلاف مین ہے اور مبسوط مین حلق مین پانی وغیرہ جبر سے ڈالنے مین اور مار مار کے کھلانے پلانے مین فرق کیا ہے اور دوسری طرح کو روزون کے تتابع کا قاطع لیا ہے اور پہلی کو قاطع نہین جانا ہے اور اگر پہلے مہینے کے درمیان مین ایسا زمانہ آجائے جسمین کفارہ کے روزے رکھنا صحیح نہون جیسے ماہ رمضان ہے اور عید قربان ہے تو تتابع باطل ہو جائیگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ تتابع کے بطلانکا سبب یہ ہے کہ ایسے زمانے مین شروع کرنا تھا کہ جسمین ایک مہینے اور ایک دن کے روزے ہو جائین اور اسمین کوئی زمانہ ایسا نہ آئے کہ اسمین کفارہ کا روزہ رکھنا صحیح نہو کیونکہ تتابع واجب ہے اور اسکے مقدمات سے یہ بھی ہے تو یہ بھی واجب ہے پھر اگر شعبان کے مہینے سے شروع کریگا یا ذیقعد کی دسوین کے بعد سے رکھے گا تو تتابع باطل ہو جائیگا اور پھر نئے سرے سے دو مہینے کے روزے پیاپے رکھیگا

قول اطعام مین ہے مرتبہ کفارہ مین روزون سے عاجز آنے کے بعد اطعام متعین ہوتا ہے اور معتبر گنتی کے مسکینون کو ایک ایک مُد اناج دینا اطعام مین واجب ہے اور بعضے فقہا دو دو مُد دینے کو کہتے ہین اور اگر دو دو مُد دینے سے عاجز آئیگا تو ایک ایک مُد دیگا اور پہلا قول اشبہ ہے اور معتبر گنتی کے لوگون سے کم کو دینا کافی نہین گو گنتی بھر کی مقدار دیدے اور معتبر گنتی کے مسکینونکو دینے کی قدرت رکھنے پر ایک سے کم کا اطعام جائز نہین اور معتبر تعداد کے مسکین بہم نہونیکی صورت مین کم کا اطعام جائز ہے اور مسکینونکو ایسے طعام سے اطعام کرنا

واجب ہے جو کفارہ دینے والے کے اہل وعیال کا درمیانی قوت ہو اور اگر اپنے شہر کے اکثری قوت سے اطعام کرے تو بھی جائز ہے اور مستحب ہے کہ اُسکے ساتھ ایسی چیز کو ملائے کہ جس سے وہ روٹی کھا سکیں اور اسمین اعلا گوشت ہے اور ادنے نمک ہے اور درمیانی سرکہ ہے اور انھین الگ الگ اور ایک ساتھ دینا اور کھلوانا اور مقدار مذکور کو حوالے کر دینا جائز ہے اور کافی ہے گیہون اور آٹا اور روٹی کا دیدینا اور تنہا بچون کو دینا کافی نہین اور بڑے مسکینون کے ساتھ مین بچون کا دینا جائز ہے یعنے اگر مسکینون کو کھلائین اور اگر دیدین تو اس صورت مین جائز ہے کہ بچے ہون مگر اُنکے اولیا کی اسکے لینے مین اجازت ضرور ہے جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر بچون کا اطعام کرے تو دو بچون کو ایک مسکین کے برابر حساب کرے اور مومن ہونا مسکینون کا مستحب ہے یا مومنون کے حکم مین مثل اُنکے بچون کے ہونا مستحب ہے اور مبسوط مین شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ فطرہ زکوۃ کے مستحقون کو دین اور جسے زکوۃ فطرہ نہ دے سکتے ہون گے اُسے کفارہ بھی نہ دے سکین گے اور وجہ یہی ہے کہ فاسق مسلمان کا بھی اطعام جائز ہے اور کافر اور ناصب پر اطعام جائز نہین اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ کفارے کا اطعام مسکینون سے مخصوص ہے اور مسافرون کو اور مجاہدون کو نہ دے سکین گے چار مسئلے پہلا مسئلہ قسم کا کفارہ مخیرہ ہے بندہ آزاد کرنے مین اور اطعام یعنے کھانا دینے مین اور پوشاک دینے مین پھر جب پوشاک دے تو دو پارچے دینا ایک ازار ہو اور دوسرا کرتا ہو مقدور رکھنے پر واجب ہے اور عجز کی صورت مین ایک پارچہ بھی کافی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اختیار کی حالت مین بھی ایک پارچہ کفایت کرتا ہے اور یہی اشبہ ہے دوسرا مسئلہ قسم کے کفارے مین ایک مُد اناج ہر مسکین کو دینا چاہیے گو دو مُد دینے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور بعضے ہمارے فقہا ایک مُد کو ضرورت کی حالت مین کافی کہتے ہین اور پہلا قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ ایلا یعنے زوجہ سے ہمبستری کے ترک پر قسم کھانا اسکا کفارہ قسم کے کفارے کی طرح ہے اور ایلا کا بیان انشاء اللہ تعالے آنے کو ہے چوتھا مسئلہ جو شخص اپنے غلام کو حد شرعی سے زیادہ مارے اُس مار کے کفارے مین اُس غلام کا آزاد کرنا مستحب ہے چوتھا مقصد اس باب کے متعلق حکمون مین اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جسپر دو مہینے کے روزے واجب ہون اور وہ دو ہلالی چاند کے روزے رکھے تو کافی ہین گو وہ دونون ہلالی مہینے گنتی مین تیس تیس سے کم ہون

اور اگر کچھ ایک مہینے میں روزے رکھے اور مثل اُسکے ایک ہلالی مہینے کے روزے رکھے وہ ہلالی
مہینا ایک مہینے کے روزونکو کافی ہے گو تیس سے کم ہو اور پہلے مہینے میں جو روزے رکھے ہیں اُسمین
اور روزے رکھکر پورے تیس دن کا مہینا حساب کرے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ تمام اُنتے دنونکے روزے
کرے کہ جتنے دن کا وہ چاند ہوا ہو اگر تیس دن کا ہوا ہے تو تیس دن کے باقی روزے رکھے اور اگر
اونتیس دن کا ہوا تھا تو اسکے باقی کے روزے رکھے اور پہلا قول اشبہ ہے **دوسرا مسئلہ** کفارہ
مرتبہ مین کفارے کی ادا کا وقت معتبر ہے اور وجوب کا وقت معتبر نہین ہے پھر اگر کفارے کے
وجوب کے وقت بندے کے آزاد کرنے پر قادر ہو اور اسکے بعد عتق سے عاجز ہو جائے تو روزے
رکھے گا اور بندے کا آزاد کرنا اُس سے ساقط ہو جائیگا **تیسرا مسئلہ** جبکہ اسکا کچھ مال ہو اور
اُسے گمان غالب ہو کہ تھوڑے دن مین اُس تک وہ مال پہونچ جائیگا تو اُسپر سے کفارے کا فرض
منتقل نہوگا بلکہ اُس مال کے وصول ہونے تک صبر کرنا واجب ہے گو اُس صبر مین اُسپر مشقت ہو
جیسے کہ ظہار مین ہمبستری سے صبر کرنے مین زحمت عارض ہوتی ہے اور ظہار مین تردد ہے
اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر ظہار مین ہمبستری کے صبر مین ضرر ہو تو اسکے کفارے کا فرض
روزونکی طرف منتقل ہو جائیگا اور اگر روزون سے بھی ضرر پہونچتا ہو تو اطعام کیطرف منتقل ہو جائیگا
اور اگر اطعام مین بھی زمانے کے طول کیطرف احتیاج پڑتی ہو تو استغفار سے ہمبستری جائز ہو جانا ممکن ہے
اگر کفارون کی ساری خصلتون سے عاجز آجائے اور اگر مستحقون کے جمع کرنے مین اور مقدار
بھر اُنھین دیدینے مین تعجیل ممکن ہے تو ہمبستری پر اطعام مقدم کرنا واجب ہے اور جب شرعی گنتی
بھر کے مستحقون کا ملنا متعذر ہو تو ایک مستحق کو بھی ایک دفعہ دے سکتا ہے **چوتھا مسئلہ** اور جب
بندہ آزاد کرنے سے عاجز آئے اور روزے رکھنا شروع کر چکے اور اسکے بعد بندہ ملجائے تو عتق
کیطرف عود کرنا لازم نہین بلکہ اُنھین روزونکو تمام کر سکتا ہے گو بندہ آزاد کرنے کیطرف عود کرنا
بہتر ہے اور اسیطرح پر اگر روزے رکھنے سے عاجز ہو جائے اور اطعام مین داخل ہو اور اُسکے بعد عجز
روزون سے جاتا رہے تو عود لازم نہین گو بہتر ہے **پانچوان مسئلہ** اگر زوجہ سے ظہار کرے
اور اُس زوجہ کیطرف عود کا قصد نکرے اور ظہار کے کفارے کی نیت سے بندہ آزاد کرے تو شیخ علیہ الرحمہ
نے فرمایا ہے کہ یہ کفارہ کافی نہین اسلیے کہ واجب ہونے سے پہلے کفارہ ادا کیا ہے کیونکہ آیہ کریمہ

مین کفارہ کا وجوب ہمبستری کے ارادے پر متفرع ہوا ہے اور یہی خوب ہے **چھٹا مسئلہ** بچے کو کفارے کی وجہ مین نہین دے سکتا ہے اسلیے کہ اسکو اس لینے کی قابلیت نہین ہے اور اسکے حصہ کو اسکے ولی کو دین گے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اگر ولی ہو تو اسکی اجازت سے بچے کو بھی دے سکتے ہین اور اگر ولی نہو تو جو اسکا متکفل ہو اُسے دیدین کے **ساتوان مسئلہ** جن لوگون کا نفقہ مثل باپ ماں اولاد لونڈی بی بی کے واجب ہو انھین کفارہ نہین دے سکتا ہے کیونکہ یہ لوگ تونگر کا حکم کفارہ دینے والے کی ذات سے رکھتے ہین اور اور عزیزون کو جنکا ضروری خرچ واجب نہو دے سکتا ہے **آٹھوان مسئلہ** جو کفارہ ظہار مین واجب ہوا اُسے ہمبستری پر مقدم رکھین خواہ عتق کا کفارہ ہو یا روزونکا یا اطعام کا ہو **نوان مسئلہ** جب کسی پر مخیرہ کفارہ واجب ہو تو ان جنسون مین ایک ہی جنس سے فرض کو ادا کرے اور آدھا ایک جنس سے اور دوسرا آدھا دوسری جنس سے ادا کرنا جائز نہین **دسوان مسئلہ** کفارہ کی جنس کی قیمت کا مستحق کو دینا کافی نہین اسلیے کہ آدمی کے ذمے کفارہ کی جنس واجب ہوئی ہے اسکی قیمت واجب نہین ہوئی ہے **گیارھوان مسئلہ** شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے جو حرام مہینون مین کہ رجب اور ذیقعدہ اور ذیحجہ اور محرم ہین قتال کرے تو اوسپر انھین حرام مہینون مین سے دو مہینے کے پیاپے روزے رکھنا واجب ہین گو اسمین عید کا مہینا اور تشریق کے دن بھی آئین اسمین بھی اُسے روزہ رکھنا چاہیے زرارہ نے اسی طرح پر روایت کی ہے اور مشہور یہی ہے کہ عید اور ایام تشریق کے روزون کی ممانعت ہر شخص پر عام ہے **بارھوان مسئلہ** جسپر دو مہینے کے روزے واجب ہون اور وہ روزون سے اگر عاجز آئے تو آٹھ دن کے روزے رکھے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو درگاہ الٰہی مین استغفار کرے اور اُسپر کچھ نہین ہے

کتاب ایلاء

یہ کتاب ایلاء کے بیان مین ہے اور ایلا اللہ تعالے کے کسی نام سے اپنے زوجہ کی ہمبستری کے ترک پر ہمیشہ کو یا چار مہینے سے زیادہ کو قسم کھانا ہے جسطرح پر اسکے بعد بیان ہوگا اور نظر چار امرون مین ہے **پہلا امر** صیغے مین ہے اور ایلا حق تعالے ہی کے نام کی قسم کے تلفظ سے منعقد

ہوتا ہے اور ایلار جس زمانے مین ایلار کا قصد کرے واقع ہوجاتا ہے اور ایلار کا صریح لفظ یہی ہی کہ کہے وَاللہِ لَا اُدْخِلُتُ فَرْجِی فِی فَرْجِکِ یعنے خدا کی قسم مین اپنی شرمگاہ کو تیری شرمگاہ مین داخل نہین کرونگا یا ایسے لفظ سے کہے جو ہمبستری سے مختص ہے یا ایسے لفظ سے کہے جو صریح دلالت اسپر کرے اور اگر ایسا لفظ کہے کہ دوسرے معنون کا بھی احتمال رکھتا ہو پھر اگر اُس لفظ سے ہمبستری کا قصد کرے اور اُسکا مطلب ایلاء یعنے خدا کے نام سے قسم کھانا ہو تو صحیح ہے جیسے کہے لَا جَامَعْتُکِ یعنے مین تجھ سے مجامعت نہین کرونگا اور لَا وَطَئْتُکِ یعنے مین تجھ سے وطی یعنے مباشرت نہین کرنے کا اور اگر دوسرے معنون کا قصد کریگا تو ایلاء واقع نہوگا اسلیے کہ مجامعت اور وطی کے معنی آپسمین ملنے کے اور رگڑنے کے بھی آئے ہین اور اگر انھین لفظون کو بے ایلاد کے قصد کے کہے گا تو بھی ایلار واقع نہوگا لیکن اگر کہے کہ جمع نکرے میرے سر کو اور تیرے سر کو گھر یا تکیہ یا ایک چھت کے تلے مین تیرے ساتھ نہ آؤنگا تو شیخ علیہ الرحمہ نے کتاب خلاف مین فرمایا ہے کہ ان لفظون سے ایلاء واقع نہوگا اور کتاب مبسوط مین فرمایا ہے کہ اگر ایلاء کا قصد کریگا تو ان لفظون سے بھی واقع ہوجائیگا اور یہی خوب ہی اور اگر کہے کہ تیرے ساتھ مباشرت تیرے پیچھے کے مقام مین نہین کرونگا تو یہ ایلا نہوگا اور آیا شرط ہے کہ ایلار کسی شرط پر معلق نہو شیخ علیہ الرحمہ کے اصحاب مین دو قول ہین اور اُن دونون مین اظہر یہی ہے کہ شرط ہے پھر اگر ایلاء کو کسی ایسی شرط پر یا کسی ایسے زمانے پر معلق کرے جو بعد اسکے آئیگا تو یہ ایلار لغو اور باطل ہوجائیگا اور اگر عتق یعنے آزاد کرنیکی قسم کھائی کہ اگر مین ہمبستر ہون تو میرے سب غلام آزاد ہوجائین یا اتنے روپیہ تصدق کرون یا فلان حلال چیز مجھپر حرام ہوجاے تو بھی ایلاء واقع نہوگا گو ایلار کے معنون کا قصد کرے اور اگر کہے کہ اگر تجھسے مین موافقت یعنے مباشرت کرون تو مجھپر فلان چیز ہے تو بھی ایلار واقع نہوگا اور اگر ایک زوجہ سے ایلاء کرے اور دوسری زوجہ سے کہے کہ تجھے بھی مین نے اُسی زوجہ کا شریک کردیا تو دوسری زوجہ پر ایلاء واقع نہوگا گو دوسری زوجہ سے بھی ایلار کا قصد کیا ہو اسلیے کہ ایلار حق تعالے ہی کے نام کے لینے سے ہوتا ہے اور زوجہ کی ضرر رسانی ہی کے قصد سے واقع ہوتا ہے پھر اگر دودھ کی اصلاح کے لیے یا کسی مرض کے معالجے کے لیے مجامعت کے ترک پر قسم کھائے تو ایلار کا حکم نہین رکھتا ہے اور اِس کا حکم قسم کا حکم ہے اور قسم اُن شرطون کے ساتھ معتبر ہوتی ہے جو کتاب ایمان مین مذکور ہین **دوسرا امر** ایلا کرنیوالے مین ہے اور ایلار کرنیوالے

مین معتبر ہے کہ بالغ اور عقل مین کامل ہو اور اختیار سے ایلاء کرے نہ جبر سے اور ایلاء کے معنون کا بھی
قصد کرے اور غلام کا بھی ایلاء کرنا صحیح ہے خواہ اسکی زوجہ آزاد عورت ہو یا لونڈی ہو اور خصیہ
نکالے شخص کا بھی ایلاء صحیح ہے اور جسکا عضو مخصوص کٹا ہو اُسکے ایلاء کی صحت مین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے
کہ جائز ہے اور اسکے رجوع عورت کیطرف مثل جماع سے عاجز شخص کے رجوع کیطرح چومنے سے اور مساس سے
ہوتی ہے **تیسرا امر** اُس عورت مین ہے کہ جس سے ایلاء کرین شرط ہے کہ وہ دائمی منکوحہ ہو اور مملوکہ
نہو اور مدخولہ ہو اور ممتوعہ عورت مین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ اُس سے جائز نہین اور آزاد عورت
منکوحہ سے اور منکوحہ لونڈی سے ایلاء واقع ہوتا ہے اور حاکم شرع کے پاس صبر اور انتظار کی مدت
کی تعیین کے لیے فریاد کرنا زوجہ ہی کا کام ہے اور انتظار کی مدت گزرنیکے بعد اُسے شوہر سے رجوع کا
مطالبہ پہونچتا ہے گو زوجہ کسیکی لونڈی بھی ہو اور مالک کو اسکا منع کرنا نہین پہونچتا ہے اور ذمیہ زوجہ
پر بھی ایلاء مسلمہ زوجہ کیطرح سے واقع ہوتا ہے **چوتھا امر** ایلاء کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے
ہین **پہلا مسئلہ** جب تک تحریم مطلق نہو یا دوام یعنے ہمیشہ کی مقید نہو یا چار مہینے سے زیادہ
مدت سے مقرون نہو یا کسی ایسے کام کے کرنیسے مضاف نہو جو چار مہینے مین یقینا اکثر ہو سکتا ہو تو ایلاء
واقع نہوگا جیسے کوئی شخص عراق عرب مین قسم کھائے کہ اپنی زوجہ سے ہمبستر نہوگا جبتک ترکستان کے
شہرون مین جاکر پھر نہ آئیگا یا کہے کہ جبتک جیتا رہیگا اور چار مہینے کی مدت سے اور اس سے کم مدت سے
مقید ایلاء واقع نہین ہوتا ہے یا ایلاء ایسے کام پر معلق کرین جسکے چار مہینے سے پہلے پورے ہونیکا
یقین یا گمان غالب یا اس مدت مین اُس کام ہونے نہونیکا احتمال برابر ہو تو بھی ایلاء واقع نہوگا
اور اگر یہ کہے کہ واللہ تجھسے مباشرت نکرونگا جبتک اس گھر مین آلون کا تو یہ ایلاء نہین ہے اسلیے کہ کفارے
یا اُس گھر مین جانیکے بعد ہمبستری کرنیسے چھٹکارا ممکن ہے اور یہ ایلاء کے معنون کے منافی ہے پھر ایلاء نرہا
دوسرا مسئلہ عورت کے انتظار کرنیکی مدت چار مہینے ہین خواہ عورت آزاد ہو یا لونڈی
ہو اور شوہر بھی خواہ آزاد ہو یا غلام ہو اور یہ چار مہینے کی مدت شوہر کا حق ہے کہ اس مدت مین
عورت کو شوہر سے مطالبہ اور تقاضا نہین پہونچتا ہے کہ رجوع کرے اور جب چار مہینے گزر جائین گے
تو بھی وہ عورت اُس مدت کے گزرنے سے رہا نہو جائیگی اور حاکم شرع بھی اُسے طلاق نہ دے سکے گا
جب عورت رجوع کے مطالبے سے شوہر پر تنگ کریگی تو شوہر کو اختیار ہے خواہ کفارہ دیکر اُس سے

رجوع کرے یا طلاق دیکر مطلقہ کرے اور اگر طلاق دیدیگا تو زوجہ کے مطالبہ سے باہر ہو جائیگا اور وہ طلاق رجعی ہوگی کہ عدہ کے گزرنے تک اگر کفارہ دیدے اور اُس عورت کیطرف رجوع کرے تو زیادہ مشہور قول پر نئے سرسے عقد کی احتیاج نہین اور اسیطرح پر زوجہ کے مطالبہ سے باہر ہو جائیگا اگر کفارے رجوع کرلیگا اور اگر یہ دونون کام نکرے تو اسے قید کرینگے اور کھانے پینے سے تنگ کرینگے یہانتک کہ ان دو باتونمین سے ایک کو اختیار کرلے اور ایک امر کو ان دونونمین سے معین کرکے حاکم جبر نکریگا اور اگر کسی معین مدت تک کا ایلاء کرے یعنے چار مہینے سے زیادہ کا اور زوجہ کے مطالبہ کے بعد مدافعہ کرے یہانتک کہ ایلاء کی مدت گزر جائے تو ایلاء کا حکم ساقط ہو جائیگا اور بے کفارہ دیے اُس سے ہمبستر ہو سکیگا اور اگر زوجہ ہمبستری کے مطالبے کے حق کو ساقط کرے تو شوہر پر سے ساقط نہوگا اسلیے کہ دن پہ دن یہ زوجہ کا نیا حق شوہر پہ قرار پاتا ہے اور عفو سے گزرے ہوئے دنون کا حق ساقط ہوتا ہے اور وہ حق ساقط نہین ہوتا ہے جو آیندہ اسکے بعد شوہر کے ذمے قرار پائیگا فرعین پہلی فرع اگر چار مہینے کی مدت کے گزرنے مین زوجہ اور شوہر اختلاف کرین تو قبول اُسی کا قول ہوگا جو انتظار کی مدت کے باقی رہنے کا دعوی کریگا اسلیے کہ اصل مدت کا باقی رہنا ہے اور گزر جانے کے مدعی کو ثبوت دینا چاہیے اور اسیطرح پر ہے اگر زوجہ اور شوہر ایلاء کے واقع ہونیکے زمانے مین اختلاف کرین تو نہین ہے اُسکا کہنا مقبول ہوگا جو ایلاء کے پیچھے واقع ہونیکا دعوی کرتا ہوگا دوسری فرع اگر مدت تربص یعنے مدت انتظار کہ چار مہینے ہین گزر جائین اور اُس عورت کو ہمبستری سے کوئی مانع مثل حیض یا مرض کے لاحق ہو تو اُس زوجہ کو شوہر سے رجوع کا مطالبہ نہین پہونچتا ہے اسلیے کہ شوہر کا عذر رجوع کی تاخیر مین ظاہر ہے اور اگر کہا جائے کہ مباشرت پر غیر قادر شوہر سے مطالبہ جو بختے کا اور مساس کا کر سکتی ہے تو خوب ہوگا اور اگر نکلے عذر حیض سے انتظار کے درمیان مین کہ چار مہینے ہین لاحق ہون تو شیخ علیہ الرحمہ نے مبسوط مین فرمایا ہے کہ استدامت منقطع ہو جائیگی یعنے اُن دنوں کو انتظار کے حساب مین نجوڑنا چاہیے اسلیے کہ چار مہینے انتظار کے شوہر کا حق ہین اور عذر کے دنونمین کہ زوجہ کی طرف سے مباشرت کے مانع ہین شوہر کے حق کے حساب مین محسوب نہونگے مگر یہ کہ وہ عذر حیض ہو کیونکہ حیض اکثر ہر مہینے مین ہوا کرتا ہے پھر اگر وہ عذر محسوب نہوتا تو حقتعالے چار مہینے کے انتظار کا حکم نفرماتا بلکہ حیض کے دنون کو مستثنی کردیتا یعنے نکال ڈالتا جب آیہ کریمہ مین استثنا نہوا تو یہ دلیل اسی امر پر ہے کہ حیض کے دن بھی انتظار کے زمانے مین داخل ہین اور مصنف علیہ الرحمہ نے اسمین تردد فرمایا ہے اسلیے کہ حیض مین گو مباشرت جائز نہین مگر مساس کرنا

اور بوسے لینا تو بے مباشرت کے جائز ہیں اور حرام نہیں ہیں اور مساس سے بھی رجوع ہوسکتی ہے جیساکہ مباشرت پر غیر قادر کی رجوع اسی سے ہوا کرتی ہے اور اگر عذر مرد کیطرف سے ہو تو اس سے انتظار کے دن منقطع نہونگے بلکہ وہ چار دن مہینوں مین محسوب ہونگے اور اسپر علما کا اتفاق ہے خواہ انتظار کے شروع زمانے مین مرد کا عذر ہو یا آخر مین ہو اور مباشرت سے مرد کا مانع عذر عورت کا رجوع کے مطالبہ مین تنگ گیری کرنیکا آخر انتظار مین مانع نہین ہے کیونکہ مباشرت سے عاجز شخص کیطرح سے رجوع کرسکتا ہے اور اسکا مرض مانع نہین ہے **تیسری فرع** جب شوہر دیوانہ ہوجائیگا بعد اسکے حاکم مہلت اور انتظار کو چار مہینے کا حکم کرے تو جنون کے دنون کو بھی اسی مدت مین محسوب کریگا گو اسمین دیوانہ ہو پھر اگر مدت گزر جائے اور سودا نجائے تو زوجہ شوہر کو جنون سے افاقہ ہونے کے وقت تک انتظار کریگی **چوتھی فرع** جب انتظار کی مدت ایسی حالت مین گزرے کہ شوہر احرام باندھے ہو تو اُسے ہمبستری سے عاجز کیطرح سے بوسے لینے اور مساس کرنے سے رجوع کی تکلیف یا طلاق دینے کی تکلیف دینگے اور اسیطرح پر اگر انتظار کی مدت گزرنیکے وقت مرد روزہ دار ہو تو بھی مساس سے رجوع کی تکلیف دینگے اور اگر احرام کے حال مین مباشرت سے رجوع کریگا تو گنہگار ہوگا مگر رجوع محقق ہوجائیگی اسیطرح پر ہر حرام ہمبستری مین رجوع متحقق ہوجائیگی جیسے حیض مین ہو اور واجب روزے مین ہو **پانچوین فرع** جب کوئی شخص اپنی زوجہ سے ظہار کرے اور بعد اسکے ایلاء کرے تو یہ دونون امر واقع ہوجائینگے اور ظہار کے انتظار کی مدت کہ تین مہینے ہین جیساکہ سابق مین بیان ہوچکا ہے اُسکے تو تنگ گیری کرینگے پھر اگر طلاق دیدیگا تو زوجہ کو مطالبہ کا حق نرہے گا اور اگر طلاق ندے تو اُسپر کفارہ دینا اور زوجہ سے مباشرت کرنا لازم کردینگے اسلیے کہ اُسنے آپ ایلاء کے انتظار کے حق کو کہ چار مہینے ہین ظہار کرکے کھو دیا اور کفارہ دینے کے اور ہمبستر ہونیکے بعد ایلاء کا کفارہ بھی اُس پر واجب ہوگا **چھٹی فرع** جب کوئی شخص ایلاء کرے اور پھر مرتد ہوجائے تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ردہ کے دن انتظار کی مدت مین محسوب نہونگے اسلیے کہ اسوقت مین وہ رجوع سے ارتداد کے سبب سے ممنوع ہے ایلاء کے سبب سے ممنوع نہین ہے اور موجہ یہی ہے کہ اُن دنونکو بھی حساب کرنا چاہیے اسلیے کہ ارتداد سے توبہ کرکے ہمبستری پر قادر تھا مترجم کہتے ہین یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ ملی مرتد ہو فطری نہو کیونکہ اگر فطری مرتد ہوگا تو مردے کے حکم مین ہے کہ اسکی توبہ قبول نہین اور اسکے حق مین قتل متعین ہے گو خدا کے نزدیک اسکی توبہ مقبول ہو

بس تربص اور انتظار کا حکم اُسکے حق میں نہیں ہے **تیسرا مسئلہ** جب ایلاء کے بعد شوہر زوجہ سے مباشرت انتظار کی مدت میں کرے تو جماع سے کفارہ اسکے ذمے واجب ہو جائیگا اور اگر بعد مدت مذکور کے مباشرت کریگا تو شیخ علیہ الرحمہ نے مبسوط میں فرمایا ہے کہ کفارہ نہیں ہے اور خلاف میں کہا ہے کہ کفارہ اُسپر واجب ہے اور یہی اشبہ ہے **چوتھا مسئلہ** جب ایلاء کرنیوالا اپنی زوجہ سے بیہوشی یا جنون کے حال میں یا شبہ سے کہ اُسے دوسری زوجہ یا مملوکہ لونڈی ہمبستری کی جائز تصور کرکے ہمبستر ہو تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ایلاء کا حکم جاتا رہیگا کیونکہ مجامعت متحقق ہو گئی اور کفارہ بھی لازم نہوگا اسلیے کہ قسم میں حانث نہیں یعنی جان بوجھ کر قسم کو نہیں توڑا ہے **پانچواں مسئلہ** جب مرد دعا کرے کہ میں نے زوجہ سے مباشرت سہو کی راہ سے یا اشتباہ سے یا جنون کی حالت میں کی ہے اور زوجہ منکر ہو تو مقبول قول شوہر کا قسم کے ساتھ ہے اسلیے کہ ثبوت متعذر ہے **چھٹا مسئلہ** شیخ علیہ الرحمہ نے کتاب مبسوط میں فرمایا ہے کہ شرع میں ایلاء کی مدت حاکم شرع کے پاس زوجہ کے مرافعہ کے وقت سے مقرر ہے اور ایلاء کے وقت سے مقرر نہیں اور اسمیں تردد ہے مترجم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جسکا مفاد یہ ہے کہ جو لوگ اپنی عورتوں سے ایلاء کرتے ہیں انکے لیے انتظار کی مدت چار مہینے ہیں حق تعالیٰ نے انتظار کی مدت کو ایلاء پر متفرع کیا ہے اور مرافعہ پر مقرر نہیں فرمایا پھر ایلاء کے واقع ہونے کے وقت سے چار مہینے محسوب کرنا چاہیے مگر مشہور قول علماء میں یہی ہے کہ انتظار کے دن مرافعہ کے بعد سے محسوب ہونگے اور یہی اصح ہے **ساتواں مسئلہ** جب ذمی اپنی ذمیہ زوجہ سے ایلاء کرے اور حاکم شرع سے زوجہ نالش کرے تو حاکم کو اختیار ہے خواہ شریعت اسلام کے موافق حکم دے یا انکے اہل مذہب کی طرف بھیجدے **آٹھواں مسئلہ** مباشرت پر قادر شوہر کی رجوع حشفہ کا زوجہ کے آگے کی شرمگاہ میں غائب ہو جانا ہے اور مباشرت سے عاجز کی رجوع مباشرت کے خواہش کا اظہار قدرت بھر ہے اور اگر شوہر مباشرت کی قدرت رکھنے پر مہلت مانگے تو اُسے مہلت اسقدر دینگے جتنی اُسمیں مہلت دینے کی عادت جاری ہو گی جیسے کھانا پیٹ بھر کے کھایا ہے تو اتنی مہلت دینگے کہ معدہ میں ہلکی ہو جائے اور اگر بھوکا ہے تو اتنی مہلت دینگے کہ کھانا کھاتے اور اگر کوئی تعب اُٹھائے ہوئے ہے تو اتنی مہلت دینگے کہ ماندگی جاتی رہے **نواں مسئلہ** جب کوئی ایلاء اپنی ایسی زوجہ سے کرے جو دوسرے کی لونڈی ہے پھر اُسے اُسکے مالک سے مول لے لے اور آزاد کردے تو اس صورت میں نکاح جاتا رہیگا اور اگر اسکے بعد پھر اس سے تزویج کریگا تو اگلے ایلاء کا حکم پھر عود نکرے گا

اور اسیطرح اگر شوہر غلام ہو اور زوجہ آزاد ہو اور شوہر اُس سے ایلا کرے پھر وہ آزاد عورت اُس غلام شوہر کو اُسکے مالک سے مول لیلے اور آزاد کردے پھر اُسی سے عقد نکاح کرے تو سابق کے ایلا کا حکم باطل ہوجائیگا اور پھر عود نکرے گا دسوان مسئلہ اگر مرد اپنی چار بی بیون سے کہے کہ واللہ تم سب سے مباشرت نکرونگا تو ایلا رفے الحال متحقق نہوا اور اُسے تین بی بیون سے ہمبستر ہونا جائز ہے اور اسکے بعد تحریم چوتھی بی بی سے متعلق ہوگی اور اُسوقت مین ایلا ثابت ہوگا اور چوتھی کو حاکم سے مرافعہ پہونچتا ہے اور حاکم انتظار کی مدت کے چار مہینے اسکے لیے مقرر کریگا اور انتظار کی مدت گزرنے کے بعد حاکم شرع شوہر پر طلاق یا رجوع کفارہ دیکر اختیار کرنیکے لیے تنگ گیری کریگا اور اگر ہمبستری کے پہلے اُن چارون مین سے ایک مرجاے تو قسم منحل ہوجائیگی اور اُن تینون کی ہمبستری سے قسم اُسپر نہ پڑیگی اسلیے کہ حانث نہوگا مگر جب سب سے ہمبستر ہو اور مردہ عورت کی ہمبستری مشکل ہو کہ مباشرت کا حکم نہین رکھتی ہے کہ اسکے سبب سے قسم اُسپر پڑے اور حانث ہوجاے اور اگر چار بی بیون سے ایلا کرنیکے بعد ایک کو یا دو کو یا تین کو طلاق دے تو اس سے قسم منحل نہوگی اسلیے کہ مطلقہ سے بھی ہمبستری ممکن ہے گو شبہہ کے عنوان سے ہو اور اگر کہے لا وطیتک واحدۃ منکن یعنے خدا کی تم مین سے ایک سے ہمبستر نہونگا تو اُن سب عورتون سے ایلا متعلق ہوگا اسلیے واحدہ نکرہ غیر معین نفی کے تحت مین واقع ہوا ہے نفی کے عموم کا افادہ نکرونگی سب فردون پر کرتا ہے اور اِن چارون مین سے ہر ایک کے لیے انتظار کیمدت اُسی وقت مقرر ہوجائیگی اور اگر اینمین ایک سے بھی مباشرت کرلیگا تو حانث ہوجائیگا اور اُسپر کفارہ لازم ہوگا اور بی بیون کے لیے قسم منحل ہوجائیگی اور اگر اُن بی بیون مین سے ایک کو طلاق دیدے یا دو کو یا تین بی بیون کو طلاق دیدے تو بھی ایلا باقی جو رہے ثابت رہیگا اسلیے کہ ایلا رنے انمین سے ہر ایک کی مباشرت سے تعلق کیا ہے اور اگر اس مسئلہ مین کہے کہ میری مراد انمین سے ایک معینہ عورت تھی نہ غیر معینہ کہ نکرہ نفی کے تحت مین عموم کا افادہ کرے تو اُسکے قول کو مان لین گے اسلیے کہ وہ اپنی نیت کا زیادہ جاننے والا ہی اور اگر کہے کہ تم مین سے ہر ایک سے ہمبستر نہونگا تو ایلا اُسنے ہر ایک سے گویا علیحدہ علیحدہ کیا ہے اور جسکو طلاق دیگا اُسکا کچھ دعوی شوہر پر نہ رہیگا اور اُسکی طلاق کے سبب سے باقی عورتون سے قسم منحل نہوگی اور اسیطرح اگر ایک سے طلاق کے پہلے ہمبستر ہو تو ایلا کا کفارہ اُسپر لازم ہوجائیگا اور باقی عورتون مین ایلا باقی رہیگا گیارھوان مسئلہ جب رجعی طلاق کی مطلقہ منکوحہ سے ایلا کرے

تو ایلاء صحیح ہے اسلیے کہ وہ بھی عدت کے زمانے کے گزرنے تک زوجہ کے حکم میں ہے اور عدت کے زمانے کو انتظار کی مدت میں حساب کرینگے اسیطرح یہی اگر ایلاء کے بعد منکوحہ کو رجعی طلاق دے اور رجوع کرے یعنی انتظار کی مدت کو عدہ میں حساب کرلیں گے اور ہمبستری کی حرمت بے کفارے کے اُس سے بھی متعلق ہوگی **بارھوان مسئلہ** اگر ایلاء میں مکرر قسم کھائے تو کفارہ مکرر نہوگا خواہ اُس تکرار سے پہلی قسم کی تاکید کا ارادہ کرے یا تاسیس کا یعنے دوسری قسم واقع کرنیکا قصد کرے یا مطلق رکھے اور نہ تاکید اور نہ تاسیس دونوں کا قصد نہ کرے جبکہ دونوں قسموں کے تعلق کا ایک ہی زمانہ ہو لیکن اگر کہے کہ خدا کی قسم تجھسے پانچ مہینے ہمبستری نکرونگا اور جب وہ پانچ مہینے گزر جائیں تو پھر کہے کہ واللہ تجھسے ایک سال ہمبستری نکرونگا تو یہ دو قسمیں اور دو ایلاء ہیں کہ دونوں ایک زمانہ میں واقع نہیں ہوئے ہیں اسلیے کہ متعلق دونوں قسموں کے دو زمانے ہیں پس دو ایلاء کا حکم رکھتی ہیں اور قسم کے بعد عورت کو انتظار کی مدت مقرر کرنیکے لیے مرافعہ حاکم شرع سے پہونچتا ہے اور اگر عورت شوہر کے تنگ گیری کرے اور وہ مدافعہ کرتا رہے یہان تک کہ پانچ مہینے گزر جائیں تو قسم منحل ہوجائیگی اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ پہلی قسم منحل ہونے کے بعد دوسرے ایلاء کا وقت داخل ہوجائیگا اور کلام شیخ سے دوسرے ایلاء کے بطلان پر دلیل نکلتی ہے اسلیے کہ وہ معلق صفت پر ہوا ہے جسطرح پر کہ شیخ نے تقریر فرمائی ہے پھر باطل ٹھہریگا **تیرھوان مسئلہ** جب کوئی کہے کہ واللہ میں تجھسے سال بھر ہمبستر نہونگا مگر ایک مرتبہ ہوتے اُسنے ایلاء نہیں کیا اسلیے کہ اُسے ایکبار ہمبستری بے کفارے کے پہونچتی ہے اور اگر اسکے بعد ہمبستری کریگا تو ایلاء واقع ہوجائیگا پھر اُس ہمبستری کے واقع ہونیکے بعد دیکھیں گے کہ اگر زمانہ انتظار کی مدت بھر کا باقی رہا ہے یعنے چار مہینے سے زیادہ تو ایلاء صحیح ہوجائیگا اور زوجہ کو شوہر کی تنگ گیری رجوع یا طلاق کے لیے پہونچتی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر اتنی مدت سے کم رہی ہے تو ایلاء کا حکم باطل ہوجائیگا۔

کتاب لعان

یہ کتاب لعان کے مسئلوں کے بیان میں ہے اور نظر اسکے رکنوں میں اور حکموں میں ہے اور رکن اسکے چار ہیں **پہلا رکن** اُسکے سبب میں ہے اور سبب دو ہیں **پہلا سبب** قذف ہے اور یہ زنا کی نسبت دینا ہے اور اس کام پر لعان مرتب نہیں ہوتا ہے مگر جبکہ اپنی زوجہ کو کہ عفیفہ ہو اور زناکاری میں مشہور نہو زنا کی نسبت دے اور کہے کہ اس نے زنا کی ہے خواہ آگے کی شرمگاہ میں دعوے زنا کا کرے یا پیچھے کی

شرمگاہ مین زنا کا دعوی کرے اور اُس جورو سے ہمبستر ہوچکا ہو اور اس زنا کرنے کے فعل کے دیکھنے کا دعوی کرے اور اس دعوی پر ثبوت نرکھتا ہو پھر اگر زنا کی نسبت غیر عورت کو کہ اُسکی منکوحہ نہین دے تو یہ قاذف یعنے گالی دینے والا قذف کی حد کے لیے کہ کتاب الحدود مین بیان ہوگی متعین ہوگا یعنے اُسے گالی کی شرعی سزا دینگے اور اسمین لعان نہین ہے یعنے لعان مدخولہ منکوحہ عورت سے خاص ہے اسیطرح پر اگر اپنی منکوحہ کو کہے زنا کی ہے اور زنا کرتے دیکھنے کا دعوی نکرے تو اُسے بھی گالی کی شرعی حد لگائین گے یعنے سزا دینگے مگر جبکہ چار گواہ لائیگا تو لعان بھی نہوگا اور حد بھی نہ لگائین گے اور اسیطرح پر جو عورت کہ زنا کاری مین مشہور ہو اور اُسے زناکرنیکی نسبت دے تو بھی حد نہین ہے اور جبکہ لعان کی شرط یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کو زنا کرتے دیکھنے کا دعوی کرے پھر اگر اندھا ہوگا تو لعان نہوسکیگا اسلیے کہ وہ دیکھنے کا دعوی نہین کرسکتا ہے اور اندھے پر لعان اُس صورت مین ثابت ہوگا کہ اُسکی جورو لڑکا جنے اور وہ اندھا اپنا نطفہ ہونے مین اُس لڑکے کا انکار کرے تو اس صورت مین لعان ہوگا اور اگر زنا کے مدعی کے پاس ثبوت ہو اور اُس سے عدول کرکے لعان پر راضی ہو تو شیخ علیہ الرحمہ نے کتاب خلاف مین فرمایا ہے کہ اُس کا لعان صحیح ہے اور کتاب مبسوط مین اس اعتبار سے منع فرمایا ہے کہ لعان کی شرط یہی ہے کہ ثبوت نرکھتا ہو جیسا کہ نص قرآنی سے ثابت ہوتا ہے اور یہی اشبہ ہے اور اگر اپنی زوجہ کو زنا کی نسبت دے اور دعوی کرے کہ اُسنے نکاح سے پہلے زنا کیے تھے تو اِس صورت مین اُسپر گالی کی حد واجب ہوگی اور آیا لعان سے اُسپر سے حد ساقط ہوجائیگی شیخ نے کتاب خلاف مین کہا ہے کہ اِسمین لعان نہین ہے اسلیے کہ اُسوقت مین وہ عورت اِسکی زوجہ نہ تھی اور لعان کا حکم اُسپر جاری نہوگا اور کتاب مبسوط مین کہا ہے کہ شوہر کو لعان پہونچتا ہے اسلیے کہ قذف کے وقت مین اِسکی جورو ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور کسی مرد کو اپنے جورو کو زنا کی شبہہ کے سبب سے اور گمان غالب سے زنا کی نسبت دینا جائز نہین گو اُس سے کوئی معتمد بھی کہے یا لوگون مین مشہور ہوجائے کہ فلان عورت نے فلان مرد سے زنا کی ہے اور جب شوہر کسی عورت کو طلاق دے اور ابھی وہ اسکے رجعیہ عدے مین ہو اور دعوی کرے کہ اِس عورت نے زنا کی ہے تو شوہر کو اُس سے لعان کرنا پہونچتا ہے اور عدہ باینہ مین لعان نہین ہے بلکہ شوہر پر قذف کی حد ثابت ہوجائیگی اگر باینہ مطلقہ سے زنا کی نسبت کریگا گو دیکھنے کا بھی دعوی کرے کہ زوجہ ہونے کے

زمانے مین یہ کام اُس سے صادر ہوا تھا اور اگر چھپٹی کا ادعا کرے تو لعان ثابت نہو گا گو دیکھنے کا دعوی کرے اور اُسی قاذف کی حد لگائینگے مترجم کہتے ہین کہ چھپٹی رہنے کے دعوی مین تعزیر کا ثبوت زیادہ صحیح ہے نہ قذف کی حد کا ثبوت کہ یہ زنا کے دعوی کرنے سے مخصوص ہے جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور اگر اپنی دیوانی جورو کو زنا کی نسبت لگائے تو شوہر پر قذف کی حد ثابت ہوجائیگی اور یہ حد شوہر پر نہ لگائینگے مگر جبکہ وہ عورت جنون سے افاقہ پائیگی اور حد جاری کرنے کا حاکم شرع سے مطالبہ کریگی اور افاقے کی صورت مین حد کی نفی لعان سے کرنا صحیح ہے اور مجنونہ عورت کے ولی کو حد کے جاری کرنیکا مطالبہ جبتک وہ مجنونہ جیتی رہے شوہر پر نہین پہونچتا ہے اور اسیطرح لونڈی کے شوہر سے اُسکے مالک کو اُسکی قذف کی تعزیر کا مطالبہ نہین پہونچتا ہے اور اگر وہ لونڈی مرجائے تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ لونڈی کے آقا کو تعزیر کا مطالبہ پہونچتا ہے اور یہی قول خوب ہے **دوسرا سبب** لڑکے کا انکار ہے اور لڑکے کے منکر ہونیکے سبب سے لعان ثابت نہین ہوتا ہے مگر جبکہ وہ لڑکا ہمبستری سے چھ مہینے کے بعد یا زیادہ مین پیدا ہوا اس شرط سے کہ مدت حمل سے زیادہ نہو جائے اور اُس عورت سے دائمی نکاح سے ہمبستری کی ہو اور اگر عورت ہمبستری پر چھ مہینے سے کم مین پورا بچہ جنے تو اُس شوہر سے اُس بچے کو ملحق نکرینگے اور اُس سے وہ لڑکا بے لعان کے جدا ہوجائیگا لیکن زوجہ اور شوہر ہمبستر ہونیکے بعد حمل کے زمانہ مین اختلاف کرین تو آپسمین ملاعنہ کرلین کے اور لڑکا شوہر سے ملحق نہو گا مگر جبکہ ہمبستری ممکن ہوگی اور شوہر ہمبستری پر قادر ہوگا اور اگر نو برس سے کم کا لڑکا اپنی زوجہ سے ہمبستر ہو اور زوجہ لڑکا جنے تو وہ لڑکا اُس شوہر سے ملحق نہو گا اور اگر وہ شوہر دس برس کا یا دس برس سے زیادہ کا ہو تو اس سے وہ لڑکا ملحق ہوجائیگا اسلیے کہ دس برس کے سن مین بالغ ہوجانا ممکن ہے گو نادر ہے اور اگر دس برس کے سن کا شوہر لڑکے کا انکار کرے تو اُس سے ملاعنہ نکریگا اسلیے کہ نابالغ کا لعان معتبر نہین ہے اور لعان اُسوقت پر اُٹھا رہیگا کہ جسوقت مین اُسکے بلوغ کا یقین ہوجائیگا اور وہ رشید ہونے کا یعنے مجنون نہو گا اور اگر دس برس کے سن کا شوہر بلوغ کے یقین ہونیکے پہلے یا بلوغ کے یقین کے بعد اور لڑکے سے انکار کرنے کے پہلے مرجائے تو وہ لڑکا اُسی سے ملحق ہوگا اور جورو اور لڑکا دونون اُسکی میراث پائینگے اور اگر شوہر اپنی زوجہ کے پیچھے کی شرمگاہ سے ہمبستر ہو اور اس سے پیٹ رہجائے تو لڑکا شوہر ہی سے ملحق ہوگا اسلیے کہ ممکن ہے منی فرج مین

پہونچ گئی ہو گو وطی دوسرے مقام مین ہوئی ہے اور خواجہ سرا کا لڑکا جسکے خصیہ نکلے اور عضو جس کٹا ہوا ہو
خواجہ سرا سے ملحق نہوگا اسلیے کہ عادت مین ایسے شخص سے مساحقہ مین ایسا انزال نہین ہوتا ہے کہ جس سے لڑکے کا
انعقاد ہو سکے اور مصنف علیہ الرحمہ نے اسمین تردد اس نظر سے فرمایا ہے کہ منی کے وجود کا مقام پیٹھ سے ہے
اور ممکن ہے کہ اسمین منی لڑکے کے پیدا ہونیکے قابل ہو جائے اور اگر خواجہ سرا کا عضو مخصوص سالم ہو
اور انثیین کٹے ہون یا عضو مخصوص کٹا ہوا اور انثیین سالم ہون اور اپنی زوجہ سے مساحقہ کرے
اور اُس کی زوجہ کے یہان لڑکا پیدا ہو تو وہ لڑکا اُس خواجہ سرا سے ملحق ہو جائیگا اور اُس سے بے لعان کے
جدا نہوگا اسلیے کہ لڑکا پیدا کرنیکے قابل منی کا حاصل ہونا اور مساحقہ کے سبب سے اُسکا رحم مین پہونچنا ثابت ہے
گو بعید ہے اور جب شوہر لڑکا پیدا ہونیکے وقت موجود ہو اور عذر نہونے سے لڑکے کا انکار نکرے
تو اسکے بعد اُسے انکار نہین پہونچتا ہے مگر جبکہ انکار اتنی دیر کے بعد کرے کہ جتنی دیر کی عادت جاری ہے
جیسے یہ کہ حاکم کے پاس پہونچنے تک انکار مین دیر کرے اور اگر یہ کہا جائے کہ اُسے لڑکے کا انکار جبتک
اقرار نکرے پہونچتا ہے تو خوب ہوگا اور اگر اپنے حمل کے انکار سے وضع حمل تک باز رکھے تو وضع کے بعد
اُسے دونون قولون کے موافق انکار کرنا جائز ہے یعنے اُس قول پر بھی جسمین فوریت انکار کی
شرط ہے اور اُس قول پر کہ جسمین اقرار کے وقت تک انکار جائز ہے اسلیے کہ ممکن ہے کہ حمل ہونے اور ریح
ہونے کے شبہہ مین حمل کا انکار نکیا ہو اور جو کہ لڑکے کا اقرار صریح یا فحوائی کرلے تو اُسکے بعد اُسے
اُس لڑکے سے انکار کرنا نہین پہونچتا ہے اور فحوائی اقرار یہ ہے کہ جب اُسے لڑکا ہونیکی خوشخبری
اور مبارکباد دین تو وہ جواب مین ایسا لفظ کہے جو رضامندی پر مشتمل ہو جیسے اُس سے کہین کہ بارک
اللہ لک فی مولودک یعنے حق تعالیٰ تیرے لڑکے پیدا ہونے مین تجھے برکت عطا فرمائے اور وہ کہے
آمین یا انشاء اللہ اور اگر جواب مین کہے کہ تجھے خدا برکت دے یا کہے کہ تجھے خدا عطا فرمائے تو یہ
لڑکے کا اقرار نہین ہے اور جب اپنی زوجہ کو طلاق دے اور ہمبستر ہونے کا منکر ہو اور مطلقہ زوجہ
ہمبستر ہونیکا دعویٰ کرے اور اُسی سے پیٹ رہنے کا دعویٰ کرے پھر اگر وہ عورت اُس سے خلوت
ہونیکا ثبوت دے تو اُس شوہر سے ملاعنہ کریگی اور اُس پر ہمیشہ کو حرام ہو جائیگی اور مرد پر واجب ہے
کہ اُسکا پورا مہر دیدے اور اگر ثبوت نہ دیگی تو مرد سے آدھا مہر لیگی اور لعان بھی نہین ہے اور اُس
عورت پر زنا کی حد کے سو کوڑے لگانا واجب ہو جائین گے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ لعان بے وطی

یعنے بے مباشرت کے ثابت نہین ہوتا ہے اور شوہر کے ساتھ خلوت مین بیٹھنا ثابت کرنا کافی نہین اور شوہر پر حد بھی واجب نہوگی اسلیے کہ اُسنے اپنی زوجہ کو زنا کی نسبت نہین لگائی ہے اور زیسے لڑکے کا انکار کیا ہے کہ اُسکا اقرار اُسپر لازم آئے اور امید ہے کہ یہی قول اشبہ ہو اور اگر کوئی شخص اپنی جورو سے کہے کہ تو نے زنا کی ہے اور لڑکے کی نفی کرے اور ثابت کردے تو شوہر پر سے قذف کی حد ساقط ہوجائیگی مگر لڑکا اس سے بے لعان کے منتفی نہوگا اور اگر زوجہ کو باین طلاق دے اور اُس مطلقہ کے یہان لڑکا پیدا ہو تو وہ لڑکا ظاہر مین اُسی طلاق دینے والے سے ملحق ہوگا اور بے لعان کے اُس سے منتفی نہوگا اور اگر وہ عورت دوسرا شوہر کرلے اور دوسرے شوہر کے دخول سے چھ مہینے سے کم مین لڑکا جنے اور پہلے شوہر کی جدائی سے نو مہینے بعد یا کچھ کم مین یہ ولادت ہوئی ہو تو یہ لڑکا پہلے شوہر سے ملحق ہوگا اور بے لعان کے منتفی نہوگا دوسرا رکن ملاعنہ کرنیوالے مین ہے اور ملاعن مین معتبر ہے کہ بالغ ہو اور عاقل ہو اور کافر کے لعان مین کہ جو دو روایتین وارد ہوئی ہین انمین زیادہ مشہور صحت کی روایت ہے اور یہی حکم مملوک کے لعان مین ہے خواہ زوجہ آزاد عورت ہو یا کسیکی لونڈی ہو اور گونگی کا لعان جو بولنے پر قادر نہو صحیح ہے جبکہ وہ ایسا اشارہ کرے جس سے لعان کے معنے سمجھ مین آتے ہون جسطرح پر کہ اُسکی طلاق اور اُسکا اقرار صحیح ہوتا ہے اور ہمارے علما مین سے کچھ عالمون نے اس اعتبار سے کہ اشارہ کا علم ثابت نہین ہوتا ہے گونگے کے لعان مین توقف کیا ہے اور یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ لعان کا حال مار ڈالنے کے اقرار کے حال سے بڑھکر نہین ہے اور جبکہ قتل کا اقرار صحیح ہے تو لعان کا اقرار کیونکر صحیح نہوگا اور بغیر بولنے کے یا بغیر سمجھانے والے اشارے کے کرنیکے لعان صحیح نہین ہے اور مجنونہ زوجہ کے لڑکے کا انکار بے لعان کے صحیح نہین ہے بعد اگر وہ جنون سے افاقہ پائیگی تو لعان کریگا اور انکار درست ہوگا اور نہین تو لڑکے کا نسب اور اُس مجنونہ کی زوجیت دونون ثابت رہین گے اور اگر کوئی ایسے لڑکے کا انکار کرے جو شبہہ کی ہمبستری سے پیدا ہوا ہے تو وہ لڑکا اُس سے منتفی ہوجائیگا اور لعان لازم نہوگا اور جبکہ لحوق کی پوری یا بعض شرطون کے نہونے سے معلوم ہوجائے کہ حمل ہمبستر ہونیوالے کا نہین ہے تو واجب ہے کہ اُس لڑکے کا انکار کرے تا غیر نسب نسب مین نہ ملجائے اور شبہے سے اور گمان سے اور لڑکے کی اور ہمبستری کرنیوالے کی صفتون مین مخالفت سے لڑکے کا انکار کرنا جائز نہین تیسرا رکن ملاعنہ کرنیوالی عورت کے بیان مین ہے اور ملاعنہ کرنیوالی عورت مین معتبر ہے کہ بالغہ عاقلہ ہو اور بہری

نہو اور گونگی نہو اور منکوحہ زوجہ نکاح دائمی ہو اور غیر مدخولہ عورت کے لعان مین تردد ہے اور روایت
مین وارد ہوا ہے کہ اُسکے لیے لعان نہین ہے اور ایک قول لعان کے جواز مین بھی ہے اور تیسرا قول
یہ ہے کہ اگر غیر مدخولہ عورت کو زنا کی نسبت شوہر لگائے تو لعان اُس سے متعلق ہو جائیگا اور لڑکے کی
نفی سے لعان متعلق نہوگا اور آزاد شوہر مین اور مملوکہ زوجہ مین لعان ثابت ہوتا ہے اور ایک روایت
مین وارد ہوا ہے کہ اسمین لعان نہین ہوتا ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ لڑکے کی نفی سے آزاد
شوہر اور مملوکہ زوجہ مین لعان ہو جائیگا اور قذف یعنے زنا کی نسبت لگانے سے نہوگا اور حاملہ عورت
کے ساتھ لعان کرنا صحیح ہے مگر زنا کی حد لگانا صحیح نہین ہے مگر وضع حمل کے بعد حد لگانا درست ہے اور
مملوکہ لونڈی ملکیت کے سبب سے مالک کا فراش نہو جائیگی کہ اُسکا لڑکا اُس سے ملحق ہو جائے اور
آیا مالک کے ہمبستر ہونے سے فراش ہو جائیگی کہ اگر لڑکا جنے تو الولد للفراش کے حکم سے مالک سے ملحق ہو
اور وہ اسکا بیٹا ہو جائے اسمین دو روایتین ہین اظہر یہی ہے کہ فراش نہو جائیگی اور اُس لونڈی کا
لڑکا مالک سے ملحق نہوگا مگر جس لڑکے کا مالک اقرار کریگا وہ اُس سے ملحق ہوگا گو اُس سے مباشرت
کرنیکا بھی اقرار کرتا ہو اور اگر مالک اپنی ایسی لونڈی کے لڑکے کا انکار کرے جس لونڈی سے ہمبستر ہو چکا
ہے تو لعان کی احتیاج نہین ہے **چوتھا رکن** لعان کے طریقے مین ہے لعان صحیح نہین مگر حاکم شرع
یعنے امام علیہ السلام کے حضور مین یا اُن کے نائب کے سامنے کہ جسے حضرت نے اس کام پر مقرر فرمایا ہے
اور اگر دونون کسی عامی شخص کے پاس لعان کرنیکو راضی ہون اور وہ انسے ملاعنہ کروالے تو بھی جائز ہے
اور اس صورت مین لعان اسکے نفس حکم سے ثابت ہو جائیگا کہ وہ ان کا حکم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین
کہ زوجہ اور شوہر کا بھی راضی ہونا حکم کے بعد ضرور ہے اور اگر راضی نہونگے تو ثابت نہوگا اور یہی خلاف حکم
کے سارے حکمو نمین ہے کہ جو دونون فریق کی رضا سے ہر ایک نزاعین مقرر ہو تا ہی تیسر حکم کہتے ہین کہ عامی سے مراد امام علیہ السلام کیطرف سے
غیر منصوب مجتہد ہے کیونکہ غیر مجتہد کے سامنے لعان جائز نہین اور یہ اسصورت مین ہے کہ لعانین حکم کرنا جائز ہو اور امامیہ عالمو نمین
سے شیخ فخر الدین لعان مین حکم کرنیکو جائز نہین جانتے ہین اسلیے کہ محاکمہ اُن امرون مین ہوتا ہے کہ جو
متخاصمین سے مختص ہوتے ہین اور اُنکے سوا کسی اور سے تعلق نہین رکھتے ہین اور لعان مین بعضے ایسے
حکم ہین کہ متخاصمین سے سوا اور سے بھی تعلق رکھتے ہین جیسے کہ نفی ہے کہ لڑکے سے متعلق ہے پس حضور
امام علیہ السلام مین حضرت کی یا اُنکے نائب کی احتیاج پڑے گی اور امام علیہ السلام کی غیبت مین فتوے

کی ساری شرطون کا جمع رکھنے والا مجتہد حاکم شرع کا حکم رکھتا ہے اور لعان کی صورت یہ ہے کہ مرد چار مرتبہ حق تعالے کو گواہ کرے کہ اُسنے سچ کہا ہے کہ اُس عورت نے زنا کی ہے اور اسکے بعد کہے خدا کی لعنت اُس پر ہو اگر وہ جھوٹ بولنے والون مین سے ہو اور اُسکے بعد عورت بھی چار مرتبہ حق تعالے کو گواہ کرے اس امر پر کہ اُسکا شوہر اُسے زنا کی نسبت دینے مین جھوٹ بولنے والون مین سے ہے اور بعد اُسکے کہے کہ خدا کا غضب ہو اس عورت پر اگر اُسکا شوہر اس دعوی مین سچ بولنے والون مین سے ہو اور لعان بعضے واجب امرون پر مشتمل ہے اور بعضے مستحب امرون پر مشتمل ہے پس واجب امر ان مین سے گواہی دلوانے کا تلفظ اِسطرح پر ہے کہ بیان ہو چکا اور مرد کا کہتے وقت کھڑے ہونا ہے اور یہی عورت کا بھی حکم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دونون حاکم کے مُنھ کے سامنے ایک جگہ کھڑے ہونگے اور مذکور ترتیب سے کہنے مین ابتدا کریگا اور اسکے بعد عورت کہے گی اور مرد اُس عورت کو اسطرح پر معین کرے کہ کسی دوسری عورت کا احتمال نہ ہے جیسے اُس عورت کے اور اسکے باپ کے نام سے یا اُس عورت کے ایسی صفتین بیان کرے کہ وہ عورت اُن صفتون کے سبب سے اور عورتون سے ممتاز اور متمایز ہو جائے اور عربی پر قدرت رکھنے مین عربی مین تلفظ کرے اور اگر عربی کے تلفظ سے عجز ہو تو غیر عربی مین بھی کہنا جائز ہے اور اگر غیر لفظ عربی مین کہے اور حاکم اُس زبان کو نجانتا ہو تو چاہیئے ہے کہ دو عادل مترجم موجود ہون کہ وہ حاکم کے سامنے گواہی دین کہ یہ الفاظ انھین معنون مین ہین اور ایک شاہد کافی نہ پڑے گا اور چارون شہادتون سے ابتدا کرنا مرد کو واجب ہے اور بعد اُسکے لعن کہنا اور عورت کو چارون شہادتون سے ابتدا کرنا واجب ہے اور اسکے بعد کہے کہ خدا کا غضب پڑے اُس عورت پر اگر اس عورت کا شوہر سچ بولنے والون مین سے ہو اور اگر اُن دونون مین سے ایک بھی اشہد باللہ کی جگہ پر احلف یا اقسم یا اور لفظ مثل انکے کہے تو کافی نہین اور لعان مین کے مستحب امرون مین یہ ہین کہ حاکم قبلہ کیطرف پیٹھ کر کے بیٹھے اور مرد قاضی کی داہنی طرف کو کھڑا ہو اور عورت مرد کی داہنی طرف کھڑی ہو اور طلب کرین لوگون کو کہ لعان کو سنین اور حاکم وعظ اور نصیحت کرے اور شوہر کو چارون شہادتون کے بعد لعن کرنے کے پہلے خدا سے ڈرائے اور اسیطرح پر عورت کو بھی غضب کے ذکر کے پہلے ڈرائے اور کبھی حاکم لعان کو اللہ کے اسم کے ساتھ اور اسماے الٰہی کے جو قہر اور انتقام پر دلالت کرتے ہین ملا کر سخت کر دیتا ہے جیسے عزیز کا اسم ہے اور غالب ہے اور قہار وغیرہ ہے اور کبھی مکان سے سخت کر دیتا ہے جیسے مشرف مقامون مین کہوانے سے ہو اگر مکہ مین ہو تو رکن اور

مقام ابراہیم علیہ السلام کے بیچ مین اور اگر مدینے مین ہو تو قبر مقدس اور منبر کے درمیان مین کھڑا کریگا اور مانند اسکے اور وقت سے سخت کردیتا ہے جیسے عصر کے بعد ملاعنہ کرداے اور مسجد جامع کے سوا اور مسجدون مین اور مسجد جامع مین جانے سے مانع ہونے پر لعان جائز ہے پھر اگر اتفاق سے حائض ہو تو حاکم اسکے پاس اپنی طرف سے کسی کو بھیجدیگا کہ اسکے سامنے عورت اپنے گھر مین شہادتین کہدیگی اور اسیطرح اگر باہر نکلتی ہوگی تو اُسے گھر سے باہر نکلنے کی تکلیف نہ دینگے اور اُسکے گھر مین اُس سے شہادت لینا جائز ہے اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ لعان قسمین ہین شہادتین نہین ہین اور شاید کہ لفظون پر نظر فرمائی ہے ایسا فرمادیا ہے اسلیے کہ لعان قسمین صورت مین ہے **اردو مترجم** کہتا ہے کہ عربی مین لعان کرنیکی صورت کہ پہلے مرد چار مرتبہ یہ کہے اَشْهَدُ بِاللهِ اِنّی لَمِنَ الصَّادِقِینَ فِیمَا رَمَیْتُهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا پھر اسکے چار مرتبہ کہنے کے بعد مرد کہے اِنَّ لَعْنَةَ اللهِ عَلَیَّ اِنْ کُنْتُ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ پھر عورت چار مرتبہ شہادت کہے اَشْهَدُ بِاللهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْکَاذِبِیْنَ فِیْمَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا پھر اسکے بعد عورت کہے اِنَّ غَضَبَ اللهِ عَلَیَّ اِنْ کَانَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ اور حسن ابن محبوب نے عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ عباد بصری نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا اور مین حاضر تھا کہ مرد عورت سے کیونکر ملاعنہ کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ ایک مرد اہل اسلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کیا حکم دیتے ہین اگر کوئی مرد اپنے گھر مین جائے اور اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو زنا کرتے دیکھے حضرت علیہ السلام فرماتے ہین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور وہ مرد پھر گیا اور وہی مرد تھا جو اپنی عورت کے ہاتھ سے اس بلا مین پھنسا تھا پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وحی حضرت پر خدا کی طرف سے حکم کے ساتھ نازل ہوئی پھر حضرت نے اُسے بلوایا اور فرمایا کہ تو وہی ہے کہ جسنے اپنی زوجہ سے کسی مرد کو دیکھا ہے اُسنے عرض کی جی ہان حضرت نے فرمایا جا اپنی زوجہ کو میرے پاس لے آ فرمایا امام علیہ السلام نے اُسنے اُسے حاضر کیا پھر حضرت نے دونون کو کھڑا کیا اور مرد سے چار شہادتین کہوائین پس اُسنے چارون شہادتین کہین پھر ارشاد کیا چپ رہ اور اُسے وعظ کی پھر فرمایا کہ خدا کی لعنت سے ڈر کہ بہت سخت ہے پھر حکم فرمایا کہ پانچوین شہادت حکم کے موافق کہ اُسنے پانچوین شہادت بھی کہی پھر حضرت نے عورت سے فرمایا کہ چارون شہادتین کہہ امام علیہ السلام فرماتے ہین کہ عورت نے بھی چارون شہادتین کہین حضرت نے فرمایا چپ رہ اور اُسے وعظ کی پھر اُس سے فرمایا کہ خدا سے ڈر بیشک خدا کا غضب سخت ہے

بعد اُسکے ارشاد کیا کہ پانچوین شہادت کہو امام علیہ السلام فرماتے ہین کہ اُسنے پانچوین شہادت بھی کی پھر حضرت نے دونون کو جدا فرمایا اور ارشاد کیا کہ اب ہمیشہ تم دونون نکاح سے مجتمع نہوگے اپنے ملاعنہ کر چکنے کے بعد احکام مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ زوجہ کو نسبت زنا کی لگانے سے مرد پر حد لگانا واجب ہوجاتا ہے اور جب مرد لعان کرتا ہے تو اس پر سے قذف کی حد ساقط ہوجاتی ہے اور عورت پر زنا کی حد واجب ہوجاتی ہے اور جب دونون لعان کر لیتے ہین تو چار حکم ثابت ہوجاتے ہین مرد سے قذف کی حد اور عورت پر سے زنا کی حد ساقط ہوجاتی ہے اور مرد سے لڑکا منتفی ہوجاتا ہے اور عورت سے منتفی نہین ہوتا ہے اور مرد سے لڑکا اس معنی سے منتفی ہوگا کہ اسکی میراث نپائیگا اور اس لڑکے کا ضروری خرچ اُس مرد پر واجب نہوگا اور ماں کی میراث اُس لڑکے کو ہوچکے گی اور عورت اور مرد کے درمیان مین جو فراش ہے وہ برطرف ہوجائیگا اور وہ عورت اُس شوہر پر حرام موبد یعنے ہمیشہ کو حرام ہوجائیگی اور اگر لعان کے اثنا مین شوہر اس بات کا مقر ہوجائے کہ جھوٹ کہا ہے یا لعان سے نکول کرے یعنے لعان نکرے تو قذف کی حد اُسپر ثابت ہوگی اور باقی حکم لڑکے کی نفی اور فراش کا زائل ہوجانا اور ہمیشہ کو عورت کا حرام ہوجانا ثابت نگا اور اگر عورت لعان سے نکول کرے اور چپ رہے یا زنا کا اقرار کرلے تو اُسے سنگسار کرینگے اور مرد سے قذف کی حد ساقط ہوجائیگی اور فراش درمیان سے برطرف نہوگا یعنے جو لڑکا کہ اُس سے پیدا ہوگا وہ شوہر سے ملحق ہوگا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہے کہ الولد للفراش وللعاہر الحجر اور ہمیشہ کو تحریم بھی ثابت نہوگی کیونکہ یہ تحریم طرفین مین لعان کی ثبوت کی فرع ہے اور اگر مرد لعان کے بعد اپنی تکذیب کرے تو لڑکا اُس سے ملحق ہوگا اور لڑکا اُسکی میراث پائیگا اور وہ اُس لڑکے کی میراث نپائیگا او جو اُس مرد کی طرف سے قرابت رکھتا ہوگا جیسے علاتی بھائی ہے یعنے باپ کی طرف کا بھائی ہے یا دادا وغیرہ ہے وہ بھی اُس لڑکے کی میراث نپائیگا اسلیے کہ لعان کے حکم سے اُس سے جدا ہوچکا ہے اور اپنی تکذیب جو اُسنے لعان کے بعد کی ہے وہ اُسکے ضرر مین مقبول ہے نہ دوسرے کے ضرر مین اور وہ ماں کا وارث ہوگا اور جو اُس سے ماں کی طرف سے قرابت رکھتا ہے اُسکا بھی وارث ہوگا اور فراش بھی عود نکریگا اور ہمیشہ کی حرمت بھی زائل نہوگی اور آیا قذف کی حد اُسپر ثابت ہوگی یا نہ اسمین دو روایتین ہین اظہر اُن دونون روایتون مین یہی روایت ہے کہ حد نہین ہے اسلیے کہ حد لعان کے سبب سے مسلوق آیہ کریمہ کے موافق ساقط ہوگئی پھر عود نکریگی اور اگر عورت زنا کا اعتراف لعان کے بعد کرے

تو اُسپر حد واجب نہوگی مگر جبکہ چار مرتبہ اقرار کریگی تو حد واجب ہو جائیگی اور چار مرتبہ کے اقرار پر بھی حد کے واجب ہونے مین تردد ہے مترجم کہتے ہین کہ اس مسئلہ مین مصنف علیہ الرحمہ کے تردد کا سبب ظاہر ہے کہ ایسے زمانے مین اقرار کیا ہے کہ لعان کے سبب سے اُسپر سے حد ساقط ہو چکی ہے اسلیے کہ حق تعالےٰ قرآن مین فرماتا ہے کہ جسکا مفاد یہ ہے کہ اگر چار شہادتین خدا کی دلوا چکے گی تو اُس سے عذاب دفع کردیا جائیگا تو پھر عذاب یعنے حد عود نکریگی اور کل من اقر علے نفسہ اربع مرات مسلما حدہ اُ الحدیث کے عموم کا دوسرا تعارض تردد کا موجب ہے دوسرا مسئلہ جبکہ قذف کے بعد اور لعان سے پہلے کلام منقطع ہو جائے اور گونگی کیطرح پر ہو جائے تو اُسکا لعان اشارہ سے ہوگا گو بات کرنے سے ناامید نہو تیسرا مسئلہ جب زوجہ دعوے کرے کہ شوہر نے ایسی قذف کی ہے جو لعان کے موجب ہے اور شوہر منکر ہو اور عورت ثبوت دے تو اُس سے مرد لعان نکرسکیگا اسلیے کہ اُسنے آپ اپنے تکذیب کی ہے اور اُسپر قذف کی حد متعین ہو جائیگی چوتھا مسئلہ جب کوئی مرد اپنی زوجہ کو کسی کے ساتھ زنا کا عیب لگائے تو اُس مرد پر دو حدین واجب ہونگی ایک عورت کے قذف کی دوسری مرد کے قذف کی اور اُسے زوجہ کے قذف کی حد کا ساقط کرنا لعان سے پہونچتا ہے اور اگر ثبوت رکھتا ہوگا تو دونون حدین اُسپر سے ساقط ہو جائینگی پانچوان مسئلہ جب کوئی مرد اپنی زوجہ پر قذف کرے یعنے زنا کا عیب لگائے پھر وہ زوجہ لعان کے پہلے اقرار کرے تو شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ چار مرتبہ کے اقرار کے بعد اُس عورت پر حد لازم ہوگی اور مرد پر سے قذف کی حد ساقط ہو جائیگی اور اگر عورت ایک مرتبہ اقرار کرے پھر اگر وہان کوئی نسب بھی ہو یعنے کوئی لڑکا پیدا ہوا ہو تو وہ شوہر سے جدا نہوگا مگر لعان کرنے سے اور شوہر کو لڑکے کی نفی کے لیے ملاعنہ کرنا پہونچتا ہے اسلیے کہ عورت مرد کا زنا پر متفق ہونا لڑکے کے نسب کی نفی نہین کرتا ہے کیونکہ نسب فراش سے ثابت ہوتا ہے اور لعان کے ثبوت مین تردد ہے مترجم کہتے ہین کہ عاقلونکا اقرار اپنے نفس کے ضرر پر مقبول ہے اور دوسرے کے ضرر کے لیے مقبول نہین پس زنا کے پائے جانے پر زوجہ اور شوہر کے موافقت سے زنا کی حد کہ رجم ہے لازم ہو جائیگی اور اس اقرار سے لڑکیکی نفی نہوگی کیونکہ یہ دوسرے شخص کا ضرر ہے کہ وہ بیٹا ہے اور اسکی نفی کا طریق لعان کے بغیر نہین ہے اور مصنف علیہ الرحمہ نے اسمین تردد کیا ہے کیونکہ لعان طرفین سے ہوا کرتا ہے اور

ایک شوہر ہو تو اسمین دو روایتین ہین ایک یہ کہ عورت کو سنگسار کرینگے اور دوسری روایت یہ ہے کہ گواہون کو حد لگائین گے اور شوہر ملاعنہ کریگا اور ہمارے فقہا مین سے بعضون نے اس روایت کو اس پر حمل کیا ہے کہ جہان شہادت کی بعضی شرطین مثل عدالت کے کہ شہادت کے شرط ہے بپا ئی گئی ہون یا شوہر نے پہلے عیب لگایا ہو اور اُسکے بعد گواہی دی ہو کہ اس صورت مین اُسکی گواہی مقبول نہین ہے کیونکہ اُسپر قذف کی حد لازم ہو چکی ہے اور اب اُس حد کے رفع کا مدعی ہو چکا ہے اور مدعی کی گواہی مقبول نہین ہے اور یہی خوب ہے کہ روایت کی طرح لازم نہین آتی ہے **دسوان مسئلہ** اگر لعان کے بعضے واجب لفظون کو زبان سے نہ نکالے اور جو عبارت کہ شرع مین وارد ہوئی ہے اُسمین خلل ڈالدے تو وہ لعان صحیح نہین ہے اور اگر حاکم نے اُسی لعان پر حکم کیا ہو گا تو وہ حکم نافذ نہوگا **گیارھوان مسئلہ** لعان کے سبب سے جو زوجہ اور شوہر مین مفارقت ہوتی ہے وہ نکاح کا فسخ ہے اور طلاق نہین ہے اور طلاق کے حکم اس مفارقت پر جاری نہین ہونگے

کتاب عتق

یہ کتاب بندہ آزاد کرنیکے بیان مین ہے اور اسکے ثواب پر سارے عالمون کا اتفاق ہے اور حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جو شخص مومن بندے کو آزاد کریگا تو حق تعالے اُس بندے کے ہر ہر عضو کے بدلے مین آزاد کرنے والے کے ہر ہر عضو کو آتش جہنم سے آزاد کریگا اور بندہ کا ہونا حربی کافر سے مخصوص ہے اور یہود اور نصاریٰ اور مجوس اگر ذمہ کی شرطون پر قائم ہون تو بندے نہونگے اور اگر ذمہ کی شرطون مین خلل اندازی کرینگے تو وہ بھی حربی کافرون کی قسم مین داخل ہو جائین گے اور جو شخص اپنے بندے ہونیکا اقرار کرے اور معلوم نہو کہ وہ آزاد ہے تو اسکے بندے ہونیکا حکم کرینگے اسلیے کہ عاقل بالغ کا اقرار اپنے ضرر پر مقبول ہے اور اسیطرح پر اگر کسی ایسے لڑکے کو دارالحرب مین پا جائین کہ اسکا نسب معلوم نہو تو وہ حربی کافر کا حکم رکھتا ہے کہ بندہ ہو جائے یعنے جس صورت مین کہ اُس شہر مین کوئی مسلمان نہو کہ اُس سے اُس لڑکے کا پیدا ہونا ممکن ہو جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے تصریح کی ہے اور اگر کوئی مسلمان حربی کافر سے اُسکے بیٹے کو یا اُسکے جورو کو یا اُسکے کسی نسبی قرابتی کو مول لے تو جائز ہے اور اُسکا مالک ہو جائیگا اسلیے کہ وہ سب حقیقت مین غنیمت کا حکم رکھتے ہین اور مسلمانون کا مال غنیمت

جب عورت نے اقرار کرلیا ہے تو پھر لعان ایک ہی طرف سے ہوگا اور اسکے سوا لعان اُس صورت مین ہوا کرتا ہے جب ایک دوسرے کو جھٹلاتا ہے اور یہان زوجہ شوہر کی تصدیق کرتی ہو اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ لعان کا ثبوت اصح ہے **چھٹا مسئلہ** جب کوئی مرد اپنی زوجہ کا قذف کرے یعنے زنا کا عیب لگائے اور عورت پہلے اقرار کرے اور پھر منکر ہو جانے اور عورت کے اقرار کے دو گواہ لائے تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ قبول نکیا جائے گا مگر چار گواہ ہونسے اور اس مرد پر قذف کی حد واجب ہو جائیگی اور اسمین اشکال ہے اسلیے کہ یہ گواہی زنا کے اقرار پر ہے زنا پر نہین ہے اور چار گواہ زنا کے ثابت کرنے مین چاہیے ہوتے ہین نہ زنا کے اقرار مین **ساتوان مسئلہ** جب کوئی اپنی عورت کا قذف کرے اور اسکے بعد وہ عورت لعان سے پہلے مرجائے تو لعان ساقط ہو جائیگا اور شوہر اُسکا وارث ہوگا اور اگر زوجہ کے وارث مطالبہ کرینگے تو اوسپر قذف کی حد ثابت ہوگی اور اگر حد کا دفع کرنا لعان کرنے سے چاہے تو جائز ہے کہ شوہر اکیلا لعان کرے اور ابی بصیر کی روایت مین وارد ہوا ہے کہ مری ہوئی زوجہ کیطرف والون سے ایک مرد اُٹھ کھڑا ہوگا اور اُسکے شوہر سے ملاعنہ کریگا پھر شوہر زوجہ کی میراث سے محروم ہو جائیگا اور نہین تو اُسکی میراث نے لیگا اور اسی کے شیخ علیہ الرحمہ خلاف مین قائل ہوئے ہین اور اصل یہی ہے کہ میراث زوجہ کے مرنے سے ثابت ہوگی اور میراث کے ثبوت کے بعد جو لعان کہ عمل مین آیا ہے پھر اُس سے ساقط نہوگی **آٹھوان مسئلہ** جب کوئی مرد اپنی زوجہ کا قذف کرے اور اسکے ساتھ ملاعنہ نکرے تو اسے حد لگائین گے اور اسکے بعد پھر اُسکا قذف زنا سے کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ حد نہین ہے اسلیے کہ اُسپر پہلے حد لگ چکی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قذف کی حد کے موجب کے حاصل ہونیکے اعتبار سے پھر اُسے حد لگائین گے اور یہی اشبہ ہے اور اسیطرح پر اسمین اختلاف ہے کہ لعان کے بعد پھر اُسکی زوجہ کا قذف زنا سے کرے اور اس مسئلہ مین سقوط حد کا اظہر ہے اور اگر غیر شخص کی جورو پر قذف کرے تو قذف کرنیوالے پر قذف کی حد جاری ہوگی اور اگر کسی کی زوجہ کو کوئی غیر قذف زنا سے کرے اور اُسکے بعد وہ عورت زنا کا اقرار کرے پھر اُسے شوہر یا کوئی غیر قذف کرے تو حد ساقط ہو جائیگی اگر شوہر زوجہ پر قذف کرے یعنے زنا کا عیب لگائے اور لعان بھی کرے اور زوجہ لعان نکرے پھر زنا کا عیب کوئی غیر شخص لگائے تو شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ حد نہین ہے اور اسکے حکم مین ہے کہ گویا ثبوت دیدیا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ غیر شخص کو حد لگانا چاہیے تو خوب ہوگا **نوان مسئلہ** اگر چار گواہ گواہی دین کہ اُنمین سے

ہین اور یہ خرید فروخت شرعی نہین بلکہ اپنے حق کا وصول کر لینا ہی اور سعی کرنے سے حربی کافر مسلمان کا مملوک ہوجاتا ہے یعنے کافر حربی کو دار الحرب سے غلبہ سے پکڑ لینے سے مملوک ہوجاتا ہے خواہ مومن پکڑ لین یا اہل ضلالت مسلمانون وغیرہ کے فرقون مین کے پکڑ لین مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ کافر حربی مسلمانون کا مملوک ہوجاتا ہے جسطرح سے اُسکے ہاتھ لگے مگر شرط یہ ہے کہ دار الاسلام مین صلح اور امان کی راہ سے نہ آیا ہو کیونکہ اگر اس طریق سے دار الاسلام مین سہے کا تو اس پر اسلام کی ملکیت جائز نہین اور بندے کی مملوکیت کا زائل کرنا اور اسے آزاد کرنا چار سببون سے ہوتا ہے ایک مباشرت دوسرے سرایت تیسری ملک چوتھے عوارض مباشرت یعنے مالک خود اپنے بندے کے آزاد کرنے کا مباشر ہو اور یہ تین طرح پر ہے ایک عتق دوسری کتابت تیسری تدبیر عتق یعنے بندے کے آزاد کرنیکی صریح عبارت یہ ہے کہ مالک کہے اَنتَ حُرٌّ یعنے تو آزاد ہے یا کہے حررتک یعنے مین نجھے آزاد کیا اور اگر اعتقتک اور انتَ مُعتَقٌ کہے تو اسمین تردد ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ عتق کا لفظ بھی آزادی مین صریح ہے اور فقیہون کی عبارتو نین اور پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم کے حدیثون مین بھی تحریر کے لفظ سے زیادہ واقع ہوا ہے اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ تحریر کے لفظ کے سوا صحیح نہین خواہ وہ تحریر کے معنے سمجھانے مین عرفا صریح ہو یا اس سے کنایہ ہو گو اُس لفظ سے تحریر کے معنون کا قصد بھی کرے جیسے کوئی اپنے غلام سے کہے فککت رقبتک یعنی تیری گردن کو مینے کھولدیا یا کہے انت سائبۃ یعنے تو خود سر ہے تو صحیح نہین اور اگر اپنی لونڈی سے کوئی کہے اے حرہ اور اُس سے اُس لونڈی کے آزادی کا ارادہ کرے تو اس سے اُس لونڈی کے آزاد ہونے مین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے کہ آزاد نہوگی اسلیے کہ اس عبارت کی لفظون کی مشابہت انشا سے بعید ہے اور اگر لونڈی کا نام حرہ ہو اور کہے کہ اَنتِ حُرَّۃٌ یعنے تو حرہ ہے پھر اگر اخبار کے معنون کا قصد کرے گا تو وہ لونڈی آزاد نہوگی اور اگر عتق کے معنونکی انشا کا قصد کریگا تو اُسکی آزادی صحیح ہوجائیگی اور اگر اُسکا قصد معلوم نہو اور اُسکے قصد کا معلوم کرنا بھی ممکن نہو تو اُس لونڈی کی آزادی کا حکم نہ کیا جائیگا اسلیے کہ معلوم نہین کہ کس قصد سے اس عبارت کو کہا ہے اور اسمین تردد ہے اور تردد کا باعث یہ سبب ہے کہ انت حرۃ کے لفظ کے حقیقی معنے عتقکی انشا کے ہین اور اخبار کے معنون کا محتمل ہونا اسمین توقف کا سبب ہے کہ غیر حقیقی معنونکے احتمال سے حقیقی معنون پر عمل کر سکتے ہین یا نہین مترجم کہتے ہین کہ احتمالی معنون کے لینے سے حقیقی معنون کا لینا

رجحان رکھتا ہے پھر مصنف علیہ الرحمہ کا تردد ضعیف ہے جیسا کہ مخفی نہین - اور تحریر کا لفظ صریح کہنا ضرور ہے اور تلفظ کی قدرت رکھنے پر مالک کا اشارہ کرنا یا لکھدینا کافی نہین اور صیغہ عتق کا شرط سے خالی ہونا ضرور ہے اور اگر کوئی کسی بندے کی آزادی کو کسی شرط پر جیسے گھر مین جانے پر یا کسی صفت پر جیسے مہینے کے گزرنے پر معلق کرے تو یہ عتق صحیح نہین ہے اور شرط اور صفت مین فرق یہ ہے کہ شرط مین واقع ہونے نہونے دونون کا احتمال ہوتا ہے اور صفت کا وقوع متیقن ہوتا ہے اور یہ دونون اُسوقت واقع نہین ہوتے ہین اور اسیطرح پر اگر کوئی کہے کہ تیرا ہاتھ یا پاؤن یا مُنھ یا سر آزاد ہے تو بھی صحیح نہین لیکن اگر کہے کہ تیرا بدن یا جسد حر یعنے آزاد ہے تو اشبہ آزادی کا واقع ہوجانا ہے اسلیے کہ یہی انت حر کی عبارت سے مقصود ہوتا ہے اور آیا معتق یعنے آزاد کیے گئے کا معین ہونا شرط ہے ظاہر یہی ہے کہ شرط نہین ہے پس اگر کوئی کہے کہ میرے دو غلامون مین سے ایک غلام حر یعنے آزاد ہے تو صحیح ہے اور معین کرنا مالک پر موقوف ہے پھر اگر ایک کو معین کردے اور پھر عدول کرے تو قبول نکیا جائے گا اور اگر مالک معین کرنے سے پہلے مرجائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکا وارث معین کریگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرعہ سے تشخیص کرینگے اور یہی اشبہ ہے اسلیے کہ وارث اُسکے قصد سے وقفیت نہین رکھتا ہے لیکن اگر کوئی معین غلام کو آزاد کرے پھر اُسے اُس مین شبہہ پڑجائے تو یاد آنے کے وقت تک کی اُسے مہلت دیجائیگی پھر اگر یاد آجائے اور کہے کہ فلان غلام ہے تو اُسکے کہنے پر عمل کرینگے اور اگر اُسکے بعد عدول کرے تو قبول نہ کرینگے اور اگر اُسے یاد نہ آئے تو قرعے سے حکم نکر سکین گے جب تک کہ وہ زندہ ہے اسلیے کہ عمر بھر مین یاد کرلینے کا احتمال ہے اور اگر وہ مرجائے اور وارث مورث کے مقصود کے جاننے کا دعوی کرے تو اُسکے قول کو مان لین گے اور اگر دوسرا غلام نزاع کرے اور کہے کہ مورث کا مقصود مین ہی ہون تو شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ وارث کو قسم دینگے اور اگر مالک کے مرنیکے بعد معلوم نہو کہ اُسکا مقصود کونسا مملوک تھا تو قرعہ ڈالین گے اسلیے کہ تعیین مشکل ہوگئی ہے اور امید اُسکی بھی نہین اور اگر مالک کے ہر غلامون مین سے کوئی دعوی کرے کہ تیرا مقصود مین ہی ہون اور مالک انکار کرے تو مقبول قول قسم کے ساتھ مالک کا قول ہے اور یہی آقا کے وارث کا بھی حکم ہے اور اگر قسم نکھائے تو اُسی پر حکم کیا جائیگا یعنے وہی غلام آزاد ہوجائیگا اور شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ جب مالک قسم نکھائے تو غلام سے قسم لینا چاہیے اور آزاد کرنیوالے مین شرط ہے کہ بالغ اور کامل عقل ہو اور مختار ہو

یعنی آزاد کرنے میں مجبور نہو اور آزادی کے معنون کا قصد قربت کے لیے کرے اور مالک محجور نہو یعنی جیسے مفلس یا سفیہ ہونے سے اُسپر حجر نہوا ہو اور اُسکا تصرف ممنوع نہو اور نابالغ لڑکے کے بندہ آزاد کرنے میں اور اُسکے تصدق دینے میں تردد ہے اور جواز کی دلیل جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے زرارہ کی روایت ہے اور مستی کی حالت میں آزاد کرنا صحیح نہیں ہے اور جب قربت کا قصد شرط ہے تو کافر کا بندہ آزاد کرنا صحیح نہیں اسلیے کہ کافر سے قربت کی نیت متعذر ہے اور صحیح نہیں ہے اور کتاب خلاف میں شیخ علیہ الرحمہ نے مطلق صحیح فرمایا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ کافر کے عتق کے صحیح ہونیکی دلیل یہ ہے کہ عتق ترک ملک ہے اور مال اور نفع کا تصرف غیر کے لیے ہے اور کافر اسکی اہلیت رکھتا ہے بلکہ کافر کی مالکیت مسلمان کی مالکیت سے کمزور اور ضعیف ہے تو اُسکا چھوٹ جانا بھی زیادہ سہل ہے اور اسلیے کہ عتق کی بنا تغلیب پر ہے اور بندے میں کہ جسے آزاد کریں مسلمان ہونا اور مملوک ہونا معتبر ہے پھر اگر غلام کافر ہو تو اُسکا آزاد کرنا صحیح نہیں ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ مطلق صحیح ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ کافر بندے کا آزاد کرنا اُس کے آزاد کرنیکی نذر کی شرط سے صحیح ہے اور حرام زادے غلام کا آزاد کرنا صحیح ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اُسکے کفر کے اعتبار سے صحیح نہیں اور ولد الزنا یعنے حرامزادے کا کفر ثابت نہیں ہوا اور اگر کوئی مالک کے سوا بندے کو آزاد کرے تو وہ عتق نافذ نہوگا گو مالک اجازت دیدے اور اگر کوئی کہے کہ میں تیرا مالک ہو جاؤں تو تو آزاد ہے تو وہ بندہ اُسکے مالک ہونیکے بعد آزاد نہوگا مگر جبکہ اُسنے نذر اور اُسکے مثل کا صیغہ اسمیں لگا دیا ہو اور کہا ہو کہ للہ علی ان ملکتک فانت حر تو اس صورت میں جب وہ بندہ اُسکا مملوک ہو جائیگا تو آزاد ہو جائیگا مترجم کہتے ہیں کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہاں شرط پر تعلیق عتق کے منافی نہیں ہے اسلیے کہ نذر اور شبہ نذر کی وفا کا وجوب ہر مادے میں عام ہے اور یہ قول روایت سے مستند ہے مگر اس قول کی تضعیف یوں کی ہے کہ عتق مالک کی ملک میں جاری ہوتا ہے اور عتق کے صیغہ کے واقع کرنیکی وقت وہ غلام اُسکے ملک میں نہ تھا پھر مالک ہونیکے بعد عتق کا صیغہ نئے سر سے کہنا اولی ہے اور اگر عتق کا صیغہ کسی کام کرنے نہ کرنے پر قسم کے عنوان سے کہے تو عتق واقع نہوگا جیسے کہ کہے انت حران فعلت او فعلت یعنی تو آزاد ہوگا اگر ایسا کام کروں میں یا تو ایسا کام کرے جیسا کہ کہیں خدا کی قسم اگر فلان کام کرو نہیں تو عتق واقع نہوگا اسلیے کہ عتق کی انشا کا قصد نہیں

کیا ہے **ترجمہ** کہتے ہین کہ عتق کی عبارت کو قسم بنانا اور عتق کی عبارت کو شرط پر معلق کرنا لفظ مین ایک ہر کوئی تفاوت نہین ہے اور قصد کے اعتبار سے تفاوت پیدا ہوتا ہے جیسا کہ مخفی نہین ہے اور اگر ولی اپنے نابالغ لڑکے کے مملوک غلام کو قیمت آنک کر ولایت سے خود مول لیکر آزاد کردے تو صحیح ہے اور اگر بے مول لیے یا بالغ رشید بیٹے کے مملوک کو آزاد کرے تو صحیح نہین ہے اور عتق کے صیغے مین کوئی غلام سے شرط کرے جیسے معین مدت کی خدمت ہے تو اس شرط کی وفا لازم ہوجائیگی اور یہ شرط کرے کہ مثلاً خدمت نہ بجالائے گا تو پھر اُسے اپنا غلام بنالیگا پھر اگر وہ شرط کی مخالفت کریگا تو شرط کے مقتضی پر عمل کرنیکے موافق پھر بندہ ہونیکی طرف پھیرلایا جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عتق باطل ہوجائیگا اسلیے کہ آزادی مین بندے ہونیکو داخل کرنے سے مشروط کیا ہے اور یہ جائز نہین اور اگر خدمت کی مدت جو صیغے مین شرط کی گئی ہر گزر جائے اور وہ غلام اُس مدت بھر بھاگا رہے اور اُس مدت کے بعد ظاہر ہو تو پھر بندے ہونے مین عود نکریگا اور آیا مالک کے وارثون کو یا مالک کو اگر اُسوقت تک جیتا رہے اُس خدمت کی اجرت مثل کا مطالبہ پہونچتا ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہین پہونچتا ہے اور موجہ یہی ہر اُس بندے پر اُس مشروط خدمت کی اجرت مثل لازم ہے اور جب کفارے مین بندے کا آزاد کرنا واجب ہو تو اُسے بندے کا مدبر کرنا کافی نہین یعنے اُسکی آزادی کو اپنی وفات پر معلق کرنا کافی نہین بلکہ اسیوقت آزاد کردینا چاہیے اور جب بندہ رہتے مین مومن بندے کو سات برس گزر جائین تو اُسکا آزاد کردینا مستحب ہر اور مطلق مومن بندے کا آزاد کرنا مستحب ہر خواہ سات برس کی مدت گزری ہو یا نگزری ہو لیکن پہلا حکم سنت موکدہ ہے اور حق مذہب کے مخالف بندے کا آزاد کرنا مکروہ ہے اور جو بندہ کہ اپنے قوت کے کمانے پر قادر نہو اُسکا آزاد کرنا مکروہ ہے اور مستضعف بندے کا آزاد کرنا مکروہ نہین ہر اور جبکہ ایسے غلام کو آزاد کرے جو اپنے قوت کے کمانے پر قادر نہو تو اُسکی اعانت کرنا مستحب ہے

اس فصل سے ملحق مسئلے پہلا مسئلہ جو شخص بندے کے مالک ہونے پر اُسکے آزاد کرنیکی نذر کرے پھر وہ ایک ہی مرتبہ کئی غلامون کا مالک ہوجائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرعہ سے ایک غلام کو آزاد کردے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جسے چاہے آزاد کردے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کسی کو بھی آزاد نکریگا اسلیے کہ نذر کی شرط پائی نہین گئی کہ ایک بندے کی ملکیت ہے اور پہلا قول مروی ہے دوسرا مسئلہ اگر کوئی شخص نذر کرے کہ میری لونڈی سے میرے کسی غلام کا پہلا مملوک لڑکا جو پیدا ہوگا اُسے آزاد کردونگا

پھر دو بچے پیدا ہون یعنے ایک ہی مرتبہ پیدا ہون تو دونون کو آزاد کردیگا اور اگر پیدا ہونے مین تقدیم اور تاخیر ہو یعنے آگے پیچھے پیدا ہون تو جو لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے وہی آزاد ہوگا اور اگر پہلا بچا مرا ہوا پیدا ہوا اور دوسرا جیتا ہو تو شیخ علی علیہ الرحمہ کے قول کے موافق دوسرا آزاد ہوگا **تیسرا مسئلہ** جب کسی شخص کے بہت سے غلام ہون اور اُنمین سے بعضون کو آزاد بھی کیا ہو پھر اُس سے لوگ پوچھین کہ آیا تو نے اپنے غلامون کو آزاد کیا اور وہ جواب مین کہے کہ ہان آزاد کیا ہے تو اُنھین آزاد کیے غلامون کی طرف عتق پھریگا اور اُن غلامون کیطرف نہ پھریگا کہ جنھین آزاد نہین کیا ہے **چوتھا مسئلہ** اگر کوئی شخص یہ نذر کرے کہ اگر مین اپنی لونڈی سے ہمبستر ہونگا تو اُسے آزاد کردونگا تو صحیح ہے پھر اگر اپنی ملک سے ہمبستر ہونیکے پہلے نکالدے گا تو نذر کا حکم حکم جاتا رہیگا اور اگر اسکے بعد پھر اُس لونڈی کو اپنی ملک مین لائیگا تو پھر قسم کا حکم یعنے نذر کا حکم عود نکریگا **پانچوان مسئلہ** اگر کوئی اپنے پُرانے بندے کے آزاد کرنیکی نذر کرے تو اُس بندے کو آزاد کریگا جو چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ اُسکے ملک مین رہا ہوگا **مترجم** کہتے ہین کہ یہ قول روایت سے مستند ہے اور اسمین کلام بہت ہے اس مقام کے مناسب نہین ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اس مسئلہ کو شیخ رحمہ اللہ نے کتاب نہایہ مین ذکر فرمایا ہے اور اُنھین کی تبعیت متاخرین علماء مین سے ایک جماعت نے کی ہے یہانتک کہ ابن ادریس نے بھی اسمین پیروی کی ہے اور اصل اسمین روایت ہے **چھٹا مسئلہ** جو بندہ آزاد ہو اور اُسکے پاس کچھ مال ہو تو وہ مال اُسکے مالک کا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر مالک اُس مال سے واقف نہوگا تو مالک ہی کا مال ہے اور اگر اُس مال سے واقف ہوگا تو اُس آزاد ہوئے بندے کا مال ہے لیکن اگر مالک نے آزادی مین اس مال کا استثنا کرلیا ہوگا تو پھر بھی اُسی مالک کا مال ہے اور پہلا قول اشہر ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ اس بات پر مبنی ہے کہ آیا بندہ مملوک ہونیکے حال مین کسی چیز کے مالک ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے یا نہین پس بہت سے فقہا ہمارے یہ کہتے ہین کہ بندہ کسی چیز کا مالک نہین ہوتا ہے کیونکہ ظاہر آیت سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک ہوتا ہے اسلیے کہ بہت سی روایتین اسپر دلالت کرتی ہین کہ بندہ مالک ہوتا ہے اور اولی اِن روایتون کا حمل اسپر ہے کہ بندے کو جسمین مالک اجازت دے اسمین تصرف

مباح ہے پھر اگر اُسکے مالک ہونے کے قائل ہون تو اُسکے پاس جو مال ہوگا وہ اُسکے مالک کا ہوگا خواہ آزاد ہو جائے یا مملوک رہے جبتک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ مال مالک کی جہت سے باہر ہے اور اگر اُسکی ملک کے قائل ہون تو اسکے پاس جو مال ہے اور اُسے اُسکا مالک بھی جانتا ہے اور اُسنے اُسکا استثنا آزادی مین نہین کیا ہے تو وہ اُسی بندے کا ہے اور نہین تو اُسکے مالک کا ہے اسلیئے کہ صحیح زرارہ اسی پر دلالت کرتی ہے **ساتوان مسئلہ** جبکہ کوئی تیسرا حصہ اپنے بندون کا آزاد کرے اور وہ چھ نفر ہون تو اُنکے تیسرے حصہ کو قرعہ سے نکالین گے اور قرعہ کی صورت یہ ہے کہ تین رقعے لکھین گے اور ہر رقعے مین دونون غلامونکے نام لکھین گے پھر اُن رقعون کو آزاد ہونیکی اور غلام ہونیکی نیت سے نکالین گے اور اگر آزاد ہونیکی نیت سے نکالین گے تو ایک ہی رقعہ کافی ہو جائیگا اور اگر غلام ہونیکی نیت سے نکالین گے تو دو رقعے نکالنا چاہیے اور یہ قرعہ اُسی صورت مین ہے کہ وہ بندے گنتی مین اور قیمت مین برابر ہون یا اُنکی قیمتین مختلف ہون اور اُنکا تین حصون مین گنتی کی رو سے برابر کرنا ممکن ہو اور اگر قیمتین مختلف ہون اور اُنکا تین حصے گنتی مین برابر برابر کرنا ممکن نہو تو برابر قیمت والے تہائی بندے قیمت کے اعتبار سے نکال لین گے اور گنتی کا اعتبار نکرینگے مثال اُسکی یہ ہے کہ سب پانچ غلام ہون اور دو غلامون کی قیمت چار سو روپیہ ہون تو ہر ایک کی قیمت دو سے ہوئے اور قیمت تین غلامون کی دو سے روپیہ ہون بس دو غلامون کو دو رقعون مین لکھنا چاہیے اور تین غلامون کو ایک رقعہ مین لکھنا چاہیے اور تینون رقعون کو چھپا کر رکھنا چاہیے پھر وہان سے نکالے اگر آزادی کی نیت سے نکالے تو ایک رقعہ کا نکالنا کافی ہے اور اگر بندے ہونیکی نیت سے نکالے تو دو رقعے نکالنا چاہیے تو اس صورت مین تہائی قیمت کے اعتبار سے آزاد ہو جائین گے گو گنتی کی تہائی نہو گی اور اسمین تردد ہے اسلیئے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ والہ وسلم سے ایسے واقعے مین یون مروی ہوا ہے کہ حضرت نے گنتی کے تہائی بندون کو آزاد فرمایا ہے اور یہ قول گو کہ تہائی شریکون کے حصون کی تقسیم کے مطابق ہے پر مروی کے خلاف ہے اور اگر گنتی مین اور قیمت مین برابر کرنا مشکل ہو تو قرعے سے ہر ایک کا نام آزادی کی نیت سے نکالین گے یہان تک کہ قیمت کے اعتبار سے تہائی کو پہونچ جائے اور اگر نکالے ہوئے رقعون مین کچھ تہائی سے کم رہجائے تو اُسے پورا کرینگے کو دوسرے غلام کے کسی حصہ سے پورا ہو **آٹھوان مسئلہ** جو شخص کسی لونڈی کو نسیہ یعنے قرض مول لے اور بایع کو اُسکی قیمت ندے اور اس لونڈی کو آزاد کرے پھر اُس سے نکاح کرے اور مر جائے اور اُس

لونڈی کے سوا اور کچھ مال نہ چھوڑے تو اُس خریدار کا آزاد کرنا اور نکاح کرنا باطل ہوجائیگا اور لونڈی کو اُسکے بیچنے والے کو پھیر دینگے اِس حال سے کہ وہ مملوک ہوگی اور اگر اُس خریدار سے حمل رکھتی ہوگی تو وہ بھی اُس لونڈی کے بیچنے والے کا مملوک ہوگا اور اسے ہشام بن سالم نے روایت کیا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ عتق بھی باطل نہوگا اور حمل بھی مملوک نہوگا اور یہی قول اشبہ ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ فتوی اسی پر ہے اور ہشام کی روایت کی تاویلیں کی ہیں کہ اُن کا ذکر تطویل کا موجب ہے **اُردو مترجم** کہتا ہے کہ اُس روایت ہشام میں کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اُسکی اسناد ضعیف ہے اور اصول مذہب کے خلاف ہے اسیطرح پر صاحب مسالک نے فرمایا ہے **نوان مسئلہ** جب کوئی کسی بندے کے آزاد کرنیکی وصیت کرے اور وہ بندہ متروکہ کی تہائی سے نکلتا ہو تو وارث پر لازم ہے کہ اُس بندے کو آزاد کردیں اور اگر وارث آزاد کرنیکو نمانے تو حاکم اُسے آزاد کردیگا اور اُس غلام کی آزادی کا حکم آزاد ہونیکے وقت سے کرینگے اور مالک کے مرنے کے وقت سے نکرینگے اور جو کچھ اُس غلام نے مالک کے مرنیکے بعد اور اپنے آزاد ہونے سے پہلے کمایا ہوگا وہ اسی غلام کا مال ہے اسلیے کہ آزادی کا سبب مالک کی وفات کے وقت سے ثابت ہوا ہے اور اگر ہم کہیں کہ وہ وارث کا مال ہے تو خوب ہوگا اسلیے کہ اکتساب کے وقت محض بندہ تھا **دسوان مسئلہ** جب کوئی شخص کسی کے کہنے سے اپنے غلام کو اُسکی طرف سے آزاد کردے تو وہ عتق اس کہنے والے کی طرف سے واقع ہوجائیگا اور وہ غلام اُس کہنے والے کیطرف منتقل ہوجائیگا کہ آزادی اُسکی ملک میں متحقق ہو اور اُس غلام کی ملکیت مامور سے آمر کیطرف جانیکے وقت میں تردد ہے بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اُسکیوقت یعنی کہنے کے وقت میں آمر یعنے کہنے والے کی ملکیت سے متعلق ہوتا ہے تاکہ غیر مملوک کا آزاد کرنا لازم نہ آئے اور اسمین بحث ہے اسلیے کہ اس امر میں اطاعت مامور پر واجب نہین ہے پھر ملک کا انتقال امر کے وقت مین کیونکر ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ملک کا انتقال آزاد کرنیکے ساتھ ہی ہوتا ہے اور اسمین بھی اشکال ہے کیونکہ ملک کا انتقال آزاد ہونیکی شرط ہے اور شرط مشروط پر مقدم ہوتی ہے اور مصنف علیہ الرحمہ کہچکے ہین کہ وجہ یہی ہے کہ ثمرے بر کہ عتق کی صحت ہے اور آمر یعنے کہنے والے کے ذمے کی برارت ہے حصر کرلیا جائے اور اسکے سوا ثمینہ ہے کہ اُسکی ضرورت نہین ہے **گیارھوان مسئلہ** اگر کوئی مرض موت مین

کسی بندے کو آزاد کرے تو یہ عتق مریض کے مال کی تہائی مین جاری ہوگا اور وصیت کا حکم رکھتا ہے اور بعضے فقہا اصل مال سے کہتے ہین اور پہلا قول مرجح ہے **دو تفریعین پہلی تفریع** جب کوئی مرض موت مین تین لونڈیون کو آزاد کرے اور اسکے سوا کچھ اور مال نرکھتا ہو تو اُن تینون لونڈیون مین سے ایک لونڈی کو آزادی کے لیے قرعہ سے نکالین گے اور اگر اُسے پیٹ ہو کہ آزادی کے بعد وضع حمل ہو تو وہ بچہ اجماع کی رو سے آزاد ہے اور اگر آزاد ہونے سے پہلے جنی ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ وہ بھی آزاد ہے اور اسمین تردد ہے **دوسری تفریع** جب کوئی شخص مرض موت مین تین غلامونکو آزاد کرے اور انکے سوا اور کچھ مال نرکھتا ہو اور اُسکے بعد ایک غلام مالک کے مرنے سے پہلے مرجائے تو مردہ غلام مین اور دو زندہ غلامون مین قرعہ ڈالین گے اگر آزاد ہونا مُردے کا نکلے گا تو اُسی مرے غلام کے آزاد ہونیکا حکم کرینگے اور اگر اُن دونون زندہ غلامون مین سے کسی کے نام کا نکلے گا تو اُسی مرے غلام پر حکم کرینگے کہ وہ غلام ہونیکی حالت مین مرا ہے مگر اُسے مورث کے ترکہ مین حساب نکرینگے کیونکہ میت کا ترکہ وہی چیز ہوتی ہے جو اُسکے مرنے کے بعد باقی رہی ہو اور ان دو زندہ غلامون مین سے تہائی بھر آزاد ہوگا اور اگر ایک غلام اُن غلامون سے تہائی بھر نہوگا تو ثلث کی بھرتی دوسرے غلام سے کرینگے اور اگر دونون غلامون کی قیمت ترکہ کی تہائی سے بڑھکر ہوگی تو اسمین سے زیادتی بھر بندہ رہیگا **دوسرا سبب سرایت** ہے بس جو کہ اپنے غلام کے کسی حصہ کو مثل تہائی اور چوتھائی کے آزاد کرے تو اُس پورے غلام مین آزادی سرایت کر جائیگی اگر وہ آزاد کرنے والا تندرست ہوگا یعنے بیمار نہوگا اور اُسکا تصرف بھی جائز ہوگا یعنے اُسپر شارع علیہ السلام نے حجر نکیا ہوگا اور اگر اُس بندے مین اس آزاد کرنیوالے کا کوئی شریک ہو اور وہ آزاد کرنیوالا مالدار ہو تو اُس شریک کے حصہ کی قیمت اُسی آزاد کرنیوالے سے دلوائین گے اور اگر وہ معتق یعنے آزاد کرنیوالا محتاج ہوگا تو بندہ اپنے کاروکسب سے اُس شریک کے حصے بھر کا بہم پہنچا کے اُسے دیدیگا اور آزاد ہوجائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر شریک کی ضرر رسانی کے قصد سے آزاد کرے اور مالدار بھی ہو تو چاہیئے کہ شریک کے حصہ کی قیمت اُسے دیدے اور اگر محتاج ہوگا تو عقد آزادی باطل ہوجائیگا اور اگر قربت کے قصد سے اپنے حصہ کو آزاد کریگا تو اُسکا حصہ آزاد ہوجائیگا اور بندہ کما کر شریک کے حصّے کی قیمت کو ادا کردیگا اور معتق یعنے آزاد کرنیوالے کو شریک کے حصّے کی قیمت کا دینا واجب

نہین خواہ مالدار ہو یا محتاج ہو اور اگر بندہ کمانے سے عاجز آئے یا وہ بندہ کمانے کو قبول نکرے تو آزادی بھر کلہو مالک ہے اور شریک کے حصہ بھر کا مملوک ہے اور جو کچھ اپنے کار کسب سے پیدا کریگا وہ اُس بندے مین اور شریک مین مشترک رہیگا اور نفقہ یعنے ضروری خرچ بھی اُس بندے کا اُس مین اور شریک مین مشترک رہیگا اور فطرہ بھی اُسکا مشترک رہیگا اور اگر مہابات یعنے دِنون کی تقسیم اُسکے ساتھ شریک کرے تو بھی صحیح ہے اور معتاد اور غیر معتاد کسب کو شامل رہے گا یعنے جو اپنے حصے کے دنون مین پیدا کرے گا وہ اُسکا مال ہے اور جو شریک حصہ کے دنون مین کما لے گا وہ شریک کا مال ہے خواہ معتاد کسب ہو جیسے ہر روز کا کار کسب ہے یا غیر معتاد ہو جیسے شکار یا راہ مین کچھ پاتا ہے اور اگر بندہ تین مالکون مین مشترک ہو اور اُسے دو مالک آزاد کردین تو تیسرے مالک کے حصے کی قیمت اُنھین دونون سے برابر لےلین گے خواہ اُنکے حصے برابر ہون یا کم زیادہ ہون اور قیمت آزادی کے وقت کی معتبر ہے اسلیے کہ اُسی وقت مین بندہ کا حصہ اُسکی ملکیت سے نکل گیا ہے اور شریک کا حصہ اُسکی قیمت کے دیدینے سے آزاد ہوتا ہے اور دوسرے شریکون کے حصون کے آزاد ہوجانے سے آزاد نہین ہوتا ہے اور شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ قیمت کی ادائی پر اِس معنی سے موقوف رہتا ہے کہ اگر آزاد کرنیوالے شریک نے دوسرے شریک کے حصے کی قیمت دیدی تو آزاد ہونیکے وقت سے آزاد ہوجائیگا اور اگر نہ دی تو آزاد نہوگا اور اگر آزاد کرنیوالا شریک کے حصے کی قیمت کے بغیر دیئے ہوئے بھاگ جائے تو اُسکے پھرنے تک صبر کرینگے اور اگر شریک کے حصے کی ادا کرنے پر قدرت نرکھتا ہو تو مقدور اور کشایش حاصل ہونے تک کی اُسے مہلت دینگے اور اگر مشترک بندے کی قیمت مین اختلاف کرین تو مقبول قول معتق کا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ شریک کا قول مقبول ہے اسلیے کہ معتق نے شریک کے حصے کو اُسکے ہاتھ سے نکالدیا ہے اور اگر معتق اُس بندے مین کوئی عیب ہونیکا دعوی کرے تو مقبول شریک کا قول ہوگا یعنے عیب کا اثبات معتق پر لازم ہے اور ثابت کرنے سے عاجز آنے پر قسم شریک سے لینا ہوتا ہے اور مالداری جو شریعت مین معتبر ہے اُس سے یہ عبارت ہے کہ آٹھ پہر کا قوت اُسکا اور اُسکے عیال کا چھوڑکر اُسکے پاس شریک کے حصے کی قیمت بھی ہو اور اگر بندے کے حصے کا ایسا شخص وارث ہو کہ وہ بندہ اُس وارث پہ آزاد ہوجائے جیسے وارث کا باپ یا مان یا اُسکی بہن ہو تو شیخ علیہ الرحمہ نے خلاف مین فرمایا ہے کہ وہ وارث سے

متعلق ہوتے ہی آزاد ہو جائیگا اور شریک کے حصے میں بھی عتق سرایت کریگا اور پورا پورا آزاد ہو جائیگا اور اُس حصے کی بھی قیمت وارث کے ذمہ پر ہوگی اور یہ قول بعید ہے اور اگر کوئی بندے میں سے اپنے حصے کے آزاد کرنیکی وصیت کرے یا اپنے سارے بندے کے آزاد کرنے کی وصیت کرے اور اُس بندے کے سوا اُسکے پاس اور کچھ مال نہو تو پہلی صورت میں موصی کے مرنے کے بعد اُس حصے میں سے اُتنا آزاد ہوگا جتنا اُسکے متروکے کی تہائی بھر ہوگا اور تہائی سے زیادہ نہوگا اور دوسری صورت میں بندے کا تیسرا حصہ آزاد ہوگا کہ متروکہ کے تہائی میں وصیت جاری ہوتی ہے اور باقی بندے کی دو تہائی وارثوں کی مملوک رہیگی اور اسمیں عتق سرایت نہیں کریگا کہ بندے کی باقی کی قیمت وارث دین اور اسیطرح پر اگر مرض موت میں کوئی بندے کو آزاد کرے تو متروکہ کی تہائی مال سے آزاد ہوگا اور باقی مریض پر بچا جائیگا اور جس بندے کے آزاد کرنیکی مالک اپنے مرنے کے بعد وصیت کرے اور ترکے کی تہائی سے آزاد ہو تو اُسکی قیمت موصی کے مرنیکے بعد کی معتبر ہے اور وصیت کے وقت کی معتبر نہیں ہے اسطرح کہ وصیت کے وقت زیادہ قیمت لگتی تھی اور مرنے پر کم رہ گئی تو وہی کم قیمت متروکے کی تہائی پر پڑے گی اور جس بندے کو مالک نے مرض موت میں آزاد کر دیا ہے تو اُسکی قیمت آزاد ہونیکے وقت کی اعتبار کرنا چاہیے کہ متروکے کی تہائی سے کم ہے یا زیادہ ہے تا متروکے کی تہائی سے آزاد ہو اور متروکے کی قیمت وفات کے وقت سے ورثہ کے قبض و تصرف کے وقت تک کی دونوں قیمتوں میں جو کم ہوگی اُسیکا اعتبار کرینگے کہ اگر وفات کے وقت ورثہ کے قبضے سے پہلے سو روپیہ کا مال تھا اور جب ورثہ کے قبضے میں آیا تو اسی روپیہ کا اُٹھنے لگا بس ترکے کا حساب اُسی اسی روپیہ سے کرینگے اور بندے کی قیمت کے بھی اُسی قیاس پر حساب کرنا چاہیے تا تہائی معلوم ہو جائے اسلیے کہ جو موصی کے مرنیکے بعد ترکے میں سے کم ہو جائیگا وہ ترکہ میں معتبر نہیں ہے اور جو ترکے میں بڑھ جائیگا وہ وارثوں سے تعلق رکھتا ہے اسلیے کہ اُنکے ملک میں بڑھا ہے اور وہ میت کے ترکے میں داخل نہیں ہے اور اگر کوئی حاملہ لونڈی کو آزاد کرے تو جو بچہ کہ اُسکے پیٹ میں ہے وہ بھی آزاد ہو جائیگا گو مالک اُس بچے کو آزادی سے مستثنیٰ کر دے اور یہ مطابق اُس روایت کے ہے جسے سکونی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے اور اسمیں اشکال ہے اسلیے کہ مالک نے حمل کے آزاد کرنیکا قصد نہیں کیا ہے اور یہ روایت مذہب امامیہ کے مخالف اور عامہ کے مذہب کے مطابق ہے بس ضعیف مشہری تفریع جب کوئی بندہ

دو مالکوں میں مشترک ہو اور ہر ایک دوسرے پر دعویٰ کرے کہ تونے اپنے حصے کو آزاد کیا ہے اور
دونوں آپس میں قسمیں کھائیں پھر اسکے بعد بندے کے دونوں حصوں کا مملوک رہنا ثابت ہوگا اور جب
ایک شریک مشترک بندے میں سے اپنے حصے کو آزاد کردے اور دوسرے شریک کے حصے کی قیمت عتق
کی سرایت کے سبب سے دیدے تو آیا آزادی قیمت کے دینے کے وقت پائی جائیگی یا اسکے بعد اس میں تردد ہے
اشبہ یہی ہے کہ قیمت دینے کے وقت آزادی متحقق ہوگی اسلیئے کہ آزادی مملوک سے متعلق ہوتی ہے اور غیر مملوک سے
متعلق نہیں ہوتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ آزادی قیمت دینے کے قریب ہی پائی جاتی ہے تو خوب
ہوگا اور جب کوئی وارث وارثوں میں سے مشترک بندے کی آزادی کی گواہی دے تو اس گواہی دینے والے
وارث کے حصے بھر کا آزاد ہونیکا حکم کردینگے اور اسکی گواہی سے اور وارثوں کے حصوں میں آزادی
ثابت نہوگی اور دوسرا وارث بھی گواہی دے اور دونوں عدل اور شرطوں کے جامع ہونگے تو شہادت
قبول کیجائیگی اور پورا پورا بندہ آزاد ہوجائیگا اور نہیں تو انھیں کے حصوں بھر کا آزاد ہوجائیگا اور
باقی وارثوں کے حصوں میں آزادی کا حکم نہوگا اور ان دونوں گواہوں میں سے کسی کو اور شریکوں کے
حصے مول لینے کی تکلیف نہ دینگے یعنی عتق انکے حصوں میں سرایت نکریگا اسلیئے کہ گواہی عتق کو ثابت
کرتی ہے کچھ عتق کو واقع نہیں کرتی ہے اور سرایت کا باعث عتق کا واقع کرنا ہے اور عتق کا ثابت کرنا
سرایت کا باعث نہیں لیکن ملک جب کوئی عورت یا مرد ماں باپ میں سے کسی کا مالک ہو اور وہ ماں
باپ کتنے ہی بلند ہوں یعنی باپ کا باپ وغیرہ اور اولاد میں سے کسی کا مالک ہو اور وہ کتنی ہی پست ہو جیسے
بیٹی کا بیٹا وغیرہ تو وہ اسی وقت آزاد ہوجائیگا اور اسیطرح پر ایسی نسبی قرابتی عورتیں جن سے نکاح مرد پر
حرام ہے جیسے خالہ پھوپھی بہن وغیرہ یعنی جب ان میں سے کسی کا مالک ہوگا وہ آزاد ہوجائیگی اور عورت پر
ان دونوں کے سوا آزاد نہونگے یعنی آباء اور اولاد اور اگر دودھ کی جہت سے ایسے شخص کا مالک ہو کہ جو کی
ملکیت میں نسب کی رو سے آزاد ہوجاتا ہے جیسے رضاعی باپ اور رضاعی ماں وغیرہ ہے اس میں دو
روایتیں ہیں زیادہ مشہور یہی ہے کہ وہ آزاد ہوجائیگا اور انہیں ملک کے ثابت ہونے کے وقت سے
عتق متحقق ہوجاتا ہے اور جیسا کہ پورا بندہ جسکی ملک ہونے سے آزاد ہوجاتا ہے اسیطرح اسکا جزء بھی اسکی ملک
کے سبب سے آزاد ہوجاتا ہے اور جس مالک کی ملکیت سے بندہ کا جزء آزاد ہوجائے اور وہ مالدار ہو
تو آزادی اس بندے کے باقی حصوں میں سرایت نہیں کرے گی کہ اسے باقی حصوں کی قیمت دینا چاہیئے

اور یہی حکم ہے اگر کوئی شخص بے اختیار ایسا مالک ہو جائے جیسے اُسے میراث مین ہو پہنچے تو بھی حصون کی قیمت کا دینا لازم نہین اور اگر اپنے اختیار سے ملک کو واقع کرے جیسے خریدکرے اور مالدار سے ہو تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اور دن کے حصون مین بھی عتق سرایت کریگا اور اُسے اُنکے حصون کی قیمت دینا چاہیے اور اسمین تردد ہے **مترجم** کہتے ہین کہ اسمین تردد کا سبب یہ ہے کہ خریدار نے اپنے خرید کیے حصے کو خود نہین آزاد کیا کیونکہ یہ آزادی اُسکی ملکیت سے ہوئی ہے بے خریدار کے اختیار کے آزادی اُس سے متعلق ہو گئی ہے بس خریدار عتق کا فاعل نہین ہوا ہے کہ شریکون کے حصون کی قیمت اُسکے ذمے عائد ہو اور اس اعتبار کے سبب سے کہ جب اُسنے قصداً ایسے تملک کا کیا کہ جبر آزادی متفرع ہے تو اُسنے عتق کا قصد کیا کیونکہ سبب کا فاعل مسبب کا بھی فاعل ہوتا ہے پھر اس سے عتق سرایت کریگا اور شریکون کی قیمت کی ادا اُسپر لازم ہو گی اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ سرایت زیادہ صحیح ہے اور شریکونکے حصون کی قیمت کی ادا اُسپر واجب ہے **اُردو مترجم** کہتا ہے کہ اس دلیل سے کہ عتق کی اسناد مجازی ہے اور وہ حقیقت مین عتق کا فاعل نہین ہے بس تردد مصنف کا بجا ہے اور اور بے دلیل کے وجوب کا ثبوت تحکم اور بیجا ہے اور رفع شبہات کو اصل عدم موجود ہے **دو فرعین** پہلی **فرع** اگر کوئی شخص کسی نابالغ لڑکے یا دیوانہ کے لیے اپنے غلام مین سے کوئی حصے کی وصیت کرے کہ وہ غلام اُسکی ملک مین آزاد ہو جاتا ہو اور وہ موصی یعنی لڑکا یا دیوانہ محتاج یعنے فقیر ہو تو اُس لڑکے یا دیوانے کے ولی کو قبول کر لینا اُس وصیت کا اُس شرط سے جائز ہے کہ اسمین کوئی نقصان اُس لڑکے یا دیوانے کا نہو تا ہو اور اگر نقصان ہوتا ہو گا تو ولی کو قبول کرنا جائز نہین اسلیے کہ ولی کے تصرف اُنکے نفعون کی جہتو مین جاری ہین اور نقصان مین جاری نہین جیسے بیمار معسر باپ کسی کا غلام ہو اور اسمین سے کوئی شخص کسی حصے کو وصیت کرے اگر ولی اُسے قبول کریگا تو وہ آزاد ہو جائیگا اور اُس لڑکے او لوانے کا واجب نفقہ ہو جائیگا یعنے اُسکا ضروری خرچ اُسے دینا واجب ہو جائیگا **دوسری فرع** اگر کوئی شخص کسی نابالغ لڑکے کے لیے یا کسی دیوانے کے لیے کسی ایسے غلام مین سے کچھ حصے کی وصیت کرے کہ وہ غلام اُسکی ملک ہونے سے آزاد ہو جاتا ہو اور وہ لڑکا یا دیوانہ محتاج ہو تو ولی کو اُس وصیت کا قبول کر لینا جائز ہے اسلیے کہ اسمین مولی علیہ یعنے اُس لڑکے یا دیوانہ کی جسکا یہ ولی ہے منفعت ہے کہ اُسکے قریب کے رشتہ دار کا ایک حصہ آزاد ہوا جاتا ہے اور اُسکا کچھ نقصان اسمین نہین ہے اسلیے کہ فقیر پر رعیتی کپڑا واجب نہوگا

اور عتق بھی اور دونکے حصون مین سرایت نکرے گا کہ انکی قیمتین دینی پڑین اور اگر وہ لڑکا یا دیوانہ مالدار ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایسی وصیت کا ولیکو قبول کرنا جائز نہین اسلیے کہ اُسے اور دونکے حصون کی قیمتین دینا لازم ہوجائینگی اور موجہ یہی ہے کہ قبول کرلینا جائز ہے اسلیے کہ اشبہ یہی ہے کہ یہ استخلاص یعنے قیمت دیکر چھڑا لینا ولی کے قبول سے لڑکے یا دیوانے کے ذمے نہوگا کیونکہ یہ نقصان ہے اور نقصان مین ولی کا فعل جاری نہین ہوتا ہے پھر عتق کی سرایت متحقق نہوگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس حصے نے لڑکے کی بے اختیاری مین اُسکے ملک سے تعلق کیا ہے اسلیے کہ ولایت قہری امر ہے لڑکے یا دیوانے کے اختیار سے نہین ہے **مترجم** کہتے ہین کہ اسمین اشکال ہے اسلیے کہ ولی کا قبول کرلینا بھی مولی علیہ کے قبول کرلینے کے مثل ہین ہے جیسا کہ فقہا نے کہا ہے ولی کا اختیار مثل مولے علیہ کے اختیار کے ہے لیکن عوارض یعنے ایسے عارضی امر جو مملوک کی آزادی کے موجب ہین وہ نابینائی ہے اور جذام ہے اور زمین گیری ہے یعنے پھرنے کی قدرت نہونا ہے خواہ اُس کی طرف سے ہو یا خدا کی طرف سے ہو اور اپنے مالک سے پہلے دار الحرب مین مملوک کا مسلمان ہوجانا ہے اور آزاد مورث کی میراث مین سے بندے کا اپنی قیمت بھر مالک کو دیدینا ہے جبکہ اسکے سوا اُس مورث کا کوئی اور وارث قریب نہو تو اُسے مول لیکر آزاد کرنا چاہیے اور بندے کو اسکا مالک مثلہ کرے یعنے اسکی ناک یا کان یا اسکے مثل مین کچھ کاٹ لے تو اُس بندے کے آزاد ہونے مین تردد ہے اور مروی یہی ہے کہ وہ بھی آزاد ہوجائیگا اور کبھی لونڈی مالک کا لڑکا جننے سے بھی آزاد ہوجاتی ہے بس چاہیے کہ آزادی کے تین سبب ایک کتاب مین بیان کیے جائین اسلیے کہ اِن تینون سببون کا ثمرہ مملوکیت کو دور کردینا ہے

کتاب تدبیر ومکاتبہ واستیلاد

یہ کتاب تدبیر اور مکاتبہ اور استیلاد کے بیان مین ہے **تدبیر** مالک کا بندے کو اپنے وفات کے بعد آزاد کردینا ہے اور اگر مالک اپنے بندے کی آزادی کو کسی اور کے مرنے پر معلق کرے جیسے مملوکہ کی شوہر کے مرنے پر یا اُس شخص کے مرنے پر جسکے خدمت کے لیے مملوک کو مقرر کیا ہے تو اسمین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ جائز ہے اور یہ بھی تدبیر کا حکم رکھتا ہے اور اسکا مستند حدیث ہے اور تدبیر کا جاننا تین مقصدون کے بیان کو چاہتا ہے پہلا مقصد اسکے صیغے مین ہے اور اُس چیز کے بیان مین ہے جس سے تدبیر حاصل ہوتی ہے اور تدبیر کا

صریح صیغہ یعنے عبارت یہ ہے کہ اپنے مملوک سے کہدے کہ انت حر بعد وفاتی یعنے تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے یا یہ کہدے کہ جب مین مر جاؤنگا پھر تو آزاد ہو جائیگا یا عتق یا معتق اسم مفعول کے صیغے سے کہے اور سارے شرط کے حرف تدبیر کے صیغے مین برابر ہین خواہ ان مت یا اذا مت یا لو مت کہے یعنے اگر مین مر جاؤن یا جبکہ مین مر جاؤن یا اگر مین مر جاؤن اور اسیطرح پر یعنے لفظون کا اختلاف کہ جن سے تدبیر کی تعبیر کرے مین کچھ فرق نہین ہے الا ٹے جیسے کہین کہ یہ غلام یا یہ لونڈی یا تو یا فلان بندہ اور یہی حکم ہے اگر کسی وقت سے یا کسی زمانے سے مقید کرے اور یہ تدبیر دو قسمون پر منقسم ہوتی ہے ایک مطلق تدبیر جیسے کہے جب مین مر جاؤن اور دوسری مقید تدبیر ہے جیسا کہ کہے کہ جب مین اس سفر مین یا اس مرض مین یا اس سال مین یا اس مہینے مین مر جاؤن تو تو آزاد ہے اور اگر یہ کہے کہ تو مدبر ہے اور اسی پر اکتفا کرے اور کچھ نہ کہے تو تدبیر منعقد ہوگی اور اگر اس عبارت کو کہے کہ جب مین مر جاؤنگا تو تو آزاد ہے تو یہ تدبیر صحیح ہے اور صحت کا سبب تدبیر کے صیغے کا تلفظ ہے نہ اگلی عبارت کہ تو مدبر ہے اور اگر کوئی غلام دو شریکون مین مشترک ہو اور دونون مالک یہ کہین کہ جب ہم مر جائینگے پھر تو آزاد ہے تو ہر ایک کی تدبیر ہر ایک کے حصے سے متعلق ہوگی اور شرط پر معلق ہوگی کہ ایک حصے کے آزادی دوسرے حصے کی آزادی پر موقوف رہے اور پورا پورا بندہ دونون مالکون کے مرنیکے بعد آزاد ہو جائیگا اس شرط سے کہ ہر مالک کا حصہ اسکے ترکے کی تہائی سے زیادہ نہو اسلیے کہ ترکے کی تہائی سے زیادہ مین وصیت جاری نہین ہوتی ہے اور نہین تو جسکا حصہ ترکے کی تہائی بھر یا تہائی سے کم ہوگا اُسکے حصے مین آزادی جاری ہو جائیگی اور جس مالک کا حصہ ترکے کی تہائی سے زیادہ ہوگا تو تہائی بھر مین آزادی جاری ہو جائیگی اور جتنا تہائی سے زیادہ ہوگا اُتنا مملوک رہیگا اور اگر ایک آقا مر جائیگا تو اگر اسکا حصہ تہائی بھر یا کم ہوگا تو اُسکے حصے بھر بندہ آزاد ہو جائیگا اور دوسرے مالک کا حصہ اُسکے مرنے پر موقوف رہیگا اور کوئی شخص یہ توہم نہ کرے کہ ہر مالک کے حصہ کا آزاد ہونا دوسرے مالک کے حصے کے آزاد ہونے پر معلق رکھنے سے عتق کو شرط پر معلق کیا ہے اور یہ جائز نہین اسلیے کہ اس عبارت مین اسکا بھی احتمال ہے اور عتق کو اُس کے بعد وفات کے واقع کرنیکا بھی احتمال ہے کہ دونو معنی صحیح ہین اور انھین معنون کو مسلمان کے قصد کو باطل سے معذور رکھ بچانے کے لیے مراد لینا چاہیے تدبیر کی شرطین دو ہین پہلی شرط تدبیر کے صیغے کو قصد سے کہنا ہے پھر اگر سہو سے یا غلطی سے یا مستی کے حال مین یا شدت کے غصے مین بے قصد کے یہ الفاظ زبان سے نکالے گا تو یہ کلام لغو ہے اور اسکا اعتبار تدبیر کے حاصل ہونے مین نہوگا اور بعضے فقہا نے

قربت کے قصد کو بھی شرط کیا ہے اور اسمین تردد ہے اور موجہ یہی ہے کہ شرط نہین ہے دوسری شرط تدبیر کی یہ ہے کہ علماءین کے مشہور قول پر تدبیر کا شرط اور صفت سے خالی ہونا ہے اور شرط اور صفت مین کا فرق مکرر بیان ہو چکا ہے پھر اگر شرط پر معلق کرے اور جیسے کہے کہ اگر مسافر سفر سے پھر آئے پھر تو میرے مرنیکے بعد آزاد ہے یا صفت پر معلق کرے اور کہے کہ ماہ رمضان کا چاند دیکھا جائے تو میرے مرنیکے بعد تو آزاد ہے تو اس سے تدبیر منعقد نہو گی اور یہی حکم ہے اگر کہے کہ میرے مرنے پر ایک سال یا چھ مہینے کے بعد تو آزاد ہے یا یون کہے کہ میرے مرنے کے بعد تو میرے بیٹے کو اسقدر روپیہ دیگا تو پھر تو آزاد ہے تو یہ سب نہ تو تدبیر ہے اور نہ کتابت ہے جیسا کہ اسکا بیان ہوگا اور مدبرہ لونڈی اپنے آقا کی مملوکہ ہے اُسے اُس لونڈی سے ہمبستر ہونا پہونچتا ہے اور اُسے اسمین تصرفات مثل کام لینے وغیرہ کے جائز ہین اور اگر اُس لونڈی کو اسکے مالک کا پیٹ رہجاے تو بھی تدبیر باطل نہوگی اور جب اُسکا مالک مرجائیگا تو اُسکے متروکہ کی تہائی سے آزاد ہو جائیگی اور اگر متروکے کی تہائی اُسکی قیمت بھر نہو گی تو جتنا حصہ اُس لونڈی مین متروکے کی تہائی سے زیادہ ہوگا اُسمین لونڈی رہیگی اور اگر حاملہ ہوگی تو اپنے بچے کے حصے مین سے آزاد ہو جائیگی اور اگر مدبرہ لونڈی اپنے مالک کے غلام سے تدبیر کے بعد حمل رکھوائے تو وہ حمل بھی مان کیطرح پر مدبر ہوگا خواہ وہ ہمبستری عقد نکاح سے ہوئی ہو یا زنا سے ہوئی ہو یا شبہ سے ہوئی ہو اور اگر مالک اُس لونڈی کی تدبیر کو زائل کرے تو اُسکی اولاد کی تدبیر کا زائل کرنا نہین جائز ہے اسلیے کہ اس باب مین روایتین وارد ہوئی ہین اور اُسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ اولاد مین تدبیر مان کی تدبیر کی سرایت کے طریق سے ہے اور یہ مالک کے اختیار سے نہین ہے پھر اُسمین رجوع جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مدبرہ لونڈی کی اولاد کی تدبیر کو بھی مالک زائل کر سکتا ہے لیکن پہلا قول مروی ہے اور یہی مدبر غلام کا بھی حکم ہے کہ تدبیر کے بعد اُسکے لڑکا پیدا ہو تو وہ بھی اُسکے مالک کا باپ کی طرح سے مدبر مملوک ہوگا اور اگر کوئی اپنی لونڈی کو مدبرہ کرے اور پھر اُسکی تدبیر مین رجوع کرے یعنے پھر جائے اور وہ لونڈی ایک لڑکا جنے کہ رجوع کے وقت سے اُس لڑکے کے پیدا ہونیکے وقت تک چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ گزرے ہون تو یہ لڑکا مدبر نہوگا اسلیے کہ احتمال ہے کہ رجوع کے بعد مان کے پیٹ مین پڑا ہو اور اگر رجوع کے وقت سے پیدا ہونے کے وقت تک چھ مہینے سے کم گزرے ہون کہ یہ چھ مہینے کی مدت کم سے کم حمل کی مدت ہے تو وہ لڑکا

مدبر ہوگا اسلیے کہ معلوم ہے کہ تدبیر کے وقت ماں کے پیٹ میں منعقد ہو چکا تھا پھر ماں کی تدبیر میں کی رجوع اُس بچے میں سرایت نکریگی اور وہ اپنے تدبیر پر باقی رہیگا اور اگر حاملہ لونڈی کی کوئی تدبیر کرے تو بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اگر ماں تدبیر کے وقت پیٹ کے ہونے سے واقف ہو تو حمل بھی مدبر ہے اور اگر واقف نہو تو ماں کے تدبیر حمل میں سرایت نکرے گی اور مالک کا وہ مملوک ہے اور وشا کی روایت میں اسیطرح پر وارد ہوا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ حمل مدبر نہوگا اسلیے کہ مالک نے اُسکی تدبیر کا قصد نہیں کیا ہے اور یہی اشبہ ہے دوسرا مقصد مباشر تدبیر یعنے اپنے مملوک کی تدبیر کرنیوالے کے بیان میں ہے تدبیر کرنیوالے میں بلوغ اور کمال عقل اور قصد اور اختیار معتبر ہے اور یہ معتبر ہے کہ اُسکا تصرف اُسکے مال میں جائز ہو یعنے حاکم شرع نے اُسپر مفلسی وغیرہ کے سبب سے حجر نکیا ہو پھر اگر نابالغ لڑکا اپنے مملوک کو تدبیر کرے تو یہ تدبیر واقع نہوگی اور روایت میں وارد ہوا ہے کہ اگر نابالغ لڑکا ممیز ہو اور دس برس کا سن رکھتا اور اپنے مملوک کی تدبیر کرے تو اُسکی تدبیر صحیح ہے اور دیوانے کا تدبیر کرنا بھی صحیح نہیں ہے اور نہ اُس شخص کا صحیح ہے کہ جسپر تدبیر کرنے کے لیے کسی نے جبر کیا ہو اور وہ مجبوری اور بے اختیاری سے اپنے مملوک کی تدبیر کرے تو صحیح نہیں ہے اور مدہوش یعنے نشے سے مست کے تدبیر صحیح نہیں ہے اور جو شخص بے قصد کے سہو سے تدبیر کرے تو اُسکی تدبیر بھی صحیح نہیں ہے اور آیا کافر کا اپنے مملوک کی تدبیر کرنا صحیح ہے اشبہ یہی ہے کہ صحیح ہے خواہ حربی کافر ہو یا ذمی کافر ہو اور اگر مسلمان اپنے بندے کی تدبیر کرے پھر تدبیر کے بعد مرتد ہو جائے تو اُسکی تدبیر باطل نہوگی اور ارتداد کے بعد جب مر جائیگا تو وہ مدبر بندہ آزاد ہو جائیگا اگر تدبیر کرنیوالا ملی مرتد ہوگا اور اگر فطری مرتد ہوگا کہ فطرت اسلام میں پیدا ہوا ہوگا تو اُسکے مرنے پر اُسکا مدبر بندہ آزاد نہوگا کیونکہ فطری مرتد کا قتل واجب ہے اور اُسکا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور اُسکے بندے اُسکی ملکیت نکلکر اُسکے وارثوں کی ملک میں جا رہتے ہیں اور مدبر بندے کی آزادی میں شرط ہے کہ اپنے مالک کی وفات تک اُسکی ملک میں رہے اور اسمیں تردد ہے اسلیے کہ مدبر کا حق وارثوں کے حق کے پہلے سے ہے پھر مالک کے مرتد ہو جانے سے وہ بندہ وارثوں کے ملک کی طرف صرف بندہ ہونے پر منتقل نہوگا اور جب فطری مرتد کہ اُسکا مالک ہے مر جائیگا تو وہ مدبر بندہ آزاد ہو جائیگا اور کوئی شخص ملی مرتد ہو جائے اور ارتداد کے بعد اپنے بندے کی تدبیر کرے تو اُسکی تدبیر صحیح ہے اور

اگر مرتد فطری ہو اور ارتداد کے بعد تدبیر کرے تو اُسکی تدبیر صحیح نہین ہے اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مرتد خواہ ملّی ہو یا فطری ہو اُسکی تدبیر صحیح ہے مگر اس قول مین وہی اشکال ہے کہ بیان ہو چکی کیونکہ فطری مرتد کی ملکیت شرع کے حکم سے زائل ہو جاتی ہے پھر اُسکی تدبیر کیونکر بحال رہ سکتی ہے اور اسکا جواب بھی ظاہر ہو چکا ہے اسلیے مصنف علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ مین تردد اور توقف فرمایا ہے اور اگر کوئی کافر اپنے کافر بندے کو مدبر کرے اور پھر وہ بندہ مسلمان ہو جائے تو اُس کافر کو اُس بندے کے بیچنے کی کسی مسلمان کے ہاتھ تکلیف دینگے خواہ وہ کافر اُسکی تدبیر مین رجوع کرے یا نکرے اور اگر اس مسلمان بندے کے بیچنے سے اور تدبیر مین رجوع کرنے سے پہلے اُسکا مالک مرجائے تو وہ بندہ اُسکے متروکے کی تہائی سے آزاد ہو جائیگا اور اگر اُسکی قیمت تہائی سے زیادہ ہو گی تو تہائی پھر آزاد ہو جائیگا اور باقی وارث کی ملک رہیگا اور اگر وارث مسلمان ہو گا تو اُسکی ملکیت اُس بندے پر قرار پا جائیگی اور اگر کافر ہو گا تو اُس بندے کی رقیت بھر کی مقدار کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالین گے اور اُسکی قیمت اُسکے مالک کو دینگے اور گونگے مالک کا تدبیر کرنا تدبیر کے سمجھانیوالے کسی اشارہ سے صحیح ہے اور اسی طرح پر تدبیر سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے اور صحت کی حالت مین تدبیر کرے اور اسکے بعد گونگا ہو جائے اور مفہم اشارے کے ساتھ رجوع کرے تو بھی صحیح ہے **تکلیف مقصد** تدبیر کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا **مسئلہ** تدبیر وصیت کا حکم رکھتی ہے کہ اسمین رجوع جائز ہے خواہ زبان سے ہو جیسے یون کہے کہ مین نے تدبیر سے رجوع کی یا فعل سے ہو جیسے اُسے کسی شخص کو دیڈالے یا وقف کرے یا وصیت کرے کہ اس بندے کو میرے مرنیکے بعد فلان شخص کو دیدینا خواہ مطلق تدبیر ہو یا مقید تدبیر ہو اور مطلق مدبر کی اور مقید مدبر کی مثالین اسکے پہلے بیان ہو چکی ہین اور اسیطرح پر کوئی اپنے مدبر بندے کو بیچ ڈالے گا تو وہ تدبیر باطل ہو جائیگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ پہلے اُسکی تدبیر سے رجوع کرے اور اُسکے بعد بیچے تو بیع صحیح ہے اور یہی حکم ہے اگر اُسکے بیچنے کے ساتھ تدبیر سے رجوع کا قصد کیا ہو تو بھی صحیح ہے اور اگر رجوع کا قصد نکرے تو اُسکی خدمت مین بیع جاری ہو جائیگی اور رقبہ مین بیع جاری نہو گی اور اپنے مالک کے مرنیکے بعد وہ آزاد ہو جائیگا اور اگر مالک اپنے بندے کی تدبیر کا منکر ہو جائے تو یہ انکار تدبیر سے رجوع نہین ہے یعنے جب رجوع کے ارادہ کرنے پر کوئی ایسا قرینہ نہو جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ تدبیر کے منکر ہونے سے تدبیر مین رجوع کا قصد کیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ تدبیر کا انکار بھی رجوع ہوتی ہے اور اگر مملوک دعوی کرے کہ

مجھے تو نے مدبر کیا ہے اور مالک انکار کرے اور قسم کھالے تو واقع مین تدبیر باطل نہو گی گو مدبر بندے کا تدبیر کا دعوی ساقط ہو جائیگا **دوسرا مسئلہ** مدبر بندہ اپنے آقا کے مرنیکے بعد اسکے متروکے کے تیسرے حصہ سے آزاد ہو جائیگا پھر اگر تہائی سے نکل سکے گا تو پورا پورا آزاد ہو جائیگا اور اگر متروکہ کی تہائی اس پورے بندے کی قیمت بھر کی نہو گی تو تہائی بھر آزاد ہو جائیگا اور باقی مین وارثون کا مملوک رہیگا اور اگر اس غلام کے سوا اسکے مالک کے پاس کچھ نہوگا تو تیسرا حصہ اس غلام کا آزاد ہو جائیگا اور باقی دو تہائی مین وارثون کا مملوک رہیگا اور اگر کوئی شخص اپنے بندون کی ایک جماعت کی تدبیر کرے پھر اگر وہ سب اسکے متروکے کی تہائی سے نکل سکین گے تو وہ سب کے سب آزاد ہو جائینگے اور اگر انکی قیمت تہائی سے بڑھکر ہوگی تو تہائی بھر کے آزاد ہو جائینگے اور باقی وارثون کے مملوک رہینگے اور اس بندے سے آزاد کرینگی شروع کرینگے جسکی تدبیر پہلے اس مرنے والے نے کی تھی پھر اسی طرح پر دوسرے تیسرے وغیرہ کی تدبیر کے واقع ہونیکی ترتیب سے آزاد کرینگے اور اگر ترتیب معلوم نہو تو قرعے سے بندون کے نام تہائی بھر نکالین گے اور اگر مُردے پر تہائی بھر کا قرضہ ہو تو تدبیر باطل ہو جائیگی اور مدبر بندون کو اسکے ذمے کا قرضہ ادا کرنیکے لیے بیچ ڈالین گے اور اگر ترکہ قرضے سے زیادہ ہوگا تو دین بھر کے مدبر بندے بیچ ڈالین گے اور باقی مین سے تہائی بھر کے بندے آزاد کر دیے جائینگے خواہ تدبیر دین سے پہلے ہوئی ہو یا دین کے بعد واقع ہوئی ہو اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور جسطرح یہ کہ تدبیر مین رجوع صحیح ہے اسیطرح بعضے مدبرون مین رجوع کرنا صحیح ہے **تیسرا مسئلہ** اور اگر بندے کے بعض جزو کی مالک تدبیر کرے مثلاً تو اسپر پورا بندہ آزاد نہوگا اسلیے کہ تدبیر وفات کے بعد کے عتق کی وصیت ہے اور اس وقت کا عتق نہین ہے کہ آزادی کی سرایت کی نص کے عموم مین داخل ہو جائے اور اگر کوئی شریک اس بندے مین رکھتا ہو تو اسکے حصے کے مول لینے کی اُسے تکلیف نہ کیجائیگی اور اسیطرح پر اگر اپنے سارے بندے کی تدبیر کرے پھر اسکے آدھے کی تدبیر مین رجوع کرے تو بھی جائز ہے جیسے دو شریک اپنے مین کے مشترک بندے کی تدبیر کرین اور اسکے بعد ایک شریک اپنے حصے کو آزاد کر دے تو دوسرے شریک کے مدبر حصے کی قیمت اسے نہ دیگا اور اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے شریک کے حصے کی قیمت اس سے بھر لین گے تو موجہ ہوگا اسلیے کہ سرایت کے نص کے عموم مین داخل ہے اور اگر ایک شریک بندے مین کے اپنے حصے کی تدبیر کرے اور پھر آزاد کر دے تو اسپر اپنے شریک کے حصے کو مول لیکر آزاد کر دینا واجب ہے اور اگر ایک شریک خالص بے تدبیر کیے ہوئے مشترک بندے

مین کے اپنے حصے کو آزاد کردے تو اُسے دوسرے شریک کے مدبر حصے کو مول لینا واجب نہین ہے اور اسمین تردد ہے کیونکہ مدبر بندہ آزادی سے ایک طرح کی نسبت رکھتا ہے پھر اسمین عتق کیون نہین سرایت کرتا ہے اور اگر یہ نظر کیجائے کہ اسوقت آزادی نہین رکھتا ہے تو سرایت کے عموم مین تو داخل ہے پھر عتق کو اسمین بھی سرایت کرنا چاہیے اور اُسے شریک کے حصے کی قیمت دے دینا چاہیے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین آیا عتق مدبر حصے مین سرایت کریگا اسمین دو قول ہین بس شیخ علیہ الرحمہ کے نزدیک سرایت نکریگا اسلیے کہ تدبیر والے حصے کے لیے آزاد ہونیگی ایک جہت ہے اور بہت سے فقہا اس پر ہین کہ سرایت کریگا اور یہی قول سب سے بڑھکر صحیح ہے اسلیے کہ تدبیر کرنے سے بندہ مالک کی ملک سے نکل نہین گیا ہے **چوتھا مسئلہ** جب مدبر بندہ اپنے مالک کے پاس سے بھاگ جائے تو اُسکی تدبیر باطل ہوجائیگی اور بھاگنے کے بعد جو اُس سے اولاد پیدا ہوگی وہ بے مدبر خالص بندہ ہے اگر یہ اولاد لونڈی یا غلام سے پیدا ہوئی ہو اور اگر آزاد سے ملکر پیدا ہوئی ہے اور بندے ہونیکی شرط ہے تو بھی بندہ ہین کیونکہ بے شرط آزاد شخص سے ملکر پیدا ہوگی تو آزادی مین آزاد ماں یا باپ کی تابع ہوگی اور جو اولاد کہ بھاگنے سے پہلے ہوئی ہے وہ تدبیر پر باقی رہیگی اور مرتد غلام کی تدبیر باطل نہوگی پھر اگر وہ دارالحرب مین جارہے تو تدبیر باطل ہوجائیگی اسلیے کہ یہ بھاگ جانا ہے جس سے تدبیر باطل ہوجاتی ہے اور باقی نہین رہتی ہے اور اگر اُسکا مالک اُسکے بھاگنے سے پہلے مرجائیگا تو وہ مدبر بندہ آزاد ہوجائیگا **پانچوان مسئلہ** جو مدبر بندہ کمائیگا وہ اُسکے مالک کا مال ہوجائیگا کیونکہ وہ اپنے مالک کا رق یعنے مملوک ہے اور اگر مدبر اور اُسکے مالک کی وارث دونون اُس مال مین تنازع کرین جو مدبر بندے کے پاس ہے اور مدبر کہے کہ یہ مال مین نے اپنے مالک کے مرنے کے بعد پیدا کیا ہے بس مقبول قول بندے کا قسم کے ساتھ ہے اور اگر ہر ایک اپنے اپنے دعوی پر ثبوت دے تو وارث ہی کے ثبوت پر حکم کرینگے اسلیے کہ وہی مدعی ہے **چھٹا مسئلہ** اگر کوئی شخص مدبر بندے پر کوئی ایسی جنایت کرے کہ وہ قتل سے کم ہو اور اُس جنایت کے سبب سے قیمت کا تفاوت جنایت کرنیوالے کے ذمے ہو تو اُس قیمت کے تفاوت کا مالک اُس بندے کا مالک ہے اور تدبیر باطل نہوگی اور اگر مدبر بندہ مارا جائیگا تو اُسکی تدبیر باطل ہوجائیگی اور اُسکی قیمت اُسکے مالک کا مال ہوگی **ساتوان مسئلہ** جب مدبر بندہ کسی پر جنایت کرے تو اُس جنایت کی قیمت اُس بندے کی گردن پر آئیگی اور اُسکے مالک کو اُسکی

جنایتکی قیمت دیگر چھڑا لینا پہونچتا ہے اور جنایت کی قیمت کی بابت اُس بندے کا اُسے بیچ ڈالنا پہونچتا ہے پھر اگر مالک چھڑا لیگا تو وہ بندہ اُسی تدبیر پر باقی رہے گا اور اگر اُسے بیچ ڈالے اور وہ جنایت اُس بندے کی قیمت بھر کی ہو تو اُسکی قیمت اُسی شخص کا مال ہے جسپر اُسنے جنایت کی ہے اور اگر جنایت اُس بندیکی پوری قیمت بھر کی نہو تو اُسی جنایت بھر کے موافق بیچینگے اور باقی تدبیر پر باقی رہیگا اور اسکے مالک کو اُس مدبر کی خدمت کا بیچنا پہونچتا ہے اور اُسے مدبر سے رجوع کرنا پہونچتا ہے پھر اُسے چاہے بیچ ڈالے موافق اُس بیان کے جو گزر چکا ہے کہ تدبیر مین رجوع کرنا بیع کے صحیح ہونیکی شرط نہین ہے اگر اُس بندے کو تدبیر مین رجوع کرنے سے پہلے بیچ ڈالے تو بھی جائز ہے اور بیع سے تدبیر کی شکست ہو جائیگی اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ اگر بیع سے تدبیر کی توڑنیکا ارادہ نکریگا تو تدبیر باقی رہیگی اور اپنے مالک کے مرنیکے بعد آزاد ہو جائیگا اور خریدار کا اور وارث کا کچھ زور اُس بندے پر نرہے گا اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت معمول نہین یعنے اُس روایت پر عمل نہین کیا گیا ہے اور مجملہ سے یعنے جس پر مدبر بندے نے جنایت کی ہے اُس سے چھڑانیکے پہلے مدبر بندے کا مالک مرجائے تو وہ بندہ آزاد ہو جائیگا اور اسکی جنایت کی قیمت سے مالک کے متروکے سے نہ لین گے بلکہ اُسی آزاد بندے کے ذمے ہوگی اسلیے کہ اسوقت مین وہ آزاد ہو چکا ہے **آٹھوان مسئلہ** جب مدبر بندہ بھاگ جائیگا تو اُسکی تدبیر باطل ہو جائیگی اور اگر مالک کسیکی حیات تک اُسکی خدمت کے لیے مقرر کرے اور اُسکے مرنیکے اسکے آزاد ہونے کو قرار دے اور وہ مدبر بندہ اُسکے پاس سے بھاگ جائے تو اُسکی تدبیر اُسکے پاس سے بھاگ جانے کے سبب سے باطل نہوگی **مترجم** کہتے ہین کہ اصل یہی ہے کہ ہر چیز جس حال پر پہلے تھی اُسی پر باقی رہے جبتک اُسکا نہونا معلوم نہوجائے پھر مدبر بندے مین تدبیر کے بطلان کا حکم نکرینگے جب تک کہ اُسکا بطلان ثابت نہوجائے اور مالک کے پاس سے بھاگنے سے مدبر بندے کے تدبیر نص کے موافق باطل ہو جاتی ہے اور امامیہ مذہب مین قیاس حجت نہین ہے اسلیے فقہا نے کہا ہے کہ اگر ایسے مخدوم کے پاس سے مدبر بندہ بھاگ جائے کہ جسکی خدمت کو مالک نے مقرر کیا ہے اور اُس مخدوم کے مرنے پر اُسکی آزادی کو قرار دیا ہے تو اُس بھاگے بندے کی تدبیر باطل نہوگی اور یہ حکم مورد نص پر حصر کرنے کی نظر سے ہے **اُردو مترجم** کہتا ہے کہ اس مسئلہ مین استصحاب کی حجیت مسلم نہین اسلیے کہ اُسکی اصالت مدبر کے بھاگنے سے زائل ہونیکے حکم سے جاتی رہی اور قیاس کا

بطلان بھی مطلق مسلم نہین اسلیے کہ منصوص العلۃ قیاس حجت ہر جیسے کہ سکر یعنے نشہ کہ ہے کہ جسمین پایا جاتا ہر وہ چیز حرام ہوتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ بھاگنا بھی اُسی قبیل سے ہو مگر یہ کہا جائے کہ صاحب مسالک نے اصل کے سوا اس حکم کے استناد صحیحہ یعقوب سے کی ہے تو کوئی عذر کا مقام نہین **فرعین پہلی فرع** جب کوئی مدبر بندہ اپنے مالک کے مرنے کے بعد کچھ مال پیدا کرے اور متروکے کی تہائی سے وہ مدبر بندہ پورا پورا آزاد ہوجاتا ہو تو وہ مال بھی اُسی مدبر بندے کا مال ہے اور اگر متروکے کی تہائی سے اُسکی قیمت زیادہ ہوگی تو مالک کے متروکے کی تہائی بھر آزاد ہوجائیگا اور باقی مین وارثون کا مملوک رہیگا اور جتنا کہ تہائی سے آزاد ہوجائیگا اُوتناہی کمایا ہوا اُسکا مال ہے اور باقی وارثون کا مال ہے **دوسری فرع** اگر مدبر بندے کے مالک کا کچھ مال غائب ہو کہ وہ اُس بندے کی قیمت سے دونا ہو تو اپنے مالک کے مرنیکے بعد تیسرا حصہ اس مدبر بندہ کا آزاد ہوجائیگا اور تتمہ اُس غائب مال کے حاصل ہونے پر موقوف رہیگا کہ اگر وہ مال ہاتھ آجائیگا تو وہ مدبر بندہ پورا آزاد ہوجائیگا اور اگر وہ مال ضائع ہوجائیگا تو تہائی بندے کی آزادی مین ثابت رہیگی اور اگر وہ غائب مال کچھ تلف ہوجائے اور کچھ ہاتھ آئے تو اسکی تہائی کے موافق اُس مدبر بندے کی آزادی بڑھجائیگی **تیسری فرع** جب مالک اپنے کسی بندے کو مکاتب کرے پھر اُسے مدبر کرے تو صحیح ہے پھر اگر وہ مکاتب بندہ کچھ کتابت کے مال مین سے ادا کریگا تو اُسیقدر آزاد ہوجائیگا اور اگر مال کتابت کی ادا مین اسقدر تاخیر کرے کہ اُسکا مالک مرجائے تو تدبیر کے سبب سے اگر متروکے کی تہائی سے نکلتا ہوگا تو آزاد ہوجائیگا اور نہین تو اُس بندے کا تیسرا حصہ تدبیر کے سبب سے آزاد ہوجائیگا اور مال کتابت مین سے بھی تیسرا حصہ گرجائیگا اور دو تہائی مال کتابت کی مالک کے وارثون کو پہونچا دیگا اور اگر کوئی پہلے اپنے بندے کی تدبیر کرے اور اُسکے بعد اُسے مکاتب کرے تو کتابت کے سبب سے تدبیر کے شکست ہوجائیگی اور اسمین اشکال ہے لیکن اگر تدبیر کرے اور اسکے بعد اُس سے مقاطعہ کسیقدر مال پر کرے تاکہ بہت جلد وہ بندہ آزاد ہوجائے تو یقین سے تدبیر باطل ہوگی **مترجم** کہتے ہین کہ اسمین اشکال کا سبب یہ ہے کہ کتابت کے سبب سے اُسیوقت بندہ آزاد نہین ہوتا ہے اور مملوک رہتا ہے پس تدبیر اُس سے متعلق ہوجاتی ہے اور کتابت تدبیر سے منافات نہین رکھتی ہے کہ تدبیر کو باطل کردے مگر جبکہ مکاتب کتابت کے سبب سے اپنے نفس کا مالک ہوجاتا ہے تو گویا اُسنے نفس کو آپ اپنے مالک سے مول کیا ہے اور بیع تدبیر کی

مبطل ہوتی ہر پھر کتابت بھی تدبیر کی مبطل ٹھہری اسلیئے فقہا نے اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہے
اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہان فقہا کے دو قول ہین کہ بنی
ہین اِن دو امرون پر کہ تدبیر یا وصیت ہے یا عتق یعنے آزادی ہے تو وصیت والے قول پر تدبیر کتابت
سے باطل ہو جائیگی جیسے کوئی شخص اپنے غلام کے دینے کی اپنے مرنیکے بعد کسی شخص کے واسطے وصیت کرے پھر
اُسے مکاتب کر دے تو جسطرح اُس کتابت سے یہ وصیت باطل ہو جاتی ہے اسیطرح پر تدبیر والی وصیت
کتابت سے باطل ہو جائیگی دوسرے قول یعنے آزادی کے قول پر تدبیر کتابت سے باطل نہوگی اسلیئے کہ کتابت
کا مقصود بھی آزادی ہی ہے تو ایک ہی بندہ مدبر اور مکاتب ہوگا۔ **چوتھی فرع** جب بیٹا کے بچے
کی تدبیر کرے تو تدبیر صحیح ہے اور اُسکی ماں مین اُسکی تدبیر کی سرایت نہوگی اور اگر اُسکی تدبیر مین
رجوع کرے تو رجوع کرنا بھی صحیح ہے پھر اگر تدبیر کے وقت سے چھ مہینے سے کم مین وہ لڑکا پیدا ہوگا
تو مدبر ہوگا اسلیئے کہ تدبیر کے وقت اُسکا وجود متحقق تھا کیونکہ کم سے کم حمل کی مدت چھ مہینے ہین اور اگر چھ مہینے
سے زیادہ مدت گزرنے پر پیدا ہوگا تو اُسکے مدبر ہونے کا حکم نکرینگے اسلیئے کہ احتمال ہے کہ تدبیر کے وقت
موجود نہو اور اُسکے بعد حاصل ہوا ہو اور حمل کے تو ہم مین مالک نے تدبیر کر دی ہو اور **مکاتبت کا**
بیان کئی امرون کا مقتضی ہے ایک ارکان کتابت دوسرے کتابت کے احکام تیسرے کتابت کے لواحق
ارکان کتابت کے چار ہین ایک کتابت کا صیغہ ہے دوسرا ایجاب کرنیوالا یعنے بندے کا مالک ہے
تیسرا مملوک ہر **چوتھا** عوض ہے اور کتابت بے مملوک کی درخواست کے سنت امر ہے اگر بندہ امین
اور مال کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو آقا سے اُسکے درخواست کرنے پر استحباب موکد ہو جاتا ہے
اور اگر یہ دونون باتین متحقق نہون یعنے بندہ مال کے پیدا کرنے پر قادر نہو اور کتابت کی بھی درخواست
نکرے یا ایک اِن دونون امرون مین سے متحقق نہو تو اس صورت مین کتابت ایک مباح امر ہے
جسکا ترک اور فعل برابر ہے ور کتابت بندے کا عتق ہے کسی صفت پر معلق نہین ہے کہ جائز نہو
اور بندے کا بیچنا اُسی بندے کے ہاتھ بھی نہین ہے بلکہ یہ ایک شرعی معاملہ علیحدہ ہے خرید و فروخت
کی مشابہت سے دور ہے اور اگر مالک بندے کو اُوسی بندے کے ہاتھ کسی موجل یعنی کسی مدت کی قیمت
پر بیچے گا تو جائز نہوگا اور بندے کی کتابت مین خیار مجلس ثابت نہین ہے جسطرح پر کہ بیع مین ثابت ہے اور
کتاب بیع مین بیان ہو چکا ہے اور مال کتابت کے ادا کے لیے بے کسی مدت پر معلق کیئے اشبہ

قول پر کتابت صحیح نہین ہے اور ایجاب کیطرف کتابت کا ثابت ہونا محتاج ہے اور قبول کیطرف محتاج ہے اور بندے کے مکاتب کرنے مین کافی ہے کہ مالک کہے مین نے تجھے معاف کیا تو اتنے روپیے اتنی مدت مین بہم کر کے مجھے دیدے اور آیا ضرور ہے کہ یہ بھی کہے کہ جب تو یہ روپیے دیدیگا پھر تو آزاد ہو جائیگا اور آزادی کی نیت بھی رکھتا ہو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان ضرور ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد کتابت کے ساتھ آزادی کی نیت کافی ہے گو آزادی کے لفظ کا تلفظ نکرے پھر جب وہ مکاتب کتابت کا روپیہ مالک کو پہونچا دے گا تو آزاد ہو جائیگا خواہ جب تو روپیہ ادا کردے گا تو آزاد ہو جائیگا یہ ضمیمہ کہا ہو یا نہ کہا ہو اور اُس سے غافل ہو اور یہی اشبہ ہے اور کتابت دو قسمون پر منقسم ہے ایک مطلق کتابت اور یہ وہ کتابت ہے کہ جسمین مالک کتابت کے عقد پر اور مال کتابت کے ادا کی میعاد پر اور عوض یعنے مال کتابت پر اور آزادی کی نیت پر اکتفا کرے اور دوسری مشروط کتابت اور یہ وہ ہے کہ جسمین ان سب کے ساتھ مالک یہ بھی ملا دے کہ اگر تو مال کتابت کے دینے سے عاجز ہو جائیگا تو پھر بندہ ہو جائیگا پھر جب وہ مال کتابت کے ادا کرنے سے عاجز آجائے تو مالک کو اُسے بندہ کر لینا پہونچتا ہے اور جو کچھ اُس سے اُسوقت تک لیا ہے وہ اُسے پھیر دیگا اور عجز کی حد یہ ہے کہ ایک قسط کو دوسری قسط پر ڈالدے اور اُسکے حال سے معلوم ہو جائے کہ اپنا چھٹکارا کرنے سے عاجز آگیا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قسط پہونچانے مین دیر کرے خواہ دوسری قسط تک اُسکی ادا کو پہونچا دے یا اِس سے کم دیر کرے اور یہی روایت مین بھی آیا ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے بھی اسی قول کو معتبر جانا ہے اور مالک کو مکاتب بندے کے عاجز آنیکی صورت مین مہلت دینا مستحب ہے اور کتابت کا عقد لازم ہے خواہ مطلق کتابت ہو یا مشروط کتابت ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر کتابت مشروط ہے تو بندے کی طرف سے عقد جائز ہے یعنے اُسے پہونچتا ہے کہ اپنے کو عاجز بنالے اور کتابت کے عقد کو فسخ کر ڈالے اور پہلا قول اشبہ ہے اور ہم نہین مانتے ہین کہ بندے کو اپنا عاجز بنا لینا جائز ہے بلکہ بندے پر مال کتابت کے پیدا کرنے مین کوشش کرنا واجب ہے اور اگر وہ کوشش کرنے کو نمانے تو کوشش کرنیکے لیے اُسپر جبر کرینگے اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جبر نکرینگے اور اسمین اشکال ہے اسلیے کہ کتابت کا عقد اسی کے واجب ہونیکا مقتضی ہے پھر جبر کرنا بھی اشبہ ہے لیکن اگر بندہ مال کتابت کے ادا کرنے سے عاجز آجائے تو اُسکے مالک کو کتابت کا

فسخ کرڈالنا پہونچتا ہے اور اگر مالک مملوک دونون کے دونون کتابت کے فسخ کرڈالنے کی رضامندی مین اتفاق کرین تو بھی صحیح ہے اور اسیطرح پر اگر مالک مال کتابت سے ابرا کرے یعنے مملوک کو بری کردے تو بھی صحیح ہے اور مکاتب کے مالک کے مرجانے سے کتابت کا عقد باطل نہین ہوتا ہے اور کتابت کے مال کا مطالبہ اُسکے وارث کو پہونچتا ہے اور اُسکے وارثون کو مال کتابت کے دیدینے سے آزاد ہوجاتا ہے اور مالک مین معتبر ہے کہ بالغ ہو اور عاقل ہو اور اختیار سے کتابت کرے اور کسیکے جبر سے نکرے اور اُسکا تصرف جائز ہو یعنے کسی شرعی سبب سے اُسپر حاکم شرع نے حجر نکیا ہو اور آیا اُسمین اسلام بھی معتبر ہو اور اسمین تردد ہے اور شرط نہونا موجہ ہے پھر اگر ذمی کافر اپنے بندے ذمی کافر کو شراب یا سور کے عوض پر مکاتب کرے اور وہ اُسے دیدے تو اُسکے آزادی کے لازم ہونیکا حکم کرینگے اور اگر مالک مملوک دونون کے دونون مسلمان ہوجائینگے تو بھی مکاتبت باطل نہوگی گو شراب یا سور پر قبضہ نکیا ہو اور مملوک پر اُسکی قیمت کا دیدینا واجب ہے اور یتیم کے ولی کو یتیم کے بندے کا مکاتب کرنا یتیم کی صلاح اور منفعت ہونے پر جائز ہے اور اسمین ایک قول نہ جائز ہونیکا بھی ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جائز ہونے کا قول مبسوط مین شیخ علیہ الرحمہ کا ہے اور اسکا مستند یہ ہے کہ کتابت شرع کے مشابہ ہے اسلیے کہ اسکے مال کا معاملہ اُسکے مال سے ہے اسلیے کہ بندے کا پیدا کیا ہوا مال اُسی بندے کا تابع ہے اور اظہر نفع ہونیکی صورت مین صحت ہے اور یہ بھی شیخ ہی کا قول کتاب خلاف مین ہے اور اگر کوئی شخص مرتد ہوجاسے اور ارتداد کے بعد اپنے بندے کو مکاتب کرے تو یہ کتابت صحیح نہین ہے اسلیے کہ اگر وہ فطری مرتد ہوگا تو اُسکی ملک اُسکی وارثون سے متعلق ہوجائیگی اور غیر کے مملوک کو مکاتب کرنا صحیح نہین ہے اور اگر ملی مرتد ہوگا تو مسلمان بندے کو اُسکے قبضے مین سے نکال لین گے اور اُسکے تصرف مین نرہنے دینگے اور مملوک مین معتبر ہے کہ بالغ ہو اور عاقل ہو اسلیے کہ نابالغ بچے کو اور دیوانے کو کسی چیز کے قبول کرنیکی صلاحیت نہین ہے اور کافر بندے کے مکاتب کرنے مین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ جائز ہے اسلیے کہ حق تعالے نے قرآن مین فرمایا ہے کہ اسکا مفاد یہ ہے کہ مکاتب کرو تم بندون کو اگر اُنمین تم خیر جانتے ہو اور کافر مین کوئی خیر نہین ہے اور مدت کے کتابت کی شرط ہونے مین خلاف ہے بعضے علما کہتے ہین کہ کتابت مین میعاد شرط نہین ہے بلکہ کتابت صحیح ہے خواہ حال مین ہو یا کسی مدت کے بعد ہو اور بعضے فقہا نے میعاد کو شرط کیا ہے اور یہی اشبہ ہے اسلیے کہ جو کچھ اُسوقت بندے کے پاس ہے وہ اُسکے آقا کا

مال ہے بس اپنی آزادی کا معاملہ بندہ کو ایسی چیز کے بدلے مین کرنا صحیح نہین اور جو چیز ابھی بندے کی ملک مین نہین ہے اور آیندہ کو اسکے حاصل ہونیکی امید ہے اسکے لیے مدت کا معین کرنا ضرور ہے اور اگر ایک مدت بھی اُسکی ادا کے لیے مقرر کرے تو بھی کافی ہے اور مدت کے بہت ہونے مین معین اور معلوم ہونے پر کوئی حد نہین اور اسکی ادا کے وقت کا مشخص ہونا ضرور ہے پھر اگر اپنے بندے سے کہے کہ مین نے تجھے اتنے روپیے پر مکاتب کیا کہ تو سال بھر مین مجھے پہونچادے اس طور پر کہ سال ادا کا ظرف زمان ہو تو صحیح نہین اسلیے کہ ادا کا وقت مشخص نہین ہوا ہے اور سال بھر مین دائر ہے اور جائز ہے کہ برابر قسطین مقرر کرے یا مختلف قسطین قرار دے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد کے زمانے سے مدت کا اس طور پر متصل ہونا چاہیے کہ عقد کتابت مین جو زمانہ مقرر کرین جیسے ایک مہینا یا دو مہینے عقد کے دن سے ہون نہ عقد کی مدت سے ایک مہینے کے بعد ہون مثلاً لیکن اسکے شرط ہونے مین تردد ہے اور اگر کوئی کہے کہ تجھے مین نے مکاتب کیا ایک مہینے کی خدمت پر یا ایک اشرفی پر ایک مہینے کے بعد سے پھر اگر اشرفی کی جنس معلوم ہو تو صحیح ہے اور اشرفی کی ادا کی وقت مین تاخیر دوسری مدت تک لازم نہین اسلیے کہ بیان ہو چکا ہے کہ ایک مدت بھی کتابت مین کافی ہے اور اگر اُس خدمت کے مہینے مین وہ مملوک بیمار ہو جائے تو کتابت باطل ہو جائیگی اسلیے کہ عوض متحقق نہین ہوا اور اگر کوئی کہے کہ مین نے تجھے ایک مہینے کی خدمت پر اس مہینے کے بعد مکاتب کیا تو جو فقہا کہتے ہین کہ عقد کے زمانے سے مدت کا اتصال شرط ہے اُنکے نزدیک کتابت باطل ہو جائیگی اور اسمین تردد ہے اور اگر کوئی کسی بندے کو مکاتب کرے اور اُسکے بعد ایک مدت تک اُسے قید کر رکھے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس بندے کو مال کتابت کے ادا کرنے مین اُس قید کے زمانے بھر کی مہلت دینا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قید کے زمانے کی اُجرت مثل دے اور یہی اشبہ ہے اور وہ عوض کہ جسے مال کتابت کہتے ہین اُسمین معتبر ہے کہ معلوم وقت کی میعاد تک کا دین ایک ایسی صفت سے موصوف ہو کہ جو اُسکی تعیین کا باعث ہو اور اُسکے مالک کو اُس عوض کا مالک ہونا صحیح ہو اور کتابت اُسوقت کے موجود معین مال مین صحیح نہین ہے اور اور نہ کسی مجہول مال مین صحیح ہے اور چاہیے کہ اُس عوض کے ایسے وصف بیان ہون کہ جن سے قیمت مین تفاوت پڑا کرتا ہے اسطرح سے کہ جہالت اُس سے دور ہو جائے بس اگر مال کتابت چاندی اور سونے مین سے ہو تو اُسکے وصف مین ایسی صفت بیان کرنا چاہیے کہ جسطرح کہ قرض خرید فروخت مین بیان کرتے ہین

جیسے مثلاً مسکوک مین فلان سِکّے کے ہونیکو کہتے ہین یا اشرفی مین وزن کی مقدار اور قیمت اور تعداد بیان کرتے ہین پھر اگر کتابت کا عوض کوئی اور مال ہو تو اُسے اِسطرح پر معین کرین کہ اُس سے جہالت دور ہوجائے جسطرح بیع سلم مین کرتے ہین اور اپنے بندے کو جتنے سونے چاندی پر چاہے مکاتب کرے تو جائز ہی مگر اُسکی قیمت سے زیادہ پر مکاتب کرنا مکروہ ہے اور کسی منفعت پر مثل کپڑے لینے کے اور مکان بنانے وغیرہ کے ایسے بیان کرنیکے بعد کہ جسمین جہالت بالکل جاتی رہتی ہو بندے کا مکاتب کرنا جائز ہے جب کوئی ایک کتابت کے عقد مین اور عقد مثل مال بیچنے کے اور کسی مالک کے اجارے وغیرہ کے اور معاوضونکو مثل کپڑا رنگنے کے جمع کرے تو بھی صحیح ہے جیسے کہے کہ مین نے تجھے مکاتب کیا اور اُس کپڑے کو تیرے ہاتھ بیچا مین نے اور اُس اونٹ کو تجھے اجارہ دیا مین نے سو روپیے کے بدلے مین اور وہ مملوک بھی اُن سب عقدون کو قبول کرلے تو یہ سب سو روپیہ کے بدلے مین واقع ہوجائینگے اس صورت مین مثلاً اگر مطلوب ہو کہ کتابت کے مال کی مقدار دریافت کرین تو اُسکا طریقہ یہ ہے کہ بندے کی اُس وقت کی قیمت معلوم کرے کہ کتنے کا اُسوقت مین تھا اسیطرح پر کپڑے کی قیمت کتابت کے وقت کی معلوم کرے اور اونٹ کا کرایہ بھی اسیطرح پر دریافت کرے بس فرض کرنا چاہیئے کہ بندے کی قیمت دس روپیے تھے اور کپڑے کی قیمت دس روپیے تھے اور اونٹ کے کرایہ کے دس روپیے تھے تو یہ سب تیس روپیے ہوئے اور بندے کی قیمت مجموع تیس روپیہ کی تہائی یعنے دس ہین اور یہ تینون عقد سو روپیے کے بدلے مین واقع ہوئے ہین تو سو روپیے تینون عقدون پر تین سے تقسیم کرینگے بس سو روپیے کی ایک تہائی کتابت کا مال ہے کہ وہ تینتیس روپیے اور ایک روپیہ کی ایک تہائی یعنے پانچ آنے چار پائی انگریزی ہوتے ہین جب بندہ اسقدر مالک کو پہونچاویگا تو آزاد ہوجائیگا اور اسی قیاس پر حصّونکے اور قیمتونکے اور اجرتونکے تفاوت کی صورتون مین ہر ایک عقد کا حصہ اُس مجموع سے کہ جسپر کئی عقد واقع ہوئے ہین متعلق ہوتا ہی اور اسیطرح پر جائز ہی کہ دو شریک اپنے مشترک بندیکو مکاتب کرین خواہ اُنکے حصّے برابر ہون یا مختلف ہون اور کتابت کے بدلے مین دونون مالک برابر ہون یا کمی زیادتی رکھتے ہون اور ایک شریک کو مال کتابت دینا اور دوسرے کو ندینا جائز نہین اور اگر کچھ دیدیگا تو وہ دونون مالکون مین مشترک رہیگا اور اگر ایک شریک دوسرے شریک کو لینے کی اجازت دیدے تو اُسے لے لینا جائز ہے اور اگر تین بندون کو ایک عقد مین مکاتب کرے تو بھی عقد کتابت صحیح ہی اور ہر ایک مکاتب ہوجائیگا اور ہر ایک اپنے حصّے کے اُس مال کتابت مین کہ جسپر تینون مکاتب ہوئے ہین مکاتب ہوگا یعنے تینون بندون کی قیمت کرینگے کہ کتابت کے عقد کے وقت کتنے کو بک سکتے تھے اور ہر ایک کی قیمت مجموعے

ساتھ کیا نسبت رکھتی ہے بس اسی نسبت سے مال کتابت میں کا حصہ ہر ایک سے متعلق ہوگا اور ان تینوں بندوں میں سے جو کوئی اپنے مال کتابت کے حصے کو مالک کے پاس پہونچا دیگا وہ آزاد ہو جائیگا اور اسکی آزادی ساتھیوں کے حصوں کی ادا پر موقوف نرہیگی اور جو کوئی انمیں سے عاجز آجائیگا وہ بندہ رہیگا اور اگر مالک ان سب پر شرط کر دے کہ ہر ایک کا ہر ایک مال کتابت کے ادا کرنے میں اور حاضر کرنے میں بھی ضامن رہے تو یہ شرط اور کتابت دونوں صحیح ہیں یعنی اُسپر مال ضمانت اور حاضر ضمانت کی بھی شرط کرنا صحیح ہے اور اگر مکاتب اپنے ذمہ کے مال کتابت کو مدت سے پہلے پہونچا دے تو مالک کو لے لینے میں اور تاخیر تا میعاد کرنے میں اختیار ہے اور اگر مکاتب مال کتابت کی ادا سے عاجز آجائے تو امام علیہ السلام پر اسکی عاجزی کی صورت میں اُسے مال زکوٰۃ کے حصۂ رقاب یعنے تحت شدت گئے بندوں کے حصے سے دیکر آزاد کر دینا واجب ہے اور اگر عقد مکاتبت فاسد ہو اور شرطوں کے موافق نہو تو لغو ہو جائیگا اور مکاتبت کا حکم نرکھیگا اور احکام کئی مسئلوں پر مشتمل ہیں پہلا مسئلہ جب مکاتب بندہ مر جائے اور وہ مشروط مکاتب ہو تو اسکی کتابت باطل ہو جائیگی اور جو کچھ وہ چھوڑ مریگا وہ اُسکے مالک کا مال ہے اور اُسکی اولاد بھی اُسکے مالک کی مملوک ہے اور اگر وہ مرا بندہ مکاتب مشروط نہو گا بلکہ مطلق مکاتب ہوگا اور مطلق اور مشروط کی تفسیر بیان ہو چکی ہے تو جسقدر مال کتابت دیا ہو اُسقدر وہ آزاد ہو جائیگا اور اُسی آزادی بھر کی مقدار کا اُسکا ترکہ تقسیم اُسکے وارثوں کو ملیگا اور اگر وارث بھی اُسی بندے کا تابع ہو کہ کچھ آزاد اور باقی مملوک ہو تو وارث اپنی آزادی بھر کا ترکے میں سے حصہ لیگا اور مال کتابت کے باقی میں مالک کو دیگا اور آزاد ہو جائیگا اور اگر مرا ہوا مکاتب کچھ مال نچھوڑ گیا ہو تو اُسکی اولاد باپ کے ذمے کے مال کتابت کے ادا کرنے میں کوشش کریگی اور جبکہ مال کتابت ادا کر دے گی تو سب اولاد آزاد ہو جائیگی اور آیا مکاتب کی اولاد پر کتابت کے باقی عوض کے ادا کرنے کے لیے مالک کو جبر کرنا پہونچتا ہے اسمیں تردد ہے اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ باقی مال کتابت کو اصل ترکے سے دینگے اور اُسکی اولاد آزاد ہو جائیگی اور باقی مال اُنھیں ملیگا اور پہلی روایت زیادہ مشہور ہے اور اگر کوئی مکاتب کے لیے کچھ مال کی وصیت کرے تو جسقدر کہ مال کتابت دیکر آزاد ہوا ہے اُسقدر میں صحیح ہے اور آزادی سے زیادہ حصے میں وصیت باطل ہے اور اگر اُسپر کوئی شرعی حد واجب ہوگی تو آزادی کی مقدار بھر اسیر آزادوں کی حد جاری کرینگے اور مملوک ہونیکی مقدار میں

بندون کی حد جاری کرینگے اور اگر مالک اپنی مکاتبہ لونڈی سے زنا کرے تو رقیت بھر کی حد اُسپر سے ساقط ہو جائیگی اور آزادی بھر کی حد اُسپر جاری ہوگی **دوسرا مسئلہ** مکاتب کو اپنے مال مین بیچنے کا اور ہبہ کا تصرف کرنا جائز نہین یعنے کچھ چھوڑ دینے اور بخشدینے کی راہ سے جائز نہین اور نہ کسی غلام کا آزاد کرنا اور نہ آقا کی بے اجازت کسیکو کچھ قرض دینا جائز ہے اور اسیطرح پر آقا کو بھی مکاتب کے مال مین اپنے مال کتابت لینے کے طریق کے سوا اور کوئی تصرف نہین پہونچتا ہے اور مالک کو مکاتبہ لونڈی سے ہمبستر ہونا خواہ ملک سے ہو یا نکاح سے جائز نہین اور اگر مکاتبہ لونڈی زنا کے فعل مین اپنے مالک کی اطاعت کریگی تو وہ بھی مستوجب حد کی ہوگی اور حد سے مراد یہان تعزیر ہے اسلیے کہ مکاتبت کے سبب سے مالک کی ملک سے نہ نکلجائیگی اور یہی اشبہ ہے کہ حد کے ساقط ہونیکا موجب ہے اور مکاتب بندے کی لونڈی سے مالک کو ہمبستر ہونا جائز نہین اور اگر شبہے کے طریق سے اُس سے ہمبستر ہو جائے تو اُس لونڈی کو مہر مثل دیدے اور جو کچھ مکاتب بندہ مال کتابت کے ادا کرنے سے پہلے یا اُسکے ادا کرنیکے بعد پیدا کرے تو وہ اُسی کا مال ہے اسلیے کہ مالک کا تسلط کتابت کے سبب سے اُس سے ساقط ہو جائیگا اور مکاتبہ لونڈی بے اپنے مالک کی اجازت تزویج نکریگی اور اگر اپنے آقا کی بے اجازت تزویج کریگی تو اُس لونڈی کا عقد اُسکے مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا خواہ مکاتبت مطلق ہو یا مشروط ہو اور اسیطرح پر مکاتب بندے کو اپنی خرید لونڈی سے اپنے مالک کی بے اجازت ہمبستر ہونا نہین پہونچتا ہے گو مکاتب مطلق ہو **تیسرا مسئلہ** جو کچھ مالک اپنے مکاتب بندے پر عقد کتابت مین شرط کریگا تو وہ اُسپر لازم ہو جائیگی جب تک کہ کتاب خدا اور سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف نہو **چوتھا مسئلہ** اگر کوئی بچہ لونڈی کے پیٹ مین ہو اور مالک اُس لونڈی کو مکاتب کرے تو وہ بچہ مکاتب نہوگا اور اگر کتابت کے بعد اُسی مالک کے غلام سے حاملہ ہو جائیگی تو اُس صورت مین اُس لونڈی کی اولاد اُسی لونڈی کا حکم رکھیگی اور اُسکی اولاد بھی مال کتابت پہونچانے سے مان جتنا آزاد ہوتی جائیگی اُسی قدر آزاد ہوتی جائیگی اور اگر مکاتبہ لونڈی کسی آزاد مرد سے نکاح کرلے تو اُسکی اولاد بھی آزاد ہوگی اور اگر اپنے مالک سے حاملہ ہو جائیگی تو بھی کتابت باطل نہوگی اسلیے کہ استیلاد کتابت کی منافی نہین پھر اگر اُسکا مالک مرجائے اور اُسکے ذمے مال کتابت مین سے کچھ باقی رہجائے تو وہ لونڈی اپنے بچے کے حصے سے آزاد ہو جائیگی اور اگر اُسکے کوئی لڑکا نرہا ہوگا تو آپ کما کر کتابت کا مال مالک

وارثون کو پہونچا دیگی **پانچوان مسئلہ** مشروط مکاتب رق یعنے مملوک ہے محض بندے کا حکم رکھتا ہے
اور اُسکا فطرہ اُسکے مالک پر واجب ہے اور اگر مطلق مکاتب ہو تو اسکا فطرہ اُسکے مالک پر واجب نہین
اور نہ اُسپر واجب ہے مگر جب مال کتابت مین سے کچھ پہونچا دے گا تو اُسکی مقدار بھر آزاد ہو جائیگا
پھر آزادی بھر کا فطرہ اُسپر واجب ہو جائیگا اور جب کفارہ واجب ہو تو روزے سے کفارے کو ادا
کرے اور اگر بندے کے آزاد کرنے سے کفارہ دیگا تو کافی نہین یا مسکینون کے اطعام سے کفارہ دیگا
تو بھی کافی نہوگا اور اگر مالک اُسے بندہ آزاد کرنے سے یا مسکینون کے اطعام سے کفارہ دینے کی اجازت
دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ تو بھی مجزی یعنی کافی نہین ہے اسلیے کہ اُسنے وہ کفارہ دیا ہے جو اُسپر واجب نتھا
چھٹا مسئلہ جب کوئی مکاتب مملوک دو مالکون مین مشترک ہو اور ایک مالک اپنا حصہ آزاد کر دے
تو مملوک اپنے آدھے نفس کا مالک ہو جائیگا اور اپنے مین اور جسے آزاد نہین کیا دوسرے مالک
مین مشترک رہیگا اور اگر ایک اُن دونون مین سے مہایات کی خواہش کرے یعنے دوسرا مالک اُس
مملوک سے کارکسب کے دونکی تقسیم کی خواہش کرے تو جائز ہے اسطور پر کہ اُسکی ایک دن کی کمائی اُسکے
مالک کی ہو اور ایک روز کی کمائی اُس مملوک کی ہو اور اِن دونون مین سے جو مہایات کو قبول
نکریگا اُسے قبول کرنے پر مجبور کرینگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جبر نکرینگے بلکہ جو ہر روز کمائے گا وہ
مملوک مالک مین مشترک رہیگا اور یہی قول اشبہ ہے **ساتوان مسئلہ** اگر کوئی اپنے بندے کو
مکاتب کرے اور مرجائے اور مالک کے وارثون مین سے ایک شخص مال کتابت مین کے اپنے حصے
اُسے بری کردے یا اپنے حصے بھر کو آزاد کردے تو صحیح ہے اور باقی وارثون کے حصون کی قیمت
اُسکے ذمے نہ آئیگی اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ابرا کی صورت مین اُسکے ذمے نہوگی اور آزاد کرنیکی
صورت مین اُسکے ذمے آجائیگی **اٹھوان مسئلہ** جو شخص کہ اپنے بندے کو مکاتب کرے اور اگر اُسکے
ذمے کچھ زکوۃ ہو تو اُس زکوۃ سے اُس مکاتب کی اعانت کرنا واجب ہے خواہ تھوڑے یا بہت سے
اور اگر اُسپر کچھ زکوۃ نہو تو اُسے عطیہ دینا مستحب ہے گو واجب نہین **نوان مسئلہ** اگر کسی شخص کے
دو مکاتب غلام ہون اور ایک نے کتابت کے مال کو ادا کیا ہو اور مشتبہ ہو جائے کہ کس ایک نے
ادا کیا ہے تو مطالبہ مین اس امید سے صبر کریگا کہ یاد آجائے اور اگر بے یاد آئے مالک مرجائے تو
ادا کرنیوالے کے نام کی تعیین قرعے سے کرینگے اور اگر دونون غلام مالک پر ادا کرنیوالے کے علم رکھنے کا

دعویٰ کریں تو مقبول مالک کا قول قسم کے ساتھ ہے اور اسکے بعد ذریعے سے تعیین اداکرنیوالے کی کرینگے
دسواں مسئلہ مال کتابت کا بیچنا جائز ہے یعنی قبضے سے پہلے بیچنا جائز ہے پھر وہ مکاتب بندہ
اُس خریدار کو وہ مال کتابت پہونچا دیگا تو آزاد ہو جائیگا اور اگر مکاتب مشروط ہو اور مال کتابت کی
ادا سے عاجز آجائے اور مالک کتابت کے عقد کو فسخ کرڈالے تو بندہ اپنے بندے ہونے پر پھر آئیگا
اور مشروط مکاتب کا بیچنا اسکے مال کتابت کی ادا سے عاجز آنیکے بعد اور مالک کی کتابت کے عقد کو فسخ
کرڈالنے کے بعد جائز ہے اور مطلق مکاتب کا بیچنا جائز نہیں اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر مکاتب
مطلق ہے کل یا بعض مال کتابت کی ادا سے عاجز آجائے اور مالک اُسکے کتابت کو فسخ کرڈالے تو اُسکا بھی بیچ
ڈالنا جائز ہے اگر سارے مال کتابت سے عاجز آیا ہے تو پورے بندے کو بیچ ڈالے اور اگر بعض مال کتابت
سے عاجز آیگا تو باقی کے حصے بھر کا بیچ ڈالے گا اور جتنا مال کتابت دے چکا ہے اسکے بھر کا آزاد رہے گا
گیارھواں مسئلہ اگر مالک اپنی بیٹی کے تزویج مکاتب بندے سے کرے اور اسکے بعد مرجائے تو وہ
اُسکی بیٹی اپنے شوہر کے مالک ہو جائیگی اور اُن دونوں کا نکاح فسخ ہو جائیگا **بارھواں مسئلہ** جب
مالک اور مملوک مکاتب آپس میں کتابت کے مال کی مقدار میں یا مدت میں یا قسطوں میں اختلاف کریں تو
مقبول قول قسم کے ساتھ مالک کا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مال کی اور مدت کی زیادتی کے منکر کا قول مقبول ہے
تو خوب ہے **تیرھواں مسئلہ** جب مکاتب بندہ کتابت کا مال پہونچادے اور مالک اُس بندے
کی آزادی کا حکم کردے اور اسکے بعد کھلے کہ وہ مال کتابت عیب دار ہے پھر اگر مالک اُسی معیوب پر راضی ہو جائے
تو آزادی متحقق ہوگی اور اگر پھیر دیگا تو عتق باطل ہو جائیگا کہ مشروط عوض پر تھا اور جب عوض پھر گیا
تو اُس سے جو مشروط ہے وہ بھی باقی نرہا اور اگر کوئی عیب مالک کے پاس اُسمیں ہو جائے کہ وہ اگلے
عیب کے سبب سے پھیرنے کا مانع ہو اور اُس پھیرنیکے ساتھ دوسرے عیب کے تفاوت کی قیمت دیتا ہو تو
شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ نیا عیب اگلے عیب کے سبب سے پھیرنے کا مانع ہوگا اور یہ بعید سے ہے
چودھواں مسئلہ جب مکاتب بندے پر کئی دین اور مال کتابت کے ساتھ جمع ہو جائیں پھر جو
مال اُسکے پاس ہے اگر سارے دینوں کو وفا کر جائے تو کوئی نزاع نہیں ہے اور اگر کفایت نکرتا ہو اور
مکاتب مطلق ہو تو دینوں کے حصے اور رسد کے موافق قرضخواہوں میں اور اُسکے مالک میں تقسیم کرینگے
اور اگر وہ بندہ مشروط مکاتب ہوگا تو پہلے قرض ادا کرنے چاہیے اسلیے کہ اُسکے قرض کی تقدیم میں قرضخواہوں

سکے اور مالک کے حقوق کی محافظت ہے اور اگر مالک مرجائے اور بندہ مشروط مکاتب ہو تو اُسکی کتابت باطل ہوجائیگی اور جو کچھ اُسکے پاس مال ہوگا وہ اُسکے قرضے مین دینگے اور مال کتابت مین نہ دینگے اور اگر اُسکے پاس مال قرضے بھرکا نہوگا تو دینونگے رسدی حصّون کے موافق قرضخواہون پر تقسیم کرینگے اور اُس بندے کے دین کا ضامن اور ذمہ دار اُسکا مالک نہوگا اسلیے کہ قرضہ فقط اُسی مال سے متعلق ہوا ہے **پندرھوان مسئلہ** بندے کے کسی حصّے کو مکاتب کرنا جبکہ باقی حصہ آزاد ہو یا اُسی مالک کا مملوک ہو جائز ہے اور شیخ علیہ الرحمہ نے اسے جائز نہین رکھا ہے اور اگر اُس بندے کا تتمہ کسی دوسرے کا مملوک ہو پھر اگر وہ دوسرا مالک اپنے شریک کو کتابت کی اجازت دیدے تو کتابت صحیح ہے اور اگر اجازت ندے تو کتابت صحیح نہین اسلیے کہ شریک کے ضرر پر مشتمل ہے اور دوسرے کتابت کا ثمرہ مال کے کمانے مین بندے کا مستقل ہوجانا ہے اور شرکت کی صورت مین یہ محقق نہوگا اسلیے کہ بے شریک کی اجازت مال کے کمانے کے لیے سفر نکریگا تو کمانے مین مستقل نہوگا **اور لواحق** کئی مقصدون پر مشتمل ہین **پہلا مقصد** مکاتب کے تصرف کے حکمونکے لواحق مین ہے اور پہلے بیان ہوچکا ہے کہ کمانے کے منافی مکاتب کو اپنے مال مین تصرف جائز نہین جیسے دیڈالنا یا مال کو رعایت سے قیمت کم کرکے بیچنا یا مال کو مضاربت پر دینا یا بندیکا آزاد کرنا وغیرہ بے مالک کی اجازت ایسے تصرف جائز نہین اور جیسا کہ اپنے مال کو مالک کی اجازت سے غیر شخص کو دیڈالنا صحیح ہے اسیطرح پر مالک کو بھی دیڈالنا صحیح ہے اسلیے کہ تصرف کی ممانعت مالک کے حق کی جہت سے ہے اور کسی جہت سے نہین ہے یہان کئی مسئلے ملحق کیے جاتے ہین **پہلا مسئلہ** بندیکی کتابت سے آزادی کا حاصل کرنا مقصود ہے اور یہ امر پورا نہوگا جبتک مالک بندے کو کمانے مین کوشش کرنیکے لیے کتابت کے وجوہ کے ہر طریق پر چھوڑ ندے جیسے خرید فروخت قبول ہبہ شکار کرنا وغیرہ ہین بس اپنے مالک کے ہاتھ اور دوسرے کے ہاتھ بیچنا صحیح ہے اور اپنے مالک سے اور غیر مالک سے چیز مول لینا بھی فائدے کے گمان پر صحیح ہے بس نقد بیچے گا اور کسیکو قرض نہ دیگا مگر جبکہ خریدار کے ہاتھ اُسوقت کی قیمت سے زیادہ پر بیچے اور قیمت خریدار سے اُسی وقت لیلے اور زیادتی کو میعاد پر چھوڑ دے اور مکاتب اگر کسی چیز کو قرض مول لے یا بیع سلم کے طریق سے کسی چیز کو وہ مکاتب بیچے کہ قیمت اُسوقت لیلے اور مال دینے مین میعاد مقرر کرے تو جائز ہے اور اپنے مال کا مکاتب کو گرو کرنا جائز نہین اسلیے کہ اسمین ضائع جانے کا خطرہ ہے اور کوئی منفعت

نہین اور اسیطرح پر اپنے مال کو مضاربت پر دینا اُسے جائز نہین ہے **دوسرا مسئلہ** جب مکاتب بندے کا کچھ مال اسکے مولا کے ذمے ہو اور مال کتابت کی قسط کے دینے کا وقت آگیا ہو پھر اگر دونون مال آپسمین جنس اور وصف سے برابر ہون تو دونون شخص برابر ہو جائینگے اور تقاضا نرہیگا اور اگر ایک کا مال کم ہو اور دوسرے کا مال زیادہ ہو تو تقاضا زیادہ کی طرف سے ہوگا اور برابر محسوب ہو جائیگا اور اگر دونون مال اُو نکے دو مختلف جنسون کے ہونگے جیسے ایک کپڑے کی جنس سے ہو اور دوسرا غلہ کی جنس سے ہو تو مقاصہ یعنے حق کا وصول کرنا بے آپس کی رضامندی کے نہو سکے گا اور یہی حکم ہر ملے مین ہے جو دو شخصون مین ہو اور جب دونون شخص راضی ہو جائینگے تو طرفین کی برارت ذمہ ہو جائیگی اور ہر ایک کو اپنے ذمے کے قرضے کے دوسرے کو دینے کی ضرورت نہ پڑے گی اور اُسکے ذمے کی چیز کے لینے کی احتیاج نہوگی خواہ وہ مال چاندی سونے مین سے ہو یا اور جنس کا ہو اور اسمین اور قول تفصیل کا بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ دونون مال چاندی سونیکی جنس سے ہون پھر ایک اپنے دیندار سے اُسکے ذمے کی چاندی کو قبضہ مین لاسے اور اُسی کو اپنے ذمے کے دین مین کہ سونا ہی دیدے تو کافی ہے اور اگر وہ مال چاندی سونیکے سوا اور متاع کی قسمون مین سے ہون تو ہر ایک اپنا حق دیندار سے لیلے اور اپنے ذمے کے دین کے بدلے مین دیدے تو کافی ہے اور اگر ایک شخص کا دین چاندی سونا ہو اور دوسریکا اور قسم کا مال ہو تو اُس مال کو اپنے دیندار سے لیلے اور اُسکے چاندی سونے کے بدلے مین دیدے تو جائز ہے اور اسکے برعکس جائز نہین اور یہ مبنی اُس امر پر ہے کہ مقاصہ بیع کا حکم رکھتا ہے تو بیع کی شرطین اسمین معتبر ہونی چاہیے اور دین کی بیع دین سے لازم نہ آئے اور قبضے سے پہلے مال کی بیع لازم نہو **تیسرا مسئلہ** جب مکاتب اپنے باپ کو اپنے مالک کی بے اجازت مول لے تو صحیح نہین ہے اسلیے کہ باپ بیٹے کے مول لینے سے آزاد ہو جائیگا اور مکاتب کے مال مین نقصان پہونچے گا کہ وہ اُسکے مالک کا ضرر ہے اور اگر مالک اجازت دیدے تو صحیح ہے اور اسیطرح پر اگر کوئی مالک وصیت کرے کہ مکاتب بندے کے باپ کو میرے مرنے کے بعد اسکے بیٹے کو دیدین تو اس وصیت کے قبول مین اس بندے کا کوئی ضرر بعید نہین اِس صورت سے کہ اُسکا باپ اپنی کمائی سے اپنی معیشت کریگا اور مکاتب سے مستغنی رہیگا بس جبکہ یہ وصیت مکاتب قبول کریگا اور کتابت کے مال کو ادا کردیگا تو آپ بھی آزاد ہو جائیگا

اور اُسکا باپ بھی بیٹے کی ملک مین آنے سے آزاد ہو جائیگا اور اگر مال کتابت کے ادا کرنے سے مکاتب عاجز ہو جائیگا اور مالک کتابت کو فسخ کریگا تو یہ دونون باپ بیٹے اُسکے غلام ہونگے مگر باپ کے غلام بننے مین تردد ہے **مترجم** کہتے ہین کہ تردد کا سبب یہ ہے کہ اُس غلام نے بیٹے سے تعلق کیا ہے آزادی سے تشبث کیا ہے تو اُسکے بیٹے کا اُسے مملوکیت پر پھیر لانا معقول نہین ہے مگر پھر جانا ہی اقوی ہے اسلیے کہ باپ اُس صورت مین آزاد ہوتا ہے جب بیٹے کی ملکیت آتا ہے اور جبکہ بیٹا ہی مملوک ہے اور وہ صلاحیت مالک ہونیکی نہین رکھتا ہے تو پھر آزاد نہوگا **چوتھا مسئلہ** جب مکاتب کا بندہ کسی پر جنایت کرے اور مجنی علیہ یعنے جسپر جنایت کی ہے وہ جنایت کے قصاص کا یا دیت کا مطالبہ کرے تو مکاتب کو دیت کہ جنایت سے قیمت کا تفاوت ہے دیکر اُس غلام کا چھڑانا نہین پہونچتا ہے مگر جبکہ اُسکے چھڑانے مین کچھ مکاتب کا فائدہ ہو اور اگر غلام مکاتب کا باپ ہو کہ جسے مالک کی اجازت سے خرید کیا ہو تو دیت دیکر مکاتب کو اُسکا چھڑانا نہین پہونچتا ہے گو وہ دیت اُسکے باپ کی قیمت سے کم ہو اسلیے کہ موجود مال کو کہ جسمین اُسے تصرف پہونچتا ہے ضائع کرنا پڑیگا اور ایسے مال کو رکھنا پڑیگا کہ جس سے منتفع نہو سکے گا اسلیے کہ مالکانہ تصرف اپنے باپ پر نہین کر سکتا ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اسلیے کہ فقہا نے کہا ہے کہ مال کتابت کی ادا سے عاجز آنیکی صورت مین مکاتب اپنے باپ کو مالک کی اجازت سے مال کتابت کے ادا کرنیکے لیے بیچ سکتا ہے پھر منتفع نہونا ہے مال سے نرا **دوسرا مقصد** مکاتب کی جنایت کے حکمون مین اور مکاتب پر کی جنایت کے حکمون مین ہے اور اسمین دو قسمین ہین **پہلی قسم** مشروط مکاتب کے متعلق مسئلون مین ہے اور یہ سات مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جب مکاتب اپنے مالک پر عمداً جنایت کرے پھر اگر وہ جنایت قتل نفس ہو یعنے اپنے مالک کو مار ڈالے تو مالک کے وارثون سے قصاص لینا متعلق ہوگا پھر اگر وارث قصاص لین اور اُسے مار ڈالین تو اُسکے مرے کا حکم رکھتا ہے کہ گویا وہ اپنی موت سے مرگیا ہے اور جو مال کہ وہ چھوڑ گیا ہے وہ اُسکے مالک کے وارثون کا مال ہے اور اگر جنایت قتل نفس نہو اور اگر کسی عضو کے کاٹنے کی ہو جیسے ہاتھ پاؤن کا کاٹنا ہے پھر اگر وارث بھی اُسکے اُسی عضو کو قصاص کے طریق سے کاٹ ڈالین تو باقی مین کتابت بحال رہیگی اور اگر جنایت مکاتب سے خطا کی راہ سے واقع ہوئی ہو تو اس جنایت کی دیت اُسی مکاتب کی گردن پر اِس معنے سے پڑیگی کہ جب آزاد ہو جائیگا تو اپنے سر کی دیت کو ادا کرے گا اور مکاتب کو دیت دیکر اپنا چھڑا لینا پہونچتا ہے اسلیے کہ یہ اُسکی مصلحت سے متعلق ہے بس اگر اُسکے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے مال کتابت اور

دیت دونوں کی ادا ہوسکتی ہے اور اُسے وہ دیدے تو آزاد ہوجائیگا اور اگر دونوں کو کافی نہو تو مال کتابت پر دیت کو مقدم کر کے دیدے اور اُسکے بعد اگر ظاہر ہوجائے کہ مال کتابت کی ادا سے عاجز آگیا ہے تو اُسکے مالک کو کتابت کا فسخ کرڈالنا پہونچتا ہے اور اگر مطلق اُس مکاتب کے پاس مال نہو پھر اگر مالک کتابت کا فسخ کرے تو وہ اُسکا بندہ مملوک رہیگا اور جنایت کی دیت اُسکے ذمے سے ساقط ہوجائیگی اسلیے کہ مالک کا اپنے مملوک ذمے کچھ مال نہین ہوتا ہے اور کتابت کے فسخ کے سبب سے مال کتابت بھی اُسکے ذمے سے ساقط ہوجائیگا **دوسرا مسئلہ** جب مکاتب مالک کے سوا کسی غیر پر عمداً جنایت کرے اور مجنی علیہ یعنے جسپر جنایت کی ہے وہ اُسے بخشدے تو کتابت اپنے حال پر باقی رہیگی اور اگر کسی کو عمداً مارڈالے اور مقتول کے وارث اُس سے قصاص لین تو مرے کا حکم رکھتا ہے کہ اُسکا مال اُسکے مالک سے متعلق ہوگا اور اگر خطا سے مارڈالے تو اُسے دیت اور ارش جنایت دیکر اپنا چھڑا لینا پہونچتا ہو اور اگر اُس کے پاس کچھ مال نہو تو اُس غیر شخص کو اُس جنایت کی ارش کے بدلے مین اُسکا بیچ لینا پہونچتا ہے مگر جب مالک ارش یا دیت مجنی علیہ یا اُسکے وارثون کو دیدے تو بیچنا نہین پہونچتا ہو پھر اگر مالک اُسے چھڑا لیگا تو کتابت بحال رہیگی **تیسرا مسئلہ** جب مکاتب کا غلام کسی پر خطا سے جنایت کرے تو مکاتب کو ارش جنایت دیکر اپنے غلام کا چھڑا لینا اس شرط سے پہونچتا ہو کہ ارش جنایت اُس غلام کی قیمت سے کم ہو اور اگر اُسکی قیمت سے ارش جنایت بڑھکر ہوگی تو مکاتب کو ارش دیکر چھڑانا نہین پہونچتا ہو جسطرح پر کہ مکاتب کو قیمت مثل سے زیادہ پر کسی چیز کا خریدنا نہین پہونچتا ہو **چوتھا مسئلہ** جب کوئی مکاتب کسی جماعت پر جنایت کرے پھر اگر جنایت عمداً اپنے قصد سے کی ہوگی تو اُس جنایت کا قصاص اُس سے لے سکین گے اور اگر جنایت خطا کی راہ سے کی ہوگی تو اُنھین ارش جنایت کا اُس مکاتب کے رقبے سے متعلق ہو لینا پہونچتا ہے پھر اگر مکاتب پاس اتنا مال ہے کہ جس سے ارش جنایت ادا ہوسکے تو مکاتب کو اُنھین وہ مال دیکر اپنے کو اُنکے دعوی سے چھڑا لینا پہونچتا ہے اور اگر اُس مکاتب پاس کچھ مال نہو تو اُس جماعت کے سب شخص اُس غلام کی قیمت مین ارش جنایت کے حصون کے موافق شریک ہوجائینگے **پانچوان مسئلہ** جب مکاتب کا کوئی ایسا غلام ہو جو اُسکا باپ ہے اور وہ اُسکے کسی اور غلام کو مارڈالے تو مکاتب کو غلام کے بدلے اپنے باپ کا مارڈالنا نہین جائز ہے جسطرح پر کہ بیٹے کے مارڈالنے کا باپ پر قصاص نہین اور اگر مکاتب کے کئی غلام ہون اور بعضے بعضون پر جنایت کرین تو مکاتبکو جنایت کرنیوالے سے ظلم اور تعدی کے قطع کرنے کے لیے قصاص لینا جائز ہے

کیونکہ یہ قصاص اُسی کے ضرر پر متضمن ہے اور مکاتب کے تصرف اُس نوع کے کہ جسمیں اُسکا ضرر ہو جائز نہیں اور قصاص مین بھی مکاتب کا ضرر ہے مگر یہ کل کی اصلاح ہے کہ لکم فی القصاص حیوۃ اور تمھارے لیے قصاص مین حیات ہے اس ضرب کا تحمل مستثنٰی ہے **چھٹا مسئلہ** جب مکاتب مارڈالا جائے تو مُردے کا حکم رکھتا ہے کہ اُسکی کتابت باطل ہوجاتی ہے اور اُسکی ورثت اُسکے مالک کا مال ہے اور اگر مکاتب کے کسی عضو پر عمداً جنایت کرین اور جنایت کرنیوالا مالک ہو تو اُسکے مالک سے قصاص نہ لین گے مگر مالک کو ارش جنایت یعنے تفاوت قیمت مکاتب کو دیدینا لازم ہے اور یہی حکم ہے اگر جنایت کرنیوالے غیر شخص ہون یعنے تو بھی قصاص نکرینگے اور ارش مکاتب کو اُنسے دلوادین گے اور اگر جنایت کرنیوالا غلام ہوگا تو اُسپر قصاص لازم ہوگا اور جہان جہان تفاوت قیمت جسے ارش کہتے ہین ثابت ہو اُسے مکاتب کو دینگے اسلیے کہ یہ اُسکے کسب مین داخل ہے **ساتوان مسئلہ** جب مالک کا غلام اُسکے مکاتب بندے پر جنایت کرے اور مکاتب قصاص مانگتا ہو تو مالک کو اُس مکاتب کا قصاص کی طلب سے روکنا پہونچتا ہے اسلیے کہ مکاتب ایک بندہ ہے اور مالک کی ملکیت اُسپر جب تک مال کتابت ادا نکرے باقی ہے اور اگر جنایت خطا کی راہ سے اُسکے غلام نے کی ہے اور مکاتب ارش کا طالب ہے تو مالک منع نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ یہ کام بھی مال کے اکتساب کے منزلے مین ہو اور اگر مکاتب جنایت کو بخشدینا چاہے تو مالک کی رضامندی پر موقوف ہے لیکن مطلق مکاتب جب کچھ ادا کردیتا ہے تو اُسی ادا کے حساب سے آزاد بھی ہوجاتا ہے جیسے تیسرا حصہ آدھا وغیرہ ہے پھر اگر ایسا مکاتب کسی آزاد شخص پر عمداً جنایت کرے اور مال کتابت کے کچھ دینے سے وہ مکاتب بھی کچھ آزاد ہوگیا ہے تو اس مکاتب سے قصاص لین گے اور اگر کسی مملوک پر جنایت کرے گا تو اُس سے قصاص نہ لیا جائیگا اسلیے کہ اسمین آزادی آچکی ہے اور آزاد سے بندے کا قصاص لیا نہین جاتا ہے اور اُسپر لازم ہے کہ اپنی آزادی کے موافق ارش یعنے تفاوت قیمت اُس مملوک مجنی علیہ کو دیدے اور رقیت بھر کا باقی تفاوت قیمت اُسکے رقبے سے متعلق ہے اور اگر کوئی مکاتب کسی ایسے مکاتب پر جو دونون آزادی مین اور مملوکیت مین برابر ہین جنایت کرے تو جنایت کرنیوالے پر قصاص جاری ہوگا اور اگر جنایت کرنیوالے کی آزادی مجنی علیہ کی آزادی سے سوا ہوگی تو قصاص نہ لیا جائیگا اور اگر کم ہوگی تو قصاص لیا جائیگا اور اگر مکاتب خطا کی راہ سے جنایت کرے تو حریت بھر کی

ارش جنایت اُسکے عاقلہ سے متعلق ہوگی عاقلہ سے لینا چاہیے اور عاقلہ کی تفسیر کتاب الدیات مین بیان ہوگی اور باقی اُسکے رقبہ سے متعلق ہوگی اور اُسکے مالک کو جنایت کے ارش کے حصے کو دیکر اُسکے مملوکیت کے حصے کو چھڑا لینا پہونچتا ہے خواہ اُس مکاتب نے جنایت کسی بندے پر کی ہو یا کسی آزاد پر کی ہو اور اگر اُس مکاتب پر کوئی آزاد جنایت کرے تو قصاص آزاد پر نہین ہے اور اُس سے ارش جنایت لے لین گے اور اگر مملوک ہوگا تو قصدی جنایت مین اُس سے قصاص کرینگے **تیسرا مقصد** وصیت مین کے مکاتب کے حکمون کے بیان مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** مکاتب کے رقبہ کی وصیت کرنا صحیح نہین ہے یعنی یون وصیت کرے کہ فلان مکاتب غلام کو میرے بعد فلان شخص کو دیدین تو صحیح نہین جسطرح پر کہ مکاتب بندے کا بیچنا صحیح نہین اور اگر یہ کہے کہ میرا فلان مکاتب غلام اگر مال کتابت کے دینے سے عاجز آئے اور فسخ کتابت کرے تو وصیت کی مین نے کہ اُسے تجھے دیدین تو یہ جائز ہے اور اگر دونون وصیتین ایک شخص کے لیے کرے یا دو شخصون کے لیے کرے تو بھی جائز ہے جیسے یون کہے کہ اگر مال کتابت مکاتب دے تو مین نے وصیت کی کہ وہ مال تجھے دیدین اور اگر مکاتب عاجز آئے اور فسخ کتابت کرے تو وہ مکاتب میرے بعد تیرا مال ہوگا یا زید اور بکر سے کہے کہ اگر مکاتب میرے بعد مال کتابت دے تو زید کو دیدین اور اگر فسخ کتابت کرے تو اُس بندے بکر کو دیدین **دوسرا مسئلہ** جب کتابت کے فاسد عقد سے کوئی اپنے بندے کو مکاتب کرے اور اُسکے بعد وصیت کرے کہ میرے بعد اس بندے کو فلان شخص کو دیدین تو صحیح ہے اور اگر اُسکے ذمے کے مال کتابت کی وصیت کرے تو صحیح نہین ہے اسلیے کہ فاسد عقد کے ذریعے سے بندے کے ذمے کچھ لازم نہین ہوتا ہے اور اگر یہ کہے کہ اگر میرے قبضے مین اُس سے وہ مال آجائے تو مین نے اُسکی وصیت تیرے لیے کی ہے تو یہ صحیح ہے اسلیے کہ جو مال کہ وہ بندہ دیگا وہ مالک ہی کا مال ہے اور فاسد عقد کتابت سے مکاتب بندہ مال کا مالک نہو جائیگا **تیسرا مسئلہ** اگر کوئی وصیت کرے کہ بخشدین مکاتب کو مال کتابت مین سے یا اُسکے ذمے کی ساری باقی سے کچھ بڑھکر تو یہ وصیت مال کتابت کی آدھی باقی سے کچھ بڑھکر چھوڑ دینے کی ہے اور زیادتی کی مقدار کی تعیین مین وارث سے مختار ہین اور اگر کہے کہ اُسکے ذمے جو باقی ہے اُس سے کچھ بڑھکر چھوڑ دین اور مثل اُسکے تو یہ وصیت ساری باقی کے چھوڑ دینے کی ہے اور ساری باقی سے زیادہ مین باطل اور اگر یہ کہے کہ اُسے چھوڑ دین جتنا وہ چاہے پس اگر مکاتب کچھ چھوڑ دینے کی اور کچھ باقی رکھنے کی درخواست کرے تو صحیح ہے اور اگر چاہے کہ پورا چھوڑ دین تو فقہا کہتے ہین کہ صحیح نہین اسلیے کہ جو چاہے کا لفظ حال کے قرینے سے کچھ پر دلالت کرتا ہے بس چاہیے کہ کچھ باقی چھوڑ دیا جائے **چوتھا مسئلہ** جب مالک وصیت کرے کہ مکاتب بندے کو بیچ کی قسط چھوڑ دین پھر اگر کتابت کے مال کی

قسطون مین درمیانی قسط گنتی کی رو سے ہو جیسے تین قسطین مقرر ہون اور ہر ایک قسط ایک ایک اشرفی ہو پس
دوسری گنتی سے درمیانی قسط ہے کہ پہلی اور تیسری کے بیچ مین ہے یا مال کے مقدار کے اعتبار سے ہو
جیسے چار قسطین ہون اور دو قسطین دو دو اشرفیون کی ہون اور تیسری قسط اور چوتھی چار چار اشرفی کی ہو تو
اِس صورت مین مال کی مقدار کے اعتبار سے درمیانی قسط تین اشرفیون والی ہے اور اسی کیطرف
وصیت پھریگی اور اسی کو چھوڑ دینا چاہیے اور اگر قسطون مین عددی اور مقداری دونون درمیانی
ہون تو موصی کے وارثون کو اختیار ہے کہ ان دونون درمیانی قسطون مین سے جسے چاہین چھوڑ دین
اور جسے چاہین نچھوڑین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرعے سے درمیانی کی تعین کرینگے اور یہی خوب ہے اور
اگر قسطون مین درمیانی نہو نہ گنتی کے اعتبار سے اور نہ مال کے اعتبار سے تو مثلاً ایک ایک اشرفی
کی چار برابر قسطون کو جمع کرینگے پس ان چارون کے درمیانی دو اشرفیان ہین دو قسطون مین سے
کہ پہلی اور چوتھی کے درمیان ہین اور چار قسطون مین دوسری اور تیسری اور چھ قسطون مین تیسری اور چوتھی وسط ہے
انھین موصی کی وصیت کے موافق ساقط کر دینا چاہیے **پانچوان مسئلہ** جب کوئی اپنے مکاتب
بندے کو اپنی بیماری مین آزاد کرے یا مال کتابت کا ابرا کرے پھر اگر اُس مرض سے صحت پا جائے
تو وہ آزاد کرنا بھی اور ابرا بھی صحیح ہے اور اگر مالک مر جائے تو اُس آزادی اور ابرا کو متروکے
کی تہائی سے نکالینگے اسلیے کہ مریض کے فوری تصرف بھی وصیت ہی مین داخل ہین اور یہی قول
زیادہ صحیح ہے اور اس مسئلے مین دوسرا قول بھی ہے کہ مریض کے فوری تصرف اصل متروکے
سے نکلینگی اور تہائی سے زیادہ مین بھی جاری ہوجائینگے پس اِس مسئلے مین ملاحظہ کرنا چاہیے
کہ میت کے متروکے کی تہائی کسقدر ہے اور مال کتابت کسقدر ہے اور اُس بندے کی قیمت کیا ہے
مثلاً اگر مال کتابت بندے کی قیمت سے زیادہ ہو اور متروکے کی تہائی پھر یا اُس سے کچھ کم ہو تو
مال کتابت سے ابرا صحیح ہوگا اور بندہ اُسی سے آزاد ہوجائیگا اور اگر بندے کی قیمت مال کتابت
سے زیادہ ہو اور ترکے کی تہائی بڑھکر نہو تو پھر آزادی صحیح ہے اور اگر ایک ان دونون مین سے
متروکے کی تہائی سے زیادہ ہو تو اُس زیادہ کا اعتبار کرینگے اور دوسرے سے کہ جو تہائی سے کم ہو
آزاد ہوجائیگا اور اگر دونون مین کا کم بھی ترکے کی تہائی سے بڑھکر ہو تو اُس بندے مین سے
متروکے کی تہائی بھر آزاد ہوگا اور زیادہ مین وصیت باطل ہوجائیگی اور باقی کی بابت آپ کما کر

وارثوں کو دیکر آزاد ہوگا اور اگر مال کتابت کے ادا کرنے سے عاجز ہوجائیگا تو وارثوں کو باقی بندیکا حق ملک
رکھنا پہونچتا ہے **چھٹا مسئلہ** جب مالک ایسے بندے کے آزاد کرنیکی وصیت کرے جسے پہلے مکاتب
کرچکا ہے اور مرجائے اور اُس بندے کے سوا کچھ اور مال چھوڑ نجائے اور مال کتابت کی قسط دینے کا
وقت نہ آیا ہو تو مالک کے مرتے ہی اُس بندے کا تیسرا حصہ وصیت کی رو سے آزاد ہوجائیگا اور اُس
تیسرے حصے کی آزادی مین مال کتابت کی قسط کے وقت آنیکا انتظار ضرور نہین اور وصیت سے تیسرا
حصہ آزاد ہونے کے بعد اگر مال کتابت پورا پہونچا دے گا تو وارثوں کو مال ملیگا اور بندہ پورا
آزاد ہوجائیگا اور اگر مال کتابت کی ادا سے عاجز ہوجائیگا تو اُس بندے کی دو تہائی کو وارث اپنی
غلامی پر پھیر لائینگے اور وہی دو ثلث مکاتب رہینگے جب وہ مال کتابت دیدیگا تو آزاد ہوجائینگے **ساتوان**
مسئلہ جب مالک مرض موت مین اپنے بندے کو مکاتب کرے اگر اُس بندے کی قیمت متروکے کی تہائی
بھر یا کم ہوگی تو یہ مکاتبت جاری ہوجائیگی اور وہ بندہ وارثوں کو مال کتابت کے دینے کے بعد آزاد
ہوجائیگا اور اگر اُس بندے کے سوا کچھ اور مال نہ چھوڑ مرا ہوگا یا بندے کی قیمت متروکے کی تہائی سے
بڑھکر ہوگی تو بندیکے تیسرے حصے مین مکاتبت جاری ہوجائیگی اور دو ثلث بندے کا غلام رہیگا اور
اگر یہ کہا جائے کہ مکاتبت بندے کو بندے کے ہاتھ بیچنے کے حکم مین ہے پھر اگر مال کتابت بندے
کی قیمت بھر ہے تو کچھ تبرع نہین ہوا ہے کہ موصی کے متروکے کی تہائی سے متعلق ہو اور اُسکا جواب یہ ہے کہ
جسطرح سے بندہ موصی کا مال ہے اُسیطرح پر اُسکی کمائی بھی اُسی کا مال ہے اور مکاتبت موصی کے مال پر
معاملہ ہے پس ہبہ کے حکم مین ہے اور متروکے کی تہائی سے نکلے گی اور یہی ظاہر ہے اور اِس مسئلے مین
دوسرا قول بھی اس نظر سے ہے کہ مریض کے فوری تصرف اصل متروکے سے نکلین گے خواہ متروکے کی تہائی
بھر ہون یا تہائی سے بڑھکر ہون اور وصیت کا حکم نہین رکھتے ہین **اور استیلاد یعنے** لونڈی کا مالک
سے لڑکا جنّا اور ام ولد ہونا دو امرون کے بیان کا مقتضی ہے **پہلا امر** استیلاد کی کیفیت مین ہے لونڈی
اس شرط سے مالک کی اُم ولد ہوتی ہے کہ اُسکے پیٹ مین مالک کے نطفے سے علقہ یعنے خون بندھ جائے
کہ جسے حمل کہتے ہین ایسی حالت مین کہ وہ لونڈی اُسکی ملک مین ہو اور اگر کسی کے نطفہ سے کسی اور کی
لونڈی سے بچہ ہوا اور اُسکے بعد وہی ہمبستری کرنیوالا اُسی لونڈی کا مالک ہوجائے تو شیخ علیہ الرحمہ فرماتے
ہین کہ وہ لونڈی بھی اُم ولد ہوجائیگی اور ابن بابویہ کی روایت مین وارد ہوا ہے کہ ام ولد نہوگی اور

م ولد ہونے
دی سے
جائے تو
ما کہتے ہیں
پلا قول شبہ کر
ر اُسکا بیٹی
سے عقد
ے مالک کی
ولد اپنے
ی لڑکی کے
ین سے
ے حاصل ہوتے
م ولد کا بیچنا
لیے جائز ہے
یا ہو کر اُسکی
رت ہیں اُس
ے تو وہ
جائز ہے
ے میں قرار
کر گزر چکا ہی
اور باقی قیمت
ے کر اُسکی باقی
فقہا نے

لی وصیت
کے مالک نے
مینی جتنے مال
اسکی قیمت
کرلین گے
رے توجنایت
علیہ سے فدیہ
پشکا ادا کردے
ر دادے اور
سے بڑھکر ہو
اسے حوالے
جنایت ام ولد
اور تعزیر کے
سے ہین کہ حد
ی پر شیخ
نہین ہے اور
چھوٹا ہے یا
قتبہ مین
امام محمد باقر
مرد کے پاس
آزاد ہو گئی
ایک لڑکا
مملوک ہے ۹.

ں گے جب
ں عورت کے
ہم کہتے ہیں
ر اسکی رعایت
مد بن قیس سے
ناد ہے
ختار ہے
سکے مرتد ہ
کا آزاد ہوگا

ی کسی حق کے
ا رکن اقرار
ے اور یہ ایسا
ے ہے یا مجبور
بی عبارت کے
ں چاہوں تو
ے تو یہ بھی
علق کیا ہے
ں تو بیچ بولنے والا
دا ہی نہ سے
کو حق کے
اقرار تو ہے

کے سچ ہونیکا
اُسکے سچ ہونے
قرار کیونکر ٹھیرگا
کے حصول پر
چیز کی تول کا
شہر کے متعارف
وہ بھی اُس شہر کے
کی لقہ کیطرف
برابر ہون
کہ میرے
بعد اُسکے
درہم کے ساتھ
کہ درہم کے
مشکوک
درہم مین اُسکا
ہم ہو جائین
سیطرح پر طرف
اقرار راجح ہوگا
ہے یا گینون
اقرار مین داخل
کا اقرار ہوگا
اور اگر کسے
مجھے کی اور

اصل

تو اُسپر دو
ہے کہ اسکا
ب ایسا
ہے تو
ہون لازم
ے زیادہ
روپے کچھ
کو دیدے
اور اگر
چے نقصان
ر دوسرے
رار باطل ہے
م کی توقیت
ن عبارتوں
ے مضمون
ر مین نے
الک نے
ر بیٹے کے
اہون فلان
ار ہے اور
ے گھر کے ہونگا
ما وکیل تھا
ہے تھے تو

ے بعد ساقط کرنا
ے حکموں میں ہے
ہے تو اگر اس
قبول کرلیں گے
ے چھلکے یا ادام
مسلمان اُسکا
ہ مرے جانور
ی چیز سے کرے
اگر اُس مال کا
ر اگر اُس مال
غیر کو قبول
ر دو دوسرا مسئلہ
ر کی کھال یا
چیز ہے اور
لو بھی کہے کہ اُسکا
ے اسلیے کہ تو
ہے کہ اُسکی حرمت
شیخ علیہ الرحمہ
کرنیوالے پر
ریہ ہو اطمینان کی
ی میں قرآن مجید
گنہگیرہ بھرے
سعادت کی

نصف

ی کہے کر
کم سے
ے وہی
ر بس بچا
گر کوئی
ے اور اگر
لی تھی
یا کبھی
طلب
ط تین پر
ھیر دراہم
ی اور
ط سے
لے کر گئے
ر میں مختار
در ہم رہے
اقرار
گے خلاف
ی اور اگر
رئی تو
ہو گا اور
کہ لہ علی
ینگے اور

کے تو ایک درہم کا
ہم ہونگے اسلیے
سلہ بچاس وغیرہ
پر محمول ہوگا اور
ینگے اسلیے کہ سہو کی
ر کے یعنے کذا درہم
وغیرہ میں مشترک
لازم ہونگے اور
سو کا عدد ہے
شرط کہاں سے
پر اختصار کیے
ے کہے تو ایک
ر دوسرا کذا پہلے
نگے اسلیے کہ کم
ہے یا رفع سے
ی ہے کہ یقین پر
چھٹا مسئلہ
کرے کہ کس ایک
ی کرے کہ میرا
ر دوسرا شخص
پلے کے بیٹے اقرار کے
اور اگر منکر کہدے
ان کو دینگے

ا پڑیگا
ے اور
اکرے
ووڈونوں
ی اور
ے اور
ی ہے
ہ تک
ست سے
ں ہے
رانکو
راگر
لیا ہی
ں کے
رسے
میرے
قے تو
مانت
ر تفریط
ر میان
مافظت
ی امانت
ت عربی
ی عبارت

ذمے قرار پاگئی ہو
مین ذمہ کا لفظ کہا
ور امانت دونون
بعد کے کہ یا امانت
پھر سکا تاوان میرے
ونکہ بے تفریط کے
یکن اگر یہ دعوی
کا اقرار کے منافی
ملا تو اُسکے اقرار کو
سعون سے کہے
ے خریدنے کو خریدا
ن سے کم ہو یا اس
یا ہو اور جو کوئی
رے سعون کا ادعا
رے باپ کی میراث
و یہ وید ینا چاہیے
کی میراث سے ین
ہے جب میراث کو
ناقض لازم آئیگا
ہبہ کے طور پر
ر میرے گھر سے
دگا کہ بیان ہو چکی
ا لڑکی واری سکے یہ میرا گھر

و درہم
بھی اقرار
ہے
صحیح ہوگا
دیا جائے
میرا گھوڑا
کہ یہی
دے گا
ار درہم
ے اور
ن نہم
ا مقر
لی معلوم
سمجھے
اس
رہو بہ کہ
کیوں
کہ مصنف
وہ کرتا ہے
ن اور
کہتے تو
ہمایک
ذ اپنی

ستعمل ہوے ہین پھ
اسے عربیت نے تصر
صل استثنا کے صیغون کے
انکار نہین ہے اسلیے
ہے اور استثنا اثبات
ہیز کا استثنا مستثنے منہ کی
ن آیا کیونکہ زید قوم
ستثر جسم کہتے ہین
جائز ہے اور پہلے کی
طع کی مثال یہ ہے
دار باب اصول فقہ
ین اور قرآن مجید مین
تا ہے فسجد الملائکۃ الا
ہ کی جنس سے نہین ہے
رح ہے اور مصنف نے
گر شیخ ملی علیہ الرحمہ نے
مجاز ہو تیسرا قاعدہ
ہے گو کم ہو اسلیے کہ مستثنے
شریف مین اور فقہا کے
ی شخص اعلیٰ عشرۃ الا
رہم کا اور ایک درہم کو
تو اس صورت مین
رہم دس سے مستثنیٰ ہوگا

ن مین ہوگا
و دس
ن ہے
دیون نے
رہالاعندی
کا ہوگا
سمکھے
رنصب
ی اُسکی
کے ہیر
پھراسی
صورت
ت کلام سے
اثبات سے
ے یعنے
کیاہے
ف مایہ کے
ہ کے لینے
ے تین کا
ے تین اور
ار بجر ہو
یب مگرایک
نک گعدد

یا اُس سے زیادہ
پہلے پر نو کو پہلے
نین والا واحدا یعنے
ہنگے اور اجمعین ہوگا
یک مگر ایک یہ
شرۃ الا ثلثۃ الا اربعۃ
اقرار ہوگا اور یہ
رگا کر اُسکے بعد کچھ
ستۃ والا اربعۃ
ور اقرار چار کا
ین پانچ کا استثنا
یعنے اُسکے دس مین
اور اگر مستثنے کئی
جع ہوگا اور اگر
نا اثبات اور نفی
کا اقرار ہوگا جیسے
ین پہلے پانچ سے
ن ین دس مگر پانچ
سے بس دو کا
شخص کا یہ کپڑا ہے
ہے بلکہ اُس سے
یہ میرا ہے یا انگوٹھی
ہوگا تو انکار

...تکلیف
...ے تو
...یزار ہیں
...ے ایک ہم
...س صورت
...کی قیمت
...راب یاد ہم تما
...ی اقرار
...تکلیف
...گئے کہ
...ے تو
...ے تو
...رنج ہوگا
...جائیگا
...ہم میں سے
...الف
...ی میں ہی
...ہم تنہا
...اسکا رحم
...لیکا مذہب
...ہے اور
...ر یہی
...شنا ایک

شرط ہے کہ مکلف
ا اقرار معتبر نہیں
عل اُسے جائز ہو
ن صحیح ہے اور
ہے مگر جو شخص
رکرے تو یہ اُسکا
ور اگر کسی کا مال
یگے اور غلام کا اقرار
لازم آئے اور
ہ مالک کا مال
اور غیر کے ضرر پر غیر کا
چاہیے کہ وہ آزاد
لک سے اجازت
لیا جائیگا اسلیے کہ
رکیے ہوئے مال کو
ں اجازت مالک
ی کا مطالبہ اُس سے
ے مطالبہ کر لے گا
لہ قرضخواہوں کے
دین کے ثبوت کا
ن مقر لہ قرضخواہ ہوگا
ہ بھی شریک ہوگا
قرار غیر کے حق میں کا

شا جاتی
صورت
یلی صورت
م کے
سکے
ن کرد
لے لیجایا گیا
ر کا علیہ
تو کے
آنا ہوگا
ر ہے
ے مجبور
ا اس
ہے اور
کوئی
ر اس
کی ہر
اقرار
ف کی
ہے
نے کا
اس اقرار
ے کہ جو
نظر سے

بعد اُس چیز کا کہ
و تفسیر کی ہے
ون کیطرف وہ
میت باطل ہو جائیگی
ہ یہ اقرار کے
ت کے بعد پیدا
دوم تھا اور اگر
ہر اور مالک نہو گا
ینگے اور اگر اُس
دو ہونیکا یقین
ہ کا اسلیے کہ پورا بچہ
دا ہون تو اقرار اللہ
ہ سے متعلق ہو گا
رِ اُسکی ماں کے
ر کا سبب یہ ہے
ر شبے کی ہمسری کی
رار پر تفریع لاتو نا
سب ہوتا ہے اگر وہ
ق مین ہے اور
ی کوئی گھر ہو گا جسمین
ل ہے تو اُسکا لا
ن گے اسلیے کہ اُسنے
س سے غصب کیا ہے

لیکن اگر یہ
م ہے کہ
رار سے کہ
ل ہے
دینا چاہیے
ہے اور
انکار کرتا ہے
رہیگا تو
للہ رحمہ نے
لیا جائے
ہے اور خریدکا
ام ساقط
اور اُسکا
کے مالک
قرار میں
لا ہے تو
ت کہ اُسے
وف ہی
قرار باطل
بیشک وہ
ہ کہ اُسکی
کار اقرار کے
ہ کتنا مقبول

مال لازم ہوجائیگا
ہورہے اور اسکے
اور اگر سکوت سے
کے بعد کہے کہ جس
یا نکرے اور
کہتے ہین کہ پہلی
کلام کے حکم
کے متصل کہا ہو
ار کے منافی نہین ہے
دوسرے کلام
کے ہین تیسرا
کر سکتا ہون
اگرچہ ہون تو
کا اور ضمانت کا
ن دار بیٹے بیٹے
تا کے ہو کہ ایک
بین مین اُسکے
س شرط سے
قبول نکرینگے
ح پر نہین ہے
سے اور اُسکے
س سے کیا ہے
کسی مال کے

فوائد

رکھے کرامات
ے کو
قبول کر لیے گئے
یقین کی
و دید نے
کا جھٹلانا
شتری کی
کسی مصلحت
ہونا کہ اگر
ی ہے اور
معتبر ہے
م نہو تیرے
جیسے کوئی
چھوٹا پایا ہو
نی ز وجہ
کے لڑکے
کے کانپ
سب ثابت
اقرار لڑکا
بالغ مرد کی
کلام سے
ہے اور مبسوط
ور سیط عبد

ے اقرار کیا ہو اسکی
اقرار کرے جیسے
وہ بھی اسکی تصدیق
سرایت نہین کریگی
ی نسب مین اقرار
ھوٹے بچے کے لڑکا
ر بالغ ہوا اور انکار
مسئلہ جب کسی مرد کا
ں کے بیٹے اقرار
ے اگر یہ تیسرا لڑکا
واہ رکھتا ہے مگر
ر دو سہم ہین لے گا
ر ہے اسی دوسرکو
اقرار اپنے نفس کے
ے معلوم ہوا اور تیسرے
ی عادل ہونگے او
نکار کیطرف التفات
کے تیسرے کے
جائیگا اسلیے کہ عاقل کا
کا چوتھا مسئلہ
ار کرے اور کہے
بھائی بھی اسکے
۲۵ رث مین سے کچھ

ث رکھتا ہی
دہ تمر یہ بیت
ترو کے مین
رث سے ہو
ہونے سے
افذ ہنو گا اور
ن حصہ دینگے
لاد ہنونے پر
ن مسئلہ
دونون مین
میراث مقرر ہے
ہے جسطرح پر
یٹا اقرار کرتا
ار کی سلامتی
نہ مجہول النسب ہو
تو نسب ان
اور اپنا لڑکا
ی ہوگا اور اُس
ن مین سے
س سے ملحق
یا ہے تو مقبول
یا ہے کہ وارث
ت کے بعد قرعہ کیا

شخص کی لونڈی
سے معین کریگا
یا مالک نے
زکی گواہیون سے
ر یہی اظہر ہے
واہیون سے
ی شایعہ مستفیضہ
طضا ہو تو وہ
ں کے دو بھائی
ا میت کی میراث
نو نسب ثابت
ام وہ دکا اِس
ئے ہون اور
ن کی وراثت
ث کا ثبوت
و عادل بھائیون
مسالہ اگر کوئی
ن کا سگا بھائی
ی نہ دوسرے کے
جو مرے کی
ی نزاع کرین
میت کے قریب
تصدیق بھلا

رلہ کو سارا
یا ہے اور
ب کا حصّہ
رکے موافق
رہ کا بھی
یائی دینگے
ہ دوسرے
دیا ہے
یکا اقرار کرے
صہ اُس
درت کے
ہے اُسکا
بھی جتنا
جہ ہونے کا
وجہ ہونے کا
اد، وہ مقر
ی ظاہر ہین

ت مین نام
غرض کے
مین اور
ہرسے جانور کو

کی احتیاج نہین ہے
کہ قبول کی ضرورت
ہر مقصود کام پر
رہ ہے اور
ح پر کہ مضاربت
مین نہین ہوتا ہے
کا شل اسکے
لیے طے کریگا تو
ی ہے اور کام کا
تے ہون معلوم
بت ہوگی جیسے
مین شرط ہے
ی شرط ہے کہ
دوسرا شخص غلام
لیا تھا اور اگر
تیسر بھی اُسس
ل اور عامل یعنے
ہے اور اگر
ے وہ غلام شہر سے
کام مین شروع سے
یا تا ہے کہ مالک
اور بعد اسکے
ے کم ہو یا زیادہ ہو

...ہلی مزدوری
...ک عامل کو
...را کر دے گا
...ب جتنا کام
...کرنے والا
...نور کو کوئی
...ی اُس سے
...ے تو بھی اُسپر
...ے غلام کے
...وری کا دینا
...جانور کے
...ی صورت
...پیغمبر خدا
...ی شرعی اشرفی
...ر یہ روایت
...گو اُس غلام
...مہ کہتے ہیں
...وری بھی
...ذمے ہو گا
...ب کوئی
...ں پکڑ لائیں
...ا ہے اور
...یک اشرفی

ے عمل مین آیا ہے
قدار کی مزدوری
ر تینون شخص
ے تو ہر ایک کو
ی حکم ہے اگر
ے لیے معین
کر لا مین تو جسکی
ے اجرت مثل
لیے کچھ مزدوری
مزدوری ہے
رتھا اِس کام مین
بید ہے اسلیے
سئلہ اگر کوئی
و اُس غلام کو مین
ی مین سے
کہ تو نے مزدوری
ن کا قول مقبول
لام کا حصہ مزدوری
ی کی مقدار مین
یا ہے کہ اُسکے
رعامل کے
یا ہے پھر اُسکے
ہ مین کہ ہار سے

ردید سے
بت نہین
کے مقرر
ن نہین
رسی کا
ہو گی

معنی ہم
ص لیے
ی باری
تطوب
کی قسم ہے
قسم ہے
اللہ سے
حق البا
ہے کہ قسم
ہے کہ
اور نصیرین
قسم کا احترام
م ہے یعنی
م ہین اور
منعقد ہو گی اور

قسم منعقد ہوگی
اسلیے کہ اُسے
اللہ وکبریاء اللہ
نہین ہین اور
مشترک معنے
اے قدرۃ اللہ
باب مین خداوند
لینے مین خدا
کھائی لو قسم ہے
بلکہ مین اگلے
سے بڑھکر
ہے اللہ کے
گا تو قسم ہوجائیگی
لو اشہد انک
اور آیہ کریمہ
یہ کہ اگر اشہد
ہے کہ اس سے
ہے اور اگر
اللہ کے گا تو قسم
کی حیات میری
قسم سے اور
قسم کھانے مین
حق کی قسم ہے

اور یہ
کے نکالے
قسم کے
کو کفارہ
اللہ کو اپنے
سکوت
رت نہو گی
کرنیوالا
کرے کہ
معمل
اتے ہین
ی کیا کر
ے کہ زبان
ہا ہے بس
اور اگر
مرنے سے
لکر یہ کہ زید
گھر مین نجائیگا
مین نہوگا زید
یگا اور
نے کو چاہیے
کہ نفی سے
سکتا ہے اس

کے تو بعضے فقہا کے
لم رکھتا ہے اور
اخل ہوگا اور یہ
ی جب انشاء اللہ
ل ہوگا قسم کے
یطی پر اگر اللہ کے
ے مسنون کا قصد
قسم کو محذوف سے
ں تردد ہے پہلے
م ہے بس یہ بھی
ل ہے پھر قسم
د پیش سے اور
بھی قسم متعدد ہو جائیگی
ں ہونا اور مختار
د ہو گی لو ترا س
ر نہ شدت سے
ور غضب اسقدر
لئے ین قسم
ہ اور شیخ علیہ الرحمہ نے
ر دو ہے اسلیے
ل قسم ہے اب
نہیں ہوتی ہے
ٹ کسی واجب کا م

ون کے
ڈالنا اور
ح لفظ سے
و دینگا ایلے
م کے متعلق
عقد ہوگی
ں سے
کے عرف
کا کفارہ
لوم کے
ہ کہ وہ فعل
م ہو کہ
خلاف کریگا
عقد ہوگی
کہ دوسری
ں کرکے کو
نے کی ضرورت
خدا کی
ں ہے کہ
ہے جیسے
ں اور جس
قسم کے
م کھا لے

ر اسمطلب کےکھانے
ی شخص قسم کھائے
گا اور قسم کے خلاف
کا استعمال نکرنا اور
ن مین قسم کا منعقد
استعمال کی حاجت
ر گوشت کھائیگی اور
سا، کہتے ہین کہ ایک
عف ہو دوسرا
ن کھانے کو زید اور
م نہ پڑیگی گو سول
ن کھانا خرید کرین
ہ کھالیگا تو حانث
ر اسکے بعد وہ دانہ
ار سے خرمے کھاجائے
ور باقی سارے
م کہتے ہین کہ تردد
نا سول لیا تو ایک
م ہوتی ہے پھر تنہا
کیونکہ اسکا سول لیا ہوا
ی اس کھانے سے
ی خرید ہے بس
ھانے کو کل صبح کرکھائیگا

مخالفت کی
جب ہونے
سم کھایا ہے
نیوالے پر
ور یا کے
ی ہیں کہ جبھی
ن مسئلہ
عاورمول لیتے
کے اور مچھلی
ے موافق
ے بنا پر ہے
ی قرآن سے
ھلیوں کے
ت نہ کھائیگا
انث ہوگا یا
بکری بھیڑ گائے
سلیے کہ جب کوئی
کھایا ہے گر
نے گوشت کا لفظ
لی کے کھانے
ں حانث ہوجاتا ہے
ے کہ کباب
ا اور یہی خوب ہے

جائیگا اور یہی حکم ہے
حانث ہوجائیگا
کہ ایسے کھانیکو
پھر پنیر یا گھی
نہ کھاؤنگا پھر
نہ کھاؤنگا پھر اسکی
کی جلتی کھائے
سلیے کہ بعض عرف
اور کلیجی مول لے آئے
کر بسر لیعنے
یگا گو اسکا ادھا
اسی خرمے کو
اور اس مسئلہ
کھجور اتار انگور
کھانے سے
لیعنے ربئی
ہی ہو جیسے
انث نہو گا مگر
کو مزور مزور مین
کی کتاب
دونی فرق نہین
پھری سے
۱۹۰ سکھے
اس انجور سکھے

...قال
...پانی کے
...عبارت کا
...ب بخورد
...تو حانث
...کی عبارت
...ار ایک
...شربت
...اور نون نا کیا
...میں کوزے
...کے پانی
...کوزوں کے
...کے سارے
...مسئلہ
...نے سے
...کہ اس
...تو حانث
...علیہ الرحمہ فرماتے
...ریگا تو حانث
...سے بات
...کو رملی
...تارہے تو
...کہ تیرے

ی ہے آیا اِس قسم سے
بعضے فقہا کہتے ہین
عمارت اور گھر کے
س کام کے شروع کرنے
ے کو کسی مدت کے ساتھ
کا اور سوچونگا اور
ے کرکے آنے سے
مین اگر قسم کھائے
گا اور وہ اُس گھر
ے نکل آنے پر قسم کے
قصد سے آئے گا
ین اگر کوئی قسم کھالے
ی تردد ہے اور
ینے کی قسم نہین
ی ہوگا اور یہی حکم ہی
بب سے حانث
ب ہوگا مترجم
نے مین فرق نکالا ہی
ہین کہہ سکتے ہین
یسے کر سکتے ہین
بب کوئی قسم
ے دریچے مین جائیگا تو
سایہ کے کوٹھے سے

راف کی بیونڈی
ت میں پہنے
رت میں متحقق
حسم
کہ غرفہ اس
پر کے درجے
دروازے
عام ہیں اسلیے
کوئی قسم کھائے
میں جائیگا تو
جاتے ہیں
قسم کھائیگے اور
گا اور اسکی
وہ گھر پہ کے
ب اسکی ملکیت
ی بجا دیگا اس
اور اس مسئلہ
صح سے کہے
ب کی حرمت
ی گھر میں بجا دیگا
گا اور اگر کوئی
ئے تو شیخ مایہ الرحمہ
م نے بیں کیا ہے

رکے وصف جاتے
ں دروازے
اگر اُس دروازے
حانث ہوجائیگا
ں پر رکھا تھا
رحمہ نے فرمایا کہ
ہ تو آمین کئی
ں منفذ پر اختیار
وازے کی
سے جائیگا کہ
نے دروازے
کے لگایا ہے
یسری وجہ یہ ہے
واقع ہوا ہے
وب ہوا ہو اور
علٰحدہ ہونے
ں گھر کے دروازے
سے اُس گھر میں
جب کوئی قسم
پھر اگر وہ دعویٰ
لے کر زید کے
دن یا نادانی
۸ وتنہا بکے ہوئے

کرگا تو
یا کعبہ
ور اسمین
ید سے
ے تو
جاتا ہو
نام کعبے
ہے کہ
یث میں
ترے کا
یک بلند
مسئلہ
ہوتا ہے
ہوگا
گا ترقت
کر ہے کی
سے
تا ہوتا ہے
حکم اور
یا ہے کہ
نیا اور
ن مانتے
چیز کی

مین کہتے ہین اور
ھانے کہ یہ کام نکرونگا
یذ نکرونگا پھر بیٹے
گھر نہ بناؤنگا اور
ی کہ عرف کی نظر سے
ری پر لگا لیتے ہین
سے خود بنائے گا
و بھی حانث ہوگا
ر اشتبہ ہی ہے کہ
ان شخص سے کام کو
ت ہوگا اور اگر کوئی
ے تو اسمین ر و ر ہی
رجم کہتے
یا اپنے موکل کے لیے
ر حاکم اور بادشاہ
ر اسمین علما نے اختلاف
و نکے معنومین حقیقت ہو ور
پر ماینکے حکم دینے سے
ار ف یعنی مشہور ہین
ی کرنا چاہیے اور حانث
ا حکم گھر بنانے کی
مجاز ہے لیکن مجازی
ے ان سب مثالون

نے قسم
یک کا قصد
قسم کھائے
کا اسلیے
ہوجائیگا
بس گویا
رید کے
کر بیع کی
بیع نہیں ہے
ہے
قسم کھائی ہے
کرنے کا
روزہ رکھونگا
قسم کھائے
زمانے میں
غلام کو سو
موجب یہی ہے
کے وقت
تعریف میں
کو مارتے ہیں
کے حق میں
تعزیر دیگا
نہیں ہے

کا گمان بھی کافی ہے
تیسرا مسئلہ جب
نے سے حانث
لنا مجاز ہے حقیقت
کے گھوڑے پر
اور اسمیں تردد ہے
بھی نہیں ہے بلکہ
پاتی ہے اور
چوتھا مسئلہ
اور بعد اس قسم
ان کے مستحق ہونگے
بشارت ہے
یہ حکم نہیں ہے
طرح اُسے خبر دی
کا ہی شخص ہے
دوسرا مجھ کو بھی عطیہ
میرے گھر
میں آئے تو
کہ جو شخص اخیر کو
لانے والے
اُنکے گھر میں
ہے اُسکی
سے کے ذمہ

ن ہے اور
گھر اسکا ہی
دمیون سے
ن پر واقع
سے ہے
رز گا تو اسکی
م کا اسم لولا
جائیگا اور
مد قرآن
یا تیجالی کے
لکھنے اور
نین ہے
ن یعنے زیور
کہ آسری
بعضے فقہا
ہے اسلیے
ے مین
ن مسئلہ
ے اداکر
دیکھنے سے
شیخ علیہ الرحمہ
ی کہ صوم
مشکل ہے

ا اگر صوم نذر کے
در ہے تو اوس کی
نث یعنے قسم کی
سے ہو جیسے قسم
س سے ہو جیسے
ن لاے اور
بھول جاے یا
لو احق ہیں
پر مخصوص ہیں
ور جو مخصوص کہ
بس مخصوص کا لفظ
دور کرتا ہو تو جانے
نے سے اچھی طرح
ی آدمی کی جان
ی اور پیغمبر کی اور
ے مگر آدمی ایسی
ونکے خلاف سے
ں ہیں نہ نہیں
ر قوم ہے کہ وس
ے کہ وہ یہودی
سم لغو ہو گی۔
ے اور اگر قسم کے
بعد دینا پڑے گا

جب ہے
ر تفتیش تو
دید سے
جب تھا
جسکے مقرر
گون کے
ھ تو وہ
ف اور
طکا اسم
اتے ہین
کا دہ سما
رتا یا اپکا جا
یا تا ہے
بطرسے
گو بطرس کو
ادر اگر
ہے اور
ع سے
سے پھر
ہے اگر
جائز ہو
لم سے کم
کے سے

ے کا آزاد کرنا
ا جس سے کم کا
گے اور زیادتی
دن مین سے
وارث اُسکے
کے عمل مین
اور میت کے
و بہتر ہے اور
ی قیمت اور ترکے
ن کا مال ہوجائیگی
ہے پھر اسکا گ
دا پیے حال مین
مین سے
اد کرنے سے
الک اجازت
لیے کہ بندہ کسی
حکم ہے اگر
ے آٹھوان مسئلہ
ہے گو جانب
ندے لیکن جب
رنے مین اجازت
ہے اور اگر مالک
ا پہونچتا ہے گر

ب یہ ہے
ت کو مسلمانو
بیع کے
جازت کے
انے کی
بندے کو
کا موجب
کا حق نہ دے
نہیں اور
اگر مالک
ز نہیں ہے
طرح کا
نے کے
اطعام سے
کہ مرتبہ

شرع میں
ین اور
کے کاند
باد تون
رگاہ الٰہی سے

نذر کرے اور
کی نذر کرنے
اور فقہا نے
ر کرے گا اگی
بعد آزاد
دی تھی اور
جائیگی اور شرط
غصے میں نذر
پر متفرع تا ہو
ہے جیسے کوئی
تو مجھپر حق لانے
یا فلان کا گھر
طے کذا اور اگر
عطا ان اصلی
ن کہ نذر کے
ہے کہ وہ بھی
ن محض زجر
پر معلق ہو
گر اگر کسی حرام
کے شکر میں
منعقد نہیں
جائینگے
لانا چاہیے اور

آسے نذر کرین
ہے بس عباد تو
م ہوجائیگی اور
یقات سے
ج بجالائے
ے گا اور جس پیادہ
اور اُسی سال
وگی تو نذر کے
ر پھر پیدل جانے
ت لیجانا اور جب
ب ہے اور
کے خلاف
ی پر سوار ہو
یا ہے اسلیے کہ
رشتی مین گھوڑے
ت کی رو سے
ج پیدا ہو جاتا ہے
جانے کی نذر
ور اسیطرح پر جو
وجا نیکے قائل
ب اللہ کو بے حج
جائیگی اور نماز
ر شیخ علیہ الرحمہ نے

ین اشکال ہے
گا اور اسی پر
جانا چاہیے اور
اگر کوئی شخص نذر
اور اسکے بعد
ذر کے اصل سرو کے
ب مین حج
ایت صحیح ہے
چو معین دنون کے
بانے رکھے یا
ہے گو تا خیر بھی
عیدین کے
نذر کرے
ایسے دن کے
ے کی نذر
کو پہونچگا تو
جب ہوگا
ن کا ہوتا ہی
ے دن کے
ے کر اگر زوال سے
ت کرے اسلیے
لرے اور اگر
زید کے گھر ۱۸

ساقط ہوگا
آنے کے
کا دن پڑے
س دن نذر کا
معذور ہے
پڑے تو
ہے اور
روزے
ن سے
زن میں
ہو چکا ہے
ہو جاتی ہے
م کا فرض
ور اسکے
میں اور
خواہ واجب
کر ایک ملک
جب کسی
ھے اور
رکھنے سے
اس امر پر
کا نون پر اگر
سے متعلق

ے عہد سے
تو اُس اعتبار سے
طرح کا رجحان ہے
روزہ رکھنے کی نذر
کرے تو اُسے چھ
معین کے لفظ
کی نماز نذر کرے
رکعت ہے
نذر کی وفا
معین کرے تو
پڑھ لے اور
دیا ہے کہ ایک
کہ معین مسجد
ورث ہیں اور
ن پر کیطرح کی
جس مکان میں
چکا ہے پھر اگر
فضیلت ہو اور
ھنا چاہیے
نذر لازم ہو جائیگی
سے کے آزاد
لازم ہوگی اور اگر
خواہ تندرست

پنے عیب دار
کریگا تو
ن کر بیچنا
راجح کا نم
رہے گا
پنے اُسکا
م کہتے ہین
رمین
ہین منع ہے
دو سیاہین
وۃ والسلام
ا تصدیق
ق کرنا
ن کریگا اور
ے کرتی تھا ہے
سے
ے موافق ہے
اس خطبہ
م ہوتا ہے
ل تصدق
تو اُنی مقام پر
اپنی نقد
رے مال کو

ے کہ ساری قیمت
ے مؤمن فقیرون پر
رے جیسے بیل اور
ں کی یعنے اونٹنی کے
غنی مستفاد ہوتے
انکی نیت کریگا
نذر منعقد ہوگی
کی تصید اُسکی
ندر راجح ہوگی
فقہا کہتے ہین کہ
بیجنا چاہیے اور
عضے فقہا کہتے ہین
ی مین صرف کرینگے
ں گے اور خانۂ کعبہ
ں اور محتاج حاجیونکا
اگر ہدی کے
ے گوشت کا ٹکڑے کر
ب ہے اسلیے کہ
ے اگر منی مین نحر کرینگی
ماتے ہین کہ یہ
یرون پر تصدق
ابل کا یعنے اونٹنی کا
ے اسلیے کہ بدنہ اونٹنی

سے کسی کا
ہے اور
تو اُسپر
کفارہ جو
ن ماہ
و جبس
معین
میدین
سے
کے اُس
ا اس
ی شرطکی
کتے ہیں
کر اُنھین
کا دعویٰ
ے تو عذر
رو نکلے
صحیح ہی
رسفر
زون
سب سو
ن کا
یا جا ہیے

ے روزے رکھنا
پے ایک سال کے
ابع کی شرط نذر مین
سرے ہلالی مہینے
ہ مہینے مین روزے
ار کھے گا اسلیے کہ عید
وزے رکھے گا
کم ہو یا پورا ہو
ے اگر ایام تشریق بیچ
ق کے روزون کی
ے رکھنا چاہیے تین
کا ایک پورے سال کے
ی سے ایک مہینے اور
ح ہوگا اسلیے کہ اسماہ
گا اور اگر ایک مہینے کے
ن ہو اور جسمین بیانچے
سرے پندر واڑے
اس مہینے مین روزون
اہ رمضان کے پہلے
ے کے واجب ہے پھر
ی تاکید کا افادہ کرتی ہے
ہ چوتھا مسئلہ بعیت
صبے کوئی کسی آدمی کے

کہ زید کو
قواس
کا حکم
ستا ہے
قول
تھا کہ
سکے
سورہ
شروع
مسئلہ
کا پھر
سکے تو
اور
روزے
ور اس
عہد
مر واجب
برعکس
کام کا
اف کرنے
روزے
منعقد ہوتے
اور عہد

م فقہ کی تیسری قسم کر
قسم احکام زمین ہے

نظر تین امر ہے
و وہ شکار کشتہ ہو جائے یا
نور زمین سے
سے کولی اور
ے درندوں میں
وغیرہ سے شکار
کے کھانا حلال
ہتھیار شکار کے
ہے کہ جب یہ ہتھیار
جیسے پر اور پیکان کا
کمان کے تیر کا ہے
اور تعلیم کا تحقق
یچھے پکڑنے کو دوڑے
شکار کو پکڑے
شکار کے حلال ہونے
فا کرے اور اسکے
کچھ مطلب نہیں
کہ شرطیں اسمیں

کفایت
ن کے
بت پرست
چھوڑ سے
ی یہ
تو اُسکا
اور جائے
یا چھوڑ سکے
سکے مارے
ی شرط
تو اُسکا
چھوڑے
ایک
ے میں
ب ہوجائے
سکے پھر
سبب سے
لقا ہو
ا تو حلال
کیان نہو
بعضے
سے
چھپا مکروہ

حرام نہیں ہے
رکے آلات کو چھوڑیں
ں آئے متفق ہیں
ہون جیسے ایک نے
ہون یا وہ وقت
د اور اگر اُس شکار
م پھاڑ پھاڑ ڈالے
ے اور اگر حال
ینا حکم کرینگے ایسے
ہون اور وہ ایک
جان سے مار ڈالیں
وے اور یہ تیر اُس
س شکار تک
ے جیسے وہ شکار حلال ہوگا
ڑنے والے کا
نے والے کا مسلمان
ر پکڑ کر جان سے
والا مسلمان ہو
ں شکار میں جیتا
ں اپنے کتے کو
ی وہ شکار حلال ہے
جان سے مار ڈالے
ن امداد آلات کے ۴۰

راتفاق سے
تیر وغیرہ کی
ے چھٹ
ا پڑنے سے
و یہی حکم
ن میں
ائی کے
ر کسی مقام
ہوگا اور
وہ تیر پرند
پہونچے
ار ہیں اور
وہ جانور
کم میں
ا اور
ے کہ
ے آلہ
او اگر
ا حصہ
تی رہی
دہ ٹکڑا
ے چھوٹے
ہیں۔

کار کا مالک شکار
پر لازم ہو کر آئے کا
مسئلہ جہاں گئے
اور یہی زیادہ صحیح
ر اس شکار کو
بوجہ کے حکم میں ہے
ے پاؤں کو ہلاتا
مستقرہ رکھتا ہے
راسے ذبح کر سکیں
ی گئے کو چھوڑ سکے
تو حلال ہے گو
جب شکار کرنیوالا
ہے گو اُسے اُسنے
ے وا سے پہو جب ہے
حتہ یا نظر اُسکے
الا دوسرا
کہ مسلمان ہو یا
ذبح کریگا تو آپ سے
ین زیادہ مشہور
کھایا جائیگا اور
راسے ذبح کیوقت
ذبح کر سکتی ہو اور
جسے ذبح کرنا چاہتا ہے ۵۰

ے اور
سبت
ھنا درست
کرتا ہے
ہے اور
ے ذبح
الت میں
اپیلکے
ی سے
اور سے
نے کی رگ
و حلقوم
ہے اور
خون
ے اُسکے
کرتا ہے
ر بتعلق
تو ذبح
ذبح کے
م لینے کو
نھا سنے
ین کر
ذبیحہ میں
ا اور تنا

اکبر کہے یا الحمد للہ
ہے تیسری شرط
دن کے اور سینہ کے
حلقوم دونوں جبڑوں کے
ں ہے اُسے ذبح
ی کرے یا ذبح کے
تر دو رہے اسلیے
خر کیا ہے یا مری
اُس شخص کے
رلت پر اکتفا کرتا ہے
ی ہے کہ عکرؤ
ب کوئی سر رہونے
ہے اور اظہر یہی ہے
ر وہ گر پڑے اور
جائیگا چوتھی شرط
بعض فقہا کہتے ہیں
ر بعض فقہا کہتے
یا قتل کی طریق سے
ب کرے تو حلیت
ں ہاتھوں کو اور
پکڑے رہیں یہانتک
و دین اور دُم کو
ونوں کھلے رکھیں

ے نکلنے
ے اور
ا پہونچانا
امروں کو
طرف
ے مین ہے
تحقیق
یا ڈسکی
و اور
یز سے
لگین
جیات
تفقرہ
کے لور
تفرہ یا
دبر کی
یا مین
طلاق ہے
مسئلہ
کرائے
ے
آسی
پاسکے یا

ذمہ دار اور ضامن
ہے اُس قیمت سے
و شریک کر کے
مالک ہین سے
کی دوسرا شخص
نہین ہے اور
اُس شخص سے کہا
تو اُس نذر کے
پانی مین سے
پہلے کوئی کپڑے
اُسمین ظاہر ہی
اور اُسکے ہاتھ
نے اُسے پانی سے
معلوم ہو کہ پانی
سے اور وہ اُس
ہی ہے کہ جسمین
یہی ہے کہ جلائے
مچھلیان مر جائین
ہین کہ وہ سبکی
تہا کہتے ہین کہ
کہ فلان مچھلی مری
کی سب مچھلیونکے
کی قول پر گئے ہین

۱۲۱

ور ابن
ران کی
چھیلوں کے
نہیں کہ
شرط ہے کہ
نیسان
گی گرمن
مستقل
تو اسکا
یعنے ان کے
ن جان
سکال ہے
جاندار
ل مین
ت تنگ
یعنے اگر کوئی
خاتمہ
مذبوح کے
سے
د ذابح
ن ستقرہ
سے نکلی ہو
ہوا ہے

شخص اُسکی زمین
ہوگا یعنے اسکا کھانا
ت مستقرہ باقی
ح کے بعد مستقرہ
یعنی تو حرام ہے
موجہ یہ ہے کہ
بیان مین ہے
پس ذبیح کا فعل
یا دو قسمون کے سوا
پاک نہین ہوتے
یہ ہین جنکا منع ہوا
سید مرتضی رحمہ اللہ
ہوتا ہے اور دو
ہارت مین اختلاف ہے
نے کے قائل ہین
ن کی طہارت کے
ن سید مرتضی اور کچھ
ہے کہ حلال گوشت کے
اع ہے اور اس
کے قائل ہوئے
ہے دوسری
مار وغیرہ ہین بس
فعل واقع بنین ہوسکا ۱۲۰۵

ت سے
ح اور مثل
ن ہوتا اور
ر مثل غیر
بی سکے
نکی کھا ئو نگا
صاحب
ہوئے کے
قسم شکار کے
ر جنس
س سے
ملک سے
اور نہ گھر
بھاگ آجانے
میں کوئی
شکار کیلئے
کہ جہاں
میں ہے
نو یا ایسے
ایسی ہو
ہو جائیگا
اور تملک کے
ہی سبب

ے اور بعضے
ر چیز گر پڑی ہے
و یا اور دن کو
یز کا ہاتھ سے
کے مباح ہونگا
لکیت سے
اتھ آیا ہو فرق
او زندہ سے
کا مالک نہوگا
ار کر تیر مارے
و وہ شکار پہلے
ت کو یا تھوڑے
ے قابل رہے
وسے شکاری کا
ت فاسد
لم مین نہ کیا ہو
ے پھر اگر اُس
پہلے صیاد کا ملا
ے صیاد کو دیدے
رے ذبح کے
ے سے مرے کی
سے نہ مارے
آپ سے مرنے کا

اصل تھا
ان کا ہی
وہ یہ ظاہر
شکار کی
ور اگر ذبح
لازم ہے
د مالک نے
سکی صورت
ں سے اسکے
رہے کی
یا تیخ احتمال
دوسرے
سے کا ہر
ا باہر آنے
سلم ہی ادا
ے باز
شکار کی پوری
سے ذبح
زہے گی
ی آدھی
ی کا حصہ ہی
ے لیں گے
دونوں سے

ی قیمت مین سے
ہے کیونکہ شرع
س کی قیمت مین
ری گاے کی
دونون پر ایک
پیے لین گے
ی آدھی قیمت
پیے ہوتے ہین
رے چار روپیے
تی ہے لیکن ع
ے کو اِن
ے کس پیے کم کرکے
دونون قیمتون کو
اور دوسرے
عضین دُس مین
سو پہلے سے
مین داخل
اسلیے کہ اُسکی
ں مین سے
ں حصون مین
ور ایک سے
ں صورت مین
۸۲ ن چھپا احتمال

ں شریک ہے
ں شریک ہوئے
زردسوین
ں کی قیمت
بار کیا ہے
رت کو
مرجح ہے
کے حساب
لنیوالون
ہوگا وہ
ر لیا جائیگا
ے چکو اور
ہ تو بھنے
صیاد کا
مسئلہ
ن پھر کر
سیطرح پس
ہے اور
ے اور مرنے
لا ہو کم
ر کو کتا
مار ڈالے
یا حرام

حلال ہوگا اسلیے
ں تیر سے کوئی
ر کیسر تیر لگا ئس
راسیطرح اگر ست
اری گئے کو کسی
حلال ہونے
کا مالک ہوگا اور
شان کردیا ہو
ظاہر ہوجاسے
ب نے اُنکے رہنے
جائیگا بلکہ اُسے
نے فرمایا ہے کہ اگر
چے لگا لیں تو اُنکے
ملوک کسی کے
ملوک ہوجا ئینگے
وک ہونگے اور
ہے اور شکار
کا صیاد اُنسے
کے کبوتر وحشی
ں تو اُنکا کھانا اُسوقت
ں کے ہوں تو
صالحہ ہوجائے
ن ڈالدے تو

ے روک
وہ حلال ہے
ین چلی
گئی تھی
ی شکاریں
ر اگر ایک کا تیر
ر جسکے
زخم کے
تھا اور
ہے تو وہ
خوب ہوگا۔

ی حلت
ہے اور
ھاتے ہوں
مد علیہ آک
نزا وار
دہ مباح
ج جیسے حرام
ب مبارک
نے تھے
ل لکم الطیبات

م کیجاتی ہین اور
رگ بوچھتے ہین
لی ہین اور اگر
ے کسی ضرر ہو وہ
آ کے بندون کے
مہ الا انیکون میتة
سے کھاتے نہین
علیہ السلام نے
ین ہے کہ جب
ام فہو لک حلال
یہ جبتک حلال ہے
ہے اور انھین
ہے کیونکہ کے
نہین کرتے ہین
کے جواب مین یہ
تعین ہو گیا کہ
ن کرتی ہین اور
ی جو ہے سانپ
ا ان چیز دیکھن
ی چیزون کی حلت
ر انھین نظر
رون مین سے
ستے ہین خواہ

ن مین
ت کا حکم
ں کی روایت
ی جنھین
ور نہ کھلے
ں ہو مچھلی
ا یتین
کے معلوم
ے یقین
علیہ الرحمہ
ں اسوقت
چھلی پائے
ور موجب
ے کے سبب سے
رکات کی
نے مین خود
مر جائے
ی بناتے مین
ب حلال
ور مچھلی کے
چھلی سے
ن مین
کھا جائینگے

ں ہے اور بابو گھوڑے
جنگلی گدھے کے
ے بیان نہیں فرمائے
کے گوشت میں کراہت
ہے کہ صاحب مالک نے
شہور ہے کہ خچر میں
ہے اور یہ دو قواع
ؤ جو قوی کراہت اور
ن خاص قوی سے
ضًا بہیمہ خدا صاانیہ
ر خچر شہرت کے سبب سے
ی حلال جانور میں
ارت ہے کہ آمدکے
کتے ہیں کہ اس سے
شہور یہی ہے کہ اُنکی کا
برابر چالیس دن
تھا سات دن کا
م دیکھے اور ہمبر
جاتا ہے جلال وہب
ہے کہ زیادہ غذا
ف کیا ہے بعضے تھا
ے تھا ایک رات
اسکے گوشت بہت

لازمی ہونگی
کی ہڑیان
ی سخت
ونکی یہ ہے
حرام
جانورون
رلگین گے
ہ
ہ کرینگے پھر
و حصے کرینگے
ہ اور اگر
ڈالین گے
ر پیشاب
کتا اور بلی
نورون مین
جانور حرامین
اور چیتے
ر سارے
ر جروکا ایک
ین اور رنگو
ر جیسے بلی
م ہے اور
رمی کے
کی پوستین

ادر نکلہ ایک

سم بہ نہ

ن مین سے

توی ہون

ن پرندون

ور پہاڑی کو

ندان کرکھیت وا

ے کرچکے پرواز

ور وغیف

موص نہو اور گنگ

بر ہون یا دیہ

دانہ بلوٹے کی

و جابہ یا اور جاریا

شرط ہے جو حلال

دور ردائتین ہین

راہت ہین یادہ

ری اور دریائی

تیتر اور نیوا اور

وے کا گوشت

ہے اور دی

و تینون لمریہ

کھائے جاتے

لال پرندون

...ستبرے کے
...کا استبرایئن
...ے نجاست
...ھی کا کھانا
...ں اور حرام
...ائی ہیں مختلف
...ا ہیں اور سب
...رہے کہ جھکے
...طاہر چیز وان
...ی کا شمار نہیں ہے
...ی ہیں اور
...ور یہ نص
...سکی جان سکے
...ں کرنا حرام ہے
...لبس اور صادق
...ور یہ گیارہ
...ر یہ ریشم اور
...جہ یہی ہے کہ
...ی دھولینا چاہیے
...یک اور کھرا اور
...ر کا پوست سخت
...بھی درشت
...ر نہیں بیان کیا ہے

ر مرگیا ہو تو کے
ا تین ہیں
ت حرمت کی
ر آپسے مرے
دونوں سے
ی کے ہاتھ
قط مذبوح کے
ا کھانا حرام ہے
غ میں جلا
ی کے تلے جا سکتے
ن ہیں ایک
ہ اور پچھڑان
رام مغز کو کہ
رر و رنگ
ہوں انگلیاں
ی کے چرسے
ہوتا ہے
ہے کہ یہ
دن کان اور
اور اسی طرح ہے
حرام ہو جاگا
ن تو گوشت
ی العین

منہ

لجائے
رلے
الذین
حرمت
چھوٹا ہے
شفاری
گیرو کے
بیماریںگے
ہلاک
ی ہے
کوئی
تجاوز
ی اور
زون
شراب
تلیان
گا جبوت
حرام ہے
ی ہے
نکلتا ہے
اسے
ے وہ
ہے

...نے سے بر طرف
...کے مانع ہین اور
...مین پاک کر کے
...ھلے کے پڑجائے
...اور اُسے کسی
...ے اور وہ بہتی ہو
...نیکہ بیگے اور اُس
...تو اُسے آسمان کے
...کا جلانا جائز نہین
...ے کہ جو ہین کے
...ن اور اسیطرح پر
...مین کے نہ نجس
...قول ہے کہ نجس
...سود کرتے ہین
...جانے کے صعو
...تین حلال ہین
...جہندہ خون رکھنے والا
...سے تیل نجس ہوگا
...اُنکے چھونے
...طرح پر اُنکے استعمال
...ہے کہ جو کسی مجبوری
...ون جہندہ رکھنے والے
...جائے گی اور

لیہ الرحمہ نے
کی اور یہی
اسلیے کرآگ
العین بہتی چیز
بیتے کے پاک ہو
ب کا پینا منع
ل ہیں اسلیے
ن کا درد ہے
ہے جیسے گرگٹ
کی مسئلے ہیں
ون تو کام
میں پانی پینا
ہے اور ایسی
ذبح کیے
الیں گے
جانور کا گو
ے کچھ لوگوں نے
ے اس آیہ
بیوت اعمالکم
ا کلو اجیبا
ں ناخوش
زکا ہی جیسے
ود ہے

ت اور کیفیت
فا اور سب سے
م چوتھا مسئلہ
ل ہے اور
ر نگدار ہوگا
سلیے کہ طہارت
ن ہوجائے
چھٹا مسئلہ
جائے یا خود
سیے ڈالی ہر کچھ
ے جو دو سے
ے اور اگر شراب
ب ہوگی اور
ہوگی بلکہ سرکہ
راب کو اتنے
ہے اسلیے کہ شراب
ہوگا ساتواں
ا ہو کر جو شراب
ص سے انکا
نے کے بعد
ے جو بیان
سلیے کہ جسطرح
ن ڈالدین تر

شایب
ں پاکی
ور
ب پس
ب
ری گو
ا نشہ
ہیں
جاست
عانیکو
کمن
ن ہاتھ
ں کو جو
خواہ
عال
بے علم
ن سے
ن ہیں
حالت
ضطراب
در
رتم
ٹھانے

اگر حرام چیز کا کھانا
ہو یا سواری پسر
ت مین ضرورت
ے مخصوص نہین ہے
گی وہ حلال ہوگی
و نہین ہے او
جو نیتہ کا بتنی ہو
فرق ہی اور بعضے فقہا
ے موافق ہی کہ اس
لیے واجب ہے بعضے فقہا
کھانے تو جائز نہین
ور اگر کوئی شخص کسی
ب ہے کہ وہ کھانا
نے کے مالک کو اس
ں مین کھانے کا
م قیمت مثل کا مطالبہ
ے تو مفت دیدانا
ور ہونے سے جاتی
ہ زیادہ دینا واجب
ت اس سے جاتی
سے انکار کرے
ر اگر کھانے کے مالک
ر جمہ فرماتے مین کہ

ہے
دینے
ہے گا بس
ہوئے یا
ہو یا
اور اگر
کھائے گا
یہ کا
لکھا ہے
وفروخت
اور اگر
ہے
ر اگر
کھا لیا
ت ولا
پر
نے
ر ابھی
اور
کی
ین
ائز
یخ

Presented by www

ہوا ہے کہ اُن حضرت
للہ ما احب ان انظر الیہ
ہونکہ مین اُس سے
ار دہوئی ہین اور
ہر جبکہ اسی پر دوا کا
رت مین بھی ترک
ہے اس خوف کے
ایت مین آیا ہی
ول کو صحیح جانا ہی
ھون کا دھونا اور
ہکے وقت بسم اللہ
عد اجدا بسم اللہ کہنا
ے اختیار کے حال
سب کے بعد ہاتھ
رنا پھر اسکی مراہی
ہ بائین طرف سے
ہے اور ہاتھ کے
ھنا اور روا ہے
مکروہ ہے اور
تھ سے کھانا مکروہ ہے
حرام ہی۔

ین نظیرہ پہلے غصب کا

ار ہوجانا
ہوجائے
جائے تو
ور ضمان کا
بچھونے
ئے یا وہ
یا مالک کی
لے اسکے
نہ نوشین بھی
تصرف
ردستی سے
گھر کا ضامن
یا بلے میں
کے گلے میں
ے گلے میں
گا اور جالے
ہوگیا ہے
گر گئی
سکتی
ن لے
ضمان
بھتے ہیں
ی ضمانت

ضامن ہوجائیگا
کا ٹتا ہے یا
یا ہے اور اگر
کام بنانے والے
کے قبضے مین
اور اسمین ترود
یعنے اُسکی منفعت
نے مین اُسے
کے ہاتھ سے شراب کا
ضامن ہوگا اور
لینے والا مسلمان
شراب کا تاوان
یا چاہیے نہ اُسکے
ہو اور اسمین
لازم ہو لیکن جبکہ
غصب اور مغصوب
سلام مین شراب کے
یا قیمت کے
ہیے ہے قیمت کی
نے فرمایا ہے
سے روکنے والے
اور سبب
ڈالے یا اُسکی

النا غضب

دہ ہو کہ

ان کھود

ن ہوگا

ے لیکن

ہو اور

اور دوسرا

اسی سے

سکے یال کم

ر مجبور ہیے

ب سے

ور جا بجے

ن شاء اللہ

ڈوب

ے کا

عدی کا

تضرع

ہو تا کہ

کر کوئی

ے اور

یں تو

ور تلف

ن مجبور ہو

بھی ہوگا اور اس
یہ الرحمہ نے بھی
کے پاؤں کی زنجیر
یسے کام کا سبب
کھول دے جسمین
ور اگر حجرے کا
ل جائے تو ضامن
سے زیادہ قوی ہے
ل کی چوری کا
ہے اور وہ
مشک کے دہانے
ضامن ہو جائیگا
پوش کھولدے
ضامن ہونا شبہ
یم کہتے ہین
ہین اور سبب قوی
ن کے سبب نہین
ے کے لیے کرلینا ہے
ر فاسد اجارہ سے
اگر کوئی مال عرض
یگا اور ابھی بیع
ہین کہ ضمان قابض
پیغمبر خدا صلی اللہ

ے جتبک
ہر کہ غصب
حکم نہیں ہے
ے ضامن
حکم میں ہے
ب کے ضرر کا
س کو قیمت کا
ر شوار ہو جائے
کو کھینچ لی
ے کھینچ لینا
ے کچھ نقصان
ہی حکم ہے
س جانور کے
ے بختی
دین کپڑے
ں ساری
ے کہ مغصوب
ادر قیمت کے
اور با گردہ
ین کچھ غصب
یگا تو تاوان
ت میں تفاوت
ن کی قیمت کا

ور حاکم اُسکی قیمت
یمت کا دینا لازم
دینا ثابت ہے
یت سے فقہا کے
رحمہ اللہ نے
نیکے وقت تک
ائع ہوجانیکے بعد
کہ بعضے فقہا قیمت
کے چھوڑنے کی
بے چھوڑنے کا
علیہ الرحمہ نے
الرحمہ کا ہے
تے ہیں اور وہ چاندی کا
اس مغصوب
نے چاندی سے
ن اور برابر ہوں
ور تو ضائع ہوئی
ں نہیں ہے بلکہ
ہے اور اگر
وب کے اصل کا
اری ہے بلکہ
کے وقت معلوم
کا بنانا ہے تو

باب غصب

سیر غاصب
کے تفاوت
ہیں کلاس
اسیر ہوے
سوا گھوڑے
کے چوپایا
کہ یہ ضروری
کی تخصیص
اور خاص
کرنا چاہیے
کی آنکھ
اور کتاب
اور دونوں
ضمون
سارکی قیمت
یا لونڈی
اور آزاد کی
دیت سے
اد کی دیت
کا ضمان
غاصب کے
بدے کی
ہی لینگے

Presented by www

ہو تو وہ زیادتی
صب کے قبضے
دہ ہو اور غصبی
کسی عضو کا اُسکے
پر اُسکے مالک کو
انیکا سبب ہے
کی روایت کا
قدر ہے وہی
ن سے کاٹنے
کے بار ڈالنے
عضو کے کاٹ
ہے اور جس
زد ہو تو اُس
نیدے ہیں
ین کے زائد کا
رارش دیت
اُسکی ناک
اللہ نے
کے حوالے
والاخواہ نا صب
حکم اس لیے ہی
اِن دونوں کا
یت کا عوض

ہ کر
کو دینگے
ز انکہ
گلی کی
بد سے
ر اگے
ین
سے کچھ
ط اور
صب پر
منصوبے
نبی میں
سے ہر ایک
وقت سے
کے وقت
ر ہو جانے
س سے
ن ہوگا
سا طرح
ہ تلف
ے کرنے
ن اگر ماسب
ہ دیے میں

اِس باقی رہے
اُسکی قیمت تھی
قیمت مین جوکمی
ن پانون مین
ریکی قیمت کی
سبب اِس
طرح سے ضامن
نے دوسرے
فروخت سے
ین ٹوٹے یا کٹا او
نے کو اُسکے مالک
ور مالک اِس
اور کسی کو وہ
پیگا لے لے گا او
گا تو جتنا اُسے
بعضے فقہا کہتے
گا اور اُس سے
واجب ہونے
ہے اور اگر
ہوگا اُس کا
ہے ضعیف
ہوا مین شیخ
رے نزدیک

...یکی اجرت
...حلال منفعت
...آ کی تھی
...اور اسوقت
...جائے تو
...ں ہو گئے
...ے ہو اہو
...جائے گا
...تاوان ہے
...ے گا آئین
...رکھنا مسلم
...ہے کہ اسپر
...ں میں ہے
... جو کہ
...ں کا کوئی
...ے مالک کے
...ی کے فعل سے
...الک کو
...سب کو
...منصوبہ
...ا لے و
...ہر اور
...کے

اور غاصب مین
ا واجب نہین ہے
اپنے مال کو
و اور رنگ کی
ے کپڑے کی قیمت
ے اور رنگ
یمت مین ریلوتی
کی تو غاصب پر
پھر دینا لازم
ہوگا مگر جبکہ
ن رنگین کپڑے کو
م اسئلہ
ن چکنائی مین
صب مین شریک
ہر ہے تو غاصب
یا ہے اور باقی
ی کا ضامن ہوگا
لینے پر راضی
ین ملا دے
گا اور باقی نہ ہوگا
ر مال مغصوب
مغصوب منہ لینے
ے عین ہون

ت مین
چیز مین ہے
دب غلام کو
ی ضامن
سے قبضے
ب قیمت
ل کی قیمت
ی صنعت
ر اُسکی
ہے پہلے
نعت
صنعت
ب کے
ی صنعت
الک کو
صوب کی
دے گا

و بیڑیلوتی
ر ٹھجائے
سے خرید
مین سے
ر ٹھجائیگا
ے پاس

یکے وقت تک
یگا تو اُسکے شل کے
ے سے واقف
طالبہ نکر سکیگا اسلیے
ے تاوان بھر لینا
یدار سے مطالبہ
اور اگر خریدار
ے اپنی دی قیمت
کا یا اُسکی قیمت کا
اس بیع پر قبضے
کا تاوان بھرے
کر جسکے عوض میں
رکھنا ہے تو
ے مال کو اُسکے
ہونے کے حال
کی طرح سے آزاد ہی
غاصب بایع سے
ب ہوا ہے اور بعضے
مطالبہ کرنا ہو بچنا ہو
سے لیگا تو وہ خریدار
ے مختص ہے اور
دار کو ہبہ کیے تو
اور دودھ سے تو

کے ضائع
ے ہو کے
جس طرح
ے اور
ت سے
کے مال
ل ضائع
ن بھریگا
ر سے
ں کا باشہر
ہ بہتر ہو
ں کہ اُسکا
باکرہ ہوگی
اِس حکم کو
ربکارت
م ہو جائیگی
ب کے
ر اوے
مالک کو
یگا جنے
ر اُس کے
ے اسلیے
ہونے کا

ی ہے پھر غاصب کا
ان دونوں میں
کے سوا میں مرا
م کہتا ہے کہ توضیح
یت کے ضامن
معترض ہیں اور
یت میں مگر اگرچہ
پہلے حیات کا کھٹکا
یہ ہے کہ بچہ کی
ی کے بچے پر جنایت
ل دیت ہو اور
اعتبار سے ضامن
ونے پر غصب کوئی
ر ہوا اور اگر
سے اسکے پیٹ کا
ے کی دیت کا ذمہ دار
واقف ہوں
مطالبہ غاصب سے
ائے تو بہتر ہے کریں
نہیں ہوتا ہے
چاہیے جیسا کہ کتاب
بہ کے مینے سے
ہے کہ مصنف

ہرکاتب
ری کرنیکی
سب ہوتا
ی قیمت کی
سب سے
ی قیمت
سب کے
پھرا ہوا
ی کے
ے گا تو جب
و مزجم
ی حرمت
ا جب
ے ملحق
ہوجائیگی
ا من
غور کی
کا مال
لے اُسکے
ی کا حکم
ی بطاعت
میں سے
ل ہوتا ہے

چھٹا مسئلہ
نیچے بٹھاوے
کہتے ہیں کہ مغصوب
و جائے اور اسکے
غاصب مالک
دائے کو بوئیں
لک اور ضائع
دار کا ضمان متعلق
دہ اپنی دونوں
ی حق بھی ہے
نام بدل گیا ہے
جانیکا باعث نہیں
یا ہے اور اُن
ب کرے اور
لے غاصب کا مال ہے
ں زمین پر سے
یگی اُسے بھی
و وہ ارش یعنے
ے تو غاصب کو اُن
ر مالک پر قبل
غاصب غصبی میں
ٹنے سے ناراض
جیسے فقہا کہتے ہیں

نکہ اگر اُس
ور اگر یہ
کے موافق
ی مسئلہ
ہ آینکا کوئی
و نکالدے
ر پانے کے
ی بھرنے کا
ہو تو بھی
حت کے
سر کے
اور اُسکی
ں چرپاے
اہ چھوڑ دیا
ر دیگ کے
ں کو اُس کا
خ علیہ الرحمہ
ن کی
ر نا بے بالکو کی
رجسم
حمہ نے شرع
ریوں سے
غیر کے بال کا

ا جان بچانے کے
غیر کے مال میں
در کی صورت
کے خزانے سے
بھی بھر دی جائیگی
سی غلام عمداً قتل کی
یت کا مالک کو تاوان
صب سے دو
کی قیمت ہوگی
اُس غلام کی قیمت
یت کرے کر
ی ڈالیں گے
ی علیہ سے لینے
ے کو غاصب
نے کی دیت
رائے گا اور اگر
رنا ہے دیت
ند ہیں گے
کال کر کسی
پھیر لانا لازم ہے
را اُسکا دیدینا
لہ غصبی مال کو
لیے مالک بہ پر بر کرنا

سئلہ
اتہ مالک کا
کا قول ہے
بت مین
ے اور مالک
ہے اور
صل ہے
بیسے کانا
ے کہ صیح سالم
بیچے اور
خریدار سے
کر اسکا مالک
ن کی خود
ی کے لفظ
ر دلالت
لیا ہوگا تو
سئلہ جب
لے کر مر گیے
نے فرمایا ہے
ب کے
قسم کھائے گا
قل ہے
الک اور

سئلہ
تہ مالک کا
ا قول ہے
ت مین
ے اور مالک
ہے اور
صل ہے
ہ جیسے کانا
ے کہ صحیح سالم
بیچے اور
خریدار سے
ہ کر اسکا مالک
ن کی خود
ع کے لفظ
پر دلالت
ر کیا ہوگا تو
سئلہ جب
ی کہے کہ مرنیکے
ہ نے فرمایا ہے
صوب کے
ب قسم کھائے گا
تا فصل ہے
پوشاک اور

یدہوگا۔

یع سے منتقل
یزون مین شفعہ
عالی زمینو نمین
اور ہتھیار اور
یم کی شفقت کے
جناب امام جعفر
ون مین شفعہ
ہاتھ بیچڈالے
ن ہے مخصوص ہے
ن اشبہ ہے
لک زمین پر کے
ن ہو چکا ہے
اور جانورون
ر ایمن شفعہ کے
ر سے مراد
پہونچتا ہو تو اسپر
ی کرنیکے یا
ن دوسرے کے
ن لکڑیون کو
عادت جاری نہین ہے

...لیے کہ اسکے
...ں بھی داخل
...ن بیچے تو بے
...اسکی خاص راہ
...م زمین کو
...ے اور وہ
...قسم زمین
...ں کے حصے
...مین ہر بیع
...دیدے یا
...دوسرے
...ہونچتا ہے
...ی اللہ عنہ نے
...ا ہے اور یہ
...ر شفیع مین
...شرکت کے
...ہوگا اور شفعاء مین
...ایک سے
...عدد رؤس کے
...اور بندے
...زیادہ شریکون
...دام دینے مین
...امل ہو جائیگا

مہلت دینگے
شہر میں ہے
کوئی ضرر ہوتا
تا ہے اور
ضمن ہونگی
اردیوانے
سے تاخیر
ہو اور ولی
ہے مسلمان
اور جبکہ
ہے بیع کرکے
پنے شفعے کے
خرید کرنا
کو مال کو شفعہ
الرحمہ فرماتے
ے اعتبار کا
ف رحمہ اللہ
شفعہ سے
ناجائز
ہے اور
ے جاتا رہے
احب مال
مالک ہوگا

یدکرے
جائے گا
پسے میں
بال کے
م قیمت
ہر ہے
کا مسئلہ
بھا اپنے
ہے اور
ین کا لینا
ر تھوڑا
ی شفعہ کے
کو چھوڑ دیگا
شریک سے
یگا تو بیع کا
ے یا شفعہ کو
ر شفیعوں
ا ہے تو
ے اور دوسرے
طالبہ کرے تو
کے نکلنے
مین ہر اور
ے دوسرے کا

ے منتفع ہو اور
سکے نفع مین شریک
ہ آئیگا تو اُس کنے
ے اور اسمین مجمع
ی نہین ہوتا ہی
یا جاے کہ
ورت مین اگر
ختیار رہین معذور
رہنی پڑیگی
لیتے مین کوتاہی
کیاہے اسلیے
ہو رصاحب
اعلم چھٹا
ے زوہ بھی
دوسرے شخص کا
ن اُس خریدار
ے کے لینے
ہے اسیطرح
شریک ہو اور
اور دوسرے نیک
ہے اور شخص کو
ن اور جس کہ لیا
رب ہو مرحم

ف ہوتا ہے
ن کا ہونا
ینے والے مین
خریدارونکے
ن اور
ی ہو گئے
خریدارون سے
دو خریدارون
طالبہ کرے
ہے اور
ہو سے اور
دو بیعون کے
ے سے
تو یہ بیع جائز
نون کا یا
ہو گئی ہے
بیع کے
بین شفعہ
بچا نہین جاتا
نہ بیچے تو
ہو اُسنے خرید
بطے اور دوسرے
شفعہ سکے

کا شریک ہو جائیگا
ہے اور اسیطرح
شفعہ مین اُسکے
ریک اور غائب
سوقت مین کوئی
ن مین سے
ن دو برابر
ی شریک ہو جائیگا
بھائیون مین
اور اُن دو
یا سے متعلق ہوگا
ے زیادہ قریب ہے
سب کی سب
کیفیت مین ہے
ے زمانے کے
بعضے فقہا کہتے
انہ بھی نا گذرا ہو
ہے لیکن اگر
عقد بیع سے
شفیع کو حق شفعہ
خریدار شفیع
کم ہو اور شفیع
لازم نہین ہے

ما نے
ں ہے
خ علی
ں کے حکم
شتری
و دخل
ریدار
ہر اور
ن قیمت کا
ن ہے
ے اگر
نہ والے
ا ہے
بیع میں
بن نہیں
لی قیمت
ہیں تو
نے بھی
ں مال کی
ی کو جید
ی ہوتے
کر سے
ملیکے تو ہم

ہے اور اسکے بعد
ہے کہ اصلاح کرے تو ہم
رث کہلاتا نہ یہ کہ خود
قید ہو کہ جسکے سبب سے
عہ کے طلب میں
سے عرف میں کہ عین ہے
زم نہیں ہے اور
کا تورقد الناد اجب
وقت نماز کا آجائے
اور شفعہ کے
کرے تو اُس کا
ہوگا گر مطالبے
شفیع کا حق محض
ہوجائیگا اور
کو دیدے اور
شفعہ کا مطالبہ
بیار جمع کو بیچے
بھی لے سکتا ہے
النا اور شفعہ میں
ہی پر اسکی درک
کہ میں بیٹھا ہے
کو لیتا ہے اور
بحث
شفعے میں ہو تو اس

ے لیکر
ی خریدار سے
ے اسلیے
ہے تو
ی کو بیع کا
مطالبہ
یع کا فسخ
طرسے
ب دا
ے کے
ے اور
لات
سے
صورت
طالبے
ماس سے
یع ہو جاتی ہے
ے ملک
ہے
البہ کرے
کا کرنا
خریدار
سے

خریدار اُن درختوں کے
تفاوت گھٹ دے
خریدار کو دیدے
ت شفیع کے
دا ہو جائے جیسے
بڑھ جائیں پھر جو
جیسے گھٹ کی
بعد کے بعد خرمے کا
ہے کہ شگوفہ
اشبہ یہی ہے
عہ میں اِس حکم کا
ہے اور پھلوں
اُن دونوں میں
لیگا دونوں سے
شفعہ کو بخشدے
ئے کہ خریدار نے
تو شفعہ متعلق
اور اگر عین سے
ن صورت میں
ن دے کروہ
لیا ہو اور اسکے
ہو فقط قیمت
اسکا تفاوت

ہوگا تو
ہے
اور
پاس روپے
روپے
مول
اور
مرغوب تھا
لیا ہے
مین نے
یح زمین ہو
منفوع
پہونچے
ہی
پہونچے
کا سے
مطالبہ
ہین
ہوگا
کی تو اسکا
زمین کے
لیے مصلحت
کی ہراہی

رے شفعہ کے
ین اُسکے لیے
سئلہ جبکہ بایع
ب کی طرف سے
شتری نہین ہے
لے ہین پہلا مسئلہ
ن فرمایا ہے کہ
ے اور مدت کے
ین کہا ہے کو دعدے
ی ضامن نے لین گے
ین کہ شفعہ وارث
سا کرکے فرماتے
یٹے کی امامت کا
وحق مورث چھوڑ
ا کہ مورث کو کسی نے
ہ مال کیطرح سے
وڑ جاے تو بابی
ن مین سے
ے اُسے پورا پورا
ین ہو جایگا یعنے
ی طرحسے پورا لینا
ہ کہ احتمال ہے
ئم مقام ہوتا ہی

دوشریکوں
ی اور ضعیف
کو نہیں
اسلیے کہ
یگا اسلیے
حصے کو
گے کے
یگا اسلیے
ے تو
کے علم کے
استحقاق کا
وخت
علیہ الرحمہ
ی سے
منتقل نہیں
منتقل ہوجاتی
دار کے
کا حق شفعہ
تھا اور انکے
عقد بیع
ے
قل ہوگی
لے کے

سلئے اس اپنے
گے کو اپنے وارث
گی تو یہ بیع در
ہوئی زیادتی
رت نہ دیتے
رجو موروث مریض
گی بس شفیع کو
رمصنف کے
رہ ہے کہ عامہ
یا کا اختیار وارث
جائیگا اسلیے کہ شفعہ
خرید فروخت
ی اور مشتری
ر ہے گا اسلیے
یل ہو تو بھی
ہے مترجم
ہر مگر اس حصے لوگ
کوئی حصہ شفعہ
قف ہوں تو
انتے ہوں اور
ے یا باپ سے
اسکی ملکیت سے
خریدار کو قیمت کے

ب ہوگا
لیا ہے
شفیع کے
عادت
ع نوادر
ع کو
سے
ضین تھی
جسکا
جیساکہ
نہ کوئی
سے
س کا
یدار سے
و کلا بنیہ
باطل
لک ہیں
کا مطالبہ
لک سے
کا کوئی
شفوع
ے اور
ے خواہ

شفیع کے قبضے
شفیع کو حق
ں سے متعلق ہوچکا ہے
پر واقع نہین ہوا ہے
ادی کو خرید ار
ب غلام مین بایع کے
قیمت کا تفاوت
رت نہ لے سکے گا اور
فاوت لے سکتا ہے
کی صورت مین
صورت مین ہے
ت کا تفاوت بایع
سوان مسئلہ
س کے قبضے مین مع
کتاب خلاف مین
ہے اور محض
لید یعنے قابض سے
ی تصدیق کرے
لیگا اور غائب کو
چاہے بایع سے
اسی کے ہاتھون
ہ بھر لینا ہوچکا ہے
غائب اس سے

ت کو
ن ڈالا ہے
ل سے
قوی ہے
ے سبب
ر پدکرے
مور وہے
د کی ہے
علم ہونے
جبکہ شفعہ
یع سے
ق نوکی
ر یا تو پھر
ر اِس
ے پر دلالت
ر اسیطرح
نے کی اجازت
ین پھر جبکہ
ا ہے اور
ہے یا دو
ل ہو جائیگا
ر شفیع شفعہ کا
ب عادل

حد حجت نہیں ہے

ن تک شفعہ باطل

کے بجا لانے پر

جب اس شہر میں

یا وکیل کرنا ممکن ہو

راگر ظاہر ہو جائے

بسم کہتے ہیں

در پھر اُسے غصبی مال

ی قیمت سے غصبی

ر شفیع کو شفعہ کے

ں ہو جائے تو بھی

ی تردد ہے اسلیے

ملا ہے اور قیمت کے

ی وجہ نہیں رکھتا

سے بڑھا کر بیچیں

قع ہوا پھر اُسی

ر مجھسے ابرا کردے

عوی کرے کہ تو نے

ں گیا ہوں پھر

یعنے جب تک قیمت

ر جواب صحیح نہیں ہے

یا اُسوقت تو جانتا تھا

ط ر ایسا جواب دے

لیہ الرحمہ
ریں گے
ں میں ہے
پاس تینہ
یتے ہیں
رتی ہے
ں دونوں
دعوی ہیں
لھدنے کا
جیسے یہ
ے گا او
دونوں
ادہ ہونیکا
کے ثبوت
ں کرتا ہے
ر انہیں
علیہ الرحمہ
وم ہے
اقی رہینگے
ں اشتباہ
ی ہیں
خریدار کی

ی کی راہ سے
ہے لازم نہوگی اور
فرمایا ہے کہ جب
ل لینے کا منکر ہو
ل ہوتے ہین
جبنی شخص منکر ہے
اید پہلا ہی قول
وو الیہ نے اِس
ن وہ مال اُسکی
نیگے کہ اُنھین حکم
ی نہین ہوتا ہے
کم شرع کے سپرد
ے اور شفیع قیمت
ین ہے مالک کے
ایع کو بھی اُس سے
با کوئی شخص دعوی
رزہ انکار کرے تو
ین ہے تو جائز ہر
شریکون مین سے
ب مدعی ہے جب
ے دوسرے کا شفعہ
پیش کرے کہ بے آگے
شفعہ کا اثبات کرے

ف کے موافق
ت پر ترجیح
ں کی گواہی
گواہوں
سلہ جب
کے کہ مجھ
ر میراث
ذوالید رضا
اتی ہیں
ب دوسرے
مدعی ذوالید ہے
ح ہوگا اور
ھنے میں
ے ثابت
ے سے
شخص کے
ق سے
انی یمین ہے
ی خریدیکی
رتح امانت
ہ استغراقے
ر خلاف
رنا بھی ممکن ہے

ن گے کہ پھر
ط ہو جائیگا اور
ں کہ بایع سے
لنے کی گواہی
دا ہون پر حکم
ے نہین ہے
ی دونون قیمت کا
فیع کا ہے اور
لوم ہو تو اس
ری کا دعوی ہے
ں نہین ہے اسلیے
ر پر لازم ہے
ن مبیع کو اور لفافہ کو
ے کے مسموع نہین ہے

پہلی طرف
جمین کھیتی یا
ہے جسنے اُسے
سطرح پر اُس
ار تالاب ہو خواہ
ٹ مین نہین
ات یعنے غیر آباد

ن پانی نہیں ہے
ی کے نیچے
فاع نا نع
رشخص نہیں
مالک ہوئے
مان ہے تو
ن سے
لیتے ہیں
ن رکھنا
کے مالک ہیں
ں اور اسطرح
ں کہ کسی
ہیں اور جو
باد کرنا حضرت
کاز یا وہ
لائق ہے
ا اور جبکہ
ویران زمین
ے جیسے راہ
در آباد کرنے
ن ہیں جو
ہ ہے کردو
ور خیمے کی

ے پانچ ہاتھ کا
قصد سے آئے
کرے اور حریم نہ
ے جانے بھر کی ہو
کا حریم ہے تو
عوے کا سامنا
کہتے ہیں کہ اکثر
ھیرے ہوئے
لکڑی اور ساٹھ
ین میں ہیں
مشہور ہے
کہ اس نہی
ں ہے کہ اُسکے
حریم سب کی سب
ی پر بنائی جائیگی
گرداگرد ایسے
تصرف جائز ہو
ے اُن درختوں
ک نا پہونچتا ہے
عرفات اور
رنے سے اس کا
ہر کرے کہ عبادت
کا منتر جسم

ے کے دینیکا
ی ہو گو وہ
ایک مقام
میں عطا
مدار اسطرح
رہ کو ٹرا
سے اسلیے
کی مانع ہر
ہوتی ہے
سرا چاہے
اُس زمین کا
پھر یا مٹی
سلام اُسپر
بضے سے
ج نہیں ہے
یہ وآلہ وسلم
للہ علیہ
ے زکوۃ کے
ر ائمہ
میں پہونچتا ہے
ورہ وہ
ی کہ بغیر
نص کی

برابر ہین
اور عادت
ن بھر مجھول
د کرنا کہتے ہین
اور دلوا بندی کا
سکے تو اسکو احیا
دے تو وہ بھی
ملکیت کے لیے
لے گرد جا رہی
رد کانٹے لگائے
ین ہی اسلیے کہ
ر وہ درخت
پر وہ زمین اگر
کا مالک ہوجائیگا
وہ زمین آبادی
ہین کیونکہ ایمن
ی ہے اور ہمارے
لیے ہویا اور
س نوع سے
بعضون مین ہے
ستہ دوسری
رد اسکا فائدہ تو
ر فائدہ لینا جا

سیوم

ی کر لینا
م جائے
ے تو
کے قصد
ے فرمایا ہے
ز توجہ
فرنہ جاتے
ہے تو وہ
سے
لیے کہ
طلاع جائیگا
ستے کی
ر کوئی
و اور اگر
ے پھر
صہ کھتا ہے
جگہ پر
ر بعضے
رفت کے
وع جاتا
گے اور
ی کس مقام
معنے کی

بت مدتک اِس
ی کے معین کردینے
کے ساتھ علم کی
اور اگر وقف
قام پر ہے اور
سے متصف ہوگا
ب سے مدرسے
یو آئیگا تو وہی
ر جسم کہتے
گزرے کہ اُس
ی پڑا ہوا نہین
ں سے اولی ہوگا
ین احتیاج نہو
ک مین نہین
اور خالی زمینون
ر آیا امام علیہ السلام
و عطا فرمانے مین
ن کا حق متعلق ہے
کتاب نافع مین
سلام ایمین کوئی
ر کے آنے والون سے
و بنا ہو وہ اپنے بع
ر ہو سکے کہ فعلون

ے مطلب کا
نا لگا لیں
ر جو ساری
علیہ السلام سے
خمس میں
وکہ اسمیں سے
ے اذن سے
ن ہوگا اگر
ور تک
تی زمین کو
انے کی
ہے کہ آباد
ی مقصد
ے ہو جائیگا
ے کہ یا پورا
عذر کے
یا زم کرینگے
ان کا اُس
ے مگر پانی
پانی تک
ے پانی
صرف کرنا
جائز ہوگا

ی مین ڈالدے گا
جائز نہین اسلیے
ے سے مل گیا ہی
ے نہ کھودے تو
ور بعضے فقہا کہتے
یسی حکم اُس چشمہ کے
ور یہ کہا جاے
ے پھیر جو
ی اور کنوؤن کے
جو اُنمین سے
الک ہو جائیگا
ی ملک نہو
ھودا ہے بلکہ
ہ اوروں سے
ین اور وہ پانی
ون تو اُن مین
ی زمینون کے
ق تقسیم ہو تو
ے سبب سے
پانی کے بہنے تک
نے کے موافق
باح ہو اور
ی نکرنا ہو تو

گر جو اُسکے
اور درختون
زمین کو سیراب
ہی گو اُس
ے فرمایا ہے
نا مراد ہی
تا ہے اُسکی
زمین ساوتے
لینگے اور اگر
ور اُسکے بعد
ین اُسکے ساتھ
اُسکے نیچے
سئلہ اگر کوئی
زمینون کے
کرنے والون
آباد کرنیوالا
ن کا آباد کرنا ہے
آباد کرنا صحیح
جاتا ہے

ر اور سکون سے
یا اِن دونوں

ٹھیرے
وادر کوئی شک
ن ہوتا ہے
لکم سن ہے
ر تو جو انہیں سے
یا ہو اور اسکے
قطا سے یعنے
ی اور اسکے
ئے اور سُنے
سے بھاگ
وائی کے
ساتھ مقبول ہے
ور شیخ علی علیہ
ل ہو مشکل
ند لقطہ یعنے
ر عقل اور
اگر دیوانہ اور
نے سے چیز کا
ے اُٹھالینے کی
کر اُسنے اُٹھاکر
ع شرط ہے
ق تعالے نے
ط بچے کو فریب

اور کسی عادل
صلاحیت
شرط ہونا اصل ہے
کو کافر کا
اٹھا لینے کے
لے لینا چاہئے
ڈھونڈھیں گے
شرط اصلی ہو
لینے اٹھا لینے
کی میراث
آپ محتاج ہے
ثابت ہو جائے
تو اس سے
ظاہر نہ ہو تو
واجب کفایہ
واجب ہے اور
کفایہ ورنہ جب
اسلئے کہ مسلمان
بچے کی تربیت
لے لے گا
گا اور اگر
کا ملتقط کا
بلائے تو اس

ہلا مسئلہ
ہے باری تعالی
وہ اسکی حفاظت کرنا
جب ہونا نہیں
کے ضر رکھنے ڈر کی
سرا مسئلہ
مالک ہوتا ہے
پر اُسکے کپڑا
ی ہوگی اور یہی
ی بڑے خیمے میں اگر
س طرح لقیطہ کو ایسے
دوہی اور شبہ یہی ہے
مال ہونے پر
کان پر سے
ہے خصوصًا ایسے
وقت میں گواہ
مسئلہ جب
لینے کی ضرورت
ے اجازت اُسکے
ہے والضرورات
جائیگا گو اُس شہر
ن ہوا اسلیے کہ
ں شہر میں کوئی

سلمان

ہاں کوئی
ر یہاں
راہ وہاں کے
مسئلہ
ن جرزہ
ہ وہ جنایت
ے گا تو
بیہ ہوگی
ں گے
ے یعنی
ے گا تو
علیہ الرحمہ
منین
دم
ے کسی
نہ دیت
ے کے
عمداً
ی ہے
میں اگر
ہے
شرع
کے
کا حکم

شرح میں دارالاسلام
ظاہر ہے توحید
ملہ اگر لقیط بالغ
اور پہلے کبھی
اقرار اپنی ذات کے
ہے تو اُس کا
یعنے اُسکا نسب
رتے اُسکے
اور دن کی
ہوا سیطرح اگر
گا اور اگر کہا جائے
دارالاسلام میں
اگر کافر ثابت
سکے مسلمان
اُسکا نسب کافر سے
لقط اور لقیط نہیں
سے کھانے پینے
تو ملتقط کا قول
خرچ دینے کا اُسکا
دینے کا منکر ہو تو
مترجم کہتے ہیں
اس خرچ کا مطالبہ
تو اُسکے ضامن اور

ط کے التقاط
ہون تو جبکے
رکھتا ہے اور
یعنے نگہبانی
نگہبانی کا
کہ اُنہیں سے
ڈالنا چاہیے
وہیں کے
ور دوسرا
مسلمان
مان اُس
قرعے سے
ہونے کا
کے موافق
نو گو اُن
تو ترجیح نہیں
ال سکے
رذو الیدیہ
ثبوت کے
سے ترجیح
ہوں کے
ن دلالت
خ تک سکے

ہے لیکن اگر
ن ہو تو اُسکا
ا تاوان اُسکے
رسکے گا ادبی
پارہ اور پانی
جانیکی طاقت
ی بکریکو ایسے
ٹے وزہ سے
سکا مالک اور
ے اُسکا تاوان
ہے اور شیخ
ے اپنے پاس
ن نہین سے
یت رکھ چھوڑیگا
و چھوڑے
ہے اور امین
ہے جو ہمارے
دا نا چاہیے
وان دیدے
ون اور گو رخر
کے ہین ادر
ہے اور اگر گم
رکھتے ہون

کریگا
ن ہوگا
یا نورکے

سے

مین
رجبلہ
اروںگا
مین
ولے
رگواہ
ائیگا
ست
ے اللہ
اور
تبک
سکتاہے
سے
ہے
یفے
رچکاہ
سکی
کم
ساری

ن مالک کے واسطے
سے لے یا اُنھیں
ا ہوگا تو اُس سے
یا ہوگا تو اُسے
ہ ہیں کہ یہ حکم اُس
بے مالک کا میدان
ی تعریف کرے یعنے
الک کے ظاہر ہونے
ں گئے کا پکڑ لینا
ں سے انتفاع اُٹھانے
صری نظر اُس
ور کا پکڑ لینا جائز ہے
جائز ہے اسلیے کہ
ے لیگا اور اُنکے
ں تملیک تضمین میں
ب پیدا ہوگا تو اسکی
و اور بندے کے
ہے اسلیے کہ اُسے
ہے اور اشبہ یہی ہے
ری نظر جانور کے
نیوالا بادشاہ کو
ل سے اُسے پھیریگا
نچ کیے پوری ہوگی

ن ہوگا
ن ہر لینا
م جب
ر جرمنے
واوراُنکی
دونوں کے
شبہ ہے
ع ہو جائیگا
فدی
ہونیکا
ر ذرہ ای
پہلے قصد
مسئلہ
ے غلام کو
ہے اور
ر ایک
ی شخص نے
شاہی
اُس
رت کا
ی گواہونکا
اسیطرح پر
پر گواہ

ید سے مالک رہیگا
دن کے مقام تک
ضائع ہو جایگا تو جو
سری قسم خاص
مردن کے بیان کو
قبضے مین نہو یعنے
ہم بھر سے کم ہو تو
ب نہین اور جو اس سے
مکروہ کہتے ہین اور
ے اور ایک سال
ے اور نہین تو اسکے
مالک ہو جانا جائز نہین
ن کرنے پر راضی نہو
ی وہ امانت تھا اور
ے اور چاندی ہو نگے
کرے یعنے بیچوا لے
ک یم ہوگا تو اُسکی
یدا ہوا اور تصدق
ت سے اور چاہیگا
روائی کے ضائع ہوجائیگا
ریف کے بعد اگر
پر راضی نہو تو ملتقط
دکو سے بہتر جانا ہے اور

پہونچے اور
ہ اور اُسکے
ں ہو گی
سے کھانا
حاکم کو دیدے
حتیاج
اور اگر
کو رکھ چھوڑیگا
لینے مین
ن جائز ہے
ت کے
لینا مکروہ ہے
ی کامون
ما نے
ر اُسکی
مسئلہ
کا باقی
بھی قاضی جب
لے اور
ہ درست
ں ہو گی
ں چھ پایگا
ں پایگا

چیز کی تعریف بالغ
اگر مچھلی کو دریا سے
تعلق ہوگا نہ شکار
اگر مچھلی کو گھرے
اگر وہ پہچان لے
ی کہا ہے کہ جو کچھ
ت مین کہ جب اُسپر
مسئلہ اگر کسی
و اُس مال کا دینا
ر اُسے دیدے
ی ہے کہ اُس مال کا
پر مشتمل ہو تو اُس
لیگا وہ مال اُٹھانے
جسکے مالک سے
سوا کوئی اور بھی
مسئلہ تعریف کے
ک ہونے کی نیت
بعضے فقہا کہتے ہین
ید ہر پانچوان
تا ہے اور مالک
ع ہوتا ہے اور
وسرا امر ملتقط پر
یا اُسکی حفاظت کی

نے کی
وری حکم
تا ہے اور
مانت دی کی
ز نہیں اور
ور ابو خدیجہ
نے
ی علیہ الرحمہ
تی ہے اور
را یعنی
رے اس
ی سال پھر
یوت کسی ام
ین اور
اور اگر زائد
ہ اسلیے کہ
ف کا وقت
سکے جمع
ر بانا ہونگے
تعریف کیلیے
ت لکھے
عریف کرنے
یف کرنا ہے
گون کو نذا

فواعد فرماتے ہین کہ
ے عمل مین لانا چاہیے
طریق سے تعریف
سبب ملتقط یعنے
ے بیچ ڈالے پھر اگر
ر اُسی کو مالک ہونے
مالک پیدا ہوگا
م کہتے ہین کہ
ورت مین حاکم
قطے کا پھیر دینا لازم
صورت مین کہ
ب کا مال ہے
کہ لقطہ ایک نامعلوم
ے علم کے حاصل
ریق برخلاف
نوگا کہ جسکے مالک
سون رہے اور
قطا اُسکا ضامن
ب کا مال ضایع
یا ذاتی متصل ہو
ت ہونے کا قصد
اُسکے پاس امانت
ے مالک کرلینا

لراس صورت
رمالک ہونیکے
مال ہوگا
غاوت
ستکال ہے
رم نہیں ہے
ہنو اور وہ
لقطے کی
پھر دیگا
رُ اٹھالایا ہے
ضامن
ود ہے
ت اُٹھا
اگر چاہیگا
سکی تعریف
کیطرف ہے
کیطرح پر رکھے
کی ملکیت ہے
یت نہیں کرتا ہے
سکے بندمن
رے کہ سوتا ہے
اُس سے
میں سنکر ہے

ور اگر ملقوط ضائع
سے فاسد قبضے
وت کو پہونچے
کے مدعی سے
ی ملکیت کی تصدیق
کا قابض کے
ی سے یمین پہونچتا ہے
لا کو اُسے ویسے
کے ثبوت پر راجح
کے ذریعے سے
ے کو دیدینگے
اور یہ حکم اُس
دیدیگا تو ضامن
کر لیا تھا ثبوت
دے اور
ہ حاکم کے حکم سے
عوض سکے
ے ثابت ہو گیا ہے

ں کہ اُنہیں سے
صور کو کہتے
ہیں اور لغوی

ہے اور
ثابت ہوتی ہے
ران میں
علیہ وآلہ وسلم
یہ میں بیت
مد وغیرہ
ن کے
رث ثابت
تصال
ن کی
یک دوسرے
رث شرعی
رث ہوتی
ار اللہ
ن گو کتنا ہی
اور اُنکی
ے تیسرا
ان لازم ہی
ے غفلت
دکی اور
ور اُنکی
دونون
کا جواب

بناط ہو سکتا ہے
ن اور چچا دن سے
عورت برابر ہیں
یعنے پہلے طبقے والے
ر کا مانع ہوتا ہی
برے یعنے نسب
ہے دوسرا
میراث کا
ہو چکا ہے
ے تو وہ معتق
عثمان جریرہ سے
ے جیساکہ آگے
کی وارث ہو
ض ہی سے میراث
ے میراث پاتا ہے
ا ہے اور فرض ہے
ے ماں سے
میت لاولد ہو گا
ی ہونگے تو اس
ں واحد منہا السدس
ہ السدس یعنے
ہر ایک کے لیے
ہے اور اگر میت

میراث
بعد متروکہ
ے میراث
ب مقرر
ی ہے اور
لد فلکم الربع
ضائی حکم
کے لیے
ر سکے

ب یہ
ث بھی
کے سوا
نگیہ
بیٹے ہوں
ہیں کہ
جائز جلانا ہے
م علیہ السلام
ائی وغیرہ

م بعضہم
اولے
حصہ بیٹی کو
ہیں اللہ
یچا ہیں
ث لیتا ہے

ریہ کے موافق
پر سارا متروکہ اور

الواہ فلامہ الثلث
ز کے کی دیگر باقی
ح پر ایک بیٹی یا
ا سے سوتیلے بھائی
ر بھی قرابت سے
یراث میت کی
حصہ بیان نہین
ہین اور واضح ہے
ے مین ہو تو پورا
ی قرابت رکھتا ہو
ی ہو کر اُسکے لیے
ھین دونون پہ
اسکے اتصال کے
ع ہون تو ماموئن
وارث صاحب
باقی میراث بھی
آیہ کریمہ کے موافق
ب میت سے
اسکا شریک ہو
ن ہین سے
رین گے حق تعالے

زوجہ پر فرض
ی وارث ہیگی
ی بلکہ ان
ہو کہ اُسکے بیے
ن بیان
ر ہوگا تو
م اس صورت
یا کہ اُسکے
ان پر یا باپ
نہ واضل
باپ ماں دو
ردو تہائی
دو کلالہ ام
ے یا دو
اسطے دونوں تہائی
انکا فریضہ ہے
ے اور علاتی
بین ترکہ
ن باپ اور
ر بیٹے کو
وہر جلد سے
ور ایک
ب لینے

ی ہونگے تو اُنکی
پ اور شوہر
روچھٹے حصے
رہ کی دو تہائیاں
ور سارے
م کی تقسیم
و بارہ ہین
طریق سے
نگے اور باقی
یت کے
مان باپکی
ے اور ایک
ی داخل ہوا
ئی و حقیقی
اقہ ہون
ن سہم ہین
سہم کہ چھٹا
ہ دو ثلث کا
سہم ہے چھٹا
کہ دو ہین
سہم کہ تہائی
ون آدھے کے
کہ تین سہم ہین

ور باقی
قصان
پانچ کا عدد
ین نجائیگے
احب
پاتا ہو
لینے والے
ین چھٹا
ٹا حصہ ہے
ور اُسکے
ہے شوہر
لہ باپ کو
زوجہ ہی
کو بیلی
ے بیان
برا تق یعنی
آدمی
مر ہو یا حربی
وجہ ہے
کافر ہے
ہے خواہ
ین کی
کافر کا وارث

سر اور ایک
ں گو وہ مسلمان
ث کو گو کتنا ہی
ے اور وہ کافر
لیا ہوگا تو اسکے
و پہنچے گی اور
لے اور مسلمان
ں مسلمان ہو جائے
و ہی میراث
وا ہوگا تو اُس
لام سے ابو نصیر
ں ترکے کے
بیت المال مین
ں ہوگا اسلیے کہ
ر اوارث کافر
ں مسئلہ مین مشکل
م سے پہلے
شریک ہوگا
ام شریک ہوتے
اسپرد ہوتی ہر
ں کافر ہے
اُس لڑکے کے
نے کی حالت

اشرف کا
ہے اور
دراُس کا
ئی دینگے
ے دینگے یعنی
کے بلوغ
لو دینگے اور
رکے ہیں سے
ہوا ہے مگر
نیر امسئلہ
ے سارے
وہ شخص ہے
ہو جائے تو
ان سے باہر
و بچا ہو اور
ے جلکے
ہ توبہ کرگی
ں ہیں ہے
کم کرینگے
ر مسلمان
نہیں تو
ے تقسیم
گزرنے

اور اسکے بعد تو
ا ہو جائے گی
اور اگر حق پر
اسکی میراث پائیگا
ور یہی قول
مقتول نہیں ہے
کا قاتل ہو اور
اور اگر مقتول کا
کوئی شخص اپنے
قاتل کا بیٹا اپنے
سے آیہ کریمہ کے
کے گناہ کو نہ
پہنچیگی اور امام
ینگے اور قصاص
ہے کہ امام علیہ السلام
تعلق ہو جائے گی
گا اور بعضے فقہا
سے متعلق ہوگا اور
الرحمہ نے اختیار
با اگر وارث
پہلا مسئلہ جبکہ
کا مطالبہ یا دیت کا
کو جائز نہیں ہے

ہے اسلئے کا
مسئلہ
ن بجالائی
ر مسئلہ
یت کابھی
کی اولاد
حصہ الخفین
فقہا نے
سا کرصاحب
ن کے
اص کا
طالبہ
ں کے
ئے گی
ں سے
رجائے
کو ملیگی
نا ہو اور
وگا اور
جائے
ورجے
وگا تو
کے
رنے

کا شریک نہوگا
دل لیکر آزاد
گا تو اُس سے
لی قیمت بھر کانہ گا
ہ نبا ء اپنی باقی
اس صورت
الظہر ہے اور
ضمون کا حصہ
ہو جائے گی
رکا ہونے پر
درت مین سب
قوت کر پورا
بعضے فقہا کہتے
یہ قول قوت سے
اد ہوا در کچھ
پا ئے گا اور
ر دبیٹے باقی رہے
ر نصف ملوک ہے
رتھا ئیان آزاد بیٹے
ہو تو اُسکا آدھا
کا بھی سہ ہے
ے اُنھین سمیت
ے آزاد کرنے

ر اولاد کے
گے اور
ر سب آدمی
دو متنفر ہم
ر جب میں
ساق ہے
سوا کوئی
ختیار فرمایا
ی انھیں
رحمہم اللہ کا
اور سبب
ف آزاد
ر چہرہ
الت
ں میں
ا مالک
نے پر
سم
ف پنایگا
م ولدبھی
سے
ر کے
الک کے

تقل ہوجانا
نون اور
رمرتبے مین
ے مرتبے مین
کا اور وہ مطلق
پنے مملوک ہونے
ت ادا کرکے
تسمین میراث
ے متعلق ہوگی
روجہ اور شہر
ے بعد اقرار کرلے
گا اور باپ
ے مرنے جینے کی
ب انکے نسل
یگا یا اسقدر
ینے کا حکم دینگے
بانٹ دینگے اور
اگر غائب پیدا
ی حیات کی
ا کہتے ہین کہ عادت
ب مسالک علیہ الرحمہ
ف ہے اور جبکہ
نی بھائی مین

نے کہا ہے
انے کی
کرتا ہے
ہونیکی شرط ہے
سے کوئی
اور اگر
بتر ہے جو
ن روح
وئی شخص
کیطرف
سر کا ہوگا
اور دین
نے کی
گیا ہے
یں گے
ی تصرف
راہ کی
ستقر نہیں
زل اور
خواہ کے
تا ہے تو
ہے کہ
ی کا ہوگا

ن اُس شخص کا
ے شخص کا منبع
ین اور اسکی
ت رکھنے کا ہی
ے نہ پہونچیگی
ے پر میراث
ب ابعد کا مانع
وگا جیسے بھائی
ماموں ہیں
ا اور کوئی ہوگا
نا دادا ہیں اوپر
ل پشتوں کی جمع
نکی اولاد کتنا ہی
ں اولاد کے
سطے بھی جیّد
قرب ہوگا وہی
ل اولاد جتنی
ن اور اُنکی اولا
اپ کیطرف سے
ی صورت میں
بھی ہوگی وہ
ں اور اُنکے فارش
ب لینے سے

ہین اور
ن کا مانع آتا ہے
کی اولاد ہر یہ میت
دو بیٹیان
آدھا اُسے
پر اُن کے
م چھٹا حصہ
سیم کرینگے
ن اولاد کے
ے ہونگی
پ مین کے
عن تقسیم
ر زوجہ کو
ساتھ ہر ایک کو
حال ہین
ی اور زوجہ کو
و اِس صورت
ہونے کی
ان کا فریضہ کم
ت رکھتا
و دونون
ورت مین
ن بہنون کو

اُنپر نقصان وارد
وارث دو
و تہائیاں اور
ر حصہ شوہر کا
کم کرنا چاہیے
ب کے حصوں پر
ر اجماع سے
ی نہ نسبی اور نہ
یگا اور زوجہ کو
ں رد کیجائیگی
ہ ہونے پر
مال ہے اور

ن لم یکن لہ ولد
لیے تہائی ہی
پ کے ہوتے
ی چار شرطوں سے
ا اور دو عورتین
ے ہین اسلیے
سے ہین
ر آیا مورث کا
ردہے ظاہر
کافر اور غلام
استحقاق کی

ی مشہور قول
رحمہ اللہ نے
ے عام ہے
کر شیخ علامہ
نتے ہیں
ی تعالیٰ نے
ہ کیا ہے
ونے سے
سے مگر
ری چوتھی
ب کی طرف
دن کیونکہ
بوں کی
سطے کہ خود تین
ین کر دیا
بس سہم
ولاد ہونے
ہونے پر ہے
نی ہی پست
ور تمائی
حصہ ماں
ی ہے کے
کا حصہ ہے

چ کا ممتنع ہے بس
اور رد و تمائی کے
م ہوگا دونون
حصے کے ساتھ
نوفے پر زوجہ کا
ی کے ساتھ اور
کے ساتھ اور چھٹے
وان حصہ اولاد
بھائی چھٹے کے
ہے اور فرض کی
ور اولاد سے کے
ن باپ اور
ہر کو جائین گے
وہ باپ کو قرابت
لے کا معین کیا ہوا
ین ہوتی ہے
فے پر اور فرائض
ہ پڑتے ہون
ی اور رنگے مرتبے
ے بڑھے گا وہ سب
مان باپ اور
شوہر کا فریضہ
ن شریف ۔ ۱۰

ہا تو کہ شوہر کا
باپ کو دینا
کو نہ پہنچیں گے
بھائی کے
کو دینگے
اور ربیت
یہ وجہ ہے
وارث
رات قرابت
تقسیم ہوگی
ئی عینی یا علاتی
فریضہ اور
اگر فریضہ
کہ اقرب ابعد کا
شوہر اور زوجہ
یا ہے ماں
ہوں سے
یگے تین سہم
ہیں کہ عصبہ کا
ور عامہ میں
سے عام اور
ہے کہ
کلام مجید میں

ے والون پر رد
ے اللہ علیہ وآلہ
ے مین بھی یہی
ں سے بھی یہی
یا ہے اور
یمبر خدا صلی اللہ
ی عصبہ ذکر یعنی
امیہ نے ائمہ
رائض پر رد
حجت لائے

یب جماترک
کے بطلان
رتون کو وارث
ن میراث سے
ر دیتے ہین اور
ے مفاد سے
رون کا بھر میراث
ں ہے اور جو
نہین ہے اسلیے
ے سو مخصوص ہے
بچے اور بہن کو
ماں باپ اور
ر شک نہین ہے

داریکی
اقارب کے
درجے
مخفی نہیں
وہ کافر
اور یہ
ن اور
ہے
سے
کا ذبح ہے
ی شک
ہے اسلیے
لادیت
ی و اسطوان
یا کی اولاد
داروں
یراث
سے ہے
عقد
ع اسلام
ث مراد
لیہم السلام
ن ہے

ور ہین جو جا ہے
د فضل ایجاد اور تکلف
ہام سے سمجھنے کی
ی پہونچے اور لغت
عی اور اصطلاحی
ل کسی مال کی ہے
م آدھے پر اور
ات اقدس سے
ہرا ہے اور یہ نقصان
ور اس صورت
ے اگر باپ وارثون
ے اور اگر یہ بھی نون
ں نقصان کو دار
حصون پر ڈالینگے
شوہر ہے اور مان
ے وہ چھ حصے
ں سے ہوگی تین
ر باقی پانچ بیٹے
وا اور سب وارث
ایک ہے اور
حصہ ملے گا اور
کا دو باکی بیٹیون کا
ار دو مترجم کہتا ہی

ہے
لیں گے
اُن کا
ہم
ں کے
یانی
بانقط
کر یعنے
یا کئی
یلیے کر
صنف
ہے اور
ن میں
ہے پہلا
یل جائے
طائفہ
ن گے
ہ خلیفہ
تحقیق
ون کے
احق
م سب کو
ظاہر کیا

پوراحق پائینگے
ن مین سے اور
حضرت سے اُسکے
ورتابعین مین سے
کے فقہا مین سے
دلیلین بیان کی
یلون مین سے
ے یا دو تہائیان
ی پورا نہ پڑتا ہے
اقدس کیطرف
ر دو متر جم
قل دونون سے
ں اور نقل سے
ہم ہو جاینگے
اور قبیح کیطرف
لگے کہ ماں باپ
دو دفا نکریگا اور
ی نہ پہونچے گا کہ
ں اور اسیطرح پس
پانچوان حصہ ہے
ہے نہ پہونچیں گی
وق آتا ہے
بون ہے کہ

ے پانچوین
م لکھتا ہے
اظ کے
ہونے
پڑھا کرتا ہے
مون سے
ر باری
ہے کیونکہ
دم مین
ور بیٹا ہو
ے مین شبہ
فاق سے
ں ہو تو
ہے کہ باشہ
حصہ
ے حصون
مین ایک
مچھ سہم تر
وق کے
ے کے
رابت سے
ن کے
ی تو اُسکا

ون بہنوں کا فریضہ
ں سہم باپ کیطرح کی
ہے اور عول کے
ے ہو جاتی ہے
رف کی دونون
ں سہم زیادہ
ے مسئلوں مین
لاف ہے اور
ریق اہلبیت
ر امامیہ مذہب
ر حدیثین صحابہ
کے تین مقصد
ہے پھر اگر میت کا
ث کا تہائی شریک
رث ہونگے اور
ال ہے اور
بچے گا اور باقی
لا بیٹا ہوگا تو
ی اکیلی ہوگی
ں کا شریک کوئی
ون کو دو تہائی
اگر مرنے والے
صہ اور عورت تو کلو

ب ہوگاتو
اگر اولاد
ن کا وتیرا
ونے حصہ
ٹھوان
اور باقی
ب کے لیے
ی کرکے
مسئلہ میں
کے ہیں
واے
ب یعنی
ردین گے
ہا ادنے
ٹھا حصہ ہے
ر صاحب
ر دونوگی
نے والکیم
گی کراُن
اور بیٹی
رینگے اور
نٹے حصے
ن کے ساتھ

شوہر کیلیے چوتھائی
ی متروکہ بیٹیون کا ہی
حصہ متروکہ کا دینگے
باقی۔ ہیگا وہ دونون
گا تو وہ بھی اونے
ٹھوان حصہ دینگے
پ کے ساتھ شوہر
کو لیگا اور اگر
نگے اور باقی متروکہ
یے چوتھا حصہ
یے متروکہ کی تہائی حص
ن گے اور باقی
د کی اولاد میراث
لاد کے وارث
ہوئے تمام میراث
ہر بیٹے اِس قول کی
ٹے سے بیت سے
ے والے سے ان
ے جیسے بھائی اور
ث مین ترتیب
دون کا طبقہ اس سے
ے گا کہ جیکے واسطے
ع یا عورت ہو اور

رد ہوگی
ہو یا عورت
ض دیگر
ی کی اولاد
پر ہے
پر تقسیم
ملہ بیٹی
کی جبر
بعضے
انے گے
ا اور ہے
م ہے
ہے کہ
کے سوا
ہ کوئی
وگی اور
علیہ الرحمہ
ئے ہیں
ے ہیں
ر سمجھ
ـد او
ل ہے
سواری

ے کسی عذر کے سبب
واجب ہے یعنے
ے ہین اور بعضے
لا مرنے والے کا
ا توجہو یعنے یہ عطیہ
ہے جیساکہ مسالک
رث نہین پہونچتی ہے
یا نہ میت کے
کرین جیسے مرنیوالے
کو ترکے کی تہائی
برابر بانٹ دے
کو اس مسئلہ مین
ر برابر کرکے کردے
سے کسی کا حصہ چھٹا
نے والے کو مستحب
ے اور جسے چھٹے حصے
پ اور بھائی باقی
س باپ کو مستحب ہے
شوہر کو چھوڑ مرے
و سہم تہائی کے ان کو
متعلق ہوگا اور
ور اسیطرح پر نانا نانی کو
ور نانا نانی ہین

ی بھائی
ر احصہ
فرض کے
وسینی یا
ا عینی بھائی
عینی ایک
دو سبب
ی مرتبے
ا عورت ہو
ن یا بعضی
رطلق
وا ہے
لیے کہ یہ
ا بھی یہی
ر اگر میت
لی طرف کے
گی اور وہ
ہ ایک ہو
سے ملے گا
ہ کچھ متروکہ
ہ آئنر برابر
مہ دینگے اور
کا مال ہے

ور نہو تو سارا مال
ے کے ہون یا جد
کی تہائی ملیگی اور
و تہائیان ملین گی
مان کیطرف کے
کے بھائی کے
ٹے گی اور اسی
ن یا کئی ہون
و تو دادا ادا دی
سے بچے گا
کے بھائیون کے
یت کے سب
ہون یا مختلف
ہون اور فقط
قر ہے اور
رف کے بھائیون
ن یا فقط باپ
بھائی کے
ے ہوگی نصف
ا فریضہ ہے
ن دو سہم چھٹے
ہوگا اور ما
ون کے

حصہ ان

ی باپ
مان
ن سمجھ
یادتی
پڑتا ہے
ی ہے
بیوں
ے اور
پ
ران
ی وارد
ے کی
علیہ الصلوٰۃ
ے
ہے کا
و باں کے
ا اس
نقا
نخ سے
ترجم
ربان
مقول
ساتھ

ساتھ جد ہونگے
لے بھی بیان ہو چکا
ں ہین اور اگر
ی جد کے جد کی
یلیے کہ ہر ایک کی
ن مانع ہوتا ہی
باپ بے کسی
سے متقرب ہو
ے کے دادا دادی
رجہ آٹھون میراث
ت کے تو کے
رو تہائیان باپ
ن کے اجداد کا
ردونکو دوہرا حصہ
ایک تہائی باپ
را حصہ
نا نانی باپ کے
ہین مرد کیلیے
ہین انکی میراث
ں مسئلہ مین اصل
اور باپ کے
اد کی گنتی کا عدد
ن سے حاصل ہوا

اصل ہونگے
ن جدون کا
رح ہوگی
طرحسے
بس تقسیم
ائز ہے
ہ اللہ کے
ن کے
بیٹا ہو تو
ی بھائی
نا ذان
و دونون
رکھتا ہے
کرتی ہے
پر مقدم ہوتا
بہنون کی
اور اسکے
کو ملے گا اور
ھے کو جسکی
ہون اور
کے بھائیون
نکے ساتھ
ھائی کی علاوہ

ی باپ کیطرف
م فریضہ سے
کے سے
نچتی ہین مگر
وجہ اپنا
جو متروکہ
کے بھائیون
و انھین
ترکے کا
ور دوبہنوکی
ی اولاد کو سہن
ن بعضے
لاد اور
سگے بھائی
ی ایک
دو تہائیان
ہین کچھ
یہ لین گی
ی اور جو
بھائی سے
ریکہ جو ترکہ
سے زیادہ
یون کیطرف کو

گے اور
اگر بھائیوں
ن کے
ہیں بس
تو بھی
و بھی یا
تو سارا
گا اور
چھ بھی
ف سے
پھوپھی
ی ایک
کے چچا
و کردو تہائی
پھی ہونے
ف کے
تے ہوئے
لے کے
یا باپ
ی سے
ماموں
میت کا
اسی طرح

ین برابر تقسیم
ں کو ملے گی
ین گی اور اگر
ں اور خالہ
ونوں کیطرف
ر کی ہونے
تھائیاں ماں
حصہ ملے گا اور
ی طرف ماموں
ی اور ماموں
و ہو یا عورت ہو
ر ماموں خالہ
ی کی طرف کے
ں پر برابر بٹے گا
ن کی جانب سے
ے پر مرد کے کا تہا
ں باپ کیطرف
بت کے ہونے پر
ے اور عورتوں
ر ماں باپ کی
ں اور باپ کے
ے کتاب نہایہ
ہیے مرد عورت ہو

دو تہائی کی
باپ کے
سے دونوں
کے تین میں
کا جداد
انکی اولاد
کے چچا اور
کے چچا پھوپھی
حالہ میت
خالہ کی نسبت
انکے قائم
بھی ہو کتنی
دون خالہ اور
ہو جائینگے
اسئلہ
لبن کا ن
برکے ترکے کا
لیطرف کے
کے سبب
ایک سبب
کے چچا کا بیٹا
اسکا شوہر
بھی کہ ان کی

منع کرنے والی
کیطرف سے
کا بیٹا ہونے
رگی مترجم
اسکی شال یہ ہے
ایک بیٹی ہے
کا عقد کر دیا
زید کے بیٹے
صورت مین
ہی ہے اسلیے
ماں کیطرف سے
پر بیٹی فرض
ر چچا کے بیٹے
ائی کے نکاح
پھر وہ عورت
ہر ایک ان
کا چوتھا مسئلہ
تو اسکے حصہ
رہی اور بیان
چاہیے خواہ
ہون از نقصان
ان نہ پڑے گا
زوجہ کے ساتھ

ر ہوا اور
ن خالہ
کا اور کسی
رن میں ہے
ے عقد
اور شوہر
دوسرے
رنے کے
یا پیشہ
ہو کیونکہ
نے سے
رات سے
ی کے فسخ کے
ی اور جلائی
مترجم
رث لیگی
مسئلہ
وجہ ہوں
ی تو جو زمین
رکا اسکا
ے پر چڑھائی
ہو نہ ملے گا
ق دے

رمرجاے اور
لاق دی ہے تو
ونے پر جو تھے
ب کے عالمون
کر حق تعالے نے
سکا باپ یا اسکا
اسیطرح پر اگر
ب کی میراث بھی
دونون کے بلوغ
ی بلوغ کے پہلے
دونون مین سے
پہلے مرجاے تو
ن مین سے ایک
سے دوسرے
رضا مند ہوگا تو
ر راضی ہوگا تو
میراث کے لائق
تی ہو تو شوہر کے
ر زوجہ کو میت
ہ ملے گا اور بعضے
ن سے مثل
فرماتے ہین کہ
اور اصل زمین

ہب کے
استند
رض ہوتے
ل ہے
نا بامام
ے سبب
یعنے مملوک
ہ کے بعد
ں آزاد
ہو نگے کہ
قرابت
ے کو تبرعاً
ہ آزاد
الا ہو اور
ب کے
ے شرط
رے کے
دہ بندہ
ں آزاد
فرماتے
راندھا
ے کے لیے
ے ہے

ہے اور اُس
پھ میراث مین
انھین اُنکا
مقام کو ملے گا
ے کا
ب ملکر ملا گے
لین گے
مین ہون اور
ے عتق یعنے
ب ہے اور
عتق مر گیا ہو
دکر نیوالے
ہ خواہ منعم یعنے
کر نیوالا مرد
ے ہوگا اور
ب کیطرف کے
اور ولا کے
لا و ہین
ے اُن کا
ے اور ہر ایک
میراثون
ے بھائی
۱۱۳ وارث ہونگے

شریک
ق کی ماں
ـعبائی
ـکے تو ولاد
ـکے قرابت کو
ـزاد کر دیا کے
ـلیہ السلام کو
ـکے حق کو
ـیع مین
ـی رشتہ
ـتی ہے
ـس کی آزاد
ـ وقت ماں
ـس اولاد کا
ـمین اولا
ـمالک سے
ـآزاد ہو گی
ـی انکے ماں
ـئی غلام کسی
ـکا وہ آزاد
ـکی ماں اشرف
ـلا بھی ماں
ـجائے اور

ں بچے کے
ا اسکے باپ
ہو جائے
ر اگر دادا کے
، باپ کے
ہوا بندہ
ر زوجہ کے
ا ہو تو
رث ہوگا
ہ کا وارث
رے نسب
ا لڑکے کی
منتقل ہو جاتی
ے باپ
پ کے
، مالک کی
یراث اسکو
رت
ے پھر اگر
آزاد
ب ہو تو
ی اور
۱۰۹ کا باپ

ے آزاد کیا
ے غلام کی میراث
ے بیٹی کا فریضہ
کا عصبہ ہو
ل ہے اور یہ
کو میراث
ہے کہ اُس
گی اسلیے کہ وہ
ی ہوئی عورت
ہ وہ بیٹیاں
خرید کر نے
تو اُنکی ساری
سے پائیں گی
یا کہ بیان
ت اُنکے باپ کو
رض سے اور
ت کی وراثت
نے کی جہت سے
ری بہن بھی
ہوگا کہ جسے
ان کے مالک
عتق ان کے
ی اولے ہی ہو

دکرنے والی ہی
ان مسئلہ
ذون مالک
ے تو اُس غلام کا
ید کیا تھا اور
یگا اور دوسرے
کسی آزاد کی
مان کا تابع
دہ لڑکا کسی غلام
زاد کرنے والا ہے
ں لڑکے کی
ے کیطرف
لیے غلام مین
ے کو پہونچیگی
آزاد کرنیوالے
جاے اور
نچے گی اور
ولائے عتق
زاد کرنے والے
رحمہ نے
امام علیہ السلام
ہوتے ہین
یہ وہ عقد ہے

۹۸

...ی وتارک
...قاتل میرا
...ف ہوگا اور
...لیں کے تیع
...تو وہی اُسکا
...اور اُس کا
...ریرہ ہوگا
...صوص ہے
...ں غلام کے
...ری وارث
...یسی وارث
...اور ضامن
...کے مین شوہر
...ہے یعنے اگر
...چوتھیا کی پانی
...امن جریرہ
...رث ہیںن
...ا امامت ہی
...ینگے اور جناب
...عفون کو تبرع
...پر لور سکینون
...نگر جو وقت
...ہین کہ ضمان

رث آپسمین اسی
ن باب مین آیۂ
ی ہوگیا اور میراث
سلام مین ہجرت
تھے اور آیہ کریمہ
ن اور مہاجرت
ہے اور اسکے بعد
ی آتین نازل فرمائین
رث مطلق منسوخ
نونے پر ضامن
ی کہ ائمہ اہلبیت
ہے جو اس مختصر کی
اور علماء نے
ہے جسے کہتے ہین
کے حقوق کا بھی
اور مسکینون پر
ر رحمہ کا بھی یہی
پہلا مسئلہ
ما لنے کے بعد
نکر کے ہاتھ لگتا ہے
سلام کا مال ہے
ا مال ہے یعنی
ہے بے کہ جو مال

ہدون پرتقسیم
ہدون کا
ں کے طریق
یر دیا جائیگا
د اس شخص
جو شخص کچھ
ور لو حق
ہے کہ
ں لڑکے
ے کا وارث
رد کو دوہرا
متروکے
سار دہوا
لڑکے کے
ر پہلا
ی بہن اور
ے درجے
انکی اولاد
عورت
سے
لام کو پہونچیگی
دکے
چوتھائی

کا وارث ہوگا بعض
ہے اور بعضے فقہا
کا اقرار کرے گا تو
پ کو ملے گی اور نہ
لعان کے بعد
کی میراث نپائیگا
رار اُسکی طرف سے
اور اسی اقرار کی
ن بعضے فقہا
لڑکے کا نسب
اور شیخ رحمہ اللہ
ے ہون اور اُسکے
وارث ہونگے
پ کی طرف سے
بھائی ماں اور
میراث برابر لینگے
نانا نانی کے ساتھ
سعد و نون کو برابر
ان سب مین برابر
لعان کے ہوجانے
ملاعنہ والے
ئی ہو تو ساری
ونون ہون یا ایک ہو

دینگے
ں سے
ب ہیں اور
تو پانچ
ی روپیا
ی کریں
وگا اور
بیٹے کی
سکا تمام
ی میراث
ل شادی
ے بھی
ی اور
ن کے
امزادے
م علیہم السلام
ازنونے
ی اور
ب تہروکے
رت
بتداکر کے
اہ سے
ود دیکھیں

و راگر عورت وا آئی
ہون تو شیخ علیہ الرحمہ نے
ینگے اور نہایہ اور
رمی عورت کی و نیگے
ر السلام سے مروی ہے
یا اور شیخ مفید اور سید
گے پھر اگر دونون طرف
لی روایت سے ہر
رلیا گیا تھا اور یہ
عت کے پایہ کو نہین
مسئلہ مین ہیشہ سے
ارث ہوگا تو سارا
ہو یا عورت ہو اور
و سکے تو بعضے فقہا کے
سب عورت ہو لیکن
ڑا اور عورت کا کھرا
رقعہ پر عبد اللہ
سکے بعد قرعہ ڈالنے
ارشیہ خیلقون بین لنا
مرد کی میراث دینگے
دعا کا قرعے کے وقت
ی کی ہڈیون کے شمار
جسے جسے اختیار

مین ضرب کرینگے
ہین بیس ہین
تے کو بیٹی فرض کرینگے
نگے اور بیس سہم
ہ اور دوسرے
ڑینگے تو چھبّیس
اور نو سہم بیٹی کو
ہے جیسا کہ کامل کے
ور بیٹی اور شوہر کا
کے کرنا چاہیے
ون کے مجموعے مین
ہے کہ خنثے اور بیٹے
یٹے کے مخرج کو کہ چار ہو
ور اکیسو بیس باقی
ن مین ضرب دینگے
اُس حاصل ضرب
و سہم ملے تھے تین
کیا تو چھ ہوئے
کا مجموعہ ایکسو بیس ہے
باپ دونون کو خنثے
ورت فرض کرنے پر
ج مین کہ پانچ ہین
ن ضرب کرینگے تو

مجموے
دینے
سے
ی بایکہ
حصے
ذن
نفس
ص ہوگا
حصہ
ون
ے عدد
کا انکا
سے
سم
سے
صر
کے
ن کا
اور
لے لو
یم
سے
میں
ں
کی

ہے اور کوئی
ید ہے اسلیے کہ
وایت پر اس عورت
یسا کہ مذکور ہے
زوجہ کی اور
سلیے کہ خشک غنثے
ٹھوان مسئلہ
ی سے میراث
فریعے کی دعا
اللہ نکلے گا تو
مسئلہ جسکے دوسر
بیدار کرنا یعنے جگانا
ایک جا گے
ہو تو وارث
ان کہ پیٹ سے
ہ نکلے اور باقی
پر دلالت نکرتی ہو
ن جناب امام محمد باقر
چھلنے کی حرکت کے
ہ پر ابی بصیر کی
یعنے پیٹ کے
بعد یا نو مہینے کے
ما مسئلہ جب

ن کوئیکا
دن کو
کر رہتے
ں ایک
ں دو بجے
ے کا اکثر
وضع
ھ چپٹ
یہ معلوم ہوتی
ر دینگے
ی کو دینگے
توان
ت پائینگے
ھسے
ب کوئی
ل کو رکھو
ن ہے
ایت
ت مین
ون ہے
سے علیٰ
ہے اور
ظر کے

ا بھی حکم فرما دیا ہو
یہ السلام کا مرتبہ تو
نے مرجع کو دین تو
ہ اُسے پھر دیکھے
ا ہے کہ اگر مفقود الخبر
ب پھر آئیگا تو وہ
یکا ہے اور اس
ی ہے اور شیخ
ر آتی مدت مین
نگے اور یہی قول
ے جوڑون کی
ب کر مر جائین
ل مال ہوگا اور
ب دوسرے
ونگے یا ایک
ر دو بھائی کہ ایک
فات ایک دن
یا قتل سے مارے
سری کی میراث
نگے اور مرنے کا
تباہ ہے شیخ
ب کر مرے
مطر و سے اور

خاص
سفید
ہر کو فرض
رت میں
روی
ن مال
ال سے
ب ہے
ہے اور
ہ میں
کریں
تابع رہنا
اور اسکے
کی مثال
ر فرض
فی ہوگی
اور اسکے بعد
اشرفیاں
کو آدمی
ہو جاینگی
ن اشرفیاں
اور اگر
یعنے پہلے

رح کے رتوسے
ب کر مرجائین تو
سہ دینا چاہیے پھر
ودینا چاہیے نہ
ب کر مرجائین تو
ے متروکے مین سے
لے ہوگا تو ہرایک کا
پہونچے گا جیسے
ر باپ کے بھی
طرحے باپ کا
یا ہے پھران
ڈوب کر مرے
ہو جیسے ایک
ے ہوے بیٹے
ساتھ اُسکے ترکے
کے مین سے
تروکہ ہے
کی طرف
مین برابر ہون
جائیگا پھر اگر
طرف منتقل
ہ وہ اُسکے
منتقل ہوگا

ن ہے
ون اور
سبب سے
نی ماں سے
کا سبب
ور سبب
ر معان سے
ب سے
ی سے
ہب ہی
ب اور
عد اس
وہ اپنی
یا بیٹے
کے کی
کا تباہی
سے رہ
زوجیت
سما
ت کے
سبب سے
ی باپ اور
تو وہ بہن

ی اور آدھا ترکہ
د ہوگی اور جب
ب کا مانع ہو تو
اسکی ماں کی طرف
سے پیدا ہوئی ہو
ے کا حصہ نہ ملیگا
ور اسیطرح پر اگر
تزویج کی ہو اور
ی ہونے کا حصہ
بھی پیدا ہو تو وہ
ی ہے اور اُسکی
ا اور جو بھی ہونے
بھی ہو جیسے کہ
س مجوسی کی
ہے اسلیے کہ انکی
ی ہونے کا حصہ
دو مسئلے ہیں
رتے تزویج کرے
پائینگے خواہ نکاح
کاح میں علما کا
ی سے نکاح کرے
اد رکھتا ہو یا
لیے کہ شبہے کی

ن ہے
چھوڑں
مراد
وریہ
اٹھاں
پانچھان
دو وہ
وہ چاہے
تل ہو
دو
حصے
چہرے
سے
واضح ہو
ہوں گے
تے ہے
ساتھ
سلسلے
تہائی
تہائی
ہوگی
کرنا ہے
ہیں

ہونکو پانچ بیٹیون پر
ادکو کر پانچ ہین
یک کا حصہ کرکے
وہی اُسے دینگے
ر اُسے پانچ ہین
ون کے حصو نکے
ر ایک بیٹی کو دینگے
نکسر ہوتا ہے
کے وفق کو
سے نکلے گا چار
ادے کا توافق ہے
ماں باپ کا اصل
ن سے ہر ایک
ن ضرب کیا تو بارہ
ے زیادہ پر کسر
ہوگی یا نہوگی یا
پھر فرقے کو وفقی
ری صورت مین
ا پہ چھوڑ دینگے
ل ہونگے تو ان
ال یہ ہے کہ
ی مدعا ئی ہین
ی طرف

ن بہائیون
ہے مین کہ تین
ے ایک ایک
ن دونون
ند اخل ہوگا
ثال مان
ب تہائی
ہے اور ایک
ک فرقہ
ی ہم کو اصل
جائے گی
ر باپ کی
ی عددون
ب کرینگے اور
بھائی مین
ٹیان چھہ
د آدمے کو
ل فریضے
ائیگی بارہ
اور چھتیس
کے عدد
کرینگے اور
طرف کمعو

لی طرف کی و
فریضہ تین
دون مین توافق
عدد مین ضرب
نگے اور اسی سے
دونون بھائیون
رف سے
سرے کے
ن یا متداخل
چھوٹا عدد بڑے
حکم نہین
بھائی چھیائی
ر کی اور
کا سی قیاس
ے عدد مین
ن اسلیے کہ
بیٹے کوئی حرج
مثال مین بیے
ن بچ رہین تو
ہوگی اور سکا
نے ہوگا کہ مذاخل
دکا توافق وہ ہے
فنا کرتا ہو اور یہ تقسیم

بنا شن

ں مرتبے
تو سات
لم کرینگے
رو جیا
رد و بیٹیاں

من سے
ہر یار وجہ کو
نیچ ہے
سے ہوگا

چوتھائی
نھیں پر
ورت میں
اڑ سہم گے
ں سہم کا

ار سہم
سینگے
نے ہیں
کلہ میں
ے حساب

اسے
ے ذکر کی
دو سے
یا ماں

اور شوہر ہو بس
باپ کی طرف
سون سے ہوگا
اسکا اسکے فریضہ
باپ کی طرف کی
ریضہ متروکے
اور اس صورت
باقی کے ان
م
تیسری صورت
کے ایک
ملے گا اور
سب وارثون
کہ جن پر کسر
تقسیم ہو جائے گا
رہ حصون سے
ان باپ کو
سہم یا بچون
کہ جنین کسر
بیٹیون کی جگہ
بیٹیون کی گنتی
س سے مسئلہ
صورت جو بڑا
مام علیہ السلام

ئیون کے
یعنے بالغ
عارض کے
ے سے بڑھ
ل ہان
ں سکے
ایک سہم کی
ہو نگے تو
ریں گے
و تو سہم ہونگے
ہیں فریضے
چوبیس ۲۴
کے ہیں
و رپانچ
ریا دھکے
یان ہیں
ور چار سہم
ض ہے
ضرب
س دونوں
ین ہے
ر نصف چھٹا
باقی کہے

سمون سے
علی علیہ الرحمہ نے
کے بھائی کو فریضےکے
ف کی ایک
کیطرف کی ایک
ے ہین اور دو
تینون وارثون کے
یم بے کسر کے
ہر ایک کو
مناسخون مین
ین تقسیم ہو کر
سری میت کے
تقسیم کا مقسم علی
کے فریضے کو
ے جو اُس کے
وارث ہون
دوسری تقسیم
نہین ایک جہت
کی طرف سے
بھائی مرجائے
بین باقی رہیگا
تہائیون سے
یت سے ماں باپ

منسوب ہون
رتون سے
داور دوسرے
مثال یہ
سمون مین
ن کے حصے
سم اور
ے نہ بٹے
رفضے سے
بزرو فقی کو
اور اسکی
بھائی
بیٹیان
ن بھائیون
ہرہ نصیب
ون کیونکہ
آدھے
نگے او
مضرب
سہم بارہ
صحیح نکل
دوسرے
ے کو پہلے

ن وارث کو
ین دینگے اور
ر ایک بھائی کو
ین سے شوہر
ر پانچ ہین اور
ح ہوجائیگی اور
ین اور تین سہم
یطرف کے ایک
ی باپ کیطرف کے
ے انکے وارثون پ
ی ضرورت نہین
ا بڑا ہو وہی
ر چار ہیت اور
کا نصیب لینے
ی اور اگر پورا
پھر اگران دونون
ور حاصل ضرب
فی جز کو اسکے
ی نسبت ہے
ہے اور نصیب
ی سے زیادہ
مثلاً ایک بیٹا
ر ایک بیٹا رشید

اُسکے
یا اوران
وارث کا
سے ہوگا
جو ایک
پورٹ
ور ایک
لہ کا مافی
با فریضے
س کے
سے بھائی
ہن حمیدہ
ے کا ہے
سیم ہوجائیگی
ور علیٰ ہن
سے ہوگی
دہ کو سولہ
ھا کرتے ہین
.
رث ہین
سے اور
ودو اور سندہ
کو تین ملے ہین

تقسیم میں ملا تھا
پاس کے حصے
تقسیم کے مقامات
کے ہو گئی۔
نامے بیٹا اور
ہونی چاہیے کہ
دو سہم ہیں اور
اگلے جس طریقے
ملیں گے تو
کو ملیں گے۔
ہے ماں باپ
مسعود نامے ماں
طرف کے ایک
متروکہ ہے اور
اور چھ میں
ان انھیں اگلے
اور محمود کو بارہ
سہم اور حمیدہ

یدہ کے بیٹے رشید
کے متروکہ
طرف کے
کے متروکہ کے

سے کے
رضے
ومتروکہ
ہ اور
کو ر
کر سکتے
کوئی
ورنا بکی
عمل کی
یں سے
زہ قریب
ر کہیں گے
متروکے
ن کو حل
ت ہوگا
ساری
ں عورت
باپ ہیں
یں گے
د سینگے
باپ کو
ا وہی ہے
ہو گا وہی

ارث شوہر اور
ے تو خارج قسمت
نا منظور ہو تو
ب کرینگے تو حاصل
ے اور اسی
دینگے تو تین اور
اسی خارج قسمت کو
ی ہو نگی اور چھٹے
ہے جب ترکہ
در ہر وارث کے
رکہ جس سے
اسکی مثال
کے ترکے کی دس
کے پانچ سہم ہیں
پھر اسے بارہ
ج قسمت ہوگا
ن کے سہمون کو
کو بارہ پر کہ
ے کی اور یہی
ن ضرب کرینگے
قسیم کرینگے
شوہر کا ہے
لاحظہ چاہیے

…کرتھانی ہے
…ہو گا اسے
…رث
…وارث کا
…ور بیٹی
…رہے
…سہونکو
…کرینگے
…گئے تو
…ستر کے
…اسی ہونگے
…وا لے
…ستر کے
…ہوگا اور
…پھر نہین
…لے گا اور
…جائینگی
…ون مین
…حصہ
…تو اس
…پہ کے
…سیت
…بیٹون کے

بیٹے کو دو سہم اور
ں بڑھیگی اُسکے بھی
ے گا اور اگر تقسیم کے
ختری کی تین چوتھائیان
ے اور ان پندرہ
کے آنے بنالین گے
ین بارہ پانسون
ریگی اُنھین
ے کہ سب حصونکو
ہے اور تین تو ظلط
یک روپیہ اور
ن پندرہ روپے ہین

قاضی سے تعلق
ے اور حکم کرنیکے
ام کر دیا ہے
امیت حکم کی اُس
قابلیت رکھتا ہو
لو شرع کی رو سے
ے پر بھی قاضی لو
ن مین سے ہی
ن اور حکم کرنیکی

ل ہونا
مرد ہونا
ن ہے
کار کا
اجب
ہونا
رہ سے
و مطلق
شخص کا
حکیون
ن ایک
ورحقی
آسکے
واور
پر ہونے
ن سکی
بعض
شارح
نا اور
ق کی
ث اور
سے
ہیں ہے

واب مین کردین
لفائی ہوا ور
ہین اور اُن سے
ے اور اُسکے سوا اور
چیزون کا جان
ے سبب سے
دن کی معرفت شرط
کے رسول صلی اللہ
ے اور لغت کی
ین معتبر شکلون کا
ضرور ہر کہ جن پر
ہے بلکہ اس علم کے
ے اُس سے
جاننے مین اتنا
یتون کے ہین
تو کال سے اور
ی کیطرف رجوع
جاننا چاہیے کہ
ور اُنکی معتدین
ونکو کہ صحیح اور
ہو اور ان کے
ی مباحث نہین
اور اجماع مین

...ہ اجماع کے
...ی مین نیا
...ی وقوع مین
...جاننا ضرور
...بلوق مین
...ت قیاس
...ی مین مذکور
...ے امرونکے
...ہ اور یہی
...مین تو تحصیل
...ے یہ امور
...ے احد اللہ
...س کی
...جب ہی
...فرماتے ہین
...ے حکمون
...کی طرف
...م رضامند
...ے گے وہ
...م کا خدا پر
...کا اور
...فسیان
...ن تردید

وع زمانۂ نبوت
عت کی احتیاج
ے اُنکی خطا کے
ن قاضی ہونیکی
اُسکا قاضی ہونا
ی نہین کرسکتا ہے
ب مبسوط مین
پہلا مسئلہ
ہے کہ جسے
ی آپ مقرر
ن اور اُس سے
ی پر راضی
ی بلکہ اُسکا حکم
امام علیہ السلام
ر کر سکتے ہین
سے متعلق ہے
ے تم بنا چاہی
فعہ کرو اور ایسے
م سکتے ہین
حضور کے
قاضی ہی اور
اضیون کی
ی صورت مین

تر ہے
ن سے
د سے
عمل کرنا
شرطین
ت مین
لی اِس
ا اور جب
ر فرمانا
کرینگے اور
نے کے
ی عہدیکو
قبول کرینگے
ے کتاب
یا دیتے ہین
ے لازم نہین
ے اِسکام کے
ب سے
ا ور سنگر کی
ہو رہی فقط
ہو جائے
ہین کہ جب
ے ملنے کے

زہے
ن سے
د سے
صل کرنا
شرطین
ت مین
ی اِس
ا اور جب
ر فرمانا
کرینگے اور
نے کے
ں عہدیکو
قبول کرینگے
ے کتاب
رما دیتے ہین
ے لازم نہین
ے اِسکام کے
ن سے
اور سنکریکی
یکھو کی قفظ
ہو جائے
ہین کہ جب
کے ملنے کے

ب علیہ الرحمہ نے
ور حاکم جائز
ں کر سکتا ہو تو
لیے مال کا
ہے لیکن ایسے
ا تو مستحب ہے
ئے جائیں کہ
پھر اگر افضل کے
ئے ہوئے
میں بھی قضا
ب امام علیہ السلام
ر اپنا نائب
امام علیہ السلام
نا جائز نہیں
میں سے کسی کی
بڑے بڑے
ر کر لینا جائز ہے
ی اجازت پر
ص اس عہدہ کا
آسے معیشت کا
ہے اسلیے کہ قضا
بجا لانے کے
ستطاعت

[illegible]

استطاعت
ے استطاعت
ی ہے اسلیے
رض کے
ی خلاف ہو
واور اضطرار
دمت کا بجا لانا
اہ کو گواہی
ا کرنا واجب
ے محرر کو اور
ین کرتا ہے
انہ ہے
ر کا لینا جائز
سے دیا کرتا ہے
سئلہ قاضی کی
شہرت سے
طرح پر سب
رف میں ہو
شیاء اور
نہیں ہے
ملکوں کے
ے شخص کا
وکرنا ہی
ت ایسے

نے سے یا
ہو سکتی ہو تو
لئے کہ اُسکی قضا
قاضی کے دعوی
پر علامتین
اُسکے دعوی کا
یقینی علم کے
ور کہتے ہین کہ
کی ولایت ثابت
ہے گو ہر ایک
اقی دوسرے
کا انصرام کرے
پسر و مسلمانونکی
ون قاضیون کا
ہے اسلیے کہ اجتہاد
ان دونون
ہی ہے کہ جائز ہی
ابق امام علیہ السلام
ہے قضا کی حد شکی
وہ قاضی معزول
ر اُسکا وہ حکم
ہے موجہ یہی ہے
سبب کے بجا لگی

ری کہست
ری کسی
ان صع رتون
کے قواعد
ق اور
عامہ کے
ب پر
کہتے ہین
ن گے
رستے ثابت
سلیے کہ
تو فرع بھی
ے قاضی
ن بنا یا
اب یہ ہے
ے تقرر کا
رمطلق
مذہب کے
ی ہے +
سکا نائب
و اُس کا
ی ہو جایگا
سلام نے
ی طرف سے

طین پوری
مام علیہ السلام کی
صلوۃ والسلام نے
ر کہتے ہیں کہ
آپ حکموں کے
ھے اور وہ قاضی
ب امیر علیہ السلام
ات قضا کے
ھدے کے
رت کے اختیار سے
اسے قاضی کیا
ے اور منازعت کا
ہیں آئے ہیں
ی مقبول نہیں ہے
ے اور بندے کا
اور باپ کا حکم
ہے جسطرح پر
رجم کہتے ہیں
ی کے مسموع ہونیکو
ہ ہوگا جیسے ایک
لت کے منافی
مطلق گواہی
ری بھائی پر اور

لم باب
واہی
ں گواہی
سیطرح پر
ن مستحبہ
ی ہوا ہے
ں گوں کو
ے گی
ضا کے
رین
لا سارے
ں کے
ے اور قضا
ن کہ اُن
ے کہ جو
قاضی کے
گا تو جائز
ں طرف
ں طرف
یہ بالقبالہ یعنے
یون کا حال
حاضر ہونے
کے سبب کے

ے لیے کوئی شرعی
دی پھر وا دے
وئی مدعی نہ نکلے
عی نہیں ہے تو
ے فقہا کہتے ہیں کہ
تک ساتھ وہ امر
ے مال کا پھیر لینا ہے
ی کی جہت سے یا
م کرنے سے عاجز
معزول قاضی کے
ت کے صیغے سے
ن کو معزول کر دے
ل کے اور روکے
ہوئے چوپاؤں کا
ی ہو جانے کا خطرہ
انھیں بھی بیچ ڈالے
ہوا اور مالک پیدا
کہ اگر وہ چاہے
ے یا اسے بیچ ڈالے
ے والے قول پر
ت سے اُنکے
لجائیں تو انھیں
ہدن میں سے

وہ اُسے
مقرر ہو جائے
ہے بلکہ
ن مشورہ
جھگڑے
لم فہم کی
یانوں کے
مستحب کیا ہے
مقرر کرے
ور اجاہیے
صلے اللہ
گر قاضی
مسلمانوں کے
تو قاضی
ری کرے
سے
ں
ت کوئی
ے اور
ہا کرتے ہیں
تے تھے
غضب کی
پیاس
لم جاری کریگا

ے خرید فروخت
مکروہ ہے اور
سوال وجواب
یقین کو جرأت
ہے اور بعضے فقہا
لیے کہ بعضوں پر
ین خلائق کو رحمت
پنے معاملوں کو
پنے علم کے موافق
اپنے علم کے
صحیح پر قضا سے حکم
کے وقت مین
مسئلہ جب
مدعا علیہ کے
عدالت کو ثابت
ز ہے اسلیے کہ
ن کی عدالت کا
ہے اور اسمین
بت کا موجب ہو
کے ادا کرنے
لم کے حکم کا تابع
نہین تو باطل
م کا ہر کہ جسے پہلا

ا چاہیے
و سے
م
ور دوسرے
ی دوسرے
ظلم سے
ں پر اگر
ا لے گا
ی شخص
بول کر کے
ں نے اُن
ت کا اقرار
رنگی گواہی
وہ اقرار
مدار نہیں ہے
ر کے حکمون
ک
سی کرتا ہے
چھٹا مسئلہ
یک شخص کے
اِسی پر ہے
رعاعہ یہی
یہ کہ اتفاق ہم
ن کے لکھنے کو
کے لکھنے کو

بت کے طریقے

رساتھ فقیہ بھی ہو

فیصلے کے کام مین

ے بڑے شہرون

را صلی اللہ علیہ

مُلہ اگر حاکم

ل کرے گا اور

ے کسی کو پہنچا تا ہو گا

ب سے واقف

رحمہ نے کتاب

ر دینگے یعنے فقط

شاذ روایت

بعد اُنکی بدکاری

بی پر گواہی کے

رنا مستحب ہے

م سے اُنکی رائیون

نہا کہتے ہین کہ

ر کھے کہ وہ خلائق

وع دیتے رہین

ہو اور عدالت

یق سے کہین کہتہ

بیان کرے مگر

صغیرہ گناہون پر

گا

لد ۲

گی مگر
سے ہے
سے لئے
ہر سو
ا تی ہے
دگی
کھوں
سے
ہ واقع
ں حرم
پھر اسکے
خلاف
ئلہ
ہو اور
ں انکا
و یعنے
سلہ
ت کرتے
ہو اور
ہوتا ہے
سے
ں کہ
اسکے
د وقت سے

چلونگا کر لوگون نے داخل
دن پر ایک مینا
مال کے کاغذ جمع
ن کران امرون کے
طلاع ہوجائے
ن کا جمع کرنا مستحب ہے
آخر دن مین اُسپر
ن مین جنمین
اچھی طرح سے ہوگی
لنے کے وقت اُنکا
ں ہو پھر اگر اُسے
یگا اور اگر صاحب
قاضی کو کاغذ کا دینا
ہے کہ قاضی کو وہ
ے لکھنا واجب
سکا خرچ بیت المال سے
امام علیہ السلام سے ثابت
ن دو قول ہین زیادہ
قاضی وجوب
اور ایک دفتر
موجود رہے اور
ہے تیرھوان مسئلہ
قہر مین کسی رعیت

ی کا موجب ہے
مسئلہ گواہ
ے اتنا ہیں ایسی
ہ کوئی ایسی
ے میں متردد
رضدار کے
اسکا ظلم ہے
خدا صلی اللہ
اُس عورت کا

دھواں
ان مسئلہ
وت دینے والا
باز سکے تو
پر جس سے
ی ہو جائیگی تو
ف علیہ الرحمہ
ی والمرتشی
ب امام جعفر
فی الحکم کفر باللہ
ے کہ اُسے
ی کے دل
حکومت سے
ن سے یا غیر

ام ہے اور
ی پر اُس ہو یہ گا
ل بھیجین اور
ے اور بعضے
ن یا حق حکم کے
ی ہے کہ
ل کا دینا ہی
ن سے یا ایک فریق
رق ظاہر نہین
وڑتا ہو مدعی جو
کے فیصلے کے
ین نہین ہے
شتر عوان
علیہ اُسی شہر مین
یہ قاضی کے
ہ یہ دعوے
م سے اُسے
ے سماعت کے
ن موجود ہو
کہ غائب
ور نائب ہو
حکومت سے
ہ نائب پر ثابت

سی ایسے
حکام
ے بلکہ
ت کرے گا
ہوگا کہ
ہے
ے کریگا
ی مدعی کو
علیہ
ی یہ کہ مدعا
علیہ
ر ہوگی
علیہ سے
ے رجوع
ے تو حاکم
تھر کو
سکے
سے
شل
ر اگر
مانین
پہلا
م کرنے

وسرے پر ترجیح
نہین ہر اسلیے کہ
رون کو شکوک ہین
می کو کھڑا رکھنا
ے دوسرا امر یہ
ہے اور اسیطرح
ردون کا دروازہ
ے پیدا کرنیکے
تحب ہے کہ یہان
ں تو کسی اور سے
کلام کرین اور انکی
ے نکرے اسلیے کہ
صلہ ظاہر ہو تو اخیر
رین اور شرعی حکم
ں اشکال اس طریق
نک حکم لگانے مین
مدعین نہین ہے
ب سے حاکم اُنکے
ے مدعیون کے نام لکھ
ں ہے اور جتنے تھا
منحصر ہوجاے اور
کے نام لکھ لے اور
لے اور اس شخص کو

ونکا سے
ن مشہور
ب مین
ی اُسکے
علیہ کے
ر جب
ے مقدمہ
ین تو پہلے
ن مین سے
مین برابر
ا الا یا بنے
لی تو دفع
ے لیے
وہ بھی
مہ شیخ
ے کوئی
یان کرے اور
م کردینگے
ر اگر جرح نے
ے ہین
ے کرے
ں سیلے کہ
ہونا لازم ہے

کے ذمے ہے
ن سے ایک عالم
وسے کے مشابہت
ت مین یقین ثابت
کے یقین کو شرط
گا اور مدعا علیہ کی
اسپر حکم کرینگے
کا دعوی نہین
ر ہو دوسر امسئلہ
کرے تو اُسے
ے سونا ہے یا
راہی تو اُسکی صفات
ے اور احوط یہی ہے
ر ہے تو مدعی کو
ب مین اشکال ہے
ے اسی طرح پر مجہول
ے تو آیا حاکم مدعا علیہ
ترددہے اور رجح
پھر حاکم کی طرف سے
ین سے کوئی شخص
ے نالش کو رجوع
سے باہر والے مقام
م نہ ہوگا تو امام

ا مستحب ہی
ر وہ یا اقرا
ں مقر کا تصرف
ر درخواست
ر درخواست
ر تجھے حکم
اقرار کو کلم
ر ور سب کو
ر جے لکھنا
سب کے
رے گا تو
وے گا
ے میں دو
گے اور
وہ تفصیل ہے
رمدعی کا
تا ہے تو
و چپ
ر واجب ہے
و چھتا ہے
عی کا حق ہے
ے مطالبے
ہے اور

یا مدعی پر قسم کو

ر مدعا علیہ قسم

گا تو مدعی کو

یر کبھی مطالبہ

سماعت نکریگا

تے رہنے کی

فقہا کہتے ہین کہ

آجاسے تو

ہے اور اسیطرح

کے بدلے مین

والے ٹھہرے گا

سے مسموع نہوگی

کھائی ہے تو

نکال لے جسطرح

ذکرے تو مدعی کو

دیگا تو اسکا دعوے

ر قسم کو رد کرے

ن ناکل ہے دیتا

رد یگا اور مدعی کے

ور د کرین گے اور

نکار قسم کھاسے تو

و یہ نہ کہے گا کہ گواہ

ہ اور حاکم اُس بس

لے کہ
ی اجازت
درخواست
جب مدعی
گواہوں کو
تین دن
کے بعد
تو مرد یکے
کر گواہ
صورت
یہ یہی ہے
مدعی سے
ٹھلے گا تو
حاکم
در بے ثبوت
ہی اور عقوبت
نقہا کہتے
علیہ الرحمہ نے
بھاگ
فرمایا ہی
در مدعی کا
بندے
سے اور

اکم اُس سے کہیگا
ردکردونگا پھر بھی
اور دوسرا قول
ہوگا تو مدعی پر
گا بھرا ہوتا ہے
ارہ متعلق ہو کہ
ایک مترجم کفایت
ے غائب کے
ہوتا ہے حکم
وجود پر غائب کا
ئلہ غائب پر
یسے ہی شرعی عقد
ا کی حدوں کی
یوں کے اور
خدا کے حق کا حکم
کے مال کا تاوان
ا کے حق کا غائب
ن ایک ملت کے
ن حق ثابت
اسکے حق کا مطالبہ
تا ہو تو اِس صورت
لے لازم ہونے کا
ہ ثبوت کے بعد

سم کہتے
ن روم کے
کردینے کا تو
انہیں تین
تعالے کی
سی کو قسم
وگ نور کو
ے کوئی صفت
ے قسم دینا
یمین ہے
م کھانے سے
کو پہلے وعظ
یعنے اللہ کی
ملانے سے
یعنے زبان
طرح پر ہے
ح المدرک
م ہے اُس
ور غالب ہی
کرنے والا ہی
س دعوے
م کا سخت کرنا
ے اور جیسے

اور عید کا دن
ہونے کا وہ
محترم جانتا ہے
کی مقدار
کی نصاب
تے ہیں کہ حاکم کو
ہوئی ہیں
نے نقصان
کھانے کا
اور جیسے
ٹھہراتا ہے
جو شخص کسی
کرتا ہے
ایسا بھی ہو
صلی اللہ
رت نے فرمایا ہے
کے مال سے
جھوٹی قسم کھاتا
نہیں کہ
کے محتاجی کا
سم اور قطع
ور اس بارے
دو مترجم

ت کی ہے
ت میں حاضر
یا کہ خدا کے
ن تحسین
یحییٰ نے
کوئی تجبیر
اگر وہ مال
سم تو کھانے
کی ہے کہ
ہوں تو بشکل
صلوۃ والسلام
پیدا کیا ہے
نیچے ہیں
ور مرغ بانگ
تو آپ نے
ہے جسکے
جو شخص اُسے
علیہ السلام سے
بانتا ہے
یے نہیں بلتا ہے
نا ننے سے
فرق قسم کے
نے اسکی قسم کا

ایگا اسلیے کہ
راجح نہیں ہے
ے ہوا
د سے اور
اور فقہا کی
م کی عبارت ہے
عی کا حق
لیل ہے
پنی طرف سے
اور قضا
اکم تا ئب کو
ے قسم
ے ہے اور
پر متوجہ
ور قسم منکر کا
نے پر راضی
یا کہ بغیر
دیا جائے گا
ثار اور
سان غالب
ہے اسلیے
ی ثبوت
لیے اولیٰ ہے

سجانے پر
رشخص
لوی
یٰ جنایت
م میں نے
گی مگر
ب میں
منین ہے
)
مع اسکے
ا علیہ
ہوگی یا
ت میں
م نکھانے
ی پر قسم کو
ے پر قسم
لاع سے
ھالے تو
یا ہے
ر دیتا ہے
ے دعوے
عوی شرعی
ے اور اگر
ین علما کے
دی شخص

ے کا روپیہ
ے بھی یمین لیا ہے
ہے اسلئے کہ جواب
ئے تو جواب کے
طوع کی ہے
ے کے برسے
ں تکلیف دینگے
کا معاوضہ اُسے
ں مین نے تجھے
نے کے مدعی پر
ت تو یمین اسکی
ے باقی رہنے پر
ہوتی ہے قسم
آلہ وسلم نے فرمایا کہ
تو اُسپر حکم کر دیا
س بنا پر ہے
ے قول پر قسم
ے گا اور اگر
ث وارث پر
ں کو وارث
مدعا علیہ کے
ے گی اور اگر
رجع کتابت

ے ساقط
ت کرے
گا
ے مین ہو
ال مین
ے
یر دعوے
ام کے
ر ایک پ
جاری کرنے
زنا مدعا علیہ
ی کو زنا
اُسپر زنا کا
ا جارہا ہے
ین قسم
م ہوتی ہے
ی کے
ی پر اُس
ی پر ہے
لوگ کہ
اور اُسکے
ے اور اُن
شئے اور
صد لازم
ی کے پاس

نے ثبوت کو
اعراض سے
ں پہونچتا ہے
ں ہو کہ رجوع کا
س کرکے منکر کی
تھا کے بنا بر
رجہ یہ ہے کہ
کیونکر ہو گا او
کو موجب ہوتا
ب نہیں ہے
ے کہ میں نے
ہے کہ اسکی
ہے اگر کھیت
ا دعوے
سے ساقط ہو گا
حربی کا فر مُسن
اور بالغ ہو نگے
د ہے اور
شخص مرجائے
ص کے ذمے
پر قسم کھالینے
ہے وہ مردہ ہو
مدعی سے

عليہ
آلے
اور
ہم
بن
س
لے
فت
تہم
اغیر
تو
در
سے
ے
در
ن
کے
ر
کے
نے
کہ
نے
لی

ں مدعا علیہ کے ذمے
گواہی دینے کے بعد
ایک گواہ اور مدعی
ہے مثل بیع کے اور
ور مثل اُس جنایت
کہ عمد کے مشابہ ہو
ے کے اور مثل ہر مدعی
اور مامومہ وہ زخم ہو
عوی ہو یا مال پر منجر ہو
سلیے حکم کرنیمیں تردد
ورسنت نبی پر اقامت
ے گا اور کہہ سکتے
واسطے سے مال پر
ود کیا ہے مگر خلع اور
سی ہونا اور عدت
ین مال نہیں ہیں
ا ہوگا کہ خلع کا معاوضہ
ہیں ہے اور رجعت
پر مشتمل ہے اور اگر
ور یہ مال نہیں ہے
مال نہیں ہو اسلیے
ب ہے اور اسی لیے
ی ہوتی ہو اردو مترجم

ہوتا
ہے اور
نیوالے
ن کے
سکتا ہے
ہوا
ف لیا
ہوگا تو
ے اور
کا
ہ کے
صحیح
قسم
ثابت
بعض
تی ہے
ہوتا ہو
ہے ہو
ہو تو
اس کے
ثابت
موث
سین
گے

کمی اور زیادتی سے
ر انھین ایک گواہ
ن کہ قسم کھانیکو نہ نیکا
ی ہو گا یا دیوانہ ہو گا
ر غایب پھر آئے گا
پائے گا اور اگر
قام مقام ہو یا بچہ
بچے کی ماں ہے
ی کی ملکیت ثابت
ور اُس لونڈی پر
و ایکے وارث دعوے
یک گواہ رکھتے ہون
ا حکم دیدے گا
ے جتنا مدعیون کا حصہ
صول ہے اور اگر
طالیگا اُس کا حصہ
ور مرنے والے کا
در دین اور وصیت
حصون مین پڑیگا
گا کہ ایک گواہ کے
سے اُنکا دعوے
مجھپر بعد میرے میری
قسم کھائے تو ہوگا

پہلے وقف
سلین گزرجائیں
ہے لیکن
ے تو اس
دوسری
ہ اُن کی
سر اُنکی اولاد
کے یہاں
لکھائے گا
)
ے وقت
بالغ ہوگا
الرحمہ نے
نے مزاحم
کی قسم
چوتھائی کا
تینوں
جتت سے
کرکے
ات کے
کا بالغ
کی وفات
ے کے
ے بھائی کے

بھائی کے مرنے
ں وہی اشکال ہے
سم لکھا ہے
مملوک تھا کہ
نے فرمایا ہے
م کو چھوڑ دینگے
ہے اور ایک گواہ
ہوتا ہے جیسا کہ
ہے کہ شیخ رحمہ اللہ
ر اسکی حجت ملک
ں آزادی بھی
کی نظر اس امر کی
ہ گو اصل میں تھا
رہ اور قسم سے ثابت
سم اس مدعی پر ثابت
ے اور مالک پر قسم
وان مسئلہ اگر
مد خطا کا دعوی ہوگا
لے لینے کا حکم کرینگے
ے ثابت نہیں ہونے کا
کے گمان کے حاصل
لوث میں معتبر ہیں
قاضی کی خطا ثابت

سے
خط میں
دوسرے
حکم کیا ہے
اسی طریقے
فرمایا ہے
اس طرح کا
ہی حکم
سے
سے شہر
رت میں
واقعہ
واقع ہو اور
عالم کے
اسباب میں
یا ہے اور
در دوسرا
زیادہ
ہمیشہ
اور سے
تو جھگڑے
ہے تو
اگر کوئی دین

...بچاہے وہ گواہ ہوئے
...قاضی کی تحریر
...لمہ ابن زید نے
...ضرت نے فرمایا ہے
...ھیجے پر عمل کرونگی
...ے یہان تک کے
...ضی کو ثبوت کے
...اع مسلم نہین
...کتابت پر عمل
...ورت مین نہین ہے
...نے پر دوسرے
...حمہ نے بھی
...ین ہوا ہے
...رتے کا ہے اور
...مین گے کہ جنکے
...دل گواہ بھی
...کا تو جاننا چاہیے
...ور شرعی تعزیرون
...ی ہین ایک تو
...پہلے حاکم کے
...ت موجود ہون
...واہ دوسرے
...ہو جائیگا اور

یقت
وسری
ین اور
کایت
ہون کو
ے گواہی
ادی ہے
مر کہ گواہی
وقت
رانھین
ی ادا
ی صحت
سکے
ی
ہادت ادا
یا اور یہ
ز ہونے
س کرین
ے نزدیک
ی مقدمے
جو چیز کہ
حکم نہین
نے قرعی
ان کرین

ی ذات پر گواہ
سوق پر دوسرے
حکم کے دینے پر
ص اور مصنوطاہر
ے کے واضح
کا تو اُسکے حکم کے
اور بدکاری کے
بائیگا یا معزول
ت لکھے ہوئے
کا تین مسئلے
ہون کی گواہیون
عمل مین لا اور
اہی دین کہ پہلے
ا اور دوسرے کا
گواہون نے
ن منکر کا قول
شہود علیہ کے
سو مگر نادر طریق
ود علیہ دعوے
م نسب کے ظاہر
س سے پوچھینگے
گا اور پہلے کو
وقف کرے گا

١٠١

کریگی
یح آسکے
ہن سکے
مسئلہ
ر گواہ
ں کا لینا
درقسمہ
ا واجب
ے مدعی
ے کرسکے گا
لہ سند کا
کے بعد
ں کرسکیگا
سومین
سئل
مشترک
وتین علیہ
ع عنایہ
ہوتا اور
ہو سکتا ہے
نہین ہے
متخاصمین
د بانٹ
نی قرعہ

ا امام علیہ السلام کی
وف ہے اور
ی پھر قرعے کے
ت کا ہو یا نہو اور
بت کرتا ہے اور
ی جزوں کی تقسیم
ی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ
ب بانٹنے والے
والے کی اُجرت
بیت المال میں
گا اُن پر ہی اور
ت ہی نہیں ہے
ت اپنے حصے کے
اجرت مثل دینی
وسری نظر
ن ہیں اور رجو
ی پھر پہلی بٹنے والی
ئی شریکو نہیں
ز ہے اسلیے
انتفاع زیادہ کامل
ابر ہوں یا کم
نہو اسلیے کہ تقسیم
ین جائز لازم

ز غلط ہے
لو مفر
دوالے
مورت
بر کرینگے
لیتے ہیں
ی پھر جانا
و قبول
ی قسمت
سے راضی
ار یعنی
و تقسیم
یم ہے
ز نہیں ہے
بر کرنے کے
ب حاکم
ر دونون
ے کہ تقسیم
ر قبضہ ملکیت
یمت ہیں
ے کہ اس صورت
سکی قیمت
ے کی انکی ہے

یک شریک کا
ں دوسرے سے ممتاز
چھپانے والی
لہ ایک رقعے کو
ندکرے کہ گھر کا فلاں
نکلے اور اگر رقعہ فلاں
ک کو دونگا اور
رے شریک کا
بر اور قیمت میں
وافق جیسے کہ گھر
کے برابر رکھا جائے
نکالنا چاہیے خواہ
ندار میں جیسے
اجزا کی قیمت ہوں
ر ساری ملک کے
گنتی کے لکھنے چاہیے
ی اسلیے کہ مقصود
زیادہ شفقت ہی
لکھیں اور معتبر
ور یہ پانچواں ہے
ہے اور اگر وہ لوگ
ے رقعے کو ان سے فلاں
یکے بعد تابعی والیکا

نہیں ہے
دو سہم نکلے
یا پچھواں
کے لیے
کا نام نکل آئے
نکلے تو اسے
سے رقعے
تہائی والے
صورت میں
لیے کہ ممکن
ہیں کہ احتمال ہے
کی اور تہائی
سے والے
ہے لیے
سہم اور
حصہ کہ اور
یعنی
ست میں
مال کے
جبکہ اس کا
تقسیمہ تو مشتمل
کر لیں اور
یا نہ بعض فقہا

ن ہے کہ عوض
بعد شریکون کی
نیچے کا درجہ
سے کرے کہ ہر
ے اور جو شریک
جبر کرینگے اور
اوپر کا درجہ
کے لیے جبر
ے کی تقسیم تنہا
دوسرا مسئلہ
م کا مطالبہ کرے
اب کا حکم ہے
کرنے کا مطالبہ
کہ سہمون کی تبدیل
کی مقدار کے
ریح زمین مین
لایا ہو تو بھی شیخ
رے نزدیک
زمین مشترک
کی ضرورت
کرنے کے لیے
ہوتا ہو تو دوسرے
سہمون اور جو کے

مختلف ہون
دئی ہون
م کا کرایہ اور
ہین کہ نہین
زمینون کا
ہر ایک بانٹنے
ر ثبوت
ہر ایک کے
لیے حصہ کا
ہر ایک پر ہوگا
اجرت کے
کٹنے والا
صحیح نہین ہے
فرق نہین ہے
بانٹے ہوئے
ہو گیا ہو تو
گر دونون
دہ حصون کا
اور اگر
گی اسلیے کہ
مال مشترک
زیادہ مین
بے اجازت

ین اور اُسکے بعد
لی اور اگر دین کے
ین گے چوتھی نظر
دعی ہے لیکن
عی وہ شخص ہے
ی وہ شخص ہے
جو ظاہر نہین
ین کہ مشہور حدیث
ہے اور قسم
ت نہ دے سکیگا
ہے اور اسکی
جب خصومت کو
س ہے کہ جسکا
جو چھپے امر کا دعو
کا دعوی کرتا ہو
ذاتی دعوے
رکھتا ہو اور
ع نہین ہے اور
ولی ہو یا حاکم
اسلیے کہ مسلمان
ت لازم ہو جو
اُس غلام کے
موقوف ہے

رلگا ثبوت
تی سے
کے دعوے
ل نہیں
نے بدکاری
دو ہے
ہے اور حاکم
م سے
ابت نہوگا
اختلال کا
است کرے
م کہتے
ثبوت
وینے
را ہے
سے ہرگز
تو نے
ور کچھ
رار کرے
ے اقرار
ر میں ثق
ون کے
وجب

نے فرمایا ہے
ادا کرنے کا حکم
اور حاکم اُسکے
کی صحت نکاح
ہے اور جبکہ
مردون مین سے
حکم مین تفاوت
م ہوتا ہے اور
سے ذکر ہوتا
دعوے مین
ام کے ساتھ
دعوی اپنے
ت نکر سکے تو شوہر
حاکم اُس عورت
حکم کی تجویز کی
اُسکی زوجیت
کوئی دعوے
کا احتمال ہے کہ
بعد مدعی کی ملک
گے اگر وہ یہ کہیگا
ملوک تھی اسلیے
مین کے اشترکے واسطے
لی ہو کہ اولاد

مملوکہ زب
ہوئی ہے
م ہے کہ
ندی کی
ے اقرار کی
ے میوہ
ر میں
نہو گی تو
ا تا فلان
سم
ہوں گے
ر جدائی
ے اور
ار نہو گا
ے کے
ملے سے
ار دہ حق
کے حکم دیے
ے چاہیے
ں ثبوت
ے تخم
ۃ الرحمہ نے
ع کی

حاکم تک پہونچنا
سے اپنے حق بھر
اپنے مال کو
ہونے میں تردد
ت ہے اور حرام
اس میں سے
مندی مقاصہ
مال کے پانے
ائز ہے اور اُنکی
فقت ہے اور
ضائع ہو جانے کے
کے تاوان بھر
ہے لیلے کو مالک
ساب میں گو
ئمہ علیہم السلام
یون میں خیانت
بھا بھی سے نفع
کے وجوب پر
اپنے حق کے
ہے اور ممانعت کی
این دیندار کے
بھر اگر یہ قصد
گا پھر اگر اسکے بعد

ی قیمت
ر بعضے
ف بھی
جائز ہے
داری کا
ہواؤں سے
س کا دعوے
ں کے حوالے
ں کی ایک
ہ کمین کے
میں گئے
و کنارے
ر کا لیگا
م کہتے
ں مسئلہ
ر جس مال کو
مال لیگا
و پکڑے گا
ی اور رفوطے
میں ہے
ں مسئلہ
رت ہو تو
ہ اس مقبوض

قابض ہو تو
حکم کردے گا اور
کے تصرف مین ہو
ت کی قسم لین گے
یہ کہے کہ دونون کا
اُسکے حصے کے
ے تو اُس مال پر
لہ گواہ ہون نہین
و جیسے دو گواہ
ن کہ بعینہ یہی مال
لیا تھا اور دوسرے
ن گواہون مین
دونون گواہون پر
سرے دو گواہ
ور پہلی گواہونکی
ین مال دونون
ہوگا اور اگر
آدھے مین فیصلہ
ئق حکم دے گا
مال ایک کے
ہ نہ بیان کرین
ایک اور قول
اور وہ قول یہ ہے

ر اگر
کو صحیح
واقع ہوگی
علیہ نے
علیہ السلام
لیے کہ پیغمبر
جسطرح سے
ں سے
لیکن اگر
ریں اور
ن گے
ے یا تکرار
ہے اور
ملکیت کے
کو صورت
ں کریں
طرف کے
زیادہ ہونگے
نام کا قرعہ
ریگا دوسرے
کو دونوں
ں کے
اسی ملک کے

ن سے ایک کی
رین توسبب والے
واہون کے
دوسرے کے
گواہون مین او
واہ اور قسم مین
ہے اور فرعے
سم مین بھی پایا
ن پر حکم دیا جایگا
جایگا تو یہ تقسیم
ہو کہ جس مین تقسیم
ن نے گواہ پیش
ہے جیسے دو گواہ
کہ یہ مال سال بھر سے
ادہ راجح ہے
ی طرف کے گواہ
رت کی گواہی سے
دونون کا احتمال ہے
سئلہ جب کوئی
مال ہے تو
ر اگر مثل حاکم سے
لے کہ اگر قسم سے
والے کرے گا

ے گا
ل ہوگیا ہے
ے نے
ا علم رکھنے
ے جیسے
ب گیا ہی
جو اُسے
بھی اِس
مسئلہ
یہ کہے کہ
و نون عورتوں
ت کے
پہلے بیان
ے قبضہ میں
فقہا کہنے
ہے گا اور
م ہے اگر
ہے اسلیے
کم سے
ور اگر گواہ
نو گواہیوں کی
ں وتصرف
ر کرے کر

ب سنہ کے
ت تاوان نہ بھرے گا
عرف کے مانع
ختلاف مین ہے
لینے پر اتفاق
س گھر کو مین نے
وے پر گواہ
مقام پر عمل کرینگے
ور ایک تاریخ
ہ فیصلہ کرینگے
ہمارے شیخ
ر عمل کرنا چاہیے
رکا ہی اور جبکہ موجر
ی قولون مین
تاریخ مین پائے
رنا چاہیے اور
سبب سے موجر کے
اور اگر مستاجر
ے کہ مین نے
نے فرمایا ہے
سے زیادہ کے
ہے اسلیے کہ
یہ کرنا چاہیے

ر اگر دونوں
ے گواہ ہوں
ے اختلاف
دا الا ثبوت
ا تو اسے
سے کے
حجرے کی
میں سے
ہے اور گھر
منتی کے
کے نام کا
ں گھر کو
ں گے
یر وسے
ور اگر دونوں
ے اور ہر ایک
یا پوچھا ہے
ی بجز اس
ا اختیار ہے
یلے کہ دیکھا
ہی ہے
شخص تیسرے
ں اپنے

لے کہ مقر لہ یعنے جس سے
رار کرے تو اُسپر حکم
عا اِنکار کرے
ن کوادا کرین تو
سے دو تاریخو نمین
ی واقع ہوگیا
خصونکے لیے ہونا
گر دونون قسم
رے کہ مبیع کو مین
ن مبیع کو مکرے
رانے کہ عدالت
ے سے حکم کرنا
دو کرے اور کوئی
ث اپنے اپنے
ہنچا ہو نچا ہر اور
ن مبیع کا لے لینا
ہونچتا ہر کہ اُسکی
ب نے اُسے
اور وہ غلام میرے
اُن گواہون پر
جسکے نام کا قرعہ
ردیا جایگا کہ آدھا
پھریگا اور اگر

پھیرے

غلام آزاد
ہی ہر کہ بیچیر
دوسرے
جس صورت
ہوجائیگا ہو
وصا آناد
اہی دین کہ
پیدا ہوا ہے
کم زیادہ ہے
ہوا ہوں کا
لیتے ہیں کہ
کا حاصل ہوجا
نے کا دعوے
ہر گی گاہی
حوالے کیا
کے ملا نیکے
کہ اسطرح کی
ہوتی ہے
کہتے ہیں کہ
الک ہونگی
دعوے کرے
احتمال ہو
کریں تو بھی

اگر دہ بالغ عاقل
شخص اس بالغ
انکے غلام ہونیکا
دوسرکا غلام
ن سے اسپات کا
فقہا کہتے ہین
ے مذہب سے
یطرح اگر دونون
کے قبضے مین ہی
کہتے ہین کہ
ہونگے اور دونون
شخصونکے قبضے
ہ وین تو ہر ایک کو
کے قبضے
د دوسرے
مذہب کا قول الفتہ
ن سے یہ ہی
مردار ہونیکا
ب دوسرے
ثبوت ملح
بخوان مسئلہ اگر
ور بکر آسے
ہ الرحمہ نے

د ثبوت ن
ی اُس
ا اگر کری
ا آدھا گھر
ے مین مدعی
ا ہے
قبول
ے گھر کے
ے قبضے
ے ن
ہ وہی
مین ہین
ے چلے
چھٹے حصے
ے زیادہ کا
ہوسے
ہ زائد کا
ہو جائیگا
نوں مین
ی تہائی کا
ائی تہائی کا
ے پر لازم ہے
ت لیے قسم

ے تعارض کی
سئلہ کے حکم کے
ں ہے اور اُس پر
ہے کہ اس
ہ حصوں میں سے
پر قابض ہے
ضے میں وہ بھی
ی بر آدھے کے
صوں میں سے
دن میں سے
ے کے مدعی
قرعہ نکلے گا اُس
پر اُس حصے کو
حصے لیں گے
عوے ساقط ہوجائیگا
کا کرے اور دوسرا
ایک تہائی کا
ئی شخص گواہ
ں باکی قسم لینگے کا
سے اُس گھر پر
ہ پیش کرے تو
گھر کی تہائی کہ
یں اور سارے

د سہم ہین
و مدعی کے
ی مین اور
بڑھکر ہین
و دھے کے
یٹے حصے کے
ہوگا پھر
ینگے اور
ی کے حق کو
عی کے
ہ قرعہ حکم
نا شخصون
سہم صحیح ہوگی
را سکے بعد
ں رہتا ہی
صون آدھ
سل ہوئے
رسے گھر کے
ہوتا ہے
مدعی کے
ر دو اور
مدعیون
ر ایک کو

ں گے تو میں سہم
گے اور آدھے
گواہی اخیر کی
وہ گھر ان چاروں
ر ایک اپنے
کے لیے اُس
کا قبضہ بھی ہے
لید یعنے قابض
ے جز کی بابت
ہ اُسکے غیر کے
کے دعوے
من سے حصہ
لیا نیکو قبول
رض مذکورہ
تہائی کے
عیون مدعیونکو
ہوتے ہین جو
ہے اور آدھے
ہے اور باقی کے
ر ایک تہائی کا
عون پر قابض
جاتین بس
کے مدعی سے کم

ہونگے
دعی کے
لینے کے
رینگے تو
کہ جن کا
عی کے
م اُسکے
ور دو سری
تہائی
ور دو تہائی کا
ہ اور اٹھارہ
ے طالب ہے
دعی کے
ہے پھر یہ
رکل کا مدعی
م کے بعد
ے مرتبے
ں کے مقبوض
ے رکھتا ہے
منازعت
ور آدھے
سے قسم بعد
دو تہائی

مین دوتہائی
ے مدعی کے
ہائی کا مدعی
ے کرتا ہے
ون مدعی اٹھارہ
ثابت ہوا ہی
چھتیس سہم ہین
لے ہین اور تیسرے
اُسی پر ہے
ملا ہے اسلیے
رے مرتبے مین
بار سہم پہونچین گے
پایا ہے یعنے
جو تھے مرتبے
ب سہم پاوے گا
ملا ہے اسلیے
رنے کی صورت
ان مسئلہ
جو گواہ لاوے گا
ر ہر ایک کے
ب ان دونون
ہ سبب اسباب
ے مخصوص ہو

…ہ اور کرتی
…ی خواہ وہ
…یا زوجیت
…ہ وار غمونگی
…ی سے مخصوص
…ا اور جن
…ت روایت
…دھر سے کے
…ہے اور
…ہنے میں ہیں
…ن کو ثابت
…ں اور اپنے
…مقصد۔
…ی نیا مسلمان
…ندگی میں
…بھائی کا ہے
…ر وہ اپنے
…ور اسی طرح یہ
…باپ کے
…زادی کے
…ساتھ مقبول
…یا چاہیے
…مسلمان ہوتے

کہے کہ باپ
لا بھائی کہے کہ
ترکہ ان دونوں
ص دعوے کرے
گواہ پیش کرے
گواہی دین
کیے حوالے کرینگے
ور شیخ علیہ الرحمہ نے
رکھیں گے
اہ کامل ہوں
بھی کو آدھے
ہو جاوے کہ
ے کریگا اور
سکے حصے کو بھی
ہے کہ ہر ایک
پر چوتھائی کا
صہ ہے تو
پورا حصہ ہر ایک
اور اگر اور بھی
ان حصہ بے ضامن
بھی ایسا وارث
انع مرنے والے
را مال اُسے

کے حوالے
عورت کا
دونوں کی
عورت
حکم دینگے
وارث
ور نہ ماں
در شوہر میں
پنے باپ
باپ نے
حکم دیدینگے
ون کا مطلع
عورت سے
ہو یا اس
ہو یا دونوں
دوسرے کے
زیادہ میں
ت کے ون
ن بھی ہو تو
گا وہ لڑکا
ے ہوں یا
میں مختلف
یہ حکم اس

ے کا نسب
سے سے اور
کیا جاے گا
ہیں واقع
ی سے حل
جیسا کہ مذہب
سکے ساتھ
ے اور فاسد
ی میں اشتباہ
کا اُن دونوں
ی سے مخصوص کی
ائل ہوسے
رکا ہی کے

ے کے معنون
ہے اور یہ
خبر دینا اور
دیں اور
لے فرمایا ہی
گواہ کر لو اور
۱۲ | دا ہی نہ چھپاؤ

ے روایت
سورج کو
حضرت نے
نچ طرفین
شرط ہیں
ے قبول ہوگی
وگی یعنے
ہے اور
ین مختلف
کہ ان کی
اور جو دوسری
حضرت علیہ السلام
کی گواہیاں
کہ ان کی
جتماع کس مباح
روایتوں سے
ے یہی ہے کہ
بول ہو اور
تماع باقی رہے
ح امر پر ہو اور
ہوتا ہے پھر
ن دوسرے کا
حاکم پہلے سے حال

ں نہیں ہے
رتا ہو اسکی گواہی
ت کے بدلنے
گواہی کے قبول
نے تغیر نہیں کیا ہے
ں ہر کہ کاربار
ہوتا ہو اسلیے
ہے پھر اسکی
اہی دیتا ہی
سکتے ہیں مگر گواہی
ے سلامتی
ندار ہوتا ہی
ے بھی متصف
ظلم اور فسق ہے
ے اہل کتاب
اص مال کی
ہوگی اور یہ
ور دوسری لیے
یت غربت
ہے اور یہ
لی ہے یا
قبول کیجائیگی
معمول نہیں ہے

ں اور اس
الشبہ ہی
ہ نے فرمایا کہ
ر دلیل ہے
رن فاسق
بڑھکر کبیرہ ہے
ی بد کار
سکم الثار
بڑھ اور اس
یکن معصیت
ا کے فساد کی
عتقاد و ثبوت
ہے گو بعضے
نجانے سے
سے عدالت
ور ذمی کی
م کے قول پر
سے نکل جائینگے
بس شخص کی
بیرہ گناہ ہونگے
سب کر لیتا ہے
ر کرتا ہے یا
جائے تو بعضے

نادر ہے اور
ور جوع کا باعث
لیے کہ اُسکا بھی
غفار سے نکرے
و ہین کہ حسنات
ن سے اعراض
ی نسبت مین صغیرہ
کے خلاف اصطلاح
ہے اور سنت
یا لائے جبتک
ین اختلاف کیا
ں کہ کبیرہ وہ
ر تیسرا قول یہ
جناب امام
ت گناہ کبیرہ
انے عدالت
گواہون مین
ی گواہی مقبول
ت کرے اور
ون نکرے
کے ساتھ بیٹھکر
سودا گر مزدورون
مروت کا تارک

رنا ایسے
ین کھانا
اور اس سے
نا اور
گیری
ے اپنے
کرکے آپ
ین قاوح
وا ہی موقوف ہے
ی گواہی
وع میں
ی ہو
ہے لیکن
گواہی کے
ن واقع
ل سے
ین اور
ہے یا
رقول کو
ی ہے کہ
ی میں نہ پڑجائے
اگر قول
ے اور وہ

والی صورت
ر کے علما کا ایک
ول ہے اور یہ
ہے نہیں تثلیث
ر جائیگا اور یہی
ی دشوار یا محال
م سے بھری
و جو زنا کاری
مذکور ہوگا اور
کے موافق اسکی
بہ کی حد یہ ہے
ے نے اُسکے
اف عمل مین
باطن مین کذب
ے اور اگر سچا ہو تو
ر بعضے فقہا نے
انے کا موجب
م ہے گو ایک
ف کرے تو اس
لہ گئی جو سے
وغیرہ ہے خواہ
سئلہ شراب کا
ر کی شراب بنیا

کی ہے
ب انگور
جوش
بر و کے پانی
تصور
و جائے
ے تھا
لیفی کا
ن سے
ے اور
ا تجا مد
ے بیٹھے
ے ہو جیسا کہ
ی معین
ا ٹھنا اور
م ا ترا ہے
نا جد اور
ر شنائی
ر دہ ہوتی ہے
یام ہیں اور
ری کو شادیوں
ی نعمت کے
صلوات کسی

لیکن اگر دل مین
نے کا حکم نہین
الی کے سوا مردون
ں اور ریشمی کپڑے
علی رحمہ اللہ نے
سے زینت کرنا
رام نہین ہے
ت سے نکل جانیکا
لہ مکروہ پیشے
ے اور حجامت
ر جھونکنا ہے
ن پر قبول کلدار
صل کرنے سے
ت ہونے مین
ے شریک کے
ے اور جیسے مالک
ے اور جیسے وصی
ا ہی قبول ہوگی
ں گواہی جانے کے
د عاقلہ کا بیان
ں مین کہ جبر سے
و کھینچنے کی ہمت
رہ وہ مسئلہ

ں کے
کا اُسکے
یک کے
ں واقع
ں گواہی
ایکٹ
ے کے
ق پر مشتمل
واہی کے
ے اور
ے اور
وگی خواہ
یسے شوہر
ے کیلیے
ں گواہی
ہے جیسا کہ
ر شاید زوجہ
ے متصف
ر وجہ کے
ہی دینے کا
ں ایک گواہ
ی گواہی پر
ہی کے انضمام

قبول ہوگی گواہی
ہی دینے کی مانع
لے کی گواہی قبول
کا کام بھی اُسکے
الت نادر طریق سے
مسئلہ مہمان کی اور
ل رکھتے ہوں اور
رحمان کی گواہی
کی شہادت مرعوع
بعضے فقہا نے
سی کی روایتوں کا کا
ن ہے اسلیے کہ
سے تضعیف بھی کی
سق کرنے والا جب
اور وہ اُس چیز
کرنے کی ساری
گواہی کو ادا کرے
کو ادا کرے تو
رحاکم اُسکی گواہی
ی یا بیٹا باپ کے
پنے عزیز پر اور
فسق کو چھپاتا ہو
نے کے بعد رد کرد

ں کے
راہی کا
سر مسئلہ
گی خواہ
نہوگی جو
ں ہوگی
ریہی عذر جب
ں گواہی
اہی قبول
کے اور
کہ جسقدر
ر مترجم
ر لینے پر
ون کے
واہوں کو
ں سے ہر ایک
ہے کہ اس
ا تو اُسکے
ہادت کے
ے ہونیکے
راہی کے
صلی گواہی
ا متحمل ہوجائیگا

ر اجارہ ہے اور
نے کسی کے مال کو
ے سے منع بھی کرنا
یکھے یا اپنے کان سے
ی دے سکتا ہے
ار یا پردے کے
راہ ہو جائے گا
د کو سبقت کرنا
ں کی مانع ہو گی اسلیے
ہے اور یہ حکم
رنا ہے اور
ی دینے کو حاکم
ردن کے سے
کرنا خدا کی حد کو
کی وجہ یہ ہے
کے مالی دعوىٰ
رد ہونے سے
اسی تیرع کی
دا کرے گا اور
اسکی تصریح صاحب
کرے تو آیا اُسکی
اُس کا صلاح کر
ے کہ توبہ

ین ہین
ہے کہ جس سے
رہ تو بہ ہے
لین پہلی
مین ترک
اس پر
جیسے غیر
م سے
ی ہو جیسے
ا سے ہے تو
ین دیدے
ے کی نیت
سامنے
حد لگائین
طا ہر
ے گا مگر یہ
ہ سے
ص ہے
ق وصول
ے تیرے
دے اور
ی ہر اس سے
ی ہو تو

ہے اور بہت سے
ت مین اِسکا ذکر
صورت مین
فار کیا کرے
مین اور جسے
ہین ہے اسلیے
اف کرنے
ارثون کی طرف
جائیگا اور اسیطرح
معاف کردیا سکتا ہے
رثہ امام علیہ السلام
مین کا اور اہل
تا ہے کہ اگر اُسکے
کا دعوے پہلے
ن کیکو اُسکا حق
کی دو قسمین ہین
اور اُسکی توبہ کا
ہے اور زنا کے
طمینان اظہار ندامت
کے اظہار مین
ہے کہ توبہ اظہار کے
خاص کے اور
۱ حق مترتب ہو تو

ہے
رہین
بخش
ت ہو
ن کے
ا ہے
کی ہے
ہے
ہے بلکہ
پر ظلم
نے کا
مین
ظلم کو
لہ کی
ہرگز
ے کی
یک
تو ہی
بخیر
ہے کہ
ظلم نہیں
ن فرمایا
یا چھوڑ دے

ت وہ فعل ہیں اسلیے
فعل ہے اور زنا ہی
ے کسی امر کا گواہ
ی قبول ہوجائیگی
ور دوسرے قول پر
ے اور مطلق ملک ہے
س کے پیدا ہونیکا
ا کہ مشاہدے سے
ہوتا ہے اور مطلق
ے مالک ہوا ہے
ن نادر ہوتا ہے
دن پر مدار رہا
مفیض خبر کرانکے
ہے اور گواہی کے
وقوف مشکل ہوتا ہے
علیہ الرحمہ نے گمان
رجمن میں اصل القضین
ردیتی ہے اور ان
یخ علیہ الرحمہ نے
ے کی گواہی کا
اور یہ دو عادل
ں گمان خبر واحد
ی ہوجایا کرے اور

...نقل کی
...یا یہ کہے
...ننے والا
...سکے گا
...سامنے کی
...گواہی
...حاکم کے
...مشہور
...یسبب ایسا
...رہا ہے
...ثابت
...سبب
...موت
...کہ جب
...دینا کچھ
...ہے اور
...نے لگا
...آیا گواہ
...محتاج
...گواہی
...سنے سے
...فلان
...ملکیت کی

گواہی سے قابض
ے کہ یہ چیز فلان شخص
اور اُسپر سے
ی ملک پر قابض
ے دے اور کوئی
ی مطلق ملکیت
ں کوئی شبہہ نہین
کے لیے اُس گھر
ں گے اور روایت
ست کا موجب
ونا چاہیے جسطرح
سئلہ نکاح اور
خیض یعنے شہور
ور یقین حاصل
ے کہ وقف ہمیشہ
لیے سارے وقف
ے بہت زمانہ گزرنے
کے ہر وقت مین
ایسی حد پر پہونچے
ب گمان پر اکتفا
لہ وسلم کی زوجہ
ا جادہ مین اور
س امرون مین

ن دی ہے
م کیا ہے
رہتی ہے
رس میں
ے گا
نہ سکے
ے جاہیے
ون کے
ہ اصل
مد ہوگا
لو اہی
رید فروخت
ن کافی
ضرورت
ہ نہیں ہے
ھتا ہے
وائے کے
نے کے
سطح پر
تو نہیں
ی آوازوں کو
ہ کہ آواز
ھے سنے

ت مین ہے اور
ت اشتباہ نرہیگا
گواہی کے
گواہ ہوجائیگا
نیکے وقت مین
ر نسب کو جانتا
جانتا ہو اور اُسے
سکی گواہی کو
ر گواہی جیناگو صحیح ہے
دن اور حاکم
ربان کا ترجمہ
م سکتے ہین
س ہے کہ منہ
ن لے کہ وہ اُسکی
سے کسی نام و
ت حاکم کے پاس
ادا کرے اور
یہ قسمین دو قسمونکے
خدا کے بندونکا
جیسے زنا سینے
ل ہین اصح
ا حقیقت مین
٦٠ زنا کا حکم

ن سے
ے موافق
ہوتی ہے
سوا ہے
ہ حق زنا
ہے اور
ی سے
ی گواہیوں
ں ہیں بعضے
وکالت
ی اور نکاح
بت
ں کی گواہیوں
اور نکاح
ں ہے اور
م سے بھی
ر عقد
ت ہے
لح ہے اور
ی ہیں کہ جو
عادل گواہ
ہو جاتا ہے
ی گواہی سے

ت ہوتے ہین
زنا ہے مثل
ور اقالہ ہے
ور صلح ہے
ہے اور ہبہ
ں ہمبستری ہے
ن جیسے قتل خطا
سلمان کافر کو
ور دو گواہون
ن شریف مین
ا اور دو عورتین
ون سے ثابت
ن کی گواہیون
اور دو عورتون
ے اور آدمیون
یون کی اور
کو اطلاع
ہے اور عورتون
ے مین بے مرد
ہے کہ اس
مطلع ہونا
ہے اور دونون
ں ہے اور ایک

ع (ت

...ی ہر لینے
...ہوگی اور
...ں دے گی
...ی گواہی
...گواہی کہی
...ہے اور
...اہی شرط سے
...ع ہے
...ر گواہی
...م ظاہر میں
...ے لیا ہے
...معلوم ہے
...یعنی علم نہو
...باح ہو جاتا
...ا مسئلہ
...یر
...و ییے حاضر
...ں کا وجوب
...ا تو علی الاتفاق
...لیتے تھم
...ں اور گواہی
...ب کے سب
...ر انپر گواہی کا
...ا ز نہیں ہے

ادا کرے
اڈالنا جائز
رے گا تو وہ
اس دین کے
عل رکھتا ہو
اس صورت
گر گواہی کا
بھی یہی حکم
ن اور یہ
ہے یا اُسکے
یت ہے
یا وہ امر ہین
یکھنا ہو اور
ع ہون
دون کے
ن مین علما کا
بھی آدمی کے
ہے اور ایک
اسلیے کہ گواہی
اب کو نہ
ور اسیطرح
ن اور اسی کے
اہ کی گواہی

شخصوں کی
اور دو عورتین
ین بے کسی
وا ہیو گے
ن سپاہین
اہ رہ کر بیشک
کتا ہے اور
رتبہ ہے کہ
ہ اصلی گواہ
یا ہو اور تیسرا
ہی دیتا ہون
یہ کہے کہ کپڑے
ے حاصل ہو
زیادہ قوی
ے کہ مین فلان
گواہ اصلی
کے طور سے
ذکر تا ہے
لر نے اور نکر
گا بیان کرے اور
ال سے کہے گا
صورت مین
اہ کہے کہ

ے گواہی کا
لان شخص نے
ہو تو کہے کہ
لان شخص کے
ت مین کہ اصلی
موجود نہونیکے
قدار معین
ی گواہ گواہی
ثمن سے
مین برابر
ی ہے اسلیے کہ
ی کے قبول
ے لاعلمی جہان
دو فرعی گواہ
ے حکم جاری
نا کچھ نقصان
صلی گواہ حاضر
ہ کا حال فسق یا
صلی گواہی کے
ی ہو جائیگی اور
الی عورتون
ے کا زندہ
جم کہتے ہین

ی عورتوں کی
س بارے
ا عورتوں
ں اصلی
ے گواہی
ں اور مصنف
ہی ادا
ینگے تو انکی
ی گواہی
ے حال کو
ہوجائینگے
رعی گواہ
ی اسلیے
خص تو اطے کا
رار کرے
فرعی گواہ ہوں
ی اسلیے کہ
واہی کے
نا ہے اور
ا اگر وہ کول
نا واجب
مہ سے اس
ن سے

ہے لیکن فقہا کے
رقبول نہیں ہے
رلواحق کی دو
ہے اور اس شرط
ی دیں تو انکی
ر اگر دونوں گواہ
کر لیا ہے اور
ہ کہ بیٹے کا اقرار
ین اور ہر بیٹے
ہے لیکن اس
ہے دوسرا
فلاں شخص کے
ہے اور دوسرا
ن پر حاکم حکم
ر اگر دوسرا گواہ
ی حاکم حکم نہ کریگا
ار ضا تنا قطا
مسئلہ اگر ایک
یا ایک گواہ
ان دونوں
تاوان بھر دینا
نہیں ہوتی ہے
دونوں دعوے

ساب کو
ے گیا ہے
کا اسلیے
اور ممکن
یا ہو
رون
تو فلان
پر سچا
رسے
گواہ گزرا
یتا ہے
ن سے
سلیے کہ
ر بھی ہے
ہی دے
کے نزدیک
ثبوت
اور دوسرے
اسلیے کہ
یات ہوے
ے ایکھزار
شخص نے
اہ گواہی

یگا اور دوسرا
ں سے ہر ایک
یگا اور دوسرا
ے بکر کو تذف
سرا گواہ کہے کہ
ے پر ہو اور
ے گا اسلیے کہ
ون میں کسی پر
پر حکم کا دینا
ا ہے اور دوسرا
اسلیے کہ دونوں
س صورت میں کہ
ب ہوگا کہ اقرار
ارض واقع
ہے کہ دونوں
ے بعد عارض
م کے حکم سے
ا ہو جاتا ہے اور
ب نہیں ہے
چلے مر جائیں اور
سئلہ اگر گوا
ن پر حکم کر دیگا
حق کا ہوگا جیسے

نیف پر ہے
سے دور
ہ یہی ہے
علق ہے
و جائے تو
ب اصلی
صول ہے
ینے کے
ہی نہ دیے کہ قوت
وار شہ ہوں
ن کو ا ہوں
سے معنی
کم دینے کے
کم کے
وچکا ہو گا
رشک کے
کام اُس حکم
و اور شبہ
ین ہو گی
ے تو بھی حکم
ے حکم کے
ے مطابق
ے کو ایسی

ڑ رے گا اور
ریدے گا اور
ریہی انھہرچی
نے گواہیون
ن کے پھر جانے
سا کے نازل کیے
عاده ہوجائیگا
نفاق بین
یگا یا پچوان
دارک تحال ہو
ی جائے اور
تلائین پھر
گواہی خطا سے
بولا ہون او
رلیا ہے اُس
کے ذمے ہی
ا پہونچتا ہے
لے ہوئے کے
ضل وینت کے
ہون مین سے
ون بے کا حصہ
ی گواہ مشہود علیہ
جھوٹی گواہی

ہون کا مارڈالنا
اور اگر مرحوم
پھندے کے
زیادہ کو
ن کو دینگے
ی گے جیسے
گواہ کا خونبہا
ور ثون کو
صری اردو پنجابیان
انی دیت
ی نکرین تو
ے کتاب نہایہ
ن کو تینون گواہ
ے کہا قلو لگا
ے کے آزاد
جائین اور
کے ضامن
اہی دی ہو
الا ہے
ن حکم کو
انکے تاوان کا
ن پر لازم ہو جائیگا
اص سے لے

ھوٹا بنا لئے
اص لے لینے
اقع ہوجائیگی
گواہی سے
طل ہوجائیگا
گواہوں کی
طلاق ہمبستری
سے شوہر کے
ن ہوئی ہے
پہلے کی ہوگی
سے مہر کا نقصان
راد سے یا
گواہی سے
پہلی فرع
ہونے کے
کے نقصان
واہی سے
عورتوں کی
سے دو حصے
نے مشہود علیہ
ین سے
مرد گواہی سے
کی گواہی ایک

نے کا
ن کے
صان کے
کہتے ہیں
ن کی گواہی
صنف نے
کے مطابق
ے پھر جائیں
ت سیلئے
ہ فرماتے
دار نہوگا
ں اور حق
سے مشہود علیہ
ں وصول
ند کا مختار ہے
عورتوں
دو عورتوں
صہ ہوا اسلیے
دونکے برابر
ں چھ مردوں
صہ تاوان
فرض یہ ہے
ں پر کہ جو

ہون کا بار ڈالنا
اور اگر مرحوم
پندرے کے
زیادہ کو
ن کو دینگے
گے جیسے
گواہ کا خونبہا
وارثون کو
سری ادھو بیان
ائی دیت
یق نکریں تو
ے کتاب نہایہ
ن کو تینون گواہ
لے کہ عاقلہ کا
ے آزاد
رجائین اور
کے ضامن
واہی دی ہو
ا لا سکے
اس حکم کو
انکے تاوان کا
ن پر لازم ہوجائیگا
اص سے لے

ہوٹا بنائے
اص لے لینے
اقع ہوجانیکی
گواہی سے
لل ہوجانیکا
گواہوں کی
طلاق ہمبستری
سے شوہر کے
ن ہوئی ہے
پہلے کی ہوگی
سے مہر کا نقصان
اد سے یا
گواہی سے
پہلی فرع
ہونے کے
لے نقصان
اہی سے
رتوں کی
سے دو حصے
ے مشہود علیہ
ین سے
ر گواہی سے
ں گواہی ایک
۱۸

سینے کا
ن کے
قصان کے
م کہتے ہیں
ن کی گواہی
مصنف نے
ں کے مطابق
سے پھر جائیں
ت سینے
جہ فرماتے
ے دار نہوگا
ں اور حق
ے سے شہود علیہ
ں وصول
ندہ کا مختار ہے
ں عورتوں
ون عورتوں
حصہ ہو اسلیے
دونکے برابر
ری چھ مرعون
حصہ تاوان
مفروض یہ ہے
ون پر کہ جو

چھٹے حصے ہوتے
لیگا مدعا علیہ کو
ین بھی شکل کی ہے
گواہی کی نصاب
ن بھرنے کے
یف کہتے ہین
رے مسئلہ مین
ایک مدعا علیہ
ین سے معین
ری فرع اگر حاکم
سے وقت کی قید
اسلیے کہ شاید
ت مین جائز ہون
گواہی کے دینے
ی کے دینے کے
و حاکم حکم نہ توڑیگا
اُن سے صادر
ی اور صاحب
ت مین گواہ ہونگا
کے سبب سے
ہ اور دیت
بھولی ہے او
ہے یا نہین

تمون

ن ہر اور
نا میں کے
فواہی سے
ی لیا ہے
مین سکتا ہے
ں ما کے
ت اس سے
تصرف کرنے
جائے
ے کے
ا مسئلہ
ت میں
ی دین
ستروکے
ے جائیں گے
ن کو وصیت
ے ایک
ادی صحیح
ے حکم
ورت میں
ہ کا پھر اگر
اسکی قیمت
ل ہے لو

جائیگا اور باقی مین
کے حصے کو ملا کر
نے زید کے لیے
ن مین سے دو
کیا ہے تو تسنیخ
کہ انکا کوئی فائدہ
ہے اسلیے کہ
فریق کی گواہی
ین کہ مرنے والے
وصیت سے
لے لینا پہونچا ہو
دونون گواہون
ت سے پھر کر
ہے اور جسطرح پر
سے مین بھی
صیت کرے
سے رجوع کی ہے
معین نہین کیا کہ
ن کہ یہ گھر زید کا
سے کرسے کی
لت کے ظاہر
سے آقا کے
٦٩١ ب مبسوط مین

مدعی
دوسرے
الحی
گواہ
حاکو
جلدی
اگر
نہیں

میں
لیے
ایسی
کی
رو سے
کی
اور
بقرہ
ثمن
سے
موجب

ہ اور بے ملک کے
یہ عورت سے
نہ گناہ ہوا ہو اسمین
کے ثبوت مین حرمت
نے مین ان شرطون
ون مین سے کسی
ہے اور جیسے بیٹے
سے ناواقف ہو
لی اور اگر اس نکاح
ے مین شبہہ کی ہمبستری
ے کے عقد سے
ری کی صحت کے گمان سے
رت جان بوجھکر
عورت کے یقین
تری کرے گا تو حد
ورو کے گمان مین
مرد کی حد و کے شبہ
و حد لگائین گے اور
کا حد لگائین گے
نہین ہو اور اسطرح
رت کے توہم سے
رتین بھی مجبور ہے
زنا مرد پر بھی جاع

ت سے
انی
ہوجائے
نے پر
ہے
ہیں
سے
ہوتا ہے
کرے
لال
ایک
مسافت
پر
عورت
ز نگی
کر
طرح پر
کا
ایت
روایت
وقت
خدا
ساقط

ں گواہ دینے کے
مالک سے سول
سبب سے فقط
بت کا دسواں حصہ
ی کرتا ہے تو مہر
ن ہوا کرتا ہے
یوانی عورت
جسطرح ہبہ کردیوا
ی طلاق سے
ے تو اُس عورت
سے واقف ہوگا
اگر ان دونوں
ں اور بچانے والے
و اُسکے حق میں
ت بائن طلاق
جہ سے کسی معاوضے
پھر اُسکے بعد اُس
قت تک احسان
لازم ہوجائیگی اور
آزاد ہوجائے
رت سے زنا کرے
زوجہ کا شوہر تھا
میں سے آزادی

ناوزکچھ
بندے
ہے اور
در شبہ
لے اور
ن اقرار
رط ہے
ہو جائیگی
اف میں
ہیں اور
ظاہرا
روں کہ
م سے
اقرار
للہ علیہ
جب
ے ایسلے
ے اور
ب تک
رضی
آ سے
قول کا
روایت

نے غیر معین حد کا
ن سے زیادہ
کوڑے ہوتے
ف صواب ہو
راشی سے بھی
ادریس کا قول
لے کی حد تجھ کوڑے
ان میں یا زیادہ
کی رائے ہو
ں عمل کرنا چاہیے
ی سے دو شخص
ن حدیث کا
ے گا اور غیر عورت
دو روایتیں
ن یہ ہے کہ
اور پھر انکار
ر کرے تو وہ
م کو اختیار ہے خواہ
شوہر کی عورت
قرار نہ کرے
گواہ بس چار
ان کے خیالی
ہو گی اور دو

نگے اور
نوگی بلکہ
ٹا فرمایا ہے
ہو تے
یعنے سلالی
ں حلال ہے
نہ حلال ہونا
ہی نہ ہونگے
ں کو ایک
دیکھنے کی
ھنے دوسرے
و حد لازم
جبر کرکے
نے میں وہ
سد کی
ضا مندی
ن سے
میں گے
یا ہے
قبول کرنے
اس فعل
ت پر عمل
ل ہوجائیگی

ے حقیقت پوچھیں
وقت میں یہ
ہو جائیگی ایسلیے
کی تکذیب گواہی
ہون کے گزرنے
ہونیکے بعد تو یہ
ی نظر حد
ل کرنا ہی یا سنگسار
لیکن قتل تو
غیرہ سے
یطر سے اُس شخص پر قتل
یا معتبر نہیں ہے
یا بندہ ہو اور
ہوے زنا کرے
نگے بعضے فقہا
زنا کی حد ہے
ہیے تاکہ دونون
رے لگانے کو
سار کرنے کا حکم
کہ صاحب مسالک
ب علما کا اجماع ہے
امل ہو کہ جو سبھی
رسا س ہے اور

ی کا جب
یا عورتا
ور تین
کو تڑے
دیوانی
اور سطح
ے ہیں اور
پہلے سو
ہیں تردد ہے
ضعیف ہے
ے مارنا
آسے سو
ی لمعہ نے
لیے بھیدین
بیٹے کو ارا
قول کیا ہو
جناب رسول
مجھ کو شہر سے
اور تشبیہ
ل غیر مقصد
ہیں ہے
ہو مرد ہوا
اگر آزاد

لو تعزیر کے مرتبے بین
دے سے اور
ہے اور بعضے
ملازے حد کی تکرا
ی زنا پر ایک ہے
باقر علیہ الصلوٰۃ
ص پر ایک
ن کی گنتی سے
ا فرضیہ عورت
ی جھ دین کر اپنے
حد جاری فرمائیں
کرنا جائز نہین
ہ ہو تے تو پچے
پہونچے تو اس
ی ہو تو بیماری اور
ہ عورت کو جب
ے کہ بلوا کوڑے
حد جاری ہوگی
ہ دستور کے
حدود یعنے جس
اسلع پر زنا
سبب سے حد
ی ہے بلکہ جیض

۱۰ع

...ے حدزانی
...انے کی
...ی نگرسکیں
...حد جاری
...ود خیرت
...م میں جاری
...ض ہوگاو
...ق سے
...کر سکیں تاکہ
...ں کو جاری
...ی سنگسار
...داڈھنڈک
...ے جان جاتی
...ے حرم میں
...ی کا سزا اور
...ے فقہا نے
...م کعبہ کے
...دلیل نہیں
...ے پر کوڑے
...ر ننگے بچھڑے
...ی حکم دوسرے
...ے کہ دوسری حد
...ضے ہاتھ کا تنلا

اور اُسکے بعد
وہ کا مار ڈالنا
سار کرنا چاہیے
ہے تو تاخیر نہ کیجیے
دینگے اور
ون سے
ہے تو پھر کر
ہے کہ سنگسار
اسے گا کچھ پکڑ
ب ہو کہ سنگسار
وم کے اقرار
ت سے لوگ
اور بعضے فقہا
اور چاہیے
بعضے فقہا ہیں
فض سکتے
ے اور
جوم کو پتھر
سے دفن
رے لگا ئینگے
سے زنا کی
زور مارینگے
گے مثلہ ہے

ون کو
سکتے
م
یمون
ل میت
لا مسئلہ
رت بکرہ
ن سے
ما یہ مین
ی ہے
ی اور پہلا
اضر
ین اسلیے
حد ساقط
نبہ حد کو
ین ہے
نہ فرماتے
اضر ہونگا
سئلہ جب
ین ہین
ن کردین گے
ن کو تو ف
ن ہو چکا ہی
میت پر عمل کرنا

ح کی ہے کہ اگر
ذف کیا ہو اور
ی مقبول نہیں ہے
ن میں سے کسی
ر حد ثابت ہو جائیگی
ن مسئلہ
ی نفوں جیسے
ہ تو جی ہے اور
نا ہے پر موقوف
ر اُن کی گواہی
خلاف میں اور
ردیں تو سارے
قدام کیا ہے
لی ہو مخفی ہو
ن پر حد نہ لگا ینگے
ب کے سب کو
ئے تو اُسی
یلے کہ پورا اور
ل مسئلہ
ا مار ڈالنا جائز
و یا آزاد ہو
ین اُس شخص پر
و جائے گا یا

ے دور

ں قیمت کا
ہے کہ اس
رضامند ہونے

زاد مسلمان
س لونڈی

ں واجب
ور بعضے
جیب کوئی
ں عذاب
ے زیادہ

شرزہ ہیں
کم کی رائے
ی وہ مرد کا
وقفہ کے

ف میں
ں گواہی کے
داور مختار

س پر
واہی لگے
ے بیان

ں خواہ
ر صحیح ہے

ہونے پر قتل ہے
ہین اور اگر
لے تو بالغ کو مار
ں دو دیوانے مرد
رینگے اور اگر
ت مین دونون
اِس صورت
م کیا ہے تو غلام
عاقل مرد سے
ن دو قول ہین
ہے موصوف
ہو اور اگر
حد جاری
وافق اُن پر
آنے پر فاعل
محصن ہونگے
اشہر ہے
دین یا آگ
لوا دین اور
سے قتل کرین
اور اگر لوطی
جہ تڑودن حق
یہ مین فرمایا ہے

نمبر ہے
ہیں
کرینگے
ر ایک
ر ایں
ی حاکم
ے رتو
کے
ثبوت
ے
گا تو
چھیا
ر تون
ہون
میں
ل او گے
نچنے
ـد
ین
ہر ایک
ں گی
ترجمہ
ہے

سد کی تعویق کی
ن کی صورت میں
اعت مقبول نہوگی
ی کواری عورت سے
فرمایا ہے کہ مستحق
و کوڑے لگائیں گے
ل کا دینا لازم ہے
بیان ہوچکا ہے اور
نے کا سبب اسکے
ے نطفے سے پیدا
بکر کے زائل ہونیکی
ی ہے کہ دیت رکھے
ت ساحقہ کو نہیں
کے ساقط ہونے
ا تو زنا کے لیے
ہوں کے ساتھ ہمبستری
ے یا دو گواہ ہونگی
کر کوڑے لگانا واجب
بندہ ہو مسلمان ہو
علیہ الرحمہ نے کتاب
سرے مرتبے میں
رے گی تو اُسے سو
ین ہی تیسرا باب

وجب
ہے یا
ے پیچھے
مون کا
لہ جسکے
جنبی جائے
رزنا سے
زنیہ کہے
ے دو
الی دیگر
یگی گو
طابسہ
ہے تو
ا پدرزنا کی
رو احتمال
ا ہے تو
بھی رہیگا
ت دی ہے
مضمون کا
زانیہ کے
پر اگر کہ
گی اسلیے
ہ کہ فلان

ذف کیا ہے
رنے کی نسبت
اُسپر دو حدین
ڑیگا تو دوسرے
ی کہ موجب ایک
یعنے فاعل کے
سے اس کام کو
سے منسوب کا حکم
سب پڑسکیگا اور
ثابت ہوجائیگی
بیٹے کو کہ جس عورت
کے بیٹے تو اُس کہنے والے
سکی عفت ثابت
تی ہے اور غیر
سے کہے کہ تجھے بیٹے نے
اُسی قسم کا ہے
ر حد ہو پھر اپنا ہی
چار بار اقرار کریگا
ی بے غیرت جسے
ں ہوتے ہین
ن تو کہنے والے
یا قذف کے
۱۲ عبارت کے ایسے

ی ترجمہ
زہ ہے
اخل کر
طہ کی نسبت
کہے کہ
بارہ یقین
اور وہ
نی اور
یعنے بد کلام
ولیل اور
یعنے ای
لازم ہو جائیگی
رعاقل ہو
حاکم
بھی حکم ہے
لیتے ہین
یلئے قول کے
ن لازم
ہے اور
ے یا شیاع
رف ہی کا
کو خرچ کرتا
احسان

ہوتا ہے پھر جو
ے صفتین نر کھتا
ہ تعزیر ہے جیسے
قذف کرے خواہ
گر کوئی مسلمان
ی کافرہ ہو یا لونڈی
ت کے سبب سے
بیٹے کو قذف کرے
وئی جو رو کو قذف
ی اُسکے باپ کو
ی اُس مقذوفہ
اور اگر بیٹا اپنے
یا ماں بیٹی سے
ے قذف کرے
ے مین پہلا مسئلہ
ا قذف کرے
ایک لفظ سے
ایک حد لگائین گے
ے فقہا کہتے ہین
حد مین تعدد ہوگا
ہے کہ تعزیر کی
ن ہے ایک
ہ کہ اے دو زنا

ں سے
پڑائیے
جد جاری
یہ مقذوف
مرد اور
میں ونامثث
ہے اور
ورا کیے
قاذف کو
مسئلہ
ں زانیہ
حق نہیں
ر ہیں
ما یہ ہیں
ر اجح
ب سکے
ہو جیسا کہ
ور بعضے
فظ ہوگا
عوان
ر دے
لے اور
ہے لو

جب کسی پر کبھی با
ا واجب ہوجائیگا
ں کے خون کے
سے حد لگائیں اور
سے اسپر تعزیر لازم
ور بیچ مین حد
ثنا مسئلہ قاذف
قط ہوجائیگی یا بتقاذف
ف کرے اور
د ساقط ہوجائیگی
ہ ہو مرد ہو یا عورت
ث پر اکتفا کریگے
قبول نہو اور
سے ثابت ہوجاتا
ہو اور مجبور نہو
د ساقط ہوجائیگی
یں مین لقبون
ون سے تخیر اور ثابت
جسطرح سے مسلمانون
فار پر سے تعزیر
م جسطرح مناسب
مسئلے ملحق ہو
ے والے کو اپنی

حکم
اور
ہے
کے
مسلمانوں
کہ
ہے
اگر
واللہ
ہرا
اسلام
وجادو
ادب
ڈالنا
جادوگر
کفر
مسلمان
جعفر
ہے کہ
اب
مسئلہ
ہے اور
مالک

کہ واجب ہے
ن کی تادیب کی
و اور حماد بن عثمان
لڑکے اور مملوک
نمایہ میں یہی فتویٰ
ام نے فرمایا ہے
تعدی ہی معلوم کے
سماہ اللہ کرے
اقرار سے ایک
مرتبے کا بھی اقرار
طرح پر کہ غیر کے
واجب کو ترک کرد
سلاکی صلاح پر مفوض
بندے کی حد کے
حد میں سے او
جیسے جو سے
شخص کا بیٹا ہے
سے حد کا مستوجب
نے کو اور عذر
اک میں شیخ الیرکم
کو شامل نہیں ہے
واجب کر دیتا ہے
شان سے نشہ کرنا

ری نشے
اور منقے
ں اور یہی
م رکھتی ہے
ے تو اُسکا
جائے یا
سو جس
ب جوش
ک اُسکا
جگو دین
ں حد کو نہ
ں کھائے
کر انگور کے
ور دربیڑہ
مل وہ
ی ہیں اور
ن کے کھانے
ں جیسے اُسکی
ے نشہ کی کچھ
ں ہونا بھی
خداے پر
ی ہے اور
ں عورتوں کی

لے ہوں اور پینے
اہ کے ثبوت میں
او رآزاد ہونا اور
لے میں قبول کر لیتے
ی کر لیتے تھے نہ
نے کے دعوے کو
راب پینے کی حا
یا عورت ہو تو
ے کہ آزاد شخص کی
ں اگر کافر گھل گئی
ے تو اُس پر حد جاری
پر اور دونوں
میں پر کہ کھلی ضرب
ے اور جب وہ صوتے
ے کتاب خلاف
ں کوئی حد وا نعم
ں مسئلے میں
ی گواہی دے
رنگی بھی گواہی
تبہ ابن ولید کے
ے کرنے پر گواہی
اور اس استدلال
ں ہے اور کہہ سکتے

رد رہے
پر سے
ے دور
ھی جاتا ہے
ں جبر کے
گا اس سے
ں کریگا
یا ہوا ہے
سے تو یہ
ہے اور
ہو جائیگا
ا اسلیے کہ
ند میں ہونگی
تے ہون
ہیں گے
ین گے
ا۔ اُسے
و اس پر
اقط ہوگی
ین معاف
حد کا جاری
شخص خدا کی
اع ہو چکے

گوشت ہے اور
سکا قتل واجب ہے
وسرا مسئلہ
فے فقہا کہتے ہیں
سرا مسئلہ اگر
کم بیت المال سے
جس صورت میں
حاملہ عورت کے
ر پڑے تو شیخ
ی قول قوی ہے
ت المال سے
یر المومنین علیہ
ں ایک عورت کو
پیٹ سے گر پڑا
عاقلہ پر دیت ہو
ن خطاب نے
ں روایت کا
ب کے اصول کے
صوم حاکم محدود
دود مر جائے
لا کا قتل ہے
ی ہو گی اور اگر
ورت میں مقتول کی

ی آگهی دست
غول کی
ہین کہ
راد ینگے
دالادیگا
ا اُسی
ساری اُسکے
ر وہ مال
کے ذمے
کے مال مین
ن ہے
بن پہلی شرط
ہے گروہ
ے اُسے
یون کے
ں کے اوپر
ا ہین گے
رہو گئی ہین
کر رہی چوری
ہین چوری
ے ہوجب
فریدونون
ہین اسطرح

ے مال پراپنے
گا اور اسیطرح
ی ہاتھ کاٹنے
ہین دو ور تین
سکے حصے سے
ینگے اور نہین تو
ی پر شتبہ ہو جائے
سکے بعد وہ مال
اور اگر اپنے
وہ لیگا اور وہ
و بھی جانتا ہوگا
ا ہو نقب زنی
ب ہو کر نکال لے
ی شرط یہ ہے
ی ہو یا ستور
ے کھینچے یا چرائے
ی پھر کر آنیکی عادت
ے متعلق ہو گا اور
م کہتے ہین
صاب بھر کے
یک ہین مال
ی تو اُن شریکون
۲۷ تی ہو گی ساتوین

بیٹے کے
کے مال
لے جائیں
بکھو لکر
ع سے
قطع کا
صورت
حسکم
ملہ ہیں
ے مال کی
اور کوایک
ے کے گھر
ن بھی
نکے گزرنے
ے ہاتھ پاؤں
لیا ہو اسے
کا مستحق
ور اسیطرح
لے اسلیے
قطع ہوجائے
ڈالیں گے
تو چور اسے
ے اُس

رو کے مال کے
چکی ہین اور
ور حسان مین
مسروق یعنی
مروی ہے او
جائے تو قطع
صاحب خانہ کے
سے مین نے نکالا ہے
قسم کے ساتھ
انہ انکار کرے
ے نکالا ہو اُس سے
یاتی ہو دوسری
ں سے کم ہے
کر قطع کی نصاب
صاب ہو کہ جسکی
ے غلے کی قسم سے ہو
جنگل مین ہے
یہ سب ہے کہ کسی
مین اور چھکری
ضعیف ہے اور
محفوظ جگہ پر
لہ غیر مالک
رنہ کاٹین گے جیسے

ازت ہو
ن سا نگہبان
ھوان ابن
میں ترمذ
ر ہاتھ کاٹنے
لی پخشش
ن فرمایا ہے
ر رکھی ہے
ر اور چرکے
ب جن سے
عصہ کے
ر وہاں سے
ں کھانے کی
ں طمع کی
ے گا تو
ے ہاتھ کاٹ
ریا سے گا
ھر کر اجازت
ں کے مال کو
لیے کہ موقوف
ے نہیں ہوا
ن ہوا ہے
سے اقرب لگا کر

قول بھی ہے

ور شتربان

نگہبانون کے

میں رہیگا

کے دروازے

بسوط میں

کی چوری بھی

گھر کے دروازے

وہ حفاظت

سے باہر کریگا

حفظ کا حکم

بسم کہتے

کے کہ حرز

مکان ہے کہ

عادت میں

درانے میں

ور قفل کے

کہ قطع کا نوا

اور کفن کے

صاحب بھری کی ہوا

شبہ ہے اور

کے ہاتھ

کا قتل کروانا

...د عادل
...ایت نہین
...اختیار ہے
...ے ضایع
...گا تو ادا
...ن گے
...بر کے
...کہ قطع
...قبضہ میں
...قول خرب
...تا وان
...واجب
...و اپنے
...کے بعد
...اور باشنہ
...ین گے
...وئی حد
...ہوئے
...ے اگر اسکا
...ی وہی
...مین فرمایا
...ی رعایت
...شبہ ہے

ھ جاتا رہے
وہ جاتا رہا ہے
یا ہے کہ بائیں
اور اگر اُسکے
ں نہوں تو قید
ریا چرا ہو بے شارع
لے مرتبے کی چوری
ئیں گے اور اُنکے
ہے بس کوئی شد
ر ثبوت کے بعد
ر بعضے فقہا کہتے
ں اور معاف کردئے
ر دینوالا دا اپنے
ں ہاتھ کاٹ ڈالے
لع چور پر سے
الے تو اِس صورت
شیخ علیہ الرحمہ نے
پہلے اُس سے
ام سے منقول ہے
کاٹ ڈالنے کے
حمایت کے لیے
یہ تلنا واجب
رنے والے سے ہے

ور گرمی
ین کئی
ر اگر ضایع
ے اور
ں مال کا
یہ السلام کو
نصاب
ین شیخ
ہے کہ
ں کے
ین احاطے
ر چوری
ے بھر
ں گے اور
ہ آسکے
ے موافق
ہے اور
کا شنا
ی کرنا نہیں
ف کردے
ے اور
ا فرع
کے لیے

ے کے بعد چور
پھر اسے حرز کے
ے کا سبب مال کا
لیے کہ ہاتھ کا کاٹنا
طالبہ نہ رہا اور اگر
س قطع اسی مال کے
حد کا مستوجب
ر اگر ایک اُس کو
شخص کا ہاتھ کاٹا
ب میں پہنچاو
ہے قطع اُسی
کر ان دونوں میں
ال کو پورے حرز
کی نصاب بھر کا
تو حد کے واجب
مال کو نکال لایا
رجہ کی شرط لگانا
ی نصاب بھر کا
نصاب بھر
ڑے کو ٹکڑے
طع کی نصاب بھر
دار ہے لیکن
یمت کم ہو جائے

مین جوکی
ے سکانین
ں سکے
ر اگر اتفاقی
ں بال کا
ے نکال
لا یا ہے
شبہے
ن کو درا
ر کے
ب ہے
لاف سے
م وادر
یا اُسپر
جائیگی اور
ہ گر لوگون
ک کہ
ہ ایک مرتبہ
ں گیا ہون
مضمون کی
ے اور سطح
ک دوسرے
کے خانہ
ہزنون نے

یا ہر لوگونکو قیل

ر سے رفع ہوگئی

عون فی الارض

سوا سزا نہین ہے

پھیر نگے کہ مار

شہر سے نکال

مراد ہے کہ داہنا

نے اسمین اختلاف

یہ سب حاکم کے

فرمایا ہے کہ

سی کو مار ڈالیگا

اوے اور وہان

چھین لے تو

اور اُسکے بعد سے

کے ہاتھ پاؤن

لے قصاص کے

فا کرے تو شہر سے

لیہم السلام سے

گون مین بھی کچھ

ظاہر پر عمل

الے اور مقتول

بندیکو مارا ہو

بھی سے رہزنی کی

ے گا
ن کر دے
ت ہیں
نوق جیسے
نے کے
ر جو ر بھی
تو اُس سے
دفع کرنیوالا
ے وارے
کے قتل کیے
میں دیدینا
بھاگ جائے
جیسا کہ بیان
ار یہ کھینا
ی تو اُسکو
و دار پر تین
ے اور کفن
یں گے
گے اور
لیے ہون
بھیجیں گے
ر کے شہرون
تے رہیں

کالدینا اور اُسکے
لیے ہے کہ اس
شہر سے دوسرے
سے نکالنے سے
مقدار معتبر نہیں
لیجانا بھی معتبر
اختیاری ہے
نا جائز ہے
کاٹیں گے اور ملوء
اور اگر دونوں کو
ڈالیں گے
اہنا ہاتھ نہو تو
ابراہیم وبار علیہم
ہاتھ کاٹا جائیگا
یعنی اُسکے کا
جاے اور ان
ان کے لیے
اور اسیطرح سے
جھوٹے جعلی خط
دے گا اور
وہ شخص ہے
کو لیجاتا ہے
اٹھالیگیا ہو مال

پینے والے
ں باب
فر ہو جائے
م پر ہوئی تو
ن مین کا
ے نزدیک
یک اُسکی
اور اُسکی
ی تو اُسکے
سے کر
قتل ہو اور
کا تو وہ لغو
ہون تو
تو بہ کریگی
ی اُسے مارا
بہ کریگا اور
اُسکے نزدیک
م کر سکین گے
گزرنے کے
ا سیر ہوگی
سم ن
اس مرتد سے
ے اور کتب کے

ائب ہوگا وجو تحت
ں مروی ہے اسلیے
اک ارتداد کے
اسکا عقد نکاح
طرح ہے کہ تین
ور جو اُسکے ذمہ
لے اقارب کو
ور اُسکے مار سے
ور رشتہ دارونکا
واجب نہین ہے
ں کو نہین ملیگا
ا و مسلمانون کے
ا ہونے کے
کم رکھین گے
ے کے پہلے
لے بعد مار ڈالے
ہو تو اُسکا حکم
اُسکی مان کے
لمان مار ڈالے
نہین ہے
ز کیا ہے
ن منع کیا ہے
ر اُسکی اولاد

کرے گا
اگر دار الکفر
میں بالکل
مسئلہ
سے تو
سے علمائے
کو جبر سے
و دیتے
مجبور کرنا
ن سے کہے
تو
ن ہو
بعد نماز
اسلام میں
رت کے
ین کہے
کر شادی
نا مرتدی
کر نیکے
مسئلہ شیخ
کا ہوتا ہے
ی اور تمیز
کی عبارت
مسلمان کے

ہ دارالحرب مین
بعد ضایع کیا ہو
ام پچھلے گناہونکو
لی کا دونون
دوسرے دار ہین
یث نبوی کا مفاد
یون کے حقون
قط ہوجاتا چھٹا
گا اسلیے کہ ملی مرتد
ان مسئلہ
کہ ملی مرتد کا اسلام
ٹھوان مسئلہ
لایت مسلمان پر
سلیے کہ ملی مرتد کی
ارثون کا مال ہوچکا
رحمہ نے فرمایا ہی
ان مسئلہ
اہی دیتا ہون
کلمہ طیبہ کے ساتھ
کہ دونون شہادتون
انہ تعالے کا اور
کا منکر ہویا حضرت
نے کا اعتقاد

لالت
مین موجود
ما مسئلہ
تی رہیگی
ں پر باقی
میراث
گیا ہے
ی ہوگا
ا کہ وہ خالص
جب ان
ں پھر جائین
شہر مین
لی کو تصاص
دلی معاف
رد گواسے
بنی ہے
ؤادا مین
ی اور اگر
ی ہوجائیگی
ں کہ مرتد کا فر
مال پر
لیے کہ اسکا
ہی اسکا

ا کرکے دے اور
م سے تعلق رکھتا ہے
ے اسلیے مصنف نے
ر ایسا شخص جسے
ا ہر کہ اُسپر قصاص
نے کے بعد اُس پر
نے کا قصد نہیں
ے وو سہر اباب
ی عاقل جسکا ل
ی حکم متعلق ہو جا
ی قیمت کا تاوان
ر جلانے کے
ت جانیں جسقدر
ی روایت میں
ول مشہور ہے
م یا تو تعبدی ہے
ین پھیل بجائے
ہ ہو جائے اور
دھوں اور خچروں
ل کرنے والے
ر دوسرے شہر
لیے ہے کہ اُسکا
النا چاہیے اور

قیمت اُس سے
قیمت پر
ہے اور
وہ ہوں
کام ثابت
لازم
کوئی بار
نہیں
اور
کی مری
تا ہے
دخول
صلحت
ساقط ہو جائیگی
ہے جیسے
ہے اور
کی حد
شبہ ہو
قرار دیکھو
فاکیا ہو
ہو اُسے
ایک سے
لانا چاہیے

حاکم کی ساے پر ہے
دینگے اور تعزیر کی
امیر المومنین
بیت المال سے
ب جاتا تھا نہ یہ
یا اقرار سے ثابت
اقرار سے ثابت
رضائے زوجہ
دی کے ہاتھ سے
ا اور بے جا گے
ترجمہ میں ازواج
فروجہم حافظون
نے والے ہیں
شرمگاہوں کی
زنا حرام ہوگا
نے کی اور حضرت
السلام کی حدیثوں
اور ناموس پر سے
ور نہ لڑنے میں
نے کہا ہے کہ
العت واجب ہو
ی سے ہو آسرا
ہیں ہوگا روپیہ

بھی کا فی
ں کا اور
اسے
حکموں
معلوم
یکھیرے
ا سلیے
ہ جُدا
سے اور
ا گر وہ
رث اُسکی
ہو چکا تھا
علق ہو گا
ب ہو گا نظر
کے قتل پر
لازم ہو جائیگا
ور دوسرا
بعد جائز کر
سے داری کا ہے
ی قصاص
ینے کے
بعد تینوں
ئی خون سے

بب غیر مباح
ز ہے اور اگر
ر دوسرے ہاتھ
س پر منجر ہون جیر
ں بہا دینے کے
یا ارکے دونوں زخم
یر زخم درمیان کا
س فرق مین
لے کر قتل کی صورت
ور ایک شخص
در یہ تینون زخم
ں برابر ہین۔
کے یا اپنے غلام کے
ہے اور اگر دفع
ہوگا یعنے خدا کے
یعنے اُسکا قصاص
ر امسئلہ جو
ر وہ اصرار کرے
ں نظر کرنے والے پر
ریت نہیں ہے
ں کے تاوان کا
پر اکتفا کرے
ت ہوجاسکے

د بکنے
ع لموتے
ا ہے
پہونچتا ہی
لدیتا
نے گھر
ا اور
ا جانب
ضاص
ال کے
ل قول
مسئلہ
یا جا رہے
دار ہونگا
نے ہاتھ
لے کے
ے کے یے
ع کرنے
ادہ شاق
ہیں
اور اگر
ہاتھ
رے

کا مباشر ہو آے
کرے کہ اپنے
ہے وہ جراحت کا
جائیگا اور سقوط کے
کی دیت اُس پر
یں مین اُترنے
الے اسکی دیت کے

یہ السلام معصوم
م کے نائب ہی
عام مصلحت کے
ں سے متعلق
یت دینگے اور اگر
اب قواعد مین
کا یا درخت پر چڑھے
دیت لازم ہوگی
ت مرجائے تو
شروع تادیب
ور اُس مسئلہ مین

ناظر ہو مین پھر دیتے
ہ مارے اور وہ
مسئلہ جسکے بدن مین
ے وہ مرجائے
اٹنے والے پر

زت
مد أمار
سے
ن کہ
اور
ں ہے
ہر

اص کی
اور
اور
ن بلا
کہ قصد
ا ہے
شبہ
جاتی ہو
ر سے
ن ہے
ی قتل ہو
تا ہے
وار سے
ی زخم کا

ہ یہ ہے کہ جنایت
ں مین کئی صورتین
تو یہ بھی قصاص
لم ہے اور گو بھنے
ے یا ایسے حال
یے دست و پا ہو
رنہ ڈالتا ہو اور
راشبہ قصاص
ں کے قصد کا ہونا ہو
قدر مارے کہ
سردی کی شدت کا
رے اور اُسکے بعد
کا حکم بھی مثل اُسی
ن آدمی نہ مرتا ہو
پر کوئی کھانا پانی
ے اور وہ مقید مر جائے
ن ڈالدے اور
سے نکل آنے پر قدرت
ر پکڑنے سے باہر
طریق سے نکلنے
ی ہے اسلیے کہ اُسنے
ت بھی نہو اسلیے
کو ترک کر دے

ساہین
ں نہین
ں حاکم ہی
د نکرے
نہ تو
جنایت
س جانے
کہ جو
ی عورت
ی ہوتا ہو
ی ثابت
ین اُس
ہ مرجاے
علیہ الرحمہ نے
ت ہے
ب ہے
کے مذہب
فرمانے پر
م ہو جائیگا
ایا ہے کہ
نہیں مار سکے
ی ہے
ے کوئی زخم لگا

ے اور خواہش
جائے تو اُسکے
مقتول ہے
ینے والے کے
ے اور اُسے وہ
رمایا ہے کہ اُس
ٹھایا ہے اور
ان مباشر سے
مباشرت کا
دیت کا ثبوت
ہے کہ کسی راہ
اُس کنوئیں
ڈالنے کے لیے
ی کو زخمی کرے
ے اپنے کو آپ
ی ہے اور نہیں
لازم ہے
ی کے سلامت
مقابل کی
دینا لازم ہے
زخمی کرنیوالے
ے اگر دعا جلد
کو اچھے گوشت

فعل کرے
نا پہونچتا
ک ہو
ٹھہریگا
ل ہوگا
ں کے
ا ہے
ے ساقط
ں اُسکا
رنیا اللہ
ون آدمی
کرجاتے
رت
سے
مار ڈالتا
نہیں کیا
لد سے
ں کے ضرر
کہتے ہیں
علیہ الرحمہ نے
ے کو کسی
ا کتا بھی قتل
اُسکو رہائی

ہو تیسری صورت
ن کٹوانے والا
ے کاٹ کھائے
جاری ہے کہ
ے اور اُسکے بعد
ی قصاص ساقط نہیں
ر دینگے اور
آزاد دونوں
ہلاک ہوا ایک
یر ہو یا مقتول کا
ولی دیت پر
ے ہے اور
شریک کے زخم کا
تل کے وارثوں کو
ں مین شریک
ں مین قتل کرینگے
قتل کر ڈالیں گے
درندوں کے
ن ہے اور
لف ہوا کرتے
ی کا سبب ہوتا ہے
ی دوسرے
حص کنعان

...ے بس
...ا قاتل نہیں
...وڑان
...ص ہے
...ر کوئی قصاص
...ن ہے
...کے اور اگر
...ی نہ ہوگا
...ے سفر
...ی قتل کر
...نے وہ
...قدہ نہیں
...مار ڈالنے
...ت میں
...ب مجبور
...قصاص
...ہے خواہ
...ص ہوگا
...قاصلے
...ی سے
...ی برس کا
...ورنہ
...کے کتاب
...قصاص

نے والے پر
چکا ہے فرض عین
کرنا جائز نہیں
ے اور اگر اس
جازت دینے
کا یادیت کا
سلو اجازت
بعض فقہا کہتے
ت سے حق بھی
ے کہے کہ زنا کر
مشہور قول
ل فرع اگر کوئی
کم کیا ہے وہ قاتل
ل ہوا ہے اور
نے والا ضعیف
مستحق نہیں
ل ہے بہ تر کس
کو اگر قتل نہ کریگا
ے کو آسان طرح
بد قتل پر جبر کرنا
جبر کرنا صحیح ہے
ں دونوں میں
زد و ہر اسلیے

بر کرنا پایا
ن ہے
ر مجبور
ی کرنے پر
وگا اسلیے کہ
ی صورت
ا بی چار
اور اسکے
اس بنیں ہے
صاص
ی صورت
ے جھوٹی
ا کر دیے
ی پر ایک
باقی رہے
مر دیے
ا اور دوسرے
م شخص
یا سر پر
ا ہوتا ہے
ر کھنے
ہے کہ اگر
زخم اچھا

ہے یعنے زخم کا
زنیکے بعد مار
کے ولی کو
س بالنفس یعنے
ونوں ہاتھ اور
ین مار ڈالنا
یک ایک زخم
ا ہوگیا تھا
ا اُسے زخم کی
رے سے قتل
ر دوسرا زخمی
ے پھر مدعی
ے بعد مقتول کے
ورت یہ ہے
و کٹنی پڑے
یلے کہ پہلے کی
ے بدن میں
رح پر نہیں ہے
ر مار ڈالے یعنے
ا اور اگر مقتول کا
ا کاٹے جا ہاتھ
ور پہلی جنایت
ہونچا تھا پھر

نہایہ

ت کے
ا ئے رئیسہ
ر مع تو
لے کہ پہلا
قطع ہو جائیگا
حکم میں
اسے طرف
م ہونگی
ص کا غائب
فتوے ہیں
گر اگر ان
ں لیں گے
مچھ لازم ہوگا
سلام سے
ماب خلاف
س کا عمل
ر روایت
ے دوسرے
ے ہاتھ کو
ں فرمایا ہے
ونوں جانتیں
ں ہو جائیگی
قع ہوا ہو

جبر ہو تو قصاص ہے
تھا اگر ایک شخص
قتل نہ کیے جائینگے
کرے یا قتل ناحق
جوان مقتولوں کا
ادا کردیگا اور
وہی کا قتل کا
وہ کام موجب
ایک زخم لگا کے
تو یہ دونوں شریک
سے ہر ایک
شخص کو مار ڈالے
داشت نہیں
سے تو حدیثوں
ہے کہ مقتول
اور مقتول کا
قتل میں شریک
اختیار کریگا تو
اختیار کرے تو
ن سے لیکر
کی لازم ہوگی
اور وہ تہا یہاں
سوں کو ایک

نفس زندہ
تہائی دیت
کیا اس پر
کے مارڈالنے
شخص شریک
کسی شخص کے
ایک سکے
دیکھتا ہے
تے میں
امر یہ گواہی
چکے تو وہ بھی
ں کر وہ اسکے
ہاتھ اسکا
سا ہاتھ
پھر گیا کے
ن پھر دیکھ
ین ہوگی
ے واقع
ر نہیں تو
دن عورتوں کو
ی ہیں اور
ا بعد قتل کے
ے لیکن

ے مین برابر ہونے
و تو لونڈی کی قیمت
برابر رہے گی
کرین اور مقتول کا
ہوگا اور مقتول کے
ے اور کتاب
ہے اور یہ قول
کے برابر ہین ہے
آدھی دیت کا
ت مرد سے بھی
اور بعضے فقہا
مین کہ کچھ پھیر دینا
بندہ اور آزاد
یہ مین فرمایا ہے
مالک کو بیلے بندے
کی آدھی دیت کا
دیدے یا
دعوی نہ پہونچیگا
آدھی دیت پہلے
کی آدھی دیت
ر ڈالے اور
اس بندے کے
ور مقتول کے ولی

ے کی
رمیان
سب ہو
معقول
ی کہ آدمی
اور زید
کہ زید
تو زیادتی
زید کو
دیت
ے او
لک کو
ے کی
پورا اور
زید سے
ت اپنے
قی اس
کے ولی کو

لین میں
برابر ہوں
بھی قتل کیا
ولی کو
مساوات

اور آدھی دیت
کی جان سے
ر سے بڑی دیت
ی دیت کے
جان کی دیت
ت کے بڑھوتی
اور نہ غلام غلام
ور غلام کے بدلے
ہا ہے اور بعض فقہا
آئے فساد کے
غلام کی جرأت
نفس کا کفارہ
غلام کی قیمت
ہوا ہے کہ اگر
ام وہ شخص کسی غیر کے
ش دے گا اور
ہے کے برابر ہو تو
اصطلاح پا کر
گی بلکہ آزاد
کی دیت سے
دیت سے زیادہ
وہ خود قصاص
ارث کو اختیار ہے

غلامی سے
لگا سے
مالک
اور
تفاوت
اسکے
کیجے گا
گا تو بھائی
قیمت
کر ہو
مالک کے
تو وہ قاتل
میں اسکا
ضامن اور
اپنے غلام کو
مالک مقتول
مالک کو
مالک کسی چیز کا

کا غلام دوسرے
مقتول غلام کا
سے قاتل
اگر نا قاتل
اگر قاتل

ں تو مقتول کے
زیادہ ہونا اصل ہے
م رکھتا ہے پھر
ر جا ہے تو اُسے
لر اُسے چھڑا لے
الک جسنے اُسکے
بین کہ آزاد ہوگا
ے کی ملک سے
زاد ہوجائیگا اور
سپنے کار و کسب
ہے اُشہر یہی ہے
ھرے گا اور
یت نہین کرتا
ی جو کم ہوا اُسی کو
ال کتابت مین
کہ جب تک
ر مذکور حکمون
ی چکا ہو تو جقدر
ھا سلیے کہ امین
ں کیطور سے
ھرے گا اور
ریگا تو کتابت
حصے کو اپنی

غلامی

...یجہ ڈالیں گے
...ب امام
...کو اختیار
...ے اور
...ار ہوتا ہے
...لرحمہ نے
...ل کو ترک
...ز ہے اور
...تو مالک کو
...گر کوئی آزاد
...کے کچھ اور
...ہے اور دیتا
...ں کے
...ے تو پہلے
...مین اُسکا بیان
...ے ہاتھ کو بھی
...ہ مین دیت
...الیں گے اور
...ڈ والا جائیگا
...للہ عنہ نے
...تھ کاٹنے
...ا تھون مین
...ں مین مماثلت

وجہ جاتا ہے اور
ی ہے اُسے
ن اور ہاتھ رکھنے
یعنی موجود نہیں ہے
وسرے مقتول
سلیے کہ اُنھوں نے
تول کے ولی
دونون قصاص
ی اشبہ ہے
غلام ہو جائے گا
شخص کو قتل
ے غلام بنالے
آزاد کی دیت
ہے ناک ہے
ے سے اُس بند
ن ہین تو دونون
ی دس ہین جیسے
ہ کلام کا یہ ہے
جس جنایت کی
ہو گا اُس جنایت
ب شخص کرینگے
ی غلام پر آنچ
ہے کہ چاہے اُسے

جنایت
دونون
کو اور ایک
کہ اُس
کرنیوالے
جائز نہین
یت کرنیوالے
رکھے گا
کے ہاتھ کر
ین کہ اُس
پوری قیمت
ایک ہی
ولی یہی ہے
ایت کرنیوالان
کی قیمت
ت مین لازم
معوض عنہ
مالک کو جنایت
دیدے خواہ
ان دونون
دیا گر قیمت
ایک غلام
قصاص کو

صاص مین قتل کریگا
ہ دوسرے کا دعوے
ہین کہ قصاص کے
ں قاتل غلام کو نہ
کیونکہ اُسنے پہلے
صادر ہوا ہے
ور پہلے غلام کا مالک
وسرے غلام کے
اگر وہ اُسے قتل
وہ ضامن ہو چکا
سے پر راضی ہو جائے
ق ہوگا جسطرحسے کہ
قصاص کرے گا
انپا غلام بنا لیگا
ہو جاوین گے
ون مین سے دیت
ا اپنے مقتول
ا حق اُس پر سے
تا ہے پانچوان
ا دسوان حصہ
مالک اُن دسون
سے غلام کے دیدے
عے کے برابر ہو

کا اور اگر
ے کے
کا حصے
ہو اسکر دے
کم ہو گی
سوں میں
ل کا مالک
ہ غلام کا مالک
ز ہے
ے غلام ہو گیے
ے حصوں سے
مالک پوری
اکتفا کرے
ی آزاد کو
ہے اور قصاص
ل قاتل غلام کے
ہو گا اور
سے قتل
مقتول کی
ہرے اور
اور بعضے
ل کی دیت
ہ فریقین

کسی غلام پر کسی
قتل نفس غلام پر
م کی دیت ہے
نے کے بعد
ہیں اور جنایت
کم ہو گی تو وہی
مالک نہیں ہے
کے سبب سے کم
ہے اسلیے کہ عضو
ایک شخص نے
ڈالنے والے
درہم اُسکے مالک کو
کاٹ ڈالے اور
کے قتل پر منجر
ار درہم ہیں اور
ایت کرنیوالے پر
پہلے اُسپر پر آدھی
گا اور دیت ہیں کی
کہ بندہ ہونیکے
کم ہو گی وہی مالک
ہاتھ کو کاٹ ڈالے
منجر ہو تو اُس آزاد ہے
ذمے مسلمان آزاد

پر منحصر
سے وہ
سے بچ سکیگا
کے آزاد
سامنے
ساوات
ہوگا اور
ے اور
ین مگر صاحب
ریت میں
کے ساتھ
ہوجا تا ہے
باپ پر
کے حال
اث والے
ت کو دیدے
اگر مجنی علیہ
بھی دیت
کریں اور
ات نہیں ہے
یا نون کے
بعض فقہا
ر ایک

ر یہ قصاص کا نمونہ جیسا
ں قاتل کے نا رشتوں کو
ن کے ہٹنے کے
چھ اُس سے بڑھیگا
ں قطع مین کی دیت
ں تساوی ہو بس کافر
قتل مین تعزیر
کے قتل کر ڈالنے
ے کے قتل پر جرأت
ر نکلے پھر اُسکے بعد
رت کے بھی بدلے
ے بدلے اور ذمی
ی کافر کسی مسلمان
ں اختیار ہے کہ چاہے
مین تردد ہے اشبہ
غلام بنانے سے
جسطرح سے کہ اگر
رے کافر کو قتل
مقتول صاحب دیت
ے کے بدلے مین
کئی مسئلے
ر مسلمان ہو جائے
و اسکے قتل دونوں کا

کے بعد وہ
زادسے
ـہ مین
کو کاٹ
ی لڑکے
ورنفس
ـیسان
اسلے
ہوجائے
ر مرتد
ی سوگی
ی ہونے
نے کے
ے بعد وہ
یت لازم
ا پھر قصاص
اور اُسکے
کا پر سلمان
ی ڈالے
ی مین
ے قصاص
ر سلمان سے
سلام

ارے مذہب کے
یلے کہ اُسکے ہاتھ کا
ی جان مضمون
اص مین طرف کے
ے جان سے
سرایت کرنیکے پہلے
ی زخم کی سرایت
ی موجب ہو جائے
ت قرار پکڑنے
بعضے فقہا کہتے ہین
اور یان کچھ
و اگر جنایت خطا
ہے اُسپر پہونچی ہے
ی کر ڈالے تو مرتد
ی یہی ہے کہ قتل
یہودی کے قتل
ی اگر مرتد اسلام کی
سئلہ اگر کوئی
اس زخم کا قصاص
ا ہے چھٹا
تد کا خون ذمی کی
ے سبب سے امام
ات ہونے کے

اور اگر
ڈالے تو
علیہ السلام
کہ جناب
اور وہ عوی
عوے
قتل
ڈالے
باپ کا
طرح یہ
گا اور
بھائیوں
عوے
بیٹے قتل
حدین
احتمال ہوگا
کے ہوتے
بیٹے ہونگا
نون ملکر
ہے لیکن
سے
ہو اور
پہلے اور

ہی طور مین بہتر
سیکو قتل کرینگے
ن سے اپنے
جنے رجوع کی ہو
ں ثابت ہے
تھا اسلیے یہان
ن اس فرق مین
و قصاص کرین گے
اور جا تلون کا
یکا احتمال رہا
تیا کر اس قاتل کے
صاص نہین کرسکتا
مین قصاص کا
ہے کی کرہ بیٹے
عموم پر باقی ہے
دسے اور چار
سے پیدا ہوا ہے
ہے فتح نال رحمہ اللہ
شوہر سے کوئی لڑکا
ں سے قصاص کرے
سے ایک بیٹا
ہر ایک دوسرے
فرزندون کے نام کا

یدستی
ا ہے
نے کو

ے نابالغ
یا رکھا کے
ا ہے
د ہوا ہے
مریں ہے
دیا اور

ر سے
ے کو ہو نے
لہ پر یت
ں کے
ے کو یا قتل یا
ی قاتل کا
ی ہونے کا
ب میں ہے
ب پر وہ بھی
قتل کیا جائیگا
ں خطا سے
مل دفع
وایت میں
سبب اور

ار کا حکم رکھتا ہی
نے ڈالی دوا ہے
اور اسمین تردد ہے
ضعیف ہے اوس
ین فرق بہت
سم کہتا ہے
ہے اور بنگ مین
اور منصوص العلۃ
کہ ایک قسم کی شراب
رہ ایک پیالہ سے
ہوا اور جس سے
ہے یعنے اُس نے
اُسپر دیت لازم
کسی کو مار ڈالیگا
یہ الصلوۃ والسلام سے
عاقلہ پہ دیت
ندھے کی وادہ دینا
شرط یہ ہے کہ
مار ڈالے گا تو
اُسکے وہ شخص ہے
دعوے مین ہے
دعی مین بالغ ہونا
ت ہے گو نابالغ ۱۵

ے اسلیے
ایت کے
ے قتل کا
وقت مین
ے کہ جس کا
دیکو قبول
دن کیے کر
شک زور
ے اور قتل
واقع ہوا،
ے سن لیا جائیگا
نگے اور
وگا لیکن اگر شبہ
نیا لازم آئیگا
ے تو پتہ ہو گیے
ا تو حق کا
ا پر قسم لازم
ب شخص پر
ابت ہو جائیگا
ہوگا کی مسلے
ت کی شرکت
و قصاص کا
ف مین کتنا ہے

ے اسلیے
بایت کے
ے قتل کا
وقت میں
ے کہ جس کا
و یکو قبول
دن کہے کہ
شک زور
ے اور قتل
واقع ہو
ے سُن لیا جائگا
رنگے اور
و گا لیکن شبہ
نیا لازم آئیگا
ہے تو یہ عوے
کا تو حق کا
کا پر قسم لازم
یک شخص پر
ثابت ہو جائیگا
ی ہو گا کہی مسلے
عت کی سر کت
ز قصاص کا
ب میں کتنا ہے

اگر قتل کا دعوے
لیا جائے گا
اور تعلیم نہیں ہے
اور اگر بیان
لیے دعوے
مسئلہ
اسکے بعد دوسرے
ٹھہرایا ہو یا
آپ کی ہے
دعوے کو
صادر ہونیکا
مدعا علیہ
کا چوتھا
قتل کا دعوے
کہ قتل خطا
سے لوگوں
مدعا علیہ کے
مرتبے کا
یعنے اقرار
لیکن یہ شخص
شروع ہو تو قتل
اقرار مقبول
ہوں گے اور

کا اقرار کرے
سے عمل
ار کرے اور
جائے تو ان
دا کیجائیگی
کیا ہے کہ
ا اور خون میں
ے حضرت کی
ہ فرمایا کر اسے
ا ور ان لوگوں
میرے چلو پھر
ہ اور میں ہی
قرب و جوار
ی لیے آیا تھا
مین نے مارکے
ت علیہ السلام نے
ر مایا کہ گو اس پر
فا دکا نا احیا
ر دونوں کو چھوڑ کر
ہے اور بعضے فقہا
ن سے جا ہے
ین ہوتا ہے
ی ہوتا ہے اور

ابت نہین ہوتاکہ
لہ ہے اور
قبول کیجائیگی
ا پھر وہ مرگیا
یت کے بعد
بیمار رہکر مرا ہے
ثابت نگے اور
ے تو مقبول ہوگی
کہ موضحہ زخم سے
یسے حال مین
نا ہوا تھا تو یہ
پھر گر کہے کہ
گواہی کو
ول کرینگے
دوت جو اُسکے بوُر
پائے گئے
عمل ہین آئے
ں وردیت
ن سے جو
ے کے خبر قتل
نے اُنسے
ینگے اور گواہ
پر سر کا

امی عشرین

ڑا یا
یک گرام
ہے یا
کان میں
کا حکم
ے اسلیے
ے لیکن
کا اور روث
یان کئی
ی وے
ی اور ان
تو اُسکے
کے کہ عدا
ل کیا ہے
ل قول
گواہی دے
ہ کا دعوے
کرانے دعوے
زنا اللہ
دو گواہ
ے گواہی
نہ ہو
کے ساقط

طے دونون گواہون
ں دونون گواہیان
صدیق کرے تو دونون
ں اسکی تکذیب کرتی
ں اور دونون گواہیان
ں کرتی ہے تیسرا
ث کے زخم لگایا ہو
ر انکی تہمت کا سبب
م ہونگے کہ اگر زخم
ں دی ہو پس انکی
ر اگر زخم اچھا ہوجاۓ
ں یہ قت جاتی رہی
ں دین کہ وہ بیمار
ں کہ دیت کا پہلے پل
سوا ہین مورث
ںی ہے اور ہو سکتا ہے
ر اور آپ ہی صرف
ں دی ہے نہ
قتل بالفعل یعنے
ت تک پھر اگر وہ
تہ وارہا لدار بھی
ین قبول ہوجائیگی
ورعاقلہ ہون تو

ان کو دور
ے اور دو
ی قصاص
ر قتل خطا
ں کے خون
ضایع ہو جائے
ے دو گواہ ہون
لیکن پہلا
ر عمداً مار ڈالا
قتل کر یگی
ے جبیر
والے کو
ی اقرار سے
قول لہ نہ
یری نہین ہے
ثار ثون کو
قتل کرنے کا
ے وارثون
ثون مین ہے
ہے کہ اُنے
ر مانے ہین
ر سے پائی
کا قول کہ

ن سے سہے
مدکا دعوے کرے
ن ہر ایسلیے کہ ایسی
ورد و عورتون
ن کے ثابت
قصد ون کی
کے ساتھ
او راگر قسم سے
ر بعضے علا کہتے
ف دینگے اور بعضے
ورثہ اُسکی
موجب ہو جیسے
اسکے سرہانے
ن یا کسی محلے مین
آ تا ہما تا نہو یا کہین
مین پایا جاے
یا کسی الگ محلے
ن اور اُن لوگون
یا کسی راہ گیر نے
ن سے جو سوا قریب
ن مین برابر ٹھہرینگے
ن کے بیت المال
عورتون مین بھی

ا اور نہ
جماعت
ں تو بھی
نہ پہونچے
یا زخون
ا ہو تو
ں میں
روری
ا اور
عمل پر
لے کر
مالک
ول کہ
رث
مقتولان
نین
ہے کہ
کی ساتھ
موجود
سلا
کے
نے پر
متوتر

ے نے میرے مورث کو
ں کے واقع ہونیکے وقت
ر یورث ثابت نہوگا
دعا علیہ کا اُس گھر میں
ں ہے اور یہ قتل عمد
چاس شخص ہون تو
ث ہون یا وارث
ون اور اگر پچاس سے
ے قصاص ثابت ہوجائیگا
ارے عالمون مین
ر یہ قصاص کے حکم
س قسمین اور جو مدعی
س قسمون کی خطا کے
کے ساتھ متعدد ہون
ن لازم ہونگی یا پچاس
ب پر پچاس پچاس
ر وہین کیونکہ ہر ایک
صون کو حاضر کرے
لازم ہوگی اور اگر
مین ہوجائین اور
منکر کو پچاس قسمون کی
ن سے ایک ٹھہریگا
بول نکرے اور اسکے

قتل عمد
پر مدعا علیہ
محض
مدعی
ے اُسکے
ا شئے
ں کہ اگر
میں
ا ہے
ن سے
موں کا
اگر عضو
ر اُس سے
تناب
ہوا ہے
ہے
ن سے
ہو اسلیے
ں یعنے
ورت
لی کر
سے
تی ہے

سامت اپنے موقع کے
حکم رکھتی ہے کہ
ی رکھتا ہے اسلیے
رث سے متعلق ہوگی
مرتد ہوگا تو اُسے
ن ہے کہ صحیح ہو جائے
طرح پر ہو کہ دوسرے
رقتل کی قسم بھی قتل
جاتا ہو تو صحیح اعراد
اس عبارت پر
اچاہیے کہ قسم میں
ہوں اور بعضے فقہا
ل رہے اور صحیح
ساتھ نیت شرع
جب نہیں اور حاکم کو
ہ حکموں میں ہے
تو پچاس قسمیں
ایک قسم کھالے گا
ر قسامت کے بعد
ے گا اسلیے کہ صاحب
ین کیا ہے اور اگر
و حاضری پچاس
سا واجب نہیں ہے

میں لیگا
وت کے
انا قدح
ے گا تو کا
علیہ نے
گا اور
سئلہ اگر
واہ اس
ں سے
مسئلہ
ں یون
سامت
ولی ہے
ب ہے
دیدے
ندے
کرنے کا
کہ میں نے
کو اختیار
ب مبسوط
دی ہے
ں گواہون
د کرنہیں

جعفر صادق

خون کے متہم کو

اور نہیں تو قید

قید ہو تو صحیح ہے

دیت کا موجب

ص ساقط ہو گا

ہے اور دیت

من ولی کو قصاص

ص کو معاف

مطالبہ نہ کر سکے گا

اور اگر ولی جنایت

ت ثابت ہو گی

دیت کو مانگے

کرے تو اُس

ے زیادہ مانگے

کے جانے کا

شخص کسی کے

زخم سے مساوی کے

مگر اُس زخم کے

ہو اشوہر اور

کے اجماع سے

قصاص نہ کہ

تے ہیں نہ دانا

باپ کی
ے اور شیخ
ں میں سے
رث ہے
ہے وہی
ان ہو چکا ہے
ی ہی شخص ہو
دفالنا
امام علیہ السلام
قصاص کریگا
لئے کہ ممکن ہے
ے قصاص کا
ے کسی ایک کو
کا لینا ہو سکتا ہے
ے وقت
ہے کہ
منازعت
ی ہو گا تو دوبارہ
وصاطرف کے
رھر کے بجائے
رنے والے کو
ے اور اگر
اور قصاص

کا کاٹنا اور لڑکی کا
کرنے والے کی
ول کا سر توڑ
سے دینا چاہیے
میں صرف کرنا
قصاص کے
قصاص سراپتا
ت سے بڑھ کر
یہ زیادتی عمداً
ادتی ہو گئی ہے
جس سے قصاص
قسم کے ساتھ
جیسے آزاد کے
نایت کرنے والے
قصاص نہیں
کہ جب مقتول
مے موجود ہوں
کی دیت کے
ور بعضے بڑے
لیں گے
ور اس کا باپ
کا لینا نہیں
دلی شرع کی

ن کے
جتبک
ملے سے
ادا ہو گا
اگر انہیں
ر ہے
گر فقہا
نے دیت
صاص قاتل
قصاص
ار کرے
کے حق
قرار سے
والے کو
معین
کو اُسے
کے طالبے
شریک
قصاص
کو دیدے گا
ہو گا اور
کیا ہو تو
والیکو دیدیگا

اتلہ سے دیت
شریک کوئی وزندہ
آدھی دیت
ہت سے جسکے
مال میں تصرف
ہ اور قاتل اس
سے تقسیم کردیگا
اسکے ذمے
دکے مین کرتے
ص لینا بہتجھتا
تو فقد جعلنا
ہ اور قتل عمد
نے کے لیے
قاتل دیت
دیت پھر تکے
ل مروی ہے
چند شخصون کو
جائیگا اور ایک
تو اورون کا
ہے اسلیے کہ
لکون کی بھی اجازت
ن کے حق کو
ن کے استحقاق کے

ہے کہ
ب کو ایک
ے قصاص
نے حق کو
ق لیلے گا
ن ضایع
محل جاتا رہیگا
یں ہے
زل قصاص کے
وکل نے
اسے تو اگر
ل کر دینے
یل معاف
زم نہو گا لیکن
کریگا اسلیے کہ
کاتب حاملہ
یا حرام کا ہو
ین تو ثابت
ہین گے
ے فرما چکا ہے
ے کھلنے تک
ڑ کا مستقل
دودھ پینے

لڑکے کو کوئی
تو مقتول کا ولی
ہوجائے اور اگر کسی
ہے اور اگر
مسئلہ اگر کوئی شخص
کاٹیں گے پھر
ے اور اسکے بعد
قتل کرینگے نا کہ دونوں
رحال اسطرحکا ہوا
ولی کو جنایت
کے کاٹنے کے
اسکے متروکہ
لیے کہ قتل عمد میں
دونوں ہاتھ
بعد مجنی علیہ کے
قصاص کا مطالبہ
تھا اور آیہ کریمہ
اور اگر کوئی
مسلمان کا زخم
کا قصاص کرنا
لین گے اور
کسی مرد کے
ے اور اسے

یت کا
یانی دیت
دونوں
رکے زخم
قصاص
صاص
ہے اور
لیے کوئی
ہے گا اور
یا ہے
میں آیا ہے
لی جائیگی
گا وہ
راسکے
سرایت
ہاتھ کو
ڈالے
برابر ہوگئے
جنی علیہ کا
قصاص
عوض ہے
بھر وہی
قصاص لینا

ہاتھ کٹے شخص کو
مگر شرط یہ ہے
ویا اُسکے ہاتھ کو
را اُسنے اُسکی دیت
رڈالاجائے گا
دق علیہ الصلوٰۃ
ر اُسکی اُنگلیان
ھ کو قصاص مین
ے تلوار مارے
معالجہ کرے اور
پہنچتا ہے جبتک
لی روایت کاہے
ایت کیا ہے
یث ہے کہ سارے
ے کو اسطور پر مارے
ن جبتک اُس
اگر غیر مشروع
ناجائز ہے پہلے

ون پر تلوار مار
ر دو زندہ رہے
ہے دوسری
ب وہ جنایت
یت موجب نہو

۱۶۴

ہوا اور
قصاص
دونوں سلام
کے کاٹنے
اس عورت
دولی ہوتی
قصاص
قصاص
لیے بندیکو
مذکور
دون بس
ڈالینگے
ہوجائیگا
مین کاٹنا
دونوں ہاتھ
روایت
سے بیٹے
گے اور اگر
سے دیت
ہے اسکے
بھی سادات
ہے مین
کا حکم

ہے کہ ہو اور فقہا
ہے کام دماغ
رصاد بے نقطہ سے
پہونچے اور باضعہ
پنچے اور سمحاق مین
ہے کہ سمحاقہ پر
کے پردے مین
ی کو کھول
رخم مین جسپر
ہو قصاص ثابت
التا ہے اور
ی کو اسکی جگہ
ے پر قصاص
مرجانے کا خوف
ص جائز ہے
ے ہو جانے
ی کے قصاص
قصاص جائز ہی
ا سے کاٹ
ی اعضا کی دیت
ک جان کی
ن اور نفس کے
المون کے

طرح یہ
ں سے
طہ تک
زیادہ
عاص
لے تو
ے کچھ
ہے
ی موج
شت
ں بر
عضو کے
ود تو جس
وکلی جیسی
جس پر
و کو پھر لے
ن کی کا
ت سے
ئے اور
لکھا ہے
یا ہے
اص تا
یت کر
نہ لئے

ر اسکے دینے کے
علیہ چاہے تو اُسکے
لے لے اور آیا اُسے
فقہا کہتے ہین کہ نہین
نکھ ہے اور بعضے فقہا
حدیثین دلالت
سکی آنکھ پر قصاص
ریہ ہے پہلا قول
ن مین سند کی کمائی
ے قصاص کرنا چاہیے
ے برابر آئینہ گرم کرکے
ے اور بعضے فقہا
بالون مین قصاص
ت لے لین گے
ین مجرے کا اور
ہوئے اور بے ختنہ
ن برابر نہین ہے
ین قصاص لازم
اس امر کا خطرہ ہو
مین اُسکی دیت
تا ہے جسطرح پر
جلے دونون کنارون
ن شبا ہیہ کی ہوتے

جاہیے
ے اور
اور
اُسیر
خفتے
اگر اُسکی
اگر یہ
ائنے میں
چھوٹکو
کو کرلی
ٹنے
ے وقت
اص
رے
اگر ایکے
ب عضو
ون
ے لیے
ے گا
ہوگا
ونکے
یا لازم ہے
شرطیہ

نے کی قوت رکھنے والی
رت شامہ یعنے
ن کے کاٹنے کے
کے باہر ہے اور
ئی ناک مین سے
بقدر ناک کاٹ
ا ہوسکتا ہے کہ
ور آدھی ناک کے
ی ہین اور ایک
ڈالین گے یعنے
سوراخ کان کا
رتے ہین خاص
بعضے فقہا کہتے ہین
گے اور اگر کہین
رد انتون مین
ت برنون تفاوت
اص ہے اور
اگر کوئی لڑکے کے
رنے والے سے
ے تو جنایت کر بیٹھے
ال مین ایک
ہ لڑکا مرجائے گا
قصاص کرین اور

آئے
ں گھائے
خون
ماص
تونکے
طری
دانوں
اید کے
علیہ کا
ماص
ہیں
لے
گے
پوری
میں
لحاور
تھی
اب
رنوالا
علیہ کو
کے لیے
اص
میں

کے عنوان سے
ث ڈالے اور
ے ہاتھ کو جوڑ سے
فاوت لین گے
ص لیا جائے گا
ا جیسا کہ پہلے مسئلہ
تھ نیچے کے جوڑ
ط نہین ہے پھر
کے کاٹنے کا محل
ے زیادہ ہو
اسکی چھوٹی انگلی
لی انگلیون سے
اص ثابت ہوگا
بلکہ قاطع لینے
ندھلی انگلی سے
لی جو شلی ہے اُسے
یلی کا بھی تفاوت
وز نہین ہے
تھ کا کاٹنا
حصہ ہے اور
یان ہون تو کالی
ن کو کاٹنا چاہیے
ی جانی کی ہو کہ

ے بدلے
ر نہ ہوں
ے بدلے
کوئی اُس
ہ کہ مساوات
مر کے
سر کی ہو
ساوات
ساری
ی زائد
اگر کوئی
ے کر کے
ت کر نیوالے
اص میں
ی سکتے
ں میں اوپر
کو کاٹ
ر کی دیتے
ل پور کے
ر کی پور
ہے وصول
ں جانی سے
تصہ کو

Presented by www

ں ہاتھ کو بے بائین
ہب کا مقتضے یہ
اسلیے کہ شبہے کا امکان
صورت مین دا ہنے
ں نکرے گا اور
بائیاں ہاتھ اچھا
ن پھر اگر جنایت
اور بائین ہاتھ کا
سکے کٹوانے کا
مجنی علیہ اس
کتاب مبسوط مین
جانی کو دینا چاہیے
شبہے سے قطع عمل
ہے اسلیے کہ مجنی علیہ
کا حکم رکھتا ہے
کی دیت لازم
قطع کا ضامن
جانی اور مجنی علیہ
ہاتھ کے بدلے کاٹا
کار کرے تو مقتول
ے اور اگر یہ دونون
لے پر دیت
وجود ہے اور

قصاص
ے اور
ت نہیں ہے
ید ہے
کر قصاص کا
ن آیا اسلیے
قصاص
مسئلہ اگر
مقطوع کا
مقطوع
ن پاؤں
کی دیت
ایسا تھوڑا سا
ایک ہی
کا بھرنا
تیوں کا
کا قول
وہ مقطوع
ی دیت کا
ے تو
نے کا
اسلیے
ی دیت سے

ایت کرانے والا
ے اور قتل کے
ر جو کپڑے مین
ھا اِس نے
ں پس جانی کے
ر اسمین دو بار
یہ الرحمہ کہتے
سا اگ نے
ے ہے کہ اگر اُسکے
زندون کی
ے کہ احکام مین
ں انگلی کو اور
ے اور اُسکے
س انگلی کی وجہ
ے ڈالے اور
صاص کرینگے
ں شخص کسی کی
خم اچھا ہو جائیگا
کر مجنی علیہ نے
ور اگر مجنی علیہ
سلیے کہ جنایت
ہو جائے گا
ں کیا اور اُسکے

ہو جائیگا
تی اور یہ
وع میں آئی
نی سے
سرایت کر
کر پہنچتا
میں صحیح ہے
ہیں کہ دوسرے
ے قتل وقوع
ہے نہ تھی
ہوئے امر کا
ے اور بنائی
پر جنایت کرے
نے کے بعد
ے سے کہ
ہے جو بری
ے تو صحیح ہے
میں مشکل ہے
جز یہیں ہے
ن سے کسی کی
وہ بری الذمہ
اور اگر قاتل عالم
قتل بشبہ عمد کا ہو

تاب دبات

ا تو بھی صحیح ہے

کے قتلو نین
ہ کہ مجنی علیہ
ہے اور انکے
ر کہ صاحب
کا تتمہ قرار
یا ہے اِس
ہے اور بڑا
ہے کہ کتاب دیاتِ
ہ تتمہ سے نام ح
ت کی بیروی
ی ممکن ہے
ہے واضح ہو
م بیان
مارے اور
ی آدمی کے
ا قصد کر
بہ عمد وہ
ین خطا
ہوتی ہے

ٹ ہوتا
ں کے
یمین میں
ت قسم کا
ص ہونے
ہ پر راضی
ں سے
نے ملک
ور اعلے
ا وشوں
ہ مقبل
اصلی دیت
ہ جیسے
یس شفیہ
حکم تبیین
کے معنون
و متر جم کہتا
و اور حقہ مع
اور آسکے
ورت میں
ردو برس
ہے اور
لوگوں کی طرف

لازم ہے اور
پیٹ کا بچہ گر پڑے
وتی کا گابھ گر پڑے
مخاض ہین اور
ہوتے ہین اور ایک
جذعہ ہین اور
س ہو کہ عورت
نیت مخاض وہ
پانچوان برس
دیت مین
سے تین امرون
کچھ نہ لین گے
ن کسی مہینے مین
جنایت کے
لائے گا تو پھر
اس بات مین
کا الحاق کیا ہے
حل مین ہو
تیر لگے اور
یت کی تہائی
حرم مین ہے
اگر قصاص
کے بعد قصاص

اص کرنا
رہے
لی علیہ الرحمہ نے
ہے کہ
دیت بھی
س قول
ی ہو اور
ی میں وارد
ن میں
ان کے ہاتھوں کو
ی سے اُنگلی
ی کا فرد نکلے
ی حرب ہوں
یت ہے
نگے اور زیادہ
لا گر جاتی
ے زیادہ بھی
شبہ عمد کی
ے والے کے
ا ہے پھر
زبان ہے
یت اُس
پہنچے گا

مین یعنے جسکا
تو غلام مین پاس
ٹنے مین اُسکی
بت کرنے والے
ین اور اگر کوئی
ی ہو تو اُس بندے
وصی اپنے پاس
علام کی قیمت کا
قر نہین ہے
ل سنی ہے اصل
تو اندازہ کرینگے
ت کرنے والے
ذمہ دار نہین
کردے یا جاتے
ہے اِس بات
ن دونون مقتول
ار کی تکلیف
ندے کی قیمت
نایت کی دیت
ر وہ اُس بندے
ی آزاد ہوا ہو
ستیلا و کے
عوض مین ایسی

ہوتی ہے
باشرت
شرت
ے اور
ب موت
ب
ب سے
پاکسی
جو الجھ
ہے
سکے
لرنا بھی
شر ہوتا ہے
نہیں
ے
ہو جائیگا
اُسے
ا ایسے
دل
ج کرے تو
ہو لی
علاج
علاج

پلے ولی کے بری
ے مترجم
ت مین فرمایاہے
ے ضایع ہوجائےخواہ
ی عنین سے
ہوتاہے اور کہاہے
ن ادریس کا قول
ی پراجماع کادعوے
ز تادیب کے لیے
حدیث مذکور کو
رمایاہے کہ جناب
ضامن کیاہے
یب سے یا کسی
ر ہوجائیگا اُسے
ے ہوگی اسلیے
لیہ الرحمہ نے پہلے
ل اُسکے اختیار سے
ہے کہ اپنے مال
ی زوجہ کے آگے
کا ضامن ہوجائیگا
ر مرجائے تو
ر شوہر مین سے
تھا مسئلہ

ں ہوا ور
و بچے
نے کا
متر جم
فر صادق
اور یہ
شرعیہ
ں دیت کا
و گا اور
ہے
یر عائی
م جو کسی
کر ایسا
ر بیمار یا
ار ی
حکم ہے
ایا ہے
پھر قتل
ر جائے
سنے
رنہ کو بخش
و آپ اپنی
بچے حالا

والے سے کہا جائے
سے اپنے کو گرادے
کی ہلاکت کا
اور اسطرح پر
جانے تو تین
یا اضطرار کے
درندے اکثر
وغیرہ مارے
مرجائے تو اسکی
نے مالا مرجائے
یا ایسے مقام
نہ ہو اور اگر
نے مالکی دیت
رکھتے ہیں
رت میں ہے کہ
دھکے وغیرہ کا
مہ ہو جانے
گا تو اس
کے وارث
جائیگی کہ اسکے
کے فعل سے
ل ہوں
مرجائیں گے

مقاصہ
یرہ ہین
جاے گا
سیں ایک
ہے اور
ے انھین
ھتے ہین
ے پر کر
م ہون
سرسے
کا ذمہ دار
جو کچھ کر
ے موافق
دیت کا
ی مجبور ہے
ن اور
ایک کی
بچون کی
آدمی ہوتے
را ندن
کے مالک
ے کہا
ایع ہے

یک لڑکے نے
آسکی فریاد خباب
ماتھا کہ میرے
اور فرمایا قد
ساتھ کوئی لڑکا
تیر لگ جائے
دہی اس لڑکے
لا وہی تیر انداز
سے کی راہ سے
اہلیہ پر ہوتا ہے
ی ہے کہ خباب
من کیا تھا او
ار بچے پر سے
عمداً قتل کرنیوالے
میں سے اُسپر
اراد سے کے
پر ہے لیکن اگر
در جو کہ بلندی
در وہ مر جائے
ر دوسرے کے
انے شخص کو
یف پر ضمان
یت ادیر والے ۱۰

پہ والا
ں گرانے
جعفر
ے پہ
سے
سری
یہ اُس
ں گرگئی
آدھی
ن کہ یہ
پر عمل کیا
نسہ
رضیں میں
ں نقل ہے
ڈیوں
ں کے
ن کے
ہوگا او
انفعل ہے
کردیا ہو
ر اگر
مشہور
موافق

ن توفقہا اُن حکمونکو
ن اور انھین مین ہے
عف کا ذکر کرتے
قولون کی بعضے
سئلونمین سے
اصلون کے خلاف
ن تاویلین بھی معلوم
ن کسی کو پکار کر بات
ا اُسکا ضامن ہے
امن ہوگا اور اگر
د اِس دعوے پر
و قصاص مین تردد
اُس شخص کو مرا
ونے مین تردد ہے
ے گا مترجم
ہ ہونا اصل ہے
ین گے اور کوئی
رت سے مرگیا ہو
ت کے حال کو بھی
علی رحمہ اللہ نے بھی
بعد لڑکے کو لائے
عالی کا جھوٹ نہ
ی ہے اور اگر یہ تابت

ولاد سے
اور عورت
عورت
یت کی ضمان
کا مر جائے
میں سے
کی دیت
بعض صاحبہ
لیے اور
یا ہر ایک
سلام نے
سکے
ج سے
لازم ہے
سکے
ہے کہ
ڈالا ہے
چاہیے
س عورت
میں جنایت
جی چاہیے
علیہ السلام نے
در جملہ
ا کہ اس
ڈالا تھا

ت کی ضامن اور
ن قتل کرینگے اور
ب یہی ہے کہ اُسکا
دہ اُسکی عورت کے
اور فقہا نے اِس
حکم کے لیے کوئی شرعی
ب امام محمد باقر
م نے اُن چار شخصون کے
ہو گئے اور دو شخص
ان کی دیتین ٹھیرا
سے وارد ہوا ہے
ر پھیلائی تھی اور
ر ممکن ہے کہ وہ شخص
ملہ چار شخصون کا
دونون زخمی ہون
ی امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ
لم و یا حمل کرنا چاہیے
ے حضرت امام
مام سے روایت
ر ات مین نہاتے
ادی تھی کہ بعض
کہ ان دونون نے
ن اور دو شخص

ی ہوتی
سکے
ولی
دونوں
یا سب
بات
کے
ہنگے
سنا ہے
ظاہر
کی بلا
رتے
منوع
سے
کان
میں
کراس
رہی
درمی
حکم
لئے
ملک
سے

...ے کھود دے تو
...دن کے فائدے
...ے مین مسجد بنائے
...سب سے جو کچھ
...ور اُسے ہلاک
...ے کہ یہ فرض بعید
...مگر جبکہ وہ راہ
...ہے تیسرا مسئلہ
...د کی بے پروائی
...ل مین سے ضامن
...کر دیا ہے اور
...ہے او شیخ علی
...بالغ ہو یا نابالغ ہو
...ر وہ پتھر اُلٹ
...کرین گے اور
...ہر کہ وہ مقتول کا
...سبب سے ہوئی
...مد کے سبب سے
...اس شخص کو ہلاک
...کرین تو خطا
...کے ڈھانے
...ریک اسکی دیت
...دہ روایت

شرکت
ہے
ہیں
مزرکا
کرنا ہیں
باب کو
وجہ
سرے
کے
مال
دین
سری
وار
ین وہ
چلی
دوناؤ
جگہ کی
سچکہ
کہ یہ
ضامن
نہیں
کے
ار بنایگا

پر کہ دوسرے کی
ی ہوگا اور اگر
ت کی طرف جھکجا
نے کی قدرت
ی جائیگا اُس کا
ملہ بنالون کا
ئی چیز ضایع جاتی
ن ہوگا اُسکا بنانا
ین کہ ضامن
ہے یعنی جس صورت
اور اسیطرح سے
ن کو مضر ہونے
فرماتے ہین کہ
ہوا ہے کہ ایک
ینچے سے لوگ
مشروط ہے اور
ے گا پھر آدھی
گی اور ضابطہ
ہوگا اُسکا یہ بیانہے
جا ئے گا اُسکے
ہ مین لکھو دے
لی کے گھر کو
طالب بھی ہو کہ

...ر ناگہان
...ن کا ذمے دار
...ی مالی ضرر
...ختیار سے
...ی آگ سے
...ن پیشاب
...ورا سے
...ریہی حکم ہے
...ں دے دیجیے
...وان اُس کی
...ن اُس کا
...بچے کو ضرر
...کسی برتن کو
...ان یا کچھ
...ہے اور
...مستا ونٹ
...کر دے گا
...ہو یا واقف ہو
...ذمہ داری
...ے کا استعمال
...ں نہیں ہے
...اور مملوکہ بھی
...نے فرمایا ہے جو

ں کے تاوان
مگر اُس کا بار
ور کسی جانور پر
کر آ پڑنے
ہ اُس ضرب
کر آ پڑنیوالے
ہے تو اُسکے
اب اما جعفر
ہ و آلہ وسلم
ہ و آلہ وسلم کے
پہلے حضرت نے
سلم ایک
حضرت نے
پھر حضرت نے
حضرت کیونکہ تمھیں
ا مالک ضامن ہے
مقام میں
کے سبب بعیر لفظ
دیتا ہے
رروالی کی قید
مسئلہ جو
اجازت سے آیا
ت آیا ہے

چوپائے کی
پر ہوتے
اسلئے کر
وغیرہ کی
میں ضامن
پڑے گا
تے ہیں کہ
اسے
قدرت
اس چوپائے
اور کسی
تو تعف
اہ دونوں
پائے کو
کا ضامن
س چوپائے
پیچھے رہتا ہے
سے اور
کی فرمہ دار
چوپایہ کی
سے ترکیب کا
جنایت کا
جنایت کا

سن ہوگا یعنے
ے ذمے ہے
ہدھے گی اگر
ف کرواے گا
ادا کرے گا
جائیگا تو اُس
ی جنایت مین
ا شر ہی ہے
دے اور
ے اُسی نے
ہے اور
سبب سے
ے ذبح کیا تو
گوٹھنی مین
س جوٹ سے
بنی کے لیے
ہے اور اُسکا
ی ہوگا جیسے
ر کوئی دوسرا
زمین مین
گی اور اُس
تھا کہ اِس
دمین مین

ے اور اگر
ر اُس مقام پر
ہ ضامن ہوگا
ـر کا یعنے
ت کے لیے
ے دار ہوگا
اس کھودے
یت کی
بابت کے
ہوں اور
ب سے متعلق
ن چھری کو
و میں کا کھو
ل میں آتا
ے عمل میں
میں دو
جائیں تو
ے کا حکم رکھتا
الد۔ بتا
باوان بھرنیکا
ی کرنیکی ضرورت
ہے اور جن
ی تردد ہے

ذمے دار ہونا
نے عموم پر نہیں
کے کہ اپنے کپڑا
میں اُس زخم کا
ہے جو ضرور نہیں
کوئی کہے کہ
ے داری ہے
کہ ہر کشتی کے سوار
کی وجہ ضمانت
ہو گئے کشتی کے
اسباب کے
اُس کہنے والے
شکار کے لیے
اور دوسرا
اُسمیں دو
صلوٰۃ والسلام
کے بابمیں
دوسرے کے
اولیا کے
لیے پوری
مسالک
اور تیرہ قتل
دوسرا تیسرے

ما کسی کی
ر کی دیت کا
گا بس پہلے
دوسر یکے
رے اور
اداں لا ہے
دینا لازم ہے
دوسری
ایت کیا ہے
ے دینا چاہیے
ن کو آدھی
ں کے عاقلہ پر
یہ ہے کہ
پہلے نے
حصہ اسکے
تین حصے کر
ے کے وارث
اور آدھی
ے وارث ہونگے
ہے دوسری
پر عمل نہیں کیا ہے
ن فرمایا ہو گا
ہے اسکی دیت

پر دوسرے کی
ہے اور دوسر
ہر ایک آنکھ
مائل ہوں کہ
ں پر دوسرے
سر سے پر تیسر
کی دیت ہے
تو میں کی طرف
نے شخص کے
شخص مر جائے
ے اور اگر وہ
ی دیت ہے
دھی ایسے
وجب ہوتا
لازم ہوگا اور
شخص اس
ہے اور دوسرے
آدھی دیت
دھی دیت
شریک ہوگیا ہے
لے نے اسے
کے سبب سے
کی پوری دیت

یت تیسرے
دوسرے
ایک
اسیلیے
ے کے
ر اُسکے
س کی دیت
کو نیفین
دو تہایاتی
ے
ں گرادی
ں دیت
دوسرے
گر یگی،
دیت
و جو تھے
یا شر کے
ھیلا وٹ
ی پہلا
ی کی رو سے
یحییٰ علیہ
ت میں
ی دیت

دیت ہے خواہ
ں ہے اگر کاٹے
ں دیت کی تہائی
ہے اور داڑھی
فرمایا ہے کہ سر کے
مجھے اسکی سند
یت ہے اور اگر پھر
دینار ہیں طرف
ن کے ساتھ
ت لینا چاہیے
اب خلاف میں
یہا الرحمہ نے
و دو و تین دینی
کہ ملاکر ساتھ
ں ہے کاٹ ڈالیں
سی اور کے لیے
دونوں آنکھوں
ں آنکھ اور روتی
ے بیوٹون میں
ہے شیخ علیہ الرحمہ
ں اور نیچے کے
ہے کہ اوپر کے
ورت میں دیت

ب چھپا
کہ یہ نقصان
ہوتے
کا تفاوت
کے
ہو چکا
ہیں گے
اگر کوئی
ایک
نے کی
نا ہو یا
رکھتی ہے
ہوا اور
کا اور
گئے تھا ہمیں
روایت
علما میں
ہوگی رہا
ہے
ابن ادریس
بجز گئی
نور ہوگی
علیہ الرحمہ
مطلع ہے

نت فقد ذہبت لجنایتہ
لکھہ مین پوری
ہے اور اگر کسی کی
ہو اور دیت لی ہو
قص اور کانسے
بھائی کے ہین
وئی ہے اسی مضمون
نور آنکھ کی جنایت
خلاف ہے
سے کاٹ ڈالے
تو بھی پوری دیت
ر پھرے اور کوئی
تہائیان دیگا اور
بن بابویہ علیہ الرحمہ
کنارے کو کہتے
فائدہ ناک کا جاتا
اتہ ہے اور غیاث
لسلام سے نقل
ی کی روایت
ل فرمایا ہے
ی ناک کو کاٹ
سُنے والے پر
ت ہے اور ایک

ے ہے
کار ہے
ی کا تیسرا
ڑ نکلی
دونوں
خلاف
ی ہے
ر کے
ں کے
ے کتاب
سارہیں
ں کیا کہ
ﷲ عنہ نے
ہونٹ
ے مجبوبے
ہیں اور
یت میں
اور یہی
ے سکتے
نیچے کے
ے چوڑان
ر اُن کے
ان میں

ہو جائیں تو تیغ
ہے اور اگر گست
ن چھٹا عضو
ی دیت کا تیسرا
ب کے حساب سے
یہ اٹھائیں حرف
سے ہیں اور
موں پر برابر
ائے سے لیلیں گے
ی یا خفیف ہون
ہوگی اور اگر
رت ہوجائے
اری تھی
مقدر نہیں ہے
اقص ہو جائیگا
ہ اور زبان بھی
ر دیت میں
ٹ ڈالے اور
گر زبان کا
الے سے
ہ تو پہلی جنایت
ر دیت بھی
ے بعد دوسرا

ابر احصہ ہے
ری دیت
ے لڑکے
ائی ہے
نے دیت
ں کے
ت کرنوالے
بھر کی ہے
یح کر لی
ی صدیق
و سے
رتبہ چکا ہر
ون نکلیگا
ری شخص
نے کی تو تب
سوط میں
ات میں
ت کر دو
بھی داخت
و دانت
لی زبان
ہے اور
ں آزمائش

چھ نہین ہے
ں زبان باقی
ے اور دیت
نا یا اور با عنبان
نیچے ہین تو
لک ہین اور
ی کے دو ہین
ور یہ چھ اور کے
گے کے سارے
ن اور اخر
ن اور دیت
ے اگر زرد رنگ
و جب نونی
گے اور اگر
دیت مقرر نہین
و ہر ایک
ی تفاوت نہیں کے
رشرع مین ایک خفین
ین اور تشبیہ
ن چھنے دو
نیچے کی طرف
دو نیچے کے
نیچے کے او

ق

ے مدفون
ہیں کہ
ت تین
ہیں اور
بیں افراسیا
ر کیلیے
ی ہے
ں اور اگر
ھائیان
مہ محی علیہ
ے اسکے
بھی ہے
ں کی جڑکے
وڑ ڈالیگا
ے کے
کھار رضی اللہ عنہ
و گا اور
رنے والے
ی ذات کی
دلیل کی
پر کوئی
لے اور
ر قوی ہی

ا یچ نجائیگا
جاے تو آدمی
جانا نیچے کو نہ
آتی رہے
ہے اور یہ دو
ور اسکی ظاہری
اگران دونون
کھون مین یا
ر نیوالے پر
یت کھانے
لازم ہوگا
ر ایک مین
جاتا ہے پھر
ینار ہین نصف
ینار ہین اور
ور زائد مین
یہ الرحمہ نے
ے کتاب
و اسکے کاٹنے
تو اصلی ہے
ہے اور اصلی
مین زیادہ
زائد ہے

تفاوت ہی
ھہ ہے
ے نزدیک
دون میں
انگلیاں
ی انگلیں
ن کر انگوٹھے
ن اور بہر
لے دونوں
اور ہر انگلی
کے بعد گر
ب کیکی انگلی
ی پر ہے
و پانچ دینار
ن کی روایت
نے میں
کے سبب سے
اسکے بعد
ہ کوئی کسی کی
سے ہوشیار
سے مجھی علیہ
ور ایک
ے کہا ہے

سے دودیتیں
رسے ذی روح
مین ساری
کاٹنے مین عورت
اگر جنایت
ر دودھ چھاتی
کچھ سینہ کے
ے اور زیادہ
ے کاٹنے کے
ینہ کی جلد کا
چھاتیوں کی
ت ہے اور
مین کردونوں
جڑ کے ساتھ
اتھوں اور
سارے بدن
ہوگئے ہیں
ر ہونا ہے
م ہوگا کہ محل
ت ہوتا ہے
تعدد کرنا
اللہ اعلم
یت ہے

لے

صہ ہے کہ
روایت
ہے اسلیے
من اس نفع
میں کسطرح
س حدیث
کے جو عضو
ضو تناسل
بھی کاٹ
ی کچھ کاٹ
ادھا ختنہ
قیاس پر ہے
ہ تو پہلے پر
ین دیتا کا
ی کی مقدار
ایک کے
شخے میں
مگر مشہور
ے کھلا دینے
ھلنے ہونے
ہ ہے مگر
تا سون کا
ایک میں

رابر ہے اور رکب
ے اور افضا یعنی
ر اگر افضا کا باعث
لے شوہر مباشر ہوگا
ے ایک کے
ئی شخص اس کام
عورت بھی
ئی عورت باکرہ
وت واجب ہے
ن سے دیت کا
تی ہے سترھوان
اِن دونون
ن مین عورت
روایت اچھی
عدد وا سطے
اٹھارھوان
ی دیت ہے
ون کے کاٹنے
ے انگوٹھے مین
ے ہین کہ انگوٹھے
اور اکثر فقہا
ی دیت پاؤن
ون نپڈلیون

اور ایک
بیلی کے
ے توڑنے
ہ کیکی
ان ان
ران تک
ہے اور
عضو کی
اس عضو کے
ہو اس
وٹنے کے
یت کے
رونما یا ان
رحمہ اللہ نے
ن ہمارے
لیف ہے
عجیب باتی
ے کہ اسکا
ے کیلیے
کر دے
رحصہ دینا
ہے اور
ن ہے

ے تو جنایت
ہ کہ عقل کے
ں فرمایا ہے کہ
آجائے تو
ر ہے تو انکی
ے طریق پر ہے
علوم نہیں ہے
ر توڑ ڈالے
ے دیت دو ہری
ب یعنے ایک
ل اشبہ ہے
ب سے مضروب
ے سے قصاص
کی دیت لینگے
ے اور دیت
ر سکیگا اسلیے
ے والے لوگ
ساری دیت
ب انتظار
ر جنایت کرنیوالا
نہیں جانتا
نے سے اسکے
ے تو جھوٹا ہے اور ۶۰۰

ی نولوث
لی سمت
اُس کان
نعرکان
ین گے
ور شکر
نجین گے
ور اُس
کھولدےیے
کہ جہان سے
پھر اُس
رکا اُسیقدر
ن جنابت
ہون
ن مین
رنا چاہیے
کے برابر
ین وارد
کی آوازون
چاہیے
ی کو کاٹ
لازم ہوگی
کرنا چاہیے

ر اگر مجنی علیہ
ے دعوی پر
ے خطا کی
ں کہ روشنی
ر ہے اگر
ے اور روشنی
ں میں دیت
ت ہے
و الا اختلاف
آنکھوں کی
ت میں بیان
را ہے کہ
ہ اور اگر دعوے
ساتھ امتحان
ور آنکھوں
ت کا قیاس
پھر جسقدر
ط کے بعد
ں کرنا چاہیے
رنے والا کے
مقبول قول
ور مصنف
رت کے

آنکھ کا اچھا
اص کی
کے گمان
یسان
ور امین
مر اُسکی
ن گے اور
یا ہیں پھر
ین ہے
ی رکھنے والی
ے اور اگر
کہ گواہون
تنہا دکریگا
نی علیہ سے
ے ساتھ
ی پانچوین
ت سے
اری دینے
تو کردی
ور اسکے
عالم کی
ی شخص
کل ہوجائے

ایا ہے کہ
ا اور عورتوں
پر عورت
دیت ہی
ت ہی اور
رے دن
دیت دیگا
و تہا بیان
ار کے گھورے
پھرنے میں
ے شجرکی جمع
یا کہ کتاب
ہ چوتھا
زخم ہی کھال
ے فرماتے
ہب ہے
ے کہ اُسنے
ی دیت
وہ زخم ہی
ین متلاحمہ
لاحمہ دونوں
ز ہے اور
نچے اور نخ

...ث مفریلین
...پانچ اونٹ
...سکی
...ی دیت کے
...ے تو دونون
...رجہ کتے ہین
...ے متعلق
...ن اور رنج کے
...و اسکا فعل
...ے تو یہلی جنایت
...ن اسلیے کہ کھُکے
...ے تو پہلے
...اور اگر اسیق
...پھاڑ دیا ہو
...علیہ کے قول کو
...رنے زالا اس
...ون یا زون کو
...ا ہو جاتا حکم یہ
...کرنیکے سبب سے
...اچھے ہو نیکے
...ہوتی ہین ایک
...ی تو مقبول قول
...حم کی مقدار
...ی اسلیے کہ اگر ایک

اب وہی
ب عضو کے
ے کو بھی کاٹے
ٹھ پر لگے
یک ہی زخم
ی اونٹ ہین
ی خطا مین
ن لبون اور
ر کے اونٹون
ور تین بنت
ہے اور یہ
لگائے اور
ہوں اور
کم رکھتے ہین
ری جگہ پر
م مین قصاص
تو جھنی علیہ
اونٹ ہونگے
ن کہ سر کا نغز
ور مصنف
ہر کہ اقوی
ہے کہ ام دماغ
کہ بھر کا قصاص

بھی جائز ہے
ی اٹھائیں
بھی بڑھائی
۲۲
ی دیت نہیں
حدیث کی
ر شخص مرے
ر پانچ اونٹ
جو پانچواں اور
اٹھارہ اونٹ
یت جو سائی
کا پانچواں
دونوں جو راہوں
دونوں کے
تیسرا حصہ ہے
ملہ جائفہ زخم
خواہ پیٹھ
ے بھی ہو اور
ر تک پہونچ جائے
ے یہاں تک
ر جائفہ دونوں
فہ کی دیت
ھے
ے وہ زخم نہ بھرا
د کر دے تو

تو یہ دوسرا
کی آنتوں کو
ٹے کر ڈالے
فرمایا ہے کہ
کا اور اقرب
یقیناً مجنی عنہ
بھر چکا ہے اور
لازم نہ ہوگی
و سر جائفہ
ور اگر دو
والے ہتھیار
سوط میں
ر بھی شبہ ہے
ے اندر
اکیلا ہو تو
لے حال میں
گا تو اس
ون کا رق

نے فرمایا
زخم مارے
لگا ہے کہ
ل ہے
سلم

… اور زنجیر
… ہے کہ
… اس ضعف
… نگلی کے
… کرنیوالے
… یا ہے
… دن کے
… اعضا
… نے
… کے رنگ
… کردینے
… چھ دینار
… علیہ الصلوٰۃ
… کی اور
… واقع
… اور
… ور اگر
… اور ہمیشہ
… دیت
… دیت کی
… بعد اُس
… یاج لینے
… بھی سر

قیاس کرنا چاہیے
وکی پوری دیت
یارین اور سر کے
ہ ایک ہاتھ کے
ن پانسو دینار کا
اٹھوان مسئلہ
ہین کہ عورت
اعضاکی دیت مرد
عورتکی ایک انگلی کے
ے دوسو دینار
ہونگے تو مرد کی
ن جنایت کرنیوالے
مرد کی دیت
رد کے عضوون
عضوون مین عورت
بدہ ہونے
سے مقرر ہے
ی اور ذمی مین
لی جائے گی
ئی ایک ہین
رتا تو کتنے کا ہوتا
ے لیلین کے
سئلہ جبکا کوئی ولی ہو

معاف
عاف کردینا
ے بیٹ
مہ ہی جبکہ
کا ہو تو
وارد ہوئے
سکی مملوکہ
والے پر
تو قتل
وری
ے گا تو
قتل میں
و اسکی
ہو کر وہ
خلاف
ردہ اس سے
چھلا ئینگے
ساتھ
ے مرجیے
ولد یعنی
ے بچے
ن جیسے
د اسقاط

ائیگی اسلیے کہ اگر
ن کے پیٹ مین
لی دیت مین
ں فرمایا ہے کہ اس
ے گر پڑنے کو
ن سے ہر بچے
ے سے متعلق ہوگی
ر دینا چاہیے
بعد مضغہ ہو جائیگا
ے بیچ مین انھین
ی اسیطرح پر تفیکی
جاتا ہے اور
ر دیگا اور مصنف
اسکی صحت کی
ی اور رجال یہ ہے
وتا ہے اور اسیطرح
م زین العابدین
وۃ والسلام سے
ی ہے لیکن شیخ
ف نہیں ہوں کہ
ی سے معلوم ہوا کہ
ں ہوتا ہے اور
شیخ رحمہ اللہ نے

لوٰۃ
نارین
مین
بن
عادت
لاآن
ور
اور
کے
اگر
سے
ہوا ہے
رت
اپنے
ہوجائے
جب
سے
بڑے
ہی
ہے اور
ق
رکے
روں ونیا

کرے تو بعضے
ن تردد ہے
ہے اور دیت
پڑے پیٹ
اور پیٹ کے
کہ وہ ذمی کے
ٹ سے اُس کا
لیے کہ ذمی کے
ہان کے پیٹ سے
ف کی تابع
ہو چکی ہے گو
یعنے پیٹ کے بچے
مردہ حربیہ عورت
ی دیت کا ضامن
جنایت کی
جائے پھر اُس
بچے کی دیت
ی اور آزاد
ہے اور قیمت
ت ہے اور
جنایت کے
ے کی بابت میں
کم ہوگا تو

ے کے
ہی
پیٹ کے
س نہو
لونڈی
ہے اور
سا بیٹ
خواہ یہ
ہ اور
ے کر تو الا
اسکا
سے جو
رسے
ا ہوں
ے اور
ں کے
ن جان کا
ہوتا ہے
ر وہ
ا لینے
ہو کر اپنے
ہے اگر
ر زندہ

تل کا کفارہ
اگر وہ مستقرہ
روہ دیت کا
گنہگار ہے
تو شیخ علیہ الرحمہ نے
صاص نہ ہوگا
عورت سے
ہمبستری کرنیوالے
ں جنایت کرنیوالے
بچے کے کسی
دا لے پر اس
تقرکریں تو اس
ک ہی بچے کے
کے بچے کی دیت
ے پیٹ سے
اگر پیٹ سے
دیت کا ضامن
ے لوگوں کے
ی اور نہیں
پہلا مسئلہ
ی ہوگی اور
سرا مسئلہ
کے یہیں دیت

ین شروع
ی ہڈیوں
ی چیز کا
ت ہے
تا ہے
رضی علم اکہے
ری قسم
نایت
ے بکری
اس
دونیا
اس سے
الرحمہ کا
دہ حیات
سلے کہ
ہو گا
کر نیوا لے
ے جس
مال ہے
ہڑی
نکا نچ
ضایع
بعد بھی

توڑ ڈالنے
ذبح کرنے کے
تیسری قسم
العین ہین
ہین کہ جنھونے
سلوقی کتا
ولی کی روایت
دیت اُسکی
اور پہلا قول
مین دیت
بعضے اصحاب سے
مگر پہلا قول سند
بیس درہم
قفیز گیہون
اور نکول سول
ہوتا ہے اور
جانورون
اُنکے قاتلون
اور جس جانور کا
حلال جانتے
اعضا کی جنایت
ڈالے گا یا اُسکے
والا اُسکی قیمت

ں میں شرعیہ
ہوگا تو
کمان کی
ن دیکھا
ص کا جانو
سان کا
سکوتی
یہ روائی
ہو تغیر ا
ا ایک
یا نون
حکم فرمایا
اسلئے
ضایع کرو
اشاعہ
ان چار
کے
مضمون
ر متعدد
ناضیہ
رست
ہے محمد
یا او

کا فاعل ہونا
ے یا غیر کی
اک ہوجاے
ی کے قتل کرنے
ارہ دیوانے
ے سے بھی وا
زخمی ہو یا
لیہ ہے اور
مداسکے قتل میں
مسلمان کے
گمان کرکے
رے گا اور
ے فرمایا ہے
نہیں ہوتی ہے
ر اگر کسی شخص کے
مدا قتل کرنے
گا اور اگر
ہوگا شیخ
اسلیے کہ کفارہ
ی ہر متبرجم
سبب سے
ٹ باندھ
ن کو باندھ

قل کی منع
مارا کلام
ین ہے
آزاد کر سکلا
ریں جیسے
ں ہے کہ
ے فقہا کہتے
ت ہوں
کسوا پیشہ
ہر زوجہ
کے قول کے
مال کی
وں سے
ں نہیں ہے
لے سنے
ور باپ
رشتہ والے
ں گے اور
وہ والسلام سے
ں عقل
قل نہ ہوتی
بت میں
نہ تو عورتیں

دیت کا متحمل
ے وقت فقیر
ن ہوتے
لے ہون اور
ہوتے ہین
انکے درمیان
کے خلاف ہے
ے خلیفہ دوم
ن لیا عمل
لے اور ایک
ے کہ ان حضرت
ل کا حکم
ور باپ
علے سوا لینے
ل نہین
نچ اونٹ
ے اور آیا اہل
ے کہان
یف ہے
ر سال مین
قضے کے
ن شیخ علیہ الرحمہ
ے سال مین

سیوتت
ت دینے کا
ہے کر
سوجائیگی
دیت سے
ونکی دیت
ے تو دونوں
ے کرنیوالا
تمام ہر ایک
ن تو ہر ایک
ر دونوں
سیم کرینگے
ایک سے
چار سہم
شکل ہے
وئی دلیل
اکی دیت
ہ ہو اور
ی علیہ صلح
کا اقرار
روپیہ کی
یطرح سے
اور قاتل

اسمیں قصاص
ے کو مار ڈالے
لگانے کی ہو
رے گا تو اسکی
ے اور اگر
دینگے اسلیے
بایت کا قاتل
ق ہوگی اور
ہ ہوگا اور
سے متحق ہوتا
ارکیطرف کرتا
ہو وہ اُس سے
رف کرے
کو قبول کیا
کر نیوالے
ن جریرہ کا
اور دیت کی
ت لبس دیت
عاقلہ پر دیت
ادینار ہوتا
ت ہے اور
ں کی نظر
کی رائے پر

نزدیک کے
اسین دو
حصے کفایت
عتق سے
لینا چاہیے
لت سے
گے اور
سے بھی
بت بڑھ جائیگا
ایک
بیت المال
ت اُسے
میں پایا گیا
ل ہو جائے
ک کے
رحمہ اللہ کہتے
دیں گے
و مناسب ہے
بلکہ غایت کے
یت میں
ے نہ زخم
ے ہے
ے گا ایسے

دیت کے
دا پر قدرت
راگر سال کے
کے ترکے سے
ت لکھے
ین ہوگے
ادا کرنے
کے پاس
تے ہیں کہ
جنایت کی
طاء سے شبہ
کرنے والا
کی تقدیم
ہمارے
ہے اور اگر
ر لواحق کے
ہے اور
طرف سے
ہونے پر
و یا دوسرے
یفیت کا جان
ے نسب کا
ے کرے

ی باطل
بیٹا ہے
کے منسوب
کے وارث
ی مقتول
وپہنچے گی
ہے اور
لازم ہوجائیگی
دیت میں
ث عاقلہ کے
راگر کہا جائے
ہے اگر
س بیٹے
راث ہو
ی یا دیت
ر کا مادہ
ے وارث
ر تعلق ہے
بلکہ اُسکی
ہوگی
ر اگر
گر جبکہ
ی جیسا کہ

سی کے مال کے
نہ دے گا
ین ہوا کرتی
ے بعد مسلمان
ے تو اسکے عاقلہ
ے پہلے بیان
اور ذمی تھے
ین اسلیے کہ
ے اگر کوئی مسلمان
ر وہ تیر کسی
مان لوگ
ہونگے اسلیے
کے عاقل ہونگے
عاقلہ بھی ہونگے

دی اور
مد صلی اللہ علیہ
لبعد محمد عصمت
جمع جامع الرموز کا
بفیضان
۱۲ ہجری میں
ودین شریف کا لکھنا